تدوین غزلیاتِ میر تقی میرؔ

دیوان اوّل تا ششم

تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ۔ڈی

★ مقالہ نگار ★

محمد ساجد خان

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اُردو
بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

★ نگران ★

ڈاکٹر فرمان فتح پوری

پی ایچ۔ڈی، ڈی لٹ (ستارۂ امتیاز)
صدر نشین اُردو لغت بورڈ، کراچی

پروفیسر ڈاکٹر روبینہ ترین

صدر نشین شعبۂ اُردو
بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

صداقت نامہ

اِس امر کی تصدیق کی جاتی ہے کہ یہ مقالہ اِس سے پہلے پی ایچ ڈی کی ڈگری کے لیے کسی بھی ادارے میں پیش نہیں کیا گیا۔

مقالہ نگار

ساجد خان

محمد ساجد خان

اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ اُردو

بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

نگرانِ مقالہ

Hatehpuri

ڈاکٹر فرمان فتح پوری

صدر نشین اُردو لغت بورڈ، کراچی

Rubina Tareen

پروفیسر ڈاکٹر روبینہ ترین

صدر نشین شعبۂ اُردو

بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

فہرست

ردیف الف ______ دیوان دوم

ردیف الف ــــــ دیوان سوم

ردیف الف ____ دیوان چہارم

ردیف الف ____ دیوان پنجم

ردیف الف ___ دیوان ششم

ردیف ب ___ دیوان اوّل

ردیف ب ____ دیوان دوم

ردیف ب ____ دیوان سوم

ردیف ب ____ دیوان چہارم

ردیف ب ____ دیوان پنجم

ردیف ت ____ دیوان سوم

ردیف ت ____ دیوان چہارم

ردیف ت ____ دیوان پنجم

ردیف ت ____ دیوان ششم

ردیف ٹ ____ دیوان اول

ردیف ر ____ دیوان دوم

ردیف ر ____ دیوان سوم

ردیف ر ____ دیوان چہارم

ردیف ر ____ دیوان ششم

ردیف ط ____ دیوان اول

ردیف ط ____ دیوان دوم

ردیف ط ____ دیوان سوم

ردیف ط ____ دیوان چہارم

ردیف ط ____ دیوان پنجم

ردیف ظ ____ دیوان اول

ردیف ظ ____ دیوان سوم

ردیف ظ ____ دیوان چہارم

ردیف ظ ____ دیوان پنجم

ردیف ع ____ دیوان اول

ردیف ع ____ دیوان دوم

ردیف ع ____ دیوان سوم

ردیف ع ____ دیوان چہارم

ردیف ع ____ دیوان پنجم

ردیف غ ____ دیوان اول

ردیف غ ____ دیوان سوم

ردیف غ ____ دیوان چہارم

ردیف غ ____ دیوان پنجم

ردیف ف ____ دیوان اول

ردیف ف ____ دیوان دوم

ردیف ک ___ دیوان اول

ردیف ک ___ دیوان دوم

ردیف ک ___ دیوان سوم

ردیف ک ___ دیوان چہارم

ردیف ک ___ دیوان پنجم

ردیف ک ___ دیوان ششم

ردیف گ ___ دیوان اول

ردیف گ ___ دیوان دوم

ردیف گ ___ دیوان سوم

ردیف گ ___ دیوان چہارم

ردیف گ ___ دیوان پنجم

ردیف ل ___ دیوان اول

ردیف ل ـــــ دیوان دوم

ردیف ل ـــــ دیوان سوم

ردیف ل ـــــ دیوان چہارم

ردیف ل ـــــ دیوان پنجم

ردیف ل ـــــ دیوان ششم

ردیف م ____ دیوان اول

ردیف م ____ دیوان دوم

ردیف م ____ دیوان سوم

ردیف م ____ دیوان چہارم

ردیف م ____ دیوان پنجم

ردیف م ____ دیوان ششم

ردیف ن ____ دیوان اول

ردیف ن ____ دیوان دوم

ردیف ن ـــــــ دیوان سوم

ردیف ن ____ دیوان ششم

ردیف و ____ دیوان اول

ردیف و ___ دیوان دوم

ردیف و ــــــ دیوان سوم

ردیف و ــــــ دیوان چہارم

ردیف ہ ــــــ دیوان اول

ردیف ہ ــــــ دیوان دوم

ردیف ہ ــــــ دیوان سوم

ردیف ی ے ____ دیوان دوم

ردیف ی ے ______ دیوان سوم

ردیف ی ے ____ دیوان چہارم

ردیف ی ے ____ دیوان پنجم

ضمیمہ۔ غزلیات مشمولہ مثنویات

مقدمہ غزلیاتِ میر

اُردو شاعری اور تنقید و تحقیق کے دلچسپ واقعات میں ایک یہ بھی ہے کہ ہمارے اہلِ قلم نے جیسے کسی الہامی دباؤ کے تحت، جس طرح غالب کی شرحیں لکھ لکھ کر اِن شروح پر تحقیقی مقالات برائے ڈاکٹریٹ کی راہ ہموار کی، اُسی طرح میر سے اپنی دل بستگی کا اظہار اُن کی غزلوں کے انتخابات کی صورت میں دیا جس میں اولین اور معروف ترین مولوی عبدالحق کا 'انتخاب کلامِ میر' ہے جب کہ آخری اور ہنگامہ خیز شمس الرحمٰن فاروقی صاحب کا 'شعرِ شور انگیز' ہے۔ ان دونوں کے درمیان معیاری اور غیر معیاری انتخابات کی ایک طویل فہرست ہے حالاں کہ میر نے اپنے سبھی شعروں کو 'انتخاب زدہ' قرار دیا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ

سہل ہے میر کا سمجھنا کیا　　　　ہر سخن اُس کا اک مقام سے ہے

میر کی تفہیم بلاشبہ سہل ثابت نہ ہوئی! یہی وجہ ہے کہ شعر و ادب سے وابستہ نہایت پڑھے لکھے افراد بھی اس مغالطے میں غلطاں دکھائی دیتے ہیں کہ ''میر نے خود کو بہت دہرایا ہے اور یہ کہ اُن کے یہاں تکرار اور اعادہ بہت ہے''، اس 'ادبی نظریے' کی پشت پر شیفتہ کی مسخ شدہ رائے بھی کارفرما دیکھی جا سکتی ہے کہ 'پستش بغایت پست و بلندش بسیار بلند' حالاں کہ شیفتہ کا اصل جملہ یوں تھا 'پستش اگر چہ اندک پست است، اما بلندش بسیار بلند است' لیکن میر کی جان کا ہیاں بہت سہل سمجھی گئیں، سبھی نے اگر چہ غزل کے فن میں اُن کو سب سے بڑا شاعر بھی مانا اور خدائے سخن کے خطاب سے تعرض کی جسارت بھی کسی نے نہ کی، لیکن مطالعہ غزلیات میر کے لیے کسی ایک یا دوسرے انتخاب پر ہی تکیہ کیا گیا۔ اس میدان میں اگر تحقیق کر کے ان سب انتخابات کے مجموعی اشعار کو سامنے رکھا جائے تو شاید بہت کم اشعار 'کلیاتِ غزلیاتِ میر' سے 'غیر منتخب شدہ' باقی بچیں گے اور عین ممکن ہے انتخاب کی

اے نکیلے یہ تھی کہاں کی ادا — کھب گئی جی میں تیری بانکی ادا
رہا میں تو عزت کا اعزاز کرتا — چلا عشق خواری کو ممتاز کرتا
عیدِ آئندہ تک رہے گا گلا — ہو چکی عید تو گلے نہ ملا

نسخۂ آسی میں یہ غزلیں ص 49-248 پر دیوان دوم کے تحت درج ہوئیں، نسخۂ عبادت میں دیوان دوم ص 401 پر، اس کے بعد آسی نے دیوان پنجم کے تحت ص 537 پر اور عبادت صاحب نے اپنے نسخے میں ص 745 پر دہرا دی ہیں۔ نسخۂ مجلس کے مرتب کلب علی خاں فائق مذکورہ ترتیب میں غزل نمبر ایک کے نقلِ مکرر سے آگاہ تھے لیکن دوسری اور تیسری غزل انہوں نے خود بھی مکرر درج کی، اس کے لیے اس تدوین کے صفحہ نمبر 209 کا حاشیہ ملاحظہ فرمایئے۔ دیوان ششم میں نسخۂ آسی ص 652 اور نسخۂ مجلس جلد چہارم ص 242 پر ایک غزل کا مطلع ہے

طلب ہے کام دل کی اُس کی بالوں کی اسیری میں — گدائی رات کو کرتا ہوں خجلت سے فقیری میں

یہ غزل نسخۂ آسی میں دیوان پنجم کے تحت صفحہ 590 اور نسخۂ مجلس جلد چہارم ص 111 پر پہلے درج ہو چکی ہیں۔ نسخۂ عبادت چونکہ آسی کی من و عن کاپی (معہ اغلاط) ہے اس لیے وہاں بھی یہ سب خرابیاں جوں کی توں موجود ہیں۔ نقلِ مکرر کی ایک اور مثال دیوان چہارم ردیف ی کی یہ غزل ہے جس کا مطلع ہے

کب وعدے کی رات وہ آئی، جو آپس میں نہ لڑائی ہوئی — آخر اُس اوباش نے مارا، رہتی نہیں ہے آئی ہوئی

آسی کے یہاں دیوان چہارم ص 521 پھر دیوان پنجم ص 616 پر نقلِ مکرر ہوئی، نسخۂ عبادت میں پہلے ص 726 اور پھر ص 828 پر، نسخۂ مجلس جلد سوم میں ص 373 غزل نمبر 95 اور پھر جلد چہارم ص 162، غزل نمبر 240 کے تحت دوسری مرتبہ درج ہوئی۔ یہ تو کچھ مثالیں غزلیاتِ میر کے مکرر اندراج کی تھیں، اُن اشعار کی تعداد بھی کلیاتِ میر میں کافی ہے جن میں ایک آدھ لفظی تغیر کے ساتھ مرتبین نے مکرر شاملِ غزلیات کیا ہے۔

آخری بات یہ کہ اِس تدوین غزلیات میر تقی میر میں، میر کی صنفِ غزل کے تحت کہے گئے تمام اشعار شامل ہیں۔ 1824 غزلیاتِ میر کے چھ دواوین کا مجموعہ ہیں، 81 فردیات کے علاوہ 1825 تا 1848 یعنی کل 24 غزلیں جو میر کی مختلف مثنویوں سے الگ کی گئی ہیں بطور ضمیمہ آخر میں درج کی گئی ہیں۔ ان غزلوں میں درج تمام اشعار کو بار بار پڑھ کر بامعنی ہونے کی یقین دہانی کے بعد درج متن کیا گیا ہے اور جن اشعار کے معنی متن کی خرابی کے سبب، سمجھ نہیں آئے اُن کا ذکر حاشیے میں بھی کیا گیا ہے اور اُن کی ایک فہرست اس مقدمے کے آغاز کے صفحات میں غزلوں اور اشعار کے نمبر شمار کے تحت درج کی گئی ہے۔ یوں الحمدللہ غزلیاتِ میر کا یہ نسخہ بہ اعتبار صحت متن ماقبل کے تمام نسخوں پر فوقیت رکھتا ہے۔ ترتیب و تدوین میں جن جدید طریقہ ہائے کار کو ملحوظ رکھا گیا، اُن کے سبب میر کی غزلیات کا یہ دیوانِ کامل میر کے طالب علموں، نقادوں اور محققین کے لیے نہایت مفید اور کارآمد ثابت ہوگا، انشاءاللہ۔

محمد ساجد خان
شعبۂ اُردو، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

31 دسمبر 2003ء

مقدمہ غزلیاتِ میر

اُردو شاعری اور تنقید و تحقیق کے دلچسپ واقعات میں ایک یہ بھی ہے کہ ہمارے اہلِ قلم نے جیسے کسی الہامی دباؤ کے تحت، جس طرح غالب کی شرحیں لکھ لکھ کر ان شروح پر تحقیقی مقالات برائے ڈاکٹریٹ کی راہ ہموار کی، اُسی طرح میر سے اپنی دل بستگی کا اظہار اُن کی غزلوں کے انتخابات کی صورت میں دیا جس میں اولین اور معروف ترین مولوی عبدالحق کا 'انتخاب کلامِ میر' ہے جب کہ آخری اور ہنگامہ خیز شمس الرحمٰن فاروقی صاحب کا 'شعرِ شور انگیز' ہے۔ ان دونوں کے درمیان معیاری اور غیر معیاری انتخابات کی ایک طویل فہرست ہے حالاں کہ میر نے اپنے سبھی شعروں کو 'انتخاب زدہ' قرار دیا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ

سہل ہے میر کا سمجھنا کیا　　　ہر سخن اُس کا اک مقام سے ہے

میر کی تفہیم بلاشبہ سہل ثابت نہ ہوئی! یہی وجہ ہے کہ شعر و ادب سے وابستہ نہایت پڑھے لکھے افراد بھی اس مغالطے میں غلطاں دکھائی دیتے ہیں کہ ''میر نے خود کو بہت دہرایا ہے اور یہ کہ اُن کے یہاں تکرار اور اعادہ بہت ہے''، اس 'ادبی نظریے' کی پشت پر شیفتہ کی مسخ شدہ رائے بھی کارفرما دیکھی جا سکتی ہے کہ 'پستش بغایت پست و بلندش بسیار بلند' حالاں کہ شیفتہ کا اصل جملہ یوں تھا 'پستش اگر چہ اندک پست است، اما بلندش بسیار بلند است' لیکن میر کی جان کا ہیاں بہت سہل سمجھی گئیں، سبھی نے اگر چہ غزل کے فن میں اُن کو سب سے بڑا شاعر بھی مانا اور خدائے سخن کے خطاب سے تعرض کی جسارت بھی کسی نے نہ کی، لیکن مطالعہ غزلیات میر کے لیے کسی ایک یا دوسرے انتخاب پر ہی تکیہ کیا گیا۔ اس میدان میں اگر تحقیق کر کے ان سب انتخابات کے مجموعی اشعار کو سامنے رکھا جائے تو شاید بہت کم اشعار 'کلیاتِ غزلیاتِ میر' سے 'غیر منتخب شدہ' باقی بچیں گے اور عین ممکن ہے انتخاب کی زد میں آنے سے بچ رہنے والے یہ اشعار کسی بھی فنی معیار کے مطابق اُن اشعار سے کم رتبہ نہ ہوں جو شاملِ انتخاب ہوئے!

میر کے دواوین اور کلیات کے جتنے قلمی نسخے دیگر ممالک بالخصوص انڈیا کے کتاب خانوں میں بتائے جاتے ہیں، اُن کی تعداد کسی بھی اور شاعر کے مخطوطات سے کہیں زیادہ ہے اور یہ میر کی مقبولیت کا بین ثبوت ہے، پھر یہ بھی نہایت اہم واقعہ ہے کہ میر کا بہت حد تک مکمل کلیات اُن کی زندگی کے آخری سالوں میں تیار ہونا شروع ہوا اور وفات کے ایک سال کے اندر ہی نہایت اہتمام کے ساتھ فورٹ ولیم کالج کلکتہ کے کارپردازان نے 1811ء میں شائع کر دیا لیکن اس کے بعد آج تک ایک کلیات بھی ایسا مرتب اور مطبوع نہ ہوا جو 1811ء کے اس نسخۂ کالج کی اغلاط کو دُور کرتے ہوئے صحت متن کی ضمانت فراہم کرتا بلکہ واقعہ یہ کہ کلیاتِ میر کا یہی نسخہ ہے، جس میں سب سے کم اغلاط ہیں اور جسے متنِ میر کا سب سے بہتر نمونہ اور نمائندہ مجموعہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس حد درجہ حوصلہ افزا آغاز کے بعد ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ چند اہم قلمی نسخوں اور نسخۂ کلکتہ (جسے ہم نے اپنے مقالے میں ہر جگہ نسخۂ کالج لکھا ہے) کی مدد سے میر کا مستند اور قابلِ اعتماد متنِ کلام تیار کر لیا جاتا لیکن ایسا نہ ہوا اور ہر اگلی اشاعتِ کلیاتِ میر نے ماقبل کے کسی ایک آدھ نسخے کو اپنے اپنے کاتب سے 'صاف' کروا کر شائع کر دیا۔ یوں گذشتہ کلیات کی اغلاط میں ہر نئے

کاتب کی اغلاط اور مرتب کے تصرفات کی کارفرمائی سے متنِ میر بہتر ہونے کی بجائے، مسخ ہی ہوتا رہا۔ تدوین غزلیاتِ میر کے حوالے سے اپنی کارگزاری عرض کرنے سے پہلے ایک نگاہ کلامِ میر کی اب تک کی اشاعتوں پر ڈالنا ضروری ہے۔

کلیاتِ میر، نسخۂ کلکتہ

11x8 سائز کے 1085، 21 سطری صفحات کا حامل یہ کلیاتِ میر 1226ھ بمطابق 1811ء ہندوستانی چھاپے خانے کے مہتمم منشی مدار بخش نے شائع کیا۔ متن کی تصحیح مرزا کاظم علی جوان، مرزا جان طپش، مولوی محمد اسلم اور منشی غلام اکبر نے کی تھی۔ کالج کے ارباب اختیار میں سے کپتان ٹیلر صاحب مدرس ہندی، ڈاکٹر ولیم ہنٹر، کپتان گالیو اور کپتان تامسن روبک صاحب کے اسمائے گرامی، سرورق کی عبارت میں معہ القابات درج ہیں۔ جن کی مدد و اعانت سے یہ کلیات انطباع ہوا۔ اس کلیات کی ابتدا میں صفحہ 18 تک قصائد منقبت اور در مدح نواب آصف الدولہ درج ہیں۔ اس کے بعد صفحہ 19 سے 254 تک دیوان اول، 255 سے 437 تک دیوان دوم، 438 سے 537 تک دیوان سوم، 538 سے 610 تک دیوان چہارم، 611 سے 707 تک دیوان پنجم اور صفحہ 708 سے 768 تک دیوان ششم درج ہوئے ہیں۔ فردیات 769 سے 775 تک اور اس کے بعد صفحہ 1069 تک دیگر اصناف شعر معہ مثنویات درج ہیں۔ مراثی میر کے علاوہ اس کلیات میں میر کا تقریباً سبھی کلام شامل ہے۔ ہم نے اپنے کام کے دوران سب سے زیادہ معاون میر کے اسی کلیات کو پایا۔ متنِ میر کی مشکلات حل کرنے میں جتنی مدد اس نسخے سے ملتی ہے، وہ بعد میں شائع شدہ کسی مجموعے سے نہیں ملتی۔

کلیاتِ میر، مطبوعہ نول کشور لکھنؤ

کلیاتِ میر کا دوسرا اہم مطبوعہ ماخذ وہ نول کشوری نسخے ہیں جن کی بنیاد اگرچہ نسخۂ کالج پر ہے لیکن صحت متن کے اعتبار سے ان کا درجہ اپنے ماخذ سے بھی کم ہے۔ نول کشور پریس نے اگرچہ کلیاتِ میر کے متعدد ایڈیشن شائع کیے، تاہم اولین اشاعت 1868ء میں ہوئی، دوسرا ایڈیشن 1874ء میں چھپا، انھی دونوں نسخوں کو بعد کے مرتبین میر نے نول کشور دوم، سوم کے نام سے موسوم کیا ہے، ان میں بھی میر کے مرثیے شامل نہیں ہیں۔

کلیاتِ میر مرتبہ مولوی عبدالباری آسی، مطبوعہ نول کشور پریس لکھنؤ (نسخۂ آسی)

نول کشور پریس کا شائع کردہ یہ کلیاتِ میر کا جدید ترین نسخہ ہے جو 1941ء میں مولانا آسی کے نہایت اہم مقدمے، جسے انتقادِ میر میں بلند مقام حاصل ہے اور فرہنگ کے ساتھ نہایت عمدہ کتابت کے ساتھ طبع ہوا۔ نول کشوری اشاعتوں میں میر کے کلیات کی اس سے بہتر طباعت اور کوئی نہیں ہوئی اپنے وقیع اور مبسوط مقدمے کے آخر میں 'کلیاتِ میر بصورتِ موجودہ' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

"کلیاتِ میر کے ایڈیشن متعدد مرتبہ شائع ہو چکے ہیں اور سب سے پہلا چھپا ہوا وہ نسخہ ہے جو کلکتہ فورٹ ولیم سے کاظم علی جوان وغیرہ کی تصحیح و نظرثانی کے بعد غالباً

میرؔ صاحب کی زندگی ہی میں شائع ہو گیا تھا، یا شائع ہونا شروع ہوا تھا۔ یہ نسخہ دوسرے نسخوں سے زیادہ صحیح ہے، مگر ایسا نہیں کہ اِس کو معتمد علیہ سمجھا جائے، اس میں اکثر جگہ قبیح غلطیاں رہ گئی ہیں، یہ نسخہ تصحیح کے وقت ہمارے پیش نظر تھا، اس کے علاوہ دوسرا وہ نسخہ جو نول کشور پریس ہی سے 1867ء میں بغیر حاشیہ چھپا تھا۔ اس کے بعد بھی جو اور ایڈیشن یہاں سے چھپے وہ بھی موجود تھے، ان کے علاوہ دو قلمی قدیم نسخے جو مکمل تو نہ تھے لیکن پھر بھی دونوں کو ملا کر بہت سا کام دے سکتے تھے.......... اور اب اُمید ہے کہ یہ کتاب اُن تمام نسخوں سے بہتر ثابت ہوگی جو اَب تک کلیاتِ میرؔ کے نام سے شائع ہوئے ہیں۔'' (کلیاتِ میرؔ، مرتبہ آسی، ص 58-57)

دیوانِ اوّل کے آغاز سے قبل مطبع کے مہتمم نے 'گذارش' کے عنوان سے لکھا:

''مجھے فخر ہے کہ سال ہا سال کی محنت اور کاوش کے بعد کلام افصح الفصحا میر تقی میرؔ بترتیب جدید ناظرین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ میرؔ کا کلیات اب تک عام طریقے سے نہایت لاپرواہی کے ساتھ غلطیوں کی نذر ہوتا رہا ہے لیکن اس مرتبہ خصوصیت کے ساتھ متعدد قلمی اور سابقہ مطبوعہ نسخوں سے اس کی تصحیح کا پورا اہتمام کیا گیا جس کو مصورِ درد مولوی عبدالباری آسی اور جناب مولوی سید جعفر علی صاحب فاضل دیو بند نے نہایت غور و امعانِ نظر کے ساتھ اصل پر نظر ثانی کر کے کئی کئی مرتبہ کاپیوں اور پروفوں کو دیکھ کر صحیح کیا اور بعد کو آسی صاحب نے اس پر فرہنگ اور مقدمہ کا اضافہ فرمایا، اس میں جو حواشی دیئے گئے ہیں وہ بھی میرؔ کے کلام کے توازن کے لیے بہت موزوں ہیں........'' (ص 68)

آسی کا مرتبہ 'کلیاتِ میرؔ' 1941ء تک ہی سب سے مفید اور قابلِ مطالعہ کلیات نہیں تھا بلکہ آج بھی مطالعۂ شاعریِ میرؔ کے لیے بیش از بیش اِسی نسخے کو پُرکشش سمجھا جاتا ہے، لیکن اس کے مہتمم اشاعت کا یہ دعویٰ کہ اس نسخے کو بار بار پروف پڑھ کر اغلاط سے بالکل پاک کر دیا ہے، محلِ نظر ہے۔ آسی کے یہاں متن کے ساتھ ساتھ کتابت کی اغلاط خاصی تعداد میں ہیں، توثیق اُن اشعار کو دیکھ کر کی جا سکتی ہے جن کے نمبر شمار ہم اِسی مقدمے میں آگے چل کر پیش کریں گے۔ علاوہ ازیں قطعات کی نشان دہی بہت سے مقامات پر نہیں ہوئی، کچھ ایسے اشعار کو بھی قطعہ درج کیا گیا ہے جو الگ الگ مضمون کے حامل شعر ہیں۔ پھر یہ کہ کم سے کم پانچ غزلوں کی تکرار (تین ردیف الف، ایک ن اور ایک ردیف ی سے) بھی سرزد ہوئی ہے، اُن اشعار کا تو ذکر ہی کیا جو ایک سے زیادہ غزلوں میں شامل ہیں، پھر املا اور پرانی طرزِ کتابت کے پیدا کردہ مسائل بھی ہیں جو متن کی اغلاط کا ایک بڑا سبب بھی ہیں۔ مثلاً یائے معروف و مجہول کا املا اور کفایتِ صفحہ کے لیے لفظوں کو ساتھ ملا کر لکھنے کا رجحان، جس کے بعد غلطی اس درجہ دُور نکل جاتی ہے کہ پھر اصل متن کی بازیافت ناممکن سی ہو جاتی ہے۔ یہ اور اِسی نوع کی اغلاط جن کی تفصیل حواشی میں ملاحظہ کی جا

سکتی ہے، کی موجودگی میں یہ باور کرنا مشکل ہے کہ آسی صاحب اور مولوی جعفر صاحب نے اِس نسخے کے متن پر اُتنا ہی غور کیا، جتنا متنی تحقیق میں کرنا چاہیے تھا۔ خاص طور پر اِن بزرگوں سے اِس کی توقع اِن کی شعر فہمی، زبان دانی اور سب سے بڑھ کر قدیم اور اصل ماخذات تک اِن کی رسائی کو دیکھتے ہوئے زیادہ سے زیادہ کی جاسکتی تھی لیکن یہ توقعات نسخۂ آسی سے پوری نہیں ہوئیں پھر بھی اکبر حیدری کی یہ رائے قدرے سخت ہے: ''آسی نے نسخۂ نول کشوری اور اُس کے بعد کے مطبوعہ نسخوں سے زیادہ تر استفادہ کیا ہے اور بغیر کسی محنت و کاوش کے کلیات کو محض تجارتی اغراض کے لیے شائع کرایا۔'' البتہ اُن کی اِس رائے سے ہم بالکل متفق ہیں کہ ''راقم کی رائے میں نسخۂ آسی کے مقابلے میں نسخۂ کلکتہ (کالج) درست، معتبر اور مستند ہے، آسی نے بہت سے اشعار غلط لکھے ہیں....... '' (نقوش، میر تقی میر نمبر شمارہ 125، اکتوبر 1980ء، ص 153) اس کے علاوہ تدوین متن کے لیے آسی کے مرتبہ متن سے استفادہ کرنے والے کو اس بارے میں چوکنا رہنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ آسی کے یہاں متن میں 'اصلاح' دینے اور تصرف کرنے کا رجحان پایا جاتا ہے۔ کلیات کی حد تک پاک و ہند میں اس نسخے نے مطالعۂ شعرِ میر میں بنیادی خدمت انجام دی ہے، ہم نے اس تدوین میں جن تین نسخوں کو بنیادی نسخوں کے طور پر برتا ہے اُن میں سے ایک یہی نسخۂ آسی ہے۔

کلیاتِ میر مرتبہ ڈاکٹر عبادت بریلوی، ایم اے، پی ایچ ڈی، پروفیسر شعبۂ اُردو پنجاب یونیورسٹی، لاہور

لکھنؤ یونیورسٹی میں ڈی لٹ کی ڈگری کے لیے پیش کرنے کی غرض سے تیار کردہ میر کا یہ کلیات جتنے بڑے دعوؤں کے ساتھ پیش کیا گیا اُتنی ہی بڑی جعل سازی یہ ثابت ہوا۔ فرماتے ہیں:

> ''کلامِ میر کی ترتیب و تدوین کا یہ کام میں نے آج سے کوئی بارہ سال قبل اپنے شفیق اُستاد پروفیسر سید احتشام حسین صاحب کے ایما پر شروع کیا تھا۔ اُن کی اور میری دونوں کی یہ خواہش تھی کہ اِس کو لکھنؤ یونیورسٹی میں 'ڈی لٹ' کی ڈگری کے لیے پیش کیا جائے........ اور اب پورے بارہ سال بعد یہ کام مطبوعہ صورت میں لکھنؤ یونیورسٹی کے سامنے 'ڈی لٹ' کے لیے پیش کیا جارہا ہے۔'' (کلیاتِ میر مرتبہ عبادت، ص 4،5)

فروری 1958ء میں اُردو دنیا کراچی سے مطبوعہ اِس کلیات کے پیش لفظ میں دعویٰ کیا گیا کہ 1811ء کا نسخہ فورٹ ولیم کالج نول کشور کے تمام نسخے بشمول آسی کا کلیات مطبوعہ 1940ء اُن کے پیش نظر تھے۔ انہوں نے فرمایا:

> ''میں نے کلیاتِ میر کے اس نسخے کی ترتیب و تدوین میں اِن تمام مطبوعہ نسخوں کو سامنے رکھا ہے اور اس کے علاوہ کلامِ میر کے تقریباً تمام اہم غیر مطبوعہ نسخوں کو بھی دیکھنے کی کوشش کی ہے، کتب خانہ ریاست رام پور، کتب خانہ سر سالار جنگ، کتب خانہ انجمن ترقی اُردو اور کتب خانہ محمود آباد کے مخطوطے خاص طور پر میرے پیش نظر رہے ہیں۔ اسی لیے یہ نسخہ اس سے قبل شائع ہونے والے نسخوں سے مختلف ہے اس میں میر صاحب کا تقریباً سارا کلام موجود ہے....... '' (کلیاتِ میر، ص 4)

جب کہ واقعہ یہ ہے کہ عبادت صاحب کا یہ کلیات نسخۂ آسی کی ہو بہو نقل ہے۔ گیان چند کی دو اور خواجہ احمد فاروقی کی ایک دریافت شدہ، تین مثنویات کے اضافے کے علاوہ ڈاکٹر صاحب نے نسخۂ آسی کی من وعن نقل تیار کروائی ہے۔ اِس میں البتہ یہ اہتمام اُنھوں نے ضرور کیا جہاں آسی کی اغلاط جوں کی توں موجود ہیں، وہیں اُن کے کاتب کے سہو بھی بجنسہٖ قائم رکھے جائیں۔ اکانوے صفحات کے عبادت صاحب کے مخصوص اندازِ تحریر کے حامل مقدمے میں میرؔ کے حالات، واقعات اور رنگِ شاعری پر نہایت ڈھیلی ڈھالی گفتگو کی گئی ہے جس کے مندرجات کلام میرؔ کے متنِ عبادت کی طرح ہی ساقط الاعتبار ہیں، ان پر کلب علی خان فائق اپنے ایک مضمون 'کلیاتِ میرؔ مرتبہ ڈاکٹر عبادت بریلوی پر ایک نظر' مشمولہ صحیفہ، شمارہ 20، جولائی 1962ء میں روشنی ڈال چکے ہیں۔ اس مقدمہ کا، جس کا کلامِ میرؔ اور اس کی تدوین سے دُور کا بھی واسطہ نہیں، آخری جملہ ہے "اور میرؔ صاحب کا یہ کلیات زندگی اور فن کے اسی امتزاج اور ہم آہنگی کی ایک تصویر ہے۔" (کلیاتِ میرؔ، ص100)

مختصر یہ کہ اِس کلیات سے کلامِ میرؔ کی اغلاط میں اضافہ ہوتا ہے، کمی نہیں۔ پورے کلیات میں کسی ایک شعر پر بھی کوئی حاشیہ درج نہیں، کسی ایک جگہ بھی کسی بھی نسخے سے اختلاف یا اتفاقِ نسخ کی کوئی بات سرے سے نہیں کی گئی، آسی کی کلیات کی موجودگی میں، اِس زیادہ غلط متن کی ضرورت نہیں تھی، لہٰذا اشاعت اوّل کے بعد یہ کلیات کبھی دوبارہ شائع نہیں ہوسکا۔

دیوانِ میرؔ، مرتبہ علی سردار جعفری

ترقی پسند ادیب کی طرف سے غزلیاتِ میرؔ کا پندرہ سو کے لگ بھگ اشعار کا یہ مجموعہ میرؔ کے مقبول انتخابات میں سے ہے جو بمبئی سے اکتوبر 1960ء میں شائع ہوا۔ یہ عربی اور دیوناگری رسم الخط میں چھپا ہے، علی سرداری جعفری صاحب کا نہایت اہم مقدمہ بھی اس مجموعے کی خصوصیت ہے، تاہم یہ انتخاب ہی ہے۔

کلیاتِ میرؔ مرتبہ ظلِ عباس عباسی، مطبوعہ علمی مجلس دلّی

یہ میرؔ کی غزلیات کے چھ دواوین کا مجموعہ ہے، بھارت میں یہی کلیاتِ غزلیات زیادہ تر مروّج ہے۔ اس کے مرتب کا دعویٰ بھی یہی ہے کہ اس مجموعہ دواوینِ میرؔ کی تدوین کے وقت اُن کے پاس نسخۂ فورٹ ولیم کالج تھا جب کہ تحقیقی طور پر یہ بات ثابت نہیں ہوتی کیوں کہ اِس میں غزلیات کے مقرر اندراج کا سقم تو ہے ہی جو فورٹ ولیم کالج کے دورِ اشاعت سے چلا آتا ہے لیکن اُن اشعار کا متن بھی نسخۂ آسی کے مطابق (غلط) درج ہے جو اشعار نسخۂ کالج میں درست متن کے حامل ہیں مثال کے طور پر:

نسخۂ عباسی و نسخۂ آسی	نسخۂ کالج (کلکتہ)
پھرے ہے کھینچے ہی تلوار مجھ پہ ہر دم تو	پھرے ہے کھینچے ہی تلوار مجھ پہ ہر دم تو
کہ صید ہوں میں تری دشمنیٔ جانی کا	شہید ہوں میں تری دشمنیٔ جانی کا
ستم کچھ آج گلی میں تیری نہیں مجھ پر	ستم کچھ آج گلی میں تیری نہیں مجھ پر
کب آ کے خون میں مَیں یاں نہا نہیں جاتا	کب آ کے خون میں مَیں یاں نہا نہیں جاتا

اُس رہزن کے ڈھنگوں سے دیوے خدا پناہ　　اُس رہزن کے ڈھنگوں سے دیوے خدا پناہ
اک مرتبہ جو میر جی کا جامہ لے گیا　　ایک مرتبہ جو میر کا جی جامہ لے گیا

اس لیے خیال کیا جاتا ہے کہ عباسی صاحب نے بھی آسی کے متن کو ہی تمام تر استعمال کیا ہے۔ تاہم اس مجموعۂ غزلیات کو بھی مطالعۂ شعر میں اعتبار و استناد حاصل ہے۔

کلیاتِ میر، جلد اوّل تا ششم مرتبہ کلبِ علی خاں فائق رام پوری، مطبوعہ مجلس ترقیٔ ادب، لاہور

عبادت صاحب کے کلیات کے بعد پاکستان میں شائع ہونے والا یہ کلیاتِ میر چھ جلدوں پر مشتمل ہے اور مجلس ترقی ادب کے مرتب جناب کلبِ علی خان نے اِسے 1976ء سے 1984ء کے دوران ٹائپ میں جناب احمد ندیم قاسمی صاحب کی زیرِ نگرانی لاہور سے شائع کیا۔ آسی کا کلیاتِ میر جو یہاں متعدد مرتبہ سنگ میل، لاہور سے ری پرنٹ ہوتا رہا ہے، سب سے زیادہ استفادہ کیا جانے والا کلیاتِ میر ہے، اس کے ساتھ ساتھ ہی مجلس کا یہ نسخہ بھی پڑھا جاتا ہے۔ جلد اول جو دیوان اول پر مشتمل ہے، کئی مرتبہ اشاعت پذیر ہوئی ہے، دیوان اول کی مقبولیت کا پتہ دیتی ہے۔ غزلیات پر مشتمل دیگر تین جلدیں بھی دوسری مرتبہ شائع ہوئی ہیں۔ جلد دوم، دیوان دوم کو محیط ہے جب کہ جلد سوم میں دیوان سوم اور چہارم یک جا ہیں، جلد چہارم میں دیوان پنجم، ششم کی غزلیات معہ فردیات شامل ہیں۔ پانچویں جلد، قصائد، مراثی، رباعیات و دیگر اصناف پر مشتمل ہے جب کہ جلد ششم میں تمام مثنویات شامل ہیں۔

فائق صاحب نے تدوینِ کلام کے حوالے سے کوئی لفظ کسی جلد میں نہیں لکھا، البتہ 'سوانحِ میر' کے عنوان سے 'ذکرِ میر' کی پچانوے صفحات کی ایک تلخیص شامل جلد اول کر دی ہے، اس لیے وثوق سے کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ فائق صاحب کو کلامِ میر کی تدوین میں بارہ برس سے کچھ زیادہ لگے یا کم! اور نہ ہی اُن کی جانب سے کوئی ایسا دعویٰ ملتا ہے کہ انہوں نے تمام مطبوعہ کلیات کے ساتھ ساتھ کن کن کتب خانوں کے کون کون سے مخطوطات پیشِ نظر رکھے۔ تاہم یہ امر یقینی ہے کہ انہوں نے آسی کے علاوہ بھی کچھ نہ کچھ نسخوں پر نگاہ رکھی ہے۔ اُن کے حواشی سے اندازہ ہوتا ہے کہ فائق صاحب نے فورٹ ولیم کالج کا نسخہ 1811ء، نول کشور دوم، سوم کو تدوین کے وقت مدِ نگاہ رکھا ہے، کسی کسی جگہ ایک مخطوطے اور کسی نسخۂ 'ف' کا ذکر بھی ہوا ہے۔ بظاہر یہ ایک معرکے کا تدوینی کام دکھائی دیتا ہے لیکن کلامِ میر کی اغلاط کم نہیں ہوئیں۔ اگر فائق صاحب نے آسی، جس پر اُن کے متن کا بنیادی انحصار ہے، کی کچھ اغلاط کی نشان دہی کی ہے تو زیادہ نہیں تو اسی قدر اغلاط اپنی اور اپنی کتابت سے پیدا کر دی ہیں، لیکن اس اَمر پر حیران ہوئے بغیر نہیں رہا جاسکتا کہ بہت سے مقامات پر جب انہوں نے آسی کے غلط متن کی نشان دہی بھی کی اور دیگر کسی نسخے میں درست متن کا پتہ بھی چلا لیا، تو پھر اُسے شاملِ متن کرنے سے گریزاں کیوں رہے؟ یوں کہا جائے گا کہ فائق صاحب نے تمام وسائل فراہم ہوتے ہوئے بھی میر کے کلام کا صحت مند متن تیار کرنے میں تساہل برتا اور ایک بہترین موقع کلامِ میر کی تدوین کا مکمل طور پر کارآمد نہ بنایا جاسکا۔ ٹائپ میں ہونے کے وجہ سے میر کے چھ دیوان 4 جلدوں کے 1633 صفحات تک پھیل گئے، اس بے جا ضخامت کے علاوہ کتابت کی غلطیاں دُور کرنے میں جس تساہل کا مظاہرہ کیا گیا اُس سے بہت سی غلطیاں بے

سبب حصہ متن بن گئیں، بار بار پروف نہ پڑھنے کی وجہ سے آسی کے نسخے سے زیادہ سہوہائے کتابت اس نسخے میں موجود ہیں۔ غزلوں کے اندراجِ مقرر کے سلسلے میں ردیف الف کی صرف ایک غزل فائق صاحب نے 'پکڑی'، جب کہ اِسی کے ساتھ مندرج دوغزلیں خود بھی مقرر درج کیں، اس کے علاوہ بھی غزلوں کی تکرار ہے، جس کا ذکر آئندہ صفحات میں ہوگا۔غزل میں شامل قطعات کے بارے میں نسخۂ آسی کی اغلاط نہ صرف دُور نہیں کیں بلکہ ان پر اور اضافہ ہوا، درجنوں ایسے قطعات ان دونوں کلیات میں موجود ہیں جن کی نشان دہی نہیں کی گئی، دسیوں قطعات ایسے درج ہیں جو قطعہ نہیں ہیں بلکہ الگ الگ مضمون پر مبنی مکمل شعر ہیں۔مصرعوں کے درمیان وقوف درج کرتے ہوئے مفہوم شعر سے باخبری کا مظاہرہ بہت کم ہوا ہے۔سب سے زیادہ خرابی غلط اضافتوں کے اندراج یا بہت ضروری مقام پر عدم اندراج کے سبب پیدا ہوئی ہے۔مختصر یہ کہ بہت زیادہ اغلاط دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ تدوینِ کلامِ میرؔ کا یہ کام سرکاری انداز میں سرانجام ہوا اور اِس میں اُسی طرح خرابیاں راہ پا گئیں جیسے ہر حکومتی اور سرکاری کام میں بالعموم ہوا کرتا ہے۔نسخۂ آسی اور نسخۂ مجلس کی فروگزاشتوں اور اختلافاتِ متن و تصحیح کا مفصل احوال معہ مثالوں کے، آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمایئے گا۔

'تدوینِ غزلیاتِ میرؔ۔دیوان اوّل تا ششم' کا جو نسخہ آپ کے ہاتھ میں ہے، اُس کے بارے میں مَیں یہ تو نہیں کہوں گا کہ اس کام میں مجھے بارہ برس عرق ریزی کرنا پڑی، البتہ یہ واقعہ ہے کہ اُردو شعروادب کی تدریس سے وابستہ ہوئے اٹھارہ سال سے زائد عرصہ ہو چکا ہے، اس تمام عرصے میں میرؔ کی شاعری اور انتقاد سے متعلق رہا ہوں۔اسی لیے 'تدوینِ غزلیاتِ میرؔ' کا یہ کام اندازے سے بہت کم وقت میں تکمیل پذیر ہو سکا ہے۔اس حقیقت کا اعتراف کرنے میں بھی مجھے باک نہیں کہ کلامِ میرؔ کی مثالی تدوین کے لیے جس طرح کی سہولیات اور جن ماخذات تک رسائی لازمی ہے، اُن میں سے میرے حصے میں اُتنے وسائل ہی آ سکے جتنے وطنِ عزیز کے ادارے ایک محقق کو فراہم کر سکتے ہیں۔اس کے باوجود میری خوش قسمتی ہے کہ میرے مقالے کے نگران، مشفق و مہربان جناب ڈاکٹر فرمان صاحب کے کتاب خانے سے نسخۂ کالج کا ایک اور نول کشوری اشاعتوں کے سلسلے میں معروف، طبع دوم اور طبع سوم کے نہایت کم یاب نسخے دستیاب ہوئے، تاہم اِن کی حالت نہایت مخدوش تھی، بہت سے صفحات کرم خوردہ بھی تھے لیکن اِس حالت میں بھی اس قدر قدیم اشاعتوں کا دکھائی دے جانا بھی ایک ناقابلِ یقین خوش نصیبی ہی قرار دی جائے گی۔ہم نے اِس تدوین کے لیے آسی اور مجلس کی کلیات کو بنیاد بنایا ہے۔تینوں قدیم نسخوں سے اِس متن کا تقابل ہر اُس مقام پر کیا گیا جہاں شعر کی تفہیم میں دشواری ہوئی یا متن کی درستگی پر شک ہوا اور اصل بات یہ کہ جہاں تک ان نسخوں کی کہنگی، خستگی اور کرم خوردگی نے اجازت دی، ان کے متن کو پڑھنے کی ہر ممکن سعی کی گئی ہے۔میرؔ کے معروف انتخابات بشمول انتخابِ کلامِ میرؔ از مولوی عبدالحق، دیوانِ میرؔ از علی سردار جعفری، انتخابِ میرؔ از ڈاکٹر حامدی کاشمیری، انتخابِ میرؔ از ناصر کاظمی اور شعر شور انگیز از شمس الرحمٰن فاروقی سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ہر مشکل مقام پر کلیاتِ میرؔ از عبادت بریلوی سے بھی راہ نمائی کی سعی کی، لیکن نسخۂ آسی کا چربہ محض (معہ اغلاطِ ذاتی) ہونے کی بنا پر اِس سے ایک شعر کی حد تک بھی مدد نہیں ملی۔دو چار اشعار اُن لغات کی مدد سے بھی درست ہوئے جن سے اشعارِ میرؔ کی خواندگی کے دوران مسلسل رابطہ و تعلق رہتا تھا، ان میں نوراللغات، فرہنگ آصفیہ کے علاوہ اُردو لغت تاریخی اُصول پر شامل ہیں۔اس کے علاوہ بھی جن لغات سے استفادہ کیا گیا اُن میں جان پلیٹس، ڈنکن فوربس، جان

شیکسپیئر، جان رچرڈسن وفرانسس جانسنس، غیاث اللغات، مصطلحات الشعرا، چراغ ہدایت اور فرہنگِ عمید شامل ہیں۔ ان لغات سے تحقیقِ الفاظِ میر کے دوران، لفظ و معانی اور کلاسیکی شعر کے مفاہیم کے جو امکانات روشن ہوئے، اس کا اندازہ مجھے اس کام کا آغاز کرنے سے قبل بالکل نہیں تھا۔

موجودہ صورت میں غزلیاتِ میر کا یہ مجموعہ، جسے 'دیوانِ میر۔ کامل' کا نام دیا جائے تو بہتر ہوگا، اب تک مرتب، مدون اور شائع ہونے والے تمام مجموعوں اور کلیات میں بہ اعتبار ترتیب سب سے منفرد، تعدادِ غزلیات و اشعار کے اعتبار سے سب سے جامع اور صحتِ متن کے اعتبار سب سے زیادہ مستند اور قابلِ اعتماد ہے۔ تجارتی مقاصد کے لیے شائع ہونے والے ادھ کچرے انتخابات کے علاوہ میر کا کوئی قابلِ ذکر مجموعہ غزلیات (کجا کلیاتِ غزلیات) جدید ترین انداز میں نستعلیق کمپوزنگ میں شائع نہیں ہوا۔ کمپیوٹر کی لکھائی کے کچھ اپنے مسائل اور دقتیں بلاشبہ ابھی حل طلب ہیں لیکن بہت بڑے متن کو کم سے کم صفحات میں املا اور لکھائی کے کسی اشتباہ اور تسامح کے بغیر ایک سائنسی تناسب کے ساتھ کتابت، کمپیوٹر کمپوزنگ کی وہ عطا ہے جس کی بدولت جتنے اشعار نسخہ مجلس نے چار جلدوں کے 1633 صفحات پر درج کیے اُس سے زیادہ اشعار ہمارے نسخے میں 625 کے لگ بھگ صفحات میں سمٹ گئے ہیں۔

اب تک میر کے چھ دیوان الگ الگ حیثیت میں کلیاتِ میر کا حصہ بن کر شائع ہوئے ہیں۔ ہم نے اس قدیم اندازِ تدوین کو یکسر بدل دیا ہے اور میر کے چھ دواوین کی روایتی ترتیب کو توڑ کر ان کا ایک ردیف وار دیوان مرتب کر دیا ہے۔ اِس بات کا بھی بہت اہتمام ہوا ہے کہ ہر ردیف کے ساتھ دیوان کا اندراج بھی ہو بلکہ ہم نے ہر ہر صفحے پر دیوان اور ردیف دونوں درج کر دیئے ہیں۔ اِس نئی ترتیب کے پس منظر میں محض تبدیلی کی خواہش ہی واحد وجہ نہیں بلکہ میر کی شاعری کے بارے میں اس کلیشے کا استرداد بھی مطلوب ہے کہ میر کی عمدہ ترین غزل کا نمونہ دیوانِ اول کی غزلیات ہیں۔ دل و دماغ اور زبان مانوسیت کے سبب دیوان اول اور دیوان اول میں بھی ردیف الف کی غزلیاتِ میر میں جس طرح کی روانی پاتے ہیں، ویسے روانی دیگر دواوین کی غزلوں کے بارے میں نہ ہونے کی وجہ بالکل صاف اور سامنے ہے کہ ہم نے اُنھیں اتنی مرتبہ نہ سنا ہے اور نہ پڑھا ہے، ورنہ صورت یہ ہے کہ جس قسم کا فکر و فن دیوان اول کی تخلیق میں کارفرما ہے وہی فنی شعور، وہی فکری جہت دیوان پنجم اور ششم میں بھی روبہ کار ہے، ہم نے سوائے اِس بات کے کہ بعد کے دواوین میں میر کا شغف طویل بحروں کے ساتھ نسبتاً زیادہ ہوا، کوئی تبدیلی یا نام نہاد ارتقا اُن کی شاعری میں نہیں پایا۔ اس اندازِ ترتیب کا جو فوری فائدہ ہوا وہ یہ کہ ایک ہی زمین کی غزلیں نسبتاً ساتھ ساتھ آ گئی ہیں اور اس طرح میر کے یہاں 'اعادے و تکرار' کی خصوصیت کا مشاہدہ قریب سے کرنا ممکن ہو گیا ہے، ردیف وار ترتیبِ دواوین کی برکت ہے کہ ہم نے میر کی پانچ غزلیں، تین ردیف الف، ایک ردیف ن اور ایک ردیف ی، آسی اور مجلس کے نسخوں میں دریافت کی ہیں جو وہاں مقرر درج ہوئی ہیں۔ (ملاحظہ ہو حاشیہ غزل نمبر 356، 360، 1135 اور 1764) اس نوعیت کے مقرر اندراجات کے علاوہ اشعار یا شعری پیکروں کے اعادے کے بارے میں جاننا، اس نسخے کی مدد سے نہایت آسان ہو گیا ہے یعنی اب میر کے 'بُستارُ' سے ناخوش ناقدین بھی بچشم خود دیکھ سکتے ہیں کہ بڑا شاعر جب بہ تکرار کسی بات کا 'پھیپٹ' لوگوں میں کرتا ہے تو اُس بات کے تخلیقی امکانات کی توسیع ہوتی ہے یا اُن میں کمی!

اس تدوینِ غزلیاتِ میر میں کل 1848 غزلیات ہیں جن میں اشعار کی تعداد 13781 ہے۔ 81 فردیات اِس کے علاوہ ہیں۔ مذکورہ کل غزلیات میں 24 غزلیں بطور ضمیمہ بھی شامل ہیں جب کہ چھ دواوین کی کل غزلیں 1824 ہیں۔ تمام ردیفوں میں تعداد اشعار و غزلیات، الگ الگ دیوان کی وضاحت کے ساتھ ایک جدول کی صورت میں آغاز غزلیات سے قبل شامل کیا گیا ہے۔ میر کی کسی بھی کلیات یا مجموعہ غزلیات میں اس مفید مطلب جدت کا آغاز اِس تدوین سے ہوتا ہے کہ اس میں ہر غزل کا نمبر شمار اور تعداد اشعار کا طریقہ کار اپنایا گیا ہے۔ ممکن ہے زیادہ خوش ذوق قاری کو یہ نمبر شماری یا شعر شماری لغو اور بے ہودہ دکھائی دے تاہم اِس کی افادیت سے انکار ممکن نہیں اور ہم مدرسین کے لیے تو اس کے فائدے بہت ہیں۔ اگر کسی شاعر کے کسی خاص پہلو، لفظ، مضمون، حسن و قبح کی بات کے لیے پچاس شعروں کو بطور مثال پیش کرنا ہو تو صرف پچاس نمبر درج کرنے سے یہ مقصد حاصل ہو جائے گا اس لیے ہماری تجویز یہی ہے کہ صنفِ غزل کی مخصوص فنی ہیئت کی فراہم کردہ 'کمپیوٹرائزڈ خصوصیات' کو زبان، شاعری اور انتقاد کی تدریس کے لیے استعمال کرنا چاہیے اور کم سے کم کلاسیکی شعرائے غزل کے دواوین کو اس انداز میں نمبر شمار کے تحت مرتب اور مدون کرنا چاہیے تا کہ اشعارِ غزل کی مضمون وار درجہ بندی مختلف شعرا اور ادوار کے اعتبار سے کرنا ممکن ہو۔ یہ درجہ بندی مختلف مطالب اور مقاصد کے تحت کی جاسکتی ہے۔ اس طریقہ کار کو اپنا کر ہی ہم صنف غزل اور غزل گو شعرا کے گنج ہائے گراں مایہ سے انصاف بھی کر سکتے ہیں اور فیض یاب بھی ہو سکتے ہیں۔ اسی نمبر نگ کی بدولت ہی ہمارے لیے یہ ممکن ہو سکا کہ ہم تدوینِ متنِ میر کے سلسلے میں اپنی کاوش کے سچ جھوٹ کو آپ کے سامنے پیش کر سکیں۔

تدوینِ متنِ غزل کے لیے قدیم ماخذات تک رسائی اور ان کو کام میں لانا بھی یقیناً اہم ہے لیکن اس سے بھی زیادہ اہمیت اُس شے دگر کی ہے جسے غزل کی مزاج دانی اور شعر فہمی کی قدرت و مہارت کا نام دیا جاسکتا ہے۔ مخطوطاتِ قدیم تک عدم رسائی ہی میری تحدیدات کی حد نہیں ہے، مجھے اس اعتراف میں بھی کوئی باک نہیں کہ میرے فہم و ادراک بھی کچھ ایسے وسعت آشنا نہیں، ان تمام مجبوریوں کے باوجود اس اَمر کا اظہار میری طمانیت کا باعث ہے کہ اِس نسخے میں میر کے تمام اشعار بار بار پڑھ اور سمجھ کر درج کیے ہیں جب کہ دیگر کلیات مثلاً آسی، عبادت اور مجلس کے نسخوں سے ثابت ہے کہ اُن کے یہاں اگر یہ امر ملحوظ رکھا جاتا تو وہ اغلاط سرزد نہ ہوتیں جو اُن نسخوں میں مختلف صورتوں میں کافی بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ (اِن کی مثالیں آگے آتی ہیں) اور جن اشعار کا مفہوم، کوشش بسیار اور تحقیقِ لغات کے باوجود سمجھ میں نہیں آیا، اُن کی ایک فہرست بنالی ہے۔ درج ذیل نمبر شمار اُن اشعار کے ہیں جو متن کی کسی خرابی (سہو) کے سبب بامعنی نہیں ہو سکے۔ ان میں وہ اشعار بھی شامل ہیں جن کا مفہوم تو معلوم ہے لیکن پھر بھی تحقیق متن کا مزید تقاضا کرتے ہیں۔

50/3، 63/5، 139/5، 144/14، 174/9، 197/4، 202/1، 203/6، 219/6، 229/5، 257/4،
258/9، 266/2، 270/5، 295/2، 326/4، 342/3، 366/5، 381/7، 391/7، 482/2،
504/7، 580/6، 627/2، 637/3، 643/6، 676/1، 686/2، 689/1، 735/3، 796/1،
796/4، 801/2، 808/2، 840/11، 927/6، 939/6، 944/4، 996/4، 1004/2، 1009/5،
1017/10، 1028/8، 1041/1، 1052/12، 1057/3، 1073/5، 1081/4-5، 1082/2،
1083/3، 1130/1، 1131/3، 1146/5، 1223/5، 1369/4، 1508/1، 1659/3، 1680/7،
1690/9، 1767/7، 1802/9

مذکورہ بالا اشعار کا متن کسی سہو، نا قابلِ حل لغت، غیر موزونیت (بوجہ خرابی متن) کی وجہ سے مزید تحقیق کا مطالعہ کرتا ہے۔ ہماری اس کاوش سے اب ایک فہرست تیار ہوگئی ہے، اگر کبھی 'ہمسایہ ملک' کے اُن کتب خانوں میں جانا ممکن ہو تو ترجیحاً ان اشعار کے متن کو وہاں تلاش کر کے شاید درست کیا جا سکتا ہے۔

تدوین کار کا یہ فریضہ ہے کہ وہ اشعار کا بار بار مطالعہ کرے، بظاہر سبھی ایسا کرتے ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ سبھی ایسا نہیں کرتے۔ مثال کے طور پر نسخۂ آسی اور نسخۂ مجلس میں درج ذیل اشعار کو قطعہ نہ سمجھا گیا ہے، نہ درج کیا گیا ہے، حالاں کہ یہ اشعار قطعہ بند ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آسی نے 'اور اتباع محض کرنے کے سبب نسخۂ مجلس کے مرتب نے اِن اشعار کو توجہ سے پڑھا ہی نہیں، ورنہ اتنی بڑی تعداد محض سہواً درج ہونے سے نہیں رہ سکتی، یہاں ہم جو نمبر شمار درج کر رہے ہیں حواشی میں اس سے زیادہ تعداد ہے، جنھیں ہم میر کے 'قطعاتِ نو دریافت' کہہ سکتے ہیں۔ بالعموم آسی، عبادت اور مجلس تینوں کی یہ مشترک اغلاط ہیں، تاہم کسی کسی جگہ مجلس کا نسخہ اس گناہِ بے لطف میں شامل نہیں، تو کسی جگہ آسی غلطی سے بچ رہے ہیں۔ ان کی تفصیل حواشی میں، یہاں صرف چند نمبر شمار درج ہیں

1/8-9، 164/6-7، 193/9-10، 458/8-9، 458/12-16، 546/1-2، 583/1-2، 583/12-13، 589/7-8، 621/1-2، 636/9-10، 636/11-12، 637/8-9، 700/1-2، 700/7-11، 817/7-8، 975/5-6، 994/2-3، 1127/2-3، 1163/6-8، 1201/1-2، 1280/11-12، 1295/5-6، 1346/4-5، 1348/2-5، 1417/6-7، 1588/11-12، 1708/1-2، 1762/10-12، 1798/1-2، 1803/10-11، 1803/14-15، 1811/1-2

اب ایک نظر اُن 'قطعات' پر بھی ڈال لیں، جو اِن مرتبین نے غلط طور پر الگ الگ اور مکمل اشعار کو قرار دیا ہے۔

167/8-9، 414/8-9، 414/10-11، 511/6-8، 581/6-7، 582/5-6، 583/18-19، 1190/14-15، 1348/2-5، 1398/5-6، 1495/12-13، 1503/5-6

کسی کسی مقام پر یہ بھی ہوا کہ اشعار کی ترتیب کچھ اس طرح درج کی کہ قطعہ بند اشعار کے درمیان ایک یا زیادہ اشعار آ گئے اور یوں دونوں شعر اپنی اپنی جگہ نامکمل اور بے معنی ہو کر رہ گئے۔ قدیم نسخوں میں قطعے کے آغاز کی نشان دہی کا رواج تو ہے لیکن اختتام کی وضاحت نہیں کی جاتی ہم نے نمبر شمار کے اندراج ہی میں یہ انتظام کیا ہے کہ قطعہ بند اشعار کے آغاز اور اختتام کا نمبر شمار ایک ساتھ درج کر کے باقی کے قطعہ بند اشعار کو بلا نمبر رکھا تا کہ قطعے کے خاتمے کے شعر کا علم بھی قاری کو ہو سکے۔

اگرچہ آسی کی مرتبہ کلیات میں بہت سے اشعار نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں مذکور متن سے تقابل کے نتیجے میں، بہتر اور بامعانی اور بعض صورتوں میں موزوں بھی ہوئے ہیں لیکن آسی نے نول کشور سوم کے متن پر بنیادی انحصار کیا۔ اس لیے بہت سے مقامات پر نسخۂ کالج کا متن آسی کے اختلاف نسخ سے مقابلے پر بہتر پایا ہے۔ ہم نے آسی کے متن کو بہت سے مقامات پر بہتر قرار دے کر اختیار بھی کیا ہے، جس کا ذکر حواشی میں کر دیا گیا ہے۔ تاہم اُن بہت سے مقامات پر جہاں آسی نے کوئی نمایاں غلطی سرزد کی ہے، میں سے چند ایک کا شعر نمبر درج کیا جاتا ہے تا کہ اُس شعر کے حاشیے کو دیکھ کر ایک طرف نسخۂ آسی کی اغلاط کا درست اندازہ قائم ہو سکے تو ساتھ ہی تدوین و تصحیح متن کے حوالے سے ہماری کوششیں بھی سامنے آ سکیں۔ اغلاط نسخۂ آسی:

102/4، 102/6، 150/2، 171/6، 174/9، 177/5، 238/2، 244 تا 246، 316/3، 319/3، 435/3، 436/1-2، 454/6، 493/1، 502/1، 561/4، 562/1، 567/1، 587/12، 623/8،

643/1، 645/8، 711/6، 778/4، 839/7، 842/2، 856/3، 891/1، 892/3، 893/1،
924/10، 928/5، 936/2، 944/6، 989/4، 990/6، 992/3، 993/6، 995/2، 1002/1-6،
1004/1، 1005/3، 1070/5، 1077/10، 1067/1,9، 1070/6، 1173/4، 1195/8،
1237/1، 1242/2، 1245/1، 1338/7، 1361/5، 1398/10، 1414/1، 1438/6، 1447/1،
1452/1، 1459/3، 1460/9، 1468/9، 1476/10، 1482/7، 1492/7، 1527/4، 1529/8،
1550/3، 1552/7، 1560/7، 1566/6، 1581/3، 1588/1، 1619/1، 1627/3، 1805/1-3

نسخۂ مجلس نے اگرچہ آسی کے متن کا تقابل دیگر نسخوں سے کیا اور بہت سی جگہوں پر آسی کی اغلاط کی نشان دہی بھی کی لیکن بہت سے اشعار میں آسی کے غلط یا کم بہتر متن کو ہی فائق صاحب نے برقرار رکھا ہے۔ نسخۂ مجلس میں کتابت اور پروف بہتر نہ کر سکنے سے راہ پانے والی اغلاط بہت زیادہ ہیں اس کے علاوہ بہت مقامات پر اضافت کسرہ نہایت غلط درج ہونے پر شعر کا مفہوم کچھ سے کچھ ہو گیا یا اُس کے معنی سمجھنا محال ہو گئے یا پھر بہت سے مصرعوں میں وہاں اضافت درج نہیں ہوئی جہاں اِس کے بغیر مفہوم شعر تک پہنچنا مشکل ہے۔ علاوہ ازیں مرتب نسخۂ مجلس نے مصرعوں کے درمیان وقوف کا اندراج نہایت غلط طور پر کیا ہے اور معنی شعر کو اس باب میں بالکل نظر انداز کر دیا گیا، کچھ مقامات ایسے بھی ہیں جہاں فائق صاحب نے الفاظ کے نہایت غلط معنی درج کر دیئے ہیں، اسی طرح شعر فہمی کے حوالے سے دیگر فروگزاشتیں بھی ہیں، ذیل کی فہرست حواشی میں مذکورہ نسخۂ مجلس کی اغلاط کا مکمل اور جامع احاطہ نہیں، پھر بھی نمایاں مثالیں ضرور درج کی جا رہی ہیں۔ اغلاط نسخۂ مجلس:

165/7، 175/10، 202/5، 203/11، 217/1، 230/10، 256/19، 258/4، 268/5، 271/3،
272/4، 275/5، 281/6، 298/1، 303/3، 308/4، 315/5، 317/15، 327/4، 339/4،
356، 360، 379/3، 385/8، 387/1-3، 390/4، 416/، 442/5، 475/7، 488/1، 490/10،
501/5، 525/2-5، 529/6، 578/8، 582/8، 590/2، 610/1، 620/6، 624/1، 652/3،
653/2، 660/1، 809/7، 826/1-3، 829/8، 830/5، 866/6، 871/5، 902/3، 908/7،
928/10، 942/2، 948/2، 951/8، 978/5، 982/5، 986/9، 1016/5، 1021/9،
1032/1,7,8، 1069/6، 1088/1، 1116/4، 1124/7، 1126/5، 1146/17، 1155/4،
1171/5، 1180/3، 1191/3، 1220/6، 1229/4، 1236/1، 1238/3، 1248/1، 1273/8،
1338/4، 1342/5، 1360/6، 1362/3، 1452/2-3، 1456/9، 1466/1، 1479/2، 1501/3،
1505/5، 1511/8، 1521/4، 1544/9، 1569/10، 1617/1,5، 1621/5، 1629/1،
1635/5، 1637/7، 1796/7، 1818/9

مذکورہ بالا نمبر شمار نسخۂ مجلس کی تمام اغلاط کو محیط نہیں بلکہ چند مثالیں ہیں، حواشیِ متن میں اِن سے بہت زیادہ تعداد درج ہے، جن کو ایک نظر دیکھ کر نسخۂ مجلس میں اغلاط اور اِن کی نوعیت کا علم ہوتا ہے، ہم نے نہ صرف یہ کہ مصنوعی طور پر حواشی کی تعداد بڑھانے کی کوشش نہیں کی بلکہ معمولی تصحیحات، جیسے زیر، زبر، پیش کے غلط اندراجات کا حذف اور درست کا درج کرنا، غلط وقوف اور د، ڈ جیسے تسامحات وغیرہ کا ذکر ہر ہر جگہ نہیں کیا، اس صورت میں حواشی کی تعداد بہت بڑھ جاتی، تاہم کوشش کی گئی ہے کہ کوئی ضروری حاشیہ درج ہونے سے نہ رہ جائے۔

اگرچہ ہم اُصولی طور پر کچھ ناقدین شعر و متن مثلاً شمس الرحمٰن فاروقی صاحب کے ہم خیال ہیں کہ کلاسیکی شعرا کے متن میں اعراب و وقوف کے اندراج سے کثرتِ معنی کے امکان کا خاتمہ ہوتا ہے، لیکن ہم نے شعر فہمی کے نصب العین کو زیادہ اہم سمجھا اور ہر اُس جگہ اعراب اور وقوف درج کیے ہیں جہاں اِن کے اندراج سے شعر کے معنی کی ترسیل میں معاونت ہوتی ہو، تاہم یہ کام

بھی نہایت حزم و احتیاط کے ساتھ کیا ہے مثلاً وہاں وقفہ درج کرنے سے گریز کیا جہاں کوئی لفظ، مصرع کے دونوں ٹکڑوں کے ساتھ بامعنی ہوتا ہو۔ میؔر کا اُسلوب، کثرت و توالیِ اضافت سے گراں بار نہیں بلکہ اُن کا واضح رجحان 'اُردو پن' کی طرف ہے اس لیے اضافتیں صرف وہیں درج کی ہیں جہاں ان کے بغیر معنی متبادر نہیں ہوتے یا جہاں بہ اعتبار وزن اِن کی ضرورت محسوس کی گئی۔ مجلس کے نسخے میں بہت سے مصرعوں کے بعد سوالیہ علامت درج کی گئی ہے، میؔر کے یہاں اگر ہر مطلوبہ مقام پر یہ علامت درج کی جائے تو یہ پرچۂ ابیات کم اور پرچہ سوالات زیادہ دکھائی دے گا، ہم نے مجلس کی اس بدمذاقی کو یک سر ختم کر دیا ہے، تاہم فجائیہ اور استعجابیہ علامت (!) کو حسبِ ضرورت و ذوق اپنایا ہے۔ شعر میں کسی کی گفتار یا مکالمے کو بعض اوقات واوین میں درج کر دیا جاتا ہے، ہم نے اسے بھی قبیح جانتے ہوئے ترک کیا ہے۔ قدیم نسخوں میں اِس، اُس، اِن، اُن، اِدھر، اُدھر کو بالعموم بغیر اعراب کے درج کیا جاتا ہے، ہم نے شعرفہمی کے اپنے گمان کو یقین سمجھتے ہوئے قدرے جرأت مندانہ انداز میں ہر اُس جگہ علامت زیر، زبر، پیش درج کر کے شعر کے درست معنی تک پہنچنے کی راہ ہموار کی ہے، جہاں ضروری سمجھا گیا۔ البتہ اُن مقامات پر لفظ خالی چھوڑ دیا ہے، جہاں ہر دو طرح پڑھنے سے معنی کا کوئی ایک یا دوسرا پہلو روشن ہوتا ہو، یا جہاں اِس، اُس، اِن، اُن کے تعین کی لازمی ضرورت نہیں تھی، وہاں بھی معاملہ قاری کے ذوقِ مطالعہ پر موقوف رکھا ہے۔ 'اُس' بالضم کی صراحت پر خاص توجہ اس لیے بھی دی ہے کہ آج کے طالب علم ہر اُس جگہ بھی 'اِس' تلفظ کرتے ہیں جہاں مبرہن طور پر 'اُس' درکار ہو۔

املا کے حوالے سے یہ کہ چونکہ ہم بنیادی طور پر ابلاغ اور ترسیلِ مفہوم و معنی پر یقین رکھنے کے قائل ہیں، اس لیے غیر ضروری طور پر قدیم املا کو قائم نہیں رکھا گیا لیکن املا میں ایک جگہ بھی ایسی تبدیلی نہیں کی گئی جس سے میؔر کے طرزِ گفتار اور اُسلوب کے رنگ و بُو میں فرق آنے کا کوئی امکان ہو، اس باب میں دلچسپ بات یہ سامنے آئی کہ نسخۂ کالج کا املا باوجود یہ کہ 1811ء کا مکتوبہ ہے، بعد کی نول کشوری اشاعتوں اور یہاں تک کہ 1940ء کے مطبوعہ نسخۂ آسی سے بھی جدید ہے، اس سلسلے میں کچھ حواشی اندر کے صفحات پر درج ہوئے ہیں۔ کمپیوٹر کی لکھائی کے جن اسقام پر ہمارا اختیار نہیں، اُن کا اُس وقت تک تحمل کرنا ہوگا جب تک مزید بہتر سافٹ ویئر تیار نہیں ہو جاتے۔ جدید املا اور کمپوزنگ کے سلسلے میں اس اصول کو بہت مقدس سمجھا جانے لگا ہے کہ ہر لفظ لازمی طور پر الگ الگ املا کیا جائے۔ ہم نے اس رواج کو اپنایا ضرور ہے لیکن ہر جگہ نہیں، جہاں لفظ کے مرکب املا سے لفظ کی شکل بہتر ہوتی ہے یا جہاں شعر کے صوری حسن (نتیجتاً معنی) میں اضافہ ہوتا ہو، وہاں لفظوں کو الگ الگ درج کرنا غیر ضروری سمجھا ہے، عام فہم اور چشم آشنا لفظوں کو بھی اکٹھا ہی درج کیا گیا ہے۔ مشدد الفاظ پر ہر ممکن سعی سے علامتِ تشدید درج کی گئی ہے۔

اشعار کی تدوین و طباعت بہت حد تک مچھلیوں کی تُلائی ہو کر رہ جاتی ہے، کہ ترازو میں دو چڑھائیں تو چار گر پڑتی ہیں، اِسی طرح ہر تدوین اگر ماقبل کی کچھ اغلاط دُور کرتی ہے تو کچھ نئی پیدا ہو جاتی ہیں اور یہ بالعموم پروف کا دیدہ ریزی سے متعدد مرتبہ مطالعہ نہ کرنے کی وجہ سے ہوتی ہیں، ہم نے کوشش کی ہے کہ تدوینِ اشعار جتنی محنت پروف دیکھنے میں بھی کی جائے، نسخۂ مجلس میں کتابت کے سہو ہمارے لیے نشان ہائے عبرت ثابت ہوئے۔

شعرا کی کلیات (بالخصوص مرتبہ مولانا آسی) دیکھنے پر معلوم ہوتا ہے کہ متن سدھارنے پر مامور محقق بعض لمحوں میں کچھ ایسی ذہنی صورتِ حال میں آ جاتا ہے کہ اُسے اپنا کہا (سوچا) ہوا بھی اتنا ہی مستند دکھائی دینے لگتا ہے جیسے وہ میر کا ہی فرمایا ہوا ہو

ایسے ہی لمحے میں غلطی سرزد ہوتی ہے، ہم نے قیاسی تصحیات سے ہر ممکن اجتناب کیا ہے اور اپنے خیال کو زیادہ تر حاشیے تک ہی محدود رکھا ہے، البتہ جہاں دستیاب متن میں کوئی معمولی تصرف (معنیِ شعر اور وزن کو ذہن میں رکھ کر) کیا بھی گیا تو اُس کی وضاحت حاشیے میں ضرور کر دی ہے۔ میر کے بہت سے معروف اشعار برس ہا برس سے (مختلف انتخاباتِ میر اور انتقادی کتب سے حفظ شدہ) جس طرح ہمارے حافظے کا حصّہ ہیں، جب اِن اشعار کا قدرے تبدیل شدہ متن قدیم اور مستند نسخوں میں ملتا ہے تو قدرے جذباتی دھچکا سا لگتا ہے۔ تاہم میر کا مستند اور صحت مند متن ہماری یادداشتوں اور جذباتی وابستگیوں سے زیادہ اہم معاملہ ہے۔

نسخۂ مجلس کے مرتب نے غیر ضروری حواشی بہت درج کیے ہیں، ہم نے قدیم نسخوں سے آسی اور مجلس کے صرف اُنہی اختلافاتِ متن کو درجِ حاشیہ کیا ہے جو امکانی طور پر درست بھی ہو سکتے ہیں، مطلب یہ کہ صرف معنی خیز حواشی ہی درج کیے ہیں، کتابت کی معمولی اغلاط جو صاف اور سریع سہو دکھائی دیں، اُن پر حاشیے قائم نہیں کیے، ورنہ اشعارِ میر کے برابر ضخامت اِن حاشیوں کی بھی ہو جاتی۔

گزشتہ صفحات میں کیا گیا ہمارا یہ دعویٰ بے دلیل نہ رہ جائے کہ غزلیاتِ میر کا ہمارا تیار کردہ متن اب تک کے تمام قدیم و جدید متون سے بہتر، مستند اور صحت مند ہے، اس کے لیے ہم ذیل میں بطور نمونہ چند نمبر شمار درج کر رہے، ان اشعار کے حواشی دیکھ کر اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہم نے میر کی غزلیات کے متن کو کس طرح اور کس حد تک بہتر بنایا ہے۔ یہ اشعار اُن کے علاوہ ہیں جن کا ذکر آسی اور مجلس کے نسخوں کی اغلاط کے ذیل میں گزر چکا ہے۔ بہتری و صحتِ متن کی چند مثالیں:

32/3,4، 33/8,9، 36/7، 40/2، 42/1، 47/4,5، 62/2,8، 63/5، 65/7,10، 74/12،
76/4,5، 77/1، 86/3، 89/8، 84/4، 101/12، 102/1,6، 103/6، 119/9، 139/7، 145/6،
149/6، 164/10، 165/7، 175/10، 187/6,7، 202/5، 215/2، 219/14، 238/2، 243/8،
244، 245، 251/4، 256/9، 258/4، 272/7، 275/5، 281/6، 286/7، 297/4، 299/1،
303/3، 308/4، 329/5، 339/4، 356، 360، 385/8، 402/8، 418/2، 420/9، 425/5،
431/10، 442/2، 475/1، 488/7، 489/4، 497/6، 504/8، 505/7، 512/1,3،
513/15,16، 517/11، 531/5، 537/1، 542/1، 543/1، 560/14، 588/5، 613/8،
619/2، 637/1، 646/3، 651/2، 654/7، 655/3، 657/2، 689/3، 709/5، 716/7،
756/3، 766/5، 801/7، 811/1، 813/3,6، 817/5,7، 824/10، 834/2، 842/8، 847/3،
854/6، 881/9، 903/7، 914/8، 919/3، 920/11، 922/2، 924/10، 1005/13،
1032/7,8، 1038/7,12، 1046/12، 1047/18، 1048/3، 1051/6، 1057/5,6، 1065/4،
1069/1، 1071/2، 1087/5، 1099/6، 1107/3، 1113/4، 1126/9، 1136/7، 1140/5،
1155/2، 1157/8، 1159/9، 1160/3، 1164/2، 1195/4، 1196/5، 1218/5، 1223/1،
1228/6، 1229/1، 1246/6، 1257/7، 1262/7، 1266/5، 1282/4، 1307/5، 1313/1،
1320/4، 1327/3، 1330/5، 1334/1، 1342/5، 1345/2، 1346/6,7، 1348، 1352/2،
1359/4، 1369/4، 1372/7، 1378/7، 1380/1، 1388/2، 1399/7، 1401/8، 1408/6،
1409/4، 1414/2، 1418/2، 1432/3، 1434/5، 1439/14,15، 1445/3، 1451/1،
1484/3، 1486/6، 1491/1، 1492/7، 1503، 1509/4، 1512/6، 1528/6، 1533/8،
1535/4، 1536/1، 1537/15، 1544/3، 1552/7، 1553/1، 1555/5، 1556/4، 1558/9،
1575/3، 1577/1، 1601/9، 1618/7، 1622/2، 1626/3، 1627/4,7، 1633/7، 1640/6،
1652/2، 1656/2، 1715/2، 1735/7، 1782/8، 1797/3، 1830/2

متن کا پروف دیکھتے ہوئے جستہ جستہ یہ نمبر شمار نوٹ کیے تھے، بالعموم یہ وہ اشعار ہیں جن کا متن ہمارے یہاں مروّج نسخوں آسی، عبادت اور مجلس ہر تین میں کسی نہ کسی طرح کے سہو، غلطی کا حامل ہے۔

گزشتہ اوراق میں ہم نے اِس تدوین غزلیاتِ میر کے اپنے چھ مطبوعہ مآخذات جن میں نسخۂ کالج (کلکتہ) نول کشور طباعت دوم، سوم، نسخۂ آسی، نسخۂ عبادت اور نسخۂ مجلس شامل ہیں، کا تعارف اور ان کے متون کے درجۂ استناد وغیرہ پر اجمالاً تبصرہ کیا ہے، تاہم ان نسخوں کا مکمل تعارف، ان سے استفادے کی نوعیت اور افادیت کا مقام و مرتبہ اور خود ان میں اغلاط و بہتریٔ متن کی صورتیں اُس وقت تک واضح کرنا ممکن نہیں جب تک درست اور غلط متن کی نشان دہی آمنے سامنے رکھ کر نہ کردی جائے، لہٰذا ہم ترتیب سے ان اشاعتوں میں متنِ میر کی صورتِ حال کا جائزہ پیش کرتے ہیں۔

1۔ نسخۂ کالج (کلکتہ) مطبوعہ 1811ء

تدوینِ غزلیاتِ میر و صحتِ متن کا یہ خواب، تعبیر سے محروم رہتا، اگر خوبیٔ طالع سے یہ گوہر گرامی اور نایاب ترین نسخۂ کالج ہمارے ہاتھ نہ لگتا۔ بلاشبہ میر کے مروّج متن کی اغلاط دُور کرنے میں اس نسخے سے طلسماتی مدد حاصل ہوئی ہے۔ دورانِ تدوین اس نسخے پر ہمارا اعتقاد و اعتماد اس حد تک بڑھا کہ دیگر نسخوں سے اختلافِ نسخ کا حامل ہر لفظ اور مصرع اِس نسخے میں درست اور دوسروں میں غلط دکھائی دینے لگا، اور اس امر کا امکان غیر معمولی احتیاط اور غیر جانب داری کے باوجود رہتا ہے کہ بعض مقامات پر ہم نے نسخۂ کالج کے متن کو اُس جگہ بھی اپنا لیا ہو، جہاں کسی اور نسخے کا متن زیادہ درست اور معنی خیز ہو۔ اس امر سے محض یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ متنِ شعر کی تفہیم جب بھی مروجہ متون اور نسخوں سے ناممکن ہوئی، ہماری بالعموم دستگیری اسی نسخے نے کی۔ چونکہ اس نسخے میں دیگر کے مقابلے میں اغلاط کم اور بہتریٔ متن کی مثالیں زیادہ ہیں اس لیے ہم آغاز اغلاطِ نسخۂ کالج کی نشان دہی سے کرتے ہیں۔

نسخۂ کالج میں متن کی سب سے اولین غلطی غزل نمبر سات کے آٹھویں شعر کے مصرع اوّل میں 'پھر' درج اور شامل ہونے سے رہ گیا ہے۔ 'کاش اب برقع منہ سے اُٹھا دے، ورنہ پھر کیا حاصل ہے'۔ غزل نمبر اکیس کے ایک مصرع میں واؤ عطف مذکور ہے، اس غلطی میں نول کشور دوم، سوم بھی شریک ہیں۔ 'اُس سیم بدن کو تھی کب تاب و تعب اتنی'۔ ہم نے یہاں آسی کے متن 'تابِ تعب' کو درست اور بہتر خیال کرتے ہوئے اپنایا ہے۔ ایک اور شعر میں اختلافِ نسخ کی صورت یوں ہے

سبھوں پر حال ہے روشن ہمارا گئے جوں شمع اُس مجلس میں جلتے

ہم نے آسی کے مصرع 'گئے جوں شمع اُس مجلس میں جلتے' کو بہتر معانی کا حامل قرار دیا ہے۔ اسی نوع کی غلطیٔ کتابت یہ بھی ہے 'وحشی مزاج از بس مانوسِ بادیہ ہیں'۔ اس نسخے میں 'مایوسِ بادیہ' درج ہوا ہے جو مطابق مفہومِ شعر درست نہیں۔ 'واں رستموں کے دعوے کو دیکھا ہوئے ہیں قطع' کالج کا متن 'دیکھا ہے ہوئے قطع' اتنا بہتر نہیں ہے، اسی لیے آسی کے مصرع کو شاملِ متن کیا گیا ہے۔ ایک اور مصرع نسخۂ کالج میں یوں مندرج ہے 'ستم کا اُس کے بہت میں ہزار ہوں ممنون'، یہاں 'ہزار' کی جگہ دیگر نسخوں میں 'نزار' ہے جو بہتر ہے۔ نادرست متن کی یہ مثال بھی دیکھیے 'رہ میری غریبانہ جاتا تھا چلا روتا'، یہاں 'میری' کی جگہ 'میر' درست

ہے۔ایک اور مصرع نسخۂ کالج میں قابل فہم نہیں، 'پیر مغاں مواسو اُس کا بنا خطیرا'، آسی کے یہاں 'حظیرا' بمعنی چار دیواری کا حامل قبرستان، درست ہے۔ 'خواب کون سا جس میں نہ میں خراب پھرا' مصرع معنی سے بے گانہ ہے جب تک 'خواب' کی جگہ 'خرابہ' (آسی کا متن) شامل نہ کیا جائے۔ سہو کتابت کی ایک مثال یہ مصرع بھی کہ 'ذلیل اُس کی گلی میں ہوں تو ہوں، آزادگی کیسی'، یہاں لفظ 'آزادگی' کی جگہ 'آزردگی' ہونا چاہیے۔ایک شعر نسخۂ کالج میں یوں درج ہے

پھرتے پھرتے اُس کے لیے میں آخر دشت نورد ہوا　　دیکھ آنکھیں وہ سرمہ گیں میں پھر دنبالہ گرد ہوا

ہم نے آسی کے مصرع کو اپنایا ہے 'دیکھ آنکھیں وہ سرمہ آگیں پھر دنبالہ گرد ہوا'، دونوں مصرعوں میں 'میں' کی تکرار کو محاسن میں شمار نہیں کیا جائے گا اس لیے آسی کے متن کو فوقیت دی گئی ہے۔اس سے اگلی ہی غزل میں نسخۂ کالج کا مصرع درست نہیں۔ 'میں جو گدایانہ چلا در او پر اُس کے نصف شب'، آسی و دیگر نسخوں میں 'گدایانہ چلا یا در پر اُس کے۔۔۔' درست ہے۔ایک اور مصرع یوں مذکور ہے 'انہیں سناہٹوں میں جی جلا تھا'، ہم نے 'اِنہیں' کا جدید املا 'اُنہی' اور 'جلا' کی جگہ آسی کا متن 'چلا' درج کر کے متن بہتر کرنے کی سعی کی ہے۔آسی کے یہاں مصرع ہے 'ہم سر نہ کھینچتے تو وہ تیغ کھینچ نہ سکتی'، نسخۂ کالج میں 'بکھیرتے' موزوں تو ہے لیکن بہ اعتبار مفہوم شعر درست نہیں، اسی طرح ذیل کا مصرع بھی آسی کے یہاں درست ہے۔

پیش کیسے نہ کچھ چاہت میں، کافر و مسلم دونوں کی (نسخۂ کالج)　　پیش گئی نہیں کچھ چاہت میں کافر و مسلم دونوں کی (آسی)

'سادگی میری چاہ میں دیکھو میں ڈھونڈوں ہوں چارا آج' آسی کے یہاں یہ مصرع 'چارا' کی بجائے 'دارا' کے قافیے کا حامل ہے، جو بہ اعتبار معنی بہت بہتر ہے اسی طرح نسخۂ کالج میں ہے 'واں کی خاک عنبر کی جا گہ رکھ دیں لوگ کفن کے بیچ' آسی کے متن میں 'عنبر' کی جگہ 'عبیر' ہے، جس کی 'کفن' کے ساتھ مناسبت زیادہ ہے، اس لیے اختیار کیا ہے۔نسخۂ کالج ص 725 پر مصرع درج ہے 'دل یہی ہے، جس کو دل کہتے ہیں اس عالم کے بیچ'، آسی کے یہاں 'دل یہی نا!' درج ہے، یہ متن بہتر ہے۔نسخۂ کالج کے صفحہ 640 پر 'پُر آب' درج ہے جب کہ دیگر نسخوں میں مصرع درست ہے، 'ابھرا ہے ہمیشہ نقشِ بر آب کیوں کر'، اسی ردیف میں دیوان ششم کی غزل کا یہ مصرع بھی غلط درج ہوا ہے 'دیتے نہیں ہی ہیں سونے ٹک آہ و نالے اُس کے'، اس مصرع میں 'ہی' زائد ہے اور 'آہ و نالے کی جگہ 'آہ و تالے' سہواً درج ہوا ہے۔اس نسخے کے صفحہ 643 کا مصرع بظاہر موزوں لگتا ہے لیکن ساقط الوزن ہے، 'سانپ سے لہراتے ہیں بال اُس کے بل کھائے ہنوز'، جب کہ مصرع کی درست شکل یوں ہے 'سانپ سے لہراتے ہی ہیں پر، بال اُس کے بل کھائے ہنوز۔ردیف 'ع' دیوان پنجم کی غزل کے مطلع کا مصرع ثانی ہے 'سحر تک شب اُن نے گھلائی تھی شمع'، نسخۂ کالج صفحہ 650 پر 'اُن نے ہی کھائی' بجائے 'اُن نے گھلائی' درج ہوا ہے۔میر کا ایک معروف شعر ہے 'دور پھرنے کا ہم سے وقت ہے ___ پوچھ کچھ حال بیٹھ کر نزدیک' مصرع اول میں متن بہت غیر موثر ہو کر رہ گیا ہے جب 'وقت ہے کیا' کی جگہ 'وقت گیا' درج شعر ہوا۔'بہت میر پھر ہم جہاں میں رہیں گے' کالج کے نسخے میں 'بہت میر بر ہم جہاں میں رہیں گے' لکھا ہوا ہے، جو مضمونِ شعر سے بالکل مناسبت نہیں رکھتا۔دیوان پنجم ردیف م کی پہلی غزل کا مطلع غلط درج ہوا وہاں متن ہے 'سر پر دیکھا یہی فلک ہے، جاویں چل کر کیدھر ہم'، حالاں کہ 'کیدھر جاویں چل کر ہم' ہونا چاہیے کیونکہ غزل کے قوافی نکل، چل، بل، ڈل، ٹل وغیرہ ہیں۔ 'یہ گوارائی نہیں پاتے ہیں ہر پانی میں' آسی کا متن 'گوارائی' ہے جب کہ کالج کے متن میں 'گواراہی' بے معنی ہے۔میر کا شعر ہے

منظرِ دیدہ قصرِ دل اے میر　　　　شہرِتن میں بھی جائیں کیا کیا ہیں

نسخۂ کالج کا متن 'منتظر دیدہ' مفہوم شعر تک رسائی میں حارج ہے۔اسی طرح 'خراب وخوار ہیں سلطاں، شکستہ حال امیر' میں 'شکستہ حالِ میر' بظاہر ایک الف کے درج نہ ہونے سے مفہوم کافی بدل گیا ہے، 'عشق میں آنکھیں اپنی زور بہیں'، یہاں 'زورنہیں' کاتب کا سہو ہے۔ جس کی ایک اور مثال یہ مصرع 'اظہارِ کم فراغی ہردم کی بے دماغی' اس میں 'کم' درجِ متن ہونے سے رہ گیا ہے۔ 'اِس راہ سے کرتا ہے دل کسبِ ہوا گا ہے' میں 'گا ہے' کی جگہ 'کا ہے' بھی درست نہیں۔ اس مصرع میں 'کیا مل بیٹھے اُس سے بھلا جو صحبت ہی کا باب نہ ہو'، 'کیا مل' کی جگہ 'گھائل' جس سے مصرع سمجھنا محال ہوجاتا ہے۔ ایک اور دلچسپ غلطی یوں ہے 'دوزخ میں میر ہوں میں، یارِ بہشت رووین' اصل میں یہ 'یارِ بہشت رُو ہِن' ہے۔ ایک اور مصرع جس کا درست متن ہے 'ہوں احتضار میں مَیں، آئینہ رُو شتاب آ'، یہاں 'احتضار' کی جگہ کاتب نے 'اختصار' درج کردیا ہے۔ ایک شعر یوں درج ہوا

میر تو عمر طبعی کو پہنچا　　　　عشق میں جوں جوان جاتا ہے

آسی کے یہاں 'میر گو عمر طبعی ۔۔۔' سے وضاحتِ شعر ہوتی ہے۔ اس مصرع میں 'گہے غم اُس دہن کا ہے، گہے فکر اُس کمر کی ہے'، 'گہے' کی جگہ دونوں مرتبہ 'یہی غم' اور 'یہی فکر' سے متن بہت کمزور ہوگیا ہے۔ میر کا مصرع ہے 'اک گردن سے سوحق باندھے، کیا کیا کریے ہوں جوادا'، اس میں 'کریے' کی جگہ 'کرتے' لکھا گیا ہے۔ ایک شعر یوں درج ہوا ہے:

عالم شکار ہے وہ اس سن میں میر اُس کو　　　　ڈھب جان مارنے کا کن نے سکھا دیا ہے

یہاں ہم نے آسی کے متن 'ڈھب جانے مارنے کا ۔۔۔' کو بہتر تصور کرتے ہوئے شاملِ متن کیا ہے۔ اسی طرح ایک شعر ہے

میر کیوں رہتے ہیں اکثر اُن منے　　　　کر نہیں بنتی کسو سے جو بنے

یہاں کالج کے متن میں 'گر نہیں بنتی' درست نہیں، کیوں 'کر بننا' یا 'کر بندھنا' محاورہ ہے، آسی کے یہاں درست درج ہوا ہے۔ 'شوق لکھنے قلم جو ہاتھ آئی' یہ مصرع بھی آسی کے متن میں بہتر ہے، 'شوق لکھتے قلم جو ہاتھ آئی'، اسی طرح ذیل کے مصرعوں میں بھی اغلاط پائی گئی ہیں۔

تم جو ابھی بے تاب ہوا یسے، جی سے ہاتھ اُٹھاؤ گے　　(آپ بھی)

ضعفِ دماغی جس کو ہووے عشق کے رنج ومحنت سے　　(رنج ومحبت)

میدانِ غم میں قتل ہوئی آرزوئے وصل　　تھی اپنے خانمانِ تمنا میں اک یہی　　(خاندانِ تمنا)

'کس دن میں نے عدول کیا ہے صاحب کے فرمانے سے'، اس مصرع میں کالج کے متن میں 'عدولِ حکم' ہے جس سے مصرع ساقط الوزن ہوگیا ہے، نسخۂ کالج میں یہ مصرع 'گئے روزے اب دیدوادید ہے'، 'کئی روز اب دیدوادید ہے' اس لیے بھی درست نہیں کہ دوسرا مصرع ہے 'گلے سے ہمارے ملو عید ہے'، میر کا نہایت معروف شعر ہے

تصوف میں جب ڈال دیتے ہیں بات　　　　خدا رس کہیں ہیں یہ توحید ہے

نسخۂ کالج میں 'تصوف' کی جگہ 'تصرف' کتابت ہوئی ہے، بہت کم مقامات پر ایسا ہوا ہے کہ کالج کے متن پر کسی اور نسخے کے متن کو فوقیت دی گئی ہو، لیکن جہاں ایسا کیا ہے وہاں حاشیے میں نسخۂ کالج کا متن بھی درج کردیا ہے۔ مثال کے طور پر درج ذیل شعر میں

آسی کا متن ہمارے نزدیک میر کا زیادہ نمائندہ متن ہے، اس لیے اُسے شاملِ غزل کیا اور کالج کے متن کو حاشیے میں درج کیا ہے

ے کل میں جو سیر میں تھا کیا پھول پھول بیٹھی — بلبل نے لی ہے گویا گل زار سب اجارے (نسخۂ کالج)

ے کل میں جو سیر میں تھا کیا پھول پھول بیٹھے — بلبل لیے ہیں گویا گل زار سب اجارے (نسخۂ آسی)

اس امر پر حیرت (اور مسرت بھی) کم ہونے میں نہیں آتی کہ میر کے اس اولین مطبوعہ کلیات میں اغلاط کا تناسب آٹے میں نمک کے تناسب ایسا ہے جب کہ بعد کی طباعتوں میں متن کی اغلاط مزید کم ہونے کی بجائے، بڑھتی ہی چلی گئیں۔ اس کا اندازہ لگانے میں مدد ملے گی اگر ہم نسخۂ کالج کے متن کی مدد سے درست کیے گئے مصرعوں اور اشعار پر ایک نگاہ ڈالیں۔ ذیل میں کچھ مثالیں پیش کر کے ہم اس دعوی کو ثبوت فراہم کرنے کی سعی کرتے ہیں۔ یہاں بھی ہم نے ردیف کی ترتیب کو ملحوظ رکھا ہے، غزل نمبر 62 میں ایک قطعے کا تیسرا مصرع آسی کے یہاں اور پھر تتبع میں عبادت اور مجلس کے نسخوں میں بھی یوں ہے 'کائے سرکشاں جہاں میں کھینچا تھا یہی تو سر' جب کہ نسخۂ کالج کا متن اس سے کافی بہتر ہے 'کائے سرکشاں جہان میں کھینچا تھا ہم بھی سر'، اس مصرع کے متن کی بہتری کا اندازہ صفحہ 107 پر درج اس مقطع کو دیکھ کر لگایا جاسکتا ہے، بہتری متن کی مزید کچھ مثالیں ملاحظہ ہوں

ے جن نے سر کھینچا دیارِ عشق میں اے بوالہوس — وہ سراپا آرزو آخر جواں مارا گیا

آسی، عبادت اور مجلس تینوں متداول نسخوں میں 'جن نے سر' کی جگہ 'دل نے سر' درج ہوا ہے۔ ان تینوں نسخوں میں ایک اور مصرع یوں درج ہے 'عجب کیا ہے ہلاکِ عشق ہیں فرہاد و مجنوں کے' آسی نے حاشیے میں 'کے' کی جگہ 'کو' رکھنے کی تجویز دی ہے۔ اگر وہ نسخۂ کالج کا متن بغور دیکھتے تو وہاں اس بے معنی مصرع کا بامعنی متن درج ہے، صرف مذکورہ مصرع کے 'ہیں' کی جگہ 'میں' رکھ دیں اور مصرع ثانی کے ساتھ ملا کر پڑھیں 'محبت روگ ہے کوئی کہ کم اُس سے جیا ہوگا'۔ ایک اور شعر آسی کے کلیات میں ص 136 عبادت کے یہاں ص 143 اور مجلس کی کلیاتِ میر جلد اول ص 169 پر یوں درج ملتا ہے

ے فلک کا منہ نہیں اس فتنے کے اُٹھانے کا — ستم شریک ترا یار ہے زمانے کا

شعر کا مرتبہ زمین سے آسمان پر جا پہنچتا ہے، اگر ہم نسخۂ کالج کے متن کے مطابق دوسرے مصرع میں لفظ 'یار' کی جگہ 'ناز' رکھ دیں اور یہی ہم نے کیا ہے۔ نول کشور دوم، سوم اور آسی کے یہاں مصرع ہے 'دوش ہوا پہ رنگِ گلِ یاسمن گیا' کالج کے متن میں 'گل و یاسمن' ہے جو بہتر ہے۔ ایک مزید غلطی کی نوعیت آسی اور عبادت کے یہاں خاصی دردناک ہے

ے غم رہا، جب تک کہ دم میں دم رہا — دم کے جانے کا نہایت غم رہا

نسخۂ کالج کے ساتھ ساتھ طبع دوم، سوم نول کشور میں بھی 'دم' نہیں، 'دل' ہے۔ ان مرتبین نے نہ سوچا کہ دم کے جانے کے بعد، غم کرنے کا امکان بھی رخصت ہو جاتا ہے۔ نول کشوری تمام نسخوں بشمول آسی اور عبادت و مجلس میں شعر درج ہے

ے دیر میں، میں خاک بہ سر ہی رہا — عمر کو اِس طور بسر کر گیا

صرف نسخۂ کالج میں 'دہر میں' ہے اور یہی مطابقِ مفہومِ شعر درست ہے۔ ایک اور شعر کا متن ایسا ہی ہے کہ سرسری پڑھنے والا غلطی سے آگاہ ہوئے بغیر، اِسی کو درست سمجھے گا جب کہ یہ صریحاً غلط ہے

ے حالِ بد میں مرے بہ تنگ آ کر — آپ کو سب میں نیک نام کیا

یہی متن طبع دوم، سوم سے مجلس تک سب نے درست سمجھ کر درج کیا ہے حالاں کہ میر کا مصرع صرف نسخۂ کالج میں مندرج ہے 'حالِ بد میں مرے تنگ آ کر'۔ میر کے مرغوب مضمون غیرتِ عشق کا حامل شعر ہے

؎ خانہ خراب میر بھی کتنا غیور تھا　　مرتے مُوا پر اُس کے کبھو گھر نہ جا پھرا

'مرتے موا' کا روزمرہ صرف نسخۂ کالج میں درست ہے۔ آسی و مجلس نے 'مرنے موا' اختیار کیا ہے۔ تینوں مروج کلیات میں مصرع نہایت بے معنی ہے گو بظاہر غلط دکھائی نہ دے۔ 'بے رنگِ بے ثباتی یہ گلستاں بنایا' کالج کا متن دیکھنے پر یہ بے معنی مصرع با معنی ہے 'لے رنگِ بے ثباتی۔۔۔'۔ ایک مصرع یوں ہے 'دیکھے تو اُس کے طور پہ مجلس میں شیخ کے' نول کشور دوم، سوم، آسی اور مجلس سب نے یہی درج کیا، کالج کے متن میں 'شیخ جی' ہے اور یہی درست بھی ہے۔ ایک اچھا بھلا مصرع یوں ہے 'کیا پوچھتے ہو دب کے سخن منہ سے نہ نکلا'، نول کشور دوم، سوم میں نہایت غلط متن یوں ہے 'کیا پوچھتے ہو دیکھے سخن منہ سے نکلا'۔ نسخۂ آسی کے ساتھ ساتھ طبع دوم، سوم میں یہ مصرع پچاس مرتبہ پڑھنے پر بھی سمجھ نہیں آتا 'جوشِ غم سے جی جو بولا سو دیوانہ ہوا'۔ صرف نسخۂ کالج میں 'بولا' کی جگہ 'بولایا' ہے، جس کے بعد مصرع درست ہوا ہے۔ نسخۂ کالج کا متن نہایت صاف و صریح ہے 'آنکھوں میں اپنی رات کو خوں ناب تھا سو تھا'، نول کشور دوم، سوم، آسی اور عبادت سب نے 'آنکھوں' کی بجائے 'دیکھوں' لکھا ہے جس سے مصرع معنی سے کافی دُور نکل جاتا ہے۔ مذکورہ چاروں نسخوں میں یہ معروف مصرع نہایت اہم غلطی کے ساتھ درج ہے 'وہی ہے رونا، وہی ہے کڑھنا، وہی ہے سوزش جوانی کی سی'، نسخۂ کالج میں بجائے 'سوزش'، 'شورش' جو مفہوم شعر کے مطابق نہایت بلیغ ہے۔ اس مصرع میں بھی کالج کا متن ہی لائقِ ترجیح ہے 'جھک کے سلام کسو کو کرنا سجدہ ہی ہو جاتا ہے'۔ طبع دوم تا آسی اور عبادت کے یہاں 'جھکے سلام کسی کو کرنا' درج ہے۔ 'نہ منہ کو پھیرے پھریاں نہ آوں گا جو جاؤں گا' آسی کے یہاں 'نہ آوں گا، نہ جاؤں گا' سے معنوی طور پر کالج کا متن 'جو جاؤں گا' تنافر کا حامل ہونے پر بھی بہتر ہے۔ ایک مصرع نسخۂ کالج میں درست متن کا حامل ہے 'بجلی سا وہ چمک گیا، آنکھوں سے پھوئیں پڑنے لگیں'، آسی نے 'پھوئیں' بمعنی پھوار، کی جگہ 'بھویں' اور طبع دوم نے 'بہویں' درج کیا ہے جو درست نہیں۔ اسی طرح یہ مصرع بھی نسخۂ کالج کی مدد سے ہی درست اور بہتر ہوا ہے۔ 'دل کے خوں ہونے میں ہمارے، یہی طریق ہے ماتم کا'، آسی کے یہاں 'دل کے خون ہوئے ہیں ہمارے' درج ہے جس سے شعر کا مفہوم واضح نہیں ہوتا۔ دیوان ششم کی ردیف الف کا شعر نسخۂ کالج کے صفحہ 711 پر یوں ہے

؎ کیا لکھوں مشکل ہوئی تحریرِ حال　　خط کا کاغذ رونے سے نم ہوگیا

آسی کے یہاں 'کیا لکھوں' کی جگہ 'کیا کہوں' درج ہے۔ شعر واضح طور پر 'لکھوں' کا تقاضا کر رہا ہے۔ آسی کے یہاں دو غزلوں کے بعد ہی ایک مصرع ہے 'گرد و غبار و دشت و وادی گریے سے میرے یک سو ہیں' نسخۂ کالج میں 'گرد و غبارِ دشت و وادی۔۔۔' سے متن بہت بہتر ہوتا ہے۔ آسی، عبادت اور مجلس میں مصرع مذکور ہے 'رددں کیا اپنی سادگی پر میر' ہم نے نسخۂ کالج کے متن 'سادگی کو میر' واضح طور پر میر کا لب و لہجہ دکھائی دیتا ہے۔ دیوانِ پنجم کی ردیف ب کا ایک شعر ہے

؎ دل کی خرابی کے تُو درپے ہے اے صنم کیوں　　اِس خانۂ خدا کی تعمیر ہے مناسب

نول کشور دوم اور آسی کے یہاں 'اے صنم تو' کی مناسبت مصرع ثانی سے بہت کمزور ہو جاتی ہے۔ نسخۂ کالج کے صفحہ 721 پر مصرع ہے 'پیدا ہے روز، مشرقِ نو کی نمود سے' آسی کے کاتب نے 'زور' درج کیا ہے۔ نسخۂ کالج ص 732 پر ردیف ت دیوان ششم کی غزل

کا مطلع ہے

ع منہ پہ رکھتا ہے وہ نقاب بہت ہم سے کرتا ہے اب حجاب بہت

نول کشور دوم ص 434 اور آسی ص 639 پر مصرع ثانی میں 'اب' کی جگہ بھی 'وہ' درج ہے، ظاہر ہے یہ درست نہیں۔ نسخۂ کالج میر کے زیادہ نمائندہ متن کو سامنے لاتا ہے مثلاً 'میر دل آزردہ کو، کن نے ستایا ہے عبث' آسی اور مجلس کے یہاں 'کس نے' درج ہوا ہے۔ میر کا ایک نہایت اہم اور معروف شعر جس متن کے ساتھ پڑھا اور لکھا جاتا ہے وہ نول کشوری طباعتوں بشمول آسی ہے، یعنی یہ

ع جیسی عزت مرے دیواں کی امیروں میں ہوئی ویسی ہی اُن کی بھی ہوگی مرے دیوان کے بیچ

لیکن جب یہی شعر نسخۂ کالج میں دیکھیں تو بہتری متن کی نہایت روشن مثال سامنے آتی ہے، وہاں مصرع اولیٰ ایک آدھ ادنیٰ لفظی تبدیلی سے کچھ کا کچھ ہو گیا ہے 'جیسی عزت مری، دیواں میں امیروں کے ہوئی'۔ آسی کا متن اس مصرع میں بھی بدلا ہوا اور کمزور ہے 'حلقۂ گیسوئے خوباں پہ نہ کر چشم وا'، اشعارِ میر سے شغف رکھنے والے جانتے ہیں کہ اگر 'چشم کو وا' کی جگہ 'چشم سیاہ' کا محاورہ (جو یہاں لغوی طور پر بھی پُرلطف ہے) رکھ دیا جائے تو بالکل میر کی آواز سماعت میں آئے گی۔ آسی کے یہاں ایک اور غلطی بظاہر معمولی سی ہے کہ 'کیا کہیں ہم کہ گلے ڈالے پھرے مستی میں'، یہاں آسی کے نسخے میں 'پھریں' سے مصرع کا زمانہ ماضی سے حال اور یوں مصرع ثانی سے ربط کمزور پڑتا ہے۔ اسی طرح یہ مصرع 'نازک بہت ہے تو، کہیں افسردگی نہ آئے'، آسی کے ساتھ ساتھ دوم، سوم میں بھی 'ہے' کی جگہ 'ہیں' درج ہے حالاں کہ 'تو' کے ساتھ 'ہے' کی ہی ضرورت ہے خواہ اِس کی سند نسخۂ کالج سے نہ بھی ملتی ہو۔ کتابت یا تدوین کی ادنیٰ سی فروگذاشت ایک بامعنی شعر کو کس طرح بے معنی بنا دیتی ہے، اس کا اندازہ آسی، عبادت اور مجلس کے نسخوں میں درج اس شعر سے لگایئے

ع نامۂ میر کو اُڑاتا ہے کاغذِ باد کر گیا قاصد

مصرع ثانی کا مفہوم جب تک نسخۂ کالج میں نہ دیکھا جائے، سمجھا ہی نہیں جا سکتا۔ وہاں ہے 'کاغذِ باد کر گیا قاصد'۔ دیوان اول میں ردیف د کی غزل (نمبر 550) اے گلِ نو دمیدہ کی مانند ___ تو ہے کس آفریدہ کی مانند، کی ردیف ہم نے نسخۂ کالج کی پیروی میں 'کی مانند' اختیار کی ہے، بعد کی اشاعتوں میں ردیف 'کے مانند' درج ہوتی رہی ہے، تاہم ہمارے خیال میں قدامت کی سند کے علاوہ بھی آج کے قاری کے لیے 'کی مانند' زیادہ مانوس لب و لہجہ کا حامل کلمہ قرار پائے گا، ایک اور شعر

ع لگتی ہے کچھ سموم سی تو نسیم خاک کس دل جلے کی، کی برباد

یہ متن نسخۂ آسی، عبادت اور مجلس کا ہے، اس کے مقابلے میں نسخۂ کالج میں 'کی برباد' کی جگہ 'دی برباد' ہر دو اعتبار سے لائق ترجیح ہے کہ 'کی' کی تکرار کا عیب نکل جاتا ہے اور 'برباد دینا' محاورہ بھی بکار آتا ہے۔ مروّجہ کلیاتِ میر میں یہ شعر بھی بہت خراب متن کا حامل ہے

ع اگرچہ گنج بھی ہے پر خرابیاں ہیں بہت نہ پھر خرابے میں اے میر خانماں برباد

آسی، عبادت اور مجلس نے مصرع اوّل میں 'خرابے یاں ہیں بہت' متن درج کر کے شعر کا خانماں برباد کر دیا ہے۔ اس طرح یاں بھی صاف اور سیدھے متن میں آسی کا نسخہ خرابی کا ذمہ دار رہا ہے

ع یک شب طرف اُس چہرۂ تاباں سے ہوا تھا پھر چاند نظر ہی نہ چڑھا جی سے اُتر کر

آسی کے یہاں 'کیا شب' درج ہے جب کہ نول کشور طبع سوم میں 'یا شب' بالکل ہی غلط ہے۔ نسخۂ آسی، عبادت اور مجلس میں میر کا ایک شعر یوں ملتا ہے

تھی جملہ تن لطافت عالم میں جاں کے، ہم تو — مٹی میں اَٹ گئے ہیں اس خاک داں میں آکر

اس متن کے مطابق شعر معقد ہے کیونکہ 'ہم تو' کا تعلق 'مٹی میں اَٹ گے ہیں' سے قائم ہوتا ہے جب کہ نسخۂ کالج میں درست متن ہے۔ جس کے بعد شعر معقد نہیں رہتا اور دونوں مصرعوں کا مفہوم اپنی اپنی جگہ نحوی طور پر مکمل ہو جاتا ہے وہاں مصرع ہے 'تھی جملہ تن لطافت، عالم میں جاں کے ہم کو'، 'مرتے موا پہ ہرگز ادھر پھرا نہ جا کر' جب کہ نول کشور دوم، سوم کے علاوہ آسی کے یہاں پھر 'مرنے موا' ہی درج ہے۔ بہتری متن کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو

یاں میر ہم تو پہنچ گئے مرگ کے قریب — واں دلبروں کو ہے وہی قصدِ جفا ہنوز

آسی کے یہاں مصرع اول کا متن یوں ہے 'یاں میر ہم پہنچ ہی گئے مرگ کے قریب' شعر کے مضمون و مفہوم کے مطابق متن نسخۂ کالج کا ہے، اس لیے آسی کے یہاں 'ہی' بجائے 'تو' کو غلطی قرار دیا جائے گا۔ ردیف ل، دیوان سوم کی اولین غزل کا ایک خوب صورت شعر ہے

سویا نہ وہ بدن کی نزاکت سے ساری رات — بستر پہ اُس کے خواب کے کن نے بچھائے گل

آسی کے یہاں مصرع اول یوں ہے 'سویا نہ ہو۔۔۔' صاف ظاہر اس 'ہو' کے بعد مصرع ناقابلِ فہم نہیں تو ناکارہ ضرور ہو جاتا ہے۔ نسخۂ آسی اور مجلس میں درج ایک شعر دیکھیے

کچھ پاس نہیں یاری کا ان خوش پسروں کو — اس دشمن جانی سے عبث یار ہوئے ہم

دونوں مصرعوں میں عدم مناسبت سے بڑھ کر شتر گربگی کا عالم ہے جب کہ کالج کی اشاعت میں دوسرا مصرع بالکل درست مفہوم کا حامل یوں ہے 'اِن دشمن جاں ہا سے عبث یار ہوئے ہم'۔ ایک اور شعر نسخۂ کالج کی مدد سے درست ہوا

دل اب تو ہم سے ہے بدباز اگر رہے جیتے — کسو سے ہم بھی دلی پھر معاملا نہ کریں

آسی اور مجلس کے نسخوں میں 'بدباز' کی جگہ 'بدیاز' درج ہے جس کے بعد مصرع اول سے معنی برآمد کرنے میں تکلف کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح تینوں نول کشوری نسخوں میں اس مصرع میں 'گو' کی جگہ 'گو' درج ہوا اور شعر کا مفہوم ہمیشہ کے لیے خبط ہو کر رہ گیا۔ 'گو دماغ و جگر، کہاں وہ قلب'۔ ایک شعر نسخۂ کالج میں یوں درج ہے

کچھ چال میر جی کی آتی نہیں سمجھ میں — ہم بھی سلوک اُن سے اب کم کیا کریں گے

ہم نے آسی اور نول کشور دوم، سوم کے متن کو یہاں رَد نہیں کیا، حاشیہ میں درج کر دیا ہے گو متن میں نسخۂ کالج کے متن کو ہی رکھا ہے، آسی کے یہاں مصرع اوّل یوں ہے 'کچھ حال میر جی کے آتے نہیں سمجھ میں'۔ نسخۂ آسی میں مصرع ہے 'رساتے ہو، آتے ہو اہلِ ہوس میں'، جب کہ کالج کا متن بہتر اور رواں ہے 'رساتے ہی آتے ہو اہلِ ہوس میں'، اسی غزل کا ایک مصرع آسی کے یہاں یوں ہے 'تنِ زار لاغر میں ظاہر رگیں ہیں'، کالج کا متن 'تنِ زرد و لاغر۔۔۔' اس لیے بہتر ہے کہ یہاں دو الگ الگ لفظ ہیں جن میں سے ایک کا تعلق رنگت سے تو دوسرے کا جسامت سے ہے جب کہ آسی کے یہاں 'زار لاغر' ایک ہی لفظ ہے یعنی باہم مترادف

ہیں۔ میر کے نادر الفاظ و تراکیب کا سب سے بہترامین بھی نسخۂ کالج ہے مثال کے طور پر' کلک حسپ' ایک ایسا ہی لفظ ہے، اِس سے مراد ایسا نادارو بے خانماں شخص جو سردی کی راتیں عالم بے سروسامانی میں محض آگ جلا کر گزارتا ہو

کہ خوف کلک حسپ کی جو سرخ ہیں آنکھیں جلتے ہیں تر و خشک بھی مسکیں کے غضب میں

نول کشور دوم میں سہو کاتب نے اِسے 'کلک خشت' بنایا، آسی صاحب نے اِسے بے معنی پایا تو اپنے متن میں 'گلِ خشت' اختراع فرمایا اور اِس کا اتباع عبادت اور مجلس کے نسخوں میں ہوا۔ ایک اور مصرع نسخۂ کالج میں یوں ہے 'جی کھپے جاتے ہیں دل اپنے دلے جاتے ہیں' طبع دوم میں 'دلے' کی جگہ 'دیے' لکھا گیا تو آسی نے اِسے 'دبے' کر کے گویا تصحیح متن کر دی۔ طبع دوم، سوم اور آسی وعبادت میں اِس مصرع کے متن پر ہزار غور وفکر کریں۔ تکلفاً بھی معنی برآمد نہیں ہوتے 'صد چشمِ داغ وا ہیں دل پر مرے، میں وہ ہوں'۔ اب نسخۂ کالج میں درست متن کی صورت ملاحظہ ہو

صد چشمِ داغ وا ہیں دل پر مرے، میں وہ ہوں دکھلا رہا ہے لالہ تو اپنا داغ کس کو

ایک مصرع کو تینوں نول کشوری نسخوں نے لکھا ہے 'نہیں یہاں مجھ سے وفا پیشہ نہ بیداد کرو' صرف کالج کا متن درست ہے 'ہیں کہاں مجھ سے ۔۔۔'۔ ایک مزید غلطی جو بظاہر دکھائی نہیں دیتی یوں ہے

لطفِ شراب ابر سے ہے، سو نصیب دیکھ جب لیویں جام ہاتھ میں تب آفتاب ہو

آسی نے نہیں معلوم کہاں سے 'دیکھ' کی جگہ 'کو' درج مصرع فرمایا۔ میر کا نہایت معروف شعر ردیف د، دیوان سوم کی پہلی غزل میں یوں ہے

اب کے بہت ہے شورِ بہاراں ہم کو مت زنجیر کرو دل کی ہوس ٹک ہم بھی نکالیں، دھومیں ہم کو مچانے دو

مصرع ثانی میں طبع سوم اور آسی نے 'ٹک' کی جگہ 'کچھ' لکھا ہے۔ 'زخموں پہ اپنے لون چھڑکتے رہا کرو' صرف نسخۂ کالج میں 'لون' درست اور فصیح ہے، ورنہ سبھی نے 'نون' درج کر رکھا ہے۔ ایک اور شعر صرف کالج کے نادر ونایاب متن کی مدد سے درست ہوا ہے

باغِ نظر ہے چشم کے منظر کا سب جہاں ٹک ٹھہرو یاں تو جانو کہ کیسا دکھاؤ ہے

مصرع اوّل میں 'جہاں' کی جگہ 'یہاں' اور ثانی میں 'جانو' کے بدلے 'جاتو' سبھی نے درج کیا ہے۔ مزید مثال

مرنے پر بیٹھے ہیں سنو صاحب بندے ہیں اپنے جی چلانے کے

'جی چلانا' میر کا مرغوب روزمرہ ہے، سبھی مرّوجہ متون و نسخے یہاں اور دیگر بہت سے مقامات پر 'جی جلانا' درج کرتے رہے ہیں۔ انھی مرّوجہ نسخوں کے نادرست متن کی مزید مثال دیکھیے

سر مار مار بیٹھے تلف جی ہو کب تلک ٹک اُٹھ کے اب نصیبوں کو بھی آزمایئے

قاری اس متن پر ہی قناعت کرے گا، البتہ اگر اُس کے سامنے نسخۂ کالج کا مصرع اولیٰ ہو تو پھر فرق صاف ظاہر ہو جائے گا۔ 'سر مار مار بیٹھے تلف ہو جیے کب تک'۔ نسخۂ کالج ص 531 اور نول کشور دوم، سوم ص 322 پر مصرع یوں ہے 'چین دن کو ہے نہ شب کو خواب ٹک' آسی کے کلیات ص 450 پر خواب کی جگہ 'نیند' درج ہوا ہے۔ 'دل کی لگی حیران ہوں صاحب، کس ڈھب مل کے بجھاؤ گے'۔ نول کشور دوم میں 'حیران ہو صاحب' آسی کے نسخے میں 'حیران ہیں صاحب' جب کہ 'ہوں' سب سے بہتر ہے اور یہ متن نسخۂ

کالج کا ہے۔ 'عشق ہے بادِ صرصر گویاں اُن کی خاک اُڑانے سے' طبع دوم میں لفظ 'گویا' اور آسی کے متن میں 'گویاں' کو اگر مصرع میں 'گویاں' کی جگہ رکھ دیں تو پھر اِس نہایت معمولی غلطی سے مصرع بے گانۂ معنی ہو جاتا ہے۔ آسی کے متن نے اس مصرع کا مفہوم بالکل الٹ کر رکھ دیا ہے۔ 'پائیزی چمن میں کیا کیا بہار ٹوٹی' اب نسخۂ کالج میں درست مصرع ملاحظہ ہو، 'پائیز نے چمن میں کیا کیا بہار لوٹی'۔ اِن مثالوں سے یہ بات بخوبی روشن ہے کہ نسخۂ کالج میر کی اشاعتوں میں سب سے بہتر متن کی حامل اشاعت ہے۔ آئندہ سطور میں جب ہم دیگر نسخوں کی اغلاط اور استفادے کی مثالیں دیں گے تب نسخۂ کالج کی اہمیت اور برتری کے مزید نقوش قائم ہوں گے۔

2,3 کلیاتِ میر، مطبوعہ نول کشور طبع دوم، سوم (1868ء 1874ء)

فورٹ ولیم کالج کی مطبوعہ کلیاتِ میر 1811ء کے بعد مطبع نول کشور کی اشاعتوں کا سلسلہ 1868ء سے شروع ہوتا ہے۔ آسی کی مرتبہ کلیاتِ میر 1941 تک نول کشور نے متعدد مرتبہ میر کا کلام شائع کیا، تاہم مرتبین میر کے یہاں طبع دوم، سوم کو بطور ماخذ استعمال کیا گیا ہے۔ بعد کی اشاعتیں اِن ہی نسخوں کے ری پرنٹ تھے۔ یہ دونوں نسخے، نسخہ کالج کی نسبت بہت زیادہ اغلاط کے حامل ہیں۔ آسی نے اپنا کلیات میر زیادہ تر ان ہی دو نسخوں اور ان میں بھی بالخصوص طباعتِ سوم سے زیادہ استفادہ کیا ہے۔ آسی کے یہاں جس قدر اغلاط طبع سوم سے مشترک ملتی ہیں، اتنا 'اشتراکِ اغلاط' کسی اور نسخے سے نہیں۔ ذیل میں ان دونوں نسخوں کی نوعیتِ اغلاط کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

ان دونوں نسخوں کی پہلی غلطی میں ص 15 پر درج یہ مصرع ہے 'کب تک تظلّم آہ بھلا مرگ کے تئیں' کاتب نے اِسے ساتھ ملا کر لکھا گیا 'نہ ظلم' سمجھا اور درج کیا ہے۔ میر کا یہ معروف مصرع 'جس سر کو غرور آج ہے ہاں تاج وری کا' اس متن کے ساتھ ہے چونکہ دوسرے مصرع میں 'کل اُس پہ یہیں ۔۔۔' ہے، اس لیے آسی کے متن 'یاں' کو بہتر سمجھا اور اپنایا ہے۔ ایک مصرع ہے 'اک روگ میں بسا ہا، جی کو کہاں لگایا' طبع دوم، سوم ص 20 پر 'بسا ہا' کے مناسب ترین لفظ کی جگہ 'پھنسایا' درج ہوا۔ آسی نے اس غلطی کا اتباع نہیں کیا۔ صفحہ 72 پر ان نسخوں میں ایک مصرع، ایک اختلاف اور ایک سہو کے ساتھ مندرج ہے 'جاتی ہے نگہ خس پہ گہہ چشم بریدن' دیگر نسخوں میں 'نگہ' کی جگہ نظر اور 'بریدن' کی بجائے 'پریدن' درست درج ہوئے ہیں۔ میر کے ایک معروف مقطع کا مصرع ثانی زیادہ تر نسخوں میں یوں ملتا ہے۔ 'حرف کا طول بھی جو مجھ سے گھٹایا نہ گیا' طبع سوم ص 31 پر 'مجھ سے' کی جگہ 'میر' درج ہوا ہے، دوم، سوم ص 32 پر درج یہ مصرعہ موزوں ہی نہیں 'سو آہ اس طرح سے چلے لوہو میں نہا' نسخۂ کالج اور آسی کے یہاں درست صورت یہ ہے 'سو آہ اس طرح چلے لوہو میں ہم نہا'۔ ایک لفظ کی تبدیلی معنی شعر کو کس طرح معکوس کر سکتی ہے اس کی مثال طباعت دوم، سوم کے اس مصرع میں دیکھی جا سکتی ہے 'عشق میں یہ ادب نہیں آتا'، 'میں' کی جگہ 'بن' لگانے سے مفہوم سیدھا ہو جاتا ہے۔ 'کب تلک یہ ستم اُٹھائے گا' اس مصرع میں قافیہ ہی غلط درج ہے، 'اُٹھایئے'، جایئے، آیئے، پایئے وغیرہ کا ہم قافیہ ہے۔ 'چشم بن اشک ہوئی یا نہ ہوئی یکساں ہے' اس مصرع میں ص 45 پر 'بن' کے بدلے 'میں' درج کر کے مصرع غارت کر دیا ہے۔ 'ہے دید چشم دل کے کھلے عین ذات کا' طبع دوم، سوم میں 'دید' کو 'دیدہ' اور آسی و مجلس نے 'چشمِ دل' کو بلا اضافت درج کر کے مصرع ناقابلِ فہم

کر دیا ہے۔ 'کھا گیا ناخنِ سرتیز، جگر، دل دونوں' اِن دونوں طباعتوں نے 'کیا کیا' بجائے 'کھا گیا' درج کیا اور یوں شعر کے معانی خبط ہو گئے۔ ایک اور مصرع ان نسخوں کے کاتب کی عجلت سے یوں غلط ہوا۔ 'عزت و عشق کہاں جمع ہوائے ہمدم'، 'ہوئے اے ہمدم' کے بعد مصرع صاف ہوتا ہے۔ 'تمام روز جو کل میں پیے شراب پھرا' آسی کا متن 'پئے' ہی مطابق معنیِ شعر ہے۔ اس مشہور شعر کے دونوں مصرعوں میں غلطی دکھائی دی۔

ے منہ تکتے غزل پڑھتے عجب سحر بیاں تھا ——— جادو کی پڑی پرچہ ابیات تھا اُس کا

مصرع اول میں 'پری' بجائے 'پڑی' اور مصرع ثانی میں 'تکتے' کی جگہ 'تکیے' درج ہوا ہے۔ ایک شعر کا متن یوں درج ہوا ہے

ے کوئی شریک نہیں ہے کسو کی آئی کا ——— جہاں میں میر ہی کے ساتھ جانا تھا لیکن

یہاں مصرع اوّل کو 'جہاں میں' کی بجائے 'جہاں سے' نہ کیا جائے، تب تک شعر بامعنی نہیں ہوتا۔ ایک مزید مصرع ملاحظہ ہو 'منہ شیخ کا مسجد میں، میں رکھ کے مسل ڈالا' یہ مصرع بظاہر درست دکھائی دیتا ہے جب کہ نسخۂ کالج اور آسی کے یہاں 'رکھ' کی جگہ 'رُک' ہے جو زیادہ بہتر متن ہے۔ دوم، سوم ص 179 پر مصرع ہے 'نا آشنائے حرف تھا وہ شوخ جب نہ تھے' اس مصرع میں 'نہ تھے' کی جگہ نسخۂ کالج اور آسی میں 'تبھی' ہے جس سے شعر بالکل صاف اور رواں ہو جاتا ہے۔ دیوان سوم کی دوسری ہی غزل میں مصرع درج ہے 'سرگزشتِ عشق کہنہ کو نہ پہنچایاں کوئی'، 'کہنہ' یہاں صریحاً غلط ہے، نسخۂ کالج اور آسی کے یہاں 'کی تہہ' ہے۔ 'ہوئے رے! لاگ تیرِ مژگاں کی' کلمۂ استعجاب و تحسین 'ہوئے رے' کی جگہ ان دونوں نسخوں میں 'ہو رہی' مندرج ہوا جس سے کوئی معنی برآمد نہیں ہوتے۔ ایک اور مصرع بالکل مختلف اور نہایت غلط متن کے ساتھ یوں ملتا ہے۔ 'امیرِ عشق نہیں باد خواہ خوں رکھتے' مصرع کی درست شکل یہ ہے 'اسیرِ عشق نہیں باز خواہ خوں رکھتے'۔ 'کس دن سرشک خون منہ پر نہیں گرائے' اس مصرع کی بہتر شکل ہمیں آسی سے قبل نسخۂ مجلس میں بھی ملتی ہے 'کس دن سرشکِ خونی منہ پر نہ بہہ کر آئے' نول کشور دوم، سوم میں دیوان اوّل ردیف ب کی پہلی غزل کا مقطع شاملِ غزل ہی نہیں، وہ شعر ہے

ے گزرے ہے میر اُن کو امیدوار ہر شب ——— مایوس وصل اُس کے کیا سادہ مرد ماں ہیں

ایک اور مصرع تر کی صورت یوں بگاڑی ہے 'ہے ملامت تیرے باعث شور پر تجھ سے نمک' اس میں ملامت کی جگہ ملاحت ہے، جس کی تائید آسی کے متن سے ہوتی ہے۔ ذیل میں نول کشور دوم، سوم کی اغلاط کو درست متن کے مقابل درج کرتے ہیں۔

نول کشور دوم، سوم	نسخۂ کالج، نسخۂ آسی
ع مجھ سا ہی ہو مجنوں سے یہ کب بانی ہے غافل	مجھ سا ہی ہو مجنوں بھی یہ کب مانے ہے عاقل
ع سو مجھ سے ہے سخن نہیں میں جو بنائی بات	سو مجھ سے ہی سخن نہیں، میں جو بتائی بات
ع کسو کی زلف ڈھونڈھو موبہ مو کا کل کا سب لٹ پٹ	کسو کی زلف ڈھونڈھی مُو بہ مُو کا کل کو سب لٹ لٹ
ع آئے ہیں میر منہ کو بنائے جفا سے آج	آئے ہیں میر منہ کو بنائے خفا سے آج
ع نظر نہ کرتے طرف صید کے دمِ بسمل	نظر نہ کرنی طرف صید کے دمِ بسمل
ع یہ ظلم تازہ ہوا اُس کشندے سے ایجاد	یہ ظلم تازہ ہوا اُس کشندے سے ایجاد

ع تو بھر جاتا ہے پانی سب زمیں پر — تو پھر جاتا ہے پانی سب زمیں پر
ع کھلے پانی ہزاروں غنچۂ دل گیر بھی آخر — کھلے پائے ہزاروں غنچۂ دل گیر بھی آخر
ع پلکوں کی صف سے بھڑ گئیں منہ کو موڑ موڑ — پلکوں کی صف سے بھیڑیں گئیں منہ کو موڑ موڑ
ع بل کھائے ہیں بالوں کی ہم جاتے ہیں اے میر — بل کھائے انہیں بالوں کو ہم جانیں ہیں یا میر
ع رکھتے ہیں دل جلے کے بھم سب تپاک ہم — رکھتے ہیں دل جلے یہ بہم سب تپاک ہم
ع اپنے وعدے پہ کبھو یاد بھی آجاتے ہیں — اپنی وادی پہ کبھو یار بھی آجاتے ہیں

ان دونوں اشاعتوں اور آسی کے یہاں ایک شعر میں محض واوٴ عطف کے اضافے سے پورا شعر غارت ہوگیا۔

ے دیکھوں تو چاند اب کا گزرے ہے مجھ کو کیسا — دل ہے کہ تیرے منہ پر بے مہر و ماہ دیکھوں

'بے مہر!' کو خطابیہ قرار دینے اور زائد 'و' کو ختم کرنے پر ہی مصرع بامعنی ہوسکتا ہے۔ایک اور مثال غلطیِ متن کی ملاحظہ ہو

ے دفتر بنی ، کہانی بنی ، مثنوی ہوئی — کیا شرحِ سوزِ عشق کروں میں، زباں نہیں

طبع دوم، سوم میں مصرع اول یوں ہے 'دفتر نہیں، کہانی نہیں، مثنوی نہیں'۔اسی طرح یہ مصرع 'یے سوزِ داغ دل پر گر بھی جلے بجا ہے' درست مصرع نسخۂ کالج کے مطابق یوں ہے 'بے سوزِ داغ دل پر گر جی جلے بجا ہے'۔ پرانے نسخوں کے کاتب الفاظ کو ساتھ ملا کر لکھتے اور یوں کم سے کم جگہ پر زیادہ سے زیادہ اشعار درج کرنے کی کاوش کرتے تھے، اُن کی اس مشق کے سبب بہت سے اشعار کا متن سمجھنا نہ صرف یہ کہ آسان نہیں رہتا بلکہ یہ طریقہ کار متن کا حلیہ اس حد تک مسخ کر دیتا ہے کہ پھر اصل مفہوم دریافت کر سکنا ممکن نہیں رہتا۔'اک دم تو ہمیں تیغ کو تو بے دریغ کھینچ' یہاں 'ہم میں' کو ساتھ ملا کر لکھنے سے یہ خرابی دیکھی جا سکتی ہے۔میر کا ایک غیر معروف مگر خوب صورت شعر ہے

ے بکھیرے ہے جوں لختِ دل آہِ صبح — ہوا کب ہے اس گل فشانی کے ساتھ

نول کشور دوم، سوم کے کاتب نے 'بکھیرے' کی جگہ 'بکھرتی' درج ہے، اس لفظ کے ساتھ دونوں مصرعوں کے درمیان معنی کا کوئی ربط نہیں رہتا۔قدیم مرتبین کے یہاں ایک خرابی اشعار کی ترتیب میں مفہوم و مضمونِ شعر کو سرے سے درخورِ اعتنا نہ سمجھنے کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے، اس کا علم اُس وقت ہی ہوتا ہے جب قطعہ بند اشعار سے معاملہ ہو مثال کے طور پر دیوان اوّل ردیف ی کا ایک قطعہ یوں ہے

اور محزوں بھی ہم سنے تھے ولے — میر سا ہو سکے ہے کب کوئی
کہ تلفظ طرب کا سن کے کہے — شخص ہوگا کہیں طرب کوئی

نول کشور دوم، سوم اور بیرودی میں آسی نے بھی تخلص کے شعر کو آخر میں (ساتویں نمبر پر) اور معنوی طور پر آخری شعر کو چھٹے نمبر پر درج کر کے ثابت کیا کہ مرتب نے اشعار کے معنی مفہوم سے کوئی غرض نہیں رکھی۔'دیکھیے کیا گل کھلے گا اب گلستاں سے گئے' تمام نول کشوری اشاعتوں بشمول آسی 'کھلے' کی جگہ 'کہے' درج ہوا ہے۔اسی طرح یہ مصرع 'گرمی سے میری ابر کا ہنگامہ سرد ہے' دونوں طباعتوں میں 'میری' درج ہی نہ ہوا، جس سے مصرع غیر موزوں ہوگیا، آسی نے اس کی کمی لفظ 'اگر' سے پوری کرنا چاہی؛

یوں وزن تو پورا ہو گیا لیکن شعر با معنی نہ ہوسکا۔ نسخۂ کالج میں 'میری' ہے جو با معنی بھی ہے اور موزوں بھی۔ ایک اور مصرع کی رُو سے متن میں تبدیلی کے مدارج کا نظارہ فرمائیے۔ مصرع ہے 'بخت جاگے ہی نہ ٹک جو ہو خبر گھر میں اُسے' نسخۂ کالج کے صفحہ 702 پر یہ مصرع اسی متن کے ساتھ درج ہے اور درست بھی، صرف یہ ہوا کہ 'بخت' میں ب کا نقطہ درج نہ ہوا، نول کشور دوم کے کاتب نے اسے 'سخت' سمجھا اور لکھا، آسی صاحب نے 'سخت جاگے' کو نامناسب سمجھا اور 'جاگے' کو مٹا کر 'جانی' کر دیا یوں آسی، عبادت اور مجلس میں 'سخت جانی ہی نہ۔۔۔' کا متن درج ہو گیا۔

اب چند مثالیں ان دونوں نسخوں سے بہتری متن کی بھی گنوائی جاتی ہیں، گو ایسے مقامات ہمارے متن میر میں بہت کم آئے ہیں جب دیگر نسخوں کے متن پر ان دونوں طباعتوں کے متن کو ترجیح دی ہو، تاہم پھر بھی کچھ نہ کچھ اشعار ان کے توسط سے بھی درست اور بہتر ضرور ہوئے ہیں۔ مثلاً 'نامے کا نامے ہی میں سب پیچ و تاب نکلا' دیگر سبھی نسخوں میں 'کا' کی جگہ 'کے' ہے، ہم نے یہاں دوم، سوم کے متن کو بہتر پایا۔ ایک اور مصرع 'مرغِ چمن نے سمجھا، میں تو ہزار رویا' یہ مصرع سمجھنا محال ہے جب تک دوم، سوم کے مطابق 'نے' کی جگہ 'نہ' درج نہ کیا جائے۔ نسخۂ کالج اور آسی کے یہاں ایک مصرع یوں ملتا ہے 'ہو چہرہ اُس کے لب سے یاقوتِ ناب کیوں کر' صرف نول کشور دوم میں درست لفظ 'چیرہ' (غالب، زور آور) درج ہوا جو یہاں کارآمد ہے۔ ایک شعر اور بھی طبع دوم کی مدد سے سمجھ میں آیا

؎ اُس کی نگاہِ مست ہے اکثر سوئے رباط — صوفی رہیں گے حال سے ہشیار کب تلک

تمام نسخوں میں مصرعِ اوّل میں 'ہے' کی جگہ 'سے' درج ہے، خوب غور کرنے پر 'ہے' ہی درست یعنی بمطابقِ معنیِ شعر ہے۔ طبع دوم کے ص 71 پر مصرع ہے 'آزردہ دل، ستم زدہ دل، بے قرار دل' یہی متن درست ہے۔ طبع سوم میں 'آزار' اور آسی کے یہاں 'آزاد' متنِ شعر کا حصہ بنے ہیں۔ 'دل مت لگا رخِ عرق آلودہ یار سے' آسی کے یہاں 'آلود' ہے جس سے طبع دوم، سوم میں درج 'آلودہ' بہتر ہے۔ ایک اور مصرع نسخہ زیرِ بحث میں ہی درست پایا ہے 'ہم پہ کھینچی تیغ تو غیروں کو لگ لگنے نہ دے' آسی نے 'لگ لگنے' کے محاوراتی لطف کو بھی ترک کیا اور مفہومِ شعر کی ضرورت کو بھی مدِ نظر نہ رکھا اور یہاں 'ٹک لگنے' درج کر کے اپنے تئیں مصرع سریع الفہم بنا دیا ہے۔ ان نسخوں کے ص 355 پر ردیف د دیوان چہارم کی پہلی غزل کے مطلع کا مصرعِ اول ہے 'دیتی ہے طول بلبل کیا شورشِ فغاں کو' آسی اور مجلس کے نسخوں میں 'شورش' کی جگہ 'سوزش' درجِ متن ہے۔ دیوان اول ردیف ہ کی پہلی غزل کا مقطع ص 104 پر ہے

؎ جیتا ہے تو بے طاقتی و بے خودی ہے میر — مردہ ہے غرض عشق کا بیمار ہمیشہ

آسی کے مرتبہ کلیات ص 135 پر 'عشق کا بیمار' کی جگہ 'عشق کا بازار' طبع ہوا ہے، اسی طرح ایک اور شعر آسی کے یہاں غلط اور طبع دوم، سوم میں درست درج ہے

؎ شکلیں کیا کیا کیاں ہیں جن نے خاک — یہ وہی آسمان ہے پیارے

نسخۂ آسی میں مصرعِ اول میں 'جن نے' کی جگہ 'جن کی' درج ہے۔ یوں شعر کے معنی برآمد نہیں ہوتے۔ ایک مزید شعر نسخۂ آسی اور مجلس میں ایک ادنیٰ لفظی تبدیلی کے سبب ناقابلِ فہم ہو گیا جب کہ اشاعت دوم، سوم میں یہ درست درج ہے

؎ رُو و خال و زلف ہی ہیں سنبل و سبزہ و گل — آنکھیں ہوں تو یہ چمن آئینہ نیرنگ ہے

آسی و مجلس کے متن میں مصرعِ اول میں 'ہی' کی جگہ 'سے' درج ہے۔

4۔ 'کلیاتِ میر' مرتبہ عبدالباری آسی، مطبع نول کشور لکھنؤ، 1941ء

'کلیاتِ میر' کے آسی ایڈیشن کو کلامِ میر کے مطالعہ میں مرکزی مقام حاصل ہے۔ ہندو پاکستان دونوں ملکوں میں، میر کا سب سے زیادہ مرتبہ شائع ہونے اور پڑھا جانے والا یہ نسخہ ماقبل کے 'کلیاتِ میر' پر ایک بہت گراں قدر اضافہ تھا۔ ہم اس نسخے پر اجمالی تبصرہ گزشتہ اوراق میں کر چکے ہیں۔ یہاں ہم مفصل طور پر اس نسخے میں متنِ میر کی صورتِ حال پیش کریں گے، آسی کے آج تک مروّج اس کلیات میں اغلاط کی نوعیت کا جائزہ لیا جائے گا اور بعد میں اُن مثالوں پر بھی ایک نگاہ ڈالی جائے گی جہاں آسی کی مدد سے اشعارِ میر کے متن کی مشکلات حل ہوئی ہیں۔ کلیات آسی ص 13 پر شعر درج ہے

ے دیکھا ہے صید گہہ میں ترے صید کا جگر ۔۔۔ با آنکہ چھن رہا تھا پہ ذوق خدنگ تھا

آسی کے یہاں 'پہ' کی بجائے 'یہ' درج ہے، یہ بھی بامعنی ہے لیکن 'با آنکہ' کے ساتھ 'پہ' زیادہ مناسب ہے جو نول کشور دوم، سوم کا متن ہے۔ دیوان اول کی تیسری ہی غزل کا مصرع ہے 'سیر کر تو بھی یہ مجموعہ پریشانی کا' آسی نے اصلاح تجویز کی ہے، فی زمانہ اس کو یوں کہا جائے گا 'دیکھ لے تو بھی یہ مجموعہ پریشانی کا' اس نوعیت کے حواشی سے یہ اندازہ قائم کرنے میں مدد ملتی ہے کہ آسی کے یہاں متن میں تصرف کرنے اور اصلاح دینے کا رجحان پایا جاسکتا ہے۔ ایک شعر جو نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم یعنی آسی کے ماخذات میں اِس متن کا حامل ہے

ے آنے میں اُس کے حال ہوا جائے ہے تغیر ۔۔۔ کیا حال ہوگا پاس سے جب یار جائے گا

آسی نے ترمیم کی اور 'آنے میں' کو 'آئے بن' سے بدل دیا۔ بظاہر آسی کا متن، بہتر بھی دکھائی دیتا ہے، لیکن قدرے تامّل کے بعد میر کے متن کی درستگی اور اصابت کا اندازہ ہوتا ہے اور آسی کا متن اُن کا اپنا ساختہ دکھائی دیتا ہے۔ آسی کے متن میں بہت سی جگہوں پر زیر کسرہ اور ضم (پیش) کی علامات غلط درج ہونے کی وجہ سے مفہومِ شعر تک رسائی میں دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر

ے کہاں سے تہہ کریں پیدا یہ ناظمانِ حال ۔۔۔ کہ پوچ بافی ہی ہے کام اِن جلاہوں کا

آسی اور عبادت کے یہاں مصرع ثانی میں 'اِن' کی جگہ بہ صراحت ضم 'اُن' درج ہے جب کہ مصرع اول میں 'یہ ناظمانِ حال' کے بعد مصرع میں 'اِن' ہونا چاہیے، ہم نے اس تدوین میں اُن تمام مقامات پر زیر، پیش کی نشان دہی کی ہے جہاں یہ تعین ضروری تھا اور اُن سب مقامات پر صراحت نہیں کی، جہاں مصرع اور مفہوم شعر ہر دو طرح کی قرأت کا امکان رکھتا ہو۔ کتابت کی غلطیوں سے بھی نسخۂ آسی بہت مبرا نہیں ہے۔ مثلاً 'مو ا میں سجدے میں پر نقش میرا بار رہا'، یہاں 'بار' کی جگہ آسی اور عبادت نے 'یار' درج کیا ہے جب کہ نسخۂ کالج کے علاوہ نول کشور دوم، سوم ص 30 پر 'بار' درست ہے۔ دیوان اوّل کی ردیف الف میں میر نے ایک سہ غزلہ کہا، پہلی غزل کا مطلع ہے

ے جیتے جی کوچۂ دلدار سے جایا نہ گیا ۔۔۔ اُس کی دیوار کا سر سے مرے سایا نہ گیا

آسی اور عبادت کے نسخوں میں پہلی دونوں غزلوں کے مقطوں کو اگلی غزل کا مطلع قرار دے کر درج کیا حالاں کہ یہ ہیئت کے

اعتبار سے مطالع نہیں اور ان میں کچھ اور بھی موزوں کرنے کی تمنا کا اظہار ہوا ہے۔ 'دس دن رہے جہان میں ہم، سور ہادہا' آسی کی کلیات میں 'دہادہا' چھپا ہے جب کہ قدیم نسخوں میں متن درست ہے۔ اسی طرح ایک اور مصرع ہے 'کوئی رہتا ہے جیتے جی ترے کوچے کے آنے سے' آسی کا متن غلط ہے 'جیتے جی' کی جگہ 'جی بے جی' کتابت ہوا ہے۔ آسی کے یہاں طبع سوم (نول کشور) کی اغلاط زیادہ تر پائی گئی ہیں، اس سے یہ گمان تقویت پاتا ہے کہ آسی نے اپنے متن کی بنیاد نسخۂ کالج یا طبع دوم کی بجائے طبع سوم پر رکھی ہے۔ مثلاً یہ خوب صورت مطلع

ے آہ کے تئیں دلِ حیران و خفا کو سونپا   میں نے یہ غنچۂ تصویر صبا کو سونپا

طبع سوم اور آسی کے یہاں 'آہ کی میں' درج ہے اس متن کے ساتھ مفہومِ شعر سمجھنا ممکن نہیں رہتا۔ ردیف الف دیوان اوّل میں ہی نسخۂ آسی و عبادت کی ایک اور غلطی دیکھیے 'سو چھاتی کے زخموں نے کی دیر مزار کھا'۔ یہ مصرع بے معنی ہے، نسخۂ کالج میں 'کی' کے بجائے 'کل' ہے جس کے بعد اس مصرع اور یوں شعر کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔ ایک اور سہوِ کتابت نے مصرع نہایت لغو کر دیا ہے، ملاحظہ ہو 'شاید کباب کر کر کھایا کبوتر اس نے'، اگر 'کبوتر اُن نے' بمطابق نسخۂ کالج کر لیا جائے تو بات صاف ہو جاتی ہے۔

دیوان دوم ردیف الف کا ایک شعر ہے

ے پیچ سے کب کا گیا، اب ذکر کیا   اُس دلِ مرحوم کا، مغفور کا

آسی اور بے بصارت تقلید کے سبب عبادت کے یہاں 'اب ذکر کیا' کی جگہ 'اب ذکرِ لب' طباعت ہوا ہے حالاں کہ نسخۂ کالج کے علاوہ دوم، سوم (ماخذاتِ آسی) میں متن بالکل درست مندرج ہے۔ دیوان دوم، ردیف الف کی غزل کا مطلع نول کشوری تمام اشاعتوں بشمول آسی (وعبادت) یوں درج ہوا ہے

ے اُس کام و جان و دل سے جو کوئی جدا ہوا   دیکھا پھر اُس کو خاک میں ہم نے ملا ہوا

'اُس کام و جان و دل' بے معنی بھی ہے اور نادرست بھی۔ اس دیوان میں پچیس غزلوں کے بعد ایک اور غزل کا مطلع ہے

ے اُس کامِ جان و دل نے عالم کا جان مارا   زلفوں کی درہمی نے برہم جہان مارا

یہاں متن درست درج کیا ہے۔ لہٰذا ہم نے میر کے اپنے درست متن کی سند پر مطلع اوّل بھی درست کر لیا ہے۔ آسی کی مرتبہ کلیاتِ میر ص 228، عبادت ص 375 پر یہ شعر گمراہ کن غلطی کا حامل ہے۔

ے ہم نہ جانا اختلاط اُس طفلِ بازی کوش کا   گرم بارے آ گیا تو ہم کو بھی بہلا گیا

نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم کی مدد سے 'گرم بارے' کی جگہ 'گرم بازی' کا درست متن اختیار کر کے، میر کے شعر کو میر کا ہی شعر بنایا ہے۔ اسی طرح ایک مصرع ہے 'جوں حسن ہے اک فتنہ گر، توں عشق بھی ہے پردہ در'، 'توں' کی جگہ آسی و مقلدین نے 'تو' درج کیا، طبع سوم کے علاوہ مصرع میں 'جوں' کی موجودگی 'توں' کے حق میں کافی دلیل ہے۔ اسی طرح یہ مصرع بھی طبع دوم، سوم کی مدد سے درست ہوتا ہے، 'یعنی لوہا تھا کڑا تیغِ ستم کا رکر گیا' آسی کے یہاں 'رکر' گیا سے مصرع بے گانۂ معنی رہتا ہے۔ اگلی ہی غزل کے ایک مصرع میں کاتبِ نسخۂ آسی نے مصرع یوں درج کیا، 'ظالم نگاہِ چشم اِدھر کی، غضب کیا' ص 238، عبادت ص 387، واضح ہے کہ یہاں 'نگاہِ خشم' درکار ہے، میر نے ایک مصرع میں جی کی جمع 'جیوں' تحریر کی، آسی نے اسے بہ اعلانِ نون 'جیون' درج کیا۔ 'کیا

ظلم کیا بے جا، مارا جیون سے اُن نے' قاری اِس لفظ کو جیون (بمعنی زندگی، حیات) پڑھنے اور سمجھنے پر مجبور ہوگا۔ ایک اور غلط مصرع ملاحظہ ہو' میرؔ کا صحبت میں اُس کے حرف سر کر رہ گیا' مصرع کی درست شکل یوں ہے' میرؔ کل صحبت میں اُس کی حرف سر کر رہ گیا'۔' ہم میرؔ یوں نہ مرتے اُس پر جو دل نہ چلتا' آسی کے یہاں 'چلتا' کی جگہ 'جلتا' درج ہوا جب کہ یہ قافیہ نہ صرف یہ کہ اس غزل کے دوسرے شعر میں بندھ چکا ہے، بلکہ یہاں 'دل چلنا' کے محاوراتی معنی ہی درکار ہیں۔ کلیاتِ میرؔ مرتبہ آسی کے صفحہ 460 پر یہ مقطع سمجھ میں آ کر نہیں دیتا۔

وسواس نہ کرتا تھا مر جانے سے ہجراں میں ؎ تھا میرؔ تو ایسا بھی دل جیسے اُٹھا جاتا

یہاں 'جیسے' کی جگہ 'جی سے' مجلس کی جلد سوم ص ۲۴۹ کے مطابق بہتر ہے۔ ایک اور شعر، تینوں مروّج نسخوں میں غلط اور بے گانۂ معنی متن کا حامل ہے۔

سحر جلوہ کیوں کر رہے، گل ہو گیا ؎ یہ اندیشہ ہر رات، ہر دم رہا

مصرع اوّل کی درست اور بامعانی صورت نسخۂ کالج اور طبع دوم میں یوں ہے' سحر جلوہ کیونکر کرے، گل ہو گیا' اسی طرح یہ مصرع بھی تا قیامت تک سمجھ نہیں آتا، نسخۂ آسی ص 465 اوصافِ بوئے شعر سے اُلجھاؤ پڑ گیا، درست مصرع یوں ہے' اوصافِ مُو کے شعر سے۔۔۔' اِس غزل کے مقطع کا مصرع اوّل بھی آسی و عبادت کے نسخوں میں غلط درج ہوا ہے،' شرمادے سرد، ہو دے اگر آدمی روش' نسخۂ زیرِ بحث اور عبادت میں کتابت کا سہو یوں ہے ' شرمائے سرد ہو دے اگر آدمی روش'۔ دیوان چہارم میں ایک مصرع 'ہی' کے زائد اندراج سے ناموزوں ہو گیا ہے،' ہم جو فقیر ہوئے تو ہم نے، پہلے ہی ترک سوال کیا' اس مصرع میں 'ہی' غیر ضروری طور پر شاملِ متن کیا گیا ہے۔ آسی نے اپنی کلیات کے آخر میں میرؔ کے چند الفاظ کی فرہنگ بھی فراہم کی ہے۔ یہ لغت میرؔ کے کلام میں شامل حل طلب الفاظ کے دس فی صد کا بھی احاطہ نہیں کرتی اور پھر یہ کہ اس فرہنگ میں درج تمام معنی پر اعتماد بھی نہیں کیا جا سکتا، مثال کے طور پر دیوان چہارم کا ایک شعر ہے

سر ہی سے سرواہ یہ سب ہے، ہجر کی اُس کی کلفت میں ؎ سر کو کاٹ کے ہاتھ پہ رکھے، آپھی ملنے جاؤں گا

آسی نے 'سرواہ' کے معنی 'سر درد' درج فرمائے ہیں ہماری تحقیق کے مطابق 'سرواہ' کا لفظ کسی لغت میں درج نہیں، البتہ 'سر سے سرواہا ہے' کی صورت میں کہاوت ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ سر کے ساتھ پگڑی ہوتی ہے، سردار کے ساتھ فوج ہوتی ہے، ہمارے نزدیک میرؔ نے اِسی کہاوت سے اپنے شعر کا مضمون تعمیر کیا ہے۔ لہٰذا 'سرواہ' کو لفظ قرار دے کر اِس کے معنی 'سر درد' آسی صاحب کی اپنی اختراع دکھائی دیتی ہے۔ ایک مصرع ہے' عشق کا اُس پُر کار کے میں نے لوگوں میں اقرار کیا' آسی و عبادت کے نسخوں میں 'اقرار' کی جگہ 'اصرار' درج ہے جو ظاہر ہے غلط ہے۔ ایک اور مصرع آسی کے کلیات میں یوں مندرج دکھائی دیا' چاہت کیا اظہار کیا، سو اپنا کام خراب ہوا' حالاں کہ طبع دوم میں' چاہت کا اظہار کیا۔۔۔' بالکل درست متن ہے۔ دیوان پنجم کی ایک غزل میں یہ مصرع آسی ص 532، عبادت 739 پر یوں درج ہوا ہے' میلِ دلی اُس خود سر سے ہے جو پایا ہے خدائی کا' نسخۂ کالج اور طبع دوم میں اگر 'پایا' کی جگہ 'مایا' درج نہ ہو تو مفہوم شعر سمجھ میں نہیں آتا۔ زیر، زبر، پیش کی اغلاط بھی شعر کی تفہیم میں سدِ راہ بن جاتی ہیں۔ مثلاً

منہ اپنا کبھو وہ اِدھر کر رہے گا ؎ ہمیں عشق ہے تو اثر کر رہے گا

مصرع اول کو تینوں متداول نسخوں نے 'اُدھر' کے ساتھ درج کیا جب کہ محل 'اِدھر' کا ہے۔ ایک اور مصرع میں 'تو' کی جگہ طبع دوم اور آسی و عبادت نے 'تھا' درج کیا جو نادرست ہے۔ مصرع درست یوں ہے 'بہت کیا تو پتھر میں سوراخ کیے ہیں درفشوں نے'۔ اس شعر کا متن نسخۂ کالج اور طبع دوم کے مطابق ہے

ے
دے میر اثر جو شورشِ دل میں تھے ہیں کہاں　　　نالے کیے بہت سے جرس نے تو کیا ہوا

آسی و عبادت نے 'شورش' کی بجائے 'سوزش' درج کیا ہے، ہم نے قدامتِ متن کو یہاں فوقیت دی ہے۔ یہ مصرع بھی سہو کتابت سے بے معنویت کا حامل ہوا، 'رکھے تھا ہاتھ میں سررشتہ جہت سینے کا' کالج کی اشاعت میں 'جہت' کی جگہ 'بہت' ہے جو درست بھی ہے۔ ذیل کے مصرع پر جس قدر چاہے غور و فکر کریں، معنی کا سررشتہ ہاتھ نہیں آئے گا۔ 'بزم کی عیش شب کا یاں دن ہوتے ہی یہ رنگ ہوا'، درست متن نسخۂ کالج اور طبع دوم میں یوں ہے 'بزمِ عیش کی شب کا یاں ۔۔۔' درج ذیل شعر میں غلطی کی نوعیت سہو کتابت کی نہیں، ممکن ہے آسی نے حسب عادت مصرع بہتر بنانے کی سعی کی ہو۔

ے
دروازے پر کھڑا ہوں کئی دن سے یار کے　　　حیرت نے عشق کی مجھے دیوار کر دیا

نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'عشق' کی بجائے 'حسن' ہے اور مضامینِ غزل کی روایت کے مطابق بھی 'حسن' ہی درست ہے۔ دیوان ششم کی غزل میں ایک مصرع آسی کے مرتبہ کلیات میں یوں درج ہے 'نوبت سے ہو کوئی نئی نوبت بجا گیا' ہم نے نسخۂ کالج کے متن کو بہتر سمجھا اور اپنایا ہے 'نوبت سے اپنی ہر کوئی نوبت بجا گیا'۔ دیوان دوم کا شعر ہے

ے
جن و مَلَک، زمین و فلک سب نکل گئے　　　بارِ گرانِ عشق و دلِ ناتواں ہے اب

اس خوب صورت شعر کے مصرع ثانی کو 'بارگران وعشق و دلِ ناتواں ۔۔۔' لکھ کر یعنی محض واو زائد درج کر کے، بے معنی کر دیا ہے۔ نسخۂ آسی بظاہر جدید اندازِ کتابت و طباعت کا نمونہ (1941ء کے اعتبار سے) کہلاتا ہے، لیکن یہاں بھی یائے معروف کو یائے مجہول کی طرح کتابت کرنے سے آج کے قاری کے لیے بہت سی مشکلات جنم لیتی ہیں۔ مثلاً یہ شعر

ے
نالاں ہوئی کہ یاد ہمیں سب کو دے گئی　　　گلشن میں عندلیب ہماری زباں ہے اب

نسخۂ آسی اور بے مغز تقلیدِ محض میں عبادت کے یہاں بھی مصرع اولیٰ یوں درج ہے 'نالاں ہوئے کہ یاد ہمیں سب کو دے گئے'۔ زائد لفظ سے مصرع ناموزوں کرنے کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو 'زبانِ خامہ کے ملتے ہزاروں اشک گرتے ہیں' آسی کے یہاں ملتے ہی ہزاروں' درج ہوا ہے۔ ایک اور شعر دیکھیے

ے
شب روؤں ہوں ایسا کہ جدھر یار کا گھر ہے　　　جاتا ہے گلے چھاتی تک اودھر کو اُتر آب

نسخۂ آسی میں مصرع اول میں 'گھر ہے' کو 'گھر تھا' اور مصرع ثانی میں 'جاتا ہے' کی بجائے 'جاتا ہوں' درج ہے، دونوں غلطیاں ہیں اور دُور کرنے کے بعد ہی شعر کا متن قابلِ فہم ہو سکا ہے۔ مرتب اور تدوین کار کی شعر فہمی پر اعتماد برقرار رہنا بنیادی شرط ہے ورنہ اغلاط کا حامل تو ہر نسخہ کم و بیش ہوتا ہی ہے۔ آسی کے یہاں بھی کبھی کبھار ایسی 'حاشیہ آرائی' ملتی ہے کہ دیکھ کر اُن کی شعر فہمی پر سے ایمان اُٹھنے لگتا ہے۔ مثال کے طور پر اس خوب صورت شعر کو دیکھیے

ے
لیتی ہے ہوا رنگ سراپا سے تمہارے　　　معلوم نہیں ہوتے ہو گلزار میں صاحب

آسی نے حاشیے میں 'معلوم نہیں' کو 'معلوم ہمیں' سے بدلنے کی تجویز دی ہے۔ اس تجویز پر اگر عمل ہو تو لاکھ کا شعر خاک ہو کر رہ جائے! آسی صاحب کے کاتب نے یائے معروف و مجہول کی کتابت میں کسی ایک انداز کو نہیں اپنایا۔ اس سے بے پناہ تسامحات جنم لے سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک غزل کے مطلع اور دوسرے شعر کے مصرع ہائے ثانی کچھ اس طرح سے ہیں

زندگانی ہے درد سر ہے اب — بے دماغی ہی بیشتر ہے اب

پہلے مصرع میں 'زندگانی ہی' مطلوب ہے اور یہی کاتب آسی کی مراد بھی ہے لیکن اگلے ہی شعر کے دوسرے مصرع میں 'ہی' مطلوب ہے اور 'ہی' ہی درج بھی ہے۔ اگلی ہی غزل میں کتابت کے سہو کے سبب مصرع یوں درج ہوا 'اُس کے بالوں بھی بل کھایا ہے اب' 'بالوں' کے بعد 'نے' یہاں درج نہیں ('کلیاتِ میر' ص 471)۔ اسی طرح اگلے ہی صفحے 472 پر 'گرد و پیش' کی بجائے مصرع یوں درج ہے 'گرو پیش اُس دشمنِ احباب کے لشکر ہے اب'۔ ایک اور مصرع کا متن نسخۂ کالج اور شمس الرحمٰن فاروقی کی مدد و سند سے بہتر ہوا۔ 'جب سے بنائے صبح ہستی دو دم پر یاں ٹھہرائی' آسی کے یہاں آخری لفظ 'ٹھہرائی' کی جگہ 'ٹھہرا ہے' درج ہے جو اس لیے بھی مناسب نہیں کہ 'بنائے ہستی' کو میر نے مذکر نہیں باندھا ہوگا۔ دیوان سوم، ردیف ت کا ایک شعر دیکھیے

کسو کے بسترِ سنجاب و قصر سے کیا کام — ہماری گور کے بھی ڈھیر میں مکاں ہے میت

آسی کے یہاں 'بستر وسنجاب و قصر' درست نہیں، دوسرے مصرع میں آسی نے تو 'گور کی بھی ڈھیر' لکھا، مجلس نے بھی 'کی' ہی درج کیا ہے۔ دیوان سوم ردیف ٹ کی ایک غزل کا قافیہ آسی اور پیروی میں عبادت و مجلس نے یوں درج کیا ہے 'دل کے اُلجھنے سے ہے یہ عاشقوں کی پھٹ پٹ' حالاں کہ یہ غلط ہے درست لفظ 'پھپٹ' ہے جو میر نے ایک سے زائد مرتبہ طول بیانی اور بسیار گوئی کے معنی میں برتا ہے۔ مثلاً

ایک بات کا لوگوں میں پھپٹ اُسے کرنا — ہم ہیں گے بہت میر کے بُتار سے ناخوش

اس سے اگلے ہی شعر میں 'تھا' کی جگہ 'ہے' درج کر کے دونوں مصرعوں میں عدم مناسبت پیدا کر دی ہے۔ شعر ہے

مردے نہ تھے ہم ایسے، دریا پہ جب تھا تکیہ — اس گھاٹ گاہ و بے گہہ رہنے لگا تھا جمگھٹ

مصرع ثانی میں 'تھا' کی سند نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم سے دستیاب ہے۔ ایک اور مصرع دیوان چہارم سے ملاحظہ ہو۔ 'یوں ہی نکو رُو دلبر اپنا ہم سے ہوا ہے بد بر آج'، آسی کے صفحہ 476 اور مجلس کے متن میں 'بدتر' درج ہوا اور 'نکو رُو' کو 'نکورو' درج کر کے مصرع کو چیستان بنا دیا ہے۔ دیوان دوم ردیف چ کی تیسری غزل کے مطلع کا مصرع اوّل ہے 'دل کھو گیا ہوں میں یہیں دیوانہ پن کے بیچ' آسی نے طبع دوم، سوم کے تتبع میں 'یہیں' کی جگہ 'نہیں' درجِ متن کیا، جس کے بعد مصرع بے معنی ہو گیا ہے۔ ایک اور شعر دیکھیے

ایک کو اندیشۂ کار، ایک کو ہے فکرِ یار — لگ رہے ہیں لوگ سب چلنے کی تیاری کے بیچ

آسی کے مرتبہ کلیات ص 477 پر 'سب' کی کتابت 'شب' ہوئی ہے، 'پشتِ چشم نازک کرنا' میر نے اِس فارسی محاورے کو 'ناز و انداز دکھانا' کے معنی میں دیوان اوّل کی ردیف ت کے ایک قطعے میں بھی برتا ہے، ذیل کے شعر میں بھی یہی نادر محاورہ نظم ہوا ہے

دل نہ ایسا کر کہ پشتِ چشم وہ نازک کرے — سو بلائیں ہیں یہاں اُن ابرووں کے خم کے بیچ

نسخۂ کالج ص 725 پر بھی یہ شعر اسی متن کے ساتھ ہے لیکن آسی اور مجلس کے مرتب نے اِس محاورے سے عدم واقفیت کا مظاہرہ کیا

جب مصرع اول کے متن میں 'پشت وچشم' درج کیا۔ نول کشور دوم کے کاتب نے ص 436 پر اِس مصرع کے ساتھ خوب اجتہاد فرمایا وہاں متن ہے 'دل نہ ایسا چشم کر کہ پشت وہ نازک کرے۔ دیوان اول ردیف ح کی اولین غزل کا آغاز ہی نسخۂ آسی میں غلطی سے ہوا ہے 'ہونے لگا گزارِ غمِ یار بے طرح'، آسی کے یہاں 'گداز' ہے جب کہ نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں 'گزار' ہے جو یہاں بہتر بھی ہے۔ اِسی ردیف میں دیوان چہارم کی پہلی غزل کے مطلع کا مصرع اولیٰ ہی آسی اور مجلس دونوں نے غلط درج کیا ہے۔ 'کیا بیان کسو سے کریں اپنی بانکی طرح' یہ بھی ساتھ ملا کر لکھنے کی روش کا پیدا کردہ تسامح ہے، نول کشور دوم میں 'اپنے یاں کی طرح' کے بعد شعر کے معنی سمجھ آتے ہیں۔ میر کا ایک دلچسپ شعر دیوان سوم سے یوں ہے

یہ غلط فہمی ہے ہر زن، زن ہے یا ہر مرد، مرد / مرد و زن سب ہیں نہ پیر دیر و دختِ تاک سے

نول کشور دوم، سوم کے تتبع میں آسی کے یہاں بھی 'پیر و دیر و دختِ تاک' درج ہوئے جب کہ اس واؤ عاطفہ کے بعد مصرع اُلجھ جاتا ہے۔ ایک شعر دیوان اوّل کا یوں درج ہے

کیا کیا نیاز طینت اے ناز پیشہ تجھ میں / مرتے ہیں خاک رہ سے گوڑے رگڑ رگڑ کر

نسخۂ کالج کے علاوہ ماخذات آسی طبع دوم، سوم میں بھی 'تجھ بن' درست درج ہے، اس نوع کی اغلاط کاتبوں کی عجلتِ نگاہ کے سبب پیدا ہوتی ہیں، جن کا واحد علاج بار بار پروف دیکھنے کی صورت میں ہو سکتا ہے۔ آسی اور آسی کے ناشر نے بار بار پروف دیکھنے کی یقین دہانی تو بہت کرائی ہے لیکن اغلاط کی موجودگی اُن کے دعویٰ کی نفی کرتی ہے۔ اگلی ہی غزل میں مصرع ہے 'ہم اپنی آنکھوں کب تک یہ رنگِ عشق دیکھیں'، آسی کے یہاں 'آنکھیں' درج ہے، جس کا نہ یہاں موقع ہے اور یوں بھی نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'آنکھوں' کی سند موجود ہے، میر کا ایک نہایت رَچے ہوئے ٹھٹھول کا حامل شعر ہے

آخر عدم سے کچھ بھی نہ اکھڑا مرا میاں / مجھ کو تھا دستِ غیب پکڑ لی تری کمر

آسی اور مقلدین آسی (عبادت وفائق) کے یہاں 'پکڑنی' درج ہے، جس کے بعد مصرع سمجھ میں نہیں آتا۔

پشتِ پا ماری بس کہ دنیا پر / زخم پڑ پڑ گیا مرے پا پر

آسی کے کاتب نے مصرع ثانی یوں درج کیا 'زخم پا پڑ گیا مرے پا پر'۔ ایک اور شعر آسی کے یہاں خرابیِ متن کے سبب 'غارت' ہوا ہے

ٹکڑے جگر کے میرے مت چشم کم سے دیکھو / کاڑھے ہیں یے جواہر دریا کو میں بلو کر

یہ متن نسخۂ کالج اور طبع دوم کے مطابق ہے ورنہ آسی کے یہاں 'یے جواہر و دریا' کتابت ہوئی ہے۔ اسی طرح ایک اور کم معروف لفظ 'ملالت' کو طبع دوم اور آسی دونوں نے 'ملامت' درج کیا ہے۔

گوندھے گئے سو تازہ رہے، جو سبد میں تھے سو ملالت سے / سوکھ کے کانٹا پھول ہوئے وے اُس کے گلے کے ہار بغیر

اِسی ردیف میں دیوان ششم کا شعر بھی آسی کے یہاں سمجھ نہیں آ سکتا

الفت کی کلفتوں میں معلوم ہے ہوئی وہ / تھا اعتمادِ کلّی تاب و تواں کے اوپر

نسخۂ مجلس میں بھی مصرع اول اِسی طرح غلط درج ہے، البتہ دوسرے مصرع میں 'اعتماد' کو 'اعماد' درج کرنا خود اُن کے کاتب کا کمال ہے، مصرع اولیٰ کا درست متن نسخۂ کالج میں یوں ہے 'الفت کی کلفتوں میں معلوم بھی ہوئی نہ'، دیوان اوّل کا مطلع، ردیف ز کا ہے

ہے گریبان پارہ پارہ ہنوز ؎ خبط کرتا نہیں کنارہ ہنوز

نول کشور دوم اور نسخۂ کالج دونوں میں 'خبط' درست درج ہے جب کہ آسی کے یہاں 'ضبط' ہے غلطی کی نوعیت گمراہ کن ہے کہ کوئی مبتدی قاری اِسے درست بھی سمجھ سکتا ہے۔

دیکھو شاید ہو وہیں وہ دل فروش ؎ میرؔ کو طفلانِ تہ بازار میں

آسی کے ساتھ ساتھ مجلس کے یہاں بھی 'میرؔ کو' کی جگہ 'میرؔ تو' ہے، جس کا یہ محل نہیں، اس لیے قیاسی طور پر 'کو' کیا تا کہ مصرع بامعنی ہو کر دوسرے مصرع سے مربوط ہو سکے۔ ایک اور مصرع میں 'ٹک' کی جگہ 'ملک' درج کر کے کتابت کی پیدا کردہ لغویت کا مظاہرہ یوں ہوا 'ٹک کان ہی رکھا کر و فریاد کی طرف'۔ نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم کے متن کی بظاہر تصحیح، آسی یا اُن کے کاتب نے یوں فرمائی

ہم نے جانا تھا آشنا ہے عشق ؎ کیا ڈبایا محیط میں غم کے

آسی کے یہاں 'ڈبایا' کو 'دبایا' درج کیا گیا ہے۔ 'اب خاک برابر ہوئے ہموار ہیں ہم لوگ' آسی کے یہاں 'اب' کی جگہ 'اک' درج ہوا ہے۔ کتابت کی اغلاط کبھی کبھی معنی کی ایک بالکل ہی نئی جہت کی طرف اشارہ کرتی ہیں

کبھو کچھ ہم بھی کر لیں گے حسابِ دوستاں در دل ؎ بھلا تم نقدِ دل لے کر ہمیں دشمن گنو اب تو

آسی نے 'حسابِ دوشاں' درج فرمایا ہے۔ ایک مصرع دیکھیے 'کیا جانے جی نے چھاتی پہ بھر کر نہ کھائے گل'، مصرع میں 'جی' کی جگہ 'جن' کے درج کرنے تک مصرع میں معانی پیدا نہیں ہوتے۔ ایک اور مصرع یوں درج ہوا 'دل لوٹنے پہ مرغِ چمن کے نہ کی نظر'، یہاں واضح طور پر 'ٹوٹنے' درج ہونا چاہیے۔ مرتب نسخۂ مجلس کی یہ قیاسی تصحیح قبول کر لی ہے۔ ذیل کا شعر بھی نسخۂ کالج کے متن سے درست کیا گیا ہے

اگر دل سے اُٹھی تیرے یہ آہِ سرد کیا حاصل ؎ بلا ہے سوز سینہ میرؔ، لُوں ہو جائے گی جل کر

آسی اور ہمنواؤں کے یہاں مصرع اوّل میں 'لُوں' کی جگہ 'یوں' اور مصرع ثانی میں 'اُٹھی' کی بجائے 'اُٹھے' درج ہے۔ اختلافِ نسخ کی ایک اور صورت آسی اور نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں اس شعر میں ملتی ہے

جہاں میں رکھ گئے رسمِ وفا ہم ؎ کب آگے کوئی مرتا تھا کسی پر

آسی نے 'رکھ گئے' کی جگہ 'کر گئے' درج کیا جو اگرچہ غلط نہیں لیکن قدیم نسخوں کا متن زیادہ بہتر ہے، 'جور ہے یوں ہی غم کے مارے ہم' آسی کے یہاں 'ہی' کی جگہ 'ہیں' لکھا گیا جو درست نہیں۔ دیوان چہارم کے اس شعر کے دونوں مصرعوں میں ایک ایک غلطی پائی گئی ہے

سون کسے بیٹھے رہتے ہو، حال ہمارا سن کر تم ؎ اس سے زیادہ ہوتا نہ ہوگا دنیا میں بھی مچلا پن

آسی کے یہاں 'مچلا پن' کی جگہ 'نچلا پن' اور دوسرے مصرع میں 'سون کسے' کے بدلے 'سون کے' درج ہوئے ہیں۔ 'یہ سنا تھا میرؔ ہم نے کہ فسانہ خواب لا ہے'۔ آسی نے 'خواب لائے' درج کیا، نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں 'خواب لا' ہی ہے، کسی نے 'خواب زا' بھی درج کیا ہے۔ تاہم میرؔ کا یہ متن ماہرین میں متنازعہ ہے، اس لفظ کی مزید بحث کے لیے ملاحظہ ہو، شعر شور انگیز، جلد سوم، ص 141۔ آسی، عبادت اور مجلس میں اس شعر کا متن اہم غلطی کے سبب ناقابلِ فہم ہو کر رہ گیا ہے

غیر شرعی بھی دم رقص مزا کرتے ہیں ؎ مجلسِ حال میں موزوں حرکت شیخ کی دیکھ

میرؔ نے متعدد مرتبہ 'حیز شرعی'، 'شرعی مخنث' کے معنی میں استعمال کیا ہے، گو ماہرین لغت اِس لفظ کا درست املا ہائے ہنوز کے ساتھ یعنی 'ہیز' قرار دیتے ہیں۔ اِس مصرع میں 'غیر شرعی' کی جگہ اسی لفظ کی ضرورت ہے۔ ذیل کے شعر کے دونوں مصرعوں میں ایک ایک غلطی ہے

ے ہوائے میکدہ یہ ہے تو فوتِ وقت ہے ظلم　　نماز چھوڑ دیں اب کوئی دن گناہ کریں

مذکورہ متن کالج اور طبع دوم، سوم کے مطابق ہے۔ آسی کے یہاں مصرع اول میں 'وقت سے ظلم' اور مصرع ثانی میں 'دن' کی جگہ 'اور' درج ہوئے ہیں، یوں دوسرا مصرع موزوں بھی نہیں رہا۔ ایک اور شعر دیکھیے

ے کرتا ہے ابر دعویٰ دریا دلی عبث　　دامن نہیں مرا تو، تری آستیں نہیں

آسی اور مجلس میں 'تری' ہی مذکور ہے جو ضبطِ معنی کے لیے کافی ہے۔ نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں 'مری' ہے جس کے بعد شعر آئینہ ہو جاتا ہے۔ 'یہ درد اُس کے کیوں کہ کروں دل نشیں کہ آہ' آسی کے یہاں 'آہ' کی جگہ 'آؤ' غلط محض ہے، باقی نسخوں میں درست متن درج ہے۔ دیوان اول کا ایک معروف مطلع کا متن نول کشور دوم، سوم اور تبعیت میں آسی و عبادت میں یوں درج ہے

ے وعدے کو یار آگے معیوب کر چکے ہیں　　اس ریختے کو ورنہ ہم خوب کر چکے ہیں

نسخۂ کالج میں 'وعدے' کی جگہ 'دعوے' ہے اور یہ درست بھی ہے۔ چند غزلوں کے بعد ایک شعر کو آسی کے کاتب نے یوں ملیامیٹ کر رکھا ہے

ے بخت سیہ تو دیکھو کہ ہم خاک میں ملے　　سرے کی جا ہوئے تری چشم سیاہ میں

دوسرا مصرع نسخۂ کالج میں درست ہے 'سرے کی جائے ہو تری چشم سیاہ میں'۔ اسی طرح اس شعر کے مصرع اول میں خرابیِ متن کی صورت ملاحظہ ہو

ے یہ جو سر کھینچے قیامت ہے　　دل کو ہم پائمال رکھتے ہیں

جب کہ نول کشور دوم، سوم میں درست متن درج ہے جو یہ ہے 'یہ جو سر کھینچے تو قیامت ہے'۔ اس امر پر خوشی ہوتی ہے کہ ایک نہایت معروف غزل کا یہ مصرع آسی کے متن کے ساتھ رائج نہیں ہوا 'رکھتی ہے مجھے خواہش دل بس کہ پریشاں'، آسی کے نسخے میں 'بس کہ' کی جگہ 'بلکہ' کتابت ملتی ہے۔ میرؔ کا یہ شعر نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم، ص 184 میں یوں درج ہے

ے اگر جان آنکھوں میں اُس بن ہے پر ہم　　ابھی اور بھی کوئی دم دیکھتے ہیں

آسی نے مصرع اول میں 'پر' کی جگہ 'تو' درج کیا۔ سرسری خواندگی میں آسی کا متن درست لگتا ہے لیکن تامل کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ میرؔ نے 'اگر' کو 'اگرچہ' کے معنی میں (بہت سی اور جگہوں کی طرح) باندھا ہے۔ اس طرح 'پر' 'لیکن' کے معنی میں یہاں شعر کے مفہوم کے عین مطابق ہے۔ درج ذیل شعر میں آسی کے یہاں 'پیے' کی جگہ 'پئے' (برائے، کے لیے) درج ہوا، جو یہاں کار آمد نہیں، شعر یوں ہے

ے سرشک سرخ کو جاتا ہوں جو پیے ہر دم　　لہو کا پیاسا علی الاتصال اپنا ہوں

ایک اور شعر میں کتابت کی ذرا سی غلطی نے شعر کو غلط تر کرنے میں کامیاب کردار ادا کیا

؎ باغباں باغ اجارے ہی اگر دینا تھا تھے زرِ داغ سے ہم بھی تو خریدارِ چمن

آسی کے یہاں 'اجارے' کی جگہ 'اُجاڑے' درج ہوا ہے۔ ایک اور خوب صورت شعر کا متن ملاحظہ ہو

؎ حاصل ہے کیا سوائے تر آنے کے دہر میں اُٹھ آسماں تلے سے کہ شبنم بہت ہے یاں

آسی نے 'تر آنے' ایسے میر کے محبوب لفظ کو 'ترائی' درج کر کے مفہوم غتر بود کر دیا ہے۔ 'دیکھ کر خوں خوار سج اُس کی، خطر آیا ہمیں' آسی نے طبع دوم، سوم کی تبعیت میں 'نظر آیا ہمیں' درج کیا جو نسخۂ کالج کے متن سے مختلف بھی ہے اور غلط بھی۔ 'پیری سے جھکتے جھکتے، پہنچا ہوں خاک تک میں' کو آسی نے ص 300 اور عبادت نے ص 462 پر 'جھلتے جھلتے' درج کیا ہے۔ 'کلیاتِ میر' مرتبہ عبادت بریلوی میں ایک مقام بھی ایسا نہیں جہاں آسی کی کسی غلطی کی تصحیح کی گئی ہو، چونکہ عبادت صاحب کے کاتب نے آسی کے نسخے کی من و عن نقل تیار کی ہے اس لیے اُن تمام اغلاط کا دَر آنا لازمی تھا جو آسی کے متن میں تھیں، البتہ جو غلطیاں خود اس نسخے کے کاتب نے کی، وہ اِن پر مستزاد ہیں۔ دیوان دوم کا یہ شعر ملاحظہ ہو

؎ شبیہ شکل سا ہے حال، ضبطِ عشق کے بیچ کہ رنگ روپ ہے سب کچھ ولیک بے جاں ہے

آسی اور عبادت و مجلس کے یہاں 'شکل سے ہے' درج ہوا ہے، یہاں 'سا' کی قیاسی تصحیح کے بغیر معنی برآمد نہیں ہوتے اس کے علاوہ آسی و مقلدین نے 'حالِ ضبطِ عشق' یعنی غلط اضافت سے مصرع کو بالکل ہی ناکام و بے گانۂ معنی کر کے رکھ دیا ہے۔ ایسی ہی صریح غلط اضافت اِسی غزل کے مطلع کے مصرع اولیٰ میں 'ابر' کے نیچے درج کی ہے 'اگرچہ اب کے ہم اے ابرِ خشک مژگاں ہیں' حالاں کہ 'خشک'، 'مژگاں' کو کہا ہے نہ کہ 'ابر' کو۔ مزید لطف یہ کہ دو غیر ضروری اضافتیں بھی اسی غزل کے دو مصرعوں میں درج ہیں، تو اسی غزل کے مقطع میں دو ضروری اضافتوں کو 'حذف' بھی فرمایا گیا

؎ جو ابر دشت میں برسے، تو ہم اُڑا دیں خاک وہ میرِ آب ہے ہم یاں کے میرِ ساماں ہیں

آسی و مجلس میں 'میر آب' اور 'میر ساماں' درج ہوئے، جب کہ یہاں زیر کسرہ کے بغیر مفہوم ہی برآمد نہیں ہوتا۔ ایک عربی کہاوت ہے کہ 'رات کے پیٹ میں دن کا حمل ہوتا ہے' یعنی صبح کیا ہو، خود صبح کیسی ہو، یہ کسی کو معلوم نہیں ہوتا، میر نے اس محاورے کو اپنے اشعار میں تین مرتبہ (کم از کم) استعمال کیا، نہیں معلوم نسخہ ہائے آسی، عبادت، مجلس کے مرتبین میں سے ایک نے بھی اس کہاوت سے آگاہی کا مظاہرہ نہیں کیا اور درج ذیل شعر کا قافیہ 'حائل' باندھا جب کہ ایک شعر قبل یہ قافیہ بندھ چکا ہے۔ شعر ہے

؎ آج کیا فردائے محشر کا ہراس صبح دیکھیں کیا ہو، شب حال ہے میاں

اسی طرح ایک اور مصرع ہے جو عجیب و غریب متن کا حامل ہے، آسی ص 419 'حسن اک چیز ہے ہو دین کہ تو ہونا صحیح' مصرع کی درست صورت یوں ہے 'حسن اک چیز ہے ہم ہو دیں کہ تو ہونا صحیح'۔ متن کی ایک اور فاحش غلطی کی شکل ملاحظہ ہو 'ایک سوال میں دو عالم دیں، ان سے دل کے تنگ نہیں' نسخۂ کالج اور طبع دوم میں درست مصرع یوں ہے۔۔۔ 'اتنے دل کے تنگ نہیں'۔ اسی طرح ایک اور مصرع ہے 'بولیں کیا اہل نظر خاموش ہیں حیرت سے یاں'، آسی، عبادت اور مجلس میں 'حیرت' کی جگہ 'حسرت' درج ہوا ہے۔ دیوان پنجم کا ایک شعر ہے

؎ باتیں کڈھب رقیب کی ساری ہوئیں قبول مجھ کو جو اُن سے عشق تھا میری نہ مانیاں

یہ متن نسخۂ کالج اور طبع دوم کے مطابق ہے، آسی کے کلیاتِ میر میں مصرع ثانی میں 'مجھ کو' کی جگہ 'تجھ کو' ہے، جو غلط ہے۔

درویش جو ہوئے تو گیا اعتبار سب ۔۔۔ اب قابل اعتماد کے قول و قسم نہیں

آسی کے کلیات ص 588 پر 'کیا اعتبار سب' درج ہے جو درست نہیں۔ زیر، زبر، پیش کی اغلاط میں سے یہ بھی قابلِ ذکر ہے، ایک مقطع ہے

کہنے لگا کہ میر تمہیں بیچوں گا کہیں ۔۔۔ تم دیکھیو نہ کہیو، غلام اِس کے ہم نہیں

آسی کے یہاں بہ صراحت ضم 'غلام اُس کے' درج ہوا ہے۔ 'میرے' کی جگہ 'میر' اور 'میر' کی جگہ 'میرے' کی غلطی کلیاتِ میر میں کئی ایک مقامات پر مشاہدہ ہوئی ہے۔ مثال کے طور پر مرتبہ آسی نسخے میں ص 589 پر 'میر' درج ہوا جب کہ درست متن 'میرے' ہے

رونا روزِ شمار کا مجھ کو آٹھ پہر اب رہتا ہے ۔۔۔ یعنی میرے گناہوں کو کچھ حصر وحدوحساب نہیں

ایک اور سہو جو بظاہر کتابت کا ہے، ملاحظہ ہو

عشق میں ہم سے تم سے کھپیں تو کھپ جاویں، غم کس کو ہے ۔۔۔ مارے گئے ہیں اس میداں میں، کیا دل والے جگرداراں

آسی کے یہاں 'کھپیں' کی جگہ 'کہیں' درج ہے۔

گم ہوا ہوں یاں سے جا کر میں جہاں ۔۔۔ کچھ نہیں پیدا کہیں میرا نشاں

مصرع ثانی میں 'کہیں' طبع دوم کے مطابق بہتر ہے، آسی کے متن میں 'کہاں' ہے، 'وہاں' ہو تو سب سے بہتر ہو لیکن اس کی سند کسی نسخے سے میسر نہیں۔ ایک اور مصرع دیوان اول سے ہے 'قد قامت یہ کچھ ہے تمہارا، لیکن قہر قیامت ہو' نسخۂ آسی میں 'قد قامت پر کچھ ہے' سے مصرع بے معنی ٹھہرتا ہے۔ اسی طرح ایک مصرع میں واوٗ عاطفہ حذف کرنے سے ہی مصرع ترسیل معنی کے قابل نہیں رہا

دشمن تو اک طرف، کہ سبب رشک کا ہے یاں ۔۔۔ در کا شگاف و رخنۂ دیوار کیوں نہ ہو

آسی کے کلیاتِ میر میں 'در کا شگاف' اور 'رخنۂ دیوار' ایک ہی لگتے ہیں کہ درمیان میں واوٗ عطف درج نہ ہو سکا۔ ایک اور شعر ملاحظہ ہو

ہر دم کی تازہ مرگِ جدائی سے تنگ ہوں ۔۔۔ ہونا جو کچھ ہے آہ سو یک بار کیوں نہ ہو

یہ متن نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم کے مطابق ہے ورنہ آسی کے یہاں 'ہونا جو کچھ ہوا آہ۔۔۔' بہت سی اغلاط جب نول کشور سوم اور آسی کے یہاں مشترک دکھائی دیتی ہیں تو یہی گمان گزرتا ہے کہ آسی کا متن صرف اور صرف طبع سوم پر منحصر ہے مثال کے طور پر دیوان اول کا ہی ایک معروف شعر ان دونوں نسخوں میں یوں مندرج ہے

خالی نہیں غزل کوئی دیوان سے مرے ۔۔۔ افسانہ عشق کا ہے یہ مشہور کیوں نہ ہو

طبع دوم اور نسخۂ کالج میں 'غزل' کی جگہ 'بغل' ہے اور یہی درست بھی ہے۔ ایک خوب صورت مصرع کا حلیہ متن کی خرابی نے آسی کے ص 133 پر یوں بگاڑا ہے 'بلا ہے چشم ترانشا کے راز کرنے کو' حالاں کہ درست مصرع ہے 'بلا ہے چشمِ ترافشائے راز کرنے کو'۔

کیا پھرے وہ وطن آوارہ گیا اب سو ہی ۔۔۔ دلِ گم کردہ کی کچھ خیر خبر مت پوچھو

مصرع اوّل میں 'گیا اب سو ہی' غلط ہے اور صرف آسی نے درج کیا ہے۔ نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں 'گیا اب سو گیا' درست اور بہتر متن ہے۔ دیوان دوم کے ایک شعر میں آسی صاحب کے کاتب نے شعر کا قافیہ ہی بدل دیا، مضمونِ شعر کے مطابق

'بٹھاتے' قافیہ ہے جب کہ آسی کے یہاں 'بلاتے' درج ہوا ہے، ص312۔ شعر ہے

تم جس کسو کو اپنے ٹک پاس بٹھاتے ہو　　　آوارہ اُسے پھرتے پھر برسوں گزرتے ہیں

آسی کے متن میں ایک اور اختلاف، نسخۂ کالج کے متن سے، نہایت اہم ہے لیکن یہ اختلاف کتابت کا پیدا کردہ نہیں بلکہ نول کشور دوم، سوم میں بھی 'نکلے جور ہو' درج ہوا ہے، حالاں کہ یہاں ضرورت 'نچلے جور ہو' کی ہے اور یہ متن نسخۂ کالج میں مندرج بھی ہے، شعر ہے

ٹھہرے تو ٹھہرے دل بھی مرا نچلے جور ہو　　　ٹھہراؤ تم کو شوخی سے جوں برق تک نہیں

ایک اور مصرع میں واؤ عاطفہ حذف ہونے سے وزن اور معنی دونوں خلل پذیر ہوئے ہیں 'خالِ سیاہ و خطِ سیاہ، ایمان و دل کے رہزن تھے'، اس مصرع میں 'خالِ سیاہ' کے بعد واؤ آسی کے کاتب نے درج نہیں کیا۔ کاتب نے ایک مصرع میں فقط اتنا کیا کہ الف کو ممدودہ درج کر دیا اور یوں 'دیدہ درائی' کا محاورہ الگ الگ تین الفاظ (بے معنی) میں بدل گیا یعنی 'دیدہ در آئی' ہو گیا، شعر دیوان سوم کا ہے

کھاتے ہو دیدہ درائی سے قسم کا ہے کو　　　چشم پوشی کا مری جان تمھیں لپکا ہے

اسی دیوان اور ردیف میں ایک مقطع آسی کے ساتھ ساتھ مجلس نے بھی تقلیدِ محض کے نتیجہ میں یوں درج کیا ہے۔

اس خرابے میں مری جان تم آباد رہو　　　میرؔ مل کے بہت خوش ہوئے تم سے پیارے

'میرؔ مل کے' درست نہیں بلکہ 'میرؔ ہم مل کے' درست ہے۔ شعر شور انگیز کے انتخاب میں یہ شعر شامل ہے، جلد سوم، ص540 پر مصرع اول میں 'پیارے' کی جگہ 'سارے' درج ہوا، اس سے آسی کا 'پیارے' زیادہ مطابق مضمونِ شعر ہے۔ اگرچہ مجلس کے مرتب کا کہنا ہے کہ اُن کا متن بنیادی طور پر نسخۂ آسی پر مبنی ہے لیکن بہت سے مقامات پر جہاں نسخۂ مجلس کا متن درست اور آسی کے یہاں متن واضح طور پر غلط ہے، وہاں بھی مرتب نسخۂ مجلس نے اختلاف نسخ کی نشان دہی نہیں کی۔ مثال کے طور پر نسخۂ مجلس میں یہ مصرع درست درج ہے 'آج ہمارا سر دکھتا ہے، صندل کا بھی نام نہ لو' آسی کے نسخے میں ہے 'آج ہمارا سرو کہتا ہے' ظاہر ہے یہ غلط ہے۔ تمام نول کشوری نسخوں میں ایک غلطی نہایت عجیب سی ہے کہ غزل کی ردیف 'دونوں' بہ اعلان نون غنہ درجِ متن ہوئی ہے لیکن اس غزل کا اندراج ردیف و میں کیا گیا ہے، دیوان چہارم کی یہ غزل ہمارے نسخے میں 1238 نمبر شمار کے تحت درج ہوئی ہے اور اس کا مطلع ہے

رہ رہ گئے مہ و خور، آئینہ وار دونو　　　کیا کیا جھمک گئے ہیں رخسار یار دونو

ایک اور غلطی جس میں مجلس کا متن درست اور آسی کا واضح طور پر غلط ہے، مرتب نسخۂ مجلس نے اختلاف متن درج نہیں کیا، مصرع ہے 'ایک دم اُس بے چشم و رُو کی تیغ تلے بھی جا بیٹھو' آسی کے یہاں 'بے چشم و رُو' کی جگہ 'بے چشم درد' درج ہوا ہے، ص نمبر510 پر۔ دیوان پنجم ردیف و میں دو جگہ 'شملے' کے ساتھ 'تحقیقی' کا لفظ ہے جب کہ پگڑی کے متعلقات میں لفظ 'تخفیفی' ہلکی پھلکی، رات کو سوتے وقت پہنی جانے والی پگڑی کے معنوں میں لغات میں درج ہے، زیر نظر شعر میں مصرع اول میں 'تحقیقی' تمام نسخوں کی مشترک غلطی ہے لیکن آسی اور مجلس نے دوسرا مصرع نہایت مضحکہ خیز متن کے ساتھ اندراج کیا ہے وہاں 'شیخوں کی گالیوں میں' درج ہے اصل

میں شعر نسخۂ کالج کے ص 676 اور نول کشور طبع دوم کے ص 408 کے مطابق یوں ہے

تخفیفی شملے پیرہن و کنگھی اور کلاہ — شیخوں کی گاہ اِن میں کرامات ہو تو ہو

دیوان دوم کی ردیف ہ میں درج شعر کے مصرع ثانی میں آسی کے متن میں دو لفظ غلط ہوئے ہیں۔ شعر ہے

اِک اُس مغل بچے کو وعدہ وفا نہ کرنا — کچھ جا کہیں تو کرنا آرے بلے ہمیشہ

آسی کے کلیاتِ میر میں 'کرنا' کو 'کرتا' لکھا گیا ہے۔ 'آرے بلے' (حیلے، بہانے) کی جگہ 'آرے بے' درج ہے، اس متن کے ساتھ شعر معنی سے بے گانہ ہو گیا ہے۔ 'شاہد عادل عشق کے دونوں پاس ہی حاضر ہیں یعنی'، یہ مصرع نسخۂ کالج اور طبع دوم کے مطابق ہے جب کہ آسی کے یہاں مصرع سرے سے مختلف اور بے معنی متن کا حامل ہے 'شاہد عاشق کے دل دونوں ۔۔۔' ایک اور مصرع بظاہر معمولی سی کتابت کی غلطی کے باعث آسی کے متن میں نہایت مضحکہ خیز معنی کا حامل یوں ہوا ہے 'آنا اُس کا ظاہر ہے پژمردہ لایا پان نہ کرد' جب کہ یہ شعر یوں ہے

آنا اُس کا ظاہر ہے پر مژدہ لایا یاں نہ کرد — جی ہی نکل جاوے گا اپنا یوں ہی ذوقِ خبر کے ساتھ

ایک اور شعر دیوان ششم کا نسخۂ کالج ص 748 اور طبع دوم ص 451 پر اس متن کے ساتھ ہے

کام اُس سے، پکڑ کمر نہ لیا — ہیچ کارہ بھی ہے یہ ناکارہ

آسی اور مجلس کے متن میں 'یہ' کی جگہ 'وہ' درج ہے، جو اس لیے درست نہیں کہ 'یہ' کا مرجع شعر میں 'عاشق' ہے جب کہ 'وہ' کا مخاطب کوئی معشوق ہوگا جو شعر کے مفہوم کے مطابق درست نہیں۔ اس تدوینِ میر کے مطابق غزل نمبر 1348 کے اشعار کی ترتیب آسی اور مجلس میں نہایت غلط ہے، اس غلطی کا اندازہ اس طرح ہوا کہ ان دونوں نسخوں نے صرف دو شعروں (ہماری ترتیب کے مطابق شعر 3 اور 4) کو غزل کے آخری دو شعروں کے طور پر اور بطور قطعہ درج کیا جب کہ واقعہ یہ ہے کہ پانچ اشعار کی اس غزل میں مطلع کے علاوہ چار شعر قطعہ بند ہیں اور یہ مسلسل اشعار کے طور پر عاشق و معشوق کا مکالمہ ہیں، جن کی ایک خاص ترتیب کر دی جائے تو نہایت پُر لطف قطعہ ہاتھ آتا ہے۔ کلیاتِ میر کے مطبوعہ نسخوں میں اس غلطی کے انکشاف کے بعد اس بات کا امکان پیدا ہو جاتا ہے کہ اس نوعیت کی اغلاط اور بہت سی ہو سکتی ہیں جن میں اشعار کی ترتیب بدل کر قطعہ بند اشعار، الگ الگ شعر قرار دیے گئے ہوں اور اِن میں سے بہت سے شعر معنوی طور پر مکمل اور خود کفیل نہ ہوں۔ آسی اور پیروکار نسخۂ مجلس کی ایک اور غلطی اور اس کے سبب متن کی بے معنویت کا اندازہ قائم کرنے کے لیے یہ شعر دیکھیے

تنگ تو لطف سے کچھ کہہ کہ جاں بلب ہوں میں — رہی ہے بات مری جان اب کوئی دم کی

مذکورہ دونوں نسخوں میں مصرع ثانی یوں ہے 'رہی ہے بات مری جاں بہ لب کوئی دم کی'۔ ذیل کا شعر بھی آسی کے نسخہ میں معنی سپرد کرنے پر تیار نہیں

ڈر مجھ نفس سے غیر کہ پھر جی ہی سے گیا — دل کو کسو ستم زدہ کی بد دعا لگی

نہ جانے مصرع ثانی میں 'دل' کہاں سے درج کیا گیا جب کہ نول کشور دوم، سوم میں 'جس' ہے، جس کے بعد مصرع اور شعر بامعنی ہو جاتے ہیں۔ میر کے دیوان اوّل کے ایک دو غزلے کے سلسلے میں آسی نے یہاں بھی ایک بار پھر وہی غلطی دہرائی جو دیوان

اوّل کی ردیف الف میں ایک سہ غزلے میں کی گئی ہے، پہلی غزل کا آخری شعر ہے

ہے جی میں غزل در غزل اے طبع یہ کہیے   شاید کہ نظیری کے بھی عہدے سے برآوے

آسی نے اس آخری شعر کو دوسری غزل کا مطلع قرار دے کر درج کیا جب کہ اُس غزل کا مطلع اصل میں میر کا یہ معروف شعر ہے

جب نام ترا لیجیے تب چشم بھر آوے   اس زندگی کرنے کو کہاں سے جگر آوے

ایک اور مصرع میں 'ہارے' کی جگہ، طبع سوم کی پیروی میں آسی کے یہاں 'مارے' درج ہوا، غلطی کی یہ نوعیت ایسی ہے جو عام قاری کی نگاہ سے اوجھل رہتی ہے۔ نسخۂ کالج کے ص 213 پر شعر درست درج ہے

پھرتے پھرتے عاقبت آنکھیں ہماری مند گئیں   سو گئے، بے ہوش تھے ہم راہ کے ہارے ہوئے

اسی طرح آسی کے کلیات ص 183 پر اس مطلع کے مصرع ثانی میں 'جلوہ' کی جگہ 'جادا' درج ہوا ہے۔ جب تک کہ ترا گزر نہ ہووے جلوہ مری گور پر نہ ہووے دیوان اوّل ہی کی ایک اور غلطی ایسی ہے جس پر سے نگاہ پھسل سکتی ہے، اگر غائر نہ ہو!

وہ آنکھیں پھیرے ہی لیتا ہے، دیکھیے کیا ہو   معاملت ہے ہمیں دل کی، بے مروّت سے

آسی کے متن میں مصرع اول کے 'دیکھیے' کی جگہ 'دیکھتے کیا ہو' درج ہے، جس کی مطابقت مفہومِ شعر سے نہیں ہے۔ ایسی ہی ایک اور غلطی اِس شعر میں مشاہدہ کیجیے

دل کش یہ منزل آخر دیکھا تو راہ نکلی   سب یار جا چکے تھے، آئے جو ہم سفر سے

نسخۂ آسی ص 190 پر 'راہ نکلی' کی جگہ 'آہ نکلی' درج ہے جو بظاہر درست لگتا ہے لیکن نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں 'راہ نکلی'، 'منزل' کے حوالے سے ہے اور درست ہے۔ ایک اور غلطی جس کا مظاہرہ نسخۂ آسی میں متعدد مرتبہ ہوا کہ ایک ہی زمین کی غزلوں میں آخری شعر کو اگلی غزل کے مطلع کے طور پر درج کرتے ہیں۔ یہی کچھ اس شعر کے ساتھ ہوا، حالانکہ مطلع کی جگہ مطلع کی ہیئت کا حامل شعر درج ہونا لازمی ہے۔

تغیر قافیہ سے یہ طرحی غزل کہوں   تا جس میں زور کچھ تو طبیعت کا چل سکے

نول کشور سوم اور تتبع میں آسی کے یہاں میر کا ایک نہایت معروف مقطع ایک اختلاف کے ساتھ ملتا ہے

طرف ہونا مرا مشکل ہے میر اس شعر کے فن میں   یوں ہی سودا کبھو ہوتا ہے سو جاہل ہے کیا جانے

مذکورہ نسخوں میں 'فن میں' کی جگہ 'فن سے' درج ہے، ہم نے نسخۂ کالج اور طبع دوم کے مطابق متن اختیار کیا ہے۔ ایک شعر میں 'سپہر' کی جگہ 'اسیر' درج ہوا، کتابت کی اس غلطی کی تصحیح نہیں ہو سکی، شعر ہے

لوٹوں ہوں جیسے خاک چمن پر میں اے سپہر   گل کو بھی میری خاک پہ یوں ہی لٹائیے

ایک اور مصرع میں 'کہوں' کو 'کہاں' درج کیا ہے جب کہ طبع دوم، سوم میں مصرع درست درج ہوا ہے۔

دل کا جانا آج کل تازہ ہوا ہو تو کہوں   گزرے اس بھی سانحے کو ہم نشیں مدت ہوئی

اس مصرع کے متن میں بھی آسی نے نول کشور دوم، سوم سے فرق متن اختیار کیا، اُن نسخوں میں معنی مصرع کے مطابق لفظ 'چمکی' ہے جب کہ آسی اور عبادت کے یہاں 'جھپکی' درج ہوئے ہیں۔ شعر دیوان دوم کا یوں ہے

ے چشمکی ہے مری آنکھ لبِ لعلِ بتاں سے اس بات کے تئیں جانتی ہے ساری خدائی

آسی کے کلیات ص 332 پر ایک لفظ 'دلوں' درجِ مصرع ہوا جب کہ مصرع کے دوسرے حصے میں 'شبوں' کے حوالے سے یہاں 'دنوں' کا محل ہے، نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں درست متن ہے جو یوں ہے

ے بے تابی ہے دنوں کو، بے خوابی ہے شبوں کو آرام و صبر دونوں، مدت ہوئی سدھارے

آسی کے یہاں اسی دیوان کے ایک شعر کے دونوں مصرعے غلط درج ہوئے، مصرع اولیٰ میں 'اوپر' کی جگہ حرف 'پر' درج ہوا، جو باعتبار معنی تو درست ہے لیکن مصرع ساقط الوزن ہوگیا ہے۔ دوسرے مصرع میں 'روزِ شمار' کی رعایت سے میر نے 'حرفِ حسابی' تحریر کیا لیکن آسی کے یہاں یہ 'حرفِ شتابی' کی صورت اختیار کر گیا۔ شعر ہے

ے یہ جھگڑا، تنگ آ کر، میں رکھا روزِ شمار اوپر کروں کیا، تم تو لڑنے لگتے ہو حرفِ حسابی سے

اسی دیوان کے ایک اور شعر میں آسی کے یہاں دونوں مصرعوں میں ایک ایک غلطی ہونے پر شعر بے معنی ہوگیا۔

ے کسے ہیں بند اُن نے کیسے، کس درویش سے ملیے جو ایسے سخت عقدوں کی طلب کریے کشاد اُس سے

مصرع اوّل میں 'کسے' نول کشور دوم، سوم کے مطابق ہے، آسی کے نسخے میں 'کے' ہے شاید 'کیے' ہو جسے کاتب نے غلط درج کیا ہو، مصرع ثانی میں 'کشاد' کی جگہ 'تو شاد' البتہ درست نہیں ہے۔ ایک بہت خوب شعر میں کتابت کی ادنیٰ غلطی بھی نہایت بدنما دکھائی دیتی ہے، ذیل کے شعر میں آسی کے متن میں بے احتیاطی کے سبب 'اپنے' کی بجائے 'اپنا' کتابت ہوئی ہے

ے رہنے کی اپنے جا تو، نے دیر ہے نہ کعبہ اُٹھیے جو اُس کے در سے تو ہو جیے کدھر کے

ایک اور شعر میں آسی صاحب نے متن کی غلطی فرمائی جب کہ فائق صاحب نے حاشیے میں غلط کو درست اور درست کو غلط متن قرار دے کر اپنی شعر فہمی کو معرضِ شک میں ڈالا، پہلے شعر دیکھ لیجیے

ے دل خوں ہو، تیرے پاؤں میں پھر کر حنا لگے پس جائیں یار آنکھ تری سرمگیں پڑے

آسی کی غلطی مصرع اول میں 'سرمگیں' کی جگہ 'سرمہ' پڑ درج ہوا ہے۔ نول کشور دوم، سوم میں متن درست ہے جو شعر میں اپنایا گیا ہے، فائق صاحب نے نسخۂ مجلس کی جلد دوم ص 316 پر یہ حاشیہ درج کیا کہ آسی کے یہاں 'پھر کر' درست نہیں بلکہ نول کشور دوم، سوم میں 'پھر کر' درست ہے حالاں کہ 'پھر کر'، 'دوبارہ' کے معنی میں، کے متن میں درج کرنے سے شعر کا مضمون بہت بہتر اور معنیِ نازک کا حامل ہو جاتا ہے اور اِس متن میں کثرت و پہلو داریِ معنی بھی بہت زیادہ ہے، دونوں مصرعوں میں ربط بڑھ جاتا ہے جب کہ مرتب نسخۂ مجلس کے 'پھر کر' سے دونوں مصرعے الگ الگ مکمل ہوتے اور مضمونِ شعر بالکل محدود اور عام سا ہو کر رہ جاتا ہے۔ نول کشور طبع سوم کی ایک اور واضح غلطیِ متن کا آسی کے یہاں جوں کا توں اعادہ اس شعر کے دوسرے مصرع میں ہوا

ے کیا اُن سے ہاتھ اُٹھاؤں، گو اس میں جان جاوے ترکِ بتاں کا مجھ سے لیتے ہیں قول، یوں ہی

مذکورہ دونوں نسخوں میں 'جاں نہ جاوے' درج ہے، اِسی طرح درج ذیل شعر کے مصرع اول میں، نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'خاک' ہے جو درست ہے لیکن نول کشور طبع سوم اور آسی کے متن میں 'خاک' کی جگہ 'خون' درج ہے

ے سیلاب میری آنکھوں سے کب تک رواں رہے یہ دونوں چشمے خاک سے بھر دوں تو خوب ہے

ایک اور شعر میں میرؔ نے 'تنگی' کی جمع 'تنگیاں' استعمال کیا، آسی کے کاتب نے اِسے 'تنگ یاں' سمجھا اور درج کیا، جس سے معنی میں خلل واقع ہوا

؎ اب حوصلہ کرے ہے ہمارا بھی تنگیاں ۔۔۔ جانے بھی دو بتوں کے تئیں، کیا خدا ہیں یے

دیوان دوم کی ردیف ی میں دو اشعار کے قطعے کا یہ شعر نہایت معروف ہے، آسی اور مجلس کے یہاں اس کا متن یہ درج ہوا ہے

؎ جائے غیرت ہے خاکدانِ جہاں ۔۔۔ تو کہاں منہ اُٹھائے جاتا ہے

یہ شعر 'جائے عبرت' کے متن کے ساتھ زبانِ زد عام ہے اور مفہومِ شعر کے اعتبار سے درست بھی 'عبرت' ہی ہے، 'غیرت' کو کتابت کا سہو قرار دیے بنا چارہ نہیں۔ اسی دیوان کے ایک شعر پر آسی نے قیاسی اصلاح دی ہے، درج ذیل شعر کے حاشیے میں رقم کرتے ہیں 'اک آگ لگ رہی ہے' شعر دیکھ کر اندازہ ہو جائے گا کہ میرؔ کا متن ہی بہتر ہے

؎ چھاتی جلا کرے ہے، سوز دروں بلا ہے ۔۔۔ اک آگ سی رہے ہے کیا جانیے کہ کیا ہے

دیوان دوم کی آخری غزل میں بھی کتابت کی ایک غلطی آسی صاحب کے یہاں ہے ص 328 پر شعر کے دوسرے مصرع میں 'زاہد اُنہوں کا' درج ہوا جب کہ نول کشور دوم، سوم کے مطابق شعر کا درست متن حسبِ ذیل ہے

؎ ہے شعبدے کے فن میں کیا دست ے کشوں کا ۔۔۔ زاہد اُنہوں میں جا کر آدم سے خر بنے ہے

دیوان سوم کی تیسری غزل، متنِ آسی میں سہواً 'جی' کی جگہ 'جس' درج ہوا ہے۔ شعر ہے

؎ سوز دروں سے آگ لگی ہے سارے بدن میں تب سی ہے ۔۔۔ طاقت دل کی تمام ہوئی ہے جی کی چال کڈھب سی ہے

ایک اور شعر میں نسخۂ کالج اور دونوں نول کشوری نسخوں میں 'سرو وگل' درج ہے جو بہ اعتبار معنی اور وزن ہر دو طرح درست بھی ہے لیکن آسی کے یہاں واوٴ عاطفہ درج نہیں، 'سر وگل' معنی اور وزن دونوں طرح غلط ہے

؎ آگے جنوں سے چھاؤں میں تھے سرو گل کی ہم ۔۔۔ سر پر ہمارے سایہ فگن اب کریل ہے

اسی دیوان و ردیف کے ایک اور شعر میں بھی آسی کے نسخے میں واوٴ عاطفہ کے حذف سے معنی میں خلل واقع ہوا ہے، آسی نے 'شوق اسیری' جہاں درج کیا ہے وہاں نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں 'شوق و اسیری' ہے، یہی متن مضمون و مفہوم شعر کے مطابق ہے

؎ ہم طائر بے پر ہیں وے جن کو بہاراں میں ۔۔۔ گل گشتِ گلستاں کا ہے شوق و اسیری ہے

کلیاتِ میر مرتبہ آسی میں دیوان سوم، ردیف ی میں ایک غزل کا ایک شعر ہی درج نہ ہو سکا جب کہ قدیم نسخوں کے علاوہ مروّجہ نسخوں میں بھی یہ شعر شامل ہے

؎ میں جو لگا دیوانگی کرنے، عالم عالم شور اُٹھا ۔۔۔ کیا کہیے رسوائی کا ہنگامہ میرے سر پر ہے

اسی غزل کے ایک اور شعر میں نول کشور دوم، سوم کے مطابق 'تلک' درست ہے، آسی، مجلس اور عبادت تینوں نے 'تنک' درج کیا ہے جو ہمارے نزدیک مفہوم شعر کے مطابق درست نہیں۔

؎ تاب و تواں کا حال وہی ہے آج تلک ہم جیتے ہیں ۔۔۔ تم پوچھو تو اور کہیں کیا نسبت کل کی بہتر ہے

آسی و مجلس و عبادت کے حوالے سے یہ غزل اغلاط کا 'شکار' ہے، اس کے مقطع میں بھی ایک بڑی فاحش غلطی ہے جو اس غزل کی

تیسری غلطی ہے۔ 'شب' کی جمع 'شبوں' کی جگہ ان تینوں نسخوں نے 'سبھوں' درج کیا، جس سے کسی بھی قسم کے معنی متبادر نہیں ہوتے، شعر یوں ہے

جب سے ملا اُس آئینہ رُو سے خوکی اُن نے نمد پوشی　　　پانی بھی دے ہے پھینک شبوں کو، میر فقیر قلندر ہے

آسی اور مجلس کے نسخوں میں دیوان سوم کے ہی ایک شعر میں یہ غلطی بظاہر کتابت کی لگتی ہے ___ نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں 'رہیے' موزوں بھی ہے (بہ اعتبار وزن) بہتر بھی ہے (بہ لحاظ مفہوم و معنی) اور متفق علیہ بھی، آسی اور مجلس میں 'رہے' اس لیے بھی درست نہیں کہ اس کا مرجع 'دل' قرار پاتا ہے جب کہ 'رہیے' متکلم کے لیے حالت فعلیہ ہے جو مطابق مفہوم شعر ہے

دل لگے پر رہا نہیں جاتا　　　رہیے اپنا جو اختیار رہے

نسخۂ کالج ص 514 پر درج ذیل شعر کا قافیہ 'بہکتے' مضمونِ شعر کی مطابقت میں نہایت مناسب ہے، جب کہ آسی اور مجلس کے یہاں 'بھٹکتے' راہ کے حوالے سے مناسب ہے لیکن آنکھوں اور مست کی رعایت سے نسخۂ کالج کا متن بہتر ہے

پڑتی ہیں ایدھر اُودھر وے شوخ آنکھیں ایسی　　　دو ترک مست جیسے ہوں راہ میں بہکتے

ذیل میں درج شعر میں بھی نسخۂ کالج کا متن خوب تر قرار پاتا ہے، ورنہ تینوں مروّج نسخوں میں 'یہیں سے یہ' درج ہے

بلا ہے اُسے شوقِ تیر و کماں　　　یہیں سے ہے پیدا ستم کیش ہے

نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم سے ایک اور قابلِ ذکر اختلاف نسخ آسی و مقلدین کا درج ذیل شعر کی صورت میں ملاحظہ کیجیے

ہے صبح کا سا عرصہ پیری کا اس میں کیا ہو　　　باقی ہے وقت کتنا فرصت کہاں رہی ہے

آسی کے یہاں مصرع اول میں 'کیا ہو' کی جگہ 'کیا ہے' درج ہوا، اسی طرح ذیل کے شعر میں آسی اور مجلس نے 'ورغلانا' درج کیا حالاں کہ اس لفظ کی اِس مصرع میں ضرورت نہیں اسے ورغلایا ہونا چاہیے، شعر ہے

اُس شاہِ حُسن کی کچھ مژگاں پھری ہوئی ہیں　　　غمزے نے ورغلایا شاید سپاہ کو بھی

آسی کے یہاں 'طلق' کی جگہ طاق، کتابت کا سہو ہے جب کہ کالج اور طبع دوم، سوم میں متن درست درج ہے، مجلس کے مرتب نے 'کان طلق' درج کیا، یہاں اضافت درج نہ کرنا سہو ہے، مرتب کا یا کاتب کا!

جہاں سے دل کو دیکھو منہ نظر جوں کانِ طلق آوے　　　نہ کی کچھ قدر اُس نے حیف اِس آئینہ خانے کی

اس سے اگلی ہی غزل ص 452 پر ایک اور سہو کتابت کا مشاہدہ فرمایئے اِس مصرع میں 'بدایت' کی جگہ 'ہدایت' درج ہے 'مسیں بھیگی ہیں اُس کی سبزۂ خط کی بدایت سے' نسخۂ کالج ص 535 اور نول کشور دوم، سوم میں 'جرم الفت' درست متن ہے، تاہم آسی نے طبع سوم کی تبعیت میں 'جرم والفت' درج کیا جو اِس شعر کے مطابق غلط ہے

بتوں کے جرمِ الفت پر ہمیں زجر و ملامت ہے　　　مسلماں بھی خدا لگتی نہیں کہتے، قیامت ہے

درج ذیل شعر میں 'گر' کی جگہ 'گرد' درج کرنا، کاتبِ آسی کا اپنا سہو ہے، ورنہ نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں متن درست ہے۔

گر اُس کی اور کوئی گرمی سے دیکھتا ہے　　　اک آگ لگ اُٹھے ہے اپنے تو تن بدن میں

دیوان سوم کی یہ غلطی بھی قابل ذکر ہے، آسی نے 'پائے کوہاں' کو 'پالے کوہاں' درج کیا اور شعر کے معنی خبط ہو کر رہ گئے

دست افشاں پائے کوباں شوق میں صومعے سے میر بھی باہر گئے

دیوان چہارم کے شعر کو طبع دوم کے کاتب نے 'درائے' کو 'در آئے' درج کیا، آسی صاحب کے کاتب نے اِسے 'در آتے' کر دیا لیکن یہ لفظ بامعنی ہونے پر بھی شعر میں پوری طرح کارگر نہیں اس لیے نسخۂ کالج کے متن کو شعر میں اختیار کیا گیا ہے۔

حرف شنو ساتھ اپنے نہیں ہیں، ورنہ درائے قافلہ ساں راہ میں باتیں کس کس ڈھب کی کرتے ہیں ہم یاروں سے

ایک اور شعر میں آسی اور مقلدین نے 'آپس' کو 'اُس' بنا کر رکھ دیا حالاں کہ نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں درست متن یوں ہے

کب وعدے کی رات وہ آئی، جو آپس میں نہ لڑائی ہوئی آخر اُس اوباش نے مارا، رہتی نہیں ہے آئی ہوئی

ایک ہی غزل میں متن کی دوسری غلطی آسی کے یہاں نول کشور دوم کے تتبع میں ہوئی، 'چتون کی آغاز' ان دونوں نسخوں میں درج ہے جب کہ ہم نے نسخۂ کالج کی مدد سے درستگیِ متن کر لی ہے جو یوں ہے

چتون کے انداز سے ظالم ترکِ محبت پیدا ہے اہل نظر سے چھپتی نہیں ہے آنکھ کسو کی چھپائی ہوئی

کلیاتِ میر مرتبہ آسی کے ص 523 پر آسی نے میر کے اس شعر میں 'دل باختہ' کو 'دل خستہ' سے بدلنے کی تجویز دی ہے لیکن شعر دیکھ کر اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آسی کی قیاس آرائی سے میر کا متن بہت بہتر ہے

رسوا، خراب و غم کش، دل باختہ محبت عاشق کو تیرے غم میں کیا کیا کہا گیا ہے

آسی کے کلیات میں، اِسی دیوان چہارم ص 529 پر، 'پریشاں اثر' درج کیا ہے جب کہ درست متن یہ ہے

عاشق خراب حال ترے ہیں گرے پڑے جوں لشکر شکستہ پریشاں اُتر رہے

دیوانِ پنجم کی پہلی ہی غزل میں ایک ہی شعر میں آسی، عبادت و مجلس اور نسخۂ کالج اور طباعت دوم سے تین اختلاف ہیں، ہم دونوں نسخوں کے متن کو بالمقابل درج کرتے ہیں

نسخۂ کالج	نسخۂ آسی
کیسی ہی شکلیں سامنے آویں مژگاں وا او دھر نہ کروں	کیسی شکلیں سامنے آویں، مژگاں وا او دھر نہ کروں
حور و پری پر آنکھ نہیں پڑتی ہے کسو سے لگائی ہوئی	حور پری پر آنکھ نہیں پڑتی ہے کسو کی لگائی ہوئی

آسی اور متبعین کے کلیات میں نسخۂ کالج اور طبع دوم کے متن کو قیاسی طور پر درست کرنے (اور حاشیہ درج نہ کرنے) کا گمان گزرتا ہے۔ شعر ہے

یہ بادیۂ عشق ہے البتہ اِدھر سے بچ کر نکل اے سیل کہ یاں شیر کا ڈر ہے

آسی وغیرہ کے یہاں 'سیل' کی جگہ 'پیل' درج ہے، ممکن ہے کتابت کا سہو محض نہ ہو بلکہ 'شیر' کی رعایت سے 'سیل' کو 'پیل' بنا دینا مناسب سمجھا ہو، ہمارے نزدیک شعر کا قرینہ 'سیل' کے لفظ کے درست ہونے کا پتہ دیتا ہے۔ 'پیل' کس کا استعارہ قرار پائے گا؟ 'سیل' تو گریۂ عاشق کا بہایا ہوا بادیہ بادیہ پھرتا ہے! ایک اور مصرع آسی، عبادت و مجلس کے مقابلے میں کالج اور طبع دوم کے تتبع تقابل کے بعد، قدیم نسخوں کا ہی بہتر قرار پایا

نسخۂ کالج　　　　آسی و عبادت و مجلس

مہ سال ہوا ایک ، گھڑی ہم کو پہر ہے　　　　مہ سال ہوا ہم کو ، گھڑی ایک پہر ہے

ذیل کی غلطی آسی کے متن میں طبع دوم کے اتباع سے پیدا شدہ لگتی ہے کہ دونوں نسخوں میں 'شمع کے اوپر' درج ہوا ہے جب کہ نسخۂ کالج کا متن یہاں بھی بہتر ہے جو 'شمع کے منہ پر'۔ اس بات کا امکان ہے کہ 'رو پر' میر کا متن ہو، کاتب نسخۂ طبع دوم نے اِسی کو 'اوپر' سمجھ کر درج کر دیا۔

بزم میں سے اب تو چل اے رشکِ صبح　　　　شمع کے منہ پر پھری ہے مردنی

نسخۂ کالج میں کاتب نے ایک لفظ 'پگڑی پہ' کو سہواً 'بگڑی پہ' لکھا، (نسخۂ مجلس کے مرتب کے نزدیک یہ درست ہے حالاں کہ یہ سہو ہے، پھر یہ بھی لطف کہ اِسے درست قرار دے کر بہت سے دیگر مقامات کی طرح، اسے اپنے متن میں اختیار نہیں کیا) نول کشور طبع دوم کے کاتب نے 'پگڑی' درج کیا لیکن 'پہ' حذف ہونے سے مصرع بے وزن ہو گیا، آسی نے 'پگڑی تو' سے وزن تو پورا کر دیا لیکن مصرع میں معنی پیدا نہ ہو سکے، شعر ملاحظہ فرمائیے

نزاکت سے بہت ہے کم دماغی　　　　رکھے پگڑی پہ گل ، تیوری چڑھاوے

ایک اور مصرع آسی نے اپنی مرضی سے درست کرنے کی سعی یوں کی 'پڑا تڑپا کیا میں دو پہر دن'، آپ نسخۂ کالج کا متن ملاحظہ کریں وہی میر کا کہا ہوا لگتا ہے

پڑا تڑپا کیا میں دور پہروں　　　　عجب کیا ہے جو پاس اپنے بلاوے

ذیل میں میر کا دیوان پنجم کا شعر درج ہے، اس شعر کے مصرع اوّل میں آسی اور مجلس نے 'جس کو' کی جگہ 'جس کے' درج کیا، اس طرح دوسرے مصرع کے ساتھ پہلے کی مطابقتِ معنی ختم ہو جاتی ہے، شعر ہے

خاک کو آدم کر کے اُٹھایا، جس کو دستِ قدرت نے　　　　قدر نہیں کچھ اُس بندے کی یہ بھی خدا کی قدرت ہے

'جس کو' نسخۂ کالج اور طبع دوم کے مطابق بھی ہے اور معنی شعر کے مطابق بھی۔ یہی احوال ذیل کے اس شعر کا ہے جس میں البتہ نول کشور دوم نے آسی کے غلط کار پیش رو کے طور پر 'دنوں' کی جگہ 'دلوں' لکھا، جس سے کچھ معنی بر آمد نہیں ہوتے۔

گردش دنوں کی کم نہ ہوئی کچھ کڑے ہوئے　　　　روزے رکھے غریبوں نے تو دن بڑے ہوئے

آسی کے متن میں ایک نہایت غلط مصرع کی صورت ملاحظہ ہو لیکن پہلے نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں درست متن سن لیں

جرم بے جرم کھنچی رہتی ہے جس کی شمشیر　　　　اُس ستم گار جفا جو سے ہمیں یاری ہے

آسی کی کلیات میں مصرع اول یوں درج ہے 'ظلم بے کھینچے نہیں رہتی ہے جس کی شمشیر'۔ یہ غلطی کتابت بلکہ طرزِ کتابت کی پیدا کردہ ہے، 'دام گہہ' کو ساتھ ملا کر اس طرح لکھا گیا ہے کہ یہ 'دا مگہ' کے علاوہ اور کچھ پڑھا ہی نہیں جاتا۔

دام گہہ کا ہے اُس کے عالم اور　　　　ایک عالم شکار ہوتا ہے

ایک اور مصرع کا متن آسی اور مقلدین کے یہاں یوں ہے 'آہ آفتاب چہرہ روشن ضمیر ہے' جب کہ درست متن یوں ہے جو نسخۂ کالج کے مطابق ہے

پوچھو اُسی سے مضطرب الحال دل کی کچھ — وہ آفتاب چہرۂ روشن ضمیر ہے

دوغزلوں اور سہ غزلوں کے مقطعوں کو اُن سے اگلی غزلوں کا مطلع بنانے کی مثالیں تو سابقہ اوراق میں دی جا چکی ہیں لیکن کلیات زیرِ بحث کے ص624 پر ایک ایسے مقطع کو اگلی غزل کا مطلع بنایا گیا ہے جس کی بحر اور زمین مختلف ہے۔ وہ مقطع اور پھر غزل کا درست مطلع درج ذیل کیا جاتا ہے

کس سے یہ ستم ورنہ اے میرؔ سہا جاوے — ہے حوصلہ تیرا ہی جو تنگ نہیں آتا

خدا جانے تو ہم کو کیا جانتا ہے — ترے بندے ہم ہیں خدا جانتا ہے

دیوان ششم کی دوسری غزل (ردیف ی) آسی کے کلیات ص 663 پر درج ہے، اُس کے ایک مصرع کو یوں لکھا 'اُس پریشان کو نشانہ نہ کر' جب کہ مطابق مفہوم شعر اس مصرع میں 'نہ' زائد ہے، نسخۂ کالج اور طبع دوم کا متن یوں ہے

یار نے جمع افگنی کی ہے — اُس پریشان کو نشانہ کر

نول کشور طبع دوم ص 453 پر ایک مصرع درج ہے جو بہ اعتبارِ وزن موزوں نہیں، مصرع ہے 'بے چشم ورُو اُس سے کچھ'، آسی صاحب نے اِس مصرع کی ناموزونیت کو جب موزوں کیا تو معنی میں خلل واقع ہوا 'بے چشم ورَو ہے اُس سے کچھ شرم وحیا نہیں' جب کہ نسخۂ کالج کا متن وزن اور معنی ہر دو اعتبار سے موزوں اور بہتر ہے، یوں ہے

بے چشم و رُو اُسے کچھ شرم و حیا نہیں ہے — جب دیکھو آئینے کو تب روبرو ہے اُس کے

کلیات آسی ص669 پر ایک مصرع بالکل بامعنی ہے یوں ہے 'گھر گھر پھرے ہیں جھانکتے ہم صبح جوں نسیم'، مرتب نسخۂ مجلس کا یہ خیال کہ یہ مصرع بے معنی ہے درست نہیں، مصرع معنی کا حامل ضرور ہے، لیکن نسخۂ کالج ص 758، نول کشور دوم ص 455 کے مطابق متن آسی کے متن سے بدرجہا بہتر ہے، یوں ہے

پردے میں کوئی ہے کہ یہ اُس کا سراغ ہے — گھر گھر پھرے ہے جھانکتی ہر صبح جو نسیم

نسخۂ آسی میں ایک اور اختلافِ متن واضح طور پر غلط ہے۔ انھوں نے 'صبح' کی جگہ مصرع اول میں 'بیچ' درج کیا لیکن 'صندل' کی رعایت سے 'صبح' کی مناسبت ظاہر ہے، شعر ہے

عاشق ہوئے سو آپ کو بدنام کر چکے — صندل کے قشقے دیکھ برہمن بچوں کے صبح

کلیاتِ آسی سے اختلافِ متن کے ذکر اور مثالوں کو مختصر کرتے ہوئے ایک آخری مثال، دیوان ششم ردیف ی کی آخری غزل سے ایک خوب شعر کے ذکر کے ساتھ درج ہے

جب چاہا تب مٹایا ، بنیاد کیا جہاں کی — میں گھر جہاں میں اپنے لڑکوں کے سے بنائے

آسی کی مرتبہ کلیات ص 678 پر مصرع اوّل میں، میں کی جگہ 'ہیں' درج ہے، لطف کی بات یہ کہ دونوں لفظوں کے ساتھ شعر نہ صرف یہ کہ بامعنی رہتا ہے بلکہ معنی کی جہات ونوعیت میں بہت فرق آجاتا ہے۔ نسخۂ کالج، نول کشور دوم اور شعرِ شور انگیز میں 'میں' درج ہے، اس صورت میں انسانی زندگی اور اعمال وافعال کی ناپائیداری اور بے تاثیری مضمون بنتی ہے جب کہ 'ہیں' متن کے ساتھ کائنات وحیات کی ناپائیداری اور خالق کی عدم سنجیدگی کا مضمون دکھائی دیتا ہے۔ ہم نے اس نہایت مشکل انتخاب میں، فیصلہ

قدیم و کثرت کی روشنی میں 'میں' کے حق میں دیا ہے۔

گزشتہ صفحات میں 'کلیاتِ میر' مرتبہ آسی کی بہت سی اغلاط، سہو ہائے کتابت اور اختلافِ متن کی مثالیں دلائل کے ساتھ پیش کی گئی ہیں، ہمارے تیار کردہ متنِ میر میں ان کی تعداد مذکورہ مثالوں سے زیادہ ہے۔ یہاں صرف منتخب اور معنی خیز اختلافات ہی درج کیے گئے ہیں لیکن اس سے یہ نتیجہ بھی نہیں نکالا جانا چاہیے کہ آسی کا نسخہ پرچۂ ابیات کم اور پرچۂ اغلاط زیادہ ہے، آسی کا متن قدیم نسخوں میں نول کشوری اشاعتوں پر، بہ اعتبار متن و کتابت و طباعت، ترقی و اضافہ ہے، بعد کے کلیاتِ میر جن میں عبادت اور مجلس کا مرتب کردہ نسخہ نمایاں ہیں، میں سے بھی آسی کا کلیاتِ میر، زیادہ صحت مند متن کا حامل ہے۔ عبادت کے 'کلیاتِ میر' میں ہر وہ غلطی موجود ہے جس کا حامل نسخۂ آسی ہے۔ اس لیے گزشتہ مثالیں نہ صرف آسی کی اغلاط کی نشان دہی کرتی ہیں بلکہ یہ جملہ غلطیاں (اور ان کے علاوہ بھی بے شمار) عبادت صاحب کے نسخے کی بھی ہیں، خواہ اس نسخے کا حوالہ صفحات ماقبل اور بعد میں حواشی میں دیا گیا ہو یا نہ دیا گیا ہو۔ مجلس کے مرتب نے البتہ بہت سی جگہوں پر آسی کے متن سے اختلاف (اکثر حوالے کے بغیر بھی) کر کے اپنا متن بہتر بھی بنایا ہے گو نسخۂ مجلس تعدادِ اغلاط کے اعتبار سے آسی سے بڑھ کر ہے، جن کا ذکر آئندہ صفحات میں کیا جائے گا، لیکن آسی کی ہر غلطی کا حامل یہ نسخہ نہیں ہے۔ آسی کی کلیاتِ میر سے ہم نے اپنے نسخے میں بہت سے مقامات پر فائدہ بھی اُٹھایا ہے اور بہت سی جگہوں پر اس زیرِ بحث نسخے کے متن کو اپنایا بھی ہے، ایسی چند مثالوں کا ذکر کیے بغیر نسخۂ آسی پر ہمارا یہ محاکمہ مکمل اور متوازن نہیں ہو سکے گا لہٰذا ذیل میں کلیاتِ آسی سے بہتری متن کی مثالیں درج کی جاتی ہیں۔

یہ سمجھنا درست نہ ہوگا کہ آسی نے کلامِ میر کی بہتری میں کوئی خاص کردار ادا نہیں کیا، یہ تو درست ہے کہ گزشتہ اوراق میں نسخۂ آسی کی بہت سی اغلاط کی نشان دہی کی گئی ہے لیکن آسی کے کلیات میں ایسی بھی بہت سی مثالیں موجود ہیں جب اُن کے متن کو نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم کے متن پر ترجیح دی گئی، بہت سے مقامات پر کلیاتِ آسی کی مدد سے اشعارِ میر کا متن بہتر کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر تمام قدیم نسخوں میں ذیل کے شعر میں 'اب تلک بھی' درج ہے۔ ہم نے آسی کے متن کو بہتر سمجھا اور اپنایا ہے

گلیوں میں اب تلک تو مذکور ہے ہمارا　　　افسانۂ محبت مشہور ہے ہمارا

اسی طرح نسخۂ کالج اور طبع دوم میں دیوان پنجم کا یہ شعر 'نہ ہو گو خبر مرد ماں' کے متن کا حامل ہے جب کہ 'مرد ماں' کی مناسبت سے آسی کے کلیات میں 'نہ ہوں' چونکہ بہتر ہے اس لیے ہم نے یہاں بھی آسی کی پیروی کی ہے۔

نہ ہوں گو خبر مرد ماں حالِ بد سے　　　مرا نالہ سب کو خبر کر رہے گا

دیوان ششم کے شعر میں قدیم ماخذات اور آسی کے یہاں ایک اہم اختلافِ نسخ ملتا ہے، جس مقام پر ذیل کے شعر میں 'شگاف' درج ہے وہاں ان قدیم نسخوں میں 'وگار' درج ہے جب کہ آسی کے متن کو بہتر سمجھ کر درج کیا ہے

پھیلے شگاف سینے کے اطراف درد سے　　　کوچہ ہر ایک زخم کا بازار ہو گیا

دیوان ششم کا یہ مصرع کلیاتِ آسی ص 631 پر درست ہے، 'دیکھا ہے جن نے اُس کو، اُس نے مجھے سراہا' جب کہ یہی مصرع نسخۂ کالج میں تعقید کا حامل ہے، 'دیکھا ہے اُن نے، جس نے، اُن کو، مجھے سراہا' اور نول کشور طبع دوم میں اس مصرع کا متن ہے 'دیکھا ہے اُن نے جب سے اُس کو مجھے سراہا'، ایک غزل بعد ہی ایک اور شعر میں نسخۂ کالج ص ۱۴۱۷ اور نول کشور طبع دوم ص 429 پر 'اصرار'

درج کرتے ہیں جب کہ آسی کے یہاں 'اسرار' ہے اور یہی درست بھی ہے

خون کر کے ٹک نہ دل اُن نے لیا　　کشتہ و مردہ ہوں اس اسرار کا

کسی کسی جگہ ہم نے آسی کے حاشیے کو بہتر تصور کرتے ہوئے متن میں شامل کیا ہے اور حواشی میں اس قیاس کو قبول کرنے کی وجہ بھی مذکور کر دی ہے مثال کے طور پر ذیل کے شعر میں قافیہ 'دانا' درج ہوا ہے لیکن چونکہ سارا تلازمہ 'دریا' کا ہی ہے، اس لیے ہم نے آسی کی تجویز کو حوالہ دے کر شاملِ متن کرلیا ہے

کیسا ہی پانی ہو اُس کو پیری میں جانا ہے پیر　　تھا جوانی میں مگر تو میرؔ دریا آشنا

دیوان سوم ردیف ب کی پہلی غزل کے مطلع میں قدیم نسخوں میں مصرع درج ہے 'ماہ صیام آیا، کر قصدِ اعتکاف اب' جب کہ آسی کے یہاں مصرع اول کے متن 'ہے' کی مطابقت مصرع ثانی سے بہت بہتر ہے، اس لیے اسی کو اختیار گیا ہے

ماہِ صیام آیا، ہے قصدِ اعتکاف اب　　جا بیٹھیں میکدے میں مسجد سے اُٹھ کے صاف اب

الفاظ اور معانی میں مناسبت کے اُصول کو ہمارے کلاسیکی شعر میں نہایت اہمیت حاصل ہے، اسی اُصول کی رُو سے ذیل کے شعر میں بھی نول کشور دوم، سوم کے لفظ 'کھینچے' کی جگہ آسی کے لفظ 'کھینچتے' کو داخلِ شعر اس لیے کیا ہے کہ اسی مصرع کے لفظ 'دیکھیں' کے ساتھ اِسی کی معنوی مناسبت زیادہ ہے، شعر ہے

کھینچتے ہیں جامے خوں میں کن کن کے میرؔ دیکھیں　　لگتی ہے سرخ اُس کے دامن کے تئیں سنجاف اب

اسی دیوان میں ایک اور شعر کا متن ہمیں آسی کے یہاں، بہتر لگا، نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں 'بیش تر' بظاہر غلط دکھائی نہیں دیتا لیکن آسی کا متن 'پیش تر' شعر کے مفہوم کے زیادہ مطابق ہے

منزل کو مرگ کی تھا آخر مجھے پہنچنا　　بھیجا ہے میں نے اپنا اسباب پیش تر سب

اسی طرح آسی کے یہاں ص 550 پر مصرع درست ہے اور یوں ہے 'عشق کی گرمی دل کو پہنچی کہتے ہی آزار بہت'، تمام نسخوں بشمول مجلس کے متن میں اِس 'ہی' کی جگہ 'ہیں' درج ہوا ہے جو درست نہیں ہے۔ اسی غزل کا ایک شعر نسخۂ کالج ص 630 اور نول کشور دوم ص 382 پر درست نہیں وہاں 'اُمید بہی سے' درج ہے جب کہ آسی کا متن درست ہے اور ہم نے یہی درست متن اپنایا ہے، شعر یہ ہے

کم ہے اُمید بہی کی اتنی نزاری پر اُس کے　　پچھلے دنوں دیکھا تھا ہم نے عاشق تھے بیمار بہت

دیوان ششم کی ردیف 'ز' کی پہلی غزل کا مطلع نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں درست نہیں، وہاں متن یوں ہے 'دل کی آفت ہی آئی جانوں پر' جب کہ آسی کے یہاں مصرع بہت بہتر ہے، اس لیے فوقیت دی گئی

دل گئے آفت آئی جانوں پر　　یہ فسانہ رہا زبانوں پر

اِسی غزل کا یہ مصرع نسخۂ کالج میں، درست نہیں، وہاں 'زمیں سے' کی جگہ 'زمیٖ' درج ہے، شعر ہے

گرچہ انسان ہیں زمیں سے ولے　　ہیں دماغ اُن کے آسمانوں پر

دیوان پنجم کی ردیف و کا آخری شعر نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں غیر موزوں ہے، وہاں مصرع ہے '۔۔۔۔مری آنکھوں میں میرؔ

جب کہ آسی کے یہاں موزوں اور درست مصرع یوں ہے

نہ بنے جو دلبر سادہ تو نہ بھلا لگے مری آنکھوں میں ۔۔۔۔ نہیں سادگی ہی میں لطف کچھ، خط و خال پر بھی نظر کرو

دیوان ششم کی یہی ردیف، دوسری غزل میں مندرج ایک شعر نسخۂ کالج اور طبع دوم میں درست نہیں، وہاں مصرع ہے 'ہم بے خودانہ مجلس تصویر۔۔۔' جب کہ آسی کا متن درست ہے، شعر ہے

ہم بے خودانِ مجلسِ تصویر اب گئے ۔۔۔۔ تم بیٹھے انتظار ہمارا کیا کرو

یہ چند مثالیں ہی اس امر کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں کہ آسی کے مرتبہ 'کلیاتِ میر' میں قدیم نسخوں کی بہت سی اغلاط دُور کی گئی ہیں۔ تمام مطبوعہ کلیاتِ میر کے تحقیقی مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ میر کا نسخۂ آسی اگر نسخۂ کالج سے (مزید) استفادہ کرتا اور طبع سوم پر انحصار کم کیا جاتا تو اس کا متن، ماقبل و مابعد کے (بھی) سبھی نسخوں سے بہ اعتبارِ صحت بہت بہتر ہو سکتا تھا۔

5۔ کلیاتِ میر (جلد اوّل تا چہارم) مرتبہ کلب علی خاں فائق، مطبوعہ مجلس ترقی ادب، لاہور، 1976ء تا 1981ء

'نسخۂ مجلس' کے نام سے، مقالہ ہٰذا میں، ہر جگہ ذکر کیے گئے اس کلیاتِ کلامِ میر کو اس اعتبار سے اعزاز حاصل ہے کہ نسخۂ آسی کے بعد یہ دوسرا کلیات ہے جس سے اہلِ علم مطالعۂ میر کے سلسلے میں فیض یاب ہوتے ہیں۔ جن طباعتوں کو ہم نے متداول اور مروّجہ قرار دیا، اُن میں یہ تیسری اور آخری ہے۔ نسخۂ عبادت کا ذکر الگ سے کرنے کی ضرورت نہیں، آسی کے نسخے پر مفصل تبصرہ کے دوران یہ ثابت ہو چکا کہ وہ تمام اغلاط خواہ متن کی ہوں یا کتابت کے سہو، جو آسی کے یہاں ہیں وہ من و عن نسخۂ عبادت میں موجود ہیں، بس اُن پر خود اِس نسخے کی اغلاطِ کتابت کا اضافہ کر لیا جائے تو نسخۂ عبادت کا محاکمہ مکمل ہو جائے گا، اطمینان بخش امر یہ رہا کہ مطالعۂ کلامِ میر کے سلسلے میں اس نسخے کا رواج اہلِ علم میں نہیں ہو سکا۔ 'نسخۂ مجلس' البتہ ہمارے یہاں درس گاہوں کے علاوہ بھی میر کے مطالعے کے لیے اس نسخے کی روایت خاصی محکم ہے اس لیے ضروری ہے کہ اِن اوراق میں نسخۂ مجلس کے متن کی اغلاط کے علاوہ، مرتب کے حواشی اور فہمِ شعر کے شواہد سمیت جو اُمور بھی سامنے آئیں، اُنہیں اس نسخے کی ترتیب، ردیف وار کے مطابق ذیل کی سطور میں زیرِ بحث لایا جائے۔

دیوان اوّل ردیف الف، غزل نمبر 21 جلد اول ص 113 پر 'پُرسش' کی جگہ 'پرستش' درج ہوا، کتابت کی اس نوع کی غلطیاں جو اس نسخے میں بڑی تعداد میں ملتی ہیں، محض اس لیے موجود ہیں کہ اشعارِ میر کا مطالعہ بار بار اور دقتِ نظر کے ساتھ نہیں کیا گیا، شعر یہ ہے

بن پوچھے کرم سے وہ، جو بخش نہ دیتا تو ۔۔۔۔ پُرسش میں ہماری ہی دن حشر کا ڈھل جاتا

نسخۂ مجلس میں سہو ہائے کتابت دُور نہ کرنے کے خطرناک رجحان کے پیشِ نظر ہی ہم نے اس تدوین میں اس پہلو پر سب سے زیادہ توجہ دی ہے اور اس امر کو بہت یقینی بنانے کی سعی کی ہے کہ ہماری کتابت میں اس طرح کی کوئی ایک غلطی بھی نہ رہنے پائے۔ گو اس بات کا دعویٰ پھر بھی نہیں کیا جا سکتا کہ ایسا کرنے میں، ہم سو فی صد کامیاب بھی ہو گئے ہیں تاہم ہماری کاوش کا ثبوت مقالہ ہٰذا میں متنِ میر کا مطالعہ ہی فراہم کر سکتا ہے۔ ایک بات اس نسخے کے حوالے سے یہ بھی کہ کچھ حلقے یہ تصور رکھتے ہیں

کہ فائق صاحب نے بھی نسخۂ عبادت کی طرح صرف اور صرف آسی کی کلیات سے اپنا متنِ میر ترتیب دیا ہے اور یہ کہ اُن کے پیش نظر قدیم نسخے نہیں رہے، یہ گمان درست نہیں اس لیے کہ نسخۂ مجلس کے حواشی میں نہ صرف تین مطبوعہ نسخوں اور ایک مخطوطے کا ذکر ملتا ہے، ان مطبوعہ نسخوں سے فائق صاحب کے اختلافِ نسخ کی موازنے کے بعد یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ انہوں نے نسخۂ کالج، نول کشور دوم اور سوم کے متن کو بہت سی جگہوں پر، جہاں آسی کا کلیات درست متن فراہم کرنے سے قاصر تھا، استفادے کی خاطر دیکھا ہے۔ گو ایک بات ناقابل فہم ہے کہ بہت سے ایسے مقامات جہاں آسی کا متن ناقابل قبول حد تک غلط تھا، وہاں بھی اتباعِ آسی کیا گیا۔ اس بارے میں مثالیں ہم آگے چل کر پیش کریں گے۔ مختصر یہ کہ تدوینِ کلامِ میر کے حوالے سے یہ نسخہ کافی وشافی تصور کیا جاسکتا تھا، اگر اس میں چند ایک خرابیاں دُور کردی جاتیں، یعنی قدیم نسخوں پر آسی کے متن کی بے جا فوقیت، کتابت، وقوف واعراب خصوصاً اضافتوں کی اغلاط اور تدوینی ریاضت میں کوتاہی کم سے کم کی جاتی تو یہ کلیاتِ میر بہت بہتر ہوسکتا تھا لیکن ان اغلاط کی موجودگی میں یہ اپنے ماقبل اور ماخذ نسخے یعنی نسخۂ آسی سے بھی درجۂ استناد بہ اعتبارِ صحت وبہتری متن میں کم تر قرار پاتا ہے۔ لہٰذا ہم نے جہاں بھی اختلافِ نسخ مابین آسی ومجلس (بلاحواشیِ اختلاف) پایا وہاں اگر کوئی اور وجہ نہیں تو آسی کے متن کو ہی فوقیت دی ہے۔

نسخۂ مجلس کے مرتب نے ماقبل کے نسخوں پر جس چیز کا اضافہ کیا وہ اشعار کے متن میں علامتِ وقف کا اندراج ہے، گو اس چیز کو کچھ فاضل حضرات نہایت ناپسندیدہ تصور کرتے ہیں، اُن کے نزدیک جب اُن شعرا اور اُن کے زمانے سے قریب ترین نسخوں میں وقوف واعراب کا رواج نہیں تھا تو اب ان علامات کا شاملِ متن کرنا احسن نہیں اور چونکہ اس طرح کی علامات سے قرأت وخواندگیِ متن کے امکانات محدود ہوتے ہیں اور کثیر المعنی امکانات، توضیحِ شعر کے مسدود ہوتے ہیں، اس لیے وقوف وغیرہ کا اندراج نہ صرف غیر ضروری بلکہ گمراہ کن ہے۔ کلاسیکی شعرا کے کلام کی حد تک اِن کے خیالات میں وزن ہے لیکن ہم اسے 'بدمذاقی' قرار دے کر بھی روا رکھنے کے حق میں ہیں کیونکہ کلاسیکی شعروشاعری کے فائدے میں یہ بات جاتی ہے کہ اُس کا متن زیادہ سے زیادہ قارئین تک، زیادہ سے زیادہ سہل المطالعہ بنا کر پیش کیا جائے۔ شعر کی نحوی ساخت نثر سے الگ ہوتی ہے، قدیم زبان کا روزمرہ اور محاورہ بھی بہت الگ ہونے کی بنا پر، ان علامات کا اندراج مفید نتائج کا ذریعہ ہوسکتا ہے۔ اس لیے ہم نے اپنے تیار کردہ متنِ میر میں ہر اُس جگہ علامت وقفہ درج کی ہے جہاں اِس کے درج کرنے سے مصرع روانی کھوئے بغیر، ترسیل معنی کے اعتبار سے بہتر ہوتا ہے، اس معاملے میں بھی ہم نے نسخۂ مجلس سے حددرجہ عبرت حاصل کی ہے، اس نسخے میں علامات وقف کا بہت غلط اور گمراہ کن استعمال ہوا ہے، جس کی متعدد مثالیں پیش کی جائیں گی۔ مثال کے طور پر غزل نمبر 23 دیوان اول ص 114 پر 'اجڑ ابسا' کے درمیان کامہ درج ہوا اور یوں اس کے محاوراتی امکان کو ختم کردیا اور پورے مصرعے کا مفہوم خاک میں مل کر رہ گیا۔ شعر ہے

شہرِ دل ایک مدت اجڑا بسا غموں میں	آخر اُجاڑ دینا اس کا قرار پایا

دیوان اوّل کی غزل نمبر ۳۲ کا ایک شعر یوں ہے

پہنچا نہ پہنچا آہ ، کیا سو گیا غریب	وہ مرغِ نامہ بر جو مرا نامہ لے گیا

مجلس کے مرتب نے مصرع اول میں وقفے کی غلطی کے ساتھ ساتھ کتابت کی غلطی بھی کردی اور مصرع اولیٰ یوں درج ہوا ہے 'پہنچا نہ پہنچا آہ گیا، سو گیا غریب'۔ غلط علامتِ وقف کی ایک اور مثال غزل نمبر 35 (دیوان اول) کے مطلع میں ملاحظہ ہو، 'فقیر' اور 'اللہ' کے درمیان کامہ درج ہے

مت ہو دشمن اے فلک مجھ پائمالِ راہ کا   خاک افتادہ ہوں میں بھی اک فقیر اللہ کا

نسخہ مجلس کی ایک بڑی خرابیِ متن، اضافتوں کا غلط استعمال ہے، بعض جگہوں پر جہاں ان کی ضرورت تھی، درج نہیں ہوسکیں، لیکن زیادہ خرابی اُن مقامات پر ہوئی جہاں ان کی ضرورت نہیں تھی اور درج کی گئیں اس طرح بسا اوقات معنی میں خلل واقع ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر پہلے شعر ملاحظہ ہو

ہو خشک تو بہتر ہے وہ ہاتھ بہاراں میں   مانند نےِ نرگس جو جام نہیں رکھتا

نسخہ مجلس جلد اول ص 126 پر 'مانندِ نے نرگس' درج ہے۔ یوں غلط مقام پر اضافت کا اندراج ہوا، اور 'نےِ نرگس' کو بے اضافت رکھنے سے مصرع کے معنی متاثر ہوئے۔ ایک ہی مصرع میں دو فاحش اغلاط کا مشاہدہ کرنا ہو تو اسی غزل کا یہ شعر ملاحظہ ہو

وہ مفلس اُن آنکھوں سے کیونکر کے بسر آوے   جو اپنی گرہ میں اک بادام نہیں رکھتا

نسخہ مجلس میں جلد اول ص 126 پر مصرع اولیٰ کا متن یہ ہے 'دو مفلس اُن آنکھوں سے کیونکر کے بصر آوے'۔ جس مقام پر اضافت کے بغیر معنی کی ترسیل میں غلطی کا امکان ہو، وہاں اضافت درج نہ کرنا، معنی کو غلط کرنے کا باعث ہوسکتا ہے مثلاً غزل نمبر 39 کا مقطع اور خوب دلچسپ شعر ہے

عریاں تنی کی شوخی سے دیوانگی میں میرؔ   مجنوں کے دشتِ خار کا دامن بھی چل گیا

مجلس کا متن جلد اول ص 129 پر 'دشت خار' بے اضافت درج ہونے سے معنی برآمد کرنے میں تکلف کا سامنا ہے۔ اس صورت میں 'دامنِ صحرا' کی بجائے 'خارِ صحرا کے دامن' سے کپڑا مسکانا پڑتا ہے تاکہ 'عریاں تنی کی شوخی' میں مجنوں کی ہم سری صحرا یا خارِ صحرا سے ہوسکے۔ اگلی ہی غزل کے دوسرے شعر میں لفظ 'رنگ' کی کتابت 'زنگ' ہے، اس نوع کی اغلاط پروف پڑھنے میں سرکاری اندازِ تساہل کی پیدا کردہ ہیں، شعر معروف ہے

ہزار رنگ کھلے گل چمن کے ہیں شاہد   کہ روزگار کے سر خون ہے ہزاروں کا

دیوان اوّل کی غزل نمبر 45 کے مطلع میں مصرع اول میں دونوں مقاماتِ اضافت پر اضافت درج نہ ہونے سے معنی میں فرق کے علاوہ روانیِ مصرع ختم ہو کر رہ گئی ہے

کئی دن سلوک وداع کا مرے درپئے دلِ زار تھا   کبھو درد تھا، کبھو داغ تھا، کبھو زخم تھا، کبھو وار تھا

دیوان اول، غزل نمبر 47 کے ایک مصرع میں پھر دو اغلاط ہیں۔ ص 134 پر 'مار پیچ' کو اضافت کے ساتھ درج کیا جو بالکل درست نہیں، 'مار پیچ' بمعنی سانپ کی سی لہر، راہ پُر پیچ کے معنی میں ہے اور یہاں اضافت سے معنی میں تبدیلی آتی ہے، 'اُس کے' کی جگہ 'اُس کی' درج ہے جب کہ 'کے' کا تعلق 'کوچے' سے ہے، جو مذکر ہے۔ شعر یہ ہے

تمام زلف کے کوچے ہیں مار پیچ اُس کے   تجھی کو آوے دِلا چلنا ایسی راہوں کا

اس سے اگلا شعر آسی کے یہاں درست درج ہے لیکن عبادت اور مجلس کے نسخوں نے 'بِکن' کے زیر کی جگہ ضم لکھ کر لفظ 'کُن' بنا دیا اور یوں ایک خوب تر شعر قیامت تک کے لیے مبہم ہو کر رہ گیا

اِسی جو خوبی سے لائے تجھے قیامت میں — تو حرف بِکن نے کیا گوش داد خواہوں کا

دیوان اوّل کی غزل نمبر 65 کا ایک شعر غیر ضروری اضافت درج ہونے کی وجہ سے غلط متن کا حامل ٹھہرا، شعر یہ ہے

آتشِ تیز جدائی میں یکایک اُس بن — دل جلا یوں کہ تنک جی بھی جلایا نہ گیا

مرتب نسخۂ مجلس نے 'آتشِ تیزِ جدائی' لکھا، یہاں 'تیز' کو با اضافت درج کرنا درست نہیں ہے، اس طرح مفہوم 'جدائی کی تیز آگ' کی بجائے 'تیزیِ جدائی کی آگ' بن کر رہ جائے گا۔ غزل نمبر 76 کے مقطع میں لفظ 'کھینچے' کی جگہ 'کھینچا' لکھا، جو اپنے ماخذ نسخے (آسی) سے مختلف ہی نہیں، غلط بھی ہے۔ شعر کا مفہوم جس لفظ کا تقاضا کرتا ہے وہ تمام نسخوں میں درست ہے

کب نیازِ عشق نازِ حسن سے کھینچے ہے ہاتھ — آخر آخر میر سر بر آستاں مارا گیا

دیوان اوّل کی غزل 103 کے ایک شعر میں لفظوں کا درمیانی فاصلہ اس طرح کر دیا کہ درست مصرع پڑھنا ممکن نہیں رہا، مصرع یوں درج ہے 'گو نہ چلاتا مژہ تیرِ نگاہ'، اس طرح مصرع کا مفہوم یہ ہوگا کہ 'اگرچہ مژگاں، نگاہ کا تیر نہ چلاتا'، یہ غلطی خطرناک ہے کہ مصرع بامعنی ہے لیکن دوسرے مصرع کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں، درست شعر یوں ہے

گو نہ چلاتا مژہ تیرِ نگاہ — اپنے جگر سے تو گزر کر گیا

اس موضوع کو ہم بعد کے صفحات میں پیش کریں گے کہ آسی، عبادت اور مجلس کے نسخوں میں کتنے اور کس کس طرح کے قطعات کو قطعات درج ہی نہیں کیا گیا، لیکن یہاں ایک قطعہ درج کرتے ہیں جسے آسی، عبادت اور مجلس میں سے کسی نے قطعہ شمار نہیں کیا حالاں کہ بات (مضمون) چار مصرعوں میں مکمل ہو رہی ہے۔ دوسرے مصرع میں لفظ 'بدایت' کو نول کشور دوم، سوم نے غلطی سے 'ہدایت' درج کیا، نسخۂ مجلس نے اس غلطی کی نشان دہی کی اور پھر متن میں خود بھی 'ہدایت' درج کر کے غلطی کو دہرا دیا۔ جلد دوم، ص 21

مداوا خاطروں سے تھا وگرنہ — بدایت مرتبہ تھا انتہا کا
لگا تھا روگ جب سے یہ تبھی سے — اثر معلوم تھا ہم کو دوا کا

اسی غزل کا شعر ہے جس میں 'اَبر و ہوا' کو 'ابرو ہوا' درج کر رکھا ہے، جس سے مصرع سمجھ میں نہیں آتا۔ شعر ہے

نہ جا تو دُور صوفی خانقہ سے — ہمیں تو پاس ہے اَبر و ہوا کا

کتابت کی ایک اور شرم ناک غلطی، سرکاری کاتب کا میر سے انتقام دکھائی دیتی ہے، دیوان دوم کی ایک غزل کے مقطع کے مصرع اوّل میں 'سنگِ بالیں' کو 'سگِ بالیں' لکھا ہے، نسخۂ مجلس جلد دوم ص ۳۲

سنگِ بالیں میر کا جو بات کا روڑا ہوا — سخت کر جی کو گیا اس جا سے وہ رنجور کیا

چند غزلوں کے بعد اضافت کی ایک نہایت غیر ضروری غلطی ملاحظہ ہو

آخر زمانہ سازی سے کھویا نہ وقرِ میر — یہ اختیار تم نے کیا روزگار کیا

نسخۂ مجلس میں 'وقرِ میر' اضافت کے ساتھ درج ہوا ہے حالاں کہ یہ اضافت کے بغیر ہے اور مصرع کی نوعیت فجائیہ ہے، دیوان دوم

مجلس کے مرتب نے مصرع اول میں وقفے کی غلطی کے ساتھ ساتھ کتابت کی غلطی بھی کر دی اور مصرع اولیٰ یوں درج ہوا ہے 'پہنچا نہ پہنچا آہ گیا، سو گیا غریب'۔ غلط علامتِ وقف کی ایک اور مثال غزل نمبر 35 (دیوان اول) کے مطلع میں ملاحظہ ہو، 'فقیر' اور 'اللہ' کے درمیان کامہ درج ہے

مت ہو دشمن اے فلک مجھ پائمالِ راہ کا　　　خاک افتادہ ہوں میں بھی اک فقیر اللہ کا

نسخۂ مجلس کی ایک بڑی خرابیِ متن، اضافتوں کا غلط استعمال ہے، بعض جگہوں پر جہاں ان کی ضرورت تھی، درج نہیں ہو سکیں، لیکن زیادہ خرابی اُن مقامات پر ہوئی جہاں ان کی ضرورت نہیں تھی اور درج کی گئیں اس طرح بسا اوقات معنی میں خلل واقع ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر پہلے شعر ملاحظہ ہو

ہو خشک تو بہتر ہے وہ ہاتھ بہاراں میں　　　مانند نے نرگس جو جام نہیں رکھتا

نسخۂ مجلس جلد اول ص 126 پر 'مانندِ نے نرگس' درج ہے۔ یوں غلط مقام پر اضافت کا اندراج ہوا، اور 'نے نرگس' کو بے اضافت رکھنے سے مصرع کے معنی متاثر ہوئے۔ ایک ہی مصرع میں دو فاحش اغلاط کا مشاہدہ کرنا ہو تو اسی غزل کا یہ شعر ملاحظہ ہو

وہ مفلس اُن آنکھوں سے کیونکر کے بسر آوے　　　جو اپنی گرہ میں اک بادام نہیں رکھتا

نسخۂ مجلس میں جلد اول ص 126 پر مصرع اولیٰ کا متن یہ ہے 'دو مفلس اُن آنکھوں سے کیونکر کے بصر آوے'۔ جس مقام پر اضافت کے بغیر معنی کی ترسیل میں غلطی کا امکان ہو، وہاں اضافت درج نہ کرنا، معنی کو غلط کرنے کا باعث ہو سکتا ہے مثلاً غزل نمبر 39 کا مقطع اور خوب دلچسپ شعر ہے

عریاں تنی کی شوخی سے دیوانگی میں میر　　　مجنوں کے دشتِ خار کا دامن بھی چل گیا

مجلس کا متن جلد اول ص 129 پر 'دشت خار' بے اضافت درج ہونے سے معنی برآمد کرنے میں تکلف کا سامنا ہے۔ اس صورت میں 'دامنِ صحرا' کی بجائے 'خارِ صحرا کے دامن' سے کپڑا مسکانا پڑتا ہے تاکہ 'عریاں تنی کی شوخی' میں مجنوں کی ہم سری صحرا یا خارِ صحرا سے ہو سکے۔ اگلی ہی غزل کے دوسرے شعر میں لفظ 'رنگ' کی کتابت 'زنگ' ہے، اس نوع کی اغلاط پروف پڑھنے میں سرکاری اندازِ تساہل کی پیدا کردہ ہیں، شعر معروف ہے

ہزار رنگ کھلے گل چمن کے ہیں شاہد　　　کہ روزگار کے سر خون ہے ہزاروں کا

دیوان اوّل کی غزل نمبر 45 کے مطلع میں مصرع اول میں دونوں مقاماتِ اضافت پر اضافت درج نہ ہونے سے معنی میں فرق کے علاوہ روانیٔ مصرع ختم ہو کر رہ گئی ہے

کئی دن سلوک وداع کا مرے درپے دلِ زار تھا　　　کبھو درد تھا، کبھو داغ تھا، کبھو زخم تھا، کبھو وار تھا

دیوان اول، غزل نمبر 47 کے ایک مصرع میں پھر دو اغلاط ہیں۔ ص 134 پر 'مارِ پیچ' کو اضافت کے ساتھ درج کیا جو بالکل درست نہیں، 'مارِ پیچ' بمعنی سانپ کی سی لہر، راہ پُر پیچ کے معنی میں ہے اور یہاں اضافت سے معنی میں تبدیلی آتی ہے، 'اُس کے' کی جگہ 'اُس کی' درج ہے جب کہ 'کے' کا تعلق 'کوچے' سے ہے، جو مذکر ہے۔ شعر یہ ہے

تمام زلف کے کوچے ہیں مار پیچ اُس کے　　　تجھی کو آوے دِلا چلنا ایسی راہوں کا

اس سے اگلا شعر آسی کے یہاں درست درج ہے لیکن عبادت اور مجلس کے نسخوں نے 'رکن' کے زیر کی جگہ ضم لکھ کر لفظ 'رُکن' بنا دیا اور یوں ایک خوب تر شعر قیامت تک کے لیے مبہم ہو کر رہ گیا

اِسی جو خوبی سے لائے تجھے قیامت میں ۔۔۔ تو حرف رکن نے کیا گوش داد خواہوں کا

دیوان اوّل کی غزل نمبر 65 کا ایک شعر غیر ضروری اضافت درج ہونے کی وجہ سے غلط متن کا حامل ٹھہرا، شعر یہ ہے

آتشِ تیز جدائی میں یکایک اُس بن ۔۔۔ دل جلا یوں کہ تنک جی بھی جلایا نہ گیا

مرتب نسخہ مجلس نے 'آتشِ تیز جدائی' لکھا، یہاں 'تیز' کو با اضافت درج کرنا درست نہیں ہے، اس طرح مفہوم 'جدائی کی تیز آگ' کی بجائے 'تیزیِ جدائی کی آگ' بن کر رہ جائے گا۔ غزل نمبر 76 کے مقطع میں لفظ 'کھینچے' کی جگہ 'کھینچا' لکھا، جو اپنے ماخذ نسخے (آسی) سے مختلف ہی نہیں، غلط بھی ہے۔ شعر کا مفہوم جس لفظ کا تقاضا کرتا ہے وہ تمام نسخوں میں درست ہے

کب نیازِ عشق نازِ حسن سے کھینچے ہے ہاتھ ۔۔۔ آخر آخر میر سر بر آستاں مارا گیا

دیوان اوّل کی غزل 103 کے ایک شعر میں لفظوں کا درمیانی فاصلہ اس طرح کر دیا کہ درست مصرع پڑھنا ممکن نہیں رہا، مصرع یوں درج ہے 'گو نہ چلاتا مژہ تیرِ نگاہ'، اس طرح مصرع کا مفہوم یہ ہوگا کہ 'اگرچہ مژگاں، نگاہ کا تیر نہ چلاتا'، یہ غلطی خطرناک ہے کہ مصرع بامعنی ہے لیکن دوسرے مصرع کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں، درست شعر یوں ہے

گو نہ چلاتا مژہ تیرِ نگاہ ۔۔۔ اپنے جگر سے تو گزر کر گیا

اس موضوع کو ہم بعد کے صفحات میں پیش کریں گے کہ آسی، عبادت اور مجلس کے نسخوں میں کتنے اور کس کس طرح کے قطعات کو قطعات درج ہی نہیں کیا گیا، لیکن یہاں ایک قطعہ درج کرتے ہیں جسے آسی، عبادت اور مجلس میں سے کسی نے قطعہ شمار نہیں کیا حالاں کہ بات (مضمون) چار مصرعوں میں مکمل ہو رہی ہے۔ دوسرے مصرع میں لفظ 'بدایت' کو نول کشور دوم، سوم نے غلطی سے 'ہدایت' درج کیا، نسخہ مجلس نے اس غلطی کی نشان دہی کی اور پھر متن میں خود بھی 'ہدایت' درج کر کے غلطی کو دہرا دیا۔ جلد دوم، ص 21

مداوا خاطروں سے تھا وگرنہ ۔۔۔ بدایت مرتبہ تھا انتہا کا
لگا تھا روگ جب سے یہ تبھی سے ۔۔۔ اثر معلوم تھا ہم کو دوا کا

اسی غزل کا شعر ہے جس میں 'اَبر و ہوا' کو 'ابرو ہوا' درج کر رکھا ہے، جس سے مصرع سمجھ میں نہیں آتا۔ شعر ہے

نہ جا تو دُور صوفی خانقہ سے ۔۔۔ ہمیں تو پاس ہے اَبر و ہوا کا

کتابت کی ایک اور شرم ناک غلطی، سرکاری کاتب کا میر سے انتقام دکھائی دیتی ہے، دیوان دوم کی ایک غزل کے مقطع کے مصرع اوّل میں 'سنگِ بالیں' کو 'سگِ بالیں' لکھا ہے، نسخہ مجلس جلد دوم ص ۳۲

سنگِ بالیں میر کا جو باٹ کا روڑا ہوا ۔۔۔ سخت کر جی کو گیا اس جا سے وہ رنجور کیا

چند غزلوں کے بعد اضافت کی ایک نہایت غیر ضروری غلطی ملاحظہ ہو

آخر زمانہ سازی سے کھویا نہ وقر میر ۔۔۔ یہ اختیار تم نے کیا روزگار کیا

نسخہ مجلس میں 'وقرِ میر' اضافت کے ساتھ درج ہوا ہے حالاں کہ یہ اضافت کے بغیر ہے اور مصرع کی نوعیت فجائیہ ہے، دیوان دوم

کی ردیف الف ہی میں کتابت کی ایک اور غلطی، جو اگر پروف دھیان سے پڑھا جاتا تو دُور کی جا سکتی تھی

کس زور سے فرہاد نے خارا شکنی کی ہر چند کہ وہ بے کس و بے تاب و تواں تھا

نسخۂ مجلس کے کاتب نے 'خار اشکنی' کتابت فرمائی ہے۔ جلد دوم کے ص 67 پر درج غزل کے مطلع میں ردیف کے بعد 'ہے' کا اضافہ کر دیا، شعر ہے

طوفان میرے رونے سے آخر کو ہو رہا یوناں کی طرح بستی یہ سب میں ڈبو رہا

مجلس کے نسخے میں مصرع اوّل 'آخر کو ہو رہا ہے' کے متن کے ساتھ درج ہوا ہے۔ دیوان سوم کی ایک غزل کا مقطع ہے

تسبیح تک تو میر نے رکھا کلال کے وقتِ نماز اب بھی ہوئے تھے امام کیا

یہ متن سبھی نسخوں کا متفقہ ہے، لیکن جلد سوم ص 34 پر اس شعر کے حوالے سے حاشیہ درج ہوا کہ 'اب بھی' سے مفہوم واضح نہیں ہوتا، شاید یہ لفظ 'آ بھی' ہو، حالاں کہ 'اب بھی' یہاں بہ لحاظ معنی اور وزن درست ہے، 'آ بھی' کے بعد شعر بے معنی ہو جائے گا، میر نے ایک لفظ 'لگو' بمعنی دوست، آشنا، پیچھے پڑ جانے والا، متعدد مرتبہ استعمال کیا ہے، دیوان سوم کے ایک مقطع میں بھی یہی لفظ درج ہے، لیکن مرتب نسخۂ مجلس نے حاشیے میں درج کیا کہ یہ درست نہیں، اُن کے خیال میں 'لگو نہیں' کی جگہ 'لگوں ہی' ہونا چاہیے حالاں کہ اس شعر میں جو متن درج ہے وہی درست ہے

لگو نہیں، اگر آنکھ تیری ہو میر تماشا کر اُس کی نظر گاہ کا

نسخۂ مجلس کے صفحہ 44 پر کتابت کی یہ غلطی نہایت مضحکہ خیز ہے، 'سوزش' کو 'سازش' لکھا گیا ہے اور لطف یہ کہ اِن جلدوں کی اشاعتِ ثانی میں بھی یہ تمام اغلاط جوں کی توں موجود ہیں۔ شعر یہ ہے

کی ہم نے تب درونے کی سوزش سے عافیت سب تن بدن اِس آگ نے اپنا بھسم کیا

کتابت کی اغلاط کی بھی گونا گوں اقسام نسخۂ مجلس میں ملتی ہیں، ایک لفظ سے متعلق حرف کو دوسرے لفظ کے ساتھ ملا کر لکھنے سے اکثر اوقات بے حد پریشان کن صورتِ حال جنم لیتی ہے، سہو کتابت کی اس نوع کو گناہِ بے لذت قرار دیا جا سکتا ہے، قدیم نسخوں میں الفاظ ساتھ ملا کر لکھنے سے جس طرح کے تسامحات جنم لیتے تھے، مجلس کی کتابت ٹائپ میں ہونے کے باوجود، اِن اغلاط کے سرانجام دینے میں کسی سے کم نہیں مثلاً جلد سوم، ص 46 'گور ہی اُس کو' کی صورت یہ تحریر کی ہے 'گو رہی اُس کو۔۔۔'، شعر ہے

گور ہی اُس کو جھنکائی عشق جس کے ہاں گیا اِس طبیب بدشگوں نے کس کے تئیں اچھا کیا

تدوینِ متن کا محقق اپنے حواشی کے حوالے سے رسوا ہوتا ہے، شاید اِسی لیے بہت سے ذہین تدوین کار، زیادہ حواشی لکھنے اور بعض اوقات سرے سے حواشی لکھنے سے ہی گریز کرتے ہیں۔ نسخۂ مجلس میں متن و کتابت اور اعراب و وقوف کی اغلاط کے ساتھ ساتھ اُن کے حاشیوں نے بھی اختلاف کی راہیں کھولی ہیں۔ مثال کے طور پر جلد سوم، ص 47 پر یہ شعر درج ہے

ہم جو اُس بن خوار ہیں حد سے زیاد یار یاں تک آن کر کیا کم ہوا

یہ متن آسی کے نسخے کے مطابق ہے اور درست ہے، نول کشور دوم، سوم میں 'کم' کی جگہ 'گم' درج ہے جو غلط ہے۔ فائق صاحب کا خیال ہے کہ آسی کا متن غلط ہے اور دوم، سوم میں 'گم' درست ہے۔ اُنہیں مصرع اوّل میں 'زیاد' کا لفظ بھی دکھائی نہیں دیا جس کے

بعد 'کم' سے بہتر کوئی لفظ نہیں اور یوں بھی 'کم ہونا' روزمرہ ہے کہ نقصان ہونا، گھس جانا، گھٹ جانا کے معنی میں ہے۔اس نوع کے حواشی سے فائق صاحب کی شعرفہمی کے بارے میں وسوسے پیدا ہوتے ہیں۔ایک اور لفظ کے بارے میں فائق صاحب کا غلط اندازہ ملاحظہ ہو، جلد سوم ص 49 پر شعر ہے

اس جنس خوش کے پیچھے کھپا میں چواؤ کیا　　　میں نے کسو کا کیا کیا ، اپنا زیاں کیا

فاضل مرتب نسخۂ مجلس کا خیال ہے کہ نسخۂ کالج کا 'چواؤ' اور نول کشور طبع سوم کا 'خواؤ' دونوں غلط ہیں اور طبع دوم میں 'جواؤ' درست ہے، حالاں کہ 'جواؤ' نام کا لفظ کسی لغت میں نہیں ملتی، 'چواؤ' بمعنی ذکر، چرچا، عجیب وغریب بات کے معنی کے ساتھ یہاں مکمل کارآمد ہے اور 'اُردو لغت تاریخی اُصول پر' جلد ہفتم ص 645 پر درج ہے۔دیوان سوم کی ایک اور غلط فہمی شعر، لفظ نہ سمجھ سکنے کی پیدا کردہ ہے اور فائق صاحب کے حاشیے نے اِس بات کا پردہ چاک کیا ہے، پہلے شعر

ہر چند کہ تھی رَیجھنے کی جائے ترے لب　　　پر گالیاں دیں اتنی انہوں سے کہ رُجھایا

جلد سوم ص 54 پر اِس شعر کے حوالے سے حاشیہ میں فرمایا 'کہ تھی' سے مفہوم واضح نہیں ہوتا، غالباً 'نہ تھے' کو 'کہ تھی' پڑھا گیا ہے، شعر بالکل واضح اور صاف ہے لیکن فائق صاحب کی سمجھ میں اس لیے نہیں آیا کہ انہوں نے لفظ 'رُجھایا' بمعنی روک دینا، ستانا، تنگ کرنا، چھیڑنا، کو 'رِجھایا' سمجھا اور درج کیا، اِسی لیے 'کہ تھی' کو 'نہ تھی' سے بدل کر مفہوم کو 'رِجھانا' کے مطابق بنانا چاہتے ہیں۔ دیوان چہارم کی پہلی ہی غزل کا شعر ہے

یا رب ہماری جانب یہ ننگ کیوں ہے عائد　　　جی ہی سے مارتے ہیں جو نام لے وفا کا

اس شعر میں دونوں مصرعوں میں اغلاط ہیں مصرع اول میں 'عائد' یا 'عاید' کو 'عابد' لکھا اور مصرع ثانی میں 'جی ہی سے' کی جگہ 'جی ہی ہے' درج ہوا، ظاہر ہے اِس متن میں یہ امکان تو ہے کہ قاری شعر پڑھنا اور سمجھنے کی کوشش کرنا ترک کردے، بامعنی ہونے کا امکان نہیں۔وقفے اندراج کرنے کا شوق مرتب نسخۂ مجلس کو اس قدر ہے کہ اُن کے کاتبوں تک میں سرایت کر گیا ہے، ورنہ ذیل کے شعر میں (جلد سوم، ص 246) 'تصرف' اور 'میں' کے درمیان 'کامہ' درج کرنے کا فیصلہ فاضل مرتب کا نہیں ہوسکتا،

زمینِ غزل مِلک سی ہو گئی　　　یہ قطعہ تصرف میں بالکل کیا

دیوان چہارم کی ایک غزل میں ردیف 'کیا' کی جگہ 'کب' درج کردی، جس سے مصرع بے زمین و بے معنی ہوگیا، جلد سوم ص 250

ڈرتا ہی میں رہا کہ پلک کوئی گڑ نہ جائے　　　آنکھوں سے اُس کی رات جو تلوے ملا کیا

اسی دیوان کے ایک شعر میں لفظ 'پھکی' نسخۂ کالج اور نول کشور دوم کے مطابق ہے جب کہ نسخۂ آسی میں 'پھنکی' ہے، مرتب نسخۂ مجلس کے خیال میں آسی کے یہاں یہ لفظ سہوِ کتابت ہے، حالاں کہ یہ دونوں املا، ایک ہی لفظ کے ہیں، اس لیے دونوں متون کو درست سمجھنا چاہیے، فائق صاحب کی اس طرح کی لفظ شناسی سے بہت خوف آتا ہے، شعر یہ ہے

بلبل بھی تو نالاں تھی پر سارے گلستاں میں　　　اک آگ پھکی ، میں جب سرگرمِ فغاں آیا

جلد سوم کے ص 262 پر درج ایک شعر پہلے ملاحظہ فرمالیں اور پھر اس شعر پر مرتب کا حاشیہ ملاحظہ کریں

عشق میں تیرے کیا کیا سن کر یار گئی کر جاتے ہیں　　　یعنی غم کھاتے ہیں بہت ہم، غم بھی ہم کو کھاوے گا

مرتب آگاہ ہیں کہ نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں 'گئی گز' درج ہے، اُن کا یہ خیال البتہ غلط ہے کہ آسی کے یہاں متن 'گئی گز' درج ہے، آسی کا متن بھی بغور دیکھنے پر وہی 'گز' ہی ہے۔ خود 'گئی گز' آسی کے فرضی تتبع میں درج کرتے ہیں اور پھر فرماتے ہیں کہ 'مفہوم واضح نہیں ہوتا' حالاں کہ اگر وہ 'گئی گز' کو درست مان کر اِس لفظ کی تحقیق کرتے تو انہیں 'گئی' بمعنی درگزر، تحمل، تغافل، مل جاتا۔

دیوان چہارم کی آخری غزل (ردیف الف) میں کل پانچ شعر ہیں، کاتب نسخۂ مجلس نے جلد سوم ص 241، غزل نمبر 40 کے چوتھے شعر کا مصرع ثانی درج کرنے کی بجائے پانچویں اور آخری شعر کا مصرع ثانی یہاں بھی درج کر دیا ہے، اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مجلس کے نسخے کی تصحیح متن کی کاوش کس انداز کی رہی ہے، مقطع جس کا دوسرا مصرع مکرر درج ہوا یہ ہے

گلہ لب تک نہ آیا میرؔ ہرگز　　　　کھپا جی ہی میں غم سارا ہمارا

غلط اضافت درج کرنے کی روایت نسخۂ مجلس میں بہت محکم ہے، تاہم ذیل کے شعر کے مصرع ثانی میں 'رنگِ چمن' درج کرنے کی غلطی آسی، عبادت اور مجلس میں مشترک ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شعر درج کرنے سے پہلے اُس کے معنی پر غور کرنے کا فقدان بہت رہا ہے

گل تھے سو سو رنگ پر ایسا شورِ طیور بلند نہ تھا　　　　اُس کے رنگ چمن میں کوئی شاید پھول نظر آیا

نسخۂ مجلس جلد چہارم ص 24 میں 'وائے' کی جگہ 'دے' درج ہوا جب کہ آسی کا متن درست ہے، شعر ہے

یار ہمراہِ نعش جس دم تھا　　　　وائے مردے میں میرے دم نہ ہوا

دیوان پنجم ردیف الف میں ایک شعر کے ایک مصرع میں آسی نے غلط متن درج کیا تو ایک مصرع میں نسخۂ مجلس نے 'ہیبت' کو 'نیت' لکھ مارا، دوسرے مصرع میں آسی کے کاتب نے 'سیل بلا سے' لکھا جب کہ کالج کے متن میں 'سیل بلا ہے' جو بالکل درست ہے، شعر خود ملاحظہ فرمایئے

نعرہ کرنا عاشق کا ہے ساتھ اک ہیبت کے یعنی　　　　سن آواز اس شیر نر کی سیل بلا ہے دہل جاتا

نسخۂ مجلس جلد چہارم ص 186 پر ایک شعر کے ایک ہی مصرع کے بارے میں دو حواشی درج کیے، بتایا کہ 'دس گنا' کو کسی نے 'دس کیا' درج کیا تو کسی اور نے 'دش کیا' لکھا، آسی کے یہاں 'دس گنا' ہے اور یہی درست ہے اور ہم یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں کہ خود مجلس کے متن میں 'دس گناہ' لکھا ہوا ہے، شعر ہے

غرورِ حسن اُس کا دس گنا ہے　　　　ہمارا عشق اُسے کن نے جتایا

لہٰذا اگر اگلے ہی صفحے (181) پر درج اِس شعر میں 'پری دار' کو 'پری داز' لکھا جائے تو یہ کتابت کی نہایت معمولی غلطی قرار پائے گا۔ شعر ہے

سائے کو اُس کے دیکھ کے وحشت بلا ہوئی　　　　دیوانہ مجھ کو جیسے پری دار کر دیا

ابھی دیوان ششم ختم نہیں ہوا، ردیف الف ہی میں 'گردش نے آسماں کی' کی جگہ 'کے' درج ہوا، آسی کے یہاں تو بالعموم یائے معروف و مجہول کا امتیاز روا نہیں رکھا جاتا لیکن مرتب نسخۂ مجلس نے اکثر جگہوں پر مصرع کی مطابقت سے کے، کی وغیرہ درست درج کی ہیں، لیکن کچھ جگہوں پر یہ درستگی نہیں ہو سکی جیسے ذیل کے شعر میں

گردش نے آسماں کی عجائب کیا سلوک　　　　پیرِ کبیر جب میں ہوا، وہ جواں ہوا

مجلس کی جلد چہارم کے ص 201 پر غلط اضافت درج کرنے سے مصرع کے معنی تقریباً ختم ہو کر رہ گئے۔ وہاں 'تلاشِ جوشِ بہار۔۔۔' درج ہے جب کہ شعر بامعنی یوں ہوتا ہے

گئے تھے سیرِ چمن کو اُٹھ کر، گلوں میں ٹک جی لگا نہ اپنا — تلاش جوشِ بہار میں کی ، نگار گلشن میں تھا نہ اپنا

اسی صفحے پر اسی غزل کے ایک شعر کا مصرع یوں درج ہے 'نہ ہوش ہم کو، نہ صبر دل تم کو، نہ شور سر میں، نہ زور پا میں'، اس مصرع میں 'صبر دل تم کو' میں 'دل' زائد ہے، جس کے بعد مصرع ساقط الوزن بھی ہوا اور بے معنی بھی۔ نسخۂ مجلس جلد اوّل ص 210، آسی ص 55 'کے' کی جگہ مصرع ثانی میں 'کی' درج ہے، آسی تو یائے معروف و مجہول میں فرق روا نہیں رکھتے، مرتب مجلس نے بھی یہاں 'کی' درج کر کے مصرع کے معنی بدل دیئے ہیں اور 'کی' کے ساتھ مصرع بہ اعتبار معنی ہلکا بھی ہوا اور مصرع اول سے ربط بھی ختم ہوا، گویا شعر مبہم ہو کر رہ گیا، درست متن یوں ہے

کس کے لگا ہے تازہ تیر نگاہ اُس کا — اک آہ میرے دل کے ہوتی ہے پار ہر شب

نسخۂ مجلس کے مرتب نے ایک لفظ کی غلط تفہیم میں جس مستقل مزاجی کا مظاہرہ فرمایا، یہ بلاشبہ اُنہی کا حصہ ہے، میر کا ایک پسندیدہ لفظ 'دیدہ درا' اور 'دیدہ درائی' ہے جسے انہوں نے بیسیوں مرتبہ باندھا ہے، ایک جگہ 'دیدہ دراں' بھی استعمال کیا ہے۔ فائق صاحب نے اسے دیدہ ور (صاحب نظر) کے معنی میں سمجھا اور ہر جگہ، تمام چھ دواوینِ میر میں نہایت دیدہ دلیری کے ساتھ ہر جگہ 'دیدہ ورائی' اور 'دیدہ ورا' ہی لکھا اور یوں خود اپنے دیدہ ور ہونے یا دیدوں کے بہتر استعمال کی کوئی بہت عمدہ مثال قائم نہیں کی، کسی ایک جگہ حاشیہ میں 'دیدہ ور' کے معنی پر بھی تبصرہ کیا، جس کے بعد ہمیں یقین ہو گیا کہ یہ ہر جگہ کاتب دال کو واؤ نہیں بنا دیتا بلکہ فاضل مرتب نے ہی اِسے واؤ کے ساتھ درج فرمایا ہے۔ اس غلطی کی آٹھ مثالیں ہم ذیل میں درج کرتے ہیں، باقی آپ حواشی میں خود ملاحظہ فرمایئے گا 'دیدہ درائی' شوخ چشمی، بے شرمی، ڈھٹائی، بے حیائی کے معنی کا حامل میر کا مرغوب لفظ ہے۔ نسخۂ مجلس جلد دوم ص 96 پر ذیل کے شعر میں 'دیدہ ورائی' درج ہے، شعر یہ ہے

چشمک چلی گئی تھی ستاروں کی صبح تک — کی آسماں نے دیدہ درائی تمام شب

دوسری مثال، جلد اول ص 293 غزل نمبر 248، پانچواں شعر

غافل نہ اپنی دیدہ درائی سے ہم کو جان — سب دیکھتے ہیں پر نہیں کہتے حیا سے ہم

تیسری مثال، نسخۂ مجلس جلد چہارم ص 114، غزل نمبر 176 پانچواں شعر، نسخۂ کالج میں 'دیدہ درا' ہے، ہم نے اسی کو اپنایا ہے، نول کشور دوم اور آسی کے یہاں 'دیدہ دراں' ہے جب کہ مجلس میں 'دیدہ وراں' ہے، شعر یہ ہے

خوش چشم خوب رویاں دیدہ درا ہیں کتنے — دزدیدہ دیکھنے میں ، دل دیکھتے چرا لیں

نسخۂ مجلس، جلد سوم، ص 144، غزل نمبر 174، شعر نمبر چھ، اس مرتبہ 'دیدہ ورآئی' الف ممدودہ کے ساتھ درج کیا ہے

چشم پوشی کا مری جان تمہیں لپکا ہے — کھاتے ہو دیدہ درائی سے قسم کا ہے کو

نسخۂ مجلس کے مرتب نے اس شعر میں ثابت کیا کہ وہ 'دیدہ درائی' کو دیدہ ورائی ہی سمجھتے رہے، ورنہ مصرع اوّل میں نسخۂ کالج کے 'تم' کی جگہ 'ہم' پیروی آسی میں درج نہ کرتے، جلد سوم، ص 330 غزل نمبر 175، پانچواں شعر، دوہری غلطی کا حامل یہ شعر اصل میں یوں ہے

؎ کیا کیا دیدہ درائی سی تم کرتے رہے اس عالم میں — تم سے آگے سنو ہو صاحب! نہیں ہوا ہے کیا کیا کچھ

اگلی مثال دیوان اوّل کی ردیف ی، جلد اول، ص 566، غزل نمبر 558، پانچواں شعر، درست متن کے ساتھ شعر یہ ہے

؎ اللہ رے یہ دیدہ درائی ہوں نہ مکدر کیوں کے ہم — آنکھیں ہم سے ملائے گئے، پھر خاک میں ہم کو ملائے گئے

یہ مثال دیوان چہارم کی ردیف ی سے ہے، نسخۂ مجلس جلد سوم ص 361، چوتھا شعر درست متن یہ ہے

؎ دونوں طرف سے دیدہ درائی نہیں ہے خوب — اِس چاہ کا ہے لطف جو آپس میں ڈر رہے

اس سلسلے کی آخری مثال دیوان ششم ردیف ی مجلس، جلد چہارم ص 277، غزل نمبر 107، ساتواں شعر، درست متن ملاحظہ فرمائیے

؎ اتنی بھی کیا ہے دیدہ درائی کہ غیر سے — آنکھیں لڑایئے ، ہمیں آنکھیں دکھایئے

مذکورہ آٹھ مثالیں، کل اغلاط 'دیدہ درائی' نہیں بلکہ مجموعی اغلاط اس سے کہیں زیادہ ہیں۔ اب دوبارہ سے ترتیب کے ساتھ نسخۂ مجلس کی غیر دیدہ ورانہ اغلاط کا مزید جائزہ لیتے ہیں۔ میرؔ نے دیوان دوم کے ایک شعر میں گور کی جمع 'گوروں' استعمال کیا، شعر بالکل واضح ہے۔ نسخۂ مجلس جلد دوم ص 99 غزل نمبر 110 پر متن بھی درست درج کیا لیکن حاشیے میں فرمایا'' ۔۔۔لیکن 'گوڑ' بہ معنی پاؤں (پنڈلی، ٹانگ، ٹخنا۔۔۔) بھی ہوسکتا ہے، جس کی جمع 'گوڑوں' ہے۔۔۔' نہیں معلوم اس حاشیے سے فائق صاحب کی کیا مراد ہے؟ شعر البتہ یہ ہے

؎ تھا گوش زد کہ گوروں میں لگ لگ اُٹھے ہے آگ — یاں دل بھرے ہوئے کے سبب ہے کفن میں آب

جلد سوم ص 272 پر 'حالِ خاطرِ آشفتہ' درج ہوا، یہاں اضافت سے شعر کا متن ہلکا ہوتا ہے بلکہ غلط ہوتا ہے، یا تو 'حالِ خاطرِ آشفتہ' ہو لیکن ہم نے بغیر اضافت کے جملے کو اسمیہ رکھا، یوں شعر کا متن بہتر ہوا، شعر ملاحظہ ہو

؎ کیا کہیں حال خاطر آشفتہ — دل خدا جانیے کدھر ہے اب

دیوان پنجم میں ردیف ب کی پہلی غزل میں مصرع ہے' کاش کے دوگل برگ اُدھر سے باد اُڑا کر لادے اب' نسخۂ مجلس نے آسی کی بے عقل پیروی کرتے ہوئے یہاں بھی 'دُ کو دُہ' ہی درج کیا ہے، اسی طرح چار غزلوں کے بعد جلد چہارم ص 35 پر 'دریا' کی جگہ 'دیا' کتابت کی گئی ہے یعنی' وطن دریا ہے اس میں چار طرف ہیں سفر میں اب'، دیوان ششم کی ایک غزل کا شعر ہے

؎ تجرید کا فراغ ہے اک دولتِ عظیم — بھاگے جو اپنے سائے سے بھی خوشتر آفتاب

نسخۂ مجلس نے 'فراغ' کو 'فراع' درج کر کے مصرع بے معنی کر دیا۔ نسخۂ آسی جو مجلس کا ماخذ نسخہ ہے کے صفحہ 637 پر شعر درست متن کے ساتھ ہے لیکن نسخۂ مجلس جلد چہارم ص 209 پر 'ہستی' کی جگہ 'پستی' درج ہوا، جس کے بعد شعر کا مفہوم غارت ہو کر رہ گیا۔ شعر ہے

؎ یار میں، ہم میں پڑا پردہ جو ہے ہستی ہے یہ — بیچ سے اُٹھ جائے تو ہووے ابھی رفع حجاب

دیوان سوم کی ردیف ت کی تیسری غزل ہے، جس میں درج متن 'یاں' آسی کے یہاں درست ہے لیکن مجلس کے مرتب نے اختلاف نسخ درج کیے بغیر 'ہاں' لکھا، جو شعر میں کارآمد بھی نہیں

؎ یاں شہر حسن میں تو کہیں ذکر بھی نہیں — کیا جانیے کہ مہر و وفا ہے کہاں کی بات

کتابت کے سلسلے کی لاپرواہی کا ایک اور نمونہ نسخۂ مجلس کی جلد چہارم کے ص 41 پر 'بات بھی' کو 'بات تھی' بنا دیا ہے

؎ کیا جو تربت پر مری اب پھول لایا ہے عبث — تب تو خانہ باغ سے اپنے نہ پوچھی بات بھی

ذیل کا شعر آسی اور مجلس میں نہایت غلط متن کے ساتھ طبع ہوا ہے، مصرع اوّل میں ' ساتھ ہوں' کی جگہ ' ساتھ ہو' اور مصرع ثانی میں ' گو اسی' درج ہے جب کہ نسخۂ کالج میں ' کو اِس' متن، یہ بھی بامعنی نہیں، اس لیے شعر کو بامعنی متن میں بدلنے کے لیے ' کون اِس' کرنا ضروری تھا۔ ذیل میں ہم دونوں متن آمنے سامنے درج کرتے ہیں تا کہ اندازہ ہو سکے

؎ ساتھ ہوں اک بے کسی کے، عالمِ ہستی کے بیچ — ساتھ ہو اک بے کسی کے عالمِ ہستی کے بیچ
باز خواہِ خوں ہے میرا، کون اِس بستی کے بیچ — باز خواہِ خوں ہے میرا، گو اسی بستی کے بیچ

مجلس کے مرتب نے آسی کے متن کو بنیادی ماخذ کے طور پر اپنایا لیکن بہت سے مقامات پر آسی اور مجلس کے متن کا فرق ہے جب کہ اختلاف نسخ مذکور نہیں، ایسی ہی مثال یہ شعر ہے، جلد چہارم ص 45، آسی کے مطابق متن یوں ہے

وعدے کرو ہو برسوں کے تم، دم کا بھروسا ہم کو نہیں
کچھ کچھ ہو جاتا ہے یاں، اک پل میں، ایک اک آن کے بیچ

مجلس کے مرتب نے مصرع اول اگرچہ موزوں درج کیا ہے لیکن بہ تغیر الفاظ ' وعدے کرو ہو برسوں کے، دم بھر کا بھروسا ہم کو نہیں' مصرع ثانی میں ' ایک اک' کی جگہ ' اک اک' ہے اور یہ اختلاف مجلس کے مرتب نے بے شمار جگہوں پر کیا ہے۔ اس سے اگلی غزل میں ' دشتِ بلا' کو سہواً ' دستِ بلا' درج کیا ہے، ' دشتِ بلا میں جا کر مریے اپنے نصیب جو سید ھے ہوں'۔ آسی کے کلیات میں درست متن ہے۔ نسخۂ مجلس نے جلد چہارم ص 51 پر ' کچھ' کی جگہ آغازِ شعر میں ' کیا' درج کیا، جس سے مصرع استفہامیہ ہوا، جس کی گنجائش مضمونِ شعر میں نہیں

؎ صد شکر کہ مسجد میں ہوئے مستی میں وارد — کچھ ہوش نہ تھا منبر و محراب کا ہم کو

دیوان اوّل کی ردیف ر کا شعر ہے، جسے کاتب نسخۂ مجلس نے اس طرح درج کیا ہے کہ ' گردِ مے' کو ' گردِ مے' درج کیا ہے

؎ ابر جھوما ہی جا ہے صحرا پر — گردِ مے ہوں، آؤ شیخِ شہر

اسی ردیف میں دیوان دوم کا شعر محض الفاظ کے مابین غیر ضروری فاصلہ پیدا کرنے کے سبب، سمجھنا دشوار ہوا ہے، ' دھولا' (مار پیٹ، زد و کوب) کو نسخۂ مجلس میں ' دھو لا' لکھا ہے، اس لفظ سے نا آشنا قاری کے لیے اس غلطی کا ادراک کرنا سہل نہیں

؎ پر سرگراں ہو زاہد جاتا رہا سٹک کر — دھولا چکے تھے مل کر کل لونڈے مے کدے کے

نسخۂ مجلس جلد دوم ص 135، پر محتاج کر' (' کے' محذوف ہے) کی کتابت محتاج کو' کر رکھی ہے، جس کے بعد شعر کے معنی وہ نہیں رہتے جو میر نے مذکور کیے تھے

؎ تشہیر کون شہر میں ہو پارہ نان پر — محتاج کر خدا نہ نکالے کہ جوں ہلال

اسی ردیف ر میں دیوان پنجم کا ایک سہوِ کتابت جس کے ساتھ ربط بین المصرعین ختم ہو کر رہ جاتا ہے یہ کہ مصرع ثانی میں ' مجھ سے' جو آسی کے علاوہ دوم، سوم میں بھی درست درج ہے، مجلس کی کتابت میں ' تجھ سے' درج ہوا

؎ سویا ہے اژدہا یہ بہتر ے مجھ سے کھا کر — میرے ہی خوں میں اُن نے تیغہ نہیں سُلایا

جلد چہارم ص 62 پر مصرع ہے۔۔۔ آنکھیں کھلی رہ جائیں گی، مجلس نے 'کھلی' درج ہی نہیں کیا۔ دیوان ششم کے اس شعر میں نسخۂ مجلس کی کتابت نے مصرع ثانی میں 'کا' کو 'کل' لکھا اور شعر کا مفہوم بدل کر دو کوڑی کا رہ گیا

پھولوں سے اُٹھ نگاہیں مکھڑے پہ اُس کے ٹھہریں — وہ گل فروش کا جو آیا دوکاں کے اوپر

دیوان اوّل کی ردیف ش میں دو غزلیں ہیں، ان میں سے پہلی غزل جو بارہ اشعار پر مبنی ہے، کل تین قطعات کی حامل ہے۔ نسخۂ آسی و مجلس نے اس غزل کے پہلے دو شعروں کو قطعہ بند نہیں لکھا جب کہ یہ مسلسل اشعار ہیں، اس غزل کے شعر سات سے گیارہ تک، پانچ اشعار کا ایک (تیسرا) غیر معمولی قطعہ ہے جس کا مضمون اور موڈ وہی ہے جو غالب کے 'تازہ واردان بساطِ ہوائے دل' والے قطعہ کا ہے، آسی نے ان اشعار کو قطعہ بند لکھا، لیکن مجلس کے مرتب نے اتنے بڑے اور اہم قطعے کو قطعہ درج ہی نہیں کیا۔ ہماری تدوین میں یہ قطعہ ص 332 پر مندرج ہے۔ دیوان پنجم ردیف ش کی تیسری غزل کا مطلع نسخۂ مجلس کے نسخے سے پڑھ اور سمجھ سکنا ممکن نہیں، حالاں کہ بظاہر معمولی سا سہو ہے 'کر' (بہرہ) کو 'کر' لکھ دیا ہے

کرکریں ہیں لجوں لطموں کے دڑبڑے سب کے گوش — بے کراں دریائے غم کے ہیں بلا جوش وخروش

جلد دوم، ص 173 پر ایک مطلع میں 'نالہ کا ہش فزا' کو 'نالہ کا میش فزا' درج کیا، جس کے بعد مفہوم شعر تک پہنچنا خود مرتب کے لیے بھی ممکن نہیں رہا ہوگا

ہے آگ کا سا نالۂ کاہش فزا کا رنگ — کچھ اور صبح دم سے ہوا ہے ہوا کا رنگ

مرتب نسخۂ مجلس کی شعرفہمی، اُن کے حواشی کے سبب متعدد مرتبہ معرضِ تشکیک میں پڑ جاتی ہے مثلاً پہلے دیوان پنجم کی پہلی غزل کا مقطع سن لیں

دیوانے ہیں شہر وفا کی راہ و رسم کے ہم تو میرؔ — دل کے کہے، جی دینے والے قاطبتہً گھر گھر ہیں لوگ

مصرع ثانی میں 'کہے' بمطابق نول کشور دوم، سوم اور آسی ہے، حاشیہ میں مرتب نسخۂ مجلس نے لکھا کہ نسخۂ کالج میں 'کئی' درست ہے حالاں کہ یہ کس حد تک درست ہے، اس کا اندازہ 'کہے' کی جگہ 'کئی' لکھ کر کیا جا سکتا ہے، مزید فرمایا کہ نسخۂ آسی میں 'کیے' ہے حالاں کہ وہاں 'کہے' بالکل درست کتابت ہے۔ دیوان اوّل، ردیف ل پہلی غزل کا آٹھواں شعر 'سوائے' کی جگہ 'ہوائے' قافیہ (مکرر) درج کر کے شعر بے معنی کر دیا گیا

آ عندلیب صلح کریں جنگ ہو چکی — لے اے زباں دراز! تو سب کچھ سوائے گل

دیگر نسخوں کے علاوہ آسی کے یہاں بھی متن درست ہے، یعنی 'سوائے گل'۔ اسی دیوان ور دیف میں ایک اور مصرع میں دو غلطیاں بھی ملتی ہیں۔ شعر ہے

آج آوارہ ہو اے بال اسیرانِ قفس — یہ گل و باغ و خیابان نہ ہوویں گے کل

'ہو اے' کو 'ہوائے' لکھا ہے اور 'بال' کو بہ اضافت زیر کسرہ درج کر کے 'بال اسیرانِ قفس' کی خوب صورت ترکیب کو بے گانہ معنی کر دیا گیا ہے کیونکہ 'اے' حرف ندا ہے اور 'اسیرانِ قفس' کے 'بال' (و پر) سے خطاب ہے۔ لہٰذا اضافت نہایت غلط قرار پاتی ہے۔ نسخۂ مجلس جلد سوم ص 326 پر پھر قافیہ بدل کر شعر کو بے معنی بنایا ہے 'ماتے ہم' کی جگہ 'آتے ہم' لکھا جب کہ آسی کے نسخے ص 497

پر شعر بالکل درست درج ہے

ہاتھی مست بھی آوے چلا تو اُس سے منہ کو پھیر نہ لیں　　پھرتے ہیں سرمستِ محبت، بے ناخوردہ ماتے ہم

جلد چہارم ص 100 پر نسخۂ مجلس نے آسی کے درستِ متن 'آنکھوں کو چھپاتے' میں یہ تصرف فرمایا کہ 'آنکھوں میں چھپاتے' درج متن کیا، حالاں کہ یہاں 'میں' کی ضرورت ہی نہیں کہ یہ شعر کو معانی سے بے گانہ بنا رہا ہے۔ مصرع اول 'کرتے' ہم نے نسخۂ کالج اور طبع دوم کے مطابق درج کیا ہے ورنہ آسی اور مجلس میں یہاں بھی 'رکھتے' درج ہے

نظر دزدیدہ کرتے ہو، جھکی رکھتے ہو پلکوں کو　　لگی ہوتی نہ آنکھیں تو نہ آنکھوں کو چھپاتے تم

جلد چہارم ص 101 پر ایک حاشیہ درج نہ کرتے تو بھلا کرتے 'سوسر کا ہونا' محاورہ ہے جو مستقل مزاج، ثابت قدم اور دھن کا پکا کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ ذیل کے شعر کے بارے میں فائق صاحب نے لکھا کہ سبھی نسخوں میں 'سر کے' ہے، غالباً 'سرکی' ہوگا، اس حاشیے سے مترشح ہوا کہ فائق صاحب مذکورہ محاورے سے آگاہ نہیں تھے شعر یہ ہے

جو ہوتے میر سوسر کے، نہ کرتے اک سخن اُن سے　　بہت تو پان کھاتے، ہونٹ غصے سے چباتے تم

دیوان اوّل کی ردیف ن ہے، بنا سوچے سمجھے متن درج کرنے کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو 'جائے گی طاقت پا آہ تو کرلے گا کیا'، اس مصرع کو سمجھ کر دکھانا آسان نہیں، اس تدوین میں یہ مصرع یوں درج ہوا ہے، شعر دیکھئے

جائے گی طاقتِ پا، آہ! تو کریے گا کیا　　اب تو ہم حال کبھو تم کو دکھا جاتے ہیں

نسخۂ مجلس میں اس نوع کی اغلاط حد درجہ خطرناک ہیں، جہاں شعر بظاہر غلط دکھائی نہیں دیتا مثلاً جلد اوّل، ص 323 پر یہ شعر درج ہے

شب جو وہ مہ کبھو رہے ہے یاں　　مدتوں یاد سال رکھتے ہیں

حالاں کہ مصرع ثانی کا درست متن (آسی کے مطابق بھی) ہے 'مدتوں یار سال رکھتے ہیں' فائق صاحب نے 'مہ' کی رعایت سے 'سال' بمعنی برس سمجھا ہے اسی لیے 'یار' کو 'یاد' بنا دیا جب کہ یہ لفظ 'سال' یہاں بمعنی جلن، خلش ہے۔ نسخۂ مجلس کی یہ غلطی نہایت گمراہ کن ہے، مصرع یوں درج ہوا ہے 'گور بن کوئی صلے میں۔۔۔' آسی کے یہاں متن درست درج ہے، 'صلا' دعوت، بلاوا کے معنی میں، یہاں مطلوب ہے، لیکن نسخۂ مجلس کا استفادہ آسی کے متن کی حد تک بھی بہت درست اور اغلاط سے پاک نہیں۔ ایک شعر دیوان دوم سے ملاحظہ ہو

جانا اِدھر سے میر ہے ویسا اُدھر کے تئیں　　بیماریوں میں جیسے بدلتے ہیں گھر کے تئیں

نول کشور دوم، سوم کے اتباع میں آسی نے اور آسی کی پیروی میں فائق صاحب نے میر کی جگہ 'میرے' درج فرمایا اور کسی نے بھی نسخۂ کالج کی مدد سے درست متن 'میر' نہ اپنایا، شعر شور انگیز جلد سوم ص 278 پر بھی 'میر' درج ہوا ہے۔ پروف دیکھنے میں تساہل کے مظاہر نسخۂ مجلس میں ہر دو چار غزلوں کے بعد ہوتے ہیں۔ جلد دوم، ص 208 پر شعر کی ردیف 'ہیں' ہی شامل متن ہونے سے رہ گئی

اب تو افسردگی ہی ہے ہر آن　　ہم نہ وے ہیں، نہ وے زمانے ہیں

چند غزلوں بعد لفظ 'بُستار' کو 'بتار' درج فرمایا 'کچھ بھی جو سن پاویں یہ تو مجلس میں بُستار کریں'، ایک غزل کے بعد ہی مطلع میں 'بیگانہ وضع' کو 'بیگانہ نہ وضع' لکھا اور یوں سرکاری اندازِ کتابت کی ایک اور مثال قائم کی۔ اسی دیوان کا یہ مصرع 'دشت میں گرد رہ اُس کی

اُٹھی ہے جیدھر سے' یہاں سرے سے 'سے' ہی درج نہیں اور یوں مصرع ناموزوں بھی ہوا اور بے معنی بھی۔ جلد سوم ص 123 پر شعر اس متن کے ساتھ درج ہے

بہت تھا شورِ وحشت سر میں میرے سوچ نے میرے لکھی تصویر تو زنجیر پہلے کھینچ لی پا میں

آسی کے یہاں کفایتی اندازِ تحریر کے سبب 'شوخ' ہی لکھا لیکن 'خ' کا نقطہ درج نہ ہو سکا اور ش پر درج نقطوں کو چ کے نقطے سمجھا گیا اور یائے معروف و مجہول کی تبدیلی مفہوم شعر کے مطابق نہ کی، اگر کی جاتی تو مصرع کی درست شکل یہ بنتی 'بہت تھا شورِ وحشت سر میں، میرے شوخ نے میری'۔ دیوان چہارم کی ردیف ن کا آغاز ہے، پہلی ہی غزل کے مطلع کے مصرع ثانی میں جلد سوم ص 327 (طبع دوم) 'سرپر' کی جگہ 'پر اب' درج کر کے مصرع بے معنی کر دیا گیا ہے۔ جلد چہارم ص 106 پر مصرع ہے 'ملنا نفروں سے اُن کا چھوٹا آ کر میری صحبت میں'، آغازِ مصرع میں 'ملنا ملنا' مکرر درج کیا اور زائد کو مٹایا نہ گیا۔ جلد اوّل ص 365 'نہ دے بر باد حسرت کشتۂ سردر گریباں کو'، فائق صاحب کے کاتب نے 'سردر' کو 'سرور' لکھ کر مصرع بے معنی کر دیا ہے۔ غلط اضافت درج کرنے کی دو مثالیں اور ملاحظہ کریں۔ جلد اوّل ص 374 پر مصرع ہے 'گل چین، عیش ہوتے ہم بھی چمن میں جا کر'، فائق صاحب نے 'گل چینِ عیش' بہ اہتمامِ اضافت درج کیا ہے۔ چند غزلوں بعد دیوان اوّل کی ردیف وہی میں مصرع ہے 'عاشق کو فکر عاقبت کار کیوں نہ ہو'، مجلس کے متن میں 'فکرِ عاقبتِ کار' درج ہے۔

ہر فرد پاس ابھی سے دفتر ہے تجھ گلے کا ہے قہر جب کہ ہوگا حرفوں سے آشنا تو

جلد اوّل ص 376 پر مجلس والوں نے 'پاس' کو 'یاس' درج کیا اور یوں آسی کی بے عقل پیروی کی مثال قائم کی۔ دیوان اوّل ردیف و کا ہی شعر ہے

ابروئے تیغ زن کی تمہارے تو کیا چلی کر دے ہے جس کا لاگتے ہی وار ایک دو

فائق صاحب نے حاشیہ رقم فرمایا کہ 'چلی' درست نہیں یہ لفظ اصل میں 'جبیں' ہے، جس سے شعر کا مطلب صاف ہو جاتا ہے۔ نہیں معلوم وہ کیا مطلب ہوگا جو بقول فاضل مرتب 'صاف' ہو جاتا ہے۔ ہم نے تو نسخۂ کالج اور آسی کے متن کو برقرار رکھا۔ 'چلی' بظاہر تیغ کے ضلع کا لفظ بھی ہے لیکن یہاں 'کیا چلی'، کیا بات، کیا مذکور، بہ اندازِ تحسین، کے معنی کا حامل ہے۔ اسی طرح ایک جگہ 'لاؤ' کو 'جاؤ' لکھ کر شعر کے معنی خلل آشنا کر دیے ہیں۔

دو چار تیر یارو اُس سے بھلی ہے دوری تم کھینچ کھینچ مجھ کو اُس پلّے پر نہ لاؤ

دیوان دوم کی ردیف و ہے، جلد دوم ص 247 پر درج پہلے شعر کی ردیف 'ہو' شاملِ متن نہیں کی گئی۔ دیوان سوم میں سہواً 'ہی' کو 'ہے' درج کیا جب کہ آسی کے یہاں یہ درست ہے

کچھ نہ پوچھو صحبت دی روزہ کی کم فرصتی جوں ہی جا بیٹھے، لگا کہنے، انھیں رخصت کرو

آسی کی کلیاتِ میر میں لفظ 'مہر' کو قدرے مشکل سے سمجھ میں آتا ہے، نسخۂ مجلس کے کاتب نے اِسے 'میر' درج کر دیا، کاتب کی اس خود رائی کو بدلنا پھر کسی نے ضروری نہ سمجھا، یہ شعر جلد سوم کے ص 175 پر ہے

طفلی سے تم نے لطف و غضب مختلط کیے ٹک مہر کو جدا کرو، غصہ جدا کرو

کلیاتِ میر مرتبہ آسی ص 508 پر 'تمکین' واضح ہے اور درست ہے، مجلس کی خود مختارانہ کتابت میں جلد سوم ص 348 پر 'تسکین' لکھا گیا، جس کا یہاں کوئی محل نہیں

ـ آتے ہو تمکین سے ایسے جیسے کہیں کو جاتے ہو ‏ ‏ ‏ ‏ ناز کی کوئی یہ بھی ٹھسک ہے، جی کاہے کو کڑھاتے ہو

ذیل کے شعر میں غلطی اس انداز کی ہے کہ سرسری مطالعہ کرنے والا اِسے درست ہی سمجھے گا یعنی دیگر نسخوں کے علاوہ خود آسی کے یہاں 'دستِ جنوں' کی کتابت نسخہ مجلس جلد سوم ص 350 پر 'دشتِ جنوں' ہوئی ہے، 'دستِ جنوں' زیادہ مطابق مضمون و مفہوم شعر ہے

ـ دامان و جیب میرے ہیں تار تار دونو ‏ ‏ ‏ ‏ دستِ جنوں نے اب کے کپڑوں کی دھجیاں کیں

نسخہ مجلس جلد چہارم ص 119 پر پانچ اشعار کی ایک غزل میں ایک ہی انداز کی دو غلطیاں بسلسلہ کتابت ہیں، مطلع کے مصرع ثانی میں 'اب' درج ہی نہیں 'بس اب تو کھل گئی ہیں آنکھیں، دیکھا ہم نے دنیا کو'۔ یہ تو مطلع تھا، مقطع کے مصرع میں 'میں' اور 'اودھم' کے درمیان 'اِس' حذف کر دیا ہے، 'تہ و بالا کیا دونوں میں اِس اودھم نے دنیا کو'۔ 'ناک میں تیر کرنا' یا 'دینا' محاورہ ہے، فائق صاحب نے اِس محاورے کو اُس وقت ملیا میٹ کر دیا جب دیوان پنجم ردیف و کے اس شعر کے مصرع ثانی میں 'ناک میں اُس کے لکیر کرو' درج کیا

ـ اس تو گناہِ عظیم پہ یارو ناک میں اُس کے تیر کرو ‏ ‏ ‏ ‏ کان لگا رہتا ہے غیر اُس شوخ کماں ابرو کے بہت

دیوان پنجم ردیف ہ کی پہلی غزل کے مقطع میں نسخہ کالج کا متن 'سر برآئے' نول کشور دوم، سوم کا 'سر پر آئی' آسی کے یہاں 'سر برآئی' درج ہے لیکن نسخہ مجلس جلد چہارم ص 127 پر سرے سے 'سر' ہی شاملِ متن نہیں، شعر یہ ہے

ـ مدت میں، ہم ٹک لگ بیٹھے تھے اُس کی دیوار کے ساتھ ‏ ‏ ‏ ‏ رونے سے سب سر برآئی خاک ہمارے سر پر میر

اس سے اگلی غزل میں مصرع یوں ہے 'پروانہ گرد پھر کر جل بھی بجھا و لیکن'، نسخہ مجلس میں 'بجھاؤ لیکن' درج ہے، جس کے بعد مصرع سے معنی خبط ہو گئے ہیں۔ ردیف ی، دیوان اوّل، میر کا معروف شعر ہے

ـ کیجیے کیا میر صاحب، بندگی بے چارگی ‏ ‏ ‏ ‏ لاعلاجی ہے جو رہتی ہے مجھے آوارگی

جلد اوّل ص 423 پر 'لاعلاجی سے' کے بعد شعر کو خاک برابر کر دیا گیا ہے۔ اِسی جلد کے ص 425 پر ایک اور معروف شعر کے ساتھ فائق صاحب نے یہ دل آزاری کی، 'اُس کو تو دل۔۔۔' شعر یہ ہے

ـ کچھ تم کو ہماری بھی تقصیر نظر آئی ‏ ‏ ‏ ‏ اُس کی تو دل آزاری بے ہیچ ہی تھی یارو

اسی طرح یہ شعر ہے جس میں 'جان دے گو' کی جگہ 'جان دے کر' لکھا، ظاہر ہے اس تبدیلی کے بعد شعر بے گانہ معنی تو ہونا ہی تھا

ـ بات کہتے ہیں تیری، لب کوئی ‏ ‏ ‏ ‏ جان دے گو مسیح پر اُس سے

جلد اوّل ص 440 پر مصرع میں درکار لفظ 'مار' کی جگہ 'بار' لکھا گیا، نہیں معلوم اس لفظ کے ساتھ شعر کو مرتب نے کیونکر اور کن معنی کا حامل سمجھا ہوگا!

ـ دُزدیدہ تیرے دیکھنے نے جس پہ گھات کی ‏ ‏ ‏ ‏ حور و پری، فرشتہ، بشر مار ہی رکھا

ہماری تدوین میں غزل نمبر 1439 کے آخری دو شعر، چودہ و پندرہ قطعہ بند ہیں، ورنہ مقطع بالکل نامکمل شعر بن جاتا ہے، اس کا ذکر

اپنے مقام پر لیکن یہاں نسخۂ مجلس کے مرتب کی سہل انگاری کا ایک اور انداز نمایاں ہوتا ہے کہ انہوں نے 'مخطوطے' کی سند ہوتے ہوئے بھی آسی کے غلط متن 'بےشمع' درج کیا۔ آسی کے متن میں 'بےشمع' ہے اور یہ آسی کا تصرف ہے اُنہوں نے شعر کے مضمون کو نامکمل پا کر 'بےشمع' کو 'بےشمع' کر کے مکمل کرنا چاہا، 'لےشمع' یہاں درست بھی ہے اور اِسی لفظ کی ضرورت بھی ہے

جیتے تو میر ہر شب اس طرز عمر گزری　　　پھر گور پر ہماری لے شمع گو کہ آئے

نسخۂ آسی، عبادت اور مجلس کی اس نوع کی اغلاطِ کتابت کو ہم نے کسی دیگر نسخے کی سند کے بغیر درست کر دیا ہے، مثال کے طور پر آسی کی کلیات ص182 اور مجلس کی جلد اول ص511 پر 'چیت گر' کتابت ہے جب کہ شعر کے معنی واضح طور پر 'کر' کا مطالبہ کر رہے ہوں تو 'گر' کو کتابت کی غلطی قرار دینا چاہیے، شعر یہ ہے

اب چیت کر نہیں کچھ تازہ ہوا ہوں بے کل　　　آیا ہوں جب بخود میں، جی اُس میں جا رہا ہے

ہماری تدوین میں غزل نمبر1452، دیوان اوّل کی غزل میں کل تین شعر ہیں، ان میں سے دو شعروں میں غلط اضافت درج کرنے سے دونوں شعروں کے معنی اور ترسیلِ معنی کو غیر معمولی صدمہ پہنچانے کی ذمہ داری نسخۂ مجلس کے مرتب پر جلد اوّل ص516 کی رُو سے عائد ہوتی ہے۔ پہلے شعر میں 'فصّاد' سے خطاب ہے لیکن مجلس کی کتابت اِسے ایک بے معنی ترکیبِ لفظی کا حصہ بناتی ہے 'فصّادِ خوں فساد۔۔۔' شعر یہ ہے

فصّاد! خوں فساد پہ ہے مجھ سے اِن دنوں　　　نشتر نہ تو لگاوے تو میرا لہو پیے

دوسرے اور غزل کے تیسرے شعر میں 'طرزِ بیاباں' کو اضافت کسرہ کے ساتھ درج کرنے سے بھی شعر بے معنی ہوا

صوتِ جرس کی طرز بیاباں میں ہائے میر　　　تنہا چلا ہوں میں دلِ پُر شور کو لیے

کتابت کی ایسی اغلاط، جن سے مطلوبہ معنی سے برعکس اور نہایت غلط معنی برآمد ہوں، کو فاحش اغلاط میں ہی شمار کرنا چاہیے۔ میر کے نہایت معروف شعر کا درست متن پہلے ملاحظہ ہو

غمِ فراق ہے دنبالہ گردِ عیشِ وصال　　　فقط مزا ہی نہیں عشق میں بلا بھی ہے

نسخۂ مجلس کے کاتب نے جلد اوّل ص519 پر مصرعِ اوّل کے 'عیش' کو مصرعِ ثانی میں 'عشق' کی جگہ بھی جڑ رکھا ہے، جسے درست کرنے سے پہلے ہی طبع کر دیا گیا۔ چند غزلوں کے بعد ایک مصرع میں 'بہ جز' کو 'یہ جز' کتابت کیا، اس لیے ہم نے تو ساتھ ملا کر 'بجز' درجِ متن کیا کہ غلطی کا احتمال ہی نہ رہے، 'شمعِ مزارِ میر، بجز آہ کون ہے'۔ کچھ آگے جا کر کاتب نسخۂ مجلس نے مصرع کے آخر میں 'آہ' کو شامل و درجِ متن فرمانا ہی گوارا نہ کیا، 'منزل نہ کر جہاں کو، کہ ہم نے سفر سے آہ' یہ متن نسخۂ آسی ص195 پر ہے لیکن شعر کے معنی کے مطابق یہاں 'آ' زیادہ بہتر متن لگتا ہے، ہم نے آسی کی 'آہ' کو قیاس سے 'آ' میں بدلنے کی جرأت کی ہے۔

نسخۂ مجلس کے حواشی میں کچھ یادگار لطائف بھی درج بلکہ سرزد ہو گئے ہیں، ایک ایسا ہی لطیفہ، لیکن پہلے میر کا شعر

جی ڈوبتا ہے اُس گہر تر کی یاد میں　　　پایانِ کار عشق میں ہم مرجیے ہوئے

لفظ 'مرجیہ' کی دو لغات ہیں ایک کے مطابق ضعیف، مردہ دل، سست، کاہل اور وہ جو مرمر کے بچا ہو یا مر مر کر جینے والا، دوسرے معنی 'غوطہ خور' کے ہیں، شعر میں یہی معنی مقصودِ شاعر ہیں گو پہلے معنی کی رعایت سے ابہام کا ایک پہلو بھی شعر میں ملحوظ رکھا گیا

ہے۔ مجلس کی جلد اوّل ص 562 پر اس شعر کا حاشیہ ملاحظہ فرمائیے 'ابن حزم کے بقول اہل اسلام کے پانچ فرقے ہیں۔۔۔ تیسرے 'مرجیئہ'۔۔۔ مرجیہ کے فرقوں میں اہل سنت سے قریب وہ ہیں جن کا قول ہے کہ ایمان کہتے ہیں دل اور زبان دونوں سے تصدیق و اقرار کرنے کو (ص 31، مذاہب الاسلام، از نجم الغنی) نہیں معلوم اس ساری بات کا میر کے شعر سے کیا ربط و تعلق ہے؟

دیوان دوم کی ایک معروف غزل ہے 'میر دریا ہے سنے شعر زبانی اُس کی'، اس غزل کا ایک شعر ہے

کچھ لکھا ہے تجھے ہر برگ پہ اے رشکِ بہار　　　رقعہ واریں ہیں یہ اوراقِ خزانی اُس کی

آسی کے یہاں متن درست ہے لیکن مرتب نسخۂ مجلس نے اِسے غلط طور پر 'رقعہ دار' سمجھا اور 'رقعہ داریں' (حاملِ رقعہ کے معنی میں) درج کیا ہے جب کہ یہ نادر لفظ ہے اور رقعہ وار کے معنی 'لکھنے کے قابل کاغذ'، اٹھارویں صدی کے اردگرد لکھی جانے والی لغات میں سے کسی کسی میں ملتا ہے۔ 'رقعہ وار' کا لفظ میر نے اِسی دیوان کی ردیف ی ہی میں ایک اور غزل میں برتا ہے۔ شعر ہے

کیا چھپا کچھ رہ گیا ہے مدعائے خطِ شوق　　　رقعہ وار اب اشکِ خونیں سے تو افشانی ہوئی

یہاں بھی میر نے اِسے مونث باندھا ہے اور یہاں بھی نسخۂ مجلس میں اِسے غلط یعنی 'رقعہ دار' ہی درج کیا ہے۔ بالعموم قدیم نسخوں میں 'سوزش' کی جگہ 'شورش' درج ہوتا ہے لیکن ذیل کے شعر میں معنی و مضمون 'سوزش' ہی کا تقاضا کرتے ہیں جس کی تائید نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم سے ہوتی ہے، لہٰذا آسی اور مجلس کے متن میں 'شورش' یہاں غیر ضروری اور بے معنی ہے

وہی سوزش موئے پر بھی ہے اب تک ساتھ یاں میرے　　　ہما کے آشیانے میں جلیں ہیں استخواں میرے

میر کے ایک شعر پر فائق صاحب کا حاشیہ ایک مرتبہ پھر اُن کی شعرفہمی کے بارے میں شکوک کی جنم دہی کا باعث ہوا ہے۔ پہلے شعر ملاحظہ ہو

بس جائیں یار آنکھ تری سُرمگیں پڑے　　　دل خوں ہو، تیرے پاؤں میں پھر کر حنا لگے

جلد دوم، ص 316 پر اس شعر کے بارے میں لکھا کہ نسخۂ آسی میں 'پھر کر' درست نہیں، نول کشور دوم، سوم میں 'پھر کر' درست ہے، نسخۂ کالج میں 'بھر کر' ہے، گو یہ بھی بامعنی ہے لیکن آسی کا متن یہاں اس حد تک بہتر ہے کہ ہم نے نسخۂ کالج کے متن پر بھی فوقیت دی ہے۔ 'پھر کر' کے معنی دوبارہ ہیں اور معنی کا یہ لطیف پہلو سامنے آتا ہے کہ دل خون ہونے کے باعث محبوب کے پاؤں دوبارہ حنا (خونِ دل) سے رنگین ہوں جب کہ مجلس کے مرتب کا جس لفظ پر اصرار ہے 'پھر کر' کی نثر یوں ہوگی کہ اگر محبوب دوبارہ حنا لگائے تو ہمارا دل خون ہو جائے گا۔ اب ظاہر ہے ہمارا اختیار کردہ متن بدرجہا بہتر قرار پاتا ہے۔ اِسی طرح درج ذیل شعر کے بارے میں حاشیہ بھی قابل ذکر ہے

غیر کو دیکھے ہے گرمی سے نہ کچھ لاگ لگے　　　اس لیے دیکھ رہے ہے کہ مجھے آگ لگے

جلد دوم ص 317 پر مرتب مجلس کا کہنا ہے کہ تینوں نسخوں میں 'دیکھ رہے ہیں' اگر 'دیکھ رہا ہے' ہوتا تو فاعل اور فعل کی مطابقت ہو جاتی، یا پھر 'ہیں' ہوتا۔ نہیں معلوم کیوں فائق صاحب 'دیکھ رہے ہے' کے معنی سمجھنے سے قاصر رہے؟ یہاں اس کا مفہوم ہے 'دیکھتا ہے' گویا کسی کی عادت یا معمول کا ذکر کرنا مقصود ہے۔ 'ہیں' کا جواز بالکل نہیں کہ مصرع اوّل میں 'دیکھے ہے' درج ہے اور 'دیکھ رہے' سے وہ مفہوم برآمد نہیں ہوتا جو یہاں مطلوبِ شاعر ہے۔ اس لیے یہی درست متن ہے جو سب نسخوں میں درج ہے۔ کتابت

کی غلطی کی ایک اور مثال اس مقطع میں دیکھیے کہ جہاں 'جا کے بیٹھے' میں 'کے' درج ہی نہیں جس سے مصرع ساقط الوزن ہو جاتا ہے

وادیِ قیس سے پھر آئے نہ میرؔ صاحب ۔۔۔ مرشد کے ڈھیر پر دے شاید کہ جا کے بیٹھے

جلد دوم کے ص 350 پر درج مقطع میں 'ہزار بار گھڑی گھڑی بھر۔۔۔' درج ہوا، اس میں ایک 'گھڑی' زائد ہے، پروف دیکھنے میں تساہل کی یہ ایک اور مثال ہے

ہزار بار گھڑی بھر میں میرؔ مرتے ہیں ۔۔۔ اُنھوں نے زندگی کا ڈھب نیا نکالا ہے

دیوان سوم کی ردیف ی کا آغاز ہے، پہلی غزل کا مطلع ہے

تدبیرِ غمِ دل کی بستی میں نہ ٹھہرائی ۔۔۔ جنگل میں نکل آئے کچھ واں بھی نہ بن آئی

یہ متن آسی کے مطابق ہے، نسخۂ مجلس میں اختلاف کا ذکر کیے بغیر (جلد سوم ص 191، طبع دوم) 'جنگل سے نکل' درجِ متن ہے، آسی کے یہاں 'میں' زیادہ بہتر ہے۔ اس غزل میں تین غلطیاں نسخۂ مجلس کے مرتب نے کیں۔ آسی کی کلیات ص 435 اور نول کشور دوم ص 312 کے مطابق مصرع ہے 'گھر بار لٹایا جب، تب وہ سہی قد آیا' لیکن مجلس کے مرتب نے 'جب تک' درج کیا جو موزوں بھی نہیں اور مفہومِ شعر کے مطابق بھی غلط ہے۔ دیوان سوم کی دوسری غزل کا مقطع ہے

میرؔ نظر کی دل کی طرف، کی عرش کی جانب فکر بہت ۔۔۔ تھی جو طلب مطلوب کی ہم کو کیدھر کیدھر دھیان گئے

اس شعر کے حوالے سے حاشیہ میں فرمایا کہ نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں 'دل کی طرف کو' ہے اور وہ بہتر بھی ہے حالاں کہ یہاں 'کی' ہی درست ہے کہ اس کا تعلق مصرع اوّل کے دوسرے ٹکڑے سے ہے، 'کو' اپنانے سے مفہوم متاثر ہوگا۔ جلد سوم ص 167 (طبع اول) پر اِس شعر کا حاشیہ بھی فائق صاحب کی قدیم الفاظ کی لغات سے لاعلمی کا ثبوت فراہم کرتا ہے۔ پہلے شعر

قلب و دماغ و جگر کے گئے پر ضعف ہے جی کے غارت میں ۔۔۔ کیا جانے یہ قلقچی اِن نے کس سردار کو دیکھا ہے

فرماتے ہیں 'متن میں درج 'قلقچی' غلط ہے، درست لفظ 'قلعچی' ہے، کتابت کی غلطی'۔ حالاں کہ شعر معمولی ہونے پر بھی یہ لفظ عہدِ میرؔ کی سیاست کے تناظر میں غیر معمولی لفظ قرار پاتا ہے۔ اس کے معنی ایسا سپاہی یا ملازم جو براہ راست بادشاہ کا ملازم نہ ہو، کسی سردار وغیرہ کا ملازم ہو اور وفاداریاں (سردار) تبدیل بھی کر سکتا ہو، میرؔ نے اپنے قلب، دماغ اور جگر کو شعر میں 'قلقچی' قرار دے کر، محبوب کی جانب چلے جانے کا ذکر کیا ہے۔ فائق صاحب نے نہ جانے اِسے کیونکر غلط سمجھا اور پھر لطف یہ کہ جو لفظ 'قلعچی' انھوں نے تجویز فرمایا، اُس کے معنی بھی درجِ حاشیہ نہیں کیے۔ پھر مزید غلطی یہ کہ بہ صراحتِ ضمِ 'اُن نے' درج کیا، حالاں کہ یہاں واضح طور پر 'اِن نے' کا محل ہے کہ 'یہ' کے بعد 'اُن نے' غلط قرار پائے گا۔ اگلی ہی غزل کے ایک لفظ 'قرط' بمعنی گھونٹ، جرعہ کے غیر ضروری معنی درج کیے ہیں۔ نسخۂ مجلس میں اضافت کی غلطیاں بے حد و حساب ہیں۔ گو ہم نے ہر ممکن سعی کی ہے کہ اِس تدوین میں اس نوع کی تمام اغلاط دُور کر دی جائیں، تاہم ہر جگہ اِن کی وضاحت حواشی میں نہیں کی۔ البتہ ضروری مقامات پر حواشی درج بھی کیے ہیں۔ دیوان سوم کا مطلع ہے

آنکھوں سے راہ عشق کی ہم جوں نگہ گئے ۔۔۔ آخر کو روتے روتے پریشاں ہو بہہ گئے

مجلس کے مرتب نے 'کی' کے شاملِ متن ہونے پر بھی 'راہِ عشق' اضافت کے ساتھ درج کیا ہے۔ یہ معنی شعر پر غور نہ کرنے کے علاوہ میر کے اُسلوب سے لاعلمی کا مظاہرہ بھی ہے کہ میر کثرت وتوالیِ اضافت سے گریزاں بالعموم رہتے ہیں۔ تدوین کار کا بنیادی فریضہ ہے کہ وہ کوئی شعر شاملِ متن کرنے سے پہلے اُس کے معنی کو بمقدور سمجھ لے، نسخۂ مجلس میں بے شمار شواہد اس امر کے موجود ہیں کہ مرتب نے اشعار کے معنی و مطلب کو نگاہ میں نہیں رکھا مثلاً ذیل کے شعر میں آسی نے ص 442 پر 'ہم رہی کے میر' درج کیا، اب یہاں 'کے' کی یائے مجہول کو معروف سے بدلنے کی ضرورت تھی لیکن مرتب نے جلد سوم ص 205 پر یہ درستگی نہ کی اور یوں 'کی' کو 'کے' درج کرنے پر مصرع اوّل کا مفہوم کچھ کا کچھ ہو گیا اور دوسرے مصرع سے لاتعلق بھی ہوا۔

مضطرب ہو جو ہمرہی کی میر — پھر کے بولا کہ بس کہیں رہ بھی

ایک اور شعر کے معنی فائق صاحب نے کچھ کے کچھ کر دیئے ہیں، انہوں نے 'پردہ' کو 'پروہ' سمجھا اور درج کیا، اگر 'پردہ' کے مطابق مصرع کا مفہوم لیا جائے تو پھر اس مصرع میں ایک 'ہے' زائد قرار پاتی ہے

ہم سے آنکھوں کو کب ملاتا ہے — دیکھنا ہے تو ہے بہم پردہ

کتابت کی ایک اور غلطی اسی دیوان میں، اِس شعر میں ہوئی، جب مصرع اوّل کے 'جہاں میں' کو 'جہاں ہیں' درج فرمایا

مثل ہو میری تیری آشنائی — موافق ٹک ہو تُو، تو پھر جہاں میں

کتابت کی فاحش اغلاط کا سلسلہ جاری ہے، دیوان سوم کے اس مقطع کی ردیف 'جائے' کی جگہ 'آئے' درج کر رکھا ہے

آتی ہے بہت دیر جو اُس منہ پہ نظر جائے — آنکھیں ہی لگی جاتی ہیں اس جاذبہ کو میر

جلد سوم، ص 334 پر میر کے اس شعر پر، فائق صاحب نے لکھا کہ 'مومن کا یہ شعر میر سے متوارد ہے' مومن کا وہی معروف شعر درج کیا ہے 'ایک ہم ہیں کہ ہوئے۔۔۔'، میر اور مومن کے شعر ہم مضمون ضرور ہیں لیکن مومن کے شعر کو 'توارد' قرار دینا، فن غزل میں مضمون آفرینی کی فنی روایت سے عدم واقفیت کی دلیل ہے۔ میر کا شعر یہ ہے

چاہ کرے اب وہ کوئی جو چاہت کا ارمان کرے — ہم تو چاہ کر اُس پتھر کو سخت ندامت کھینچی ہے

اس سے اگلے ہی شعر میں 'دارا سارا' کے لفظ کو 'دارا نیارا' سے بدلنے کی قیاسی تجویز، دیکھ کر اُن کی شعر و لفظ فہمی پر سے اعتماد اُٹھنے لگتا ہے، کمال یہ کہ اُنہیں شعر میں 'سودے، نفع اور نقصان' جیسے الفاظ نے بھی 'دارا سارا' کے بالکل درست ہونے کا یقین نہیں دلایا، شعر خود ملاحظہ فرما کر اندازہ لگایئے کہ یہاں 'دارا نیارا' سے کیا مفہوم پیدا ہوگا

دارا سارا عشق میں کیسا، جی کا بھی نقصان کرے — سودے میں دل کے نفع جو چاہے، خام طمع سودائی ہے

ایک اور جگہ یائے معروف و مجہول کے پیدا کردہ تسامح دُور نہیں کیا گیا، ہمارے خیال میں یہاں 'ہمارے' نسبتاً 'ہماری' درست اور بہتر ہے، دیوان چہارم کا مطلع ہے

صاحب ہی نے ہمارے یہ بندہ پروری کی — جنگل میں چشم کس سے بستی کی رہبری کی

میر کا ایک معروف مقطع دیوان چہارم میں یوں ملتا ہے

دو چار شعر پڑھ کر سب کو رِجھا گیا ہے — شاعر نہیں جو دیکھا تو تو ہے کوئی ساحر

نسخہ مجلس میں بالصراحت مصرع اوّل میں 'تُو تو' لکھا لیکن اگر اِن دونوں لفظوں کی ترتیب بدل دی جائے یعنی 'تو تُو' لکھا جائے تو یہ متن شاید مجلس کے متن سے بہتر نہیں تو کم تر بھی نہیں کہا جائے گا، اس لیے ایسے الفاظ کو ہم نے اعراب کے بغیر ہی رکھا ہے جن کی خواندگی ایک سے زیادہ طرح ممکن ہو اور بامعنی بھی ہو۔ اسی لیے مذکورہ شعر میں 'دیکھا' کے بعد علامتِ وقف بھی درج نہیں کی گئی۔ یہ شعر بھی دیوان چہارم کا ہی ہے

گر کر اُس کی گلی کی خاک میں مفت　　　اشک کی موتی کی سی آب گئی

نسخہ مجلس میں ص388 پر مصرع اوّل 'گلی میں کاک' درج ہے۔ ایک متن کی غلطی اور ساتھ ہی دوسری کتابت کی غلطی۔ دیوان پنجم کا ایک مطلع نسخہ کالج، طبع دوم اور خود آسی کے یہاں یوں درج ہے

کیا خانہ خرابی کا ہمیں خوف و خطر ہے　　　گھر ہے کسو گوشے میں تو مکڑی کا سا گھر ہے

نسخہ مجلس میں مصرع ثانی جلد چہارم ص135 پر یوں درج ہوا 'گھر ہے کہ کسو گوشے میں مکڑے کا سا گھر ہے'۔ کلاسیکی شاعری میں مناسبات لفظ پر اساتذہ جس قدر دھیان دیتے تھے، قیاسی اصلاح کرنے سے قبل اس کا ادراک شعر میں کرنا نہایت ضروری ہے، مثلاً ہمارے خیال میں ذیل کے شعر کے دوسرے مصرع میں 'شب' ہی مناسب ہے کہ مصرع اوّل میں 'صبح' کا ذکر ہے لیکن مرتب نسخہ مجلس (جلد چہارم ص144) کا خیال ہے کہ یہاں 'سب' ہو تو مطلب صاف ہوتا ہے

دامانِ دراز اُس کا جوں صبح نہیں کھینچا　　　اے میر یہ کوتاہی شب دستِ دعا کی ہے

اسی دیوان کے ایک اور شعر میں 'درہم' کا املا کاتب نے یا مرتب نے 'درہَم' درج کیا ہے

نسبت اُن بالوں کی درست ہوئی　　　دیر میں میرے حالِ درہم سے

ایک اور شعر میں تصرف کرتے ہوئے قدیم نسخوں کے ساتھ ساتھ آسی کے متن کو بھی بدل دیا 'کافر کا بھی' کی جگہ 'کافر کا یہ' درج کر کے اچھے بھلے مصرع کو سست کر دیا ہے

کافر کا بھی رویہ ہوتا نہیں ہے ایسا　　　ٹھوکر لگا کے چلنا کس دین میں روا ہے

جلد چہارم ص180 پر 'پایا ہے' یہاں 'ہے' کا اضافہ فائق صاحب کا اپنا ہے، ورنہ مصرع پایا پر مکمل ہو جاتا ہے

اُسے جب نہ تب ہم نے بگڑا ہی پایا　　　یہی اچھے منہ کو بنا جانتا ہے

اسی غزل میں غلط متن کی ایک مثال دیکھیے کہ 'تو ہی تبھی تو' کو آسی کی کلیات میں 'تو ہی تو ہی تو' اس طرح مصرع بلاوجہ اشکال کا شکار ہو کر رہ گیا ہے۔ درست متن نسخہ کالج اور طبع دوم میں ہے، اس مرتبہ مجلس نے متن درست درج کیا ہے

مرے دل میں رہتا ہے تو ہی تبھی تو　　　جو کچھ دل کا ہے مدعا، جانتا ہے

جلد چہارم ص265 پر 'جوں توں' کی جگہ نسخہ مجلس نے 'جوں جوں' لکھا، یوں شعر سمجھنا مشکل ہے

کچھ نہ کی اُن نے جس کو چاہا ہے　　　جوں توں اپنا کیا نباہا ہے

نسخہ مجلس کی ان بے شمار اغلاط کی نشان دہی سے یہ سمجھنا درست نہ ہوگا کہ یہ نسخہ کلیاتِ میر محض مجموعہ اغلاط ہے یا غلط کتابت و اضافت و اعراب و وقوف کی پٹاری ہے۔ یہ سب اغلاط اس نسخے میں ضرور ہیں، تاہم قدیم نسخوں جن میں نسخہ کالج اور

نول کشور دوم، سوم اور آسی کا کلیات شامل ہیں، میں درج بہت سی مشکلات، ابہامات، تسامحات اور سہو ہائے کتابت دُور کرنے کا ذریعہ بھی ہے۔ بلاشبہ میر کے قدیم مطبوعہ نسخوں کے بعد آسی کا کلیات اور کلیاتِ میر نسخۂ مجلس اہمیت کے حامل ہیں۔ ان دونوں کلیات نے متنِ میر کی بہرحال خدمت کی ہے، تاہم یہ امر بھی واقعہ ہے کہ اس نسخے کی کتابت زیادہ احتیاط سے کی جاتی اور بعد از کتابت پروف بار بار اور توجہ سے دیکھے جاتے اور مرتب آسی کے نسخے کے متن کی ہر غلط مقام پر بھی، پیروی نہ کرتے تو یہ نسخۂ کلیاتِ میر کا ایک اہم اور مفید نسخہ ہونے کا فریضہ تادیر ادا کر سکتا تھا۔

6۔ شعر شور انگیز از شمس الرحمٰن فاروقی

فاروقی صاحب کی یہ معرکہ آرا تصنیف چار جلدوں پر مشتمل ہے، اس میں کلاسیکی شعریات، میر کے فکر وفن پر مقالات شامل ہیں لیکن بنیادی طور پر یہ میر کا انتخاب ہے اور منتخب اشعار کی اُن کے اپنے افکار ونظریاتِ زبان وشعر وشعریات کی روشنی میں کی جانے والی شرح ہے۔ ہم نے متن کی حد تک فاروقی صاحب کے درج کردہ متن کو بہت اہم جانا ہے جب کہ خود یہ متن زیادہ تر ظلِ عباس عباسی صاحب کے مرتبہ کلیات پر انحصار کرتا ہے لیکن فاروقی صاحب کی دسترس میں کلامِ میر کے زیادہ نسخے اور مخطوطے رہے، اس لیے ہم نے اس انتخاب سے بھی جہاں ضروری سمجھا، مدد لی ہے لیکن یہ استفادہ ایک حد سے زیادہ مفید نہیں ہو سکتا تھا، کیونکہ اس انتخاب میں میر کے بارہ سے چودہ سو کے لگ بھگ اشعار شامل ہیں۔ ہم نے فاروقی صاحب کے متن کو ہر جگہ قابل قبول نہیں پایا، بہت سی اغلاط بھی نظر سے گزریں، ابتداً اُن کا ذکر کرتے ہیں اور بعد میں اُن اشعار و مقامات کا احوال ہوگا، جہاں 'شعر شور انگیز' کی مدد سے ہم کچھ اشعار درست متن میں درج کرنے کے قابل ہو سکے۔ دیوان اول کی ستارویں غزل کا ایک شعر ہے

یوں گئی قد کے خم ہوئے جیسے　　　عمر اک رہ روِ سرِ پُل تھا

فاروقی صاحب کا (جلد اول، ص 266) خیال ہے کہ یہ لفظ 'سرپل' بمعنی وعدہ خلاف یا بے وفا ہے اور یہ محاورہ ہے، قطع نظر اس کے کہ انہوں نے اس نادر محاورہ کی ماخذ لغت کا حوالہ نہیں دیا (کیونکہ ہم نے تمام لغات میں یہ محاورہ ڈھونڈا ہے اور کسی جگہ لغت میں یہ لفظ نہیں پایا گیا) اہم بات یہ کہ اگر اس لفظ کو بلا اضافت 'سرپل' سمجھ کر اور محاورہ مان کر وہ معنی جو فاروقی صاحب نے بیان فرمائے فرض کیے جائیں تو بھی اُن معنی (اور یوں اس لفظ کا بطور محاورہ استعمال) کا کوئی قرینہ شعر میں موجود نہیں۔ لہٰذا اُن کا یہ فرمانا ''قد کے خم ہونے اور 'سرپل' میں ایک لطیف رعایت یہ ہے کہ 'پل میں بھی تھوڑا سا خم ہوتا ہے، مسافر پل پر سے جلد گزر جاتا ہے۔۔۔۔ محاورہ کے معنی لغوی معنی کے ساتھ اس خوبی سے چسپاں ہوئے ہیں کہ جواب نہیں'' گویا فاروقی صاحب 'سرِ پُل' کے معنی کو بھی ہاتھ سے دینے پر تیار نہیں۔ اب ظاہر ہے یہ لفظ یا تو 'سرِ پُل' ہے یا (بقول فاروقی صاحب) 'سرپل' ہے۔ ہمارے نزدیک اس شعر اور لفظ کی حد تک فاروقی صاحب کی 'کاوشِ کثرتِ تعبیراتِ متن' مضحکہ خیزی کا شکار دکھائی دیتی ہے۔ اُردو لغت تاریخی اُصول پر جلد یازدہم ص 604 پر سرِ پل کے معنی 'پل کا سرا، مراد پل صراط کا سرا' درج کیے ہیں۔ نسخۂ عبادت نے 'رہ رو' کو 'رہگزر' لکھ کر یوں بھی شعر کے معنی غارت کر دیئے ہیں۔ دیوان اوّل کی ردیف الف ہی کا شعر ہے

بارِ سجدہ ادا کیا تہہ تیغ　　کب سے یہ بوجھ میرے سر پر تھا

فاروقی صاحب نے 'بارے سجدہ ادا کیا تہہ تیغ' متن درج کیا ہے اور 'بوجھ' سے مراد سر لیا ہے، جس کا شعر میں کوئی ذکر نہیں۔ ہم نے تمام دیگر نسخوں میں درج متن 'بارِ سجدہ' کو اپنایا اور تہہ تیغ سجدہ کرنے کو بوجھ (فریضہ) سمجھا ہے۔ میر کا نہایت معروف (دیوان دوم) شعر ہے

بے خودی لے گئی کہاں ہم کو　　دیر سے انتظار ہے اپنا

شعر شور انگیز جلد اوّل ص 511 پر مصرع ہے 'بے خودی لے گئی کہاں مجھ کو' متن کی اتنی اہم تبدیلی اور بغیر حوالے کے، قابل قبول نہیں، یوں بھی 'ہم کو' معروف، متفقہ اور بہتر متن ہے۔ دیوان دوم ہی کا ایک اور شعر ہے

موے ہی رہتی تھی عزت مری محبت میں　　ہلاک آپ کو کرتا نہ میں تو کیا کرتا

نسخہ کالج، نول کشور دوم، سوم میں 'موئی ہی رہتی تھی' فاروقی صاحب بھی اپنی کتاب (جلد اول ص 526) میں یائے معروف و مجہول کے پیدا کردہ اس مغالطے کا شکار ہوئے، آسی کے نسخے میں 'موئے ہی رہتی' کو ہم نے اپنایا ہے۔ نسخہ مجلس میں 'موئے ہی رہنی' ہے یہ مزید واشگاف متن ہے لیکن آسی کا متن زیادہ بہتر ہے۔ فاروقی صاحب نے 'موئی ہی رہتی تھی' کے حوالے سے شعر کی شرح یہ سمجھ کر کی کہ 'محبت میں میرے اندر عزت مردہ سی رہتی تھی' ہمارے نزدیک میر کے اس سیدھے سادے شعر کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے عشق میں جان دے کر آبرو بچائی ہے۔ ہمارے خیال میں فاروقی صاحب نے اس شعر کی تفہیم میں ٹھوکر کھائی ہے۔ دیوان ششم کا ایک شعر جسے فیض احمد فیض نے اپنے مجموعۂ کلام 'سر وادی سینا' کے صفحہ اوّل پر درج کیا ہے

موسم آیا تو نخل دار میں میر　　سرِ منصور ہی کا بار آیا

'نخل دار میں' متفقہ متن ہے، گو فیض کے یہاں بھی فاروقی صاحب کی طرح 'نخل دار پہ میر' درج ہوا (شعر شور انگیز، جلد اول، ص 683) لیکن ہم نے 'میں' کو بہتر سمجھ کر درجِ متن کیا ہے۔ دیوان پنجم ردیف ت کا یہ شعر ملاحظہ ہو

میر، نہ ایسا ہووے کہیں، پردے ہی پردہ مار مرے　　ڈر لگتا ہے اُس سے ہم کو ہے وہ ظاہر دار بہت

فاروقی صاحب نے (جلد دوم، ص 163) اپنی شرح میں مصرع اول میں 'پردے ہی پردہ' سمجھا اور یہی معنی اخذ کر کے اس کی خوب خوب شرح کی ہے۔ حالاں کہ یہاں 'پردے ہی پردہ' اندر ہی اندر، چپکے چپکے کے معنی میں، میر نے استعمال کیا ہے اور دوسرے مصرع میں 'ظاہر دار' سے پردے کی لفظی رعایت قائم کی ہے۔ دیوان پنجم ردیف ج کا ایک شعر ملاحظہ ہو

کل ہی جوش و خروش ہمارے دریا کے سے تلاطم تھے　　دیکھ ترے آشوب زباں کے کر بیٹھے ہیں کنارا آج

شعر شور انگیز جلد دوم ص 181 پر فاروقی صاحب نے مصرع ثانی میں 'آشوب زباں' کو 'آشوب زماں' لکھا ہے اور شرح کی ہے۔ دیوان ششم کی ردیف چ میں ایک غزل کا مقطع ہے

چشمک، غمزہ، عشوہ، کرشمہ، آن، انداز و ناز و ادا　　حسن سوائے حسنِ ظاہر، میر بہت ہیں یار کے بیچ

شعر شور انگیز جلد دوم ص 214 پر مصرع اوّل میں لفظ 'آن' شاملِ متن نہیں اور پھر بھی مصرع کو موزوں تصور کر لیا گیا ہے۔ گویا غلطی ہائے کتابت سے کوئی متن محفوظ نہیں۔ دیوان سوم ردیف ر کا یہ مقطع بھی ہمارے اور فاروقی صاحب کے متن میں بے حد مختلف ہے

تن راکھ سے ملا سب، آنکھیں دیے سی جلتی ٹھہری نظر نہ جوگی میر اُس فتیلہ مو پر

فاروقی صاحب نے ظل عباس عباسی صاحب کی سند سے 'ٹھہرے نظر نہ جوگی' میں سے 'جوگی' کو بہتر اور آسی کے متن 'ٹھہری' کو انسب قرار دیا ہے، گو شعر میں تمام تر تلازمہ 'جوگی' کا ہے لیکن اس لفظ کے ساتھ مصرع ثانی کی نثر میں بہت تکلف کرنا پڑے گا اور مصرع تعقید لفظی کے عیب کا حامل ٹھہرے گا۔ اس لیے ہم نے 'جوگی' یعنی متنِ آسی کو اپنایا ہے۔ (بحوالہ جلد دوم ص 272)

'کلیاتِ میر' مرتبہ آسی میں ردیف س کی ایک غزل ص 67 پر اِس عنوان کے ساتھ درج ہوئی کہ 'یہ غزل ایک قلمی نسخے تحریر شدہ 1249ھ میں موجود ہے'۔ فاروقی صاحب نے اس غزل کے تین شعر منتخب کیے جو شعر شور انگیز جلد دوم ص 299 پر 'جنگ نامہ' کے عنوان سے درج ہوئے، فاروقی صاحب کو یہ مغالطہ اس لیے ہوا کہ ص 66 پر اس غزل سے پہلے جو جنگ نامہ اختتام پذیر ہوا اور جس کے آخری شعر میں میر نے 'کوئی غزل' کہنے کا جو حکم خود کو دیا ہے، اُس سے فاروقی صاحب نے سمجھا کہ ردیف س کی یہ غزل ہی 'جنگ نامہ' کی غزل ہے (ہمارے متن میں یہ غزل نمبر شمار 699 ہے) حالاں کہ مثنوی جنگ نامہ کی غزل ردیف ی کی غزل ہے جو ہمارے نسخے میں نمبر شمار 1829 پر درج ہے، مطلع ہے

رنج کی اُس کے جو خبر گزرے رفتہ وارفتہ اُس کا مر گزرے

فاروقی صاحب نے غلط طور پر اِس غزل کو جنگ نامہ کی غزل سمجھا۔

گردِ سر پھر کے کرتے پہروں پاس سو تو ہم لوگ اُس کے آس نہ پاس

دیوان دوم ردیف ن کا ایک مقطع یوں ہے

ڈوبا لوہو میں پڑا تھا ہمگی پیکر میر یہ نہ جانا کہ لگی ظلم کی تلوار کہاں

شعر شور انگیز جلد سوم ص 306 پر مصرع اوّل میں 'میر' کی جگہ 'میں' طبع ہوا ہے، گویا غلطی کتابت سے کچھ بھی محفوظ نہیں، اسی طرح سہو کتابت کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو۔ ردیف ن ہی، دیوان چہارم

اے بت! گرسنہ چشم ہیں مردم، نہ اُن سے مل دیکھے ہیں ہم نے پھوٹتے پتھر نظر سے یاں

شعر شور انگیز جلد سوم ص 374 پر اس غزل کا یہ واحد شعر منتخب ہوا لیکن ردیف 'یاں' شاملِ متن ہی نہیں کی گئی۔ دیوان اوّل ردیف ی کا یہ شعر ملاحظہ ہو

پیکانِ خدنگ اُس کا یوں سینے کے ادھر ہے جوں مارِ سیہ کوئی کاڑھے ہوئے پھن بیٹھے

نسخۂ کالج اور آسی کے یہاں 'جوں' ہے، جس کی یہاں ضرورت بھی ہے لیکن فاروقی صاحب نے 'جو' درج کیا، نول کشور دوم، سوم میں بھی 'جو' ہی ہے حالاں کہ مصرع اوّل میں 'یوں' کی مطابقت میں یہاں 'جوں' ہی بہتر ہے۔ دیوان دوم کے اس شعر کا متن بھی ہم نے درست درج کیا اور شعر شور انگیز جلد چہارم ص 512 پر مصرع یوں ہے 'ہم مست ہو بھی دیکھا' ہمارے نسخے میں آسی و دیگر قدیم نسخوں کے مطابق متن یوں ہے

ہم مست بھی ہو دیکھا، آخر مزا نہیں ہے ہشیاری کے برابر کوئی نشا نہیں ہے

شعر شور انگیز (جلد چہارم ص 721) میں یہ شعر شامل انتخاب کر کے مطالب شعر پر نہایت طویل بحث کی گئی ہے لیکن متن شعر

درست درج نہیں، شعر ہے

عاشق میں ہے اور اُس میں نسبت سگ و آہو کی — جوں جوں ہو رمیدہ وہ، توں توں یہ لگا جاوے

فاروقی صاحب کے یہاں دونوں جگہ 'وہ' درج ہوا یعنی 'توں توں وہ لگا جاوے' درج کیا ہے۔ ہمارے خیال میں آسی کا متن 'یہ لگا جاوے' اس لیے بہتر ہے کہ اس لفظ کے استعمال سے کنایہ 'سگ' کے علاوہ عاشق کی جانب بھی ہو جاتا ہے۔

مذکورہ سطور میں میرؔ پر فاروقی صاحب کی نہایت اہم تصنیف انتخاب اور شرح سے اختلاف کی کچھ مثالیں پیش کیں، اب ہم اس اعتراف کے ساتھ کچھ مثالیں پیش کرتے ہیں کہ میرؔ کے چند اشعار کا متن ہم نے صرف اور صرف اسی تصنیف میں درست پایا اور جہاں بھی اس متن کو اختیار کیا حواشی میں اعتراف و وضاحت ضرور درج کی ہے۔ مثال کے طور پر دیوان اوّل کی غزل نمبر چوبیس کا دوسرا شعر ہے

اُس گل زمیں سے اب تک اُگتے ہیں سرو مائل — مستی میں جھکتے جس پر تیرا پڑا ہے سایہ

تمام قدیم و جدید نسخوں میں 'مائل' کی جگہ 'جس جا' طبع ہوا ہے، مصرع ثانی میں 'جس پر' کی موجودگی میں 'جس جا' غیر ضروری قرار پاتا ہے، فاروقی صاحب نے شعر شور انگیز جلد اوّل ص 279 پر کتاب خانہ راجہ صاحب محمود آباد میں موجود ایک مخطوطے کے حوالے سے 'مائل' بمعنی جھکا ہوا درج کیے۔ یہ تصحیح نہایت اہم ہے اور ہم نے اسی کو شاملِ متن کیا ہے۔ دیوان دوم کا ایک شعر دیکھیے

کل تک تو ہم وے ہنستے چلے آئے تھے یہیں — مرنا بھی میرؔ جی کا تماشا سا ہو گیا

مصرع اوّل میں ہر نسخے میں 'یہیں' ہی درج ہے۔ فاروقی صاحب نے (جلد اول ص 493) پر 'یوں ہی' درج کیا اور 'یہیں' کو 'یوں ہی' کا قدیم املا قرار دیا، ہم نے اُن کے استدلال کو یہاں درست مان کر متن میں 'یوں ہی' شامل کیا ہے۔ اسی دیوان و ردیف کا ایک اور شعر ہے

یہ شب ہجر سر کرے ہے پرے — ہو سفیدی کا جس جگہ سایا

تمام نسخوں میں 'پری' درج ہے اور دوسرے مصرع میں 'سایا' کی رعایت سے 'پری' کا امکان بھی ہے لیکن مصرع بے معنی رہتا ہے اس لیے شور انگیز جلد اوّل ص 541 میں درج متن پرے بمعنی (دستے، لشکر) کو اختیار کیا ہے۔ تمام مطبوعہ نسخوں میں دیوان دوم ردیف اوّل کا یہ مصرع اسی متن میں ملتا ہے 'ہستی ہے اپنے طور پہ جو بحر جوش میں' اس متن سے معنی متبادر نہیں ہوتے اور اگر ہوتے ہیں بھی تو نہایت تکلف سے، جلد اوّل ص 547 پر یہ مصرع نہایت بہتر، واضح قابل فہم اور بامعنی متن کے ساتھ یوں درج ہوا ہے

ہستی ہے اپنے طور پہ جوں بحر، جوش میں — گرداب کیسا، موج کہاں، ہے حباب کیا

ردیف الف دیوان سوم کا یہ شعر بھی، فاروقی صاحب کے انتخاب (جلد اوّل، ص 595) کی مدد سے درست کیا ہے

یاں شہر شہر بستی اوجڑ ہی ہوتے پائی — اقلیم عاشقی میں بستا نگر نہ دیکھا

تمام دیگر نسخوں میں مصرع اوّل یوں ملتا ہے 'یاں شہر شہر بستے اوجڑ ہی ہوتے پائے'، ہمارے نزدیک فاروقی صاحب کا اختیار کردہ متن چونکہ نسخۂ کالج کے مطابق بھی ہے، اس لیے بہتر سمجھا جانا چاہیے۔ یہ شعر خوب دیوان چہارم کا مقطع ہے

میرؔ کو واقعہ، کیا جانیے، کیا تھا درپیش — کہ طرف دشت کے جوں سیل چلا جاتا تھا

نسخۂ آسی میں 'جوں سیل بلا' ہے، مجلس کے نسخے میں 'جوں سیلِ بلا' درج ہے، ہم نے شعر شور انگیز کے متن 'جوں سیل چلا' کو اپنایا کہ

یہ میرؔ کا زیادہ نمائندہ متن دکھائی دیتا ہے۔اسی دیوان کا ایک اور شعر ملاحظہ ہو

نکلے ہے گرگھاس جلی بھی، خاک سے الفت کشتوں کی — یوں بالیدہ سپہر پھرے ہے گویا اُن نے نہال کیا

تمام نسخوں میں 'یہ بالیدہ۔۔۔' متن ہے، شورانگیز کے 'یوں بالیدہ' کو اس لیے اپنایا ہے کہ اس سے مصرع کا استعجابیہ لب ولہجہ (جو طنز کی شدت میں معاون ہے) زیادہ بہتر اور محکم ہوتا ہے۔دیوان دوم ردیف د کا یہ شعر بھی فاروقی صاحب کے متن سے استناد یافتہ ہے

شکستہ بالی کو چاہے تو ہم سے ضامن لے — اسیر موسمِ گل میں ہمیں نہ کر صیاد

ہماری دسترس میں جس قدر نسخے تھے اُن میں 'اسیر' کی جگہ 'شکار' درج ہوا ہے، شورانگیز جلد دوم ص 238 پر 'اسیر' ہے اور یہی بہتر متن ہے۔دیوان اوّل ردیف ک کی تیسری غزل کا مطلع ہے

ہیں بعد مرے مرگ کے آثار سے اب تک — سوکھا نہیں لوہو در و دیوار سے اب تک

تمام نسخوں میں 'ہے بعد مرے۔۔۔' ہے۔فاروقی صاحب نے جلد دوم ص 363 پر 'ہیں' درج کیا، چونکہ مفہومِ شعر کے مطابق 'ہیں' بہتر ہے، اس لیے اسی کو شاملِ متن کرلیا ہے۔دیوان چہارم ردیف ی کا ایک شعر ہے

قرار دل سے کیا ہے اب کے، کہ رک کے گھر میں نہ مر یے گا یوں — بہار آئی جو اپنے جیتے تو سیر کرنے چلا کریں گے

مصرع اوّل میں 'قرار دل سے گیا ہے۔۔۔' سبھی نسخوں کا متفقہ متن ہے، ہم نے جلد چہارم ص 462 پر فاروقی صاحب کی اس قیاسی تصحیح کو مان لیا ہے جو اوپر درج متنِ شعر کی گئی ہے۔یہ چند مثالیں متنِ میرؔ کو بہتر کرنے میں 'شعر شور انگیز' سے استفادے کی تھیں۔

میرؔ کا متن نکات الشعرا و دیگر تذکروں میں

اگر چہ تذکروں میں درج متن کا تاریخی حوالہ بہت اہمیت کا حامل ہے، بعض اوقات تذکروں میں درج متن سے اہم نتائج بھی نکالے جاتے ہیں بطورِ خاص کلام کے زمانۂ تخلیق کے تعین میں ان سے بہت مدد ملتی ہے لیکن بہ اعتبارِ صحتِ متن، ان میں درج کلام پر بہت اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔یوں بھی متن کی اغلاط جس قدر تذکروں میں ہونے کا امکان ہوتا ہے اتنی اغلاط مطبوعہ دواوین وکلیات میں نہیں ہوتیں، تاہم جہاں کہیں ہمیں متن میں مشکل کا سامنا ہوا، ہم نے تذکروں سے بھی مدد لی ہے اور کبھی کبھار اگر وہ شعر وہاں مندرج ہوا تو تفہیمِ متن کی حد تک استفادے سے گریز نہیں کیا گیا، بالخصوص 'نکات الشعرا' کو ہم نے دیوان اوّل کی حد تک ہمیشہ سامنے رکھا ہے اور کبھی کبھار نکات سے متن کی تصحیح کا کام بھی نکل آیا ہے۔مثال کے طور پر دیوان اوّل کی ردیف ی کا یہ مطلع صرف نکات میں درست متن کے ساتھ ملتا ہے

تمام اُس کے قد میں سناں کی طرح ہے — نکیلی نپٹ اُس جواں کی طرح ہے

نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم سے لے کر آسی، عبادت و مجلس تک سب کے یہاں 'رنگیلی' بہ جائے 'نکیلی' درج ہے جب کہ سناں کی رعایت سے نکات کا متن بہت بہتر ہے۔تاہم زیادہ تر مقامات پر نکات کا متن نقشِ اوّل ہی دکھائی دیا اور یوں لگا جیسے بعد میں اس متن کو (شاید تدوینِ دواوین کے وقت) خود میرؔ نے نظرِ ثانی کر کے بہتر کیا ہے، ایسی چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

	نکات الشعرا کا متن	مطبوعہ کلیاتِ میر کا متن
1	بلبلیں رورو کے یوں کہتی تھیں ہوتا کاش کے یک مژہ رنگِ فراری ، اس چمن کا آشنا	بلبلیں پائیز میں کہتی تھیں ہوتا کاش کے یک مژہ رنگِ فراری اس چمن کا آشنا
2	دل پہنچا ہلاکت کو نپٹ کھینچ کسالا رے یار مرے ، سلمہ اللہ تعالیٰ	دل پہنچا ہلاکی کو نپٹ کھینچ کسالا لے یار مرے سلمہ اللہ تعالیٰ
3	سہل سوجھیں تجھے دشواریاں عاشق کی آہ حسرتیں کتنی گرہ تھیں رمق اک جان کے بیچ	تو نہ تھا مُردن دشوار میں عاشق کے آہ حسرتیں کتنی گرہ تھیں رمق اک جان کے بیچ
4	گر ٹک ہو درد آئینے کو چرخِ زشت میں ان صورتوں کو صرف کرے خاک وخشت میں	گر کچھ ہو دردِ آئینہ یوں چرخِ زشت میں ان صورتوں کو صرف کرے خاک وخشت میں
5	ہم سے دیوانے پھریں شہر میں ، سبحان اللہ دشت میں قیس پھرے ، کوہ میں فرہاد رہے	ہم سے دیوانے رہیں شہر میں ، سبحان اللہ دشت میں قیس رہے ، کوہ میں فرہاد رہے

میر کا ایک نہایت معروف شعر مطبوعہ نسخوں میں اس متن کے ساتھ مندرج ملتا ہے

ظالم زمیں سے لوٹتا دامن اُٹھا کے چل ہوگا کمیں میں ہاتھ کسو داد خواہ کا

نکات الشعرا (ص144) پر مصرع اوّل یوں ملتا ہے 'ظالم زمیں سے لوٹتا دامن سنبھل کے پہن'، 'تذکرہ عشقی' از محمد وجیہ الدین عشقی، مرقومہ 1801-1800 (ص193) میں مصرع یوں ہے 'ظالم زمیں سے لوٹے ہے دامن سنبھل کے چل'۔ بعض اوقات ایک ہی مصرع یا شعر مختلف تذکروں میں مختلف متن کے ساتھ درج ہوتا ہے مثلاً میر کا ایک معروف مطلع جو تذکرہ 'خوش معرکہ زیبا' کی روایت کے مطابق میر نے سودا کے درج ذیل مطلع کو خان آرزو سے سن کر فی البدیہہ کہا تھا، سودا کا مطلع ہے

چمن میں صبح جو اُس جنگ جو کا نام لیا صبا نے تیغ کا آب رواں سے کام لیا

میر کا مطلع ہے

ہمارے آگے ترا جب کسو نے نام لیا دلِ ستم زدہ کو ہم نے تھام تھام لیا

اس شعر کا مصرع اوّل مجموعۂ نغز جلد دوم ص233 پر یوں درج ہے 'ہمارے آگے جو تیرا کسو نے ۔۔۔'۔ جب کہ تذکرہ 'ہندی گویاں' (ص208) میں مصرع یوں ہے 'ہمارے آگے ترا اگر کسو نے نام لیا'۔ کبھی کبھار یوں بھی دکھائی دیتا ہے کہ تذکرہ نگار اپنے حافظے پر انحصار کرتے ہوئے معروف اشعار کا متن کسی بیاض وغیرہ کو دیکھے بغیر درج کر دیتے تھے۔ مثال کے طور پر حکیم قدرت اللہ قاسم کے 'مجموعۂ نغز' میں ص232 جلد دوم پر میر کے اس معروف مقطع کا مصرع اوّل یوں درج ہوا ہے 'پوچھتے کیا ہو ہم سے یارو میر کے دین و مذہب کو'۔ مطبوعہ نسخوں کا متفقہ متن یوں ہے 'میر کے دین و مذہب کو اب پوچھتے کیا ہو، اُن نے تو'۔ اعظم الدولہ سرور کے تذکرے 'عمدۂ منتخبہ' مرقومہ 1801 تا1810ء میں میر کا ایک مطلع بالکل ہی مختلف متن کے ساتھ یوں ملتا ہے

جو گل نے دعویٰ رخ کا ترے خیال کیا   صبا نے مارے طمانچوں کے منہ کو لال کیا

جب کہ اس شعر کا مطبوعہ نسخوں میں متفقہ متن یوں ہے

چمن میں گل نے جو کل دعویِ جمال کیا   جمالِ یار نے منہ اُس کا خوب لال کیا

مولوی عبدالحق کے معروف و مروّج 'انتخاب کلامِ میرؔ' میں بعض مقامات پر اشعار کا متن بہت بدلا ہوا ملتا ہے۔ دو مثالیں دیکھیے، میرؔ کے دیوان اوّل کی پہلی غزل کا معروف شعر ہے جو مولوی صاحب کے انتخاب میں درج متن کے ساتھ رائج و معروف ہے

منعم کے پاس قاقم و سنجاب تھا تو کیا   اُس رند کی بھی رات کٹی جو کہ عور تھا

جب کہ تمام مطبوعہ نسخوں، از نسخہ کالج تا نسخہ مجلس دوسرا مصرع 'اُس رند کی بھی رات گزر گئی جو عور تھا'، غالباً مولوی صاحب نے اس مصرع کو ساقط الوزن سمجھ کر از خود یہ تصرف کیا ہو جب کہ میرؔ نے اس مصرع میں 'گزر گئی' کو فعولن کے وزن پر باندھا ہے اور یہ 'گزرگی' پڑھا جائے گا۔ دیوان دوم کا ایک مقطع بھی مولوی صاحب کے درجِ ذیل متن کے ساتھ مقبول و مروج ہے

ہوگا کسو دیوار کے سائے میں پڑا میرؔ   کیا کام محبت سے اُس آرام طلب کو

تمام نسخوں میں 'کام' کی جگہ 'ربط' طبع ہوا ہے۔

غزلیات میں میرؔ کے 'قطعاتِ نو دریافت'

میرؔ کے مروّجہ و متداول کلیات میں، اس تدوینِ کلامِ میرؔ کے دوران، بے شمار ایسے قطعات دریافت ہوئے ہیں، جنہیں آسی، عبادت و مجلس میں سے کسی نے بھی قطعہ درج نہیں کیا حالاں کہ ان اشعار میں مسلسل مضمون نظم ہوا ہے، مرتبین کلامِ میرؔ کی اس روش سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اِن اشعار کے معنی و مفہوم پر کچھ زیادہ غور نہیں کیا، یوں آج کے قاری کے لیے ان اشعارِ مسلسل کی تفہیم میں غیر ضروری دشواری آن پڑتی ہے۔ اس خرابی کا آغاز دیوان اوّل کی پہلی غزل سے ہی ہو جاتا ہے۔ میرؔ کے معروف ترین قطعے 'کل پاؤں ایک کاسہ سر پر جو آگیا' کو مجلس نے قطعہ درج ہی نہیں کیا اس غلطی کی نشان دہی حواشی میں بصراحت درج کر دی ہے۔ یہاں صرف چند مثالیں پیش کی جا رہی ہیں، دیوان دوم کی ردیف الف کے دو شعر دیکھیے

مداوا خاطروں سے تھا دگرنہ   بدایت مرتبہ تھا انتہا کا
لگا تھا روگ جب سے یہ تبھی سے   اثر معلوم تھا ہم کو دوا کا

غزل نمبر 164 کے شعر چھ اور سات، ایک بات کو چار مصرعوں میں مکمل کر رہے ہیں، لیکن آسی، عبادت اور مجلس نے ان کو قطعہ درج نہیں کیا حالاں کہ چھٹا شعر الگ سے بے حد نامکمل اور یوں بے معنی ٹھہرتا ہے۔ ہماری تدوین میں غزل نمبر 458 میں دو 'نو دریافت شدہ قطعات' ہیں، شعر نمبر آٹھ اور نو اور پھر بارہ تا سولہ نمبر شعر مسلسل مضمون کو بیان کرتے ہیں لیکن مذکورہ نسخوں نے انہیں قطعہ درج نہیں کیا، مرتب نسخہ مجلس نے زیادہ بوالعجبی یہ دکھائی کہ شعر نمبر چودہ تا سولہ کو قطعہ لکھا حالاں کہ ان پانچ شعروں میں جو واقعہ بیان ہوا، اُس کا آغاز شعر بارہ سے ہوگیا ہے۔ دیوان اوّل کی ردیف ر کی ایک غزل میں شعر ایک اور دو کا متن ملاحظہ ہو

دل، دماغ و جگر یہ سب اک بار   کام آئے فراق میں اے یار
کیوں نہ ہو ضعف غالب اعضا پر   مر گئے ہیں قشون کے سردار

متداول نسخوں میں سے کسی نے ان دونوں قطعہ بند اشعار کو قطعہ درج نہیں کیا، اس سے سوائے یہ نتیجہ نکالنے کے اور چارہ نہیں کہ ان فاضل مرتبینِ میؔر نے اشعار کے مفہوم پر غور ہی نہیں کیا۔ اس نوع کی اغلاط کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ اسی غزل میں آگے چل کر شعر بارہ، تیرہ کو پھر کسی مرتب نے قطعہ قرار نہیں دیا جب کہ یہاں بھی چار مصرعے مسلسل ہیں

ے
ہر سحر لگ چلی تو ہے تُو نسیم — اے سیہ مستِ ناز ٹک ہشیار
شاخسانے ہزار نکلیں گے — جو گیا اُس کی زلف کا اک تار

یہی ردیف، دیوان سوم، غزل نمبر 621 کے پہلے دو شعر سوال و جواب پر مبنی ہیں لیکن ان کو بھی آسی، عبادت اور مجلس میں سے کوئی قطعہ قرار نہیں دے رہا

ے
سحر گوشِ گل میں کہا میں نے جا کر — کھلے بندوں مرغِ چمن سے ملا کر
لگا کہنے فرصت ہے یاں یک تبسم — سو وہ بھی گریباں میں منہ کو چھپا کر

بلا مبالغہ اس انداز میں پچاسیوں قطعات اس تدوینِ میؔر کے دوران دریافت اور درج کیے گئے ہیں۔ اب اس معاملے کے دوسرے پہلو کی جانب نظر کی جائے گی۔ میؔر کی کلیات کے ان مروّج نسخوں میں بے شمار مقامات ایسے نشان زد کیے گئے ہیں جہاں ان کے مرتبین نے الگ الگ اور مفرد اشعار کو قطعہ درج کیا، گویا ان اشعار پر انہوں نے غور ہی نہیں کیا اور اگر کیا تو پھر ان کا مفہوم نہیں سمجھا۔ اس قسم کی مثالیں بھی بہت سی ہیں تاہم صرف دو ایک مثالوں پر ہی اکتفا کی جاتی ہے۔ غزل نمبر 414 کے شعر آٹھ اور نو کو تینوں مروّجہ کلیات قطعہ درج کرتے ہیں جب کہ ان دونوں شعروں کے مضمون میں قطبین کا بُعد ہے۔ اسی غزل کے شعر دس اور گیارہ کو پھر قطعہ درج کیا حالاں کہ ان دونوں معروف اشعار کا مضمون قطعی الگ الگ ہے

10 مت ڈھلک مژگاں سے اب تو اے سرشک آب دار — مفت میں جاتی رہے گی تیری موتی کی سی آب
11 کچھ نہیں بحرِ جہاں کی موج پر مت بھول میؔر — دور سے دریا نظر آتا ہے لیکن ہے سراب

اس سلسلے کی آخری مثال غزل نمبر 1495، دیوان اول ردیف ی، تینوں مروّجہ نسخوں نے شعر بارہ، تیرہ کو قطعہ درج کیا حالاں کہ یہ دونوں الگ الگ شعر ہیں، شعر بارہ میں فنِ شعر کے حوالے سے تعلّی کا مضمون بندھا ہے جب کہ آخری شعر (تیرہ) میں زندگی کی لاحاصلیت کا احساس بیان ہوا ہے

12 گئی عمر در بندِ فکرِ غزل — سو اس فن کو ایسا بڑا کر چلے
13 کہیں کیا جو پوچھے کوئی ہم سے میؔر — جہاں میں تم آئے تھے کیا کر چلے

اس خرابی کی سب سے خطرناک صورت وہ ہے جہاں غزل کے اشعار کی ترتیب بغیر کسی حوالے کے، ان متداول کلیات میں بدل دی گئی ہے، اس کا اندازہ ایسے اشعار دیکھ کر ہوا، جن میں بات مکمل نہیں ہوئی اور جب غور کیا گیا تو اُسی غزل کے کسی اور شعر کے ساتھ مل کر اشعار قطعہ بند کرنے سے مفہوم و معنی کی تکمیل ہوئی۔ ان تمام اغلاط کی نشان دہی گزشتہ اوراق میں غزل اور اشعار کے نمبر شمار کے ساتھ کر دی گئی ہے اور حواشی میں اِس نوع کی تمام اغلاط اور اختلافات درج کیے گئے ہیں۔

اس مقدمے کے آخر میں، ہم اپنی تدوین کے حوالے سے کچھ معروضات پیش کرتے ہیں۔ دورانِ تدوینِ غزلیات،

جس مقام پر بھی متن میں کسی خرابی کے سبب روانیِ مصرع یا ترسیلِ معنی میں کمی دیکھی اور دستیاب نسخوں میں سے کسی میں 'مطلوبہ متن' کی سند نہیں ملی تو اس طرح کی امکانی تصحیح کو ہم نے متن میں درج کرنے کی بجائے بالعموم حاشیے میں درج کیا ہے جیسے میر کا یہ مصرع 'وہ بھی جانے ہے لہورو کے لکھا ہے مکتوب'، اگر یہ متن یوں ہو 'وہ بھی جانے کہ لہورو کے لکھا ہے مکتوب' تو مصرع بہتر اور رواں ہو جاتا ہے اور مروجہ و قدیم نسخوں میں درج مصرع میں ایک 'ہے' زائد دکھائی دیتی ہے، اُس کی جگہ 'کہ' درج کرنے سے مصرع باوزن بھی رہتا ہے اور معنیِ شعر بھی متاثر نہیں ہوتے، لیکن جب تک کسی مخطوطے سے اِس متن کی تصدیق نہ ہو، ہم شاملِ متن کرنے کے مجاز نہیں۔ میر کے متن کی خواندگی اور تفہیمِ مصراع بڑھانے کی غرض سے، مصرعوں کے درمیان وقوف و اعراب مندرج کیے ہیں، ماقبل کی اشاعتوں میں اس نوع کی اغلاط بہت سی ہیں مثلاً آسی، عبادت اور مجلس کے نسخوں میں دیوان اوّل کی غزل نمبر نو کا یہ مصرع یوں درج ہے 'جوابِ نامہ سیاہی کا اپنی ہے وہ زلف' ہمارے متن میں صرف غلط اضافت ہی حذف نہیں کی گئی، 'جواب' کے بعد وقفہ دے کر 'نامہ سیاہی' کو ایک ساتھ پڑھنا ممکن بنایا گیا ہے، 'جواب، نامہ سیاہی کا اپنی ہے وہ زلف' اگر یہاں وقفہ نہ درج کریں تو قاری لامحالہ 'جوابِ نامہ' ہی قرات کرے گا۔ دیوان اوّل کی غزل نمبر بارہ جس کا مطلع ہے

منہ تکا ہی کرے ہے جس تس کا   حیرتی ہے یہ آئینہ کس کا

اصل میں دیوان دوم کی غزل ہے اور نسخۂ کالج کے ص 287 اور نول کشور دوم، سوم ص 175 پر دیوان دوم کے تحت درج ہوئی ہے لیکن چونکہ ہمارے یہاں مروّجہ نسخوں (آسی، عبادت و مجلس) میں یہ دیوان اوّل میں شامل کی گئی ہے اس لیے انھی کی ترتیب کے مطابق، ہم نے بھی اسے دیوان اوّل ہی میں درج کرنا مناسب خیال کیا کہ پڑھنے والے اس غزل کو دیوان کا سمجھ کر وہیں تلاش کریں گے، تاہم حاشیے میں وضاحت کر دی ہے۔ میر کے ایک نہایت مقبول شعر کا متن، مصحفی کے شعر کے ساتھ اس قدر قریبی مشابہتِ متن رکھتا ہے کہ بالعموم ان دونوں شعروں میں 'خلطِ متن' پڑھنے لکھنے والے کرتے آئے ہیں، یہ دونوں شعر الگ الگ نہیں، ان کے شاعر بھی دو مختلف افراد ہیں، شعر ہیں

شام سے کچھ بجھا سا رہتا ہوں (میر)   شام سے ہی بجھا سا رہتا ہے (مصحفی)
دل ہے گویا چراغ مفلس کا   دل ہے گویا چراغ مفلس کا

جدید اندازِ کتابت میں لفظوں کو ساتھ ملا کر لکھنے سے حتی الامکان گریز کیا جاتا ہے۔ خواندگیِ شعر کے لیے یہ بات بالعم بہتری کا ذریعہ ہے لیکن کسی کسی جگہ ہم نے اس کے برعکس روش کا مظاہرہ بھی کیا ہے مثال کے طور پر عبادت اور مجلس کے نسخوں میں ایک مصرع 'ہم رہِ خضر کو یاں کہتے ہیں گمراہ سنا'، ہم نے یہاں 'ہمرہِ خضر کو۔۔۔' درج کرنا بہت بہتر سمجھا یوں 'ہم' اور 'رہِ خضر' الگ الگ پڑھ سکنے کا امکان ختم ہو گیا ہے۔ گویا ہماری اس تدوین میں قرأت و خواندگیِ متن کو بہتر سے بہتر بنانا، بنیادی اُصو کے طور پر کارفرما ہے۔ میر کے قدیم کلیات اور متداول نسخوں میں اگر اختلافِ نسخ کی نوعیت ایسی ہو کہ اُس زمانے کا روزمرہ محاورہ، جدید مرتبین نے یا کاتبین نے دانستہ یا نادانستہ بدلا ہے اور یہ تبدیلی بظاہر تفہیمِ شعر میں مد بھی ہو، تو بھی ہم نے قدیم ا گفتار اور میر کے اپنے لب و لہجہ کی خوشبو کو زیادہ اہمیت دی ہے۔ مثال کے طور پر جدید کلیاتِ میر میں 'ناحق یہ ظلم کرنا، انصاف پیارے' درجِ متن ہے جب کہ قدیم نسخوں میں 'ناحق یہ ظلم کرنا، انصاف کہہ پیارے' کو قدیم روزمرہ کے مطابق زیادہ درست

بہتر خیال کر کے شاملِ متن کیا ہے۔ میر کے دیوان اوّل ہی کے ایک مقطع کو آج تک تمام نسخے درجِ ذیل متن کے ساتھ درج کرتے آئے ہیں

اک مرتبہ جو میر جی کا جامہ لے گیا ۔۔۔ اُس راہ زن کے ڈھنگوں سے دیوے خدا پناہ

لیکن 'جی جامہ' کا لفظ میر کے یہاں اور اشعار میں بھی ملتا ہے اس لیے، دوسرے مصرع کو نسخۂ کالج کے متن کی سند سے ہم نے درست درج کیا ہے 'اک مرتبہ جو میر کا جی جامہ لے گیا'۔ ایک اور مصرع اٹھارویں صدی کے روزمرہ کے قریب تر ہم نے یوں کیا ہے 'کوچے کے اُس کے رہنے سے باز آ و گرنہ میر' نول کشور دوم، سوم میں 'کوچے سے' تھا آسی نے 'کوچے میں' کی تصحیح کر دی جب کہ میر کا اصل متن نسخۂ کالج میں ملا، جو اختیار کیا گیا لیکن اگر کسی متن کی توثیق نہیں ہوئی تو اُسے جوں کا توں رکھا گیا۔ میر کا یہ مقطع

ناکردہ جرم میں تو گنہ گار ہو گیا ۔۔۔ کب رُو ہے اُس سے بات کے کرنے کا مجھ کو میر

اگر دوسرے مصرع میں 'تو' ہے تو پھر مصرع اوّل میں 'مجھ کو' کی جگہ 'تجھ کو' ہونا چاہیے۔ اعراب (زیر، زبر، پیش) کے درست اندراج سے متن کی ہر ممکن تہذیب کی گئی ہے۔ 'اُسے جب سے ذوقِ شکار تھا، اِسے زخم سے سروکار تھا'، اکثر نسخوں میں دونوں مرتبہ 'اُسے' درج ہے جب کہ مصرع اوّل کے مطابق دوسرے 'اِسے' کا مشارالیہ دل ہے اور پہلے 'اُسے' کا محبوب، اس قسم کے مقامات پر اعراب کے اندراج سے مصرع کی غلط قرأت کا امکان ختم ہو گیا ہے۔ میر کے دو شعروں کے قطعے کا دوسرا شعر ہے

اس دفینے میں سے اقسامِ جواہر نکلا ۔۔۔ گنج کاوی جو کی سینے کی غمِ ہجراں نے

مصرع اوّل، تمام دستیاب نسخوں میں 'کنج کاوی' درج ہوا ہے لیکن دوسرے مصرع میں لفظ 'دفینے' کی موجودگی کے بعد یہ روشن ہو جاتا ہے کہ یہ لفظ 'گنج کاوی' ہونا چاہیے لہٰذا اگر کسی مرتب نے حاشیے میں قیاسی تصحیح کے طور پر بھی وہی مطلوبہ لفظ درج کیا ہے تو ہم نے اسے شاملِ متن کر لیا ہے، جیسا مذکورہ شعر میں ہوا۔ مروّجہ کلیاتِ میر میں غلط اضافات وحذفِ اضافات کا احوال گزر چکا لیکن کچھ مقام ایسے بھی آئے جہاں متداول نسخوں میں درج اضافت اگرچہ غلط نہیں تھی لیکن تبدیلی اضافت سے اگر متن بہتر ہوتا ہو، تو ہم نے ایسے مواقع کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ مثال کے طور پر تمام مروّجہ نسخوں میں مصرع ہے 'آئے برنگ ابرِ عرق ناک تم اِدھر'۔ ہم نے اس مصرع کو یوں درج کر کے اپنے تئیں مصرع بہتر کیا ہے 'آئے برنگِ ابر، عرق ناک تم اِدھر'۔ تاہم اس نوعیت کے اختلاف کو حواشی میں درج ضرور کیا تاکہ اگر ہمارا اختیار کردہ متن درست نہ ہو تو اس کی نشان دہی ہو سکے۔ ایک اور شعر میں میر کا متن درست کرنے کا اعزاز ہمیں حاصل ہے، مروّجہ نسخوں کا متن ہے

کہ صید ہوں میں تری دشمنی جانی کا ۔۔۔ پھرے ہے کھینچے ہی تلوار مجھ پہ ہر دم تو

ہم نے نسخۂ کالج کی سند سے 'کہ صید' کی جگہ 'شہید' کو شاملِ متن کر کے دونوں مصرعوں کی مطابقت کو بہتر کیا ہے۔ مولوی عبدالحق کے انتخاب میں متنِ میر میں تمام مطبوعہ نسخوں سے جو اختلاف ملتے ہیں وہ نہایت اہم ہیں۔ مثلاً درج ذیل شعر بھی مولوی صاحب کے درج کردہ متن کے مطابق معروف ومقبول ہے

آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا ۔۔۔ ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا

تمام دیگر نسخوں میں مصرع اوّل کا متن ہے 'راہِ دورِ عشق میں' یا 'راہ دورِ عشق سے' درج ہوا ہے، چوں کہ 'آگے آگے' کی مناسبت 'راہِ

دورِ عشق' سے بہتر ہے اس لیے معروف متن ترک کر دیا گیا اور کلیاتِ میر کے متداول اور قدیم نسخوں کا متن اپنا لیا گیا ہے۔ میر کے متداول نسخوں میں بالعموم 'زورِ بازار' درج ہوتا آیا ہے جب کہ قدیم نسخوں میں 'روزِ بازار' کتابت ملتی ہے۔ 'زورِ بازار' کا مفہوم صرف گرم بازاری اور رونق کے معنی کا حامل ہے جب کہ ہمارے نزدیک 'روزِ بازار' کی ترکیب زیادہ معنی کی حامل بھی ہے اور میر نے بالعموم 'روزِ بازار' ہی اپنی شاعری میں استعمال بھی کیا ہے

محبت کا جب روزِ بازار ہوگا　　　بکیں گے سر اور کم خریدار ہوگا

تدوینِ ہٰذا میں ہم نے کوشش کی ہے کہ قدیم الفاظ کا درست ترین املا درج کیا جائے، آسی اور مقلدین کے یہاں ایک لفظ 'نیوتا' ملتا ہے جب کہ اِس لفظ کی الگ سے لغت اور معنی ہیں، ہم نے قیاسی تصحیح کرتے ہوئے 'نیونتا' (جھکا ہوا، کمی، کمتری، عاجزی) کو داخلِ متن شعر کر دیا ہے۔

وضع کشیدہ اُس کی رکھتی ہے داغ سب کو　　　نیونتا کسو سے ہم وہ ابرو کماں نہ پایا

درست مقام پر وقف و اعراب لگانے کے بعد ہمارے متن میں کس انداز کی بہتری ہوئی، اس کی ایک اور مثال نسخۂ مجلس اور ہمارے متن میں درج اِس شعر کے مصرع ثانی کے فرق کے ذریعے پیش کی جاتی ہے

جیتے جی پاس ہو کے نہ نکلا کسو کے میر　　　وہ ، دورِ گرد بادیۂ عشق ، دُور تھا

نسخۂ مجلس میں مصرع ثانی ہے 'وہ دور گرد بادیہ عشق دور تھا' اِس متن کے ذریعے مصرع کے مفہوم تک پہنچ سکنا، بہت ہی دشوار کام ہے۔ ایک اور مصرع ہمارے یہاں ہے 'چلو ہو راہ، موافق کہے مخالف کے' جب کہ مجلس والوں کے یہاں متن یوں ہے 'چلو ہو راہ موافق کہے مخالف کے' اِس غلط اضافت سے مفہوم مصرع میر، دوسرے مصرع اور میر کے کہنے کے مطابق بالکل نہیں رہا بلکہ کچھ کا کچھ ہو گیا ہے۔ ہم نے جہاں بہت ضروری ہوا قیاسی تصحیح سے بھی کام لیا ہے، تاہم ان اختلافاتِ نسخ کو حواشی میں ضرور درج کر دیا ہے، چند مثالیں ملاحظہ ہوں 'بزمِ عشرت میں ملامت ہم نگوں بختوں کے تئیں'۔ تمام نسخوں میں 'ملا' ہی درج ہے جب کہ 'تِلا' سے مصرع و شعر بامعنی ہو جاتے ہیں، لہٰذا 'ملا' کو مسلسل چلی آ رہی غلطی کتابت قرار دیے بغیر چارہ نہیں تھا۔

نہیں جہان میں کس طرف گفتگو <u>ویسی</u>　　　یہ ایک قطرۂ خوں ہے طرف خدائی کا

تمام نسخوں میں مصرع اوّل میں 'ویسی' درج ہوا ہے ہم نے اِسے قدیم اندازِ کتابت کا شاخسانہ سمجھ کر قیاس سے درست کیا اور اِس لفظ کو 'دل سے' سمجھا جو ساتھ ملا کر لکھنے کے سبب 'ویسی' مروّج ہو گیا۔

سراپا آرزو ہم لوگ ہیں کاہے کو <u>رندوں</u> میں　　　رہے ہیں اب تلک جیتے ، و لے دل مار مار اپنا

مصرع اوّل میں 'رندوں' تمام نسخوں میں متفقہ غلطی ہے، یہاں 'زندوں' کیے بغیر شعر بامعنی نہیں ہوتا، سو یہی کیا گیا

انتہا شوق کی دل کے جو صبا سے پوچھی　　　اک کفِ خاک <u>کوئی</u> اُن نے پریشان کیا

تمام نسخوں میں 'کوئی' ہے جب کہ یہاں اگر 'کو لے' درج کر دیا جائے تو شعر واضح، بامعنی اور میر کے عمومی طرزِ گفتار کے عین مطابق اور یوں درست ہو جاتا ہے۔

واجب کا ہو نہ ممکن مصدر صفت ثنا کا　　　قدرت ہے اُس <u>کے</u> لب پر نام آوے ہے خدا کا

تمام نسخوں میں 'کے' سے مصرع کے معنی ہی بدل جاتے ہیں، لہٰذا اس 'کے' کو 'کی' درج کرنے اور علامت وقف درج کرنے کے بعد ہی مصرع بامعنی اور مصرع اولیٰ کے مطابق درست ہوتا تھا، سو یہی کیا گیا۔

آئی کنعاں سے بادِ مصر، ولے　　نہ گئی تا بہ کلبۂ یعقوب

مذکورہ متن سے شعر کے معنی ہزار کاوش کے بعد بھی سمجھ میں نہیں آتے، اگر مصرع اوّل کے 'سے' کو 'میں' کر دیا جائے تو سارا معاملہ صاف ہو جاتا ہے، اس نوعیت کی تبدیلی کے بغیر چارہ نہیں رہتا۔

جاتا ہوں دن کو ملنے تو کہتا ہے دن کو میرؔ　　جو شب کو جایئے تو کہے ہے کہ شب ہے اب

مصرع اوّل میں 'کو' کی بجائے 'ہے' درج کیا ہے، دوسری صورت یہ ممکن تھی 'تو کہتا ہے شب کو میرؔ'۔

مانندِ مرغ دوست نگہ بار بار دوست　　تک سوچ بھی ہزار ہیں دشمن، ہزار دوست

'نگہ' تمام نسخوں میں مروجِ متن ہے، جس سے مصرع کے کوئی معنی برآمد کرسکنا ممکن نہیں، بعد از فکرِ بسیار یہ نتیجہ نکلا کہ 'یہ نہ کہہ' ہے اور ساتھ ملا کر لکھنے 'نکہہ' کے سبب بعد میں 'نگہ' بن کر رہ گیا ہے۔

ہم سیہ کاروں کا ہنسنا وہ ہے مے خانے کی اور　　آ گئے ہیں میرؔ مسجد میں چلے مستی کے بیچ

'ہنسنا' کی جگہ از روئے قیاس 'رستا' درج کر کے یہاں بھی شعر کو بامعنی بنایا گیا ہے

رنگِ شکستہ اپنا بے لطف بھی نہیں ہے　　یاں کی تو صبح دیکھی اک آدھ رات رہ کر

شعر کے مفہوم کا تقاضا ہے کہ اس 'دیکھی' کو 'دیکھو' کے ساتھ بدلا جائے تاکہ مصرع بامعنی اور مطابقِ مضمون شعر ہو سکے۔

رکھتا تھا وقتِ قتل مرا امتیاز، ہائے　　سو خاک میں ملایا مجھے سب میں سان کر

'رکھتا' کو سہو قرار دے کر 'رکھنا' کیے بغیر، میرؔ کے مرغوب مضمون کا یہ شعر بامعنی نہیں بنایا جاسکتا تھا، سو یہی کیا گیا۔

چرکٹ تھا دل میں لالہ رخوں کے خیال سے　　کیا کیا بہاریں دیکھی گئیں اس مکان پر

تمام نسخوں میں 'چرکٹ' درج ہے جس کا یہ موقع ہے نہ محل، آسی نے حاشیے میں 'جھمگھٹ' درج کیا، ہم نے اِسے شامل متن کر کے، آسی کی قیاسی تصحیح کو قبول کیا ہے

خورشید و ماہ دونوں آخر نہ دل سے نکلے　　آنکھوں میں پھر نہ آئے، جی سے مرے اُتر کر

ان دونوں مصرعوں میں دو الگ الگ معنی دکھائی دیتے ہیں، صورتِ حال بڑی دلچسپ ہے کہ نسخۂ کالج میں 'ویسے' درج ہونا تھا، وہاں سہو کتابت سے ی کے نقطے درج نہ ہوئے اور بعد کے کاتبوں نے اسے ساتھ ملا کر لکھا گیا لفظ 'دلسے' سمجھ کر کتابت کر دی، بعد کے مرتبین نے 'دل سے' کو الگ الگ درج کر دیا اور یہ نہ سوچا کہ یہ متن دوسرے مصرع سے بالکل مطابقت نہیں رکھتا۔

قتل گر، تو ہمیں کرے گا خوشی　　یہ توقع تھی تجھ سے یار افسوس

یہاں شاید مصرع اوّل بامعنی تو ہے لیکن 'قتل گر' کے مرکب کو بطور اسمِ فاعل استعمال کرنے کی کوئی مثال میرؔ کے یہاں نہیں ملتی، غور کرنے پر 'قتل کر' کو قیاسی طور پر اپنایا اور 'یوں' 'کے' کو محذوف مان کر متن بہتر کیا گیا ہے۔

خاک پر میرؔ تیری ہوتا ولے　　نہ ہوا اتنا اقتدار افسوس

ہم نے 'خاک پر' کی جگہ 'خاکِ رہ' درج کر کے تمام نسخوں کے متن سے اختلاف ضرور کیا لیکن اس طرح متنِ شعر بہت بہتر ہو گیا ہے

ب اب سے جا کر پھر نہ آئے ہم بس ہمیں تو یہی سفر ہے بس

تمام نول کشور نسخوں اور جدید طباعتوں میں بھی یہی متن ہے جب کہ 'آپ سے جا کے' ہم نے درج کیا ہے اور یوں متنِ شعر اس قیاس کے بعد بہت بلند اور بہتر ہو گیا ہے

ب پھول گل کچھ نہ تھے کھلی جب چشم اور بھی رہتی اب بہار اے کاش

نول کشور دوم، سوم میں 'اک' ہے اور آسی ومجلس وعبادت میں 'اب' ہے، ہمارے نزدیک یہ 'ٹک' ہے، جس کے بعد مصرع صاف ہو جاتا ہے

ب دیکھی تھی تیرے کان کے موتی کی اک جھلک جاتی نہیں ہے اشک کے رخسار کی ڈھلک

ہمارا جی بہت چاہتا ہے کہ مصرع ثانی یوں ہو 'جاتی نہیں ہے اشک کی رخسار سے ڈھلک' لیکن ایک ہی مصرع میں دو لفظوں کی تبدیلی کے لیے زیادہ بڑی جرأتِ قیاس درکار ہے۔

ب برسوں ہوئے کہ جان سے جاتی نہیں خلش ٹک مل گئی تھی آگے مرے وہ پھری پلک

ہمارے نزدیک دوسرے مصرع کو یوں ہونا چاہیے 'ٹک ہل گئی تھی آگے مرے وہ بھری پلک' یہاں بھی دو لفظوں کی تبدیلی کے لیے جرأت قیاس کی مطلوبہ مقدار ہم میں نہ تھی، سو حاشیے میں ہی درجِ قیاس کیا ہے۔

ب نالہ کشی میں مرغِ چمن بکتا ہے پر ہم جانیں تب نعرہ زناں جب صبح سے آ کے ساتھ ہمارے بولے ٹک

ہم نے قیاس سے کام لیتے ہوئے 'بکتا' کو 'یکتا' درج کیا ہے۔

ب جوں سیب ہیں ذقن کے چمن زارِ حسن میں یوں باغِ حسن میں بھی ہیں رنگیں انار دل

تمام نسخوں کا متفقہ متن 'باغِ حسن' ہے جب کہ یہاں ضرورت 'باغِ عشق' کی ہے۔

ب بن میں، چمن میں جی نہیں لگتا یار کدھر کو جاویں ہم راہ خرابے سے نکلی نہ گھر کی، بستی میں کیونکر جاویں ہم

یہ متن نسخۂ آسی، عبادت ومجلس کا ہے، نسخۂ کالج میں 'یار کیدھر جاویں' ہے یہ موزوں نہیں، لہٰذا ہم نے 'یارو کیدھر جاویں ہم' درجِ متن کر کے مصرع قدیم متن کے مطابق درست درج کیا ہے

ب سنا ہٹے میں باغ کے کچھ اُٹھتے ہیں نسیم مرغِ چمن نے خوب متھا ہے نفغاں کے تئیں

یہی متن متداول کلیاتِ میر میں مندرج چلا آتا ہے، مصرع اوّل کو 'سنا ہٹے سے باغ میں ۔۔۔' کیے بنا چارہ نہیں تھا۔

ب آیا کیے دماغ کے اعضا میں یہ فتور ٹھہرے قشون کیا، نہیں سردار درمیاں

اس مصرع میں 'کے' کی جگہ 'سے' کرنے سے شعر کے معنی صاف اور درست ہو جاتے ہیں

ب عشق کا محو دستِ شیریں ہوں جان کا بھی نہیں ہراس کہیں

تمام نول کشوری نسخوں میں مصرع اوّل اسی بے معنی متن کے ساتھ ہے۔ نسخۂ کالج میں 'دشتِ شیریں ہوں' درج ہوا ہے، اصل میں اسے 'دشتِ شیر میں ہوں' ہونا چاہیے تب ہی مصرع با معنی اور مطابق مصرع ثانی ہوتا ہے

ب وہ نہیں جو تیغ سے اُس کی گلا کٹوایئے تنگ آئے ہیں بہت اب آپ ہی ہو کر رہیں

'جوہر کرنا' نادر فارسی محاورہ ہے، جس کے مطابق ننگ و ناموس کے خیال سے، بچوں و اہلِ خانہ سمیت مر رہنا، ہیں۔ اس محاورے سے ناواقف کاتبوں نے درست متن کا یہ حال کر دیا، ہم نے مصرع یوں درج کیا ہے۔۔۔ 'اب آپھی جوہر کر رہیں'۔

؎ چھری، خنجر اُس کی کمر میں بھی ہیں — نہ بھولو نزاکت لچک ہی نہیں

آسی نے حاشیے میں 'چھری' کی جگہ 'چھپے' کی تجویز دی، ہم نے اِسے بہتر متن سمجھ کر شاملِ متن کر لیا ہے

؎ بُری بھی بھلی ہیں لگانے کی باتیں — سہی جائے گالی اگر دوستی ہو

آسی و مقلدین کے یہاں 'لگانے' جب کہ نسخۂ کالج میں 'بگانے' درج ہے، یہ لفظ اُسی وقت درست ہو سکتا ہے جب مصرع یوں ہو 'بھلی بھی بُری ہیں بگانے کی باتیں' یہاں ہم نے فائق صاحب کی قیاسی تجویز 'بگانے' کو شاملِ متن کر کے شعر کو بامعنی بنایا ہے۔

؎ جھلک سی مارتی ہے کچھ سیاہی داغ صحرا میں — بہار آئی، کھلے گا پھول شاید باغ صحرا میں

تمام نول کشور نسخوں کے متن کے مطابق یہ شعر ایطائے جلی کا حامل قرار پاتا ہے۔ نسخۂ کالج میں 'داغِ سودا' ہے جو بہ اعتبار معنی بھی بہتر ہے اور شعر سے ایطائے جلی کا عیب بھی دُور ہو جاتا ہے۔

؎ بہت کرتا رہا دارو دوا میں — گیا صبر آخر آزارِ دلی پر

تمام نسخوں میں 'گیا' ہی درج ہے، یہاں 'کیا' کے بعد مصرع زیادہ بہتر اور بامعنی ہوا ہے

؎ شب باشیِ چمن سے شاید خفا ہوئے ہیں — تھے غنچے جتنے زیرِ دیوارِ باغ طائر

تمام مطبوعہ کلیات میں 'جتنے' کے ساتھ ہی مصرع درج ہوا ہے، ہمارے خیال میں درست لفظ 'جیسے' سے جو کتابت کی غلطی کے سبب 'جتنے' رائج ہو کر رہ گیا ہے۔

؎ ترک لباس کر واں شاہاں گدا ہوئے ہیں — خرقہ قمیص کیا ہے کیا وقر اُس گلی میں

آسی و متبعین کے یہاں 'کیا' ہی درج ہوا ہے جب کہ کالج کے نسخے میں 'حرفہ قمیص کا ہے' ہم نے 'خرقہ' آسی سے اور 'کا' نسخۂ کالج سے لے کر متن درست کر لیا ہے۔

؎ ربطِ خاص کسو سے اُس سے ہو، یہ تو طور یار نہیں — لطفِ عمیم اُس کا ہے ہمدم کیوں نہ غنیمت جانیں ہم

مصرع اوّل میں 'ہے' کی جگہ نسخۂ کالج کا 'اے' بہت بہتر ہے، البتہ دوسرے مصرع میں 'اُس سے' بے معنی بھی ہے اور ناموزوں بھی، اس لیے 'اُس سے' کی جگہ 'اُسے' کر کے معنی و وزن بہتر کیا ہے۔

؎ دہانِ زخمِ دل سمجھے جو دیکھا روئے خنداں کو — بنے ناواقفِ شادی اگر ہم بزمِ عشرت میں

نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'لیے' کتابت ہے۔ آسی صاحب نے 'لیے' کی بے معنویت کو 'بنے' سے دُور کرنا چاہا جب کہ یہاں ضرورت 'گئے' کی ہے جسے قیاسی طور پر ہم نے شاملِ متن کر لیا ہے

؎ پاس تُو ہے جس کے وے ہی کل کہیں گے دُور ہو — اپنے حسنِ عارضی پر آج مت مغرور ہو

آسی و عبادت میں 'عارضی' درست نہیں، صرف اس لیے نہیں کہ قدیم نسخوں میں درست متن 'حسنِ رفتنی' درج ہوا بلکہ یہ فیصلہ کہ 'حسنِ رفتنی' ہی درست ہے، دوسرے مصرع کے 'پاس' اور 'دُور' کی مناسبت سے بھی موزوں ترین ہے

وامق و کوہکن و قیس نہیں ہے کوئی — ڈس گیا عشق کا اژدر مرے غم خواروں کو

آسی اور مجلس، سب نے 'ڈس گیا' متن درج کیا ہے قیاس چاہتا ہے کہ یہاں میر کا مرغوب لفظ 'بھک گیا' یا 'پھنک گیا' درج ہونا چاہیے، سو ہم نے اسی کو اپنایا ہے

شوق کا کام کھنچا دور کہ اب مُہر مثال — چشمِ مشتاق لگی جائے ہے طیّار کے ساتھ

آسی صاحب نے قدیم متن 'طومار' کو جو درست بھی تھا، قیاس کے ذریعے 'طیّار' بنایا، اس تبدیلی کی بظاہر وجہ یہی دکھائی دیتی ہے کہ اُنھوں نے مصرع اوّل میں 'مُہر' کو 'مِہر' (سورج) سمجھا اور 'طومار' کے ساتھ اس کی مناسبت نہ پا کر 'طیّار' درج کیا، حالاں کہ مصرع اوّل میں 'مُہر' (stamp) کے معنی میں استعمال ہوا اس لیے 'طومار' ہی بہتر لفظ ہے

افراطِ گریہ سے ہوئیں آبادیاں خراب — سیلاب میرے اشک کے از حد بہک گئے

آسی و مجلس میں 'اثر در' طبع دوم میں 'از در' طبع سوم میں 'از حد' جس کی تجویز آسی نے بھی حاشیے میں دی۔ حالاں کہ اسے 'اژدر' کے علاوہ کچھ اور نہیں ہونا چاہیے۔ 'بہک' کا لفظ بھی یہاں درست نہیں بلکہ مصرع کے معنی کے مطابق 'بھک' ہونا چاہیے۔ لہٰذا ہم نے مصرع یوں درج کیا 'سیلاب میرے اشک کے اژدر بھک گئے'

کہیں جو کچھ ملامت گر بجا ہے میر کیا جانے — اُنھیں معلوم تب ہوتا کہ ویسے سے جدا ہوتے

سارا صیغہ جمع کا ہے، اس لیے 'جانے' کو 'جانیں' بنائے بغیر چارہ نہیں، ورنہ قاری سمجھے گا کہ میر کیا جانے؟

تنک گرم تُو سنگ ریزے کو دیکھا — نہاں اس میں بھی شعلۂ طور ہے

قدیم و جدید تمام طباعتوں میں 'دیکھا' ہی درج ہے، حالاں کہ اس طرح معنی ہی خلل پذیر نہیں ہوتے، مصرع ساقط الوزن بھی ہو جاتا ہے، اس لیے معنی اور وزن ہر دو کی ضرورت کے مطابق 'دیکھ' کو شامل متن کیا ہے۔

گر اس چمن میں وہ بھی اک ہی لب و دہاں ہے — لیکن سخن کا تجھ سے غنچے کو منہ کہاں ہے

سبھی نسخوں میں 'گر' کتابت ہوا جب کہ مصرع 'گو' کے علاوہ کسی اور لفظ کا طلب گار نہیں۔

ٹک تو وقفہ بھی کرائے گردشِ دوراں یہ کہ جان — عمر کے حیف ہی کیا سات چلی جاتی ہے

مصرع اولیٰ میں سبھی نسخوں میں 'یہ کہ جان' درج ہے، یہاں قیاس کے ذریعے 'کہ، یہ جان' کر کے شعر کو معنی سے ہم کنار کیا ہے۔

متداول کلیاتِ میر میں، بہت سی غزلیں مختلف دواوینِ میر میں مکرر درج ہوئی ہیں۔ یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ا[illegible] کلیات کے مرتبین نے کلامِ میر مکمل دیکھ بھال، جانچ پرکھ اور چھان پھٹک کے بعد مرتب نہیں کیا، جس کا دعویٰ سبھی نے کیا، لیکن اس پر عمل کسی ایک کا بھی نہیں رہا، اگر چہ یہ اعادہ و تکرار ان سب مرتبین کو وراثت میں نسخۂ کالج سے ملی ہیں لیکن ان مرتبین جن میں آسی، عبادت اور فائق، تینوں شامل ہیں، کا فریضہ تھا کہ وہ ان غزلوں کو مکرر درج نہ کرتے لیکن اُن کا اِس تکرار سے بے خبر ہو[illegible] ظاہر کرتا ہے کہ کلامِ میر اُن کے حافظے اور دل و دماغ کا حصہ نہیں بنا تھا۔ ہم ان متعدد غزلوں کے مکرر اندراج سے آگاہ ہو[illegible] اس کا بہت کچھ دار و مدار اس بات پر بھی ہے کہ غزلیاتِ میر کا یہ کلیات ردیف وار مرتب ہوا ہے۔ ان غزلوں کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔ دیوانِ دوم میں ردیف الف کے تحت تین غزلیں درج ہیں جن کے مطالع یہ ہیں

زد میں آنے سے بچ رہنے والے یہ اشعار کسی بھی فنی معیار کے مطابق اُن اشعار سے کم رتبہ نہ ہوں جو شاملِ انتخاب ہوئے!

میر کے دواوین اور کلیات کے جتنے قلمی نسخے دیگر ممالک بالخصوص انڈیا کے کتاب خانوں میں بتائے جاتے ہیں، اُن کی تعداد کسی بھی اور شاعر کے مخطوطات سے کہیں زیادہ ہے اور یہ میر کی مقبولیت کا بین ثبوت ہے، پھر یہ بھی نہایت اہم واقعہ ہے کہ میر کا بہت حد تک مکمل کلیات اُن کی زندگی کے آخری سالوں میں تیار ہونا شروع ہوا اور وفات کے ایک سال کے اندر ہی نہایت اہتمام کے ساتھ فورٹ ولیم کالج کلکتہ کے کارپردازان نے 1811ء میں شائع کر دیا لیکن اس کے بعد آج تک ایک کلیات بھی ایسا مرتب اور مطبوع نہ ہوا جو 1811ء کے اس نسخۂ کالج کی اغلاط کو دُور کرتے ہوئے صحت متن کی ضمانت فراہم کرتا بلکہ واقعہ یہ کہ کلیاتِ میر کا یہی نسخہ ہے جس میں سب سے کم اغلاط ہیں اور جسے متنِ میر کا سب سے بہتر نمونہ اور نمائندہ مجموعہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس حد درجہ حوصلہ افزا آغاز کے بعد ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ چند اہم قلمی نسخوں اور نسخۂ کلکتہ (جسے ہم نے اپنے مقالے میں ہر جگہ نسخۂ کالج لکھا ہے) کی مدد سے میر کا مستند اور قابلِ اعتماد متنِ کلام تیار کر لیا جاتا لیکن ایسا نہ ہوا اور ہر اگلی اشاعتِ کلیاتِ میر نے ماقبل کے کسی ایک آدھ نسخے کو اپنے اپنے کاتب سے 'صاف' کروا کر شائع کر دیا۔ یوں گذشتہ کلیات کی اغلاط میں ہر نئے کاتب کی اغلاط اور مرتب کے تصرفات کی کارفرمائی سے متنِ میر بہتر ہونے کی بجائے مسخ ہی ہوتا رہا۔ 'تدوین غزلیاتِ میر' کے حوالے سے اپنی کارگزاری عرض کرنے سے پہلے ایک نگاہ کلامِ میر کی اب تک کی اشاعتوں پر ڈالنا ضروری ہے۔

کلیاتِ میر، نسخۂ کلکتہ

11x8 سائز کے 1085، 21 سطری صفحات کا حامل یہ کلیاتِ میر 1226ھ بمطابق 1811ء ہندوستانی چھاپے خانے کے مہتمم منشی مدار بخش نے شائع کیا۔ متن کی تصحیح مرزا کاظم علی جوان، مرزا جان طپش، مولوی محمد اسلم اور منشی غلام اکبر نے کی تھی۔ کالج کے اربابِ اختیار میں سے کپتان ٹیلر صاحب مدرس ہندی، ڈاکٹر ولیم ہنٹر، کپتان گالیو اور کپتان تامسن روبک صاحب کے اسمائے گرامی، سرورق کی عبارت میں معہ القابات درج ہیں۔ جن کی مدد و اعانت سے یہ کلیات انطباع ہوا۔ اس کلیات کی ابتدا میں صفحہ 18 تک قصائدِ منقبت اور در مدح نواب آصف الدولہ درج ہیں۔ اس کے بعد صفحہ 19 سے 254 تک دیوان اول، 255 سے 437 تک دیوان دوم، 438 سے 537 تک دیوان سوم، 538 سے 610 تک دیوان چہارم، 611 سے 707 تک دیوان پنجم اور صفحہ 708 سے 768 تک دیوان ششم درج ہوئے ہیں۔ فردیات 769 سے 775 تک اور اس کے بعد صفحہ 1069 تک دیگر اصناف شعر معہ مثنویات درج ہیں۔ مراثی میر کے علاوہ اس کلیات میں میر کا تقریباً سبھی کلام شامل ہے۔ ہم نے اپنے کام کے دوران سب سے زیادہ معاون میر کے اِسی کلیات کو پایا۔ متنِ میر کی مشکلات حل کرنے میں جتنی مدد اس نسخے سے ملتی ہے، وہ بعد میں شائع شدہ کسی مجموعے سے نہیں ملتی۔

کلیاتِ میرؔ، مطبوعہ نول کشور لکھنؤ

کلیاتِ میرؔ کا دوسرا اہم مطبوعہ ماخذ وہ نول کشوری نسخے ہیں جن کی بنیاد اگر چہ نسخۂ کالج پر ہے لیکن صحت متن کے اعتبار سے اِن کا درجہ اپنے ماخذ سے بھی کم ہے۔ نول کشور پریس نے اگر چہ کلیاتِ میرؔ کے متعدد ایڈیشن شائع کیے، تاہم اولین اشاعت 1868ء میں ہوئی، دوسرا ایڈیشن 1874ء میں چھپا، انہی دونوں نسخوں کو بعد کے مرتبین میرؔ نے نول کشور دوم، سوم کے نام سے موسوم کیا ہے، ان میں بھی میرؔ کے مرثیے شامل نہیں ہیں۔

کلیاتِ میرؔ مرتبہ مولوی عبدالباری آسی، مطبوعہ نول کشور پریس لکھنؤ (نسخۂ آسی)

نول کشور پریس کا شائع کردہ یہ کلیاتِ میرؔ کا جدید ترین نسخہ ہے جو 1941ء میں مولانا آسی کے نہایت اہم مقدمے، جسے انتقادِ میرؔ میں بلند مقام حاصل ہے اور فرہنگ کے ساتھ نہایت عمدہ کتابت کے ساتھ طبع ہوا۔ نول کشوری اشاعتوں میں میرؔ کے کلیات کی اس سے بہتر طباعت اور کوئی نہیں ہوئی اپنے وقیع اور مبسوط مقدمے کے آخر میں 'کلیاتِ میرؔ بصورتِ موجودہ' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

> ''کلیاتِ میرؔ کے ایڈیشن متعدد مرتبہ شائع ہو چکے ہیں اور سب سے پہلا چھپا ہوا وہ نسخہ ہے جو کلکتہ فورٹ ولیم سے کاظم علی جوان وغیرہ کی تصحیح و نظرِ ثانی کے بعد غالباً میرؔ صاحب کی زندگی ہی میں شائع ہو گیا تھا، یا شائع ہونا شروع ہوا تھا۔ یہ نسخہ دوسرے نسخوں سے زیادہ صحیح ہے، مگر ایسا نہیں کہ اِس کو معتمد علیہ سمجھا جائے، اس میں اکثر جگہ قبیح غلطیاں رہ گئی ہیں، یہ نسخہ تصحیح کے وقت ہمارے پیش نظر تھا، اس کے علاوہ دوسرا وہ نسخہ جو نول کشور پریس ہی سے 1867ء میں بغیر حاشیہ چھپا تھا۔ اس کے بعد بھی جو اور ایڈیشن یہاں سے چھپے وہ بھی موجود تھے، ان کے علاوہ دو قلمی قدیم نسخے جو مکمل تو نہ تھے لیکن پھر بھی دونوں کو ملا کر بہت سا کام دے سکتے تھے.......... اور اب اُمید ہے کہ یہ کتاب اُن تمام نسخوں سے بہتر ثابت ہوگی جو اَب تک کلیاتِ میرؔ کے نام سے شائع ہوئے ہیں۔''

(کلیاتِ میر، مرتبہ آسی، ص 58-57)

دیوان اوّل کے آغاز سے قبل مطبع کے مہتمم نے 'گذارش' کے عنوان سے لکھا:

''مجھے فخر ہے کہ سال ہا سال کی محنت اور کاوش کے بعد کلام افصح الفصحا میر تقی میرؔ

بترتیب جدید ناظرین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ میر کا کلیات اب تک عام طریقے سے نہایت لاپرواہی کے ساتھ غلطیوں کی نذر ہوتا رہا ہے لیکن اس مرتبہ خصوصیت کے ساتھ متعدد قلمی اور سابقہ مطبوعہ نسخوں سے اس کی تصحیح کا پورا اہتمام کیا گیا جس کو مصورِ درد مولوی عبدالباری آسی اور جناب مولوی سید جعفر علی صاحب فاضل دیوبند نے نہایت غور و امعانِ نظر کے ساتھ اصل پر نظر ثانی کر کے کئی کئی مرتبہ کاپیوں اور پروفوں کو دیکھ کر صحیح کیا اور بعد کو آسی صاحب نے اس پر فرہنگ اور مقدمہ کا اضافہ فرمایا، اس میں جو حواشی دیئے گئے ہیں وہ بھی میر کے کلام کے توازن کے لیے بہت موزوں ہیں...... '' (ص 68)

آسی کا مرتبہ 'کلیاتِ میر' 1941ء تک ہی سب سے مفید اور قابلِ مطالعہ کلیات نہیں تھا بلکہ آج بھی مطالعۂ شاعریِ میر کے لیے بیش از بیش اسی نسخے کو پُرکشش سمجھا جاتا ہے، لیکن اس کے مہتمم اشاعت کا یہ دعویٰ کہ اس نسخے کو بار بار پروف پڑھ کر اغلاط سے بالکل پاک کر دیا ہے، محلِ نظر ہے۔ آسی کے یہاں متن کے ساتھ ساتھ کتابت کی اغلاط خاصی تعداد میں ہیں، توثیق اُن اشعار کو دیکھ کر کی جاسکتی ہے جن کے نمبر شمار ہم اِسی مقدمے میں آگے چل کر پیش کریں گے۔ علاوہ ازیں قطعات کی نشان دہی بہت سے مقامات پر نہیں ہوئی، کچھ ایسے اشعار کو بھی قطعہ درج کیا گیا ہے جو الگ الگ مضمون کے حامل شعر ہیں۔ پھر یہ کہ کم سے کم پانچ غزلوں کی تکرار (تین ردیف الف، ایک ن اور ایک ردیف ی سے) بھی سرزد ہوئی ہے، اُن اشعار کا تو ذکر ہی کیا جو ایک سے زیادہ غزلوں میں شامل ہیں، پھر املا اور پرانی طرزِ کتابت کے پیدا کردہ مسائل بھی ہیں جو متن کی اغلاط کا ایک بڑا سبب بھی ہیں۔ مثلاً یائے معروف و مجہول کا املا اور کفایتِ صفحہ کے لیے لفظوں کو ساتھ ملا کر لکھنے کا رجحان، جس کے بعد غلطی اس درجہ دُور نکل جاتی ہے کہ پھر اصل متن کی بازیافت ناممکن سی ہو جاتی ہے۔ یہ اور اِسی نوع کی اغلاط جن کی تفصیل حواشی میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے، کی موجودگی میں یہ باور کرنا مشکل ہے کہ آسی صاحب اور مولوی جعفر صاحب نے اِس نسخے کے متن پر اُتنا ہی غور کیا، جتنا متنی تحقیق میں کرنا چاہیے تھا۔ خاص طور پر اِن بزرگوں سے اِس کی توقع اِن کی شعر فہمی، زبان دانی اور سب سے بڑھ کر قدیم اور اصل ماخذات تک اِن کی رسائی کو دیکھتے ہوئے زیادہ سے زیادہ کی جاسکتی تھی لیکن یہ توقعات نسخۂ آسی سے پوری نہیں ہوئیں پھر بھی اکبر حیدری کی یہ رائے قدرے سخت ہے: '' آسی نے نسخۂ نول کشوری اور اُس کے بعد کے مطبوعہ نسخوں سے زیادہ تر استفادہ کیا ہے اور بغیر کسی محنت و کاوش کے کلیات کو محض تجارتی اغراض کے لیے شائع کرایا۔ '' البتہ اُن کی اِس رائے سے ہم بالکل متفق ہیں کہ '' راقم کی رائے میں نسخۂ آسی کے مقابلے میں نسخۂ کلکتہ (کالج) درست، معتبر اور مستند ہے، آسی نے بہت سے اشعار غلط لکھے ہیں....... '' (نقوش، میر تقی میر نمبر شمارہ 125، اکتوبر 1980ء، ص 153) اس کے علاوہ تدوین متن کے لیے آسی کے

مرتبہ متن سے استفادہ کرنے والے کو اس بارے میں چوکنا رہنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ آسی کے یہاں متن میں 'اصلاح' دینے اور تصرف کرنے کا رجحان پایا جاتا ہے۔ کلیات کی حد تک پاک و ہند میں اس نسخے نے مطالعۂ شعرِ میر میں بنیادی خدمت انجام دی ہے، ہم نے اس تدوین میں جن تین نسخوں کو بنیادی نسخوں کے طور پر برتا ہے اُن میں سے ایک یہی نسخۂ آسی ہے۔

کلیاتِ میر مرتبہ ڈاکٹر عبادت بریلوی، ایم اے، پی ایچ ڈی، پروفیسر شعبۂ اُردو پنجاب یونیورسٹی، لاہور

لکھنؤ یونیورسٹی میں ڈی لٹ کی ڈگری کے لیے پیش کرنے کی غرض سے تیار کردہ میر کا یہ کلیات جتنے بڑے دعووں کے ساتھ پیش کیا گیا اُتنی ہی بڑی جعل سازی یہ ثابت ہوا۔ فرماتے ہیں:

> ''کلامِ میر کی ترتیب و تدوین کا یہ کام میں نے آج سے کوئی بارہ سال قبل اپنے شفیق اُستاد پروفیسر سید احتشام حسین صاحب کے ایما پر شروع کیا تھا۔ اُن کی اور میری دونوں کی یہ خواہش تھی کہ اس کو لکھنؤ یونیورسٹی میں 'ڈی لٹ' کی ڈگری کے لیے پیش کیا جائے...... اور اب پورے بارہ سال بعد یہ کام مطبوعہ صورت میں لکھنؤ یونیورسٹی کے سامنے 'ڈی لٹ' کے لیے پیش کیا جارہا ہے۔'' (کلیاتِ میر مرتبہ عبادت، ص 4,5)

فروری 1958ء میں اُردو دنیا کراچی سے مطبوعہ اِس کلیات کے پیش لفظ میں دعویٰ کیا گیا کہ 1811ء کا نسخہ فورٹ ولیم کالج نول کشور کے تمام نسخے بشمول آسی کا کلیات مطبوعہ 1940ء اُن کے پیش نظر تھے۔ انہوں نے فرمایا:

> ''میں نے کلیاتِ میر کے اس نسخے کی ترتیب و تدوین میں اِن تمام مطبوعہ نسخوں کو سامنے رکھا ہے اور اس کے علاوہ کلامِ میر کے تقریباً تمام اہم غیر مطبوعہ نسخوں کو بھی دیکھنے کی کوشش کی ہے، کتب خانہ ریاست رام پور، کتب خانہ سر سالار جنگ، کتب خانہ انجمن ترقی اُردو اور کتب خانہ محمود آباد کے مخطوطے خاص طور پر میرے پیش نظر رہے ہیں۔ اسی لیے یہ نسخہ اس سے قبل شائع ہونے والے نسخوں سے مختلف ہے اس میں میر صاحب کا تقریباً سارا کلام موجود ہے......'' (کلیاتِ میر، ص 4)

جب کہ واقعہ یہ ہے کہ عبادت صاحب کا یہ کلیات نسخۂ آسی کی ہو بہو نقل ہے۔ گیان چند کی دو اور خواجہ احمد فاروقی کی ایک دریافت شدہ، تین مثنویات کے اضافے کے علاوہ ڈاکٹر صاحب نے نسخۂ آسی کی من و عن نقل تیار کروائی ہے۔ اِس میں البتہ یہ اہتمام اُنہوں نے ضرور کیا جہاں آسی کی اغلاط جوں کی توں موجود ہیں، وہیں اُن کے کاتب کے سہو بھی بجنسہٖ قائم رکھے جائیں۔ اکانوے صفحات کے عبادت صاحب کے مخصوص اندازِ تحریر کے حامل مقدمے میں میر کے حالات، واقعات اور رنگِ شاعری پر نہایت ڈھیلی ڈھالی گفتگو کی گئی ہے جس کے مندرجات کلامِ میر کے متنِ عبادت کی طرح ہی ساقط الاعتبار ہیں، اِن پر

کلب علی خان فائق اپنے ایک مضمون 'کلیاتِ میر مرتبہ ڈاکٹر عبادت بریلوی پر ایک نظر' مشمولہ صحیفہ، شمارہ 20، جولائی 1962ء میں روشنی ڈال چکے ہیں۔ اس مقدمہ کا، جس کا کلامِ میر اور اس کی تدوین سے دُور کا بھی واسطہ نہیں، آخری جملہ ہے ''اور میر صاحب کا یہ کلیات زندگی اور فن کے اسی امتزاج اور ہم آہنگی کی ایک تصویر ہے۔'' (کلیاتِ میر، ص 100)

مختصر یہ کہ اس کلیات سے کلامِ میر کی اغلاط میں اضافہ ہوتا ہے، کمی نہیں۔ پورے کلیات میں کسی ایک شعر پر بھی کوئی حاشیہ درج نہیں، کسی ایک جگہ بھی کسی بھی نسخے سے اختلاف یا اتفاقِ نسخ کی کوئی بات سرے سے نہیں کی گئی، آسی کی کلیات کی موجودگی میں، اِس زیادہ غلط متن کی ضرورت نہیں تھی، لہٰذا اشاعت اوّل کے بعد یہ کلیات کبھی دوبارہ شائع نہیں ہو سکا۔

دیوانِ میر، مرتبہ علی سردار جعفری

ترقی پسند ادیب کی طرف سے غزلیاتِ میر کا پندرہ سو کے لگ بھگ اشعار کا یہ مجموعہ میر کے مقبول انتخابات میں سے ہے جو بمبئی سے اکتوبر 1960ء میں شائع ہوا۔ یہ عربی اور دیوناگری رسم الخط میں چھپا ہے، علی سرداری جعفری صاحب کا نہایت اہم مقدمہ بھی اس مجموعے کی خصوصیت ہے، تاہم یہ انتخاب ہی ہے۔

کلیاتِ میر مرتبہ ظلِ عباس عباسی، مطبوعہ علمی مجلس دلّی

یہ میر کی غزلیات کے چھ دواوین کا مجموعہ ہے، بھارت میں یہی کلیاتِ غزلیات زیادہ تر مروّج ہے۔ اس کے مرتب کا دعویٰ بھی یہی ہے کہ اس مجموعہ دواوینِ میر کی تدوین کے وقت اُن کے پاس نسخۂ فورٹ ولیم کالج تھا جب کہ تحقیقی طور پر یہ بات ثابت نہیں ہوتی کیوں کہ اِس میں غزلیات کے مقرر اندراج کا سقم تو ہے ہی جو فورٹ ولیم کالج کے دورِ اشاعت سے چلا آتا ہے لیکن اُن اشعار کا متن بھی نسخۂ آسی کے مطابق (غلط) درج ہے جو اشعار نسخۂ کالج میں درست متن کے حامل ہیں مثال کے طور پر:

نسخۂ عباسی و نسخۂ آسی	نسخۂ کالج (کلکتہ)
پھرے ہے کھینچے ہی تلوار مجھ پہ ہر دم تو کہ صید ہوں میں تری دشمنیٔ جانی کا	پھرے ہے کھینچے ہی تلوار مجھ پہ ہر دم تو شہید ہوں میں تری دشمنیٔ جانی کا
ستم کچھ آج گلی میں تیری نہیں مجھ پر کب آ کے خون میں مَیں یاں نہا نہیں جاتا	ستم کچھ آج گلی میں تیری نہیں مجھ پر کب آ کے خون میں یاں مَیں نہا نہیں جاتا
اُس رہزن کے ڈھنگوں سے دیوے خدا پناہ اک مرتبہ جو میر جی کا جامہ لے گیا	اُس رہزن کے ڈھنگوں سے دیوے خدا پناہ ایک مرتبہ جو میر کا جی جامہ لے گیا

اس لیے خیال کیا جاتا ہے کہ عباسی صاحب نے بھی آسی کے متن کو ہی تمام تر استعمال کیا ہے۔ تاہم اس مجموعی غزلیات کو بھی مطالعۂ شعر میں اعتبار واستناد حاصل ہے۔

کلیاتِ میر، جلد اوّل تا ششم مرتبہ کلب علی خاں فائق رام پوری، مطبوعہ مجلس ترقی ادب، لاہور

عبادت صاحب کے کلیات کے بعد پاکستان میں شائع ہونے والا یہ کلیاتِ میر چھ جلدوں پر مشتمل ہے اور مجلس ترقی ادب کے مرتب جناب کلب علی خان نے اِسے 1976ء سے 1984ء کے دوران ٹائپ میں جناب احمد ندیم قاسمی صاحب کی زیرِ نگرانی لاہور سے شائع کیا۔ آسی کا کلیاتِ میر جو یہاں متعدد مرتبہ سنگ میل، لاہور سے ری پرنٹ ہوتا رہا ہے، سب سے زیادہ استفادہ کیا جانے والا کلیاتِ میر ہے، اس کے ساتھ ساتھ ہی مجلس کا یہ نسخہ بھی پڑھا جاتا ہے۔ جلد اول جو دیوان اول پر مشتمل ہے، کئی مرتبہ اشاعت پذیر ہوئی ہے، دیوان اول کی مقبولیت کا پتہ دیتی ہے۔ غزلیات پر مشتمل دیگر تین جلدیں بھی دوسری مرتبہ شائع ہوئی ہیں۔ جلد دوم، دیوان دوم کو محیط ہے جب کہ جلد سوم میں دیوان سوم اور چہارم یک جا ہیں، جلد چہارم میں دیوان پنجم، ششم کی غزلیات معہ فردیات شامل ہیں۔ پانچویں جلد، قصائد، مراثی، رباعیات و دیگر اصناف پر مشتمل ہے جب کہ جلد ششم میں تمام مثنویات شامل ہیں۔

فائق صاحب نے تدوینِ کلام کے حوالے سے کوئی لفظ کسی جلد میں نہیں لکھا، البتہ 'سوانح میر' کے عنوان سے 'ذکرِ میر' کی پچانوے صفحات کی ایک تلخیص شامل جلد اول کر دی ہے، اس لیے وثوق سے کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ فائق صاحب کو کلامِ میر کی تدوین میں بارہ برس سے کچھ زیادہ لگے یا کم! اور نہ ہی اُن کی جانب سے کوئی ایسا دعویٰ ملتا ہے کہ انہوں نے تمام مطبوعہ کلیات کے ساتھ ساتھ کن کن کتب خانوں کے کون کون سے مخطوطات پیشِ نظر رکھے۔ تاہم یہ امر یقینی ہے کہ انہوں نے آسی کے علاوہ بھی کچھ نہ کچھ نسخوں پر نگاہ رکھی ہے۔ اُن کے حواشی سے اندازہ ہوتا ہے کہ فائق صاحب نے فورٹ ولیم کالج کا نسخہ 1811ء، نول کشور دوم، سوم کو تدوین کے وقت مدِ نگاہ رکھا ہے، کسی کسی جگہ ایک مخطوطے اور کسی نسخۂ 'ف' کا ذکر بھی ہوا ہے۔ بظاہر یہ ایک معرکے کا تدوینی کام دکھائی دیتا ہے لیکن کلامِ میر کی اغلاط کم نہیں ہوئیں۔ اگر فائق صاحب نے آسی، جس پر اُن کے متن کا بنیادی انحصار ہے، کی کچھ اغلاط کی نشان دہی کی ہے تو زیادہ نہیں تو اسی قدر اغلاط اپنی اور اپنی کتابت سے پیدا کر دی ہیں، لیکن اس اَمر پر حیران ہوئے بغیر نہیں رہا جاسکتا کہ بہت سے مقامات پر جب انہوں نے آسی کے غلط متن کی نشان دہی بھی کی اور دیگر کسی نسخے میں درست متن کا پتہ بھی چلا لیا، تو پھر اُسے شاملِ متن کرنے سے گریزاں کیوں رہے؟ یوں کہا جائے گا کہ فائق صاحب نے تمام وسائل فراہم ہوتے ہوئے بھی میر کے کلام کا صحت مند متن تیار کرنے میں تساہل برتا اور ایک بہترین موقع کلامِ میر کی تدوین کا مکمل طور پر کارآمد نہ بنایا جاسکا۔ ٹائپ میں ہونے کے وجہ سے میر کے چھ دیوان 4 جلدوں کے 1633 صفحات تک پھیل گئے، اس بے جا ضخامت کے علاوہ کتابت کی غلطیاں دُور کرنے میں جس تساہل کا مظاہرہ کیا گیا اُس سے بہت سی غلطیاں بے

سبب حصۂ متن بن گئیں، بار بار پروف نہ پڑھنے کی وجہ سے آسی کے نسخے سے زیادہ سہوہائے کتابت اس نسخے میں موجود ہیں۔ غزلوں کے اندراجِ مقرر کے سلسلے میں ردیف الف کی صرف ایک غزل فائق صاحب نے 'پکڑی'، جب کہ اسی کے ساتھ مندرج دو غزلیں خود بھی مقرر درج کیں، اس کے علاوہ بھی غزلوں کی تکرار ہے، جس کا ذکر آئندہ صفحات میں ہوگا۔ غزل میں شامل قطعات کے بارے میں نسخۂ آسی کی اغلاط نہ صرف دُور نہیں کیں بلکہ ان پر اور اضافہ ہوا، درجنوں ایسے قطعات ان دونوں کلیات میں موجود ہیں جن کی نشان دہی نہیں کی گئی، دسیوں قطعات ایسے درج ہیں جو قطعہ نہیں ہیں بلکہ الگ الگ مضمون پر مبنی مکمل شعر ہیں۔ مصرعوں کے درمیان وقوف درج کرتے ہوئے مفہومِ شعر سے باخبری کا مظاہرہ بہت کم ہوا ہے۔ سب سے زیادہ خرابی غلط اضافتوں کے اندراج یا بہت ضروری مقام پر عدم اندراج کے سبب پیدا ہوئی ہے۔ مختصر یہ کہ بہت زیادہ اغلاط دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ تدوینِ کلامِ میر کا یہ کام سرکاری انداز میں سرانجام ہوا اور اِس میں اُسی طرح خرابیاں راہ پا گئیں جیسے ہر حکومتی اور سرکاری کام میں بالعموم ہوا کرتا ہے۔ نسخۂ آسی اور نسخۂ مجلس کی فروگزاشتوں اور اختلافاتِ متن و تصحیح کا مفصل احوال معہ مثالوں کے، آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمایئے گا۔

'تدوینِ غزلیاتِ میر۔ دیوان اوّل تا ششم' کا جو نسخہ آپ کے ہاتھ میں ہے، اُس کے بارے میں مَیں یہ تو نہیں کہوں گا کہ اس کام میں مجھے بارہ برس عرق ریزی کرنا پڑی، البتہ یہ واقعہ ہے کہ اُردو شعر و ادب کی تدریس سے وابستہ ہوئے اٹھارہ سال سے زائد عرصہ ہو چکا ہے، اس تمام عرصے میں میر کی شاعری اور انتقاد سے متعلق رہا ہوں۔ اسی لیے 'تدوینِ غزلیاتِ میر' کا یہ کام اندازے سے بہت کم وقت میں تکمیل پذیر ہو سکا ہے۔ اس حقیقت کا اعتراف کرنے میں بھی مجھے باک نہیں کہ کلامِ میر کی مثالی تدوین کے لیے جس طرح کی سہولیات اور جن ماخذات تک رسائی لازمی ہے، اُن میں سے میرے حصے میں اُتنے وسائل ہی آ سکے جتنے وطنِ عزیز کے ادارے ایک محقق کو فراہم کر سکتے ہیں۔ اس کے باوجود میری خوش قسمتی ہے کہ میرے مقالے کے نگران، مشفق و مہربان جناب ڈاکٹر فرمان صاحبؒ کے کتاب خانے سے نسخۂ کالج کا ایک اور نول کشوری اشاعتوں کے سلسلے میں معروف، طبع دوم اور طبع سوم کے نہایت کم یاب نسخے دستیاب ہوئے، تاہم اِن کی حالت نہایت مخدوش تھی، بہت سے صفحات کرم خوردہ بھی تھے لیکن اِس حالت میں بھی اس قدر قدیم اشاعتوں کا دکھائی دے جانا بھی ایک ناقابلِ یقین خوش نصیبی ہی قرار دی جائے گی۔ ہم نے اِس تدوین کے لیے آسی اور مجلس کی کلیات کو بنیاد بنایا ہے۔ تینوں قدیم نسخوں سے اِس متن کا تقابل ہر اُس مقام پر کیا گیا جہاں شعر کی تفہیم میں دشواری ہوئی یا متن کی درستگی پر شک ہوا اور اصل بات یہ کہ جہاں تک ان نسخوں کی کہنگی، خستگی اور کرم خوردگی نے اجازت دی، ان کے متن کو پڑھنے کی ہر ممکن سعی کی گئی ہے۔ میر کے معروف انتخابات بشمول انتخابِ کلامِ میر از مولوی عبدالحق، دیوانِ میر از علی سردار جعفری، انتخابِ میر از ڈاکٹر حامدی کاشمیری، انتخابِ میر از ناصر کاظمی اور شعر شور انگیز از شمس الرحمٰن فاروقی سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ ہر مشکل مقام پر کلیاتِ میر از عبادت بریلوی سے بھی راہ نمائی کی سعی کی، لیکن نسخۂ آسی

کا چربہ محض (معہ اغلاطِ ذاتی) ہونے کی بنا پر اس سے ایک شعر کی حد تک بھی مدد نہیں ملی۔ دو چار اشعار اُن لغات کی مدد سے بھی درست ہوئے جن سے اشعار میر کی خواندگی کے دوران مسلسل رابطہ و تعلق رہتا تھا، ان میں نور اللغات، فرہنگ آصفیہ کے علاوہ اُردو لغت تاریخی اُصول پر شامل ہیں۔ اس کے علاوہ بھی جن لغات سے استفادہ کیا گیا اُن میں جان پلیٹس، ڈنکن فوربس، جان شیکسپیئر، جان رچرڈسن و فرانسس جانسنس، غیاث اللغات، مصطلحات الشعرا، چراغ ہدایت اور فرہنگِ عمید شامل ہیں۔ ان لغات سے تحقیقِ الفاظِ میر کے دوران، لفظ و معانی اور کلاسیکی شعر کے مفاہیم کے جو امکانات روشن ہوئے، اس کا اندازہ مجھے اس کام کا آغاز کرنے سے قبل بالکل نہیں تھا۔

موجودہ صورت میں غزلیاتِ میر کا یہ مجموعہ، جسے 'دیوانِ میر۔ کامل' کا نام دیا جائے تو بہتر ہوگا، اب تک مرتب، مدون اور شائع ہونے والے تمام مجموعوں اور کلیات میں بہ اعتبار ترتیب سب سے منفرد، تعدادِ غزلیات و اشعار کے اعتبار سے سب سے جامع اور صحتِ متن کے اعتبار سب سے زیادہ مستند اور قابل اعتماد ہے۔ تجارتی مقاصد کے لیے شائع ہونے والے ادھ کچرے انتخابات کے علاوہ میر کا کوئی قابلِ ذکر مجموعہ غزلیات (کجا کلیاتِ غزلیات) جدید ترین انداز میں نستعلیق کمپوزنگ میں شائع نہیں ہوا۔ کمپیوٹر کی لکھائی کے کچھ اپنے مسائل اور دقتیں بلاشبہ ابھی حل طلب ہیں لیکن بہت بڑے متن کو کم سے کم صفحات میں املا اور لکھائی کے کسی اشتباہ اور تسامح کے بغیر ایک سائنسی تناسب کے ساتھ کتابت، کمپیوٹر کمپوزنگ کی وہ عطا ہے جس کی بدولت جتنے اشعار نسخہ مجلس نے چار جلدوں کے 1633 صفحات پر درج کیے اُس سے زیادہ اشعار ہمارے نسخے میں 625 کے لگ بھگ صفحات میں سمٹ گئے ہیں۔

اب تک میر کے چھ دیوان الگ الگ حیثیت میں کلیاتِ میر کا حصہ بن کر شائع ہوئے ہیں۔ ہم نے اس قدیم اندازِ تدوین کو یکسر بدل دیا ہے اور میر کے چھ دواوین کی روایتی ترتیب کو توڑ کر ان کا ایک ردیف وار دیوان مرتب کر دیا ہے۔ اس بات کا بھی بہت اہتمام ہوا ہے کہ ہر ردیف کے ساتھ دیوان کا اندراج بھی ہو بلکہ ہم نے ہر ہر صفحے پر دیوان اور ردیف دونوں درج کر دیئے ہیں۔ اس نئی ترتیب کے پس منظر میں محض تبدیلی کی خواہش ہی واحد وجہ نہیں بلکہ میر کی شاعری کے بارے میں اس کلیشے کا استرداد بھی مطلوب ہے کہ میر کی عمدہ ترین غزل کا نمونہ دیوانِ اول کی غزلیات ہیں۔ دل و دماغ اور زبان مانوسیت کے سبب دیوان اول اور دیوان اول میں بھی ردیف الف کی غزلیاتِ میر میں جس طرح کی روانی پاتے ہیں، ویسے روانی دیگر دواوین کی غزلوں کے بارے میں نہ ہونے کی وجہ بالکل صاف اور سامنے ہے کہ ہم نے اُنہیں اتنی مرتبہ نہ سنا ہے اور نہ پڑھا ہے، ورنہ صورت یہ ہے کہ جس قسم کا فکر و فن دیوان اول کی تخلیق میں کارفرما ہے وہی فنی شعور، وہی فکری جہت دیوان پنجم اور ششم میں بھی روبہ کار ہے، ہم نے سوائے اس بات کے کہ بعد کے دواوین میں میر کا شغف طویل بحروں کے ساتھ نسبتاً زیادہ ہوا، کوئی تبدیلی یا نام نہاد ارتقا اُن کی شاعری میں نہیں پایا۔ اس اندازِ ترتیب کا جو فوری فائدہ ہوا وہ یہ کہ ایک ہی زمین کی غزلیں نسبتاً ساتھ ساتھ آ گئی

ہیں اور اس طرح میر کے یہاں 'اعادے وتکرار' کی خصوصیت کا مشاہدہ قریب سے کرنا ممکن ہو گیا ہے، ردیف وار ترتیبِ دواوین کی برکت ہے کہ ہم نے میر کی پانچ غزلیں، تین ردیف الف، ایک ردیف ن اور ایک ردیف ی، آسی اور مجلس کے نسخوں میں دریافت کی ہیں جو وہاں مقرر درج ہوئی ہیں۔ (ملاحظہ ہو حاشیہ غزل نمبر 356، 360، 1135 اور 1764) اس نوعیت کے مقرر اندراجات کے علاوہ اشعار یا شعری پیکروں کے اعادے کے بارے میں جاننا، اس نسخے کی مدد سے نہایت آسان ہو گیا ہے یعنی اب 'میر کے بُستار' سے ناخوش ناقدین بھی بچشم خود دیکھ سکتے ہیں کہ بڑا شاعر جب بہ تکرار کسی بات کا 'چھپٹ' لوگوں میں کرتا ہے تو اُس بات کے تخلیقی امکانات کی توسیع ہوتی ہے یا اُن میں کمی!

اس تدوینِ غزلیاتِ میر میں کل 1848 غزلیات ہیں جن میں اشعار کی تعداد 13781 ہے۔ 81 فردیات اس کے علاوہ ہیں۔ مذکورہ کل غزلیات میں 24 غزلیں بطور ضمیمہ بھی شامل ہیں جب کہ چھ دواوین کی کل غزلیں 1824 ہیں۔ تمام ردیفوں میں تعداد اشعار وغزلیات، الگ الگ دیوان کی وضاحت کے ساتھ ایک جدول کی صورت میں آغاز غزلیات سے قبل شامل کیا گیا ہے۔ میر کی کسی بھی کلیات یا مجموعہ غزلیات میں اس مفید مطلب جدت کا آغاز اس تدوین سے ہوتا ہے کہ اس میں ہر غزل کا نمبر شمار اور تعداد اشعار کا طریقہ کار اپنایا گیا ہے۔ ممکن ہے زیادہ خوش ذوق قاری کو یہ نمبر شماری یا شعر شماری لغو اور بے ہودہ دکھائی دے تاہم اِس کی افادیت سے انکار ممکن نہیں اور ہم مدرسین کے لیے تو اس کے فائدے بہت ہیں۔ اگر کسی شاعر کے کسی خاص پہلو، لفظ، مضمون، حسن وقبح کی بات کے لیے پچاس شعروں کو بطور مثال پیش کرنا ہو تو صرف پچاس نمبر درج کرنے سے یہ مقصد حاصل ہو جائے گا اس لیے ہماری تجویز یہی ہے کہ صنفِ غزل کی مخصوص فنی ہیئت کی فراہم کردہ 'کمپیوٹرائزڈ خصوصیات' کو زبان، شاعری اور انتقاد کی تدریس کے لیے استعمال کرنا چاہیے اور کم سے کم کلاسیکی شعرائے غزل کے دواوین کو اس انداز میں نمبر شمار کے تحت مرتب اور مدون کرنا چاہیے تا کہ اشعارِ غزل کی مضمون وار درجہ بندی مختلف شعرا اور ادوار کے اعتبار سے کرنا ممکن ہو۔ یہ درجہ بندی مختلف مطالب اور مقاصد کے تحت کی جا سکتی ہے۔ اس طریقۂ کار کو اپنا کر ہی ہم صنف غزل اور غزل گو شعرا کے گنج ہائے گراں مایہ سے انصاف بھی کر سکتے ہیں اور فیض یاب بھی ہو سکتے ہیں۔ اسی نمبر رنگ کی بدولت ہی ہمارے لیے یہ ممکن ہو سکا کہ ہم تدوینِ متنِ میر کے سلسلے میں اپنی کاوش کے سچ جھوٹ کو آپ کے سامنے پیش کر سکیں۔

تدوینِ متنِ غزل کے لیے قدیم ماخذات تک رسائی اور ان کو کام میں لانا بھی یقیناً اہم ہے لیکن اس سے بھی زیادہ اہمیت اُس شئے دگر کی ہے جسے غزل کی مزاج دانی اور شعر فہمی کی قدرت ومہارت کا نام دیا جا سکتا ہے۔ مخطوطاتِ قدیم تک عدم رسائی ہی میری تحدیدات کی حد نہیں ہے، مجھے اس اعتراف میں بھی کوئی باک نہیں کہ میرے فہم وادراک بھی کچھ ایسے وسعت آشنا نہیں، ان تمام مجبوریوں کے باوجود اس اُمر کا اظہار میری طمانیت کا باعث ہے کہ اس نسخے میں میر کے تمام اشعار بار بار پڑھ اور سمجھ کر درج کیے ہیں جب کہ دیگر کلیات مثلاً آسی، عبادت اور مجلس کے نسخوں سے ثابت ہے کہ اُن کے یہاں اگر یہ امر ملحوظ رکھا

جاتا تو وہ اغلاط سرزد نہ ہوتیں جو اُن نسخوں میں مختلف صورتوں میں کافی بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ (اِن کی مثالیں آگے آتی ہیں) اور جن اشعار کا مفہوم، کوشش بسیار اور تحقیقِ لغات کے باوجود سمجھ میں نہیں آیا، اُن کی ایک فہرست بنالی ہے۔ درج ذیل نمبر شار اُن اشعار کے ہیں جو متن کی کسی خرابی (سہو) کے سبب بامعنی نہیں ہو سکے۔ ان میں وہ اشعار بھی شامل ہیں جن کا مفہوم تو معلوم ہے لیکن پھر بھی تحقیق متن کا مزید تقاضا کرتے ہیں۔

50/3، 63/5، 139/5، 144/14، 174/9، 197/4، 202/1، 203/6، 219/6، 229/5، 257/4، 258/9، 266/2، 270/5، 295/2، 326/4، 342/3، 366/5، 381/7، 391/7، 482/2، 504/7، 580/6، 627/2، 637/3، 643/6، 676/1، 686/2، 689/1، 735/3، 796/1، 796/4، 801/2، 808/2، 840/11، 927/6، 939/6، 944/4، 996/4، 1004/2، 1009/5، 1017/10، 1028/8، 1041/1، 1052/12، 1057/3، 1073/5، 1081/4-5، 1082/2، 1083/3، 1130/1، 1131/3، 1146/5، 1223/5، 1369/4، 1508/1، 1659/3، 1680/7، 1690/9، 1767/7، 1802/9

مذکورہ بالا اشعار کا متن کسی سہو، ناقابلِ حل لغت، غیر موزونیت (بوجہ خرابی متن) کی وجہ سے مزید تحقیق کا مطالعہ کرتا ہے۔ ہماری اس کاوش سے اب ایک فہرست تیار ہوگئی ہے، اگر کبھی 'ہمسایہ ملک' کے اُن کتب خانوں میں جانا ممکن ہو تو ترجیحاً ان اشعار کے متن کو وہاں تلاش کر کے شاید درست کیا جاسکتا ہے۔

تدوین کار کا یہ فریضہ ہے کہ وہ اشعار کا بار بار مطالعہ کرے، بظاہر سبھی ایسا کرتے ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ سبھی ایسا نہیں کرتے۔ مثال کے طور پر نسخۂ آسی اور نسخۂ مجلس میں درج ذیل اشعار کو قطعہ نہ سمجھا گیا ہے، نہ درج کیا گیا ہے، حالاں کہ یہ اشعار قطعہ بند ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آسی نے اور اتباع محض کرنے کے سبب نسخۂ مجلس کے مرتب نے اِن اشعار کو توجہ سے پڑھا ہی نہیں، ورنہ اتنی بڑی تعداد محض سہواً درج ہونے سے نہیں رہ سکتی، یہاں ہم جو نمبر شار درج کر رہے ہیں حواشی میں اس سے زیادہ تعداد ہے جنھیں ہم میر کے 'قطعاتِ نو دریافت' کہہ سکتے ہیں۔ بالعموم آسی، عبادت اور مجلس تینوں کی یہ مشترک اغلاط ہیں، تاہم کسی کسی جگہ مجلس کا نسخہ اس گناہِ بےلطف میں شامل نہیں، تو کسی جگہ آسی غلطی سے بچ رہے ہیں۔ ان کی تفصیل حواشی میں، یہاں صرف چند نمبر شار درج ہیں۔

1/8-9، 164/6-7، 193/9-10، 458/8-9، 458/12-16، 546/1-2، 583/1-2، 583/12-13، 589/7-8، 621/1-2، 636/9-10، 636/11-12، 637/8-9، 700/1-2، 700/7-11، 817/7-8، 975/5-6، 994/2-3، 1127/2-3، 1163/6-8، 1201/1-2،

1280/11-12، 1295/5-6، 1346/4-5، 1348/2-5، 1417/6-7، 1588/11-12،
1708/1-2، 1762/10-12، 1798/1-2، 1803/10-11، 1803/14-15، 1811/1-2

اب ایک نظر اُن 'قطعات' پر بھی ڈال لیں، جو اِن مرتبین نے غلط طور پر الگ الگ اور مکمل اشعار کو قرار دیا ہے۔

167/8-9، 414/8-9، 414/10-11، 511/6-8، 581/6-7، 582/5-6، 583/18-19،
1190/14-15، 1348/2-5، 1398/5-6، 1495/12-13، 1503/5-6

کسی کسی مقام پر یہ بھی ہوا کہ اشعار کی ترتیب کچھ اس طرح درج کی کہ قطعہ بند اشعار کے درمیان ایک یا زیادہ اشعار آ گئے اور یوں دونوں شعر اپنی اپنی جگہ نامکمل اور بے معنی ہو کر رہ گئے۔ قدیم نسخوں میں قطعے کے آغاز کی نشان دہی کا رواج تو ہے لیکن اختتام کی وضاحت نہیں کی جاتی ہم نے نمبر شمار کے اندراج ہی میں یہ انتظام کیا ہے کہ قطعہ بند اشعار کے آغاز اور اختتام کا نمبر شمار ایک ساتھ درج کر کے باقی کے قطعہ بند اشعار کو بلا نمبر رکھا تا کہ قطعے کے خاتمے کے شعر کا علم بھی قاری کو ہو سکے۔

اگر چہ آسی کی مرتبہ کلیات میں بہت سے اشعار نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں مذکور متن سے تقابل کے نتیجے میں، بہتر اور با معانی اور بعض صورتوں میں موزوں بھی ہوئے ہیں لیکن آسی نے نول کشور سوم کے متن پر بنیادی انحصار کیا۔ اس لیے بہت سے مقامات پر نسخۂ کالج کا متن آسی کے اختلاف نسخ سے مقابلے پر بہتر پایا ہے۔ ہم نے آسی کے متن کو بہت سے مقامات پر بہتر قرار دے کر اختیار بھی کیا ہے، جس کا ذکر حواشی میں کر دیا گیا ہے۔ تاہم اُن بہت سے مقامات پر جہاں آسی نے کوئی نمایاں غلطی سرزد کی ہے، میں سے چند ایک کا شعر نمبر درج کیا جاتا ہے تا کہ اُس شعر کے حاشیے کو دیکھ کر ایک طرف نسخۂ آسی کی اغلاط کا درست اندازہ قائم ہو سکے تو ساتھ ہی تدوین و تصحیح متن کے حوالے سے ہماری کوششیں بھی سامنے آ سکیں۔ اغلاط نسخۂ آسی:

102/4، 102/6، 150/2، 171/6، 174/9، 177/5، 238/2، 244 تا 246، 316/3، 319/3،
435/3، 436/1-2، 454/6، 493/1، 502/1، 561/4، 562/1، 567/1، 587/12، 623/8،
643/1، 645/8، 711/6، 778/4، 839/7، 842/2، 856/3، 891/1، 892/3، 893/1،
924/10، 928/5، 936/2، 944/6، 989/4، 990/6، 992/3، 993/6، 995/2، 1002/1-6،
1004/1، 1005/3، 1070/5، 1077/10، 1067/1,9، 1070/6، 1173/4، 1195/8،
1237/1، 1242/2، 1245/1، 1338/7، 1361/5، 1398/10، 1414/1، 1438/6، 1447/1،
1452/1، 1459/3، 1460/9، 1468/9، 1476/10، 1482/7، 1492/7، 1527/4، 1529/8،
1550/3، 1552/7، 1560/7، 1566/6، 1581/3، 1588/1، 1619/1، 1627/3، 1805/1-3

نسخۂ مجلس نے اگر چہ آسی کے متن کا تقابل دیگر نسخوں سے کیا اور بہت سی جگہوں پر آسی کی اغلاط کی نشان دہی بھی کی

لیکن بہت سے اشعار میں آسی کے غلط یا کم بہتر متن کو ہی فائق صاحب نے برقرار رکھا ہے۔ نسخۂ مجلس میں کتابت اور پروف بہتر نہ کر سکنے سے راہ پانے والی اغلاط بہت زیادہ ہیں اس کے علاوہ بہت مقامات پر اضافت کسرہ نہایت غلط درج ہونے پر شعر کا مفہوم کچھ سے کچھ ہو گیا یا اُس کے معنی سمجھنا محال ہو گئے یا پھر بہت سے مصرعوں میں وہاں اضافت درج نہیں ہوئی جہاں اِس کے بغیر مفہوم شعر تک پہنچنا مشکل ہے۔ علاوہ ازیں مرتب نسخۂ مجلس نے مصرعوں کے درمیان وقوف کا اندراج نہایت غلط طور پر کیا ہے اور معنی شعر کو اس باب میں بالکل نظر انداز کر دیا گیا، کچھ مقامات ایسے بھی ہیں جہاں فائق صاحب نے الفاظ کے نہایت غلط معنی درج کر دیئے ہیں، اسی طرح شعر فہمی کے حوالے سے دیگر فروگزاشتیں بھی ہیں، ذیل کی فہرست حواشی میں مذکورہ نسخۂ مجلس کی اغلاط کا مکمل اور جامع احاطہ نہیں، پھر بھی نمایاں مثالیں ضرور درج کی جارہی ہیں۔ اغلاط نسخۂ مجلس:

165/7، 175/10، 202/5، 203/11، 217/1، 230/10، 256/19، 258/4، 268/5، 271/3،
272/4، 275/5، 281/6، 298/1، 303/3، 308/4، 315/5، 317/15، 327/4، 339/4،
356، 360، 379/3، 385/8، 387/1-3، 390/4، /416، 442/5، 475/7، 488/1، 490/10،
501/5، 525/2-5، 529/6، 578/8، 582/8، 590/2، 610/1، 620/6، 624/1، 652/3،
653/2، 660/1، 809/7، 826/1-3، 829/8، 830/5، 866/6، 871/5، 902/3، 908/7،
928/10، 942/2، 948/2، 951/8، 978/5، 982/5، 986/9، 1016/5، 1021/9،
1032/1,7,8، 1069/6، 1088/1، 1116/4، 1124/7، 1126/5، 1146/17، 1155/4،
1171/5، 1180/3، 1191/3، 1220/6، 1229/4، 1236/1، 1238/3، 1248/1، 1273/8،
1338/4، 1342/5، 1360/6، 1362/3، 1452/2-3، 1456/9، 1466/1، 1479/2، 1501/3،
1505/5، 1511/8، 1521/4، 1544/9، 1569/10، 1617/1,5، 1621/5، 1629/1،
1635/5، 1637/7، 1796/7، 1818/9

مذکورہ بالا نمبر شار نسخۂ مجلس کی تمام اغلاط کو محیط نہیں بلکہ چند مثالیں ہیں، حواشیِ متن میں اِن سے بہت زیادہ تعداد درج ہے، جن کو ایک نظر دیکھ کر نسخۂ مجلس میں اغلاط اور اِن کی نوعیت کا علم ہوتا ہے، ہم نے نہ صرف یہ کہ مصنوعی طور پر حواشی کی تعداد بڑھانے کی کوشش نہیں کی بلکہ معمولی تصحیحات، جیسے زیر، زبر، پیش کے غلط اندراجات کا حذف اور درست کا درج کرنا، غلط وقوف اور د، وجیسے تسامحات وغیرہ کا ذکر ہر ہر جگہ نہیں کیا، اس صورت میں حواشی کی تعداد بہت بڑھ جاتی، تاہم کوشش کی گئی ہے کہ کوئی ضروری حاشیہ درج ہونے سے نہ رہ جائے۔

اگر چہ ہم اُصولی طور پر کچھ ناقدین شعر و متن مثلاً شمس الرحمٰن فاروقی صاحب کے ہم خیال ہیں کہ کلاسیکی شعرا کے متن

میں اعراب و وقوف کے اندراج سے کثرتِ معنی کے امکان کا خاتمہ ہوتا ہے، لیکن ہم نے شعر فہمی کے نصب العین کو زیادہ اہم سمجھا اور ہر اُس جگہ اعراب اور وقوف درج کیے ہیں جہاں اِن کے اندراج سے شعر کے معنی کی ترسیل میں معاونت ہوتی ہو، تاہم یہ کام بھی نہایت حزم و احتیاط کے ساتھ کیا ہے مثلاً وہاں وقفہ درج کرنے سے گریز کیا جہاں کوئی لفظ، مصرع کے دونوں ٹکڑوں کے ساتھ بامعنی ہوتا ہو۔ میرؔ کا اُسلوب، کثرت و توالیِ اضافت سے گراں بار نہیں بلکہ اُن کا واضح رجحان 'اُردو پن' کی طرف ہے اس لیے اضافتیں صرف وہیں درج کی ہیں جہاں ان کے بغیر معنی متبادر نہیں ہوتے یا جہاں بہ اعتبارِ وزن اِن کی ضرورت محسوس کی گئی۔ مجلس کے نسخے میں بہت سے مصرعوں کے بعد سوالیہ علامت درج کی گئی ہے، میرؔ کے یہاں اگر ہر مطلوبہ مقام پر یہ علامت درج کی جائے تو یہ پرچۂ ابیات کم اور پرچۂ سوالات زیادہ دکھائی دے گا، ہم نے مجلس کی اس بدمذاقی کو یک سر ختم کر دیا ہے، تاہم فجائیہ اور استعجابیہ علامت (!) کو حسبِ ضرورت و ذوق اپنایا ہے۔ شعر میں کسی کی گفتار یا مکالمے کو بعض اوقات واوین میں درج کر دیا جاتا ہے، ہم نے اسے بھی قبیح جانتے ہوئے ترک کیا ہے۔ قدیم نسخوں میں اِس، اُس، اِن، اُن، اِدھر، اُدھر کو بالعموم بغیر اعراب کے درج کیا جاتا ہے، ہم نے شعر فہمی کے اپنے گمان کو یقین سمجھتے ہوئے قدرے جرأت مندانہ انداز میں ہر اُس جگہ علامت زیر، زبر، پیش درج کر کے شعر کے درست معنی تک پہنچنے کی راہ ہموار کی ہے، جہاں ضروری سمجھا گیا۔ البتہ اُن مقامات پر لفظ خالی چھوڑ دیا ہے، جہاں ہر دو طرح پڑھنے سے معنی کا کوئی ایک یا دوسرا پہلو روشن ہوتا ہو، یا جہاں اِس، اُس، اِن، اُن کے تعین کی لازمی ضرورت نہیں تھی، وہاں بھی معاملہ قاریٔ کے ذوقِ مطالعہ پر موقوف رکھا ہے۔ 'اُس' بالضم کی صراحت پر خاص توجہ اس لیے بھی دی ہے کہ آج کے طالب علم ہر اُس جگہ بھی 'اِس' تلفظ کرتے ہیں جہاں میرؔ بن طور پر 'اُس' درکار ہو۔

املا کے حوالے سے یہ کہ چونکہ ہم بنیادی طور پر ابلاغ اور ترسیلِ مفہوم و معنی پر یقین رکھنے کے قائل ہیں، اس لیے غیر ضروری طور پر قدیم املا کو قائم نہیں رکھا گیا لیکن املا میں ایک جگہ بھی ایسی تبدیلی نہیں کی گئی جس سے میرؔ کے طرزِ گفتار اور اُسلوب کے رنگ و بُو میں فرق آنے کا کوئی امکان ہو، اس باب میں دلچسپ بات یہ سامنے آئی کہ نسخۂ کالج کا املا باوجود یہ کہ 1811ء کا مکتوبہ ہے، بعد کی نول کشوری اشاعتوں اور یہاں تک کہ 1940ء کے مطبوعہ نسخۂ آسی سے بھی جدید ہے، اس سلسلے میں کچھ حواشی اندر کے صفحات پر درج ہوئے ہیں۔ کمپیوٹر کی لکھائی کے جن اسقام پر ہمارا اختیار نہیں، اُن کا اُس وقت تک تحمل کرنا ہوگا جب تک مزید بہتر سافٹ وئیر تیار نہیں ہو جاتے۔ جدید املا اور کمپوزنگ کے سلسلے میں اس اصول کو بہت مقدس سمجھا جانے لگا ہے کہ ہر لفظ لازمی طور پر الگ الگ املا کیا جائے۔ ہم نے اس رواج کو اپنایا ضرور ہے لیکن ہر جگہ نہیں، جہاں لفظ کے مرکب املا سے لفظ کی شکل بہتر ہوتی ہے یا جہاں شعر کے صوری حسن (نتیجتاً معنی) میں اضافہ ہوتا ہو، وہاں لفظوں کو الگ الگ درج کرنا غیر ضروری سمجھا ہے، عام فہم اور چشم آشنا لفظوں کو بھی اکٹھا ہی درج کیا گیا ہے۔ مشدد الفاظ پر ہر ممکن سعی سے علامتِ تشدید درج کی گئی ہے۔

اشعار کی تدوین وطباعت بہت حد تک مچھلیوں کی ٹلائی ہو کر رہ جاتی ہے، کہ ترازو میں دو چڑھائیں تو چار گر پڑتی ہیں، اِسی طرح ہر تدوین اگر ماقبل کی کچھ اغلاط دُور کرتی ہے تو کچھ نئی پیدا ہو جاتی ہیں اور یہ بالعموم پروف کا دیدہ ریزی سے متعدد مرتبہ مطالعہ نہ کرنے کی وجہ سے ہوتی ہیں، ہم نے کوشش کی ہے کہ تدوینِ اشعار جتنی محنت پروف دیکھنے میں بھی کی جائے، نسخۂ مجلس میں کتابت کے سہو ہمارے لیے نشان ہائے عبرت ثابت ہوئے۔

شعرا کی کلیات (بالخصوص مرتبہ مولانا آسیؔ) دیکھنے پر معلوم ہوتا ہے کہ متن سدھارنے پر مامور محقق بعض لمحوں میں کچھ ایسی ذہنی صورتِ حال میں آجاتا ہے کہ اُسے اپنا کہا (سوچا) ہوا بھی اتنا ہی مستند دکھائی دینے لگتا ہے جیسے وہ میرؔ کا ہی فرمایا ہوا ہو! ایسے ہی لمحے میں غلطی سرزد ہوتی ہے، ہم نے قیاسی تصحیحات سے ہر ممکن اجتناب کیا ہے اور اپنے خیال کو زیادہ تر حاشیے تک ہی محدود رکھا ہے، البتہ جہاں دستیاب متن میں کوئی معمولی تصرف (معنیِ شعر اور وزن کو ذہن میں رکھ کر) کیا بھی گیا تو اُس کی وضاحت حاشیے میں ضرور کر دی ہے۔ میرؔ کے بہت سے معروف اشعار برس ہا برس سے (مختلف انتخاباتِ میرؔ اور انتقادی کتب سے حفظ شدہ) جس طرح ہمارے حافظے کا حصّہ ہیں، جب اِن اشعار کا قدرے تبدیل شدہ متن قدیم اور مستند نسخوں میں ملتا ہے تو قدرے جذباتی دھچکا سا لگتا ہے۔ تاہم میرؔ کا مستند اور صحت مند متن ہماری یادداشتوں اور جذباتی وابستگیوں سے زیادہ اہم معاملہ ہے۔

نسخۂ مجلس کے مرتب نے غیر ضروری حواشی بہت درج کیے ہیں، ہم نے قدیم نسخوں سے آسی اور مجلس کے صرف اُنہی اختلافاتِ متن کو درجِ حاشیہ کیا ہے جو امکانی طور پر درست بھی ہو سکتے ہیں، مطلب یہ کہ صرف معنی خیز حواشی ہی درج کیے ہیں، کتابت کی معمولی اغلاط جو صاف اور سریع سہو دکھائی دیں، اُن پر حاشیے قائم نہیں کیے، ورنہ اشعارِ میرؔ کے برابر ضخامت اِن حاشیوں کی بھی ہو جاتی۔

گزشتہ صفحات میں کیا گیا ہمارا یہ دعویٰ بے دلیل نہ رہ جائے کہ غزلیاتِ میرؔ کا ہمارا تیار کردہ متن اب تک کے تمام قدیم و جدید متون سے بہتر، مستند اور صحت مند ہے، اس کے لیے ہم ذیل میں بطور نمونہ چند نمبر شمار درج کر رہے، ان اشعار کے حواشی دیکھ کر اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہم نے میرؔ کی غزلیات کے متن کو کس طرح اور کس حد تک بہتر بنایا ہے۔ یہ اشعار اُن کے علاوہ ہیں جن کا ذکر آسی اور مجلس کے نسخوں کی اغلاط کے ذیل میں گزر چکا ہے۔ بہتری وصحتِ متن کی چند مثالیں:

32/3,4، 33/8,9، 36/7، 40/2، 42/1، 47/4,5، 62/2,8، 63/5، 65/7,10، 74/12،

76/4,5، 77/1، 86/3، 89/8، 84/4، 101/12، 102/1,6، 103/6، 119/9، 139/7، 145/6،

149/6، 164/10، 165/7، 175/10، 187/6,7، 202/5، 215/2، 219/14، 238/2، 243/8،

244، 245، 251/4، 256/9، 258/4، 272/7، 275/5، 281/6، 286/7، 297/4، 299/1،

303/3، 308/4، 329/5، 339/4، 356، 360، 385/8، 402/8، 418/2، 420/9، 425/5،
431/10، 442/2، 475/1، 488/7، 489/4، 497/6، 504/8، 505/7، 512/1,3،
513/15,16، 517/11، 531/5، 537/1، 542/1، 543/1، 560/14، 588/5، 613/8،
619/2، 637/1، 646/3، 651/2، 654/7، 655/3، 657/2، 689/3، 709/5، 716/7،
756/3، 766/5، 801/7، 811/1، 813/3,6، 817/5,7، 824/10، 834/2، 842/8، 847/3،
854/6، 881/9، 903/7، 914/8، 919/3، 920/11، 922/2، 924/10، 1005/13،
1032/7,8، 1038/7,12، 1046/12، 1047/18، 1048/3، 1051/6، 1057/5,6، 1065/4،
1069/1، 1071/2، 1087/5، 1099/6، 1107/3، 1113/4، 1126/9، 1136/7، 1140/5،
1155/2، 1157/8، 1159/9، 1160/3، 1164/2، 1195/4، 1196/5، 1218/5، 1223/1،
1228/6، 1229/1، 1246/6، 1257/7، 1262/7، 1266/5، 1282/4، 1307/5، 1313/1،
1320/4، 1327/3، 1330/5، 1334/1، 1342/5، 1345/2، 1346/6,7، 1348، 1352/2،
1359/4، 1369/4، 1372/7، 1378/7، 1380/1، 1388/2، 1399/7، 1401/8، 1408/6،
1409/4، 1414/2، 1418/2، 1432/3، 1434/5، 1439/14,15، 1445/3، 1451/1،
1484/3، 1486/6، 1491/1، 1492/7، 1503، 1509/4، 1512/6، 1528/6، 1533/8،
1535/4، 1536/1، 1537/15، 1544/3، 1552/7، 1553/1، 1555/5، 1556/4، 1558/9،
1575/3، 1577/1، 1601/9، 1618/7، 1622/2، 1626/3، 1627/4,7، 1633/7، 1640/6،
1652/2، 1656/2، 1715/2، 1735/7، 1782/8، 1797/3، 1830/2

متن کا پروف دیکھتے ہوئے جستہ جستہ یہ نمبر شمار نوٹ کیے تھے، بالعموم یہ وہ اشعار ہیں جن کا متن ہمارے یہاں مروّج نسخوں آسی، عبادت اور مجلس ہر تین میں کسی نہ کسی طرح کے سہو، غلطی کا حامل ہے۔

الحمدللہ، الحمدللہ صد ہزار شکر اُس پاک پروردگار کا جس نے اِس کام کو کرنے کی توفیق اور ہمت سے بہرہ یاب فرمایا اور کام کے دوران ہمیشہ کی طرح مجھے میرے اہل خانہ اور میرے سب پیاروں کو اپنی امان اور رحمتوں کے سائے میں رکھا۔ ہر دکھ تکلیف اور پریشانی سے محفوظ و مامون فرمانا، مجھ پر اُس رحمٰن و رحیم کی ہمیشہ سے خصوصی شفقت اور کرم نوازی کی دلیل ہے۔

اللہ رب العزت کے شکرانے کے بعد اب کچھ شکریے! یہ کرم بھی باری تعالیٰ کی بے سبب عنایات میں سے ہے کہ مجھے کسی کا رسمی شکریہ ادا کرنے کی مجبوری درپیش نہیں ____ میرے حال پر اُس کے بہت پیارے اور منتخب بندوں کی نوازشات ہمیشہ بہت ارزاں رہی ہیں، لہٰذا ان سب کے لیے میرا دل از خود امتنان اور شکرگزاری کے احساسات سے سرشار ہے۔

سب سے پہلے ذکر اپنے نگرانوں محترم جناب ڈاکٹر فرمان فتح پوری صاحب اور محترمہ ڈاکٹر روبینہ ترین صاحبہ کا جو نگران تو تھے ہی راہ نما بھی بنے، مجھ سے بڑھ کر میرے مقالے کی تکمیل کے آرزومند رہے، کام نہ کرنے کے دنوں میں کوئی دن کوئی موقع ایسا نہیں گزرا جب میرے دونوں نگرانوں نے محبت آمیز سرزنش سے کام کی جانب راغب کرنے کی ہر ممکن دردمندانہ جدوجہد نہ کی ہو۔ میری حد سے بڑھی ہوئی نالائقی کے باوجود کبھی مایوس نہیں ہوئے، اپنے کتب خانوں کے دروازے مجھ پر اس طرح وار کھے کہ میں اِن کے ذخیرۂ علم کو اپنا ہی مال سمجھنے لگا، ہر مشکل کے وقت میرا ہاتھ تھاما، دلاسہ بھی دیا اور راستہ بھی بتایا۔ خداوند تعالیٰ ہی ان کو اِس کا اجر دے سکتا ہے، میں تو مدت العمر بھی جبہ سار ہوں تو ان کی شفقت اور الفت کا حق ادا نہ کر سکوں، اللہ اِن کو اور ان کے اہلِ خانہ کو ہمیشہ اپنے کرم اور نعمتوں کی دولتوں سے نوازتا رہے۔ (آمین)

اپنے شعبہ اور شعبہ کے اساتذہ کرام بالخصوص سَر انوار اور میڈم روبینہ کی مہربانیاں، اخلاص اور تعاون کا شکریہ ادا کرنے کی جو طرز بھی نکالوں، ممکن نہیں کہ ان کی غیر روایتی، غیر رسمی دست گیری اور سرپرستی کا حق ادا کر پاؤں۔ تحقیق و تصنیف کے حوالے سے بے عملی کے سبب میں جس تاریک سُرنگ میں گھر کر رہ گیا تھا، اُس سے باہر آنا شعبۂ اُردو اور اپنے اِن دونوں مہربانوں کی دل آسائی اور بندہ نوازی کے غیر معمولی سلوک کی بدولت ہی ممکن ہو سکا ہے۔ ان کے ساتھ ساتھ شعبہ کے اساتذہ کرام جناب پروفیسر ڈاکٹر عبدالروف شیخ، جناب ڈاکٹر علمدار حسین بخاری، محترمہ ڈاکٹر عقیلہ جاوید، محترم ڈاکٹر قاضی عابد اور محترم ڈاکٹر ممتاز خان کلیانی کی محبتوں اور دوستیوں کا، مہربانیوں اور حقیقی اخلاص کا دل کی گہرائیوں سے معترف ہوں، ان دوستوں نے کام کی تکمیل میں دعا سے دوا تک ہر حیثیت میں، ہر انداز میں، میری مدد کی۔ اگر اِسے رسمی بات نہ سمجھا جائے تو عرض کروں گا کہ میرے کام کی تکمیل پر ان کی مسرت خود اِن کی اپنی کامیابیوں کے مواقع کی مسرت سے کم نہیں ہے۔ اس اعتبار سے کہا جائے گا کہ میں نے شعبہ اور شعبہ کے اساتذہ، طالب علموں اور شعبہ کے تمام دیگر رفقاء کار کی شدید اور دیرینہ خواہش کو حسرتِ خوابیدہ ہونے سے پہلے پورا کر دیا ہے، یوں کام کی تکمیل سے میرے ساتھ ساتھ اِن کا بوجھ بھی کم ہوا ہے، اِن کا شکریہ تو واجب ہے ہی، خود میں بھی مشکور ہوں۔ اس تعلیمی مرحلے کی تکمیل کے متمنی اور منتظر سبھی دوست احباب کے لیے خدا کے یہاں سے بہت سے انعامات کے لیے ہمیشہ دعا گو رہوں گا۔

شریکِ حیات و دل و جان، ناہید ساجد خان، سرورِ قلب و راحتِ زندگی انابیتا، دانی اور آمنہ کا بھی شکر گزار ہوں، ان ہی کو دیکھ کر جیتا ہوں اور انہی پر دم نکلتا ہے ـــــ اِن کا تعاون دوطرفہ تھا، کام نہ کر سکنے کے اسباب میں بھی شامل تھے اور جب کام شروع کیا تب بھی شاملِ حال رہے، بہت تعاون کیا، بہت دعائیں کیں، اللہ اِن کا نصیب اچھا کرے، ان کی زندگی میں بہت سکھ اور خوشیاں ہوں اور ہمیشہ اُس کے کرم کی چھاؤں میں محفوظ اور مامون رہیں۔ (آمین)

تدوینِ غزلیاتِ میر کے سلسلے میں جس شاگرد نے حقِ استاد ادا کیا وہ ذوقِ شعر و علم سے بہرہ مند لائق شاگرد

جناب قاضی عطاالرحمٰن (لیکچرار شعبۂ اُردو، گورنمنٹ کالج پاک پتن) ہیں۔ میں کلامِ میر کا پروف دیکھنے میں، صرف اسی عزیز پر اعتماد کرسکتا تھا، حسب وعدہ عطا نے چند دن عطا کیے اور اپنے ایک بیمار بھائی کی تیمارداری کی ناگزیر مصروفیت کے باوصف لاہور سے ملتان دومرتبہ چکر لگائے، خداوند تعالیٰ ان پر اور ان کے اہلِ خانہ پر اپنی رحمتیں ہمیشہ ارزاں رکھے۔ (آمین)

آخری مگر بہت اہم شکر یہ میرے رفیق کار اور شریکِ کار عزیزم اظہر خان کا، جس کی برق رفتار اور حیرت انگیز طور پر اغلاط سے پاک کمپوزنگ کی بدولت ہی یہ ضخیم مقالہ دنوں میں تیار ہوگیا۔ پروف دیکھتے ہوئے بہت مرتبہ یہ خیال آتا تھا کہ میر غزل کہتے تھے اور بلاشبہ بہت اچھی شاعری کرتے تھے، اظہر کمپوزنگ اور ڈیزائننگ کرتا ہے اور کوئی شک نہیں اِس ہنرمندی میں اِس کا پایہ بھی بہت بلند ہے، خداوند تعالیٰ اِس کے ہنر کو اور فروغ دے، اظہر اور اُس کے اہلِ خانہ کی خوشی اور خوش حالی کے لیے دعا گو ہوں۔

اور وہ سب دوست، احباب، پیارے، عزیز، جن کے نام گنوانا / درج کرسکنا ممکن نہیں، اُن کا حساب دل میں ہے کہ وہ تو دوست ہیں۔

آخری دعا خود اپنے لیے کہ خداوند تعالیٰ شعر فہمی کی بہتر سے بہتر صلاحیت ودیعت فرماتا رہے اور زبان و ادب اور شعبۂ اُردو کے لیے کچھ کرسکنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ (آمین)

محمد ساجد خان

31 دسمبر 2003ء

C-32 سٹاف کالونی،

بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

فہرست واشاریہ: غزلیات واشعارِ میر تقی میر (ردیف وار)

ردیف		دیوان اوّل	دیوان دوم	دیوان سوم	دیوان چہارم	دیوان پنجم	دیوان ششم	میزان
الف	غزلیں	144	106	49	40	45	25	409
	اشعار	1085	901	347	241	264	205	3043
ب	غزلیں	6	10	7	9	8	6	46
	اشعار	42	82	47	48	48	54	321
ت	غزلیں	7	9	9	5	6	4	40
	اشعار	50	70	63	32	41	32	288
ٹ	غزلیں	1	-	1	-	-	-	2
	اشعار	4	-	9	-	-	-	13
ث	غزلیں	-	-	1	2	1	-	4
	اشعار	-	-	3	8	6	-	17
ج	غزلیں	1	-	-	2	4	-	7
	اشعار	5	-	-	16	30	-	51
چ	غزلیں	4	5	3	4	4	3	23
	اشعار	29	48	21	30	23	26	177
ح	غزلیں	2	2	1	3	2	-	10
	اشعار	13	21	11	19	8	-	72
خ	غزلیں	-	1	-	1	2	-	4
	اشعار	-	9	-	1	4	-	14
د	غزلیں	7	6	4	6	6	-	29
	اشعار	58	52	34	29	23	-	196
ذ	غزلیں	-	-	-	1	-	-	1
	اشعار	-	-	-	1	-	-	1

ر	غزلیں	24	16	10	9	17	8	84
	اشعار	206	166	71	55	128	76	702
ڑ	غزلیں	1	-	-	-	-	-	1
	اشعار	7	-	-	-	-	-	7
ز	غزلیں	5	3	1	6	5	-	20
	اشعار	38	22	7	30	24	-	121
س	غزلیں	3	4	3	3	5	1	19
	اشعار	20	35	22	16	34	9	136
ش	غزلیں	2	4	4	3	5	-	18
	اشعار	15	34	24	21	29	-	123
ص	غزلیں	1	-	1	1	1	-	4
	اشعار	1	-	1	1	3	-	6
ض	غزلیں	1	-	1	1	1	-	4
	اشعار	1	-	1	1	2	-	5
ط	غزلیں	1	2	2	2	3	-	10
	اشعار	2	12	7	3	15	-	39
ظ	غزلیں	1	-	1	1	1	-	4
	اشعار	1	-	3	2	3	-	9
ع	غزلیں	1	3	2	1	3	-	10
	اشعار	1	15	8	1	12	-	37
غ	غزلیں	2	1	2	2	3	-	10
	اشعار	6	7	10	6	17	-	46
ف	غزلیں	3	1	1	3	7	-	15
	اشعار	23	9	7	15	27	-	81

ق	غزلیں	1	2	2	3	3	-	11
	اشعار	2	19	16	15	15	-	67
ک	غزلیں	10	8	1	2	6	4	31
	اشعار	70	55	5	16	38	33	217
گ	غزلیں	1	4	2	2	3	-	12
	اشعار	10	39	14	18	15	-	96
ل	غزلیں	9	4	3	7	7	3	33
	اشعار	51	33	27	38	37	24	210
م	غزلیں	10	10	8	13	9	5	55
	اشعار	75	98	58	71	58	41	401
ن	غزلیں	81	45	45	22	19	16	229
	اشعار	635	395	345	147	123	129	1774
و	غزلیں	34	27	22	15	14	11	123
	اشعار	307	246	157	91	90	79	970
ہ	غزلیں	11	11	11	6	7	7	53
	اشعار	105	92	75	43	52	55	422
ی ے	غزلیں	187	108	60	47	60	42	504
	اشعار	1422	954	440	293	460	349	3918

	دیوان اول	دیوان دوم	دیوان سوم	دیوان چہارم	دیوان پنجم	دیوان ششم	ضمیمہ	میزان
کل غزلیں	561	392	257	222	257	135	24	**1848**
کل اشعار	4284	3414	1833	1308	1629	1112	201	**13781**
							فردیات	**81**
							کل تعداد اشعار	**13862**

ردیف الف ___ دیوان اوّل

﴿1﴾

1/1 تھا مستعار حُسن سے اُس کے جو نور تھا — خورشید میں بھی اُس ہی کا ذرّہ ظہور تھا

1/2 ہنگامہ گرم کُن جو دلِ ناصبور تھا — پیدا ہر ایک نالے سے شورِ نشور تھا

1/3 پہنچا جو آپ کو، تو میں پہنچا خدا کے تئیں — معلوم اب ہوا کہ بہت میں بھی دور تھا

1/4 آتش بلند دل کی نہ تھی ورنہ اے کلیم! — یک شعلہ برقِ خرمنِ صد کوہِ طور تھا

1/5 مجلس میں رات ایک ترے پرتوے بغیر — کیا شمع کیا پتنگ ہر اک بے حضور تھا

1/6 منعم کے پاس قاقم و سنجاب تھا تو کیا! — اُس رند کی بھی رات گزر گئی جو عور تھا[1]

1/7 ہم خاک میں ملے تو ملے لیکن اے سپہر — اُس شوخ کو بھی راہ پہ[2] لانا ضرور تھا

1/8,9 کل پاؤں ایک کاسۂ سر پر جو آ گیا[3] (قطعہ) — یکسر وہ استخوان شکستوں سے چور تھا
کہنے لگا کہ دیکھ کے چل راہ، بے خبر! — میں بھی کبھو کسو کا سرِ پُر غرور تھا

1/10 تھا وہ تو رشکِ حورِ بہشتی ہمیں میں میرؔ
سمجھے نہ ہم تو فہم کا اپنی قصور تھا

﴿2﴾

2/1 کیا میں بھی پریشانیِ خاطر سے قریں تھا — آنکھیں تو کہیں تھیں، دلِ غم دیدہ کہیں تھا

2/2 کس رات نظر کی ہے سوئے چشمکِ انجم — آنکھوں کے تلے اپنے تو وہ ماہ جبیں تھا

2/3 آیا تو سہی وہ کوئی دم کے لیے لیکن — ہونٹوں پہ مرے جب نفسِ باز پسیں تھا

2/4 اب کوفت سے ہجراں کی جہاں تن پہ رکھا ہاتھ — جو درد و الم تھا، سو کہے تو کہ وہیں تھا

2/5 جانا نہیں کچھ جز غزل آ کر کے جہاں میں — کُل[4] میرے تصرّف میں یہی قطعہ زمیں تھا

2/6 نام آج کوئی یاں نہیں لیتا ہے انھوں کا — جن لوگوں کے کل ملک یہ سب زیر نگیں تھا

2/7 مسجد میں امام آج ہوا آ کے کہاں سے
کل تک تو یہی میرؔ خراباتِ نشیں تھا

---

1. ''انتخاب کلامِ میر'' از مولوی عبدالحق میں مصرع یوں ہے: 'اُس رند کی بھی رات کٹی جو کہ عور تھا'۔ نسخۂ عبادت (بے ریاضت) میں 'رات' کی جگہ 'راست' درج ہوا۔
2. نسخۂ مجلس، عبادت وغیرہ میں 'پر' جب کہ آسی کے یہاں 'پہ' ہے۔
3. نسخۂ مجلس نے میر کے سب سے معروف قطعے کو دو الگ الگ اشعار کے طور پر درج کیا ہے۔
4. نسخۂ عبادت میں 'کُل' کی جگہ 'گُل' درج ہے جب کہ مجلس کے نسخے میں بھی یہ لفظ درست درج نہیں۔

﴾3﴿

3/1 نکلے[1] ہے چشمہ جو کوئی جوش زناں پانی کا
یاد دہ ہے وہ کسو چشم کی گریانی کا

3/2 لطف اگر یہ ہے بتاں صندلِ پیشانی کا
حسن کیا صبح کے پھر چہرۂ نورانی کا

3/3 کفر کچھ چاہیے اسلام کی رونق کے لیے
حُسن زنار ہے تسبیحِ سلیمانی کا

3/4 درہمی حال کی ہے سارے مرے دیواں میں
سیر کر تو بھی یہ مجموعہ پریشانی کا[2]

3/5 جان گھبراتی ہے اندوہ سے تن میں کیا کیا
تنگ احوال ہے اس یوسفِ زندانی کا

3/6 کھیل لڑکوں کا سمجھتے تھے محبت کے تئیں
ہے بڑا حیف ہمیں اپنی بھی نادانی کا

3/7 وہ بھی جانے ہے لہو رو کے لکھا ہے مکتوب[3]
ہم نے سرنامہ کیا کاغذِ افشانی کا

3/8 اُس کا منہ دیکھ رہا ہوں سو وہی دیکھوں ہوں
نقش کا سا ہے سماں میری بھی حیرانی کا

3/9 بُت پرستی کو تو اسلام نہیں کہتے ہیں
معتقد کون ہے میر ایسی مسلمانی کا

﴾4﴿

4/1 جامۂ مستیِ عشق اپنا مگر کم گھیر تھا
دامنِ تر کا مرے، دریا ہی کا سا پھیر تھا

4/2 دیر میں کعبے گیا، میں خانقہ سے اب کی بار
راہ سے مے خانے کی اس راہ میں کچھ پھیر تھا

4/3 بلبلوں نے کیا گل افشاں میر کا مرقد کیا
دور سے آیا نظر تو پھولوں کا اک ڈھیر تھا

﴾5﴿

5/1 اس عہد میں الٰہی محبت کو کیا ہوا
چھوڑا وفا کو اُن نے، مروت کو کیا ہوا

5/2 امیدوارِ وعدۂ دیدار مر چلے
آتے ہی آتے یارو قیامت کو کیا ہوا

5/3 کب تک تظلم[4] آہ بھلا مرگ کے تئیں
کچھ پیش آیا واقعہ رحمت کو کیا ہوا

5/4 اُس کے گئے پر ایسی گئی دل سے ہم نشیں
معلوم بھی ہوا نہ کہ طاقت کو کیا ہوا

5/5 بخشش نے مجھ کو ابرِ کرم کی کیا خجل
اے چشم! جوشِ اشکِ ندامت کو کیا ہوا

5/6 جاتا ہے یار تیغ بکف غیر کی طرف
اے کشتۂ ستم تری غیرت کو کیا ہوا

5/7 تھی صعبِ عاشقی کی بدایت ہی میر پر
کیا جانیے کہ حال نہایت کو کیا ہوا

---

[1] کلیاتِ میر کے نول کشوری نسخوں دوم وسوم میں مصرع اول 'نکلے چشمہ جو کوئی۔۔۔' درج متن ہے۔

[2] شاید مولانا آسی نے اپنے طور پر میر کا متن بہتر کرنے کی سعی فرمائی فرمایا" فی زمانہ اس کو یوں کہا جائے گا 'دیکھ لے تو بھی یہ مجموعہ پریشانی کا'. کلیات، ص ۳۔

[3] ممکن ہے میر نے کہا ہو 'وہ بھی جانے کہ لہو رو کے لکھا ہے مکتوب' تاہم کسی نسخے سے فی الحال اس متن کی تائید نہیں ہوتی۔

[4] نول کشور، دوم وسوم، ص ۱۵ پر 'تظلم' کی جگہ 'نہ ظلم' درج ہوا، جو درست نہیں۔

11/3 آفاق کی منزل سے گیا کون سلامت — اسباب لُٹا راہ میں یاں ہر سفری کا

11/7 صد موسمِ گل ہم کو تہہِ بال ہی گزرے — مقدور نہ دیکھا کبھو بے بال و پری کا

11/8 اس رنگ سے چمکے ہے پلک پر کہ کہے تو — ٹکڑا ہے بڑا اشک عقیقِ جگری کا

11/9 کل سیر کیا ہم نے سمندر کو بھی جا کر — تھا دست نگر پنجۂ مژگاں کی تری کا

11/10 لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام — آفاق کی اس کارگہِ شیشہ گری کا

11/11 ٹک میر جگر سوختہ کی جلد خبر لے
کیا یار بھروسہ ہے چراغِ سحری کا

﴿12﴾ [1]

12/1 مُنہ تکا ہی کرے ہے جس تس کا — حیرتی ہے یہ آئنہ کس کا

12/2 شام سے کچھ بجھا سا رہتا ہوں [2] — دل ہوا ہے چراغ مفلس کا

12/3 تھے بُرے مُغ بچوں کے تیور، لیک — شیخ مے خانے سے بھلا کھسکا

12/4 داغ آنکھوں [3] سے کھل رہے ہیں سب — ہاتھ دستہ ہُوا ہے نرگس کا

12/5,6 بحر کم ظرف ہے بسانِ حباب (قطعہ) [4] — کاسہ لیس اب ہُوا ہے تو جس کا

فیض اے اَبر، چشمِ تر سے اُٹھا — آج دامن وسیع ہے اس کا

12/7 تاب کس کو جو حالِ میر سُنے
حال ہی اور کچھ ہے مجلس کا

﴿13﴾

13/1 وہ اِک روش سے کھولے ہوئے بال ہو گیا — سنبل چمن کا مفت میں پامال ہو گیا

13/2 اُلجھاؤ پڑ گیا جو ہمیں اس کے عشق میں — دل سا عزیز جان کا جنجال ہو گیا

13/3 کیا اِمتدادِ مدّتِ ہجراں بیاں کرو — ساعت ہوئی قیامت و مہ سال ہو گیا

13/4 دعویٰ کیا تھا گُل نے ترے رُخ سے باغ میں — سیلی لگی صبا کی سو مُنہ لال ہو گیا

13/5 قامت خمیدہ، رنگ شکستہ، بدن نزار
تیرا تو میر غم میں عجب حال ہو گیا

---

[1] یہ غزل نول کشور طبع دوم وسوم (ص ۱۷۵) اور نسخۂ کالج (ص ۲۸۷) نے دیوان دوم میں درج کی ہے، لیکن چونکہ ہمارے یہاں مروّج نسخوں (آسی، مجلس، عبادت) کے علاوہ صاحبِ شعر شور انگیز نے بھی اسے دیوانِ اوّل ہی کی غزل سمجھا ہے، اس لیے اس غلطی کو برقرار رکھا جا رہا ہے کہ یہ غزل روایت کے طور پر اب دیوان اوّل ہی کی سمجھی جاتی ہے۔

[2] نول کشور، دوم، سوم (ص ۱۷) میں 'ہوں' کی بجائے 'ہے' درج ہے۔ مصحفی کا شعر میر کے اس شعر سے اس حد تک 'مشابہ' ہے کہ دونوں شعروں میں حافظہ خلطِ متن کا باعث ہوتا ہے۔

شام سے ہی بجھا سا رہتا ہے — دل ہے گویا چراغ مفلس کا

[3] کلیات مخطوطہ رضا لائبریری، رام پور میں متن 'آنکھیں سی' ہے۔ بحوالہ امتیاز علی عرشی، ''کلیاتِ میر کا ایک نادر نسخہ'' مشمولہ ''دلی کالج میگزین'' (میر نمبر)، مرتبہ نثار احمد فاروقی، ۱۹۶۲ء، ص ۳۷۱۔

[4] عبادت صاحب کے کاتب نے شعر نمبر ۵ اور ۶ کو قطعہ تصور نہیں فرمایا۔

14

14/1 بے تاب جی کو دیکھا، دل کو کباب دیکھا — جیتے رہے تھے کیوں ہم جو یہ عذاب دیکھا

14/2 پودا ستم کا جس نے اِس باغ میں لگایا — اپنے کیے کا اُن نے ثمرہ شتاب دیکھا

14/3 دل کا نہیں ٹھکانا، بابت جگر کی گم ہے — تیرے بلاکشوں کا ہم نے حساب دیکھا

14/4 آباد جس میں تجھ کو دیکھا تھا ایک مدت — اُس دل کی مملکت کو اب ہم خراب دیکھا

14/5 لیتے ہی نام اُس کا سوتے سے چونک اُٹھے ہو
ہے خیر میر صاحب! کچھ تم نے خواب دیکھا

15

15/1 دل بہم پہنچا بدن میں تب سے سارا تن جلا — آ پڑی یہ ایسی چنگاری کہ پیراہن جلا

15/2 سرکشی ہی ہے جو دکھلاتی ہے اِس مجلس میں داغ — ہو سکے تو شمع ساں دیجے رگِ گردن جلا

15/3 بدر ساں اب آخر آخر چھا گئی مجھ پر یہ آگ — ورنہ پہلے تھا مرا جوں ماہِ نو دامن جلا

15/4 کب تلک دھونی لگائے جوگیوں کی سی رہوں — بیٹھے بیٹھے در پہ تیرے تو مرا آسن جلا

15/5 گرمی اُس آتش کے پرکالے سے، رکھے چشم تب — جب کوئی میری طرح سے دیوے سب تن من جلا

15/6 ہو جو منت سے تو کیا وہ شب نشینی باغ کی — کاٹ اپنی رات کو خار و خسِ گلخن جلا

15/7 سوکھتے ہی آنسوؤں کے، نور آنکھوں کا گیا — بجھ ہی جاتے ہیں دیے، جس وقت سب روغن جلا

15/8 شعلہ افشانی نہیں یہ کچھ نئی اِس آہ سے — دَوں لگی ہے ایسی ایسی بھی کہ سارا بَن جلا

15/9 آگ سی اک دل میں سُلگے ہے کبھو بھڑکی تو میر
دے گی میری ہڈیوں کا ڈھیر جوں ایندھن جلا

16

16/1 حالِ دل میر کا رو رو کے سب اے ماہ! سُنا — شب کو القصہ، عجب قصۂ جاں کاہ سنا

16/2 نابلد ہو کے رہِ عشق میں پہنچوں[1] تو کہیں — ہمرہِ[2] خضر کو یاں کہتے ہیں گم راہ سنا

16/3 کوئی ان طوروں سے گزرے ہے ترے غم میں مری[3] — گاہ تو نے نہ سنا حال مرا، گاہ سنا

16/4 خوابِ غفلت میں ہیں یاں سب، تو عبث جاگا میر
بے خبر دیکھا انھیں میں، جنھیں آگاہ سنا

---

[1] نول کشور دوم، سوم میں 'پہنچو' ہے جب کہ آسی اور مجلس کے نسخوں میں 'پہنچوں' ہے۔ اوّل الذکر کو بہ اعتبار تفہیم شعر فوقیت دی ہے۔

[2] 'ہم رہِ خضر' (مجلس و عبادت) کی بجائے آسی کا املا 'ہمرہِ خضر' اس لیے اپنایا تا کہ 'ہم' کو 'رہ' سے الگ کر کے 'رہِ خضر' نہ پڑھا جائے۔ تاہم اگر دونوں طرح سے شعر کو با معانی بلکہ کثیر المعنی سمجھ سکتا ہو تو بھی کوئی ہرج نہیں۔

[3] نول کشور دوم، سوم میں 'مرے' ہے، عبادت صاحب کے یہاں بھی 'مرے' ہی درج ہوا۔ نسخۂ کالج اور نسخۂ آسی میں 'مری' درست ہے۔ مجلس حاشیے میں 'مرے' کی جگہ 'ترے' درج ہوا اور یوں اصلاح خود مغالطہ انگیز ہو گئی۔

﴿17﴾

17/1 جب جنوں سے ہمیں توسُّل تھا — اپنی زنجیرِ پا ہی کا غُل تھا

17/2 بسترا تھا چمن میں جوں بلبل — نالہ سرمایۂ توکل تھا

17/3 یک نگہ کو وفا نہ کی گویا — موسمِ گل صفیرِ بلبل تھا

17/4 اُن نے پہچان کر ہمیں مارا — منہ نہ کرنا اِدھر تجاہل تھا

17/5 شہر میں جو نظر پڑا ، اُس کا — کشتۂ ناز یا تغافل تھا

17/6 اب تو دل کو نہ تاب ہے نہ قرار — یادِ ایّام جب تحمّل تھا

17/7 جا پھنسا دام زلف میں آخر — دل نہایت ہی بے تامل تھا

17/8 یوں گئی قد کے خم ہوئے جیسے — عمر اک رہ روِ سرِ پُل[1] تھا

17/9 خوب دریافت جو کیا ہم نے
وقتِ خوش میر نکہتِ گل تھا

﴿18﴾

18/1 آگے جمالِ یار کے معذور ہو گیا — گل اِک چمن میں دیدۂ بے نور ہو گیا

18/2 یک[2] چشم منتظر ہے کہ دیکھے ہے کب سے راہ — جوں زخم تیری دوری میں ناسور ہو گیا

18/3 قسمت تو دیکھ، شیخ کو جب لہر آئی تب — دروازہ شیرہ خانے کا معمور ہو گیا

18/4 پہنچا قریب مرگ کے وہ صیدِ ناقبول — جو تیری[3] صیدگاہ سے ٹک دور ہو گیا

18/5 دیکھا یہ ناؤ و نوش کہ نیشِ فراق سے — سینہ تمام خانۂ زنبور ہو گیا

18/6 اُس ماہِ چار دہ کا چھپے عشق کیوں کہ آہ — اب تو تمام شہر میں مشہور ہو گیا

18/7 شاید کسو کے دل کو لگی اُس گلی میں چوٹ — میری بغل میں شیشۂ دل چور ہو گیا

18/8 دیکھا جو میں نے یار! تو وہ میر ہی نہیں
تیرے غمِ فراق میں رنجور ہو گیا

﴿19﴾

19/1 فرہاد ہاتھ تیشے پہ ٹک رہ کے ڈالتا — پتھر تلے کا ہاتھ ہی اپنا نکالتا

19/2 بگڑا اگر وہ شوخ تو سنیو! کہ رہ گیا — خورشید اپنی تیغ و سپر ہی سنبھالتا

19/3 یہ سر تبھی سے گوئے ہے میدانِ عشق کا — پھرتا تھا جن دنوں میں تو گیندیں اُچھالتا

19/4 بن سر کے پھوڑے بنتی نہ تھی کوہ کن کے تئیں — خسرو سے سنگِ سینہ کو کس طور ٹالتا

---

[1] شمس الرحمٰن فاروقی صاحب نے ’سرِ پُل‘ کو ’سر پل‘ بمعنی وعدہ خلاف، بے وفا سمجھا اور درج کیا ہے، گو وضاحتِ شعر میں ’پُل‘ کے معنی کو بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ ’’پل میں بھی تھوڑا سا خم ہوتا ہے، مسافر پُل پر سے جلد گزر جاتا ہے۔‘‘ نسخۂ عبادت میں ’رہرو‘ کو ’رہگزر‘ لکھ کر شعر کو بے معنی بنا دیا گیا ہے۔

[2] نول کشور سوم میں ’یک چشم‘ کی جگہ ’اک چشم‘ ہے، ص ۱۸۔

[3] نسخۂ آسی اور عبادت دونوں میں ’تیرے صیدگاہ‘ درج ہے، مجلس کے متن کے مطابق ’تیری صیدگاہ‘ بہتر ہے۔

19/5 چھاتی سے ایک بار لگاتا جو وہ، تو میر
برسوں یہ زخم سینے کا ہم کو نہ سالتا

﴿20﴾

20/1 گُل شرم سے بہ جائے گا گلشن میں ہو کر آب سا
بُرقع سے گر نکلا کہیں چہرہ ترا مہتاب سا

20/2 گل برگ کا یہ رنگ ہے، مرجاں کا ایسا ڈھنگ ہے
دیکھو نہ جھمکے ہے پڑا وہ ہونٹ، لعلِ ناب سا

20/3 وہ مایۂ جاں تو کہیں پیدا نہیں جوں کیمیا
میں شوق کی افراط سے بیتاب ہوں سیماب سا

20/4 دل تاب ہی لایا نہ ٹک، تا یاد رہتا ہم نشیں
اب عیش روزِ وصل کا ہے جی میں بھولا خواب سا

20/5 سناٹے میں جان کے ہوش و حواس و دم نہ تھا
اسباب سارا لے گیا، آیا تھا اک سیلاب سا

20/6 ہم سرکشی سے مدتوں مسجد سے بچ بچ کر چلے
اب سجدے ہی میں گزرے ہے، قد جو ہُوا محراب سا

20/7 تھی عشق کی وہ ابتدا جو موج سی اُٹھتی[1] کبھو
اب دیدۂ تر کو جو تم دیکھو تو ہے گرداب سا

20/8 بہکے جو ہم مست آ گئے، سو بار مسجد سے اُٹھا
واعظ کو مارے خوف کے کل لگ گیا جلاّب سا

20/9 رکھ ہاتھ دل پر میر کے دریافت کر کیا حال ہے
رہتا ہے اکثر یہ جواں کچھ اِن دنوں بیتاب سا

﴿21﴾

21/1 مر رہتے جو گل بن تو سارا یہ خلل جاتا
نکلا ہی نہ جی ورنہ کانٹا سا نکل جاتا

21/2 پیدا ہے کہ پنہاں تھی آتش نفسی میری
میں ضبط نہ کرتا تو سب شہر یہ جل جاتا

21/3 میں گریۂ خونیں کو روکے ہی رہا ورنہ
یک دم میں زمانے کا یاں رنگ بدل جاتا

21/4 بن پوچھے کرم سے وہ، جو بخش نہ دیتا تو
پرسش[2] میں ہماری ہی دن حشر کا ڈھل جاتا

21/5 اِستادہ جہاں میں تھا میدانِ محبت میں
واں رستم اگر آتا تو دیکھ کے ٹل جاتا

21/6 وہ سیر کو وادی کے مائل نہ ہوا ورنہ[3]
آنکھوں کو غزالوں کی پاؤں تلے مل جاتا

21/7 بے تاب و تواں یوں میں کاہے کو تلف ہوتا
یاقوتی ترے لب کی ملتی تو سنبھل جاتا

21/8 اُس سیم بدن کو تھی کب تاب تعب[4] اتنی
وہ چاندنی میں شب کی ہوتا تو پگھل جاتا

21/9 مارا گیا، تب گزرا بوسے سے ترے لب کے
کیا میر بھی لڑکا تھا، باتوں میں بہل جاتا

---

[1] نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں 'اُٹھتی'، آسی، مجلس اور عبادت میں درج 'اُٹھی' سے بہتر ہے۔

[2] نسخۂ مجلس (جلد اوّل، ص ۱۱۳) پر 'پرسش' کی بجائے 'پرستش' درج ہے۔

[3] یہ مصرع آسی کے یہاں (ص ۹) یوں ہے "وہ سیر کا وادی کے مائل نہ ہوا ورنہ"، نسخۂ عبادت میں بھی یہی متن ہے جب کہ مجلس (ص ۱۱۴) میں "وہ سیر کا وادی کی مائل نہ ہوا ورنہ"؛ 'سیر' اٹھارویں صدی میں زیادہ تر مذکر بولا جاتا تھا، تاہم 'کا' کی بجائے 'کو' اجتہادی طور پر سہی، بہتر ہے۔

[4] نسخۂ کالج، نول کشور دوم و سوم میں 'تاب و تعب' ہے جو درست نہیں۔

﴿22﴾

22/1 سنیو! جب وہ کبھو سوار ہوا　　تا بہ روح الامیں شکار ہوا

22/2 اُس فریبندہ کو نہ سمجھے آہ　　ہم نے جانا کہ ہم سے یار ہوا

22/3 نالہ ہم خاکساروں کا آخر　　خاطرِ عرش کا غبار ہوا

22/4 مر چلے بے قرار ہو کر ہم　　اب تو تیرے تئیں قرار ہوا

22/5 وہ جو خنجر بکف نظر آیا
میرؔ سو جان سے نثار ہوا

﴿23﴾

23/1 مانند شمعِ مجلس شب اشک بار پایا　　القصہ میرؔ کو ہم بے اختیار پایا

23/2 احوالِ خوش انھوں کا، ہم بزم ہیں جو تیرے　　افسوس ہے کہ ہم نے واں کا نہ بار پایا

23/3 چیتے[1] جو ضعف ہو کر زخمِ رسا سے اس کے　　سینے کو چاک دیکھا، دل کو فگار پایا

23/4 شہرِ دل ایک مدت اُجڑا[2] بسا غموں میں　　آخر اُجاڑ دینا اس کا قرار پایا

23/5 اتنا نہ تجھ سے ملتے، نے دل کو کھو کے روتے　　جیسا کیا تھا ہم نے ویسا ہی، یار پایا

23/6 کیا اعتبار یاں کا، پھر اُس کو خوار دیکھا　　جس نے جہاں میں آ کر کچھ اعتبار پایا

23/7 آہوں کے شعلے جس جا اُٹھتے تھے میرؔ سے شب
واں جا کے صبح دیکھا مشتِ غبار پایا

﴿24﴾

24/1 مارا زمیں میں گاڑا، تب اِس کو صبر آیا　　اِس دل نے ہم کو آخر یوں خاک میں ملایا

24/2 اُس گل زمیں سے اب تک اُگتے ہیں سرو مائل[3]　　مستی میں جھکتے جس پر تیرا پڑا ہے سایہ

24/3 یکساں ہے قتل گہ اور اس کی گلی تو مجھ کو　　واں خاک میں، میں لوٹا، یاں لوہو میں نہایا

24/4 پوجے سے اور پتھر ہوتے ہیں یہ صنم تو　　اب کس طرح اطاعت اِن کی کروں خدایا

24/5 تا چرخ نالہ پہنچا لیکن اثر نہ دیکھا　　کرنے سے اب دُعا کے، میں ہاتھ ہے اُٹھایا

24/6 تیرا ہی منہ تکے ہے، کیا جانیے کہ تو خط　　کیا باغِ سبز تونے آئینے کو دِکھایا

24/7 شادابی و لطافت ہرگز ہوئی نہ اُس میں　　تیرے مسوں پہ گرچہ سبزے نے زہر کھایا

24/8 آخر کو مر گئے ہیں اس کی ہی جستجو میں　　جی کے تئیں بھی کھویا، لیکن اُسے نہ پایا

24/9 لگتی نہیں ہے دارو، ہیں سب طبیب حیراں　　اک روگ میں بِسایا[4]، جی کو کہاں لگایا

---

[1] نول کشور دوم وسوم، ص۱۹، نسخۂ عبادت ص۱۱۱۲ اور کئی مخطوطوں میں 'جیتے' غلط ہے۔ آسی کا متن (ص۱۰) 'چیتے' درست ہے۔

[2] نسخۂ مجلس ص۱۱۴ 'اُجڑا بسا' کے درمیان علامت وقف (،) درج ہے جو صریحاً غلط ہے۔

[3] تمام مطبوعہ نسخوں میں 'مائل' کی بجائے 'جس جا' ہے، بلاشبہ دوسرے مصرعے میں ''جس پر'' کی موجودگی میں 'جس جا' غیر ضروری بلکہ غلط ہے۔ فاروقی صاحب نے ''شعر شور انگیز'' جلد اوّل (ص۲۷۹) پر کتاب خانہ راجہ صاحب محمود آباد کے حوالے سے 'مائل' بمعنی جھکا ہوا درج کیا، بہتر متن ہے اس لیے اپنا لیا گیا ہے۔

[4] نول کشور دوم، سوم (ص۲۰) 'پھنسایا' غلط، نسخۂ کالج اور نسخۂ آسی (ص۱۱) میں 'بسایا' درست ہے۔

24/10 کہہ پیچ اس کے منہ کو، جی میں ڈرا یہاں تو — بارے وہ شوخ اپنی خاطر میں کچھ نہ لایا

24/11 ہونا تھا مجلس آرا گر غیر کا تجھے، تو — مانندِ شمع مجھ کو کاہے کے تئیں جلایا

24/12 تھی یہ کہاں کی یاری آئینہ رُو کہ تو نے
دیکھا جو میر کو تو بے پیچ منہ بنایا

25

25/1 شکوہ کروں میں کب تک اُس اپنے مہرباں کا — القصہ رفتہ رفتہ دشمن ہوا ہے جاں کا

25/2 گریے پہ رنگ آیا، قیدِ قفس سے شاید — خوں ہو گیا جگر میں اب داغ گلستاں کا

25/3 لے جھاڑو ٹوکرا ہی آتا ہے صبح ہوتے — جاروب کش مگر ہے خورشید اس کے یاں[1] کا

25/4 دی آگ رنگِ گل نے واں اے صبا چمن کو — یاں ہم جلے قفس میں سن حال آشیاں کا

25/5 ہر صبح میرے سر پر اک حادثہ نیا ہے — پیوند ہو زمیں کا، شیوہ اِس آسماں کا

25/6-7 اُن صید افگنوں کا کیا ہو شکار کوئی (قطعہ) ہوتا نہیں ہے آخر کام اُن کے امتحاں کا
تب تو مجھے کیا تھا تیروں سے صید اپنا — اب کرتے ہیں نشانہ ہر میرے استخواں کا

25/8 فتراک جس کا اکثر لوہو میں تر رہے ہے — وہ قصد کب کرے ہے اس صیدِ ناتواں کا

25/9 کم فرصتی جہاں کے مجمع کی، کچھ نہ پوچھو — احوال کیا کہوں میں اس مجلسِ رواں کا

25/10 سجدہ کریں ہیں سن کر اوباش سارے اس کو — سیّد پسر وہ پیارا ہے گا امام بانکا

25/11 ناحق شناسی ہے یہ، زاہد نہ کر برابر — طاعت سے سو برس کی سجدہ اس آستاں کا

25/12 جس دن کہ اُس کے منہ سے برقع اُٹھے گا، سنیو! — اُس روز سے جہاں میں خورشید پھر نہ جھانکا

25/13 ناحق یہ ظلم کرنا، انصاف کہہ[2] پیارے — ہے کون سی جگہ کا، کس شہر کا، کہاں کا

25/14 سودائی ہو تو رکھے بازارِ عشق میں پا — سر مُفت بیچتے ہیں، یہ کچھ چلن ہے واں کا

25/15 سو گالی ایک چشمک اتنا سلوک تو ہے — اوباش، خانہ جنگ اس خوش چشمِ بدزباں کا

25/16,17 یا روئے یا رُلایا، اپنی تو یوں ہی گزری (قطعہ)[3] کیا ذکر ہم صفیراں، یارانِ شادماں کا
قیدِ قفس میں ہیں تو خدمت ہے نالگی کی — گلشن میں تھے تو ہم کو منصب تھا روضہ خواں کا

25/18 پوچھو تو میر سے کیا کوئی نظر پڑا ہے
چہرہ اُتر رہا ہے کچھ آج اس جواں کا

26

26/1 ہمارے آگے ترا[4] جب کسو نے نام لیا — دلِ ستم زدہ کو ہم نے تھام تھام لیا

26/2 قسم جو کھایئے تو طالعِ زلیخا کی — عزیزِ مصر کا بھی صاحب اک غلام لیا

---

[1] نسخۂ آسی اور مجلس میں 'ہاں' ہے لیکن نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں 'یاں' بہتر ہے۔
[2] نسخۂ کالج، نول کشور دوم وسوم کے مطابق 'کہہ' جب کہ آسی اور مجلس میں 'کر' ہے۔
[3] نسخۂ عبادت میں یہ دونوں شعر بطور قطعہ شامل نہیں بلکہ الگ الگ شعر کے طور پر درج ہیں۔
[4] 'مجموعۂ نغز' (جلد دوم، ص ۲۳۳) میں 'ہمارے آگے جو تیرا کسو نے۔۔۔' جب کہ تذکرہ ہندی گویاں (مرقومہ ۱۲۰۹ھ بمطابق ۹۵-۱۷۹۴ء) غلام ہمدانی مصحفی میں 'ہمارے آگے ترا گر کسو نے۔۔۔' (ص ۲۰۸) درج ہوئے۔

26/3 خراب رہتے تھے مسجد کے آگے مے خانے — نگاہِ مست نے ساقی کی انتقام لیا
26/4 وہ کج روش نہ ملا راستی میں مجھ سے کبھی — نہ سیدھی طرح سے اُن نے مرا سلام لیا
26/5 مزہ دکھاویں گے بے رحمی کا تری صیاد — گر اضطرابِ اسیری نے زیرِ دام لیا
26/6 مرے سلیقے سے میری نبھی محبت میں — تمام عمر میں ناکامیوں سے کام لیا
26/7 اگر چہ گوشہ گزیں ہوں میں شاعروں میں میر
پہ میرے شور نے روئے زمیں تمام لیا

﴿27﴾

27/1 سیر کے قابل ہے دلِ صد پارہ اُس نخچیر کا — جس کے ہر ٹکڑے میں ہو پیوست پیکاں تیر کا
27/2 سب کھلا باغِ جہاں اِلاّ یہ حیران و خفا — جس کو دل سمجھے تھے ہم سو غنچہ تھا تصویر کا
27/3 بوئے خوں سے جی رُکا جاتا ہے اے بادِ بہار — ہو گیا ہے چاک دل شاید کسو دل گیر کا
27/4 کیونکہ نقاشِ ازل نے نقش ابرو کا کیا — کام ہے اک، تیرے مُنہ پر کھینچنا شمشیر کا
27/5 رہ گزر سیلِ حوادث کا ہے بے بنیاد دہر — اس خرابے میں نہ کرنا قصد تم تعمیر کا
27/6 بس طبیب اُٹھ جا مری بالیں سے، مت دے دردِ سَر — کامِ جاں آخر ہوا، اب فائدہ تدبیر کا
27/7 نالہ کش ہیں عہدِ پیری میں بھی تیرے دَر پہ ہم — قدِ خم گشتہ ہمارا حلقہ ہے زنجیر کا
27/8 جو ترے کوچے میں آیا پھر وہیں گاڑا[1] اُسے — تشنہ خوں میں تو ہوں اُس خاکِ دامن گیر کا
27/9 خون سے میرے ہوئی یک دم خوشی تم کو تو لیک — مفت میں جاتا رہا جی ایک بے تقصیر کا
27/10 لختِ دل سے، جوں چھڑی پھولوں کی، گوندھی ہے وَلے — فائدہ کچھ اے جگر، اِس آہِ بے تاثیر کا
27/11 گورِ مجنوں سے نہ جاویں گے کہیں ہم بے نوا — عیب ہے ہم میں جو چھوڑیں ڈھیر اپنے پیر کا
27/12 کس طرح سے مانیے یارو کہ یہ عاشق نہیں
رنگ اُڑا[2] جاتا ہے، ٹک چہرہ تو دیکھو میر کا

﴿28﴾

(قبل از 1752ء)

28/1 شب درد و غم سے عرصہ مرے جی پہ تنگ تھا — آیا شبِ فراق تھی یا روز جنگ تھا
28/2 کثرت میں درد و غم کے نہ نکلی کوئی تپش — کوچہ جگر کے زخم کا شاید کہ تنگ تھا
28/3 لایا مرے مزار پہ اس کو یہ جذبِ عشق — جس بے وفا کو نام سے بھی میرے ننگ تھا
28/4 دیکھا ہے صید گہہ میں ترے صید کا جگر — با آنکہ چھن رہا تھا پہ[3] ذوقِ خدنگ تھا
28/5 دل سے مرے لگا نہ ترا دل ہزار حیف — یہ شیشہ ایک عمر سے مشتاقِ سنگ تھا
28/6 مت کر عجب جو میر ترے غم میں مر گیا
جینے کا اس مریض کے کوئی بھی ڈھنگ تھا

---

[1] تذکرہ شورش از غلام حسین شورش، مرقومہ ۱۱۹۱ھ بمطابق ۷۸-۱۷۷۷ء، ص ۱۹۲ پر 'کاڑھا' غلط درج ہوا ہے۔
[2] نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم میں 'اُڑ' ہے جب کہ آسی و مجلس میں 'اُڑا' بہتر ہے۔
[3] نسخۂ آسی ص ۱۳۱ پر 'یہ' غلط جب کہ نول کشور دوم، سوم میں 'پہ' 'با آنکہ' کے مطابق درست ہے۔

﴿29﴾

(قبل از 1752ء)

29/1 دل میں بھرا ز بس کہ خیالِ شراب تھا　　مانند آئینے کے مرے گھر میں آب تھا

29/2 موجیں کرے ہے بحرِ جہاں میں ابھی تو تو　　جانے گا بعدِ مرگ کہ عالم حباب تھا

29/3 اُگتے تھے دستِ بلبل و دامانِ گل بہم　　صحنِ چمن نمونۂ یوم الحساب تھا

29/4 ٹک دیکھ آنکھیں کھول کے اُس دم کی حسرتیں　　جس دَم یہ سُوجھے گی کہ یہ عالم بھی خواب تھا

29/5 دل جوُ نہ تھا، تو رات، ز خود رفتگی میں، میؔر
گہہ انتظار و گاہ مجھے اضطراب تھا

﴿30﴾

(قبل از 1752ء)

30/1 کیا طرح ہے، آشنا گاہے، گہے نا آشنا　　یا تو بے گانے ہی رہیے، ہو جیے یا آشنا

30/2 پائمالِ صد جفا ناحق نہ ہو اے عندلیب　　سبزۂ بے گانہ بھی تھا اس چمن کا آشنا

30/3 کون سے یہ بحرِ خوبی کی پریشاں زلف ہے　　آتی ہے آنکھوں میں میرے موجِ دریا آشنا

30/4-5 بلبلیں[1] پائیز میں کہتی تھیں ہوتا کاش کے　　(قطعہ)　　یک مژہ رنگِ فراری[2] اس چمن کا آشنا
گو[3] گل و لالہ، کہاں سنبل، سمن، ہم[4]نسترن　　خاک سے یکساں ہوئے ہیں، ہائے کیا کیا آشنا

30/6-7 کیا کروں، کس سے کہوں، اتنا ہی بے گانہ ہے یار　　(قطعہ)　　سارے عالم میں نہیں پاتے کسی کا آشنا
جس کی میں چاہی وساطت ان نے یہ مجھ سے کہا　　ہم تو کہتے، گر میاں! ہم سے وہ ہوتا آشنا

30/8-10 یوں سُنا جا ہے کہ کرتا ہے سفر کا عزمِ جزم　　(قطعہ)　　ساتھ اب بے گانہ وضعوں کے ہمارا آشنا
شعرِ صائب کا مناسب ہے ہماری اور سے　　سامنے اس کے پڑھے گر یہ کوئی جا آشنا
تابجاں ما ہمرہیم و تابہ منزل۔دیگراں　　فرق باشد جانِ ما از آشنا نا آشنا[5]

30/11 داغ ہے تاباں علیہ الرحمہ[6] کا چھاتی پہ میؔر
ہو نجات اُس کو بچارہ ہم سے بھی تھا آشنا

﴿31﴾

31/1 گل کو محبوب ہم قیاس کیا　　فرق نکلا بہت جو باس کیا

31/2 دل نے ہم کو مثالِ آئینہ　　ایک عالم کا روشناس کیا

31/3 کچھ نہیں سوجھتا ہمیں اُس بن　　شوق نے ہم کو بے حواس کیا

---

1. نکات الشعرا میں 'بلبلیں رو رو کے یوں کہتی'۔
2. نول کشور دوم، سوم میں 'قراری' جب کہ آسی، مجلس اور عبادت کے یہاں 'فراری' بہتر ہے۔
3. نکات الشعرا اور نول کشوری نسخوں میں 'گو گل و لالہ' درست نہیں، آسی اور مجلس میں 'گو' درست ہے۔
4. نکات الشعرا میں 'اور نسترن' ہے جب کہ تمام نسخوں میں 'ہم نسترن' ہے۔
5. نسخۂ آسی میں 'از آشنا تا آشنا' درج ہے جب کہ نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم (ص ۲۲) میں 'از آشنا نا آشنا' درج ہے۔
6. میر عبدالحی تاباں دہلوی، میر کے ہم عصر، نہایت دیدہ رُو اور مسحور کن شخصیت، کثرتِ مے نوشی سے عالمِ شباب میں فوت ہوئے، 'نکات الشعرا' اِن کا ترجمہ، نہایت پُر تاثیر عبارت میں ہے۔

31/4 عشق میں ہم ہوئے نہ دیوانے   قیس کی آبرو کا پاس کیا

31/5 دور سے چرخ کے نکل نہ سکے   ضعف نے ہمکو مورِ طاس کیا

31/6 صبح تک شمع سر کو دھنتی رہی   کیا پتنگے نے التماس کیا

31/7 ایسے وحشی کہاں ہیں اے خوباں
میرؔ کو تم عبث اُداس کیا

﴿32﴾

32/1 مفت آبروئے زاہدِ علامہ لے گیا   اک مُغ بچہ اُتار کے عمامہ لے گیا

32/2 داغِ فراق و حسرتِ وصل، آرزوئے شوق   میں ساتھ زیرِ خاک بھی ہنگامہ لے گیا

32/3 پہنچا نہ پہنچا آہ ، کیا سو گیا غریب[1]   وہ مرغِ نامہ بر جو مرا نامہ لے گیا

32/4 اُس راہ زن کے ڈھنگوں سے دیوے خدا پناہ
اک مرتبہ جو میرؔ کا جی جامہ لے گیا[2]

﴿33﴾

33/1 اے تو کہ یاں سے عاقبتِ کار جائے گا   غافل نہ رہ کہ قافلہ اک بار جائے گا

33/2 موقوف حشر پر ہے سو آتی بھی وہ نہیں   کب درمیاں سے وعدۂ دیدار جائے گا

33/3 چھوٹا جو میں قفس سے تو سب نے مجھے کہا   بے چارہ کیونکہ تا سرِ دیوار جائے گا

33/4 دے گی نہ چین لذتِ زخم اُس شکار کو   جو کھا کے تیرے ہاتھ کی تلوار جائے گا

33/5 آوے گی اک بلا ترے سر، سن لے اے صبا   زلفِ سیہ کا اس کی اگر تار جائے گا

33/6 باہر نہ آتا چاہ سے یوسف جو جانتا   لے کارواں مرے تئیں بازار جائے گا

33/7 تدبیر میرے عشق کی، کیا فائدہ طبیب   اب جان ہی کے ساتھ یہ آزار جائے گا

33/8 آنے میں[3] اُس کے، حال ہوا جائے ہے تغیر   کیا حال ہوگا پاس سے جب یار جائے گا

33/9 کوچے کے[4] اس کے رہنے سے باز آ وگرنہ میرؔ
اک دن تجھے وہ جان سے بھی مار جائے گا

---

[1] نسخۂ مجلس میں یہ مصرع غلط درج ہے 'پہنچا نہ پہنچا آہ گیا، سو گیا غریب' جب کہ آسی اور عبادت کے یہاں 'کیا' درست ہے۔ اگر چہ دونوں نے وقفہ (کامہ) 'کیا' کے بعد دیا، جو درست نہیں۔

[2] نسخۂ کالج (ص ۳۳) نسخۂ ندوہ اور نسخۂ لاہور میں اکبر حیدری کے مطابق اس مصرعے کا متن یوں ہے "اک مرتبہ جو میرؔ کا جی جامہ لے گیا" بحوالہ نقوش میر تقی میرؔ نمبر، نسخۂ لاہور، اکتوبر ۱۹۸۰ء، ص ۲۲۲۔ یہ نہایت اہم تصحیح ہے کیونکہ نول کشور دوم، سوم سے آسی، عبادت اور مجلس تک میں یہ مصرع نہایت پُر لطف اور دلچسپ متن کے ساتھ یوں ہے 'اک مرتبہ جو میر جی کا جامہ لے گیا' اور اِسے اب تک درست مصرع ہی سمجھا جاتا رہا ہے۔

[3] نسخۂ آسی میں 'آئے بن' بظاہر نہایت بہتر متن دکھائی دیتا ہے لیکن تامل کے بعد یہ بھی آسی کی اصلاح ہی لگتا ہے۔ نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم میں 'آنے میں' بہت بہتر متن ہے۔

[4] نول کشور دوم، سوم میں 'کوچے سے' اور نسخۂ کالج میں 'کوچے کے' جب کہ آسی کے یہاں 'کوچے میں' ہے۔ 'کوچے کے' عہدِ میرؔ کے روزمرہ کے مطابق درست ہے، آسی کی اصلاح اُن کی ذاتی ہے۔

﴿34﴾

34/1 کیا کہوں، کیسا ستم غفلت سے مجھ پر ہو گیا — قافلہ جاتا رہا، میں صبح ہوتے سو گیا

34/2 بے کسی مدت تلک برسا کی اپنی گور پر — جو ہماری خاک پر سے ہو کے گزرا، رو گیا

34/3 کچھ خطرنا کی طریقِ عشق میں پنہاں نہیں — کھپ گیا وہ راہ رو اس راہ ہو کر جو گیا

34/4 مُدعا جو ہے سو وہ پایا نہیں جاتا کہیں — ایک عالم جستجو میں جی کو اپنے کھو گیا

34/5 میر ہر یک موج میں ہے زلف ہی کا سا دماغ
جب سے وہ دریا پہ آ کر بال اپنے دھو گیا

﴿35﴾

35/1 مت ہو دشمن اے فلک مجھ پائمالِ راہ کا — خاک اُفتادہ ہوں میں بھی اک فقیر[1] اللہ کا

35/2 سیکڑوں طرحیں نکالیں یار کے آنے کی لیک — عذر ہی جا ہے چلا اس کے دلِ بدخواہ[2] کا

35/3 گر کوئی پیرِ مُغاں مجھ کو کرے، تو دیکھے پھر — میکدہ سارے کا سارا صرف ہے اللہ کا

35/4 کاش تیرے غم رسیدوں کو بلاویں حشر میں — ظلم ہے اک خلق پر آشوب ان کی آہ کا

35/5 جو سنا ہشیار اِس مے خانے میں، تھا بے خبر — شوق ہی باقی رہا ہم کو دلِ آگاہ کا

35/6 باندھ مت رونے کا تار، اے نا قباحت فہم چشم — اس سے پایا جائے ہے سررشتہ جی کی چاہ کا

35/7 شیخ مت کر ذکر ہر ساعت قیامت کا کہ ہے — عرصۂ محشر نمونہ اُس کی بازی گاہ کا

35/8 شہر میں کس منہ سے آوے سامنے تیرے کہ شوخ — جھائیوں سے بھر رہا ہے سارا چہرہ ماہ کا

35/9 سر فرو لاتی نہیں ہمت مری ہر اک کے پاس
ہوں گدائے آستاں میں میر حضرت شاہ کا

﴿36﴾

36/1 ایسی گلی اک[3] شہرِ اسلام نہیں نہیں رکھتا — جس کوچے میں وہ بُت صد بدنام نہیں رکھتا

36/2 آزار نہ دے اپنے کانوں کے تئیں اے گل — آغاز مرے غم کا انجام نہیں رکھتا

36/3 ناکامیِ صد حسرت خوش لگتی نہیں، ورنہ — اب جی سے گزر جانا کچھ کام نہیں رکھتا

36/4 ہو خشک تو بہتر ہے وہ ہاتھ بہاراں میں — مانند نے[4] نرگس جو جام نہیں رکھتا

36/5 بن اسکے ہم آغوشی، بے تاب نہیں اب ہی — مدت سے بغل میں دل، آرام نہیں رکھتا

36/6 میں داڑھی تری واعظ مسجد ہی میں مُنڈواتا — پر کیا کروں ساتھ اپنے حجام نہیں رکھتا

36/7 وہ مفلس اُن آنکھوں سے کیونکر کے بسر آوے[5] — جو اپنی گرہ میں اِک بادام نہیں رکھتا

36/8 کیا بات کروں اُس سے مل جائے جو وہ، میں تو — اِس ناکسی سے روئے دُشنام نہیں رکھتا

---

1. مطلع میں مرتب نسخۂ مجلس نے 'فقیر' اور 'اللہ' کے درمیان وقف (،) درج کیا، جو درست نہیں۔
2. نسخۂ ف میں 'دلِ ناخواہ' ہے۔
3. نول کشور کی اشاعت دوم، سوم (ص ۲۳) میں 'ایسی یہ گلی اک' ہے۔ 'ایسی گلی اک' بمطابق آسی ص ۱۶ ہے۔
4. نسخۂ مجلس (ص ۱۲۶) میں 'مانندِ نے نرگس' درست نہیں، آسی کے یہاں 'مانند نے نرگس' درست ہے۔ نسخۂ عبادت میں 'مانند' اور 'نے' دونوں اضافت کے ساتھ ہیں۔
5. نسخۂ مجلس میں یہ مصرع نہایت غلط درج ہے۔ 'دو مفلس اُن آنکھوں سے کیونکر کے بصر آوے' (ص ۱۲۶)، نسخۂ عبادت نے بھی 'وہ' کی جگہ 'دو' درج کیا۔ آسی کے یہاں متن درست ہے۔

36/9
یوں تو رہ و رسم اُس کو اس شہر میں سب سے ہے
اک میر ہی سے خطّ و پیغام نہیں رکھتا

﴿37﴾

37/1 خوبی کا اُس کی بسکہ طلب گار ہو گیا — گل باغ میں گلے کا مرے ہار ہو گیا
37/2 کس کو نہیں ہے شوق ترا، پر نہ اِس قدر — میں تو اِسی خیال میں بیمار ہو گیا
37/3 میں نو دمیدہ بال، چمن زاد طیر تھا — پر گھر سے اُٹھ چلا سو گرفتار ہو گیا
37/4 ٹھہرا گیا نہ ہو کے حریف اُس کی چشم کا — سینے کو توڑ تیرِ نگہ پار ہو گیا
37/5 ہے اُس کے حرف زیرِ لبی کا سبھوں میں ذکر — کیا بات تھی کہ جس کا یہ بستار ہو گیا
37/6 تو وہ متاع ہے کہ پڑی جس کی تجھ پہ آنکھ — وہ جی کو بیچ کر بھی خریدار ہو گیا
37/7 کیا کہیے آہ، عشق میں، خوبیِ نصیب کی — دلدار اپنا تھا، سو دل آزار ہو گیا
37/8 آٹھوں پہر لگا ہی پھرے ہے تمھارے ساتھ — کچھ اِن دنوں میں غیر بہت یار ہو گیا
37/9
[1]کب رُو ہے اس سے بات کے کرنے کا مجھ کو میر
ناکردہ جرم میں تو گنہ گار ہو گیا

﴿38﴾

38/1 تیر جو اُس کمان سے نکلا — جگرِ مُرغ جان سے نکلا
38/2 نکلی تھی تیغِ بے دریغ اُس کی — میں ہی اک امتحان سے نکلا
38/3 گو کٹے سر، کہ سوزِ دل، جوں شمع — اب تو میری زبان سے نکلا
38/4 آگے اے نالہ ہے خدا کا ناؤں — بس تو نہ آسمان سے نکلا
38/5 چشم و دل سے جو نکلا ہجراں میں — نہ کبھو بحر و کان سے نکلا
38/6 مَر گیا جو اسیرِ قیدِ حیات — تنگ نائے جہان سے نکلا
38/7 دل سے مت جا کہ حیف اُسکا وقت — جو کوئی اِس مکان سے نکلا
38/8 اُسکی شیریں لبی کی حسرت میں — شہد پانی ہو شان سے نکلا
38/9
نامُرادی کی رسم میر سے ہے
طور یہ اِس[2] جوان سے نکلا

﴿39﴾

39/1 گرمی سے میں تو آتشِ غم کی پگھل گیا — راتوں کو روتے روتے ہی جوں شمع گل گیا
39/2 ہم خستہ دل ہیں تجھ سے بھی نازک مزاج تر — تیوری[3] چڑھائی تونے کہ یاں جی نکل گیا
39/3 گرمیِ عشق مانعِ نشو و نما ہوئی — میں وہ نہال تھا کہ اُگا اور جل گیا
39/4 مستی میں چھوڑ دیر کو کعبے چلا تھا میں — لغزش بڑی ہوئی تھی و لیکن سنبھل گیا

---

[1] اس شعر میں اگر مصرع ثانی میں 'تو' ہے تو پھر مصرع اول میں 'تجھ کو میر' ہونا چاہیے، تاہم یہ متن ابھی تحقیق طلب ہے۔
[2] نسخۂ مجلس میں 'اُس' بہ صراحتِ ضم ہے۔ ہمارے نزدیک 'اِس' زیر کسرہ کے ساتھ زیادہ بہتر ہے۔
[3] نسخۂ عبادت (ص ۱۲۰) 'تیوڑی' ہے۔

39/5 ساقی نشے میں تجھ سے لنڈھا شیشۂ شراب
چل اب کہ دخترِ تاک کا جوبن تو ڈھل گیا

39/6 ہر ذرّہ خاک تیری گلی کی ہے بے قرار
یاں کون سا ستم زدہ ماٹی میں رَل گیا

39/7 عریاں تنی کی شوخی سے دیوانگی میں میرؔ
مجنوں کے دشتِ خار[1] کا دامن بھی چل گیا

﴾40﴿

40/1 سنا ہے حال ترے کشتگاں بچاروں کا
ہوا نہ گور گڑھا اُن ستم کے ماروں کا

40/2 ہزار رنگ[2] کھلے گل چمن کے ہیں شاہد
کہ روزگار کے سر خون ہے ہزاروں کا

40/3 مِلا ہے خاک میں کس کس طرح کا عالم یاں
نکل کے شہر سے ٹک سیر کر مزاروں کا

40/4 عرق فشانی سے اُس زلف کی ہراساں ہوں
بھلا نہیں ہے بہت ٹوٹنا بھی تاروں کا

40/5 علاج کرتے ہیں سودائے عشق کا میرے
خلل پذیر ہوا ہے دماغ یاروں کا

40/6 تری ہی زلف کو محشر میں ہم دکھا دیں[3] گے
جو کوئی مانگے گا نامہ سیاہ کاروں کا

40/7 نگاہِ مست کے مارے ترے خراب ہیں شوخ
نہ ٹھور ہے، نہ ٹھکانا ہے ہوشیاروں کا

40/8 کریں ہیں دعویِ خوش چشمی آہوانِ دشت
ٹک اک دیکھنے چل ملک ان گنواروں کا

40/9 تڑپ کے مرنے سے دل کے، کہ مغفرت ہو اُسے
جہاں میں کچھ تو رہا نام بے قراروں کا

40/10 تڑپ کے خرمنِ گل پر کبھی گر اے بجلی
جلانا کیا ہے مرے آشیاں کے خاروں کا

40/11 تمھیں تو زہد و ورع پر بہت ہے اپنے غرور
خدا ہے، شیخ جی، ہم بھی گناہ گاروں کا

40/12 اُٹھے ہے گرد کی جا نالہ گور سے اس کی
غبارِ میرؔ بھی عاشق ہے نے سواروں کا

﴾41﴿

41/1 دل سمجھا نہ محبت کو کچھ اُن نے کیا یہ خیال کیا
خون ہو بہہ سب آپھی گیا جو عشقِ حسن و جمال کیا

41/2 آنکھیں کفک سے اس کی لگا کر خاک برابر ہم بھی ہوئے
مہندی کے رنگ اُن پاؤں[4] نے تو بہتوں کو پامال کیا

41/3 یوں نکلے ہے فلک ایدھر سے ناز کناں، جو جانے تو
خاک سے سبزہ میری اُگا کر اُن نے مجھ کو نہال کیا

41/4 آ گے، جواب سے اُن لوگوں کے، بارے معافی اپنی ہوئی
ہم بھی فقیر ہوئے تھے لیکن ہم نے ترکِ سوال کیا

41/5 حال نہیں ہے عشق سے مجھ میں، کس سے میرؔ اب حال کہوں
آپ ہی چاہ کر اُس ظالم کو، یہ اپنا میں حال کیا

---

[1] نسخۂ مجلس (ص۱۲۹) 'دشت خار' بے اضافت ہے۔ اس صورت میں تکلف سے معنی پیدا کرنے ہوں گے اور 'دامنِ صحرا' کی جگہ 'خارِ صحرا کے دا' سے کپڑا مسکانا ہوگا۔

[2] نسخۂ مجلس میں 'رنگ' کی کتابت 'زنگ' ہے۔ اس نوع کی اغلاط پروف پڑھنے میں تساہل کی پیدا کردہ ہیں اور ہمارے یہاں مروّجہ نسخۂ مجلس ان سے بھرا پڑا ہے۔

[3] نسخۂ مجلس میں 'دکھاویں' ہے، آسی اور عبادت کا متن 'دکھادیں' بہتر ہے۔

[4] نسخۂ مجلس 'پاؤوں'، نسخۂ عبادت 'پانووں'، نسخۂ کالج میں 'پاؤں' جب کہ ہم نے آسی کے 'پانوں' کو اپنایا ہے۔

﴿42﴾

(قبل از 1752ء)

42/1	گزرا بنائے[1] چرخ سے نالہ پگاہ کا	خانہ خراب ہو جیو اس دل کی چاہ کا
42/2	آنکھوں میں جی مرا ہے اِدھر دیکھتا نہیں	مرتا ہوں میں تو ہائے رے صرفہ نگاہ کا
42/3	صد خانماں خراب ہیں ہر ہر قدم پہ دفن	کشتہ ہوں یار میں تو ترے گھر کی راہ کا
42/4	اک قطرہ خون ہو کے پلک سے ٹپک پڑا	قصہ یہ کچھ ہوا دلِ غفراں پناہ کا
42/5	تلوار مارنا تو تمھیں کھیل ہے ولے	جاتا رہے نہ جان کسو بے گناہ کا
42/6	بدنام و خوار و زار و نزار و شکستہ حال	احوال کچھ نہ پوچھیے اِس روسیاہ کا
42/7	ظالم زمیں سے لوٹتا دامن اُٹھا کے چل[2]	ہو گا کمیں میں ہاتھ کسو داد خواہ کا
42/8	اے تاجِ شہہ نہ سر کو فرو لاؤں تیرے پاس	ہے معتقد فقیر نمد کی کُلاہ کا

42/9
بیمار تو نہ ہووے، جیے جب تلک کہ میر
سونے نہ دے گا شور تری آہ آہ کا

﴿43﴾

43/1	دل سے شوقِ رخِ نکو نہ گیا	جھانکنا تاکنا کبھو نہ گیا
43/2	ہر قدم پر تھی اُس کی منزل لیک	سر سے سودائے جستجو نہ گیا
43/3	سب گئے ہوش و صبر و تاب و تواں	لیکن اے داغ، دل سے تو نہ گیا
43/4	دل میں کتنے مسودے تھے ولے	ایک پیش اُس کے روبرو نہ گیا

43/5
سبحہ گرداں ہی میر ہم تو رہے
دستِ کوتاہ تا سبو نہ گیا

﴿44﴾

44/1	گل و بلبل بہار میں دیکھا	ایک تجھ کو ہزار میں دیکھا
44/2	جل گیا دل، سفید ہیں آنکھیں	یہ تو کچھ انتظار میں دیکھا
44/3	آبلے کا بھی ہونا دامن گیر	تیرے کوچے کے خار میں دیکھا
44/4	تیرہ عالم ہوا یہ روزِ سیاہ	اپنے دل کے غبار میں دیکھا

44/5
جن بلاؤں کو میر سنتے تھے
اُن کو اِس روزگار میں دیکھا

﴿45﴾

45/1	کئی دن سلوک وداع کا مرے درپئے[3] دلِ زار تھا	کبھو درد تھا، کبھو داغ تھا، کبھو زخم تھا، کبھو وار تھا

---

1. نسخۂ مجلس میں 'بنائے' 'بناے' پڑھا جاتا ہے۔
2. نکات الشعرا (ص ۱۴۴) میں 'ظالم زمیں سے لوٹتا دامن سنبھل کے چل' درست نہیں اور اس بارے میں حاشیۂ آسی بھی درست نہیں۔ 'تذکرہ عشقی' از محمد وجیہ الدین عشقی، مرقومہ ۱۲۱۵ھ بمطابق ۱۸۰۱–۱۸۰۰ء، (ص ۱۹۳) میں مصرع یوں ہے 'ظالم زمیں سے لوٹتے ہے دامن سنبھل کے چل'
3. مجلس کے نسخے میں 'درپے دل زار' ہے جب کہ آسی اور عبادت کے یہاں 'درپئے دل زار' بہتر ہے، تاہم 'درپئے دل زار' زیادہ بہتر ہے۔

45/2 دمِ صبح بزمِ خوشِ جہاں، شبِ غم سے کم نہ تھی[1] مہرباں
کہ چراغ تھا سو تو دود تھا، جو پتنگ تھا سو غبار تھا[2]

45/3 دلِ خستہ جو لہو ہو گیا، تو بھلا ہوا کہ کہاں تلک
کبھو سوزِ سینہ سے داغ تھا، کبھو دردو غم سے فگار تھا

45/4 دلِ مضطرب سے گزر گئی، شبِ وصل، اپنی ہی فکر میں
نہ دماغ تھا، نہ فراغ تھا، نہ شکیب تھا، نہ قرار تھا

45/5 جو نگاہ کی بھی پلک اُٹھا تو ہمارے دل سے لہو بہا
کہ وہیں وہ ناوکِ بے خطا، کسو کے کلیجے کے پار تھا

45/6 یہ تمھاری ان دِنوں دوستاں مژہ جس کے غم میں ہے خوں چکاں
وہی آفتِ دلِ عاشقاں، کسو وقت ہم سے بھی یار تھا

45/7 نہیں تازہ دل کی شکستگی، یہی درد تھا، یہی خستگی
اُسے جب سے ذوقِ شکار تھا، اِسے[3] زخم سے سروکار تھا

45/8 کبھو جائے گی جو اُدھر صبا، تو یہ کہیو اُس سے کہ بے وفا
مگر ایک میرؔ شکستہ پا، ترے باغِ تازہ میں خار تھا

﴿46﴾

46/1 مہر کی تجھ سے توقع تھی، ستم گر نکلا
موم سمجھے تھے ترے دل کو سو پتھر نکلا

46/2 داغ ہوں رشکِ محبت سے، کہ اتنا بے تاب
کس کی تسکیں کے لیے گھر سے تو باہر نکلا

46/3 جیتے جی آہ ترے کوچے سے کوئی نہ پھرا
جو ستم دیدہ رہا جا کے، سو مر کر نکلا

46/4 دل کی آبادی کی اس حد ہے خرابی کہ نہ پوچھ
جانا جاتا ہے کہ اس راہ سے لشکر نکلا

46/5-6 اشکِ تر، قطرۂ خوں، لختِ جگر پارۂ دل (قطعہ)
ایک سے ایک عدو آنکھ سے بہہ کر نکلا

گنج[4] کاوی جو کی سینے کی غمِ ہجراں نے
اس دفینے میں سے اقسامِ جواہر نکلا

46/7 ہم نے جانا تھا لکھے گا تو کوئی حرف اے میرؔ
پر ترا نامہ تو اِک شوق کا دفتر نکلا

﴿47﴾

47/1 رہے خیال تنک ہم بھی روسیاہوں کا
لگے ہو خون بہت کرنے بے گناہوں کا

47/2 نہیں ستارے یہ سوراخ پڑ گئے ہیں تمام
فلک حریف ہوا تھا ہماری آہوں کا

47/3 گلی میں اس کی پھٹے کپڑوں پر مرے مت جا
لباسِ فقر ہے واں فخر بادشاہوں کا

47/4 تمام زلف کے کوچے ہیں مار پیچ اُس کے[5]
تجھی کو آوے دِلا! چلنا ایسی راہوں کا

47/5 اسی جو خوبی سے لائے تجھے قیامت میں
تو حرف کن[6] نے کیا گوش داد خواہوں کا

۱،۲ 'بزمِ خوش جہاں' مونث ہے اس لیے فاروقی صاحب کی سند کے ساتھ 'تھی' درج کیا ہے ورنہ آسی، مجلس وعبادت میں 'تھے' ہے۔ دوسرے مصرع 'سوغبار تھا' کو فاروقی صاحب نے غالباً تکرار کے خیال سے 'وہ غبار تھا' درج کیا ہے۔

۳ تمام نسخوں میں پہلا 'اُسے' درست درج ہے جب کہ 'اِسے زخم' کی جگہ بعض نسخے (آسی، مجلس) خاموش ہیں، عبادت صاحب نے 'اِسے' 'اُسے' درج کیا ہے (ص ۱۲۳)۔

۴ تمام نسخوں میں 'کنج کاوی' بجائے 'گنج کاوی' درج ہوا لیکن دوسرے مصرعے میں 'دفینے' کا تقاضا ہے کہ اِسے 'گنج کاوی' پڑھا جائے۔ آسی حاشیے پر 'گنج' درج کیا ہے۔

۵ نسخۂ مجلس (ص ۱۳۴) پر یہ مصرع دو غلطیوں کے ساتھ درج ہوا 'تمام زلف کے کوچے ہیں مارِ پیچ اس کی'، 'مار پیچ' بمعنی سانپ کی سی لہر، راہ وغیرہ میں اضافت، 'کے' کا تعلق 'کوچے' سے ہے جو مونث نہیں۔ آسی اور عبادت کے یہاں متن درست ہے۔

۶ نسخۂ مجلس اور عبادت صاحب نے 'حرف کن نے کیا' کو 'حرفِ کُن نے کیا' درج کر کے شعر کو قیامت تک کے لیے مبہم و بے معنی کر دیا ہے۔

47/6 تمام عمر رہیں خاک زیرِ پا[1] اُس کے | جو زور کچھ چلے ہم عجز دست گاہوں کا

47/7 کہاں سے تہ کریں پیدا یہ ناظمانِ حال | کہ پوچ بانی ہی ہے کام اِن[2] جلاہوں کا

47/8 حساب کا ہے کا روزِ شمار میں مجھ سے | شمار ہی نہیں ہے کچھ مرے گناہوں کا

47/9 تری جو آنکھیں ہیں تلوار کے تلے بھی اُدھر
فریب خوردہ ہے تو میرؔ کن نگاہوں کا

﴿48﴾

48/1 اُس کا خرام دیکھ کے جایا نہ جائے گا | اے کبک پھر بہ حال بھی آیا نہ جائے گا

48/2 ہم کشتگانِ عشق ہیں ابرو و چشمِ یار | سر سے ہمارے تیغ کا سایا نہ جائے گا

48/3 ہم رہ روانِ راہِ فنا ہیں برنگِ عمر | جاویں گے ایسے، کھوج بھی پایا نہ جائے گا

48/4 پھوڑا سا ساری رات جو پکتا رہے گا دل | تو صبح تک تو ہاتھ لگایا نہ جائے گا

48/5 اپنے شہیدِ ناز سے بس ہاتھ اُٹھا، کہ پھر | دیوانِ حشر میں اُسے لایا نہ جائے گا

48/6 اب دیکھ لے کہ سینہ بھی تازہ ہوا ہے چاک | پھر ہم سے اپنا حال دکھایا نہ جائے گا

48/7 ہم بے خودانِ محفلِ تصویر اب گئے | آئندہ ہم سے آپ میں آیا نہ جائے گا

48/8 گو بے ستوں کو ٹال دے آگے سے کوہ کن | سنگِ گرانِ عشق اُٹھایا نہ جائے گا

48/9 یاد اُس کی اتنی خوب نہیں میرؔ، باز آ
نادان پھر وہ جی سے بھلایا نہ جائے گا

﴿49﴾

49/1 ایسا ترا رہ گزر نہ ہو گا | ہر گام پہ جس میں سر نہ ہوگا

49/2 کیا اُن نے نشے میں مجھ کو مارا | اتنا بھی تو بے خبر نہ ہو گا

49/3 دھوکہ ہے تمام بحرِ دُنیا | دیکھے گا کہ ہونٹ تر نہ ہو گا

49/4 آئی جو شکست آئنے پر | روئے دلِ یار اُدھر نہ ہو گا

49/5 دشنوں سے کسی کا اتنا ظالم | ٹکڑے ٹکڑے جگر نہ ہو گا

49/6 اب دل کے تئیں دیا تو سمجھا | محنت زدوں کے جگر نہ ہو گا

49/7-8 دُنیا کی نہ کر تو خواست گاری (قطعہ) | اس سے کبھو بہرہ ور نہ ہو گا
آ! خانہ خرابی اپنی مت کر | قحبہ ہے یہ، اس سے گھر نہ ہوگا

49/9 ہو اِس سے جہاں سیاہ تد بھی | نالے میں مرے اثر نہ ہو گا

49/10 پھر نوحہ گری کہاں جہاں میں
ماتم زدہ میرؔ اگر نہ ہو گا

---

[1] آسی نے 'خاکِ زیرِ پا' لکھا، مجلس اور عبادت کے یہاں 'خاکِ زیرِ پا' ہے، تاہم 'اُس کے' کا تقاضا ہے کہ 'خاک' کو بلا اضافت درج کیا جائے۔
[2] نسخۂ آسی و عبادت میں 'اُن' بہ صراحتِ ضم ہے جب کہ مصرعِ اوّل میں 'یہ ناظمانِ حال' کے مطابق 'اِن' زیادہ بہتر ہے۔

﴿50﴾

50/1 غم اُس کو ساری رات سنایا تو کیا ہوا — یا روز اُٹھ کے سر کو پھرایا تو کیا ہوا
50/2 اُن نے تو مجھ کو جھوٹے بھی پوچھا نہ ایک بار — میں نے اُسے ہزار جتایا تو کیا ہوا
50/3 خواہاں نہیں وہ کیوں ہے میں اپنی طرف سے یوں[1] — دل دے کے اُس کے ہاتھ بکایا تو کیا ہوا
50/4 اب سعی کر سپہر کہ میرے موے گئے — اس کا مزاج مہر پہ آیا تو کیا ہوا
50/5 مت رنجہ کر کسی کو کہ اپنے تو اعتقاد — دل ڈھائے کر جو کعبہ بنایا تو کیا ہوا
50/6 میں صیدِ ناتواں بھی تجھے کیا کروں گا یاد — ظالم اک اور تیر لگایا تو کیا ہوا
50/7 کیا کیا دعائیں مانگی ہیں خلوت میں شیخ، یوں — ظاہر جہاں سے ہاتھ اُٹھایا تو کیا ہوا
50/8 وہ فکر کر کہ چاکِ جگر پاوے التیام — ناصح جو تو نے جامہ سلایا تو کیا ہوا

50/9 جیتے تو میر اُن نے مجھے داغ ہی رکھا
پھر گور پر چراغ جلایا تو کیا ہوا

﴿51﴾

51/1 گرچہ سردار مزوں کا ہے امیری کا مزا — چھوڑ لذت[2] کے تئیں لے تو فقیری کا مزا
51/2 اے کہ آزاد ہے ٹک چکھ نمکِ مرغِ کباب — تا تو جانے کہ یہ ہوتا ہے اسیری کا مزا

51/3 ہم تو گمراہ جوانی کے مزوں پر ہیں میر
حضرتِ خضر کو ارزانی ہو پیری کا مزا

﴿52﴾

52/1 دل جو تھا اک آبلہ پھوٹا گیا — رات کو سینہ بہت کوٹا گیا
52/2 طائرِ رنگِ حنا کی سی طرح — دل نہ اُس کے ہاتھ سے چھوٹا گیا
52/3 میں نہ کہتا تھا کہ مُنہ کر دل کی اور — اب کہاں وہ آئنہ ٹوٹا گیا
52/4 دل کی ویرانی کا کیا مذکور ہے — یہ نگر سو مرتبہ لوٹا گیا

52/5 میر کس کو اب دماغِ گفتگو
عمر گزری ریختہ چھوٹا گیا

﴿53﴾

53/1 یادِ ایّام کہ یاں ترکِ شکیبائی تھا — ہر گلی شہر کی یاں کوچۂ رُسوائی تھا
53/2 اتنی گزری جو ترے ہجر میں، سو اُس کے سبب — صبر مرحوم عجب مونسِ تنہائی تھا
53/3 تیرے جلوے کا مگر رو تھا، سحر گلشن میں — نرگس اک دیدۂ حیران تماشائی[3] تھا

53/4 یہی زُلفوں کی تری بات تھی یا کاکل کی
میر کو خوب کیا سیر تو سودائی تھا

---

[1] اس شعر کے مصرعِ اوّل کے متن میں کچھ نہ کچھ سہو ہے، جو ہمیں دستیاب نسخوں کی مدد سے دُور نہیں ہوتا، کہ سبھی نے یہی متن درج کیا ہے۔
[2] نول کشور دوم، سوم (ص ۲۷) میں 'ذات' ہے۔ آسی، مجلس اور عبادت نے 'لذت' درج کیا، وزن کے اعتبار سے بھی 'لذت' ہی درست ہے۔
[3] نسخۂ آسی و مجلس میں 'دیدۂ حیرانِ تماشائی' اضافت کے ساتھ درج ہے، ہمارے نزدیک یہ اضافت کے بغیر زیادہ معنی خیز ہے۔

﴿54﴾

54/1 اے دوست کوئی مجھ سا رسوا نہ ہوا ہو گا　دشمن کے بھی دشمن، پر، ایسا نہ ہوا ہو گا
54/2 اب اشکِ حنائی سے جو تر نہ کرے مژگاں　وہ تجھ کفِ رنگیں کا مارا نہ ہوا ہو گا
54/3 ٹک گورِ غریباں کی کر سیر کہ دنیا میں　ان ظلم رسیدوں پر کیا کیا نہ ہوا ہو گا
54/4 ہے قاعدۂ کلی یہ، کوئے محبت میں　دل گم جو ہوا ہو گا، پیدا نہ ہوا ہو گا
54/5 اس کہنہ خرابے میں آبادی نہ کر منعم　اک شہر نہیں یاں جو صحرا نہ ہوا ہو گا
54/6 آنکھوں سے تری ہم کو ہے چشم کہ اب ہووے　جو فتنہ کہ دنیا میں برپا نہ ہوا ہو گا
54/7 جز مرتبۂ کل کو حاصل کرے ہے آخر　اک قطرہ نہ دیکھا جو دریا نہ ہوا ہو گا
54/8 صد نشترِ مژگاں کے لگنے سے نہ نکلا خوں
آگے تجھے میر ایسا سودا نہ ہوا ہو گا

﴿55﴾

55/1 عالم میں کوئی دل کا طلب گار نہ پایا　اس جنس کا یاں ہم نے خریدار نہ پایا
55/2 حق ڈھونڈنے کا آپ کو آتا نہیں ورنہ　عالم ہے سبھی یار کہاں یار نہ پایا
55/3 غیروں ہی کے ہاتھوں میں رہے دستِ نگاریں　کب ہم نے ترے ہاتھ سے آزار نہ پایا
55/4 جاتی ہے نظر[1] خس پہ گہہ چشم پریدن[2]　یاں ہم نے پرِکاہ بھی بے کار نہ پایا
55/5 تصویر کے مانند لگے در ہی سے گزری　مجلس میں تری ہم نے کبھو بار نہ پایا
55/6 سوراخ ہے سینے میں ہر اک شخص کے تجھ سے　کس دل کے ترا تیرِ نگہ پار نہ پایا
55/7 مربوط ہیں تجھ سے بھی یہی ناکس و نااہل　اس باغ میں ہم نے گلِ بے خار نہ پایا
55/8 دم بعدِ جنوں مجھ میں نہ محسوس تھا یعنی　جامے میں مرے یاروں نے اک تار نہ پایا
55/9 آئینہ بھی، حیرت سے محبت کی، ہوئے ہم　پر سیر ہو اس شخص کا دیدار نہ پایا
55/10 وہ کھینچ کے شمشیرِ ستم رہ گیا جو میر
خوں ریزی کا یاں کوئی سزاوار نہ پایا

﴿56﴾

56/1 کیا مرنے آنے پہ تو اے بتِ مغرور گیا　کبھی اس راہ سے نکلا تو تجھے گھور گیا
56/2 لے گیا صبح کے نزدیک مجھے خواب اے وائے　آنکھ اُس وقت کھلی قافلہ جب دور گیا
56/3 گور سے نالے نہیں اُٹھتے تو نے اُگتی ہے　جی گیا پر نہ ہمارا سرِ پرشور گیا
56/4 چشمِ خوں بستہ سے کل رات لہو پھر ٹپکا　ہم نے جانا تھا کہ بس اب تو یہ ناسور گیا
56/5 ناتواں ہم ہیں کہ ہیں خاک گلی کی اس کی　اب تو بے طاقتی سے دل کا بھی مقدور گیا
56/6 لے کہیں مُنہ پہ نقاب اپنے کہ اے غیرتِ صبح!　شمع کے چہرۂ رخشاں سے تو اب نور گیا

1، 2 نول کشور دوم، سوم (ص ۲۷) پر 'نگہ' درج ہوا ہے۔ اسی شعر میں 'پریدن' کی جگہ مذکورہ نسخوں میں 'بریدن' ہے۔

56/7
نالۂ میرؔ نہیں رات سے سنتے ہم لوگ
کیا ترے کوچے سے، اے شوخ! وہ رنجور گیا

﴿57﴾

57/1
خواہ مجھ سے لڑ گیا اب خواہ مجھ سے مل گیا
کیا کہوں اے ہم نشیں میں تجھ سے حاصل دل گیا

57/2
اپنے ہی دل کو نہ ہو واشد تو کیا حاصل نسیم
گو چمن میں غنچۂ پژمردہ تجھ سے کھل گیا

57/3
دل سے آنکھوں میں لہو آتا ہے، شاید رات کو
کش مکش میں بے قراری کی، یہ پھوڑا اچھل گیا

57/4
قیس کا کیا کیا گیا اُودھر، دل و دیں، ہوش و صبر
جس طرف صحرا سے لیلیٰ کا چلا محمل گیا

57/5
رشک کی جا گہ ہے مرگ اُس کشتۂ حسرت کی میرؔ
نعش کے ہمراہ جس کی گور تک قاتل گیا

﴿58﴾

58/1
تا بہ مقدور انتظار کیا
دل نے اب زور بے قرار کیا

58/2
دشمنی ہم سے کی زمانے نے
کہ جفاکار تجھ سا یار کیا

58/3
یہ توہم کا کارخانہ ہے
یاں وہی ہے جو اعتبار کیا

58/4
ایک ناوک نے اس کی مژگاں کے
طائرِ سدرہ تک شکار کیا

58/5
صد رگِ جاں کو تاب دے باہم
تیری زلفوں کا ایک تار کیا

58/6
ہم فقیروں سے بے ادائی کیا
آن بیٹھے جو تم نے پیار کیا

58/7
سخت کافر تھا جن نے پہلے میرؔ
مذہبِ عشق اختیار کیا

﴿59﴾

59/1
شب تھا نالاں عزیز کوئی تھا
مرغِ خوش خواں عزیز کوئی تھا

59/2
تھی تمھارے ستم کی تاب اس تک
صبر جو یاں عزیز کوئی تھا

59/3
شب کو اس کا خیال تھا دل میں
گھر میں مہماں عزیز کوئی تھا

59/4
چاہ بے جا نہ تھی زلیخا کی
ماہِ کنعاں عزیز کوئی تھا

59/5
اب تو اُس کی گلی میں خوار ہے لیک
میرؔ بے جاں عزیز کوئی تھا

﴿60﴾

60/1
پھوٹا کیے پیالے، لنڈھتا پھرا قرابا (قرابہ)
مستی میں میری تھا یاں، اِک شور اور شرابا

60/2
حکمت ہے کچھ جو گردوں یکساں پھرا کرے ہے
چلتا نہیں وگرنہ شام و سحر عرابا (عرابہ

60/3
باہم ہوا کریں ہیں دن رات نیچے اوپر
یہ نرم شانہ لونڈے ہیں مخملِ دوخوابا (خوابہ

60/4
ان صحبتوں میں آخر جانیں ہی جاتیاں ہیں
نے عشق کو ہے صرفہ، نے حُسن کو محابا

60/5
ہر چند ناتواں ہیں، پر آگیا جو جی میں
دیں گے مِلا زمیں سے تیرا فلک قلابا (قلابہ

60/6 وے دن گئے کہ آنکھیں دریا سی بہتیاں تھیں — سوکھا پڑا ہے اب تو مدت سے یہ دو آبا (دوآبہ)

60/7 مُنہ دھوتے وقت اُس کے اکثر دکھائی دے ہے — خورشید لے رہا ہے اِک روز آفتابا (آفتابہ)

60/8 اب شہر ہر طرف سے میدان ہو گیا ہے — پھیلا تھا اس طرح کا، کاہے کو یاں خرابا (خرابہ)

60/9 دل تفتگی کی اپنی ہجراں میں شرح کیا دوں
چھاتی تو میرؔ میری، جل کر ہوئی ہے تابا (تابہ)

﴿61﴾

61/1 دُکھ اب فراق کا ہم سے سہا نہیں جاتا — پھر اس پہ ظلم یہ ہے کچھ کہا نہیں جاتا

61/2 ہوئی ہے اتنی ترے[1]عکسِ زلف کی حیراں — کہ موجِ بحر سے مطلق بہا نہیں جاتا

61/3 نہیں گزرتی گھڑی کوئی مجھ خراب پر آہ — کہ جس میں غم سے ترے جی ڈھہا نہیں جاتا

61/4 ستم کچھ آج گلی میں تری نہیں مجھ پر — کب آ کے خون میں، میں یاں نہا نہیں جاتا

61/5 خراب مجھ کو کیا اِضطرابِ دل نے میرؔ
کہ ٹک بھی اِس کنے، اُس بن رہا نہیں جاتا

﴿62﴾

62/1 سمجھے تھے میرؔ ہم کہ یہ ناسور کم ہوا — پھر ان دنوں میں دیدۂ خوں بار نم ہوا

62/2 آئے برنگِ ابر،[2] عرق ناک تم اِدھر — حیران ہوں کہ آج کدھر کو کرم ہوا

62/3 تجھ بن شراب پی کے ہوئے سب ترے خراب — ساقی! بغیر تیرے انھیں جام سم ہوا

62/4 کافر ہمارے دل کی نہ پوچھ اپنے عشق میں — بیت الحرام تھا سو وہ بیت الصنم ہوا

62/5-6 خانہ خراب کس کا کیا تیری چشم نے — (قطعہ) تھا کون یوں جسے تو نصیب ایک دم ہوا
تلوار کس کے خون میں سر ڈوب ہے تری — یہ کس اجل رسیدہ کے گھر پر ستم ہوا

62/7-8 آئی نظر جو گورِ سلیماں کی ایک روز — (قطعہ) کوچے پر اس مزار کے تھا یہ رقم ہوا
کاے سرکشاں جہاں میں کھینچا تھا ہم بھی سر[3] — پایانِ کار مور کی خاکِ قدم ہوا

62/9-11 افسوس کی بھی چشم تھی اُن سے خلافِ عقل — (قطعہ) بارِ علاقہ سے تو عبث پُشت خم ہوا
اہلِ جہاں ہیں سارے ترے جیتے جی تلک — پوچھیں گے بھی نہ بات جہاں تو عدم ہوا
کیا کیا عزیز دوست[4] ملے میرؔ خاک میں
ناداں یہاں کسو کا، کسو کو بھی غم ہوا

---

[1] نسخۂ آسی اور عبادت دونوں میں 'تیری' ہے جب کہ 'عکسِ زلف' کے لیے 'ترے' موزوں ہے۔ مجلس میں 'ترے' درست ہے۔

[2] نسخۂ آسی اور عبادت دونوں میں 'برنگ ابرِ عرق ناک' متن ہے، جب کہ 'برنگِ ابر، عرق ناک' سے شعر کے معنی میں اضافہ ہوتا ہے۔

[3] اس قطعے کا یہ تیسرا مصرع نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم کے مطابق ہے۔ آسی، مجلس اور عبادت کے یہاں مصرع یوں ہے 'کاے سرکشاں جہاں میں کھینچا تھا یہی تو سر'۔

[4] گو نسخۂ کالج، نول کشور، دوم، سوم میں 'عزیز و دوست' ہے، لیکن 'عزیز دوست' آسی کے یہاں، بہتر متن ہے۔ اس سے مصرع کے معنی واؤ عطف کی نسبت زیادہ اور بہتر ہوتے ہیں۔ کم سے کم مصرع کی روانی میں بہت اضافہ ہوتا ہے۔

﴿63﴾

63/1 دل و دماغ ہے اب کس کو زندگانی کا — جو کوئی دم ہے تو افسوس ہے جوانی کا

63/2 اگرچہ عمر کے دس دن یہ لب رہے خاموش — سخن رہے گا سدا میری کم زبانی کا

63/3 سبک ہے آوے جو مندیل رکھ نماز کو شیخ — رہا ہے کون سا اب وقت سرگرانی کا

63/4 ہزار جان سے قربان بے پری کے ہیں — خیال بھی کبھو گزرا نہ پر فشانی کا

63/5 پھرے ہے کھینچے ہی تلوار مجھ پہ ہر دم تو — کہ صید[1] ہوں میں تری دشمنیِ جانی کا

63/6 نمود کر کے وہیں بحرِ غم میں بیٹھ گیا
کہے تو میر بھی اک بلبلا تھا پانی کا

﴿64﴾

64/1 موا میں سجدے میں پر نقش میرا بار[2] رہا — اُس آستاں پہ مری خاک سے غبار رہا

64/2 جنوں میں اب کے مجھے اپنے دل کا غم ہے پہ حیف — خبر لی جب کہ نہ جامے میں ایک تار رہا

64/3 بشر ہے وہ پہ کھلا جب سے اس کا دامِ زلف — سرِ رہ اس کی فرشتے ہی کا شکار رہا

64/4 کبھو نہ آنکھوں میں آیا وہ شوخ خواب کی طرح — تمام عمر ہمیں اُس کا انتظار رہا

64/5 شرابِ عیش میسر ہوئی جسے یک[3] شب — پھر اُس کو روزِ قیامت تلک خمار رہا

64/6-11 بتاں کے عشق نے بے اختیار کر ڈالا (قطعہ) — وہ دل کہ جس کا خدائی میں اختیار رہا

وہ دل کہ شام و سحر جیسے پکا پھوڑا تھا — وہ دل کہ جس سے ہمیشہ جگر فگار رہا

تمام عمر گئی اُس پہ ہاتھ رکھتے ہمیں — وہ دردناک علی الرغم بے قرار رہا

ستم میں غم میں سرانجام اس کا کیا کہیے — ہزاروں حسرتیں تھیں تس پہ جی کو مار رہا

بہا تو خون ہو آنکھوں کی راہ بہہ نکلا — رہا جو سینۂ سوزاں میں داغ دار رہا

سو اُس کو ہم سے فراموش کار یوں لے گئے — کہ اُس سے قطرۂ خوں بھی نہ یادگار رہا

64/12 گلی میں اس کی گیا، سو گیا، نہ بولا پھر
میں میر میر کر، اُس کو بہت پکار رہا

﴿65﴾

65/1 جیتے جی کوچۂ دلدار سے جایا نہ گیا — اُس کی دیوار کا سر سے مرے سایا نہ گیا

65/2 کاو کاوِ مژۂ یار و دلِ زار و نزار — گتھ[4] گئے ایسے شتابی کہ چھڑایا نہ گیا

65/3 وہ تو کل دیر تلک دیکھتا ایدھر کو رہا — ہم سے ہی حالِ تباہ اپنا دکھایا نہ گیا

65/4 گرم رو راہِ فنا کا نہیں ہو سکتا پتنگ — اُس سے تو شمع نمط سر بھی کٹایا نہ گیا

---

[1] نسخۂ لاہور کے مرتب اکبر حیدری کے مطابق اس مصرعے کا متن یوں ہے 'شہید ہوں میں تری دشمنیِ جانی کا'، نقوش میر نمبر، ص ۱۸۳۔

[2] نسخۂ آسی اور عبادت میں 'بار' کی جگہ 'یار' درج ہوا۔ 'بار' درست ہے، نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم (ص ۳۰) کے مطابق بھی ہے۔

[3] نسخۂ آسی و عبادت میں 'اک' جب کہ زیادہ تر قدیم نسخوں میں 'یک' ہے۔

[4] نول کشور دوم، سوم میں 'گتھ' اور نسخۂ کالج میں 'گھ' ہے جو بہتر ہے۔ آسی اور عبادت نے نول کشوری نسخوں کا تتبع کیا ہے۔

65/5 پاسِ ناموسِ محبت تھا کہ فرہاد کے پاس — بے ستوں سامنے سے اپنے اُٹھایا نہ گیا

65/6 خاک تک کوچۂ دلدار کی چھانی ہم نے — جستجو کی، پہ دلِ گم شدہ پایا نہ گیا

65/7 آتشِ تیز[1] جدائی میں یکایک اُس بن — دل جلا یوں کہ تنک جی بھی جلایا نہ گیا

65/8 مہ نے آ سامنے شب یاد دلایا تھا اُسے — پھر وہ تا صبح مرے جی سے بھلایا نہ گیا

65/9 زیرِ شمشیرِ ستم میرؔ تڑپنا کیسا — سَر بھی تسلیمِ محبت میں ہلایا نہ گیا

65/10 جی میں آتا ہے کہ کچھ اور بھی موزوں کیجے[2]
درد دل ایک غزل میں تو سنایا نہ گیا

﴿66﴾

66/1 دل کے تئیں آتشِ ہجراں سے بچایا نہ گیا — گھر جلا سامنے پر ہم سے بجھایا نہ گیا

66/2 دل میں رہ دل میں کہ معمارِ قضا سے اب تک — ایسا مطبوع مکاں کوئی بنایا نہ گیا

66/3 کبھو عاشق کے[3] ترے جبہے سے ناخن کا خراش — خطِ تقدیر کے مانند مٹایا نہ گیا

66/4 کیا تنک حوصلہ تھے دیدۂ دل اپنے آہ — ایک دم راز محبت کا چھپایا نہ گیا

66/5 دل جو دیدار کا قاتل کے بہت بھوکا تھا — اُس ستم کشتہ سے اک زخم بھی کھایا نہ گیا

66/6 میں تو تھا صیدِ زبوں، صید گہہِ عشق کے بیچ — آپ کو خاک میں بھی خوب ملایا نہ گیا

66/7 شہر دل آہ عجب جائے تھی پرٗ اُس کے گئے — ایسا اُجڑا کہ کسی طرح بسایا نہ گیا

66/8 آج رہتی نہیں خامے کی زباں رکھیے معاف
حرف کا طول بھی جو مجھ[4] سے گھٹایا نہ گیا

﴿67﴾

67/1 گل میں اس کی سی جو بو آئی تو آیا نہ گیا — ہم کو بن دوشِ ہوا باغ سے لایا نہ گیا

67/2 آہ جو نکلی مرے مُنہ سے تو افلاک کے پاس — اُس کے آشوب کے عہدے سے برٗ آیا نہ گیا

67/3 گل نے ہر چند کہا باغ میں رہ پر اُس بن — جی جو اُچٹا تو کسو طرح لگایا نہ گیا

67/4 سرنشینِ رہِ مے خانہ ہوں، میں کیا جانوں — رسمِ مسجد کے تئیں، شیخ! کہ آیا نہ گیا

67/5 حیف وے، جنکے وہ اُسوقت میں پہنچا، جس وقت — اُن کنے حال اشاروں سے بتایا نہ گیا

67/6 خطرِ راہِ محبت کہیں جوں حرف مٹے — جس سے اُس طرف کو قاصد بھی چلایا نہ گیا

67/7 خوفِ آشوب سے، غوغائے قیامت کے لیے — خونِ خوابیدۂ عشاق جگایا نہ گیا

---

[1] نسخۂ مجلس میں 'آتشِ تیزِ جدائی' ہے۔ تیز کو اضافت کسرہ کے بغیر درج ہونا چاہیے۔

[2] اس زمین میں میر نے سہ غزلہ کہا (۶۵ تا ۶۷) پہلی غزل کے اس آخری شعر کو عبادت صاحب نے دوسری غزل کا مطلع قرار دیا۔ کم و بیش یہی غلطی آسی کے یہاں بھی ہے گو اُن نے ایک لکیر کھینچ کر 'قدرے احتیاط' کا مظاہرہ کیا۔ دوسری غزل کے اختتام پر بھی یہی غلطی ہے۔ حالانکہ ایسے اشعار کو مطلع کیونکر کہا اور لکھا جا سکتا ہے، جس کے دونوں اشعار ہم قافیہ و ردیف نہ ہوں؟ پھر یہ بھی کہ دونوں غزلوں کے مطالع موجود ہیں۔ مجلس والوں نے البتہ بہتر روش کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان اشعار کو متعلقہ غزل کے آخر میں درج کیا۔

[3] نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم میں 'کا' ہے، آسی کی سند سے 'کے' اپنایا ہے جو بہتر ہے۔

[4] نول کشور طبع سوم میں 'مجھ سے' کی جگہ 'میر' درج ہوا ہے۔

67/8
میرؔ مت عذر گریباں کے پھٹے رہنے کا کر
زخمِ دل، چاکِ جگر تھا کہ سِلایا نہ گیا

68

68/1 اِدھر آ کر شکار افگن ہمارا — مشبّک کر گیا ہے تن ہمارا
68/2 گریباں سے رہا کوتہ تو پھر ہے — ہمارے ہاتھ میں دامن ہمارا
68/3 گئے جوں شمع اُس مجلس میں جلنے[1] — سبھوں پر حال ہے روشن ہمارا
68/4 بلا جس چشم کو کہتے ہیں مردم — وہ ہے عینِ بلا مسکن ہمارا
68/5 ہوا رونے سے رازِ دوستی فاش — ہمارا گریہ تھا دُشمن ہمارا
68/6 بہت چاہا تھا ابرِ تر نے لیکن — نہ مِنت کش ہوا گلشن ہمارا
68/7 چمن میں ہم بھی زنجیری رہے ہیں — سُنا ہو گا کبھو شیون ہمارا
68/8 کیا تھا ریختہ پردہ سخن کا — سو ٹھہرا ہے یہی اب فن ہمارا
68/9
نہ بہکے مے کدے میں میرؔ کیونکر
گرو سو جا ہے پیراہن ہمارا

69

69/1 گلیوں میں اب تلک تو[2] مذکور ہے ہمارا — افسانۂ محبت مشہور ہے ہمارا
69/2 مقصود کو تو دیکھیں کب تک پہنچتے ہیں ہم — بالفعل اب ارادہ تا گور ہے ہمارا
69/3 کیا آرزو تھی جس سے سب چشم ہو گئے ہیں — ہر زخم سو جگہ سے ناسور ہے ہمارا
69/4 تیں آہ عشق بازی چوپڑ عجب بچھائی — کچی پڑیں ہیں نردیں، گھر دور ہے ہمارا
69/5 تا چند پشتِ پا پر شرم و حیا سے آنکھیں — احوال کچھ بھی تم کو منظور ہے ہمارا
69/6 بے طاقتی کریں تو تم بھی معاف رکھیو — کیا کیجیے کہ دل بھی مجبور ہے ہمارا
69/7
ہیں مشتِ خاک لیکن جو کچھ ہیں میرؔ ہم ہیں
مقدور سے زیادہ مقدور ہے ہمارا

70

70/1 سحر گہہ عید میں دورِ سبو تھا — پر اپنے جام میں تجھ بن لہو تھا
70/2 غلط تھا آپ سے غافل گزرنا — نہ سمجھے ہم کہ اس قالب میں تو تھا
70/3 چمن کی وضع نے ہم کو کیا داغ — کہ ہر غنچہ دلِ پُر آرزو تھا
70/4 گل و آئینہ کیا، خورشید و مہ کیا — جدھر دیکھا تدھر تیرا ہی رو تھا
70/5 کرو گے یاد باتیں تو کہو گے — کہ کوئی رفتۂ بسیار گو تھا
70/6 جہاں پُر ہے فسانے سے ہمارے — دماغِ عشق ہم کو بھی کبھو تھا
70/7 مگر دیوانہ تھا گل بھی کسو کا — کہ پیراہن میں سو جاگہ رفو تھا

---

[1] نسخۂ کالج اور نول کشوری نسخوں میں 'جلنے' کی جگہ 'جتنے' درست نہیں ہے۔
[2] تمام قدیم نسخوں بشمول نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم میں 'تو' کی جگہ 'بھی' ہے، آسی کے یہاں 'تو' بہتر ہے۔

70/8 کہیں کیا بال تیرے کُھل گئے تھے — کہ جھونکا باؤ کا کچھ مُشک بُو تھا

70/9 نہ دیکھا میرؔ آوارہ کو لیکن
غبار اک ناتواں سا کُو بہ کُو تھا

﴿71﴾

71/1 راہِ دورِ عشق میں روتا ہے کیا[1] — آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا

71/2 قافلے میں صبح کے اِک شور ہے — یعنی غافل ہم چلے سوتا ہے کیا

71/3 سبز ہوتی ہی نہیں یہ سرزمیں — تخمِ خواہش دل میں تو بوتا ہے کیا

71/4 یہ نشانِ عشق ہیں جاتے نہیں — داغ چھاتی کے عبث دھوتا ہے کیا

71/5 غیرتِ یوسفؑ ہے یہ وقتِ عزیز
میرؔ اس کو رایگاں کھوتا ہے کیا

﴿72﴾

72/1 رونا تک اک تھما[2] تو غمِ بے کراں سہا — دس دن رہے جہان میں ہم، سو رہا[3] دہا

72/2 پہلو میں اک گرہ سی تہِ خاک ساتھ ہے — شاید کہ، مر گئے پہ بھی، خاطر میں کچھ رہا

72/3 آنکھوں نے رازداری محبت کی خوب کی — آنسو جو آتے آتے رہے، تو لہو بہا

72/4 آئے تھے اِک اُمید پہ تیری گلی میں ہم — سو آہ اس طرح[4] چلے لوہو میں ہم نہا

72/5 کس کس طرح سے میرؔ نے کاٹا ہے عمر کو
اب آخر آخر آن کے یہ ریختہ کہا

﴿73﴾

73/1 بے کسانہ جی، گرفتاری سے، شیون میں رہا — اک[5] دلِ غم خوار رکھتے تھے، سو گلشن میں رہا

73/2 پنجۂ گل کی طرح، دیوانگی میں ہاتھ کو — گر نکالا میں گریباں سے، تو دامن میں رہا

73/3 شمع ساں جلتے رہے لیکن نہ توڑا یار سے — رشتۂ اُلفت تمامی عمر گردن میں رہا

73/4 ڈر سے اُس شمشیرزن کے جوہرِ آئینہ ساں — سر سے لیکر پاؤں تک میں غرق آہن میں رہا

73/5 ہم نہ کہتے تھے کہ مت دیر و حرم کی راہ چل — اب یہ دعویٰ حشر تک شیخ و برہمن میں رہا

73/6 در پے دل ہی رہے اُس چہرے کے خالِ سیاہ — ڈر ہمیں اِن چوٹوں کا روزِ روشن میں رہا

---

[1] نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم (ص۳۲) کے مطابق 'راہِ دورِ عشق میں روتا ہے کیا'، آسی، مجلس، عبادت کے یہاں 'راہ دورِ عشق سے ۔۔۔' جبکہ مولوی عبدالحق کے انتخاب میں مصرع بالکل الگ سا ہے 'ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا'، فاروقی صاحب کے بقول 'راہِ دور' اور 'آگے آگے' میں جو مناسبت ہے وہ 'ابتدائے عشق' اور 'آگے آگے' میں نہیں۔ تاہم یہ شعر عبدالحق کے متن کے مطابق معروف ہے۔

[2] مطبع نول کشور کی طبع دوم، سوم (ص۳۲) میں 'تھما' جدید املا کے مطابق ہے جب کہ آسی، عبادت اور مجلس میں قدیم املا 'تھمبا' ہے۔

[3] قدیم نسخوں میں 'رہا' درست ہے، آسی اور دیگر کے یہاں 'دہا' یعنی 'دہادہا' درست نہیں۔

[4] اس مصرع کا متن نسخۂ کالج اور آسی کے مطابق ہے جب کہ نول کشور دوم، سوم میں 'سو آہ اس طرح سے چلے لوہو میں نہا' ہے۔

[5] نسخۂ آسی و عبادت میں 'ایک دل غم خوار' ہے، مجلس کا متن بہتر ہے جو مذکور ہوا ہے۔

73/7 آہ کس انداز سے گزرا بیاباں سے، کہ میرؔ
جی ہر اک نخچیر کا اُس صیدافگن میں رہا

﴿74﴾

74/1 غمزے نے اُس کے، چوری میں دل کی، ہنر کیا — اُس خانماں خراب نے آنکھوں میں گھر کیا
74/2 رنگ اُڑ چلا چمن میں گلوں کا تو کیا نسیم — ہم کو تو روزگار نے بے بال و پَر کیا
74/3 نافع جو تھیں مزاج کو اوّل، سو عشق میں — آخر انھی دواؤں نے ہم کو ضرر کیا
74/4 کیا جانوں بزمِ عیش کہ ساقی کی چشم دیکھ — میں صحبتِ شراب سے آگے سفر کیا
74/5 جس دم کہ تیغِ عشق کھنچی بوالہوس کہاں! — سن لیجیو کہ ہم ہی نے سینہ سپر کیا
74/6 دلِ زخمی ہو کے تجھ تئیں پہنچا تو کم نہیں — اس نیم کشتہ نے بھی قیامت جگر کیا
74/7 ہے کون آپ میں جو ملے تجھ سے مستِ ناز — ذوقِ خبر ہی نے تو ہمیں بے خبر کیا
74/8 وہ دشتِ خوف ناک رہا ہے مرا وطن — سن کر جسے خضر نے سفر سے حذر کیا
74/9 کچھ کم نہیں ہیں شعبدہ بازوں سے مے گسار — دارو پلا کے شیخ کو آدم سے خر کیا
74/10 ہیں چاروں طرف خیمے کھڑے گرد باد کے — کیا جانیے جنوں نے ارادہ کدھر کیا
74/11 لکنت تری زبان کی ہے سحر، جس سے شوخ — اک حرفِ نیم گفتہ نے دل پر اثر کیا
74/12 بے شرمِ[1] محض ہے وہ گنہ گار، جن نے میرؔ
ابرِ کرم کے سامنے دامان تر کیا

﴿75﴾

75/1 ناکسی سے پاس میرے یار کا آنا گیا — بس گیا میں جان سے اب، اُس سے یہ جانا گیا
75/2 کچھ نہ دیکھا پھر بجز اک شعلۂ پُر پیچ و تاب — شمع تک تو ہم نے دیکھا تھا کہ پروانہ گیا
75/3 ایک ہی چشمک تھی فرصت صحبتِ احباب کی — دیدۂ تر ساتھ لے مجلس سے پیمانہ گیا
75/4 گل کھلے صد رنگ تو کیا، بے پری سے اے نسیم — مدتیں گزریں کہ وہ گلزار کا جانا گیا
75/5 دور تجھ سے، میرؔ نے ایسا تعب کھینچا، کہ شوخ
کل جو میں دیکھا اُسے مطلق نہ پہچانا گیا

﴿76﴾

76/1 ہاتھ سے تیرے اگر میں ناتواں مارا گیا — سب کہیں گے یہ کہ کیا اک نیم جاں مارا گیا
76/2 یک نگہ سے بیش کچھ نقصاں نہ آیا اسکے تئیں — اور میں بے چارہ تو اے مہرباں مارا گیا
76/3 وصل و ہجراں سی جو دو منزل ہیں راہِ عشق کی — دل غریب ان میں خدا جانے کہاں مارا گیا
76/4 جن[2] نے سر کھینچا دیارِ عشق میں اے بوالہوس — وہ سراپا آرزو آخر جواں مارا گیا

---

[1] نسخۂ مجلس میں 'بے شرمِ محض' اضافت کے ساتھ درج ہوا جو غلط ہے۔
[2] نول کشور دوم، سوم، آسی، عبادت، مجلس سب میں 'دل نے سر کھینچا' درج ہوا، صرف نسخۂ کالج میں 'جن نے سر کھینچا' ہے، یہی درست لگتا ہے۔

76/5 کب نیازِ عشق نازِ حسن سے کھینچے[1] ہے ہاتھ
آخر آخر میر سر بر آستاں مارا گیا

﴿77﴾

77/1 محبت کا جب روزِ[2] بازار ہوگا — بکیں گے سر اور کم خریدار ہوگا

77/2 نہ خالی رہے گی مری جا گہ، گر میں — نہ ہوں گا تو اندوہِ بسیار ہوگا

77/3 یہ منصور کا خونِ ناحق کہ حق تھا — قیامت کو کس کس سے خوں دار ہوگا

77/4 عجب شیخ جی کی ہے شکل و شمائل — ملے گا تو صورت سے بے زار ہوگا

77/5 کھنچے عہدِ خط میں بھی دل تیری جانب — کبھو تو قیامت طرحدار ہوگا

77/6 زمیں گیر ہو عجز سے تو کہ اِک دن — یہ دیوار کا سایہ دیوار ہوگا

77/7 نہ پوچھ اپنی مجلس میں ہے میر بھی یاں
جو ہوگا تو جیسے گنہ گار ہوگا

﴿78﴾

78/1 اشک آنکھوں میں کب نہیں آتا — لہو آتا ہے جب نہیں آتا

78/2 ہوش جاتا نہیں رہا، لیکن — جب وہ آتا ہے، تب نہیں آتا

78/3 صبر تھا ایک مونسِ ہجراں — سو وہ مُدت سے اب نہیں آتا

78/4 دل سے رخصت ہوئی کوئی خواہش — گریہ کچھ بے سبب نہیں آتا

78/5,6 عشق کو حوصلہ ہے شرط ارنہ (قطعہ)[3] — بات کا کس کو ڈھب نہیں آتا

جی میں کیا کیا ہے اپنے اے ہمدم — پر سخن تا بہ لب نہیں آتا

78/7 دور بیٹھا غبارِ میر اُس سے
عشق بن[4] یہ ادب نہیں آتا

﴿79﴾

79/1 کب تک تو امتحاں میں، مجھ سے جدا رہے گا — جیتا ہوں تو تجھی میں یہ دل لگا رہے گا

79/2 یاں ہجر اور ہم میں بگڑی ہے کب کی صحبت — زخمِ دل و نمک میں کب تک مزا رہے گا

---

[1] نسخۂ آسی اور عبادت میں 'کھینچے ہے ہاتھ' ہے جو مجلس میں 'کھینچا ہے ہاتھ' سے بہتر ہے۔

[2] 'روزِ بازار' کی سند نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم میں ملنے کے بعد بھی اس زیادہ مروّج اور حسبِ مضمونِ شعر ترکیب کو، آسی، عبادت اور مجلس والوں نے نہیں اپنایا اور 'زور بازار' ہی درج کیا ہے۔ 'روزِ بازار' منڈی کے دن کے علاوہ گرم بازاری اور رونق کے معنی میں بھی کنایۃً مروّج ہے جب کہ 'زور بازار' سے صرف رونق اور گرم بازاری مراد ہوگی۔ اس لیے یقین ہے کہ میر نے روزِ بازار ہی لکھا ہوگا۔ نور اللغات اور اُردو لغت تاریخی اُصول پر، دونوں میں راسخ دہلوی کا یہ شعر درج کیا ہے:

سارے محشر میں تمھی تم نکلے — روزِ بازار تھا زیبائی کا

[3] نسخۂ عبادت میں اسے قطعہ درج نہیں کیا گیا۔

[4] نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم میں 'بن' کی جگہ 'میں' درج ہے جو درست نہیں۔

79/3 تو برسوں میں ملے ہے، یاں فکر یہ رہے ہے — جی جائے گا ہمارا اک دم کو یا رہے گا

79/4 غافل نہ رہیو ہرگز، نادان! داغِ دل سے — بھڑکے گا جب یہ شعلہ، تب گھر جلا رہے گا

79/5 مرنے پہ اپنے مت جا، سالک! طلب میں اس کی — گو سر کو کھو رہے گا، پر اُس کو پا رہے گا

79/6 عمرِ عزیز ساری دل ہی کے غم میں گزری — بیمارِ عاشقی یہ کس دن بھلا رہے گا

79/7 دیدار کا تو وعدہ محشر میں دیکھ کر کے — بیمارِ غم میں تیرے تب تک تو کیا رہے گا

79/8 کیا ہے جو اُٹھ گیا ہے، پر بستۂ وفا ہے
قیدِ حیات میں ہے تو میرؔ آ رہے گا

﴿80﴾

80/1 جو یہ دل ہے تو کیا سر انجام ہو گا — تہِ خاک بھی خاک آرام ہو گا

80/2 مرا جی تو آنکھوں میں آیا یہ سنتے — کہ دیدار بھی ایک دن عام ہو گا

80/3 نہ ہو گا وہ دیکھا جسے کبک تو نے — وہ اک باغ کا سرو اندام ہو گا

80/4 نہ نکلا کر اتنا بھی بے پردہ گھر سے — بہت اس میں ظالم تو بدنام ہو گا

80/5 ہزاروں کی یاں لگ گئیں چھت سے آنکھیں — تو اے ماہ کس شب لبِ بام ہو گا

80/6 جگر چاکی، ناکامی، دنیا ہے آخر
نہیں آئے جو میرؔ کچھ کام ہو گا

﴿81﴾

81/1 خواب میں تو[1] نظر جمال پڑا — پر مرے جی ہی کے خیال پڑا

81/2 وہ نہانے لگا تو سایۂ زُلف — بحر میں تو کہے کہ جال پڑا

81/3 میں نے تو سر دیا پر اے جلاد! — کس کی گردن پہ یہ وبال پڑا

81/4 شیخ قلاش ہے جوئے میں نہ لاؤ — یاں ہمارا رہے ہے مال پڑا

81/5 خوبرو اب نہیں ہیں گندم گوں
میرؔ ہندوستاں میں کال پڑا

﴿82﴾

82/1 نہ پوچھ خوابِ زلیخا نے کیا خیال لیا — کہ کاروان کا کنعاں کے جی نکال لیا

82/2 رہِ طلب میں گرے ہوتے سر کے بھل ہم بھی — شکستہ پائی نے اپنی ہمیں سنبھال لیا

82/3 رہوں ہوں برسوں سے ہم دوش پر کبھو اُن نے — گلے میں ہاتھ مرا پیار سے نہ ڈال لیا

82/4 بتاں کی میرؔ ستم وہ نگاہ ہے جس نے
خدا کے واسطے بھی خلق کا وبال لیا

---

[1] نسخۂ آسی ص ۳۲، 'تو' کی جگہ 'لو' ہے۔ جو بظاہر سہو کاتب ہے ورنہ 'تو' کی سند بھی قدیم و جدید نسخوں سے ہوتی ہے۔

﴿83﴾

83/1	نقاش دیکھ تو ، میں کیا نقشِ یار کھینچا	اُس شوخِ کم نما کا نِت انتظار کھینچا
83/2	رسمِ قلم روِ عشق مت پوچھ کچھ کہ ناحق	ایکوں کی کھال کھینچی، ایکوں کو دار کھینچا
83/3	تھا بدشراب ساقی کتنا کہ رات مے سے	میں نے جو ہاتھ کھینچا، اُن نے کٹار کھینچا
83/4	مستی میں شکل ساری نقاش سے کھنچی پر	آنکھوں کو دیکھ اُس کی، آخر خُمار کھینچا
83/5	جی کھنچ رہے ہیں اُودھر، عالم کا ہو گا بلوا	گر شانے تو نے اُس کی زلفوں کا تار کھینچا
83/6	تھے[1] شب کسے کسائے، تیغِ کشیدہ کف میں	پر میں نے بھی بغل میں بے اختیار کھینچا

83/7
پھرتا ہے میر تو جو پھاڑے ہوئے گریباں
کس کس ستم زدے نے دامانِ یار کھینچا

﴿84﴾

84/1	یہ حسرت ہے مروں اُس میں، لیے لبریز پیانا (پیانہ)	مہکتا ہو نپٹ جو پھول سی[2] دارو سے مے خانا (خانہ)
84/2	نہ وے زنجیر کے غل ہیں، نہ وے جر گے غزالوں کے	مرے دیوانے پن تک ہی رہا معمور ویرانا (ویرانہ)
84/3	مرا سر نزع میں زانو پہ رکھ کر یوں لگا کہنے	کہ اے بیمار میرے، تجھ پہ جلد آساں ہو مر جانا

84/4
نہ ہو کیوں ریختہ، بے شورش و کیفیت و معنی
گیا ہو میر دیوانہ، رہا سودا سو مستانا (مستانہ)

﴿85﴾

85/1	بارہا گور دل جھکا[3] لایا	اب کے شرطِ وفا بجا لایا
85/2	قدر رکھتی نہ تھی متاعِ دل	سارے عالم میں مَیں دکھا لایا
85/3	دل کہ اک قطرہ خوں نہیں ہے بیش	ایک عالم کے[4] سر بلا لایا
85/4	سب پہ جس بار نے گرانی کی	اُس کو یہ ناتواں اُٹھا لایا
85/5	دل مجھے اُس گلی میں لے جا کر	اور بھی خاک میں مِلا لایا
85/6	ابتدا ہی میں مر گئے سب یار	عشق کی کون انتہا لایا

85/7
اب تو جاتے ہیں بُت کدے سے میر
پھر ملیں گے اگر خدا لایا

---

1. نسخۂ کالج میں 'تھا' اور نول کشور دوم، سوم میں 'تھی' کے مقابلے میں نسخۂ آسی کا 'تھے' اور ساتھ 'کسے کسائے' بہتر ہے۔
2. نول کشور دوم، سوم میں 'پھول کی دارو' کو محض غلطیِ کتابت نہیں سمجھنا چاہیے، 'پھول' کا لفظ اعلیٰ درجے کی شراب کے لیے مستعمل بہ کثرت رہا ہے۔ تاہم متن میں 'پھول سی' کو بہ سندِ آسی اور بہ غرضِ وسعتِ معنی اور عام فہم ہونے کی وجہ سے اختیار کیا گیا ہے۔
3. نسخۂ آسی اور عبادت میں 'جھکا' یعنی 'جھکا' کا قدیم املا درج ہوا ہے۔
4. آسی نے حاشیے میں 'کے' کی جگہ 'کی' درج کیا۔ نسخۂ مجلس نے متن میں بریکٹ میں 'کی' شامل متن کر دیا۔

﴾86﴿

86/1 کیا عجب، پل میں اگر ترک ہو اُس سے جاں کا — ہو جو زخمی کسو برہم زدنِ مژگاں کا

86/2 اُٹھتے پلکوں کے گرے پڑتے ہیں لاکھوں آنسو — ڈول ڈالا ہے مری آنکھوں نے اب طوفاں کا

86/3 جلوۂ ماہ تتہِ ابرِ تنک بھول گیا — ان نے سوتے میں دوپٹے سے جو منہ کو ڈھانکا

86/4 ساکنِ کُو کو ترے کب ہے تماشے کا دماغ — آئے فردوس بھی چل کر نہ اُدھر کو جھانکا

86/5 اُٹھ گیا ایک تو اک مرنے کو آ بیٹھے ہے — قاعدہ ہے یہی مُدت سے ہمارے ہاں کا

86/6 کارِ اسلام ہے مشکل ترے خال و خط سے — رہزنِ دیں ہے کوئی، دُزد کوئی ایماں کا

86/7 چارۂ عشق بجز مرگ نہیں کچھ اے میؔر
اس مرض میں ہے عبث فکر تمھیں درماں کا

﴾87﴿

87/1 ہر دم طرف ہے دل سے مزاجِ کرخت کا — ٹکڑا مرا جگر ہے کہو سنگِ سخت کا

87/2 سبزانِ تازہ رَد کی جہاں جلوہ گاہ تھی — اب دیکھیے تو واں نہیں سایہ درخت کا

87/3 جوں برگ ہائے لالہ پریشان ہو گیا — مذکور کیا ہے اب جگرِ لخت لخت کا

87/4 دلّی میں آج بھیک بھی ملتی نہیں انھیں — تھا کل تلک دماغ جنھیں تاج و تخت کا

87/5 خاک سیہ سے میں جو برابر ہوا ہوں میؔر
سایہ پڑا ہے مجھ پہ کسو تیرہ بخت کا

﴾88﴿

88/1 ہم عشق میں یہ جانا غم ہی سدا رہے گا — دس دن جو ہے یہ مہلت، سو یاں دبا رہے گا

88/2 بُرقع اُٹھے پہ اس کے ہو گا جہان روشن — خورشید کا نکلنا کیوں کر چھپا رہے گا

88/3 اک وہم سی رہی ہے اپنی نمودِ تن میں — آتے ہو اب تو آؤ پھر ہم میں کیا رہے گا

88/4 مذکورِ یار ہم سے مت ہم نشیں کیا کر — دل جو بجا نہیں ہے پھر اُس میں جا رہے گا

88/5 دل ہی کے غم میں گزری اپنی تو عمر ساری — بیمارِ عاشقی یہ کس دن بھلا رہے گا

88/6 اُس گل بغیر، جیسے ابرِ بہار، عاشق — نالاں جدا رہے گا، روتا جدا رہے گا

88/7 دانستہ ہے تغافل، غم کہنا اُس سے حاصل — تم دردِ دل کہو گے، وہ سر جھکا رہے گا

88/8 اب جھمکی اس کی تم نے دیکھی کبھو جو یارو — برسوں تلک اُسی میں پھر دل سدا رہے گا

88/9 کس کس کو میؔر اُن نے کہہ کر دیا ہے بوسہ
وہ ایک ہے مفتّن، یوں ہی چُما رہے گا

﴾89﴿

89/1 بھلا ہو گا کچھ اک احوال اس سے یا بُرا ہو گا — مآل اپنا ترے غم میں خدا جانے کہ کیا ہو گا

89/2 تفحص فائدہ ناصح، تدارک تجھ سے کیا ہو گا — وہی پاوے گا میرا درد، دل جس کا لگا ہو گا

89/3 کسو کو شوق یا رب بیش اس سے اور کیا ہو گا — قلم ہاتھ آ گئی ہو گی تو سو سو خط لکھا ہو گا

89/4 دُکانیں حُسن کی آگے ترے تختہ ہوئی ہوں گی — جو تو بازار میں ہو گا تو یوسف کب بکا ہو گا

89/5 معیشت ہم فقیروں کی سی اخوانِ زماں سے کر
کوئی گالی بھی دے تو کہہ بھلا بھائی بھلا ہوگا

89/6 خیال اُس بے وفا کا ہم نشیں اتنا نہیں اچھا
گماں رکھتے تھے ہم بھی یہ کہ ہم سے آشنا ہوگا

89/7 قیامت کر کے اب تعبیر جس کو کرتی ہے خلقت
وہ اُس کوچے میں اک آشوب سا شاید ہوا ہوگا

89/8 عجب کیا ہے ہلاکِ عشق میں[1] فرہاد و مجنوں کے
محبت روگ ہے کوئی کہ کم اُس سے جیا ہوگا

89/9 نہ ہو کیوں غیرتِ گلزار وہ کوچہ، خدا جانے
لہو اُس خاک پر کن کن عزیزوں کا گرا ہوگا

89/10 بہت ہمسائے اس گلشن کے زنجیری رہا ہوں میں
کبھو تم نے بھی میرا شور نالوں کا سنا ہوگا

89/11 نہیں جز عرش جاگہ راہ میں لینے کو دَم اُس کے
قفس سے تن کے مرغِ روح میرا جب رہا ہوگا

89/12 کہیں ہیں میرؔ کو مارا گیا شب اس کے کوچے میں
کہیں وحشت میں شاید بیٹھے بیٹھے اُٹھ گیا ہوگا

﴿90﴾

90/1 یاں نامِ یار کس کے وردِ زباں نہ پایا[2]
پر مطلقاً کہیں ہم اس کا نشاں نہ پایا

90/2 وضعِ کشیدہ اُس کی رکھتی ہے داغ سب کو
نیونتا[3] کسو سے ہم وہ ابرو کماں نہ پایا

90/3 پایا نہ یوں کہ کریے اُس کی طرف اشارہ[4]
یوں تو جہاں میں ہم نے اس کو کہاں نہ پایا

90/4 یہ دل کہ خون ہووے برجا نہ تھا وگرنہ
وہ کون سی جگہ تھی اُس کو جہاں نہ پایا

90/5 فتنے کی گرچہ باعث آفاق میں وہی تھی
لیکن کمر کو اس کی ہم درمیاں نہ پایا

90/6 محرومِ سجدہ آخر جانا پڑا جہاں سے
جوشِ جباہ سے ہم وہ آستاں نہ پایا

90/7 ایسی ہے میرؔ کی بھی مدت سے رونی صورت
چہرے پہ اس کے کس دن آنسو رواں نہ پایا

﴿91﴾

91/1 پھر شب نہ لطف تھا، نہ وہ مجلس میں نور تھا
اُس روئے دل فروز ہی کا سب ظہور تھا[5]

91/2 کیا کیا عزیز خلعِ بدن، ہائے کر گئے
تشریف تم کو یاں تئیں لانا ضرور تھا

91/3 کیوں کر تو میری آنکھ سے ہو دل تلک گیا
یہ بحرِ موج خیز تو عسرالعبور تھا

91/4 شاید نشے میں اُس سے یہ سفاکیاں ہوئیں
زخمی جو اس کے ہاتھ کا نکلا سو چوُر تھا

---

[1] نسخۂ آسی اور اُس کے تتبع میں مجلس اور عبادت کے یہاں یہ مصرع ناقابلِ فہم متن کے ساتھ ملتا ہے، ان نسخوں میں 'میں' کی جگہ 'ہیں' درج ہے اور آسی نے اس 'ہیں' کی غلطی کو دُور کرنے کے لیے آخر میں 'کے' کو بذریعہ تصحیح قیاسی 'کو' سے بدلنے کی تجویز دی، مصرع پھر بھی بے معنی ہی رہتا ہے۔ نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم میں 'میں' کی سند کے بعد بھی اسے اختیار نہ کرنے کا کوئی جواز نہیں۔

[2] 'نامِ یار' کو آسی اور عبادت نے اضافت کے بغیر درج کیا، مجلس نے اضافت کو اپنایا، لیکن 'کے' کی جگہ تینوں نے 'کا' لکھا۔ یوں مصرع ناقابلِ فہم ہوا، ہمارے اختیار کردہ متن نے شعر کو بامعنی کر دیا ہے۔

[3] ہمارے خیال میں یہ لفظ 'نیوتا' کی بجائے 'نیونتا' ہی ہونا چاہیے۔ آسی، مجلس اور عبادت نے 'نیوتا' ہی درج کیا، جس کا یہ محل نہیں ہے۔ نیونتا = جھکا ہوا، کمی، کمتری، عاجزی، فروتنی۔

[4] نول کشور دوم، سوم میں 'اشارہ' ہے جب کہ نسخۂ کالج، آسی اور عبادت کے یہاں 'اشارت' درج ہوا ہے۔

[5] اس مصرع کا متن نول کشور دوم، سوم کے مطابق ہے، آسی اور عبادت نے 'دل فروز' کو 'دل فریب' سے بدلنے کی قیاسی تجویز بھی دی اور ساتھ ہی 'سب ظہور تھا' کو 'سب میں ظہور تھا' درج کیا، جو درست نہیں، ص ۳۶۔

91/5 جیتے جی پاس ہو کے نہ نکلا کسو کے میر
وہ ، دَورِ گرد بادیۂ عشق ، دُور تھا [1]

﴿92﴾

92/1 بے حال جائے گریہ، جانِ پُر آرزو کا — روئے نہ ہم کبھو ٹک، دامن پکڑ کسو کا

92/2 جاتی نہیں اُٹھائی اپنے پہ یہ خشونت — اب رہ گیا ہے آنا میرا کبھو کبھو کا

92/3 اُس آستاں سے کس دن پُر شور سر نہ پٹکا — اُس کی گلی میں جا کر کس رات میں نہ گوکا

92/4 شاید کہ مُند گئی ہے قمری کی چشم گریاں — کچھ ٹوٹ سا چلا ہے پانی چمن کی جو کا

92/5 اپنے تڑپنے کی تو تدبیر پہلے کر لوں — تب فکر میں کروں گا زخموں کے بھی رفو کا

92/6 دانتوں کی نظم اُس کے ہنسنے میں جن نے دیکھی — پھر موتیوں کی لڑ پر اُن نے کبھو نہ تھوکا

92/7 یہ عیش گہ نہیں ہے، یاں رنگ اور کچھ ہے — ہر گل ہے اس چمن میں ساغر بھرا لہو کا

92/8 بلبل غزل سرائی، آگے ہمارے مت کر — سب ہم سے سیکھتے ہیں انداز گفتگو کا

92/9 گلیاں بھری پڑی ہیں اے یار زخمیوں سے — مت کھول پیچ ظالم اس زُلفِ مُشک بُو کا

92/10 وے پہلی التفاتیں ساری فریب نکلیں
دینا نہ تھا دل اس کو، میں میر آہ چوکا

﴿93﴾

(قبل از 1752ء)

93/1 میں بھی دنیا میں ہوں، اک نالہ پریشاں، یک جا — دل کے سو ٹکڑے مرے، پر [2] سبھی نالاں یک جا

93/2 پند گوؤں نے بہت سینے کی تدبیریں کیں — آہ ثابت بھی نہ نکلا یہ گریباں یک جا

93/3 تیرا کوچہ ہے ستم گار وہ کافر جاگہ — کہ جہاں مارے گئے کتنے مسلماں یک جا

93/4 سر سے باندھا ہے کفن عشق میں تیرے، یعنی — جمع ہم نے بھی کیا ہے سروساماں یک جا

93/5 کیوں کہ پڑتے ہیں ترے پاؤں نسیمِ سحری — اُس کے کوچے میں ہے صد گنج شہیداں یک جا

93/6 تو بھی رونے کو بُلا، دل ہے ہمارا بھی بھرا — ہو جے اے ابر بیابان میں گریاں یک جا

93/7 بیٹھ کر میر جہاں خوب نہ رویا ہووے
ایسی کوچے میں نہیں ہے ترے جاناں یک جا [3]

﴿94﴾

94/1 فلک کا منہ نہیں اس فتنے کے اُٹھانے کا — ستم شریک ترا ناز [4] ہے زمانے کا

---

[1] یہ مصرع بغیر اعراب و وقوف سمجھ نہیں آتا، آسی و عبادت نے اعراب سے گریز کیا ہے، جب کہ مجلس والوں نے وقفہ نہیں دیا اور اضافت غلط جگہ دی، مصرع یوں لکھا 'وہ دَور گردِ بادیۂ عشق دور تھا' ظاہر ہے جدید قاری اس مصرع کو لفظوں کا اُلٹ پھیر ہی سمجھے گا۔

[2] نکات الشعرا، ص ۱۴۱ (مرتبہ عبادت بریلوی) میں 'پر' کی بجائے 'میں' درج ملتا ہے۔

[3] نسخۂ نول کشور دوم، سوم اور مخطوطے (ص ۴۷) میں مصرع درست درج نہیں 'ایسا کوچہ نہیں ہے تیرا ہی جاناں یک جا'۔

[4] نسخۂ آسی ص ۳۶ اور نسخۂ عبادت ص ۱۴۳ میں 'ناز' کی جگہ 'یار' لکھ کر شعر دو کوڑی کا کر دیا ہے۔ نول کشور طبع دوم و سوم میں 'تاز' سہو کتابت ہے۔ حیرت اس امر پر کہ نسخۂ کالج کی سند 'ناز' کے بارے میں ہونے پر بھی مجلس کے نسخے میں 'یار' ہی درج ہوا۔

94/2	ہمارے ضعف کی حالت سے دل قوی رکھیو	کہیں خیال نہیں یاں بہ حال آنے کا
94/3	تری ہی راہ میں مارے گئے سبھی آخر	سفر تو ہم کو ہے درپیش جی سے جانے کا
94/4	بسانِ شمع جو مجلس سے ہم گئے تو گئے	سراغ کیجو نہ پھر تو نشان پانے کا
94/5	چمن میں، دیکھ نہیں سکتی ٹک کہ چبھتا ہے	جگر میں برق کے، کانٹا مجھ آشیانے کا
94/6	ٹک آ تو تا سرِ بالیں، نہ کر تعلّل، کیا	تجھے بھی شوخ یہی وقت ہے بہانے کا
94/7	سراہا اُن نے ترا ہاتھ، جن نے دیکھا زخم	شہید ہوں، میں تری تیغ کے لگانے کا

94/8
شریفِ مکّہ رہا ہے تمام عمر اے شیخ!
یہ میر اب جو گدا ہے شراب خانے کا

﴿95﴾

95/1	کل شبِ ہجراں تھی، لب پر نالۂ بیمارا نہ تھا	شام سے تا صبح دم، بالیں پہ سر یک جا نہ تھا
95/2	شہرۂ عالم اُسے یمنِ محبت نے کیا	ورنہ مجنوں ایک خاک اُفتادۂ ویرانہ تھا
95/3	منزل اُس مہ کی رہا جو مدتوں اے ہم نشیں	اب وہ دل گویا کہ اک مدت کا ماتم خانہ تھا
95/4	اک نگاہِ آشنا کو بھی وفا کرتا نہیں	وا ہوئیں مژگاں کہ سبزہ سبزۂ بیگانہ تھا
95/5	روز و شب گزرے ہے پیچ و تاب میں رہتے تجھے	اے دلِ صد چاک کس کی زلف کا تو شانہ تھا
95/6	یادِ ایامے کہ اپنے روز و شب کی جائے باش	یا درِ بازِ بیاباں، یا درِ مے خانہ تھا
95/7	جسکو دیکھا ہم نے اس وحشت کدے میں دہر کے	یا سڑی، یا خبطی، یا مجنون یا دیوانہ تھا
95/8	بعد خوں ریزی کے مدت بے حنا رنگیں رہا	ہاتھ اس کا جو مرے لوہو میں گستاخانہ تھا
95/9	غیر کے کہنے سے مارا، اُن نے ہم کو بے گناہ	یہ نہ سمجھا وہ کہ واقع میں بھی کچھ تھا، یا نہ تھا
95/10	صبح ہوتے وہ بنا گوش آج یاد آیا مجھے	جو گرا دامن پہ آنسو گوہرِ یک دانہ تھا
95/11	شب فروغِ بزم کا باعث ہوا تھا حُسنِ دوست	شمع کا جلوہ غبارِ دیدۂ پروانہ تھا
95/12	رات اسکی چشمِ میگوں، خواب میں دیکھی تھی میں	صبح سوتے سے اُٹھا تو سامنے پیمانہ تھا
95/13	رحم کچھ پیدا کیا، شاید کہ اُس بے رحم نے	گوش اُس کا شب اِدھر، تا[1] آخرِ افسانہ تھا

95/14
میر بھی کیا مست طافح تھا شرابِ عشق کا
لب پہ عاشق کے ہمیشہ نعرۂ مستانہ تھا

﴿96﴾

96/1	پیغامِ غم جگر کا گلزار تک نہ پہنچا	نالہ مرا چمن کی دیوار تک نہ پہنچا
96/2	اُس آئنے کی[2] مانند، زنگار جس کو کھاوے	کام اپنا اُس کے غم میں، دیدار تک نہ پہنچا
96/3	جوں نقشِ پا ہے غربت، حیرانِ کار اُس کی	آوارہ ہو وطن سے، جو یار تک نہ پہنچا
96/4	لبریز شکوہ تھے ہم، لیکن حضور تیرے	کارِ شکایت اپنا گفتار تک نہ پہنچا

۱۔ نسخۂ کالج ص ۵۸، نول کشور دوم، سوم ص ۳۷ میں 'تا' ہے، نسخۂ آسی اور عبادت میں 'تھا' غلط ہے۔

۲۔ تمام نول کشوری نسخوں بشمول آسی اور مجلس 'کے' ہے، نسخۂ کالج کی سند کے ساتھ 'کی' اختیار کیا ہے۔

96/5 بے چشم نم رسیدہ، پانی چوانے کوئی — وقتِ اخیر، اُس کے بیمار تک نہ پہنچا

96/6 یہ بختِ سبز دیکھو باغِ زمانہ میں سے — پژمُردہ گُل بھی اپنی دستار تک نہ پہنچا

96/7-8 مستوری، خوبروئی دونوں نہ جمع ہوویں (قطعہ) خوبی کا کام کس کی[1] اظہار تک نہ پہنچا

یوسف سے لے کے تاگل پھر گل سے لے کے تاشمع — یہ حُسن کس کو لے کر بازار تک نہ پہنچا

96/9 افسوس میر وے جو ہونے شہید آئے
پھر کام اُن کا اُس کی تلوار تک نہ پہنچا

﴿97﴾

97/1 اس کا خیال چشم سے، شب، خواب لے گیا — قسمے کہ عشق جی سے مرے تاب لے گیا

97/2 کن نیندوں اب تو سوتی ہے اے چشم گریہ ناک — مژگاں تو کھول، شہر کو سیلاب لے گیا

97/3 آوے جو مصطبے میں تو سن لو کہ راہ سے — واعظ کو ایک جامِ مے ناب لے گیا

97/4 نے دل رہا بجا ہے، نہ صبر و حواس و ہوش — آیا جو سیلِ عشق، سب اسباب لے گیا

97/5 میرے حضور شمع نے گریہ جو سر کیا — رویا میں اس قدر کہ مجھے آب لے گیا

97/6 احوال اس شکارِ زبوں کا ہے جائے رحم — جس ناتواں کو مفت نہ قصاب لے گیا

97/7 منہ کی جھلک سے یار کے بے ہوش ہوگئے
شب ہم کو میر، پرتوِ مہتاب لے گیا

﴿98﴾

98/1 کب تلک یہ ستم اُٹھایئے[2] گا — ایک دن یونہی جی سے جایئے گا

98/2 شکلِ تصویر بے خودی کب تک — کسو دن آپ میں بھی آیئے گا

98/3 سب سے مل چل[3] کہ حادثے سے پھر — کہیں ڈھونڈا بھی تو نہ پایئے گا

98/4 نہ موئے ہم اسیری میں تو نسیم — کوئی دن اور باؤ کھایئے گا

98/5 کہیے گا اُس سے قصۂ مجنوں — یعنی پردے میں غم سنایئے گا

98/6 اُس کے پابوس کی توقع پر — اپنے تئیں خاک میں ملایئے گا

98/7 اُس کے پاؤں کو جا لگی ہے حنا — خوب سے ہاتھ اُسے لگایئے گا

98/8-9 شرکتِ شیخ و برہمن سے میر (قطعہ) کعبہ و دیر سے بھی جایئے گا

اپنی ڈیڑھ اینٹ کی جُدی مسجد
کسی ویرانے میں بنایئے گا

---

[1] نول کشور دوم، سوم میں 'کی' درست ہے کہ اس کا تعلق 'خوبی' سے ہے جو مونث ہے۔ نسخۂ کالج، آسی و مجلس میں 'کے' درست نہیں۔

[2] نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں 'اُٹھائے گا' ہے جب کہ درست 'اُٹھایئے گا' ہے۔ مرتب نسخۂ مجلس کے مطابق دونوں طرح درست ہے حالانکہ قافیہ ہے، جسے 'جایئے' کا ہم وزن لازمی طور پر ہونا چاہیے۔

[3] 'مل چل' میر کا پسندیدہ روزمرہ ہے، نہ جانے کیوں آسی صاحب نے حاشیے میں 'جل' لکھا۔

﴿99﴾

(قبل از 1752ء)

99/1 دل پہنچا ہلاکی[1] کو نپٹ کھینچ کسالا — لے[2] یار مرے، سلمہ اللہ تعالیٰ

99/2 کچھ میں نہیں اس دل کی پریشانی کا باعث — برہم ہی مرے ہاتھ لگا تھا یہ رسالہ

99/3 معمور شرابوں سے، کبابوں سے ہے سب دیر — مسجد میں ہے کیا شیخ، پیالہ نہ نوالا

99/4 گزرے ہے لہو واں سرِ ہر خار سے اب تک — جس دشت میں پھوٹا ہے مرے پاؤں کا چھالا

99/5 گر قصد اِدھر کا ہے تو ٹک دیکھ کے آنا — یہ دَیر ہے زہاد، نہ ہو خانۂ خالہ

99/6 جس گھر میں ترے جلوے سے ہو چاندنی کا فرش — واں چادرِ ماہ تاب ہے مکڑی کا سا جالا

99/7-8 دشمن نہ کدورت سے مرے سامنے ہو جو (قطعہ)[3] — تلوار کے لڑنے کو مرے کیجو حوالہ

ناموس مجھے صافیِ طینت کی ہے ورنہ — رستم نے مری تیغ کا حملہ نہ سنبھالا

99/9 دیکھے ہے مجھے دیدۂ پُر خشم سے وہ میرؔ
میرے ہی نصیبوں میں تھا یہ زہر کا پیالہ

﴿100﴾

(قبل از 1752ء)

100/1 پل میں جہاں کو، دیکھتے میرے ڈبو چکا — اِک وقت میں یہ دیدہ بھی طوفان رو چکا

100/2 افسوس میرے مُردے پر اتنا نہ کر کہ اب — پچھتانا یوں ہی سا ہے جو ہونا تھا ہو چکا

100/3 لگتی نہیں پلک سے پلک انتظار میں — آنکھیں اگر یہی ہیں تو بھر نیند سو چکا

100/4 اک چشمکِ پیالہ ہے ساقی بہارِ عمر — جھپکی لگی کہ دورِ یہ آخر ہی ہو چکا

100/5 ممکن نہیں کہ گل کرے ویسی شگفتگی — اس سرزمیں میں تخمِ محبت میں بو چکا

100/6 پایا نہ دل بہایا ہوا سیلِ اشک کا — میں پنجۂ مژہ سے سمندر بلو چکا

100/7 ہر صبح حادثے سے یہ کہتا ہے آسمان
دے جامِ خون میرؔ کو گر مُنہ وہ دھو چکا

﴿101﴾

101/1 دَیر و حَرم سے گزرے، اب دل ہے گھر ہمارا — ہے ختم اِس آبلے پر، سیر و سفر ہمارا

101/2 پلکوں سے تیری ہم کو کیا چشم داشت یہ تھی — ان برچھیوں نے بانٹا باہم جگر ہمارا

101/3 دنیا و دیں کی جانب میلان ہو تو کہیے — کیا جانیے کہ اُس بن دل ہے کدھر ہمارا

101/4 ہیں تیرے آئنے کی تمثال ہم، نہ پوچھو — اس دشت میں نہیں ہے پیدا اثر ہمارا

101/5 جوں صبح اب کہاں ہے طولِ سخن کی فرصت — قصہ ہی کوئی دَم کو ہے مختصر ہمارا

101/6 کوچے میں اس کے جا کر، بنتا نہیں پھر آنا — خون ایک دن گرے گا اس خاک پر ہمارا

---

[1]، [2] نکات الشعرا میں 'ہلاکی' کی جگہ 'ہلاکت' اور 'لے' کی جگہ 'رے' متن میں درج ملتا ہے۔

[3] عبادت صاحب نے ان دونوں شعروں کو قطعہ بند نہیں سمجھا بلکہ الگ الگ شعر کے طور پر درج کیا ہے۔

101/7 ہے تیرہ روز اپنا لڑکوں کی دوستی سے[1] اِس دن ہی کو کہے تھا اکثر پدر ہمارا

101/8 سیلاب ہر طرف سے آئیں گے بادیے میں جوں ابر روتے ہو گا جس دم گزر ہمارا

101/9 نشو و نما ہے اپنی جوں گردباد انوکھی بالیدہ خاکِ رہ سے ہے یہ شجر ہمارا

101/10 یوں دور سے کھڑے ہو، کیا معتبر ہے رونا دامن سے باندھ دامن اے ابرِ تر ہمارا

101/11 جب پاس رات رہنا آتا ہے یاد اُس کا تھمتا نہیں ہے رونا دو دو پہر ہمارا

101/12 اس کارواں سرا میں کیا میر بار کھولیں
یاں کوچ[2] لگ رہا ہے شام و سحر ہمارا

﴿102﴾

102/1 غم رہا، جب تک کہ دَم میں دَم رہا دل[3] کے جانے کا نہایت غم رہا

102/2 حُسن تھا تیرا بہت عالم فریب خط کے آنے پر بھی اک عالم رہا

102/3 دل نہ پہنچا گوشۂ داماں تلک قطرۂ خوں تھا مژہ پر جم رہا

102/4 سنتے ہیں لیلیٰ کے خیمے کو سیاہ اُس میں مجنوں کا مگر[4] ماتم رہا

102/5 جامۂ احرام زاہد پر نہ جا تھا حرم میں، لیک نا محرم رہا

102/6 زلفیں کھولے[5] تُو تو ٹک آیا نظر عمر بھر یاں کامِ دل برہم رہا

102/7 اُس کے لب سے تلخ ہم سنتے رہے اپنے حق میں آبِ حیواں سم رہا

102/8 میرے رونے کی حقیقت جس میں تھی ایک مدت تک وہ کاغذ نم رہا

102/9 صبحِ پیری شام ہونے آئی میر
تو نہ چیتا یاں بہت دن کم رہا

﴿103﴾

103/1 چوری میں دل کی وہ ہنر کر گیا دیکھتے ہی آنکھوں میں گھر کر گیا

103/2 دہر[6] میں، میں خاک بہ سر ہی رہا عمر کو اس طور بسر کر گیا

103/3 دل نہیں ہے منزلِ سینہ میں اب یاں سے وہ بے چارہ سفر کر گیا

103/4 حیف جو وہ نسخۂ دل کے اوپر سرسری سی ایک نظر کر گیا

103/5 کس کو مرے حال سے تھی آگہی نالۂ شب سب کو خبر کر گیا

103/6 گو نہ چلا تا مژہ[7] تیرِ نگاہ اپنے جگر سے تو گزر کر گیا

---

[1] نسخۂ کالج میں 'سے' درست جب کہ نول کشور دوم، سوم میں 'ہے' غلط ہے۔

[2] نسخۂ مجلس میں 'کوچ' (ص ۱۷۷، جلد اول) اور عبادت میں 'کرچ' (ص ۱۴۷) سہو کتابت اور پروف پڑھنے میں تساہل کے شاخسانے ہیں۔

[3] نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں 'دل' بالکل درست ہے، آسی اور عبادت نے 'دم' لکھا اور یہ نہ سوچا کہ دم کے جانے کے بعد غم کرنے کا امکان کب رہتا ہے۔

[4] نسخۂ آسی اور عبادت میں 'دلے' درست نہیں۔ نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں 'مگر' ہی درست ہے۔

[5] نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں 'کھولیں' کی بجائے نسخۂ آسی کا متن 'کھولے' اختیار کیا ہے۔ مزید یہ کہ مجلس کے نسخے میں 'تو تُو' درج ہے جب دوسرے 'تو' کو بالضم کرنے سے مصرع تقریباً بے معنی اور بندش حد درجہ سست ہو جاتی ہے۔

[6] صرف نسخۂ کالج میں 'دہر' ہے جو بہتر ہے، ورنہ نول کشور دوم، سوم سے آسی و عبادت تک سب نے 'دَیر' درج کیا ہے۔

[7] نسخۂ مجلس، آسی اور عبادت میں 'چلا تا مژہ' کو 'چلاتا مژہ' درج کر کے مصرع کو بے معنی کر دیا ہے۔

103/7
مجلسِ آفاق میں پروانہ ساں
میر بھی شام اپنی سحر کر گیا

﴿104﴾

104/1 واں وہ تو گھر سے اپنے پی کر شراب نکلا — یاں شرم سے عرق میں ڈوب آفتاب نکلا
104/2 آیا جو واقعے میں درپیش عالمِ مرگ — یہ جاگنا ہمارا دیکھا تو خواب نکلا
104/3 دیکھا جو اوس پڑتے گلشن میں ہم، تو آخر — گُل کا وہ روئے خنداں، چشمِ پُر آب نکلا
104/4 پردے ہی میں چلا جا خورشید تو ہے بہتر — اک حشر ہے جو گھر سے وہ بے حجاب نکلا
104/5 کچھ دیر ہی لگی نہ دل کو تو تیر لگتے — اس صیدِ ناتواں کا کیا جی شتاب نکلا
104/6 ہر حرفِ غم نے میرے مجلس کے تئیں رُلایا — گویا غبارِ دل کا پڑھتا کتاب نکلا
104/7 روئے عرق فشاں کو بس پونچھ، گرم مت ہو — اُس گل میں کیا رہے گا جس کا گلاب نکلا
104/8 مطلق نہ اعتنا کی احوال پر ہمارے — نامے کا[1] نامے ہی میں سب پیچ و تاب نکلا
104/9 شانِ تغافل اپنے نو خط کی کیا لکھیں ہم — قاصد موا تب اُس کے مُنہ سے جواب نکلا

104/10
کس کی نگہ کی گردش تھی میر روبہ مسجد
محراب میں سے زاہد مست و خراب نکلا

﴿105﴾

105/1 دامانِ کوہ میں جو، میں دھاڑ مار رویا — اک اَبر واں سے اُٹھ کر بے اختیار رویا
105/2 پڑتا نہ تھا بھروسہ عہدِ وفائے گُل پر — مرغِ چمن نہ[2] سمجھا، میں تو ہزار رویا
105/3 ہر گل زمیں یہاں کی رونے ہی کی جگہ تھی — مانند ابر ہر جا میں زار زار رویا
105/4 تھی مصلحت کہ رک کر ہجراں میں جان دیجے — دل کھول کر نہ غم میں، میں ایک بار رویا

105/5
اک عجزِ عشق اُس کا اسبابِ صد الم تھا
کل میر سے بہت میں ہو کر دوچار رویا

﴿106﴾

106/1 اُس چہرے کی خوبی سے عبث گل کو جتایا — یہ کون شگوفہ سا چمن زار میں لایا
106/2 وہ آئنہ رخسار دمِ باز پس آیا — جب حِس نہ رہا ہم کو تو دیدار دکھایا
106/3 کچھ ماہ میں اُس میں نہ تفاوت ہوا ظاہر — سو بار نکالا اِسے اور اُس کو چھپایا
106/4 اک عمر مجھے خاک میں ملتے ہوئے گزری — کوچے میں ترے آن کے لوہو میں نہایا
106/5 سمجھا تو مجھے مرگ کے نزدیک پس از دیر — رحمت ہے مرے یار بہت دُور سے آیا

---

[1] نسخۂ آسی و عبادت میں 'نامے کے نامے' ہے جب کہ نول کشور دوم، سوم میں 'کا' نسبتاً بہتر ہے۔
[2] نسخۂ آسی اور شاید تتبع میں عبادت کے یہاں 'نے' درج ہوا، جس سے مصرع بے معنی ہو جاتا ہے۔ نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں 'نہ' ہے، جو درست ہے۔

106/6 یہ باغ رہا ہم سے و لے جا نہ سکے ہم — بے بال و پری نے بھی ہمیں خوب اُڑایا
106/7 میں صیدِ رمیدہ ہوں بیابانِ جنوں کا — رہتا ہے مرا موجبِ وحشت مرا سایا (سایہ)
106/8 یا قافلہ در قافلہ ان رستوں میں تھے لوگ — یا ایسے گئے یاں سے کہ پھر کھوج نہ پایا
106/9 رُو میں نے رکھا ہے درِ ترسا بچگاں پر — رکھیو تو مری شرم بڑھاپے میں خدایا
106/10 ٹالا نہیں کچھ مجھ کو پتنگ آج اُڑاتے — بہتوں کے تئیں باؤ کا رُخ اُن نے بتایا
106/11 ایسے بُتِ بے مہر سے ملتا ہے کوئی بھی — دل میر کو بھاری تھا جو پتھر سے لگایا

﴿107﴾

107/1 دل جو زیرِ غبار اکثر تھا — کچھ مزاج اُن دنوں مکدر تھا
107/2 اُس پہ تکیہ کیا تو تھا لیکن — رات دن ہم تھے اور بستر تھا
107/3 سرسری تم جہان سے گزرے — ورنہ ہر جا جہانِ دیگر تھا
107/4 دل کی کچھ قدر کرتے رہیو تم — یہ ہمارا بھی نازپرور تھا
107/5 بعدِ اک عمر جو ہوا معلوم — دل اُس آئینہ رو کا پتھر تھا
107/6 بارِ سجدہ[1] ادا کیا تہِ تیغ — کب سے یہ بوجھ میرے سر پر تھا
107/7 کیوں نہ ابرِ سیہ سفید ہوا — جب تلک عہدِ دیدۂ تر تھا
107/8 اب خرابہ[2] ہوا جہاں آباد — ورنہ ہر اک قدم پہ یاں گھر تھا
107/9-14 بے زری کا نہ کر گلہ غافل — رہ تسلی کہ یوں مقدر تھا (قطعہ)
اتنے منعم جہان میں گزرے — وقتِ رحلت کے کس کنے زر تھا
صاحبِ جاہ و شوکت و اقبال — اک ازاں جملہ اب سکندر تھا
تھی یہ سب کائنات زیرِ نگیں — ساتھ مور و ملخ سا لشکر تھا
لعل و یاقوت ہم زر و گوہر — چاہیے جس قدر میسر تھا
آخر کار جب جہاں سے گیا — ہاتھ خالی، کفن سے باہر تھا
107/15 عیبِ طول کلام مت کریو — کیا کروں میں سخن سے خوگر تھا
107/16 خوش رہا جب تلک رہا جیتا — میر معلوم ہے قلندر تھا

﴿108﴾

108/1 تیرا رُخِ مخطط قرآن ہے ہمارا — بوسہ بھی لیں تو کیا ہے، ایمان ہے ہمارا
108/2 گر یہ ہے بے قراری تو رہ چکا بغل میں — دو روز دل ہمارا مہمان ہے ہمارا
108/3 ہیں اس خراب دل سے مشہور شہر خوباں — اس ساری بستی میں گھر ویران ہے ہمارا
108/4 مشکل بہت ہے ہم سا پھر کوئی ہاتھ آنا — یوں مارنا تو پیارے آسان ہے ہمارا

1۔ 'بارِ سجدہ' متفقہ متن ہے، تاہم فاروقی صاحب نے بغیر حوالے کے 'بارے سجدہ' درج کیا اور دوسرے مصرع میں 'بوجھ' سے مراد سر لیا ہے۔
2۔ نسخۂ آسی و مجلس میں 'خرابا' املا ہے۔

108/5 ادریس و خضر و عیسیٰ قاتل سے ہم چھڑائے — اِن خوں گرفتگاں پر احسان ہے ہمارا
108/6 ہم وے ہیں سن رکھو تم مر جائیں رک کے یک جا — کیا کوچے کوچے پھرنا عنوان ہے ہمارا
108/7 ہیں صید گہ کے میری[1] صیاد کیا نہ دھڑکے — کہتے ہیں، صید جو ہے بے جان ہے ہمارا
108/8 کرتے ہیں باتیں کس کس ہنگامے کی یہ زاہد — دیوانِ حشر گویا، دیوان ہے ہمارا
108/9 ماہیّت دو عالم کھاتی پھرے ہے غوطے — یک قطرہ خون یہ دل، طوفان ہے ہمارا
108/10 کیا خانداں کا اپنے تجھ سے کہیں تقدس — روح القدس اک ادنیٰ دربان ہے ہمارا
108/11 کرتا ہے کام وہ دل جو عقل میں نہ آوے — گھر کا مشیر کتنا نادان ہے ہمارا
108/12 بنجر زمین دل کی ہے میرؔ مِلک اپنی
پُر داغ سینہ، مہری فرمان ہے ہمارا

﴾109﴿
(قبل از 1752ء)

109/1 کب مصیبت زدہ دل، مائلِ آزار نہ تھا — کون سے درد و ستم کا یہ طرف دار نہ تھا
109/2 آدمِ خاکی سے عالم کو جلا ہے ورنہ — آئنہ تھا یہ ولے قابلِ دیدار نہ تھا
109/3 دھوپ میں جلتی ہیں غربت وطنوں کی لاشیں — تیرے کوچے میں مگر سایۂ دیوار نہ تھا
109/4 صد گلستاں تہِ یک بال تھے اس کے، جب تک — طائرِ جاں قفسِ تن کا گرفتار نہ تھا
109/5 حیف سمجھا ہی نہ وہ قاتلِ ناداں ورنہ — بے گنہ مارنے قابل یہ گنہ گار نہ تھا
109/6 عشق کا جذب ہوا باعثِ سودا ورنہ — یوسفِ مصر، زلیخا کا خریدار نہ تھا
109/7 نرم تر موم سے بھی ہم کو کوئی دیتی قضا — سنگ چھاتی کا تو یہ دل ہمیں درکار نہ تھا
109/8 رات، حیران ہوں، کچھ چپ ہی مجھے لگ گئی میرؔ
درد پنہاں تھے بہت، پر لبِ اظہار نہ تھا

﴾110﴿

110/1 جی اپنا میں نے، تیرے لیے خوار ہو، دیا — آخر کو جستجو نے تری مجھ کو کھو دیا
110/2 بے طاقتی سکوں نہیں رکھتی ہے ہم نشیں — رونے نے ہر گھڑی کے مجھے تو ڈبو دیا
110/3 اے اَبر اس چمن میں نہ ہو گا گلِ اُمید — یاں تخمِ یاسِ اشک کو میں پھر کے بو دیا
110/4 پوچھا جو میں نے دردِ محبت سے میرؔ کو
رکھ ہاتھ اُن نے دل پہ ٹک اک اپنے، رو دیا

﴾111﴿

111/1 خط مُنہ پہ آئے جاناں خوبی پہ جان دے گا — ناچار عاشقوں کو رخصت کے پان دے گا
111/2 سارے رئیس اعضا، ہیں معرضِ تلف میں — یہ عشقِ بے محابا کس کو امان دے گا
111/3 پائے پُر آبلہ سے میں گم شدہ گیا ہوں — ہر خار بادیے کا میرا نشان دے گا

---
[1] نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم میں 'میری' درست ہی لگتا ہے، نسخۂ آسی میں بھی حاشیے پر 'میری' درج ہوا، گو متن میں 'تیری' ہے۔

111/4 داغ اور سینے میں کچھ بگڑی ہے، عشق دیکھیں — دل کو، جگر کو، کس کو اب درمیان دے گا
111/5 نالہ ہمارا ہر شب گزرے ہے آسماں سے — فریاد پر ہماری کس دن تُو کان دے گا
111/6 مت رغم سے ہمارے پیارے حنا لگاؤ — پابوس پر تمھارے سَر سو جوان دے گا
111/7 گھر چشم کا ڈبو مت، دل کے گئے پہ رو رو
کیا میر ہاتھ سے تو یہ بھی مکان دے گا

﴿112﴾

112/1 ہوتا ہے یاں جہاں میں ہر روز و شب تماشا — دیکھا جو خوب تو ہے دنیا عجب تماشا
112/2 ہر چند شورِ محشر اب بھی ہے در پہ لیکن — نکلے کا یار گھر سے، ہووے گا جب تماشا
112/3 بھڑکی ہے آتشِ غم، منظور ہے جو تجھ کو — جلنے گا عاشقوں کے آ دیکھ اب تماشا
112/4 طالع ، جو میر خواری محبوب کو خوش آئی
پرغم یہ ہے مخالف دیکھیں گے سب تماشا

﴿113﴾

113/1 کل چمن میں گل و سمن دیکھا — آج دیکھا تو باغ بَن دیکھا
113/2 کیا ہے گلشن میں جو قفس میں نہیں — عاشقوں کا جلاوطن دیکھا
113/3 ذوقِ پیکانِ تیر میں تیرے — مدتوں تک جگر نے چھن دیکھا
113/4 گھر کے گھر جلتے تھے پڑے، تیرے — داغ دل دیکھے، بس چمن دیکھا
113/5 ایک چشمک دو صد سنانِ مژہ — اُس نکیلے کا بانک پن دیکھا
113/6 حسرت اُس کی جگہ تھی خوابیدہ
کھول کر میر کا کفن دیکھا

﴿114﴾

114/1 جدا جو پہلو سے وہ دلبرِ یگانہ ہوا — تپش کی یاں تئیں دل نے کہ دردِ شانہ ہوا
114/2 جہاں کو فتنے سے خالی کبھو نہیں پایا — ہمارے وقت میں تو آفتِ زمانہ ہوا
114/3 خلش نہیں کسو خواہش کی رات سے شاید — سرشکِ یاس کے پردے میں دل روانہ ہوا
114/4 ہم اپنے دل کی چلے دل ہی میں لیے یاں سے — ہزار حیف سرِ حرف اُس سے وا نہ ہوا
114/5 کھلا نشے میں جو پگڑی کا پیچ اس کی میر
سمندِ ناز پہ اک اور تازیانہ ہوا

﴿115﴾
(قبل از 1752ء)

115/1 کیا دن تھے وے کہ یاں بھی دلِ آرمیدہ تھا — رُو آشیانِ طائرِ رنگِ پریدہ تھا
115/2 قاصد جو واں سے آیا تو شرمندہ میں ہوا — بے چارہ گریہ ناک، گریباں دریدہ تھا
115/3 اک وقت ہم کو تھا سرِ گریہ، کہ دشت میں — جو خارِ خشک تھا سو وہ طوفاں رسیدہ تھا

115/4 جس صیدگاہِ عشق میں یاروں کا جی گیا — مرگ اُس شکار گہ کا شکارِ رمیدہ تھا

115/5 مت پوچھ کس طرح سے کٹی رات ہجر کی — ہر نالہ میری جان کو تیغِ کشیدہ تھا

115/6 حاصل نہ پوچھ گلشنِ مشہد کا بوالہوس — یاں پھل ہر اک درخت کا حلقِ بریدہ تھا

115/7 دل بے قرارِ گریۂ خونیں تھا رات میر
آیا نظر تو بسملِ در خوں تپیدہ تھا

﴿116﴾

116/1 کثرتِ داغ سے دل رشکِ گلستاں نہ ہوا — میرا دل خواہ، جو کچھ تھا، وہ کبھو یاں نہ ہوا

116/2 جی تو ایسے کئی صدقے کیے تجھ پر لیکن — حیف یہ ہے کہ تنک تو بھی پشیماں نہ ہوا

116/3 آہ میں کب کی کہ سرمایۂ دوزخ نہ ہوئی — کون سا اشک مرا منبعِ طوفاں نہ ہوا

116/4 گو توجہ سے زمانے کی جہاں میں مجھ کو (قطعہ) — جاہ و ثروت کا میسر سرو ساماں نہ ہوا

116/5 شکر صد شکر کہ میں ذلت و خواری کے سبب — کسی عنوان سے ہم چشمِ عزیزاں نہ ہوا

116/6 برق مت خوشے کی اور اپنی بیاں کر صحبت — شکر کر یہ کہ مرا واں دلِ سوزاں نہ ہوا

116/7 دلِ بے رحم گیا شیخ لیے زیرِ زمیں — مر گیا پر یہ کہن گبر مسلماں نہ ہوا

116/8 کون سی رات زمانے میں گئی جس میں میر
سینۂ چاک سے میں دست و گریباں نہ ہوا

﴿117﴾

117/1 تیرے قدم سے جا لگے جس پہ مرا ہے سر لگا — گو کہ مرے ہی خون کی دست گرفتہ ہو حنا

117/2 سنگ مجھے بہ جاں قبول اس کے عوض ہزار بار — تا بہ کجا یہ اضطراب، دل نہ ہوا ستم ہوا

117/3 کس کی ہوا، کہاں کا گل، ہم تو قفس میں ہیں اسیر — سیرِ چمن کی روز و[1] شب، تجھ کو مبارک اے صبا

117/4 کن نے بدی ہے اتنی دیر موسمِ گل میں ساقیا — دے بھی مئے دو آتشہ، زور ہی سرد ہے ہوا

117/5 فصلِ خزاں تلک تو میں اتنا نہ تھا خراب گرد — مجھ کو جنون ہو گیا، موسمِ گل میں کیا بلا

117/6 جانِ بلب رسیدہ سے اتنا ہی کہنے پائے ہم — جاوے اگر تو یار تک، کہیو ہماری بھی دُعا

117/7 بوئے کبابِ سوختہ آتی ہے کچھ دماغ میں — ہووے نہ ہووے اے نسیم! رات کسی کا دل جلا

117/8 میں تو کہا تھا تیرے تئیں، آہ سمجھ نہ ظلم کر
آخرِ کار بے وفا! جی ہی گیا نہ میر کا

﴿118﴾

(قبل از 1752ء)

118/1 قابو خزاں سے ضعف کا گلشن میں بن گیا — دوشِ ہوا پہ رنگِ گل و[2] یاسمن گیا

118/2 برگشتہ بخت دیکھ کہ قاصد سفر سے میں — بھیجا تھا اُس کے پاس، سو میرے وطن گیا

---

[1] نول کشور دوم، سوم میں 'روز شب' ہے یعنی واوِ عطف کے بغیر۔

[2] نول کشور دوم، سوم اور آسی کے یہاں 'گلِ یاسمن' ہے، جب کہ نسخۂ کالج میں 'گل و یاسمن' ہے، جو بہتر ہے۔

118/3 خاطر نشاں، اے صید فگن ہو گی کب تری — تیروں کے مارے میرا کلیجا تو چھن گیا

118/4 یادش بخیر دشت میں مانندِ عنکبوت — دامن کے اپنے تار جو خاروں پہ تن گیا

118/5 مارا تھا کس لباس میں عریانی نے مجھے — جس سے تہِ زمین بھی میں بے کفن گیا

118/6 آئی اگر بہار تو اب ہم کو کیا صبا — ہم سے تو آشیاں بھی گیا اور چمن گیا

118/7 سرسبز ملکِ ہند میں ایسا ہوا کہ میر
یہ ریختہ لکھا ہوا تیرا دکن تھا

﴿119﴾

119/1 لختِ جگر تو اپنے یک لخت رو چکا تھا — اشکِ فقط کا جھمکا آنکھوں سے لگ رہا تھا

119/2 دامن میں آج دیکھا پھر لخت میں نے آیا — ٹکڑا کوئی جگر کا پلکوں میں رہ گیا تھا

119/3 اس قیدِ جیب سے میں چھوٹا جنوں کی دولت — ورنہ گلا یہ میرا جوں طوق میں پھنسا تھا

119/4 مشتِ نمک کی خاطر اس واسطے ہوں حیراں — کل زخمِ دل نہایت دل کو مرے لگا تھا

119/5 اے گرد بادمت دے ہر آن عرضِ وحشت — میں بھی کسو زمانے اس کام میں بلا تھا

119/6 بن کچھ کہے سنا ہے عالم سے میں نے کیا کیا — پر تو نے یوں نہ جانا اے بے وفا کہ کیا تھا

119/7 روتی ہے شمع ہر شب اتنا کہ کچھ نہ پوچھو — میں سوزِ دل کو اپنے، مجلس میں کیوں کہا تھا

119/8,9 سر مار کر ہوا تھا میں خاک اس گلی میں — (قطعہ) سینے پہ مجھ کو اُس کا مذکور نقشِ پا تھا
سو بختِ تیرہ سے ہوں پامالِ صبا میں — اس دن کے واسطے میں کیا خاک میں ملا تھا

119/10-13 یہ سرگزشت میری افسانہ جو ہوئی ہے — (قطعہ) مذکور اِس[1] کا اُس کے کوچے میں جا بہ جا تھا
سن کر کسی سے وہ بھی کہنے لگا تھا کچھ کچھ — بے درد کتنے بولے، ہاں اُس کو کیا ہوا تھا
کہنے لگا کہ جانے میری بلا عزیزاں — احوال تھا کسی کا کچھ میں بھی سن لیا تھا
آنکھیں مری کھلیں جب جی میر کا گیا تب
دیکھے سے اُس کو ورنہ میرا بھی جی جلا تھا

﴿120﴾
(قبل از 1752ء)

120/1 سرِ دورِ فلک بھی دیکھوں اپنے روبرو ٹوٹا — کہ سنگِ محتسب سے پائے خُم دستِ سبو ٹوٹا

120/2 کہاں آتے میسر تجھ سے مجھ کو خود نما اتنے — ہوا یوں اتفاق آئینہ میرے[2] روبرو ٹوٹا

120/3 کفِ چالاک میں تیری جو تھا سر رشتہ جانوں کا — گریباں سے مرے ہر اک ترا ٹانکا، رفو، ٹوٹا

120/4 طراوت تھی چمن میں سرد گویا اشک قمری سے — اُدھر آنکھیں مندیں اُس کی کہ ایدھر آبِ جو ٹوٹا

120/5 خطر کر تو، نہ لگ چل اے صبا اُس زلف سے اتنا — بلا آوے گی تیرے سر جو اُس کا ایک مو ٹوٹا

120/6 وہ بے کس کیا کرے، کہہ[3] تو، رہی دل ہی کی دل ہی میں
نپٹ بے جا ترا دل میر سے ہے آرزو ٹوٹا

---

[1] نسخۂ آسی اور مجلس میں 'مذکور اُس کا اُس کے' ہے، جب کہ مصرع اول میں 'یہ سرگزشت' کے بعد 'مذکور اِس کا' ہونا چاہیے تھا۔

[2] نول کشور طبع دوم، سوم میں 'تیرے روبرو' ہے جب کہ نسخۂ کالج، نکات الشعرا اور آسی کے یہاں 'میرے روبرو' ہے جو زیادہ بہتر ہے۔

[3] نسخۂ آسی (ص ۷۶) میں 'کہہ' کی جگہ 'کر' ہے جو درست نہیں، تمام نسخوں میں 'کہہ' ہے اور درست بھی ہے۔

﴿121﴾
(قبل از 1752ء)

121/1 آنکھوں میں جی مرا ہے اِدھر یار دیکھنا — عاشق کا اپنے آخری دیدار دیکھنا
121/2 کیسا چمن کہ ہم سے اسیروں کو منع ہے — چاکِ قفس سے باغ کی دیوار دیکھنا
121/3 آنکھیں چرائیو نہ ٹک ابر بہار سے — میری طرف بھی دیدۂ خوں بار دیکھنا
121/4 ہونا نہ چار چشم دل اُس ظلم پیشہ سے — ہشیار ، زینہار ، خبردار ، دیکھنا
121/5 صیاد! دل ہے داغِ جدائی سے رشکِ باغ — تجھ کو بھی ہو نصیب یہ گلزار دیکھنا
121/6 گر زمزمہ یہی ہے کوئی دن تو ہم صفیر — اس فصل ہی میں ہم کو گرفتار دیکھنا
121/7 بلبل ہمارے گل پہ نہ گستاخ کر نظر — ہو جائے گا گلے کا کہیں ہار، دیکھنا
121/8 شاید ہماری خاک سے کچھ ہو بھی اے نسیم — غربال کر کے کوچۂ دلدار دیکھنا
121/9 اے ہم سفر نہ آبلے کو پہنچے چشمِ تر — لاگا ہے میرے پاؤں میں آ خار دیکھنا
121/10 اُس خوش نگہ کے عشق سے پرہیز کیجو میر
جاتا ہے لے کے جی ہی یہ آزار دیکھنا

﴿122﴾

122/1 غلط ہے عشق میں اے بوالہوس اندیشہ راحت کا — رواج اس ملک میں ہے درد و داغ و رنج و کلفت کا
122/2 زمیں اک صفحۂ تصویرِ بے ہوشاں سے مانا ہے — یہ مجلس جب سے ہے اچھا نہیں کچھ رنگ صحبت کا
122/3 جہاں جلوے سے اُس محبوب کے یکسر لبالب ہے — نظر پیدا کر اوّل، پھر تماشا دیکھ قدرت کا
122/4 ہنوز آوارۂ لیلیٰ ہے جانِ رفتہ مجنوں کی — موئے پر بھی رہا ہوتا نہیں وابستہ الفت کا
122/5 حریفِ بے جگر ہے صبر ورنہ کل کی صحبت میں — نیاز و ناز کا جھگڑا گرو تھا ایک جرأت کا
122/6 نگاہِ یاس بھی اُس صید افگن پر غنیمت ہے — نہایت تنگ ہے اے صیدِ بسمل وقت فرصت کا
122/7 خرابی دل کی اس حد ہے کہ یہ سمجھا نہیں جاتا — کہ آبادی بھی یاں تھی یا کہ ویرانہ تھا مدت کا
122/8 نگاہِ مست نے اُس کی لُٹائی خانقہ ساری — پڑا ہے برہم اب تک کارخانہ زہد و طاعت کا
122/9 قدم ٹک دیکھ کر رکھ میر سر دِل سے نکالے گا
پلک سے شوخ تر کانٹا ہے صحرائے محبت کا

﴿123﴾
(قبل از 1752ء)

123/1 جو اس شور سے میر روتا رہے گا — تو ہمسایہ کاہے کو سوتا رہے گا
123/2 میں وہ رونے والا جہاں سے چلا ہوں — جسے اَبر ہر سال روتا رہے گا
123/3 مجھے کام رونے سے اکثر ہے ناصح — تو کب تک مرے منہ کو دھوتا رہے گا
123/4 بس اے گریہ، آنکھیں تری[1] کیا نہیں ہیں — کہاں تک جہاں کو ڈبوتا رہے گا

---

[1] نسخۂ آسی (ص ۴۸) پر 'آنکھیں ترے' ہے، مجلس میں 'تری' بہتر، تاہم اختلافِ متن مذکور نہیں۔

123/5 مرے دل نے وہ نالہ پیدا کیا ہے — جرس کے بھی جو ہوش کھوتا رہے گا

123/6 تو یوں گالیاں غیر کو شوق سے دے — ہمیں کچھ کہے گا تو ہوتا رہے گا

123/7 بس اے میر مژگاں سے پونچھ آنسوؤں کو
تو کب تک یہ موتی پروتا رہے گا

124
(قبل از 1752ء)

124/1 نئی طرزوں سے مے خانے میں رنگِ مے جھلکتا تھا — گلابی روتی تھی واں، جام ہنس ہنس کر چھلکتا تھا

124/2 ترے اس خاک اڑانے کی دھمک سے اے مری وحشت — کلیجہ ریگِ صحرا کا بھی دس دس گز تھلکتا تھا

124/3 گئی تسبیح اُس کی نزع میں کب میر کے دل سے
اُسی کے نام کی سمرن تھی، جب منکا ڈھلکتا تھا

125
(قبل از 1752ء)

125/1 تجھ سے ہر آن مرے پاس کا آنا ہی گیا — کیا گلہ کیجے، غرض اب وہ زمانا ہی گیا (زمانہ)

125/2 چشم بن[1] اشک ہوئی یا نہ ہوئی یکساں ہے — خاک میں جب وہ مِلا، موتی کا دانا ہی گیا (دانہ)

125/3 بزمِ مجنوں میں خرد مند کوئی جا نہ سکا — عاقبت سر کو قدم کر، یہ دوانا ہی گیا (دوانہ)

125/4 ہم اسیروں کو بھلا کیا جو بہار آئی نسیم — عمر گزری کہ وہ گلزار کا جانا ہی گیا

125/5 جی گیا میر کا اس لیت و لعل میں لیکن
نہ گیا ظلم ہی تیرا، نہ بہانا ہی گیا (بہانہ)

126

126/1 دل عشق کا ہمیشہ حریفِ نبرد تھا — اب جس جگہ کہ داغ ہے یاں آگے درد تھا

126/2 اک گردِ راہ تھا پئے محمل تمام راہ — کس کا غبار تھا کہ یہ دُنبالہ گرد تھا

126/3 دل کی شکستگی نے ڈرائے رکھا ہمیں — واں چیں جبیں پہ آئی کہ یاں رنگ زرد تھا

126/4 مانندِ حرف، صفحۂ ہستی سے اُٹھ گیا — دل بھی مرا جریدۂ عالم میں فرد تھا

126/5 تھا پشتہ ریگِ بادیہ اک وقت کارواں — یہ گردباد کوئی بیاباں نورد تھا

126/6 گزری مُدام اُس کی جوانانِ مست میں — پیرِ مُغاں بھی طرفہ کوئی پیر مرد تھا

126/7 عاشق ہیں ہم تو میر کے بھی ضبطِ عشق کے
دل جل گیا تھا اور نفس لب پہ سرد تھا

127
(قبل از 1752ء)

127/1 گئے قیدی ہو ہم آواز جب صیاد آ ٹوٹا — یہ ویراں آشیانے دیکھنے کو ایک میں چھوٹا

127/2 مرا رنگ اُڑ گیا جس وقت سنگِ محتسب آگے — بغل سے گر پڑا مینا و ساغر چور ہو پھوٹا

1۔ نسخۂ آسی میں 'بن' درست جب کہ نول کشوری نسخوں دوم، سوم (ص ۴۵) میں 'میں' غلط ہے۔

127/3 مرا وعدہ ہی آ پہنچا، ترے آنے کے وعدے تک ہوا میں موت سے سچا، رہا اے شوخ! تو جھوٹا

127/4 کفِ جاناں سے کیا امکاں، رہائی میر کوئی ہو
اچنبھا ہے جو اُس کے ہاتھ سے رنگِ حنا چھوٹا

﴿128﴾

128/1 برقع اُٹھا تھا رُخ سے مرے بدگمان کا دیکھا تو اور رنگ ہے سارے جہان کا

128/2 مت مانیو کہ ہو گا یہ بے درد اہلِ دیں گر آوے شیخ پہن کے جامہ قرآن کا

128/3 خوبی کو اُس کے چہرے کی کیا پہنچے آفتاب ہے اِس میں اُس میں فرق زمین آسمان کا

128/4 ابلہ ہے وہ جو ہووے خریدارِ گل رُخاں اس سودے میں صریح ہے نقصان جان کا

128/5 کچھ اور گاتے ہیں جو رقیب اُس کے روبرو دشمن ہیں میری جان کے، یہ جی ہے تان کا

128/6 تسکین اُس کی تب ہوئی جب چپ مجھے لگی مت پوچھ کچھ سلوک مرے بد زبان کا

128/7-8 یاں بلبل اور گل پہ تو عبرت سے آنکھ کھول (قطعہ) گلگشت سرسری نہیں اس گلستان کا
گل یادگارِ چہرۂ خوباں ہے، بے خبر مرغِ چمن نشاں ہے کسو خوش زبان کا

128/9 تو برسوں میں کہے ہے ملوں گا میں میر سے
یاں کچھ کا کچھ ہے حال ابھی اُس جوان کا

﴿129﴾

129/1 مُغاں مجھ مست بن پھر خندۂ ساغر نہ ہووے گا مےِ گل گوں کا شیشہ ہچکیاں لے لے کے رووے گا

129/2 کیا ہے خوں مرا پامال یہ سرخی نہ چھوٹے گی اگر قاتل تو اپنے پاؤں سو پانی سے دھووے گا

129/3 کوئی رہتا ہے جیتے[1] جی ترے کوچے کے آنے سے
تبھی آسودہ ہو گا میر سا، جب جی کو کھووے گا

﴿130﴾

(قبل از 1752ء)

130/1 مجھے زنہار خوش آتا نہیں کعبے کا ہمسایا صنم خانہ ہی یاں اے شیخ تو نے کیوں نہ بنوایا

130/2 زہے اے عشق کی نیرنگ سازی غیر کو اُن نے جلایا بات کہتے واں، ہمیں مرنے کو فرمایا

130/3 بھری ہے آگ تیرے دردِ دل میں میرا ایسی تو
کہ کہتے روبرو اُس شوخ کے قاصد کا مُنہ آیا

﴿131﴾

131/1 نقش بیٹھے ہے کہاں خواہشِ آزادی کا ننگ ہے نامِ رہائی تری صیادی کا

131/2 داد دے ورنہ ابھی جان پہ کھیلوں ہوں میں دل جلانا نہیں دیکھا کسو فریادی کا

131/3 شہر کی سی رہی رونقِ اُسی کے جیتے جی مر گیا قیس جو تھا خانہ خدا دادی کا

131/4 شیخ کیا صورتیں رہتی تھیں بھلا جب تھا دیر روبہ ویرانی ہو اس کعبے کی آبادی کا

---

[1] نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'جیتے جی' درست ہے، طبع سوم اور نسخۂ آسی میں 'جی بے جی' غلط ہے۔

131/5	ریختہ رُتبے کو پہنچایا ہوا اُس کا ہے معتقد کون نہیں میر کی اُستادی کا

﴿132﴾

132/1	کام پل میں مرا تمام کیا	غرض اُس شوخ نے بھی کام کیا
132/2	سرو و شمشاد خاک میں مل گئے	تو نے گلشن میں کیوں خرام کیا
132/3,4	سعیِ طوفِ حرم نہ کی ہرگز (قطعہ)	آستاں پر ترے مقام کیا
	تیرے کوچے کے رہنے والوں نے	یہیں سے کعبے کو سلام کیا
132/5	اُس کے عیّار پن نے میرے تئیں	خادم و بندہ و غلام کیا
132/6	حالِ بد میں مرے تنگ آ کر	آپ کو سب میں نیک نام کیا
132/7,8	ہو گیا دل مرا تبرّک جب (قطعہ)	درد نے قطعۂ پیام کیا
	دلّی کے کج کُلاہ لڑکوں نے	کام عشاق کا تمام کیا
132/9	کوئی عاشق نظر نہیں آتا	ٹوپی والوں نے قتلِ عام کیا
132/10	عشقِ خوباں کو میر میں اپنا قبلہ و کعبہ و امام کیا	

﴿133﴾

133/1	رات پیاسا تھا میرے لوہو کا	ہوں دوانہ ترے سگِ کُو کا
133/2	شعلۂ آہ جوں توں اب مجھ کو	فکر ہے اپنے ہر بُنِ مُو کا
133/3	ہے مرے یار کے مسوں کا رَشک	کُشتہ ہوں سبزۂ لبِ جُو کا
133/4	بوسہ دینا مجھے نہ کر موقوف	ہے وظیفہ یہی دعا گو کا
133/5	شورِ قلقل کی ہوتی تھی مانع	ریشِ قاضی پہ رات میں تھوکا
133/6	عطر آگیں ہے بادِ صبح مگر	کھل گیا پیچ زلفِ خوشبو کا
133/7	ایک دو ہوں تو سحر چشم کہوں	کارخانہ ہے واں تو جادو کا
133/8-9	میر ہرچند میں نے چاہا لیک (قطعہ)	نہ چھپا عشق طفلِ بدخو کا
	نام اُس کا لیا اِدھر اُودھر اُڑ گیا رنگ ہی مرے رو کا	

﴿134﴾

134/1	آیا تھا خانقہ میں وہ نور دیدگاں کا	تہہ کر گیا مصلّیٰ عزلت گزیدگاں کا
134/2	آخر کو خاک ہونا درپیش ہے سبھوں کو	ٹک دیکھ مُنہ کدھر ہے قامت خمیدگاں کا
134/3	جو خار دشت میں ہے سو چشمِ آبلہ سے	دیکھا ہوا ہے تیرے محنت کشیدگاں کا
134/4	اب زیرِ خاک رہنا مشکل ہے کشتگاں کو	آرام کھو چلا تو ان آرمیدگاں کا

۱؎ نول کشور دوم، سوم سے لے کر آسی، عبادت و مجلس سب نے 'بہ تنگ آ کر' درج کیا، نسخۂ کالج میں 'تنگ آ کر' ہے اور یہی درست بھی ہے، علاوہ ا
شعر پانچ اور چھ کو مسلسل بھی سمجھا جاسکتا ہے۔

134/5 تیرِ بلا کا ہر دم اب میر ہے نشانہ
پتھر جگر ہے اُس کے آفت رسیدگاں کا

﴿135﴾

(قبل از 1752ء)

135/1 صحرا میں سیلِ اشک مرا جا بہ جا پھرا — مجنوں بھی اُس کی موج میں مدت بہا پھرا
135/2 طالع جو خوب تھے نہ ہوا جاہ کچھ نصیب — سر پر مرے کروڑ برس تک ہُما پھرا
135/3 آنکھیں بہ رنگِ نقشِ قدم ہوگئیں سفید — نامے کے انتظار میں، قاصد بھلا پھرا
135/4 ٹک بھی نہ مڑ کے میری طرف تونے کی نگاہ — اک عمر تیرے پیچھے میں ظالم لگا پھرا
135/5 دیر و حرم میں کیوں کہ[1] قدم رکھ سکے گا میر
ایدھر تو اُس سے بت پھرے اُودھر خدا پھرا

﴿136﴾

136/1 کس شام سے اٹھا تھا مرے دل میں درد سا — سو ہو چلا ہوں پیشتر از صبح سرد سا
136/2 بیٹھا ہوں جوں غبارِ ضعیف اب وگرنہ میں — پھرتا رہا ہوں گلیوں میں آوارہ گرد سا
136/3 قصدِ طریقِ عشق کیا سب نے بعدِ قیس — لیکن ہوا نہ ایک بھی اُس رہ نورد سا
136/4 حاضر یراقِ بے مزگی کس گھڑی نہیں — معشوق کچھ ہمارا ہے عاشق نبرد سا
136/5 کیا میر ہے یہی جو ترے در پہ تھا کھڑا
نم ناک چشم و خشک لب و رنگ زرد سا

﴿137﴾

(قبل از 1752ء)

137/1 ترے عشق میں آگے سودا ہوا تھا — پر اتنا بھی ظالم نہ رسوا ہوا تھا
137/2 خزاں التفات اِس پہ کرتی بجا تھی — یہ غنچہ چمن میں ابھی وا ہوا تھا
137/3 کہاں تھا تُو، اِس طور آنے سے میرے — گلی میں تری کل تماشا ہوا تھا
137/4 گریباں سے تب ہاتھ اُٹھایا تھا میں نے — مری اور دامانِ صحرا ہوا تھا
137/5 زہے طالع! اے میر اُن نے یہ پوچھا
کہاں تھا تو اب تک، تجھے کیا ہوا تھا

﴿138﴾

(قبل از 1752ء)

138/1 آہ کے تئیں[2] دلِ حیران و خفا کو سونپا — میں نے یہ غنچۂ تصویر صبا کو سونپا
138/2 ترے کوچے میں مری خاک بھی پامال ہوئی — تھا وہ بے درد، مجھے جن نے وفا کو سونپا
138/3 اب تو جاتا ہی ہے کعبے کو تُو بت خانے سے
جلد پھر پہنچیو، اے میر! خدا کو سونپا

---

[1] نسخۂ آسی میں 'کیوں کہ' درست جب کہ نسخۂ مجلس جلد اوّل (ص ۲۰۳) پر 'کیوں کے' درج ہوا ہے۔

[2] نسخۂ آسی، طبع سوم و عبادت میں 'آہ کی میں' غلط ہے، نسخۂ کالج اور طباعت دوم میں 'آہ کے تئیں' درست ہے۔

﴿139﴾

139/1 گلہ نہیں ہے ہمیں اپنی جاں گدازی کا
جگر پہ زخم ہے اُس کی زباں درازی کا

139/2 سمندِ ناز نے اُس کے جہاں کیا پامال
وہی ہے اب بھی اُسے شوق ترک تازی کا

139/3 ستم ہیں، قہر ہیں، لونڈے شراب خانے کے
اُتار لیتے ہیں عمامہ ہر نمازی کا

139/4 الٹ پلٹ مری آہِ سحر کی کیا ہے کم
اگر خیال تمھیں ہووے نیزہ بازی کا

139/5 بتاؤ ہم سے کوئی آن تم سے کیا بگڑی
نہیں ہے تم کو سلیقہ زمانہ سازی کا

139/6 خدا کو کام تو سونپے ہیں میں نے سب لیکن
رہے ہے خوف مجھے واں کی بے نیازی کا

139/7 چلو ہو راہ ، موافق کہے مخالف کے
طریق چھوڑ دیا تم[1] نے دل نوازی کا

139/8 کسو کی بات نہ آگے مرے نہ پایا رنگ
دلوں میں نقش ہے میری سخن طرازی کا

139/9 بسانِ خاک ہو پامالِ راہِ خلق اے میر
رکھے ہے دل میں اگر قصد سرفرازی کا

﴿140﴾

140/1 کیا کہیے کہ خوباں نے اب ہم میں ہے کیا رکھا
اُن چشم سیاہوں نے بہتوں کو سُلا رکھا

140/2 جلوہ ہے اُسی کا سب گلشن میں زمانے کے
گل پھول کو ہے اُن نے پردہ سا بنا رکھا

140/3 جوں برگِ خزاں دیدہ سب زرد ہوئے ہم تو
گرمی نے ہمیں دل کی آخر کو جلا رکھا

140/4 کہیے جو تمیز اُس کو کچھ اچھے بُرے کی ہو
دل جس کسو کا پایا، چٹ اُن نے اڑا رکھا

140/5 تھی مسلکِ اُلفت کی مشہور خطرناکی
میں دیدہ و دانستہ کس راہ میں پا رکھا

140/6 خورشید و قمر پیارے رہتے ہیں چھپے کوئی
رخساروں کو گو تو نے برقع سے چھپا رکھا

140/7 چشمک ہے نہیں تازی، شیوے یہ اُسی کے ہیں
جھمکی سی دکھا دے کر، عالم کو لگا رکھا

140/8 لگنے کے لیے دل کے چھڑکا تھا نمک میں نے
سو چھاتی کے زخموں نے کل[2] دیر مزا رکھا

140/9 کُشتے کو اُس ابرو کے کیا میل ہو ہستی کی
میں طاقِ بلند اوپر جینے کو اُٹھا رکھا

140/10 قطعی ہے دلیل اے میر اُس تیغ کی بے آبی
رحم اُن نے مرے حق میں مطلق نہ روا رکھا

﴿141﴾

141/1 کام میرا بھی ترے غم میں کہوں ہو جائے گا
جب یہ کہتا ہوں تو کہتا ہے کہ ہوں ہو جائے گا

141/2 خون کم کر اب کہ کشتوں کے تو پشتے لگ گئے
قتل کرتے کرتے تیرے تئیں جنوں ہو جائے گا

141/3 اُس شکار انداز خونیں کا نہیں آیا مزاج
ورنہ آہوئے حرم، صید زبوں ہو جائے گا

141/4 بزمِ عشرت میں بُلا[3] مت ہم نگوں بختوں کے تئیں
جوں حبابِ بادہ، ساغر سرنگوں ہو جائے گا

141/5 کیا کہوں میں میر اُس عاشق ستم محبوب کو
طور پر اُس کے کسو دن کوئی خوں ہو جائے گا

---

[1] نول کشور طبع دوم، سوم میں 'ہم' غلط ہے، آسی کے یہاں 'تم' درست ہے۔ مزید یہ کہ نسخۂ مجلس میں 'راہِ موافق' اضافت کے ساتھ درج ہے جب کہ اس طرح مصرع بے معنی ہو جاتا ہے، اسی لیے ہم نے 'راہ' کے بعد وقف درج کیا ہے۔

[2] نسخۂ آسی و عبادت میں 'کل' کی جگہ 'کی' نہایت غلط ہے، نسخۂ کالج و مجلس میں 'کل' درست ہے۔

[3] تمام مروّج نسخوں میں 'ملا' ہے جب کہ 'بُلا' کے بغیر شعر معنی سے بے گانہ ہے لہٰذا تصحیح قیاسی کے بغیر چارہ نہیں تھا۔

﴿142﴾

142/1 سینہ دشنوں سے چاک تا نہ ہوا — دل جو عقدہ تھا سخت وا نہ ہوا
142/2 سب گئے ہوش و صبر و تاب و تواں — دل سے اک داغ ہی جدا نہ ہوا
142/3 ظلم و جور و جفا، ستم، بیداد — عشق میں تیرے ہم پہ کیا نہ ہوا
142/4 ہم تو ناکام ہی جہاں میں رہے — یاں کبھو اپنا مدعا نہ ہوا
142/5 میر افسوس وہ کہ جو کوئی
اس کے دروازے کا گدا نہ ہوا

﴿143﴾

143/1 یار عجب طرح نگہ کر گیا — دیکھنا وہ دل میں جگہ کر گیا
143/2 تنگ قبائی کا سماں یار کی — پیرہنِ غنچہ کو تہہ کر گیا
143/3 جانا ہے اِس بزم سے آیا تو کیا — کوئی گھڑی گو کہ تو رہ کر گیا
143/4 وصفِ خط و خال میں خوباں کے میر
نامۂ اعمال سیہ کر گیا

﴿144﴾

144/1 آہ سَحر نے سوزشِ دل کو مِٹا دیا — اس باد نے ہمیں تو دیا سا بجھا دیا
144/2 سمجھی نہ بادِ صبح کہ آ کر اُٹھا دیا — اُس فتنۂ زمانہ کو ناحق جگا دیا
144/3 پوشیدہ رازِ عشق چلا جائے تھا سو آج — بے طاقتی نے دل کی وہ پردہ اُٹھا دیا
144/4 اس موج خیز دہر میں ہم کو قضا نے آہ — پانی کے بلبلے کی طرح سے مِٹا دیا
144/5 تھی لاگ اس کی تیغ کو ہم سے سو عشق نے — دونوں کو معرکے میں گلے سے مِلا دیا
144/6 سب شورِ ما و من کو لیے سر میں مر گئے — یاروں کو اس فسانے نے آخر سُلا دیا
144/7 آوارگانِ عشق کا پوچھا جو میں نشاں — مشتِ غبار لے کے صبا نے اُڑا دیا
144/8 اجزا بدن کے جتنے تھے، پانی ہو بہہ گئے — آخر گدازِ عشق نے ہم کو بہا دیا
144/9 کیا کچھ نہ تھا ازل میں نہ طالع جو تھے درست — ہم کو دلِ شکستہ قضا نے دلا دیا
144/10 گویا محاسبہ مجھے دینا تھا عشق کا — اس طور دل سی چیز کو میں نے لگا دیا
144/11 مدت رہے گی یاد ترے چہرے کی جھلک — جلوے کو جس نے ماہ کے جی سے بھلا دیا
144/12 ہم نے تو سادگی سے کیا جی کا بھی زیاں — دل جو دیا تھا سو تو دیا، سر جدا دیا
144/13 بوئے کبابِ سوختہ آئی دماغ میں — شاید جگر بھی آتشِ غم نے جلا دیا
144/14 تکلیف دردِ دل کی عبث ہم نشیں نے لی[1] — دردِ سخن نے میرے سبھوں کو رُلا دیا
144/15 اُن نے تو تیغ کھینچی تھی پر جی چلا کے میر
ہم نے بھی ایک دم میں تماشا دِکھا دیا

---

[1] نول کشور دوم اور مخطوطے میں 'کی' ہے، آسی کے یہاں 'لی' ہے، اگر 'کی' کو درست مانا جائے تو پھر 'دردِ دل کی' کو 'دردِ دل کو' کرنا ہوگا اسی لیے 'کی' ہی پر فی الحال اکتفا کیا جا رہا ہے۔

ردیف الف ـــــــ دیوان دوم

﴿145﴾

145/1 ہر ذی حیات کا ہے سبب جو حیات کا — نکلے ہے جی ہی اُس کے لیے کائنات کا

145/2 بکھرے ہے زلف اس رخِ عالم فروز پر — ورنہ بناؤ ہووے نہ دن اور رات کا

145/3 در پردہ وہ ہی معنی مُقوّم نہ ہوں اگر — صورت نہ پکڑے[1] کام فلک کی ثبات کا

145/4 ہیں مُستحیل خاک سے اجزائے نوخطاں — کیا سہل ہے زمیں سے نکلنا نبات کا

145/5 مستہلک اس کے عشق کے جانے ہیں قدرِ مرگ — عیسیٰ و خضر کو ہے مزا کب وفات کا

145/6 اشجار ہوویں خامہ و آبِ سیہ بحار[2] — لکھنا نہ تو بھی ہو سکے اُس کی صفات کا

145/7 اس کے فروغِ حسن سے جھمکے ہے سب میں نور — شمعِ حرم ہو یا کہ دیا سومنات کا

145/8 بالذات ہے جہاں میں وہ موجود ہر جگہ — ہے دید[3] چشمِ دل کے کھلے عین ذات کا

145/9 ہر صفحے میں ہے محوِ کلام اپنا دس جگہ — مصحف کو کھول، دیکھ ٹک انداز بات کا

145/10 ہم مُذنبوں میں صرف کرم سے ہے گفتگو — مذکور و ذکر یاں نہیں صوم و صلات کا

145/11 کیا میرؔ تجھ کو نامہ سیاہی کا فکر ہے
ختمِ رُسل سا شخص ہے ضامن نجات کا

﴿146﴾

146/1 جلوہ نہیں ہے نظم میں حسنِ قبول کا — دیواں میں شعر گر نہیں نعتِ رسولؐ کا

146/2 حق کی طلب ہے کچھ تو محمدؐ پرست ہو — ایسا وسیلہ ہے بھی خدا کے حصول[4] کا

146/3 مطلوب ہے زمان و مکان[5] و جہان سے — محبوب ہے ملک کا، فلک کا، عقول کا

146/4 احمد کو ہم نے جان رکھا ہے وہی احد — مذہب کچھ اور ہوگا کسی بوالفضول کا

146/5 جن مردماں کو آنکھیں دیا ہے خدا نے، وے (ہیں) — سرمہ کریں ہیں رہ کی تری خاک دھول کا

146/7 مقصود ہے علی کا، ولی کا، نبی کا تو — ہے قصد سب کو تیری رضا کے حصول کا

146/8,9 (قطعہ)
تھی گفتگوے باغِ فدک جڑ فساد کی — جانے ہے جس کو علم ہے دیں کے اصول کا
دعویٰ جو حق شناسی کا رکھیے سو اس قدر — پھر جان بوجھ کریے تلف حق بتولؓ کا

---

[1] 'پکڑے' نسخۂ کالج اور آسی کے مطابق درست ہے۔ نول کشور طبع دوم میں 'بگڑی' اور سوم میں 'پگڑی' اغلاط ہیں۔

[2] یہ مصرع نسخۂ کالج اور نول کشور طبع دوم، سوم کے مطابق ہے، نسخۂ آسی و مجلس و عبادت میں یوں ہے 'اشجار خامہ ہودیں جو آب سیہ بحار'۔

[3] نسخہ کالج میں 'دید' درست ہے جب کہ نول کشور دوم سوم میں 'دیدہ' غلط، مجلس اور آسی نے 'چشمِ دل' کو بلا اضافت درج کیا۔

[4] نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم میں 'وصول' درست نہیں، آسی کے یہاں 'حصول' صحیح ہے۔

[5] اگر چہ مجلس کے نسخے میں نسخہ کالج اور طبع دوم، سوم نول کشور کی سند سے 'زمان و مکانِ جہاں سے' لکھا لیکن ہم نے آسی کے متن 'زمان و مکان و سے' کو دوسرے مصرع کی مناسبت سے زیادہ موزوں خیال کیا ہے۔

146/10 پروائے حشر کیا ہے تجھے میر شاد رہ
ہے عذر خواہِ جرم جو وہ تجھ ملول کا

﴿147﴾

147/1 جو معتقد نہیں ہے علیؑ کے کمال کا — ہر بال اُس کے تن پہ ہے موجب وبال کا

147/2 عزت علیؑ کی ، قدر علیؑ کی بہت ہے دور — مورد ہے ذوالجلال کے عزوجلال کا

147/3 پایا علیؑ کو جا کے محمدؐ نے اُس جگہ — جس جا نہ تھا لگاؤ گمان و خیال کا

147/4 رکھنا قدم پہ اُس کے قدم کب ملک سے ہو — مخلوق آدمی نہ ہوا ایسی چال کا

147/5 شخصیت ایسی کس کی تھی ختمِ رسل کے بعد — تھا مشورت شریک حقِ لایزال کا

147/6 توڑا بتوں کو دوشِ نبی پر قدم کو رکھ — چھوڑا نہ نام کعبے میں کفروضلال کا

147/7 راہِ خدا میں اُن نے دیا اپنے بھی تئیں — یہ جود ، منہ تو دیکھو کسو آشال کا

147/8 نسبت نہ بندگی کی ہوئی جس کی واں درست — رونا مجھے ہے حشر میں اُس کی ہی چال کا

147/9 فکرِ نجات میر کو کیا ، مدح خواں ہے وہ
اولاد کا علیؑ کی ، محمدؐ کی آل کا

﴿148﴾

148/1 لذت سے نہیں خالی جانوں کا کھپا جانا — کب خضر و مسیحا نے مرنے کا مزا جانا

148/2 ہم جاہ و حشم یاں کا کیا کہیے کہ کیا جانا — خاتم کو سلیماں کی انگشترِ پا جانا

148/3 یہ بھی ہے ادا کوئی خورشید نمط پیارے — منہ صبح دکھا جانا ، پھر شام چھپا جانا

148/4 کب بندگی میری سی بندہ کرے گا کوئی — جانے ہے خدا اِس کو ، میں تجھ کو خدا جانا

148/5 تھا ناز بہت ہم کو دانست پر اپنی بھی — آخر وہ بُرا نکلا ہم جس کو بھلا جانا

148/6 گردن کشی کیا حاصل مانند بگولے کے — اس دشت میں سر گاڑے جوں سیل چلا جا نا

148/7 اس گریۂ خونیں کا ہو ضبط تو بہتر ہے — اچھا نہیں چہرے پر لوہو کا بہا جانا

148/8 یہ نقش دلوں پر سے جانے کا نہیں ، اس کو[1] — عاشق کے حقوق آ کر ناحق بھی مٹا جانا

148/9 ڈھب دیکھنے کا ایدھر ایسا ہی تمہارا تھا — جاتے تو ہو پر ہم سے ٹک آنکھ ملا جانا

148/10 اُس شمع کی مجلس میں جانا ہمیں ، پھر واں سے — اک زخمِ زباں تازہ ، ہر روز اُٹھا جانا

148/11 اے شورِ قیامت ہم سوتے ہی نہ رہ جاویں — اِس راہ سے نکلے تو ہم کو بھی جگا جانا

148/12 کیا پانی کے مول آ کر مالک نے گہر بیچا — ہے سخت گراں سستا یوسف کا بکا جانا

148/13 ہے میری ، تری[2] نسبت روح اور جسد کی سی — کب آپ سے میں تجھ کو اے جان! جدا جانا

148/14 جاتی ہے گزر جی پر اُس وقت قیامت سی — یاد آوے ہے جب تیرا یک بارگی آ جانا

148/15 برسوں سے مری اُس کی رہتی ہے یہی صحبت — تیغ اس کو اُٹھانا تو سر مجھ کو جھکا جانا

---

[1] آسی نے 'اُس کو' کی جگہ 'اُس کے' کی قیاسی اصلاح کی، لیکن 'اُس کو' یعنی 'محبوب کو' ہی درست ہے۔ اِس کلمے کے معنی دوسرے مصرع کے ساتھ ہیں۔

[2] نسخۂ آسی و دیگر کے 'میرے، ترے' کو 'میری، تری' سے بدلا ہے۔ قدیم کتابت میں یائے معروف و مجہول کے پیدا کردہ تسامحات میں اجتہاد کی گنجائش ہونی چاہیے۔

148/16
کب میرؔ بسر آئے تم ویسے فریبی سے
دل کو تو لگا بیٹھے، لیکن نہ لگا جانا

﴿149﴾

149/1
پائے خطاب کیا کیا، دیکھے عتاب کیا کیا
دل کو لگا کے ہم نے کھینچے عذاب کیا کیا

149/2
کاٹے ہیں خاک اُڑا کر جوں گرد باد برسوں
گلیوں میں ہم ہوئے ہیں اُس بن خراب کیا کیا

149/3
کچھ گل سے ہیں شگفتہ کچھ سرو سے ہیں قدکش
اس کے خیال میں ہم دیکھے ہیں خواب کیا کیا

149/4
انواعِ جرم میرے پھر بے شمار و بے حد
روزِ حساب لیں گے مجھ سے حساب کیا کیا

149/5
اک آگ لگ رہی ہے سینوں میں کچھ نہ پوچھو
جل جل کے ہم ہوئے ہیں اُس بن کباب کیا کیا

149/6
افراطِ شوق میں تو رویت[1] رہی نہ مطلق
کہتے ہیں میرے منہ پر اب شیخ و شاب کیا کیا

149/7
پھر پھر گیا ہے آکر منہ تک جگر ہمارے
گزرے ہیں جان و دل پر یاں اضطراب کیا کیا

149/8
آشفتہ اُس کے گیسو جب سے ہوئے ہیں منہ پر
تب سے ہمارے دل کو ہے پیچ و تاب کیا کیا

149/9
کچھ سوجھتا نہیں ہے مستی میں میرؔ جی کو
کرتے ہیں پوچ گوئی پی کر شراب کیا کیا

﴿150﴾

150/1
دامن وسیع تھا تو کاہے کو چشم ترسا
رحمت خدا کی تجھ کو اے ابر زور برسا

150/2
شاید کباب کر کر کھایا کبوتر اُن نے[2]
نامہ اُڑا پھرے ہے اُس کی گلی میں پر سا

150/3
وحشی مزاج ازبس مانوسِ[3] بادیہ ہیں
اُن کے جنوں میں جنگل اپنا ہوا ہے گھر سا

150/4
جس ہاتھ میں رہا کی اُس کی کمر ہمیشہ
اُس ہاتھ مارنے کا سر پر بندھا ہے کر سا

150/5
سب پیچ کی یہ باتیں ہیں شاعروں کی ورنہ
باریک اور نازک مُو کب ہے اُس کمر سا

150/6
طرزِ نگاہ اُس کی دل لے گئی سبھوں کے
کیا مومن و برہمن، کیا گبر اور ترسا

150/7
تم واقفِ طریقِ بے طاقتی نہیں ہو
یاں راہِ دو قدم ہے اب دور کا سفر سا

150/8
کچھ بھی معاش ہے یہ، کی اُن نے ایک چشمک
جب مدتوں ہمارا جی دیکھنے کو ترسا

150/9
ٹک ترکِ عشق کریے، لاغر بہت ہوئے ہم
آدھا نہیں رہا ہے اب جسمِ رنج فرسا

150/10
واعظ کو یہ جلن ہے شاید کہ فربہی سے
رہتا ہے حوض ہی میں اکثر پڑا مگر سا

150/11
انداز سے ہے پیدا سب کچھ خبر ہے اُس کو
گو میرؔ بے سر و پا ظاہر ہے بے خبر سا

---

[1] نسخۂ آسی و مجلس میں 'روہت' ہے جس کا یہ محل نہیں، پھر یہ کہ قدیم نسخوں نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں 'رویت' درج ہے جو دوسرے مصرع معنی کے مطابق ہے۔

[2] نسخۂ آسی و عبادت میں اِسی مصرع کا متن نہایت لغو ہے 'شاید کباب کر کر کھایا کبوتراں نے' نسخۂ مجلس نے درست متن درج کیا، لیکن اختلاف ذکر نہیں کیا۔

[3] نسخۂ آسی و عبادت میں 'مانوسِ بادیہ' درست، جب کہ نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں 'مایوسِ بادیہ' سہو کتابت ہے۔

﴿151﴾

151/1 تیغِ ستم سے اُس کی مرا سر جدا ہوا — شکرِ خدا کہ حقِ محبت ادا ہوا

151/2 قاصد کو دے کے خط نہیں کچھ بھیجنا ضرور — جاتا ہے اب تو جی ہی ہمارا چلا ہوا

151/3 وہ تو نہیں کہ اشک تھمے ہی نہ آنکھ سے — نکلے ہے کوئی لختِ دل اب سو جلا ہوا

151/4 حیرانِ رنگِ باغِ جہاں تھا، بہت رُکا — تصویر کی کلی کی طرح دل نہ وا ہوا

151/5 عالم کی بے فضائی سے تنگ آ گئے تھے ہم — جا گہ سے دل گیا جو ہمارا، بجا ہوا

151/6 درپے ہمارے جی کے ہوا غیر کے لیے — انجامِ کار مدعی کا مدعا ہوا

151/7 اُس کے گئے پہ دل کی خرابی نہ پوچھیے — جیسے کسو کا کوئی نگر ہو لُٹا ہوا

151/8 بدتر ہے زیست مرگ سے ہجرانِ یار میں — بیمارِ دل بھلا نہ ہوا تو بھلا ہوا

151/9 کہتا تھا میر حال تو جب تک، تو تھا بھلا
کچھ ضبط کرتے کرتے ترا[1] حال کیا ہوا

﴿152﴾

152/1 رفتار و طور و طرز و روش کا یہ ڈھب ہے کیا — پہلے سلوک ایسے ہی تیرے تھے، اب ہے کیا

152/2 ہم دل زدہ نہ رکھتے تھے تم سے یہ چشم داشت — کرتے ہو قہر لطف کی جا گہ، غضب ہے کیا

152/3 عزت بھی بعدِ ذلتِ بسیار، چھیڑ ہے — مجلس میں جب خفیف کیا، پھر ادب ہے کیا

152/4 آئے ہم آپ میں تو نہ پہچانے پھر گئے — اس راہِ صعبِ عشق میں یار و تعب ہے کیا

152/5 حیراں ہیں اُس دہن کے عزیزانِ خوردہ بیں — یہ بھی مقام، ہائے![2] تامّل طلب ہے کیا

152/6 آنکھیں جو ہوویں تیری تو تو عین کر رکھے — عالم تمام گر وہ نہیں تو یہ سب ہے کیا

152/7 اُس آفتاب بن نہیں کچھ سوجھتا ہمیں — گر یہ ہی اپنے دن ہیں تو تاریک شب ہے کیا

152/8 تم نے ہمیشہ جور و ستم بے سبب کیے — اپنا ہی ظرف تھا جو نہ پوچھا سبب ہے کیا

152/9 کیوں کر تمہاری بات کرے کوئی اعتبار — ظاہر میں کیا کہو ہو، سخن زیرِ لب ہے کیا

152/10 اُس مہ بغیر میر کا مرنا عجب ہوا
ہر چند مرگِ عاشقِ مسکیں عجب ہے کیا

﴿153﴾

153/1 جھمکی[3] دکھا کے طور کو جن نے جلا دیا — آئی قیامت اُن نے جو پردا اُٹھا دیا

153/2 اس فتنے کو جگا کے پشیماں ہوئی نسیم — کیا کیا عزیز لوگوں کو اس نے سُلا دیا

153/3 اب بھی دماغِ رفتہ ہمارا ہے عرش پر — گو آسماں نے خاک میں ہم کو ملا دیا

153/4 جانی نہ قدر اُس گہرِ شب چراغ کی — دل ریزۂ خزف[4] کی طرح میں اُٹھا دیا

---

[1] نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں 'مرا' درست نہیں، مصرع اول میں 'تو' کے مطابق 'ترا' ہی موزوں ہے۔

[2] نسخۂ عبادت میں 'مقام لائے!' ہے، جو درست نہیں۔

[3] نسخۂ کالج اور طبع دوم نول کشور میں 'جھمکے' اور طبع سوم میں 'ہنس کے' غلط ہیں۔ آسی کے یہاں متن 'جھمکی' درست ہے۔

[4] نسخۂ آسی و مجلس میں 'خزف' کا اِملا 'خذف' ہے۔ نول کشور دوم، سوم میں 'خدف' اور 'حذف' سہوِ کتابت ہیں۔

153/5 تقصیر جان دینے میں ہم نے کبھو نہ کی
جب تیغ وہ بلند ہوئی ، سر جھکا دیا

153/6 گرمی چراغ کی سی نہیں وہ مزاج میں
اب دل فسردگی سے ہوں جیسے بجھا دیا

153/7 وہ آگ ہو رہا ہے ، خدا جانے غیر نے
میری طرف سے اُس کے تئیں کیا لگا دیا

153/8 اتنا کہا تھا فرش تری رہ کے ہم ہوں کاش
سو تُو نے مار مار کے آ کر بچھا دیا

153/9 اب گھٹتے گھٹتے جان میں طاقت نہیں رہی
ٹک لگ چلی صبا کہ دیا سا بڑھا دیا

153/10 تنگی لگا ہے کرنے دم اپنا بھی ہر گھڑی
کُڑھنے نے دل کے ، جی کو ہمارے کھپا دیا

153/11 کی چشم تو نے باز کہ کھولا درِ ستم
کس مدعیِ خلق نے تجھ کو جگا دیا

153/12 کیا کیا زیان میر نے کھینچے ہیں عشق میں
دل ہاتھ سے دیا ہے جدا ، سر جدا دیا

﴿154﴾

154/1 بہتوں کو آگے تھا یہی آزار عشق کا
جیتا رہا ہے کوئی بھی بیمار عشق کا

154/2 بے پردگی بھی چاہ کا ہوتا ہے لازمہ
کھلتا ہی ہے ندان یہ اسرار عشق کا

154/3 زندانی سیکڑوں مرے آگے رِہا ہوئے
چھوٹا نہ میں ہی ، تھا جو گنہگار عشق کا

154/4 خواہانِ مرگ میں ہی ہوا ہوں مگر نیا
جی بیچے ہی پھرے ہے خریدار عشق کا

154/5 منصور نے جو سر کو کٹایا تو کیا ہوا
ہر سر نہیں ہوا ہے سزاوار عشق کا

154/6 جاتا وہی سنا ہمہ حسرت جہان سے
ہوتا ہے جس کسو سے بہت پیار عشق کا

154/7 پھر بعد میرے آج تلک سر نہیں بِکا
اک عمر سے کساد ہے بازار عشق کا

154/8 لگ جاوے دل کہیں تو اُسے جی میں اپنے رکھ
رکھتا نہیں شگون کچھ اظہار عشق کا

154/9 چھوٹا جو مر کے ، قید عبارات میں پھنسا
القصہ کیا رِہا ہو گرفتار عشق کا

154/10-11 مشکل ہے عمر کاٹنی تلوار کے تلے
سر میں خیال گو کہ رکھیں یار عشق کا (قطعہ)
واں رستموں کے دعوے کو دیکھا[1] ہوئے ہیں قطع
پورا جہاں لگا ہے کوئی وار عشق کا

154/12 کھوئے[2] ہی رہا نہ جان کو ، ناآزمودہ کار
ہوتا نہ میر کاش طلب گار عشق کا

﴿155﴾

155/1 ستم سے گو یہ ترے ، کشتۂ وفا نہ رہا
رہے جہان میں تُو دیر ، میں رہا نہ رہا

155/2 کب اُس کا نام لیے غش نہ آ گیا مجھ کو
دلِ ستم زدہ کس وقت اُس میں جا نہ رہا

155/3 ملانا آنکھ کا ہر دم فریب تھا ، دیکھا
پھر ایک دم میں وہ بے دید آشنا نہ رہا

155/4 موئے تو ہم پہ دلِ پُر کو خوب خالی کر
ہزار شکر کسو سے ہمیں گلا نہ رہا

155/5 اُدھر کھلی مری چھاتی ، اِدھر نمک چھڑکا
جراحت اُس کو دکھانے کا اب مزا نہ رہا

155/6 ہوا ہوں تنگ بہت ، کوئی دن نئیں سن لیجو
کہ جی سے ہاتھ اُٹھا کر وہ اُٹھ گیا ، نہ رہا

---

۱ متن نسخۂ آسی کے مطابق ہے جب کہ نسخۂ کالج میں 'دیکھا ہے ہوئے قطع' اور نول کشور دوم، سوم میں 'دیکھا ہے ہوتے قطع' درج ہوئے ہیں۔
۲ نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'کھوئے' اور طبع سوم میں 'کوئی' ہے۔ آسی کے یہاں 'کھوہی' بہتر ہے۔

155/7،8 ستم کا اُس کے بہت میں نزار[1] ہوں ممنون (قطعہ) جگر تمام ہوا خون و دل بجا نہ رہا
اگرچہ رہ گئے تھے استخوان و پوست ولے لگائی ایسی کہ تسمہ بھی پھر لگا نہ رہا

155/9 حمیّت اس کے تئیں کہتے ہیں جو میرؔ میں تھی
گیا جہاں سے پہ تیری گلی میں آ نہ رہا

﴿156﴾

156/1 کرتے ہیں نہیں ترک بتاں طور جفا کا شاید ہمیں دکھلاویں گے دیدار خدا کا
156/2 ہے ابر کی چادر شفقی جوش سے گل کے مے خانے کے ہاں دیکھئے یہ رنگ ہوا کا
156/3 بہتیری گرو جنس کلالوں کے پڑی ہے کیا ذکر ہے واعظ کے مصلّے و ردا کا
156/4 مر جائے گا باتوں میں کوئی غم زدہ یوں ہی ہر لحظہ نہ ہو ممتحن ارباب وفا کا
156/5 تدبیر تھی تسکیں کے لیے لوگوں کی ، ورنہ معلوم تھا مدت سے ہمیں نفع دوا کا
156/6 ہاتھ آئنہ رویوں سے اُٹھا بیٹھیں نہ کیونکر بالعکس اثر پاتے تھے ہم اپنی دعا کا
156/7 آنکھ اُس کی نہیں آئنے کے سامنے ہوتی حیرت زدہ ہوں یار کی میں شرم و حیا کا
156/8 برسوں سے تو یوں ہے کہ گھٹا جب اُمنڈ آئی تب دیدۂ تر سے بھی ہوا ایک جھڑا کا
156/9 آنکھ اس سے نہیں اُٹھنے کی صاحب نظروں کی جس خاک پہ ہوگا اثر اُس کی کفِ پا کا

156/10 تلوار کے سائے ہی میں کاٹے ہے تو اے میرؔ!
کس دل زدہ کو ہووے ہے یہ ذوق فنا کا

﴿157﴾

157/1 رہتا ہے ہڈیوں سے مری[2] جو ھُما لگا کچھ دردِ عاشقی کا اسے بھی مزا لگا
157/2 غافل نہ سوزِ عشق سے رہ پھر کباب ہے گر لائحہ اِس آگ کا ٹک دل کو جا لگا
157/3 دیکھا ہمیں جہاں ، وہ تہاں آگ ہو گیا بھڑکا رکھا ہے لوگوں نے اس کو لگا لگا
157/4 مہلت تنک بھی ہو تو سخن کچھ اثر کرے میں اُٹھ گیا کہ غیر ترے کانوں آ لگا
157/5 اب آبِ چشم ہی ہے ہمارا محیطِ خلق دریا کو ہم نے کب کا کنارے رکھا لگا
157/6 ہر چند اُس کی تیغِ ستم تھی بلند لیک وہ طورِ بد ہمیں تو قیامت بھلا لگا
157/7 مجلس میں اس کی بار نہ مجھ کو ملی کبھو دروازے ہی سے گرچہ بہت میں رہا لگا
157/8 بوسہ لبوں کا مانگتے ہی منہ بگڑ گیا کیا اتنی میری بات کا تم کو بُرا لگا

157/9 عالم کی سیر میرؔ کی صحبت میں ہو گئی
طالع سے میرے ہاتھ پہ بے دست و پا لگا

---

[1] نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم میں 'ہزار' سہوِ کتابت ہے۔
[2] نول کشوری نسخوں میں 'مری' یا 'مرے' ہے، آسی کے یہاں 'مزے' سہوِ کتابت ہے۔ اسی سہو کا تتبع نسخۂ عبادت میں کیا گیا ہے۔

﴿158﴾

158/1 خط سے وہ زور[1] صفائے حسن اب کم ہو گیا
چاہِ یوسف تھا ذقن ، سو چاہِ رستم ہو گیا

158/2 سینہ کوبی سنگ سے دل خون ہونے میں رہی
حق بہ جانب تھا ہمارے سخت ماتم ہو گیا

158/3 ایک سا عالم نہیں رہتا ہے اس عالم کے بیچ
اب جہاں کوئی نہیں ، یاں ایک عالم ہو گیا

158/4 آنکھ کے لڑتے تری آشوب سا برپا ہوا
زلف کے درہم ہوئے اک جمع برہم ہو گیا

158/5 اُس لبِ جاں بخش کی حسرت نے مارا جان سے
آبِ حیواں یمنِ طالع سے مرے سم ہو گیا

158/6 وقت تب تک تھا تو سجدہ مسجدوں میں کفر تھا
فائدہ اب جب کہ قد محراب سا خم ہو گیا

158/7 عشق ان شہری غزالوں کا جنوں کو اب کھنچا
وحشتِ دل بڑھ گئی ، آرامِ جاں رم ہو گیا

158/8 جی کھنچے جاتے ہیں فرطِ شوق سے آنکھوں کی اور
جن نے دیکھا ایک دم اُس کو، سو بے دم ہو گیا

158/9 ہم نے جو کچھ اُس سے دیکھا سو خلافِ چشم داشت
اپنا عزرائیل وہ جانِ مجسم ہو گیا

158/10 کیا کہوں کیا طرحیں بدلیں چاہ نے آخر کو میر
تھا گرہ جو درد چھاتی میں ، سو اب غم ہو گیا

﴿159﴾

159/1 کیفی ہو کیوں تو ناز سے پھر گرمِ رہ ہوا
برسوں سے صوفیوں کا مصلیٰ تو تہ ہوا

159/2 معلوم تیرے چہرۂ پُر نور کا سا لطف
بالفرض آسماں پہ گیا پھول مہ ہوا

159/3 پوچھ اُس سے دردِ ہجر کو جس کا بہ نازکی
جا گہ سے اپنی عضو کوئی بے جگہ ہوا

159/4 ہم پلّہ اپنا کون ہے اس معرکے کے بیچ
کس کے ترازو[2] یار کا تیرِ نگہ ہوا

159/5 ایسا فقیر ہونا بھلا کیا ضرور تھا
دونوں جہاں میں میر عبث روسیہ ہوا

﴿160﴾

160/1 مذکور میری سوختگی کا جو چل پڑا
مجلس میں سن سپند یکا یک اُچھل پڑا

160/2 پہنچے ہے کوئی اُس تنِ نازک کے لطف کو
گل گو چمن میں جامے سے اپنے نکل پڑا

160/3 میں جو کہا اک آگ سی سلگے ہے دل کے بیچ
کہنے لگا کہ یوں ہی کوئی دن تو جل پڑا

160/4 بل کیوں نہ کھایئے کہ لگا رہنے اب تو واں
بالوں میں ، اور بیچ میں پگڑی کے بل پڑا

160/5 تھے اختلال گرچہ مزاجوں میں کب سے لیک
ملنے میں اُس پلک کے نہایت خلل پڑا

160/6 رہتا نہیں ہے آنکھ سے آنسو ترے لیے
دیکھی جو اچھی شے تو یہ لڑکا مچل پڑا

160/7 سر اُس کے پاؤں سے نہیں اُٹھتے، ستم ہے میر
گر خوش غلاف نیچہ اُس کا اُگل پڑا

---

[1] نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں 'روز' غلطی کتابت ہے۔

[2] نسخۂ آسی ص۲۱٦ اور نسخۂ عبادت ص۳٦۱ پر 'کس کی ترازو' ہے مجلس نے اختلاف نسخ کا حوالہ دیئے بغیر 'کس کے ترازو' لکھا ہے۔

﴿161﴾

161/1 دل فرطِ اضطراب سے سیماب سا ہوا　　چہرہ تمام زرد زرِ ناب سا ہوا
161/2 شاید جگر گداختہ یک لخت ہو گیا　　کچھ آبِ دیدہ رات سے خوں ناب سا ہوا
161/3 وے دن گئے کہ اشک سے چھڑکاؤ سا کیا　　اب رونے لگ گئے ہیں تو تالاب سا ہوا
161/4 اک دن کیا تھا یار نے قد ناز سے بلند　　خجلت سے سروِ جوئے چمن آب سا ہوا
161/5 کیا اور کوئی روئے کہ اب جوشِ اشک سے　　حلقہ ہماری چشم کا گرداب سا ہوا
161/6 قصہ تو مختصر تھا ولے طول کو کھنچا　　ایجاز دل کے شوق سے اطناب سا ہوا
161/7 عمامہ ہے مؤذنِ مسجد کہ بارِ خر　　قد تو ترا خمیدہ ہو محراب سا ہوا
161/8 بات اب تو سن کہ جائے سخن حسن میں ہوئی[1]　　خط پشتِ لب کا سبزۂ سیراب سا ہوا
161/9 چل باغ میں بھی سوتے سے اُٹھ کر کبھو کہ گل　　تک تک کے راہ دیدۂ بے خواب سا ہوا
161/10 سمجھے تھے ہم تو میرؔ کو عاشق اُسی گھڑی
جب سن کے تیرا نام وہ بے تاب سا ہوا

﴿162﴾

162/1 دیکھ آرسی کو یار ہوا محوِ ناز کا　　خانہ خراب ہوجیو آئینہ ساز کا
162/2 ہوتا ہے کون دست بسر واں غرور سے　　گالی ہے اب جواب ، سلامِ نیاز کا
162/3 ہم تو سمندِ ناز کے پامال ہو چکے　　اس کو وہی ہے شوق ابھی ترک تاز کا
162/4 ہے کیمیا گرانِ محبت میں قدر خاک　　پر وقر کچھ نہیں ہے دلِ بے گداز کا
162/5 اس لطف سے نہ غنچۂ نرگس کھِلا کبھو　　کھُلنا تو دیکھ اس مژۂ نیم باز کا
162/6 کوتاہ تھا فسانہ جو مر جاتے ہم شتاب　　جی پر وبال سب ہے یہ عمرِ دراز کا
162/7 مارا نہ اپنے ہاتھ سے مجھ کو ، ہزار حیف　　کشتہ ہوں یار میں تو ترے امتیاز کا
162/8 ہلتی ہے یوں پلک کہ گڑی دل میں جائے ہے　　انداز دیدنی ہے مرے دل نواز کا
162/9 پھر میرؔ آج مسجدِ جامع کے تھے امام
داغِ شراب دھوتے تھے کل جانماز کا

﴿163﴾

163/1 غم ابھی کیا محشرِ مشہور کا　　شور سا ہے تو ، ولیکن دور کا
163/2 حق تو سب کچھ ہی ہے تو ناحق نہ بول　　بات کہتے سر کٹا منصور کا
163/3 بیچ سے کب کا گیا ، اب ذکر کیا[2]　　اُس دلِ مرحوم کا ، مغفور کا
163/4 طرفہ آتش خیز سنگستاں ہے دل　　مقتبس یاں سے ہے شعلہ طور کا
163/5-6 مر گئے پر خاک ہے سب کبر و ناز　(قطعہ)　مت جھکو سر گو کسو مغرور کا

---

[1] نسخۂ آسی و عبادت میں 'ہوئے' اور مجلس میں 'ہوئی' درج ہوا ہے۔
[2] نسخۂ آسی میں 'ذکر لب' عبادت کے یہاں بھی یہی لایعنیت ہے۔ تاہم نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم نول کشور میں 'ذکر کیا' مفہوم شعر کے مطابق ہے۔

ٹھیکرے کو قدر ہے، اس کو نہیں ٹوٹے جب کاسہ سرِ فغفور کا

163/7-8 ہو کھڑا وہ تو پری سی ہے کھڑی (قطعہ) منہ کھلے تو جیسے چہرہ حور کا
دیکھ اُسے کیوں کر ملک بھیچک نہ ہوں[1] آنکھ کے آگے یہ بُکّا نور کا

163/9 چشم بہنے سے کبھو رہتی نہیں
کچھ علاج اے میر اس ناسور کا

﴿164﴾

164/1 نظر میں طور رکھ اُس کم نما کا بھروسا کیا ہے عمرِ بے وفا کا
164/2 گلوں کے پیرہن ہیں چاک سارے کھلا تھا کیا کہیں بند اُس قبا کا
164/3 پرستش اب اُسی بت کی ہے ہر سُو رہا ہوگا کوئی بندہ خدا کا
164/4 بلا ہیں قادر انداز اس کی[2] آنکھیں کیا یکّہ جنازہ جس کو تاکا
164/5 بہ جا ہے عمر سے اب ایک حسرت گیا وہ شور سر کا، زور پا کا
164/6,7 مداوا خاطروں سے تھا وگرنہ (قطعہ)[3] ہدایت[4] مرتبہ تھا انتہا کا
لگا تھا روگ جب سے یہ تبھی سے اثر معلوم تھا ہم کو دوا کا
164/8 مروت چشم رکھنا سادگی ہے نہیں شیوہ یہ اپنے آشنا کا
164/9 کہیں اُس زلف سے کیا لگ چلی ہے پڑے ہے پاؤں بے ڈھب کچھ صبا کا
164/10 نہ جا تو دُور صوفی خانقہ سے ہمیں تو پاس ہے ابر و ہوا[5] کا
164/11 نہ جانو میر کو ایسا ہی چپکا[6] (قطعہ) نمونہ ہے یہ آشوب و بلا کا
164/12 کرو دن ہی سے رخصت ورنہ شب کو
نہ سونے دے گا شور اِس بے نوا کا

﴿165﴾

165/1 وہ ترکِ مست کسو کی خبر نہیں رکھتا کہ میں شکارِ زبوں ہوں جگر نہیں رکھتا
165/2 بلا سے آنکھ جو پڑتی ہے اُس کی دس جاگہ ہمارا حال تو مدِ نظر نہیں رکھتا
165/3 رہے نہ کیوں کے یہ دل باختہ جدا تنہا کہ کوئی آوے کہاں، میں تو گھر نہیں رکھتا
165/4 جنھوں کے دم میں ہے تاثیر اور ہیں وے لوگ ہمارا نالۂ جاں کاہ اثر نہیں رکھتا

---

[1] نسخۂ کالج اور نول کشوری اشاعتوں میں 'نہ ہو'۔ آسی کے یہاں 'نہ ہوں' ہے۔

[2] نسخۂ کالج اور نول کشور طبع دوم و سوم میں 'کو' کی بجائے آسی کے یہاں 'کی' بہتر ہے۔

[3] نسخۂ آسی اور پیروی میں مجلس اور عبادت نے ان دونوں اشعار کو قطعہ شمار نہیں کیا، حالاں کہ کم از کم شعر نمبر 6 کا الگ سے کوئی مفہوم ہی نہیں نکلتا۔

[4] نسخۂ کالج اور نسخۂ آسی کے یہاں 'ہدایت' ہی درست ہے۔ فائق صاحب نے حاشیے میں اختلاف نسخ کی وضاحت فرمائی، لیکن انتخاب غلطی کا کر نول کشور دوم، سوم کے سہو کتابت، ہدایت کو شاملِ متن فرمایا۔

[5] نسخۂ مجلس میں کتابت کس بے احتیاطی سے کی گئی اس کا اندازہ قدم قدم پر ہوتا ہے اس مصرع میں 'ابر و ہوا' کو 'ابرو ہوا' درج کیا ہے۔

[6] نسخۂ کالج اور نول کشوری نسخوں میں مصرع یوں ہے 'نہ جانوں میر کیوں ایسا ہے چپکا' آسی کا متن اختیار کیا ہے۔

165/5 کہیں ہیں اب کے[1] بہت رنگ اُڑ چلا گل کا
ہزار حیف کہ میں بال و پر نہیں رکھتا

165/6 تو کوئی زور ہی نسخہ ہے اے مفرّحِ دل
کہ طبعِ عشق میں ہرگز ضرر نہیں رکھتا

165/7 خدا کی اور سے ہے سب یہ اعتبار ارنہ[2]
جو خوب دیکھو تو میں کچھ ہنر نہیں رکھتا

165/8 غلط ہے دعویِٰ عشق اُس فضول کا بے ریب[3]
جو کوئی خشک لب اور چشم تر نہیں رکھتا

165/9 جدا جدا پھرے ہے میر سب سے کس خاطر
خیال ملنے کا اُس کے اگر نہیں رکھتا

﴿166﴾

166/1 گیا میں جان سے وہ بھی جو ٹک آتا تو کیا ہوتا
قدم دو ساتھ میری نعش کے جاتا تو کیا ہوتا

166/2 پھرا تھا دور اُس سے مدتوں میں کوہ وصحرا میں
بُلا کر پاس اپنے مجھ کو بٹھلاتا تو کیا ہوتا

166/3 ہوئے آخر کو سارے کام ضائع ناشکیبی سے
کوئی دن اور تابِ ہجر دل لاتا تو کیا ہوتا

166/4 دمِ بسمل ہمارے، زیرِ لب کچھ کچھ کہا سب نے
جو وہ بے رحم بھی کچھ منہ سے فرماتا تو کیا ہوتا

166/5 کہے سے غیر کے وہ توڑ بیٹھا ووں ہی یاروں سے
کیے جاتا اگر ٹک چاہ کا ناتا تو کیا ہوتا

166/6 کبھو سرگرمِ بازی ہمدموں سے یاں بھی آجاتا
ہمیں یک چند اگر وہ اور بہلاتا تو کیا ہوتا

166/7 گئے لے میر کو کل قتل کرنے اُس کے در پر سے
جو وہ بھی گھر سے باہر اپنے ٹک آتا تو کیا ہوتا

﴿167﴾

167/1 میں غش کیا جو خط لے اُدھر نامہ بر چلا
یعنی کہ فرطِ شوق سے جی بھی اُدھر چلا

167/2 سدھ لے گئی تری بھی کوئی زلفِ مشک بو
گیسوے پیچ دار جو منہ پر بکھر چلا

167/3 لڑکا ہی تھا نہ قاتلِ ناکردہ خوں ہنوز
کپڑے گلے کے سارے مرے خوں میں بھر چلا

167/4 اے مایۂ حیات گیا جس کنے سے تو
آفت رسیدہ پھر وہ کوئی دم میں مر چلا

167/5 تیاری آج رات کہیں رہنے کی سی ہے
کس خانماں خراب کے اے مہ تُو گھر چلا

167/6 دیکھو گے کوئی گوشہ نشیں ہو چکا غریب
تیرِ مژہ اُس ابرو کماں کا اگر چلا

167/7 بے مے رہا بہار میں ساری، ہزار حیف
لطفِ ہوا سے شیخ بہت بے خبر چلا

167/8 ہم[4] سے تکلف اُس کا چلا جائے ہے وہی
کل راہ میں ملا تھا سو منہ ڈھانپ کر چلا

167/9 یہ چھیڑ دیکھ، ہنس کے رخِ زرد پر مرے
کہتا ہے میر رنگ تو اب کچھ نکھر چلا

---

[1] نسخہ آسی وعبادت میں 'اب کی' ہے، مجلس میں 'اب کے' عصرِ حاضر کے روزمرہ کے زیادہ مطابق ہے۔

[2] نسخہ آسی میں 'اعتبار ورنہ' یا 'ارنہ'، 'اعتبارانہ' درج ہوا، اہلِ مجلس نے اس غلطی کو بھی جوں کا توں اپنایا، حالاں کہ نول کشور دوم، سوم کے مطابق 'خدا کی اور سے یہ اعتبار ہے ورنہ' حاشیے میں درج بھی کیا ہے۔

[3] نسخہ آسی میں 'بے ریب' درست ہے، نسخہ کالج اور طبع دوم سوم میں 'بے زیب' سہو کاتب ہے۔

[4] نسخہ آسی میں 'ہم' درست ہے جب کہ نول کشور دوم، سوم میں 'تم' غلط ہے۔ شعر آٹھ اور نو کو آسی، مجلس اور عبادت نے قطعہ بند اشعار کے طور پر درج کیا ہے، حالاں کہ یہ دونوں شعر الگ الگ اور اپنے طور پر مکمل ہیں۔

﴿168﴾

168/1 وہ شوخ ہم کو پاؤں تلے ہی مَلا کیا | اِس دل نے کس بلا میں ہمیں مبتلا کیا

168/2 چھاتی کبھو نہ ٹھنڈی کی لگ کر گلے سے آہ | دل اُس سے دُور سینے میں اکثر جلا کیا

168/3 کس وقت شرحِ حال سے فرصت ہمیں ہوئی | کس دن نیا نہ قاصد ادھر سے چلا کیا

168/4 ہم تو گمانِ دوستی رکھتے تھے پر یہ دل | دشمن عجب طرح کا بغل میں پلا کیا

168/5 کیا لطف ہے جیے جو بُرے حال کوئی میر
جینے سے تو نے ہاتھ اُٹھایا ، بھلا کیا

﴿169﴾

169/1 اس موج خیز دہر میں تُو ہے حباب سا | آنکھیں کھلیں تری تو یہ عالم ہے خواب سا

169/2 برقع اُٹھا کے دیکھے ہے منہ سے کبھو ادھر | بارے ہوا ہے ان دنوں رفعِ حجاب سا

169/3 وہ دل کہ تیرے ہوتے رہے تھا بھرا بھرا | اب اس کو دیکھیے تو ہے اک گھر خراب سا

169/4 دس روز آگے دیکھا تھا جیسا سو اب نہیں | دل رہ گیا ہے سینے میں جل کر کباب سا

169/5 اس عمر میں یہ ہوش کہ کہنے کو نرم گرم | بگڑا رہے ہے ساختہ مستِ شراب سا

169/6 ہے یہ فریبِ شوق کہ جاتے ہیں خط چلے | واں سے وگرنہ کب کا ہوا ہے جواب سا

169/7 کیا سطرِ موجِ اشک روانی کے ساتھ ہے | مشتاقِ گریہ ابر ہے چشمِ پُر آب سا

169/8 دوزخ ہوا ہے ہجر میں اُس کے جہاں ہمیں | سوزِ دروں سے جان پہ ہے اک عذاب سا

169/9 مدت ہوئی کہ دل سے قرار و سکوں گئے | رہتا ہے اب تو آٹھ پہر اضطراب سا

169/10 مؤاج آب سا ہے ولیکن اُڑے ہے خاک
ہے میر بحرِ بے تہِ ہستی سراب سا

﴿170﴾

170/1 کب لطف زبانی کچھ اُس غنچہ دہن کا تھا | برسوں ملے پر ہم سے صرفہ ہی سخن کا تھا

170/2 اسباب مہیا تھے سب مرنے ہی کے لیکن | اب تک نہ موئے ہم جو اندیشہ کفن کا تھا

170/3 بلبل کو مُوا پایا کل پھولوں کی دُکاں پر | اس مرغ کے بھی جی میں کیا شوق چمن کا تھا

170/4 بے ڈول قدم تیرا پڑتا تھا لڑکپن میں | رونا ہمیں اول ہی اس تیرے چلن کا تھا

170/5 مرغانِ قفس سارے تسبیح میں تھے گل کی | ہر چند کہ ہر اک کا ڈھلکا ہوا منکا تھا

170/6 سب سطح ہے پانی کا آئینے کا سا تختہ | دریا میں کہیں شاید عکس اس کے بدن کا تھا

170/7 خوگر نہیں ہم یوں ہی کچھ ریختہ کہنے سے | معشوق جو اپنا تھا ، باشندہ دکن کا تھا

170/8 بھوؤں تئیں تم جس دم سج نکلے تھے اک بیچا | اُس دن ہی تمھیں دیکھے ماتھا مرا ٹھنکا تھا

170/9 رہ میر[1] غریبانہ جاتا تھا چلا روتا
ہر گام گلہ لب پر یارانِ وطن کا تھا

---

[1] نسخۂ کالج میں 'رہ میری غریبانہ' درست نہیں۔ طبع دوم سوم میں 'رہ میر ہی غریبانہ' ہے۔ آسی کا متن بہتر ہے۔

﴿171﴾

171/1 یہ روش ہے دلبروں کی نہ کسو سے ساز کرنا — کوئی خاک سے ہو یکساں وہی ان کو ناز کرنا
171/2 کوئی عاشقوں، بتاں کی کرے نقل کیا معیشت — اُنھیں ناز کرتے رہنا اُنھیں جی نیاز کرنا[1]
171/3 رہیں بند میری آنکھیں شب و روز ضعف ہی میں — نہ ہوا مجھے میسر کبھو چشم باز کرنا
171/4 یہ بھی طرفہ ماجرا ہے کہ اُسی کو چاہتا ہوں — مجھے چاہیے ہے جس سے بہت احتراز کرنا
171/5 نہیں کچھ رہا تُو لڑکا تجھے پر ضرور ہے اب — ہوس اور عاشقی میں ٹک اک امتیاز کرنا
171/6 کوئی عاشقوں کی پھپٹ کنھوں[2] نے اُٹھائی بھی ہے — اُنھیں بات ہو جو تھوڑی اُسے بھی دراز کرنا
171/7 یہی میر کھینچے قشقہ درِ دیر پر تھے ساجد
نہیں اعتماد قابل اُنھوں کا نماز کرنا

﴿172﴾

172/1 اک آن اِس زمانے میں یہ دل نہ وا ہوا — کیا جانیے کہ میر! زمانے کو کیا ہوا
172/2 دکھلاتے کیا ہو دستِ حنائی کا مجھ کو رنگ — ہاتھوں سے میں تمھارے بہت ہوں جلا ہوا
172/3 سوزش وہی تھی چھاتی میں، مرنے تلک مرے — اچھا ہوا نہ داغ، جگر کا لگا ہوا
172/4 سر ہی چڑھا رہے ہے ہر اک بادہ خوار کے — ہے شیخ شہر یا کوئی جن ہے پڑھا ہوا
172/5 ظاہر کو گو درست رکھا مر کے میں ولے — دل کا لگاؤ کوئی رہا ہے چھپا ہوا
172/6 از خویش رفتہ میں ہی نہیں اُس کی راہ میں — آتا نہیں ہے پھر کے اُدھر کا گیا ہوا
172/7 یوں پھر اُٹھا نہ جائے گا اے ابر دشت سے — گر کوئی رونے بیٹھ گیا دل بھرا ہوا
172/8 لے کر جواب خط کا نہ قاصد پھرا کبھو — کیا جانے سرنوشت میں کیا ہے لکھا ہوا
172/9 گو پیس مارے مہندی کے رنگوں فلک ولے — چھوٹے نہ اُس سے اُس کا لگا یا بندھا ہوا
172/10 اُٹھتے تعب فراق کے جی سے کہاں تلک — دل جو بہ جا رہا نہ ہمارا بجا ہوا
172/11 دامن سے منہ چھپائے جنوں کب رہا چھپا — سو جا سے سامنے ہے گریباں پھٹا ہوا
172/12 دیکھا نہ ایک گل کو بھی چشمک زنی میں ہائے — جب کچھ رہا نہ باغ میں تب میں رہا ہوا
172/13 کیا جانیے ملاپ کسے کہتے ہیں یہ لوگ — برسوں ہوئے کہ ہم سے تو وہ ہے لڑا ہوا
172/14 بحرِ بلا سے کوئی نکلتا مرا جہاز — بارے خدائے عزوجل ناخدا ہوا
172/15 اس بحر میں اک اور غزل تُو بھی میر کہہ
دریا تھا تُو تو تیری روانی کو کیا ہوا

﴿173﴾

173/1 اُس کام[3] جان و دل سے جو کوئی جدا ہوا — دیکھا پھر اُس کو خاک میں ہم نے ملا ہوا

---

[1] نسخۂ آسی میں یہ مصرع غلط درج ہوا ہے: 'اُنھیں ناز کرتے رہنا اُنھیں جی نیاز کرنا'۔
[2] نسخۂ آسی اور تتبع میں مجلس اور عبادت نے 'اُنھوں نے' لکھا جب کہ نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں 'کنھوں نے' بہتر ہے۔
[3] اگرچہ نول کشوری اشاعتوں اور نسخۂ آسی میں 'کام و جان و دل' ہے، تاہم یہ غلطی ہے۔ اسی دیوان کی غزل نمبر ۱/۱۹۸ کے مطلع کی سند سے ہم یہاں بھی وہی متن درج کرتے ہیں جو وہاں ہے۔

173/2 کر ترک گرچہ بیٹھے ہیں پر ہے وہی تلاش
رہتا نہیں ہے ہاتھ ہمارا اُٹھا ہوا

173/3 کھینچا بغل میں میں جو اُسے مست پا کے رات
کہنے لگا کہ آپ کو بھی اب نشا ہوا

173/4 نے صبر ہے، نہ ہوش ہے نے عقل ہے نہ دیں
آتا ہے اُس کے پاس سے عاشق لٹا ہوا

173/5 اُٹھتا ہے میرے دل سے کبھو جوش سا تو پھر
جاتا ہے دونوں آنکھوں سے دریا بہا ہوا

173/6 جوں صیدِ نیم کشتہ تڑپتا ہے ایک سا
کیا جانیے کہ دل کو مرے کیا بلا ہوا

173/7 خط آئے پر جو گرم وہ پُرکار مل چلا
میں سادگی سے جانا کہ اب آشنا ہوا

173/8 ہم تو لگے کنارے ، ہوئے غیر ہم کنار
ایکوں کی عید ، ایکوں کے گھر میں دَہا ہوا

173/9 جوں برق مجھ کو ہنستے نہ دیکھا کسو نے آہ
پایا تو ابر سا کہیں روتا کھڑا ہوا

173/10 جس شعر پر سماع تھا کل خانقاہ میں
وہ آج میں سنا تو ہے میرا کہا ہوا

173/11 پایا مجھے رقیب نے آ اُس کی زیرِ تیغ
دل خواہ بارے مدعی کا مدعا ہوا

173/12 بیمارِ مرگ سا تو نہیں روز اب بتر
دیکھا تھا ہم نے میر کو کچھ تو بھلا ہوا

﴿174﴾

174/1 کل دل آزردہ گلستاں سے گزر ہم نے کیا
گل لگے کہنے کہو ، منہ نہ اُدھر ہم نے کیا

174/2 کر گئی خواب سے بیدار تمھیں صبح کی باد
بے دماغ اتنے جو ہو ہم پہ ، مگر ہم نے کیا

174/3 سیدھے[1] تلوار کے منہ پر تری ہم آئے چلے
کیا کریں اس دلِ خستہ کو سپر ہم نے کیا

174/4 نیمچہ ہاتھ میں ، مستی سے لہو سی آنکھیں
سج تری دیکھ کر[2] اے شوخ حذر ہم نے کیا

174/5 پاؤں کے نیچے کی مٹی بھی نہ ہوگی ہم سی
کیا کہیں عمر کو اس طرح بسر ہم نے کیا

174/6 کھا گیا[3] ناخنِ سر تیز ، جگر ، دل دونوں
رات کی سینہ خراشی میں ہنر ہم نے کیا

174/7 کام اُن ہونٹوں سے وہ لے جو کوئی ہم سا ہو
دیکھتے دیکھتے ہی آنکھوں میں گھر ہم نے کیا

174/8 جیسے حسرت لیے جاتا ہے جہاں سے کوئی
آہ یوں کوچۂ دلبر سے سفر ہم نے کیا

174/9 بارے کل بھڑ[4] گئے اُس ظالمِ خوں خوار سے ہم
منصفی کیجے تو کچھ کم نہ جگر ہم نے کیا

174/10 اُس رخ و زلف کی تسبیح ہے یاں اکثر میر
ورد اپنا یہی اب شام و سحر ہم نے کیا

---

[1] نسخۂ آسی و عبادت میں 'سیدھی' ہے، مجلس کے متن میں 'سیدھے' بہتر ہے، اختلافِ نسخ درج نہیں۔

[2] 'شعر شور انگیز' (جلد اول، ص ۴۸۴) میں 'کے' ہے تاہم سبھی نسخوں میں 'کر' ہے اس لیے یہی درج کیا ہے۔

[3] نسخۂ آسی و مجلس و عبادت اور فاروقی صاحب 'کھا گیا' درست ہے، نول کشور دوم، سوم میں 'کیا کیا' غلطی ہے۔

[4] نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں 'ٹھہر گئے' ہے، فاروقی صاحب نے اپنے انتخاب میں یہ مصرع یوں درج کیا ہے 'بارے کل ٹھہر گئے ظالمِ خوں خوار سے ہم'۔ نسخۂ آسی و مجلس و عبادت میں 'بھڑ گئے' درج ہوا ہے۔

﴿175﴾

175/1 اِس قدر آنکھیں چھپاتا ہے تُو اے مغرور کیا ٹک نظر اِیدھر نہیں ، کہہ اِس سے ہے منظور کیا

175/2 وصل و ہجراں سے نہیں ہے عشق میں کچھ گفتگو لاگ دل کی چاہیے ہے یاں ، قریب و دُور کیا

175/3 ہو خرابی اور آبادی کی عاقل کو تمیز ہم دِوانے ہیں ، ہمیں ویران کیا ، معمور کیا

175/4 اُٹھ نہیں سکتا ترے در سے ، شکایت کیا مری حال میں اپنے ہوں عاجز میں ، مجھے مقدور کیا

175/5 سب ہیں یکساں جب فنا یک بارگی طاری ہوئی ٹھیکرا اس مرتبے میں کیا ، سرِ فغفور کیا

175/6 لطف کے حرف وسخن پہلے جو تھے بہرِ فریب مدتیں جاتی ہیں ، اُن باتوں کا اب مذکور کیا

175/7 دیکھ بہتی آنکھ میری ہنس کے بولا کل وہ شوخ یہ نہیں اب تک ہوا منہ کا ترے ناسور کیا

175/8 میں تو دیکھوں ہوں تمہارے منہ کو تم نے دل لیا تم مجھے رہتے ہو اکثر مجلسوں میں گھور کیا

175/9 ابر سا روتا جو میں نکلا تو بولا طنز سے آرسی جا دیکھ گھر ، برسے ہے منہ پر نور کیا

175/10 سنگِ[1] بالیں میرؔ کا جو باٹ کا روڑا ہوا
سخت کر جی کو گیا اس جا سے وہ رنجور کیا

﴿176﴾

176/1 جوں ابرِ قبلہ دل ہے نہایت ہی بھر رہا رونا مرا سنو گے کہ طوفان کر رہا

176/2 شب میکدے سے وارِدِ مسجد ہوا تھا میں پر شکر ہے کہ صبح تئیں بے خبر رہا

176/3 مِل جس سے ایک بار نہ پھر تو ہوا دُچار رک رک کے وہ ستم زدہ ناچار مر رہا

176/4 تسکینِ دل ہو تب کہ کبھو آ گیا بھی ہو برسوں سے اس کا آنا یہی صبح پر رہا

176/5 اُس زلف و رُخ کو بھولے مجھے مدتیں ہوئیں لیکن مرا نہ گریۂ[2] شام و سحر رہا

176/6 رہتے تو تھے مکاں پہ و لے آپ میں نہ تھے اُس بن ہمیں ہمیشہ وطن میں سفر رہا

176/7 اب چھیڑ یہ رکھی ہے کہ پوچھے ہے بار بار کچھ وجہ بھی کہ آپ کا منہ ہے اُتر رہا

176/8 اک دم میں یہ عجب کہ مرے سر پہ پھر گیا جو آبِ تیغ برسوں تری تا کمر رہا

176/9 کاہے کو میں نے میرؔ کو چھیڑا کہ اُن نے آج
یہ دردِ دل کہا کہ مجھے دردِ سر رہا

﴿177﴾

177/1 دل دفعتہً جنوں[3] کا مہیا سا ہو گیا دیکھی کہاں وہ زلف کہ سودا سا ہو گیا

177/2 ٹک جوش سا اُٹھا تھا مرے دل سے رات کو دیکھا تو ایک پل ہی میں دریا سا ہو گیا

177/3 بے رونقیِ باغ ہے جنگل سے بھی پرے[4] گل سوکھ تیرے ہجر میں کانٹا سا ہو گیا

177/4 جلوہ ترا تھا جب تئیں ، باغ و بہار تھا اب دل کو دیکھتے ہیں تو صحرا سا ہو گیا

---

[1] نسخۂ مجلس (ص ۳۲، جلد دوم) 'سگِ بالیں' غلط ہے، نسخۂ آسی میں 'سنگِ بالیں' درست ہے۔

[2] نول کشور کی اشاعت دوم، سوم میں 'گریہ یہ' درج ہوا ہے۔

[3] نسخۂ آسی و عبادت میں 'جنوں' بہ اعلانِ نون درج ہوا ہے جس سے مصرع میں سکتہ ہوتا ہے۔

[4] نول کشور سوم میں 'بُری' ہے۔

177/5 کل تک تو ہم وے ہنستے چلے آئے تھے یوں ہی[1]
مرنا بھی میر جی کا تماشا سا ہو گیا

﴿178﴾

178/1 دل کی واشد کے لیے کل باغ میں مَیں ٹک گیا — سن گلہ بلبل سے گل کا اور بھی جی رُک گیا
178/2 عشق کی سوزش نے دل میں کچھ نہ چھوڑا کیا کہیں — لگ اُٹھی یہ آگ ناگاہی کہ گھر سب پھک گیا
178/3 ہم نہ کہتے تھے کہ غافل خاک ہو پیش از فنا — دیکھ اب پیری میں قد تیرا کدھر کو جھک گیا
178/4 خدمتِ معقول ہی سب مغ بچے کرتے رہے — شیخ آیا ے کدے کی اور جب، تب تھک گیا
178/5 میر اس قاضی کے لونڈے کے لیے آخر مُوا
سب کو قضیہ اس کے جینے کا تھا، بارے چک گیا

﴿179﴾

179/1 پھرتا ہے زندگی کے لیے آہ خوار کیا — اس وہم کی نمود کا ہے اعتبار کیا
179/2 کیا جانیں ہم اسیرِ قفس زاد اے نسیم — گل کیسے، باغ کہتے ہیں کس کو، بہار کیا
179/3 آنکھیں بہ رنگِ نقشِ قدم ہو گئیں سفید — پھر اور کوئی اُس کا کرے انتظار کیا
179/4 سیکھی ہے طرح سینہ فگاری کی سب مری — لائے تھے ساتھ چاک دل ایسا انار کیا
179/5 سرکش کسو سے ایسی کدورت رکھے وہ شوخ — ہم اُس کی خاکِ راہ ہیں، ہم سے غبار کیا
179/6 نے وہ نگہ چبھی ہے نہ وے پلکیں گڑ گئیں — کیا جانیے کہ دل کو ہے یہ خار خار کیا
179/7 لیتا ہے ابر اب تئیں اس ناچیے سے آب — روئے ہیں ہم بھی برسوں تئیں زار زار کیا
179/8 عاشق کے دل سے رکھ نہ تسلی کی چشم داشت — ہے برق پارہ یہ، اسے آوے قرار کیا
179/9 صحبت رہی بگڑتی ہی اُس کینہ ور سے آہ — ہم جانتے نہیں ہیں کہ ہوتا ہے پیار کیا
179/10 مارا ہو ایک دو کو تو ہو مدعی کوئی — کشتوں کا اُس کے روزِ جزا میں شمار کیا
179/11 مدت سے جرگہ جرگہ سرِ تیر ہیں غزال — کم ہو گیا ہے یاروں کا ذوقِ شکار کیا
179/12 پاتے ہیں اپنے حال میں مجبور سب کو ہم — کہنے کو اختیار ہے، پر اختیار کیا
179/13 آخر زمانہ سازی سے کھویا نہ وقر میر[2]
یہ اختیار تم نے کیا روزگار کیا

﴿180﴾

180/1 غنچہ ہی وہ دہان ہے گویا — ہونٹ پر رنگِ پان ہے گویا
180/2 میرے مُردے سے بھی وہ چونکے ہے — اب تلک مجھ میں جان ہے گویا
180/3 چاہیے جیتے گزرے اُس کا نام — منہ میں جب تک زبان ہے گویا
180/4 سر بسر کیں ہے لیک وہ پُرکار — دیکھو تو مہربان ہے گویا

---

[1] نسخۂ آسی، عبادت و مجلس میں 'یہیں' ہے ہم نے فاروقی صاحب کی سند (شعر شور انگیز جلد اول ص ۴۹۳) پر 'یوں ہی' کو بہتر متن تصور کیا ہے۔ استدلال درست ہے کہ اس لفظ کو 'یہیں' یعنی 'یوں ہی' کی قدیم املا سمجھنا چاہیے۔

[2] نسخۂ مجلس میں 'وقرِ میر' اضافت کے ساتھ درج ہے، جو درست نہیں ہے۔

180/5 حیرتِ روئے گل سے مرغِ چمن — چپ ہے یوں ، بے زبان ہے گویا

180/6 مسجد ایسی بھری بھری کب ہے — مے کدہ اک جہان ہے گویا

180/7 جائے ہے شور سے فلک کی طرف — نالۂ صبح بان ہے گویا

180/8 بس کہ ہیں اس غزل میں شعر بلند — یہ زمین آسمان ہے گویا

180/9 وہی شورِ مزاج شیب میں ہے
میر اب تک جوان ہے گویا

﴿181﴾

181/1 ان سختیوں میں کس کا میلان خواب پر تھا — بالیں کی جائے ہر شب یاں سنگ زیرِ سر تھا

181/2 اُن ابرو و مژہ سے کب میرے جی میں ڈر تھا — تیغ و سناں کے منہ پر اکثر مرا جگر تھا

181/3 ان خوبصورتوں کا کچھ لطف کم ہے مجھ پر — یک عمر ورنہ اس جا پریوں ہی کا گزر تھا

181/4 تیشے سے کوہ کن کے کیا طُرفہ کام نکلا — اپنے تو ناخنوں میں اُس طور کا ہنر تھا

181/5 عصمت کو اپنی واں تو روتے ملک پھریں ہیں — لغزش ہوئی جو مجھ سے کیا عیب ، میں بشر تھا

181/6 کل ہم وہ دونوں یک جا ناگاہ ہو گئے تھے — وہ جیسے برقِ خاطف ، میں جیسے ابرِ تر تھا

181/7 ہوش اُڑ گئے سبھوں کے شورِ سحر سے اُس کے — مرغِ چمن اگرچہ یک مشتِ بال و پر تھا

181/8 پھر آج یہ کہانی کل شب پہ رہ گئی ہے — سوتا نہ رہتا ٹک تو قصہ ہی مختصر تھا

181/9 رشک اُس شہید کا ہے خضر و مسیح کو بھی — جو کشتہ اُس کی جانب دو گام پیشتر تھا

181/10 ہشیاری اس کی دیکھو ، کیفی ہو مجھ کو مارا — تا سُن کے سب کہیں یہ، وہ مست و بے خبر تھا

181/11 صد رنگ ہے خرابی ، کچھ تو بھی رہ گیا ہے! — کیا نقل کریے یارو دل کوئی گھر سا گھر تھا

181/12 تھا وہ بھی اک زمانہ جب نالے آتشیں تھے[1] — چاروں طرف سے جنگل جلتا دھڑ[2] دھڑ تھا

181/13 جب نالہ کش ہوا وہ ، تب مجلسیں رلائیں
تھا میر دل شکستہ یا کوئی نوحہ گر تھا

﴿182﴾

182/1 تیغ لے کر کیوں تُو عاشق پر گیا — زیرِ لب جب کچھ کہا وہ مر گیا

182/2 تڑپے زیرِ تیغ ہم بے ڈول آہ — دامنِ پاک اس کا خوں میں بھر گیا

182/3 خاک ہے پکڑے اگر سونا بھی پھر — ہاتھ سے جس کے وہ سیمیں بر گیا

182/4 کیا بندھا ہے اس کے کوچے میں طلسم — پھر نہ آیا جو کوئی اودھر گیا

182/5 خانداں کیا کیا ہوئے اُس بن خراب — آج تک وہ شوخ کس کے گھر گیا

182/6 ابرو و مژگاں ہی میں کاٹی ہے عمر — کیا سنان و تیغ سے میں ڈر گیا

182/7 کہتے ہیں ضائع کیا اپنے تئیں
میر تو دانا تھا ، یہ کیا کر گیا

---

[1] شور انگیز میں 'تھا وہ بھی اک زمانہ نالے جب آتشیں تھے'۔

[2] نول کشور، دوم، سوم میں 'دھڑ دھڑ' ہے۔

﴿183﴾

183/1 جی رُک گئے اے ہم دم، دل خون ہو بھر آیا — اب ضبط کریں کب تک منہ تک تو جگر آیا

183/2 تھی چشم دمِ آخر وہ دیکھنے آوے گا — سو آنکھوں میں جی آیا پر وہ نہ نظر آیا

183/3 بے سدھ پڑے ہیں سارے سجادوں پہ اسلامی — دارو پیے وہ کافر کاہے کو اِدھر آیا

183/4 ہر خستہ ترا[1] خواہاں یک زخمِ دگر کا تھا — کی مشقِ ستم تو نے پر خون نہ کر آیا

183/5 گل برگ ہی کچھ تنہا پانی نہیں خجلت سے — جنبش سے ترے لب کی یاقوت بھی تر آیا

183/6 بالفعل تو ہے قاصد محو اُس خط و گیسو کا — ٹک چیتے تو ہم پوچھیں کیا لے[2] کے خبر آیا

183/7 تابوت پہ بھی میرے پتھر پڑے لے جاتے — اس نخل میں ماتم کے کیا خوب ثمر آیا

183/8 ہے حق بہ طرف اُس کے یوں جس کے گیا ہو تو — سج ایسی تری دیکھی ہم کو بھی خطر آیا

183/9 کیا کہیے کہ پتھر سے سر مارتے ہم گزرے — یوں اپنا زمانہ تو بن یار بسر آیا

183/10 صنعت گریاں ہم نے کیں سینکڑوں یاں لیکن — جس سے کبھو وہ ملتا، ایسا نہ ہنر آیا

183/11 در ہی کے تئیں تکتے پتھرا گئیں آنکھیں تو
وہ ظالمِ سنگیں دل کب میر کے گھر آیا

﴿184﴾

184/1 یار ہے میر کا مگر گل سا — کہ سحر نالہ کش ہے بلبل سا

184/2 یاں کوئی اپنی جان دو دشوار — واں وہی ہے سو ہے تساہل سا

184/3 دودِ دل کو ہمارے ٹک دیکھو — یہ بھی پُر پیچ اب ہے کاکل سا

184/4 شوق اِن اُس کے لنبے بالوں کا — یاں چلا جائے ہے تسلسل سا

184/5 کب تھی جرأت رقیب کی اتنی — تم نے بھی کچھ کیا تغافل سا

184/6 اک[3] نگہ ایک چشمک ایک سخن — اس میں بھی تم کو ہے تأمل سا

184/7 بارے مستوں نے ہوشیاری کی — دے کے کچھ محتسب کا منہ جھلسا

184/8 شرم آتی ہے پہنچتے اودھر — خط ہوا شوق سے ترسُّل سا

184/9 ٹوٹی زنجیرِ پائے میر مگر
رات سنتے رہے ہیں ہم غُل سا

﴿185﴾

185/1 چمن میں جا کے جو میں گرم وصفِ یار ہوا — گُل اشتیاق سے میرے گلے کا ہار ہوا

185/2 تمھارے ترکشِ مژگاں کی کیا کروں تعریف — جو تیر اُس سے چلا سو جگر کے پار ہوا

185/3 ہماری خاک پہ اک بے کسی برستی ہے — اِدھر سے اَبر جب آیا تب اشک بار ہوا

---

[1] نسخۂ کالج اور آسی میں 'ترا' درست اور نول کشور دوم، سوم میں 'مرا' غلطی کتابت ہے۔

[2] نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں 'کیا لے کے خبر آیا' کی جگہ 'کیا بے خبر آیا' درست نہیں۔

[3] نسخۂ آسی میں 'یک نگہ' ہے جب کہ مجلس کے نسخے میں 'اک نگہ' ہے۔

185/4 کریں نہ کیوں کے یہ تُرکاں بلند پروازی — اِنہوں کا طائرِ سدرہ نشیں شکار ہوا

185/5 کبھو بھی اُس کو تہِ دل سے ملتے پایا پھر — فریب تھا وہ کوئی دن جو ہم سے یار ہوا

185/6 بہت دنوں سے درونے میں اضطراب سا تھا — جگر تمام ہوا خون ، تب قرار ہوا

185/7 شکیب میر جو کرتا تو وقر رہ جاتا
اُدھر کو جا کے عبث یہ حبیب ، خوار ہوا

﴿186﴾

186/1 ایک دل کو ہزار داغ لگا — اندرونے میں جیسے باغ لگا

186/2 اُس سے یوں گُل نے رنگ پکڑا ہے — شمع سے جیسے لیں چراغ لگا

186/3 خوبی یک پیچہ بندِ خوباں کی — خوب باندھوں گا گر دماغ لگا

186/4 پاؤں دامن میں کھینچ لیں گے ہم — ہاتھ گر گوشۂ فراغ لگا

186/5 میر اُس بے نشاں کو پایا جان
کچھ ہمارا اگر سراغ لگا

﴿187﴾

187/1 تیغ کی اپنی صفت لکھتے جو کل وہ آ گیا — ہنس کے اُس پرچے کو میرے ہی گلے بندھوا گیا

187/2 دست و پا گم کرنے سے میرے کھلے اَسرارِ عشق — دیکھ کر کھویا گیا سا مجھ کو ہر یک پا گیا

187/3 داغِ محجوبی ہوں اُس کا میں کہ میرے روبرو — عکس اپنا آرسی میں دیکھ کر شرما گیا

187/4 ہم بشر عاجز ، ثباتِ پا ہمارا کس قدر — دیکھ کر اُس کو ملک سے بھی نہ یاں ٹھہرا گیا

187/5 یار کے بالوں کا بندھنا قہر ہے پگڑی کے ساتھ — ایک عالم دوستاں ! اس پیچ میں مارا گیا

187/6 ہم نہ جانا اختلاط اُس طفلِ بازی کوش کا — گرم بازی[1] آ گیا تو ہم کو بھی بہلا گیا

187/7 کیا کروں ناچار[2] مرنے کو ہوا تیار میں — دل کی روز و شب کی بے تابی سے جی گھبرا گیا

187/8 جی کوئی لگتا ہے اُس کے اُٹھ گئے پر باغ میں — گل نے بہتیرا کہا ہم سے نہ ٹک ٹھہرا گیا

187/9 ہو گئے تحلیل سب اعضا مرے پا کر گداز — رفتہ رفتہ ہجر کا اندوہ مجھ کو کھا گیا

187/10 یوں تو کہتا تھا کوئی ویسے کو باندھے ہے گلے
پر وہ پھندنا سا جو آیا میر بھی پھندلا گیا

﴿188﴾

188/1 دل عشق میں خوں دیکھا آنکھوں کو گیا دیکھا — پیغمبرِ کنعاں نے دیکھا نا[3] کہ کیا دیکھا

188/2 مجروح ہے سب سینہ تس پر ہے نمک پاشی — آنکھوں کے لڑانے کا ہم خوب مزا دیکھا

188/3 یک بار بھی آنکھ اپنی اُس پر نہ پڑی مرتے — سو مرتبہ بالیں سے ہم سر کو اُٹھا دیکھا

1۔ نسخۂ آسی ص ۲۲۸، نسخۂ عبادت ص ۳۷۵ میں 'گرم بارے' غلط ہے، نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں 'گرم بازی' درست ہے۔

2۔ نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں مصرع ہے 'کیا کروں ناچار ہوں مرنے کو اب تیار میں'۔

3۔ نسخۂ آسی اور عبادت میں 'دیکھا نہ کہ' ہے مجلس میں 'دیکھا نا کہ' ہے۔ یہ متن درست ہے کہ 'نا' یہاں حرفِ تاکید ہے۔

188/4 کاہش کا مری اب یہ کیا تجھ کو تعجب ہے — بیماریِ دل والا کوئی بھی بھلا دیکھا
188/5 آنکھیں گئیں پھر تجھ بن کیا کیا نہ عزیزوں کی — پر تو نے مروّت سے ٹک اُن کو نہ جا دیکھا
188/6 جی دیتے ہیں مرنے پر سب شہرِ محبت میں — کچھ ساری خدائی سے یہ طور نیا دیکھا
188/7 کہہ دل کو گنوایا ہے یا رنج اُٹھایا ہے
اے میرؔ تجھے ہم نے کچھ آج خفا دیکھا

﴿189﴾

189/1 ناگہ جو وہ صنم ستم ایجاد آ گیا — دیکھے سے طور اس کے، خدا یاد آ گیا
189/2 پھوڑا تھا سر تو ہم نے بھی پر اس کو کیا کریں — جو چشمِ روزگار میں فرہاد آ گیا
189/3 اپنا بھی قصد تھا سرِ دیوار باغ کا — توڑا ہی تھا قفس کو پہ صیاد آ گیا
189/4 جور و ستم اُٹھانے ہی اُس کے پڑیں گے شیخ — مسجد میں گر وہ عاشقِ بے داد آ گیا
189/5 دیکھیں گے آدمی کی روش[1] میرؔ ہم تری
گر سامنے سے ٹک وہ پری زاد آ گیا

﴿190﴾

190/1 گرم مجھ سوختہ کے پاس سے جانا کیا تھا — آگ لینے مگر آئے تھے یہ آنا کیا تھا
190/2 برسوں یک بوسۂ لب مانگتے جاتے ہیں[2] ہمیں — رات آتے ہی کہا تم نے جو مانا، کیا تھا
190/3 دیکھنے آئے دمِ نزع لیے منہ پہ نقاب — آخری وقت مرے، منہ کا چھپانا کیا تھا
190/4 جب نہ تب مرنے کو تیار رہے عشق میں ہم — جی کے تئیں اپنے کبھو ہم نے نہ جانا کیا تھا
190/5 مدعی ہوتے ہیں اک آن میں اب تو دلدار — مہر جب رسم تھی یا رب وہ زمانہ کیا تھا
190/6 عزت و عشق کہاں جمع ہوئے[3] اے ہمدم — ننگ خواری تھا اگر دل کا لگانا کیا تھا
190/7 گر خطِ سبز سے اس کے نہ تمھیں تھی کچھ لاگ
پھر بھلا میرؔ جی یہ زہر کا کھانا کیا تھا

﴿191﴾

191/1 واردِ گلشن غزل خواں وہ جو دلبر یاں ہوا — دامنِ گل گریۂ خونیں سے سب افشاں ہوا
191/2 طائرانِ باغ کو تھا بیت بحثی کا دماغ — پر ہر اک دردِ سخن سے میر کے نالاں ہوا
191/3 دل کی آبادی کو پہنچا اپنے گویا چشمِ زخم — دیکھتے ہی دیکھتے یہ شہر سب ویراں ہوا
191/4 سبز بختی پر ہے اس کی طائرِ سدرہ کو رشک — جو شکار اُس تیغ کے سائے تلے بے جاں ہوا
191/5 خاک پر بھی دوڑتی ہے چشمِ مہر و ماہِ چرخ — کس دنی الطبع کے گھر جا کے میں مہماں ہوا
191/6 تھا جگر میں جب تلک قطرہ ہی تھا خوں کا سرشک — اب جو آنکھوں سے تجاوز کر چلا طوفاں ہوا

---

[1] نول کشور دوم، سوم میں 'آدمی روشی' ہے۔
[2] نسخۂ آسی میں حاشیے میں ان کے تحت 'تھے'، 'ہیں' کی جگہ پر ہے۔ تاہم تمام نسخوں میں 'ہیں' ہے۔
[3] نسخۂ کالج اور نسخۂ آسی میں 'ہوئے اے' ہے، نول کشور دوم، سوم میں 'ہوا ہے' ہے جو درست نہیں۔

191/7 اُس کے ، میرے بیچ میں آئینہ آیا تھا ولے
صورتِ احوال ساری دیکھ کر حیران ہوا

191/8 دل نے خوں ہو عشقِ خوباں میں بھی کیا بدلے ہیں رنگ
چہروں کو غازہ ہوا ، ہونٹوں کا رنگِ پاں ہوا

191/9 تم جو کل اِس راہ نکلے برق سے ہنستے گئے
ابر کو دیکھو کہ جب آیا اِدھر گریاں ہوا

191/10 جی سے جانا بن گیا اُس بِن ہمیں پل مارتے
کام تو مشکل نظر آتا تھا پر آساں ہوا

191/11 جب سے ناموسِ جنوں گردن بندھا ہے تب سے میر
جیب جاں وابستۂ زنجیر تا داماں ہوا

﴿192﴾[1]

192/1 آیا ہے ابر جب کا قبلے سنے تیرا تیرا
مستی کے ذوق میں ہیں آنکھیں بہت ہی خیرا

192/2 خجلت سے اُن لبوں کی پانی ہو بہہ چلے ہیں
قند و نبات کا بھی نکلا ہے خوب شیرا

192/3 مجنوں نے حوصلے سے دیوانگی نہیں کی
جاگہ سے اپنی جانا اپنا نہیں وتیرا

192/4 اس راہزن سے مل کر دل کیونکہ کھو نہ بیٹھیں
انداز و ناز اُچکے ، غمزہ اُٹھائی گیرا

192/5 کیا کم ہے ہولناکی صحرائے عاشقی کی
شیروں کو اس جگہ پر ہوتا ہے قشعریرا

192/6 آئینے کو بھی دیکھو پر ٹک اِدھر بھی دیکھو
حیران چشمِ عاشق دکھے ہے جیسے ہیرا

192/7 نیت پہ سب بنا ہے یاں مسجد اک بڑی تھی
پیرِ مغاں موا سو اُس کا بنا حظیرا[2]

192/8 ہمراہ خوں تلک ہو ٹک پاؤں کے چھوئے سے
ایسا گناہ مجھ سے وہ کیا ہوا کبیرا

192/9 غیرت سے میر صاحب سب جذب ہو گئے تھے
نکلا نہ بوند لوہو سینہ جو اُن کا چیرا

﴿193﴾

193/1 یاں اپنی آنکھیں پھر گئیں پر وہ نہ آ پھرا
دیکھا نا![3] بدگمان ہمارا بھلا پھرا

193/2 آیا نہ پھر وہ آئنہ رو ٹک نظر مجھے
میں منہ پر اپنے خاک مَلے جا بہ جا پھرا

193/3 کیا اور جی رُندھے کسو کا تیرے ہجر میں
سو بار اپنے منہ سے جگر تو گیا پھرا

193/4 اللہ رے دل کشی کہیں دیکھا جو گرمِ ناز
جوں سایہ اُس کے ساتھ ملک پھر لگا پھرا

193/5 سن لیجو ایک بار مسافر ہی ہو گیا
بیمارِ عشق گور سے گو بارہا پھرا

193/6 کہہ ، وہ شکستہ پا ہمہ حسرت نہ کیونکہ جائے
جو ایک دن نہ تیری گلی میں چلا پھرا

193/7 طالع پھرے ، سپہر پھرا ، قلب پھر گئے
چندے وہ رشکِ ماہ جو ہم سے جدا پھرا

193/8 پر بے نمک ہے ملنے کی اِس وقت میں تلاش
بارے وہ ربط و دوستی سب کا مزا پھرا

---

[1] دیوانِ اوّل کی غزل نمبر ۶۰، ۸۴ اور ۱۲۵ کی طرح دیوانِ دوم کی اس غزل کے بھی زیادہ تر قوافی ہائے ہوز کی اِملا کے ساتھ ہی درست (اِملا) تصور ہوتے ہیں اور کچھ کا خیال یہی ہے کہ اس طرح کی غزلوں کو ہائے ہوز کی ردیف میں ہونا چاہیے، لیکن خود میر نے اور میر کے بعد اُن کے سبھی مرتبین، فورٹ ولیم کالج کے مرتبین کے تتبع میں، ردیف الف میں درج کرتے آئے ہیں، اس لیے ہم نے بھی اِس روایت کی پیروی کی ہے۔

[2] نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم میں 'خطیرا' سہوِ کتابت ہے جب کہ آسی کے یہاں 'حظیرا' (بمعنی چار دیواری کا حامل قبرستان) درست ہے۔

[3] آسی، مجلس و عبادت میں 'دیکھانہ' ہے جب کہ اس شعر میں محل 'دیکھا نا!' کا ہے۔

193/9,10 (قطعہ)[1] آنسو گرا نہ ، رازِ محبت کا پاس کر — میں جیسے ابر برسوں تئیں دل بھرا پھرا

بے صرفہ رونے لگ گئے ہم بھی اگر کبھو — تو دیکھیو کہ بادیہ سارا بہا پھرا

193/11 بندہ ہے پھر کہاں کا جو صاحب ہو بے دماغ — اُس سے خدائی پھرتی ہے جس سے خدا پھرا

193/12 خانہ خراب میر بھی کتنا غیور تھا
مرتے[2] مُوا پر اُس کے کبھو گھر نہ جا پھرا

﴿194﴾

194/1 پھریے کب تک شہر میں ، اب سوئے صحرا رو کیا — کام اپنا اِس جنوں میں ہم نے بھی یک سو کیا

194/2 عشق نے کیا کیا تصرف یاں کیے ہیں آج کل — چشم کو پانی کیا سب ، دل کو سب لوہو کیا

194/3 نکہتِ خوش اُس کے پنڈے کی سی آئی[3] ہے مجھے — اس سبب گل کو چمن کے دیر میں نے بو کیا

194/4 کام میں قدرت کے کچھ بولا نہیں جاتا ہے ہائے — خوب رو اُس کو کیا لیکن بہت بد خو کیا

194/5 جانا اِس آرام گہ سے ہے بعینہ بس یہی — جیسے سوتے سوتے اِیدھر سے اُدھر پہلو کیا

194/6 عزلتی اسلام کے کیا کیا پھرے ہیں جیب چاک — تو نے مائل کیوں اُدھر کو گوشۂ ابرو کیا

194/7 وہ اُتو کش کا مجھی پر کیا ہے سرگرمِ جفا — مارے تلواروں کے ان نے بہتوں کو اُتو کیا

194/8 ہاتھ پر رکھ ہاتھ اب وہ دو قدم چلتا نہیں — جن نے بالش خواب کا برسوں مرا بازو کیا

194/9 پھول نرگس کا لیے بھچک کھڑا تھا راہ میں
کس کی چشمِ پُر فسوں نے میر کو جادو کیا

﴿195﴾

195/1 عاشق ترے لاکھوں ہوئے مجھ سا نہ پھر پیدا ہوا — تجھ پر کوئی اے کامِ جاں دیکھا نہ یوں مرتا ہوا

195/2 مدّت ہوئی اُلفت گئے ، برسوں ہوئے طاقت گئے — دل مضطرب ایسا نہ تھا ، کیا جانیے اب کیا ہوا

195/3 کل صبح سیرِ باغ میں دل اور میرا رک گیا — بلبل نہ بولا منہ سے کچھ ، گل ٹک نہ مجھ سے وا ہوا

195/4 وے دن گئے جو یاں کبھو اُٹھتا تھا دل سے جوش سا — اب لگ گئے رونے جہاں پل مارتے دریا ہوا

195/5 کتنوں کے دل بے جاں ہوئے کتنے نہ جانا کیا ہوئے — چلنے میں اُس کے دو قدم ہنگامہ اک برپا ہوا

195/6 مستی میں لغزش ہو گئی ، معذور رکھا چاہیے — اے اہلِ مسجد اِس طرف آیا ہوں میں بہکا ہوا

195/7 جوں حسن ہے اک فتنہ گر، توں[4] عشق بھی ہے پردہ در — وہ شہرۂ عالم ہوا ، میں خلق میں رسوا ہوا

195/8 فرہاد و مجنوں ووں گئے ، ہم اور وامق یوں چلے — اس عارضے سے چاہ کے وہ کون سا اچھا ہوا

195/9 یا حرفِ خط ہے درمیاں یا گیسوؤں کا ہے بیاں
کیا میر صاحب کے تئیں پھر ان دِنوں سودا ہوا

---

[1] ان دونوں شعروں میں بات (مضمون) مکمل ہوئی ہے لیکن کسی مروّج نسخے ، آسی ، مجلس ، عبادت نے ان دونوں شعروں کو قطعہ قرار نہیں دیا۔

[2] نسخۂ آسی میں 'مرنے' غلط جب کہ نسخۂ کالج اور نول کشور دوم ، سوم میں 'مرتے' درست ہے۔

[3] نسخۂ کالج اور نول کشور دوم ، سوم میں 'آئی' بہتر ہے ، آسی اور مجلس اور عبادت کے یہاں 'آتی' درج ہوا۔ البتہ طبع سوم میں 'پنڈلی' سہو کتابت ہے۔

[4] نسخۂ آسی میں 'تو' ہے جب کہ نول کشور طبع سوم کی سند 'توں' کے لیے کافی ہے کہ 'جوں' کی رعایت سے یہی بہتر ہے۔

﴿196﴾

196/1 تمام روز جو کل میں پیے [1] شراب پھرا — بسانِ جام لیے دیدۂ پُر آب پھرا

196/2 اثر بِن آہ کے وہ منہ اِدھر نہ ہوتا تھا — ہوا پھری ہے مگر کچھ کہ آفتاب پھرا

196/3 نہ لکھّے خط کی نمط ہو گئیں سفید آنکھیں — تجھے بھی عشق ہے قاصد، بھلا شتاب پھرا

196/4 وہ رشکِ گنج ہی نایاب تھا بہت ورنہ — خرابہ کون سا [2] جس میں نہ میں خراب پھرا

196/5 کسو سے حرفِ محبت کا فائدہ نہ ہوا — بغل میں مَیں تو لیے یاں بہت کتاب پھرا

196/6 لکھا تو دیکھ! کہ قاصد پھرا جو مدت میں — جواب خط کا مرے صاف بے جواب پھرا

196/7 کہیں ٹھہرنے کی جا یاں نہ دیکھی میں نے میر
چمن میں عالمِ امکاں کے جیسے آب پھرا

﴿197﴾

197/1 لے [3] رنگِ بے ثباتی یہ گلستاں بنایا — بلبل نے کیا سمجھ کر یاں آشیاں بنایا

197/2 اُڑتی ہے خاک یا رب شام و سحر جہاں میں — کس کے غبارِ دل سے یہ خاک داں بنایا

197/3 اک رنگ پر نہ رہنا یاں کا عجب نہیں ہے — کیا کیا نہ رنگ لائے تب یہ جہاں بنایا

197/4 آئینے میں کہاں ہے ایسی صفا کہے تو — جبھوں سے راستوں کے وہ آستاں بنایا

197/5 سرگشتہ ایسی کس کی ہاتھ آ گئی تھی مٹی — جو چرخ زن قضا نے یہ آسماں بنایا

197/6 نقشِ قدم سے اس کے گلشن کی طرح ڈالی — گردِ رہ اس کی لے کر سروِ رواں بنایا

197/7 ہونے پہ جمع اپنے پھولا بہت تھا لیکن — کیا غنچہ تنگ آیا جب وہ دہاں بنایا

197/8 اس صحن پر یہ وسعت اللہ رے تیری صنعت — معمار نے قضا کے دل کیا مکاں بنایا

197/9-10 دل تک اُدھر نہ آیا، اِیدھر سے کچھ نہ پایا (قطعہ) کہنے کو ترک لے کر اک سوانگ یاں بنایا
دریوزہ کرتے گزری گلیوں میں عمر اپنی — درویش کب ہوئے ہم تکیہ کہاں بنایا

197/11 وہ تو مٹا گیا تھا تربت بھی میر جی کی
دو چار اینٹیں رکھ کر پھر میں نشاں بنایا

﴿198﴾

198/1 اُس کامِ جان و دل نے عالم کا جان مارا — زلفوں کی درہمی سے برہم جہان مارا

198/2 بلبل کا آتشیں دم دل کو لگا ہمارے — ایسا کنھوں نے جیسے چھاتی میں بان مارا

198/3 خوں کچھ نہ تھا ہمارا مرکوزِ خاطر اُس کو — للہ اک ہمیں بھی یوں درمیان مارا

198/4 سرچشمہ حسن کا وہ آیا نظر نہ مجھ کو — اس راہ زن نے غافل کیا کاروان مارا

---

[1] طبع دوم، سوم نول کشور میں 'پیئے' درست نہیں آسی کے یہاں 'پے' (برائے) درست ہے۔

[2] نسخۂ آسی میں متن درست ہے، لیکن حاشیے میں ان کے تحت 'کون تھا' درج ہوا، نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں 'خواب کون سا' ہے، اس لیے 'خراب' کو سہو کتابت مان کر 'کون سا' کو ہی بہتر متن تصور کرنا چاہیے۔

[3] نسخۂ آسی، عبادت اور مجلس میں 'لے رنگِ بے ثباتی' (کسی میں با اضافت تو کسی میں بغیر اضافت) لیکن دونوں طرح یہ بے معنی ترکیب ہے۔ لہٰذا نسخۂ کالج کے حاشیے کو سند ماننا ہوگا 'بے رنگِ بے ثباتی' یوں مصرعے بامعنی ہو جاتا ہے۔

198/5 صبر و حواس و دانش سب عشق کے زبوں ہیں — میں کاوشِ مژہ سے عالم کو چھان مارا

198/6 کیا خون کا مزا ہے اے عشق تجھ کو ظالم — اک ایک دم میں تو نے سو سو جوان مارا

198/7 ہم عاجزوں پر آ کر یوں کوہِ غم گرا ہے — جیسے زمیں کے اوپر اک آسمان مارا

198/8 کب جی بچے ہے یار و خوش رو و موبتاں سے — گر شام بچ گیا تو پھر صبح آن مارا[1]

198/9 کہتے نہ تھے کہ صاحب اتنا کڑھا نہ کریے
اس غم نے میر تم کو جی سے ندان مارا

﴿199﴾

199/1 یہ میر ستم کشتہ کسو وقت جواں تھا — انداز سخن کا سببِ شور و فغاں تھا

199/2 جادو کی پُڑی[2] پرچۂ ابیات تھا اُس کا — منہ تکتے[3] غزل پڑھتے عجب سحر بیاں تھا

199/3 جس راہ سے وہ دل زدہ دلّی سے نکلتا — ساتھ اس کے قیامت کا سا ہنگامہ رواں تھا

199/4 افسردہ نہ تھا ایسا کہ جوں آب زدہ خاک — آندھی تھا بلا تھا، کوئی آشوبِ جہاں تھا

199/5 کس مرتبہ تھی حسرتِ دیدار مرے ساتھ — جو پھول مری خاک سے نکلا نگراں تھا

199/6 مجنوں کو عبث دعویِ وحشت ہے مجھی سے — جس دن کہ جنوں مجھ کو ہوا تھا وہ کہاں تھا

199/7 غافل تھے ہم احوالِ دلِ خستہ سے اپنے — وہ گنج اسی کنج خرابی[4] میں نہاں تھا

199/8 کس زور سے فرہاد نے خارا شکنی[5] کی — ہر چند کہ وہ بے کس و بے تاب و تواں تھا

199/9 گو میر جہاں میں کنھوں نے تجھ کو نہ جانا
موجودہ نہ تھا تُو، تو کہاں نام و نشاں تھا

﴿200﴾

200/1 عشق کو بیچ میں یا رب تو نہ لایا ہوتا — یا تنِ آدمی میں دل نہ بنایا ہوتا

200/2 دل نہ تھا ایسی جگہ جس کی نہ سدھ لیجے کبھو — اُجڑی اِس بستی کو پھر تو نے بسایا ہوتا

200/3 عزّت اسلام کی کچھ رکھ لی خدا نے ورنہ — زلف نے تیری تو زنار بندھایا ہوتا

200/4 گھر کے آگے سے ترے نعش گئی عاشق کی — اپنے دروازے تلک تُو بھی تو آیا ہوتا

200/5 جو ہے سو بے خودِ رفتار ہے تیرا اے شوخ — اس روش سے نہ قدم تو نے اُٹھایا ہوتا

200/6 اب تو صد چند ستم کرنے لگے تم اے کاش — عشق اپنا نہ تمھیں میں نے جتایا ہوتا

200/7 دل سے خوش طرح مکاں پھر بھی کہیں بنتے ہیں — اس عمارت کو ٹک اک دیکھ کے ڈھایا ہوتا

---

1. نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم کے مطابق متن ہے۔ نسخۂ آسی، مجلس دعبادت میں یوں ہے 'گر صبح بچ گیا تو پھر شام آن مارا' قدامت کی اولیت اُصول پر بھی اور یوں بھی شاملِ متن مصرع بہتر ہے۔
2. طبع دوم، سوم میں 'پری' سے نسخۂ آسی کا 'پُڑی' بہتر ہے۔
3. نسخۂ کالج اور نول کشوری نسخوں میں 'منہ تکیے' ہے، 'تکتے' نسخۂ آسی میں موزوں ہے۔
4. نسخۂ آسی میں 'کنجِ خرابی' ہے ان کے تحت حاشیے میں 'خرابہ' لکھا ہے مجلس والوں نے 'کنج خرابے' درج کیا اور اختلافِ نسخ کی وضاحت نہیں ہمارے نزدیک 'کنجِ خرابی' بہتر ہے۔
5. مجلس کے یہاں کتابت کی ایک اور غلطی 'خار اشکنی'۔

200/8	دل پہ رکھتا ہوں کبھو، سر سے کبھو ماروں ہوں	ہاتھ پاؤں کو نہ میں تیرے لگایا ہوتا
200/9	کم کم اُٹھتا وہ نقاب آہ کہ طاقت رہتی	کاش یک بار ہمیں منہ نہ دکھایا ہوتا

200/10　میر اظہارِ محبت میں گیا جی نہ ترا
ہائے نادان بہت تو نے چھپایا ہوتا

﴿201﴾

201/1	منکشِ طالع دیکھ وہ اِدھر کو چل کر رہ گیا	رات جو تھی، چاند سا گھر سے نکل کر رہ گیا
201/2	خواب میں کل پاؤں اپنے دوست کے ملتا تھا میں	آنکھ دشمن کھل گئی سو ہاتھ مل کر رہ گیا
201/3	ہم تو تھے سرگرمِ پابوسی خدا نے خیر کی	نیمچہ کل خوش غلاف اس کا اُگل کر رہ گیا
201/4	ہم بھی دنیا کی طلب میں سر کے بل ہوتے کھڑے	بارے اپنا پاؤں اس رہ میں پھسل کر رہ گیا
201/5	کیا کہوں بے تابیِ شب سے[1] کہ ناچار اُس بغیر	دل مرے سینے میں دو دو ہاتھ اچھل کر رہ گیا
201/6	کیا ہمیں کو یار کے تیغے نے کھا کر دم لیا	ایسے بہتیروں کو یہ اژدر نگل کر رہ گیا
201/7	دو قدم ساتھ اُس جفا جُو کے چلا جاتا ہے جی	بوالہوس عیار تھا، دیکھا نا![2] ٹل کر رہ گیا
201/8	آنکھ کچھ اپنی ہی اُس کے سامنے ہوتی نہیں	جن نے وہ خوں خوار دھج[3] دیکھی، دہل کر رہ گیا

201/9　ایک ڈھیری راکھ کی تھی صبح جائے میر پر
برسوں سے جلتا تھا شاید رات جل کر رہ گیا

﴿202﴾

202/1	طریق خوب ہے آپس کی[4] آشنائی کا	نہ پیش آوے اگر مرحلہ جدائی کا
202/2	ہوا ہے کنجِ قفس ہی کی بے پری میں خوب	کہ پر کی سال تلک لطف تھا رہائی کا
202/3	یہیں ہیں دیر و حرم اب تو یہ حقیقت ہے	دماغ کس کو ہے ہر در کی جبہہ سائی کا
202/4	نہ پوچھ مہندی لگانے کی خوبیاں اپنی	جگر ہے خستہ ترے پنجۂ حنائی کا
202/5	نہیں جہان میں کس طرف گفتگو دل سے[5]	یہ ایک قطرۂ خوں ہے طرف خدائی کا
202/6	کسو پہاڑ میں جوں کوہ کن سر اَب ماریں	خیال ہم کو بھی ہے بخت آزمائی کا
202/7	بجا رہا نہ دلِ شیخ شورِ محشر سے	جگر بھی چاہیے ہے کچھ تھامنا اداٸی کا
202/8	رکھا ہے باز ہمیں دربدر کے پھرنے سے	سروں پہ اپنے[6] ہے احساں شکستہ پائی کا

---

[1] نسخۂ کالج، طبع دوم وسوم میں 'سے' درست، نسخۂ آسی میں 'ہے' سہو کتابت ہے۔
[2] 'دیکھانا' میں 'نا' تاکید کے لیے ہے لیکن بیشتر مقامات پر نسخۂ آسی ومجلس نے 'نہ' ہی درج کیا ہے۔
[3] نسخۂ آسی میں 'سج' جب کہ نول کشور دوم، سوم میں 'دھج' بہتر ہے۔
[4] مروّجہ نسخوں میں 'آپس میں آشنائی' ملتا ہے۔ فاروقی صاحب نے 'آپس کی آشنائی' لکھا جو زیادہ بہتر ہے۔
[5] نسخۂ مجلس میں 'دل سے' کی جگہ 'دیسی' درج ہے، دوسرا مصرع بے معنی رہتا ہے اگر پہلے میں دل کا ذکر نہ ہو، آسی کے یہاں غالباً 'دیسی' نہیں بلکہ قدیم کتابت کے طرز پر 'دلسی' (دل سے) ہے، اسے عبادت صاحب کے کاتب اور اہلِ مجلس نے 'دیسی' پڑھا اور لکھا ہے۔ فاروقی صاحب کے شور انگیز، ص ۵۰۵ جلد اول، میں 'دل سے' ہے۔
[6] نسخۂ آسی، عبادت ومجلس میں 'اپنی' درست نہیں، فاروقی صاحب نے 'اپنے' درج کیا ہے جس کا یہ محل بھی ہے۔

202/9 ملا کہیں تو دکھاویں گے عشق کا جنگل — بہت ہی خضر کو غرہ ہے رہنمائی کا
202/10 نہ اُنس مجھ سے ہوا اس کو، میں ہزار کیا — جگر میں داغ ہے اُس گل کی بے وفائی کا
202/11 جہاں سے[1] میر ہی کے ساتھ جانا تھا لیکن
کوئی شریک نہیں ہے کسو کی آئی کا

﴿203﴾

203/1 یہ رنگی بھی ہوتی ہے جی ہی چلا گیا — کل حالِ میر دیکھ کے غش مجھ کو آ گیا
203/2 کیا کہیے ایک عمر میں وے لب ہلے تھے کچھ — سو بات پان کھاتے ہوئے وہ چبا گیا
203/3 ثابت ہے اس کے پہلو سے پہنچے ہے ہم کو رنج — دیکھا نا! دردِ دل کے کہے سر جھکا گیا
203/4 نالاں ہے عندلیب، گل آشفتہ، رفتہ سرو — ٹک بیٹھ کر چمن میں وہ فتنہ اُٹھا گیا
203/5 پڑھتا تھا میں تو سبحہ لیے ہاتھ میں درود — صلواتیں مجھ کو آ کے وہ ناحق سنا گیا
203/6 رکھنا نشان قبر کا میری نہ خوش کیا — آیا سو اور خاک میں مجھ کو ملا گیا
203/7 منصف ہو تُو ہی شیخ کہ اُس مست ناز بن — ہم آپ سے بھلا گئے، تجھ سے رہا گیا
203/8 ہرگز بجھی نہ سر سے لگی آہ عشق میں — مانندِ شمع داغ ہی سب ہم کو کھا گیا
203/9 کیوں میں کہا، کہ ہنس کے نمک زخم پر چھڑک — بے لطف اُس کے ہونے میں سارا مزا گیا
203/10 آنسو تو ڈر سے پی گئے لیکن وہ قطرہ آب — اک آگ تن بدن میں ہمارے لگا گیا
203/11 وقتِ اخیر کیا یہ ادا تھی کہ غش سے میں — جب آنکھ کھولی، بالوں میں منہ کو چھپا گیا
203/12 کیا پوچھتے ہو داغ کیا مرگِ میر نے
مر کر وہ سینہ سوختہ چھاتی جلا گیا

﴿204﴾

204/1 سوزِ دروں سے آخر بھسمنت دل کو پایا — اس آگ نے بھڑک کر دربست گھر جلایا
204/2 جی دے کے لیتے ایسے معشوقِ بے بدل کو — یوسفؑ عزیزِ دل ہا ستا بہت بکایا
204/3 زلفِ سیاہ اُس کی جاتی نہیں نظر سے — اِس چشمِ روسیہ نے روزِ سیہ دکھایا
204/4 نام اُس کا سن کے آنسو گر ہی پڑے پلک سے — دل کا لگاؤ یارو چھپتا نہیں چھپایا
204/5 تھا لطف زیست جن سے وے اب نہیں میسّر — مدّت ہوئی کہ ہم نے جینے سے ہاتھ اُٹھایا
204/6 مہندی لگی تھی تیرے پاؤں میں کیا پیارے — ہنگامِ خونِ عاشق سر پر جو تو نہ آیا
204/7 یہ پیروی کسو سے کاہے کو ہو سکے ہے — رکھتا ہے داغ ہم کو قامت کا اُس کی سایا
204/8 دیکھی نہ پیش جاتے ہرگز خرد وری میں — دانستہ باؤلا ہم اپنے تئیں بنایا
204/9 کہتی تھی بے دماغی اک شور ما و من میں — آنکھوں کے مُند گئے پر آرام سا تو پایا
204/10 گل پھول سے بھی تو جو لیتا ہے منہ کو پھیرے
مکھڑے سے کس کے تو نے اے میر دل لگایا

---

[1] نسخۂ آسی میں 'جہاں سے' درست جب کہ نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں 'جہاں میں' غلط ہے۔

﴾205﴿

205/1 نکتہ مشتاق و یار ہے اپنا — شاعری تو شعار ہے اپنا
205/2 بے خودی لے گئی کہاں ہم کو[1] — دیر سے انتظار ہے اپنا
205/3 روتے پھرتے ہیں ساری ساری رات — اب یہی روزگار ہے اپنا
205/4 دے کے دل ہم جو ہو گئے مجبور — اس میں کیا اختیار ہے اپنا
205/5 کچھ نہیں ہم مثالِ عنقا، لیک — شہر شہر اشتہار ہے اپنا
205/6 جس کو تم آسمان کہتے ہو — سو دلوں کا غبار ہے اپنا
205/7 صرفہ آزارِ میر میں نہ کرو
خستہ اپنا ہے، زار ہے اپنا

﴾206﴿

206/1 رُوکش ہوا جو شب وہ بالائے بام نکلا — ماہِ تمام یارو کیا ناتمام نکلا
206/2 ہو گوشہ گیر، شہرت مدِّنظر اگر ہے — عنقا کی طرح اپنا عزلت سے نام نکلا
206/3 تھا جن کو عاشقی میں دعوائے پختہ مغزی — سودا اُنہوں کا آخر دیکھا تو خام نکلا
206/4 نومید قیس پایا، ناکام کوہ کن کو — اِس عشقِ فتنہ گر سے وہ کس کا کام نکلا
206/5 کیونکر نہ مر رہے جو بے تاب میر سا ہو
اک آدھ دن تو گھر سے دل تھام تھام نکلا

﴾207﴿

207/1 کیا کہیں، کچھ کہا نہیں جاتا — اب تو چپ بھی رہا نہیں جاتا
207/2 غم میں جاتی ہے عمرِ دہ روزہ — اپنے ہاں سے دہا نہیں جاتا
207/3 طاقتِ دل تلک تعب کھینچے — اب ستم تک سہا نہیں جاتا
207/4 اُس دُرِ تر کا حیرتی ہے بحر — تب تو اُس سے بہا نہیں جاتا
207/5 کب تری رہ میں میر گرد آلود
لوہو میں آ، نہا نہیں جاتا

﴾208﴿

208/1 کبھی اُس کی جو میں جتانے لگا — مجھے سیدھیاں وہ سنانے لگا
208/2 تحمل نہ تھا جس کو ٹک سو وہ میں — ستم کیسے کیسے اُٹھانے لگا
208/3 رُندھے عشق میں کوئی یوں کب تلک — جگر آہ منہ تک تو آنے لگا
208/4 پریشاں ہیں اس وقت میں نیک و بد — مُوا جو کوئی وہ ٹھکانے لگا
208/5 کروں یاد اُسے، ہوں جو میں آپ میں — سو یاں جی ہی اب بھول جانے لگا

---

[1] (شعر شور انگیز، جلد اوّل، ص ۵۱۱) 'بے خودی لے گئی کہاں مجھ کو' ہے لیکن اس کی تائید کسی نسخے سے نہیں ہوتی۔

208/6 پس از عمر اودھر گئی تھی نگاہ — سو آنکھیں وہ مجھ کو دکھانے لگا

208/7 نہیں رہتے عاقل علاقے بغیر
کہیں میر دل کو دِوانے لگا

﴿209﴾

209/1 اللہ رے غرور و ناز تیرا — مطلق نہیں ہم سے ساز تیرا

209/2 ہم سے کہ تجھی کو جانتے ہیں — جاتا نہیں احتراز تیرا

209/3 مل جن سے شراب تو پیے ہے — کہہ دیتے ہیں وہ ہی راز تیرا

209/4 کچھ عشق و ہوس میں فرق بھی کر — کیدھر ہے وہ امتیاز تیرا

209/5 کہتے نہ تھے میر مت کُڑھا کر
دل ہو نہ گیا گداز تیرا

﴿210﴾

210/1 نظر میں آوے گا جب جی کا کھونا — ملے گا نیند بھر تب مجھ کو سونا

210/2 مرا خوں تجھ پہ ثابت ہی کرے گا — کنارے بیٹھ کر ہاتھوں کو دھونا

210/3 وصیّت میر نے مجھ کو یہی کی
کہ سب کچھ ہونا تو عاشق نہ ہونا

﴿211﴾

211/1 اُس آستانِ داغ سے میں زر لیا کیا — گل دستہ دستہ جس کو چراغی دیا کیا

211/2 کیا بعدِ مرگ یاد کروں گا وفا تجھے — سہتا رہا جفائیں مَیں جب تک جیا کیا

211/3 اب وہ جگر تپش سے تڑپتا ہے تشنہ لب
مدّت تلک جو میر کا لوہو پیا کیا

﴿212﴾

212/1 آنسو مری آنکھوں میں ہر دم جو نہ آجاتا — تو کام مرا اچھا پردے میں چلا جاتا

212/2 اصلح ہے حجاب اُس کا ہم شوق کے ماروں سے — بے پردہ جو وہ ہوتا تو کس سے رہا جاتا

212/3 طفلی کی ادا تیری جاتی نہیں یہ جی سے — ہم دیکھتے تجھ کو تو تُو منہ کو چھپا جاتا

212/4 صد شکر کہ داغِ دل افسردہ ہوا ورنہ — یہ شعلہ بھڑکتا تو گھر بار جلا جاتا

212/5 کہتے تو ہو یوں کہتے، یوں کہتے جو وہ آتا — یہ کہنے کی باتیں ہیں، کچھ بھی نہ کہا جاتا

212/6 ان آنکھوں سے ہم چشمی برجا ہے جو میں جل کر — بادام کو کل یارو مجلس ہی میں کھا جاتا

212/7 صحبت سگ و آہو کی یک عمر رہی باہم — وہ بھاگتا مجھ سے تو مَیں اُس سے لگا جاتا

212/8 گر عشق نہیں ہے تو یہ کیا ہے بھلا مجھ کو — جی خود بخود اے ہمدم کاہے کو کھپا جاتا

212/9 جوں ابر نہ تھم سکتا آنکھوں کا مری جھمکا — جوں برق اگر وہ بھی جھمکی سی[1] دکھا جاتا

---

[1] نسخۂ آسی میں 'جھمکی سے' سہو ہے کتابت کا۔

212/9
تکلیف نہ کی ہم نے اُس وحشی کو مرنے کی
تھا میر تو ایسا بھی دل جی سے اُٹھا جاتا

﴿213﴾

213/1
بالقوہ ٹک دکھایئے چشمِ پُر آب کا
دامن پکڑ کے رویئے یک دم سحاب کا

213/2
جو کچھ نظر پڑے ہے، حقیقت میں کچھ نہیں
عالم میں خوب دیکھو تو عالم ہے خواب کا

213/3
دریا دلی جنھیں ہے، نہیں ہوتے کاسہ لیس
دیکھا ہے واژگوں ہی پیالہ حباب کا

213/4
شاید کہ قلبِ یار بھی ٹک اس طرف پھرے
میں منتظر زمانے سے ہوں انقلاب کا

213/5
بارے نقاب دن کو جو رکھتا ہے منہ پہ تو
پردہ سا رہ گیا ہے کچھ اک آفتاب کا

213/6
تلوار بن نکلتے نہیں گھر سے ایک دم
خوں کر رہو گے تم کسو خانہ خراب کا

213/7
بے ہوش دیکھ آ گے مرے ساتھ غیر کے
رکھتا ہے پاؤں مست ہو جیسے شراب کا

213/8
مجنوں میں اور مجھ میں کرے کیوں نہ فرق عشق
چھپتا نہیں مزا تو جلے سے کباب کا

213/9
رو فرصتِ جوانی پہ جوں ابر بے خبر
انداز برق کا سا ہے عہدِ شباب کا

213/10
واں سے تو نامہ بر کو ہے کب کا جواب صاف
میں سادگی سے لاگو ہوں خط کے جواب کا

213/11
ٹپکا کرے ہے زہر ہی صرف اُس نگاہ سے
وہ چشم گھر ہے غصہ و ناز و عتاب کا

213/12
لائق تھا دیکھنے ہی کے مصراعِ قدِ یار
میں معتقد ہوں میر ترے انتخاب کا

﴿214﴾

214/1
خندۂ دنداں نما کرتا جو وہ کافر گیا
گوہرِ تر جوں سرشک آنکھوں سے سب کی گر گیا

214/2
کیا گزر کوئے محبت میں ہنسی ہے، کھیل ہے
پاؤں رکھا جس نے ٹک اودھر، پھر اُس کا سر گیا

214/3
کیا کوئی زیرِ فلک اونچا کرے فرقِ غرور
ایک پتھر حادثے کا آلگا، سر چر گیا[1]

214/4
نیزہ بازانِ مژہ میں دل کی حالت کیا کہوں
ایک ناکسبی سپاہی دکھنیوں میں گھر گیا

214/5
بعدِ مدت اس طرف لایا تھا اُس کو جذبِ عشق
بخت کی برگشتگی سے آتے آتے پھر گیا

214/6
تیز دست اتنا نہیں وہ ظلم میں اب فرق ہے
یعنی لوہا تھا کڑا تیغِ ستم کا کر گیا

214/7
سخت ہم کو میر کے مر جانے کا افسوس ہے
تم نے دل پتھر کیا، وہ جان سے آخر گیا

﴿215﴾

215/1
اُس بد زباں نے حرفِ سخن آہ کب کیا
چپکے ہی چپکے اُن نے ہمیں جاں بہ لب کیا

215/2
طاقت سے میرے دل کی خبر تجھ کو کیا نہ تھی
ظالم نگاہِ خشم[2] اِدھر کی، غضب کیا

215/3
یکساں کیا نہیں ہے ہمیں خاک رہ سے آج
ایسا ہی کچھ سلوک کیا اُن نے جب کیا

---

[1] نسخۂ آسی میں 'گر' درست نہیں، نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں 'کر' صحیح ہے۔

[2] نسخۂ آسی ص ۲۴۸، نسخۂ عبادت ص ۳۸۷؛ 'نگاہِ خشم' نسخۂ مجلس میں درست، لیکن اختلافِ نسخ کی نشان دہی مفقود ہے۔

215/4 عمامہ لے کے شیخ کہیں مے کدے سے جا — بس مغ بچوں نے حد سے زیادہ ادب کیا

215/5 اُس رُخ سے دل اُٹھایا تو زلفوں میں جا پھنسا — القصہ اپنے روز کو ہم نے بھی شب کیا

215/6 ظاہر ہوا نہ مجھ پہ کچھ اُس ظلم کا سبب — کیا جانوں خون اُن نے مرا کس سبب کیا

215/7 کچھ آگے آئے ہوتے جو منظور لطف تھا — ہم جی سے اپنے جا چکے، تم قصد تب کیا

215/8 بچھڑے تمہارے، اپنا عجب حال ہو گیا — جس کی نگاہ پڑ گئی اُن نے عجب کیا

215/9 برسوں سے اپنے دل کی ہے دل میں کہ یار نے — اک دن جدا نہ غیر سے ہم کو طلب کیا

215/10 کی زندگی سو وہ کی، موے اب سو اس طرح
جو کام میر جی نے کیا سو کڈھب کیا

﴿216﴾

216/1 اب چھاتی کے جلنے نے کچھ طور بدل ڈالا — سب درد ہو شدّت کا اس دل ہی کو دَل ڈالا

216/2 ہم عاجزوں کا کھونا مشکل نہیں ہے ایسا — کچھ چونٹیوں کو لے کر پاؤں تلے مل ڈالا

216/3 ٹھکلی کی بھی اس کی دل تاب نہیں لاتا — کیا پگڑی کے پیچوں میں لے بالوں کو بل ڈالا

216/4 تشویش سے اب خالی کس دن ہے مزاج اپنا — اس دل کی خلش نے بھی کیا آہ خلل ڈالا

216/5 مجھ مست کو کیا نسبت اے میر مسائل سے
منہ شیخ کا مسجد میں، میں رک[1] کے مسل ڈالا

﴿217﴾

217/1 طوفان میرے رونے سے آخر کو ہو رہا[2] — یوناں کی طرح بستی یہ سب میں ڈبو رہا

217/2 بہتوں نے چاہا کہیے، پہ کوئی نہ کہہ سکا — احوال عاشقی کا مری گومگو رہا

217/3 آخر مُوا ہی واں سے نکلتا سنا اُسے — کوچے میں اُس کے جا کے ستم دیدہ جو رہا

217/4 آنسو تھما نہ جب سے گیا وہ نگاہ سے — پایانِ کار آنکھوں کو اپنی میں رو رہا

217/5 کیا بے شریک زندگی کی شیخِ شہر نے — نبّاش بھی وہی تھا، وہی مُردہ شو رہا

217/6 یاروں نے جل[3] کے مُردے سے میرے کیا خطاب — روتے تھے ہم تو دل ہی کو، تو جی بھی کھو رہا

217/7 جب رات سر پٹکنے نے تاثیر کچھ نہ کی
ناچار میر منڈکری سی مار، سو رہا

﴿218﴾

218/1 لعل پر کب دل مرا مائل ہوا — اُس لبِ خاموش کا قائل ہوا

218/2 لڑ گئیں آنکھیں، اُٹھائی دل نے چوٹ — یہ تماشائی عبث گھائل ہوا

218/3 ناشکیبی سے گئی ناموسِ فقر — عاقبت بوسے کا میں سائل ہوا

---

1. نسخۂ کالج اور نسخۂ آسی میں 'رُک' درست جب کہ نول کشور دوم، سوم میں 'رکھ' غلط ہے۔
2. غزل کی ردیف 'رہا' ہے، مجلس کے نسخے (جلد دوم ص ۶۷) میں مطلع ہی کو 'ہو رہا ہے' درج کیا ہے۔
3. نسخۂ کالج اور نول کشور طبع دوم میں 'چل کے' درست نہیں، نسخۂ آسی اور طبع سوم میں 'جل کے' صحیح ہے۔

218/4 — ایک تھے ہم و ے نہ ہوتے ہست اگر — اپنا ہونا بیچ میں حائل ہوا

218/5 — میر ہم کس ذیل میں، دیکھ اُس کی آنکھ
ہوش اہلِ قُدس کا زائل ہوا

﴾219﴿

219/1 — کوئی فقیر یہ اے کاش کے[1] دعا کرتا — کہ مجھ کو اُس کی گلی کا خدا گدا کرتا

219/2 — کبھو جو آن کے ہم سے بھی تو ملا کرتا — تو تیرے جی میں مخالف نہ اتنی جا کرتا

219/3 — چمن میں پھول گل اب کے ہزار رنگ کھلے — دماغ کاش کہ اپنا بھی ٹک وفا کرتا

219/4 — فقیر بستی میں تھا تو ترا زیاں کیا تھا — کبھو جو آن نکلتا کوئی صدا کرتا

219/5 — علاج عشق نے ایسا کیا نہ تھا اس کا — جو کوئی اور بھی مجنوں کی کچھ دوا کرتا

219/6 — قدم کے چھونے سے استادگی مجھی سے ہوئی — کبھو وہ یاں تو مرے ہاتھ بھی لگا کرتا

219/7 — بدی نتیجہ ہے نیکی کا اِس زمانے میں — بھلا کسو سے جو کرتا تو تُو بُرا کرتا

219/8 — تلاطم آنکھ کے صد رنگ رہتے تھے تجھ بن — کبھو کبھو جو یہ دریائے خوں چڑھا کرتا

219/9 — کہاں سے نکلی یہ آتش نہ مانتا تھا میں — شروعِ ربط میں اُس کے جو دل جلا کرتا

219/10 — گلی سے یار کی ہم لے گئے سرِ پُرشور — وگرنہ شام سے ہنگامہ ہی رہا کرتا

219/11 — خراب مجھ کو کیا دل کی لاگ نے ورنہ — فقیر تکیے سے کاہے کو یوں اُٹھا کرتا

219/12 — گئے پہ تیرے نہ تھا ہم نفس کوئی اے گل! — کبھو نسیم سے میں دردِ دل کہا کرتا

219/13 — کہیں کی خاک کوئی منہ پہ کب تلک مَلتا — خراب و خوار کہاں تک بھلا پھرا کرتا

219/14 — موے ہی[2] رہتی تھی عزت مری محبت میں — ہلاک آپ کو کرتا نہ میں تو کیا کرتا

219/15 — ترے مزاج میں تابِ تعب تھی میر کہاں
کسو سے عشق نہ کرتا تو تُو بھلا کرتا

﴾220﴿

220/1 — بندھا رات آنسو کا کچھ تار سا — ہوا ابرِ رحمت گنہگار سا

220/2 — کوئی سادہ ہی اُس کو سادہ کہے — لگے ہے ہمیں تو وہ عیّار سا

220/3 — محبت ہے یا کوئی جی کا ہے روگ — سدا میں تو رہتا ہوں بیمار سا

220/4 — گُل و سرو اچھے سبھی ہیں ولے — نہ نکلا چمن میں کوئی یار سا

---

[1] نسخۂ مجلس اور آسی کے یہاں 'کہ' کے مقام پر بھی 'کے' درج ہوتا ہے۔ اسی غزل کے مطلع کے علاوہ تیسرے شعر میں بھی یہی صورت ہے۔ فاروقی صاحب نے مطلع میں 'کاش کے' اور تیسرے شعر کو 'کاش کہ' لکھا ہے۔ (شعرِ شور انگیز، جلد اول، ص۵۲۳)

[2] نسخۂ آسی میں 'موے ہی رہتی' ہے اور درست ہے لہٰذا مجلس کے حاشیے (جلد دوم، ص۷۰) پر 'موئے ہی رہنی' (بحوالہ آسی) درست نہیں۔ نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم میں 'موئی ہی رہتی تھی' درج ہے لیکن یہ یائے معروف و مجہول کے املا کا پیدا کردہ مغالطہ ہے۔ اس غلطی نے فاضل مصنف شعرِ شور انگیز (ص۵۲۶) سے بھی غلطی کرائی ہے۔ فاروقی صاحب نے 'موئی ہی رہتی' درج کر کے شعر کے جو معنی سمجھے اور بیان کیے وہ درست نہیں، سیدھا سا شعر ہے کہ ہم نے عشق میں جان دے کر آبرو بچائی ہے۔ 'موئے ہی رہنی' صرف مجلس کا متن ہے، گو اس سے معنی کی ترسیل مزید بہتر ہوتی ہے۔

220/5 جو ایسا ہی تم ہم کو سمجھو ہو سہل — ہمیں بھی یہ جینا ہے دشوار سا

220/6 فلک نے بہت کھینچے آزار لیک — نہ پہنچا بہم اُس دل آزار سا

220/7 مگر آنکھ تیری بھی چپکی کہیں — ٹپکتا ہے چتون سے کچھ پیار سا

220/8 چمن ہووے جو انجمن تجھ سے واں — لگے آنکھ میں سب کی گل خار سا

220/9 کھڑے منتظر ضعف۔ جو آ گیا — گرا اُس کے در پر میں دیوار سا

220/10 دکھاؤں متاعِ وفا کب اُسے — لگا واں تو رہتا ہے بازار سا

220/11 عجب کیا جو اُس زلف کا سایہ دار — پھرے راتوں کو بھی پری دار سا

220/12 نہیں میر مستانہ صحبت کا باب
مصاحب کرو کوئی ہشیار سا

﴾221﴿

221/1 حیراں ہے لحظہ لحظہ طرزِ عجب عجب کا — جو رفتۂ محبت واقف ہے اس کے ڈھب کا

221/2 کہتے ہیں کوئی صورت بن معنی یاں نہیں ہے — یہ وجہ ہے کہ عارف منہ دیکھتا ہے سب کا

221/3 نسبت درست جس کی اُس رُو و مُو سے پائی — ہے درہم اور برہم حال اُس کے روز و شب کا

221/4 افسوس ہے نہیں تُو انصاف دوست ورنہ — شایانِ لطف دشمن، شائستہ میں غضب کا

221/5 سودائی ایک عالم اُس کا بنا پھرے ہے — ہر چند عزلتی ہے وہ خال کنجِ لب کا

221/6 منہ اس کے منہ کے اوپر شام و سحر رکھوں ہوں — اب ہاتھ سے دیا ہے سر رشتہ میں ادب کا

221/7 کیا آج کل سے اُس کی یہ بے توجہی ہے
منہ اُن نے اِس طرف سے پھیرا ہے میر کب کا

﴾222﴿

222/1 سیکڑوں بے کسوں کا جان گیا — پر یہ تیرا نہ امتحان گیا

222/2 وائے احوال اُس جفاکش کا — عاشق اپنا جسے وہ جان گیا

222/3 داغِ حرماں ہے خاک میں بھی ساتھ — جی گیا پر نہ یہ نشان گیا

222/4 کل نہ آنے میں ایک یاں تیرے — آج سو سو طرف گمان گیا

222/5 حرف نشنو کوئی اُسے بھی ملا — تب تو میں نے کہا سو مان گیا

222/6 دل سے مت جا کہ پھر وہ پچتایا — ہاتھ سے جس کے یہ مکان گیا

222/7,8 پھرتے پھرتے تلاش میں اُس کی (قطعہ)[1] — ایک میرا ہی یوں نہ جان گیا
اب جو عیسیٰ فلک پہ ہے وہ بھی — شوق میں برسوں خاک چھان گیا

222/9 کون جی سے نہ جائے گا اے میر
حیف یہ ہے کہ تو جوان گیا

---

[1] نسخۂ آسی نے اس قطعے پر ق کا نشان شعر نمبر ۸ اور ۹ پر لگایا لیکن زیادہ قباحت نسخۂ عبادت میں ہے، وہاں شعر نمبر ۸ درج ہی نہیں ہے۔

﴿223﴾

223/1 ہنگامِ شرحِ غم جگرِ خامہ شق ہوا — سوزِ دروں سے نامہ کبابِ ورق ہوا

223/2 بندہ، خدا ہے پھر تو، اگر گزرے آپ سے — مرتا ہے جو کوئی اُسے کہتے ہیں حق ہوا

223/3 دل میں رہا نہ کچھ تو کیا ہم نے ضبطِ شوق — یہ شہر جب تمام لٹا تب نسق ہوا

223/4 وہ رنگ، وہ روش، وہ طرح سب گئی بہ یاد — آتے ہی تیرے باغ میں منہ گل کا فق ہوا

223/5 برسوں تری گلی میں چمن ساز جو رہا — سو دیدہ اب گداختہ ہو کر شفق ہوا

223/6 لے کر زمیں سے تا بہ فلک رک گیا ہے آہ — کس دردمندِ عشق کو یا رب قلق ہوا

223/7 اس نو ورق میں میر جو تھا شرح بسط[1] سے
بیٹھا جو ڈب کے میں تو ترا اک سبق ہوا

﴿224﴾

224/1 کل میں کہا، وہ طور کا شعلہ کہاں گرا — دل نے جگر کی اور اشارت کی، یاں گرا

224/2 منظر خراب ہونے کو ہے چشمِ تر کا حیف — پھر دید کی جگہ نہیں جو یہ مکاں گرا

224/3 روح القدس کو سہل کیا یار نے شکار — اک تیر میں وہ مرغِ بلند آشیاں گرا

224/4 پہنچایا مجھ کو عجز نے مقصودِ دل کے تئیں — یعنی کہ اس کے در ہی پہ میں ناتواں گرا

224/5 شور اک مری نہاد سے تجھ بن اُٹھا تھا رات — جس سے کیا خیال کہ یہ آسماں گرا

224/6 کیا کم تھا شعلہ شوق کا، شعلے سے طور کے — پتھر بھی واں کے جل گئے جا کر جہاں گرا

224/7 ڈوبا خیالِ چاہِ زنخداں میں اس کے میر
دانستہ کیوں کنویں میں بھلا یہ جواں گرا

﴿225﴾

225/1 آتے ہی آتے تیرے، یہ ناکام ہو چکا — واں کام ہی رہا تجھے، یاں کام ہو چکا

225/2 موسم گیا وہ ترکِ محبت کا ناصحا! — میں اب تو خاص و عام میں بدنام ہو چکا

225/3 یا خط چلے ہی آتے تھے یا حرف ہی نہیں — شاید کہ سادگی کا وہ ہنگام ہو چکا

225/4 نا آشنائے حرف تھا وہ شوخ جب تبھی[2] — ہم سے تو ترکِ نامہ و پیغام ہو چکا

225/5 تڑپے ہے جب کہ سینے میں اُچھلے ہے دو دو ہاتھ
گر دل یہی ہے میر تو آرام ہو چکا

﴿226﴾

226/1 سنبل تمہارے گیسوؤں کے غم میں لٹ گیا — ابرو کی تیغ دیکھ مہِ عید کٹ گیا

226/2 عالم میں جاں کے مجھ کو تنزہ تھا، اب تو میں — آلودگیِ جسم سے مائی میں اَٹ گیا

---

[1] نسخۂ آسی میں 'شرح و بسط' ہے جب کہ نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں واوِ عطف نہیں، اس طرح مصرع کی روانی بھی بڑھ گئی ہے۔

[2] نسخۂ کالج اور آسی کے یہاں 'تبھی' درست، جب کہ نول کشور دوم، سوم ص (۱۷۹) پر 'نہ تھے' غلط ہے۔

226/3 ظلم و جفا و جور پر اصرار اس قدر — ہٹ دیکھ دیکھ تیری ، دل اپنا بھی ہٹ گیا
226/4 اب وہ سماں نہیں ہے کہ وہ کام جانِ خلق — مغموم ہم کو دیکھ کے دوڑا ، لپٹ گیا
226/5 دشوار سیتے ہیں گے جو بے ڈھب پھٹی ہے جیب — بے طوریوں سے اس کی دل اپنا تو پھٹ گیا
226/6 دامان و جیب دونوں ہوئے ٹکڑے ایک جا — اب کی یہ کام ہاتھ سے میرے سمٹ گیا
226/7 خاطر اگر ہو جمع ، پریشانی بھی نبھے — سو دل تو دو طرف تری زلفوں سے بٹ گیا
226/8 ٹک رات اس کے منہ سے ہوا تھا مقابلہ — پھر ماہِ چاردہ کو جو دیکھا تو گھٹ گیا
226/9 کیا پوچھو ہو نصیب ہمارے اُلٹ گئے — چل کر اِدھر کو یار پھر اودھر اُلٹ گیا
226/10 بلبل کی اور گل کی جو صحبت کی سیر، میر
دل اپنا دلبروں کی طرف سے اُچٹ گیا

﴿227﴾

227/1 سینے میں شوق ، میر کے سب درد ہو گیا — دل پر رکھا تھا ہاتھ ، سو منہ زرد ہو گیا
227/2 نکلا تھا آج صبح بہت گرم ہو ، ولے — خورشید اُس کو دیکھتے ہی سرد ہو گیا
227/3 بے پردہ اس کی شوخی قیامت ہے دیکھیو — یاں خاک سی اُڑا دی ، فلک[1] گرد ہو گیا
227/4 کشتی ہر اک فقیر کی بھردی شراب سے — اِس دور میں کلال عجب مرد ہو گیا
227/5 دفتر لکھے ہیں میر نے دل کے الم کے یہ
یاں اپنے طور و طرز میں وہ فرد ہو گیا

﴿228﴾

228/1 کیا تو ، نمود کس کی ، کیسا کمال تیرا — اے نقشِ وہم آیا کیدھر خیال تیرا
228/2 کیا ہے جو ہو زنخ زن ، مہ پاس کا ستارا — ہے داغِ جانِ عالم ٹھوڑی کا خال تیرا
228/3 اے گل، مغل بچہ وہ مرزا ہے، اُس کے آگے — کچھ بھی بھلا لگے ہے منہ لال لال تیرا
228/4 تجھ روئے خون فشاں سے انجم ہی کیا خجل ہیں — ہے آفتاب کو بھی اے ماہ سال تیرا
228/5 اب صبح پاس گل کے ہو کر نہیں نکلتی — دیکھا نسیم نے بھی ، شاید جمال تیرا
228/6 پہلا قدم ہے انساں پامالِ مرگ ہونا — کیا جانے رفتہ رفتہ کیا ہو مآل تیرا
228/7 ہوگی جو چل سرِ مو ، پنہاں نہیں رہے گی — اک دن زبان ہو گا اک ایک[2] بال تیرا
228/8 تفصیلِ حال میری تھی باعثِ کدورت — سو ، جی کو خوش نہ آیا ہرگز ملال تیرا
228/9 کچھ زرد زرد چہرہ ، کچھ لاغری بدن میں
کیا عشق میں ہوا ہے اے میر حال تیرا

﴿229﴾

229/1 فرد آتا نہیں سر ناز سے اب کے امیروں کا — اگرچہ آسماں تک شور جاوے ہم فقیروں کا

---

[1] نسخۂ کالج اور آسی میں 'فلک' درست ہے، نول کشور دوم، سوم میں 'تب' غلط ہے۔
[2] نسخۂ آسی میں 'ایک ایک' ہے، مجلس کے نسخے میں 'اک ایک' ہے جب کہ اختلاف متن مذکور نہیں۔

229/2 تبسم سحر ہے جب پان سے لب سُرخ ہوں اُس کے — دلوں میں کام کر جاتا ہے یاں جادو کے تیروں کا

229/3 سرکنا اس کے درباں پاس سے ہے شب کو بھی مشکل — سرِ زنجیر زیرِ سر رکھے ہے ہم اسیروں کا

229/4 گئے بہتوں کے سر، لڑکوں نے جو یہ باندھنوں باندھے — شہید اک میں نہیں ان باندھنوں کے سرخ چیروں کا

229/5 قفس کے چاک سے دیکھوں ہوں میں تو تنگ آتا ہوں — چمن میں غنچہ ہو آنا گلوں پر ہم صفیروں کا

229/6 ہمارے دیکھتے زیرِ نگیں تھا ملک سب، جن کے — کوئی اب نام بھی لیتا نہیں اُن ملک گیروں کا

229/7 دلِ پُر کو تو ان پلکوں ہی نے سب چھان مارا تھا
کیا میرؔ اُن نے خالی یوں ہی ترکش اپنے تیروں کا

230

230/1 ہوئیں رُسوائیاں جس کے لیے چھوٹا دیار اپنا — ہوا وہ بے مروت، بے وفا ہرگز نہ یار اپنا

230/2 خدا جانے ہمیں اِس بے خودی نے کس طرف پھینکا — کہ مدت ہو گئی ہم کھینچتے ہیں انتظار اپنا

230/3 ذلیل اُس کی گلی میں ہوں تو ہوں آزردگی[1] کیسی — کہ رنجش اس جگہ ہووے جہاں ہو اعتبار اپنا

230/4 اگرچہ خاک اُڑائی دیدۂ تر نے بیاباں کی — ولے نکلا نہ خاطر خواہ رونے سے غبار اپنا

230/5 کہا بد وضع لوگوں نے، جو دیکھا رات کو ملتے — ہوا صحبت میں اِن لڑکوں کے ضائع روزگار اپنا

230/6 کریں جو ترکِ عُزلت واسطے مشہور ہونے کے — مگر شہروں میں کم ہے جیسے عنقا اشتہار اپنا

230/7 دلِ بے تاب و بے طاقت سے کچھ چلتا نہیں ورنہ — کھڑا ابھی واں نہ جا کر ہوں اگر ہو اختیار اپنا

230/8 عجب ہم بے بصیرت ہیں کہاں کھولا ہے بار آ کر — جہاں سے لوگ سب رختِ سفر کرتے ہیں بار اپنا

230/9 نہ ہو یوں مے کدہ مسجد سا، پر واں ہوش جاتے ہیں — ہوا ہے دونوں جاگہ، ایک دو باری گزار اپنا

230/10 سراپا آرزو ہم لوگ ہیں کاہے کو زندوں[2] میں — رہے ہیں اب تلک جیتے، ولے دل مار مار اپنا

230/11 گیا وہ بوجھ سب، ہلکے ہوئے ہم میرؔ آخر کو
مناسب تھا نہ جانا، اُس گلی میں بار بار اپنا

231

231/1 ربطِ دل زلف سے اس کی جو نہ چسپاں ہوتا — اس قدر حال ہمارا نہ پریشاں ہوتا

231/2 ہاتھ دامن میں ترے مارتے جھنجھلا کے نہ ہم — اپنے جامے میں اگر آج گریباں ہوتا

231/3 میری زنجیر کی جھنکار نہ کوئی سنتا — شورِ مجنوں نہ اگر سلسلہ جنباں ہوتا

231/4 ہر سحر آئنہ رہتا ہے ترا منہ تکتا — دل کی تقلید نہ کرتا تو نہ حیراں ہوتا

231/5 وصل کے دن سے بدل کیوں کہ[3] شبِ ہجراں ہو — شاید اس طور میں ایام کا نقصاں ہوتا

231/6 طور اپنے پہ جو ہم روتے تو پھر عالم میں — دیکھتے تم کہ وہی نوح کا طوفاں ہوتا

231/7 دل میں کیا کیا تھا ہمارے جو نہ ہو جاتی یاس — یہ نگر کاہے کو اس طرح سے ویراں ہوتا

231/8 خاکِ پا ہو کے ترے قد کا چمن میں رہتا — سرو اتنا نہ اکڑتا، اگر انساں ہوتا

---

[1] نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم میں 'آزادگی' درست نہیں۔ آسی کے یہاں 'آزردگی' بہتر ہے۔

[2] آسی، عبادت اور مجلس میں 'رندوں' سہوِ کتابت ہے، شعر کا مضمون و محل 'زندوں' کا تقاضا کرتا ہے۔

[3] نسخۂ آسی میں 'کیوں کہ' درست، جب کہ مجلس والوں نے پھر اُسی طرح 'کیوں کے' درج کیا ہے۔

231/9
میر بھی دیر کے لوگوں ہی کی سی کہنے لگا
کچھ خدا لگتی بھی کہتا جو مسلماں ہوتا

﴿232﴾

232/1 جس پہ اس موج سی شمشیر کا اک وار کیا — کام اُس شوق کے ڈوبے ہوئے کا پار کیا
232/2 آ گیا عشق میں جو پیش نشیب اور فراز — ہو کے میں خاک برابر اُسے ہموار کیا
232/3 کیا کروں جنسِ وفا پھیرے لیے جاتا ہوں — بختِ بد نے ، نہ اُسے دل کا خریدار کیا
232/4 اتفاق ایسے پڑے ، ہم تو منافق ٹھہرے — چرخِ ناساز نے غیروں سے اسے یار کیا
232/5 ایسے آزار اُٹھانے کا ہمیں کب تھا دماغ — کوفت نے دل کی تو جینے سے بھی بیزار کیا
232/6 جی ہی جاتے سنے ہیں عشق کے مشہور ہوئے — کیا کیا ہم نے کہ اس راز کو اظہار کیا
232/7 دیکھے اُس ماہ کو جو کتنے مہینے گزرے — بڑھ گئی کاہشِ دل ایسی کہ بیمار کیا
232/8 نالۂ بلبلِ بے دل ہے پریشان بہت — موسمِ گل نے مگر رختِ سفر بار کیا

232/9
میر اے کاش زباں بند رکھا کرتے ہم
صبح کے بولنے نے ہم کو گرفتار کیا

﴿233﴾

233/1 شبِ رفتہ میں اُس کے در پر گیا — سگِ یار آدم گری کر گیا
233/2 شکستہ دلِ عشق کی جان کیا — نظر پھیری تو نے تو وہ مر گیا
233/3 ہوئے یار کیا کیا خراب اُس بغیر — وہ کس خانہ آباد کے گھر گیا
233/4 کشندہ تھا لڑکا ہی ناکردہ خوں — مجھے دیکھ کر مختضر ڈر گیا

233/5
بہت رفتہ رہتے ہو تم اُس کے اب
مزاج آپ کا میر کیدھر گیا

﴿234﴾

234/1 بے طاقتی میں تو تو اے میر مر رہے گا — ایسی تپش سے دل کی کوئی جگر رہے گا
234/2 کیا ہے جو راہ دل کی طے کرتے مر گئے ہم — جوں نقشِ پا ہمارا تا دیر اثر رہے گا
234/3 مت کر لڑکپن اتنا خوں ریزی میں ہماری — اس طور لوہو میں تو دامن کو بھر رہے گا
234/4 آ گاہی[1] پائی ہم نے کھوئے گئے سے یعنی — پہنچی خبر اُدھر کی دل بے خبر رہے گا
234/5 فردا کا سوچ ، تجھ کو کیا ، آج ہی پڑا ہے — کل کی کل جھیو کل ہی ، کل تو اگر رہے گا
234/6 لوگوں کا پاس ہم کو مارے رکھے ہے ورنہ — ماتم میں دل کے شیون دو دو پہر رہے گا
234/7 پایانِ کار دیکھیں کیا ہووے دل کی صورت — ایسا ہی جو وہ چہرہ پیشِ نظر رہے گا
234/8 اب رفتگی رویہ اپنا کیا ہے میں نے — میرا یہ ڈھب دلوں میں کچھ راہ کر رہے گا

---

[1] نسخۂ آسی میں ان کے تحت حاشیہ میں 'آ گاہی' درج ہوا ہے۔ 'پائی' کے ساتھ 'آ گاہ' نہایت بُرا لگتا ہے، اس لیے ہم نے 'آ گاہی' کو ضرورت کے تحت داخلِ متن کرلیا ہے۔

234/9
ہم کوئی بیت جا کر اُس ہی کے منہ سنیں گے
وحشت زدہ کسو دن گر میؔر گھر رہے گا

﴿235﴾

235/1
پند گو مشفق عبث میرا نصیحت گر ہوا
سختیاں جو میں بہت کھینچیں سو دل پتھر ہوا

235/2
گاڑ کر مٹی میں رُونے بجز کیا ہم ہی مُوے
خون اُس کے رہ گزر کی خاک پر اکثر ہوا

235/3
اب اٹھا جاتا نہیں مجھ پاس پھر ٹک بیٹھ کر
گرد اُس کے جو پھرا سر کو مرے چکر ہوا

235/4
کب کھا جاتا تھا یوں آنکھوں میں، جیسا صبح تھا
پھول خوش رنگ اور اُس کے فرش پر بچھ کر ہوا

235/5
کیا سنی تم نے نہیں بدحالیِ فرہاد و قیس
کون سا بیمار دل کا آج تک بہتر ہوا

235/6
کون کرتا ہے طرف مجھ عاشقِ بیتاب کی
صورتِ خوش جن نے دیکھی اُس کی سو اودھر ہوا

235/7
جل گیا یاقوت اُس کے لعلِ لب جب ہل گئے
گوہرِ خوش آب اندازِ سخن سے تر ہوا

235/8
کیا کہوں اب کے[1] جنوں میں گھر کا بھی رہنا گیا
کام جو مجھ سے ہوا سو عقل سے باہر ہوا

235/9
شب نہ کرتا شور اس کوچے میں، گر میں جانتا
اُس کی بے خوابی سے ہنگامہ مرے سر پر ہوا

235/10
ہووے یا رب اُن سیہ رو آنکھوں کا خانہ خراب
یک نظر کرتے ہی میرے دل میں اُس کا گھر ہوا

235/11
استخواں سب پوست سے سینے کے آتے ہیں نظر
عشق میں ان نوخطوں کے میؔر میں مسطر ہوا

﴿236﴾

236/1
ٹپکتی پلکوں سے رومال جس گھڑی سرکا
طرف ہوا نہ کبھو ابر دیدۂ تر کا

236/2
کبھو تو دیر میں ہوں میں کبھو ہوں کعبے میں
کہاں کہاں لیے پھرتا ہے شوق اُس در کا

236/3
غمِ فراق سے پھر سوکھ کر ہوا کانٹا
بچھا جو پھول اٹھا کوئی اُس کے بستر کا

236/4
اسیر جرگے میں ہو جاؤں میں تو ہو جاؤں
وگرنہ قصد ہو کس کو شکارِ لاغر کا

236/5
ہمیں کہ جلنے سے خوگر ہیں، آگ میں ہے عیش
محیط میں تو تلف ہوتا ہے سمندر کا

236/6
قریب خط کا نکلنا ہوا سو خط موقوف
غبار دور ہو کس طور میرے دلبر کا

236/7
بتا کے کعبے کا رستہ اُسے بھلاؤں راہ
نشاں جو پوچھے کوئی مجھ سے یار کے گھر کا

236/8
کسو سے مل چلے ٹک وہ تو ہے بہت ورنہ
سلوک کا ہے کو شیوہ ہے اُس ستم گر کا

236/9
شکستہ بالی و لب بستگی پر اب کی نہ جا
چمن میں شور مرا اب تلک بھی ہے پر کا

236/10
تلاشِ دل نہیں کام آتی اُس زنخ میں گئے
کہ چاہ میں تو ہے مرنا برا[2] شناور کا

236/11
پھرے ہے خاک ملے منہ پہ یا نمد پہنے
یہ آئنہ ہے نظر کردہ کس قلندر کا

236/12
نہ ترکِ عشق جو کرتا تو میؔر کیا کرتا
جفا کشی نہیں ہے کام ناز پرور کا

---

[1] نسخۂ آسی میں 'اب کی' اور نسخۂ مجلس میں 'اب کے' ہے، اختلافِ نسخ مذکور نہیں ہے۔

[2] نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں 'بڑا' سہو ہے۔ نسخۂ آسی میں 'برا' درست ہے۔

﴾237﴿

237/1 حلقہ ہوئی وہ زلف، کماں کو چھپا رکھا — طاقِ بلند پر اُسے سب نے اُٹھا رکھا

237/2 اُس مہ سے دل کی لاگ وہی متّصل رہی — گو چرخ نے بہ صورتِ ظاہر جدا رکھا

237/3 گڑوا دیا ہو مار کر اک دو کو تو کہوں — کب اُن نے خون کر نہ کسو کا دبا رکھا

237/4 ٹک میں لگا تھا اُس نمکی شوخ کے گلے — چھاتی کے میرے زخموں نے برسوں مزا رکھا

237/5 کاہے کو آئے چوٹ کوئی دل پہ شیخ کے — اُس بوالہوس نے اپنے تئیں تو بچا رکھا

237/6 ہم سر ہی جاتے عشق میں اکثر سنا کیے — اس راہِ خوف ناک میں کیوں تم نے پا رکھا

237/7 آزارِ دل نہیں ہے کسو دین میں درست — کیا جانوں ان بتوں نے ستم کیوں روا رکھا

237/8 کیا میں ہی محوِ چشمک انجم ہوں، خلق کو — اس مہ نے ایک جھمکی[1] دکھا کر لگا رکھا

237/9 کیا زہرِ چشمِ یار کو کوئی بیاں کرے — جس کی طرف نگاہ کی اُس کو سُلا رکھا

237/10 ہر چند شعرِ میر کا دل معتقد نہ تھا
پر اس غزل کو ہم نے بھی سن کر لکھا رکھا

﴾238﴿

238/1 میں جوانی میں مے پرست رہا — گردنِ شیشہ ہی میں دست رہا

238/2 درِ مے خانہ میں مرے سر پر — ظلِّ ممدود[2] داربست رہا

238/3 سر پہ پتھر جنوں میں کب نہ پڑے — یہ سبو ثابت شکست رہا

238/4 ہاتھ کھینچا سو پیر ہو کر جب — تب گنہ کرنے کا نہ دست رہا

238/5 آنسو پی پی گیا جو برسوں میں — دل درونے[3] میں آب خست رہا

238/6 جب کہو تب بلند کہیے اُسے — قدِ خوباں کا سرو بست رہا

238/7 میر کے ہوش کے ہیں ہم عاشق
فصلِ گل جب تلک تھی مست رہا

﴾239﴿

239/1 چمن بھی ترا عاشقِ زار تھا — گلِ سرخ اک زرد رخسار تھا

239/2 گئی نیند شیون سے بلبل کی رات — کہیں دل ہمارا گرفتار تھا

239/3 قدِ یار کے آگے سروِ چمن — کھڑا دور، جیسے گنہ گار تھا

239/4 یہی جنسِ دل کی گراں قدر تھی — ولے جب تلک تو خریدار تھا

239/5 بہت روئے ہم شبنم و گل کو دیکھ — کہ چسپاں ہمیں بھی کہیں پیار تھا

239/6 مجھے اے دلِ چاک کیا شانہ ساں[4] — کسو زلف سے کچھ سروکار تھا

---

[1] نسخۂ کالج اور آسی کے یہاں 'جھمکی' درست، یہی میر کا مرغوب لفظ ہے، نول کشور دوم، سوم میں 'جھلکی' درست نہیں۔

[2] صرف نسخۂ کالج (۱۸۱۱ء) میں اس مصرع کا متن درست ہے جو اختیار کیا گیا ہے۔ نول کشور طبع دوم 'خالِ ممدوح' طبع سوم میں 'خالِ ممدوح' جس
آسی اور عبادت کے نسخوں میں 'حالِ ممدود' درج ہوا۔ ان میں سے کسی سے بھی شعر میں معنی پیدا نہیں ہوتے۔

[3] نسخۂ آسی اور عبادت میں 'درونی' درج ہوا، مجلس میں متن 'درونے' درست ہے، لیکن اختلاف متن مذکور نہیں۔

[4] سبھی نسخوں میں 'سا' ہے جب کہ مصرع کا تقاضا 'ساں' کا ہے، ہم نے جرأتِ قیاس سے مصرع بہتر کیا ہے۔

239/7
گیا میر یاں سے کرو گے جو یاد
کہو گے کہ مسکیں عجب یار تھا

﴿240﴾

240/1 دل گیا مفت اور دکھ پایا — ہو کے عاشق بہت میں پچھتایا
240/2 مر گیا تس پہ سنگسار کیا — نخلِ ماتم مرا یہ پھل لایا
240/3 یہ شبِ ہجر سر کرے ہے پرے[1] — ہو سفیدی کا جس جگہ سایا
240/4
صحن میں میرے اے گلِ مہتاب
کیوں شگوفہ تو کھلنے کا لایا

﴿241﴾

241/1 چاک کر سینہ دل میں پھینک دیا — کھینچے ایذا ہمیشہ کس کی بلا
241/2 تم کو جیتا رکھے خدا اے بتاں — مر گئے ہم تو کرتے کرتے وفا
241/3 سب گئے ہوش و صبر و تاب و تواں — دل سے اک داغ ہی جدا نہ ہوا
241/4
اُٹھ گیا میر وہ جو بالیں سے
پھر مری جان مجھ میں کچھ نہ رہا

﴿242﴾

242/1 اندوہ و غم کے جوش سے دل رک کے خوں ہوا — اب کے مجھے بہار سے آگے جنوں ہوا
242/2 اچھا نہیں ہے رفتنِ رنگیں بھی اس قدر — سنیو کہ ایسی چال پر اک آدھ خوں ہوا
242/3 جی میں تھا خوب جا کے خرابے میں روئیے — سیلاب آیا ، آگے چلا ، کیا شگوں ہوا
242/4 نخچیر گاہِ عشق میں افراطِ صید سے — روح الامیں کا نام شکارِ زبوں ہوا
242/5 ہوں داغِ نازکی کہ کیا تھا خیالِ بوس — گل برگ سا وہ ہونٹ جو تھا ، نیلگوں ہوا
242/6 میں دور ہوں ، اگرچہ برابر ہوں خاک سے — اس رہ میں نقشِ پا ہی مرا رہ نموں ہوا
242/7
میر اُن نے سرگزشت سنی ساری رات کو
افسانہ عاشقی کا ہماری فسوں ہوا

﴿243﴾

243/1 منہ پر اُس آفتاب کے ہے یہ نقاب کیا — پردہ رہا ہے کون سا ، ہم سے حجاب کیا
243/2 اے ابرِ تر یہ گریہ ہمارا ہے دیدنی — برسے ہے آج صبح سے چشمِ پُر آب کیا
243/3 دم گنتے گنتے اپنی کوئی جان کیوں نہ دو — وہ پاس آن بیٹھے کسو کے ، حساب کیا
243/4 سو بار اُس کے کوچے تلک جاتے ہیں چلے — دل ہے اگر بہ جا تو یہ بے اضطراب کیا

---

[1] نسخۂ آسی، عبادت و مجلس میں 'پری' ہے، 'سایہ' کے ساتھ رعایت سے ذہن اس طرف جاتا ہے لیکن مصرع بامعنی نہیں ہو پاتا، شورانگیز جلد اوّل ص ۵۴۱ میں 'پرے' (بمعنی دستے، لشکر) درج ہوا، یہ متن بہتر ہے۔

243/5 بس اب نہ منہ کھلاؤ ہمارا ، ڈھکے رہو — محشر کو ہم سوال کریں تو جواب کیا

243/6 دوزخ سو عاشقوں کو تو دوزخ نہیں رہا — اب واں گئے پہ ٹھہرے ہے دیکھیں عذاب کیا

243/7 ہم جل کر ایک راکھ کی ڈھیری بھی ہو گئے — ہے اب تکلف آگے جلے گا کباب کیا

243/8 ہستی ہے اپنے طور پہ جوں[1] بحر ، جوش میں — گرداب کیسا ، موج کہاں ، ہے حباب کیا

243/9 دیکھا پلک اُٹھا کے تو پایا نہ کچھ اثر — اے عمرِ برق جلوہ ، گئی تو شتاب کیا

243/10 ہر چند میر بستی کے لوگوں سے ہے نفور
پر ہائے آدمی ہے وہ خانہ خراب کیا

﴿244﴾[2]

244/1 اے نکیلے یہ تھی کہاں کی ادا — کھب گئی جی میں تیری بانکی ادا

244/2 جادو کرتے ہیں اک نگاہ کے بیچ — ہائے رے چشمِ دلبراں کی ادا

244/3 بات کہنے میں گالیاں دے ہے — سنتے ہو میرے بد زباں کی ادا

244/4 دل چلے جاتے ہیں خرام کے ساتھ — دیکھی چلنے میں اِن بتاں کی ادا

244/5 خاک میں مِل کے میر ہم سمجھے
بے ادائی تھی آسماں کی ادا

﴿245﴾[3]

245/1 رہا میں تو عزت کا اعزاز کرتا — چلا عشق خواری کو ممتاز کرتا

245/2 نہ ہوتا میں حسرت میں محتاجِ گریہ — جو کچھ آنسوؤں کو پس انداز کرتا

245/3 نہ ٹھہرا مرے پاس دل ورنہ اب تک — اُسے ایسا ہی میں تو جاں باز کرتا

245/4 جو جانوں کہ در بر ہے ایسا وہ دشمن — تو کاہے کو اُلفت سے میں ساز کرتا

245/5 تو تمکین سے کچھ نہ بولا وگرنہ — مسیحا صنم ترکِ اعجاز کرتا

245/6 گلو گیر ہی ہو گئی یاوہ گوئی — رہا میں خموشی کو آواز کرتا

245/7 زیارت گہِ کبک تو ہو بلا سے
تک آ میر کی خاک پر ناز کرتا

﴿246﴾

246/1 عید آیندہ تک رہے گا گلا — ہو چکی عید ، تو گلے نہ ملا

246/2 ڈوبا لوہو میں دیکھنا سرِ خار — حیف کوئی بھی آبلہ نہ چھلا

---

[1] نسخۂ آسی، مجلس و عبادت میں یہ مصرع بے معنی ہے۔ 'ہستی ہے اپنے طور پہ جو بحر جوش میں' ہم نے 'شعر شور انگیز' جلد اوّل، ص ۵۴۷ سے یہ مصرع سمجھا اور شاملِ متن کیا ہے۔

[2] دیوان دوم کی یہ غزل نسخۂ آسی میں ص ۴۹-۲۴۸ پر درج ہوئی، پانچ شعروں پر مشتمل اس غزل کے تین شعر (نمبر ۱، ۳ اور ۵) دیوان پنجم ص ۵۳۷ پر دوبارہ درج ہوئے۔ نقل راچہ عقل کے مصداق نسخۂ عبادت میں یہی غلطی دیوان دوم ص ۴۰۱ اور دیوان پنجم ص ۷۴۵ پر دہرادی ہے۔

[3] غزل نمبر ۲۴۴ کی طرح یہ غزل اور نمبر ۲۴۶ بھی اسی طرح، دیوان پنجم میں آسی صاحب اور عبادت صاحب نے نقل مکرر کی ہیں۔ ان غزلوں کے اور اس غلطی کے بارے میں بحث دیباچے میں کی گئی ہے۔

246/3
میں تو افسردہ ہر چمن میں پھرا
غنچۂ دل مرا کہیں نہ کھلا

247

247/1 یہ چوٹ کھائی ایسی دل پر کہ جی گنوایا
یعنی جدائی کا ہم صدمہ بڑا اُٹھایا

247/2 مدت میں وہ ہوا شب ہم بستر آ کے میرا
خوابیدہ طالعوں نے اک خواب سا دکھایا

247/3 اُلجھاؤ پڑ گیا سو سلجھی نہ اپنی اُس کی
جھگڑے رہے بہت سے، گزرے بہت قضایا

247/4 آئینہ رُو ہمارا آیا نہ نزع میں بھی
وقتِ اخیر اُن نے کیا خوب منہ چھپایا

247/5 اِس بے مروتی کو کیا کہیے ہیں بتاؤ
ہم ہارے بھی گئے، پر وہ نعش پر نہ آیا

247/6 وہ روئے خوب اب کے ہرگز گیا نہ دل سے
جب گل کھلا چمن میں تب داغ ہم نے کھایا

247/7 خلطہ ہمارا اس کا حیرت ہی کی جگہ ہے
ڈھونڈا جہاں ہم اُس کو واں آپ کو ہی پایا

247/8 طرزِ نگہ سے اُس کی بے ہوش کیا ہوں میں ہی
ان مست انکھڑیوں نے بہتیروں کو سلایا

247/9 آنکھیں کھلیں تو دیکھا جو کچھ نہ دیکھنا تھا
خوابِ عدم سے ہم کو کاہے کے تئیں جگایا

247/10 باقی نہیں رہا کچھ، گھٹتے ہی گھٹتے ہم میں
بیماریِ دلی نے چنگا بہت بنایا

247/11 تو نے کہ پاؤں سے دل باہر نہیں رکھا ہے
عیار پن یہ کن نے تیرے تئیں سکھایا

247/12
کس دن ملائمت کی اُس بت نے میرؔ ہم سے
سختی کھنچے نہ کیونکر پتھر سے دل لگایا

248

248/1 سمندر کا میں کیوں احساں سہوں گا
مرے آنسو نہیں؟ اُن پر بہوں گا

248/2 نہ تو آوے، نہ جاوے بے قراری
یوں ہی اک دن سنا میں مر رہوں گا

248/3 ترے غم کے ہیں خواہاں سب، نہ کھا غم
کمی کیا ہوگی جو اک میں نہ ہوں گا

248/4
اگر جیتا رہا میں میرؔ اے یار
تو شب کو مو بہ مو قصہ کہوں گا

249

249/1 رکھتا تھا ہاتھ میں سر رشتہ بہت سینے کا
رو گیا دیکھ رفو، چاک مرے سینے کا

249/2 اے تپش لوہو پیے میرا، جو تو جھوٹ کہے
کس سے یہ قاعدہ سیکھا ہے لہو پینے کا

249/3 اس میں حیران ہوں کس کس کا گلہ تجھ سے کروں
بدگمانی کا، تغافل کا، ترے کینے کا

249/4
میرؔ کی نبض پہ رکھ ہاتھ، لگا کہنے طبیب
آج کی رات یہ بیمار نہیں جینے کا

250

250/1 عشق سے دل یہ تازہ داغ جلا
اِس سیہ خانے میں چراغ جلا

250/2
میرؔ کی گرمی تم سے اُچرج ہے
کس سے ملتا ہے یہ دماغ جلا

ردیف الف ___ دیوان سوم

﴿251﴾

251/1 میرے مالک نے مرے حق میں یہ احسان کیا — خاکِ ناچیز تھا میں، سو مجھے انسان کیا

251/2 اُس سرے دل کی خرابی ہوئی اے عشق دریغ — تُو نے کس خانۂ مطبوع کو ویران کیا

251/3 ضبط تھا جب تئیں چاہت نہ ہوئی تھی ظاہر — اشک نے بہہ کے مرے چہرے پہ طوفان کیا

251/4 انتہا شوق کی دل[1] کے جو صبا سے پوچھی — اک کفِ خاک کو لے[2] اُن نے پریشان کیا

251/5 مجھ کو شاعر نہ کہو میرؔ کہ صاحب میں نے
درد و غم کتنے کیے جمع تو دیوان کیا

﴿252﴾

252/1 دین و دل کے غم کو آساں ناتواں میں لے گیا — یا محبت کہہ کے یہ بارِ گراں میں لے گیا

252/2 خاک وخوں میں لوٹ کر رہ جانے ہی کا لطف ہے — جان کو کیا جو سلامت نیم جاں میں لے گیا

252/3 سرگزشتِ عشق کی تہہ[3] کو نہ پہنچا یاں کوئی — گرچہ پیشِ دوستاں یہ داستاں میں لے گیا

252/4 عرصۂ دشتِ قیامت باغ ہو جائے گا سب — اس طرح سے جو یہ چشمِ خوں فشاں میں لے گیا

252/5 ذکر دل جانے کا وہ پُر کینہ سن، کہنے لگا — یہ سناتے ہو کسے، کیا مہرباں میں لے گیا

252/6 یک جہاں مہر و وفا کی جنس تھی میرے گئے — لیکن اس کو پھیر ہی لایا، جہاں میں لے گیا

252/7 ریختہ کاہے کو تھا اس رتبۂ اعلیٰ[4] میں میرؔ
جو زمیں نکلی، اُسے تا آسماں میں لے گیا

﴿253﴾

253/1 میرا ہی مقلّدِ عمل تھا — مجنوں کے دماغ میں خلل تھا

253/2 دل ٹوٹ گیا تو خوں نہ نکلا — شیشہ یہ بہت ہی کم بغل تھا

253/3 تھیں سب کی نظر میں اس کی بھوویں — افسوس یہ شعر مبتذل تھا

253/4 کیا قدر ہے ریختے کی، گو میں — اس فن میں نظیری کا بدل تھا

253/5 تھا نزع میں دستِ میرؔ دل پر
شاید غم کا یہی محل تھا

---

[1] نسخۂ کالج اور آسی میں 'دل' درست ہے، نول کشور دوم، سوم میں 'دا' صحیح نہیں۔

[2] اگر چہ تمام نسخوں میں 'کوئی' درج ہوا ہے لیکن اس سے مصرع کے کوئی معنی نہیں نکلتے، اس لیے قیاس کو کام میں لاکر متن میں 'کو لے' درج کیا ہے

[3] نسخۂ کالج، نسخۂ آسی اور فاروقی صاحب کے یہاں 'کی تہہ' درست دکھائی دیتا ہے۔ نول کشور دوم، سوم میں 'کہنہ' درج ہوا جو درست نہیں۔

[4] 'رتبۂ عالی' نول کشور دوم، سوم میں، زیادہ درست متن 'رتبۂ اعلیٰ' ہی ہے۔

﴿254﴾

254/1 کرتا جنوں جہاں میں بے نام و ننگ آیا — اک جمع لڑکوں کا بھی لے لے کے سنگ آیا

254/2 شب شمع کو بھی چپکی[1] مجلس میں لگ گئی تھی — سرگرم شوقِ مردن جس دم پتنگ آیا

254/3 فتنے فساد اُٹھیں گے، گھر گھر میں خون ہوں گے — گر شہر میں خراماں وہ خانہ جنگ آیا

254/4 ہر سر نہیں ہے شایاں شورِ قلندری کا — گو شیخ شہر باندھے زنجیر و زنگ آیا

254/5 چسپاں ہے اس بدن سے پیراہنِ حریری — اتنی بھی تنگ پوشی ، جی اب تو تنگ آیا

254/6 باتیں ہماری ساری بے ڈھنگیاں ہیں وے ہی — بوڑھے ہوئے پہ ہم کو اب تک نہ ڈھنگ آیا

254/7 بشرے کی اپنے رونق اے میر عارضی ہے
جب دل کو خوں کیا تو چہرے پہ رنگ آیا

﴿255﴾

255/1 دل اگر کہتا ہوں تو کہتا ہے وہ یہ دل ہے کیا — ایسے ناداں دل ربا کے ملنے کا حاصل ہے کیا

255/2 جاننا باطل کسو کو ، یہ قصورِ فہم ہے — حق اگر سمجھے تو سب کچھ حق ہے یاں باطل ہے کیا

255/3 یاں کوئی دن رات وقفہ کر کے قصد آگے کا کر — کارواں گاہِ جہانِ رفتنی ، منزل ہے کیا

255/4 تک رہے ہیں اس کو[2] سو ہم، تک رہے ہیں ایک سے — دیدۂ حیراں ہمارا دیدۂ بسمل ہے کیا

255/5 وہ حقیقت ایک ہی ساری نہیں ہے سب میں تو — آب سا ہر رنگ میں یہ اور کچھ شامل ہے کیا

255/6 چوٹ میرے دل میں ایسی ہے کہ ہوں میں دم بہ خود — وہ کشندہ یوں ہی کہتا ہے کہ تو گھائل ہے کیا

255/7 کہتے ہیں ظاہر ہے اک ہی لیلیٰ ہفت اقلیم میں — اس عبارت کا نہیں معلوم کچھ محمل ہے کیا

255/8 ہم تو سو سو بار مر رہتے ہیں اک اک آن میں — عشق میں اُس کے گزرنا جان سے مشکل ہے کیا

255/9 شاخِ پُر گل یا نہال اودھر جھکے جاتے ہیں سب — قامتِ دلکش کا اس کے سرو ہی مائل ہے کیا

255/10 مرثیہ میرے بھی دل کا رقت آور ہے بلا
محتشم کو میر میں کیا جانوں ، اور مقبل ہے کیا

﴿256﴾

256/1 ان دلبروں سے رابطہ کرنا ہے کام کیا — کر اک سلام پوچھنا صاحب کا نام کیا

256/2 حیرت نے کھولیں چشمِ تماشا کہاں کہاں — حسن و جمال ویسا ہی اس کا خرام کیا

256/3 کی اک نگاہِ گرم ، جہاں ان سے مل گئے — عاشق کو دلبروں سے سلام و پیام کیا

256/4 شکرِ خدا کہ سر نہ فرو لائے ہم کہیں — کیا جانیں سجدہ کہتے ہیں کس کو ، سلام کیا

256/5 اُس کنج لب پہ چپکے ہوئے منہ کو رکھ کے ہم — دلچسپ اس مقام میں حرف و کلام کیا

256/6 جس جائے اس کے چہرے سے کرتے ہیں گفتگو — مرآت و ماہ و گل کا ہے اُس جا مقام کیا

---

[1] نول کشور دوم، سوم ص ۲۶۷ میں 'کی بھی چپکی' ہے، نسخۂ آسی میں 'کو بھی چپکی' ہے۔ چپکی کی جگہ اگر 'ہچکی' پڑھا جائے تو مصرع شاید زیادہ بامعنی ہو سکے، نسخۂ کالج میں 'کی بھی بکی' ہے، یہ متن ناقابل فہم ہے، ممکن ہے 'تکی' ہو۔

[2] نسخۂ آسی و مجلس میں 'اُس کی' ہے بہتر متن نسخۂ کالج کا ہے 'اُس کو' وہی درج متن کیا ہے۔

256/7 کہتا ہے کون بدر میں نقصان کچھ رہا — پر منہ کھلے پہ اس کے ہے ماہِ تمام کیا

256/8 یہ جانوں ہوں کہ دل کو ہے اس رو دمو سے لاگ — کیا جانوں پیش آوے ہے اب صبح و شام کیا

256/9 تسبیح تک تو میر نے رکھا کلال کے
وقتِ نماز اب[1] بھی ہوئے تھے امام کیا

﴿257﴾

257/1 چال یہ کیا تھی کہ ایدھر کو گزارا نہ کیا — دُور ہی دُور پھرے، پاس ہمارا نہ کیا

257/2 اس کو منظور نہ تھی ہم سے محبت کرنی — ایک چشمک بھی نہ کی، ایک اشارا نہ کیا

257/3 بعدِ دشنام تھی بوسے کی توقع بھی، ولے — تلخ سننے کے تئیں ہم نے گوارا نہ کیا

257/4 مر کے بے حوصلہ لوگوں میں کہا یا فرہاد — چندے پتھر ہی سے سر اور بھی مارا نہ کیا

257/5 جی رہے ڈوبتے دریائے غمِ عشق میں لیک — بوالہوس کی سی طرح ہم نے کنارا نہ کیا

257/6 نیم جاں صدقے کی اُس پر نہ زیاں دیکھا نہ سود — ہم تو کچھ دوستی میں وارے کا سارا نہ کیا

257/7 لے گیا مٹی بھی دروازے کی اُن کے میں میر
پر اطبا نے مرے درد کا چارا نہ کیا

﴿258﴾

258/1 وہ دل نہیں رہا ہے تعب جو اُٹھائے گا — یا لوہو اشکِ خونی سے منہ پر بہائے گا

258/2 اب یہ نظر پڑے ہے کہ برگشتہ وہ مژہ — کاوش کرے گی ٹک بھی تو سنبھلا نہ جائے گا

258/3 کھینچا جو میں وہ ساعدِ سیمیں تو کہہ اُٹھا — بس بس، کہیں ہمیں ابھی صاحب غش آئے گا

258/4 رنجھے تو اس کے طور پہ مجلس میں شیخ جی[2] — پھر بھی ملا تو خوب سا ان کو رجھائے گا

258/5 جلوے سے اُس کے جل کے ہوئے خاک سنگ و خشت — بیتاب دل بہت ہے، یہ کیا تاب لائے گا

258/6 ہم رہ چکے جو ایسے ہی غم میں کھپا کیے — معلوم جی کی چال سے ہوتا ہے جائے گا

258/7 اُڑ کر لگی ہے پاؤں میں زلف اُس کی پیچ دار — بازی نہیں یہ سانپ جو کوئی کھلائے گا

258/8 اُڑتی رہے گی خاک، جنوں کرتے[3] دشت دشت — کچھ دست اگر یہ بے سروساماں بھی پائے گا

258/9 درپے ہے اب وہ سادہ[4] قراول پسر بہت
دیکھیں تو میر کے تئیں کوئی بچائے گا

---

[1] کلب علی خاں فائق مرتب نسخۂ مجلس کے خیال (جلد سوم، ص ۳۴) 'اب بھی' سے مفہوم واضح نہیں، شاید یہ لفظ 'آپھی' ہو حالانکہ شعر کے معنی صاف ہیں۔

[2] نسخۂ کالج میں 'شیخ جی' سے مفہوم واضح ہوتا ہے ورنہ نول کشور دوم، سوم، آسی و مجلس سب میں 'شیخ کے' ہے۔

[3] نسخۂ آسی میں 'کرتی' جب کہ مجلس کے نسخے میں 'کرتے' تاہم اختلافِ متن درج نہیں۔ نسخۂ آسی میں یائے معروف و مجہول کا امتیاز کسی جگہ۔ کسی جگہ نہیں ہے۔

[4] نول کشور دوم، سوم میں یہ مصرع بالکل مختلف متن کا حامل ہے 'درپے ہے اب وہ قاتلِ صد کینہ جو بہت'، تاہم نسخۂ کالج اور آسی کا متن یہی۔ اختیار کیا گیا ہے۔

﴿259﴾

259/1 وہ جو گلشن میں جلوہ ناک ہوا — پھول غیرت سے جل کے خاک ہوا
259/2 اُس کے دامن تلک نہ پہنچا ہاتھ — تھا سرِ دست جیب چاک ہوا
259/3 کس قدر تھا خبیث شیخ شہر — اُس کے مرنے سے شہر پاک ہوا
259/4 ذرے اُس رشکِ خور کی گرمی سے — کچھ تو ہے ہم سے جو تپاک ہوا
259/5 میر ہلکان ہو گیا تھا بہت
سو طلب ہی میں پھر ہلاک ہوا

﴿260﴾

260/1 کیا رویئے، ہمیں کو یوں آن کر کے مارا — مہر بتِ دگر سے طوفان کر کے مارا
260/2 تربت کا میری نوحہ آئینے سے کرے ہے — یعنی کہ اُن نے مجھ کو حیران کر کے مارا
260/3 بیگانہ جان اُن نے، کیا چوٹ رات کو کی — منہ دیکھ دیکھ میرا پہچان کر کے مارا
260/4 پہلے گلے لگایا، پھر دستِ جور اُٹھایا — مارا تو اُن نے لیکن احسان کر کے مارا
260/5 اُس ست عہد نے کیا کی تھی قسم مجھی سے — بہتوں کو اُن نے عہد و پیمان کر کے مارا
260/6 حاضر یراق ہونا کاہے کو چاہیے تھا — مجھ بے نوا کو کیا کیا سامان کر کے مارا
260/7 کہنے لگا کہ شب کو میرے تئیں نشا تھا
مستانہ میر کو میں کیا جان کر کے مارا

﴿261﴾

261/1 گیا حسن خوبانِ بدراہ کا — ہمیشہ رہے نام اللہ کا
261/2 پشیماں ہوا دوستی کر کے میں — بہت مجھ کو ارمان تھا چاہ کا
261/3 جگر کی سپر پھوٹ جانے لگی — بلا توڑ ہے ناوکِ آہ کا
261/4 اسیری کا دیتا ہے مژدہ مجھے — مرا زمزمہ گاہ و بے گاہ کا
261/5 رہوں جا کے مر حضرتِ یار میں — یہی قصد ہے بندہ درگاہ کا
261/6 کہا ہو دمِ قتل کچھ تو کہے — جواب اس کو کیا میرے خوں خواہ کا
261/7 عدم کو نہیں مل کے جاتے ہیں لوگ — غم اس راہ میں کیا ہے ہم راہ کا
261/8 نظر خواب میں اس کے منہ پر پڑی — بہت خوب ہے دیکھنا ماہ کا
261/9 لگو نہیں[1] اگر آنکھ تیری ہو میر
تماشا کر اُس کی نظرگاہ کا

﴿262﴾

262. چشم سے خوں ہزار نکلے گا — کوئی دل کا بخار نکلے گا

---

[1] نسخہ مجلس میں تحت حاشیہ 'لگوں' ہی درج ہوا، یہ درست نہیں۔ 'لگو' (بمعنی دوست، آشنا، پیچھے پڑ جانے والا) ہی درست ہے۔ یہ لفظ میر نے شعر نمبر میں بھی برتا ہے۔ آنکھ کے مناسبات سے ہے۔

262/2 اُس کی نخچیر گہ سے روح الامیں[1] — ہو کے آخر شکار نکلے گا

262/3 آندھیوں سے سیاہ ہوگا چرخ — دل کا تب کچھ غبار نکلے گا

262/4 ہوے رے[2] لاگ تیرِ مژگاں کی — کس کے سینے کے پار نکلے گا

262/5 نازِ خورشید کب تلک کھینچیں — گھر سے کب اپنے یار نکلے گا

262/6 خون ہی آئے گا تو آنکھوں سے — ایک سیلِ بہار نکلے گا

262/7 عزلتِ میر عشق میں کب تک
ہو کے بے اختیار نکلے گا

﴿263﴾

263/1 اعجاز منہ تکے ہے ترے لب کے کام کا — کیا ذکر یاں مسیح علیہ السلام کا

263/2 رقعہ ہمیں جو آوے ہے سو تیر میں بندھا — کیا دیجیے جواب اجل کے پیام کا

263/3 کچھ سدھ سنبھالتے ہی رکھی اُن نے پگڑی پھیر — ممنون میں نہیں ہوں جوابِ سلام کا

263/4 منہ دیکھو بدر کا کہ تری روکشی کرے — تو یوں ہی نام لے ہے کسو ناتمام کا

263/5 نوبت ہے اپنی جب سے یہی کوچ کا ہے شور — بجا سنا نہیں ہے کبھو یاں مقام کا

263/6 کنجِ لب اس کا دیکھ کے خاموش رہ گئے — یعنی کہ تھا مقام یہ ختم کلام کا

263/7 اُس رو و مو کے محو کو کیا روزگار سے — جلوہ ہی کچھ جدا ہے مرے[3] صبح و شام کا

263/8 صاحب ہو، مار ڈالو مجھے تم، وگرنہ کچھ — جز عاشقی گناہ نہیں ہے غلام کا

263/9 کب اقتدا ہو مجھ سے کسو کی سوائے میر
بندہ ہوں دل سے میں اُسی سیّد امام کا

﴿264﴾

264/1 ہوں نشاں کیوں نہ تیرِ خوباں کا — مجھ پہ تودا ہوا ہے طوفاں کا

264/2 ہاتھ زنجیر ہو جنوں میں رہا — اپنے زنجیرۂ گریباں کا

264/3 چپکے دیکھو جھمکتے وے لبِ سرخ — ذکر یاں کیا ہے لعل و مرجاں کا

264/4 ایک رہزن ہے اُس کی کافر زلف — غم ہی رہتا ہے دین و ایماں کا

264/5 عمر آوارگی میں سب گزری — کچھ ٹھکانا نہیں دل و جاں کا

264/6 کافرستاں ہے خال و خطّ و زلف — وقر کیا ہے دلِ مسلماں کا

264/7 مر گیا میر نالہ کش بے کس
نَے نے ماتم میں اُس کے منہ ڈھانکا

﴿265﴾

265/1 جس خشم سے وہ شوخ چلا آج شب آیا — آیا کبھو یاں دن کو بھی یوں تو غضب آیا

---

[1] تمام نسخوں میں روح الا میں درج ہے، موجودہ صورت میں مصرع ساقط الوزن ہے، 'روح امیں' ہو تو مصرع باوزن ہو جاتا ہے۔

[2] نسخۂ کالج اور آسی میں 'ہوے رے' (کلمۂ استعجاب و تاسف) درست ہے۔ نول کشور دوم، سوم میں 'ہو رہی' درست نہیں ہے۔

[3] نسخۂ آسی میں 'مرے' بہتر ہے۔ مجلس میں 'مری' درج ہوا۔

265/2 اُس نرگسِ مستانہ کو کر یاد کڑھوں ہوں — کیا گریۂ سرشار مجھے بے سبب آیا

265/3 راہ اس سے ہوئی خلق کو کس طور سے یارب! — ہم کو کبھی ملنے کا تو اُس کے نہ ڈھب آیا

265/4 کیا پوچھتے ہو دب کے[1] سخن منہ سے نہ نکلا — کچھ دیکھتے اُس کو مجھے ایسا ادب آیا

265/5 کہتے تو ہیں میلانِ طبیعت ہے اُسے بھی — یہ باتیں ہیں، ایدھر کو مزاج اُس کا کب آیا

265/6 خوں ہوتی رہی دل ہی میں آزردگی میری — کس روز گلہ اس کا مرے تا بہ لب آیا

265/7 جی آنکھوں میں آیا ہے، جگر منہ تئیں میرے — کیا فائدہ یاں چل کر اگر یار اب آیا

265/8 آتے ہوئے اُس کے تو ہوئی بیخودی طاری — وہ یاں سے گیا اُٹھ کے، مجھے ہوش جب آیا

265/9 جاتا تھا چلا راہ عجب چال سے کل میر
دیکھا اُسے جس شخص نے اُس کو عجب آیا

﴿266﴾

266/1 کیا کام کیا ہم نے، دل یوں نہ لگانا تھا — اس جان کی جوکھوں کو اس وقت نہ جانا تھا

266/2 تھا جسم کا ترک اولیٰ ایام میں پیری کے — جاتا تھا چلا ہر دم، جامہ بھی پرانا تھا

266/3 ہر آن تھی سرگوشی، یا بات نہیں گاہے — اوقات ہے اک یہ بھی، اک وہ بھی زمانا تھا

266/4 پامالی عزیزوں کی رکھنی تھی نظر میں ٹک — اتنا بھی تمھیں آ کر یاں سر نہ اُٹھانا تھا

266/5 اک محو تماشا ہیں، اک گرم ہیں قصے کے — یاں آج جو کچھ دیکھا سو کل وہ فسانا تھا

266/6 کیونکر گلی سے اُس کی میں اُٹھ کے چلا جاتا — یاں خاک میں ملنا تھا، لوہو میں نہانا تھا

266/7 جو تیر چلا اُس کا سو میری طرف آیا — اس عشق کے میداں میں، میں ہی تو نشانا تھا

266/8 جب تو نے نظر پھیری تب جان گئی اُس کی — مرنا ترے عاشق کا، مرنا کہ بہانا تھا (مرنے کا)

266/9 کب اور غزل کہتا میں اس زمیں میں لیکن — پردے میں مجھے اپنا احوال سنانا تھا

266/10 کہتا تھا کسو سے کچھ، تکتا تھا کسو کا منہ
کل میر کھڑا تھا یاں، سچ ہے کہ دوانا تھا

﴿267﴾

267/1 سہل ایسا نہ تھا آخر، جی سے مرا جانا تھا — ٹک رنجہ قدم کر کر، مجھ تک اُسے آنا تھا

267/2 کیا مو کی پریشانی، کیا پردے میں پنہانی — منہ یار کو ہر صورت عاشق سے چھپانا تھا

267/3 لذت سے نہ تھا خالی، جانا تہِ تیغ اُس کے — اے صیدِ حرم تجھ کو اک زخم تو کھانا تھا

267/4 کیا صورتیں بگڑی ہیں مشتاقوں کی ہجراں میں — اس چہرے کو اے خالق! ایسا نہ بنانا تھا

267/5 مت سہل ہمیں سمجھو، پہنچے تھے بہم تب ہم — برسوں تئیں گردوں نے جب خاک کو چھانا تھا

267/6 کیا ظلم کیا بے جا، مارا جیوں[2] سے اُن نے — کچھ ٹھور بھی تھی اُس کی، کچھ اُس کا ٹھکانا تھا

267/7 اے شورِ قیامت اب وعدے سے قیامت ہے — خوابیدہ مرے خوں کو ظالم نہ جگانا تھا

267/8 ہو باغ و بہار آیا، گل پھول کہیں پایا — جلوہ اُسے یاں اپنا صد رنگ دکھانا تھا

۱۔ نسخۂ کا، ج و آ، سی میں متن درست ہے جب کہ نول کشور دوم، سوم میں 'دیکھے سخن منہ سے نکالا' غلط ہے۔

۲۔ نسخۂ آ، سی میں 'جیون' جسے قاری بمعنی زندگی پڑھے گا درست نہیں، مجلس میں 'جیوں' (جی کی جمع) درست ہے۔

267/9
کہتے نہ تھے ہم، واں سے پھر آ چکے جیتے تم!
میر اُس گلی میں تم کو زنہار نہ جانا تھا

268

268/1	تد اُس بہشتی رو سے یہ خلطہ بہم کیا	جد برسوں ہم نے سورۂ یوسف کو دم کیا
268/2	چہرے کو نوچ نوچ لیا، چھاتی کوٹ لی	جانے کا دل کے ہم نے[1] بہت غم الم کیا
268/3	مربوط اور لوگوں سے شاید کہ وے ہوئے	وہ ربط و رابطہ جو بہت ہم نے کم کیا (ے)
268/4	کیا کیا سخن زباں پہ مری[2] آئے ہو کے قتل	مانندِ خامہ گو کہ مرا سر قلم کیا
268/5	کی ہم نے تب درونے کی سوزش[3] سے عافیت	سب تن بدن اس آگ نے اپنا بھسم کیا
268/6	یاں اپنے جسمِ زار پہ تلوار سی لگی	اُن نے جو بے دماغی سے ابرو کو خم کیا

268/7
اس زندگی سے مارے ہی جانا بھلا تھا میر
رحم ان نے میرے حق میں کیا، کیا ستم کیا

269

269/1	اب کے جو گل کی فصل میں ہم کو جنوں ہوا	وہ دل کہ جس پہ اپنا بھروسا تھا، خوں ہوا
269/2	ٹھہرا گیا ہو ٹک بھی تو تم سے بیاں کروں	آتے ہی اس کے، رفتنِ صبر و سکوں ہوا
269/3	تھا شوقِ طوفِ تربتِ مجنوں مجھے بہت	اک گردبادِ دشت مرا رہ نموں ہوا
269/4	سیلاب آگے آیا چلا، جاتے دشت میں	بے اختیار رونے کا میرے شگوں ہوا

269/5
جان اس کی تیغِ تیز سے رکھ کر دریغ میر
صیدِ حرم ندان شکارِ زبوں ہوا

270

270/1	رات سے آنسو مری آنکھوں میں پھر آنے لگا	یک رمق جی تھا بدن میں، سو بھی گھبرانے لگا
270/2	وہ لڑکپن سے نکل کر تیغ چمکانے لگا	خون کرنے کا خیال اب کچھ اُسے آنے لگا
270/3	لعلِ جاں بخش اُس کے تھے پوشیدہ جوں آبِ حیات	اب تو کوئی کوئی ان ہونٹوں پہ مر جانے لگا
270/4	حیف میں اُس کے سخن پر ٹک نہ رکھا گوش کو	یوں تو ناصح نے کہا تھا دل نہ دیوانے لگا
270/5	جس ذم کے معتقد تم ہو گئے شیخِ شہر کے	یہ تو البتہ کہ سن کر لعن، رم کھانے لگا (دم)
270/6	گرم ملنا اُس گلِ نازک طبیعت سے نہ ہو	چاندنی میں رات بیٹھا تھا سو مرجھانے لگا
270/7	عاشقوں کی پائمالی میں اُسے اصرار ہے	یعنی وہ محشر خرام اب پاؤں پھیلانے لگا
270/8	چشمک اس مہ کی سی دل کش دید میں آئی نہیں	گو ستارہ صبح کا بھی آنکھ جھمکانے[4] لگا

---

[1] نسخۂ کالج میں 'ہم سے' درست نہیں، نول کشور دوم، سوم اور آسی کے یہاں 'ہم نے' بہتر ہے۔

[2] نسخۂ آسی (ص ۳۷۶) 'مرنے' ہے جب کہ مجلس میں 'مری' اختلافِ نسخ درج نہیں کیا۔

[3] نسخۂ مجلس (ص ۴۴) 'سازش' مضحکہ خیز غلطی ہے، آسی کے یہاں 'سوزش' مطابقِ معنیٔ شعر درست ہے۔

[4] نسخۂ آسی میں 'جھپکانے' ہے لیکن ہم نے نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم کے مطابق 'جھمکانے' کو میر کا زیادہ نمائندہ متن تصور کیا ہے۔

[illegible]

کیونکر اس آئینہ رو سے میر ملیے بے حجاب
وہ تو اپنے عکس سے بھی دیکھو شرمانے لگا

271

271/1
ضبط کرتے کرتے اب جولب کو میں نے وا کیا
سو بھی رہتا ہوں یہ کہتا، ہائے دل نے کیا کیا

271/2
آنکھ پڑتی تھی تمھارے منہ پہ جب تک چین تھا
کیا کیا تم نے کہ مجھ بے تاب سے پردا کیا

271/3
گور ہی[1] اس کو جھنکائی عشق جس کے ہاں گیا
اِس طبیبِ بدشگوں نے کس کے تئیں اچھا کیا

271/4
دیکھ خبطی مجھ کو رستے بند ہو جاتے ہیں اب
عشق نے کیا کوچہ و بازار میں رسوا کیا

271/5
لوگ دل دیتے سنے تھے، میر دے گزرا ہے جی
ایک[2] اپنے طور پر ان نے بھی اک سودا کیا

272

272/1
سینہ کوبی ہے تپش سے غم ہوا
دل کے جانے کا بڑا ماتم ہوا

272/2
آنکھیں دوڑیں خلق جا اودھر گری
اُٹھ گیا پردہ کہاں اودھم ہوا

272/3
کیا لکھوں رویا جو لکھتے، جوں قلم
سب مرے نامے کا کاغذ نم ہوا

272/4
ہم جو اِن بن خوار ہیں حد سے زیاد
یار یاں تک آن کر کیا کم[3] ہوا

272/5
آ گیا یوں ہی خراماں وہ تو پھر
حشر کا ہنگامہ ہی برہم ہوا

272/6
درہمی سے برہمی سے دیکھیو
دونوں عالم کا عجب عالم ہوا

272/7
جسم خاکی کا جہاں پردہ اُٹھا
ہم ہوئے وہ میر سب وہ[4] ہم ہوا

273 [5]

273/1
ہجر کی اک آن میں دل کا ٹھکانا ہو گیا
ہر زماں ملتے تھے باہم سو زمانا ہو گیا

273/2
واں تعلّل ہی تجھے کرتے گئے شام و سحر
یاں ترے مشتاق کا مرنا بہانا ہو گیا

273/3
شیب میں بھی ہے لباسِ جسم کا ظاہر قماش
پر اِسے اب چھوڑیے جامہ پرانا ہو گیا

273/4
کہنے تو کہہ بیٹھے مہ بہتر ہے روئے یار سے
شہر میں پھر ہم کو مشکل منہ دکھانا ہو گیا

---

1. نسخۂ مجلس (جلد سوم، ص۴۶) میں 'گو رہی' کتابت ہے، جس سے مصرع سمجھنا تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے۔
2. نسخۂ آسی میں 'لیک' بھی با معنی ہے لیکن چونکہ نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم اور مجلس، سب نے ایک ہی درج کیا ہے، اس لیے اس کو برقرار رکھا ہے۔
3. نسخۂ مجلس کا حاشیہ (جلد سوم، ص۴۷) طبع دوم سوم میں 'یار یاں تک آن کر کیا گم ہوا'۔ نسخۂ آسی میں 'کم' غلط ہے حالانکہ نول کشور دوم، سوم سمیت خود مجلس میں 'گم' غلط ہے۔ 'کم' حالانکہ مصرع اول میں 'زیاد' کے بعد 'کم' کے علاوہ کوئی اور لفظ یہاں آ ہی نہیں سکتا۔ آسی پر حد سے زیادہ انحصار کرنے کے باوصف فائق صاحب نے یہاں اُن کے درست متن کو بھی غلط قرار دیا۔
4. نسخۂ آسی اور مجلس نے مصرع ثانی یوں درج کیا 'ہم ہوئے وہ میر وہ سب ہم ہوا' جب کہ واضح طور پر نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم کا متفقہ متن بہتر ہے۔ 'سب' کا لفظ اس صورت میں، دونوں نحوی واحدوں کے ساتھ با معنی ہے اور صوتی طور پر بھی بہتر ہے۔
5. اس غزل کے قوافی بھی لائے ہوز سے درج کرنا درست املا کا تقاضا ہے، تاہم قدما اور شاید خود میر نے انہیں الف سے لکھا اس لیے پیروی کی جاتی ہے۔

273/5 صد سخن آئے تھے لب تک پر نہ کہنے پائے ایک — ناگہاں اس کی گلی سے اپنا جانا ہو گیا

273/6 رہنے کے قابل تو ہرگز تھی نہ یہ عبرت سرائے — اتفاقاً اِس طرف اپنا بھی آنا ہو گیا

273/7 سیکڑوں افسوں دنوں کو پڑھتے تھے تس پر بھی میر
بیٹھنا راتوں کو باہم اب فسانا ہو گیا

﴿274﴾

274/1 یادِ خط میں اُس کے جی پھر آ کے گھبراتا رہا — رات کا بھی کیا ہی منہ آیا تھا پر جاتا رہا

274/2 کیا قیامت ہوتی بے پردہ ہوئے کیا جانیے — مصلحت ہی ہوگی ہم سے وہ جو شرماتا رہا

274/3 قدِ موزوں یار کا خاطر سے جاتا ہی نہیں — میں اسی مصرع کو ساری عمر ڈولاتا رہا

274/4 کل مکل بیتاب دل سے آج کل کی کچھ نہیں — میں تو اس غم کش کو بے کل ہی سدا پاتا رہا

274/5 آگ کھا جاتی ہے خشک و تر جو اس کے منہ پڑے — میں تو جیسے شمع اپنے ہی تئیں کھاتا رہا

274/6 میری تیری چاہ منہ دیکھے کی ہے جوں آرسی — آنکھ پھیری جس گھڑی، پھر کاہے کا ناتا رہا

274/7 ہو گئے ہم محتسب کی بے شعوری سے اسیر — شیخ میں کچھ ہوش تھا، مے خانے سے جاتا رہا

274/8 لوگ ہی اس کارواں کے حرف نشنو تھے تمام — راہ چلتے تو جرس ہر گام چلّاتا رہا

274/9 میر دیوانہ ہے اچھا بات سمجھے کیا مری
یوں تو مجھ سے جب ملا، میں اس کو سمجھاتا رہا

﴿275﴾

275/1 میں گلستاں میں آ کے عبث آشیاں کیا — بلبل نے بھی نہ طور گلوں کا بیاں کیا

275/2 پھر اُس کے ابرواں کا خم و تاب ہے وہی — تلوار کے تلے بھی مرا امتحاں کیا

275/3 دوں کس کو دوش دشمنِ[1] جانی تھی دوستی — اس سودے میں صریح میں نقصانِ جاں کیا

275/4 گالی ہے حرفِ یار، قلم نے قضا کے[2] ہائے — صورت نکالی خوب ولے بد زباں کیا

275/5 اس جنسِ خوش کے پیچھے کھپا میں چواؤ[3] کیا — میں نے کسو کا کیا کیا، اپنا زیاں کیا

275/6 لڑکے جہان آباد کے یک شہر کرتے ناز — آجاتے ہیں بغل میں اشارہ جہاں کیا

275/7 میں منتظر جواب کا نامے کے مر گیا
ناچار میر جان کو اودھر رواں کیا

﴿276﴾

276/1 وفا تھی، مہر تھی، اخلاص تھا، تلطّف تھا — کبھو، مزاج میں اس کے ہمیں تصرف تھا

276/2 جو خوب دیکھو تو ساری وہی حقیقت ہے — چھپانا چہرے کا عشاق سے تکلّف تھا

---

1. نسخۂ آسی (ص ۳۷۸) 'دشمنی جانی' درست نہیں، نسخۂ کالج، طبع دوم، سوم نول کشور میں 'دشمنِ جانی' درست ہے۔
2. نسخۂ آسی میں 'کی' درج ہے۔
3. اشاعت مجلس جلد سوم ص ۴۹ پر آسی اور طبع دوم کے 'جواؤ' کو درست قرار دے کر طبع سوم میں 'خواؤ' اور نسخۂ کالج میں 'چواؤ' دونوں کو غلط قرار دیا جا 'جواؤ' نام کا کوئی لفظ کسی لغت میں نہیں۔ 'چواؤ' درست بھی اور بامعنی بھی، 'ذکر، چرچا' سے لے کر، 'عجیب و غریب بات' تک بھی اس شعر میں کا ہیں۔ دیکھیے اُردو لغت تاریخی اُصول پر، جلد ہفتم ص ۶۴۵۔

276/3 اسیر عشق نہیں باز خواہ[1] خوں رکھتے   ہمارے قتل میں اُس کو عبث توقف تھا

276/4 نہ پوچھو خوب ہے بدعہدیوں کی مشق اُس کو   ہزاروں عہد کیے ، پر وہی تخلف تھا

276/5 جہاں میں میر سے کاہے کو ہوتے ہیں پیدا
سنا یہ واقعہ جن نے ، اُسے تاسف تھا

﴿277﴾

277/1 جنوں میں ، ساتھ تھا کل لڑکوں کا لشکر ، جہاں میں تھا   چلے آتے تھے چاروں اور سے پتھر ، جہاں میں تھا

277/2 تجلی جلوہ اس رشکِ قمر کا قُرب تھا مجھ کو   چلے جاتے تھے واں جائے ملک کے پر ، جہاں میں تھا

277/3 گلی میں اُس کی ، میری رات کیا آرام سے گزری   یہی تھا سنگ بالیں ، خاک تھی بستر ، جہاں میں تھا

277/4 غضب کچھ شور تھا سر میں ، بلا بے طاقتی جی میں   قیامت لحظہ لحظہ تھی مرے دل پر ، جہاں میں تھا

277/5 چبھیں تھیں جی میں دے پلکیں لگیں تھیں دل کو دے بھوویں   یہی شمشیر چلتی تھی ، یہی خنجر ، جہاں میں تھا

277/6 خیالِ چشم و روئے یار کا بھی طرفہ عالم ہے   نظر آیا ہے واں اک عالمِ دیگر ، جہاں میں تھا

277/7 عجب دن میر تھے دیوانگی میں دشت گردی سے
سر اوپر سایہ گستر ہوتے تھے کیکر[2] ، جہاں میں تھا

﴿278﴾

278/1 گل بھی ہے معشوق لیکن کب ہے اُس محبوب سا   آگے اُس قد کے ہے سروِ باغ بے اُسلوب سا

278/2 اس کے وعدے کی وفا تک وہ کوئی ہووے گا جو   ہو معمر نوح سا ، صابر ہو پھر ایوب سا

278/3 عشق سے ، کن نے مرے آگہ کیا اُس شوخ کو   اب مرے آنے سے ہو جاتا ہے وہ محجوب سا

278/4 بعدِ مردن یہ غزل مطرب سے جن نے گوش کی   گور کے میری گلے جا لگ کے رویا خوب سا

278/5 عاقلانہ حرف زن ہو میر تو کریے بیاں
زیرِ لب کیا جانیے کہتا ہے کیا مجذوب سا

﴿279﴾

279/1 کبھو وہ توجہ اِدھر کر رہے گا   ہمیں عشق ہے تو اثر کر رہے گا

279/2 ہمارا ہے احوال حیرت کی جا کہ   جو دیکھے گا وہ بھی نظر کر رہے گا

279/3 نہیں اُس طرف میر جانے سے رہتا
رہے گا تو اودھر ہی مر کر رہے گا

﴿280﴾

280/1 میر کل صحبت میں اُس کی حرف سر کر رہ گیا[3]   پیش جاتی کچھ نہ دیکھی ، چشم تر کر رہ گیا

---

1. نول کشور دوم ، سوم میں 'امیر عشق نہیں باد خواہ' غلط ہے ، نسخۂ کالج اور آسی کے یہاں متن درست ہے۔
2. نول کشور دوم ، سوم میں 'لیکر' غلط ، نسخۂ کالج اور اس پر منحصر نسخۂ آسی میں 'کیکر' (بمعنی ببول) درست ہے۔
3. نسخۂ آسی میں یہ مصرع بے معنی درج ہوا 'میر کا صحبت میں اُس کے حرف سر کر رہ گیا' ۔ بعض نسخوں میں 'صحبت' کی جگہ 'حجت' بھی چھپا ہے۔

280/2 خوبیِ اپنے طالعِ بد کی کہ شب وہ رشکِ ماہ — گھر مرے آنے کو تھا، سو منہ اُدھر کر رہ گیا

280/3 طنز و تعریضِ بتانِ بے وفا کے در جواب — میں بھی کچھ کہتا، خدا سے اپنے ڈر کر رہ گیا

280/4 سرگزشت اپنی سبب ہے حیرتِ احباب کی — جس سے دل خالی کیا وہ آہ بھر کر رہ گیا

280/5 میرؔ کو کتنے دنوں سے رہتی تھی بے طاقتی
رات دل تڑپا بہت، شاید کہ مر کر رہ گیا

﴿281﴾

281/1 مجھ زار نے کیا گرمیِ بازار سے پایا — کبریت نمط، جن نے لیا مجھ کو، جلایا

281/2 بے تاب تہِ تیغِ ستم دیر رہا میں — جب تک نہ گئی جان، مجھے صبر نہ آیا

281/3 جانا فلکِ دوں نے کہ سرسبز ہوا میں — گر خاک سے سبزہ کوئی پژمردہ اُگایا

281/4 اُس رخ نے بہت صورتیں لوگوں کی بگاڑیں — اُس قد نے قیامت کا سا ہنگامہ اُٹھایا

281/5 مت راہِ سخن دے کہ پھر آپھی[1] تو کہے گا — کیوں میں نے محبت کی، عبث منہ کو کھلایا

281/6 ہر چند کہ تھی[2] رنجھنے کی جائے ترے لب — پر گالیاں دیں اتنی انہوں سے کہ رُجھایا

281/7 گردش میں رہا کرتے ہیں ہم دید میں اُن کی — آنکھوں نے تری خوب سماں ہم کو دکھایا

281/8 کس روز یہ اندوہِ جگر سوز تھا آگے — کب شب لب دیا رب تھی مری یوں ہی خدایا

281/9 دن جی کے اُلجھنے کے ہی جھگڑے میں کٹے ہے — رات اُس کے خیالات سے رہتے ہیں قضایا

281/10 کیا کہیے دماغ اُس کا کہ گل گشت میں کل میرؔ
گل شاخوں سے جھک آئے تھے، پر منہ نہ لگایا

﴿282﴾

282/1 جب گل کہے ہے اپنے تئیں یار کے رُو سا — تب آنکھوں تلے میری اُترتا ہے لہو سا

282/2 تحقیق کروں کس سے حقیقت کے نشے کو — خضر آب اسے کہتا ہے، آتش کہے مو سا

282/3 کیا دُور ہے شربت پہ اگر قند کے تھوکے — ٹک جن نے ترے شربتِ اِن ہونٹوں کو چوسا

282/4 دم لابہ کریں شیخ رکھیں شملے تو کیا ہے — ہونا مگر آسان ہے اس کے سگِ کُو سا

282/5 تعبیر جسے کرتے ہیں ہنگامۂ محشر — وہ یار کے کوچے کا ہے کچھ شورِ غلو سا

282/6 آرائشِ درویشی بھی اپنی نہیں بے لطف — ہے بوریے کا نقش مرے تن پہ اُتو سا

282/7 اب کی ہے حدیث اُس سے سخن کرنے کی میں نے
کیا میرؔ سے بولے کوئی ہے بیہدہ گو سا

﴿283﴾

283/1 اگر وہ ماہ نکل گھر سے ٹک ادھر آتا — تو رک کے منہ تئیں کاہے کو شب جگر آتا

---

[1] نسخۂ آسی میں 'آپ ہی' جو اگرچہ جدید املا کے مطابق ہے لیکن روانیِ مصرع کے مطابق 'آپھی' جو املائے میرؔ کے مطابق بھی ہے، درست ہے۔

[2] فائق صاحب (جلد سوم، ص ۵۴) میں فرماتے ہیں کہ 'کہ تھی' سے مفہوم واضح نہیں ہوتا۔ غالباً 'نہ تھے' کو 'کہ تھی' پڑھا گیا ہے۔ یہ غلط فہمی اس لیے ہوئی کہ انہوں نے دوسرے مصرعے کے آخر میں 'رُجھایا' (بمعنی روک دینا، ستانا، تنگ کرنا، چھیڑنا وغیرہ) کو 'رِجھایا' سمجھا۔

283/2 مریدِ پیرِ مغاں صدق سے نہ ہم ہوتے — جو حق شناس کوئی اور بھی نظر آتا

283/3 نہ پتھروں سے جو سر کو دو پارہ میں کرتا — زمانہ غم کا مرے کس طرح بسر آتا

283/4 کسو ہنر سے تو ملتے تھے باہم اگلے لوگ — ہمیں بھی کاش کہ ایسا کوئی ہنر آتا

283/5 شراب خانے میں شب مست ہو رہا شاید
جو میر ہوش میں ہوتا تو اپنے گھر آتا

284

284/1 وہ کم نما و دل ہے شائق کمال اُس کا — جو کوئی اُس کو چاہے ظاہر ہے حال اُس کا

284/2 ہم کیا کریں علاقہ جس کو بہت ہے اُس سے — رکھ دیتے ہیں گلے پر خنجر نکال اُس کا

284/3 بس ہو تو وام کر بھی اُس پر نثار کریے — یک نقدِ دل رکھے ہیں سو تو ہے مال اُس کا

284/4 یہ جانتا تو اس سے ہم خواب میں نہ ہوتا — پکّا خیال جی کا ایسا خیال اُس کا

284/5 اُن زلفوں سے نہ لگ کر چل اے نسیم ظالم — تاریک ہے جہاں پھر بیکا جو بال اُس کا

284/6 جس داغ سے کہ عالم ہے مبتلا بلا میں — سو داغ جان عاشق منہ پر ہے خال اُس کا

284/7 مستانہ ساتھ میرے روتی پھرے ہے بلبل — گل سے جو دل لگا ہے، ابتر ہے حال اُس کا

284/8 میری طرح جھکے ہیں بے خود ہو سروگُل بھی — دیکھا کہیں چمن میں شاید جمال اُس کا

284/9 کیا تم کو پیار سے وہ اے میر منہ لگاوے
پہلے ہی چومے تم تو کاٹو ہو گال اُس کا

285

285/1 زار رکھا، بے حال رکھا، بے تاب رکھا، بیمار رکھا — حال رکھا تھا کچھ بھی ہم میں، عشق نے آخر مار رکھا

285/2 میلان اُس کا تھا کاہے کو جانب اُلفت کیشوں کے — اپنی طرف سے ہم نے اب تک، اُس ظالم سے پیار رکھا

285/3 عشق بھی ہم میں ہائے تصرف کیسے کیسے کرتا ہے — دل کو چاک، جگر کو زخمی، آنکھوں کو خونبار رکھا

285/4 کیا پوچھو ہو دیں کے اکابر، فاضل، کامل، صابر، رنج — عزت والے کیا لوگوں کو گلیوں میں اُن نے خوار رکھا

285/5 کام اس سے اک طور پہ لیتے بے طور اُس کو ہونے نہ دیتے
حیف ہے میر سپہر دوں نے ہم سے نہ اُس کو یار رکھا

286

286/1 دل رات دن رہے ہے سینے میں عشق ملتا — ہر چند چاہتا ہوں پر جی نہیں سنبھلتا

286/2 اب تو بدن میں سارے اک پھنک رہی ہے آتش — وہ مہ گلے سے لگتا تو یوں جگر نہ جلتا

286/3 شب ماہِ چاردہ تھا کس حسن سے نمایاں — ہوتا بڑا تماشا جو یار بھی نکلتا

286/4 اے رشکِ شمع گویا تُو موم کا بنا ہے — مہتاب میں تجھی کو دیکھا ہے یوں پگھلتا

286/5 تکلیفِ باغ ہم کو یاروں نے کی وگرنہ — گل پھول سے کوئی بھی[1] اپنا ہے دل بہلتا

---

[1] آسی عبادت اور مجلس کے نسخوں میں 'کوئی بھی' کی جگہ 'کوئی دم' ہے، نسخہ مجلس کے حاشیے میں ہے کہ طبع دوم، سوم اور نسخہ کالج میں 'بھی' ہے۔ حاشیے کا اشاریہ انہوں نے دوسرے مصرع میں 'ہے' پر دیا، ہمارے خیال میں 'دم' کی جگہ 'بھی' لگانے سے شعر کے معنی درست طور پر سمجھے جا سکتے ہیں۔

286/6 رونے کا جوش ویسا آنکھوں کو ہے بعینہ — جیسے ہو رُود کوئی برسات میں اُبلتا

286/7 کرتا ہے وے سلوک اب جس سے کہ جان جاوے
ہم میرؔ یوں نہ مرتے اُس پر جو دل نہ چلتا[1]

﴿287﴾

287/1 بوسہ اُس بت کا لے کے منہ موڑا — بھاری پتھر تھا، چوم کر چھوڑا

287/2 ہو کے دیوانے ہم ہوئے زنجیر — دیکھ کر اس کے پاؤں کا توڑا

287/3 دل نے کیا کیا نہ رات درد دیے — جیسے پکتا رہے کوئی پھوڑا

287/4 گرم رفتن ہے کیا سمندِ عمر — نہ لگے جس کو باؤ کا گھوڑا

287/5 کیا کرے بختِ مدعی تھے بلند — کوہ کن نے تو سر بہت پھوڑا

287/6 دل ہی مرغِ چمن کا ٹوٹ گیا — پھول گل چیں نے ہائے کیوں توڑا

287/7 ہے لبِ بام آفتابِ عمر
کر لے سو کیا ہے میرؔ دن تھوڑا

﴿288﴾

288/1 ہے عشق میں صبر ناگوارا — پھر صبر بن اور کیا ہے چارا

288/2 اُن بالوں سے مشک مت خجل ہو — عنبر تو عرق عرق ہے سارا

288/3 یوں بات کرے ہے میرے خوں سے — گویا نہیں اُن نے مجھ کو مارا

288/4 دیکھو ہو تو دور بھاگتے ہو — کچھ پاس نہیں تمھیں ہمارا

288/5 تھا کس کو دماغِ باغ اُس بن — بلبل نے بہت مجھے پکارا

288/6 رخسار کے پاس وہ دُرِ گوش — ہے پہلوئے ماہ میں ستارا

288/7 ہوتے ہیں فرشتے صید آ کر — آہوے حرم ہیں یاں چکارا

288/8 پھولی مجھے دیکھ کر گلوں میں — بلبل کا ہے باغ میں اجارا

288/9 جب جی سے گزر گئے ہم اے میرؔ
اُس کوچے میں تب ہوا گزارا

﴿289﴾

289/1 دل عجب چرچے کی جاگہ تھی، سو ویرانہ ہوا — جوشِ غم سے جی جو بولایا[2] سو دیوانہ ہوا

289/2 بزمِ عشرت پر جہاں کی گوش وا کر جائے چشم — آج یاں دیکھا کیا[3] جو کچھ، کل افسانہ ہوا

---

[1] نسخۂ آسی اور مجلس میں 'چلتا' کی جگہ 'جلتا' درج ہوا، حالانکہ یہ قافیہ شعر نمبر ۲ میں بندھ چکا، مزید یہ کہ نول کشور طبع دوم، سوم میں بھی 'چلتا' ہی درج۔ شعر کا مضمون بھی 'دل چلنے' کے محاورے کا متقاضی ہے۔

[2] نسخۂ آسی، نول کشور دوم، سوم میں اس مصرع کا متن درست نہیں۔ نسخۂ کالج اور تتبع میں نسخۂ مجلس میں 'بولایا' درست ہے، ورنہ 'بولا' سے کسی قسم کے متبادر نہیں۔

[3] نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں متفقہ طور پر 'کیا' ہے۔ آسی و مجلس و عبادت میں 'گیا' درج ہوا۔ 'دیکھا کیا' یوں بھی بہتر متن ہے۔

289/3 دیر میں جو میں گدایانہ گیا اودھر ، کہا — شاہ جی کہیے کدھر سے آپ کا آنا ہوا

289/4 کیا کہیں حسرت لیے جیسے جہاں سے کوئی جائے — یار کے کوچے سے اپنا اس طرح جانا ہوا

289/5 میر تیراں جور کیشوں کے جو کھائے بے شمار — چھاتی اب چھلنی ہے میری ، ہے جگر چھانا ہوا

290

290/1 کیا کہے حال کہیں دل زدہ جا کر اپنا — دل نہ اپنا ہے محبت میں نہ دلبر اپنا

290/2 دوریِ یار میں ہے حالِ دل ابتر اپنا — ہم کو سو کوس سے آتا ہے نظر گھر اپنا

290/3 یک گھڑی صاف نہیں ہم سے ہوا یار کبھی — دل بھی جوں شیشۂ ساعت ہے مکدر اپنا

290/4 ہر طرف آئنہ داری میں ہے اس کے رو کی[1] — شوق سے دیکھیے منہ ہووے ہے کیدھر اپنا

290/5 لب بہ لب رکھ کے نہ اس گل کے کبھو ہم سوئے — یہ[2] بساطِ خشک و خار ہے بستر اپنا

290/6 کس طرح حرف ہو ناصح کا مؤثر ہم میں — سختیاں کھینچتے ہی دل ہوا پتھر اپنا

290/7 کیسی رسوائی ہوئی عشق میں ، کیا نقل کریں — شہر و قصبات میں مذکور ہے گھر گھر اپنا

290/8 اُس گلِ تر کی قبا کے کہیں کھولے تھے بند — رنگوں گل برگ کے ناخن ہے معطر اپنا

290/9 تجھ سے بے مہر کے لگ لگنے نہ دیتے ہرگز — زور چلتا کچھ اگر چاہ میں دل پر اپنا

290/10 پیش کچھ آوے ، یہیں ہم تو ہیں ہر صورت سے — مثلِ آئینہ نہیں چھوڑتے ہم گھر اپنا

290/11 دل بہت کھینچتی ہے یار کے کوچے کی زمیں — لوہو اس خاک پہ گرنا ہے مقرر اپنا

290/12 میر خط بھیجے پر اب رنگ اُڑا جاتا ہے — کہ کہاں بیٹھے کدھر جاوے کبوتر اپنا

291

291/1 کیا میر دل شکستہ بھی وحشی مثال تھا — دنبالہ گردِ چشمِ سیاہِ غزال تھا

291/2 آخر کو خوابِ مرگ ہمیں جا سے لے گئی — جی دیتے تک بھی سر میں اسی کا خیال تھا

291/3 میں جو کہا کہ دل کو تو تم نے ہرا دیا — بولا کہ ذوق اپنا ، ہمارا ہی مال تھا

291/4 سرو اِس طرف کو جیسے گنہگار تھا کھڑا — اودھر جو آب جُو کے وہ نازک نہال تھا

291/5 کیا میرے روزگار کے اہلِ سخن کی بات — ہر ناقص اپنے زعم میں صاحب کمال تھا

291/6 کیا کیا ہوائیں دیدۂ تر سے نظر پڑیں — جب رونے بیٹھ جاتے تھے ، تب برشگال تھا

291/7 کہتے تھے ہم ، تباہ ہے اب حال میر کا — دیکھا نہ تم نے اس میں بھلا کچھ بھی حال تھا

292

292/1 اُن نے کھینچا ہے مرے ہاتھ سے داماں اپنا — کیا کروں ، گر نہ کروں چاک گریباں اپنا

292/2 بارہا جاں لبِ جاں بخش سے دی جن نے ہمیں — دشمنِ جانی ہوا اب وہی جاناں اپنا

---

[1] نسخۂ آسی میں 'اُس کے رو کے' ہے، مجلس میں 'اُس کے رو کی'۔

[2] نول کشور دوم، سوم میں 'نہ' اور آسی کے یہاں 'یہ'، جب کہ نسخۂ کالج میں 'تہ' ہے، 'یہ' اور 'تہ' دونوں بامعنی ہیں۔

292/3 خلطے یاد آتے ہیں وے، جب کہ بدلتے کپڑے　مجھ کو پہناتے تھے رعنائی کا ساماں اپنا
292/4 کیا ہوئی یک جہتی وہ کہ[1] طرف تھے میرے　اب یہ طرفہ ہے کہ منہ کرتے ہیں پنہاں اپنا
292/5 جس طرح شاخ پراگندہ نظر آتے ہیں بید　تھا جنوں میں کبھی سر موے[2] پریشاں اپنا
292/6 مشکلیں سیکڑوں چاہت میں ہمیں آئیں پیش　کام ہو دیکھیے کس طور سے آساں اپنا
292/7 دل فقیری سے نہیں میر کسو کا ناساز
خوش ہوا کتنا ہے یہ خانۂ ویراں اپنا

293

293/1 دل عجب شہر تھا خیالوں کا　لوٹا مارا ہے حسن والوں کا
293/2 جی کو جنجال، دل کو ہے الجھاؤ　یار کے حلقہ حلقہ بالوں کا
293/3 موئے دلبر سے مشک بو ہے نسیم　حال خوش اس کے خستہ حالوں کا
293/4 نہ کہا کچھ، نہ آ پھرا، نہ ملا　کیا جواب ان مرے سوالوں کا
293/5 دم نہ لے اس کی زلفوں کا مارا
میر کاٹا جیے نہ کالوں کا

294

294/1 احوال نہ پوچھو کچھ، ہم ظلم رسیدوں کا　کیا حال محبت کے آزار کشیدوں کا
294/2 دیوانگی عاشق کی سمجھو نہ لباسی ہے　صد پارہ جگر بھی ہے، ہم جامہ دریدوں کا
294/3 عاشق ہے دل اپنا تو گل گشتِ گلستاں میں　جدول کے کنارے کے نوبادہ دمیدوں کا
294/4 ناچار گئے مارے میدانِ محبت میں　پایا نہ گیا چارہ کچھ اُس کے شہیدوں کا
294/5 پتے کے کھڑکنے سے، ہوتی ہے ہمیں وحشت　کیا طور ہے ہم اپنے سائے سے رمیدوں کا
294/6 کیا کیا نہ گیا اُس بن صبر اور دماغ و دل　رونق گئی بشرے سے، پھر نور بھی دیدوں کا
294/7 کرتے ہیں پس از سالے دل شاد گلے لگ کر
سو میر وہ ملنا بھی اب ترک ہے عیدوں کا

295

295/1 سطح جو ہاتھوں میں تھا اُس کے رخِ گل فام کا　ہاتھ ملنا کام ہے اب عاشقِ بدنام کا
295/2 کچھ نہیں عنقا صفت پر شہرۂ آفاق ہوں　سیر کے قابل ہے ہونا پہن میرے نام کا
295/3 ہجر کی راتیں بڑی، چھوٹی جو ٹک ہوتیں کہیں　اس میں کچھ نقصان ہوتا تھا مگر ایام کا
295/4 رووں یادِ زلف میں اُس کی تو پھر روتا رہوں　صبح تک جاتا نہیں ہے مینہ آیا شام کا
295/5 تا بہ گیسو اپنا کچا سوت کچھ اُلجھا ہے میر
گم ہے سر رشتہ ہمارے خواب اور آرام کا

---

[1] نول کشوری طباعت دوم، سوم میں 'کہ' کا حذف ہونا، سہو کتابت ہے۔ نسخۂ کالج اور آسی کے یہاں 'کہ' موجود ہے۔
[2] متن نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم کے مطابق ہے، ورنہ آسی، مجلس و عبادت میں 'موسے پریشاں' درج ہوا ہے۔

296

296/1 کل رات رو کے صبح تلک میں رہا گرا — خوں بار میری آنکھوں سے کیا جانوں کیا گرا

296/2 اب شہرِ خوش عمارتِ دل کا ہے کیا خیال — ناگاہ آ کے عشق نے مارا ، جلا ، گرا

296/3 کیا طے ہو راہ عشق کی ، عاشق غریب سے[1] — مشکل گزر طریق ہے ، یاں رہ گرا گرا

296/4 لازم پڑی ہے کسلِ دلی کو فتادگی — بیمارِ عشق رہتا ہے اکثر پڑا گرا

296/5 ٹھہرے نہ اُس کے عشق کا سرگشتہ وضعیف — ٹھوکر کہیں لگی کہ رہا سر پھرا ، گرا

296/6 دے مارنے کو تکیے سے سر تک اُٹھا تو کیا — بستر سے کب اُٹھے ہے غمِ عشق کا گرا

296/7 پھرتا تھا میرؔ غم زدہ یک عمر سے خراب
اب شکر ہے کہ بارے کسی در پہ جا گرا

297

297/1 چاہت کے[2] طرح کش ہو کچھ بھی اثر نہ دیکھا — طرحیں بدل گئیں پر اُن نے اِدھر نہ دیکھا

297/2 خالی بدن جیوں سے یاں ہو گئے ولیکن — اُس شوخ نے ادھر کو بھر کر نظر نہ دیکھا

297/3 کس دن سرشکِ خونی منہ پر نہ بہہ کر آئے[3] — کس شب پلک کے اوپر لختِ جگر نہ دیکھا

297/4 یاں شہر شہر بستی اوجڑ ہی ہوتے پائی[4] — اقلیمِ عاشقی میں بستا نگر نہ دیکھا

297/5 اب کیا کریں کہ آیا آنکھوں میں جی ہمارا — افسوس پہلے ہم نے ٹک سوچ کر نہ دیکھا

297/6 لاتے نہیں فرو سر ہرگز بتاں خدا سے — آنکھوں سے اپنی تم نے ان کا گہر نہ دیکھا

297/7 سوجھا نہ چاہ میں کچھ ، برباد کر چکے دل
میرؔ اندھے ہو رہے تھے ، اپنا بھی گھر نہ دیکھا

298

298/1 کیا ہے عشق جب سے میں نے اُس ترکِ سپاہی کا — پھروں ہوں چُور زخمی اس کی تیغِ کم نگاہی کا

298/2 اگر ہم قطعۂ شب سا لیے چہرہ چلے آئے — قیامت شور ہوگا حشر کے دن روسیاہی کا

298/3 ہوا ہے عارفانِ شہر کو عرفان بھی اوندھا — کہ ہر درویش ہے مارا ہوا شوقِ الٰہی کا

298/4 ہمیشہ التفات اس کا کسو کے بخت سے ہوگا[5] — نہیں شرمندہ میں تو اُس کے لطفِ گاہ گاہی کا

298/5 بہ رنگِ کہربائی شمع اُس کا رنگ جھمکے ہے — دماغِ میر اُس کو کب ہے میرے رنگِ کاہی کا

---

[1] نول کشور طبع دوم اور نسخۂ کالج میں 'سے' درست ہے، طبع سوم، نسخۂ آسی اور مجلس میں 'ہے' غلط۔

[2] نسخۂ آسی میں 'کی' اور 'کے' کی اغلاط حد سے زیادہ ہیں۔ یہ اغلاط اُن تسامحات سے علاوہ ہیں جو یائے معروف اور مجہول کی املا کی پیدا کردہ ہیں۔ یہاں بھی 'کے' کی جگہ 'کی' درج ہوا ہے۔

[3] نول کشور دوم، سوم میں مصرع درست نہیں 'کس دن سرشک خون منہ پر نہیں گرائے'۔ نسخۂ کالج و آسی کے یہاں متن درست ہے۔

[4] نسخۂ مجلس میں مصرع غلط ہے 'یاں شہر شہر بستے اوجڑ ہی ہوتے پائے'۔ نسخۂ آسی میں 'بستی' درست لیکن 'پائی' کی جگہ 'پائے' غلط ہے۔ شعر شور انگیز (جلد اول، ص ۵۹۵) پر متن درست اور بمطابق نسخۂ کالج ہے۔

[5] نسخۂ مجلس اور آسی میں 'التفات' کے ساتھ 'اس کی' اور 'ہوگی' درج ہوئے جو درست نہیں۔ دوسرے مصرع میں نسخۂ آسی میں 'اس کی لطف گاہ گاہی' درج ہوا۔

298/6 بڑھیں گے عہد کے درویش اس سے اور کیا یارو — کیا ہے لڑکوں نے دینا انھوں کو تاجِ شاہی کا
298/7 خراب احوال کچھ بکتا پھرے ہے دیر و کعبے میں
سخن کیا معتبر ہے میرؔ سے واہی تباہی کا

﴿299﴾

299/1 آنکھوں[1] میں اپنی رات کو خوں ناب تھا سو تھا — جی دل کے اضطراب سے بے تاب تھا سو تھا
299/2 آ کر کھڑا ہوا تھا بہ صد حسنِ جلوہ ناک — اپنی نظر میں وہ دُرِ نایاب تھا سو تھا
299/3 ساون ہرے نہ بھادوں میں ہم سوکھے اہلِ درد — سبزہ ہماری پلکوں کا سیراب تھا سو تھا
299/4 درویش کچھ گھٹا نہ بڑھا ملکِ شاہ سے — خرقہ کلاہ پاس جو اسباب تھا سو تھا
299/5 کیا بھاری بھاری قافلے یاں سے چلے گئے — تجھ کو وہی خیالِ گراں خواب تھا سو تھا
299/6 برسوں سے ہے تلاوت و سجّادہ و نماز — پر میلِ دل جو سوئے بے ناب تھا سو تھا
299/7 ہم خشک لب جو روتے رہے جوئیں بہہ چلیں
پر میرؔ دشت عشق کا بے آب تھا سو تھا

ردیف الف ـــــ دیوان چہارم

﴿300﴾

300/1 کرتا ہوں اللہ اللہ ، درویش ہوں سدا کا — سرمایۂ توکّل یاں نام ہے خدا کا
300/2 میں نے نکل جنوں سے مشقِ قلندری کی — زنجیرِ سر ہوا ہے ، تھا سلسلہ جو پا کا
300/3 یا رب ہماری جانب یہ سنگ کیوں ہے عائد[2] — جی ہی سے[3] مارتے ہیں جو نام لے وفا کا
300/4 کیا فقر میں گزر ہو چشمِ طمع سیے بن — ہے راہ تنگ ایسی جیسے سوئی کا ناکا
300/5 ابر اور جوشِ گل ہے ، چل خانقہ سے صوفی — ہے لطف مے کدے میں دہ چند اس ہوا کا
300/6 ہم وحشیوں سے مدت مانوس جو رہے ہیں — مجنوں کو شوخ لڑکے کہنے لگے ہیں کاکا
300/7 آلودہ خوں سے ناخن ہیں شیر کے سے ہر سو — جنگل میں چل بنے تو پھولا ہے زور ڈھاکا
300/8 یہ دو ہی صورتیں ہیں یا منعکس ہے عالم — یا عالم آئنہ ہے اُس یارِ خودنما کا
300/9 کیا میں ہی جاں بہ لب ہوں ، بیماریِ دلی سے — مارا ہوا ہے عالم اس دردِ بے دوا کا
300/10 زلفِ سیاہ اُس کی رہتی ہے چت چڑھی ہی — میں مبتلا ہوا ہوں اے وائے کس بلا کا
300/11 غیرت سے تنگ آئے غیروں سے لڑ مریں گے
آگے بھی میرؔ سیّد کرتے گئے ہیں ساکا

---

[1] نول کشور دوم، سوم، آسی اور عبادت کے یہاں 'دیکھوں' غلط ہے۔ صرف نسخۂ کالج میں 'آنکھوں' ہے جو درست ہے۔
[2] نسخۂ مجلس میں 'عائد' کی جگہ 'عابد' درج ہوا۔
[3] 'جی ہی ہے' نسخۂ آسی، مجلس و عبادت میں غلط، 'جی ہی سے' نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں درست ہے۔

301

301/1 واجب کا ہو نہ ممکن مصدر صفت ثنا کا　قدرت سے اُس کی[1] لب پر نام آوے ہے خدا کا

301/2 سب روم روم تن میں زردیِ غم بھری ہے　خاکِ جسد ہے میری کس کانِ زر کا خاکا

301/3 بند اُس قبا کا کھولیں کیا ناخنِ فقیراں　وابستہ ہے یہ عقدہ شاید کسو دعا کا

301/4 ناسازیِ طبیعت کیا ہے جواں ہوئے پر　اوباش وہ ستم گر لڑکا ہی تھا لڑاکا

301/5 گل پھول فصلِ گل میں صد رنگ ہیں شگفتہ　میں دل زدہ ہوں اب کی رنگینیِ ہوا کا

301/6 عاشق کی چشمِ تر میں گو دبتے آویں لیکن　پاؤں کا دلبروں کے چھپتا نہیں جھپاکا

301/7 زوریں کش اُس جواں کی کس سے کماں کھنچے ہے　
تھا یکہ و جنازا میر اُن نے جس کو تاکا

302

302/1 قصہ کہیں سو[2] کیا کہیں ملنے کی رات کا　پہروں چواؤ اُن نے رکھا بات بات کا

302/2 جرأت سے گرچہ زرد ہوں پر مانتا ہے کون　منہ لال جب تلک نہ کروں پانچ سات کا

302/3 کیونکر بسر کرے غم و غصہ میں ہجر کے　خوگر جو ہو کسو کے کوئی التفات کا

302/4 جا گہ سے لے گیا ہمیں اُس کا خرامِ ناز　ٹھہراؤ ہو سکا نہ قرار و ثبات کا

302/5 ڈرتا ہوں مالکانِ جزا چھاتی دیکھ کر　کہنے لگیں نہ واہ رے زخم اُس کے ہاتھ کا

302/6 واعظ کہے سو سچ ہے ولے مے فروش سے　ہم ذکر بھی سنا نہیں صوم و صلوات کا

302/7 بھونکا کریں رقیب پڑے کوئے یار میں　کس کے تئیں دماغِ عفف ہے سگات کا

302/8 ان ہونٹوں کا حریف ہو ظلمات میں گیا　پردے میں روسیاہ ہے آبِ حیات کا

302/9 عالم کسو حکیم کا باندھا طلسم ہے　کچھ ہو تو اعتبار بھی ہو کائنات کا

302/10 گر یارِ میر اہل ہے تو کام سہل ہے　
اندیشہ تجھ کو یوں ہی ہے اپنی نجات کا

303

303/1 تجاہل ، تغافل ، تساہل کیا　ہوا کام مشکل ، توکل کیا

303/2 نہیں تاب لاتا دلِ زار اب　بہت ہم نے صبر و تحمل کیا

303/3 زمینِ غزل ملک سی ہو گئی　یہ قطعہ تصرف[3] میں بالکل کیا

303/4 جنوں تھا نہ مجھ کو نہ چپ رہ سکا　کہ زنجیر ٹوٹی تو میں غل کیا

303/5 نہ سوزِ دروں فصلِ گل میں چھپا　سر و سینہ سے داغ نے گل کیا

303/6 ہمیں شوق نے صاحبو کھو دیا　غلاموں سے اُس کے توسل کیا

---

[1] نسخۂ آسی میں تو حسبِ معمول 'کی' کی جگہ 'کے' درج ہوا، مجلس میں بھی اسی غلطی کا اعادہ ہوا۔ اس سہو سے مصرع کے معنی بدل گئے بلکہ شعر بے معنی ہو گیا ہے۔

[2] نسخۂ آسی، مجلس و عبادت میں 'تو' ہے۔ نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں 'سو' بہتر ہے۔

[3] وقف درج کرنے کے شوق میں مرتب نسخۂ مجلس نے 'تصرف میں' کے درمیان وقفہ (کامہ) درج کر دیا ہے، (جلد سوم، ص ۲۴۶)

303/7
حقیقت نہ میر اپنی سمجھی گئی
شب و روز ہم نے تامل کیا

304

304/1 رفتۂ عشق کیا ہوں میں اب کا — جا چکا ہوں جہان سے کب کا
304/2 لوگ جب ذکرِ یار کرتے ہیں — دیکھ رہتا ہوں دیر منہ سب کا
304/3 مست رہتا ہوں جب سے ہوش آیا — میں بھی عاشق ہوں اپنے مشرب کا
304/4 ہم تو ناکام ہی چلے یاں سے — تم کو ہوگا وصول مطلب کا
304/5 درس کہیے جنوں کا تو مجنوں — اپنے آگے ہے طفل مکتب کا
304/6 لعل کی بات کون سنتا ہے — شور ہے زور یار کے لب کا
304/7
زلف سا پیچ دار ہے ہر شعر
ہے سخن میر کا عجب ڈھب کا

305

305/1 میں جو نظر سے اس کی گیا تو وہ سرگرمِ کار اپنا — کہنے لگا چپکا سا ہو کر ہائے دریغ شکار اپنا
305/2 کیا یاری کر دور پھرا وہ کیا کیا اُن نے فریب کیے — جس کے لیے آوارہ ہوئے ہم، چھوٹا شہر و دیار اپنا
305/3 ہاتھ گلے میں اُن نے نہ ڈالا، میں یہ گلا جا کاٹوں گا — غم غصے[1] سے دیکھیو ہوں گا آپھی گلے کا ہار اپنا
305/4 چھاتی پہ سانپ سا پھر جاتا ہے، یاد میں اُس کے بالوں کی — جی میں لہو آوے ہے لیکن رہتا ہوں من مار اپنا
305/5 بات کہے، تلوار نکالے، آنکھ لڑائے، جی مارے — کیوں کہ جتاوے اس سے کوئی ربط، محبت، پیار اپنا
305/6 ہم نے یارو[2] وفاداری میں کوتاہی، تقصیر نہ کی — کیا روویں چاہت کے اثر کو وہ نہ ہوا ٹک یار اپنا
305/7
رحم کیا کر، لطف کیا کر، پوچھ لیا کر، آخر ہے
میر اپنا، غم خوار اپنا، پھر زار اپنا، بیمار اپنا

306

306/1 اے کاش مرے سر پر اک بار وہ آ جاتا — ٹھہراؤ سا ہو جاتا، یوں جی نہ چلا جاتا
306/2 تب تک ہی تحمل ہے جب تک نہیں آتا وہ — اس رستے نکلتا تو ہم سے نہ رہا جاتا
306/3 اک آگ لگا دی ہے چھاتی میں جدائی نے — وہ مہ گلے لگتا تو یوں دل نہ جلا جاتا
306/4 یا لاگ کی وے باتیں، یا ایسی ہی بیزاری — وہ جو نہ لگا لیتا، تو میں نہ لگا جاتا
306/5 کیا نور کا بُکّا ہے چہرہ کہ شبِ مہ میں — منہ کھولے جو سو رہتا تو ماہ چھپا جاتا
306/6 اِس شوق نے دل کے بھی کیا بات بڑھائی تھی — رقعہ اُسے لکھتے تو طومار لکھا جاتا
306/7 یہ ہمدمی کا دعویٰ اُس کے لبِ خنداں سے — بس کچھ نہ چلا ورنہ پستے کو چبا جاتا
306/8 اب تو نہ رہا وہ بھی، طاقت گئی سب دل کی — جو حال کبھو اپنا میں تم کو سنا جاتا

1۔ نسخۂ نول کشور دوم، سوم اور آسی میں 'غم و غصہ' ہے جب کہ نسخۂ کالج میں 'غم غصے' ہے۔
2۔ نسخۂ آسی میں 'یارو' درست ہے، مجلس کی اشاعت میں 'یار' طبع ہوا ہے۔

306/9
وسواس نہ کرتا تھا مر جانے سے ہجراں میں
تھا میرؔ تو ایسا بھی دل جی[1] سے اُٹھا جاتا

﴿307﴾

307/1 مستانہ اگرچہ میں طاعت کو لگا جاتا — پر بعدِ نماز اُٹھ کر مے خانے چلا جاتا

307/2 بازار میں ہو جانا اُس مہ کا، تماشا تھا — یوسف بھی جو واں ہوتا تو اس پہ بِکا جاتا

307/3 دیکھا نہ اِدھر ورنہ آتا نہ نظر پھر میں — جی مفت مرا جاتا، اُس شوخ کا کیا جاتا

307/4 شب آہِ شرر افشاں ہونٹوں سے پھری میرے — سر کھینچتا یہ شعلہ تو مجھ کو جلا جاتا

307/5 کیا شوق کی باتوں کی تحریر ہوئی مشکل — تھے جمع قلم کاغذ، پر کچھ نہ لکھا جاتا

307/6 آنکھیں مری کھلتیں تو اُس چہرے ہی پر پڑتیں — کیا ہوتا یکایک وہ سر پر مرے آ جاتا

307/7 سبزے کا ہوا روکش خطِ رخِ جاناں کے — جو ہاتھ مرے چڑھتا تو پان کو کھا جاتا

307/8 ہے شوقِ سیہ رو سے بدنامی و رسوائی — کیوں کام بگڑ جاتا جو صبر کیا جاتا

307/9
تھا میرؔ بھی دیوانہ پر ساتھ ظرافت کے
ہم سلسلہ داروں کی زنجیر ہلا جاتا

﴿308﴾

308/1 یہ دل نے کیا کیا کہ اسیرِ بلا کیا — اُس زلفِ پُر شکن نے مجھے مبتلا کیا

308/2 گو بے کسی سے عشق کی آتش میں جل اُٹھا[2] — میں جوں چراغِ گور اکیلا جلا کیا

308/3 آیا نہ اُس طرف سے جواب ایک حرف کا — ہر روز خطِ شوق اِدھر سے چلا کیا

308/4 ڈرتا ہی میں رہا کہ پلک کوئی گڑ نہ جائے — آنکھوں سے اُس کی رات جو تلوے ملا کیا[3]

308/5
بدحال ٹھنڈی سانسیں بھرا کب تلک کرے
سرگرمِ مرگِ میرؔ ہوا تو بھلا کیا

﴿309﴾

309/1 در پر سے ترے اب کے جاؤں گا تو جاؤں گا — یاں پھر اگر آؤں گا، سیّد نہ کہاؤں گا

309/2 یہ نذر بدی ہے میں، کعبے سے جو اُٹھتا ہوں — بت خانے میں جاؤں گا، زنّار بندھاؤں گا

309/3 آزار بہت کھینچے، یہ عہد کیا ہے اب — آئندہ کسو سے میں دل کو نہ لگاؤں گا

309/4 سرگرمِ طلب ہو کر کھویا سا گیا آپھی — کیا جانیے پاؤں گا یا اُس کو نہ پاؤں گا

309/5
گر میرؔ ہوں چپکا سا پر طرفہ ہنرور ہوں
بگڑے گا نہ ٹک وہ تو سو باتیں سناؤں گا

---

[1] نسخۂ آ سی ص ۴۲۰، 'جیسے' درج ہوا جو درست نہیں، مجلس میں جلد سوم ص ۲۴۹، 'جی سے' درست ہے لیکن اختلافِ متن مذکور نہیں۔

[2] نسخۂ آ سی اور مجلس میں 'جل بجھا' ہے، شعر شور انگیز میں 'جل اُٹھا' بہتر ہے (جلد اول، ص ۶۲۰)۔

[3] اشاعت مجلس میں پروف اچھی طرح نہ پڑھنے کے سبب ہونے والی اغلاط بہت سی ہیں۔ یہاں ردیف 'کیا' کی جگہ 'کب' چھپا ہے۔ جلد سوم، ص ۲۵۰۔

﴿310﴾

310/1 دیوانگی میں مجنوں میرے حضور کیا تھا — لڑکا سا اُن دنوں تھا، اُس کو شعور کیا تھا
310/2 گردن کشی سے اپنی مارے گئے ہم آخر — عاشق اگر ہوئے تھے، ناز و غرور کیا تھا
310/3 غم قرب و بعد کا تھا، جب تک نہ ہم نے جانا — اب مرتبہ جو سمجھے، وہ اتنا دُور کیا تھا
310/4 اے وائے یہ نہ سمجھے مارے پڑیں گے اس میں — اظہارِ عشق کرنا ہم کو ضرور کیا تھا
310/5 مرتا تھا جس کی خاطر اُس کی طرف نہ دیکھا
میرِ ستم رسیدہ ظالم غیور کیا تھا

﴿311﴾

311/1 دل کو گل کہتے تھے، درد و غم سے مرجھایا گیا — جی کو مہماں سنتے تھے، مہمان سا آیا گیا
311/2 عشق سے ہو حال جی میں کچھ تو کہیے دیکھیو — ایک دن باتیں ہی کرتے کرتے سنّایا گیا
311/3 جستجو میں یہ تعب کھینچی کہ آخر ہو گئے — ہم تو کھوئے بھی گئے، لیکن نہ تو پایا گیا
311/4 اک نگہ کرنے میں غارت کر دیا، اے وائے ہم — دل جو ساری عمر کا اپنا تھا سرمایا، گیا
311/5 کیا تعجب ہے جو کوئی دل زدہ ناگہ مرے — اضطرابِ عشق میں جی تن سے گھبرایا گیا
311/6 ماہ کہتے تو کہا اُس روئے خوش کا ہے حریف — شہر میں پھر ہم سے اپنا منہ نہ دکھلایا گیا
311/7 جیسے پرچھائیں دکھائی دے کے ہو جاتی ہے محو
میرؔ بھی اُس کامِ جاں کا ووں ہی تھا سایا، گیا

﴿312﴾

312/1 ہم مستِ عشق جس کے تھے، وہ روٹھ کر گیا — دیکھ اُس کو بے دماغ، نشہ سب اُتر گیا
312/2 جاں بخشی اس کے ہونٹوں کی سن آبِ زندگی — ایسا چھپا کہیں کہ کہا جائے مر گیا
312/3 کہتے ہیں میرؔ کعبے گیا ترکِ عشق کر
راہِ دلِ شکستہ کدھر، وہ کدھر گیا

﴿313﴾

313/1 شاید جگر حرارتِ عشقی سے جل گیا — کل دردِ دل کہا، سو مرا منہ اُبل گیا
313/2 بے یار حیف باغ میں دل ٹک بہل گیا — دے گل کو آگ چار طرف میں نہ جل گیا
313/3 اُس آہوئے رمیدہ کی شوخی کہیں سو کیا — دکھلائی دے گیا تو چھلاوا سا چھل گیا
313/4 دن رات خوں کیا ہی کیے ہم جگر کو پھر — گر پھول گل سے کوئی گھڑی جی بہل گیا
313/5 تیور بدلنے سے تو نہیں اُس کے بے حواس — اندیشہ یہ ہے، طور ہی اُس کا بدل گیا
313/6 ہر چند میں نے شوق کو پنہاں کیا ولے — اک آدھ حرف پیار کا منہ سے نکل گیا
313/7 کرتے ہیں نذر ہم کہ نہ اُلفت کریں کہیں — گر دل ضعیف اب کے ہمارا سنبھل گیا
313/8 چلنے لگے تھے راہ طلب، پر ہزار شکر — پہلے قدم ہی پاؤں ہمارا بچل گیا
313/9 میں وہ دلا تو آگے ہی تھا فرطِ شوق سے — طور اُس کا دیکھ اور بھی کچھ دل دہل گیا

313/10
سر اَب لگے جھکانے بہت خاک کی طرف
شاید کہ میر جی کا دماغی خلل گیا

﴿314﴾

314/1 عشقِ رسوائی طلب نے مجھ کو سرگرداں کیا — کیا خرابی سر پہ لایا، صومعہ ویراں کیا

314/2 ہم سے تو جز مرگ کچھ تدبیر بن آتی نہیں — تم کہو کیا تم نے دردِ عشق کا درماں کیا

314/3 داخلِ دیوانگی ہی تھی ہماری عاشقی — یعنی اس سودے میں ہم نے جان کا نقصاں کیا

314/4 شکر کیا اس کی کریمی کا ادا بندے سے ہو — ایسی اک ناچیز مشتِ خاک کو انساں کیا

314/5 تیغ سی بھوویں جھکائیں، برچھیاں سی لگوے[1] مژہ — خون کا مجھ بے سروپا کے بلا ساماں کیا

314/6 ایک ہی انداز نے اُس کافرِ بے مہر کے — ساکنانِ کعبہ کو بے دین و بے ایماں کیا

314/7
لکھنؤ دلی سے آیا، یاں بھی رہتا ہے اُداس
میر کو سرگشتگی نے بے دل و حیراں کیا

﴿315﴾

315/1 دل سنبھالے کہیں میں کل جو چلا جاتا تھا — ضعف اتنا تھا، کہے بات ڈھلا جاتا تھا

315/2 بے دماغی کا سماں دیکھنے کی کس کو تاب — آنکھیں ملتا تھا جو وہ، جی ہی ملا جاتا تھا

315/3 سوزشِ دل کے سبب مرگ نہ تھی عاشق کی — اپنی غیرت میں وہ کچھ آپھی[2] جلا جاتا تھا

315/4 ہلہلاوے ہے حقیری سے مجھے اب وہ بھی — جس شکستے سے نہ جاگہ سے ہلا جاتا تھا

315/5
میر کو واقعہ، کیا جانیے، کیا تھا درپیش
کہ طرف دشت کے جوں سیل چلا[3] جاتا تھا

﴿316﴾

316/1 ترکِ لباس سے میرے اُسے کیا، وہ رفتہ رعنائی کا — جامے کا دامن پاؤں میں اُلجھا، ہاتھ آنچل اکلائی کا

316/2 پاس سے اُٹھ چلتا ہے وہ، تو آپ میں مَیں رہتا ہی نہیں — لے جاتا ہے جا سے مجھ کو، جانا اُس ہرجائی کا

316/3 حال نہ میرا دیکھے ہے، نہ کہے سے تامّل ہے اس کو — محو ہے[4] خود آرائی کا یا بے خود ہے خود رائی کا

316/4 ظاہر میں خورشید ہوا وہ نور میں اپنے پنہاں ہے — خالی نہیں ہے حسن سے چھپنا ایسے بھی پیدائی کا

316/5 یاد میں اس کی[5] قامت کی میں لوہو رو رو سوکھ گیا — آخر یہ خمیازہ کھینچا اِس خرچِ بالائی کا

---

[1] نسخۂ آسی اور عبادت میں 'برچھیاں سے دوے' ہے۔

[2] نسخۂ آسی اور بیرودی میں عبادت کے یہاں 'آپھی' کا جدید املا 'آپ ہی' درج ہوا ہے۔ ہم نے نسخۂ مجلس کے مطابق قدیم املا کو ہر اُس جگہ اختیار کیا جہاں جدید املا سے مصرعے کی روانی متاثر ہوتی دکھائی دی۔

[3] نسخۂ آسی میں 'پلا' (بالکسر) ہے۔ اشاعت مجلس میں 'ٹلا' ہے۔ اختلافِ نسخ مذکور نہیں، 'ٹلا' کسی حوالے کے بغیر ہے، لہٰذا اس صورت میں 'چلا' کو فاروقی صاحب کے تتبع میں اختیار کرنا بہتر ہے۔ 'جوں سیل چلے جانا' میر کا عمومی اُسلوب ہے اور بہت سے اشعار میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

[4] نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں 'محو ہے خود آرائی' درست ہے جب کہ آسی و عبادت کے یہاں 'محو ہے وہ خود آرائی' ہے جس سے مصرع ساقط الوزن ہو جاتا ہے۔

[5] نسخۂ مجلس میں 'یاد میں اس کے قامت کی' جب کہ آسی کے یہاں 'یاد میں اُس کی قامت کی' بہتر ہے۔

316/6 بعدِ مرگ چراغ نہ لاوے گور پہ وہ عاشق کی آہ — جیتے جی بھی داغ ہی تھا میں اُس کی بے پروائی کا

316/7 چشمِ وفا اخوانِ زماں سے سادہ ہو سو رکھے میر
قصہ ہے مشہورِ زمانہ پہلے دونوں بھائی کا

﴿317﴾

317/1 پھرے ہے وحشی سا گم گشتہ عشق کا تیرا — سبھوں سے پاتے ہیں بیگانہ آشنا تیرا

317/2 دریغ و درد تجھے کیوں ہے یاں تو جی ہی گئے — ہوا ہے ایک نِگہ میں زیان کیا تیرا

317/3 جہاں بھرا ہے ترے شورِ حسن و خوبی سے — لبوں پہ لوگوں کے[1] ہے ذکر جا بہ جا تیرا

317/4 نگاہ ایک اِدھر، ایک تیغ تیز کی اور — ہمارا خون ہی کرنا[2] ہے مدعا تیرا

317/5 نظر کنھوں نے نہ کی حالِ میر پر افسوس
غریبِ شہرِ وفا تھا وہ خاک پا تیرا

﴿318﴾

318/1 صورتِ شیریں کے آگے کام اپنا کر گیا — عشق میں کس حُسن سے فرہاد ظالم مر گیا

318/2 خانہ آبادی ہمیں بھی دل کی یوں ہے آرزو — جیسے جلوے سے ترے گھر آرسی کا بھر گیا

318/3 میر تختی کش تھا غافل، پر خدا نے خیر کی
حادثے کا کیسا اس کے سر پہ سے پتھر گیا

﴿319﴾

319/1 کیا[3] عشق سو پھر مجھے غم رہا — مژہ نم رہیں، حال درہم رہا

319/2 ضعیف و قوی دونوں رہتے نہیں — نہ یاں زال ٹھہرا، نہ رستم رہا

319/3 سحر جلوہ کیوں کر، کل ہو کیا[4] — یہ اندیشہ ہر رات، ہر دم رہا

319/4 ہوا غم مجھے خوں جگر میں نہیں — اگر آنسو آتے کوئی تھم رہا

319/5 رہی آتی آندھی سی سینے میں میر
بہت دن تڑپنے کا اودھم رہا

﴿320﴾

320/1 مکّے گیا، مدینے گیا، کربلا گیا — جیسا گیا تھا، ویسا ہی چل پھر کے آ گیا

320/2 دیکھا ہو کچھ اِس آمد و شُد میں تو میں کہوں — خود گم ہوا ہوں، بات کی تہہ اب جو پا گیا

320/3 کپڑے گلے کے میرے نہ ہوں آب دیدہ کیوں — مانندِ ابر دیدۂ تر اب تو چھا گیا

---

[1] نسخۂ آسی میں 'کی' درست نہیں۔ مجلس نے بالعموم اس نوع کے اختلافات کا ذکر ہی نہیں کیا۔

[2] نسخۂ آسی میں 'کرتا' (ص ۴۶۴) اور طبع مجلس جلد سوم ص ۲۵۶ پر 'کرنا' ہے۔ دونوں بامعنی ہیں گو معنی مختلف ہوں گے۔

[3] نسخۂ کالج اور نول کشور طبع دوم میں 'گیا' ہے۔ یہ بھی بامعنی ہے تاہم آسی کا متن 'کیا' زیادہ بہتر ہے۔ 'کرنا' سے معنیٔ نازک پیدا ہوتے ہیں، اس۔ اسی کو اپنایا ہے۔

[4] نسخۂ آسی اور مجلس میں یہ مصرع غلط اور بےگانہ معانی متن کا حامل ہے۔ 'سحر جلوہ کیوں کرر ہے، گل ہو کیا' نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں متن درست ہے جو اختیار کیا گیا۔

320/4 جاں سوز آہ و نالہ سمجھتا نہیں ہوں میں — یک شعلہ میرے دل سے اُٹھا تھا، چلا گیا

320/5 وہ مجھ سے بھاگتا ہی پھرا کبر و ناز سے — جوں جوں نیاز کر کے میں اُس سے لگا گیا

320/6 جورِ سپہرِ دوں سے برا حال تھا بہت — میں شرمِ ناکسی سے زمیں میں سما گیا

320/7 دیکھا جو راہ جاتے تبختر کے ساتھ اُسے — پھر مجھ شکستہ پا سے نہ اک دم رہا گیا

320/8 بیٹھا تو بوریے کے تئیں سر پہ رکھ کے میرؔ
صف کس ادب سے ہم فقرا کی اُٹھا گیا

﴿321﴾

321/1 عشق کی ہے بیماری ہم کو، دل اپنا سب درد ہوا — رنگِ بدن میّت کے رنگوں جیتے جی ہی یہ[1] زرد ہوا

321/2 تب بھی نہ سر کھینچا تھا ہم نے، آخر مر کر خاک ہوئے
اب جو غبارِ ضعیف اُٹھا تھا، پامالی میں گرد ہوا

﴿322﴾

322/1 عشق کیا کیا آفتیں لاتا رہا — آخر اب دوری میں جی جاتا رہا

322/2 مہر و مہ، گُل پھول سب تھے، پر ہمیں — چہرئی چہرہ ہی وہ بھاتا رہا

322/3 دل ہوا کب عشق کی رہ کا دلیل — میں تو خود گم ہی اُسے پاتا رہا

322/4 منہ دکھاتا برسوں وہ خوش رو نہیں — چاہ کا یوں کب تلک ناتا رہا

322/5 کچھ نہ میں سمجھا جنونِ و عشق میں — دیر ناصح مجھ کو سمجھاتا رہا

322/6 داغ تھا جو سر پہ میرے شمع ساں — پاؤں تک مجھ کو وہی کھاتا رہا

322/7 کیسے کیسے رک گئے ہیں میرؔ ہم
مدتوں منہ تک جگر آتا رہا

﴿323﴾

323/1 اوصافِ مُو[2] کے شعر سے اُلجھاؤ پڑ گیا — دانتوں کو سلکِ دُر جو کہا میں، سو لڑ گیا

323/2 جیتے جی یہ ملا نہ رہا، سو رہا غریب — جو دل شکستہ ساتھ سے اُس کے بچھڑ گیا

323/3 کیا اُس کے دل جلے کی تمامی میں دیر ہو — جیسے چراغِ صبح شتابی نبڑ گیا

323/4 فرہاد۔ پہلوانِ محبت پہاڑ تھا — بے طاقتی جو دل نے بہت کی، پچھڑ گیا

323/5 گل رنگ رنگ شاخ پہ نکلا بہار میں — آنکھیں سی کھل[3] گئی ہیں جو مرجھا کے جھڑ گیا

323/6 یاں حادثے کی باد سے ہر اک شجر حجر — کیسا ہی پائیدار تھا، آخر اُکھڑ گیا

323/7 شرماوے سرو[4]، ہووے اگر آدمی روش
وصف اُس کے قد کا میرؔ سے سن کر اکڑ گیا

---

[1] نسخۂ آسی ص ۶۴۴ پر 'پہ' درست ہے۔ فاروقی صاحب کے انتخاب میں بھی 'پہ' ہی ہے۔ مجلس میں 'یہ' سہو کتابت ہے۔

[2] نسخۂ آسی ص ۶۴۵ پر یہ مصرع نہایت بے معنی اور غلط درج ہوا ہے۔ 'اوصافِ بوئے شعر سے' مجلس کے نسخے میں، متن درست لیکن اختلاف نسخ درج نہیں۔

[3] نسخۂ آسی میں 'کھل گئی ہیں' درج ہوا ہے جو درست ہے، مجلس میں 'کھلی' سہو کتابت ہے۔

[4] نسخۂ آسی و عبادت (ص ۶۶۸) میں 'سرو ہ' غلط ہے جب کہ نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'سرو' درست ہے۔

﴿324﴾

324/1 جان اپنا جو ہم نے مارا تھا — کچھ ہمارا اسی میں وارا تھا

324/2 کون لیتا تھا نام مجنوں کا — جب کہ عہدِ جنوں ہمارا تھا

324/3 کوہِ فرہاد سے کہیں آگے — سر مرا اور سنگِ خارا تھا

324/4 ہم تو تھے محوِ دوستی اُس کے — گو کہ دشمن جہان سارا تھا

324/5 لطف سے پوچھتا تھا ہر کوئی — جب تلک لطف کچھ تمہارا تھا

324/6 آستاں کے[1] کسو کی خاک ہوا — آسماں کا بھی کیا ستارا تھا

324/7 پاؤں چھاتی پہ میری رکھ چلتا — یاں کبھو اس کا یوں گزارا تھا

324/8 موسمِ گل میں ہم نہ چھوٹے حیف — گشت تھا، دید تھا، نظارا تھا

324/9 اس کی ابرو جو ٹک جھکی ایدھر — قتل کا تیغ سے اشارا تھا

324/10 عشق بازی میں کیا موئے ہیں میر
آگے ہی جی انہوں نے ہارا تھا

﴿325﴾

325/1 خوب کیا جو اہلِ کرم کے جود کا کچھ نہ خیال کیا — ہم جو فقیر ہوئے تو ہم نے، پہلے[2] ترک سوال کیا

325/2 روند کے جور سے ان نے ہم کو، پاؤں حنائی اپنے کیے — خون ہمارا لبسمل گہ میں، کن رنگوں پامال کیا

325/3 نکلے ہے گرگھاس جلی بھی، خاک سے الفت کشتوں کی — یوں[3] بالیدہ سپہر پھرے ہے گویا اُن نے نہال کیا

325/4 دل جو ہمارا خون ہوا تھا، رنج والم میں گزری ہمیں — یعنی ماتم اُس رفتہ کا ہم نے ماہ و سال کیا

325/5 میر سدا بے حال رہو ہو، مہر و وفا سب کرتے ہیں
تم نے عشق کیا سو صاحب کیا یہ اپنا حال کیا

﴿326﴾

326/1 ہم کوئے مغاں میں تھے، ماہِ رمضاں آیا — صد شکر کہ مستی میں جانا نہ کہاں آیا

326/2 گو قدر محبت میں تھی سہل مری لیکن — ستا جو بکا میں تو مجھ کو بھی گراں آیا

326/3 رسم اُٹھ گئی دنیا سے اک بار مروت کی — کیا لوگ زمیں پر ہیں، کیسا یہ سماں آیا

326/4 یہ نفع ہوا نقصاں چاہت میں کیا[4] جی کا — کی ایک نگہ اُن نے، سو جی کا زیاں آیا

326/5 بلبل بھی تو نالاں تھی پر سارے گلستاں میں — اک آگ پھکی[5]، میں جب سرگرمِ فغاں آیا

---

[1] نسخۂ آسی میں 'آستاں کی کسو کی خاک ہوا' ہے۔ مجلس کے یہاں 'کے' درست لیکن اختلاف مذکور نہیں۔

[2] نسخۂ آسی اور مجلس میں 'پہلے ہی' ہے جب کہ نسخۂ کالج اور طبع دوم نول کشور میں 'ہی' نہیں، فاروقی صاحب نے بھی 'ہی' شاملِ متن نہیں کیا۔ یوں بھی نسخۂ کالج میں اغلاط، نسخۂ آسی سے کم ہیں۔

[3] نسخۂ آسی اور مجلس میں 'یہ بالیدہ سپہر' ہے تاہم فاروقی صاحب کی سند (ص۶۳۹، شعر شور انگیز، جلد اول) سے 'یوں' شاملِ متن کیا ہے کہ 'یوں' سے مصرع کا استعجابیہ لہجہ (برائے طنز) واضح اور شدید ہوتا ہے۔

[4] نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں 'گیا' سہو کتابت لگتا ہے، نسخۂ آسی میں 'کیا' درست ہے۔

[5] نسخۂ مجلس کے حاشیے میں 'پھکی' کو نسخۂ آسی میں سہو کتابت قرار دیا، حالانکہ 'پھکی' (جو نسخۂ کالج اور نول کشور، دوم کے مطابق ہے) اور 'پھنکی' دونوں ایک لفظ کے دو مختلف املا ہیں۔

326/6 طائر کی بھی رہتی ہے پھر جان چمن ہی میں
گل آئے جہاں ، وہ بھی جوں آبِ رواں آیا

326/7 خلوت ہی رہا کی ہے مجلس میں تو یوں اُس کی
ہوتا ہے جہاں یک جا میں میر جہاں آیا

﴿327﴾

327/1 خوں نہ ہوا دل چاہیے جیسا، گو اب کام سے جاوے گا
کام اپنے وہ کیا آیا جو کام ہمارے آوے گا

327/2 آنکھیں لگی رہتی ہیں اکثر چاکِ قفس سے اسیروں کی
جھوکا[1] بادِ بہاری کا گل برگ کوئی یاں لاوے گا

327/3 فتنے کتنے جمع ہوئے ہیں ، زلف و خال و خد و قد
کوئی نہ کوئی عہد میں میرے سر اِن میں سے اٹھاوے گا

327/4 عشق میں تیرے کیا کیا سن کر یار گئی کر[2] جاتے ہیں
یعنی غم کھاتے ہیں بہت ہم ، غم بھی ہم کو کھاوے گا

327/5 ایک نگہ کی اُمید بھی اس کی چشمِ شوخ سے ہم کو نہیں
ایدھر اودھر دیکھے گا ، پر ہم سے آنکھ چھپاوے گا

327/6 اب تو جوانی کا یہ نشہ ہی[3] بے خود تجھ کو رکھے گا
ہوش گیا پھر آوے گا تو دیر تلک پچھتاوے گا

327/7 دیر سے اس اندیشے نے ناکام رکھا ہے میر ہمیں
پاؤں چھوئیں گے اس کے ہم تو وہ بھی ہاتھ لگاوے گا

﴿328﴾

328/1 بہار آئی ، چلو چمن میں ، ہوا کے اوپر بھی رنگ آیا
کہاں تلک گل نہ ہووے غنچہ ، رہا مندے منہ ، سو تنگ آیا

328/2 چلے ہیں مونڈھے ، پھٹی ہے کہنی ، چُسی ہے چولی ، پھنسی ہے مہری
قیامت اُس کی ہے تنگ پوشی ، ہمارا جی تو بہ تنگ آیا

328/3 وہی ہے رونا ، وہی ہے کڑھنا ، وہی ہے شورش[4] جوانی کی سی
بڑھاپا آیا ہے عشق ہی میں ، پہ میر ہم کو نہ ڈھنگ آیا

﴿329﴾

329/1 دل کو کہیں لگنے دو میرے ، کیا کیا رنگ دکھاؤں گا
چہرے سے خوں ناب ملوں گا، پھولوں سے گل کھاؤں گا

329/2 عہد کیے جاؤں ہوں اب کی[5]، آخر مجھ کو غیرت ہے
تو بھی منانے آوے گا تو ساتھ نہ تیرے آؤں[6] گا

329/3 گرچہ نصیحت سب ضائع ہے ، لیکن خاطر ناصح کی
دل دیوانہ کیا سمجھے گا اور بھی میں سمجھاؤں گا

---

1. نسخۂ آسی میں 'جھونکا' بھی درست ہے، تاہم نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں 'جھوکا' جدید املا کے مطابق بھی ہے۔
2. مجلس کے حاشیے میں غلط طور پر درج ہے کہ نسخۂ آسی میں 'گر' ہے۔ نسخۂ کالج، طبع دوم، سوم اور آسی میں 'گئی کر' ہے اور درست ہے۔ البتہ مجلس میں 'گئی گر' ہے اور غلط ہے۔ اسی لیے فرماتے ہیں 'مفہوم واضح نہیں ہوتا' (جلد سوم، ص ۲۶۲) (گئی = درگزر، تحمل، تغافل)
3. نسخۂ آسی و عبادت میں 'ہے'، نسخۂ مجلس میں 'ہی' درج ہوئے ہیں۔ 'ہی' زیادہ تر معروف و مقبول ہے۔
4. نسخۂ آسی، نول کشور دوم، سوم اور نسخۂ عبادت میں 'سوزش' ہے، صرف نسخۂ کالج میں 'شورش' ہے جو درست ہے۔
5. نسخۂ آسی اور فاروقی صاحب کے یہاں 'اب کی' میر کے اُسلوب کے زیادہ قریب ہے۔ صرف نسخۂ مجلس میں 'اب کے' ہے جو اگرچہ بظاہر زیادہ درست لگتا ہے لیکن میر کا نمائندہ متن وہی ہے جو درج ہوا۔
6. شعر شور انگیز میں 'جاؤں گا' درج ہوا لیکن سند کے بغیر اس لیے آسی اور مجلس کے 'آؤں گا' کو برقرار رکھا ہے۔

329/4 جھک کے[1] سلام کسو کو کرنا سجدہ ہی ہو جاتا ہے — سر جاوے گو اس میں میرا، سر نہ فرو میں لاؤں گا

329/5 سر ہی سے سرواہ[2] یہ سب ہے ہجر کی اُن کی کلفت میں — سر کو کاٹ کے ہاتھ پہ رکھے، آپھی[3] ملنے جاؤں گا

329/6 خاک ملا منہ، خون آنکھوں میں، چاک گریباں تا دامن — صورتِ حال اب اپنی اس کے خاطر خواہ بناؤں گا

329/7 دل کے تئیں اس راہ میں کھو، افسوس کناں اب پھرتا ہوں
یعنی رفیق شفیق[4] پھر ایسے میر کہاں میں پاؤں گا

﴿330﴾

330/1 اگرچہ جہاں میں نے سب چھان مارا — ولے اُس کی نایابی نے جان مارا

330/2 قیامت کو جرمانۂ شاعری پر — مرے سر سے میرا ہی دیوان مارا

330/3 رہائی ہے اُس صید افگن سے مشکل — گیا سانجھ تو صبح پھر آن مارا

330/4 لگا آتشیں نالہ شب اپنے دل کو — اس انداز سے جیسے اک بان مارا

330/5 قیامت کا عرصہ ہے اے میر درہم
مرے شور و زاری نے میدان مارا

﴿331﴾

331/1 جگر خوں کیا، چشم نم کر گیا — گیا دل، سو ہم پر ستم کر گیا

331/2 اُن آنکھوں کو نرگس لکھا تھا کہیں — مرے ہاتھ دونوں قلم کر گیا

331/3 شب اک شعلہ دل سے ہوا تھا بلند — تنِ زار میرا بھسم کر گیا

331/4 مرے مزرعِ زرد پر شکر ہے — کل اک ابر آیا، کرم کر گیا

331/5 نہ اک یار[5] وعدہ وفا کر سکا — بہت بار قول و قسم کر گیا

331/6 فقیری میں تھا شیب بارِ گراں — قدِ راست کو اپنے خم کر گیا

331/7 بُکائے شب و روز اب چھوڑ میر
نواحِ آنکھوں کا تو ورم کر گیا

﴿332﴾

332/1 یاری کیے کسو کا، کاہے کو نام نکلا — ناکام عشق تب تو عاشق کا نام نکلا

---

۱ نول کشور دوم، آسی اور عبادت کے یہاں 'جھکے سلام' ہے، نسخۂ کالج میں 'جھک کے سلام' بہتر ہے۔

۲ نسخۂ آسی اور تتبع میں نسخۂ مجلس میں 'سرواہ' ہے، جس کا مفہوم آسی صاحب نے 'اپنی فرہنگ' میں 'دردِ سر' بیان فرمائے جب کہ اس لفظ کے مفرد وجود کی شہادت کسی لغت سے دستیاب نہیں۔ ان حالات میں فاروقی صاحب نے اپنی نکتہ آفرینی اور معنی یابی کی تشفی کے لیے 'سرواذ' (بمعنی شعر و شاعر، افسانہ لغویات) کا غریب فارسی لفظ قیاسی تصحیح کے طور پر داخل متن کر کے 'حقِ شرح' ادا کر دی جب کہ کسی نسخے سے 'سرواذ' سند میسر نہیں۔ ہمارے نزدیک میر نے اس کہاوت کو نظم کیا ہے کہ 'سر سے سرواہا ہے' یعنی سر کے ساتھ پگڑی ہوتی ہے، سردار کے ساتھ فوج ہوتی ہے وغیرہ۔

۳ نسخۂ آسی و مجلس میں 'رکھ کے آپ ہی' ہے جب کہ نسخۂ کالج میں 'رکھے آپھی'۔ فاروقی صاحب کے یہاں بھی یہی متن ہے۔

۴ نسخۂ آسی میں 'رفیق و شفیق'، نسخۂ کالج سے میر کا زیادہ نمائندہ اسلوب جھلکتا ہے، وہاں 'رفیق شفیق' سے اضافت کے ساتھ اور بغیر دونوں طرح پڑھنے سے مصرع کی روانی بھی بڑھتی ہے۔

۵ نسخۂ کالج میں 'اک بار' ہے، نول کشوری نسخوں اور آسی کے یہاں 'اک یار' ہے۔

332/2 ہنگامے سے جہاں میں ہم نے جنوں کیا ہے — ہم جس طرف سے نکلے، ساتھ ازدحام نکلا

332/3 پامالی[1] کے خطر سے نکلا نہ کبک اودھر — جیدھر سے ناز کرتا وہ خوش خرام نکلا

332/4 جنگِ زمانہ میں تو مبحث ہے عشق ہی کا — بے جا ہوا دل اپنا جب وہ مقام نکلا

332/5 جانا تھا ہم نے تجھ کو[2]، تو پختہ مغز ہوگا
دیکھا تو میر تیرا سودا بھی خام نکلا

﴿333﴾

333/1 نے ہم سے کچھ، نہ اُس ستم ایجاد سے ہوا — ظلم صریح عشق کی امداد سے ہوا

333/2 شیریں کا حسن ایسا تھا جو خستہ جان دیں — جو کچھ ہوا سو خواہشِ فرہاد سے ہوا

333/3 خوش زمزمہ طیور ہی ہوتے ہیں میر اسیر
ہم پر ستم یہ صبح کی فریاد سے ہوا

﴿334﴾

334/1 زار کیا، بیمار کیا، اس دل نے کیا آزار کیا — داغ سے تن گلزار کیا، سب آنکھوں کو خوں بار کیا

334/2 جرم ہے ہم الفت کشتوں کا، لگ پڑنے سے شوخ ہوا — اب کہتے ہیں دل میں اپنے، ہم نے اُسے کیوں پیار کیا

334/3 چاہا ہم نے کیا کیا تھا، پر اپنا چاہا کچھ نہ ہوا — عزت کھوئی، ذلت کھینچی، عشق نے خوار و زار کیا

334/4 پیش گئی کب پیشِ زمانہ طبعِ خشن پر کس کس کے — اک گردش میں سپہر نے جیسے سطحِ زمیں ہموار کیا

334/5 سادگی میری نے آہ نہ جانا، جی ہی اِس میں جاتا ہے
عشق کا اُس پُرکار کے میں نے لوگوں میں اقرار[3] کیا

﴿335﴾

335/1 سینے کا سوز بہت بھڑکا جلا تن مارا — جامہ زیبوں نے غضب آگ پہ دامن مارا

335/2 صورت اس کی مری کھینچی تھی گلے لگتے ہوئے — سو جفاکار نے نقاش کو گردن مارا

335/3 دل ہی میں خون ہوئی وصل کی خواہش اے میر
ہم نے آزادگیِ ہجر سے کیا من مارا

﴿336﴾

336/1 پیری میں بے دنداں ہو بیٹھے، پر افسوس یہ ہم کو رہا — دانت تمہارے منہ میں کے ہیں، اس مغرور نے یوں نہ کہا

336/2 کیا روداد کہیں ہم اپنی، گریۂ زار[4] محبت کی — رونا سا کوئی روئے ہیں، آنکھوں سے اک رود بہا

336/3 صبر مرا سا بے جرمی پر ہو نہ سکے گا انساں سے
جور و جفا و ستم جو گزرے سب کچھ میں نے میر سہا

---

[1] نسخۂ کالج، نول کشور دوم میں 'پامالی کے خطر سے' درست ہے جب کہ نسخۂ آسی میں 'پامالی خطر سے' سہو کتابت ہے۔

[2] نسخۂ آسی میں 'تجھ کو ہم نے' سے نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'ہم نے تجھ کو' بہتر ہے۔

[3] نسخۂ آسی میں 'اصرار' غلط ہے جب کہ نول کشور دوم، سوم میں 'اقرار' درست ہے۔

[4] نول کشور دوم میں 'گریۂ زار' ہے، سوم میں 'گریہ وزاری' اور نسخۂ آسی و عبادت میں 'گریہ وزار' ہے۔

﴿337﴾

337/1 چاہت کا[1] اظہار کیا ، سو اپنا کام خراب ہوا — اس پردے کے اُٹھ جانے سے اس کو ہم سے حجاب ہوا
337/2 ساری ساری راتیں جاگے ، عجز و نیاز و زاری کی — تب جا کر ملنے کا اس کے صبح کے ہوتے جواب ہوا
337/3 کیا کہیے مہتاب میں شب کی وہ بھی ٹک آ بیٹھا تھا — تاب رخ اُس مہ نے دیکھی ، سو درجے بیتاب ہوا
337/4 شمع جو آگے شام کو آئی ، رشک سے جل کر خاک ہوئی — صبح گُلِ تر سامنے ہو کر جوشِ شرم سے آب ہوا
337/5 مرتے نہ تھے ہم عشق کے رفتہ بے کفنی سے یعنی میر — دیر میسر اِس عالم میں مرنے کا اسباب ہوا

﴿338﴾

338/1 تھا محبت سے کبھو ہم میں ، کبھو یہ غم میں تھا — دل کا ہنگامہ قیامت خاک کے عالم میں تھا
338/2 کیا ہوا پہلو سے دل ، کیا جانو کیا جانوں ہوں میں — ایک قطرہ خوں جھمکتا[2] صبح چشمِ نم میں تھا
338/3 میر گزرے دونوں یاں عید و محرم ایک سے — یعنی دس دن جینے کے میں اپنے ہی ماتم میں تھا

﴿339﴾

339/1 وفاداری نے جی مارا ہمارا — اسی میں ہوگا کچھ وارا ہمارا
339/2 چڑھی تیوری کبھو اس کی نہ اُتری — غضب ہے ، قہر ہے ، پیارا ہمارا
339/3 رہا افسوس آنکھیں تر ہوئیں تو — کہ آنسو تھا جگر پارا ہمارا
339/4 نہ بارے یاوری طالع نے کچھ کی — گیا بے یار سب یارا ہمارا[3]
339/5 گلہ لب تک نہ آیا میر ہرگز — کھپا جی ہی میں غم سارا ہمارا

ردیف الف ___ دیوان پنجم

﴿340﴾

340/1 دل رفتۂ جمال ہے اُس ذوالجلال کا — مستجمع جمیع صفات و کمال کا
340/2 ادراک کو ۔ ہے ذاتِ مقدس میں دخل کیا — اودھر نہیں گزار گمان و خیال کا
340/3 حیرت سے عارفوں کو نہیں راہِ معرفت — حال اور کچھ ہے یاں اُنھوں کے حال وقال کا
340/4 ہے قسمتِ زمین و فلک سے غرض نمود — جلوہ وگرنہ سب میں ہے اُس کے جمال کا
340/5 مرنے کا بھی خیال رہے میر اگر تجھے — ہے اشتیاق جانِ جہاں کے وصال کا

---

[1] نول کشور سوم اور آسی کے یہاں 'چاہت کیا اظہار کیا' غلط، طبع دوم میں 'چاہت کا اظہار کیا' درست ہے۔
[2] نسخۂ آسی اور مجلس میں 'جھلکتا' ہے، یہ محل میر کے مرغوب لفظ 'جھمکتا' کا ہے، فاروقی صاحب کے یہاں بھی یہی متن ہے۔
[3] نسخۂ مجلس میں بعض اغلاط نہایت مضحکہ خیز ہیں۔ شعر نمبر ۴ کا دوسرا مصرع درج کرنے کی بجائے شعر نمبر ۵ کا دوسرا مصرع ہی ہر دو جگہ درج کر دیا گیا ہے۔ جلد سوم، ص ۲۶۹۔

﴿341﴾

341/1 ہے حرفِ خامہ دل زدہ حسنِ قبول کا — یعنی خیال سر میں ہے نعتِ رسولؐ کا
341/2 رہ پیروی میں اس کی کہ گامِ نخست میں — ظاہر اثر ہے مقصدِ دل کے وصول کا
341/3 وہ مقتدائے خلق جہاں اب نہیں ہوا — پہلے ہی تھا امام نفوس و عقول کا
341/4 سرمہ کیا ہے وضع پئے چشمِ اہلِ قدس — احمدؐ کی رہ گزار کی خاک اور دھول کا
341/5 ہے متحد نبی و علی و وصی کی ذات — یاں حرف معتبر نہیں ہر بوالفضول کا
341/6 دھو منہ ہزار پانی سے سو بار پڑھ درود — تب نام لے تو اس چمنستاں کے پھول کا
341/7 حاصل ہے میر دوستیِ اہلِ بیتؑ اگر
تو غم ہے کیا نجات کے اپنی حصول کا

﴿342﴾

342/1 عشق تو بن رسوائی عالم باعث ہے رسوائی کا — میلِ دلی اس خودسر سے ہے جو مایا[1] ہے خدائی کا
342/2 ہے جو سیاہی جرم قمر میں اس کے سوا کچھ اور نہیں — داغ ہے مہ کا آئینہ اُس سطحِ رُخ کی صفائی کا
342/3 نزع میں میری[2] حاضر تھا پر آنکھ نہ ایدھر اس کی پڑی — داغ چلا ہوں اس سے[3] جہاں سے یار[4] کی بے پروائی کا
342/4 کوشش میں سر مارا لیکن در پہ کسی کے جا نہ سکا — تن پہ زبانِ شکر ہے ہر مو، اپنی شکستہ پائی کا
342/5 رنگِ سراپا اس کا ہوا لے آگے دل خوں کرتی رہی[5] — اب ہے جگر یک لخت افسردہ اس کے رنگ حنائی کا
342/6 آنا سن، ناداری سے ہم نے، جی دینا ٹھہرایا ہے — کیا کہیے اندیشہ بڑا تھا اس کی منہ دکھلائی کا
342/7 فرقت میں ہے ہر عضو اُس کا جوں عضوِ از جا رفتہ میر
جو کشتہ ہے ظلم رسیدہ اس کے دردِ جدائی کا

﴿343﴾

343/1 دُور بہت بھاگو ہو ہم سے، سیکھے طریق غزالوں کا — وحشت کرنا شیوہ ہے کیا اچھی آنکھوں والوں کا
343/2 صورت گر کی پریشانی نے طول نہایت کھینچا ہے — ہم نے کیوں بستار کیا تھا اس کے لمبے بالوں کا
343/3 بہت کیا تو[6] پتھر میں سوراخ کیے ہیں درفشوں نے — چھید جگر میں کر دینا یہ کام ہے محزوں نالوں کا
343/4 سرولبِ جو، لالہ وگل نسرین وسمن ہیں، شگوفہ ہے — دیکھو جدھر اک باغ لگا ہے اپنے رنگیں خیالوں کا
343/5 غنچہ ہوا ہے خارِ بیاباں بعد زیارت کرنے کے — یانی تبرک کرتے ہیں سب پاؤں کے میرے چھالوں کا
343/6 پہلے تدارک کچھ ہوتا تو نفع بھی ہوتا، سو تو میر
کام ہے آخر عشق میں اس کے، بیماروں بدحالوں کا

---

1. نسخۂ آسی ص۵۳۲، نسخۂ عبادت ص۳۹۷، 'مایا' کی جگہ 'پایا' درج ہے، جو درست نہیں۔ نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں 'مایا' صحیح ہے۔
2. نسخۂ کالج میں 'میری' درست ہے، نسخۂ آسی اور نول کشور دوم میں 'میرے' املا ہے۔
3، 4. نسخۂ آسی میں، 'سے' کی جگہ 'میں' اور 'یار' کی جگہ 'بار' غلط ہیں، نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں 'سے' اور 'یار' درست ہیں۔
5. نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'کرتی رہی' جب کہ آسی کے یہاں 'کرتی تھی' درج ہوا ہے۔
6. نسخۂ آسی اور نول کشور طبع دوم میں 'بہت کیا تھا' سے 'بہت کیا تو' بدرجہا بہتر متن ہے جو نسخۂ کالج کے مطابق ہے۔

﴿344﴾

344/1 اگر ہنستا اُسے سیرِ چمن میں اب کے پاؤں گا — تو بلبل آشیاں تیرا ہی میں پھولوں سے چھاؤں گا (بھی)

344/2 مجھے گُل اس کے آگے خوش نہیں آیا[1] کچھ اس پر بھی — جو تو آزردہ ہوتی ہے گلستاں میں نہ آؤں گا

344/3 بشارت اے صبا دیجو اسیرانِ قفس کو بھی — تسلی کو تمہاری سر پہ رکھ، دو پھول لاؤں گا

344/4 دماغِ ناز برداری نہیں ہے کم دماغی سے — کہاں تک ہر گھڑی کے روٹھے کو پہروں مناؤں گا

344/5 خشونت، بدسلوکی، خشم گینی کس لیے اتنی — نہ منہ کو پھیریے پھریاں نہ آؤں گا جو[2] جاؤں گا

344/6 ابھی ہوں منتظر، جاتی ہے چشمِ شوق ہر جانب — بلند اُس تیغ کو ہونے تو دو، سر بھی جھکاؤں گا

344/7 بلائیں زیرِ سر ہوں کاش افتادہ رہوں یوں ہی
اُٹھا سر خاک سے تو میر ہنگامے اُٹھاؤں گا

﴿345﴾

345/1 رسوائے شہر ہے یاں حرف و سخن ہمارا — کیا خاک میں ملا ہے افسوس فن ہمارا

345/2 دل خون ہو گیا تھا غم لکھتے سو رہے ہے — شنگرف کے قلم سا پُر خوں دہن ہمارا

345/3 ظلِ ریاض میں شب مہتاب کے نہیں گل — انگاروں سے بھرا ہے اُس بن چمن ہمارا

345/4 میدانِ عشق میں تو قیمہ بدن ہوا ہے — تہ کر کے خاک ہی میں رکھ دیں کفن ہمارا

345/5 میر اس کی آنکھیں دیکھیں ہم نے سفر کو جاتے
عینِ بلا ہوا ہے سو اب وطن ہمارا

﴿346﴾

346/1 منہ اپنا کبھو وہ اِدھر[3] کر رہے گا — ہمیں عشق ہے تو اثر کر رہے گا

346/2 جو دلبر ہے ایسا تو دل جا چکا ہے — کسو روز آنکھوں میں گھر کر رہے گا

346/3 ہر اک کام موقوف ہی وقت پر ہے[4] — دلِ خوں شدہ بھی جگر کر رہے گا

346/4 نہ ہوں[5] گو خبر مرد ماں حال بد سے — مرا نالہ سب کو خبر کر رہے گا

346/5 فنِ شعر میں میر صناع ہے وہ
دل اس کا کوئی تو ہنر کر رہے گا

﴿347﴾

347/1 سخن مشتاق ہے عالم ہمارا — غنیمت ہے جہاں میں دم ہمارا

347/2 رہے ہم عالمِ مستی میں اکثر — رہا کچھ اور ہی عالم ہمارا

347/3 بہت ہی دُور ہم سے بھاگتے ہو — کرو ہو پاس کچھ تو کم ہمارا

---

[1] نسخۂ کالج میں 'خوش نہیں آیا' جب کہ نول کشور دوم اور نسخۂ آسی میں 'خوش نہیں آتا' ہے۔

[2] نسخۂ آسی میں 'نہ آؤں گا، نہ جاؤں گا' درست نہیں۔ نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں 'جو جاؤں' درست ہے، گو تنافر کا حامل ہے۔

[3] نسخۂ آسی، مجلس اور عبادت میں 'اُدھر' ہے جب کہ محل 'اِدھر' کا ہے۔

[4] متن مطابق نسخۂ کالج اور نول کشور دوم ہے، آسی و مجلس میں 'ہر اک کام موقوف ہے وقت پر ہی'۔

[5] نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'نہ ہو' سے 'نہ ہوں'، 'مرد ماں' کے حوالے سے بہتر ہے۔ یہ آسی کے نسخے میں ہے۔

347/4 بکھر جاتے ہیں کچھ گیسو تمھارے ہوا ہے کامِ دل برہم ہمارا

347/5 رکھے رہتے ہیں دل پر ہاتھ اے میرؔ
یہیں شاید کہ ہے سب غم ہمارا

﴿348﴾

348/1 کیا پوچھو ہو کیا کہیے میاں دل نے بھی کیا کام کیا عشق کیا ، ناکام رہا ، آخر کو کام تمام کیا

348/2 عجز کیا سو اُس مفسد نے قدر ہماری یہ کچھ کی تیوری چڑھائی، غصہ کیا، جب ہم نے جھک کے سلام کیا

348/3 کہنے کی بھی ، لکھنے کی بھی ہم تو قسم کھا بیٹھے تھے آخر دل کی بے تابی سے خط بھیجا ، پیغام کیا

348/4 عشق کی تہمت جب نہ ہوئی تھی کا ہے کو تھی شہرت ایسی[1] شہر میں اب رسوا ہیں ، یعنی بدنامی سے کام کیا

348/5 ریگستاں میں جا کے رہیں یا سنگستاں میں ہم جوگی رات ہوئی جس جا گہ ہم کو، ہم نے وہیں بسرام کیا

348/6 خط و کتابت لکھنا اس کو ترک کیا تھا اسی لیے حرف و سخن سے ٹپکا لوہو، اب جو کچھ ارقام کیا

348/7 تلخ اس کا تو شہد و شکر ہے، ذوق میں ہم ناکاموں کے لوگوں میں لیکن پوچ کیا ، یہ لطفِ بے ہنگام کیا

348/8 جیسے کوئی جہاں سے جاوے رخصت اِس حسرت سے ہوئے اس کوچے سے نکل کر ہم نے رو بہ قفا ہر گام کیا

348/9 میرؔ جو اُن نے منہ کو ادھر کر ہم سے کوئی بات کہی
لطف کیا ، احسان کیا ، انعام کیا ، اکرام کیا

﴿349﴾

349/1 عشق ہو حیوان کا یا اُنس ہو انسان کا لاگ جی کی جس سے ہو دشمن ہے اپنی جان کا

349/2 عاشق و معشوق کی میں طرفہ صحبت میر کی ایک جی مارے ہے، مرہوں ایک ہے احسان کا

349/3 میں خِرد گم عشق میں اُس لڑکے کے آخر ہوا یہ ثمر لایا نہ دیکھا چاہنا نادان کا

349/4 مرنا اس کے عشق میں خالی نہیں ہے حسن سے رشک کے قابل ہے جو کشتہ ہے اس میدان کا

349/5 گر پڑیں گے ٹوٹ کر اکثر ستارے چرخ سے ہل گیا جو صبح کو گوہر کسی کے کان کا

349/6 ہر ورق ہر صفحے میں اک شعر شور انگیز ہے عرصۂ محشر ہے عرصہ میرے بھی دیوان کا

349/7 کیا ملاوے آنکھ نرگس اس کی چشمِ سرخ سے زرد اس غم دیدہ کو آزار ہے یرقان کا

349/8 بات کرتے جائے ہے منہ تک مخاطب کے جھلک اس کا لعلِ لب نہیں محتاج رنگِ پان کا

349/9 کیا کہوں سارا زمانہ کشتہ و مردہ ہے میرؔ
اس کے اک انداز کا ، اک ناز کا ، اک آن کا

﴿350﴾

350/1 عشق ہمارے خیال پڑا ہے خواب گئے[2] آرام گیا جی کا جانا ٹھہر رہا ہے صبح گیا یا شام گیا

350/2 عشق کیا سو دین گیا ، ایمان گیا ، اسلام گیا دل نے ایسا کام کیا کچھ جس سے میں ناکام گیا

350/3 کس کس اپنی کل کو رووے ہجراں میں بے کل اُس کا خواب گئی ہے، تاب گئی ہے، چین گیا، آرام گیا

---

[1] نسخۂ آسی و مجلس میں 'ایسی شہرت تھی'۔ نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں 'تھی شہرت ایسی' ہے۔
[2] نسخۂ آسی، مجلس و عبادت میں 'خواب گیا آرام گیا' ہے۔ ہمارا متن مطابق نسخۂ کالج و نول کشور دوم ہے۔

350/4	آیا یاں سے جانا ہے تو جی کا چھپانا کیا حاصل	آج گیا یا کل جاوے گا، صبح گیا یا شام گیا
350/5	ہائے جوانی کیا کیا کہیے شور سروں میں رکھتے تھے	اب کیا ہے وہ عہد گیا، وہ موسم وہ ہنگام گیا
350/6	گالی جھڑکی خشم و خشونت یہ تو سر دست اکثر ہیں	لطف گیا، احسان گیا، انعام گیا، اکرام گیا
350/7	لکھنا کہنا ترک ہوا تھا آپس میں تو مدت سے	اب جو قرار کیا ہے دل سے خط بھی گیا، پیغام گیا

350/8
نالۂ میر سواد میں ہم تک دوشیں شب سے نہیں آیا
شاید شہر سے ظالم کے عاشق وہ بدنام گیا[1]

﴿351﴾

351/1	طوفِ مشہد کو کل جو جاؤں گا	تیغِ قاتل کو سر چڑھاؤں گا
351/2	وصل میں رنگ اُڑ گیا میرا	کیا جدائی کو منہ دکھاؤں گا
351/3	چھانتا ہوں کسی گلی کی خاک	دل کو اپنے کبھو تو پاؤں گا
351/4	اس کے در پر گئے ہیں[2] تاب و تواں	گھر تلک اپنے کیوں کہ جاؤں گا

351/5
لوٹتا ہے بہار منہ کی خط
میر میں اس پہ زہر کھاؤں گا

﴿352﴾

352/1	خیال چھوڑ دے واعظ تو بے گناہی کا	رکھے ہے شوق اگر رحمتِ الٰہی کا
352/2	سیاہ بخت ہی[3] میرے مجھے کفایت تھے	لیا ہے داغ نے دامن عبث سیاہی کا

352/3
کسو کے حسن کے شعلے کے آگے اُڑتا ہے
سلوک میر سنو میرے رنگِ کاہی کا

﴿353﴾

353/1	ہر جا پھرا غبار ہمارا اُڑا ہوا	تیری گلی میں لائی صبا تو بجا ہوا
353/2	آہِ سحر نے دل کی نہ کھولی گرہ کبھی	آخر نسیم سے بھی یہ غنچہ نہ وا ہوا

353/3
وے میر اثر جو شورشِ[4] دل میں تھے ہیں کہاں
نالے کیے جرس نے بہت سے تو کیا ہوا

﴿354﴾

354/1	پہلو سے اُٹھ گیا ہے وہ نازنیں ہمارا	جز درد اب نہیں ہے پہلو نشیں ہمارا
354/2	ہوں کیوں نہ سبز اپنے حرفِ غزل کہ ہے یہ	دے زرع سیر حاصل، قطعِ زمیں ہمارا
354/3	کیسا کیا جگر خوں، آزار کیسے کھینچے	آساں نہیں ہوا دل، اندوہ گیں ہمارا
354/4	حرف و سخن تھے اپنے، یا داستاں جہاں میں	مذکور بھی نہیں ہے یا اب کہیں ہمارا

---

1. یہاں وزن میں ایک سبب (فع) کی کمی موجود ہے۔
2. نسخۂ کالج کے مطابق مصرع ہے۔ نسخۂ آسی و طبع دوم میں 'گئی ہے' درج ہوا ہے۔
3. نسخۂ مجلس نے، نسخۂ کالج اور طبع دوم کی سند پر 'سیاہ بخت سے میرے مجھے کنایت تھے' جب کہ یہاں آسی کا متن 'ہی' بجائے 'سے' درست دکھائی دیتا ہے۔
4. نسخۂ آسی و عبادت میں 'سوزش' درست نہیں، نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'شورش' صحیح ہے۔

354/5 کیا رایگاں بتوں کو دے کر ہوئے ہیں کافر — ارثِ پدر جو اب تھا یہ کہنہ دیں ہمارا

354/6 لختِ جگر بھی اپنا یاقوتِ ناب سا ہے — قطرہ سرشک کا ہے دُرِ ثمیں ہمارا

354/7 کیا خاک میں ملایا ہم کو سپہر دوں نے — ڈھونڈھا نشانِ تربت پاتے نہیں ہمارا

354/8 حالت ہے نزع کی یاں آؤ کہ جاتے ہیں ہم — آنکھوں میں منتظر ہے دم واپسیں ہمارا

354/9 اک عمر مہر ورزی جن کے سبب سے کی تھی
پاتے ہیں میر اُن کو سرگرمِ کیں ہمارا

﴿355﴾

355/1 آج ہمارا دل تڑپے ہے، کوئی اُدھر سے آوے گا — یا کہ نوشتہ اُن ہاتھوں کا قاصد ہم تک لاوے گا

355/2 ہم نہیں لکھتے اس لیے اس کو شوخ بہت ہے وہ لڑکا — خط کا کاغذ بادی کرے گا، باد کا رُخ بتلاوے گا

355/3 رنج بہت کھینچے تھے ہم نے طاقت جی کی تمام ہوئی — اپنے کیے پر یاد رہے یہ، وہ بھی بہت پچھتاوے گا

355/4 اندھے سے ہم چاہ میں اس کی گواے ناصح پھرتے ہیں — سوجھتا بھی کچھ کر آئیں گے کیا تو ہم کو سجھاوے گا

355/5 عاشق ہووے وہ بھی یارب، تا کچھ اس سے کہا جاوے — یعنی حال سنے گا دل سے، دل جو کسی سے لگاوے گا

355/6 عاشق کی دل جوئی کی بھی راہ و رسم سے واقف رہ — ہو جو ایسا گم شدہ اپنا اس کو نہ تو پھر پاوے گا

355/7 آنکھیں موندے یہ دلبر جو سوتے رہیں سو بہتر ہے — چشمک کرنا ایک اُنھوں کا سو سو فتنے جگاوے گا

355/8 کیا صورت ہے، کیا قامت ہے[1] دست و پا کیا نازک ہیں — ایسے پتلے منہ دیکھو، جو کوئی کلال بناوے گا

355/9 چتون بے ڈھب آنکھیں پھریں[2] ہیں پلکوں سے بھی نظر چھوٹی
عشق ابھی کیا جانیے ہم کو کیا کیا میر دکھاوے گا

﴿356﴾[3]

356/1 شیخِ حرم سے لڑ کے چلا ہوں اب کعبے میں نہ آؤں گا — تا بت خانہ ہر قدم اوپر سجدہ کرتا جاؤں گا

356/2 بہر پرستش پیشِ صنم، ہاتھوں سے قسیسِ رہباں کے — رشتۂ سبحہ تڑاؤں گا، زنّار گلے سے بندھاؤں گا

356/3 رو رو دَیر کے پانی سے یا آبِ چاہ سے اُس جا کے — واسطے طاعتِ کفر کے میں تو دونوں وقت نہاؤں گا[4]

356/4 طائف رستہ کعبے کا جو کوئی مجھ سے پوچھے گا — جانب دَیر اشارت کر کے راہ ادھر کی بھلاؤں گا

356/5 بے دیں اب جو ہوا سو ہوا ہوں طرفِ حرم سے مجھ کو کیا — غیر از سوئے صنم خانہ میں رُو نہ اِدھر کو لاؤں گا

356/6 آ کے مسافر میر عرب میں اور عجم میں کہتے ہیں
اب شہروں میں ہندستاں کے کافر میر میں کہاؤں گا

---

[1] نسخۂ کالج اور طبع دوم کے ساتھ ساتھ فاروقی صاحب کے یہاں بھی 'ہے' محذوف ہے۔ نسخۂ آسی میں 'ہے' موجود، مجلس نے ہے کے حذف کو غلطی کتابت بتایا ہے۔

[2] نسخۂ آسی میں 'پھری' ہے۔ نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'پھریں' زیادہ بہتر ہے، گو فاروقی صاحب نے بھی 'پھری' کو روا رکھا ہے۔

[3] نسخۂ مجلس جلد چہارم ص۱۲ کے حاشیے میں فائق صاحب نے نسخۂ آسی میں تین اشعار کی غزل کی تکرار اور اعادے (نقلِ مکرر) کا ذکر کیا 'اے نکیلے یہ تھی کہاں کی ادا'، اور مرتبین قدیم کی غلطی کی نشان دہی بھی کی، لیکن دیوان پنجم کی مجلس نمبری ۱۷ اور دیوان دوم کی مجلس نمبری ۱۰۱ (اور ہمارے یہاں نمبر ۲۴۵) بھی کم و بیش، ایک ہی غزل ہے، کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ دیوان دوم کی یہ غزل دیوان پنجم میں نہایت ہی دلچسپ حک و اضافے

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

[4] مجلس اور نسخۂ آسی میں ایک سبب کم ہے، 'تو' کو قیاسی طور پر شامل کر کے شعر کو باوزن کیا ہے۔

357

357/1 کیسی سعی حوادث نے کی آخر کار ہلاک کیا — کیا کیا چرخ نے چکر مارے پیس کے مجھ کو خاک کیا

357/2 ایسا پلید آلودۂ دنیا خلق نہ آگے[1] ہوا ہوگا — شیخ شہر موا کہتے ہیں شہر خدا نے پاک کیا

357/3 قدرتِ حق میں کیا قدرت جو دخل کسو کی فضولی کرے — اُس کو کیا پرکالۂ آتش، مجھ کو خس و خاشاک کیا

357/4 آہ سے تھے رخنے چھاتی میں پھیلنا[2] ان کا یہ سہل نہ تھا — دو دو ہاتھ تڑپ کر دل نے سینۂ عاشق چاک کیا

357/5 خوگر ہونا حزن و بقا سے میر ہمارا یوں ہی نہیں
برسوں روتے کڑھتے رہے تب ہم دل کو غم ناک کیا

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر)

کی حامل ہے کہ اِسے الگ غزل کے طور پر درج کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اس جانب مرتب کو صرف وضاحت کرنا چاہیے۔ ہم ان دونوں دواوین کی غزلوں کو یہاں بالمقابل درج کر کے اختلاف متن کے نہایت فکر انگیز مطالعے کا امکان پیدا کر رہے ہیں تا کہ حواشی کی بے مغز طوالت سے بچا جا سکے۔

نسخۂ مجلس نمبر ۱۷، دیوان پنجم		نسخۂ مجلس نمبر ۱۰۱ (۲۴۵)، دیوان دوم	
۱	رہا میں تو عزت کا اعزاز کرتا چلا عشق خواری کو ممتاز کرتا	۱	رہا میں تو عزت کا اعزاز کرتا چلا عشق خواری کو ممتاز کرتا
۲	نہ ٹھہرا مرے پاس دل ورنہ اب تک اُسے آپ سا ہی میں جاں باز کرتا	۳	نہ ٹھہرا مرے پاس دل ورنہ اب تک اُسے ایسا ہی میں تو جاں باز کرتا
۳	تو تمکین سے کچھ نہ بولا وگرنہ تو کاہے کو الفت سے میں ساز کرتا	۵	تو تمکین سے کچھ نہ بولا وگرنہ مسیحا صنم ترک اعجاز کرتا
۴	گلو گیر ہی ہو گئی یادہ گوئی رہا میں خموشی کو آواز کرتا	۶	گلو گیر ہی ہو گئی یادہ گوئی رہا میں خموشی کو آواز کرتا
۵	نہ حیرت میں محتاج رونے کا ہوتا جو کچھ آنسو آگے پس انداز کرتا	۲	نہ ہوتا میں حیرت میں محتاج گریہ جو کچھ آنسوؤں کو پس انداز کرتا
۶	زیارت گہہ کبک تو ہو بلا سے تک آ میر کی خاک پر ناز کرتا	۷	زیارت گہہ کبک تو ہو بلا سے تک آ میر کی خاک پر ناز کرتا
		۴	جو جانوں کہ در بر ہے ایسا وہ دشمن تو کاہے کو الفت سے میں ساز کرتا

دونوں دواوین کے متون کو دیکھ کر اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ دیوان دوم کی غزل کا متن اور ترتیب اشعار ہی میر کے نمائندہ ہیں۔ دیوان پنجم میں اس غزل کا مسخ شدہ متن بلاشبہ مرتبین فورٹ ولیم کالج کی کم سوادی کا ثبوت ہے، لیکن بعد کے جن مرتبین نے (جن میں آسی، فائق اور عبادت بھی شامل ہیں) کے بارے میں کیا کہا جائے کہ انہوں نے بھی اس غلطی کا اعادہ کیا اور فائق صاحب نے تو غلطی کا اندازہ ہونے پر بھی اس غزل کو بھی مکرر درج کیا اور چند غزلوں بعد وہی آسی صاحب والی ترتیب میں تین اشعار کی ایک اور غزل (مجلس، دیوان پنجم، جلد چہارم ص ۱۵، غزل نمبر ۲۲ بھی مکرر درج فرمائی ہے۔

[1] نسخۂ آسی و عبادت میں 'آ کے' درج ہوا، یہ درست نہیں۔ نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'آگے' صحیح ہے۔

[2] نسخۂ نول کشور دوم اور آسی میں 'پھلنا' ہے۔ نسخۂ کالج میں 'پھیلنا' زیادہ بہتر ہے۔

﴿358﴾

358/1 بعد ہمارے اس فن کا جو کوئی ماہر ہووے گا — درد آگیں انداز کی باتیں اکثر پڑھ پڑھ رووے گا

358/2 چشم تماشا وا ہووے تو دیکھا بھالی غنیمت ہے — مت موندے آنکھوں کو غافل دیر تلک پھر سووے گا

358/3 جُست و جو بھی اس کی کریے جس کا نشاں کچھ پیدا ہو
پانا اس کا میر ہے مشکل جی تو یوں ہی کھووے گا

﴿359﴾

359/1 رکھے تھا ہاتھ میں سر رشتہ بہت[1] سینے کا — رہ گیا دیکھو رفو چاک مرے سینے کا

359/2 اے تپش لوہو پیے میرا جو تو جھوٹ کہے — کس سے یہ قاعدہ سیکھا ہے لہو پینے کا

359/3 میر کی نبض پہ رکھ ہاتھ لگا کہنے طبیب
آج کی رات یہ بیمار نہیں جینے کا

﴿360﴾[2]

360/1 ناگاہ جس کو عشق کا آزار ہو گیا — سہل آگے اس کے مُردنِ دشوار ہو گیا

360/2 ہے حسن کیا متاع کہ جس کو نظر پڑی — وہ جان بیچ کر بھی[3] خریدار ہو گیا

360/3 برسوں تئیں جہان میں کیونکر رہا ہے خضر — میں چار دن میں جینے سے بیزار ہو گیا

360/4 ہم بستری بن اس کی میں صاحب فراش ہوں — ہجراں میں کڑھتے کڑھتے ہی بیمار ہو گیا

360/5 ہم دام تھے سو چھٹ گئے، سب دام سے اُٹھے — تھی دل کو میرے چوٹ گرفتار ہو گیا

360/6 اس کی نگاہِ مست کا کھایا ہی تھا فریب — پر شیخ طرز دیکھ کے ہشیار ہو گیا

360/7 کیا متقی تھا میر پر آئینِ عشق میں
مجرم سا گشت و خوں کا سزاوار ہو گیا

---

[1] نسخۂ آسی و عبادت میں 'سر رشتہ جہت' ہے جس کی بے معنویت عیاں ہے۔ نسخۂ کالج میں 'بہت' درست متن ہے۔

[2] اس غزل سے پہلے نسخۂ مجلس جلد چہارم ص ۱۵ پر جو تین شعر درج ہیں، ادنیٰ لفظی تغیر کے ساتھ وہی ہیں جو جلد دوم ص ۹۳ پر درج ہوئے ہیں۔ آسی کی تین اغلاط میں سے فائق صاحب صرف ایک کو گرفت میں لا سکے، دو کو دہرا دیا۔ یہ تین شعر درج ذیل ہیں:

دیوان پنجم، مجلس نمبر ۲۲، جلد چہارم، ص ۱۲		دیوان دوم، مجلس نمبر ۱۰۲، جلد دوم، ص ۹۳	
۱	عید آئندہ تک رہے گا گِلا	۱	عید آئندہ تک رہے گا گِلا
	ہو گئی عید تو گلے نہ مِلا		ہو چکی عید، تو گلے نہ مِلا
۲	ڈوبے لوہو میں دیکھتے سرِ خار	۲	ڈوبا لوہو میں دیکھنا سرِ خار
	حیف کوئی بھی آبلہ نہ چھِلا		حیف کوئی بھی آبلہ نہ چھِلا
۳	میر افسردہ دل چمن میں پھرا	۳	میں تو افسردہ ہر چمن میں پھرا
	غنچۂ دل کہیں نہ اُس کا کھِلا		غنچۂ دل مرا کہیں نہ کھِلا

[3] نسخۂ آسی و مجلس دونوں نے 'بھی' کی جگہ 'ہی' درج کیا، نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'بھی' درست ہے۔

361

361/1 سمندر کا میں کیوں احساں سہوں گا | نہیں کیا سیلِ اشک اس پر بہوں گا

361/2 ترے غم کے ہیں خواہاں سب نہ[1] کھا غم | کمی کیا ہوگی جو اک میں نہ ہوں گا

361/3 نہ وہ آوے، نہ جاوے بے قراری
کسو دن میؔر یوں ہی مر رہوں گا

362

362/1 پھرتے پھرتے اس کے لیے میں آخر دشت نورد ہوا | دیکھ آنکھیں وہ سرمہ آگیں پھر دنبالہ گرد ہوا[2]

362/2 جیتے جی میت کے رنگوں لوگ مجھے اب پاتے ہیں | جوشِ بہارِ عشق میں یعنی سر تا پا میں زرد ہوا

362/3 گرم مزاج رہا نہیں اپنا ویسے اُس کے ہجراں میں | ہوتے ہوتے افسردہ دیکھو گے اک دن سرد ہوا

362/4 میؔر نہ اپنے دردِ دل کو مجھ سے کہا کر روز و شب
صبح جو گوشِ دل سے سنا تھا دل میں میرے درد ہوا

363

363/1 عشقِ صمد میں جان چلی وہ چاہت کا ارمان گیا | تازہ کیا پیمان صنم سے دین گیا ایمان گیا

363/2 میں جو گدایانہ چلّایا در پر اس کے نصفِ شب[3] | گوش زد آگے تھے نالے سو شور مرا[4] پہچان گیا

363/3 آگے عالم عین تھا اس کا اب عینِ عالم ہے وہ | اس وحدت سے یہ کثرت ہے یاں میرا سب گیان گیا

363/4 مطلب کا سر رشتہ گم ہے کوشش کی کوتاہی نہیں | جو طالب اس راہ سے آیا خاک بھی یاں کی چھان گیا

363/5 خاک سے آدم کر دکھلایا یہ منت کیا تھوڑی ہے | اب سر خاک بھی ہو جاوے تو سر سے کیا احسان گیا

363/6 ترک بچے سے عشق کیا تھا ریختے کیا کیا میں نے کہے | رفتہ رفتہ ہندستاں سے شعر مرا ایران گیا

363/7 کیوں کہ جہت ہو دل کو اُس سے میؔر مقامِ حیرت ہے
چاروں اور نہیں ہے کوئی، یاں واں یوں ہی دھیان گیا

364

364/1 دل تڑپے ہے، جان کھپے ہے، حال جگر کا کیا ہوگا | مجنوں مجنوں لوگ کہے ہیں، مجنوں کیا ہم سا ہوگا

364/2 دیدۂ تر کو سمجھ کر اپنا ہم نے کیا کیا حفاظت کی | آہ نہ جانا روتے روتے یہ چشمہ دریا ہوگا

364/3 کیا جانیں آشفتہ دلاں کچھ ان سے ہم کو بحث نہیں | وہ جانے گا حال ہمارا جس کا دل بے جا ہوگا

364/4 پاؤں حنائی اس کے لیے آنکھوں پر اپنی ہم نے رکھے | یہ دیکھا نہ رنگِ کفک پر ہنگامہ کیا برپا ہوگا

---

[1] نسخۂ آسی میں 'نہ' درج نہیں، نسخۂ عبادت کے کاتب نے 'سب کھا غم' کی بے معنویت کو 'سب کا کھا غم' کے دردمندانہ مشورے سے بدل دیا ہے۔ متن مطابق نسخۂ کالج و طبع دوم ہے۔

[2] یہ مصرع نسخۂ آسی و مجلس کے مطابق ہے۔ نسخۂ کالج و طبع دوم میں یوں ہے 'دیکھ آنکھیں وہ سرمہ گیں میں پھر دنبالہ گرد ہوا'۔ دونوں مصرعوں میں 'میں' کی تکرار، محاسن میں سے نہیں، اسی لیے اس متن کو اختیار نہیں کیا۔

[3] نسخۂ کالج اور طبع دوم میں مصرع یوں ہے 'میں جو گدایانہ چلّا در او پر اُس کے نصفِ شب'۔

[4] نسخۂ کالج میں 'شور مرا' درست ہے، آسی و مجلس میں 'شور گیا' درج ہوا ہے۔

364/5 جا گہ سے بے تہ جاتے ہیں دعوئی وے ہی کرتے ہیں — اُن کو غرور[1] و ناز نہ ہوگا جن کو کچھ آتا ہوگا

364/6 رُو بہ بہی اب لا ہی چکے ہیں ہم سے قطع اُمید کرو — روگ لگا ہے عشق کا جس کو وہ اب کیا اچھا ہوگا

364/7 دل کی لاگ کہیں جو ہو تو میر چھپائے اس کو رکھ
یعنی عشق ہوا ظاہر تو لوگوں میں رسوا ہوگا

﴿365﴾

365/1 جاذبہ میرا تھا کامل سو بندے کے وہ گھر آیا — شکر خدا کا کریے کہاں تک ، عہدِ فراق بسر آیا

365/2 بجلی سا وہ چمک گیا آنکھوں سے پھوئیں[2] پڑنے لگیں — ابر نمط خفگی سے اس بن جی بھی رندھا ، دل بھر آیا

365/3 گل[3] تھے سو سو رنگ پر ایسا شورِ طیور بلند نہ تھا — اُس کے رنگ چمن میں کوئی شاید پھول نظر آیا

365/4 سیل بلا جوشاں تھا لیکن ، پانی پانی شرم سے تھا — ساحلِ دریا خشک لبی دیکھے سے میری تر آیا

365/5 کیا ہی خوش پُرکار ہے دلبر نوچہ کشتی گیر اپنا — کوئی زبردست اس سے لڑکر عہدے سے کب بر آیا

365/6 صنعت گریاں بہتیری کیں لیک دریغ ہزار دریغ — جس سے یار بھی ملتا ہم سے ، ایسا وہ نہ ہنر آیا

365/7 میر پریشاں خاطر آ کر رات رہابت خانے میں
راہ رہی کعبے کی اودھر یہ سودائی کدھر آیا

﴿366﴾

366/1 اب یاں سے ہم اُٹھ جائیں گے ، خلقِ خدا ، ملکِ خدا — ہرگز نہ ایدھر آئیں گے ، خلقِ خدا ، ملکِ خدا

366/2 مطلب اگر یاں گم ہوا ، اندیشے کی جا گہ نہیں — جا کر کہیں کچھ پائیں گے ، خلقِ خدا ، ملکِ خدا

366/3 دل میں نہ جانے یہ کوئی ، ہم کھانے کو دیں ہیں انہیں — جو ہے مقدر کھائیں گے ، خلقِ خدا ، ملکِ خدا

366/4 گو ''لکھنؤ'' ویراں ہوا ، ہم اور آبادی میں جا — مقسوم اپنا لائیں گے ، خلقِ خدا ، ملکِ خدا

366/5 اب دی پری گزری گئی ہم آج کل بے خانماں — کیا غیر از یں ٹھہرائیں گے ، خلقِ خدا ، ملکِ خدا

366/6 اس بستی سے اُٹھ جائیں گے درویشوں کی کیا مشورت — وہ بھی یہی فرمائیں گے ، خلقِ خدا ، ملکِ خدا

366/7 تو میر ہووے گا جہاں امرِ قضا کے تابعاں
روزی تجھے پہنچائیں گے ، خلقِ خدا ، ملکِ خدا

﴿367﴾

367/1 اس کی سی جو چلے ہے راہ تو کیا — آسماں پر گیا ہے ماہ تو کیا

367/2 لڑ کے ملنا[4] ہے آپ سے بےلطف — یار ہووے نہ عذر خواہ تو کیا

367/3 کب رُخِ بدر روشن اپنا ہے — ایک شب کا ہے اشتباہ تو کیا

---

[1] نسخۂ آسی، نول کشور دوم اور مجلس میں 'غرورِ ناز' ہے۔ نسخۂ کالج میں 'غرور و ناز' (دو صفات) بہتر متن ہے۔

[2] نسخۂ آسی میں 'بھویں' اور طبع دوم میں 'بہویں' غلط ہیں۔ نسخۂ کالج میں 'پھوئیں' (پھوہی) (پھوار کے معنی میں) درست ہے۔

[3] نسخۂ آسی میں 'کل' غلط، مجلس میں 'گل' درست، لیکن اختلافِ نسخ مذکور نہیں، دوسرے مصرعے میں 'رنگِ چمن' با اضافت کسرہ آسی و مجلس و عبادت میں غلط ہے۔

[4] نسخۂ آسی اور مجلس میں 'لڑ کے' ساتھ ملا کر لکھنے سے 'لڑکے' پڑھا جاتا ہے۔ نسخۂ کالج و طبع دوم میں 'ملتا' درست نہیں، آسی و مجلس میں 'ملنا' صحیح ہے۔

367/4 بے خرد خانقہ میں ہیں[1] گو مست — وہ کرے مست یک نگاہ تو کیا

367/5 اس کے پر پیچ گیسو کے آگے — ہووے کالا کوئی سیاہ تو کیا

367/6 حسن والے ہیں کج روش سارے — ہوئے دو چار روبراہ تو کیا

367/7 دل رہے وصل جو مدام رہے — مل گئے اس سے گاہ گاہ تو کیا

367/8 ایک اللہ کا بہت ہے نام — جمع باطل ہوں سو الٰہ تو کیا

367/9 میر کیا ہے فقیر مستغنی
آوے اُس پاس بادشاہ تو کیا

368 [2]

368/1 بے تابیوں کے جور سے میں جب کہ مرگیا — ہو کر فقیر صبر مری گور پر گیا

368/2 اے آہِ سرد ! عرصۂ محشر میں یخ جما — جلتا ہوں میں ، سنوں کہ جہنم ٹھٹھر گیا

368/3 مفلس سو مر گیا ، نہ ہوا وصل یار کا — ہجراں میں اس کے جی بھی گیا اور زر گیا

368/4 تیری ہی رہ گزر میں یہ جی جا رہا ہے شوخ
سنیو کہ میر آج ہی کل میں گزر گیا

369

369/1 دل گیا مفت اور دکھ پایا — ہو کے عاشق بہت میں پچھتایا

369/2 مر گئے پر بھی سنگ سار کیا — نخلِ ماتم مرا یہ پھل لایا

369/3 صحن میں میرے اے گلِ مہتاب — کیوں شگوفہ لے کھلنے کا آیا

369/4 یہ شبِ ہجر ہے کھڑی نہ رہے — ہو سفیدی کا جس جگہ سایا

369/5 جب سے بے خود ہوا ہے اس کو دیکھ
آپ میں میر پھر نہیں آیا

370

370/1 بات کہتے جی کا جانا ہو گیا — مرنا عاشق کا بہانا ہو گیا

370/2 جائے بودن تو نہ تھی دنیائے دوں — اتفاقاً اپنا آنا ہو گیا

370/3 ماہ اُس کو کہہ کے سارے شہر میں — مجھ کو مشکل منہ دکھانا ہو گیا

370/4 کر رکھا تعویذ طفلی میں جسے — اب سو وہ لڑکا سیانا ہو گیا

370/5 اس بلا سے آہ میں غافل رہا — یک بہ یک دل کا لگانا ہو گیا

370/6 کنجِ لب سے یار کے اُچٹا نہ ٹک — الغرض دل کا ٹھکانا ہو گیا

370/7 رفتہ رفتہ اس پری کے عشق میں
میر سا دانا دوانا ہو گیا

---

[1] نسخۂ آسی و عبادت میں 'میں میں' بجائے 'میں ہیں' غلط ہے۔ عبادت کے یہاں 'گو' بالضم یعنی 'گو' درج ہوا ہے۔

[2] نسخۂ کالج (۱۸۱۱ء) میں یہ غزل دیوانِ اول میں (تیسرے شعر کے علاوہ) ص ۲۵۴ پر درج ہوئی ہے۔ بعد کے مرتبین نے اِسے دیوانِ اول بجائے پنجم میں شامل کیا ہے لہٰذا انہی کا اتباع کیا جا رہا ہے۔

﴿371﴾

371/1 عشق بلا پُر شور و شر نے جب میداں میں خم مارا — پاک ہوئی کشتی عالم کی، آگے کِن نے دم مارا

371/2 بود نبود کی اپنی حقیقت لکھنے کے شائستہ نہ تھی — باطل صفحۂ ہستی پر میں خط کھینچا جو قلم مارا

371/3 غیر کے میرے مر جانے میں تفاوت ارض و سما کا ہے — مارا اُن نے دونوں کو لیکن مجھ کو کر کے ستم مارا

371/4 اُن بالوں سے طلسمِ جہاں کا در بستہ تھا گویا سب — زلفوں کو درہم اُن نے کیا سو عالم کو برہم مارا

371/5 دور اُس قبلہ رو سے مجھ کو جلد رقیب نے مار رکھا — قہر کیا اُس کتے نے کیا دوڑ کے صیدِ حرم مارا

371/6 کاٹ کے سر عاجز کا اُن نے اور بھی پگڑی پھیر رکھی (عاشق) — فخر کی کون سی جا گی تھی یاں، ایسا کیا رستم مارا

371/7 جس مضمار میں رستم کی بھی راہ نہ نکلی میرؔ کبھی
اس میدان کی خاک پہ ہم نے جرأت کر کے قدم مارا

﴿372﴾

372/1 چاہ میں جور ہم پہ کم نہ ہوا — عاشقی کی، تو کچھ ستم نہ ہوا

372/2 فائدہ کیا نمازِ مسجد کا — قد ہی محراب سا جو خم نہ ہوا

372/3 یار ہمراہِ نعش جس دم تھا — وائے[1] مردے میں میرے دم نہ ہوا

372/4 نہ گیا اُس طرف کا خط لکھنا — ہاتھ جب تک مرا قلم نہ ہوا

372/5 بے دلی میں ہے میرؔ خوش اس سے
دل کے جانے کا حیف غم نہ ہوا

﴿373﴾

373/1 کل تلک داغوں سے خوں کے دامنِ زیں پاک تھا — آج تو کشتہ کوئی کیا زینتِ فتراک تھا

373/2 کیا جنوں کو روؤں تر دستی سے اُس کی گُل نمط — لے گریباں سے زہِ دامن تک ایک ہی چاک تھا

373/3 رو جو آئی رونے کی مژگاں نہ ٹھہری ایک پل — راہ میں اس رُود کے گویا خس و خاشاک تھا

373/4 ایک ہی شمعِ شعلہ خو کے لائحے میں جل بجھا — جب تلک پہنچے کوئی پروانہ، عاشق خاک تھا

373/5 بادشاہِ وقت تھا میں تخت تھا میرا دماغ — جی کے چاروں اور اک جوشِ گُلِ تریاک تھا

373/6 ڈھال تلوار اُس جواں کے ساتھ اب رہتی نہیں — وہ جفا آئیں شلائیں لڑکا ہی بے باک تھا

373/7 تنگ پوشی تنگ ورزی اُس کی جی میں کھب گئی — کیا ہی وہ محبوب خوش ترکیب، خوش پوشاک تھا

373/8 بات ہے جی مارنا، بازیچہ قتلِ عام ہے — اب تو ہے صد چند اگر دہ چند وہ سفاک تھا

373/9 غنچۂ دل وا ہوا نہ، باغوں باغوں میں پھرا — اب بھی ہے ویسا ہی جیسا پیش تر غمناک تھا

373/10 درک کیا اس درس گہ میں میرؔ عقل و فہم کو
کس کے تئیں ان صورتوں میں معنی کا ادراک تھا

---

[1] نسخۂ مجلس جلد چہارم، ص ۲۴ 'وے' سہوِ کتابت ہے۔ آسی کے یہاں 'وائے' درست ہے۔

374

374/1 جدا اُس سیم تن سے کیسا سونا — کہ مٹی کوڑے کا اب ہے بچھونا

374/2 بہت کی جستجو اس کی نہ پایا — ہمیں درپیش ہے اب جی کا کھونا

374/3 تماشا دیکھنے ہنستا چلا آ — کرے ہے شیشہ بازی میرا رونا

374/4 جگر کے زخم شاید ہیں نمک بند — مزہ کچھ آنسوؤں کا ہے سلونا

374/5 وصیت میر نے مجھ کو یہی کی
کہ سب کچھ ہونا تو، عاشق نہ ہونا

375

375/1 سر مارنا پتھر سے یا ٹکڑے جگر کرنا — اِس عشق کی وادی میں ہر نوع بسر کرنا

375/2 کہتے ہیں اُدھر منہ کر وہ رات کو سوتا ہے — اے آہِ سحر گاہی ٹک تو بھی اثر کرنا

375/3 دیواروں سے سر مارا تب رات سحر کی ہے
اے صاحبِ سنگیں دل اب میری خبر کرنا

376

376/1 دل کے خوں ہونے کا غم کیا اب سے تھا — سینہ کوبی سخت ماتم کب سے تھا

376/2 اس کی مقتولی کا ہم کو رشک ہے — دو قدم جو کشتہ آگے سب سے تھا

376/3 کون مل سکتا ہے اُس اوباش سے — اختلاط اُس سے ہمیں اک ڈھب سے تھا

376/4 گرم ملنے والے دیکھے یار کے — ایک ٹھنڈا ہو گیا، اک تب سے تھا

376/5 چپ سی مجھ کو لگ گئی تھی تب سے میر
شور ان شیریں لبوں کا جب سے تھا

377

377/1 عشق کیے پچھتائے ہم تو دل نہ کسو سے لگانا تھا — جیدھر ہو وہ مہ نکلا اُس راہ نہ ہم کو جانا تھا

377/2 غیریت کی اس کی شکایت یار عبث اب کرتے ہیں — طور اُس شوخِ ستم پیشہ کا طفلی سے بیگانہ تھا

377/3 بزمِ عیش کی[1] شب کا یاں دن ہوتے ہی یہ رنگ ہوا — شمع کی جا گہ دودِ تنک تھا، خاکستر پروانا تھا

377/4 دخلِ مروت عشق میں تھا تو دروازے سے تھوڑی دُور — ہمرہ نعشِ عاشق کے اس ظالم کو بھی آنا تھا

377/5 طرفہ خیال کیا کرتا تھا، عشق و جنوں میں روز و شب
روتے روتے ہنسنے لگا، یہ میر عجب دیوانا تھا

378

378/1 ناخن سے بوالہوس کا گلا یوں ہی چھل گیا — لوہو لگا کے وہ بھی شہیدوں میں مل گیا

378/2 دل جمع تھا جو غنچے کے رنگوں خزاں میں تھا — اے کیا کہوں بہارِ گُلِ زخم کھل گیا

---

[1] نسخۂ آسی میں 'بزم کی عیشِ شب'، تاہم نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'بزمِ عیش کی شب' بہتر ہے۔

378/3 بے دل ہوئے پہ کرتے تدارک جو رہتا ہوش — ہم آپ ہی میں آئے نہیں جب سے دل گیا
378/4 دیکھا نہیں پہاڑ گراں سنگ یا سبک — زوروں چڑھا تھا عشق میں فرہاد پل گیا
378/5 شبنم کی سی نمود سے تھا میں عرق عرق — یعنی کہ ہستی تنگِ عدم تھی خجل گیا
378/6 غم کھینچتے ہلا نہیں جاگہ سے کیا کروں — دل جا لگے ہے دم بہ دم اودھر ہی ہل گیا
378/7 صورت نہ دیکھی ویسی کشادہ جبیں کہیں
میں میر اس تلاش میں چین و چگل گیا

﴿379﴾

379/1 ایک نہ خواہش بر آئی ، تا جی کا غبار نکل جاتا — کاش کہ آہو چشم اپنا آنکھوں کو پاؤں سے مل جاتا
379/2 آتشِ دل کی لپٹوں کا ہے یارو کچھ عالم ہی جدا — لایحہ کوئی کھینچتا سر تو سارا عالم جل جاتا
379/3 نعرہ کرنا عاشق کا ہے ساتھ اک ہیبت[1] کے یعنی — سن آواز اس شیرِ نر کی سیلِ بلا ہے دہل جاتا
379/4 اہلِ زمیں تو کیا ہیں اُن کا سہل تھا راہ سے لے جانا — چرخ پہ ہوتا وہ جو چھلاوہ ،حیلِ مَلک کو چھل جاتا
379/5 کشتیِ زبردستوں کی اس سے پاک ہوئی تو کیا ہے عجب — رستم سامنے ہو جاتا تو راہ بچا کر ٹل جاتا
379/6 غم سے ہو کر زرد سراسر صورت ساری خزاں کی ہے — آن نکلتے سوئے چمن تو رنگ ہوا کا بدل جاتا
379/7 ڈھلتے ڈھلتے ضعف سے آئے میر سو اُن نے منہ پھیرا
یاقوتی سے بوسۂ لب کی ، جی شاید کہ سنبھل جاتا

﴿380﴾

380/1 کیا کیا عشق میں رنج اُٹھائے ،دل اپنا سب خون ہوا — کیسے رکتے تھے خفگی سے ، آخر کار جنون ہوا
380/2 تڑپا ہے پہلو میں اب جب طاقت دل میں کچھ نہ رہی — جسمِ غم فرسودہ ہمارا زرد و زار و زبون ہوا
380/3 جنگل میں مَیں رونے چلا تھا دل جو بھرا تھا میر بہت
آیا سیل آگے سے چلا ، کیا بخت سے مجھ کو شگون ہوا

﴿381﴾

381/1 آیا سو آبِ تیغ ہی مجھ کو چٹا گیا — تھا وہ بُرندہ ، زخموں پہ میں زخم کھا گیا
381/2 کیا شہرِ خوش عمارتِ دل سے ہے گفتگو — لشکر نے غم کے آن کے مارا ، چلا گیا
381/3 موقوفِ یار ، غیر جلانا مرا نہیں — جو کوئی اُس کے کان لگا ، کچھ لگا گیا
381/4 تنہائی بے کسی مری یک دست تھی کہ میں — جیسے جرس کا نالہ ، جرس سے جدا گیا
381/5 کیا تم سے اپنے دل کی پریشانی میں کہوں — دریائے گریہ جوش زناں تھا ، بہا گیا
381/6 روزانہ اب تو اپنے تئیں سوجھتا نہیں — آخر کو رونا راتوں کا ہی دن دکھا گیا
381/7 سر برگشتگی بدی مری نوشتنی ہے میر
قاصد جو لے کے نامہ گیا ، سو بھلا گیا

---

[1] نسخۂ آسی میں 'ہیبت' درست ہے جب کہ نسخۂ مجلس میں 'نیت' پروف نہ دیکھنے کی خرابی کا پیدا کردہ ہے۔ دوسرے مصرع میں نسخۂ آسی میں 'سیل بلا سے' ہے جب کہ نسخۂ کالج میں 'سیلِ بلا ہے'۔

﴾382﴿

382/1 کچھ اندیشہ ہم کو نہیں ہے اپنے حالِ درہم کا — آٹھ پہر رہتا ہے رونا اُس کی دوری کے غم کا

382/2 روتے، کڑھتے، خاک میں ملتے جیتے رہے ہم دنیا میں — دس دن اپنی عمر کے گویا عشرہ تھا یہ محرم کا

383/3 کُشتی ہماری عشق میں کیا تھی، ہاتھ ملاتے پاک ہوئی — پائے ثبات نہ ٹھہرا دم بھر، اس میدان میں رستم کا

383/4 عالمِ ہستی کیا عالم تھا، غم دنیا و دیں کا نہ تھا — ہوش آیا ہے جب سے سر میں شوق رہا اس عالم کا

383/5 یاں واجب ہے ہم کو تم کو، دم لیویں تو شمردہ لیں — دینا ہوگا حساب کسو کو یک دم ہی میں دم دم کا

383/6 چھاتی کوٹی، منہ نوچا، سر دے دے مارا پتھر پر — دل کے خوں ہونے میں ہمارے[1]، یہی طریق ہے ماتم کا

382/7 لڑکے شوخ بہت ہیں لیکن ویسا میر نہیں کوئی
دھوم قیامت کی سی ہے، ہنگامہ اس کے اودھم کا

﴾383﴿

383/1 گل چیں نہیں جو کوئی بھی اس تازہ چمن کا — کیوں رنگ پھرا سا ہے ترے سیبِ ذقن کا

383/2 غربت ہے دلِ آویز بہت، شہر کی اس کے — آیا نہ کبھو ہم کو خیال اپنے وطن کا

383/3 جب زمزمہ کرتی ہے صدا چبھتی ہے دل میں — بلبل سے کوئی سیکھ لے انداز سخن کا

383/4 کب مشتِ نمک سے ہوئی تسکینِ جراحت — لب چش ہے نمک سار، مرے زخمِ کہن کا

383/5 جو چاکِ گریبان کہ دامن کی ہو زہ تک
قربان کیا میر اسے چاکِ کفن کا

﴾384﴿

384/1 یہ تو جدائی جوں توں کٹتی ہے ملنے کی[2] تو کہیے گا
پاس ہمارا گو نہ کرو تم، پاس ہی اب سے رہیے گا

ردیف الف ____ دیوان ششم

﴾385﴿

385/1 فلک نے پیس کر سرمہ بنایا — نظر میں اُس کی میں، تو بھی نہ آیا

385/2 زمانے میں مرے شورِ جنوں نے — قیامت کا سا ہنگامہ اُٹھایا

385/3 بلا تھی کوفت کچھ سوزِ جگر سے — ہمیں تو کوٹ کوٹ اُن نے جلایا

385/4 تمامی عمر جس کی جستجو کی — اُسے پاس اپنے اک دم بھی نہ پایا

385/5 نہ تھی بیگانگی معلوم اُس کی — نہ سمجھے ہم اُسی سے دل لگایا

385/6 قریبِ دیر خضر آیا تھا لیکن — ہمیں رستا نہ کعبے کا بتایا

---

[1] نسخۂ کالج میں 'دل کے خون ہونے میں ہمارے' درست ہے جب کہ آسی کے یہاں 'دل کے خون ہوئے ہیں ہمارے' درست نہیں۔

[2] نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'کا' جب کہ آسی اور مجلس میں 'کی' ہے۔

385/7 حق صحبت نہ طیروں کو رہا یاد — کوئی دو پھول اسیروں تک نہ لایا

385/8 غرورِ حسن اس کا دس گنا[1] ہے — ہمارا عشق اُسے رکن نے جتایا

385/9 عجب نقشہ ہے نقاشِ ازل نے — کوئی ایسا نہ چہرہ پھر بنایا

385/10 علاقہ میر تھا خنجر سے اُس کے
ندان اپنا گلا ہم نے کٹایا

﴿386﴾

386/1 اپنے ہوتے تو با عتاب رہا — بے دماغی سے با خطاب رہا

386/2 ہو کے بے پردہ ملتفت بھی ہوا — نا کسی سے ہمیں حجاب رہا

386/3 نہ اُٹھا لطف کچھ جوانی کا — کم بہت موسمِ شباب رہا

386/4 کارواں ہائے صبح ہوتے گیا — میں ستم دیدہ محوِ خواب رہا

386/5 ہجر میں جی ڈھہا[2] گرے ہی رہے — ضعف سے حالِ دل خراب رہا

386/6 گھر سے آئے گلی میں سو باری[3] — یار بن دیر اضطراب رہا

386/7 ہم سے سلجھے نہ اُس کے اُلجھے بال — جان کو اپنی پیچ و تاب رہا

386/8 پردے میں کام یاں ہوا آخر — واں سدا چہرے پر نقاب رہا

386/9 سوزشِ سینہ ساتھ اپنے[4] گئی — خاک میں بھی ہمیں عذاب رہا

386/10 حیف ہے میر کی جناب سے میاں
ہم کو اُن سمجھے اجتناب رہا

﴿387﴾

387/1 بے طاقتی نے دل کی گرفتار کر دیا — اندوہِ دردِ[5] عشق نے بیمار کر دیا

387/2 دروازے پر کھڑا ہوں کئی دن سے یار کے — حیرت نے حسن[6] کی ، مجھے دیوار کر دیا

387/3 سائے کو اس کے دیکھ کے وحشت بلا ہوئی — دیوانہ مجھ کو جیسے پری دار[7] کر دیا

387/4 نسبت ہوئی گناہوں کی ازبس مری طرف — بے جرم اُن نے مجھ کو گنہگار کر دیا

387/5 دن رات اس کو ڈھونڈھے ہے دل، شوق نے مجھے — نایاب کس گہر کا طلب گار کر دیا

387/6 دُور اس سے زار زار جو روتا رہا ہوں میں — لوگوں کو میری زاری نے بیزار کر دیا

---

[1] نسخۂ مجلس ترقی ادب کے مولف نے حاشیے میں دیگر نسخوں کی اغلاط بسلسلہ لفظ 'گنا' گنوائیں، وہ سب درست لیکن خود اپنے متن میں 'دس گنا' کو 'دس گناہ' کتابت کرایا ہے (جلد چہارم، ص۱۸۶)۔

[2] سبھی نسخوں میں 'ڈھہا گرے' ہی ہے حالانکہ محل 'ڈھہے گرے' کا ہے، یا 'ڈھہا گرا ہی رہا' ہونا چاہیے تھا۔

[3] نسخۂ آسی میں 'بارے' درست نہیں، نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں 'باری' درست ہے۔

[4] نسخۂ کالج ص۷۰۹ اور نسخۂ طبع دوم میں ص۴۲۶ پر 'ساتھ اپنے گئی' زیادہ رواں ہے۔ نسبتاً آسی اور مجلس کے 'اپنے ساتھ گئی' کے مقابلے میں۔

[5] نسخۂ آسی ص۶۲۷ اور عبادت ص۸۴۴ میں 'اندوہِ دردِ عشق' ہے۔ مجلس نے بلا وضاحت 'اندوہ و دردِ عشق' درج کیا ہے۔

[6] نسخۂ کالج میں 'حسن کی' صحیح تر جب کہ آسی کے یہاں 'عشق کی' اور طبع دوم میں 'حسن سے' غلط ہے۔

[7] نسخۂ مجلس جلد چہارم، ص۱۸۷ پر 'پری وار' سہو کتابت ہے جو اس نسخے میں بہت عام ہے۔

387/7 خوبی سے بختِ بد کی، اُسے عشق سے مرے — یاروں نے رفتہ رفتہ خبردار کر دیا

387/8 جس کے لگائی، جی میں نہ اُس کے ہوس رہی — یعنی کہ ایک وار ہی میں پار کر دیا

387/9 پہلو میں دل نے لوٹ کے آتش سے شوق کی — پایانِ کار آنکھوں کو خوں بار کر دیا

387/10 کیا جانوں عشق جان سے کیا چاہتا ہے میر
خوں ریزی کا مجھے تو سزاوار کر دیا

﴿388﴾

388/1 موئے ہم جس کی خاطر بے وفا تھا — نہ جانا اُن نے تو یوں بھی کہ کیا تھا

388/2 معالج کی نہیں تقصیر ہرگز — مرض ہی عاشقی کا لادوا تھا

388/3 نہ خود سر کیوں کر ہم ہوں، یار اپنا — خود آرا، خود پسند و خود ستا تھا

388/4 رکھا تھا منہ کبھو اُس کنجِ لب پر — ہمارے ذوق میں اب تک مزا تھا

388/5 نہ ملیو چاہنے والے سے اپنے — نہ جانا تجھ سے یہ کِن نے کہا تھا (نہ جانے)

388/6 پریشاں کر گئی فریادِ بلبل — کسو سے دل ہمارا پھر لگا تھا

388/7 ملے برسوں، وہی بیگانگی تھی — ہمارے زعم میں وہ آشنا تھا

388/8 نہ دیوانے تھے ہم سے قیس و فرہاد — ہمارا طورِ عشق اُن سے جدا تھا

388/9 بدن میں صبح سے تھی سنسناہٹ — انہی[2] سناہٹوں میں جی چلا[3] تھا

388/10 صنم خانے سے اُٹھ کعبے گئے ہم — کوئی آخر ہمارا بھی خدا تھا

388/11 بدن میں اُس کے ہے ہر جائے دل کش — جہاں اٹکا کسو کا دل، بجا تھا

388/12 کوئی عنقا سے پوچھے نام تیرا — کہاں تھا جب کہ میں رسوا ہوا تھا

388/13 چڑھی تیوری چمن میں میر آیا
گلِ حسن آج شاید کچھ خفا تھا

﴿389﴾

389/1 سوزِ دروں سے مجھ پہ ستم برملا ہوا — ٹکڑا جگر کا آنکھوں سے نکلا جلا ہوا

389/2 بدحال ہو کے چاہ میں مرنے کا لطف کیا — دل لگتے جو موا کوئی عاشق، بھلا ہوا

389/3 نکلا گیا نہ دام سے پُر پیچ زلف کے — اے وائے یہ بلا زدہ دل مبتلا ہوا

389/4 کیا اور لکھیے کیسی خجالت مجھے ہوئی — سر کو جھکائے آیا جو قاصد چلا ہوا

389/5 رہتا نہیں تڑپنے سے ٹک ہاتھ کے تلے
کیا جانوں میر دل کو مرے کیا بلا ہوا

1۔ نسخۂ آسی میں 'کی' غلط اور نسخۂ کالج میں 'کے' درست ہے۔
2۔ نسخۂ آسی میں 'انہیں' جب کہ نسخۂ مجلس میں 'انہی' ہے۔
3۔ نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'جلا' ہے جب کہ آسی کے یہاں 'چلا' بہتر ہے۔

﴿390﴾

390/1	جمع اس کے نکلے ، عالم ہو گیا	جب تلک ہم جائیں اودھم ہو گیا
390/2	گو پریشاں ہو گئے گیسوے یار	حال ہی اپنا تو درہم ہو گیا
390/3	کیا کہوں کیا طرح بدلی یار نے	چاؤ تھا دل میں ، سو اب غم ہو گیا
390/4	کیا لکھوں[1] مشکل ہوئی تحریرِ حال	خط کا کاغذ رونے سے نم ہو گیا
390/5	دم دیے بہتیرے یاروں نے ولے	خشک نے سا شیخ بے دم ہو گیا
390/6	کیوں نہ درہم برہم اپنا ہو مزاج	بات کہتے یار برہم ہو گیا
390/7	باغ جیسے راغ وحشت گاہ ہے	یاں سے شاید گل کا موسم ہو گیا

390/8
کیا نماز اے میر اس اوقات کی
جب کہ قد محراب سا خم ہو گیا

﴿391﴾

391/1	وہ دیکھنے ہمیں ٹک بیماری میں نہ آیا	سو بار آنکھیں کھولیں ، بالیں سے سر اُٹھایا
391/2	گلشن کے طائروں نے کیا بے مروتی کی	یک برگِ گل قفس میں ہم تک نہ کوئی لایا
391/3	بے پیچ اُس کا غصہ یارو بلائے جاں ہے	ہرگز منا نہ ہم سے ، بہتیرا ہی منایا
391/4	قدِ بلند اگرچہ بے لطف بھی نہیں ہے	سروِ چمن میں لیکن انداز وہ نہ پایا
391/5	اٹکھلاتے خوبرویاں حسرت سے پیش و پس ہیں	اینڈا پھرے ہے ہر سو جب اُس پری کا سایا
391/6	نقشہ عجب ہے اس کا نقاش نے ازل کے	مطبوع ایسا چہرہ کوئی نہ پھر بنایا
391/7	شب کو نشے میں باہم تھی گفتگوئے درہم	اس مست نے جھنکایا یعنی بہت جھکایا[2]
391/8	دل بستگی میں کھلنا اِس کا نہ اُس سے دیکھا	بختِ بِنکوں کو ہم نے سو بار آزمایا

391/9
عاشق جہاں ہوا ہے بے ڈھنگیاں ہی کیں ہیں
اس میر بے خرد نے کب ڈھب سے دل لگایا

﴿392﴾

392/1	باتیں ہماری یاد رہیں ، پھر باتیں ایسی نہ سنیے گا	پڑھتے کسو کو سنیے گا تو دیر تلک سر دھنیے گا
392/2	سعی و تلاش بہت سی رہے گی اس انداز کے کہنے کی	صحبت میں علما فضلا کی جا کر پڑھیے گنیے گا
392/3	دل کی تسلی جب کہ ہو گی گفت و شنود سے لوگوں کی	آگ پھنکے گی غم کی بدن میں اس میں جلیے بھنیے گا

392/4
گرم اشعارِ میر درونہ داغوں سے یہ بھر دیں گے
زرد رو شہر میں پھریے گا گلیوں میں نے گل چنیے گا

---

[1] نسخۂ کالج ص ۱۱۷ پر 'لکھوں' درست، طبع دوم اور آسی کے یہاں 'کہوں' غلط۔ نسخۂ مجلس نے آگاہ ہو کر بھی متن میں 'کہوں' ہی درج کیا حالانکہ شعر نمبر ۳ میں 'کیا کہوں' کہا جا چکا ہے۔

[2] 'جھنکایا' اور 'جھکایا' باہم مترادف بھی ہیں اور کثیر المعنی بھی، اس لیے مصرع میں ہر دو مقامات پر فیصلہ کرنا آسان نہیں، البتہ یہ طے ہے کہ دوسرے مصرعے میں (نسخۂ کالج کے مطابق) 'چھکایا' کا بظاہر محل نہیں، گو 'خوب شراب پلانا' کے معنی سے اشتباہ ہو سکتا ہے۔ سرِ دست آسی اور مجلس کا متن ہی اختیار کیا جاتا ہے۔

393

393/1 تھا اندوہ گرہ مدت سے دل میں خوں ہو درد ہوا — چاہ نے بدلے رنگ کئی اب جسم سراسر زرد ہوا

393/2 وعدہ خلافی اس ظالم کی کھا گئی میری جانِ غمیں — گرمی کرے وہ مجھ سے جب تک، تب تک میں ہی سرد ہوا

393/3 گرد و غبارِ[1] دشت و وادی گریے سے میرے یک سو ہیں
رونے کے آگے اُن کے تو دریا بھی میر اب گرد ہوا

394

394/1 میں رنجِ عشق کھینچے بہت ناتواں ہوا — مرنا تمام ہو نہ سکا ، نیم جاں ہوا

394/2 بستر سے اپنے اُٹھ نہ سکا شب ، ہزار حیف — بیمارِ عشق چار ہی دن میں گراں ہوا

394/3 شاید کہ دل تڑپنے سے زخمِ دروں پھٹا — خوں ناب میری آنکھوں سے منہ پر رواں ہوا

394/4 غیر از خدا کی ذات مرے گھر میں کچھ نہیں — یعنی کہ اب مکان مرا لامکاں ہوا

394/5 مستوں میں اس کی کیسی تعین سے ہے نشست — شیشہ ہوا نہ کیف کا ، پیر مغاں ہوا

394/6 سائے میں تاک کے مجھے رکھا اسیر کر — صیاد کے کرم سے قفس آشیاں ہوا

394/7 ہم نے نہ دیکھا اُس کو سو نقصانِ جاں کیا — اُن نے جو اک نگاہ کی اُس کا زیاں ہوا

394/8 ٹک رکھ لے ہاتھ، تن میں نہیں اور جائے زخم — بس میرے دل کا یار جی ! اب امتحاں ہوا

394/9 وے تو کھڑے کھڑے مرے گھر آ کے[2] پھر گئے — میں بے دیار و بے دل و بے خانماں ہوا

394/10 گردش نے آسماں کی[3] عجائب کیا سلوک — پیرِ کبیر جب میں ہوا ، وہ جواں ہوا

394/11 مرغِ چمن کی نالہ کشی کچھ خنک سی تھی — میں آگ دی[4] چمن کو جو گرمِ فغاں ہوا

394/12 دو پھول لا کے پھینک دیئے میری گور پر — یوں خاک میں ملا کے مجھے مہرباں ہوا

394/13 سر کھینچا دودِ دل نے جہاں تیرہ ہو گیا — دم بھر میں صبح زیرِ فلک کیا سماں ہوا

394/14 کہتے ہیں میر سے کہیں اوباش لڑ گئے
ہنگامہ اُن سے ایسا الٰہی کہاں ہوا

395

395/1 جس رفتنی کو عشق کا آزار ہو گیا — دو چار دن میں برسوں کا بیمار ہو گیا

395/2 نسبت بہت گناہوں کی میری طرف ہوئی — ناکردہ جرم میں تو گنہ گار ہو گیا

395/3 حیرت زدہ میں عشق کے کاموں کا یار کے — دروازے پر کھڑے کھڑے دیوار ہو گیا

395/4 پھیلے شگاف[5] سینے کے اطراف درد سے — کوچہ ہر ایک زخم کا بازار ہو گیا

---

[1] نسخۂ کالج میں 'گرد و غبارِ دشت' ہے جب کہ آسی اور طبع دوم میں 'گرد و غبار و دشت' درست نہیں۔

[2] نسخۂ آسی میں 'آ کے' ہے جب کہ مجلس میں 'آئے'۔ اختلاف نسخ درج نہیں۔

[3] نسخۂ آسی و مجلس میں 'کے' ہے جب کہ 'گردش' کے لیے 'کی' موزوں۔ اس نوع کی اغلاط کو یائے معروف و مجہول کے املا کے سبب پیدا شدہ تصور کیا گیا ہے۔

[4] نسخۂ آسی و عبادت میں 'آگ دے' ہے۔ مجلس میں 'آگ دی' درست لیکن اختلافِ متن درج نہیں۔

[5] نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'فگار' درست نہیں۔ آسی کے یہاں 'شگاف' صحیح ہے۔

395/5 بازار میں جہان کے ہے حسن کیا متاع — سو جی سے ، جس نے دیکھا خریدار ہو گیا

395/6 دل لے کے میری جان کا دشمن ہوا ندان — جس بے وفا سے اپنے تئیں پیار ہو گیا

395/7 عاشق کو اُس کی تیغ سے ہے لاگ ، کھنچتے ہی — یہ کشتنی بھی مرنے کو تیار ہو گیا

395/8 مرتے موا ، رہا نہ ہوا ، تنگ ہی رہا — پھندے میں عشق کے جو گرفتار ہو گیا

395/9 کیا جرم تھا کسو پہ نہ معلوم کچھ ہوا
جو میر کشت و خوں کا سزاوار ہو گیا

﴿396﴾

396/1 دشمن ہو جی کا گاہک ہوتا ہے جس کو چاہا — کی دوستی کہ یارو اک روگ میں بساہا

396/2 جی ہے جہاں ، قیامت درد و الم رہا واں — بیمارِ عاشقی میں ، شب صبح تک کراہا

396/3 تازہ جھمک تھی شب کو تاروں میں آسماں کے — اس آسیا کو شاید پھر کر کسو[1] نے راہا

396/4 خمیازہ کش ہوں اُس کی مدت سے اس ادا کا — لگ کر گلے سے میرے انگڑائی لے جماہا

396/5 جانا کہ منہ کھلا ہے آتش کدے کا شاید — سینے کے زخم کا جو سرکا ہے ٹک بھی پھاہا

396/6 آنکھیں مری لگو ہیں بے جا نہیں لگیں ہیں — دیکھا ہے جن نے اُس کو اُس نے مجھے سراہا[2]

396/7 میں راہِ عشق میں تو آگے ہی دو دلا تھا — پُر پیچ پیش آیا ان زلفوں کا دوراہا

396/8 کرنا وفا نہیں ہے آسان عاشقی میں — پتھر کیا جگر کو تب چاہ کو نباہا

396/9 کہتے تو تھے نہ دیکھو ، اُس سے لگے نہ جاؤ — سمجھے نہ دیدہ و دل اب کیا کہوں[3] الٰہا

396/10 یا مرتضیٰ علیؑ ہے تیرا گدائے در یہ
کر حالِ میر پر بھی ٹک التفات شاہا

﴿397﴾

397/1 بلبل کا شور سن کے نہ مجھ سے رہا گیا — میں بے دماغ باغ سے اُٹھ کر چلا گیا

397/2 لوگوں نے پائی راکھ کی ڈھیری مری جگہ — اک شعلہ میرے دل سے اُٹھا تھا جلا گیا

397/3 چہرے پہ بال بکھرے رہے سب شبِ وصال — یعنی کہ بے مروتی سے منہ چھپا گیا

397/4 چلنا ہوا تو قافلۂ روزگار سے — میں جوں صدا جرس کی اکیلا جدا گیا

397/5 کیا بات رہ گئی ہے مرے اشتیاق سے — رقعہ کے لکھتے لکھتے ترسّل لکھا گیا

397/6 سب زخم صدر اُن نے نمک بند خود کیے — صحبت جو بگڑی اپنے میں سارا مزا گیا

397/7 سارے حواس میرے پریشاں ہیں عشق میں — اس راہ میں یہ قافلہ سارا لٹا گیا

397/8 بادل گرج گرج کے سناتا ہے یعنی یاں — نوبت سے اپنی ہر کوئی[4] نوبت بجا گیا

---

[1] نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'کنہوں نے' متن ہے۔

[2] نسخۂ کالج میں مصرع یوں ہے 'دیکھا ہے اُن نے ، جس نے ، اس کو ، مجھے سراہا' جب کہ طبع دوم میں 'دیکھا ہے اُن نے جب سے اس کو مجھے سراہا' آسی کا درج کردہ متن اختیار کیا ہے۔

[3] نسخۂ آسی ص ۶۳۱ 'کیا کروں' جب کہ مجلس کے یہاں 'کیا کہوں' ہے۔ اختلاف مذکور نہیں۔

[4] مصرع مطابق نسخۂ کالج ہے، آسی کے یہاں متن ہے 'نوبت سے ہر کوئی نئی نوبت بجا گیا'۔

397/9 وے محوِ ناز ہی رہے آئے نہ اس طرف — میں منتظر تو جی سے گیا، اُن کا کیا گیا

397/10 دل دے کے جان میر نے پایانِ کار دی
یہ سادہ لوح، طرح نئی دل لگا گیا

﴿398﴾

398/1 میں ہوں خاک افتادہ جس آزار کا — عشق بھی اس کا ہے نام اک پیار کا

398/2 بیچتا سر کیوں نہ گلیوں میں پھروں — میں ہوں خواہاں لطفِ تہ بازار کا

398/3 خون کر کے تک نہ دل اُن نے لیا — کشتہ و مردہ ہوں اس اسرار[1] کا

398/4 گھر سے وہ معمار کا جو اُٹھ گیا — حال ابتر ہو گیا گھر بار کا

398/5 نقل اس کی بے وفائی کی ہے اصل — کب وفاداری ہے شیوہ یار کا

398/6 سر جو دے دے مارتے گھر میں پھرے — رنگ دیگر ہے در و دیوار کا

398/7 اک گدائے در ہے سیلاب بہار — غم کشوں کے دیدۂ خوں بار کا

398/8 دلبراں دل جنس ہے گنجائشی — اس میں کچھ نقصاں نہیں سرکار کا

398/9 عشق کا مارا ہے کیا بچنے گا میر
حال ہے بدحال اِس بیمار کا

﴿399﴾

399/1 جو تو ہی صنم ہم سے بیزار ہوگا — تو جینا ہمیں اپنا دشوار ہوگا

399/2 غمِ ہجر رکھے گا بے تاب دل کو — ہمیں کڑھتے کڑھتے کچھ آزار ہوگا

399/3 جو افراطِ اُلفت ہے ایسا تو عاشق — کوئی دن میں برسوں کا بیمار ہوگا

399/4 اچٹتی ملاقات کب تک رہے گی — کبھو تو تہِ دل سے بھی یار ہوگا

399/5 تجھے دیکھ کر لگ گیا دل نہ جانا — کہ اس سنگ دل سے ہمیں پیار ہوگا

399/6 لگا کرنے ہجران سختی سی سختی — خدا جانے کیا آخرِ کار ہوگا

399/7 یہی ہوگا، کیا ہوگا، میر ہی نہ ہوں گے
جو تو ہوگا، بے یار و[2] غم خوار ہوگا

﴿400﴾

400/1 دیر بد عہد وہ جو یار آیا — دور سے دیکھتے ہی پیار آیا

400/2 بے قراری نے مار رکھا ہمیں — اب تو اس کے تئیں قرار آیا

400/3 گردِ رہ[3] اس کی اب اُٹھو نہ اُٹھو — میری آنکھوں ہی پر غبار آیا

400/4 اک خزاں میں نہ طیر بھی بولا — میں چمن میں بہت پکار آیا

---

[1] نسخۂ کالج ص ۱۴۷ اور نول کشور طبع دوم، ص ۴۲۹ میں 'اصرار' ہے، آسی کے یہاں 'اسرار' ہے جو درست ہے۔

[2] نسخۂ کالج و طبع دوم میں 'بے یار و غم خوار' ہے۔ آسی کے یہاں 'بے یار غم خوار' ہے۔

[3] نسخۂ مجلس میں 'راہ' ہے لیکن اختلاف درج نہیں۔

400/5 ہار کر میں تو کاٹتا تھا گلا — وہ قماری گلے کا ہار آیا
400/6 طائرِ عمر کو نظر میں رکھ — غیب سے ہاتھ یہ شکار آیا
400/7 موسم آیا تو نخلِ دار میں میر[1]
سرِ منصور ہی کا بار آیا

﴿401﴾

401/1 زمانہ ہجر کا آسان کیا بسر آیا — ہزار مرتبہ منہ تک مرے جگر آیا
401/2 رہیں جو منتظر آنکھیں غبار لائیں ولے — وہ انتظار کشوں کو نہ ٹک نظر آیا
401/3 ہزار طرح سے آوے گھڑی جدائی میں — ملاپ جس سے ہو ایسا نہ یک ہنر آیا
401/4 ملا جو عشق کے جنگل میں خضر میں نے کہا — کہ خوفِ شیر ہے مخدوم یاں کدھر آیا
401/5 یہ لہر آئی گئی زور کالے پانی تک — محیط اس مرے رونے کو دیکھ تر آیا
401/6 نثار کیا کریں ہم خانماں خراب اسیر — کہ گھر لٹا چکے جب یار اپنے گھر آیا
401/7 نہ روؤں کیوں کر علی الاتصال اُس بن میں — کہ جی کے رندھنے سے جوں ابر دل بھی بھر آیا
401/8 جوان مارے ہیں بے ڈھنگی ہی سے اُن نے بہت — ستم کی مشق کی ، پر خون اُسے نہ کر آیا
401/9 لچک کمر کی جو یاد آوے اس کی بہ آوے
کہ پانی میر کے اشکوں کا تا کمر آیا

﴿402﴾

402/1 ہو کوئی اُس بے وفا دلدار سے کیا آشنا — آشنا رہ برسوں جو اک دم میں ہو نا آشنا
402/2 قدر جانو کچھ ہماری ورنہ پچھتاؤ گے تم — پھر نہیں ملنے کا تم کو کوئی ہم سا آشنا
402/3 باغ کو بے لالہ و گل دیکھ ، کہتے تھے طیور — جھڑ گئے پت جھڑ میں اب کے ہائے کیا کیا آشنا
402/4 اب تو تُو لڑکا نہیں عشق و ہوس میں کر تمیز — آشنا سے فرق ہوتا ہے بہت نا آشنا
402/5 ملتے ملتے منہ چھپانا بھی لطیفہ ہے نیا — آشنائی یا نہ کریے ، ہو جیے یا آشنا
402/6 تھا جنوں کا لطف مجنوں سے سو دنیا سے گیا — مغفرت ہو اس کو وحشی ہم سے بھی تھا آشنا
402/7 اب جو ہاتھ آئے ہیں ہم مت مفت کھو دیجو ہمیں — پھر نہ ہوگا تم کو ایسا کوئی پیدا آشنا
402/8 کیسا ہی پانی ہو اُس کو پیری میں جانا ہے پیر
تھا جوانی میں مگر تو میر دریا[2] آشنا

﴿403﴾

403/1 گئے تھے سیرِ چمن کو اُٹھ کر، گلوں میں ٹک جی لگا نہ اپنا — تلاش[3] جوشِ بہار میں کی ، نگار گلشن میں تھا نہ اپنا
403/2 ملا تو تھا وہ بخواہشِ دل، مزہ بھی پاتے ملے سے لیکن — بھریں جو مستی میں اُس کی آنکھیں، سو ہوش ہم کو رہا نہ اپنا

---

[1] شعر شور انگیز (جلد اول، ص ۶۸۳) میں 'نخل دار پہ میر' درج ہوا ہے۔ آسی، مجلس و دیگر میں 'میں' ہے جو بہتر بھی ہے۔

[2] نسخۂ آسی کے حاشیے میں 'دریا' درج ہوا جب کہ متن میں 'دانا آشنا' ہے۔ اگر چہ 'دانا' کا قافیہ بھی بے معنی تو نہیں لیکن سارا تلازمہ دریا کا ہی ہے اور یوں بھی دریا کے قافیے سے شعر میں معنی بھی بہتر ہوتے ہیں، اس لیے اسی کو شاملِ متن کر لیا ہے۔

[3] نسخۂ مجلس میں ص ۲۰۱ جلد چہارم 'تلاشِ جوش بہار' غلط اضافت لگانے سے مصرع بے معنی ہو کر رہ گیا۔

403/3	جہاں کا دریائے بے کراں تو سراب پایانِ کار نکلا	جو لوگ تہ سے کچھ آشنا تھے انہوں نے لب تر کیا نہ اپنا
403/4	نکالی سرکش نے چال ایسی کہ دیکھ حیرت سے رہ گئے ہم	دلوں میں کیا کیا ہمارے آیا، کریں سو کیا، بس چلا نہ اپنا
403/5	کہے بھی کوئی تو اس سے جس میں سخن کسو کا اثر کرے کچھ	بَکا کیے ہم ہمیشہ ، مانا کسو دن اُن نے کہا نہ اپنا
403/6	نہ ہوش ہم کو، نہ صبر تم کو، نہ شور سر میں ، نہ زور پا میں[1]	جور دویں کس کس کو رودیں اب ہم، وفا میں کیا کیا گیا نہ اپنا
403/7	جہاں میں رہنے کو جی بہت تھا، نہ کر سکے میر کچھ توقف	
	بنا تھی نا پائیدار اِس کی ، اسی سے رہنا بنا نہ اپنا	

﴿404﴾

404/1	پڑا تھا شور جیسا ہر طرف اُس لااُبالی کا	رہا ویسا ہی ہنگامہ مری بھی زار نالی کا
404/2	رہے بدحال صوفی حال کرتے دیر مجلس میں	مغنی سے سنا مصرع جو میرے شعرِ حالی کا
404/3	نظر بھر دیکھتا کوئی تو تم آنکھیں چھپا[2] لیتے	سماں اب یاد ہوگا کب تمھیں وہ خُرد سالی کا
404/4	چمک یاقوت کی چلتی ہے اتنی دُور کاہے کو	اچنبھا ہے نظر بازوں کو ان ہونٹوں کی لالی کا
404/5	پھرے بستی میں رویت کچھ نہیں افلاس سے اپنی	الٰہی ہووے منہ کالا شتاب اس دستِ خالی کا
404/6	دماغ اپنا تو اپنی فکر میں ہی ہو چکا یک سر	خیال اب کس کو ہے اے ہم نشیں نازک خیالی کا
404/7	ذلیل و خوار ہیں ہم آگے خوباں کے ہمیشہ سے	پر یکھا کچھ نہیں ہے ہم کو ان کی جھڑکی گالی کا
404/8	ڈرو ، چونکو جو چسپاں اختلاطی تم سے ہو مجھ کو	تشتّت کیا ہے میری دُور کی اس دیکھا بھالی کا
404/9	نہ پہنچی[3] جو دعائے میر واں تک تو عجب کیا ہے	
	علوِ مرتبہ ہے بس کہ اس درگاہِ عالی کا	

﴿405﴾

405/1	دل جو ناگاہ بے قرار ہوا	اس سے کیا جانوں کیا قرار ہوا
405/2	شب کا پہنا جو دن تلک ہے مگر	ہار اس کے گلے کا ہار ہوا
405/3	گرد سر اس کے جو پھرا میں بہت	رفتہ رفتہ مجھے دوار ہوا
405/4	بسترِ خواب سے جو اس کے اُٹھا	گلِ تر سوکھ سوکھ خار ہوا
405/5	مجھ سے لینے لگے ہیں عبرت لوگ	عاشقی میں یہ اعتبار ہوا
405/6	روز و شب روتے کڑھتے گزرے ہے	اب یہی اپنا روزگار ہوا
405/7	رووَں کیا اپنی سادگی کو[4] میر	
	میں نے جانا کہ مجھ سے یار ہوا	

﴿406﴾

406/1	جس ستم دیدہ کو اس عشق کا آزار ہوا	ایک دو دن ہی میں وہ زار[5] زبوں خوار ہوا

---

[1] نسخۂ مجلس میں 'نہ ہوش ہم کو، نہ صبر دل تم کو چھپا ہے'، 'تم' کا لفظ یہاں سہوِ کتابت ہے کیونکہ اس سے وزن بھی مجروح ہوتا ہے اور معنی بھی۔

[2] نسخۂ آسی اور مجلس میں 'جھپا' سہوِ کتابت ہے، نسخۂ کالج میں 'چھپا' درست ہے۔

[3] نسخۂ آسی میں 'نہ پہنچے' جب کہ مجلس میں 'نہ پہنچی' درج ہوا، اختلاف نسخ مذکور نہیں۔

[4] نسخۂ آسی، عبادت و مجلس میں 'سادگی پر' ہے جب کہ نسخۂ کالج و طبع دوم میں 'سادگی کو' بہتر متن ہے۔

[5] نسخۂ آسی و مجلس میں 'زار و زبوں خوار' جب کہ نسخۂ کالج میں 'زار زبوں خوار' بہتر ہے۔

406/2 روزِ بازار میں عالم کے عجب شے ہے حسن — بک گیا آپ ہی جو اِس کا خریدار ہوا

406/3 دھوپ میں آگے کھڑا اُس کے جَلا کرتا ہوں — چاہ کر اُس کے تئیں میں تو گنہ گار ہوا

406/4 ہوش کچھ جن کے سروں میں تھا شتابی چیتے — حیف صد حیف کہ میں دیر خبردار ہوا

406/5 ہو بخود تو کسو کو ڈھونڈ نکالے کوئی — وہی خود گم ہوا جو اُس کا طلب گار ہوا

406/6 مرغ دل کی ہے رہائی سے مرا دل اب جمع — پُر شکن بالوں میں وہ اُس کے گرفتار ہوا

406/7 پیار کی دیکھی جو چتون کسو کی ، میں جانا — کہ یہ اب سادہ و پُرکار مرا یار ہوا

406/8 تکیہ اس پرجو کیا تھا سو گرا بستر پر — یعنی میں شوق کی افراط سے بیمار ہوا

406/9 کیونکہ سب عمر صعوبت میں کٹی تیری میرؔ
اپنا جینا تو کوئی دن ہمیں دشوار ہوا

﴿407﴾

407/1 آج اُس خوش پُرکار جواں مطلوب حسیں نے لطف کیا — پیر فقیر اِس بے دنداں کو اُن نے دنداں مزد دیا

407/2 آنسو کی بوند آنکھوں سے دونوں اب تو نکلتی ایک نہیں — دل کی تپیدنِ روز و شب نے خوب جگر کا لوہو پیا

407/3 مرتے جیسے صبر کیا تھا ویسی ہی بے صبری کی — ہائے دریغ افسوس کوئی دن اور نہ یہ بیمار جیا

407/4 ہاتھ رکھے رہتا ہوں دل پر برسوں گزرے ہجراں میں
ایک دن اُن نے گلے سے مل کر ہاتھ میں میرا دل نہ لیا

﴿408﴾

408/1 اب یار دوپہر کو کھڑا تک جو یاں رہا — حیرت سے آفتاب جہاں کا تہاں رہا

408/2 جو قافلے گئے تھے انہوں کی اُٹھی بھی گرد — کیا جانیے غبار ہمارا کہاں رہا

408/3 سوکھی پڑی ہیں آنکھیں مری دیر سے جواب — سیلاب اِن ہی رخنوں سے مدت رواں رہا

408/4 اعضا گدازِ عشق سے ایک ایک بہہ گئے — اب کیا رہا ہے مجھ میں جو میں نیم جاں رہا

408/5 منعم کا گھر تمادیِ ایام میں بنا — سو آپ ایک رات ہی واں میہماں رہا

408/6 اُس کے فریبِ لطف پہ مت جا کہ ہم نشیں! — وہ دیر میرے حال پہ بھی مہرباں رہا

408/7 اب در پہ اس کے گھر کے گرا ہوں وگرنہ میں — مدت خرابہ گرد ہی ، بے خانماں رہا

408/8 ہے جان تو جہان ہے ، مشہور ہے مثل — کیا ہے گئے پہ جان کے ، گو پھر جہاں رہا

408/9 ترکِ شراب خانہ ہے پیری میں ورنہ میرؔ
ترسا بچوں ہی میں رہا جب تک جواں رہا

﴿409﴾

409/1 سخن مشتاق ہے عالم ہمارا — بہت عالم کرے گا غم ہمارا

409/2 پڑھیں گے شعر رو رو لوگ بیٹھے — رہے گا دیر تک ماتم ہمارا

409/3 نہیں ہے مرجعِ آدم اگر خاک — کدھر جاتا ہے قدِ خم ہمارا

409/4 زمین و آسماں زیر و زبر ہے — نہیں کم حشر سے اودھم ہمارا

409/5 کسو کے بال درہم دیکھتے میرؔ
ہوا ہے کامِ دل برہم ہمارا

ردیف ب ___ دیوان اوّل

﴿410﴾

410/1 رکھتا ہے ہم سے وعدہ ملنے کا یار ہر شب
سو جاتے ہیں ولیکن بختِ کنار ہر شب

410/2 مدت ہوئی کہ اب تو ہم سے جدا رکھے ہے
اُس آفتاب رُو کو یہ روزگار ہر شب

410/3 دیکھیں ہیں راہ کس کی یا رب! کہ اختروں کی
رہتی ہیں باز آنکھیں چندیں ہزار ہر شب

410/4 دھو کے ترے کسو دن میں جان دے رہوں گا
کرتا ہے ماہ میرے گھر سے گزار ہر شب

410/5 دل کی کدورت اپنی اک شب بیاں ہوئی تھی
رہتا ہے آسماں پر تب سے غبار ہر شب

410/6 کس کے لگا ہے تازہ تیرِ نگاہ اُس کا
اک آہ میرے دل کے[1] ہوتی ہے پار ہر شب

410/7 مجلس میں مَیں نے اپنا سوزِ جگر کہا تھا
روتی ہے شمع تب سے بے اختیار ہر شب

410/8 مایوسِ وصل اُس کے کیا سادہ مردماں ہیں[2]
گزرے ہے میر اُن کو امیدوار ہر شب

﴿411﴾

411/1 اب وہ نہیں کہ آنکھیں تھیں پُر آب روز و شب
ٹپکا کرے ہے آنکھوں سے خوناب روز و شب

411/2 اک وقت رونے کا تھا ہمیں بھی خیال سا
آتے تھے آنکھوں سے چلے سیلاب روز و شب

411/3 اُس کے لیے نہ پھرتے تھے ہم خاک چھانتے
رہتا تھا پاس وہ درِ نایاب روز و شب

411/4 قدرت تو دیکھ عشق کی، مجھ سے ضعیف کو
رکھتا ہے شاد بے خور و بے خواب روز و شب

411/5 سجدہ اُس آستاں کا نہیں یوں ہوا نصیب
رگڑا ہے سر میانۂ محراب روز و شب

411/6 اب رسمِ ربط اُٹھ ہی گئی ورنہ پیش ازیں
بیٹھے ہی رہتے تھے بہم احباب روز و شب

411/7 دل کس کے رُو و مُو سے لگایا ہے میر نے
پاتے ہیں اُس جوان کو بے تاب روز و شب

﴿412﴾

412/1 رویا کیے ہیں غم سے ترے ہم تمام شب
پڑتی رہی ہے زور سے شبنم تمام شب

412/2 رکنے سے دل کے آج بچا ہوں تو اب جیا
چھاتی ہی میں رہا ہے مرا دم تمام شب

412/3 یہ اتصال اشکِ جگر سوز کا کہاں
روتی ہے یوں تو شمع بھی کم کم تمام شب

412/4-5 شکوہ عبث ہے میر کہ کڑھتے ہیں سارے دن
یا دل کا حال رہتا ہے درہم تمام شب (قطعہ)
گزرا کسے جہاں میں خوشی سے تمام روز
کس کی کٹی زمانے میں بے غم تمام شب

---

[1] نسخۂ آسی ص ۵۵، مجلس ص ۲۱۰، جلد اول 'اک آہ میرے دل کی' درج ہوا، یہاں 'کے' کا محل ہے، 'کی' کا نہیں۔ نسخۂ مجلس نے آسی کے یائے معروف مجہول کے اشتباہات کو کسی جگہ درست کر دیا (اکثر حوالے کے بغیر بھی) ہے تو بہت سے مقامات پر برقرار رکھا ہے۔

[2] یہ شعر نول کشور طبع دوم، سوم میں درج نہیں ہوا، البتہ نسخۂ کالج اور آسی کے یہاں موجود ہے۔

﴿413﴾

413/1 ہوتا نہ پائے سرو جو جوئے چمن میں آب — تو کون قمریوں کے چُواتا دہن میں آب

413/2 اس پرلہو کے پیاسے ہیں تیرے لبوں کے رشک — اک نام کو رہی ہے عقیقِ یمن میں آب

413/3 شب سوزِ دل کہا تھا میں مجلس میں شمع سے — روئی ہے یاں تلک کہ بھرا ہے لگن میں آب

413/4 دل لے گیا تھا زیرِ زمیں مَیں بھرا ہوا — آتا ہے ہر مسام سے میرے کفن میں آب

413/5 دریا میں قطرہ قطرہ ہے آبِ گہر کہیں
ہے میر موج زن ترے ہر یک سخن میں آب

﴿414﴾

(قبل از 1752ء)

414/1 کس کی مسجد، کیسے بت خانے، کہاں کے شیخ و شاب — ایک گردش میں تری چشمِ سیہ کی سب خراب

414/2 تو کہاں، اُس کی کمر کیدھر، نہ کریو اضطراب — اے رگِ گل دیکھیو کھاتی ہے جو تو پیچ و تاب

414/3 موند رکھنا چشم کا ہستی میں عینِ[1] دید ہے — کچھ نہیں آتا نظر جب آنکھ کھولے ہے حباب

414/4 تو ہو اور دنیا ہو ساقی، میں ہوں، مستی ہو مدام — پر بطِ صہبا نکالے اُڑ چلے رنگِ شراب

414/5 ہے ملاحت[2] تیرے باعث شور پر تجھ سے نمک — ٹک تو رہ، پیری چلی آتی ہے اے عہدِ شباب

414/6 کب تھی یہ بے جرأتی شایانِ آہوئے حرم — ذبح ہوتا تیغ سے یا آگ میں ہوتا کباب

414/7 کیا ہو رنگِ رفتہ، کیا قاصد ہو جس کو خط دیا — جز جوابِ صاف اُس سے کب کوئی لایا جواب

414/8 وائے اس جینے پر اے مستی کہ دورِ چرخ میں[3] — جامِ مے پر گردش آوے اور مے خانہ خراب

414/9 چوب[4] حرفی بن الف بے میں نہیں پہچانتا — ہوں میں ابجد خواں، شناسائی کو مجھ سے کیا حساب

414/10 مت ڈھلک مژگاں سے اب تو اے سرشکِ آب دار — مفت میں جاتی رہے گی تیری موتی کی سی آب

414/11 کچھ نہیں بحرِ جہاں کی موج پر مت بھول میر
دُور سے دریا نظر آتا ہے لیکن ہے سراب

﴿415﴾

(قبل از 1752ء)

415/1 دیکھ خورشید تجھ کو اے محبوب! — عرق شرم میں گیا ہے ڈوب

415/2 آئی کنعاں میں بادِ مصر، ولے[5] — نہ گئی تا بہ کلبۂ یعقوب

---

[1] نسخۂ آسی و مجلس میں 'عینِ دید' اضافت کسرہ کے ساتھ بھی اگرچہ بامعنی ہے تاہم 'عین دید' بغیر اضافت اس لیے اپنایا کہ کثیر المعنویت کا قرینہ قائم رہے۔

[2] نسخۂ آسی میں 'ملاحت' درست ہے جب کہ نول کشوری طباعتوں، دوم، سوم میں 'ملامت' سہواً درج چلا آتا ہے۔

[3] نسخۂ آسی ص ۵۶، نسخۂ مجلس، جلد اول، ص ۲۱۳-۲۱۴، شعر نمبر ۸ اور ۹ کو قطعہ قرار اور درج فرمایا ہے۔ تمام اغلاط سمیت اس غلطی کو عبادت صاحب کا نسخہ ص ۱۶۷ پر من و عن درج کرتا ہے۔ اسی غزل کے شعر نمبر ۱۰ اور ۱۱ بھی، نسخۂ آسی و عبادت کے نزدیک قطعہ بند ہیں۔ اس مرتبہ اس مغالطے میں مجلس والے اُن کے ہم نوا نہیں، بس خاموش ہیں۔

[4] نسخۂ مجلس میں 'چوبِ حرفی' اضافت کے ساتھ درج ہوا۔ ہمارے نزدیک بلا اضافت زیادہ بہتر ہے۔

[5] نسخۂ آسی اور مجلس و عبادت میں 'آئی کنعاں سے بادِ مصر ولے' درج ہے، جو بالکل بے معنی ہے۔ بادِ مصر کو مصر سے آنا چاہیے نہ کہ کنعان سے۔ 'سے' کو 'میں' سے بدلا جائے تو اس قیاسی تصحیح کے بعد شعر بامعنی ہو جاتا ہے۔

415/3 بن عصا شیخ یک قدم نہ رکھے　　راہ چلتا نہیں یہ خر بے چوب

414/4 اس لیے عشق میں نے چھوڑا تھا[1]　　تو بھی کہنے لگا برا ، کیا خوب!

415/5 پی ہو مے ، تو لہو پیا ہوں میں　　محتسب آنکھوں پر ہے کچھ آشوب

415/6 میر شاعر بھی زور کوئی تھا
دیکھتے ہو نہ بات کا اُسلوب

ردیف ب ____ دیوان دوم

﴿416﴾

416/1 اندوہ سے ہوئی نہ رہائی تمام شب　　مجھ دل زدہ کو نیند نہ آئی تمام شب

416/2 جب میں شروع قصہ کیا آنکھیں کھول دیں　　یعنی تھی مجھ کو چشم نمائی تمام شب

416/3 چشمک چلی گئی تھی ستاروں کی صبح تک　　کی آسماں نے دیدہ درائی[2] تمام شب

416/4 بختِ سیہ نے دیر میں کل یاوری سے کی (س)　　تھی دشمنوں سے اُس کو لڑائی تمام شب

416/5 بیٹھے ہی گزری وعدے کی شب وہ نہ آ پھرا　　ایذا عجب طرح کی اُٹھائی تمام شب

416/6 سناہٹے سے دل سے گزر جائیں ، سو کہاں　　بلبل نے گو کی نالہ سرائی تمام شب

416/7 تارے سے میری پلکوں پہ قطرے سرشک کے
دیتے رہے ہیں میر دکھائی تمام شب

﴿417﴾

417/1 داغ ہوں ، جلتا ہے دل بے طور اب　　دیکھیے کیا گل کھِلے ہے اور اب

417/2 زخمِ دل غائر ہو پہنچا تا جگر　　تم لگے کرنے ہماری غور اب

417/3 شعر پڑھتے پھرتے ہیں سب میر کے
اس قلم رو میں ہے اُن کا دور اب

﴿418﴾

418/1 وہ جو کشش تھی اس کی طرف سے ، کہاں ہے اب　　تیر و کماں ہے ہاتھ میں ، سینہ نشاں ہے اب

418/2 اتنا بھی منہ چھپانا خط آئے پہ ، وجہ کیا　　لڑکا نہیں ہے نامِ خدا تو جواں ہے اب

418/3 پھول اِس چمن کے دیکھتے کیا کیا جھڑے ہیں ہائے　　سیلِ بہار آنکھوں سے میری رواں ہے اب

418/4 جن و مَلک ، زمین و فلک سب نکل گئے　　بارِ گرانِ[3] عشق و دلِ ناتواں ہے اب

---

[1] نسخۂ مجلس جلد اول ص ۲۱۴ پر سوالیہ نشان کی موجودگی مصرع کو صرف استفہامی قرار دینے پر اصرار کر رہی ہے، ہم نے یہ علامت حذف کر دی ہے تا کہ مصرع استفہامی کے علاوہ خبریہ جملے کے طور پر بھی دیکھا جا سکے اور استعجابیہ کے طور پر بھی امکانِ قرأت باقی رہے۔

[2] نسخۂ مجلس جلد دوم ص ۹۶ پر 'دیدہ درائی' کو واضح طور پر 'دیدہ ورائی' لکھا گیا ہے۔ یہ غلطی مجلس کے مرتب نے ہر مقام پر کی ہے۔

[3] 'بارِ گرانِ عشق' نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم کے مطابق درست ہے۔ آسی اور عبادت کے یہاں 'بارِ گران و عشق' غلط ہے۔

418/5 نکلی تھی اُس کی تیغ ، ہوئے خوش نصیب لوگ — گردن جھکائی[1] میں تو سنا یہ ، اماں ہے اب

418/6 زردیِ رنگ ہے غمِ پوشیدہ پر دلیل — دل میں جو کچھ ہے منہ سے ہمارے عیاں ہے اب

418/7 پیش از دمِ سحر مرا رونا لہو کا دیکھ — پھولے ہے جیسے سانجھ ، وہی یاں سماں ہے اب

418/8 نالاں ہوئی کہ یاد ہمیں سب کو دے گئی[2] — گلشن میں عندلیب ہماری زباں ہے اب

418/9 برسوں ہوئے گئے اُسے ، پر بھولتا نہیں
یادش بہ خیر ، میر رہے خوش ، جہاں ہے اب

419

419/1 شبنم سے کچھ نہیں ہے گل و یاسمن میں آب — دیکھ اُس کو بھر بھر آوے ہے سب کے دہن میں آب

419/2 لو سُدھ شتاب فاتحۂ گریہ ناک کی — آیا نہیں ہے دیر سے جوئے چمن میں آب

419/3 سوزش بہت ہو دل میں تو آنسو کو پی نہ جا — کرتا ہے کام آگ کا ایسی جلن میں آب

419/4 تھا گوش زد کہ گوروں[3] میں لگ لگ اُٹھے ہے آگ — یاں دل بھرے ہوئے کے سبب ہے کفن میں آب

419/5 جی ڈوب جائے ، دیکھیں جہاں بھر نظر اِدھر — تم کہتے ہو نہیں مرے چاہِ ذقن میں آب

419/6 لب تشنگانِ عشق کے ہیں کام کے وہ لعل — کیا آب کو جو ہووے عقیقِ یمن میں آب

419/7 تب قیس جنگلوں کے تئیں آگ دے گیا — ہم بھر چلے ہیں رونے سے اب سارے بَن میں آب

419/8 سُن سوزِ دل کو میرے بہت روئی رات شمع — بیرونِ بزم لائے ہیں بھر بھر لگن میں آب

419/9 دیکھو تو کس روانی سے کہتے ہیں شعر میر
دُر سے ہزار چند ہے اُن کے سخن میں آب

420

420/1 جیسا مزاج آگے تھا میرا ، سو کب ہے اب — ہر روز دل کو سوز ہے ، ہر شب تعب ہے اب

420/2 سُدھ کچھ سنبھالتے ہی وہ مغرور ہو گیا — ہر آن بے دماغی و ہر دم غضب ہے اب

420/3 دُوری سے اُس کی آہ عجب حال میں ہیں لوگ — کچھ بھی جو پاس وہ نہ کرے تو عجب ہے اب

420/4 طاقت کہ جس سے تابِ جفا تھی سو ہو چکی — تھوڑی سی کوفت میں بھی بہت سا تعب ہے اب

420/5 دریا چلا ہے آج تو بوس و کنار کا — گر جی چلاوے کوئی دِوانا تو ڈھب ہے اب

420/6 جاں بخشیاں جو پیش تر از خط کیا کیے — اُن ہی لبوں سے خلقِ خدا جاں بہ لب ہے اب

420/7 رنجش کی وجہ آگے تو ہوتی بھی تھی کوئی — روپوش ہم سے یار جو ہے بے سبب ہے اب

420/8 نے چاہ وہ اُسے ہے ، نہ مجھ کو ہے وہ دماغ — جانا مرا اُدھر کو بہ شرطِ طلب ہے اب

---

[1] 'گردن جھکائے' آسی وعبادت ، درست نہیں ہے۔

[2] نسخۂ آسی وعبادت میں مصرع یوں ہے 'نالاں ہوئے کہ یاد ہمیں سب کو دے گئے' ظاہر ہے اس مصرع کا دوسرے مصرع سے کوئی ربط نہیں۔

[3] نسخۂ مجلس کے حاشیے میں رقم ہے کہ '۔۔۔ لیکن گوڑ بہ معنی پاؤں بھی ہوسکتا ہے جس کی جمع گوڑوں ہے'۔ دوسرے مصرع میں 'کفن' کے بعد جو تمام نسخوں میں متفق متن ہے کے بارے میں قیاس آرائی غیر ضروری بلکہ غلط ہے۔

420/9 جاتا ہوں دن کو ملنے تو کہتا ہے دن ہے میر[1]
جو شب کو جایئے تو کہے ہے کہ شب ہے اب

﴿421﴾

421/1 عشاق کے تئیں ہے عجز و نیاز واجب ہے فرضِ عین رونا ، دل کا گداز واجب
421/2 یوں سرفرو نہ لاوے ناداں کوئی وگرنہ رہنا سجود میں ہے جیسے نماز واجب
421/3 ناسازیِ طبیعت ایسی پھر اُس کے اوپر ہے ہر کسو سے مجھ کو ناچار ساز واجب
421/4 لڑکا نہیں رہا تو ، جو کم تمیز ہووے عشق و ہوس میں اب ہے کچھ امتیاز واجب
421/5 صرفہ نہیں ہے مطلق جانِ عزیز کا بھی
اے میر تجھ سے ظالم ہے احتراز واجب

﴿422﴾

422/1 تابوت پر بھی میرے نہ آیا وہ بے نقاب میں اُٹھ گیا ولے نہ اُٹھا بیچ سے حجاب
422/2 اُس آفتابِ حسن کے جلوے کی کس کو تاب آنکھیں اُدھر کیے سے بھر آتا ہے ووں ہی آب
422/3 اس عمرِ برق جلوہ کی فرصت بہت ہے کم جو کام پیش آوے تجھے اُس میں ہو شتاب
422/4 غفلت سے ہے غرور تجھے ورنہ ہے بھی کچھ یاں وہ سماں ہے جیسے کہ دیکھے ہے کوئی خواب
422/5 اس موج خیز دہر نے کس کے اُٹھائے ناز کج بھی ہوا نہ خوب کلہ گوشۂ حباب
422/6 یہ بستیاں اُجڑ کے کہیں بستیاں بھی ہیں دل ہو گیا خراب جہاں ، پھر رہا خراب
422/7 بے تابیاں بھری ہیں مگر کوٹ کوٹ کر خرقے میں جیسے برق ہمارے ہے اضطراب
422/8 ٹک دل کے نسخے ہی کو کیا کر مطالعہ اس درس گہ میں حرف ہمارا ہے اک کتاب
422/9 مجنوں نے ریگِ بادیہ سے دل کے غم گنے ہم کیا کریں کہ غم ہیں ہمارے تو بے حساب
422/10 کاش اُس کے روبرو نہ کریں مجھ کو حشر میں کتنے مرے سوال ہیں جن کا نہیں جواب
422/11 شاید کہ ہم کو بوسہ بہ پیغامِ دست دے پھرتا ہے بیچ میں تو بہت ساغرِ شراب
422/12 ہے ان بھووں میں خال کا نقطہ دلیلِ فہم کی ہے سمجھ کے بیت کسو نے یہ انتخاب
422/13 گزرے ہے میر لوٹتے دن رات آگ میں
ہے سوزِ دل سے زندگی اپنی ہمیں عذاب

﴿423﴾

423/1 جو کہو تم سو ہے بجا صاحب ہم بُرے ہی سہی بھلا صاحب
423/2 سادہ ذہنی میں نکتہ چیں تھے تم اب تو ہیں حرف آشنا صاحب
423/3 نہ دیا رحم ٹک بتوں کے تئیں کیا کیا ہائے یہ خدا صاحب
423/4 بندگی ایک اپنی کیا کم ہے اور کچھ تم سے کہیے کیا صاحب

---

[1] نسخۂ آسی، مجلس و عبادت میں یہ مصرع یوں درج ہے" جاتا ہوں دن کو ملنے تو کہتا ہے دن کو میر"، حالاں کہ اس طرح شعر بے معنی رہتا ہے۔ اس مصرع کے دوسرے حصے کو یوں ہونا چاہیے" کہتا ہے شب کو میر" یا" کہتا ہے دن ہے میر"۔

423/5 مہر افزا ہے منہ تمھارا ہی — کچھ غضب تو نہیں ہوا صاحب

423/6 خط کے پھٹنے کا تم سے کیا شکوہ — اپنے طالع کا یہ لکھا صاحب

423/7 پھر گئیں آنکھیں تم نہ آن پھرے — دیکھا تم کو بھی واہ وا صاحب

423/8 شوقِ رخ ، یادِ لب ، غمِ دیدار — جی میں کیا کیا مرے رہا صاحب

423/9 بھول جانا نہیں غلام کا خوب — یاد خاطر رہے مرا صاحب

423/10 کسو نے سن شعر میر یہ نہ کہا
کہیو پھر ہائے کیا کہا صاحب

﴿424﴾

424/1 عجب صحبت ہے کیونکر صبح اپنی شام کریے اب — جہاں تک آن بیٹھے ہم ، کہا آرام کریے اب

424/2 ہزاروں خواہشِ مردہ نے سر دل سے نکالا ہے — قیامت جی پہ ہے دیدار کو ٹک عام کریے اب

424/3 بلا آشوب تھا گو جان پر آغازِ الفت میں — ہوا سو تو ہوا اندیشۂ انجام کریے اب

424/4 بہت کی یا صنم گوئی ، ہوے مشہور کافر ہم — وظیفہ کوئی دن اپنا خدا کا نام کریے اب

424/5 زبانِ خامہ کے ہلتے[1] ہزاروں اشک گرتے ہیں — حقیقت اپنے دل کی آہ کیا ارقام کریے اب

424/6 کہاں تک کام ناکام اُس جفاجو کے لیے مریے — اگر تلوار ہاتھ آوے تو اپنا کام کریے اب

424/7 فسانہ شاخ در شاخ اُس نہالِ حُسن کے غم کا
کہاں اے میر بے برگ و نوا اتمام کریے اب

﴿425﴾

425/1 برقع میں کیا چھپیں وے ، ہوویں جنھوں کی یہ تاب — رخسار تیرے پیارے ہیں آفتاب مہتاب

425/2 اٹکل[2] ہمیں کو اُن نے آخر ہدف بنایا — ہر چند ہم بلاکش تھے ایک تیر پر تاب

425/3 کچھ قدر میں نہ جانی غفلت سے رفتگاں کی — آنکھیں سی کھل گئیں اب جب صحبتیں ہوئیں خواب

425/4 اَن بَن ہی کے سبب ہیں اُس لالچی سے سارے — یاں ہے فقیریِ محض ، واں چاہیے ہے اسباب

425/5 اُس بحرِ حسن کے تئیں دیکھا ہے آپ[3] میں کیا — جاتا ہے صدقے اپنے جو لحظہ لحظہ گرداب

425/6 اچرج ہے یہ کہ مطلق کوئی نہیں ہے خواہاں — جنسِ وفا اگرچہ ہے گی بہت ہی کم یاب

425/7 تھی چشم یہ ، رُکے گا پلکوں سے گریہ ، لیکن — ہوتی ہے بند کوئی تنکوں سے راہِ سیلاب

425/8-9 تو بھی تو مختلط ہو سبزے میں ہم سے ساقی (قطعہ) — لے کر بغل میں ظالم مینائے بادۂ ناب
نکلی ہیں اب کے کلیاں اس رنگ سے چمن میں — سر جوڑ جوڑ جیسے مل بیٹھتے ہیں احباب

425/10 کیا لعلِ لب کسو کے اے میر چت چڑھے ہیں
چہرے پہ تیرے ہر دم بہتا رہے ہے خوناب

---

[1] نسخۂ آسی میں 'زبانِ خامہ کے ہلتے ہی ہزاروں ۔۔۔' 'ہی' اس مصرع میں فالتو ہے۔ نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں 'ہی' نہیں ہے۔

[2] نسخۂ آسی میں 'ہمیں' کی جگہ حاشیے میں 'سے ہم کو' درج ہوا، جس سے مصرع بہتر ہو جاتا ہے۔

[3] نسخۂ آسی، مجلس و عبادت میں 'آب میں' ہے جب کہ نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم کے علاوہ فاروقی صاحب کے یہاں جلد دوم، ص ۱۰۹ 'آپ میں' (یعنی اپنے اندر) متن ہے۔ موخر الذکر کو قدامت کے ساتھ ساتھ طرزِ ادا کی جدت کے سبب بھی اختیار کیا ہے۔

ردیف ب ____ دیوانِ سوم

﴿426﴾

426/1 ماہِ صیام آیا[1]، ہے قصدِ اعتکاف ، اب
جا بیٹھیں میکدے میں مسجد سے اُٹھ کے صاف اب

426/2 مسلم ہیں رفتہ رُد کے ، کافر ہیں خستہ مُو کے
یہ بیچ سے اُٹھے گا کس طور اختلاف اب

426/3 جو حرف ہیں سو ٹیڑھے خط میں لکھے ہیں شاید
اُس کے مزاج میں ہے کچھ ہم سے انحراف اب

426/4 مجرم ٹھہر گئے ہم پھرنے سے ساتھ تیرے
بہتر ہے جو رکھے تُو اِس سے ہمیں معاف اب

426/5 گو لگ گیا گلے میں ، مت کھینچ تیغ مجھ پر
اپنے گنہ کا مَیں تو کرتا ہوں اعتراف اب

426/6 کیا خاک میں ملا کر اپنے تئیں موا ہے
پیدا ہو گورِ مجنوں تو کیجیے طواف اب

426/7 کھنچتے[2] ہیں جامے خوں میں کن کن کے میر دیکھیں
لگتی ہے سرخ اُس کے دامن کے تئیں سنجاف اب

﴿427﴾

427/1 طاقت تعب کی غم میں تمھارے، نہیں ہے اب
گویا کہ جان جسم میں سارے، نہیں ہے اب

427/2 کل کچھ صبا ہوئی تھی گل افشاں قفس میں بھی
وہ بے کلی تو جان کو بارے نہیں ہے اب

427/3 جیتے تو لاگ پلکوں کی اس کے کہیں گے ہم
کچھ ہوش ہم کو چھڑیوں کے مارے نہیں ہے اب

427/4 زردیِ چہرہ اب تو سفیدی کو کھنچ گئی
وہ رنگ آگے کا سا ، پیارے نہیں ہے اب

427/5 مسکن جہاں تھا دل زدہ مسکیں کا ہم تو واں
کل دیر میر پکارے ، نہیں ہے اب

﴿428﴾

428/1 بولا جو مُو پریشاں آ نکلے میر صاحب
آنا ہوا کہاں سے ، کہیے فقیر صاحب

428/2 ہر لحظہ اک شرارت ، ہر دم ہے یک اشارت
اس عمر میں قیامت تم ہو شریر صاحب

428/3 بندے پہ اب نوازش کیجے تو کیجے ورنہ
کیا لطف ہے جو آئے وقتِ اخیر صاحب

428/4 دل کا اُلجھنا اپنے ایسا نہیں کہ سلجھے
ہیں دام زلف میں ہم اُس کے اسیر صاحب

428/5 فکرِ جگر رہے ہے اُس دم غلام کو بھی
جس دم لگو ہو کرنے تم مشقِ تیر صاحب

﴿429﴾

429/1 دل پر تو چوٹ تھی ہی ، زخمی ہوا جگر سب
ہر دم بھری رہے ہے لوہو سے چشمِ تر سب

429/2 حیف اُس سے حال میرا کہتا نہیں ہے کوئی
نالوں سے شب کے میرے رکھتے تو ہیں خبر سب

---

[1] نول کشور دوم، سوم میں 'ماہِ صیام آیا ہے کر قصد۔۔۔' متن ہے۔ تاہم آسی کے یہاں 'ہے' کی مطابقت مصرع ثانی سے بہتر ہے۔

[2] اگرچہ نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم میں 'کھینچے' بھی درست ہے لیکن آسی کے متن 'کھنچتے' کی مناسبت 'دیکھیں' کے ساتھ زیادہ ہے۔

429/3 بجلی سی اک تجلی آئی تھی آسماں سے — آنکھیں لگا رہے ہیں اہلِ نظر اُدھر سب

429/4 اُس ماہ بن تو اپنی دکھ میں بسر ہوئی تھی — کل رات آ گیا تو ، وہ دکھ گیا بسر سب

429/5-6 کیا فہم ، کیا فراست ، ذوق و بصر سماعت (قطعہ) تاب و توان و طاقت یہ کر گئے سفر سب

منزل کو مرگ کی تھا آخر مجھے پہنچنا — بھیجا ہے میں نے اپنا اسباب پیش تر[1] سب

429/7 دنیا میں حسن و خوبی میر اک عجیب شے ہے
رندان و پارسایاں جس پر رکھیں نظر سب

﴿430﴾

430/1 شیون میں شب کے ٹوٹی زنجیر میرؔ صاحب — اب کیا مرے جنوں کی تدبیر میر صاحب

430/2 ہم سر نہ کھینچتے[2] تو وہ تیغ کھنچ نہ سکتی — اپنا گناہ ، اپنی تقصیر ، میر صاحب

430/3 کھنچتی نہیں کماں اب ہم سے ہوائے گل کی — بادِ سحر لگے ہے جوں تیر میرے صاحب

430/4 کب ہیں جوانی کے سے اشعارِ شور آور — شاید کہ کچھ ہوئے ہیں اب پیر میر صاحب

430/5 تم کس خیال میں ہو، تصویر سے جو چپ ہو
کرتے ہیں لوگ کیا کیا تقریر میر صاحب

﴿431﴾

431/1 سب آتشِ سوزندۂ دل سے ہے جگر آب — بے صرفہ کرے صرف نہ کیوں دیدۂ تر آب

431/2 پھرتی ہے اُڑی ، خاک بھی مشتاق کسو کی — سر مار کے کرتا ہے پہاڑوں میں بسر آب

431/3 کیا کریے، اُسے آگ سا بھڑکایا ہے جن نے — نزدیک تر اب اُس کو کرے عرق مگر آب

431/4 دل میں تو لگی دوں سی، بھریں چشمے سی آنکھیں — کیا اپنے تئیں روؤں اِدھر آگ ، اُدھر آب

431/5 کس طور سے بھر آنکھ کوئی یار کو دیکھے — اُس آتشیں رخسار سے ہوتی ہے نظر آب

431/6 ہم ڈرتے شکر رنجی سے ، کہتے نہیں یہ بھی — خجلت سے ترے ہونٹوں کی ہیں شہد و شکر آب

431/7 کس شکل سے اک رنگ پہ رہنا ہو جہاں کا — رہتی ہیں کوئی صورتیں ، یہ نقش ہیں بر آب

431/8 شعلے جو مرے دل سے اُٹھیں ہیں سو نہ بیٹھیں — برسوں تئیں چھڑکا کرو تم ان پہ اگر آب

431/9 استادہ ہو دریا تو خطرناکی بہت ہے — آ اپنے کھلے بالوں سے زنجیر نہ کر آب

431/10 شب روؤں ہوں ایسا کہ جدھر یار کا گھر ہے[3] — جاتا ہے[4] گلے چھاتی تک اودھر کو اُتر آب

431/11 اِس دشت سے ہو میر ترا کیوں کے گزارا
تا زانو ترے گِل ہے ، تری تا بہ کمر آب

---

[1] نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں 'بیش تر' بھی درست ہے لیکن آسی کے یہاں 'پیش تر' زیادہ مطابق مضمونِ شعر ہے۔
[2] نسخۂ کالج، طبع دوم، سوم میں 'بکھیرتے' سہواً درج ہوا ہے۔
[3] نسخۂ کالج، طبع دوم، سوم میں 'ہے'، آسی کے یہاں 'تھا' سے بہتر ہے۔
[4] نسخۂ آسی اور مجلس میں 'جاتا ہوں' غلطی ہے۔ اسی لیے قیاسی تصحیح کے طور پر 'جاتا ہے' کردیا ہے۔

﴿432﴾

432/1 پڑا ہے فرق خورد[1] و خواب میں اب رہا ہے کیا دلِ بے تاب میں اب
432/2 جنوں میں اب کے نے دامن ہے، نے جیب کمی آئی بہت اسباب میں اب
432/3 ہوا ہے خواب ملنا اُس سے شب کا کبھو آتا ہے وہ مہ خواب میں اب
432/4 گدائی لی ہے میں نے اُس کے در کی کہے کیا، دیکھوں، میرے باب میں اب
432/5 گلے لگنے بِن اُس کے اتنا روئے کہ ہم ہیں گے گلے تک آب میں اب
432/6 کہاں بل کھائے بال اُس کے، کہاں یہ عبث سنبل ہے پیچ و تاب میں اب
432/7 بلا چرچا ہے میرے عشق کا میر
یہی ہے ذکر شیخ و شاب میں اب

ردیف ب____دیوان چہارم

﴿433﴾

433/1 ہوا جو دل خوں، خرابی آئی، ہر ایک اعضا میں ہے فتور اب
حواس گم ہیں، دماغ گم ہے، رہا سہا بھی گیا شعور اب
433/2 مریں گے غائب ہزار یوں تو نظر میں ہرگز نہ لاوے گا تو
کریں گے ضائع ہم آپ ہی کو بتنگ ہو کر ترے حضور اب
433/3 وجوب و امکاں میں کیا ہے نسبت کہ میر بندے کا پیشِ صاحب
نہیں ہے ہونا ضرور کچھ تو مجھے بھی ہونا ہے کیا ضرور اب

﴿434﴾

434/1 کیا گئی جان و دل سے تاب شتاب آنسو آتے ہیں اب شتاب شتاب
434/2 ہیں گی وے پلکیں اور کئی رخنے حالِ دل ہو گیا خراب شتاب
434/3 یوں صبا بھی سبک نہیں جاتی جوں گیا موسمِ شباب شتاب
434/4 پیر ہو کر ہوا ہوں یوں غافل جیسے لڑکوں کو آوے خواب شتاب
434/5 مرتے ہیں ہو جوابِ نامہ وہی آوے خط کا اگر جواب شتاب
434/6 مہربانی تو دیر میں ہے کبھو ہے دل آزاری و عتاب شتاب
434/7 یاں قدم چاہیے رکھیں گن کر
میر لے ہے کوئی حساب شتاب

[1] نسخۂ آسی اور طبع دوم میں 'خور و خواب' درست نہیں۔ نسخۂ کالج 'خورد و خواب' درست ہے۔

﴿435﴾

435/1 بیگار بھی درکار ہیں سرکار میں صاحب — آتے ہیں کبھے ہم کبھی بیگار میں صاحب

435/2 محروم نہ رہ جائیں کہیں بعدِ فنا بھی — شبہہ ہے ہمیں یار کے دیدار میں صاحب

435/3 لیتی ہے ہوا رنگ سراپا سے تمہارے — معلوم نہیں[1] ہوتے ہو گل زار میں صاحب

435/4 رہتا تھا سر زلف بھی زیرِ کُلہ آگے — سو بال اُڑس[2] نکلے ہیں دستار میں صاحب

435/5 ہے چار طرف شور مری بے خبری کا — کیا کیا خبریں آتی ہیں اخبار میں صاحب

435/6 گو فہم نہ ہو کفر کی اسلام کی نسبت — رشتہ ہے عجب سبحہ و زنار میں صاحب

435/7 یا گفتگو کا میری نہ کرتے تھے کبھو ذکر — یا ہر سخن اب آوے ہے تکرار میں صاحب

435/8 طالع سے زلیخا نے لیا مصر میں یوسف — کب ایسا غلام آوے ہے بازار میں صاحب

435/9 رکھتی ہے لکھا ساتھ، مٹا دینے کا میرے — جوہر نہیں ہے آپ کی تلوار میں صاحب

435/10 یہ عرض مری یاد رہے بندگی میں میرؔ — جی بچتے نہیں عشق کے اظہار میں صاحب

﴿436﴾

436/1 درد سر کا پہر پہر ہے اب — زندگانی ہی[3] دردِ سر ہے اب

436/2 وہ دماغِ ضعیف ہی نہ رہا — بے دماغی ہی بیشتر ہے اب

436/3 کیا ہمیں، ہم تو ہو چلے ٹھنڈے — گرم گو یار کی خبر ہے اب

436/4 کیا کہیں حال خاطر آشفتہ[4] — دل خدا جانیے کدھر ہے اب

436/5 عزلتی میرؔ جوں صبا اُس بن — خاک برسر ہے، دربدر ہے اب

﴿437﴾

437/1 جوش رونے کا مجھے آیا ہے اب — دیدۂ تر ابر سا چھایا اب

437/2 ٹیڑھے بانکے سیدھے سب ہو جائیں گے — اُس کے بالوں نے[5] بھی بل کھایا ہے اب

437/3 ہوں بہ خود تو کوئی پہنچے مجھ تلک — بے خودی نے حال پہنچایا ہے اب

437/4 کاش کے ہو جائے سینہ چاک چاک — رُکتے رُکتے جی بھی گھبرایا ہے اب

---

[1] 'معلوم نہیں' کی آسی صاحب نے حاشیے میں یہ اصلاح دی 'معلوم ہمیں'، بدمذاقی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

[2] آسی صاحب کے یہاں 'اُرس' درج ہوا۔

[3] آسی کی املا یائے معروف و مجہول کے حوالے سے نہایت مغالطہ انگیز ہے۔ اس شعر میں 'زندگانی ہے' درج ہوا ہے۔ اس سے اگلے شعر میں 'بے دماغی ہی' درست درج ہوا۔

[4] نسخۂ مجلس جلد سوم، ص ۲۷۲: 'کیا کہیں حالِ خاطر آشفتہ' حالاں کہ اگر حال کو با اضافت لکھا جائے تو خاطر بھی زیر کسرہ کے ساتھ ہونا چاہیے 'حالِ خاطرِ آشفتہ'۔ تاہم 'خاطر آشفتہ' (اسمیہ) زیادہ بہتر لگتا ہے۔

[5] کلیاتِ آسی ص ۱۷۴ میں 'بالوں بھی' کے درمیان 'نے' درج نہیں ہوا۔ مرتب نسخۂ مجلس نے ختلاف مذکور نہیں کیا۔

437/5 راہ پر وہ کیوں کہ[1] آوے مستِ ناز — دشمنوں نے اُس کو بہکایا ہے اب

437/6 کیا جیں گے، داغ ہو کر خوں ہوا — زندگی کا دل جو سرمایا ہے اب

437/7 میر شاید کعبے ہی میں رہ پڑے
دیر سے تو یاں خدا لایا ہے اب

﴿438﴾

438/1 کیا کریں تدبیر، دل مقدور سے باہر ہے اب — نا اُمید اِس زندگانی کرنے سے اکثر ہے اب

438/2 جن دنوں ہم کافروں سے ربط تھا وے ہو چکے — وہ بتِ بے مہر اپنی اور سے پتھر ہے اب

438/3 دُور تک رسوا ہوا ہوں شہروں شہروں ملک ملک — میرے شعر و شاعری کا تذکرہ گھر گھر ہے اب

438/4 وہ طبیعت ہی نہیں ہے میری اے مشفق طبیب — کر دوا جو طبع میں آوے ترے بہتر ہے اب

438/5 بے خود اُس مستِ ادا و ناز بن رہتے ہیں ہم — عالم اپنا دیکھیے تو عالمِ دیگر ہے اب

438/6 وہ سپاہی پیشہ لوگوں ہی میں رہتا ہے کھڑا — گرد و پیش[2] اُس دشمنِ احباب کے لشکر ہے اب

438/7 گفتگو انسان سے محشر میں ہے یعنی کہ میر
سارا ہنگامہ قیامت کا مرے سر پر ہے اب

﴿439﴾

439/1 خلاف وعدہ بہت ہوئے ہو، کوئی تو وعدہ وفا کرو اب — ملا کے آنکھیں دروغ کہنا کہاں تلک، کچھ حیا کرو اب

439/2 خیال رکھیے نہ سرکشی کا، سنو ہو صاحب کہ پیری آئی — خمیدہ قامت بہت ہوا ہے، جھکائے ہی سر رہا کرو اب

439/3 کہاں ہے طاقت جو میر کا دل سب ان بلاؤں کی تاب لاوے
کرشمے غمزے کو ناز سے ٹک ہماری خاطر جدا کرو اب

﴿440﴾

440/1 یار میرا بہت ہے یار فریب — مکر سے عہد سب قرار فریب

440/2 راہ رکھتے ہیں اُس کے دام سے صید — ہے بلا کوئی وہ شکار فریب

440/3 عہدے سے نکلیں کس طرح عاشق — اک ادا اُس کی ہے، ہزار فریب

440/4 التفاتِ زمانہ پر مت جا
میر دیتا ہے روزگار فریب

﴿441﴾

441/1 کوئی اپنا نہ یار ہے، نہ حبیب — اُس ستم گر کے ہم ہیں شہر غریب

441/2 سر رگڑتے اُس آستاں پر میر
یاری کرتے اگر ہمارے نصیب

---

[1] کلیاتِ مجلس جلد سوم، ص ۲۷۶ 'کیوں کے' درج ہے، بجائے 'کیوں کہ'۔

[2] نسخۂ آسی میں (ص ۲۷۴) 'گرد و پیش' کتابت ہوئی ہے۔

ردیف ب ــــــ دیوان پنجم

﴿442﴾

442/1 کب سے صحبت بگڑی[1] سی ہے کیوں کر کوئی بناوے اب — ناز و نیاز کا جھگڑا ایسا، کس کے کہنے لے جاوے اب

442/2 سو چتے آتے ہیں جی میں، پگڑی پر گل رکھے سے[2] — کس کو دماغ رہا ہے اُس کے جو حرفِ خشن اٹھاوے اب

442/3 تیغ بلند ہوئی ہے اُس کی، قسمت ہوں گے زخمِ رسا — مرد اگر ہے صید حرم تو کوئی جراحت کھاوے اب

442/4 داغ سر و سینے کے میرے حسرت آگیں چشم ہوئے — دیکھیں کیا کیا عشقِ ستم کش، ہم لوگوں کو دکھاوے اب

442/5 دم دو دم گھبراہٹ ہو تو ہو سکتا ہے تدارک بھی — جی کی چال سے پیدا ہے سوکوئی[3] گھڑی میں جاوے اب

442/6 دل کے داغ بھی گل ہیں لیکن دل کی تسلی ہوتی نہیں — کاش کے دو[4] گل برگ اُدھر سے باؤ اُڑا کر لاوے اب

442/7 اُس کی کفک کی پامالی میں دل جو گیا تھا شاید میر
یار اِدھر ہو مائل ٹک تو وہ رفتہ ہاتھ آوے اب

﴿443﴾

443/1 دل خوں ہوا تھا یکسر پانی ہوا جگر سب — خوں بستہ رہتیاں تھیں پلکیں سواب ہیں تُو سب

443/2 یا رب کدھر گئے وے جو آدمی روش تھے — اوجڑ دکھائی دے ہیں شہر و دہ و نگر سب

443/3 حرف و سخن سے مطلق یاں گفتگو نہیں ہے — پیادے ، سوار ہم کو آئے نظر نفر سب

443/4 عالم کے لوگوں کا ہے تصویر کا سا عالم — ظاہر کھلی ہیں آنکھیں لیکن ہیں بے خبر سب

443/5 میر اِس خرابے میں کیا آباد ہووے کوئی
دیوار و در گرے ہیں ویراں پڑے ہیں گھر سب

﴿444﴾

444/1 عشق و جنوں کی کیا اب تدبیر ہے مناسب — زنجیر ہے مناسب ، شمشیر ہے مناسب

444/2 دوریِ شعلہ خویاں آخر جلا رکھے گی — صحبت جو ایسی ہووے در گیر ہے مناسب

444/3 جلدی نہ قتل میں کر پچھتاوے گا بہت تو — خوں ریزی میں ہماری تاخیر ہے مناسب

444/4 رسوائے شہر ہونا عزت ہے عاشقی میں — احوال کی ہمارے تشہیر ہے مناسب

444/5 دل کی خرابی کے تو درپے ہے اے صنم کیوں[5] — اِس خانۂ خدا کی تعمیر ہے مناسب

---

[1] شعر شور انگیز جلد دوم، ص۱۲۳ 'بگڑی رہی ہے' درج ہوا۔ ہم نے آسی کے متن 'بگڑی سی ہے' کو برقرار رکھا ہے۔

[2] نسخۂ آسی، مجلس اور عبادت میں اس مصرع میں دو بڑی اغلاط ہیں۔ سو چتے بمعنی سوفکریں، سوخیال کو انہوں نے 'سوچتے' سمجھا اور درج کیا اور 'پر پگڑی پر گل رکھے سے'، اس میں پہلا 'پر' نہایت بے پر یعنی غیر ضروری ہے۔

[3] نسخۂ آسی اور نول کشور طبع دوم میں 'سوتین گھڑی' غلط ہے، نسخۂ کالج کا متن 'سوکوئی گھڑی' درست ہے۔ نسخۂ مجلس میں بھی آسی کی غلطی کا اعادہ کیا گیا ہے۔

[4] نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں 'دو' درست ہے جب کہ آسی و مجلس میں 'وہ' غلط۔ نسخۂ مجلس میں اسی مصرع میں 'باد' ہے جب کہ (شاید) آسی کے یہاں 'باؤ' ہے۔ شعر شور انگیز میں 'باؤ' ہی ہے۔

[5] نول کشور دوم اور آسی کے یہاں 'اے صنم تو' ہے جب کہ نسخۂ کالج میں 'اے صنم کیوں' بہت بہتر متن ہے۔

444/6 شب اُس کو میں نے دیکھا سوتے بغل میں اپنی — اس خواب کی نہ کرنی تعبیر ہے مناسب
444/7 رحم آشنا کسو کو اس بستی میں نہ پایا — اسلامیوں کی یاں کے تکفیر ہے مناسب
444/8 ہے سرگزشت اپنی نہ نوشتنی ہی بہتر — گزری سو گزری کیا اب تحریر ہے مناسب
444/9 دنیا میں کوئی پھر پھر آیا نہیں ہے صاحب
اک بار تم کو مرنا اے[1] میر! ہے مناسب

﴿445﴾

445/1 تاب عشق نہیں ہے دل کو، جی بھی بے طاقت ہے اب — یعنی سفر ہے دور کا آگے اور اپنی رخصت ہے اب
445/2 وصل میں کیا کیا صحبتیں رنگیں، کس کس عیش میں دن گزرے — تنہا بیٹھ رہے ہیں یک سو، ہجر میں یہ صحبت ہے اب
445/3 جب سے بنائے صبح ہستی دو دم پر یاں ٹھہرائی[2] — کیا کیا کریے اس مہلت میں کچھ بھی ہمیں فرصت ہے اب
445/4 چور اُچکے، سکھ، مرہٹے، شاہ و گدا زر خواہاں ہیں — چین سے[3] ہیں جو کچھ نہیں رکھتے، فقر بھی اک دولت ہے اب
445/5 پاؤں پہ سر رکھنے کی مجھ کو رخصت دی تھی میر اُن نے
کیا پوچھو ہو سر پر میرے منّت سی منّت ہے اب

﴿446﴾

446/1 سادے جتنے نظر آتے ہیں دیکھو تو عیار ہیں سب — زرد و زار و زبوں جو ہم ہیں، چاہت کے بیمار ہیں سب
446/2 سیل سے ہلکے عاشق ہوویں تو جوش و خروش بھریں آویں — تہ پائی نہیں جاتی اُن کی، دریا سے تہ دار ہیں سب
446/3 ایک پریشاں طرفہ جماعت دیکھی چاہنے والوں کی — جینے کے وہ[4] خواہاں نہیں ہیں، مرنے کو تیار ہیں سب
446/4 کیا کیا خواہشیں بے کس، بے بس مشتاق اُس سے رکھتے ہیں — لیکن دیکھ کے رہ جاتے ہیں، چپکے سے ناچار ہیں سب
446/5 عشق جنھوں کا پیشہ ہووے سیکڑوں ہوں تو ایک ہی ہیں
کوہ کن و مجنون و وامق میر ہمارے یار ہیں سب

﴿447﴾

447/1 کاوش سے ان پلکوں کی رہتی ہے خلش جگر میں اب — سیدھی نظر جو اُس کی نہیں ہے یاس ہے اپنی نظر میں اب
447/2 موسم گل کا شاید آیا، داغ جنوں کے سیاہ ہوئے — دل کھنچتا ہے جانبِ صحرا، جی نہیں لگتا گھر میں اب
447/3 نقش نہیں پانی میں اُبھرتا یہ تو کوئی اچنبھا ہے — صورتِ خوب اُس کی ہے پھرتی، اکثر چشمِ تر میں اب
447/4 ایک جگہ پر جیسے بھنور ہیں لیکن چکر رہتا ہے — یعنی وطن دریا[5] ہے اِس میں چار طرف ہیں سفر میں اب

---

[1] نسخۂ آسی ومجلس میں 'ہی میر' سے نسخۂ کالج اور طبع دوم کا 'اے میر' بہتر متن ہے۔
[2] نسخۂ آسی میں 'ٹھہرا ہے' جس کا اتباع مجلس اور عبادت کے کلیات میں بھی ہوا، درست نہیں، نسخۂ کالج میں 'ٹھہرائی' درست ہے۔ فاروقی صاحب یہاں بھی یہی متن درج ہوا ہے۔
[3] نسخۂ آسی ومجلس وعبادت میں 'چین میں ہیں' جب کہ نسخۂ کالج اور فاروقی صاحب کے انتخاب میں 'چین سے ہیں' درج ہے، اسی مصرع میں 'اک' سے بہتر 'فقر بھی اک' ہے۔
[4] نسخۂ آسی میں 'وہ' شاملِ متن نہیں، البتہ 'خواہاں' کو 'خواہان' لکھ کر وزن پورا کر دیا ہے۔
[5] نسخۂ مجلس ص ۳۵، 'دریا' کی کتابت 'دیا' ہوئی ہے۔

447/5 حسرت نے ملنے کی آیا میر تمہارا خون پیا
تیغ و تبر اُس ترک بچے ظالم کی نہیں ہے کمر میں اب

﴿448﴾

448/1 باہم ہوئی ہے ترک ملاقات کیا سبب — اب کم بہت ہے ہم پہ عنایات کیا سبب
448/2 ہم تو تمہارے حسن کی حیرت سے ہیں خموش — تم ہم سے کوئی کرتے نہیں بات کیا سبب
448/3 ہم تیرہ روز آپ سے تم بن ، سحر گئے — آئے نہ تم ہمارے گئے رات کیا سبب
448/4 اُس کی نگاہِ مست تو اودھر نہیں پڑی — مسجد جو ہو گئی ہے خرابات ، کیا سبب
448/5 تھا مرتبہ ہمیشہ سگِ یار کا بلند
ہے میر سے سلوکِ مساوات کیا سبب

﴿449﴾

449/1 دل سے گئے بے کس کہلائے ، ایسا کہاں ہمدم ہے اب — کون ایسے محرومِ غمیں کا ہم راز و محرم ہے اب
449/2 سینہ زنی سے غم زدگی ہے ، سر دھننا ہے ، رونا ہے — دل جو ہمارا خون ہوا ہے اس سے بلا ماتم ہے اب
449/3 سُن کے حال کسو کے دل کا رونا ہی مجھ کو آتا تھا — یعنی کبھو جو کڑھتا تھا میں ، وہ رونا ہر دم ہے اب
449/4 زردیِ چہرہ ، تن کی نزاری ، بیماری پھر جاہت ہے — دل میں غم ہے ، مژگاں نم ہیں ، حال بہت درہم ہے اب
449/5 دیکھیں دن کٹتے ہیں کیوں کر ، راتیں کیوں کہ[1] گزرتی ہیں — بے تابی ہے زیادہ زیادہ ، صبر بہت کم کم ہے اب
449/6 عشق ہمارا آہ نہ پوچھو کیا کیا رنگ بدلتا ہے — خون ہوا دل ، داغ ہوا پھر ، درد ہوا ، پھر غم ہے اب
449/7 ملنے والو ! پھر ملیے گا ، ہے وہ عالمِ دیگر میں
میر فقیر کو سکر ہے یعنی مستی کا عالم ہے اب

ردیف ب ــــــ دیوان ششم

﴿450﴾

450/1 ہے عشق میں جو حال بتر تو ہے کیا عجب — مر جائے کوئی خستہ جگر تو ہے کیا عجب
450/2 لے جا کے نامے کتنے کبوتر ہوئے ہیں ذبح — اُڑتی سی ہم کو آوے خبر تو ہے کیا عجب
450/3 شب ہائے تار و تیرہ زمانے میں دن ہوئیں — شب ہجر کی بھی ہووے سحر تو ہے کیا عجب
450/4 جیسے ہے رخنہ رخنہ یہ چرخِ اثیر سب — اِس آہ کا ہو اس میں اثر تو ہے کیا عجب
450/5 جاتی ہے چشمِ شوق کسو کی ہزار جا — آوے اِدھر بھی اُس کی نظر تو ہے کیا عجب
450/6 لغزش ملک سے ہووے لچک اُس کمر کی دیکھ — عاشق سے جو بندھے نہ کمر تو ہے کیا عجب (شاعر)
450/7 ترکِ وطن کیا ہے عزیزوں نے چاہ میں — کر جائے کوئی رفتہ سفر تو ہے کیا عجب

---

[1] نسخۂ آسی میں کیونکر (دونوں مرتبہ) ہے جب کہ مجلس کے یہاں 'کیوں کے' درج ہوا ہے۔

450/8 برسوں سے ہاتھ مارتے ہیں سر پہ اُس بغیر — ہووے بھی ہم سے دست بسر تو ہے کیا عجب

450/9 معلوم سودمندیِ عشاق ، عشق میں — پہنچے ہے اُس سے ہم کو ضرر تو ہے کیا عجب

450/10 گھر بار میں لُٹا کے گیا گھر سے بھی نکل — اب آوے وہ کبھو مرے گھر تو ہے کیا عجب

450/11 ملتی نہیں ہے آنکھ اُس آئینہ رو کی میر
وہ دل جو لے کے جاوے مکر تو ہے کیا عجب

﴿451﴾

451/1 آیا ہے شیب سر پہ ، گیا ہے شباب اب — کرنا جو کچھ ہو تم کو سو کر لو شتاب اب

451/2 بگڑا بنا ہوں عشق سے سو بار عاقبت — پایا قرار یہ کہ رہوں میں خراب اب

451/3 خوں ریزی عاشقوں کی ہے ظالم اگر ثواب — تو تو ہوا ہے تجھ کو بہت سا ثواب اب

451/4 بھڑکی دروں میں آتشِ سوزندۂ عشق کی — دل رہ گیا ہے پہلو میں ہو کر کباب اب

451/5 ہوں اُس بہشتی رُو سے جدا میں جحیم میں — رہتا ہے میری خاک کو ہر دم عذاب اب

451/6 قاصد جو آیا چپ ہے ، نشاں خط کا کچھ نہیں — دیکھیں جو لاوے باد کوئی کیا جواب اب

451/7 کیا رنج و غم کو آگے ترے میں کروں شمار — یاں خود حسابی میری تو ہے بے حساب اب

451/8 جھپکی ہیں آنکھیں اور جھکی آتی ہیں بہت — نزدیک شاید آیا ہے ہنگامِ خواب اب

451/9 آرام کریے میری کہانی بھی ہو چکی — کرنے لگو گے ورنہ عتاب و خطاب اب

451/10 جانا سبھوں نے یہ کہ تو معشوقِ میر ہے
خلع العذار سے یہ کیا ہے حجاب اب

﴿452﴾

452/1 منہ دھوتے اُس کے آتا تو ہے اکثر آفتاب — کھاوے گا آفتابہ کوئی خود سر آفتاب

452/2 سر صدقے تیرے ہونے کی خاطر بہت ہے گرم — مارا کرے ہے شام و سحر چکر آفتاب

452/3 ہر خانہ کیوں نہ صبح جہاں میں ہو پُر فروغ — پھرتا ہے جھانکتا اُسی کو گھر گھر آفتاب

452/4 تجرید کا فراغ[1] ہے اک دولتِ عظیم — بھاگے جو اپنے سائے سے بھی خوشتر آفتاب

452/5 نازک مزاج ہے تو کہیں گھر سے مت نکل — ہوتا ہے دوپہر کے تئیں سر پر آفتاب

452/6 پیدا ہے روز[2] مشرقِ نو کی نمود سے — نکلے ہے کوئے یار سے بچ بچ کر آفتاب

452/7 ہو پست اُس کے نور کا زیرِ زمیں گیا — ہر چند سب ستاروں سے تھا برتر آفتاب

452/8 اس رُخ کی روشنی میں نہ معلوم کچھ ہوا — مہ گم کدھر ہوا ہے ، گیا کیدھر آفتاب

452/9 کس زور کش کی قوسِ قزح ہے کمان پاک[3] — جس کی اُٹھا سکا نہ کبھو سیسر آفتاب

452/10 روشن ہے یہ کہ خوف ہے اُس غصہ ور کا میر
نکلے ہے صبح کانپتا جو تھر تھر آفتاب

---

۱ 'فراغ' کی کتابت نسخۂ مجلس میں 'فراع' ہوئی ہے۔

۲ نسخۂ آسی میں 'زور' غلط جب کہ نسخۂ کالج ص ۲۱۷ پر 'روز' درست ہے۔

۳ نسخۂ آسی میں 'کمان پاک' نسخۂ کالج میں 'کمان تاک' نول کشور دوم میں 'کماں تلک' مندرج ہیں۔

﴿453﴾

453/1 آئنہ سا جو کوئی یاں آشنا صورت ہے اب
بے مروّت اِس زمانے میں ہمہ حیرت ہے اب

453/2 کیا کوئی یاری کسو سے کر کے ہووے شادکام
دوستی ہے دشمنی ، الفت نہیں کلفت ہے اب

453/3 چاہتا ہے درد دل گر[1] ناکسوں سے دل ، دماغ
سو دماغ اپنا ضعیف اور قلب بے طاقت ہے اب

453/4 کیوں کہ دنیا دنیا رسوائی مری موقوف ہو
عالم عالم مجھ پہ اُس کے عشق کی تہمت ہے اب

453/5 اشک نومیدانہ پھرتے ہیں مری آنکھوں کے بیچ
میرؔ یہ دے ہے دکھائی ، جان کی رخصت ہے اب

﴿454﴾

454/1 مارے ہی ڈالے ہے جس کا زندگی میں اضطراب
ساتھ میرے دل گڑا تو آچکا مرنے کا خواب

454/2 ٹک ٹھہرتا بھی تو کہتے ، تھا کسو بجلی کی تاب
یا کہ نکہت گل کی تھا ، آیا گیا عہدِ شباب

454/3 کی نمازِ صبح کو کھو کر نماز اشراق کی
ہو گیا مجھ پر ستم اُچٹا نہ ٹک مستی میں خواب

454/4 دیکھنا منہ یار کا اس وجہ سے ہوتا نہیں
یا الٰہی دے زمانے سے اُٹھا رسمِ نقاب

454/5 ضعف ہے اُس کے مرض اور اس کے غم سے الغرض
دل بدن میں آدمی کے ایک ہے خانہ خراب

454/6 یار میں ، ہم میں پڑا پردہ جو ہے ہستی[2] ہے یہ
بیچ سے اُٹھ جائے تو ہووے ابھی رفعِ حجاب

454/7 صورتِ دیوار سے مدت کھڑے در پر رہے
پر کبھو صحبت میں اُس کی ہم ہوئے نہ باریاب

454/8 مے سے توبہ کرنی ہی معقول اگر ہم جانتے
ہم پہ شیخ شہر برسوں سے کرے ہے احتساب

454/9 جمع تھے خوباں بہت لیکن پسند اُس کو کیا
کیا غلط میں نے کیا اے میرؔ وقتِ انتخاب

﴿455﴾

455/1 اُس مغل زا سے نبھی ہر بات کی تکرار خوب
بدزبانی بھی کی اُن نے تو کہا بسیار خوب

455/2 لگ نہیں پڑتے ہیں لے کے ہاتھ میں شمشیر تیز
بے کسوں کے قتل میں اتنا نہیں اصرار خوب

455/3 آخر اِن خوباں نے عاشق جان کر مارا مجھے
چاہ کا اپنی نہ کرنا اِن سے تھا اظہار خوب

455/4 آج کل سے مجھ کو بے تابی و بدحالی ہے کیا
مجھ مریضِ عشق کے کب سے نہ تھے آثار خوب

455/5 کیا کریمی اُس کی کہیے جنت در بستہ دی
ورنہ مفلس غم زدوں کے کچھ نہ تھے کردار خوب

455/6 مخترع جور و ستم میں بھی ہوا وہ نوجواں
ظلم تب کرتا ہے جب ہو کوئی منت دار خوب

455/7 دہر میں پستی بلندی برسوں تک دیکھی ہے میں
جب لٹا پامالی سے میں تب ہوا ہموار خوب

455/8 کیا کسو سے آشنائی کی رکھے کوئی اُمید
کم پہنچتا ہے بہم دنیا میں یارو! یار خوب

455/9 کہتے تھے اگلے کے سے اے میرؔ مت کھا پیچ و تاب
آخر اُس کوچے میں جا کھائی نہ تو نے مار خوب

---

[1] نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں 'کر' ہے، آسی کے یہاں 'گر' شاید بہتر ہے۔
[2] نسخۂ آسی ص ۶۳۷، میں 'ہستی' درج ہے اور یہی درست بھی ہے، نسخۂ مجلس جلد چہارم، ص۲۰۹ پر 'پستی' درج ہے۔
[3] نسخۂ کالج میں 'نبھی' سہواً 'نتھی' درج ہوا ہے۔

ردیف ت ــــــ دیوانِ اوّل

﴿456﴾

456/1 روزانہ ملوں یار سے، یا شب ہو ملاقات — کیا فکر کروں میں کہ کسو ڈھب ہو ملاقات

456/2 نے بخت کی یاری ہے، نہ کچھ جذب ہے کامل — وہ آپھی ملے تو ملے پھر جب ہو ملاقات

456/3 دوری میں کروں نالہ و فریاد کہاں تک — اک بار تو اُس شوخ سے یا رب! ہو ملاقات

456/4 جاتی ہے غشی بھی کبھو، آتے ہیں بہ خود بھی — کچھ لطف اُٹھے بارے اگر اب ہو ملاقات

456/5 وحشت ہے بہت میرؔ کو مل آیئے چل کر
کیا جانیے پھر یاں سے گئے کب ہو ملاقات

﴿457﴾

457/1 سب ہوئے نادم پئے تدبیر ہو، جاناں سمیت — تیر تو نکلا مرے سینے سے لیکن جاں سمیت

457/2 تنگ ہو جاوے گا عرصہ خفتگانِ خاک پر — گر ہمیں زیرِ زمیں سونپا دلِ نالاں سمیت

457/3 باغ کر دکھلائیں گے دامانِ دشتِ حشر کو — ہم بھی واں آئے اگر مژگانِ خوں افشاں سمیت

457/4 قیس و فرہاد اور وامق عاقبت جی سے گئے — سب کو مارا عشق نے، مجھ خانماں ویراں سمیت

457/5 اُٹھ گیا پردہ نصیحت گر کے لگ پڑنے سے میرؔ
پھاڑ ڈالا میں گریباں رات کو داماں سمیت

﴿458﴾

458/1 پلکوں پہ تھے پارۂ جگر رات — ہم آنکھوں میں لے گئے بسر رات

458/2 اک دن تو وفا بھی کرتے وعدہ — گزری ہے امیدوار ہر رات

458/3 مکھڑے سے اُٹھائیں اُن نے زلفیں — جانا بھی نہ ہم، گئی کدھر رات

458/4 تو پاس نہیں ہوا تو روتے — رہ رہ گئی ہے پہر پہر رات

458/5 کیا دن تھے کہ خون تھا جگر میں — رو اُٹھتے تھے بیٹھ دو پہر رات

458/6 واں تم تو بناتے ہی رہے زلف — عاشق کی بھی یاں گئی گزر رات

458/7 ساقی کے جو آنے کی خبر تھی — گزری ہمیں ساری بے خبر رات

458/8-9 کیا سوزِ جگر کہوں میں ہمدم! (قطعہ)[1] — آیا جو سخن زبان پر رات
صحبت یہ رہی کہ شمع روئی — لے شام سے تا دمِ سحر رات

458/10 کھلتی ہے جب آنکھ شب کو تجھ بن — کٹتی نہیں آتی پھر نظر رات

458/11 دن وصل کا یوں کٹا، کہے تو — کاٹی ہے جدائی کی مگر رات

---

[1] اس غزل کے شعر ۸ اور ۹ مسلسل مضمون کے قطعہ بند اشعار ہیں لیکن نسخۂ آسی ص ۵۸، نسخۂ عبادت ۱۶۸ اور نسخۂ مجلس جلد اول، ص ۲۱۶، ان دو شعروں کو الگ الگ شعر کے طور پر درج کرتے ہیں۔ اس 'تدوینِ غزلیاتِ میر' میں اس طرح کے 'نئے قطعات میر' کی تعداد کافی ہے۔

458/12-16 کل تھی شبِ وصل اک ادا پر (قطعہ)[1] اُس کی، گئے ہوتے ہم تو مر رات
جاگے تھے ہمارے بختِ خفتہ پہنچا تھا بہم وہ اپنے گھر رات
کرنے لگا پُشت چشمِ نازک سوتے سے اُٹھا جو چونک کر رات
تھی صبح جو منہ کو کھول دیتا ہر چند کہ تب تھی اک پہر رات
پر زلفوں میں منہ چھپا کے پوچھا
اب ہووے گی میر کس قدر رات

﴿459﴾

459/1 جیتا[2] ہی نہیں، ہو جسے آزارِ محبت مایوس ہوں میں بھی کہ ہوں بیمارِ محبت
459/2 اِمکان نہیں جیتے جی ہو قید سے آزاد مر جائے تبھی چھوٹے گرفتارِ محبت
459/3 تقصیر نہ خوباں کی، نہ جلاد کا کچھ جرم تھا دشمنِ جانی مرا اقرارِ محبت
459/4 ہر جنس کے خواہاں ملے بازارِ جہاں میں لیکن نہ ملا کوئی خریدارِ محبت
459/5 اس راز کو رکھ جی ہی میں تا جی بچے تیرا زنہار جو کرتا ہو تو اظہارِ محبت
459/6 ہر نقشِ قدم پر ترے سر بیچے ہیں عاشق ٹک سیر تو کر آج تو بازارِ محبت
459/7 کچھ مست ہیں ہم دیدۂ پُر خونِ جگر سے آیا یہی ہے ساغرِ سرشارِ محبت
459/8 بیکار نہ رہ عشق میں تو رونے سے ہرگز یہ گریہ ہی ہے آبِ رخِ کارِ محبت
459/9 مجھ سا ہی ہو مجنوں بھی یہ کب مانے ہے عاقل[3]
ہر سر نہیں اے میر سزاوارِ محبت

﴿460﴾

(قبل از 1752ء)

460/1 جی میں ہے یادِ رخ و زلفِ سیہ فام بہت رونا آتا ہے مجھے ہر سحر و شام بہت
460/2 دستِ صیاد تلک بھی نہ میں پہنچا جیتا بے قراری نے لیا مجھ کو تہِ دام بہت
460/3 ایک دو چشمک ادھر گردشِ ساغر کہ مدام سر چڑھی رہتی ہے یہ گردشِ ایام بہت
460/4 دل خراشی و جگر چاکی و خون افشانی ہوں تو ناکام پہ رہتے ہیں مجھے کام بہت
460/5 پھر نہ آئے جو ہوئے خاک میں جا آسودہ
غالباً زیرِ زمیں میر ہے آرام بہت

---

[1] اسی غزل میں ایک ہی انداز کی یہ دوسری غلطی ہے۔ نسخۂ آسی و عبادت نے ان پانچ شعروں پر مشتمل قطع کو قطعہ بند تصور نہیں فرمایا۔ نسخۂ مجلس نے اس سے بھی بڑھ کر بوالعجبی کا مظاہرہ کیا۔ شعر نمبر بارہ اور تیرہ درج کرنے کے بعد 'قطعہ' درج کیا، گویا اُن کے نزدیک شعر ۱۴ تا ۱۶ قطعہ بند ہیں حالاں کہ قطعے میں مذکور واقعے کا آغاز شعر نمبر ۱۲ سے ہوتا ہے۔

[2] نول کشور دوم، سوم، آسی و مجلس میں 'جیتا' درست ہے۔ نسخۂ کالج میں اور آسی کے یہاں 'ن' کے تحت حاشیے میں 'چھٹتا' درج ہوا، جو درست نہیں۔

[3] نول کشور دوم، سوم میں یہ مصرع یوں ہے 'مجھ سا ہی ہو مجنوں سے یہ کب بانی ہے عاقل'۔ نسخۂ مجلس کے حاشیے ص ۲۱۸ کے مطابق یہی متن نسخۂ آسی کا بھی ہے حالاں کہ آسی کے یہاں مصرع بالکل درست درج ہوا ہے یعنی وہی متن ہے جو نسخۂ مجلس نے وہاں سے لیا ہے۔

﴿461﴾

461/1 کیا کہیں اپنی اُس کی شب کی بات — کہیے ہووے جو کچھ بھی ڈھب کی بات
461/2 اب تو چُپ لگ گئی ہے حیرت سے — پھر کھلے گی زبان ، جب کی بات
461/3 نکتہ دانانِ رفتہ کی نہ کہو — بات وہ ہے جو ہووے اب کی بات
461/4 کس کا روئے سخن نہیں ہے اِدھر[1] — ہے نظر میں ہماری سب کی بات
461/5 ظلم ہے ، قہر ہے ، قیامت ہے — غصے میں اُس کے زیرِ لب کی بات
461/6 کہتے ہیں آگے تھا بتوں میں رحم — ہے خدا جانیے یہ کب کی بات
461/7 گو کہ آتش زباں تھے آگے میرؔ
اب کی کہیے ، گئی وہ تب کی بات

﴿462﴾

462/1 ہر صبح دم کروں ہوں الحاح یا انابت — تو بھی مری دعا سے ملتی نہیں اجابت
462/2 مت لے حسابِ طاقت، اے ضعف! مجھ سے ظالم — لائق نہیں ہے تیرے یہ کون سی ہے بابت
462/3 کیا کیا لکھا ہے میں نے ، وہ میرؔ کیا کہے گا
گم ہووے نامہ بر سے یا رب مری کتابت

ردیف ت ــــــــ دیوان دوم

﴿463﴾

463/1 دیر کچھ کھنچتی تو کہتے بھی ملاقات کی بات — ملنا اپنا جو ہوا اُس سے، سو وہ بات کی بات
463/2 گفتگو شاہد و مے سے ہے، نہ غیبت نہ گلہ — خانقہ کی سی نہیں بات خرابات کی بات
463/3 سن کے آوازِ سگِ یار ہوئے ہم خاموش — بولتے واں ہیں جہاں ہووے مساوات کی بات
463/4 منہ اِدھر اور سخن زیرِ لبی غیر کے ساتھ — اُس فریبندہ کی ناگفتنی ہے گھات کی بات
463/5 اس لیے شیخ ہے چپکا کہ پڑے شہر میں شور — ہم سمجھتے ہیں یہ شیادی و طامات کی بات
463/6 یہ کس آشفتہ کی جمعیتِ دل تھی منظور — بال بکھرے ترے منہ پر، کہیں ہیں رات کی بات
463/7 گفتگو وصفوں سے اُس ماہ کے کریے اے میرؔ
کاہش افزا ہے، کروں اُس کی اگر ذات کی بات

﴿464﴾

464/1 ہم تم سے چشم رکھتے تھے دلداریاں بہت — سو التفات کم ہے ، دل آزاریاں بہت
464/2 دیکھیں تو کیا دکھائے یہ افراطِ اشتیاق — لگتی ہیں تیری آنکھیں ہمیں پیاریاں بہت

---

[1] نسخۂ آسی، عبادت اور مجلس سب میں 'اُدھر' درج ہوا، حالاں کہ معنیِ شعر 'اِدھر' کے مقتضی ہیں۔

464/3 جب تک ملے جلے سے جفائیں تھیں اُٹھ سکیں   کرنے لگے ہو اب تو ستم کاریاں بہت
464/4 آزار میں تو عشق کے جاتا ہے بھول جی   یوں تو ہوئیں تھیں یاد میں بیماریاں بہت
464/5 شکوہ خراب ہونے کا کیا چاہیے میں میر
ایسی تو اے عزیز ہیں یاں خواریاں بہت

465

465/1 یادِ ایامے کہ ہنگامہ رہا کرتا تھا رات   شور و شر سے میرے اک فتنہ رہا کرتا تھا رات
465/2 کام کیا تھا جیب و دامن سے مجھے پیش از جنوں   سینہ چاکی اپنی میں بیٹھا کیا کرتا تھا رات
465/3 جن دنوں کھینچا تھا سر اُس بادشاہِ حسن نے   ہر گلی میں اک فقیر اُس کو دعا کرتا تھا رات
465/4 اب جہاں کچھ بات چھیڑی سوچ لایا پیش ازیں   میں کہا کرتا غمِ دل وہ سنا کرتا تھا رات
465/5 ہجر میں کیا کیا سمیں دیکھے ہیں اِن آنکھوں سے میں   زرد رُخ پر لالہ گوں آنسو بہا کرتا تھا رات
465/6 کیا کہوں پھر کیسے کیسے دن دکھاتا سالہا   وہ سخن نشنو جو ٹک میرا کہا کرتا تھا رات
465/7 دیکھنے والے ترے دیکھے ہیں سب اے رشکِ شمع   جوں چراغِ وقف دل سب کا جلا کرتا تھا رات
465/8 بعد میرے اس غزل پر بھی بہت روویں گے لوگ   میں بھی ہر ہر بیت پر اُس کے بکا کرتا تھا رات
465/9 دیکھ خالی جا، کہیں گے برسوں اہلِ روزگار
میر اکثر دل کا قصہ یاں کہا کرتا تھا رات

466

466/1 کیا پوچھتے ہو آہ مرے جنگ جُو کی بات   گویا وفا ہے عہد میں اُس کے کبھو کی بات
466/2 اس باغ میں نہ آئی نظر خرامی مری   گر سبز بھی ہوا ہوں تو جیسے کسو کی بات
466/3 آئینہ پانی پانی رہا اُس کے سامنے   کہیے جہاں کہوں یہ تو ہے روبرو کی بات
466/4 سرِ گل نے پھر جھکا کر اُٹھایا نہ شرم سے   گلزار میں چلی تھی کہیں اُس کے رُو کی بات
466/5 حرمت میں مے کی کہنے سے واعظ کے ہے فتور   کیا اعتبار رکھتی ہے اُس پوچ گو کی بات
466/6 ہم سوختوں میں آتشِ سرکش کا ذکر کیا   چل بھی پڑی ہے بات تو اُس تندخو کی بات
466/7 کیا کوئی زلفِ یار سے حرف و سخن کرے
رکھتی ہے میر طول بہت اُس کے مُو کی بات

467

467/1 سنتا نہیں اگرچہ ہمارا نگار بات   پر منہ پہ آ ہی جاتی ہے بے اختیار بات
467/2 بلبل کے بولنے سے ہے کیوں بے دماغ گل   آپس میں یوں تو ہوتی ہے یارو ہزار بات
467/3 منہ تک رہو جو ہو وہ فریبندہ حرف زن   اس تھوڑے سن و سال میں یہ پیچ دار بات
467/4 بوسہ دے چپکے لب کا کہ تب کچھ نہیں مزا   پاوے گی سارے شہر میں جب اشتہار بات
467/5 ہے کس کی صوت انکرِ اصوات واعظا   کب آدمی کی جنس کرے ہے پکار بات
467/6 آہو کو اُس کی چشمِ سخن گو سے ہمت ملا   شہری سے کر سکے ہے کہیں بھی گنوار بات

467/7 یوں بارِ گل سے اب کی جھکے ہیں نہالِ باغ — جھک جھک کے جیسے کرتے ہیں دو چار یار بات

467/8 آزردہ دل کو حرف پہ لانے کا لطف کیا — کرتی ہے[1] خوں چکاں مرے لب سے گزار بات

467/9 مرجاں کوئی کہے ہے، کوئی ان لبوں کو لعل — کچھ رفتہ رفتہ پا ہی رہے گی قرار بات

467/10 یوں چپکے چپکے میر تلف ہوگا کب تلک
کچھ ہووے، بھڑ کر اس سے بھی کر، ایک بار بات

﴿468﴾

468/1 ہوتی ہے گرچہ کہنے سے یارو پرائی بات — پر ہم سے تو تھمی نہ کبھو منہ پر آئی بات

468/2 جانے نہ تجھ کو جو، یہ تصنع تو اُس سے کر — تس پر بھی تو چھپی نہیں رہتی بنائی بات

468/3 لگ کر تذرو رہ گئے دیوارِ باغ سے — رفتار کی جو تیری صبا نے چلائی بات

468/4 کہتے تھے اُس سے ملیے تو کیا کیا نہ کہیے لیک — وہ آ گیا تو سامنے اُس کے نہ آئی بات

468/5 اب تو ہوئے ہیں ہم بھی ترے ڈھب سے آشنا — واں تو نے کچھ کہا کہ ادھر ہم نے پائی بات

468/6 بلبل کے بولنے میں سب انداز ہیں مرے — پوشیدہ کب رہی ہے کسی کی اُڑائی بات

468/7 بھڑکا تھا رات دیکھ کے وہ شعلہ خُو مجھے — کچھ روسیہ رقیب نے شاید لگائی بات

468/8 عالم سیاہ خانہ ہے کس کا کہ روز و شب — یہ شور ہے کہ دیتی نہیں کچھ سنائی بات

468/9 اک دن کہا تھا یہ کہ خموشی میں ہے وقار — سو مجھ سے ہی سخن نہیں، میں جو بتائی بات[2]

468/10 اب مجھ ضعیف و زار کو مت کچھ کہا کرو — جاتی نہیں ہے مجھ سے کسو کی اُٹھائی بات

468/11 خط لکھتے لکھتے میر نے دفتر کیے رواں
افراطِ اشتیاق نے آخر بڑھائی بات

﴿469﴾

469/1 ہے زباں زد جو سکندر ہو چکا لشکر سمیت — سر بھی اس کا کھپ گیا آخر کو یاں افسر سمیت

469/2 چشمے آبِ شور کے نکلا کریں گے واں، جہاں — رکھیں گے مجھ تلخ کامِ غم کو چشمِ تر سمیت

469/3 ہم اُٹھے روتے تو لی گردوں نے پھر راہِ گریز — بیٹھ جاوے گا یہ ماتم خانہ بام و در سمیت

469/4 مستی میں شرمِ گنہ سے میں جو رویا دھاڑ مار — گر پڑا بے خود ہو واعظ جمعے کو منبر سمیت

469/5 بعث اپنا خاک سے ہوگا جو اس شورش کے ساتھ — عرش کو سر پر اُٹھا لیویں گے ہم محشر سمیت

469/6 کب تلک یوں لوہو پیتے[3]، ہاتھ اُٹھا کر جان سے — وہ کمر کولی میں بھر لی ہم نے کل خنجر سمیت

469/7 گنجِ قاروں کا سا یاں کس کے کنے تھا سو تو میر
خاک میں ملتا ہے اب تک اپنے مال و زر سمیت

---

1. نسخۂ آسی ص ۲۵۶ 'کرتی جو' درج ہے، مجلس میں 'کرتی ہے' بہتر ہے۔
2. نسخۂ نول کشور، دوم، سوم میں مصرع غلط درج ہوا 'سو مجھ سے بے سخن نہیں میں جو بنائی بات'۔
3. نسخۂ آسی میں 'پیتی' درج ہے، جس سے شعر میں لہو پینے کا فاعل متکلم کی بجائے 'کمر' ہو جاتی ہے۔

﴿470﴾

470/1 دیکھیے کب ہو وصال، اب تو لگے ہے ڈر بہت
کوفت گزرے ہے فراقِ یار میں جی پر بہت

470/2 دل کی ویسی ہے خرابی کثرتِ اندوہ سے
جیسے رہ پڑتا ہے دشمن کا کہیں لشکر بہت

470/3 ہم نشیں جا بیٹھ، محنت کش کوئی دل چاہیے
عشق تیرا کام ہے! تو ہے بغل پرور بہت

470/4 بس نہیں مجھ ناتواں کا ہائے جو کچھ کر سکوں
مدعی پر چک سے اُس کی پڑ گیا ہے وَر[1] بہت

470/5 سخت کر جی کیوں کہ[2] یک باری کریں ہم ترکِ شہر
ان گلی کوچوں میں ہم نے کھائے ہیں پتھر بہت

470/6 دیکھ رُوئے زرد پر بھی میرے آنسو کی ڈھلک
اے کہ تُو نے دیکھی ہے غلطانیِ گوہر بہت

470/7 ہم نفس کیا مجھ کو تُو رویا کرے ہے روز و شب
رہ گئے ہیں مجھ سے کوئے یار میں مر کر بہت

470/8 کم مجھی سے بولنا، کم آنکھ مجھ پر کھولنا
اب عنایت یار کی رہتی ہے کچھ ایدھر بہت

470/9 کیا سبب ہے اب مکاں پر جو کوئی پاتا نہیں
میؔر صاحب آگے تو رہتے تھے اپنے گھر بہت

﴿471﴾

471/1 ملامت گر! نہ مجھ کو کر ملامت
جلے کو اور تُو اتنا جلا مت

471/2 گلے مل عید قرباں کو سبھوں کے
ہمارا آہ تم کاٹو گلا مت

471/3 تری ناآشنائی کے ہیں بندے
نہ وہ اب ربط، نے صاحب سلامت

471/4 بہت رونے نے رسوا کر دکھایا
نہ چاہت کی چھپی ہم سے علامت

471/5 کبھو تلوار وہ کھینچے ہے اے میؔر
لڑی قسمت تو سر کو ٹک ہلا مت

ردیف ت ____ دیوانِ سوم

﴿472﴾

472/1 شعر کے پردے میں مَیں نے غم سنایا ہے بہت
مرثیے نے دل کے میرے بھی رُلایا ہے بہت

472/2 بے سبب آتا نہیں اب دم بہ دم عاشق کو غش
درد کھینچا ہے نہایت، رنج اُٹھایا ہے بہت

472/3 وادی و کہسار میں روتا ہوں دھاڑیں[3] مار مار
دلبرانِ شہر نے مجھ کو ستایا ہے بہت

472/4 وا نہیں ہوتا کسو سے دل گرفتہ عشق کا
ظاہراً غمگیں اُسے رہنا خوش آیا ہے بہت

472/5 میؔر گم گشتہ کا ملنا اتفاقی امر ہے
جب کبھو پایا ہے، خواہش مند پایا ہے بہت

---

[1] نول کشور طبع دوم میں 'ڈر' طبع سوم میں 'در' ہے، نسخۂ کالج اور آسی میں 'وَر' درست ہے۔

[2] نسخۂ مجلس مسلسل 'کیوں کہ' کو 'کیوں کے' ہی لکھا ہے حالانکہ نسخۂ آسی میں 'کیونکہ' درست درج ہوتا ہے۔

[3] اس لفظ کا قدیم املا 'ڈاڑھیں' ہی سبھی نسخوں میں رقم ہوا ہے، متن میں موجودہ املا کو اختیار کیا ہے۔

473

473/1 عجب نہیں ہے نہ جانے جو میر چاہ کی ریت — سنا نہیں ہے مگر یہ کہ جوگی کس کے میت

473/2 مت ان نمازیوں کو خانہ سازِ دیں جانو — کہ ایک اینٹ کی خاطر یہ ڈھاتے ہیں گے مسیت

473/3 غمِ زمانہ سے فارغ ہیں مایہ باختگاں — قمار خانۂ آفاق میں ہے ہار ہی[1] جیت

473/4 ہزار شانہ و مسواک و غسل شیخ کرے — ہمارے عندیے میں تو ہے وہ خبیث پلیت[2]

473/5 کسو کے بسترِ سنجاب[3] و قصر سے کیا کام — ہماری گور کے[4] بھی ڈھیر میں مکاں ہے میت

473/6 ہوئے ہیں سوکھ کے عاشق طنبورے کے سے تار — رقیب دیکھو تو گاتے ہیں بیٹھے اور ہی گیت[5]

473/7 شفق سے ہیں در و دیوار زرد شام و سحر — ہوا ہے لکھنؤ اس رہ گزر میں پیلی بھیت

473/8 کہا تھا ہم نے بہت بولنا نہیں ہے خوب — ہمارے یار کو، سو اب ہمیں سے بات نہ چیت

473/9 ملے تھا میر سے ہم کل کنارِ دریا پر — فتیلہ مو وہ جگر سوختہ ہے جیسے اتیت

474

474/1 جب سے چلی چمن میں ترے رنگِ پاں کی بات — سنتا نہیں ہے کوئی کلی کے دہاں کی بات

474/2 یاں[6] شہرِ حسن میں تو کہیں ذکر بھی نہیں — کیا جانیے کہ مہر و وفا ہے کہاں کی بات

474/3 اختر شناس کو بھی خلل ہے دماغ کا — پوچھو اگر زمیں سے، کہیں آسماں کی بات

474/4 ایسا خدا ہی جانے کہ ہو عرش یا نہ ہو — دل بولنے کی جا نہیں کیا اس مکاں کی بات

474/5 کیا لطف جو سنو، اُسے کہتے پھرا کرو — یوں چاہیے کہ بھول وہیں، ہو جہاں کی بات

474/6 لے شام سے جہاں میں ہے تا صبح ایک شور — اپنی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آتی یاں کی بات

474/7 اوباش کس کو پوچھتے ہیں التفات سے — سیدھی کبھی سنی نہیں اُس بد زباں کی بات

474/8 ہر حرف میں ہے ایک کجی، ہر سخن میں پیچ — پنہاں رہے ہے کب کسو کی ٹیڑھی بانکی بات

474/9 کینے سے کچھ کہا ہی کیا زیرِ لب مجھے — کیا پوچھتے ہو میر مرے مہرباں کی بات

---

[1] نسخۂ کالج اور آسی کے یہاں 'لا رہی' ہے جب کہ طبع دوم میں 'ہارے' طبع سوم میں 'ہاری' درست نہیں۔
[2] نسخۂ کالج میں 'خبیث و پلیت' درج ہوا۔
[3] نسخۂ آسی میں 'بستر و سنجاب' درست نہیں، نسخۂ کالج، طبع دوم و سوم میں 'بسترِ سنجاب' بہتر ہے۔
[4] نسخۂ آسی و مجلس میں 'گور کی بھی ڈھیر' ہے، 'کی' کو 'کے' سے بدل دیا ہے۔
[5] نسخۂ آسی میں 'گیت' درست جب کہ نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں 'میت' درست نہیں۔
[6] نسخۂ آسی میں 'یاں' ہے جب کہ نسخۂ مجلس میں بغیر وجہ بتائے 'ہاں' درج ہوا جو غلط بھی ہے۔

﴿475﴾

475/1 ماننِد مرغ دوست نہ کہہ[1] بار بار دوست — ٹک سوچ بھی[2] ہزار ہیں دشمن، ہزار دوست

475/2 کھڑکے ہے پات بھی تو لگا بیٹھتا ہے چوٹ — رَم خوردہ وہ غزال بہت ہے شکار دوست

475/3 سب کو ہے رشک مجھ میں جو تجھ میں ہے اختلاط — دشمن ہوئے ہیں دوستی سے تیری یار دوست

475/4 تجھ سے ہزار اُن نے بنا کر، دیے بگاڑ — مت جان سادگی سے کہ ہے روزگار دوست

475/5 یہ تو کچھ آگے دشمنِ جانی سے بھی[3] چلا — میں جانتا تھا ہو گا دلِ بے قرار دوست

475/6 بے گانگیِ خلقِ جہاں جائے خوف ہے — سو دشمنوں میں کیا ہے جو نکلے بھی چار دوست

475/7 مجھ بے نوا کی یاد رہے میر یہ صدا
اس مے کدے میں رہیو[4] بہت ہوشیار دوست

﴿476﴾

476/1 سیر کی ہم نے اُٹھ کے تا سورت[5] — ویسی دیکھی نہ ایک جا صورت

476/2 منہ لگاتا تو درکنار، اُن نے — نہ کہا، ہے یہ آشنا صورت

476/3 منہ دکھاتی ہے آرسی ہر صبح — تو بھی اپنی تو ٹک دکھا صورت

476/4 خوب ہے چہرۂ پری لیکن — آگے اُس کے ہے کیا بلا صورت

476/5-6 کب تلک کوئی جیسے صورتِ ناز (قطعہ) — آدے پیاری بنا بنا صورت
ایک دن تو یہ کہہ کہ ملنے کی — تو بھی ٹھہرا کے کوئی لا صورت

476/7 حلقے آنکھوں میں پڑ گئے، منہ زرد
ہو گئی میر تیری کیا صورت

﴿477﴾

477/1 وصلِ دلبر نہ ٹک ہوا قسمت — مر چلے ہجر میں ہی یا قسمت

477/2 ایک بوسے پہ بھی نہ صلح ہوئی — ہم نے دیکھی بہت لڑا قسمت

477/3 شیخ جنت تجھے، مجھے دیدار — واں بھی ہر اک کی ہے جدا قسمت

477/4 پھول چُن ہاتھوں سے سبھوں کو دیے — زخمِ تیغ اُن سے اپنی تھا قسمت

477/5 کیا ازل میں ملا نہ لوگوں کو
تھی ہماری بھی میر کیا قسمت

---

[1] تمام نسخوں میں 'نگہ' درج ہے جو یہاں بے معنی ہے۔ فائق صاحب کی تصحیح قیاسی ہے کہ نہ کہہ ملا کر لکھنے سے 'نکہہ' اور یوں 'نگہ' ہو گیا۔

[2] نسخۂ آسی اور طبع سوم میں 'ہی' درست نہیں۔ نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'بھی' درست ہے۔

[3] نسخۂ آسی میں 'ہے' طبع سوم میں 'ہی' جب کہ نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'بھی' ہے۔

[4] نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم میں 'رہیو' میر کا لفظ ہے۔ آسی اور مجلس میں 'رہیے' اِن کا اپنا متن ہے۔

[5] میر نے 'صورت' ہی لکھا ہو گا تا کہ ردیف کی صورت میں فرق نہ آئے، نسخۂ کالج (۱۸۱۱ء) میں بھی 'صورت' ہی چھپا، مراد وہی، شہر سورت ہے۔

﴿478﴾

478/1 زخم جھیلے، داغ بھی کھائے بہت ۔۔۔ دل لگا کر ہم تو پچھتائے بہت

478/2 جب نہ تب جا گہ سے تم جایا کیے ۔۔۔ ہم تو اپنی اور سے آئے بہت

478/3 دیر سے سوئے حرم آیا نہ ٹک ۔۔۔ ہم مزاج اپنا اِدھر لائے بہت

478/4 پھول گل، شمس و قمر سارے ہی تھے ۔۔۔ پر ہمیں ان میں تمھی بھائے بہت

478/5 گر بُکا اس شور سے شب کو ہے تو ۔۔۔ روویں گے سونے کو ہمسائے بہت

478/6 وہ جو نکلا صبح جیسے آفتاب ۔۔۔ رشک سے گل پھول مرجھائے بہت

478/7 میرؔ سے پوچھا جو میں عاشق ہو تم
ہو کے کچھ چپکے سے شرمائے بہت

﴿479﴾

479/1 کوشش اپنی تھی عبث، پر کی بہت ۔۔۔ کیا کریں ہم، چاہتا تھا جی بہت

479/2 کعبۂ مقصود کو پہنچے نہ ہائے ۔۔۔ سعی کی اے شیخ! ہم نے بھی بہت

479/3 سب ترے محوِ دعائے جان ہیں ۔۔۔ آرزو اپنی بھی ہے تُو جی بہت

479/4 رک رہا ہے، دیر سے تڑپا نہیں ۔۔۔ عشق نے کیوں دل کو مہلت دی بہت

479/5 کیوں نہ ہوں دوری میں ہم نزدیکِ مرگ ۔۔۔ دل کو اُس کے ساتھ الفت تھی بہت

479/6 وہ نہ چاہے جب تئیں، ہوتا ہے کیا ۔۔۔ جہد کی ملنے میں[1] اپنی سی بہت

479/7 کب سنا حرفِ شگونِ وصلِ یار ۔۔۔ یوں تو فالِ گوش ہم نے لی بہت

479/8 تھا قوی، آخر ملے ہم خاک میں ۔۔۔ آسماں سے یوں رہی کشتی بہت

479/9 آج در ہم کرتے تھے کچھ گفتگو
میرؔ نے شاید کہ دارو پی بہت

﴿480﴾[2]

480/1 خدا جانیے ہووے گی کیا نہایت ۔۔۔ اجل تو ہے دل کے مرض کی بدایت

480/2 سخن غم سے آغشتہ خوں ہے ولیکن ۔۔۔ نہیں لب مرے آشنائے شکایت

480/3 نہیں یہ گنہ گار ملنے کے قابل ۔۔۔ کرم کریے تو مہربانی، عنایت

480/4 گیا آسماں پر جو نالہ تو کیا ہے ۔۔۔ نہیں یار کے دل میں کرتا سرایت

480/5 ہمیں عشق میں میرؔ چپ لگ گئی ہے
نہ شکر و شکایت، نہ حرف و حکایت

---

[1] نسخۂ کالج میں 'میں' بہتر اور درست ہے، آسی کے یہاں 'کی' ہے۔

[2] یہ غزل، نول کشوری نسخوں کے تتبع میں آسی صاحب نے بھی ردیف 'ٹ' کی ایک غزل کے بعد درج کی، اس کی ترتیب بدل کر ہم اسے ردیف 'ت' کی آخری غزل (دیوان سوم) کے طور پر درج کر رہے ہیں۔

ردیف ت ــــــ دیوان چہارم

﴿481﴾

481/1 جب سے آنکھیں لگی ہیں ہماری، نیند نہیں آتی ہے رات — تکتے راہ رہے ہیں دن کو، آنکھوں میں جاتی ہے رات

481/2 سخت ہیں کیا ایامِ جدائی ، دشواری سے کٹتے ہیں — دن دیواروں سے سر ماروں ہوں، پتھر ہے چھاتی ہے، رات

481/3 جوں دن ہجر کے غم میں اُس کے شام و سحر ہم کرتے ہیں — ورنہ کسے دن خوش آتا ہے، کس کے تئیں بھاتی ہے رات

481/4 رات کو جس میں چین سے سوویں سو تو اُس کی جدائی میں — شمع نمط جلتے رہتے ہیں ، اور ہمیں کھاتی ہے رات

481/5 روز و شب کی اپنی معیشت نقل کریں کیا تم سے میرؔ
دن کو قیامت جی پہ رہے ہے، سر پہ بلا لاتی ہے رات

﴿482﴾

482/1 دیر کب رہنا ملے ہے ، یاں نہیں مہلت بہت — دے کسے فرصت سپہرِ دوں ، ہے کم فرصت بہت

482/2 کم نہیں دیوانہ ہونا[1] بھی ہمارا دفعۃً — ڈریے! ہو جاوے ، خرد ور کی جو پلٹے مَت بہت

482/3 گریہ و زاری سے روز و شب کے شکوے کچھ نہیں — مجھ کو رونا ہے یہ، جی کو اس سے ہے اُلفت بہت

482/4 کیا وداع اُس یار کے کوچے سے ہم مشکل ہوئے — زار باراں لوگ روتے تھے دمِ رخصت بہت

482/5 بعدِ مرگ آنکھیں کھلی رہنے سے یہ جانا گیا — دیکھنے کی میرے اُس کے جی میں تھی حسرت بہت

482/6 سُن کے ضائع روزگاری اُس کی ، جی لایا نہ تاب — آپ کو کر بیٹھے ضائع ، ہم کو تھی حسرت بہت

482/7 آنکھیں جاتی ہیں مُندی ضعفِ دلی سے دم بہ دم — اِن دنوں اُن کو بھی ایدھر ہی سے ہے غفلت بہت

482/8 دل گئے پر آج کل سے چپ نہیں مجھ کو لگی — گزری اِس بھی بات کو اے ہم نفس مدّت بہت

482/9 دل میں جا کرتا ہے طورِ میرؔ شاید دوستاں
اُن نے صاحب دل کسو سے رکھی ہے صحبت بہت

﴿483﴾

483/1 چشم رہنے لگی پُر آب بہت — شاید آوے گا خونِ ناب بہت

483/2 دیر و کعبے میں اُس کے خواہش مند — ہوتے پھرتے ہیں ہم خراب بہت

483/3 دل کے دل ہی میں رہ گئے ارمان — کم رہا موسمِ شباب بہت

483/4 مارنا عاشقوں کا گر ہے ثواب — تو ہوا ہے تمھیں ثواب بہت

483/5 کہیے بے پردہ کیوں کہ[2] عاشق ہیں — ہم کو لوگوں سے ہے حجاب بہت

483/6 میرؔ بے خود ہیں، اُس جناب سے اب
چاہیے سب کو اجتناب بہت

---

[1] نول کشوری نسخوں اور آسی کے یہاں 'ہوتا' ہی درج ہے۔ 'ہونا' قیاسی ہے، گو اِس سے بھی شعر یقینی طور پر بامعنی نہیں ہوا۔

[2] نسخۂ مجلس میں 'کیوں کے' ہی درج ہوا، آسی کے یہاں 'کیونکہ' درست ہے۔

﴿484﴾

484/1 دل نے کام کیے ہیں ضائع، دلبر ہے دل خواہ بہت
قدر بہت ہی کم ہے دل کی، ہر دل میں ہے چاہ بہت

484/2 راہ کی بات سنی بھی ہے تو جانا حرفِ غریب اُس کو
خوبی پر اپنی، حسن پر اپنے، پھرتا ہے گمراہ بہت

484/3 حیرانی ہے کیوں کر ہووے نسبت اپنی اُس سے درست
بندہ تو ہے عاجز عاجز، اُس کو غرور اللہ بہت

484/4 شوق کا خط طومار ہوا تھا ہاتھ میں لے کر کھولا جب
کہنے لگا، کیا کریے! لکھے ہے اب تو نامہ سیاہ بہت

484/5 سب کہتے ہیں روئے توجہ ایدھر کرنے کہتا تھا
شاید یوں بھی ظاہر ہووے ہے تو سہی افواہ بہت

484/6 اب تو ہے پیری، حضرت ہو کر ایک کنارے بیٹھے ہیں
جب تھی جوانی تب تو ہم بھی جاتے تھے درگاہ بہت

484/7 کیا گزری ہے جی پہ تمھارے ہم سے تو کچھ میر کہو
آنے لگی ہے دردو الم سے صاحب لب پر آہ بہت

﴿485﴾

485/1 کرتا ہے گرچہ یاروں سے وہ ٹیڑھی بانکی بات
پر کیا ہی دل کو لگتی ہے اُس بد زباں کی بات

485/2 تھی بحر کی سی لہر کہ آئی، چلی گئی
پہنچی ہے اس سرے تئیں طبعِ رواں کی بات

485/3 اب تو وفا و مہر کا مذکور ہی نہیں
تم کس سمے[1] کی کہتے ہو، یہ ہے کہاں کی بات

485/4 مرغِ اسیر کہتے تھے کس حسرتوں سے ہائے
ہم بھی کبھی سُنیں گے گلوں کے دہاں کی بات

485/5 شب باش اُن نے کہتے ہیں، آنے کہا ہے میر
دن اچھے ہوں تو یہ بھی ہو، اُس مہرباں کی بات

ردیف ت ____ دیوان پنجم

﴿486﴾

486/1 دل کہ تہہ کی کہی نہیں جاتی، نازک ہیں اسرار بہت
انچھر ہیں تو عشق کے دو ہی، لیکن ہے بستار بہت

486/2 کافر مسلم دونوں ہوئے پر نسبت اُس سے کچھ نہ ہوئی
بہت لیے تسبیح پھرے ہم، پہنا ہے زُنار بہت

486/3 ہجر نے جی ہی مارا ہمارا، کیا کہیے کیا مشکل ہے
اُس سے جدا رہنا ہوتا ہے جس سے ہمیں ہے پیار بہت

486/4 منہ کی زردی، تن کی نزاری چشم تر پر چھاتی[2] ہے
عشق میں اُس کے یعنی ہم نے کھینچے ہیں آزار بہت

486/5 کہہ کے تغافل اُن نے کیا تھا، لیکن تقصیر اپنی ہے
کام کھنچا جو تیغ تک اُس کی، ہم نے کیا اصرار بہت

486/6 حرف و سخن اب تنگ ہوا ہے اُن لوگوں کا[3] ساتھ اپنے
منہ کرنے سے جن کی طرف آتی تھی ہم کو عار بہت

486/7 رات سے شہرت اِس بستی میں میر کے اُٹھ جانے کی ہے
جنگل میں جو جلد بسا جا، شاید تھا بیمار بہت

---

1. نسخۂ آسی میں 'سمیں' قدیم املا ہے۔ مجلس کے املا 'سمے' کو بہتر سمجھا ہے۔
2. نسخۂ کالج، نول کشور دوم میں 'چھاتی' ہے جب کہ نسخۂ آسی میں 'چھائی' ہے۔
3. نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'کا' بہتر ہے۔ آسی کے یہاں 'کے' غلط ہے۔

492/8 وہ نہیں ہجراں میں اُس بن خواب خوش آوے مجھے — اب خیال اُس کی طرف ہر لحظہ جاتا ہے بہت

492/9 کیا کروں کہنے لگا ایدھر نہ آنے پائے وہ
بد کہیں ہنگامہ آرا میر آتا ہے بہت

﴿493﴾

493/1 منہ پہ رکھتا ہے وہ نقاب بہت — ہم سے کرتا ہے اب[1] حجاب بہت

493/2 چشمکِ گل کا لطف بھی نہ اُٹھا — کم رہا موسمِ شباب بہت

493/3 دیر بھی کچھ لگی نہ مرتے ہمیں — عمر جاتی رہی شتاب بہت

493/4 ڈھونڈتے اُس کو کوچے کوچے پھرے — دل نے ہم کو کیا خراب بہت

493/5 چلنا اپنا قریب ہے شاید — جاں کرے ہے اب اضطراب بہت

493/6 توبہ مے سے بہار میں نہ کروں — گو کرے شیخ احتساب بہت

493/7 اُس غصیلے سے کیا کسو کی نبھے — مہربانی ہے کم ، عتاب بہت

493/8 کشتنِ مردماں اگر ہے ثواب — تو ہوا ہے اُسے ثواب بہت

493/9 دیر تک کعبے میں تھے شب بے ہوش
پی گئے میر جی شراب بہت

﴿494﴾

494/1 کیا کہیں ، ہے حالِ دل درہم بہت — کڑھتے ہیں دن رات اس پر ہم بہت

494/2 رہتا ہے ہجراں میں غم غصے سے کام — اور وے بھی سُن کے ہیں برہم بہت

494/3 اضطراب اِس کا نہیں ہوتا ہے کم — ہاتھ بھی رکھتے ہیں دل پر ہم بہت

494/4 اُس گلی سے جی اُچٹتا ٹک نہیں — دل جگر کرتے ہیں پتھر ہم بہت

494/5 میر کی بدحالی شب مذکور تھی
کڑھ گئے یہ حال سن کر ہم بہت

﴿495﴾

495/1 باہر چلنے میں آبادی سے[2]، کر نہ تغافل یار بہت — دشتی وحش و طیر آئے ہیں ہونے تیرے شکار بہت

495/2 دعویٰ عاشق بے چارے کا کون سنے گا محشر میں — خیلِ ملائک واں بھی ہوں گے اُس کے خاطر دار بہت

495/3 خشکی لب کی ، زردی رخ کی ، نمناکی دو آنکھوں کی — جو دیکھے ہے کہے ہے ان نے کھینچا ہے آزار بہت

495/4 جسم کی حالت ، جی کی طاقت نبض سے کر معلوم طبیب — کہنے لگا جاں بَر کیا ہو گا ، یہ تو ہے بیمار بہت

495/5 چار طرف ابرو کے اشارے اس ظالم کے زمانے میں — ٹھہرے کیا عاشق بے کس یاں چلتی ہے تلوار بہت

495/6 پیش گئی نہیں[3] کچھ چاہت میں ، کافر و مسلم[4] دونوں کی — سیکڑوں سبحے پھینکے گئے اور ٹوٹے ہیں زنار بہت

---

[1] نسخۂ آسی ص ۶۳۹ اور نول کشور طبع دوم ص ۴۳۴ میں 'وہ' غلط ہے جب کہ نسخۂ کالج ص ۷۳۲ میں 'اب' درست ہے۔

[2] نسخۂ کالج اور نول کشور طبع دوم میں 'باہر چلنے میں' بہتر ہے۔ آسی کے یہاں 'چلنے میں باہر' ہے۔

[3] نسخۂ کالج میں 'پیش کیے نہ' ہے جب کہ یہاں آسی کا متن 'پیش گئی نہیں' بہتر ہے۔ اگر چہ یہاں بھی 'نہیں' کی جگہ 'نہ' ہوتا تو زیادہ بہتر ہے۔

[4] نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں 'کافر مسلم' جب کہ آسی کے یہاں واوِ عطف کے ساتھ 'کافر و مسلم' ہے۔

490/2	دیکھیے رفتہ رفتہ کیا ہووے	تابِ دل کم ہے، پیچ و تاب بہت
490/3	دیر افسوس کرتے رہیے گا	عمر جاتی رہی شتاب بہت
490/4	مہر و لطف و کرم، عنایت کم	ناز، خشم و جفا عتاب بہت
490/5	بے تفاوت ہے فرق آپس میں	وے مقدس ہیں میں خراب بہت
490/6	پشتِ پا پر ہے چشمِ شوخ اس کی	پائے رہے ہم سے ہے حجاب بہت
490/7	دخترِ رز سے رہتے ہیں محشور	شیخ صاحب ہیں کچھ کباب بہت
490/8	آدیں محشر میں کیوں نہ پائے حساب	ہم یہی کرتے ہیں حساب بہت
490/9	واں تک اپنی دعا پہنچتی نہیں	عالی رتبہ ہے وہ جناب بہت

490/10
گل کے دیکھے کا غش گیا ہی[1] نہ میر
منہ پہ چھڑکا مرے گلاب بہت

﴿491﴾

491/1	اُچٹتی سے لگی اپنے تو وہ تلوار، یا قسمت	ہوئی جس کے لگی کار آمدہ، بیکار یا قسمت
491/2	ہوئے جب سو جواں یک جا توقع سی ہوئی ہم کو	نگہ تیز اُن نے سو ایدھر نہ کی دو بار یا قسمت
491/3	پڑا سایہ نہ اُس کی تیغِ خوں آلودہ کا سر پر	کیے ہیں یوں تو قسمت اُن نے، کیا کیا وار یا قسمت
491/4	رہا تھا زیرِ دیوار اُس کے میں برسات میں جا کر	گری اس مینہ میں سر پر وہی دیوار یا قسمت
491/5	موئے[2] ہم تشنہ لب دیدار کے حالاں کہ گریاں ہے	نصیب اپنے کہ سوکھی چشمِ دریا بار یا قسمت
491/6	درِ مسجد پہ ہو کر بے نوا بیٹھے ہیں یا ہادی	ہمیں تھے ورنہ میخانے کے تکیہ دار یا قسمت

491/7
نصیبوں میں ہے جن کے عیش وہ بھی میر جیتے ہیں
جیے ہیں ہم بھی جو مرنے کو تھے تیار یا قسمت

ردیف ت ــــــ دیوان ششم

﴿492﴾

492/1	جو کوئی اُس بے وفا سے دل لگاتا ہے بہت	وہ ستم گر اُس ستم کش کو ستاتا ہے بہت
492/2	اس کے سونے سے بدن سے کس قدر چسپاں ہے ہائے	جامہ کبریتی کسو کا جی جلاتا ہے بہت
492/3	کیا پس از چندے مری آوارگی منظور ہے	مُو پریشاں اب جو شب مجھ پاس آتا ہے بہت
492/4	چاہ میں بھی بیش تر جانے سے کم ہوتا ہے وقر	اس لیے جاتا ہوں تب، جب وہ بلاتا ہے بہت
492/5	گرچہ کم جاتا ہوں پر دل پر نہیں کچھ اختیار	وہ کجی سے سیدھیاں مجھ کو سناتا ہے بہت
492/6	بھول جاوے گا سخن پردازی اُس کے سامنے	شاعری سے جو کوئی باتیں بناتا ہے بہت
492/7	با مزہ معشوق کیا کم ہیں پر اِس کو کیا کروں	ناز و انداز اُس ہی کا جو مجھ کو بھاتا ہے بہت

---

[1] نسخۂ آسی میں 'ہی' درست جب کہ نسخۂ مجلس میں 'ہے' بے محل و بے معنی ہے۔
[2] نسخۂ مجلس میں 'مرے' ہے آسی کے یہاں 'موئے'، اہل مجلس نے اختلافِ نسخ درج نہیں کیا۔

492/8 وہ نہیں ہجراں میں اُس بن خواب خوش آوے مجھے
اب[1] خیال اُس کی طرف ہر لحظہ جاتا ہے بہت

492/9 کیا کروں کہنے لگا ایدھر نہ آنے پائے وہ
بد کہیں ہنگامہ آرا میر آتا ہے بہت

﴿493﴾

493/1 منہ پہ رکھتا ہے وہ نقاب بہت
ہم سے کرتا ہے اب حجاب بہت

493/2 چشمکِ گل کا لطف بھی نہ اُٹھا
کم رہا موسم شباب بہت

493/3 دیر بھی کچھ لگی نہ مرتے ہمیں
عمر جاتی رہی شتاب بہت

493/4 ڈھونڈتے اُس کو کوچے کوچے پھرے
دل نے ہم کو کیا خراب بہت

493/5 چلنا اپنا قریب ہے شاید
جاں کرے ہے اب اضطراب بہت

493/6 توبہ مے سے بہار میں نہ کروں
گو کرے شیخ احتساب بہت

493/7 اُس غصیلے سے کیا کسو کی نبھے
مہربانی ہے کم، عتاب بہت

493/8 کشتنِ مرداں اگر ہے ثواب
تو ہوا ہے اُسے ثواب بہت

493/9 دیر تک کعبے میں تھے شب بے ہوش
پی گئے میر جی شراب بہت

﴿494﴾

494/1 کیا کہیں، ہے حالِ دل درہم بہت
کڑھتے ہیں دن رات اس پر ہم بہت

494/2 رہتا ہے ہجراں میں غم غصے سے کام
اور وے بھی سُن کے ہیں برہم بہت

494/3 اضطراب اِس کا نہیں ہوتا ہے کم
ہاتھ بھی رکھتے ہیں دل پر ہم بہت

494/4 اُس گلی سے جی اُچٹتا ٹک نہیں
دل جگر کرتے ہیں پتھر ہم بہت

494/5 میر کی بدحالی شب مذکور تھی
کڑھ گئے یہ حال سن کر ہم بہت

﴿495﴾

495/1 باہر چلنے میں آبادی سے[2]، کر نہ تغافل یار بہت
دشتی وحش و طیر آئے ہیں ہونے تیرے شکار بہت

495/2 دعوئ عاشق بے چارے کا کون سنے گا محشر میں
خیل ملائک واں بھی ہوں گے اُس کے خاطر دار بہت

495/3 خشکی لب کی، زردی رخ کی، نمناکی دو آنکھوں کی
جو دیکھے ہے کہے ہے ان نے کھینچا ہے آزار بہت

495/4 جسم کی حالت، جی کی طاقت نبض سے کر معلوم طبیب
کہنے لگا جاں بر کیا ہو گا، یہ تو ہے بیمار بہت

495/5 چار طرف ابرو کے اشارے اس ظالم کے زمانے میں
ٹھہرے کیا عاشق بے کس یاں چلتی ہے تلوار بہت

495/6 پیش گئی نہیں[3] کچھ چاہت میں، کافر و مسلم[4] دونوں کی
سیکڑوں سبحے پھینکے گئے اور ٹوٹے ہیں زنار بہت

---

[1] نسخۂ آسی ص ۶۳۹ اور نول کشور طبع دوم ص ۴۳۴ میں 'وہ' غلط ہے جب کہ نسخۂ کالج ص ۴۳۲ میں 'اب' درست ہے۔

[2] نسخۂ کالج اور نول کشور طبع دوم میں 'باہر چلنے میں' بہتر ہے۔ آسی کے یہاں 'چلنے میں باہر' ہے۔

[3] نسخۂ کالج میں 'پیش کیے نہ' ہے جب کہ یہاں آسی کا متن 'پیش گئی نہیں' بہتر ہے۔ اگر چہ یہاں بھی 'نہیں' کی جگہ 'نہ' ہوتا تو زیادہ بہتر ہے۔

[4] نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں 'کافر مسلم' جب کہ آسی کے یہاں واؤ عطف کے ساتھ 'کافر و مسلم' ہے۔

495/7 جی کے لگاؤ کیے سے ہم نے جی ہی جاتے دیکھے ہیں — اِس پہ نہ جانا آہ بُرا ہے اُلفت کا آزار بہت

495/8 کس کو دماغِ سیرِ چمن ہے، کیا ہجراں میں واشد ہو — کم گلزار میں اُس بن جا کر آتا ہوں بیزار بہت

495/9 میر دعا کر حق میں میرے تو بھی فقیر ہے مدّت سے
اب جو کبھو دیکھوں اُس کو تو مجھ کو نہ آوے پیار بہت

ردیف ٹ ـــــ دیوان اوّل

﴿496﴾

496/1 نہ پایا دل ہوا روزِ سیہ سے جس کا جالٹ پٹ — کسو کی زلف ڈھونڈی مُو بہ مُو کا کل کو سب لٹ لٹ[1]

496/2 تو کن نیندوں پڑا سوتا تھا دروازے کو مُوندے شب — میں چوکھٹ پر تری کرتا رہا سر کو پٹک کھٹ کھٹ

496/3 چٹیں لگتی ہیں دل پر بلبلوں کے باغباں تُو جو (چوٹیں) چمن میں توڑتا ہے ہر سحر کلیوں کے تئیں چٹ چٹ

496/4 ترے ہجراں کی بیماری میں میر ناتواں کو شب
ہوا ہے خواب سونا آہ اس کروٹ سے اُس کروٹ

ردیف ٹ ـــــ دیوان سوم

﴿497﴾

497/1 کیا لڑکے دلّی کے ہیں عیّار اور نٹ کھٹ — دل لیں ہیں یوں کہ ہرگز ہوتی نہیں ہے آہٹ

497/2 ہم عاشقوں کو مرتے کیا دیر کچھ لگے ہے — چُٹ جن نے دل پہ کھائی وہ ہو گیا ہے چٹ پٹ[2] (چوٹ)

497/3 دل ہے جدھر کو اودھر کچھ آگ سی لگی تھی — اس پہلو ہم جو لیٹے، جل جل گئی ہے کروٹ

497/4 کلیوں کو تُو نے چٹ چٹ اے باغباں جو توڑا — بلبل کے دل جگر کو ظالم لگی ہے کیا چٹ

497/5 جی ہی ہٹے نہ میرا تو اس کو کیا کروں میں — ہر چند بیٹھتا ہوں مجلس میں اُس سے ہٹ ہٹ

497/6 دیتی ہے طول بلبل کیا نالہ و فغاں کو — دل کے اُلجھنے سے ہے یہ عاشقوں کی پھپّٹ[3]

497/7 مردے نہ تھے ہم ایسے دریا پہ جب تھا تکیہ — اس گھاٹ گاہ و بے گہ رہنے لگا تھا[4] جمگھٹ

497/8 رک رک کے دل ہمارا بیتاب کیوں نہ ہووے — کثرت سے دردوغم کی رہتا ہے اس پہ جُھرمٹ

497/9 شب میر سے ملے ہم، اک وہم رہ گیا ہے
اس کے خیالِ مُو میں اب تو گیا بہت لٹ

---

1. اس مصرع کا متن نسخۂ آسی کے مطابق ہے۔ نول کشور دوم، سوم میں مصرع یوں ہے 'کسو کی زلف ڈھونڈھو مو بہ مو کا کل کا سب لٹ پٹ'۔
2. نول کشور دوم، سوم میں 'چٹ پٹ' ہے۔ بہ اعتبار معنی یہ بھی درست ہے۔
3. نسخۂ آسی اور مجلس میں اس شعر کا قافیہ 'پھٹ پٹ' درج کیا ہے، یہ درست نہیں۔ نول کشور دوم، سوم میں 'پھپّٹ' ہے اور یہی درست ہے کہ یہ اُسلوبِ میر کے مطابق بھی ہے اور درست لفظ بھی۔
4. نسخۂ آسی میں 'تھا' کی جگہ 'ہے' درج ہوا، جو درست نہیں۔ نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم میں 'تھا' ہے اور یہی درست بھی ہے۔

504/8 عشق کیا ہو ہم نے کہیں تو عشق ہمارا جی مارے — یوں ہی نکو رُو دلبر اپنا ہم سے ہوا ہے بدبر[1] آج

504/9 رحم کی جاگہ کی ہے پیدا شاید اُس کے دل میں بھی — دیکھ رہا ہے منہ کو ہمارے حال ہمارا سُن کر آج

504/10 کل کہتے ہیں ہوگی قیامت، کل کی کل ہی لیں گے دیکھ — یاں تو قیامت، عشق میں اُس کے، ہے گی اپنے سر پر آج

504/11 کرتی ہے بو زلفِ معنبر، آئے ہو بے خود سے کچھ
بارے مزاجِ شریف تمہارا میرؔ گیا کیدھر ہے آج

ردیف ج ــــــ دیوان پنجم

505

505/1 کس تازہ مقتل پہ گُسندے تیرا[2] ہوا ہے گزارا آج — زہ دامن کی بھری ہے لہو سے کس کو تو نے مارا آج

505/2 کل تک ہم نے تم کو رکھا تھا، سو پردے میں کلی کے رنگ — صبح شگفتہ گل جو ہوئے تم، سب نے کیا نظارا آج

505/3 کوئی نہیں شاہانِ سلف میں خالی پڑے ہیں دونوں عراق — یعنی خود گم اسکندر ہے، نا پیدا ہے دارا آج

505/4 چشمِ مشتاق اُس لب و رُخ سے لحہ لحہ اُٹھتی نہیں — کیا ہی لگے ہے اچھا اس کا مکھڑا پیارا پیارا آج

505/5 اب جو نسیم معطر آئی، شاید بال کھلے اُس کے — شہر کی ساری گلیاں ہوگئیں گویا عنبر سارا آج

505/6 کل ہی جوش و خروش ہمارے، دریا کے سے تلاطم تھے — دیکھ ترے آشوب زباں[3] کے کر بیٹھے ہیں کنارا آج

505/7 چشم چرائی دُور سے کر وا، مجھ کو لگا یہ کہہ کے[4] گیا — صید کریں گے کل ہم آ کر، ڈال چلے ہیں چارا آج

505/8 کل ہی زیاں جیوں کے کیے ہیں عشق میں کیا کیا لوگوں نے — سادگی میری چاہ میں دیکھو میں ڈھونڈوں ہوں وارا[5] آج

505/9 میرؔ ہوئے ہو بے خود کب کے، آپ میں بھی تو ٹک آؤ
ہے دروازے پر انبوہ اک رفتۂ شوق تمہارا آج

506

506/1 شہر سے یار سوار ہوا جو سواد میں خوب غبار ہے آج — دشتی وحش و طیر اُس کی سر تیزی ہی میں شکار ہے آج

506/2 بر افروختہ رُخ ہے اُس کا کس خوبی سے مستی میں — پی کے شراب شگفتہ ہوا ہے، اُس نو گل پہ بہار ہے آج

506/3 اُس کا بحرِ حُسن سراسر اوج و موج و تلاطم ہے — شوق کی اپنے نگاہ جہاں تک جاوے بوس و کنار ہے آج

506/4 آنکھیں اُس کی لال ہوئیں ہیں اور چلے جاتے ہیں سر — رات کو دارو پی سویا تھا، اُس کا صبح خمار ہے آج

506/5 گھر آئے ہو فقیروں کے تو آؤ بیٹھو لطف کرو — کیا ہے جان بِن اپنے کنے، سو ان قدموں پہ نثار ہے آج

506/6 کیا پوچھو ہو سانجھ تلک پہلو میں کیا کیا تڑپا ہے — کل کی نسبت دل کو ہمارے، بارے کچھ تو قرار ہے آج

---

[1] نول کشوری طباعتوں میں 'بدبر' درست مندرج ہے لیکن نسخۂ مجلس نے کلیاتِ آسی کی اغلاط کو بھی 'مقدس' سمجھا، لہٰذا حوالہ دے کر بھی، درج وہی 'بدتر' کیا جو نسخۂ آسی ص ۶۷۴ پر ہے۔ علاوہ ازیں 'نکو رُو' کو 'نکور و' درج کیا ہے۔

[2] نسخۂ آسی اور مجلس میں 'تیرے' درج ہوا۔ مصرع کے مطابق 'تیرا' ہونا چاہیے۔

[3] فاروقی صاحب نے شعرِ شور انگیز جلد دوم ص ۱۸۱ پر 'آشوب زباں' کو 'آشوب زماں' لکھا اور شرح کی ہے۔

[4] نسخۂ کالج کا متن 'کہہ کے گیا' بہتر ہے ورنہ آسی اور مجلس میں 'کہتے گیا' درج ہوا ہے۔

[5] نسخۂ کالج، نول کشور دوم میں 'چارا' ہے، آسی کے یہاں 'وارا' بہتر ہے۔ مصرع اول میں جیوں (جی کی جمع) کو 'جیون' لکھا ہے، نسخۂ مجلس، جلد چہارم، ص ۴۲۔

504/8 عشق کیا ہو ہم نے کہیں تو عشق ہمارا جی مارے
یوں ہی نکو رُو دلبر اپنا ہم سے ہوا ہے بدبر[1] آج

504/9 رحم کی جاگہ کی ہے پیدا شاید اُس کے دل میں بھی
دیکھ رہا ہے منہ کو ہمارے حال ہمارا سُن کر آج

504/10 کل کہتے ہیں ہوگی قیامت، کل کی کل ہی لیں گے دیکھ
یاں تو قیامت، عشق میں اُس کے، ہے گی اپنے سر پر آج

504/11 کرتی ہے بو زلفِ معنبر، آئے ہو بے خود سے کچھ
بارے مزاجِ شریف تمہارا میر گیا کیدھر ہے آج

ردیف ج ــــــــ دیوان پنجم

﴿505﴾

505/1 کس تازہ مقتل پہ گشندے تیرے[2] ہوا ہے گزارا آج
زہ دامن کی بھری ہے لہو سے کس کو تو نے مارا آج

505/2 کل تک ہم نے تم کو رکھا تھا، سو پردے میں کلی کے رنگ
صبح شگفتہ گل جو ہوئے تم، سب نے کیا نظارا آج

505/3 کوئی نہیں شاہانِ سلف میں خالی پڑے ہیں دونوں عراق
یعنی خود گم اسکندر ہے، نا پیدا ہے دارا آج

505/4 چشمِ مشتاق اُس لب و رُخ سے لحہ لحہ اُٹھتی نہیں
کیا ہی لگے ہے اچھا اُس کا مکھڑا پیارا پیارا آج

505/5 اب جو نسیم معطر آئی، شاید بال کھلے اُس کے
شہر کی ساری گلیاں ہو گئیں گویا عنبر سارا آج

505/6 کل ہی جوش و خروش ہمارے، دریا کے سے تلاطم تھے
دیکھ ترے آشوب زباں[3] کے کر بیٹھے ہیں کنارا آج

505/7 چشم چرائی دُور سے کر وا، مجھ کو لگا یہ کہہ کے[4] گیا
صید کریں گے کل ہم آ کر، ڈال چلے ہیں چارا آج

505/8 کل ہی زیاں جیوں کے کیے ہیں عشق میں کیا کیا لوگوں نے
سادگی میری چاہ میں دیکھو میں ڈھونڈوں ہوں وارا[5] آج

505/9 میر ہوئے ہو بے خود کب کے، آپ میں بھی تو ٹک آؤ
ہے دروازے پر انبوہ اک رفتۂ شوق تمہارا آج

﴿506﴾

506/1 شہر سے یار سوار ہوا جو سواد میں خوب غبار ہے آج
دشتی وحش و طیر اُس کی سر تیزی ہی میں شکار ہے آج

506/2 بر افروختہ رُخ ہے اُس کا کس خوبی سے مستی میں
پی کے شراب شگفتہ ہوا ہے، اُس نو گل پہ بہار ہے آج

506/3 اُس کا بحرِ حُسن سراسر اوج و موج و تلاطم ہے
شوق کی اپنے نگاہ جہاں تک جاوے بوس و کنار ہے آج

506/4 آنکھیں اُس کی لال ہوئیں ہیں اور چلے جاتے ہیں سر
رات کو دارو پی سویا تھا، اُس کا صبح خمار ہے آج

506/5 گھر آئے ہو فقیروں کے تو آؤ بیٹھو لطف کرو
کیا ہے جان بن اپنے کنے، سو ان قدموں پہ نثار ہے آج

506/6 کیا پوچھو ہو سانجھ تلک پہلو میں کیا کیا تڑپا ہے
کل کی نسبت دل کو ہمارے، بارے کچھ تو قرار ہے آج

---

[1] نول کشوری طباعتوں میں 'بد بر' درست مندرج ہے لیکن نسخۂ مجلس نے کلیات آسی کی اغلاط کو بھی 'مقدس' سمجھا، لہٰذا حوالہ دے کر بھی، درج وہی 'بدتر' کیا جو نسخۂ آسی ص ۴۷۶ پر ہے۔ علاوہ ازیں 'نکو رُو' کو 'نکور و' درج کیا ہے۔

[2] نسخۂ آسی اور مجلس میں 'تیرے' درج ہوا۔ مصرع کے مطابق 'تیرا' ہونا چاہیے۔

[3] فاروقی صاحب نے شعر شور انگیز جلد دوم ص ۱۸۱ پر 'آشوب زباں' کو 'آشوب زماں' لکھا اور شرح کی ہے۔

[4] نسخۂ کالج کا متن 'کہہ کے گیا' بہتر ہے ورنہ آسی اور مجلس میں 'کہتے گیا' درج ہوا ہے۔

[5] نسخۂ کالج، نول کشور دوم میں 'چارا' ہے، آسی کے یہاں 'وارا' بہتر ہے۔ مصرع اول میں جیوں (جی کی جمع) کو 'جیون' لکھا ہے، نسخۂ مجلس، جلد چہارم، ص ۴۲۔

ردیف ج ـــــ دیوان اول

﴿502﴾

502/1 آئے ہیں میرؔ منہ کو بنائے خفا[1] سے آج — شاید بگڑ گئی ہے کچھ اُس بے وفا سے آج

502/2 واشد ہوئی نہ دل کو فقیروں کے بھی ملے — کھلتی نہیں گرہ یہ کسو کی دعا سے آج

502/3 جینے[2] میں اختیار نہیں ورنہ ہم نشیں! — ہم چاہتے ہیں موت تو اپنی خدا سے آج

502/4 ساقی ٹک ایک موسمِ گل کی طرف بھی[3] دیکھ — ٹپکا پڑے ہے رنگ چمن میں ہوا سے آج

502/5 تھا جی میں اُس سے ملیے تو کیا کیا نہ کہیے میرؔ
پر کچھ کہا گیا نہ غمِ دل ، حیا سے آج

ردیف ج ـــــ دیوان چہارم

﴿503﴾

503/1 حال برا ہے، تم کو ہم سے اتنی غفلت کیا ہے آج — کوئی گھڑی تو پاس رہو، یاں پہروں فرصت کیا ہے آج

503/2 سامنے ہے وہ آئینے پر آنکھ نہیں کھل سکتی ہے — دل تنگی سے رکے ہے دم کیا کہیے صورت کیا ہے آج

503/3 فرق و تیغ جٹے رہتے ہیں جیسے دل کی لاگ لگی — اُس ظالم بے رحم کی میری ایسی صحبت کیا ہے آج

503/4 شیشہ، صراحی، ساغر و مینا سب کل تک بھی حاضر تھے — کوئے بادہ فروشاں میں یہ میری حُرمت کیا ہے آج

503/5 میرؔ کھڑے اک ساعت ہی میں غش تم کرنے لگتے ہو
تاب نہیں، کیا ضعف ہے دل میں، جی بے طاقت کیا ہے آج

﴿504﴾

504/1 ہم تو لبِ خوش رنگ کو اُس کے مانا لعلِ احمر آج — اور غرور سے اُن نے ہم کو جانا کنکر پتھر آج

504/2 عشق کے جو سرگشتہ ہوئے ہم ، رفتہ رفتہ دوار ہوا — پاؤں میں چکر ہوتا ہے یاں ، سر کو بھی ہے چکر آج

504/3 عرش پہ دھونی لگانے کو تھے دودِ دل سے کب تک ہم — خاک پہ یاں کی درویشانہ ہم نے بچھایا بستر آج

504/4 جینے سے ہم غم کشتوں کے خاطر تم بھی جمع کرو — کل تک کام نہیں کھنچنے کا ، غش آتا ہے اکثر آج

504/5 ملکوں ملکوں شہروں شہروں ، قریہ قصبہ ، دیہہ و دیار — شعر و بیت و غزل پر اپنے ہنگامہ ہے گھر گھر آج

504/6 خط سے آگے مہر و وفا کا دعویٰ سب کچھ صادق تھا — جامۂ مصحف گو پہنے وہ ، کون کرے ہے باور آج

504/7 دیدہ و دل بھی اُس کی جانب میلِ کلّی رکھتے ہیں — عشق میں ہم بے کس ہیں واقع ، یار نہیں ہے یاور آج[4]

---

[1] نول کشور دوم، سوم میں 'جفا' ہے، آسی نے بھی اسی کی پیروی کی ہے، نسخۂ کالج میں 'خفا' ہے جو درست بھی ہے۔

[2] نول کشور دوم، سوم میں 'جیتے' غلط ہے۔ نسخۂ کالج اور آسی کے یہاں 'جینے' درست ہے۔

[3] نول کشور دوم، سوم میں 'تو' ہے۔ نسخۂ کالج اور آسی کے یہاں 'بھی' زیادہ بہتر ہے۔

[4] نول کشور دوم، سوم اور آسی کے یہاں 'یار نہیں بے یاور آج' طبع ہوا ہے۔ کلب علی خاں فائق کے نزدیک یہ کتابت کی غلطی ہے اور چونکہ مصرعٔ ـ چاہتا ہے، اس لیے 'نے یاور' تصحیح قیاسی کے طور پر درج کیا ہے۔ 'نے یاور' کے بعد بھی مصرع کے معنی واضح نہیں ہیں۔ ہمارے خیال میں 'ہے' سے کچھ بہتری کی صورت پیدا ہوتی ہے۔

504/8 عشق کیا ہو ہم نے کہیں تو عشق ہمارا جی مارے — یوں ہی نکو رُو دلبر اپنا ہم سے ہوا ہے بد بر[1] آج
504/9 رحم کی جاگہ کی ہے پیدا شاید اُس کے دل میں بھی — دیکھ رہا ہے منہ کو ہمارے حال ہمارا سُن کر آج
504/10 کل کہتے ہیں ہوگی قیامت، کل کی کل ہی لیں گے دیکھ — یاں تو قیامت، عشق میں اُس کے، ہے گی اپنے سر پر آج
504/11 کرتی ہے بو زلفِ معنبر، آئے ہو بے خود سے کچھ
بارے مزاجِ شریف تمہارا میرؔ گیا کیدھر ہے آج

ردیف ج ــــــ دیوان پنجم

﴿505﴾

505/1 کس تازہ مقتل پہ گشندے تیرا[2] ہوا ہے گزارا آج — زہ دامن کی بھری ہے لہو سے کس کو تو نے مارا آج
505/2 کل تک ہم نے تم کو رکھا تھا، سو پردے میں کلی کے رنگ — صبح شگفتہ گل جو ہوئے تم، سب نے کیا نظّارا آج
505/3 کوئی نہیں شاہانِ سلف میں خالی پڑے ہیں دونوں عراق — یعنی خود گم اسکندر ہے، نا پیدا ہے دارا آج
505/4 چشمِ مشتاق اُس لب و رُخ سے لحظہ لحظہ اُٹھتی نہیں — کیا ہی لگے ہے اچھا اس کا مکھڑا پیارا پیارا آج
505/5 اب جو نسیم معطر آئی، شاید بال کھلے اُس کے — شہر کی ساری گلیاں ہوگئیں گویا عنبر سارا آج
505/6 کل ہی جوش و خروش ہمارے، دریا کے سے تلاطم تھے — دیکھ ترے آشوب زباں[3] کے کر بیٹھے ہیں کنارا آج
505/7 چشم چرائی دُور سے کر دا، مجھ کو لگا یہ کہہ کے[4] گیا — صید کریں گے کل ہم آکر، ڈال چلے ہیں چارا آج
505/8 کل ہی زیاں جیوں کے کیے ہیں عشق میں کیا کیا لوگوں نے — سادگی میری چاہ میں دیکھو میں ڈھونڈوں ہوں وارا[5] آج
505/9 میرؔ ہوئے ہو بے خود کب کے، آپ میں بھی تو ٹک آؤ
ہے دروازے پر انبوہ اک رفتۂ شوق تمہارا آج

﴿506﴾

506/1 شہر سے یار سوار ہوا جو سواد میں خوب غبار ہے آج — دشتی وحش و طیر اُس کی سر تیزی ہی میں شکار ہے آج
506/2 بر افروختہ رُخ ہے اُس کا کس خوبی سے مستی میں — پی کے شراب شگفتہ ہوا ہے، اُس نو گل پہ بہار ہے آج
506/3 اُس کا بحرِ حُسن سراسر اوج و موج و تلاطم ہے — شوق کی اپنے نگاہ جہاں تک جاوے بوس و کنار ہے آج
506/4 آنکھیں اُس کی لال ہوئیں ہیں اور چلے جاتے ہیں سر — رات کو دارو پی سویا تھا، اُس کا صبح خمار ہے آج
506/5 گھر آئے ہو فقیروں کے تو آؤ بیٹھو لطف کرو — کیا ہے جان بن اپنے کنے، سو ان قدموں پہ نثار ہے آج
506/6 کیا پوچھو ہو سانجھ تلک پہلو میں کیا کیا تڑپا ہے — کل کی نسبت دل کو ہمارے، بارے کچھ تو قرار ہے آج

---

[1] نول کشوری طباعتوں میں 'بد بر' درست مندرج ہے لیکن نسخۂ مجلس نے کلیات آسی کی اغلاط کو بھی 'مقدس' سمجھا، لہٰذا حوالہ دے کر بھی، درج وہی 'بدتر' کیا جو نسخۂ آسی ص ۶۷۴ پر ہے۔ علاوہ ازیں 'نکو رُو' کو 'نکور' درج کیا ہے۔

[2] نسخۂ آسی اور مجلس میں 'تیرے' درج ہوا۔ مصرع کے مطابق 'تیرا' ہونا چاہیے۔

[3] فاروقی صاحب نے شعر شور انگیز جلد دوم ص ۱۸۱ پر 'آشوب زباں' کو 'آشوب زماں' لکھا اور شرح کی ہے۔

[4] نسخۂ کالج کا متن 'کہہ کے گیا' بہتر ہے ورنہ آسی اور مجلس میں 'کہتے گیا' درج ہوا ہے۔

[5] نسخۂ کالج، نول کشور دوم میں 'چارا' ہے، آسی کے یہاں 'وارا' بہتر ہے۔ مصرع اول میں جیوں (جی کی جمع) کو 'جیون' لکھا ہے، نسخۂ مجلس، جلد چہارم، ص ۴۲۔

506/7 مت چوکو، اِس جنس گراں کو دل کی وہیں لے جاؤ تم — ہندستاں میں[1] ہندو بچوں[2] کی بہت بڑی سرکار ہے آج
506/8 خوب جو آنکھیں کھول کے دیکھا شاخِ گل سا[3] نظر آیا — ان رنگوں پھولوں میں ملا کچھ محوِ جلوۂ یار ہے آج
506/9 جذبِ عشق جدھر چاہے لے جائے ہے محمل لیلیٰ کا — یعنی ہاتھ میں مجنوں کے ناقے کی اُس کے مہار ہے آج
506/10 رات کا پہنا ہار جواب تک دن کو اُتارا اُن نے نہیں
شاید میر جمالِ گل بھی اُس کے گلے کا ہار ہے آج

﴿507﴾

507/1 رنگ یہ ہے دیدۂ گریاں سے آج — لوہو ٹپکتا ہے گریباں سے آج
507/2 سر بہ فلک ہونے کو ہے کس کی خاک
گرد یک اُٹھتی ہے بیاباں سے آج

﴿508﴾

508/1 کہوں سو کیا کہوں، نے صبر و نے قرار ہے آج — جو اس چمن میں یہ اک طرفہ انتشار ہے آج
508/2 سر اپنا عشق میں ہم نے بھی یوں تو پھوڑا تھا — پر اِس کو کیا کریں اوروں کا اعتبار ہے آج
508/3 گیا ہے جانبِ وادی سوار ہو کر یار — غبار گرد پھرے ہے بہت شکار ہے آج
508/4 جہاں کے لوگوں میں جس کی تھی کل تئیں عزت — اُسی عزیز کو دیکھا ذلیل و خوار ہے آج
508/5 سحر سواد میں چل زور پھولی ہے سرسوں — ہوا ہے عشق سے گُل زرد، کیا بہار ہے آج
508/6 سواری اس کی ہے سرگرمِ گشتِ دشت مگر — کہ خیرہ تیرہ نمودار یک غبار ہے آج
508/7 سپہر چھڑیوں میں کل تک پھرے تھا ساتھ اپنے — عجب ہے سب کا اُسی سفلے پر مدار ہے آج
508/8 بخار دل کا نکالا تھا دردِ دل کہہ کر — سو دردِ سر ہے، بدن گرم ہے، بخار ہے آج
508/9 کسو کے آنے سے کیا اب کہ غش ہے کل دن سے
ہمیں تو اپنا ہی اے میر انتظار ہے آج

ردیف چ ___ دیوان اول

﴿509﴾

509/1 کاش اُٹھیں ہم بھی گنہ گاروں کے بیچ — ہوں جو رحمت کے سزاواروں کے بیچ
509/2 جی سدا اُن ابروؤں میں ہی رہا — کی بسر ہم عمر تلواروں کے بیچ
509/3 چشم ہو تو آئنہ خانہ ہے دہر — منہ نظر آتا ہے دیواروں کے بیچ
509/4 ہیں عناصر کی یہ صورت بازیاں — شعبدے کیا کیا ہیں اِن چاروں کے بیچ

---

[1] نول کشور دوم اور آسی کے یہاں 'کے' بجائے 'میں' درست نہیں، نسخۂ کالج میں 'میں' درست ہے۔
[2] نسخۂ آسی میں 'ہندو بچوں' ہے جب کہ مجلس کے نسخے میں غلطی سے 'ہندو بچے' درج ہوا ہے۔
[3] نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں 'سا' ہے، آسی کے یہاں 'یہ' درست نہیں ہے۔

509/5 جب سے لے نکلا ہے تُو یہ جنسِ حسن — پڑ گئی ہے دھوم بازاروں کے بیچ

509/6 عاشقی و بے کسی و رفتگی — جی رہا کب ایسے آزاروں کے بیچ

509/7 جو سر شک اُس ماہ بن جھمکے ہے شب — وہ چمک کاہے کو ہے تاروں کے بیچ

509/8 اُس کے آتش ناک رخساروں بغیر — لوٹیے یوں کب تک انگاروں کے بیچ

509/9 بیٹھنا غیروں میں کب ہے ننگ یار — پھول گل ہوتے ہی ہیں خاروں کے بیچ

509/10 یارو مت اُس کا فریبِ مہر کھاؤ
میر بھی تھے اُس کے ہی یاروں کے بیچ

﴿510﴾

(قبل از 1752ء)

510/1 فائدہ مصر میں یوسف رہے زندان کے بیچ — بھیج دے کیوں نہ زُلیخا اُسے کنعان کے بیچ

510/2 تُو نہ تھا مُردنِ دشوار میں عاشق کے آہ[1] — حسرتیں کتنی گرہ تھیں رمق اک جان کے بیچ

510/3 چشمِ بد دُور کہ کچھ رنگ ہے اب گریے پر — خون جھمکے ہے پڑا دیدۂ گریان کے بیچ

510/4 حال گلزارِ زمانہ کا ہے جیسے کہ شفق — رنگ کچھ اور ہی ہو جائے ہے اک آن کے بیچ

510/5 تاک کی چھاؤں میں جوں مست پڑے سوتے تھیں[2] — اینڈتی ہیں نگہیں سایۂ مژگان کے بیچ

510/6 جی لیا بوسۂ رخسارِ مخطط دے کر — عاقبت اُن نے ہمیں زہر دیا پان کے بیچ

510/7 دعویِ خوش دہنی اُس سے اِسی منہ پر گل — سر تو ٹک ڈال کے دیکھ اپنے گریبان کے بیچ

510/8 کان رکھ رکھ کے بہت دردِ دلِ میر کو تم
سنتے تو ہو، پہ کہیں درد نہ ہو کان کے بیچ

﴿511﴾

511/1 کر نہ تاخیر تو اک شب کی ملاقات کے بیچ — دن نہ پھر جائیں گے عشاق کے اک رات کے بیچ

511/2 حرف زن مت ہو کسی سے تو کہ اے آفتِ شہر — جاتے رہتے ہیں ہزاروں کے سر اک بات کے بیچ

511/3 میری طاقت کو قبول، آہ کہاں تک ہوگا — سبحہ اک ہاتھ میں ہے، جام ہے اک ہات کے بیچ

511/4 سُرمگیں چشم پہ اُس شوخ کی زنہار نہ جا — ہے سیاہیِ مژہ میں وہ نگہ گھات کے بیچ

511/5 بیٹھیں ہم اُس کے سگِ کو کے برابر کیوں کر — کرتے ہیں ایسی معیشت تو مساوات کے بیچ

511/6 تاب و طاقت کو تو رخصت ہوئے مدت گزری[3] — پند گو یوں ہی نہ کر اب خللِ اوقات کے بیچ

511/7 زندگی کس کے بھروسے پہ محبت میں کروں[4] — اک دلِ غمزدہ ہے سو بھی ہے آفات کے بیچ

511/8 بے مے و مُغ بچہ اک دم نہ رہا تھا کہ رہا
اب تلک میر کا تکیہ ہے خرابات کے بیچ

---

[1] نسخۂ آسی میں 'کی' مجلس میں 'کے' بہتر ہے۔ 'نکات الشعرا' میں یہ مصرع یوں ہے۔ 'سہل سوجھیں تجھے دشواریاں عاشق کی آہ'۔

[2] نسخۂ آسی میں 'جوں ست پڑی سوتی ہیں' مجلس نے اختلافِ نسخ کا ذکر نہیں کیا۔

[3] نسخۂ آسی کے مطابق شعر نمبر ۶ اور ۷ قطعہ بند ہیں حالانکہ یہ الگ الگ اشعار ہیں۔

[4] نسخۂ آسی میں 'ایک دل غم زدہ' جب کہ مجلس کا متن 'اک دلِ غم زدہ' بہتر ہے لیکن مرتب نسخۂ مجلس نے شعر نمبر ۷ اور مقطع کو قطعہ قرار دیا، یہ بھی مضحکہ خیز غلطی ہے، جلد اول ص ۲۲۴۔

﴿512﴾

512/1 ساتھ ہوں[1] اک بے کسی کے عالمِ ہستی کے بیچ — باز خواہِ خوں ہے میرا، کون[2] اس بستی کے بیچ

512/2 عرش پر ہے ہم نمد پوشانِ اُلفت کا دماغ — اوج دولت کا سا ہے یاں فقر کی پستی کے بیچ

512/3 ہم سیہ کاروں کا رستا تو[3] ہے مے خانے کی اور
آ گئے ہیں میر مسجد میں چلے مستی کے بیچ

ردیف چ ___ دیوان دوم

﴿513﴾

513/1 آگ سا تُو جو ہوا اے گلِ تر آن کے بیچ — صبح کی باد نے کیا پھونک دیا کان کے بیچ

513/2 ہم نہ کہتے تھے کہیں زلف، کہیں رُخ نہ دکھا — اک خلاف آیا نہ ہندو و مسلمان کے بیچ

513/3 باوجودِ مَلکیت نہ مَلک میں پایا — وہ تقدس کہ جو ہے حضرتِ انسان کے بیچ

513/4 پاسباں سے ترے کیا دُور، جو ہو سازِ رقیب — ہے نہ اک طرح کی نسبت سگ و دربان کے بیچ

513/5 جیسی عزت مری، دیواں میں امیروں کے ہوئی[4] — ویسی ہی اُن کی بھی ہوگی مرے دیوان کے بیچ

513/6 ساتھ ہے[5] اِس سر عریاں کے یہ وحشت کرنا — پگڑی اُلجھی ہے مری اب تو بیابان کے بیچ

513/7 وے پھریں پلکیں اگر کب گئیں جی میں تو وہیں — رخنے پڑ جائیں گے واعظ ترے ایمان کے بیچ

513/8 کیا کہوں، خوبی خط دیکھ ہوئی بند آواز — سرمہ گویا کہ دیا اُن نے مجھے پان کے بیچ

513/9 گھر میں آئینے کے کب تک تمھیں نازاں دیکھوں — کبھو تو آؤ مرے دیدۂ حیران کے بیچ

513/10 میرزائی کا کب اے میر! چلا عشق میں کام
کچھ تعب کھینچنے کو تاب تو ہو جان کے بیچ

﴿514﴾

514/1 عشق میں اے طبیب ہاں ٹک سوچ — پائے جاں درمیاں ہے یاں، ٹک سوچ

514/2 بے تامّل ادائے کیں مت کر — قتل میں میرے مہرباں، ٹک سوچ

514/3 سرسری مت جہاں سے جا، غافل — پاؤں تیرا پڑے جہاں، ٹک سوچ

---

[1] آسی اور مجلس دونوں جگہ ساتھ ہو درج ہے حالاں کہ 'ساتھ ہوں' بامعنی ہے۔

[2] نسخۂ آسی و مجلس میں 'گواہی' چھپا، نسخۂ کالج میں 'کو اس' ہے۔ 'کون اس' سے مطلب صاف ہو جاتا ہے۔ موجودہ صورت میں آسی اور مجلس میں اس شعر کو پڑھنا اور بامعنی سمجھنا ممکن نہیں۔

[3] نسخۂ آسی اور مجلس میں 'ہم سیہ کاروں کا ہنسا وہ ہے مے خانے کی اور'۔ اس مصرع کو بامعنی متن نہیں سمجھا جا سکتا، ہماری قیاسی تصحیح کے بعد اب اس میں معنی ہیں۔

[4] نول کشور دوم، سوم اور آسی کے نسخوں میں یہ مصرع یوں درج اور مشہور چلا آتا ہے 'جیسی عزت مرے دیواں کی امیروں میں ہوئی'۔ ہمارا اختیار کردہ متن نسخۂ کالج کے مطابق ہے اور بلاشبہ بہت بہتر ہے۔

[5] نول کشور دوم، سوم اور آسی کے یہاں یہ مصرع یوں ہے 'ساتھ ہی اس سر عریاں کی یہ دحشت کرنا'۔ نسخۂ کالج کا اختیار کردہ متن اس سے بہتر ہے۔

514/4 پھیل اتنا پڑا ہے کیوں یاں تو — یار اگلے گئے کہاں ، ٹک سوچ
514/5 ہونٹ اپنا ہلا نہ سمجھے بن — یعنی جب کھولے تُو زباں ، ٹک سوچ
514/6 گل و رنگ و بہار پردے ہیں — ہر عیاں میں ہے وہ نہاں ، ٹک سوچ
514/7 فائدہ ، سر جھکے کا شیب میں میر
پیری سے آگے اے جواں ٹک سوچ

﴿515﴾

515/1 دل کھو گیا ہوں میں یہیں[1] دیوانہ پن کے بیچ — تم بھی تو دیکھو زلفِ شکن در شکن کے بیچ
515/2 کیا جانے دل میں چاؤ تھے کیا کیا ذمِ وصال — مہجور[2] اُس کا تھا ہمہ حسرت کفن کے بیچ
515/3 کنعاں سے جا کے مصر میں یوسف ہوا عزیز — عزت کسو کی ہوتی نہیں ہے وطن کے بیچ
515/4 بس[3] اے جنوں! کہ مجھ میں نہیں کچھ سوائے دم — تار ایک رہ گیا ہے یہی پیرہن کے بیچ
515/5 سرسبز ہند ہی میں نہیں کچھ یہ ریختہ — ہے دھوم میرے شعر کی سارے دکھن کے بیچ
515/6 ستھرائی اور نازکی گل برگ کی درست — پر ویسی بُو کہاں کہ جو ہے اُس بدن کے بیچ
515/7-8 بلبل خموش و لالہ و گل دونوں سرخ و زرد (قطعہ) شمشاد محوِ بے کلی اک نسترن کے بیچ
کل ہم بھی سیرِ باغ میں تھے ساتھ یار کے — دیکھا تو اور رنگ ہے سارے چمن کے بیچ
515/9-10 یا ساتھ غیر کے ہے تمہیں ویسی بات چیت (قطعہ) سو سو طرح کے لطف ہیں اک اک سخن کے بیچ
یا پاس میرے لگتی ہے چپ ایسی آن کر — گویا زباں نہیں ہے تمہارے دہن کے بیچ
515/11 فرہاد و قیس و میر ، یہ آوارگانِ عشق
یوں ہی گئے ہیں، سب کی رہی من کی من کے بیچ

﴿516﴾

516/1 جھوٹ ہر چند نہیں یار کی گفتار کے بیچ — دیر لیکن ہے قیامت ابھی دیدار کے بیچ
516/2 کس کی خوبی کے طلب گار ہیں عزت طلباں — خرتے بکنے کو چلے آتے ہیں بازار کے بیچ
516/3 خضر و عیسیٰ کے تئیں نام کو جیتا سن لو — جان ہے ورنہ کب اُس کے کسو بیمار کے بیچ
516/4 اگلے کیا پیچ تمہارے نہ تھے بس عاشق کو — بال جو اور گُھرنے لگے دستار کے بیچ
516/5 عشق ہے جس کو ترا اُس سے تو رکھ دل کو جمع — زندگی کی نہیں اُمید اس آزار کے بیچ
516/6 ہم بھی اب ترکِ وفا ہی کریں گے، کیا کریے — جنس یہ بکتی[4] نہیں آپ کی سرکار کے بیچ
516/7 دیدنی دشتِ جنوں ہے کہ پھپھولے پا کے — میں نے موتی سے پرو رکھے ہیں ہر خار کے بیچ
516/8 پردہ اُٹھتا ہے تو پھر جان پر آ بنتی ہے — خوبی عاشق کی نہیں عشق کے اظہار کے بیچ
516/9 اس زمیں میں غزل اک اور بھی موزوں کر میر
پاتے ہیں زور ہی لذت تری گفتار کے بیچ

---

[1] طبع دوم، سوم اور نسخۂ آسی میں 'نہیں' درج ہے، جو درست نہیں۔ نسخۂ کالج میں 'یہیں' ہے، یہ درست اور بامعنی ہے۔
[2] نسخۂ مجلس میں 'مجوز' ہے، ہم نے آسی کے املا کی پیروی کی ہے۔
[3] نول کشوری نسخوں بشمول نسخۂ آسی میں 'نہیں' ہے، 'مخطوطۂ دیوانِ اول میر' 'بس' ہے۔ یہی بہتر ہے (بحوالہ نسخۂ مجلس)۔
[4] نسخۂ کالج میں 'کہتے' کا یہ محل نہیں، آسی نے حاشیے میں 'بکتی' لکھا، یہ البتہ بہتر ہے۔

﴿517﴾

517/1 آتی ہے خون کی بو دوستیِ یار کے بیچ — جی لیے اُن نے ہزاروں کے یونہی پیار کے بیچ

517/2 حیف وہ کشتہ کہ سو رنج سے آوے تجھ تک — اور رہ جائے تری ایک ہی تلوار کے بیچ

517/3 گرچہ چھپتی نہیں ہے چاہ پہ رہ منکر پاک — جی ہی دینا پڑے ہے عشق کے اقرار کے بیچ

517/4 نالہ شب آوے قفس سے تو گل اب اس پہ نہ جا — یہی ہنکار سی ہے مرغِ گرفتار کے بیچ

517/5 اُنس کرتا تو ہے وہ مجھ کو خرد باختہ جان — جیت میں اپنی نکالی ہے اِسی ہار کے بیچ

517/6 چال کیا کبک کی ، اک بات چلی آتی ہے — لُطف نکلے ہیں ہزاروں تری رفتار کے بیچ

517/7 تو جو جاتا ہے چمن میں تو تماشے کے لیے — موسمِ رفتہ بھی پھر آوے ہے گلزار کے بیچ

517/8 داغِ چیچک نہ اس افراط سے تھے مکھڑے پر — کن نے گاڑی ہیں نگاہیں ترے رخسار کے بیچ

517/9 گھٹتے شمشیر زنی سے کفِ نازک میں ہیں — یہ جگر داری تھی کس خوں کے سزاوار کے بیچ

517/10 توبہ صد بار کہ مستی میں پرو ڈالے ہیں — دانے تسبیح کے ہیں رشتۂ زُنار کے بیچ

517/11 حلقۂ گیسوئے خوباں پہ نہ کر چشم سیاہ[1]
میر امرت نہیں ہوتا دہنِ یار کے بیچ

ردیف چ ـــــــ دیوانِ سوم

﴿518﴾

518/1 حال کہنے کی کسے تاب اس آزار کے بیچ — حال رہتا ہی نہیں عشق کے آزار کے بیچ

518/2 آرزومند ہے خورشید ، میسر ہے کہاں — کہ تنک ٹھہرے ترے سایۂ دیوار کے بیچ

518/3 کیا کہیں ہم کہ گلے ڈالے پھرے[2] مستی میں — دانے سبّحے کے پرو رشتۂ زُنار کے بیچ

518/4 رشک خوبی کا اسی کی[3] جگرِ مہ میں ہے داغ — یہ جو اک خال پڑا ہے ترے رخسار کے بیچ

518/5 مل گیا پھولوں میں اس رنگ سے کرتے ہوئے سیر — کہ تامّل کیے پایا اُسے گل زار کے بیچ

518/6 قدر تم گو نہ کرو میرے متاعِ دل کی — جنس لگ جاوے گی یہ بھی کسو سرکار کے بیچ

518/7 گردِ سر رفتہ ہیں اے میر ہم اُس کشتے کے
رہ گیا یار کی[4] جو ایک ہی تلوار کے بیچ

---

[1] نسخۂ آسی اور مجلس میں 'چشم کودا' ہے، جب کہ نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں 'چشم سیاہ' ہے جو زیادہ نمائندہ اُسلوبِ میر اور بہتر متن ہے۔

[2] نسخۂ آسی میں 'پھریں' ہے جب کہ نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں 'پھرے' ہے جو بہتر ہے۔

[3] نسخۂ آسی و مجلس میں 'کے' ہے۔ یہاں 'کی' مصرع کے مطابق زیادہ ضروری ہے۔

[4] نسخۂ آسی میں 'کے' جب کہ مجلس میں 'کی' ہے تاہم اختلاف نسخ مندرج نہیں۔

﴿519﴾

519/1 کل لے گئے تھے یار ہمیں بھی چمن کے بیچ — اُس کی سی بو نہ آئی گل و یاسمن کے بیچ
519/2 کُشتہ ہوں میں تو شیریں زبانیِ یار کا — اے کاش وہ زبان ہو میرے دہن کے بیچ
519/3 اس بحر میں رہا مجھے چکر بھنور کے طور — سرگشتگی میں عمر گئی سب وطن کے بیچ
519/4 گر دل جلا بھُنا یہی ہم ساتھ لے گئے — تو آگ لگ اُٹھے گی ہمارے کفن کے بیچ
519/5 تنگیِ جامہ ظلم ہے اے باعثِ حیات — پاتے ہیں لطف جان کا ہم تیرے تن کے بیچ
519/6 نازک بہت ہے تو[1]، کہیں افسردگی نہ آئے — چسپانیِ لباس سے پیارے! بدن کے بیچ
519/7 ہے قہر وہ جو دیکھے نظر بھر کے، جن نے میر
برہم کیا جہاں مژہ برہم زدن کے بیچ

﴿520﴾

520/1 جانا نہ دل کو تھا تری زلفِ رسا کے بیچ — دانستہ جا پڑے ہے کوئی بھی بلا کے بیچ
520/2 فرہاد و قیس جس سے مجھے چاہو پوچھ لو — مشہور ہے فقیر بھی اہلِ وفا کے بیچ
520/3 آخر تو میں نے طول دیا بحثِ عشق کو — کوتاہی تم بھی مت کرو جور و جفا کے بیچ
520/4 آئی جو لب پہ آہ تو میں اُٹھ کھڑا ہوا — بیٹھا گیا نہ مجھ سے تو ایسی ہوا کے بیچ
520/5 اقبال دیکھ اس ستم و ظلم و جور کا — دیکھوں ہوں جس کو ہے وہ اسی کی دعا کے بیچ
520/6 دل اس چمن میں بہتوں سے میرا لگا، ولے — بوئے وفا نہ پائی کسو آشنا کے بیچ
520/7 جوش و خروش میر کے جاتے رہے نہ سب
ہوتا ہے شور چاہنے کی ابتدا کے بیچ

ردیف چ ___ دیوان چہارم

﴿521﴾

521/1 آگے تو رسم دوستی کی تھی جہاں کے بیچ — اب کیسے لوگ آئے زمین آسماں کے بیچ
521/2 میں بے دماغِ عشق اُٹھا سو چلا گیا — بلبل پکارتی ہی رہی گل ستاں کے بیچ
521/3 تحریک چلنے کی ہے جو دیکھو نگاہ کر — ہیئت کو اپنی موجوں میں آبِ رواں کے بیچ
521/4 کیا سیل ہو ہما کی پس از مرگ میری اور — ہے جائے گیر عشق کی تب استخواں کے بیچ
521/5 کیا جانوں لوگ کہتے ہیں کس کو سرورِ قلب — آیا نہیں یہ لفظ تو ہندی زباں کے بیچ
521/6 طالع سے بن گئی کہ ہم اس مہ کنے گئے — بگڑی تھی رات اُس کے سگ و پاسباں کے بیچ
521/7 اتنی جبین رگڑی کہ سنگ آئنہ ہوا — آنے لگا ہے منہ نظر اس آستاں کے بیچ
521/8 خوگر ہوئے ہیں عشق کی گرمی سے خار و خس — بجلی پڑی رہے ہے مرے آشیاں کے بیچ

---

[1] نول کشور دوم، سوم اور نسخۂ آسی میں 'ہیں'؛ جب کہ نسخۂ کالج میں 'ہے'، بہتر ہے۔

521/9
اُس روئے برفروختہ ہی سے ڈرے ہے میر
یہ آگ جا لگے گی کسی دودماں کے بیچ

﴿522﴾

522/1
صورت پھرے نہ یار کی کیوں چشمِ تر کے بیچ
تاثیر ہے گی اہلِ وفا کی ہنر کے بیچ

522/2
خوش سیرتی ہے جس سے کہ ہوتا ہے اعتبار
ہے چوبِ خشک، بُو جو نہ ہووے اگر کے بیچ

522/3
اُس کے سمندِ ناز کا پامال تو رہوں
اے کاش میری گور کریں رہ گزر کے بیچ

522/4
منہ اُس کا دیکھ رہیے کہ رفتارِ ناز کو
سر تا قدم ہے لطف ہی اُس خوش پسر کے بیچ

522/5
ہر دانۂ سرشک میں تارِ نگاہ ہے
اُس رشتے کی روش کہ جو ہووے گہر کے بیچ

522/6
کیا دل کو خوں کیا کہ تڑپنے لگا جگر
یکتائے روزگار ہیں ہم اِس ہنر کے بیچ

522/7
ایسا ہوا ہے قیمہ کہ اب ہے حساب پاک
کہیے جو کچھ بھی باقی ہو اپنے جگر کے بیچ

522/8
ہے اپنے خانوادے میں اپنا ہی شور میر
بلبل بھی اک ہی بولتا ہوتا ہے گھر کے بیچ

﴿523﴾

523/1
رنج کیا کیا ہم نے کھینچے دوستی یاری کے بیچ
کیا ہوئی تقصیر، اُس کی نازبرداری کے بیچ

523/2
دوش و آغوش و گریباں دامنِ گل چیں ہوئے
گل فشانی کر رہی ہے چشمِ خوں باری کے بیچ

523/3
ایک کو اندیشۂ کار، ایک کو ہے فکرِ یار
لگ رہے ہیں لوگ سب[1] چلنے کی تیاری کے بیچ

523/4
منتظر تو رہتے رہتے پھر گئیں آنکھیں نداں
وہ نہ آیا دیکھنے ہم کو تو بیماری کے بیچ

523/5
جان کو قیدِ عناصر سے نہیں ہے وارہی
تنگ آئے ہیں بہت اس چاردیواری کے بیچ

523/6
روتے ہی گزری ہمیں تو[2] شب نشینی باغ کی
اوس سی پڑتی رہی ہے رات ہر کیاری کے بیچ

523/7
یاد پڑتا ہے جوانی تھی کہ آئی رفتگی
ہو گیا ہوں میں تو مستِ عشق ہشیاری کے بیچ

523/8
ایک ہوویں جو زبان و دل تو کچھ نکلے بھی کام
یوں اثر اے میر کیا ہو گریہ و زاری کے بیچ

﴿524﴾

524/1
گل منعکس ہوئے ہیں بہت آب جو کے بیچ
جائے شراب پانی بھریں گے سبو کے بیچ

524/2
ستھراؤ کر دیا ہے تمنائے وصل نے
کیا کیا عزیز مر گئے اِس آرزو کے بیچ

524/3
بحث آ پڑی جو لب سے تمھارے تو چپ رہو
کچھ بولنا نہیں تمھیں اس گفتگو کے بیچ

524/4
ہم ہیں قلندر، آ کر اگر دل سے دم بھریں
عالم کا آئنہ ہے سیہ ایک ہُو کے بیچ

524/5
گل کی تو بو سے غش نہیں آتا کسو کے تئیں
ہے فرق میر پھول کی[3] اور اُس کی بو کے بیچ

---

[1] نسخۂ آسی ص ۷۷۷ 'شب چلنے کے' درست نہیں، نول کشور دوم، سوم میں 'سب' ہے۔

[2] نسخۂ آسی میں 'ہے' سے بہتر نول کشور دوم میں 'تو' ہے۔

[3] نسخۂ آسی و مجلس میں 'پھول کے' یہ وہی یائے مجہول و معروف کی خرابیِ کتابت کا نتیجہ ہے۔

ردیف چ ___ دیوانِ پنجم

﴿525﴾

525/1 آج ہمیں بدحالی سی ہے حال نہیں ہے جان کے بیچ
کیا عاشق ہونے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے جہان کے بیچ

525/2 پایہ اُس کی شہادت کا ہے عرشِ عظیم سے بالاتر
جو مظلومِ عشق موا[1] ہے بڑھ کر ٹک میدان کے بیچ

525/3 یوں ہی نظر چڑھ رہتی نہیں کچھ حسرت میں تو چشمِ سفید
دیکھی ہے ہیرے کی دمک میں اُس چشمِ حیران کے بیچ

525/4 وہ پرکالہ آتش کا ہے صبح تلک بھڑکا بھی نہ تھا
کیا جانوں کیا پھونک دیا لوگوں نے اُس کے کان کے بیچ

525/5 وعدے کرو ہو برسوں کے تم دم کا بھروسا ہم کو نہیں[2]
کچھ کچھ ہو جاتا ہے یاں، اک پل میں ایک اک آن کے بیچ

525/6 تبعیت سے جو فارسی کی کچھ میں نے ہندی شعر کہے
سارے ترک بچے ظالم اب پڑھتے ہیں ایران کے بیچ

525/7 بندے خدائے پاک کے ہم جو میر نہیں تو زیرِ فلک
پھر یہ تقدس آیا کہاں سے مُشتِ خاک انسان کے بیچ

﴿526﴾

526/1 فصلِ گل میں اسیر ہوئے تھے من ہی کی رہی من کے بیچ
اب یہ ستم تازہ[3] ہے ہم پر قید کیا ہے چمن کے بیچ

526/2 یہ اُلجھاؤ سلجھتا ہم کو دے ہے دکھائی مشکل سا
یعنی دل اٹکا ہے جا کر اُن بالوں کی شکن کے بیچ

526/3 وہ کرتا ہے[4] زبان درازی حیرت سے ہم چپکے ہیں
کچھ بولا نہیں جاتا یعنی اُس کے حرف و سخن کے بیچ

526/4 دشتِ[5] بلا میں جا کر مریے اپنے نصیب جو سید تھے ہوں
واں کی خاک عبیر[6] کی جاگہ رکھ دیں لوگ کفن کے بیچ

526/5 کبک کی جان مسافر ہووے، دیکھے خرامِ ناز اُس کا
نام نہیں لیتا ہے کوئی اُس کا میرے وطن کے بیچ

526/6 کیا شیریں ہے حرف و حکایت حسرت ہم کو آتی ہے
ہائے زبان اپنی بھی ہووے یک دم اُس کے دہن کے بیچ

526/7 غم و اندوہِ عشق سے ہر لحظہ نکلتی رہتی ہے
جان غلط کر میر آئی ہے گویا تیرے بدن کے بیچ

﴿527﴾

527/1 اس کے رنگ کھلا ہے شاید کوئی پھول بہار کے بیچ
شور پڑا ہے قیامت کا سا چار طرف گلزار کے بیچ

527/2 رحم کرے وہ ذرا ذرا[7] تو دیکھنے آوے دم بھر یاں
اب تو دم بھی باقی نہیں ہے اُس کے کسو بیمار کے بیچ

527/3 چین نہ دے گا خاک کے نیچے ہرگز عشق کے ماروں کو
دل تو ساتھ اے کاش نہ گاڑیں اُن لوگوں کے مزار کے بیچ

---

1. نسخۂ مجلس جلد چہارم، ص۴۴ 'ہوا' سہو کتابت ہے۔
2. نسخۂ آسی کے مطابق متن ہے، مجلس نے اس شعر میں تین فرق کیے۔ 'برسوں کے بعد' 'تم' درج نہیں، 'دم کا' کی بجائے 'دم بھر کا' لکھا۔ دوسرے مصرع میں 'اک اک' جب کہ آسی کے یہاں 'ایک اک' ہے۔
3. نسخۂ کالج، نول کشور دوم میں 'ستم تازہ کو ہے'، یہاں 'کو' بظاہر غیر ضروری ہے۔
4. نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں 'ہے جب زباں' درج ہے۔ آسی کے نسخے میں 'ہے زبان' بہتر ہے کہ زیادہ رواں ہے۔
5. نسخۂ مجلس میں 'دستِ بلا' سہو کتابت ہے۔
6. نسخۂ کالج میں 'عنبر'، نول کشور دوم اور آسی کے یہاں 'عبیر' ہے۔
7. نسخۂ آسی میں 'ذرہ ذرہ' درج ہوا ہے۔ مجلس میں 'ذرا ذرا' اختلاف نسخ کا ذکر کیے بغیر ہے۔

527/4 چشمِ شوخ سے اُس کی یارو کیا نسبت ہے غزالوں کو — دیکھتے ہیں ہم بڑا تفاوت شہری اور گنوار کے بیچ

527/5 کون شکارِ رم خوردہ سے جا کے کہے ٹک پھر کر دیکھ — کوئی سوار ہے تیرے پیچھے گرد و خاک و غبار کے بیچ

527/6 رونے سے جو رود بہا تو اس کا کیا ہے یار عجب[1] — جذب ہوئے ہیں کیا کیا دریا اپنے جیب و کنار کے بیچ

527/7 چشمک، غمزہ، عشوہ، کرشمہ، آن[2]، انداز و ناز و ادا
حسن سوائے حسنِ ظاہر میر بہت ہیں یار کے بیچ

﴿528﴾

528/1 اے بوئے گل سمجھ کے مہکیو پون کے بیچ — زخمی پڑے ہیں مرغ ہزاروں چمن کے بیچ

528/2 دیکھے ہے کیا میں اندر ہی اندر گداز ہوں
دھوکا ہے جوں حباب مرے پیرہن کے بیچ

ردیف چ ____ دیوان ششم

﴿529﴾

529/1 لطف جیسے ہیں اُس کی چاہ کے بیچ — رنج ویسے ہی ہیں نباہ کے بیچ

529/2 ذوقِ صید اُس کو تھا تو خیلِ ملک — دھوم رکھتے تھے دام گاہ کے بیچ

529/3 کب مزہ ہے نمازِ صبح میں وہ — جو صبوحی کے ہے گناہ کے بیچ

529/4 اُس غصیلے کی سرخ آنکھیں دیکھ — اُٹھے آشوب خانقاہ کے بیچ

529/5 جان و دل دونوں کر گئے تھے غش — دیکھ اُس رشکِ مہ کو راہ کے بیچ

529/6 اُس کی چشمِ سیہ[3] ہے وہ جس نے — کتنے جی مارے اک نگاہ کے بیچ

529/7 سانجھ ہی رہتی پھر اگر ہوتا — کچھ اثر نالۂ پگاہ کے بیچ

529/8 کیا رہیں جور سے بتوں کے ہم — رکھ لے اپنی خدا پناہ کے بیچ

529/9 منہ کی دو جھائیوں سے مت شرما — جھائیں ہوتی ہیں[4] روئے ماہ کے بیچ

529/10 میر بیمار ہے کہ فرق نہیں
متصل اس کی آہ آہ کے بیچ

﴿530﴾

530/1 وامق و فرہاد و مجنوں کون ہے یاروں کے بیچ — جو کہوں میں کوئی ہے میرے بھی غمخواروں کے بیچ

530/2 جمعِ خوباں میں مرا محبوب اِس مانند ہے — جوں مہِ تابندہ آتا ہے کبھو تاروں کے بیچ

---

[1] نسخۂ کالج میں 'یار و عجب' ہے۔ آسی کے یہاں 'یار عجب' بہتر ہے۔
[2] 'شعر شور انگیز' جلد دوم ص ۲۱۴، 'آن' درج ہی نہیں اور مصرع کو موزوں تصور کیا گیا ہے۔
[3] مصرع مطابق متن آسی ہے، نسخۂ مجلس میں بغیر اختلاف مذکور کیے یوں ہے 'اُس کی چشم سیاہ ہے جس نے'۔
[4] نسخۂ آسی و مجلس و عبادت میں 'جھائیں ہوتی ہے' درج ہے، 'ہیں' کا محل ہے۔

530/3 جو جفا عاشق پہ ہے سو اور لوگوں پر نہیں — اس سے پیدا ہے کہ میں ہی ہوں گنہ گاروں کے بیچ

530/4 مر گئے بہتیرے صاحب دل، ہوس کس کو ہوئی — ایسے مرنے جینے کی اُن عشق کے ماروں کے بیچ

530/5 رونا کڑھنا عشق میں دیکھا مرا جن نے، کہا — کیا جیے گا یہ ستم دیدہ اِن آزاروں کے بیچ

530/6 منتظر برسوں رہے افسوس آخر مر گئے — دیدنی تھے لوگ اُس ظالم کے بیماروں کے بیچ

530/7 خاکِ تربت کیوں نہ اپنی دلبرانہ اُٹھ چلے — ہم بھی تھے اُس نازنیں کے ناز برداروں کے بیچ

530/8 صاف میداں لامکاں سا ہو تو میرا دل کھُلے — تنگ ہوں معمورۂ دنیا کی دیواروں کے بیچ

530/9 باغ میں تھے شب گلِ مہتاب میرے آس پاس
یار بن یعنی رہا میں میر انگاروں کے بیچ

﴿531﴾

531/1 دل یہی نا ہے[1] جس کو دل کہتے ہیں اس عالم کے بیچ — کاش یہ آفت نہ ہوتی قالبِ آدم کے بیچ

531/2 چھاتی کُٹتی سنگ ہی سے دل کے جانے میں نہیں — نعل سینوں پر جڑے جاتے ہیں اس ماتم کے بیچ

531/3 نقشہ اُس کا مردمِ دیدہ میں میرے نقش ہے — یعنی صورت اُس ہی کی پھرتی ہے چشمِ نم کے بیچ

531/4 شاد وے جو اب جواں تازہ ہوئے ہیں شہر میں — دل زدہ ہم شیب میں رہتے ہیں اپنے غم کے بیچ

531/5 دل نہ ایسا کر کہ پشتِ چشم[2] وہ نازک کرے — سو بلائیں ہیں یہاں اُن ابروؤں کے خم کے بیچ

531/6 حد سے افزوں اُس گلی میں شور ہے عشاق کا — کون سنتا ہے کسو کی بات اس اودھم کے بیچ

531/7 رونق و آبادیِ ملکِ سخن ہے اُس تلک
ہوں ہزاروں دم الٰہی میر کے اک دم کے بیچ

ردیف ح ــــــ دیوان اول

﴿532﴾

532/1' ہونے لگا گزار[3] غمِ یار بے طرح — رہنے لگا ہے دل کو اب آزار بے طرح

532/2' اب کچھ طرح نہیں ہے کہ ہم غم زدے ہوں شاد — کہنے لگا ہے منہ سے ستم گار بے طرح

532/3' جاں بر تمہارے ہاتھ سے ہوگا نہ اب کوئی — رکھنے لگے ہو ہاتھ میں تلوار بے طرح

532/4' فتنہ اُٹھے گا ورنہ نکل گھر سے تو شتاب — بیٹھے ہیں آ کے طالبِ دیدار بے طرح

532/5' لوہو میں شور بور ہے دامان و جیبِ میر
بھرا ہے آج دیدۂ خوں بار بے طرح

---

[1] نسخۂ کالج ص ۲۵ ۷، نول کشور دوم ص ۴۳۶ میں 'دل یہی ہے' درج ہے۔ آسی اور مجلس نے 'دل یہی نہ' درج کیا ہے، یہی متن معروف ہے، شاید بہتر بھی ہے۔

[2] نسخۂ کالج میں 'پشت چشم' بالکل درست ہے۔ میر نے دیوانِ اول کی ردیف ت میں بھی یہ محاورہ باندھا ہے، نسخۂ آسی اور مجلس نے 'پشت و چشم' لکھ کر محاورے سے ناواقفیت کا مظاہرہ کیا۔ نول کشور دوم کے مرتب نے مصرع کی 'تصحیح' میں خوب اجتہاد کیا 'دل نہ ایسا چشم کر کہ پشت وہ نازک کرے'۔

[3] نسخۂ آسی میں 'گداز' صحیح نہیں، نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں 'گزار' درست ہے۔

﴿533﴾

533/1' خاطر کرے ہے جمع وہ ہر بار ایک طرح
کرتا ہے چرخ مجھ سے نئی یار ایک طرح

533/2' میں اور قیس و کوہ کن اب جو زباں پہ ہیں
مارے گئے ہیں سب یہ گنہ گار ایک طرح

533/3' منظور اُس کو پردے میں ہیں بے حجابیاں
کس سے ہوا دُچار وہ عیّار ایک طرح

533/4' سب طرحیں اُس کی اپنی نظر میں تھیں کیا کہیں
پر ہم بھی ہو گئے ہیں گرفتار ایک طرح

533/5' گھر اُس کے جاکے آتے ہیں پامال ہوکے ہم
کر پے مکاں ہی اب سرِ بازار ایک طرح

533/6' گہ گُل ہے، گاہ رنگ، گہے باغ کی ہے بو (قطعہ)
آتا نہیں نظر وہ طرح دار ایک طرح

533/7' نیرنگِ حسنِ دوست سے کر آنکھیں آشنا
ممکن نہیں وگرنہ ہو دیدار ایک طرح

533/8' ہر طرح تو ذلیل ہی رکھتا ہے میر کو
ہوتا ہے عاشقی میں کوئی خوار ایک طرح

ردیف ح ـــــ دیوان دوم

﴿534﴾

534/1' آنے کی اپنے کیا کہیں اس گلستاں کی طرح
ہر گام پر تلف ہوئے آبِ رواں کی طرح

534/2' کیا میں ہی چھیڑ چھیڑ کے کھاتا ہوں گالیاں
اچھی لگے ہے سب کو مرے بدزباں کی طرح

534/3' آگے تو بے طرح نہ کبھو کہتے تھے ہمیں
اب تازہ یہ نکالی ہے تم نے کہاں کی طرح

534/4' یہ شورِ دل خراش کب اُٹھتا تھا باغ میں
سیکھی ہے عندلیب نے ہم سے فغاں کی طرح[1]

534/5' کرتے تو ہو ستم، پہ نہیں رہنے کے حواس
کچھ اور ہو گئی جو کسو خستہ جاں کی طرح

534/6' نقشہ الٰہی دل کا مرے کون لے گیا
کہتے ہیں ساری عرش میں ہے اس مکاں کی طرح

534/7' مرغِ چمن نے زور رُلایا سبھوں کے تئیں
میری غزل پڑھی تھی شب اک روضہ خواں کی طرح

534/8' لگ کر گلے سے اُس کے بہت میں بُکا کیا
ملتی تھی سروِ باغ میں کچھ اس جواں کی طرح

534/9' جو کچھ نہیں تو بجلی سے ہی پھول پڑ گیا
ڈالی چمن میں ہم نے اگر آشیاں کی طرح

534/10' یہ باتیں رنگ رنگ ہماری ہیں ورنہ میر
آجاتی ہے کلی میں کبھو اس دہاں کی طرح

﴿535﴾

535/1' دورِ گردوں سے ہوئی کچھ اور مے خانے کی طرح
بھر نہ آویں کیوں کہ آنکھیں میری پیمانے کی طرح

535/2' آ نکلتا ہے کبھو ہنستا تو ہے باغ و بہار
اُس کی آمد میں ہے ساری فصلِ گل آنے کی طرح

535/3' چشمکِ انجم میں اتنی دل کشی آگے نہ تھی
سیکھ لی تاروں نے اس کی آنکھ جھمکانے کی طرح

535/4' ہم گرفتاروں سے وحشت ہی کرے ہے وہ غزال
کوئی تو بتلاؤ اُس کے دام میں لانے کی طرح

535/5 ایک دن دیکھا جو اُن نے بید کو تو کہہ اُٹھا
اس شجر میں کتنی ہے اُس میرے دیوانے کی طرح

535/6' آج کچھ شہرِ وفا کی کیا خرابی ہے نئی
عشق نے مدت سے یاں ڈالی ہے ویرانے کی طرح

---

[1] نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں مصرع یوں ہے۔ 'سیکھے ہے عندلیب بھی ہم سے فغاں کی طرح'۔

535/7' پیچ سا کچھ ہے کہ زلف و خط سے ایسا ہے بناؤ
ہے دلِ صد چاک میں بھی ورنہ سب شانے کی طرح

535/8' کس طرح جی سے گزر جاتے ہیں آنکھیں موند کر
دیدنی ہے دردمندوں کی بھی مرجانے کی طرح

535/9' ہے اگر ذوقِ وصال اس کا تو جی کھو بیٹھیے
ڈھونڈ کر اک کاڑھیے اب اس کے بھی پانے کی طرح

535/10' یوں بھی سر چڑھتا ہے اے ناصح کوئی مجھ سے کہ پائے
ایسے دیوانے کو سمجھاتے ہیں سمجھانے کی طرح

535/11' جان کا صرفہ نہیں ہے کچھ تجھے کڑھنے میں میر
غم کوئی کھاتا ہے میری جان غم کھانے کے طرح

ردیف ح ____ دیوان سوم

536

536/1' یاد آ گیا تو بہنے لگیں آنکھیں جُو کی طرح
کچھ آ گئی تھی سروِ چمن میں کسو کی طرح

536/2' چسپاں قبا وہ شوخ سدا غصے ہی رہا
چینِ جبیں سے اس کی اُٹھائی اُتو کی طرح

536/3' گالی، لڑائی آگے تو تم جانتے نہ تھے
اب یہ نکالی تم نے نئی گفتگو کی طرح

536/4' ہم جانتے تھے تازہ بنائے جہاں کو لیک
یہ منزلِ خراب ہوئی ہے کبھو کی طرح

536/5' سرسبز ہم ہوئے نہ تھے جو زرد ہو چلے
اس کشت میں پڑی یہ ہماری نمو کی طرح

536/6' وے دن کہاں کہ مست سر اندازِ خُم میں تھے
سر اب تو جھوجھرا[1] ہے شکستہ سبو کی طرح

536/7' تسکین دل کی کب ہوئی سیرِ چمن کیے
گو پھول دل میں آگئے کچھ اُس کے رُو کی طرح

536/8' آخر کو اُس کی راہ میں ہم آپ گم ہوئے
مدت میں پائی یار کی یہ جستجو کی طرح

536/9' کیا لوگ یوں ہی آتشِ سوزاں میں جا پڑے
کچھ ہوگی جلتی آگ میں اُس تندخو کی طرح

536/10' ڈرتا ہوں چاکِ دل کو مرے پلکوں سے سیے
نازک نظر پڑی ہے بہت اُس رفو کی طرح

536/11' دھوتے ہیں اشکِ خونی سے دست و دہن کو میر
طورِ نماز کیا ہے جو یہ ہے وضو کی طرح

ردیف ح ____ دیوان چہارم

537

537/1' کیا ہم بیاں کسو سے کریں اپنے یاں[2] کی طرح
کی عشق نے خرابی سے اِس خانداں کی طرح

537/2' جوں سبزہ چل چمن میں، لبِ جو پہ سیر کر
عمرِ عزیز جاتی ہے آبِ رواں کی طرح

537/3 جو سقفِ بے عُمد ہو، نہیں اُس کا اعتماد
کس خانماں خراب نے کی آسماں کی طرح

537/4' اثباتِ بے ثباتی ہوا ہوتا آگے تو
کیوں اس چمن میں ڈالتے ہم آشیاں کی طرح

537/5' اب کہتے ہیں بلا سے ستم کش یہ تیرگی
قد جو ہوا ہمارا خمیدہ کہاں کی طرح

537/6' نقصانِ جاں صریح تھا سودے میں عشق کے
ہم جان کر نکالی ہے جی کے زیاں کی طرح

---

1. اس لفظ کی یہ املا نسخۂ آسی کے مطابق ہے۔ نسخۂ کالج میں 'جوجرا' اور طبع دوم، سوم میں 'جوجڑا' ہے۔
2. نول کشور سوم، آسی و مجلس میں 'اپنی بانکی طرح' درج ہوئے۔ نول کشور دوم میں 'اپنے یاں کی طرح' درست ہے۔

537/7' دل کو جو خوب دیکھا تو ہُو کا[1] مکان ہے ہے اس مکاں میں ساری وہی لامکاں کی طرح

537/8' کل دیکھ آفتاب کو رویا ہوں دیر تک غصے میں ایسی ہی تھی مرے مہرباں کی طرح

537/9' جاوے گا اپنی بھول طرح داری میر وہ
کچھ اور ہو گئی جو کسو ناتواں کی طرح

﴿538﴾

538/1' مر گیا فرہاد جیسے ، مرتے بارے اُس طرح سر کوئی پتھر سے مارے بھی تو مارے اُس طرح

538/2' ٹکڑے ٹکڑے کر دکھایا میں نے ان کو اس لیے یعنی جی مارا کرو آیندہ پیارے اس طرح

538/3' مست و بے خود ہر طرف پہروں پھرا کرتے ہو تم حیف ہے، آتے نہیں ٹک گھر ہمارے اس طرح

538/4' عشق کی کہیے طرح کیا وامق و فرہاد و قیس بے کسانہ مر گئے وے لوگ سارے اس طرح

538/5' جو عرق تحریک میں اُس رشکِ مہ کے منہ پہ ہے
میر کب ہووے ہیں گرمِ جلوہ تارے اس طرح

﴿539﴾

539/1' پہنچے ہے ہم کو عشق میں آزار ہر طرح ہوتے ہیں ہم ستم زدہ بیمار ہر طرح

539/2' ترکیب و طرحِ ناز و ادا سب سے دل لگے اُس طرح دار کے ہیں گرفتار ہر طرح

539/3' یوسف کی اس نظیر سے دل کو نہ جمع رکھ ایسی متاع جاتی ہے بازار ہر طرح

539/4' جس طرح میں دکھائی دیا، اُس سے لگ پڑے ہم کشت وخوں کے ہیں گے سزاوار ہر طرح

539/5' چھپ لگ کے بام و در سے گلی کوچے میں سے میر
میں دیکھ لوں ہوں یار کو اک بار ہر طرح

ردیف ح ____ دیوان پنجم

﴿540﴾

540/1' گھر سے لیے نکلتا ہے تلوار بے طرح اب اُن نے سج بنائی ہے خوں خوار بے طرح

540/2' جی بچنے کی طرح نظر آتی نہیں کوئی کرتا ہے میرے خون پہ اصرار بے طرح

540/3' چہرہ تو اُن نے اپنا بنایا ہے خوب لیک بگڑا پھرے ہے اب وہ طرح دار بے طرح

540/4' کس طرح جائے پکڑی زباں اُس کی خشم میں کہتا ہے بیٹھا متصل اب یار بے طرح

540/5' لوہو میں ڈوبے دیکھیو دامان و جیب میر
بھرا ہے آج دیدۂ خوں بار بے طرح

﴿541﴾

541/1' وہ نوبادۂ گلشنِ خوبی سب سے رکھے ہے نرالی طرح شاخِ گل سا جائے ہے لہکا اُن نے نئی یہ ڈالی طرح

541/2' مونڈھے چلے ہیں، چولی چسی ہے، مہری پھنسی ہے، بند کسے اس اوباش نے پہناوے کی ایسی نرالی نکالی طرح

---

[1] نسخۂ آسی میں 'ہوگا' سہو کتابت ہے۔

541/3'
جبہہ نوچا، منہ نوچا، سب سینہ نوچا ناخن سے
میر نے کی ہے غم غصے میں اپنی یہ بدحالی طرح

ردیف خ ____ دیوان دوم

﴾542﴿

542/1'
اگرچہ لعلِ بدخشاں میں رنگ ڈھنگ ہے شوخ
پہ[1] تیرے دونوں لبوں کا بھی کیا ہی رنگ ہے شوخ

542/2'
کبھو تو نیو چلا کر، ستم کھنچیں کب تک
کماں کے طور سے تُو سخت خانہ جنگ ہے شوخ

542/3'
سکھائیں کن نے تجھے آہ ایسی اچپلیاں
کہ برق پر تری شوخی سے کام تنگ ہے شوخ

542/4'
بغیرِ بادہ تو یوں گرم آ کے کب ملتا
نشہ ہے زور تجھے، اُس کی یہ ترنگ ہے شوخ

542/5'
جگر میں کس کے ترے ہاتھ سے نہیں سوراخ
ملک تلک تو ترا زخمیِ خدنگ ہے شوخ

542/6'
صنم فراق میں مَیں تیرے کچھ تو کر رہتا
پہ کیا کروں کہ مرا ہاتھ زیرِ سنگ ہے شوخ

542/7'
خیال چاہ کے سررشتے کا تجھے کب ہے
ترے تو ہاتھ میں شام و سحر پتنگ ہے شوخ

542/8'
ابھی تو آنے میں عرصہ ہے کچھ قیامت کے
قدِ بلند کو کھینچ اپنے، کیا درنگ ہے شوخ

542/9'
برآر میر سے کس طرح تیری صحبت ہو
تجھے تو نام سے اُس خستہ جاں کے ننگ ہے شوخ

ردیف خ ____ دیوان چہارم

﴾543﴿

543/1'
ہے میرے جو سرشکِ دما دم کا رنگ سرخ
ریزش سے[2] اُس کے تختہ ہے سینے کا سنگ سرخ

ردیف خ ____ دیوان پنجم

﴾544﴿

544/1'
جھمک ہے اُس کے بدن میں ہر ایک جا ہے شوخ
برنگِ برق سراپا وہ خود نما ہے شوخ

544/2'
پڑے ہے سیکڑوں جا راہ چلنے میں اُس پر
کسو کی آنکھ تو دیکھے کوئی بلا ہے شوخ

544/3'
نظر پڑی نہیں کیا اُس کی شوخ چشمی میر
حضور یار کے چشمِ غزال کیا ہے شوخ

﴾545﴿

545/1'
گلبن چمن کے اُس کو جو دیکھتے ہیں گستاخ
کیا تازہ کوئی اب کی نکلی بہار میں شاخ

---

[1] نسخۂ کالج میں 'پہ' جب کہ نول کشور دوم، سوم اور نسخۂ آسی میں 'یہ' ہے۔ 'اگرچہ' کے ساتھ 'پہ' کی مناسبت زیادہ ہے اس لیے وہی درست ہے۔

[2] نسخۂ آسی، نول کشور سوم کے تتبع میں 'ریزش' کا 'درج کرتے ہیں۔ طبع دوم میں 'ریزش سے' درست اور بامعنی ہے۔

ردیف د ـــــ دیوان اول

﴿546﴾

546/1-2 کیا ہے یہ جو گا ہے آجاتی ہے آندھی کوئی زرد (قطعہ)[1] یا بگولا جو کوئی سر کھینچے ہے صحرا نورد
شوق میں یہ محملِ لیلیٰ کے ہو کر بے قرار اک نہادِ وادیِ مجنوں سے اُٹھ چلتی ہے گرد

546/3 وجہِ دم سردی نہیں میں جانتا رونے کے بعد مینہ برسا ہے کہیں شاید، ہوا آتی ہے سرد

546/4 باز رکھا باطنِ پیرِ مُغاں نے شیخ کو مل گیا اُس پیر زن کو غیب سے اِک پیر مرد

546/5 ایک شب پہلو کیا تھا گرم اُن نے تیرے ساتھ
رات کو رہتا ہے اکثر میرؔ کے پہلو میں درد

﴿547﴾

(قبل از 1752ء)

547/1 آوے گی میری قبر سے آواز میرے بعد اُبھریں گے عشق دل سے ترے راز میرے بعد

547/2 جینا مرا تو تجھ کو غنیمت ہے نا سمجھ! کھینچے گا کون پھر یہ ترے ناز میرے بعد

547/3 شمعِ مزار اور یہ سوزِ جگر مرا ہر شب کریں گے زندگی نا ساز میرے بعد

547/4 حسرت ہے اُس کے دیکھنے کی دل میں بے قیاس اغلب کہ میری آنکھیں رہیں باز میرے بعد

547/5 کرتا ہوں میں جو نالے سر انجام باغ میں منہ دیکھو، پھر کریں گے ہم آواز میرے بعد

547/6 بن گل موا ہی میں تو، پہ تو جا کے لوٹیو صحنِ چمن میں اے پرِ پرواز میرے بعد

547/7 بیٹھا ہوں میرؔ مرنے کو اپنے میں مستعد
پیدا نہ ہوں گے مجھ سے بھی جانباز میرے بعد

﴿548﴾

548/1 نہ پڑھا خط کو یا پڑھا قاصد آخرِ کار کیا کہا قاصد

548/2 کوئی پہنچا نہ خط مرا اس تک میرے طالع ہیں نارسا قاصد

548/3 سرِ نوشتِ زبوں سے زر ہو خاک راہ کھوٹی نہ کر تُو جا قاصد

548/4 گر پڑا خط تو تجھ پہ حرف نہیں یہ بھی میرا ہی تھا لکھا قاصد

548/5 یہ تو رونا ہمیشہ ہے مجھ کو پھر کبھو، پھر کبھو، بھلا قاصد

548/6 اب غرض خامشی ہی بہتر ہے کیا کہوں تجھ سے ماجرا قاصد

548/7 شب کتابت کے وقت گریے میں خط[2] لکھا تھا سو بہہ گیا قاصد

548/8 کہنہ قصہ لکھا کروں .تا کے بھیجا کب تک کروں نیا قاصد

---

[1] نسخۂ آسی ص۶۲، عبادت ۱۷۴ اور اشاعت مجلس جلد اول ص۲۲۶، اس قطعے کے دونوں شعروں کو الگ الگ شعروں کے طور پر درج کرتے ہیں ج
کہ پہلے شعر میں تو بات ہی پوری نہیں ہوئی 'کیا' اور 'یا' سے دو سوال کیے ہیں۔

[2] نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم میں 'خط' ہے۔ آسی کے یہاں 'جو' ہے، مجلس و عبادت نے بھی 'جو' ہی برقرار رکھا ہے۔

548/9 ہے طلسمات اُس کا کُوچہ تو — جو گیا ، سو وہیں رہا قاصد

548/10 باد[1] پر ہے برات جس کا جواب — اُس کو گزرے ہیں سالہا قاصد

548/11 نامۂ میر کو اُڑاتا ہے
کاغذِ باد کر[2] گیا قاصد

﴿549﴾

549/1 ہوں رہ گزر میں تیرے ہر نقشِ پا ہے شاہد — اُڑتی ہے خاک میری ، بادِ صبا ہے شاہد

549/2 طوفِ حرم میں بھی میں بھولا نہ تجھ کو اے بت — آتا تھا یاد تُو ہی ، میرا خدا ہے شاہد

549/3 شرمندۂ اثر کچھ باطن مرا نہیں ہے — وقتِ سحر ہے شاہد ، دستِ دعا ہے شاہد

549/4 نالے میں اپنے پنہاں میں بھی ہوں ساتھ تیرے — شاہد ہے گردِ محمل ، شورِ درا ہے شاہد

549/5 ایذا ہے میر پر جو وہ تو کہوں ہی گا میں
بارے یہ کہہ کہ تیری خاطر میں کیا ہے شاہد

﴿550﴾[3]

550/1 اے گلِ نودمیدہ کی مانند — ہم تو کس آفریدہ کی مانند

550/2 ہم اُمیدِ وفا پہ تیری ہوئے — غنچۂ دیر چیدہ کی مانند

550/3 خاک کو میری سیر کرکے پھرا — وہ غزالِ رمیدہ کی مانند

550/4 سر اُٹھاتے ہی ہو گئے پامال — سبزۂ نودمیدہ کی مانند

550/5 نہ کٹے رات ہجر کی جو نہ ہو — نالہ تیغِ کشیدہ کی مانند

550/6 ہم گرفتارِ حال ہیں اپنے — طائرِ پر بریدہ کی مانند

550/7 دل تڑپتا ہے اشکِ خونیں میں — صید[4] درخوں تپیدہ کی مانند

550/8 تجھ سے یوسف کو کیونکہ نسبت دیں — کب[5] شنیدہ ہو دیدہ کی مانند

550/9 میر صاحب بھی اُس کے ہاں تھے لیک
بندۂ زر خریدہ کی مانند

﴿551﴾

551/1 قفس تو یاں سے گئے پر مُدام ہے صیاد — چمن کی صبح کوئی دم کو شام ہے صیاد

551/2 بہت ہیں ہاتھ ہی تیرے ، نہ کر قفس کی فکر — مرا تو کام انھی میں تمام ہے صیاد

---

1. نسخۂ آسی اور عبادت میں 'باد' مجلس کی طباعت میں 'باؤ' درج ہیں۔ میر کا زیادہ پسندیدہ درجِ متن ہے۔
2. آسی، عبادت اور مجلس نے 'گر گیا' درج کیا ہے، 'کر گیا' ہی تقاضائے معنیِ شعر ہے اور یہی نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں بھی درج ہوا ہے۔
3. ۱۸۱۱ء میں مطبوعہ نسخۂ کالج، کلکتہ میں اس غزل کی ردیف 'کی مانند' درج ہے، بعد کے نسخوں میں املا 'کے مانند' ہوگیا۔ اب جب کہ آج کے قاری کے لیے 'کی مانند' زیادہ مانوس ہے تو اِسے نہ اپنانے کا کوئی جواز نہیں۔
4. نسخۂ مجلس میں 'صیدِ درخوں تپیدہ' درج ہے۔ 'صید' کو بہ اضافت لکھنا، اس قدر خوبصورت ترکیب کو مسخ کرنا ہے۔
5. نسخۂ آسی میں 'کب' کی جگہ 'تب' سہو ہے، تمام نسخوں میں 'کب' ہے اور درست بھی۔

551/3 چمن میں، میں نہیں ایسا پھنسا کہ یوں چھوٹوں — مجھے تو ہر رگِ گل، تارِ دام ہے صیاد

551/4 یہی گلوں کو تنک دیکھوں اتنی مہلت ہو — چمن میں اور تو کیا مجھ کو کام ہے صیاد

551/5 ابھی کہ وحشی ہے اس کش مکش کے بیچ ہے میر
خدا ہی اس کا ہے جو تیرا رام ہے صیاد

552

(قبل از 1752ء)

552/1 میرے سنگِ مزار پر فرہاد — رکھ کے تیشہ کہے ہے یا استاد!

552/2 ہم سے بن مرگ کیا جدا ہو ملال — جان کے ساتھ ہے دلِ ناشاد

552/3 مُوند آنکھیں، سفر عدم کا کر — بس ہے دیکھا نہ عالمِ ایجاد

552/4 فکرِ تعمیر میں نہ رہ منعم — زندگانی کی کچھ بھی ہے بنیاد

552/5 خاک بھی سر پہ ڈالنے کو نہیں — کس خرابے میں ہم ہوئے آباد

552/6 سنتے ہو، ٹک سنو کہ پھر مجھ بعد — نہ سنو گے یہ نالہ و فریاد

552/7 لگتی ہے کچھ سموم سی تو نسیم! — خاک کس دل جلے کی، دی برباد[1]

552/8 بھولا جا ہے غمِ بتاں میں جی — غرض آتا ہے پھر خدا ہی یاد

552/9 تیری قیدِ قفس کا کیا شکوہ — نالے اپنے سے اپنی ہے فریاد

552/10 ہر طرف ہیں اسیر ہم آواز — باغ ہے گھر ترا تو اے صیاد

552/11 ہم کو مرنا یہ ہے کہ کب ہوں کہیں — اپنی قیدِ حیات سے آزاد

552/12 ایسا وہ شوخ ہے کہ اٹھتے صبح — جانا سو جائے اُس کی ہے معتاد

552/13 نہیں صورت پذیر نقش اُس کا — یوں ہی تصدیع کھینچے ہے بہزاد

552/14-16 خوب ہے خاک سے بزرگوں کی (قطعہ) — چاہنا تو مرے تئیں امداد
پر مروت کہاں کی ہے اے میر! — تو ہی مجھ دل جلے کو کر ارشاد
نا مرادی ہو جس پہ پروانہ
وہ جلاتا پھرے چراغِ مراد

ردیف د ___ دیوان دوم

553

553/1 رہیے بغیر تیرے اے رشکِ ماہ تاچند — آنکھوں میں یوں ہماری عالم سیاہ تاچند

553/2 اب دیکھنے میں پیارے ٹک تو بڑھا عنایت — کوتاہ تر پلک سے ایدھر نگاہ تاچند

553/3 خط سے جو ہے گرفتہ وہ مہ نہیں نکلتا — مانندِ چشمِ اختر ہم دیکھیں راہ تاچند

---

[1] نسخۂ آسی، عبادت اور مجلس میں 'کی برباد' نہ تو مستند ہے، نہ ہی بمطابق محاورہ ہے۔ 'برباد دینا'، 'برباد کرنا' سے بہتر ہے، پھر یہ کہ نسخۂ کالج، نول ک
دوم، سوم میں 'دی' ہی درج ہوا ہے۔

553/4 عمرِ عزیز ساری منت ہی کرتے گزری — بے جرم آہ رہیے یوں عذرخواہ تاچند

553/5 یاں ناز و سرکشی سے کیا دیکھتا نہیں ہے — کج اس چمن میں ٹھہری گل کی کلاہ تاچند

553/6 جب مہ اُدھر سے نکلا ، جانا وہ گھر سے نکلا — رکھتا ہے داغ دیکھیں یہ اشتباہ تاچند

553/7 ایذا بھی کھنچ چکے گر جو ہفتے عشرے کی ہو (دہ)
اس طرح مرتے رہیے اے میرؔ آہ تاچند

﴿554﴾

554/1 تجھ بن اے نوبہار کی مانند — چاک ہے دل انار کی مانند

554/2 پہنچی شاید جگر تک آتشِ عشق — اشک ہیں سب شرار کی مانند

554/3 گو دماغ اُس کی رہ سے اُٹھنے کا — بیٹھے اب ہم غبار کی مانند

554/4 کوئی نکلے کلی تو[1] لالے کی — اس دلِ داغ دار کی مانند

554/5 سرو کو دیکھ غش کیا ہم نے — تھا چمن میں وہ یار کی مانند

554/6 ہار کر شب گلے پڑے اس کے — ہم بھی پھولوں کے ہار کی مانند

554/7 برق تڑپی بہت ، ولے نہ ہوئی — اس دلِ بے قرار کی مانند

554/8-9 اُن نے کھینچی تھی صیدگہ میں تیغ (قطعہ) — برقِ ابرِ بہار کی مانند
اُس کے گھوڑے کے آگے سے نہ ٹلے — ہم بھی دبلے شکار کی مانند

554/10 زخم کھا بیٹھیو جگر پر مت — تو بھی مجھ دل فِگار کی مانند

554/11 اس کی سرتیز ہر پلک ہے میرؔ
خنجرِ آب دار کی مانند

﴿555﴾

555/1 آواز ہماری سے نہ رک ہم ہیں دعا یاد — آوے گی بہت ہم بھی فقیروں کی صدا یاد

555/2 ہر آن وہ انداز ہے جس میں کہ کہے جی — اُس مخترعِ جور کو کیا کیا ہے ادا یاد

555/3 کیا صحبتیں اگلی گئیں خاطر سے ہماری — اپنی بھی وفا یاد ہے ، اُس کی بھی جفا یاد

555/4 کیفیتیں عطار کے لونڈے میں بہت تھیں — اس نسخے کی کوئی نہ رہی حیف دوا یاد

555/5 کیا جائے کہی بوسِ لبِ یار کی لذت — جب تک جئیں گے ہم کو رہے گا وہ مزا یاد

555/6 جی بھول گیا دیکھ کے چہرہ وہ کتابی — ہم عصر کے علامہ تھے پر کچھ نہ رہا یاد

555/7 سب غلطی رہی بازیِ طفلانہ کی یک سو — وہ یاد فراموش تھے ، ہم کو نہ کیا یاد

555/8 کعبے تو گئے بھول کے ہم دیر کا رستہ — آتا تھا ولے راہ میں ہر گام خدا یاد

555/9 اک لطف کے شرمندہ نہیں میرؔ ہم اس سے
گو یاں سے گئے اُن نے بہت ہم کو کیا یاد

---

[1] نسخۂ آسی میں 'نکلے کلی تو' درج ہے جب کہ نسخۂ مجلس میں 'کوئی نکلے تو کلی لالے کی' درج ہے، اس طرح مصرع ساقط الوزن ہو گیا ہے۔

﴿556﴾

556/1 اسیر کر کے نہ لی تو نے تو خبر صیّاد — اُڑا کیے مرے پرکالۂ جگر صیّاد

556/2 پھریں گے لوٹتے صحنِ چمن میں باد کے ساتھ — موئے گئے بھی مرے مشتِ بال و پر صیّاد

556/3 رہے گی ایسی ہی گر بے کلی ہمیں اس سال — تو دیکھیو کہ رہے ہم قفس میں مر صیّاد

556/4 چمن کی یاد کے آتے خبر نہ اتنی رہی — کہ میں کدھر ہوں، کدھر ہے قفس، کدھر صیّاد

556/5 شکستہ بالی کو چاہے تو ہم سے ضامن لے — اسیر[1] موسمِ گل میں ہمیں نہ کر صیّاد

556/6 ہوا نہ وا درِ گلزار اپنے ڈھب سے کبھو — کھلا سو منہ پہ ہمارے قفس کا در صیّاد

556/7 سنا ہے بھڑکی ہے اب کی بہت ہی آتشِ گل — چمن میں اپنے بھی ہیں خار و خس کے گھر صیّاد

556/8 لگی بہت رہیں چاکِ قفس سے آنکھیں لیک — پڑا نہ اب کی کوئی پھول گل نظر صیّاد

556/9 اسیر میر نہ ہوتے اگر زباں رہتی
ہوئی ہماری یہ خوش خوانیِ سحر صیّاد

﴿557﴾

557/1 لڑ کے پھر آئے ڈر گئے شاید — بگڑے تھے کچھ سنور گئے شاید

557/2 سب پریشاں دلی میں شب گزری — بال اُس کے بکھر گئے شاید

557/3 کچھ خبر ہوتی تو نہ ہوتے خبر — صوفیاں بے خبر گئے شاید

557/4 ہیں مکان و سرا و جا خالی — یار سب کوچ کر گئے شاید

557/5 آنکھ آئینہ رو چھپاتے ہیں — دل کو لے کر مکر گئے شاید

557/6 لوہو آنکھوں میں اب نہیں آتا — زخم اب دل کے بھر گئے شاید

557/7 اب کہیں جنگلوں میں ملتے نہیں — حضرتِ خضر مر گئے شاید

557/8 بے کلی بھی قفس میں ہے دشوار — کام سے بال و پر گئے شاید

557/9 شور بازار سے نہیں اُٹھتا
رات کو میر گھر گئے شاید

﴿558﴾

558/1 بنی تھی کچھ اک اُس سے مدت کے بعد — سو پھر بگڑی پہلی ہی صحبت کے بعد

558/2 جدائی کے حالات میں کیا کہوں — قیامت تھی اک[2] ایک ساعت کے بعد

558/3 مُوا کوہ کن بے ستوں کھود کر — یہ راحت ہوئی ایسی محنت کے بعد

558/4 لگا آگ، پانی کو دوڑے ہے تو — یہ گرمی تری اس شرارت کے بعد

558/5 کہے کو ہمارے کب اُن نے سنا — کوئی بات مانی سو منت کے بعد

558/6 سخن کی نہ تکلیف ہم سے کرو — لہو ٹپکے ہے اب شکایت کے بعد

---

[1] نسخۂ آسی، عبادت اور مجلس میں 'شکار' درج ہے، ہم فاروقی صاحب کی سند کے ساتھ 'اسیر' جو بہتر ہے، درج کر رہے ہیں۔ شعر شور انگیز جلد دوم ص ۳۸

[2] نسخۂ آسی میں 'ایک ایک' درج ہے۔ مجلس میں 'اک ایک' بہتر ہے۔ اختلافِ متن مذکور نہیں۔

558/7
نظر میرؔ نے کیسی حسرت سے کی
بہت روئے ہم اُس کی رخصت کے بعد

ردیف د ــــــ دیوانِ سوم

﴿559﴾

559/1
زمیں پر میں جو پھینکا خط کو کر بند
بہت تڑپا کیا جوں مرغِ پر بند

559/2
گرفتِ دل سے ناچاری ہے، یعنی
رہا ہوں بیٹھ میں بھی کر کے گھر بند

559/3
پھنسا دل زلف و کاکل میں، نہ پوچھو
پڑا ہے ناگہ آ کر بند پر بند[1]

559/4
سب اُس کی چشمِ پُر نیرنگ کے محو
نگہ کی اُن نے عالم کی نظر بند

559/5
چمن میں[2] کیوں کے ہم پر بستہ جاویں
بلند ازبس کہ ہے دیوار و در بند

559/6
بہت پیکانِ تیرِ یار ٹوٹے
تمام آہن ہے میرا اب جگر بند

559/7
ہوئیں رونے کی مانع میری پلکیں
بندھا خاشاک سے سیلاب پر بند

559/8
کہا کیا جائے اُن ہونٹوں کے آگے
ہماری لب گزی ہے یہ شکر بند

559/9
کھلے بندوں نہ آیا یاں وہ اوباش
پھرا مونڈھے پہ ڈالے بیش تر بند

559/10
یہی اوقات ہیں گے دید کے میاں
رکھ اپنی چشم کو شام و سحر بند

559/11
بچا رہتا تھا چہرہ جس سے، سو اب
گریباں میں ہے وہ دستِ ہنر بند

559/12
فنِ اشعار میں ہوں پہلواں میرؔ
مجھے ہے یاد اِس کُشتی کا ہر بند

﴿560﴾

560/1
ہماری بات کو اے شمعِ بزم کریو یاد
زبانِ سرخ سرِ سبز دیتی ہے برباد

560/2
ہمیں اسیر تو ہونا ہے اپنا اچھا یاد
کشش نہ دام کی دیکھی، نہ کوششِ صیاد

560/3
نہ درد مندی سے یہ راہ تم چلے، ورنہ
قدم قدم پہ تھی یاں جائے نالہ و فریاد

560/4
ہزار فاختہ گردن میں طوق پہنے پھرے
اسے خیال نہیں کچھ، وہ سرو ہے آزاد

560/5
جہاں میں اتنے ہی آشوب کیا رہیں گے بس
ابھی پڑے گا مرے خونِ بے گنہ سے زیاد

560/6
چمن میں اُٹھتے ہیں سناٹے سے اے بلبل!
جگر خراش یہ نالے ہیں تیرے منہ سے زیاد

560/7
ثباتِ قصر و در و بام و خشت و گل کتنا
عمارتِ دلِ درویش کی رکھو بنیاد

560/8
چمن میں یار ہمیں لے گئے تھے، وا نہ ہوئے
ہمارے ساتھ یہی غم، یہی دلِ ناشاد

560/9
ہمیں تو مرنے کا طور اُس کے خوش بہت آیا
طواف کریے جو ہو[3] نخل ماتمِ فرہاد

---

1. نسخۂ آسی میں 'بند بر بند' درج ہے، مجلس میں 'بند پر بند' درست، لیکن اختلافِ متن درج نہیں ہوا۔
2. نسخۂ کالج اور آسی کے یہاں 'میں' جب کہ نول کشور دوم، سوم میں 'ہیں' کتابت کی غلطی ہے۔
3. نسخۂ آسی میں 'ہیں' غلط ہے جب کہ نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں 'ہو' درست ہے۔

560/10 نظر نہ کرنی[1] طرف صید کے دمِ بسمل — یہ ظلم تازہ ہوا اُس کشندے سے ایجاد
560/11 چلے نہ تیغ اگر ہم نگاہِ عجز کریں — ہماری اور نہ دیکھے خدا کرے جلاد
560/12 کب اُن نے دل میں کر انصاف ہم پہ لطف کیا — وہی ہے خشم، وہی یاں سے جا، وہی بیداد
560/13 تمام رنجھ پچاد ہیں اب تو پھر پسِ مرگ — کہا کنھوں نے تو کیا ''عزّ اسمہ اُستاد''
560/14 اگرچہ گنج بھی ہے پر خرابیاں[2] ہیں بہت
نہ پھر خرابے میں اے میر خانماں برباد

﴿561﴾

561/1 عشق لوہو پی گیا سب تن میں ہے سو درد درد — پھول میری خاک سے نکلیں گے بھی تو[3] زرد زرد
561/2 کب مری شب کو سحر ہے ایک بدحالی کے بیچ — جانتا ہوں صبح ہے، ہوتا ہوں میں جب سرد سرد
561/3 کارواں در کارواں یاں سے چلے جاتے ہیں لوگ — ہر طرف اس خاک داں میں دیکھتے ہیں گرد گرد
561/4 مرد و زن سب ہیں نہ پیرِ دیر[4] و دختِ تاک سے — یہ غلط فہمی ہے ہر زن، زن ہے یا ہر مرد، مرد
561/5 دفترِ اعمال میرا بھول جاویں میر کاش
ہے قیامت اس جریدے کو جو دیکھیں فرد فرد

﴿562﴾

562/1 بہت ہے تنِ درد پر زرد زرد — اُٹھے گی مری خاک سے گرد زرد[5]
562/2 وہ بیمار گو تو نہ جانے مجھے — مرا نامہ لکھنے کو ہو فرد زرد
562/3 گزرتی ہے کیا میر دل پر ترے
تو ہوتا ہے ہر لحظہ کچھ زرد زرد

ردیف د ____ دیوان چہارم

﴿563﴾

563/1 زردیِ عشق سے ہے تنِ زار بدنمود — اب میں ہوں جیسے دیر کا بیمار بدنمود
563/2 بے برگی، بے نوائی سے ہیں عشق میں ہزار — پائیز دیدہ جیسے ہوں اشجار بدنمود
563/3 ہر چند خوب تجھ کو بنایا خدا نے، لیک — اے ناز پیشہ کبر ہے بسیار بدنمود

---

[1] نول کشور دوم، سوم اور آسی کے یہاں 'نہ کرتے' صحیح نہیں، نسخۂ کالج میں 'نہ کرنی' درست ہے۔
[2] نسخۂ آسی، عبادت و مجلس میں 'خرابے یاں' ہے، نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم میں 'خرابیاں' ہے جو اس لیے بھی بہتر ہے کہ دوسرے مصرع میں 'خرابے' مذکور ہے۔
[3] نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں 'تو' بہتر ہے، آسی و عبادت نے 'سو' لکھا ہے۔
[4] نول کشور دوم، سوم اور نسخۂ آسی میں 'پیر و دیر' بے معنی محض ہے۔ نسخۂ کالج میں 'پیرِ دیر' درست ہے۔
[5] نسخۂ آسی میں یہ شعر نہایت غلط متن کے ساتھ ہے 'بہت ہے تنِ درد پر درد۔ درد اٹھے گی مری خاک سے زرد گرد'۔ نسخۂ کالج اور نول کشور دوم' کے مطابق متن درج کیا گیا ہے۔

563/4 ہے خوش نما جو سہل مریں ہم ، ولے ترا خوں ریزی میں ہماری ہے اصرار بدنمود

563/5 پوشیدہ رکھنا عشق کا اچھا تھا حیف میر
سمجھا نہ میں کہ اس کا ہے اظہار بدنمود

﴿564﴾

564/1 کب سے ہے باغ کے پسِ دیوار باش و بود مشکل کریں ہیں جیسے گرفتار باش و بود

564/2 دنیا میں اپنے رہنے کا کیا طور ہم کہیں زنداں میں جوں کریں ہیں گنہگار باش و بود

564/3 بے یار کس کا جینے کو جی چاہتا ہے میر
کرتے ہیں ہم ستم زدہ ناچار باش و بود

﴿565﴾

565/1 جاوے جدائی کا یہ آزار ، گاہ باشد اچھا بھی ہووے دل کا آزار ، گاہ باشد

565/2 امیدوار اُس کے ملنے کے جی سے ہم ہیں آ نکلے ناز کرتا یاں یار ، گاہ باشد

565/3 گو قدر دل کی کم ہے پر چیز کام کی ہے لے تو رکھیں تمھیں ہو درکار ، گاہ باشد

565/4 کہتا ہوں سو کرے ہے لیکن رہوں ہوں ڈرتا آوے کسو سخن پر تکرار ، گاہ باشد

565/5 کہتے تو ہیں گئے سو کب آئے کیا کریں تب جو خوابِ مرگ سے ہوں بیدار ، گاہ باشد

565/6 غصے سے اپنے ابرو جو خم کرے ہے ہردم وہ اک لگا بھی بیٹھے تلوار ، گاہ باشد

565/7 غیرت سے عشق کی ڈر کیا شیخ و گبر دینی تسبیح کا ہو رشتہ زنار گاہ باشد

565/8 وحشت پہ میری مت جا، غیرت بہت ہے مجھ کو ہو بیٹھوں مرنے کو بھی تیار گاہ باشد

565/9 ہے ضبطِ عشق مشکل ، ہوتا نہیں کسو سے
ڈر میر بھی ہو اس کا اظہار گاہ باشد

﴿566﴾

566/1 تن کو جس جاگہ سے چھیڑوں ہوں، وہاں ہے درد درد ہاتھ لگتے دل کے ہو جاتا ہوں کچھ میں زرد زرد

566/2 اب تو وہ حسرت سے آہ و نالہ کرنا بھی گیا
کوئی دم ہونٹوں تک آ جاتا ہے گاہے سرد سرد

﴿567﴾

567/1 اُس کی دوری میں کڑھا کرتے ہیں ہم حد[1] سے زیاد جی گیا آخر ، رہا دل کو جو غم حد سے زیاد

567/2 چھاتی پھٹ جاتی جو یوں رک کر نہ کرتا ترکِ چشم گزرے اُس کے عشق میں جی پر ستم حد سے زیاد

567/3 خوف کر عاشق کے سر کٹنے کی قطعی ہے دلیل ہو جہاں شمشیرِ ابرو اُس کی خم حد سے زیاد

567/4 کچھ بھی نزدیک اُس کے ٹھہرا ہو تو دیکھے بھر نظر قدر ہے عاشق کی ان آنکھوں میں کم حد سے زیاد

567/5 پاس اُس کے دم بہ خود پہروں تھے، سو طاقت کہاں
بات کہتے میر اب کرتے ہیں دم حد سے زیاد

---

[1] نول کشور دوم، سوم میں 'حد سے زیاد' درست ہے جب کہ نسخۂ آسی میں 'سب سے زیاد' غلط ہے۔

﴿568﴾

568/1 شعر دیواں کے میرے کر کر یاد — مجنوں کہنے لگا کہ ہاں اُستاد
568/2 خود کو عشقِ بتاں میں بھول نہ جا — متوکّل ہو ، کر خدا کو یاد
568/3 سب طرف کرتے ہیں نکویاں کی — کس سے جا کر کوئی کرے فریاد
568/4 وحشی اب گردباد سے ہم ہیں — عمر افسوس کیا گئی برباد
568/5 چار دیواریِ عناصر میر
خوب جا گہ ہے، پر ہے بے بنیاد

ردیف د ـــــ دیوان پنجم

﴿569﴾

569/1 اُس سے نہ اُلفت ہو مجھ کو تو ہووے نہ[1] میرا چہرہ زرد
ہاتھ نہ رکھوں کیوں میں دل پر رنج و بلا ہے قیامت درد
569/2 ملنے میں خنکی ہی کرتا وہ کاش کے پہلے چاہ کے دن
گرمی نہ ہوتی ، آپس میں تو کھنچتی[2] نہ ہر دم آہِ سرد
569/3 برسوں میں اقلیم جنوں سے دو دیوانے نکلے تھے
میر آوارۂ شہر ہوا ہے ، قیس ہوا ہے بیاباں گرد

﴿570﴾

570/1 کہتے ہو تم کہ یکسر مجھ میں وفا ہے شاید — متروک رسمِ جور و ظلم و جفا ہے شاید
570/2 کم ناز سے ہے کس کے بندے کی بے نیازی — قالب میں خاک کے یاں پنہاں خدا ہے شاید
570/3 یاں کچھ نہیں ہے باقی اُس کے حساب لیکن — مجھ میں شمارِ دم سے اب کچھ رہا ہے شاید
570/4 قیدِ فراق سے تو چھوٹیں جو مر رہیں ہم — اس دردِ بے دوا کی مرنا دوا ہے شاید
570/5 یہ عشق ہے یقینی ، حال ایسا کم سنا ہے
اے میر دل کسو سے تیرا لگا ہے شاید

﴿571﴾

571/1 رکھتا ہے دل کنار میں صد پارہ دردمند — ہر پارہ اُس کا پاتے ہیں آوارہ دردمند
571/2 تسکین اپنے دل کی جو پاتا نہیں کہیں — جز صبر اور کیا کرے بے چارہ دردمند
571/3 اسلامی کفری کوئی ہو ، ہے شرط دردِ عشق — دونوں طریق میں نہیں ناکارہ دردمند

---

[1] نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں 'نہ میرا' درست ہے، نسخۂ آسی میں 'نہ' درج نہیں ہو سکا۔
[2] نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں 'کھنچتے' ہے اگرچہ آسی کے متن 'کھنچتی' سے بہتر ہے لیکن وزن میں یہی آتا ہے اس لیے برقرار رکھا ہے۔

571/4 قابل ہوئی[1] ہیں سیر کے چشمانِ خوں فشاں — دیکھیں ہیں آنکھوں لوہو کا فوّارہ دردمند

571/5 کیا کام اُس کو یاں کے نشیب و فراز سے — رکھتا ہے پاؤں دیکھ کے ہموارہ دردمند

571/6 اس کارواں سرائے کے ہیں لوگ رفتنی — حسرت سے اُن کا کرتے ہیں نظارہ دردمند

571/7 سو بار حوصلے سے اگر رنج کش ہو میر
پھر فرطِ غم سے مر رہے یک بارہ دردمند

﴿572﴾

572/1 ہے عشق کا فسانہ میرا نہ یاں زباں زد — ہر شہر میں ہوئی ہے یہ داستاں زباں زد

572/2 حسرت سے حسنِ گل کی چُپکا ہوا ہوں ورنہ — طیرانِ باغ میں ہوں میں خوش زباں، زباں زد

572/3 مذکور عاشقی کا ہر چار سو ہے باہم — یعنی نہیں کہانی میری کہاں زباں زد

572/4 فرہاد و قیس و وامق ہر اک سے پوچھ لو تم — شہروں میں عشق کے ہوں میں ناتواں زباں زد

572/5 کیا جانے میر کس کے غم سے ہے چپ وگرنہ
حرف و سخن میں کیا ہی، ہے یہ جواں زباں زد

﴿573﴾

573/1 کیا کہیے ہوئے مملکتِ ہستی میں وارد — بے یار و دیار اب تو ہیں اس بستی میں وارد

573/2 کچھ[2] ہوش نہ تھا منبر و محراب کا ہم کو
صد شکر کہ مسجد میں ہوئے مستی میں وارد

﴿574﴾

574/1 کچھ تدبیر بتاؤ ہم کو دل اپنا ہے درد آلود
خاک اُڑاتے کہاں تک پھریے چہرہ سب ہے گرد آلود

ردیف ذ ـــــ دیوان چہارم

﴿575﴾

575/1 درویشی کی جو سوختگی ہے، سو ہے لذیذ[3]
نان و نمک ہے داغ کا بھی ایک شے لذیذ

---

[1] تمام نسخوں میں 'قابل ہوئے ہیں' درج ہے، شاید کاتب کا تصرف ہے یا پھر یائے معروف و مجہول کا تسامح، ہم نے 'چشمان' کی تانیثیت کے مدنظر 'ہوئی' لکھا ہے۔

[2] نسخۂ آسی میں 'کچھ' بہتر ہے، اشاعتِ مجلس میں 'کیا' درج ہے، جلد چہارم، ص۱۵۱ اور اختلاف مذکور نہیں۔

[3] نول کشور دوم، سوم میں 'سو ہے لذیذ' جب کہ آسی نے 'سو بھی ہے لذیذ' درج کیا ہے، مصرع میں 'بھی' بہ اعتبارِ وزن زائد ہے۔

ردیف ر ــــــ دیوان اوّل

﴿576﴾

576/1 اودھر تلک ہی چرخ کے مشکل ہے ٹک گزر ‏ ‏ ‏ اے آہ پھر اثر تو ہے برچھی کی چوٹ پر

576/2 دھڑکا تھا دل تپیدنِ شب سے سو آج صبح ‏ ‏ ‏ دیکھا وہی کہ آنسوؤں میں چو پڑا جگر

576/3 ہم تو اسیرِ کنجِ قفس ہو کے مر چلے ‏ ‏ ‏ اے اشتیاقِ سیرِ چمن ، تیری کیا خبر

576/4 مت عیب کر جو ڈھونڈوں میں اس کو کہ مدعی ‏ ‏ ‏ یہ جی بھی یوں ہی جائے گا، رہتا ہے تو کدھر

576/5 آتی ہی بوجھیو تو بلا اپنے سر صبا ‏ ‏ ‏ وے مشک فام زلفیں پریشاں ہوئیں اگر

576/6 جاتی نہیں ہے دل سے تری یادِ زلف و رُو ‏ ‏ ‏ روتے ہی مجھ کو گزرے ہے کیا شام، کیا سحر

576/7 کیا جانوں کس کے تئیں لبِ خنداں کہے ہے خلق ‏ ‏ ‏ میں نے جو آنکھیں کھول کے دیکھیں سو چشمِ تر

576/8 اے سیل ٹک سنبھل کے قدم بادیے میں رکھ ‏ ‏ ‏ ہر سمت کو ہے تشنہ لبی کا مری خطر

576/9 کرتا ہے کون منع کہ سج اپنی تو نہ دیکھ
لیکن کبھو تو میر کے کر حال پر نظر

﴿577﴾

577/1 غیروں سے وے اشارے ہم سے چھپا چھپا کر ‏ ‏ ‏ پھر دیکھنا اِدھر کو آنکھیں ملا ملا کر

577/2 ہر گام سدِّ رہ تھی بت خانے کی محبت ‏ ‏ ‏ کعبے تلک تو پہنچے لیکن خدا خدا کر

577/3 نخچیر گہ میں تجھ سے جو نیم کشتہ چھوٹا ‏ ‏ ‏ حسرت نے اُس کو مارا آخر لِٹا لِٹا کر

577/4 اک لطف کی نگہ بھی ہم نے نہ چاہی اُس سے ‏ ‏ ‏ رکھا ہمیں تو اُن نے آنکھیں دکھا دکھا کر

577/5 ناصح مرے جنوں سے آگہ نہ تھا کہ ناحق ‏ ‏ ‏ گودڑ کیا گریباں سارا سِلا سِلا کر

577/6 اک رنگ پاں ہی اُس کا دل خوں کُنِ جہاں ہے ‏ ‏ ‏ پھبتا ہے اُس کو کرنا باتیں چبا چبا کر

577/7 جوں شمعِ صبح گاہی اک بار بجھ گئے ہم ‏ ‏ ‏ اُس شعلہ خو نے ہم کو مارا جَلا جَلا کر

577/8 اُس حرفِ ناشنو سے صحبت بگڑ ہی جا ہے ‏ ‏ ‏ ہر چند لاتے ہیں ہم باتیں بنا بنا کر

577/9 میں منع میر تجھ کو کرتا نہ تھا ہمیشہ
کھوئی نہ جان تو نے دل کو لگا لگا کر

﴿578﴾

(قبل از 1752ء)

578/1 نہ ہو ہرزہ درا اتنا ، خموشی اے جرس بہتر ‏ ‏ ‏ نہیں اس قافلے میں اہلِ دل ، ضبطِ نفس بہتر

578/2 نہ ہونا ہی بھلا تھا سامنے اُس[1] چشمِ گریاں کے ‏ ‏ ‏ نظر اے ابرِ تر آ بھی نہ آوے گا برس بہتر

578/3 سدا ہو خار خارِ باغباں ، گل کا جہاں مانع ‏ ‏ ‏ سمجھ اے عندلیب اُس باغ سے کنجِ قفس بہتر

---

1 نکات الشعرا میں 'اُس' کی بجائے 'مجھ' درج ہوا ہے۔ نکات الشعرا کے متن میں مطبوعہ نسخوں کے متن سے اختلاف بہت ہیں، ممکن ہے میر۔
میں یہ ترامیم خود کی ہوں۔

578/4 برا ہے امتحاں لیکن نہ سمجھے تو تو کیا کریے | شہادت گاہ میں لے چل سب اپنے بوالہوس بہتر

578/5 سیہ کردوں گا گلشن دود دل سے باغباں میں بھی | جلا آتش میں میرے آشیاں کے خار و خس بہتر

578/6 کیا داغوں سے رشکِ باغ اے[1] صد آفریں الفت | یہ سینہ ہم کو بھی ایسا ہی تھا درکار بس بہتر

578/7 قدم تیرے چھوئے تھے جن نے اب وہ ہاتھ ہے سر ہے | مرے حق میں نہ ہونا ہی تھا یاں تک دسترس بہتر

578/8 عبث پوچھے ہے مجھ سے میر میں صحرا کو جاتا ہوں
خرابی ہی پہ[2] دل رکھا ہے جو تو نے تو بس بہتر

﴿579﴾

(قبل از 1752ء)

579/1 دیکھوں میں اپنی آنکھوں سے آوے مجھے قرار | اے انتظار تجھ کو کسی کا ہو انتظار

579/2 ساقی تُو ایک بار تو توبہ مری تڑا | توبہ کروں جو پھر تو ہے توبہ ہزار بار

579/3 کیا زمزمہ کروں، ہوں خوشی تجھ سے ہم صفیر | آیا جو میں چمن میں تو جاتی رہی بہار

579/4 کس ڈھب سے راہِ عشق چلوں، ہے یہ ڈر مجھے | پھوٹیں کہیں نہ آبلے، ٹوٹیں کہیں نہ خار

579/5 کوچے کی اُس کے راہ نہ بتلائی بعدِ مرگ | دل میں صبا رکھے تھی، مری خاک سے غبار

579/6 اے پائے خُم کی گردشِ ساغر ہو دست گیر | مرہونِ دردِ سر ہو کہاں تک مرا خُمار

579/7 وسعت جہاں کی چھوڑ جو آرام چاہے میر
آسودگی رکھے ہے بہت، گوشۂ مزار

﴿580﴾

580/1 یہ عشقِ بے اجل کُش ہے بس اے دل اب توکّل کر | اگرچہ جان جاتی ہے چلی لیکن تغافل کر

580/2 سفر ہستی کا مت کر سرسری، جوں باد اے رہرو | یہ سب خاک آدمی تھے ہر قدم پر ٹک تامّل کر

580/3 سن اے بے درد گل چیں غارتِ گلشن مبارک ہے | پہ ٹک گوشِ مروت جانبِ فریادِ بلبل کر

580/4 نہ وعدہ تیرے آنے کا، نہ کچھ امّید طالع سے | دلِ بیتاب کو کس منہ سے کہیے ٹک تحمّل کر

580/5 یہ کیا جانوں کہ کیوں رونے لگا رونے ہیں سے رہ کر میں | مگر یہ جانتا ہوں ہینہ گھر آتا ہے پھر کھل کر

580/6 مرے پاس اُس کی خاک پائے بیماری میں رکھی تھی[3] | نہ آیا سر مرا بالیں پہ، اودھر جو گیا ڈھل کر

580/7 تجلّی جلوہ ہیں کچھ بام و درغم خانے کے میرے | وہ رشکِ ماہ آیا ہمنشیں بس اب دیا گل[4] کر

580/8 تری خاموشی سے قمری ہوا شورِ جنوں رسوا | ہلا ٹک طوقِ گردن کو بھی ظالم، باغ میں غل کر

580/9 گدازِ عاشقی کا میر کے شب ذکر آیا تھا
جو دیکھا شمعِ مجلس کو تو پانی ہو گئی گھل کر

---

1. نسخۂ مجلس کے حاشیے جلد اول ص ۲۳۶ کے مطابق مخطوطے میں 'ہے' بہتر ہے، اُسے ہمارے خیال میں 'ہے' سے بدرجہا بہتر ہے۔
2. نسخۂ آسی میں 'خرابی ہے یہ' درست نہیں، نول کشوری نسخوں میں 'خرابی ہی پہ' بہت بہتر ہے۔
3. نسخۂ آسی میں 'اُس کی خاک پائے' جب کہ نسخۂ مجلس میں 'اُس کے خاک پائے' ہے، ہم نے آسی کے یہاں 'کی' کی مطابقت میں 'رکھا تھا' کو 'رکھی تھی' کرلیا ہے۔ موجودہ صورت میں مصرع بامعنی ہو گیا ہے۔
4. نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں 'گل' ہے، آسی کے یہاں 'کل' سہو کتابت ہے۔

﴿581﴾

(قبل از 1752ء)

581/1 کر رحم ٹک، کب تک[1] ستم مجھ پر جفا کار اس قدر — اک سینہ خنجر سینکڑوں، یک جان و آزار اس قدر[2]

581/2 بھاگے مری صورت سے وہ، عاشق میں اُس کی شکل پر — میں اُس کا خواہاں یاں تلک، وہ مجھ سے بیزار اس قدر

581/3 منزل پہنچنا اک طرف، نے صبر ہے نے ہے سکوں — یک سر قدم میں آبلے، پھر راہِ پُر خار اس قدر

581/4 ہے جائے ہر دل میں تری، آدر گزر کر بے وفا — کر رحم ٹک اپنے اوپر مت ہو دل آزار اس قدر

581/5 جز کشمکش ہووے تو کیا عالم سے ہم کو فائدہ — یہ بے فضا ہے اک قفس، ہم ہیں گرفتار اس قدر

581/6 غیر اور بغل گیری تری، عید اور ہم سے بھاگنا[3] — ہم یار ہوں یوں غم زدے، خوش ہوئیں اغیار اس قدر

581/7 طاقت نہیں ہے بات کی، کہتا تھا نعرہ ماریے
کیا جانتا تھا میر ہو جاوے گا بیمار اس قدر

﴿582﴾

582/1 قیامت تھا سماں اُس خشم گیں پر — کہ تلواریں چلیں ابرو کی چیں پر

582/2 نہ دیکھا آخر اُس آئینہ رُو کو — نظر سے بھی نگاہِ واپسیں پر

582/3 گئے دن عجز و نالے کے کہ اب ہے — دماغِ نالہ چرخِ ہفتمیں پر

582/4 ہوا ہے ہاتھ گلدستہ ہمارا — کہ داغِ خوں بہت ہے آستیں پر

582/5 خدا جانے کہ کیا خواہش ہے جی کو[4] — نظر اپنی نہیں ہے مہر و کیں پر

582/6 پر افشانی قفس ہی کی بہت ہے — کہ پروازِ چمن قابل نہیں پر

582/7-8 جگر میں اپنے باقی روتے روتے — (قطعہ) اگرچہ کچھ نہیں اے ہمنشیں، پر
کبھو جو آنکھ سے چلتے ہیں آنسو — تو پھر[5] جاتا ہے پانی سب زمیں پر

582/9 قدم دشتِ محبت میں نہ رکھ میر
کہ سر جاتا ہے گامِ اوّلیں پر

---

[1] نکات الشعرا میں 'کب تک' کی بجائے 'کب لگ' ہے جو شاید بعد میں میر نے خود بہتر کیا۔

[2] یہ مصرع نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم کے مطابق ہے، آسی، عبادت و مجلس میں یہ مصرع یوں ہے 'یک سینہ، خنجر سینکڑوں، اک جان و آزار اس قدر'۔

[3] نسخۂ آسی ص ۶۷، نسخۂ عبادت ۱۸۰ اور مجلس جلد اول ص ۲۳۹، ہر تین نے شعر نمبر ۶ اور ۷ کو قطعہ بند درج کیا ہے حالاں کہ دونوں الگ الگ شعر ہیں اور بالکل مختلف مضمون کے حامل۔

[4] گزشتہ غزل کی طرح اس غزل میں بھی شعر ۵ اور ۹ کو تینوں مرتبین کلیاتِ میر نے قطعہ قرار دیا اور درج کیا ہے حالاں کہ یہ دونوں بھی الگ الگ اشعار ہیں۔ البتہ ان دونوں شعروں کے بعد کے دو شعر مسلسل ضرور ہیں۔

[5] نول کشور دوم، سوم کی غلطی کو مجلس نے بہتر متن سمجھتے ہوئے، آسی کے متن پر ترجیح دی اور 'پھر' کی بجائے مصرع میں 'بھر' درج کیا۔ آسی نے حاشیہ میں 'بھر' ضرور درج کیا لیکن یہ ناموزوں ہے۔ (زمین پر) 'پانی پھر جانا' کے محاوراتی لطف کو میر کیوں ہاتھ سے جانے دیتے بھلا!

﴿583﴾

(قبل از 1752ء)

583/1-2 دل ، دماغ و جگر یہ سب اک بار (قطعہ)[1] کام آئے فراق میں اے یار!
کیوں نہ ہو ضعف غالب اعضا پر | مر گئے ہیں قشون کے سردار

583/3 گلِ پژمردہ کا نہیں ممنون | ہم اسیروں کا گوشۂ دستار

583/4 مت نکل گھر سے ہم بھی راضی ہیں | دیکھ لیں گے کبھو سرِ بازار

583/5 سیکڑوں حرف ہیں گرہ دل میں | پر کہاں پایئے لبِ اظہار

583/6 سیر کر دشتِ عشق کا گلشن | غنچے ہو ہو رہے ہیں سو سو خار

583/7 روزِ محشر ہے رات ہجراں کی | ایسی ہم زندگی سے ہیں بیزار

583/8 بحث نالہ بھی کیجیو بلبل! | پہلے پیدا تو کر لبِ گفتار

583/9 یہاں دل پہ ہیں ہجوم صد خوباں | کیا کروں یک انار و صد بیمار

583/10 فکر کر داغِ دل کا اے غافل! | اس کو دیتے ہیں دیدۂ بیدار

583/11 گو غزل ہو گئی قصیدہ سی | عاشقوں کا ہے طولِ حرف شعار

583/12-13 ہر سحر لگ چلی تو ہے تو نسیم! (قطعہ)[2] اے سیہ مستِ ناز ٹک ہشیار
شانۂ نے ہزار نکلیں گے | جو گیا اُس کی زلف کا اک تار

583/14-15 واجب القتل اِس قدر تو ہوں (قطعہ) کہ مجھے دیکھ کر کہے ہے پکار
یہ تو آیا نہ سامنے میرے | لاؤ میری میاں سپر تلوار

583/16-17 آ زیارت کو قبرِ عاشق پر (قطعہ) اک طرح کا ہے یاں بھی جوشِ بہار
نکلے ہے میری خاک سے نرگس | یعنی اب تک ہے حسرتِ دیدار

583/18 میر صاحب! زمانہ نازک ہے[3] | دونوں ہاتھوں سے تھامیے دستار

583/19 سہل سی زندگی پہ کام کے تئیں | اپنے اوپر نہ کیجیے دشوار

583/20 چار دن کا ہے [illegible] | [illegible] رکھیے سلوک ہی ناچار

583/21 کوئی ایسا گناہ اور نہیں | یہ کہ کیجے ستم کسی پہ یار[4]

583/22-26 واں جہاں خاک کے برابر ہے (قطعہ) قدر ہفت آسمانِ ظلم شعار
یہی درخواست پاسِ دل کی ہے | نہیں روزہ نماز کچھ درکار

---

[1] نسخۂ آسی اور پیروکاروں میں عبادت اور مجلس کے نسخوں نے ان دو مسلسل شعروں کو قطعہ درج نہیں کیا۔ الگ الگ اشعار کو قطعہ بند سمجھنا اور درج کرنا اور قطعات کے اشعار کو الگ الگ شعر کے طور پر درج کرنے کی اغلاط نسخۂ آسی میں بہت زیادہ ہیں اور اُن نسخوں میں بھی دَر آئی ہیں جن کے مرتبین نے غالباً شعر سمجھے بغیر درج کیے ہیں۔

[2] یہاں پھر وہی غلطی ہے۔ شعر نمبر ۱۲ اور ۱۳ کو کسی مروجہ نسخے نے قطعہ درج نہیں کیا حالاں کہ چاروں مل کر ایک بات مکمل کر رہے ہیں۔

[3] تینوں نسخوں نے شعر نمبر ۱۸ تا ۱۹ یا شاید ۱۸ تا ۲۱ کو قطعہ بند درج کیا۔ حالاں کہ یہ دونوں اور پھر یہ چاروں شعر بھی الگ الگ معنی اور مضمون کے حامل ہیں، البتہ شعر نمبر ۲۲ تا ۲۶ قطعہ بند ہیں۔

[4] نول کشور سوم اور آسی کے یہاں 'بار' درج ہوا جب کہ دوم اور مجلس میں 'یار' ہے۔

درِ مسجد پہ حلقہ زن ہو تم — کہ رہو بیٹھ خانۂ خمار
جی میں آوے سو کیجیو پیارے — ایک ہونا نہ درپئے آزار

حاصلِ دوجہان ہے اک حرف
ہو مری جان آگے تم مختار

﴿584﴾

584/1 لبوں پر ہے ہر لحظہ آہِ شرر بار — جلا ہی پڑا ہے ہمارا تو گھر بار
584/2 ہوئیں کس ستم دیدہ کے پاس یک جا — نگاہیں شرر ریز ، پلکیں جگر بار
584/3 کہو کوئی دیکھے اُسے سیر کیونکر — کہ ہے اُس تنِ نازک اوپر نظر بار
584/4 حلاوت سے اپنی جو آگاہ ہو تو — چپک جائیں باہم وے لعلِ شکر بار
584/5 سبک کر دیا دل کی بے طاقتی نے — نہ جانا تھا اُس کی طرف ہم کو ہر بار
584/6 گدھا سا لدا پھرتا ہے شیخ ہر سُو — کہ جبہ ہے یک[1] بار و عمامہ سر بار
584/7 مرے نخلِ ماتم پہ ہے سنگِ باراں — نہایت کو لایا عجب یہ شجر بار
584/8 ہمیں بار اُس در پہ کثرت سے کیا ہو — لگا ہی رہے ہے سدا واں تو دربار
584/9 یہ آنکھیں گئیں ایسی ہو کر دُر افشاں — کہ دیکھے سے آیا تر ابرِ گہر بار
584/10 کب اس عمر میں آدمی ، شیخ ہو گا — کتابیں رکھیں ساتھ گو ایک خر بار

584/11 جہاں میر رہنے کی جاگہ نہیں ہے
چلا چاہیے یاں سے اسباب کر بار

﴿585﴾

585/1 غصّے سے اُٹھ چلے ہو جو[2] دامن کو جھاڑ کر — جاتے رہیں گے ہم بھی گریبان پھاڑ کر
585/2 دل وہ نگر نہیں کہ پھر آباد ہو سکے — پچھتاؤ گے ، سنو ہو! یہ بستی اُجاڑ کر
585/3 یا رب رہِ طلب میں کوئی کب تلک پھرے — تسکین دے کہ بیٹھ رہوں پاؤں گاڑ کر
585/4 منظور ہو نہ پاس ہمارا تو حیف ہے — آئے ہیں آج دور سے ہم تجھ کو تاڑ کر
585/5 غالب کہ دیوے قوتِ دل اس ضعیف کو — تنکے کو جو دکھاوے ہے پل میں پہاڑ کر
585/6 نکلیں گے کام دل کے کچھ اب اہلِ ریش سے — کچھ ڈھیر کر چکیں ہیں یہ آگے اُکھاڑ کر

585/7 اس فن کے پہلوانوں سے کشتی رہی ہے میر
بہتوں کو ہم نے زیر کیا ہے پچھاڑ کر

﴿586﴾

586/1 مرتے ہیں تیری نرگسِ بیمار دیکھ کر — جاتے ہیں جی سے کس قدر آزار دیکھ کر
586/2 افسوس وے کہ منتظر اک عمر تک رہے — پھر مر گئے ترے تئیں اک بار دیکھ کر

1۔ نسخۂ آسی میں 'اک بار' جب کہ مجلس کے نسخے میں 'یک بار' درج ہوا، اختلافِ نسخ کا ذکر نہیں۔
2۔ نسخۂ کالج میں 'تو' ہے، نول کشور دوم، سوم میں 'جو' یا 'تو' کچھ مذکور نہیں، آسی کے یہاں 'جو' ہے جو بہتر ہے۔

586/3 ناخواندہ خطِ شوق لگے چاک کرنے تو — قاصد تو کہیو ٹک کہ جفا کار دیکھ کر

586/4 کوئی جو دم رہا ہے سو آنکھوں میں ہے پھر اب[1] — کریو ٹک ایک وعدۂ دیدار دیکھ کر

586/5 دیکھیں جدھر وہ رشکِ پری پیشِ چشم ہے — حیران رہ گئے ہیں یہ اسرار دیکھ کر

586/6 جاتا ہے آسماں لیے کوچے سے یار کے — آتا ہے جی بھرا در و دیوار دیکھ کر

586/7 تیرے خرام ناز پہ جائے ہیں جی چلے — رکھ ٹک قدم زمیں پہ ستم گار دیکھ کر

586/8 طالع نے چشم پوشی کی یاں تک کہ ہم نشیں — چھپتا ہے مجھ کو دُور سے اب یار دیکھ کر

586/9 جی میں تھا اُس سے ملیے تو کیا کیا نہ کہیے میؔر
پ جب ملے تو رہ گئے ناچار دیکھ کر

﴿587﴾

587/1 دیکھ اُس کو ہنستے سب کے دم سے گئے اُکھڑ کر — ٹھہری ہے آرسی بھی دانتوں زمیں پکڑ کر

587/2 کیا کیا نیاز طینت اے ناز پیشہ تجھ بن[2] — مرتے ہیں خاکِ رہ سے گوڑے رگڑ رگڑ کر

587/3 قد کش چمن کے اپنی خوبی کو نیو چلے ہیں — پایا پھل اس سے آخر کیا سرو نے اکڑ کر

587/4 وہ سر چڑھا ہے اتنا، اپنی فروتنی سے — کھویا ہمیں نے اس کو ہر لحظہ پاؤں پڑ کر

587/5 پائے ثبات بھی ہے نام آوری کو لازم — مشہور ہے نگیں جو بیٹھا ہے گھر میں گڑ کر

587/6 دوری میں دلبروں کی کٹتی ہے کیوں کے سب کی — آدھا نہیں رہا ہوں تجھ سے تو میں بچھڑ کر

587/7 اب کیسا زہد و تقویٰ دارو ہے اور ہم ہیں — بنت العنب کے اپنا سب کچھ گیا جھگڑ کر

587/8 دیکھو نہ چشمِ کم سے معمورۂ جہاں کو — بنتا ہے ایک گھریاں، سو صورتیں بگڑ کر

587/9 اُس پشتِ لب کے اوپر دانے عرق کے یوں ہیں — یاقوت سے رکھے ہیں جوں موتیوں کو جڑ کر

587/10 ناسازگاری اپنے طالع کی کیا کہیں ہم — آیا کبھو نہ یاں تک غیروں سے یار لڑ کر

587/11 اپنے مزاج میں بھی ہے میؔر ضد نہایت
پھر مرہی کے اُٹھیں گے بیٹھیں گے ہم جو اَڑ کر

﴿588﴾

588/1 کہتا ہے کون تجھ کو یاں یہ نہ کر، تو وہ کر — پر ہو سکے جو پیارے دل میں بھی ٹک جگہ کر

588/2 وہ تنگ پوش اک دن دامن کشاں گیا تھا — رکھی ہیں جانمازیں اہلِ ورع نے تہہ کر

588/3 کیا قصرِ دل کی تم سے ویرانی نقل کریے — ہو ہو گئے ہیں ٹیلے سارے مکان ڈھہ کر

588/4 ہم اپنی آنکھوں[3] کب تک یہ رنگِ عشق دیکھیں — آنے لگا ہے لوہو رخسار پر تو بہہ کر

588/5 رنگِ شکستہ اپنا بے لطف بھی نہیں ہے — یاں کی تو صبح دیکھو[4] اک آدھ رات رہ کر

---

1. نسخۂ آسی میں 'آب' غلط ہے، نسخۂ کالج نول کشور دوم، سوم میں 'اب' درست ہے۔
2. نسخۂ آسی میں 'بن' کی جگہ 'میں' درست نہیں۔ نسخۂ کالج طبع دوم، سوم میں متن 'بن' ہے۔
3. نول کشور طبع دوم اور آسی کے یہاں 'آنکھیں' درست نہیں، نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'آنکھوں' درست ہے۔
4. نسخۂ آسی، عبادت اور مجلس، سب میں 'دیکھی' ہے حالاں کہ شعر کے معنی کا تقاضا 'دیکھو' ہے۔

588/6 برسوں عذاب دیکھے، قرنوں تعب اُٹھائے — یہ دل حزیں ہوا ہے کیا کیا جفائیں سہہ کر

588/7 ایکوں کی کھال کھینچی، ایکوں کو دار کھینچا — اسرار عاشقی کا پچھتائے یار کہہ کر

588/8 طاعت کوئی کرے ہے! جب ابر زور جھومے — گر ہو سکے تو زاہد اِس وقت میں گنہ کر

588/9 کیوں تو نے آخر آخر اِس وقت منہ دکھایا
دی جان میر نے جو حسرت سے اک نگہ کر

﴿589﴾

589/1 شیخی کا اب کمال ہے کچھ اور — حال ہے اور، قال ہے کچھ اور

589/2 وعدے برسوں کے کن نے دیکھے ہیں — دم میں عاشق کا حال ہے کچھ اور

589/3 سہل مت بوجھ یہ طلسم جہاں — ہر جگہ یاں خیال ہے کچھ اور

589/4 تو رگِ جاں سمجھتی ہو گی نسیم! — اُس کے گیسو کا بال ہے کچھ اور

589/5 نہ ملیں گو کہ ہجر میں مر جائیں — عاشقوں کا وصال ہے کچھ اور

589/6 کوز پشتی پہ شیخ کی مت جاؤ — اُس پہ بھی احتمال ہے کچھ اور

589/7-8 اِس میں اُس میں بڑا تفاوت ہے (قطعہ)[1] — کبک کی چال ڈھال ہے کچھ اور

میر تلوار چلتی ہے تو چلے
خوش خراموں کی چال ہے کچھ اور

﴿590﴾

590/1 دل جو اپنا ہوا تھا زخمی چور — ضبط گریہ سے پڑ گئے ناسور

590/2 صبح اُس سرد[2] مہر کے آگے — قرصِ خورشید ہو گیا کافور

590/3 ہم ضعیفوں کو پائمال نہ کر — دولتِ حسن پر نہ ہو مغرور

590/4 عرش پر بیٹھتا ہے، کہتے ہیں — گر اُٹھے ہے غبارِ خاطرِ مور

590/5 شکوۂ آبلہ ابھی سے میر
ہے پیارے ہنوز دلی دور

﴿591﴾

591/1 غیروں سے مل چلے تم مست شراب ہو کر — غیرت سے رہ گئے ہم یک سو کباب ہو کر

591/2 اُس روے آتشیں سے برقع سرک گیا تھا — گل بہہ گیا چمن میں خجلت سے آب ہو کر

591/3 کل رات مند گئیں تھیں بہتوں کی آنکھیں غش سے — دیکھا کیا نہ کر تُو سرمستِ خواب ہو کر

591/4 پردہ رہے گا کیونکر خورشیدِ خاوری کا — نکلے ہے صبح وہ بھی اب بے نقاب ہو کر

591/5 یک قطرہ آب مَیں نے اِس دور میں پیا ہے — نکلا ہے چشمِ تر سے وہ خونِ ناب ہو کر

591/6 آ بیٹھتا تھا صوفی ہر صبح میکدے میں — شکرِ خدا کہ نکلا واں سے خراب ہو کر

591/7 شرم و حیا کہاں تک ہیں میر کوئی دن کے
اب تو ملا کرو تم ٹک بے حجاب ہو کر

---

1. اِس میں اُس میں کا جواب چوتھے مصرعے میں ہے، اس لیے ان دونوں شعروں کو قطعہ تصور کرنا ضروری ہے جب کہ کسی نسخے میں یہ قطعہ بند قرار نہیں دیئے
2. مجلس کی اشاعت جلد اول ص ۲۴۹ میں 'سرو مہر' درج ہوا ہے جو غلط ہے۔

﴿592﴾

592/1 ہو آدمی اے چرخ ، ترکِ گردشِ ایام کر — خاطر سے ہی مجھ مست کی تائیدِ دورِ جام کر
592/2 دنیا ہے بے صرفہ نہ ہو، رونے میں یا کڑھنے میں تو — نالے کو ذکرِ صبح کر ، گریے کو وردِ شام کر
592/3 مستِ جنوں رہ روز و شب شہرہ ہو شہر و دشت میں — مجلس میں اپنی نقلِ خوش زنجیر کا بادام کر
592/4 جتنی ہو ذلت خلق میں اتنی ہے[1] عزت عشق میں — ناموس سے آ درگزر ، بے ننگ ہو کر نام کر
592/5 مر رہ کہیں بھی میر جا ، سر گشتہ پھرنا تا کجا
ظالم کسو کا سن کہا ، کوئی گھڑی آرام کر

﴿593﴾
(قبل از 1752ء)

593/1 رہنے کا پاس نہیں ایک بھی تار آخرِ کار — ہاتھ سے جائے گا سر رشتۂ کار آخرِ کار
593/2 لوحِ تربت پہ مری پہلے یہ لکھیو کہ اسے — یار دشمن ہو گیا جان سے مار آخرِ کار
593/3 مشتِ خاک اپنی جو پامال ہے یاں اس پہ نہ جا — سر کو کھینچے گا فلک تک یہ غبار آخرِ کار
593/4 چشم وا دیکھ کے اِس باغ میں کیجو نرگس — آنکھوں سے جاتی رہے گی یہ بہار آخرِ کار
593/5 اولِ کار محبت تو بہت سہل ہے میر
جی سے جاتا ہے ولے صبر و قرار آخرِ کار

﴿594﴾

594/1 خط میں ہے کیا سماں پسینے پر — موتی گویا جڑے ہیں مینے پر
594/2 کوئی ہوتا ہے دل تپش سے برا — ایک دم کے لہو نہ پینے پر
594/3 دل سے میرے شکستیں اُلجھی ہیں — سنگ باراں ہے آبگینے پر
594/4 چاکِ سینہ سے کھل گئے ٹانکے — کیا رفو کم ہوا ہے سینے پر
594/5 جورِ دلبر سے کیا ہوں آزردہ
میر اس چار دن کے جینے پر

﴿595﴾

595/1 ہم بھی پھرتے ہیں یک حشم لے کر — دستۂ داغ و فوجِ غم لے کر
595/2 دست کش نالہ ، پیش رو گریہ — آہ چلتی ہے یاں علم لے کر
595/3 مرگ اک ماندگی کا وقفہ ہے — یعنی آگے چلیں گے دم لے کر
595/4 اس کے اوپر کہ دل سے تھا نزدیک — غمِ دوری چلے ہیں ہم لے کر
595/5 بارہا صید گہ سے اُس کے گئے — داغِ یاس آہوئے حرم لے کر
595/6 ضعف یاں تک کھنچا کہ صورت گر — رہ گئے ہاتھ میں قلم لے کر
595/7 دل پہ کب اکتفا کرے ہے عشق — جائے گا جان بھی یہ غم لے کر
595/8 شوق اگر ہے یہی تو اے قاصد! — ہم بھی آتے ہیں اب رقم لے کر

---

[1] نسخۂ آسی میں 'اتنی ہو عزت' ہے جب کہ زیادہ بہتر متن نسخۂ کالج اور طبع دوم نول کشور میں ہے 'اتنی ہے عزت۔۔۔'

595/9
میر صاحب ہی چُوکے اے بد عہد!
ورنہ دینا تھا دل قسم لے کر

﴿596﴾

596/1 داڑھی سفید شیخ کی تُو مت نظر میں کر — بگلا شکار ہووے تو لگتے ہیں ہاتھ پر
596/2 اے ابرِ خشک مغز سمندر کا منہ نہ دیکھ — سیراب تیرے ہونے کو کافی ہے چشمِ تر
596/3 آخر عدم سے کچھ بھی نہ اکھڑا مرا میاں — مجھ کو تھا دستِ غیب پکڑ لی[1] تری کمر
596/4
سوتا تھا بے خبر تو نشے میں جو رات کو
سو بار میر نے تری اُٹھ اُٹھ کے لی خبر

﴿597﴾

597/1 پشتِ پا ماری بس کہ دنیا پر — زخم پڑ پڑ[2] گیا مرے پا پر
597/2 ڈوبے اُچھلے ہے آفتاب ہنوز — کہیں دیکھا تھا تجھ کو دریا پر
597/3 گردِ بے[3] ہوں، آوٗ شیخِ شہر! — ابر جھوما ہی جا ہے صحرا پر
597/4 دلِ پُرخوں تو تھا گلابی شراب — جی ہی اپنا چلا نہ صہبا پر
597/5 یاں جہاں میں کہ شہرِ کوراں ہے — سات پردے ہیں چشمِ بینا پر
597/6 فرصتِ عیش اپنی یوں گزری — کہ مصیبت پڑی تمنا پر
597/7 طارمِ تاک سے لہو ٹپکا — سنگ باراں ہوا ہے مینا پر
597/8
میر کیا بات اُس کے ہونٹوں کی
جینا دوبھر ہوا مسیحا پر

﴿598﴾

598/1 جھوٹے بھی پوچھتے نہیں تک[4] حال آن کر — انجان اتنے کیوں ہوئے جاتے ہو جان کر
598/2 وے لوگ تم نے ایک ہی شوخی میں کھو دیے — پیدا کیے تھے چرخ نے جو خاک چھان کر
598/3 جھمکے دکھا کے باعثِ ہنگامہ ہی رہے — پر گھر سے در پہ آئے نہ تم بات مان کر
598/4 کہتے نہ تھے کہ جان سے جاتے رہیں گے ہم — اچھا نہیں ہے، آ نہ ہمیں امتحان کر
598/5 کم گو جو ہم ہوئے تو ستم کچھ نہ ہوگیا — اچھی نہیں یہ بات مت اتنی زبان کر
598/6 ہم وے ہیں جن کے خوں سے تری راہ سب ہے گل — مت کر خراب ہم کو تو اوروں میں سان کر
598/7 تا کشتۂ وفا مجھے جانے تمام خلق — تربت پہ میری خون سے میرے، نشان کر
598/8 ناز و عتاب و خشم کہاں تک اُٹھائیے — یا رب! کبھو تو ہم پہ اُسے مہربان کر
598/9
افسانے ما و من کے سنیں میر کب تلک
چل اب کہ سوویں منہ پہ دوپٹے کو تان کر

---

[1] نسخۂ آسی، عبادت و مجلس میں ' پکڑنی ' ہے جس کا یہ محل نہیں ' پکڑلی ' بہت بہتر متن ہے۔
[2] نسخۂ آسی میں متن یوں ہے ' زخم پا پڑ ' جب کہ قدیم نسخوں میں ' پڑ پڑ گیا ' درست اور بہتر ہے۔
[3] نسخۂ مجلس نے ' گردیے ' کو ' گردِ بے ' درج کیا ہے۔ آسی کے یہاں یہ درست درج ہوا ہے۔
[4] نسخۂ کالج، مطبع نول کشور دوم، سوم میں ' تک ' درست ہے جب کہ آسی کے یہاں ' تک ' غالباً سہواً درج ہوا ہے۔

﴿599﴾

599/1 آزار دیکھے کیا کیا اُن پلکوں سے اٹک کر — جی لے گئے یہ[1] کانٹے دل میں کھٹک کھٹک کر

599/2 سرو و تدرو دونوں پھر آپ میں نہ آئے — گلزار میں چلا تھا وہ شوخ ٹک لٹک کر

599/3 کب آنکھ کھول دیکھا تیرے تئیں سرہانے — ناچار مر گئے ہم سر کو پٹک پٹک کر

599/4 حاصل بجز کدورت اس خاک داں سے کیا ہے — خوش وہ کہ اُٹھ گئے ہیں داماں جھٹک جھٹک کر

599/5 یہ مشتِ خاک یعنی انسان ہی ہے روکش — ورنہ اٹھائی کن نے اِس آسماں کی ٹکّر

599/6 دل کام چاہتا ہے اب اُس کے گیسوؤں سے — واں مر گئے ہیں کتنے برسوں اٹک اٹک کر

599/7 ٹک منہ سے اس کے دی شب برقع سرک گیا تھا — جاتی رہی نظر سے مہتاب سی چھٹک کر

599/8 ڈھولا[2] چکے تھے مل کر کل لونڈے میکدے کے — پر سرگراں ہو واعظ جاتا رہا سٹک کر

599/9 کل رقصِ شیخ مطلق دل کو لگا نہ میرے — آیا وہ حیز شرعی کتنا مٹک مٹک کر

599/10 منزل کی میرؔ اُس کی کب راہ تجھ سے نکلی
یاں خضر سے ہزاروں مر مر گئے بھٹک کر

ردیف ر ـــــ دیوان دوم

﴿600﴾

600/1 رفتار میں یہ شوخی، رحم اے جواں زمیں پر — لاتا ہے تازہ آفت تو ہر زماں زمیں پر

600/2 آنکھیں لگیں[3] رہیں گی برسوں وہیں سبھوں کی — ہو گا قدم کا تیرے جس جا نشاں زمیں پر

600/3 میں مشتِ خاک یارب بارِ گرانِ غم تھا — کیا کہیے آ پڑا ہے اک آسماں زمیں پر

600/4 آنکھیں ہی[4] بچھ رہی ہیں لوگوں کی تیری رہ میں — ٹک دیکھ کر قدم رکھ اے کامِ جاں زمیں پر

600/5 خاکِ سیہ سے یکساں ہر ایک ہے کہے تو — مارا اُٹھا فلک نے سارا جہاں زمیں پر

600/6 چشمے کہیں ہیں جوشاں، جوئیں کہیں ہیں جاری — جوں ابر ہم نہ روئے اُس بن کہاں زمیں پر

600/7 آتا نہ تھا فرو سر جن کا کل آسماں سے — ہیں ٹھوکروں میں اُن کی آج استخواں زمیں پر

600/8 جو کوئی یاں سے گزرا کیا آپ سے نہ گزرا — پانی رہا کب اتنا ہو کر رواں زمیں پر

600/9 پھر بھی اٹھا لی سر پر تم نے زمیں شب آ کر — کیا کیا ہوا تھا تم سے کچھ آگے یاں زمیں پر

600/10 کچھ بھی مناسبت ہے، یاں عجز واں تکبر — وے آسمان پر ہیں، میں ناتواں زمیں پر

600/11 پست و بلند یاں کا ہے اور ہی طرف سے — اپنی نظر نہیں ہے کچھ آسماں زمیں پر

600/12 قصرِ جناں تو ہم نے دیکھا نہیں جو کہیے — شاید نہ ہووے دل سا کوئی مکاں زمیں پر

600/13 یاں خاک سے انہوں کی لوگوں نے گھر بنائے — آثار ہیں جنہوں کے اب تک عیاں زمیں پر

---

1. نول کشور طبع دوم میں 'جی لے گئے ہیں' درج ہے جب کہ 'ہیں' کی جگہ 'یہ' نسخۂ کالج اور متن آسی میں بہتر ہے۔
2. نسخۂ مجلس کے کاتب نے 'ڈھو لا' الگ الگ لکھ کر مصرع بے معنی کر دیا ہے۔
3. نول کشور دوم، سوم کے متن 'لگیں رہیں گی' کو بہتر سمجھ کر درج کیا۔ نسخۂ آسی ص ۲۶۴ میں 'لگی رہیں گی' موجودہ املا کے مطابق ہے۔
4. نسخۂ آسی میں 'آنکھیں ہیں بچھ رہی ہیں' نسخۂ مجلس میں 'آنکھیں ہی بچھ رہی ہیں'۔

600/14
کیا سر جھکا رہے ہو میر اس غزل کو سن کر
بارے نظر کرو ٹک اے مہرباں زمیں پر

﴿601﴾

601/1
کیا کیا نہ ہم نے کھینچے آزار تیری خاطر
اب ہو گئے ہیں آخر بیمار تیری خاطر

601/2
غیروں کی بے دماغی، بے تابی، چھاتی داغی
یہ سب ستم اٹھائے اے یار تیری خاطر

601/3
کیا جانیے کہ ہے تو کیا جنسِ بیش قیمت
جاتے ہیں پگڑی[1] جامے بازار تیری خاطر

601/4
اک بار تو نے آ کر خاطر نہ رکھی میری
میں جی سے اپنے گزرا سو بار تیری خاطر

601/5
میں کیا کہ آہ کافر دیں کے اکابروں نے
قشقے لگائے، پہنے زُنار تیری خاطر

601/6
گو دل دھسک ہی جاوے، آنکھیں اُبل ہی آویں
سب اونچ نیچ کی ہے ہموار تیری خاطر

601/7
اک آن تیری ابرو[2] ایدھر جھکی نہ پائی
سو سو میں مَیں نے کھینچی تلوار تیری خاطر

601/8
کیا چیز ہے تو پیارے مفلس ہیں داغ تیرے
پیسے لیے پھرے ہیں زردار تیری خاطر

601/9
تجھ سے دوچار ہونا پھر آہ بن نہ آیا
دی جان میر جی نے ناچار تیری خاطر

﴿602﴾[3]

602/1
اے صبا گر شہر کے لوگوں میں ہو تیرا گزار
کہیو ہم صحرا نوردوں کا تمامی حالِ زار

602/2
خاکِ دہلی سے جدا ہم کو کیا یک بارگی
آسماں کو تھی کدورت، سو نکالا یوں غبار

602/3
منصبِ بلبل غزل خوانی تھا سو تو ہے اسیر
شاعری زاغ وزغن کا کیوں نہ ہووے اب شعار

602/4
طائرِ خوش زمزمہ کنجِ قفس میں ہے خموش
چیچہے چہیاں[4] کریں ہیں صحنِ گلشن میں ہزار

602/5
برگِ گل سے بھی کیا نہ ایک نے ٹک ہم کو یاد
نامہ و پیغام[5] و پرسش بے مراتب درکنار

602/6
بے خلش کیوں کر نہ ہو گرمِ سخن گلزار میں
میں قفس میں ہوں کہ میرا تھا دلوں میں خار خار

602/7
بلبلِ خوش لہجہ کے جانے پہ گو غوغائیاں
طرح غوغا کی چمن میں ڈالیں، پر کیا اعتبار

602/8
طائرانِ خوش لب و لہجہ نہیں رہتے چھپے
شور سے اُن کے بھرے ہیں قریہ و شہر و دیار

602/9
شہر کے کیا ایک دو کوچوں میں تھی شہرت رہی
شہروں شہروں ملکوں ملکوں ہے اُنہوں کا اشتہار

602/10
کیا کہوں سوے چمن ہوتا جو میں سرگرم گشت
پھول گل جب کھلنے لگتے، جوش زن ہوتی بہار

602/11
شور سن سن کر غزل خوانی کا میری ہم صفیر
غنچہ ہو آتے جو ہوتا آب و رنگِ شاخسار

602/12
خوش نوائی کا جنھیں دعویٰ تھا رہ جاتے خموش
جن کو میں کرتا مخاطب اُن کو ہوتا افتخار

602/13
بعضوں کو رشکِ قبولِ خاطر و لطفِ سخن
بعضوں کا سینہ فگار و بعضوں کا دل داغ دار

---

[1] نسخۂ کالج اور آسی کے یہاں 'پگڑی' درست ہے، نول کشور دوم، سوم میں 'پکڑے' غلط ہے۔

[2] نسخۂ کالج میں مصرع یوں ہے 'اک آن تیرے ابرو ایدھر جھکے نہ پائے'۔ آسی کے یہاں 'ایک آن' ہے۔

[3] میر کی یہ مسلسل غزل قدرے سوانحی مضمرات کی حامل بتائی جاتی ہے۔ میر کے دس سالہ قیام، بھرت پور (۱۱۷۴ھ تا ۱۱۸۴ھ) سے واپسی کے بعد احساسات کا گمان ان اشعار پر ہوتا ہے۔

[4] نول کشور دوم، سوم اور آسی کے یہاں 'چڑیاں' ہے، نسخۂ کالج میں 'چہیاں' بہتر ہے۔

[5] نسخۂ آسی میں 'نامہ و پیغام پرسش' سے نسخۂ کالج میں 'نامہ و پیغام و پرسش' بہتر ہے۔

602/14 ایکوں[1] کے ہونٹوں کے اوپر آفریں اُستاد تھا / ایک کہتے تھے رسوخِ دل ہے اپنا استوار

602/15 ربط کا دعویٰ تھا جن کو کہتے تھے مخلص ہیں ہم / جانتے ہیں ذاتِ سامی ہی کو ہم سب خاکسار

602/16 نقل کرتے کیا یہ صحبت منعقد جب ہوتی بزم / بیٹھ کر کہتے تھے منہ پہ میرے بعضے بعضے یار

602/17 بندگی ہے خدمتِ عالی میں ہم کو دیر سے / کر رکھی ہے جان اپنی ہم نے حضرت پر نثار

602/18 سو نہ خط اُن کا، نہ کوئی پرچہ پہنچا مجھ تلک / واہ وا ہے رابطہ، رحمت ہے یہ اخلاص پیار[2]

602/19 رفتہ رفتہ ہو گئیں آنکھیں مری دونوں سفید / بس کہ نامے کا کیا یاروں کے میں نے انتظار

602/20 لکھتے گر دو حرف لطف آمیز بعد از چند روز / تو بھی ہوتا اس دلِ بے تاب و طاقت کو قرار

602/21 سو تو یک نوشتہ کاغذ بھی نہ آیا میرے پاس / اُن ہم آوازوں سے جن کا میں کیا ربط آشکار

602/22 خط کتابت سے یہ کہتے تھے نہ بھولیں گے تجھے / آویں گے گھر بار کی تیرے خبر کو بار بار

602/23 جب گیا میں یاد سے تب کس کا گھر، کاہے کا پاس / آفریں! صد آفریں! اے مردمانِ روزگار

602/24 اب بیاباں در بیاباں ہے مرا شور و فغاں / گو چمن میں خوش کی تم نے میری جاے نالہ زار

602/25 ہے مثل مشہور یہ عمرِ سفر کوتاہ ہے / طالعِ برگشتہ بھی کرتے ہیں اب امدادِ کار

602/26 اک پر افشانی میں بھی ہے یہ وطن گلزار سا / سامعوں کی چھاتیاں نالوں سے ہوویں گی فگار

602/27 منہ پہ آویں گے سخن آلودۂ خونِ جگر / کیوں کہ یارانِ زماں سے چاک ہے دل جوں انار

602/28 لب سے لے کر تا سخن ہیں خوں چکاں شکوے بھرے / لیک ہے اظہار ہر ناکس سے اپنا ننگ و عار

602/29 چپ بھلی گو تلخ کامی کھینچنی اس میں پڑے / بیت بخشی طبعِ نازک پر ہے اپنی ناگوار

602/30 آج سے کچھ بے حسابی جور کن مردم نہیں / اِن سے اہلِ دل سدا کھینچے ہیں رنجِ بے شمار

602/31-32 بس قلم رکھ ہاتھ سے جانے بھی دے یہ حرف میر (قطعہ) / کاہ کے جا ہے نہیں کہسار ہوتے بے وقار

کام کے جو لوگ صاحب فن ہیں سو محسود ہیں / بے تہی کرتے رہیں گے حاسدانِ نابکار

603

603/1 آغشتہ خونِ دل سے سخن تھے زبان پر / رکھے نہ تم نے کان تک اِس داستان پر

603/2 کچھ ہو رہے گا عشق و ہوس میں بھی امتیاز / آیا ہے اب مزاج ترا امتحان پر

603/3 یہ دل بری کے فن و فریب اتنی عمر میں / جھنجھلاہٹ اب تو آوے ہے اُس کے سیان پر

603/4 محتاج کر[3] خدا نہ نکالے کہ جوں ہلال / تشہیر کون شہر میں ہو پارہ نان پر

603/5 دیکھا نہ ہم نے چھوٹ میں یاقوت کی کبھو / تھا جو سماں لبوں کے ترے رنگِ پان پر

603/6 کیا رہروانِ راہِ محبت ہیں طرفہ لوگ / اغماض کرتے جاتے ہیں جی کے زیان پر

603/7 پہنچا نہ اُس کی داد کو مجلس میں کوئی رات / مارا بہت پتنگ نے سر شمع دان پر

603/8 یہ چشمِ شوق طرفہ جگہ ہے دکھاؤ کی / ٹھہرو بہ قدرِ یک مژہ تم اس مکان پر

---

[1] نسخۂ کالج میں 'ایکوں' ہے اس لیے یہی اختیار کیا، آسی و مجلس میں 'ایک' ہے۔

[2] نسخۂ آسی میں 'واہ واہی' لکھا ہے، اس کے علاوہ 'اخلاص و پیار' بھی درست نہیں۔

[3] نسخۂ مجلس جلد دوم ص ۱۳۵ پر 'محتاج کو' بجائے 'محتاج کر' غلطی کتابت ہے۔

603/9 بزّار کے کو دیکھ کے خرقے بہت پھٹے — بیٹھا وہ اس قماش سے آ کر دکان پر

603/10 موزوں کرو کچھ اور بھی شاید کہ میر جی
رہ جائے کوئی بات کسو کی زبان پر

604

604/1 کیا کیا نہ لوگ کھیلتے جاتے ہیں جان پر — اطفالِ شہر لائے ہیں آفت جہان پر

604/2 کچھ اِن دنوں اشارۂ ابرو ہیں تیز تیز — کیا تم نے پھر رکھی ہے یہ تلوار سان پر

604/3 تھوڑے میں دور کھینچے ہے کیا آدم آپ کو — اس مشتِ خاک کا ہے دماغ آسمان پر

604/4 کس پر تھے بے دماغ کہ ابرو بہت ہے خم — کچھ زور سا پڑا ہے کہیں اس کمان پر

604/5 کس رنگ راہ پائے نگاریں سے تو چلا — ہونے لگے ہیں خون قدم کے نشان پر

604/6 چرچا سا کر دیا ہے مرے شورِ عشق نے — مذکور اب بھی ہے یہ ہر اک کی زبان پر

604/7 پی پی کر اپنا لو ہو رہیں گو کہ ہم ضعیف — جوں رینگتی نہیں ہے اُنھوں کے تو کان پر

604/8 یہ وہم ہے کہ اور کا ہے میرے تئیں خیال — تو مار ڈالیو نہ مجھے اس گمان پر

604/9 کیفیتیں ہزار ہیں اُس کامِ جاں کے بیچ — دیتے ہیں لوگ جان تو ایک ایک آن پر

604/10 دامن میں آج میر کے داغِ شراب ہے
تھا اعتماد ہم کو بہت اس جوان پر

605

605/1 مت آنکھ ہمیں دیکھ کے، یوں مار دیا کر — غمزے ہیں بلا، اُن کو نہ سنکار دیا کر

605/2 آئینے کی مشہور پریشاں نظری ہے — تو سادہ ہے ایسوں کو نہ دیدار دیا کر

605/3 سو بار کہا غیر سے صحبت نہیں اچھی — اُس جیف کو مجلس میں نہ تو بار دیا کر

605/4 کیوں آنکھوں میں سرمے کا تو دنبالہ رکھے ہے — مت ہاتھ میں اِن مستوں کے تلوار دیا کر

605/5 کچھ خوب نہیں اتنا ستانا بھی کسو کا
ہے میر فقیر اس کو نہ آزار دیا کر

606

606/1 طاقت نہیں ہے جان میں کڑھنا تعب ہے اور — بے لُطفیاں کرو ہو یہ تس پر غضب ہے اور

606/2 ہر چند چپ ہوں لیک مرا حال ہے عجیب — احوال پُرسی تو نہ کرے تو عجب ہے اور

606/3 آنکھ اُس کی اس طرح سے نہیں پڑتی ٹک اِدھر — اب خوب دیکھتے ہیں تو چتون کا ڈھب ہے اور

606/4 کیا کہیے حال دل کا جدائی کی رات میں — گزرے ہے کب کہانی کہے سے، یہ شب ہے اور

606/5 دل لے چکے دکھا کے رخِ خوب کو تبھی — اب منہ چھپا جو بیٹھے یہ حسنِ طلب ہے اور

606/6 اِس دل لگی[1] کے روگ کو نسبت مرض سے کیا — اپنا یہ جلتے رہنا ہے کچھ اور، تب ہے اور

606/7 طور اگلے تیرے ملتے نہیں اس طرح سے ٹک — وہ اور کچھ تھا ہم سے تو پیارے، یہ اب ہے اور

---

[1] نسخۂ آسی و مجلس میں 'دل لگے کے روگ' ہے، محلِ شعر متقاضی ہے کہ 'دل لگی' ہو۔

606/8 کیا بات تیری اے ہمہ عیاری و فریب — آنکھیں کہیں ہیں اور، سخن زیرِ لب ہے اور

606/9 اسباب مرگ کے تو مہیا ہیں سارے میر
شاید کہ زندگانی کا اپنی سبب ہے اور

607

607/1 آ ہم نشیں کسو کے مت عشق کی ہوس کر — جاتی ہیں یوں ہی ناداں جانیں ترس ترس کر

607/2 فرصت سے اس چمن کی، کل رو کے میں جو پوچھا — چشمک کی ایک گل نے میری طرف کو ہنس کر

607/3 ہم موسے ناتواں تھے سو ہو چکے ہیں کب کے — نکلے ہو تم پیارے کس پر کمر کو کس کر

607/4 جی رک گیا کہیں تو، پھر ہوئے گا اندھیرا — مت چھیڑ ابر مجھ کو یوں ہی برس برس کر

607/5 کیا ایک تنگ میں[1] ہوں، اُس زلفِ پُرشکن سے — اس دام میں موے ہیں بہتیرے صید پھنس کر

607/6 اک جمع کے سر اوپر روزِ سیاہ لایا — پگڑی میں بال اپنے نکلا جو وہ گھرس[2] کر

607/7 اس قافلے میں کوئی دل آشنا نہیں ہے — ٹکڑے گلے کے اپنے ناحق نہ اے جرس کر

607/8 صیّاد اگر اجازت گلگشت کی نہیں ٹک — دیوارِ باغ کو تو بارے درِ قفس کر

607/9 بے بس ہے میر تجھ بن رہتا نہیں دل اُس کا
ٹک تو بھی اے ستم جُو جور و ستم کو بس کر

608

608/1 آئی ہے اُس کے کوچے سے ہو کر صبا کچھ اور — کیا سر میں خاک ڈالتی ہے اب ہوا کچھ اور

608/2 تدبیر دوستوں کی مجھے نفع کیا کرے — بیماری اور کچھ ہے، کریں ہیں دوا کچھ اور

608/3 مستانِ عشق و اہلِ خرابات میں ہے فرق — مے خوارگی کچھ اور ہے، یہ نشہ تھا کچھ اور

608/4 کیا نسبت اُس کے قامتِ دل کش سے سرو کو — انداز اِس کا اور کچھ، اُس کی ادا کچھ اور

608/5 مانجا جو آرسی نے بہت آپ کو تو کیا — رخسار کی ہے سطح کی[3] اُس کے صفا کچھ اور

608/6 اُس کی زیادہ گوئی سے دل داغ ہو گیا — شکوہ کیا جب اُس سے تب اُن نے کہا کچھ اور

608/7 اس طور سے تمہارے تو مرتے نہیں ہیں ہم — اب واسطے ہمارے نکالو جفا کچھ اور

608/8 صورت پرست ہوتے نہیں معنی آشنا — ہے عشق سے بتوں کے مرا مدعا کچھ اور

608/9 مرنے پہ جان دیتے ہیں وارفتگانِ عشق
ہے میر راہ و رسمِ دیارِ وفا کچھ اور

609

609/1 چمکی ہے جب سے برقِ سحر گلستاں کی اور — جی لگ رہا ہے خار و خسِ آشیاں کی اور

609/2 وہ کیا یہ دل لگی ہے فنا میں کہ رفتگاں — منہ کر کے بھی نہ سوئے کبھو پھر جہاں کی اور

---

[1] نسخۂ آسی میں 'میں ہی ہوں' درست نہیں، نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم میں 'میں ہوں'۔

[2] آسی صاحب کا اِس لفظ کے بارے میں فرمانا درست ہے کہ دلّی اور اکبرآباد میں 'ارسنا' یا 'اُڑسنا' بولا جاتا ہے۔ 'گھرس' کسی لکھنوی کاتب کا تصرف ہے کیوں کہ اہلِ لکھنؤ 'گھرسنا' بولتے ہیں۔

[3] اس مصرع میں نسخۂ آسی میں تین مرتبہ 'کے' استعمال ہوا، مجلس کے نسخے میں 'سطح کی' بہتر ہے، لیکن 'رخسار کے' ہی لکھا حالاں کہ محل 'کی' کا ہے۔

609/3 رنگِ سخن تو دیکھ کہ حیرت سے باغ میں — رہ جاتے ہیں گے دیکھ کے گل اُس دہاں کی اور

609/4 آنکھیں سی کھل ہی جائیں گی جو مرگیا کوئی — دیکھا نہ کر غضب سے کسو خستہ جاں کی اور

609/5 کیا بے خبر ہے رفتنِ رنگینِ عمر سے — جوئے چمن میں دیکھ ٹک آبِ رواں کی اور

609/6 یاں تابِ سعی کس کو مگر جذب عشق کا — لاوے اُسی کو کھینچ کسو ناتواں کی اور

609/7 یا رب ہے کیا سزا سخنِ تلخ یار میں — رہتے ہیں کان سب کے اُسی بدزباں کی اور

609/8 یا دل وہ دیدنی تھی جگہ یا کہ تجھ بغیر — اب دیکھتا نہیں ہے کوئی اس مکاں کی اور

609/9 آیا کسے تکدرِ خاطر ہے زیرِ خاک — جاتا ہے اکثر اب تو غبار آسماں کی اور

609/10 کیا حال ہو گیا ہے ترے غم میں میر کا
دیکھا گیا نہ ہم سے تو ٹک اُس جواں کی اور

610

610/1 نئے طور سیکھے، نکالے ڈھب اور — مگر اور[1] تھے تب، ہوے ہو اب اور

610/2 ادا کچھ ہے، انداز کچھ، ناز کچھ — تہِ دل ہے کچھ، اور زیرِ لب اور

610/3 لبِ سرخ کر ٹک دکھاتے نہیں — طرح پان کھانے کی تھی کچھ جب اور

610/4 نہ گرمی، نہ جوشش، نہ اب وہ تپاک — تکلف نہیں اس میں، تھے تم تب اور

610/5 زمانہ مرا کیوں کے یک ساں رہے — اٹھاویں گے تیرے ستم یہ[2] کب اور

610/6 جدا اتفاقاً رہا ایک میر
وگرنہ ملے یوں تو اُس سے سب اور

611

611/1 آخر دکھائی عشق نے چھاتی فگار کر — تصدیع کھینچی ہم نے یہ کام اختیار کر

611/2 اُس باعثِ حیات سے کیا کیا ہیں خواہشیں — پر دم بخود ہی رہتے ہیں ہم جی کو مار کر

611/3 ٹک سامنے ہوا کہ نہ ایماں نہ دین و دل — کافر کو بھی نہ اُس سے الٰہی دوچار کر

611/4 جا شوق پر، نہ جاتنِ زار و نزار پر — اے ترکِ صید پیشہ ہمیں بھی شکار کر

611/5 وہ سخت باز داؤ میں آتا نہیں ہے ہاے — کس طور جی کو ہم نہ لگا بیٹھیں ہار کر

611/6 ہم آپ سے گئے تو گئے پر بسانِ نقش — بیٹھا تو روزِ حشر تئیں انتظار کر

611/7 کن آنکھوں دیکھیں رنگ خزاں کے کہ باغ سے — گل سب چلے ہیں رختِ سفر اپنا بار کر

611/8 جل تھل بھریں نہ جب تئیں دم تب تئیں نہ لیں — ہم اور ابر آج اٹھے ہیں قرار کر

611/9 اک صبح میری چھاتی کے داغوں کو دیکھ تو — یہ پھول گل بھی زور رہے ہیں بہار کر

611/10 مرتے ہیں میر سب پہ نہ اس بے کسی کے ساتھ
ماتم میں تیرے کوئی نہ رویا پکار کر

۱۔ نسخۂ مجلس جلد دوم ص ۱۴۱ 'مگر ادا تھے تب' کتابت کا سہو ہے۔

۲۔ نسخۂ آسی، عبادت اور مجلس میں 'تیرے ستم ہی' غلط ہے، نسخۂ کالج میں 'تیرے ستم یہ' درست ہے۔

﴿612﴾

612/1 جنوں میں اب کے کام آئی نہ کچھ تدبیر بھی آخر
گئی کل ٹوٹ میرے پاؤں کی زنجیر بھی آخر

612/2 اگر ساکت ہیں ہم حیرت سے پر ہیں دیکھنے قابل
کہ اک عالم رکھے ہے عالمِ تصویر بھی آخر

612/3 یکا یک یوں نہیں ہوتے ہیں پیارے جان کے لاگو
کبھو آدم ہی سے ہو جاتی ہے تقصیر بھی آخر

612/4 کلیجہ چھن گیا پر جانِ سختی کش بدن میں ہے
ہوئے اُس شوخ کے ترکش کے سارے تیر بھی آخر

612/5 نہ دیکھی ایک واشد اپنے دل کی اس گلستاں میں
کھلے پائے[1] ہزاروں غنچۂ دلگیر بھی آخر

612/6 سر و کار آہ کب تک خامہ و کاغذ سے یوں رکھیے
رکھے ہے انتہا احوال کی تحریر بھی آخر

612/7 پھرے ہے باولا سا پیچھے ان شہری غزالوں کے
بیاباں مرگ ہو گا اس چلن سے میر بھی آخر

﴿613﴾

613/1 رہ جاؤں چپ نہ کیونکہ برا جی میں مان کر
آؤ بھلا کبھو تو سو جاؤ زبان کر

613/2 کہتے ہیں چلتے وقت ملاقات ہے ضرور
جاتے ہیں ہم بھی جان سے ٹک دیکھو آن کر

613/3 کیا لطف تھا کہ مے کدے کی پُشتِ بام پر
سوتے تھے مست چادرِ مہتاب تان کر

613/4 آیا نہ چل کے یاں تئیں وہ باعثِ حیات
مارا ہے اُن نے جان سے ہم کو تو جان کر

613/5 ایسے ہی تیز دست ہو[2] خوں ریزی میں تو پھر
رکھو گے تیغ جور کی یک چند میان کر

613/6 یہ بے مُروّتی کہ نگہ کا مضائقہ
اتنا تو میری جان نہ مجھ سے سیان کر

613/7 رنگین گور کرنی شہیدوں کی رسم ہے
تو بھی ہماری خاک پہ خوں کے نشان کر

613/8 رکھنا[3] تھا وقتِ قتل مرا امتیاز ، ہائے
سو خاک میں ملایا مجھے سب میں سان کر

613/9 تم تیغِ جور کھینچ کے کیا سوچ میں گئے
مرنا ہی اپنا جی میں ہم آئے ہیں ٹھان کر

613/10 وے دن گئے کہ طاقتِ دل کا تھا اعتماد
اب یوں کھڑے کھڑے نہ مرا امتحان کر

613/11 اُس گوہرِ مراد کو پایا نہ ہم نے میر
پایانِ کار مر گئے یوں خاک چھان کر

﴿614﴾

614/1 مجھ کو قفس میں سنبل و ریحاں کی کیا خبر
کہہ اے نسیم صبحِ گلستاں کی کیا خبر

614/2 رہتا ہے ایک نشہ اُنہیں جن کو ہے شناخت
ہے زاہدوں کو مستی و عرفاں کی کیا خبر

614/3 ٹک پوچھتے ، جو آن نکلتا کوئی اِدھر
اب بعدِ مرگِ قیس ، بیاباں کی کیا خبر

614/4 برباد جائے یاں کوئی دولت تو کیا عجب
آئی ہے تم کو ملکِ سلیماں کی کیا خبر

---

[1] نول کشور دوم، سوم میں 'کھلے پائی' درست نہیں، آسی کے یہاں 'کھلے پائے' صحیح ہے۔

[2] نسخۂ مجلس میں 'ہو' کی بجائے 'ہوں' طبع ہوا ہے، آسی کے یہاں 'ہو' درست ہے۔

[3] سبھی نسخوں میں 'رکھتا' ہے جو سہو ہے، مصرع میں معنی بمطابق مضمون 'رکھنا' سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔

614/5
آیا ہے ایک شہرِ غریباں سے تازہ تو
میر اُس جوانِ حال پریشاں کی کیا خبر

﴿615﴾

615/1
اب تنگ ہوں بہت میں ، مت اور دشمنی کر
لاگو ہو میرے جی کا ، اتنی ہی دوستی کر

615/2
جب تک شگاف تھے کچھ اتنا نہ جی رُکے تھا
پچھتائے ہم نہایت سینے کے چاک سی کر

615/3
قصہ نہیں سنا کیا یوسف ہی کا جو تو نے
اب بھائیوں سے چندے تو گرگ آشتی کر

615/4
نا سازی و خشونت جنگل ہی چاہتی ہے
شہروں میں ہم نہ دیکھا بالیدہ ہوتے کیکر

615/5
کچھ آج اشکِ خونیں میں نے نہیں چھپائے
رہ رہ گیا ہوں برسوں لوہو کو اپنے پی کر

615/6
کس مردنی کو اُس بن بھاتی ہے زندگانی
بس جی چکا بہت میں ، اب کیا کروں گا جی کر

615/7
حرفِ غلط کو سُن کر درپے نہ خوں کے ہونا
جو کچھ کیا ہے میں نے ، پہلے اُسے سہی کر (صحیح)

615/8
دن رات کُڑھتے کُڑھتے میں بھی بہت رُکا ہوں
جو تجھ سے ہو سکے سو اب تو بھی مت کمی کر

615/9
رہتی ہے سو نکوئی ، رہتا نہیں ہے کوئی
تو بھی جو یاں رہے تو زنہار مت بدی کر

615/10
تھی جب تلک جوانی رنج و تعب اُٹھائے
اب کیا ہے میر جی میں ترکِ ستم گری کر

ردیف ر ـــــ دیوان سوم

﴿616﴾

616/1
گرمی سے گفتگو کی کر لے قیاس جاں پر
شعلہ ہے شمع ساں یاں ہر یک سخن زباں پر

616/2
دیکھ اُس کے خط کی خوبی لگ جاتی ہے چپ ایسی
گویا کہ مُہر کی ہے ان نے مرے دہاں پر

616/3
ہوں خاک مجھ کو اُن سے نسبت حساب کیا ہے
میں گنتی میں نہیں ہوں ، وے ہفتم آسماں پر

616/4
گھر باغ میں بنایا پر ہم نے یہ نہ جانا
بجلی سے بھی پڑے گا پھول آ کے آشیاں پر

616/5
روتے ہیں دوست اکثر سن سرگذشتِ عاشق
تو بھی تو گوش وا کر ٹک میری داستاں پر

616/6
کیا بات میں تب اس کی جاوے کسو سے بولا
ہونے لگے ہوں خوں جب ہونٹوں کے رنگِ پاں پر

616/7
تڑپے ہے دل گھڑی بھر تو پہروں غش رہے ہے
کیا جانوں آفت آئی کیا طاقت و تواں پر

616/8
سودا بنے جو اُس سے تو میر منفعت ہے
اپنی نظر نہیں ہے پھر جان کے[1] زیاں پر

---

[1] 'جان کی زیاں' نسخۂ آسی ومجلس میں یائے معروف ومجہول میں فرق روا نہ رکھنے کے سبب سے ہے، اسی لیئے 'جان کے زیاں' لکھنا ضروری ہے۔

﴿617﴾

617/1 پیس مارا دل غموں نے کوٹ کر — کیا اُجاڑا اِس نگر کو لوٹ کر
617/2 ابر سے آشوب ایسا کب اُٹھا — خوب روئے دیدۂ تر پھوٹ کر
617/3 کیوں گریباں کو پھروں پھاڑے نہ میرؔ
دامن اُس کا تو گیا ہے چھوٹ کر

﴿618﴾

618/1 اے مرغِ چمن صبح ہوئی زمزمہ سر کر — دم کھینچ تہِ دل سے کوئی ٹکڑے جگر کر
618/2 وہ آئنہ رو باغ کے پھولوں میں جو دیکھا — ہم رہ گئے حیران اسی منہ پہ نظر کر
618/3 ہے بے خبری مجھ کو ترے دیکھے سے ساقی — ہر لحظہ مری جان مجھے میری خبر کر
618/4 جس جائے سراپا میں نظر جاتی ہے اس کے — آتا ہے مرے جی میں یہیں عمر بسر کر
618/5 فرہاد سے پتھر پہ ہوئیں صنعتیں کیا کیا — دل جا کے جگر کاوی میں کچھ تو بھی ہنر کر
618/6 پڑتے نگہ اُس شوخ کی ہوتا ہے وہ احوال — رہ جاوے ہے جیسے کہ کوئی بجلی سے ڈر کر
618/7 معشوق کا کیا وصل ورے ایسا دھرا ہے — تا شمع پتنگا بھی جو پہنچے ہے تو مر کر
618/8 یک[1] شب طرف اس چہرۂ تاباں سے ہوا تھا — پھر چاند نظر ہی نہ چڑھا جی سے اتر کر
618/9 کسب اور کیا ہوتا عوض ریختے کے کاش
پچھتائے بہت میرؔ ہم اِس کام کو کر کر

﴿619﴾

619/1 جب ہم کلام ہم سے ہوتا ہے پان کھا کر — کس رنگ سے کرے ہے باتیں چبا چبا کر
619/2 تھی جملہ تن لطافت عالم میں جاں کے ہم کو[2] — مٹی میں اَٹ گئے ہیں اِس خاک داں میں آ کر
619/3 سعی وطلب بہت کی مطلب کے تئیں نہ پہنچے — ناچار اب جہاں سے بیٹھے ہیں ہاتھ اُٹھا کر
619/4 غیرت یہ تھی کہ آیا اُس سے جو میں خفا ہو — مرتے[3] موا پہ ہرگز اودھر پھرا نہ جا کر
619/5 قدرت خدا کی ، سب میں خلع العذار آوَ — بیٹھو جو مجھ گئے تو پردے میں منہ چھپا کر
619/6 ارمان ہے جنھوں کو وے اب کریں محبت — ہم تو ہوئے پشیماں دل کے تئیں لگا کر
619/7 میں میرؔ ترک لے کر دنیا سے ہاتھ اُٹھایا
درویش تُو بھی تو ہے، حق میں مرے دعا کر

﴿620﴾

620/1 پڑتی ہے آنکھ ہر دم جا کر صفائے تن پر — سو جی گئے تھے صدقے اُس شوخ کے بدن پر

---

[1] نسخۂ آسی میں 'کیا شب' اور طبع سوم میں 'یا شب' دونوں غلط ہیں، نسخۂ کالج میں 'یک شب' درست ہے۔
[2] نسخۂ آسی اور مجلس میں 'ہم تو' درست نہیں، یوں شعر 'معقد' ہو جاتا ہے۔ نسخۂ کالج میں 'ہم کو' کا تعلق 'تھی' سے ہے، لہٰذا شعر معقد نہیں رہتا اور دونوں مصرعوں کا مفہوم وہیں مکمل ہو رہا ہے۔
[3] نول کشور دوم، سوم اور آسی کے یہاں 'مرنے موا' غلط ہے، نسخۂ کالج کا متن 'مرتے موا' ہی درست ہے۔

620/2
نام خدا نکالے کیا پاؤں رفتہ رفتہ
تلواریں چلتیاں ہیں اس کے تو اب چلن پر

620/3
تو بھی تو ایک دل چل گلشن میں ساتھ میرے
کرتی ہے کیا تبختر بلبل گلِ چمن پر

620/4
دل جو بہ جا نہیں ہے، وحشی سا میں پھروں ہوں
تم جائیو نہ ہرگز میرے دوانے پن پر

620/5
درکار عاشقوں کو کیا ہے جوابِ نامہ
یک نام یار بس ہے لکھنا مرے کفن پر

620/6
تب ہی بھلے تھے جب تک حرف آشنا نہ تھے تم[1]
لینے لگے لڑائی اب تو سخن سخن پر

620/7
گردِ رُخ اُس کے پیدا خط کا غباریوں ہے
گرد اک تنک سی بیٹھے جس رنگ یاسمن پر

620/8
کس طرح میر جی کا ہم توبہ کرنا مانیں
کل تک بھی داغِ مے تھے[2] سب اُن کے پیرہن پر

﴿621﴾

621/1-2
سحر گوشِ گل میں کہا میں نے جا کر (قطعہ)[3] کھلے بند مرغِ چمن سے ملا کر
لگا کہنے فرصت ہے یاں یک تبسم
سو وہ بھی گریباں میں منہ کر چھپا کر

621/3
تناسب یہ اعضا کے اتنا تبختر
بگاڑا تجھے خوب صورت بنا کر

621/4
قیامت رہا اضطراب اُس کے غم میں
جگر پھر گیا رات ہونٹوں پہ آ کر

621/5
اِسی آرزو میں گئے ہم جہاں سے
نہ پوچھا کبھو لطف سے ٹک بُلا کر

621/6
کھنچی تیغ اُس کی، تو یاں نیم جاں تھے
خجالت سے ہم رہ گئے سر جھکا کر

621/7
مبارک تمھیں میر ہو عشق کرنا
بہت ہم تو پچھتائے دل کو لگا کر

﴿622﴾

622/1
صاف غلطاں خوں میں ہے نخچیرِ یار
لے گیا زنگ[4] اس کے دل سے تیرِ یار

622/2
کوتہی کی میرے طولِ عمر نے
جور میں تو کچھ نہ تھی تقصیرِ یار

622/3
آکڑوں کی پاؤں میں بیڑی ہوئی
ہاتھ میں سونے کی وہ زنجیرِ یار

622/4
ہے کشیدہ جیسی تیغِ آفتاب
میان میں رہتی نہیں شمشیرِ یار

622/5
میر ہم تو ناز ہی کھینچا کیے
کیوں کہ کوئی کھینچے ہے تصویرِ یار

﴿623﴾

623/1
مذہب سے میرے کیا تجھے، تیرا دیار اور
مَیں اور، یار اور، مرا کاروبار اور

623/2
چلتا ہے کام مرگ کا خوب اُس کے دور میں
ہوتا ہے گردِ شہر کے روز اک مزار اور

---

[1] نسخۂ آسی اور نول کشور دوم، سوم میں 'ہم' غلط ہے، مجلس نے باوجود آگاہی 'ہم' ہی درج کیا، نسخۂ کالج میں 'تم' درست ہے۔

[2] نسخۂ آسی، نول کشور دوم، سوم کے تتبع میں 'کل تک تھے داغ مے کے' درج کرتا ہے، جب کہ زیادہ بہتر متن نسخۂ کالج میں ہے 'کل تک بھی داغ مے تھے'

[3] نسخۂ آسی، عبادت اور مجلس کسی نے اِن دونوں شعروں کو بطور قطعہ درج نہیں کیا۔

[4] نسخۂ آسی و مجلس میں 'رنگ' درج ہے، جس سے نسخۂ کالج کا 'زنگ' بہتر ہے۔

623/3 بندے کو ان فقیروں میں گنیے نہ شہر کے — صاحب نے میرے تجھ کو دیا اعتبار اور

623/4 دل کو تو لاگ ہی ہے، تکوں راہ کب تلک — اس پر ہے یک عذابِ شدید انتظار اور

623/5 بسمل پسند کر کے، تڑپنا نہ دیکھنا — ہے میرے صید پیشہ کا طورِ شکار اور

623/6 میں اس کی گردِ رہ کا رہا منتظر بہت — سو آنکھیں دونوں لائیں مری اک غبار اور

623/7 دردِ سرِ اب جو عشق کا ہے گور تک ہے ساتھ — کچھ یہ نشہ ہے اور، ہے اس کا خمار اور

623/8 کاہے کو اس قرار سے تھا اضطراب و قلق[1] — ہوتا ہے ہاتھ رکھنے سے دل بے قرار اور

623/9 کس کو فقیری میں سر و دل حرف کا ہے میر
کرتے ہیں اس دماغ پہ ہم انکسار اور

﴿624﴾

624/1 دعویٰ ہے یونہی اس کا[2] ترے حسنِ گوش پر — یاں کون تھوکے ہے صدفِ ہرزہ کوش پر

624/2 شاید کسو میں اس میں بہت ہو گیا ہے بُعد — تم بھی تو گوش رکھو جرس کے خروش پر

624/3 جیب و کنار سے تو بڑھا پانی دیکھیے — چشمہ ہماری چشم کا رہتا ہے جوش پر

624/4 اک شور ہے جو عالمِ کون و فساد میں — ہنگامہ ہے اُسی کے یہ لعلِ خموش پر

624/5 ہے بارِ دوش جس کے لیے زندگی سو وہ — رکھ ہاتھ راہ ٹک نہ چلا میرے دوش پر

624/6 جو ہے سو مستِ بادۂ وہم و خیال ہے — کس کو ہے یاں نگاہ کسو دُرد نوش پر

624/7 مرغِ چمن نے کیا حقِ صحبت ادا کیا — لا لا کے گل بکھیرے مرے قبر پوش پر

624/8 جب تک بہار رہتی ہے، رہتا ہے مست تو
عاشق ہیں میر ہم تو ترے عقل و ہوش پر

﴿625﴾

625/1 کیا جانیں گے کہ ہم بھی عاشق ہوئے کسو پر — غصے سے تیغ اکثر اپنے رہی گلو پر

625/2 ہر کوئی چاہتا ہے سرمہ کرے نظر کا — ہونے لگے ہیں اب تو خون اس کی خاکِ کُو پر

625/3 کر باغباں حیا ٹک، گل کو نہ ہاتھ میں مل — دیتی ہے جان بلبل پھولوں کے رنگ و بو پر

625/4 حسرت سے دیکھتے ہیں پرواز ہم صفیراں — شائستہ بھی ہمارے ایسے ہی تھے کبھو پر

625/5 حرف و سخن کرے ہے کس لطف سے برابر — سلکِ گہر بھی صدقے کی[3] اس کی گفتگو پر

625/6 گو شوق سے ہو دل خوں مجھ کو ادب وہی ہے — میں رُو کبھو نہ رکھا گستاخ اس کے رُو پر

625/7 تن راکھ سے ملا سب، آنکھیں دیے سی جلتی
ٹھہری نظر نہ جو کی[4] میر اس فتیلہ مو پر

---

[1] نول کشور سوم میں 'اضطراب و خلق' غلط ہے، آسی نے بھی یہی غلطی دہرائی۔ نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'اضطراب و قلق' جو بالکل موزوں ہے۔

[2] نسخۂ آسی میں 'اس کا' ہے جب کہ مجلس نے اختلاف ظاہر کیے بغیر 'اس کو' درج کیا، آسی کا متن بہتر ہے۔

[3] نول کشور دوم، سوم اور آسی کے یہاں 'کیے' ہے جو درست نہیں۔ نسخۂ کالج (ص ۱۷۴) میں 'کی' ہے جو بالکل موزوں اور درست ہے۔

[4] 'شعر شور انگیز' میں فاروقی صاحب نے عباسی صاحب کی سند سے 'جو گی' درجِ متن کیا ہے لیکن کسی قدیم نسخے سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی۔ یوں بھی یہ لفظ مصرع میں کچھ زیادہ معنی خیز نہیں لگتا۔

ردیف ر ـــــ دیوان چہارم

﴿626﴾

626/1
مت اس چمن میں غنچہ روش بود و باش کر
مانند گل شگفتہ جبیں یاں معاش کر

626/2
دل رکھ قوی ، فلک کی زبردستی پر نہ جا
گر کشتی لگ گئی ہے تو تو بھی تلاش کر

626/3
ہے کیا تو جیسے بند ہے مٹھی کہ جا چلا
مت گل کے رنگ منہ کو کھلا راز فاش کر

626/4
یوں ہی ہے سینہ کوبی اگر چاہے دل کی داد
پیشانی کو سلیقے سے دکھلا ، خراش کر

626/5
پھرتا ہے کیا تو میر گلستاں میں غم زدہ
کچھ دلِ خراش لکھ بھی ، قلم اک تراش کر

﴿627﴾

627/1
مرتے ہیں ہم تو آدمِ خاکی کی شان پر
اللہ رے دماغ کہ ہے آسمان پر

627/2
جھمگھٹ[1] تھا دل میں لالہ رخوں کے خیال سے
کیا کیا بہاریں دیکھی گئیں اس مکان پر

627/3
عرصہ ہے تنگ صدر نشینوں پہ ، شکر ہے
بیٹھے اگر تُو جا کے کسو آستان پر

627/4
آفات میں ہے مرغِ چمن گل کے شوق سے
جوکھوں ہزار رنگ کی رہتی ہے جان پر

627/5
اُس کامِ جاں کے جلووں کا میں ہی نہیں ہلاک
آفت عجب طرح کی ہے سارے جہان پر

627/6
جاتے تو ہیں پہ خواہشِ دل موت ہے نری[2]
پھر بھی ہمیں نظر نہیں جی کے زیان پر

627/7
تقدیسِ دل تو دیکھ ، ہوئی جس کو اُس سے راہ
سر دیں ہیں لوگ اُس کے قدم کے نشان پر

627/8
انداز و ناز اتنے اُس اوباش کے ہیں قہر
سو سو جوان مرتے ہیں ایک ایک آن پر

627/9
شوخی تو دیکھو ، آپھی[3] کہا آؤ بیٹھو میر
پوچھا کہاں ، تو بولے کہ میری زبان پر

﴿628﴾

628/1
کیا صبر ہم نے جو اُس کے ستم پر
ستم سا ستم ہو گیا اس میں ہم پر

628/2
لکھا جو گیا اُس کو کیا نقل کریے
سخن خوں چکاں تھے زبانِ قلم پر

628/3
جھکے ٹک جدھر ، جھک گئے لوگ اودھر
رہے درمیاں تیغ و ابرو کے خم پر

628/4
سخن زن ہوں ہر چند وے مست آنکھیں
نہیں اعتماد اُن کے قول و قسم پر

628/5
جگر کو سراہ[4] میر اُس رنج کش کے
گیا دو قدم جو ہمارے قدم پر

---

[1] نول کشور دوم، سوم اور آسی کے یہاں 'چرکٹ' ہے، جس کا یہاں کوئی جواز نہیں، حاشیے میں آسی نے 'جھمگھٹ' درج کیا ہے۔ فی الحال اسی کو شاملِ متن کیا جا رہا ہے۔ گو یہ لفظ بھی یہاں پوری طرح کارگر نہیں، تاہم صحیح ترین لفظ کے ملنے تک 'چرکٹ' سے بہتر ہے۔

[2] نول کشور دوم، سوم میں 'جاتے' کی جگہ 'جانے' اور 'نری' کی جگہ 'تری' لکھا گیا جس سے مصرع معنی سے بے گانہ ہو گیا، آسی کا متن گو حوالے کے ؟ ہے تاہم بامعنی ضرور ہے۔

[3] نسخۂ آسی میں 'آپ ہی'، مجلس نے تقریباً ہر جگہ 'آپھی' درج کیا ہے جو متنِ میر کا زیادہ نمائندہ بھی ہے اور آج کے قاری کے لیے بھی اجنبی نہیں۔

[4] نسخۂ آسی میں 'سرہا' درست نہیں، 'سراہ' ہونا چاہیے۔ نول کشور دوم، سوم میں 'سزا' بالکل ہی غلط ہے۔

﴿629﴾

629/1 تجھ کو ہے سوگند خدا کی ، میری اور نگاہ نہ کر — چشمِ سیاہ ملا کر یوں ہی مجھ کو خاکِ سیاہ نہ کر

629/2 عشق ومحبت یاری میں کیا لطف رکھے ہے کرنا ضبط — چھاتی پہ ہو جو کوہ الم کا تو بھی نالہ و آہ نہ کر

629/3 مانگ پناہ خدا سے بندے، دل لگنا اک آفت ہے — عشق نہ کر ، زنہار نہ کر ، واللہ نہ کر ، باللہ نہ کر

629/4 گھاس ہے میخانے کی بہتر، ان شیخوں کے مصلے سے — پاؤں نہ رکھ سجادے پہ ان کے، اس جادے سے راہ نہ کر

629/5 میر نہ ہم کہتے تھے تجھ سے ، حال نہیں کچھ رہنے کا
چاہ بلائے جان و دل ہے، آ! جانے دے، چاہ نہ کر

﴿630﴾

630/1 کل سے دل کی کل بگڑی ہے، جی مارا بے کل ہو کر — آج لہو آنکھوں میں آیا درد و غم سے رو رو کر

630/2 ایک سجود خلوصِ دل سے آہ کیا نہ جوانی میں — سر مارے ہیں محرابوں میں یونہی وقت کو اب کھو کر

630/3 جیب دریدہ خاک ملوں کے حال سے کیا آگاہی تمہیں — راہ چلو ہو نازکناں ، دامن کو لگا کر تم ٹھوکر

630/4 ایک تو ہم تُو ہوتے نہیں ہیں ، سر بہتیرا مار چکے — اب بہتر ہے تیغ ستم کی جلد لگا کر تُو دو کر

630/5 جی ہی مَلا جاتا ہے اپنا میر سماں یہ دیکھے سے
آنکھیں مَلتے اُٹھتے ہیں بستر سے دلبر جب سو کر

﴿631﴾

631/1 یہ لطف اور پوچھا مجھ سے خطاب کر کر — کاے میر! کچھ کہیں ہم تجھ کو عتاب کر کر

631/2 چھاتی جلی ہے کیسی ، اُڑتی جو یہ سنی ہے — واں مرغِ نامہ بر کا کھایا کباب کرکر

631/3 خوں ریزی سے کچھ آگے تشہیر کر لیا تھا — اس دل زدے کو اُن نے مارا خراب کرکر

631/4 گنتی میں تو نہ تھا میں پر کل خجل ہوا وہ — کچھ دوستی کا میری دل میں حساب کرکر

631/5 مستی و بے خودی میں آسودگی بہت تھی — پایا نہ چین میں نے ترکِ شراب کرکر

631/6 روپوش ہی رہا وہ ، مرنے تک اپنے لیکن — منہ پر نہ رکھا اُس کے کچھ میں حجاب کرکر

631/7 کیا جانیے کہ دل پر گزرے ہے میر کیا کیا
کرتا ہے بات کوئی آنکھیں پُر آب کرکر

﴿632﴾

632/1 جدائی تا جدائی فرق ہے ملتے بھی ہیں آ کر — فراق ایسا نہیں ہوتا کہ پھر آتے نہیں جا کر

632/2 اگرچہ چپ لگی ہے عاشقی سے مجھ کو حیرت ہے — کبھو احوال پرسی تو کرو دل ہاتھ میں لا کر

632/3 جو جانوں تجھ میں بلبل تہ نہیں تو کیوں زباں دیتا — زباں کر بند، سارے باغ میں مجھ کو نہ رسوا کر

632/4 فلک نے باغ سے جوں غنچۂ نرگس نکالا ہے — کہیں کیا جانوں کیا دیکھوں گا چشمِ بستہ کو وا کر

632/5 سبد پھولوں بھرے بازار میں آئے ہیں موسم میں
نکل کر گوشۂ مسجد سے تو بھی میر سودا کر

﴿633﴾

633/1 اِس رفتہ پاس اُس کو لائے تھے لوگ جا کر — پر حیف میں نہ دیکھا بالیں سے سر اُٹھا کر

633/2 سن سن کے دردِ دل کو بولا کہ جاتے ہیں ہم — تو اپنی یہ کہانی بیٹھا ہوا کہا کر

633/3 آگے زمیں کی تہہ میں ہم سے بہت تھے، تو بھی — سر پر زمیں اُٹھالی ہم بے تہوں نے آ کر

633/4 میرے ہی خوں میں اُن نے تیغہ نہیں سُلایا — سویا ہے اژدہا یہ بہتیرے مجھ[1] سے کھا کر

633/5 دل ہاتھ سے گیا ہے لطفِ قضا سے میرے — افسوس کھو چلا ہوں ایسے گُہر کو پا کر

633/6 جو وجہ کوئی ہو تو کہنے میں بھی کچھ آوے — باتیں کرو ہو بگڑی منہ کو بنا بنا کر

633/7 اب تو پھرو ہو بے غم تب میر جانیں گے ہم
اچھے رہو گے جب تم دل کو کہیں لگا کر

﴿634﴾

634/1 بزم میں منہ اُدھر کریں کیوں کر — اور نیچی نظر کریں کیوں کر

634/2 یوں بھی مشکل ہے، ووں بھی مشکل ہے — سر جھکائے گزر کریں کیوں کر

634/3 راز پوشیِ عشق ہے منظور — آنکھیں رو رو کے تر کریں کیوں کر

634/4 مست و بے خود ہم اس کے در پہ گئے — لوگ اُس کو خبر کریں کیوں کر

634/5 سو رہا بال منہ پہ کھول کے وہ — ہم شب اپنی سحر کریں کیوں کر

634/6 مہ فلک پر ہے، وہ زمیں پر آہ — اِن کو زیر و زبر کریں کیوں کر

634/7 دل نہیں دردمند اپنا میر
آہ نالے اثر کریں کیوں کر

ردیف ر ـــــ دیوان پنجم

﴿635﴾

635/1 اپنے موئے بھی رنج و بلا ہے ہمسایوں کی جانوں پر — کیا کیا سینہ زنی رہتی ہے درد و غم کے فسانوں پر

635/2 میں تو کیا کیا حرف و سخن تھے میرے جہاں سے جاتے رہے — باتیں درد آگیں ہیں اب تک، کیسی کیسی زبانوں پر

635/3 تو بھی رباطِ کہن سے صوفی سیر کو چل ٹک سبزے کی — ابرِ سیہ قبلے سے آ کر جھوم پڑا مے خانوں پر

635/4 آمد و رفتِ نسیم سے ظاہر رنجشِ بلبل ہے لیکن — باؤ بھی اب تک بہی نہیں گلہائے چمن کے کانوں پر

635/5 جیغہ جیغہ اُس کی سی ابرو دلکش نکلی نہ کوئی یاں — زور کیے لوگوں نے اگرچہ نقش و نگار کمانوں پر

635/6 جان تو یاں ہے گرمِ رفتن لیت و لعل واں ویسی ہے — کیا کیا مجھ کو جنون آتا ہے اُس لڑکے کے بہانوں پر

635/7 بعد مرے سبحے کو میرے ہاتھوں ہاتھ ملک لیں گے — سو سو بار لیا ہے میں نے نام اُس کا ان دانوں پر

635/8 دل کی حقیقت عرش کی عظمت سب کچھ ہے معلوم ہمیں — سیر رہی ہے اکثر اپنی ان پاکیزہ مکانوں پر

635/9 راہ چلو تم اپنی اپنی میرے طریق سے کیا تم کو — آنکھوں سے پردہ میں نے کیا ہے واں پاؤں کے نشانوں پر

635/10 عشق عجائب زور آور ہے کُشتی سب کی پاک ہوئی
ذکر میر ہے کیا پیری میں حرف و سخن ہے جوانوں پر

---

[1] نسخۂ آسی اور نول کشور سوم میں 'مجھ سے' ہے، 'تجھ سے' نسخۂ مجلس میں مصرع اوّل سے مناسبت نہیں رکھتا۔

﴾636﴿

636/1	کئی داغ ایسے جلائے[1] جگر پر	کہ وے نرگسی زن تھے گلہائے تر پر
636/2	گیا میری وادی سے سیلاب بچ کر	نظر یاں جو کی عشق کے شیرِ نر پر
636/3	سرِ رہ سے اُس کے موئے ہی اُٹھیں گے	یہ جی جا رہا ہے اُسی رہ گزر پر
636/4	سر اُسی آستاں پر رگڑتے گئے ہیں	ہوے خون یاروں کے اس خاکِ در پر
636/5	ہم آتا اُسے سُن کے جیتوں میں آئے	بنا زندگانی کی ہے اب خبر پر
636/6	اُسے لطف اس کا ہی لاوے تو لاوے	نہیں وصل موقوف کچھ زور و زر پر
636/7	سرِ کتے نہیں شوق کشتوں کے سر بن	قیامت سا[2] ہنگامہ ہے اُس کے در پر
636/8	اُتر جو گیا دل سے رُوکش ہو اُس کا	چڑھا پھر نہ خورشید میری نظر پر
636/9-10	بھری تھی مگر آگ دل میں، دروں میں (قطعہ)[3]	ہوے اشک سوزش سے اِس کی شرر پر
	گیا پی جو ان آنسوؤں کے تئیں میں	سراسر ہیں اب داغ سطحِ جگر پر
636/11-12	سرِ عجز ہر شام تھا خاک پر ہی (قطعہ)[4]	تہِ دل تھی کیسی ہی آہِ سحر پر
	پلک اُٹھتے آثار اچھے نہ دیکھے	پڑی آنکھ ہرگز نہ روئے اثر پر
636/13	طرف شاخِ گل کی لچک کے نہ دیکھا	نظر میر کی تھی کسو کی کمر پر

636/14 غزل در غزل صاحبو یہ بھی دیکھو
نہیں عیب کرنا نظر اک ہنر پر

﴾637﴿

637/1	بھروسا اسیری میں تھا بال و پر پر	سو پر وا ہوئے نہ قفس کے بھی در پر[5]
637/2	سوارانِ شائستہ کشتے ہیں تیرے	نہ تیغِ ستم کر علم ہر نفر پر
637/3	کھلا پیشِ دنداں نہ اُس کا گریچہ	کنھوں نے بھی تھوکا نہ سلکِ گہر پر
637/4	جلے کیوں نہ چھاتی کہ اپنی نظر ہے	کسو شوخ پُرکار رعنا پسر پر
637/5	نہ محشر میں چونکا مرا خونِ خفتہ	وہی تھا یہ خوابیدہ اس شور و شر پر
637/6	کئی زخم کھا کر تڑپتا رہا دل	تسلی تھی موقوف زخمِ دگر پر
637/7	سنا تھا اُسے پاس لیکن نہ پایا	چلے دور تک ہم گئے اِس خبر پر

---

1. نسخۂ آسی میں 'چلائے' جب کہ نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں 'جلائے' ہے۔
2. نسخۂ کالج، نول کشور دوم میں 'سا' ہے، آسی کے یہاں 'کا' ہے۔ دونوں درست، تاہم قدامت اور زیادہ مستند ہونے کی بنا پر نسخۂ کالج کو فوقیت دی ہے۔
3. غزلیات میر میں 'نئے قطعات' کی دریافت کا سلسلہ جاری ہے، اس غزل میں شعر نو اور دس مسلسل مضمون کے حامل ہیں، پھر شعر گیارہ اور بارہ میں بھی بات چار مصرعوں میں پوری ہوئی ہے لیکن نسخۂ آسی، عبادت اور مجلس میں سے کسی نے بھی ان کو قطعہ درج نہیں کیا۔ یوں لگتا ہے جیسے مرتبین نے اشعار درج کرتے ہوئے اُن کے مفاہیم و مضامین سمجھنے کی طرف کچھ زیادہ توجہ نہیں دی۔
4. نسخۂ آسی میں متن ہے 'تہِ دل تھے کیسے ہی'، مجلس میں متن درست ہے۔
5. نسخۂ آسی و مجلس میں یہ مصرع بالکل بے معنی ہے 'سو پرواز ہوئی نہ قفس کی بھی در پر'۔ نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں مصرع یوں ہے 'سو پر وا ہوئے نہ قفس کے بھی در پر'۔ اس مصرع کے معنی بہر طور کچھ نہ کچھ متعین کیے جا سکتے ہیں اسی لیے شاملِ متن کیا گیا ہے۔

637/8-9 سرِ شب کہے تھا بہانہ طلب وہ (قطعہ)[1] گھڑی ایک رات آئی ہو گی پہر پر
کہو پاس بیٹھا رہے کب تلک یوں کہو ہو گی رخصت گئے اب سحر پر

637/10 جہاں میں نہ کی میر اقامت کی نیت
کہ مشعر تھا آنا مرا یاں سفر پر

﴿638﴾

638/1 عشق خدائی خراب ہے ایسا جس سے گئے ہیں گھر کے گھر
کعبہ و دیر کے ایوانوں کے گرے پڑے ہیں در کے در

638/2 حج سے کوئی آدمی ہو تو سارا عالم حج ہی کرے
مکے سے آئے شیخ جی لیکن وے تو وہی ہیں خر کے خر

638/3 رنج و تعب میں مرتے دیکھے ہم نے ممسک دولت مند
جی کے جی بھی عبث جاتے ہیں ان لوگوں کے ، زر کے زر

638/4 مسلم و کافر کے جھگڑے میں جنگ و جدل سے رہائی نہیں
لوتھوں پہ لوتھیں گرتی رہیں گی کٹتے رہیں گے سر کے سر

638/5 سخت مصیبت عشق میں یہ ہے جانیں چلی جاتی ہیں لیک
ہاتھ سروں پر ماریں گے تو بند رہیں گے گھر کے گھر

638/6 کب سے گرمیِ عشق نے میرے چشمۂ چشم کو خشک کیا
کپڑے گلے سب تن کے لیکن وے ہیں اب تک تر کے تر

638/7 نکلے اب کے قفس میں شاید کوئی کلی تو نکلے میر
سارے طیر شگفتہ چمن کے ٹوٹ گئے وے پر کے پر

﴿639﴾

639/1 بات کہو کیا چپکے چپکے بیٹھ رہو ہو یاں آکر
ایسے گونگے بیٹھو ہو تم تو[2]، بیٹھیے اپنے گھر جا کر

639/2 دل کا راز کیا میں ظاہر بلبل سے گلزار میں لیک
اس بے تہ نے صحنِ چمن میں جان دی چلّا چلّا کر

639/3 جیسا پیچ و تاب پر اپنے بالیدہ تھا ویسا ہی
مارِ سیہ کو رشک سے مارا اُن بالوں نے بل کھا کر

639/4 ڈھونڈتے تا اطفال پھریں نہ اب کے جنوں کی ضیافت میں
بھر رکھی ہیں شہر کی گلیاں پتھر ہم نے لا لا کر

639/5 ہا ہا ہی نے شوخ کی میرے تنگ کیا خوش رویاں کو
سرخ و زرد ہوئے خجلت سے چھوٹے ہا ہا ہا ہا کر

639/6 چاہ کا جو اظہار کیا تو فرطِ شرم سے جان گئی
عشقِ شہرت دوست نے آخر مارا مجھ کو رسوا کر

639/7 میر یہ کیا رونا ہے جس سے آنکھوں پر رومال رکھا
دامن کے ہر پاٹ کو اپنے گریہ وزاری سے دریا کر

---

[1] اس غزل کے شعر آٹھ اور نو مسلسل ہیں تاہم کسی نسخے نے انہیں قطعہ بند نہیں لکھا۔

[2] متن بمطابق نسخۂ کالج ونول کشور دوم ہے۔ آسی کے یہاں 'تم بیٹھے' درست نہیں۔

﴿640﴾

640/1 ترچھی نگاہیں کیا کرتے ہو دم بھر کے یاں آنے پر — ادھر دیکھو ہم نے نہیں کی خم ابرو سر جانے پر

640/2 زور ہوا ہے چل صوفی ٹک تو بھی رباطِ کہنہ سے — ابر قبلہ بڑھتا بڑھتا آیا ہے مے خانے پر

640/3 گل کھائے بے تہ بلبل نے شور قیامت کا سا کیا — دیکھو چمن میں اُس بن میرے چپکے جی بہلانے پر

640/4 سر نیچے کر لیتا تھا تلوار چلاتے ہم پر وے — ریجھ گئے خوں ریزی میں اپنی اُس کے پھر شرمانے پر

640/5 گالی مار کے غم پر میں نے صبر کیا، خاموش رہا — رحم نہ آیا ٹک ظالم کو اس میرے غم کھانے پر

640/6 نادیدہ ہیں نام خدا کے ایسے جیسے قحط زدہ — دوڑتی ہیں کیا آنکھیں اپنی سبحے کے دانے دانے پر

640/7 حال پریشاں سن مجنوں کا کیا جلتا ہے جی اپنا
عاشق ہم بھی میر رہے ہیں اُس ڈھب کے دیوانے پر

﴿641﴾

641/1 روزوں میں رہ سکیں گے ہم بے شراب کیوں کر — گزرے گا اتقا میں عہدِ شباب کیوں کر

641/2 تھوڑے سے پانی میں بھی چل نکلے ہے اپھرتا — بے تہ ہے سر نہ کھینچے اک دم حباب کیوں کر

641/3 چشمے بھیرے اب تک ہیں یادگار اُس کی — وہ سوکھ سب گئی ہے چشمِ پُر آب کیوں کر

641/4 دل کی طرف کا پہلو سب متصل جلے ہے — مخمل ہو فرش کیوں نہ آوے گی خواب کیوں کر

641/5 اول سحور کھانا ، آخر صبوحی کرنا — آوے نہ اس عمل سے شرم و حجاب کیوں کر

641/6 اُجڑے نگر کو دل کے دیکھوں ہوں جب کہوں ہوں — اب پھر بسے گی ایسی بستی خراب کیوں کر

641/7 جرم و ذنوب تو ہیں بے حد و حصر یا رب! — روزِ حساب لیں گے مجھ سے حساب کیوں کر

641/8 پیش از سحر اُٹھے ہے آج اُس کے منہ کا پردہ — نکلے گا اس طرف سے اب آفتاب کیوں کر

641/9 خط میر آوے جاوے جو نکلے راہ ادھر کی
نبھتا[1] نہیں ہے قاصد لاوے جواب کیوں کر

﴿642﴾

642/1 تڑپے ہے غم زدہ دل لاوے گا تاب کیوں کر — خوں بستہ ہیں گی آنکھیں آوے گی خواب کیوں کر

642/2 پر[2] ناتواں ہوں مجھ پر بھاری ہے جی ہی اپنا — مجھ سے اُٹھیں گے اُس کے ناز و عتاب کیوں کر

642/3 اس بحر میں ہے مٹنا شکلِ حباب ہر دم — اُبھرا رہے ہمیشہ نقشِ بر آب[3] کیوں کر

642/4 پانی کے دھوکے پیاسے کیا کیا عزیز مارے — سر پر نہ خاک ڈالے اپنے سراب کیوں کر

642/5 آبِ رواں نہ تھا کچھ وہ لطفِ زندگانی — جاتی رہی جوانی اپنی شتاب کیوں کر

642/6 سینے میں میرے کب سے اک سینک سی رہے ہے — قلب و کبد نہ ہوویں دونوں کباب کیوں کر

---

[1] نسخۂ کالج میں بھی 'نبھتا' ہے اور آسی نے بھی متن میں 'کوئی' لکھ کر حاشیے میں یہی لفظ لکھا ہے۔ طبع دوم میں 'رستا' بھی اتنا موثر نہیں، اس لیے اِسی 'نبھتا' کو درج کیا ہے۔

[2] نسخۂ آسی میں 'پُر ناتواں' درست نہیں، مجلس میں اختلاف متن کا ذکر نہیں لیکن درج 'پُر' کیا ہے۔

[3] نسخۂ کالج ص ۶۴۰، نول کشور دوم ص ۳۸۸ میں 'پُر آب' ہے، یہ درست نہیں۔ آسی کے متن کا اتباع کیا گیا ہے۔

642/7 شلاق خواری کی تھی خجلت جو کچھ نہ بولا — منہ کیا ہے نامہ بر کا نکلے جواب کیوں کر

642/8 سوزِ دل و جگر سے جلتا ہے تن بدن سب — میں کیا، کوئی ہو، کھینچے ایسے عذاب کیوں کر

642/9 چہرہ کتابی اُس کا مجموعہ میرؔ کا ہے
اک حرف اس دہن کا ہوتا کتاب کیوں کر

﴿643﴾

643/1 لاوے جھمکتے رخ کی آئینہ تاب کیوں کر — ہو چہرہ[1] اُس کے لب سے یاقوت ناب کیوں کر

643/2 ہے شعر و شاعری گو کب سے شعار اپنا — حرف و سخن سے کریے اب اجتناب کیوں کر

643/3 جوں ابر اگر نہ روویں وادی و کوہ پر ہم — تو شہروں شہروں آوے نہروں میں آب کیوں کر

643/4 اب بھی نہیں ہے ہم کو اے عشق نا اُمیدی — دیکھیں خراب ہووے حالِ خراب کیوں کر

643/5 اُڑ اُڑ کے جا لگے ہے وہ تیر مار کاکل — کھاتا رہے نہ افعی پھر پیچ و تاب کیوں کر

643/6 چشمِ محیط سے جو ہووے نہ چشمِ تر کے — تو سیر ہو ہوا پر پھیلے سحاب کیوں کر

643/7 اب تو تپش نے دل کی اودھم مچا رکھی ہے — تسکین پاوے دیکھوں یہ اضطراب کیوں کر

643/8 رو چاہیے ہے اس کے در پر بھی بیٹھنے کو
ہم تو ذلیل اُس کے ہوں میرؔ باب کیوں کر

﴿644﴾

644/1 سنا تم نے جو گزرا سانحہ ہجراں میں یاروں پر — قیامت غم سے ہر ساعت رہی اُلفت کے ماروں پر

644/2 کیا ہے عشقِ عالم کُش نے کیا ستھراؤ لوگوں کا — نکل چل شہر سے باہر نظر کر ٹک مزاروں پر

644/3 تڑپ کر گرم ٹک جوں برق، ٹھنڈے ہوتے جاتے ہیں — بسانِ ابرِ رحمت رو بہت ہم بے قراروں پر

644/4 بڑی دولت ہے درویشی جو ہو ہمرہ[2] قناعت کے — کہ عرصہ تنگ ہے حرص و ہوا سے تاجداروں پر

644/5 سیاحت خوب مجھ کو یاد ہے پر کی بھی وحشت کی — پر اپنا پاؤں پھیلے دشت کے سر تیز خاروں پر

644/6 گئے فرہاد و مجنوں، ہو کوئی تو بات بھی پوچھیں — یکایک کیا بلا آئی ہمارے غم گساروں پر

644/7 گئی اس ناتوانِ عشق کے آگے سے پیری ٹل
سبک روحی مری اے میرؔ بھاری ہے ہزاروں پر

﴿645﴾

645/1 اک آدھ دن نکل مت اے ابر ادھر سے ہو کر — بیٹھا ہوں میں ابھی ٹک سارا جہاں ڈبو کر

645/2 اب کل نہیں ہے تجھ کو بے قتل غم کشوں کے — کہتے تو تھے کہ ظالم خوں ریزی سے نہ خو کر

645/3 کہتے ہیں راہ پائی زاہد نے اس گلی کی — روتا کہیں نہ آوے ایمان و دیں کو کھو کر

645/4 ہے نظم کا سلیقہ ہر چند سب کو لیکن — جب جانیں کوئی لاوے یوں موتی سے پرو کر

645/5 کیا خوب زندگی کی دنیا میں شیخ جی نے — تعبیر کرتے ہیں سب اب اُن کو مردہ شو کر

---

1. نسخۂ کالج اور آسی کے یہاں 'چہرہ' اس مصرع میں بے معنی ہے۔ نول کشور دوم میں 'چیرہ' (غالب، زور آور) درست ہے۔
2. نسخۂ کالج اور نول کشور دوم کے مطابق 'جو ہو ہمرہ' میں اصرار آسی کے متن 'جو ہمرہ ہو' سے زیادہ ہے۔

645/6 گو تیرے ہونٹھ ظالم آبِ حیات ہوں اب — کیا ہم کو جی کی، بیٹھے ہم جی سے ہاتھ دھو کر

645/7 کس کس ادا سے فتنے کرتے ہیں قصد اُدھر کا — جب بے دماغ سے تم اُٹھ بیٹھتے ہو سو کر

645/8 ٹکڑے جگر کے میرے مت چشمِ کم سے دیکھو — کاڑھے ہیں بے جواہر[1] دریا کو میں بلو کر

645/9 احوال میر جی کا مطلق گیا نہ سمجھا
کچھ زیرِ لب کہا بھی سو دیر دیر رو کر

﴿646﴾

646/1 عشق ہمارا خون کرے ہے جی نہیں رہتا یار بغیر — وہ گھر سے نہیں اپنے نکلتا دم بھر بھی تلوار بغیر

646/2 جانِ عزیز کی جاں بھی گئے پر آنکھیں کھلی[2] رہ جائیں گی — یعنی کشتۂ حسرت تھا میں آئنہ سا دیدار بغیر

646/3 گوندھے گئے سو تازہ رہے، جو سبد میں تھے سو ملالت سے[3] — سوکھ کے کانٹا پھول ہوئے وے اُس کے گلے کے ہار بغیر

646/4 پھولوں کا موسم کاشکے ہو پردے سے ہوا کے چشمک زن — گل کھائے ہیں ہزار خزاں میں مرغِ چمن نے بہار بغیر

646/5 وحش و طیر سے دشت بھرے تھے صیادی تھی یار کی جب
خالی پڑے ہیں دام کہیں میر اُس کے ذوقِ شکار بغیر

﴿647﴾

647/1 چندے بجا ہے گریہ و اندوہ و آہ کر — ماتم کدے کو دہر کے تو عیش گاہ کر

647/2 کیا دیکھتا ہے ہر گھڑی اپنی ہی سج کو شوخ — آنکھوں میں جان آئی ہے، ایدھر نگاہ کر

647/3 رحمت اگر یقینی ہے تو کیا ہے زہدِ شیخ — اے بیوقوف جائے عبادت، گناہ کر

647/4 چھوڑ اب طریقِ جور کو اے بے وفا سمجھ — نبھتی نہیں یہ چال، کسو دل میں راہ کر

647/5 چسپیدگیِ داغ سے مت منہ کو اپنے موڑ — اے زخمِ کہنہ دل سے ہمارے نباہ کر

647/6 اس وقت ہے دعا و اجابت کا وصل میر
یک نعرہ تو بھی پیش کشِ صبح گاہ کر

﴿648﴾

648/1 شوریدہ سر رکھا ہے جب سے اس آستاں پر — میرا دماغ تب سے ہے ہفتم آسماں پر

648/2 گھائل گرا رہا ہے فتراک سے بندھا ہے — کیا کیا ستم ہوئے ہوئے ہیں اُس صیدِ ناتواں پر

648/3 لطفِ بدن کو اس کے ہرگز پہنچ سکے نہ — جا پڑتی تھی ہمیشہ اپنی نگاہ جاں پر

648/4 خاشاک و خار و خس کو کر ایک جا جلایا — کیا چشم شور برقِ خاطف تھی آشیاں پر

648/5 وہ باغباں پسر کچھ گل گل شگفتہ ہے اب — یہ اور گل کھلا ہے اک پھولوں کی دکاں پر

648/6 پر کالے آگ کے تھے کیا نالہائے بلبل — شبنم سے آبلے ہیں گل برگ سی زباں پر

648/7 دل کیا مکاں پھر اُس کا کیا صحن میر لیکن
غالب ہے سعی میں تو میدانِ لامکاں پر

---

[1] نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'بے جواہر دریا' درست ہے، آسی کے یہاں متن ہے 'بے جوا برو دریا' ہے، جو درست نہیں۔

[2] نسخۂ مجلس جلد چہارم ص ۶۲ پر 'کھلی' درجِ متن ہی نہیں ہوا۔

[3] نسخۂ آسی اور نول کشور دوم میں 'ملامت' ہے، نسخۂ کالج میں 'ملالت' درست ہے۔

649

649/1 آیا نہ پھر ادھر وہ مستِ شراب ہو کر — کیا پھول مر گئے ہیں اُس بن خراب ہو کر

649/2 صید زبوں میں میرے یک قطرہ خوں نہ نکلا — خنجر تلے بہا میں خجلت سے آب ہو کر

649/3 وعدہ وصال کا ہے کہتے ہیں حشر کے دن — جانا ہوا ، لیکن واں سے شتاب ہو کر

649/4 دارو پیے نہ ساتھ آغیروں کے بیش تر یاں — غیرت سے رہ گئے ہیں عاشق کباب ہو کر

649/5 یک قطرہ آب اُس بن میں نے اگر پیا ہے
نکلا ہے میر پانی وہ خونِ ناب ہو کر

650

650/1 ابر سیہ قبلے سے اُٹھ کر آیا ہے مے خانے پر — بادہ کشوں کا جھرمٹ ہے کچھ شیشے پر پیمانے پر

650/2 رنگ ہوا سے ٹپکنے لگا ہے سبزے میں کوئی پھول کھلا — یعنی چشمک گل کرتا ہے فصلِ بہار کے آنے پر

650/3 شورِ جنوں ہے جوانوں کے سر میں پاؤں میں زنجیریں ہیں — سنگ زناں لڑکے پھرتے ہیں ہر ہر سو دیوانے پر

650/4 بے تابانہ شمع پر آیا گرد پھرا پھر جل ہی گیا — اپنا جی بھی حد سے زیادہ رات جلا پروانے پر

650/5 قدرِ جان جو کچھ ہووے تو صرفہ بھی ہم میر کریں
منہ موڑیں کیا آنے سے اُس کے اپنی جان کے جانے پر

651

651/1 سعی سے اس کی ہوا مائل گریباں چاک پر — آفریں کہہ[1] اے جنوں میرے کفِ چالاک پر

651/2 کیوں نہ ہوں طرفہ گلیں خوش طرح یعنی[2] اے کلال — خاک کن کن صورتوں کی صرف کی ہے خاک پر

651/3 ہم کو مٹی کر دیا پامالیِ گردوں نے میر
وہ نہ آیا ناز کرتا ٹک ہماری خاک پر

ردیف ر ــــــ دیوان ششم

652

652/1 دل گئے آفت آئی جانوں پر[3] — یہ فسانہ رہا زبانوں پر

652/2 عشق میں ہوش و صبر سنتے تھے — رکھ گئے ہاتھ سو تو کانوں پر

652/3 گرچہ انسان ہیں زمیں سے ولے[4] — ہیں دماغ اُن کے آسمانوں پر

652/4 شہر کے شوخ سادہ رُو لڑکے — ظلم کرتے ہیں کیا جوانوں پر

652/5 عرش و دل دونوں کا ہے پایہ بلند — سیر رہتی ہے ان مکانوں پر

---

[1] نسخۂ آسی میں 'آخریں کر' جب کہ مجلس میں 'کہ' ہے۔ مجلس کے یہاں سہو کتابت کا امکان رکھا جائے تو یہاں 'کہہ' بہتر ہے۔

[2] نسخۂ آسی میں 'بعضے' نسخۂ کالج میں 'بعضی' جب کہ نول کشور دوم میں 'یعنی' ہے، اسی کو بہتر سمجھ کر درجِ متن کیا ہے۔

[3] مصرع نسخۂ آسی کے مطابق ہے، نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں 'دل کی آفت ہی آئی' ہے۔

[4] اس مصرع کا متن نول کشور دوم اور آسی کے مطابق ہے، نسخۂ کالج میں ہے 'گرچہ انسان ہیں زمینی ولے'۔

652/6 جب سے بازار میں ہے تجھ سی متاع — بھیڑ ہی رہتی ہے دکانوں پر

652/7 لوگ سر دینے جاتے ہیں، کب سے — یار کے پاؤں کے نشانوں پر

652/8 کجی اوباش کی ہے وہ دربند — ڈالے پھرتا ہے بند شانوں پر

652/9 کوئی بولا نہ قتل میں میرے — مُہر کی تھی مگر دہانوں پر

652/10 یاد میں اُس کے ساقِ سیمیں کی[1] — دے دے ماروں ہوں ہاتھ رانوں پر

652/11 تھی زمانے میں خرچی جن کی روپے — پھانسا کرتے ہیں اُن کو آنوں پر

652/12 غم و غصہ ہے حصے میں میرے — اب معیشت ہے ان ہی کھانوں پر

652/13 قصے دنیا میں میرؔ بہت سنے
نہ رکھو گوش اِن فسانوں پر

﴿653﴾

653/1 آئے ہو گھر سے اُٹھ کر میرے مکاں کے اوپر — کی تم نے مہربانی بے خانماں کے اوپر

653/2 پھولوں سے اُٹھ نگاہیں مکھڑے پہ اُس کے ٹھہریں — وہ گل فروش کا[2] جو آیا دکاں کے اوپر

653/3 برسات اب کے گزری خوف و خطر میں ساری — چشمک زناں رہی ہے برق آشیاں کے اوپر

653/4 رخسار سا کسو کے کاہے کو ہے فروزاں — ہر چند ماہِ تاباں ہے آسماں کے اوپر

653/5 بے سدھ پڑا رہوں ہوں بستر پہ رات دن میں — کیا آفت آ گئی ہے اس نیم جاں کے اوپر

653/6 عشق و ہوس میں کچھ تو آخر تمیز ہو گی — آئی طبیعت اُس کی گر امتحاں کے اوپر

653/7 اُلفت کی کلفتوں میں معلوم بھی[3] ہوئی نہ — تھا اعتماد[3] کلی تاب و تواں کے اوپر

653/8 محوِ دعا تھا اکثر غیرت سے لیک گاہے — آیا نہ نام اُس کا میری زباں کے اوپر

653/9 وہ جان دل کی خواہش آیا نہیں جہاں میں — آئی ہے اک قیامت اہلِ جہاں کے اوپر

653/10 کیا لوگ ہیں محبّاں سودائے عاشقی میں — اغماض کرتے ہیں سب جی کے زیاں کے اوپر

653/11 حیرت سے اُس کے رُو کی چپ لگ گئی ہے ایسی — گویا کہ مُہر کی ہے میرے دہاں کے اوپر

653/12 جو راہِ دوستی میں اے میرؔ مر گئے ہیں
سر دیں گے لوگ اُن کے پا کے نشاں کے اوپر

﴿654﴾

654/1 آیا جو اپنے گھر سے وہ شوخ پان کھا کر — کی بات اُن نے کوئی، سو کیا چبا چبا کر

654/2 شاید کہ منہ پھرا ہے بندوں سے کچھ خدا کا — نکلے ہے کام اپنا کوئی خدا خدا کر

654/3 کان اِس طرف نہ رکھے اُس حرف ناشنو نے — کہتے رہے بہت ہم اُس کو سنا سنا کر

654/4 کہتے تھے ہم کہ اُس کو دیکھا کرو نہ اتنا — دل خوں کیا نہ اپنا آنکھیں لڑا لڑا کر

654/5 آگے ہی مر رہے ہیں ہم عشق میں بتاں کے — تلوار کھینچتے ہو ہم کو دکھا دکھا کر

654/6 وہ بے وفا نہ آیا بالیں پہ وقتِ رفتن — سو بار ہم نے دیکھا سر کو اُٹھا اُٹھا کر

---

1. نسخۂ آسی میں 'یاد میں اس کے ساقِ سیمیں کے'، مجلس کے نسخے میں 'یاد میں اُس کی ساقِ سیمیں کی'۔
2. نسخۂ آسی میں متن درست ہے۔ نسخۂ مجلس میں 'گل فروش کا' کی بجائے 'گل فروش کل' درج ہوا ہے۔
3. متن نسخۂ کالج کے مطابق ہے، نسخۂ آسی اور مجلس میں 'معلوم ہے، ہوئی وہ' درج ہے، جس کے کوئی معنی نہیں۔ نسخۂ مجلس میں 'اعتماد' کو سہو کتابت سے 'اعماد' درج کیا گیا ہے۔

654/7 جلتے[1] تھے ہولے ہولے ہم یوں تو عاشقی میں
پر اُن نے جی ہی مارا آخر جلا جلا کر

654/8 سوتے نہ لگ چل اُس سے اے بادتو نے ظالم
بہتیروں کو سُلایا اُس کو جگا جگا کر

654/9 مدّت ہوئی ہمیں ہے واں سے جواب مطلق
دفتر کیے روانہ لکھ لکھ ، لکھا لکھا کر

654/10 کیا دور میرؔ منزل مقصود کی ہے اپنے
اب تھک گئے ہیں اودھر قاصد چلا چلا کر

﴿655﴾

655/1 آیا ہے ابرِ قبلہ چلا خانقاہ پر
صوفی ہوا کو دیکھ کے کاش آوے راہ پر

655/2 وہ آنکھ اُٹھا کے شرم سے کب دیکھے ہے ولے
ہوتے ہیں خون نیچی بھی اُس کی نگاہ پر

655/3 بالفرض چاہنا[2] ہے گنہ ، لیک میری جاں
واجب ہے خون کرنا کہاں اس گناہ پر

655/4 کیا بحث میرے وقر سے ، میں ہوں فقیر محض
ہے اُس گلی میں حرفِ سخن عزِّ شاہ پر

655/5 تہ سے سخن کی لوگ نہ تھے آشنا عبث
جاگہ سے تم گئے اُنھوں کی واہ واہ پر

655/6 ڈر چشمِ شوخ[3] چرخ سے ،گل پھول یک طرف
آنکھ اُس دنی کی دوڑے ہے اک برگِ کاہ پر

655/7 دیکھی ہے جن نے یار کے رخسار کی جھمک
اس کی نظر گئی نہ شبِ مہ میں ماہ پر

655/8 ہم جاں بہ لب پتنگوں کی سدھ لیجیو شتاب
موقوف اپنا جانا ہے اب ایک آہ پر

655/9 کہتے تو ہیں کہ ہم بھی تمھیں چاہتے ہیں میرؔ
پر اعتماد کس کو ہے خوباں کی چاہ پر

﴿656﴾

656/1 میلانِ دلربا ہو کیوں کر وفا کے اوپر
دیتا ہے جان عالم اُس کی جفا کے اوپر

656/2 کُشتہ ہوں اِس حیا کا کٹوائے بہتوں کے سر
پر آنکھیں اس کی ووں ہی تھیں پشتِ پا کے اوپر

656/3 مہندی لگا کے ہرگز گھر سے تو مت نکلیو
ہوتے ہیں خون تیرے رنگِ حنا کے اوپر

656/4 ہوں گو بہ گو صبا سا پر کچھ نہیں ہے حاصل
شاید برات اپنی لکھی ہوا کے اوپر

656/5 بندوں سے کام تیرا اے میرؔ کچھ نہ نکلا
موقوف مطلب اپنا اب رکھ خدا کے اوپر

﴿657﴾

657/1 زانو پہ سر ہے اکثر مت فکر اس قدر کر
دل کوئی لے گیا ہے تو میرؔ ٹک جگر کر

657/2 خورشید و ماہ دونوں آخر نہ دیسے[4] نکلے
آنکھوں میں پھر نہ آئے جی سے مرے اُتر کر

657/3 یوسف عزیزِ دلہا جا مصر میں ہوا تھا
ذلت جو ہو وطن میں تو کوئی دن سفر کر

---

[1] نسخۂ آسی اور عبادت ہر ایک نے 'چلتے' درج کیا ہے حالاں کہ محل جلتے کا ہے۔ دوسرے مصرع میں نسخۂ آسی میں 'آخر' درست ہے جب کہ نسخۂ کا اور طبع دوم میں 'آگے' غلط ہے۔

[2] تمام نسخوں میں 'چاہتا' درج ہے لیکن اسے سہوِ کاتب سمجھے بغیر چارہ نہیں۔ 'چاہنا' سے شعر بالکل صاف ہو جاتا ہے۔

[3] تمام نسخوں میں 'شور' درج ہوا، یہ بھی سہوِ کتابت ہے۔ 'شوخ' سے شعر کے معنی واضح ہو جاتے ہیں۔

[4] نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں 'دل سے' کو اکٹھا 'دلسے' لکھا ہوا ہے۔ اصل میں یہ 'دیسے' ہے، سہوِ کتابت سے ی کے نقطے درج نہ ہوئے، آسی صاحب نے و دال سمجھ کر 'دل سے' کو متن میں جگہ دی۔ دوسرے مصرع میں 'آئی' کو بھی 'آئے' کرنا ہوگا، ورنہ خورشید و ماہ' کا مسئلہ 'آئی' (جو متنِ مجلس ہے) سے حل نہیں ہو

657/1 اے ہم نشیں غشی ہے، میں ہوش میں نہیں ہوں
مجھ کو مری زبانی سو بار اب خبر کر

657/5 کیا حالِ زار عاشق کریے بیان نہ پوچھو
کرتا ہے بات کوئی دل کی تو چشم تر کر

657/6 دیتے نہیں ہیں سونے ٹک آہ و نالے اس کے[1]
یا رب شبِ جدائی عاشق کی بھی سحر کر

657/7 اتنا ہے منہ چھپایا شوخ اُس کے محرموں نے
جو بچھ گئی ہیں زلفیں اُس چہرے پر بکھر کر

657/8 کیا پھیر پھیر گردن باتیں کرے ہے[2] سب میں
جاتے ہیں غش کیے ہم مشتاق، منہ اِدھر کر

657/9 بن دیکھے تیرے میں تو بیمار ہو گیا ہوں
حالِ تبہ میں میرے تو بھی تو ٹک نظر کر

657/10 رخنے کیے جو تو نے پتھر کی سل میں تو کیا
اے آہ اُس صنم کے دل میں بھی ٹک اثر کر

657/11 مارے سے، غُل کیے سے، جاتا نہیں ہے ہرگز
نکلے گا اُس گلی سے شاید کہ میرؔ مر کر

﴿658﴾

658/1 باندھے کمر سحر گہ آیا ہے میرے کیں پر
جو حادثہ فلک سے نازل ہوا زمیں پر

658/2 اقرار میں کہاں ہے انکار کی سی خوبی
ہوتا ہے شوق غالب اُس کی نہیں نہیں پر

658/3 کنجِ قفس میں جوں توں کاٹیں گے ہم اسیراں
سیرِ چمن کے شایاں، اپنے رہے نہیں پر

658/4 جوں آب گیری کردہ شمشیر کی جراحت
ہے ہر خراشِ ناخن رخسارہ و جبیں پر

658/5 آخر کو ہے خدا بھی تو اے میاں جہاں میں
بندے کے کام کچھ کیا موقوف ہیں تمھیں پر

658/6 غصے میں عالم اس کا کیا کیا نظر پڑا ہے
تلوار کھنچتا تھی اس کی جبیں کی چیں پر

658/7 تھے چشمِ خوں فشاں پر شاید کہ دست و دامن
ہیں میرؔ داغ خوں کے پیراہن، آستیں پر

﴿659﴾

659/1 گل کیا جسے کہیں کہ گلے کا تو ہار کر
ہم پھینک دیں اُسے ترے منہ پر نثار کر

659/2 آغوشیں جیسے موجیں الٰہی کشادہ ہیں
دریائے حسن اس کا کہیں ہم کنار کر

659/3 یاں چلتے دیر کچھ نہیں لگتی ہے میری جاں
رختِ سفر کو اپنے شتابی سے بار کر

659/4 مختار رونے ہنسنے میں تجھ کو اگر کریں
تو اختیار گریۂ بے اختیار کر

659/5 مشقِ ستم ہوئی ہے بہت صاف یار کی
پشتے لگائے ان نے جوانوں کو مار کر

659/6 صیادی میں علوِ تقدس تو اس کا دیکھ
روح القدس کو مار رکھا ہے شکار کر

659/7 بہنے لگی ہے تیغ کی جدول تو تیری تیز
دشمن کا کام وار میں پہلی ہی[3] بار کر

659/8 میں بے قرار خاک میں کب تک ملا کروں
کچھ ملنے کا نہ ملنے کا تو بھی قرار کر

659/9 میں رفتہ میرؔ مجلسِ تصویر کا گیا
تو بیٹھا میرا حشر تک اب انتظار کر

---

[1] نسخۂ کالج میں 'دیتے نہیں ہی ہیں' میں 'ہی' فالتو ہے۔ 'آہ و نالے' کی کتابت میں 'آہ وتالے' کی غلطی ہے۔ آسی کے یہاں نول کشور دوم کی تبعیت سے 'آہ نالے' ہے، یہاں نسخۂ کالج کے مطابق واؤ عطف ضروری ہے۔

[2] نسخۂ آسی و مجلس میں 'باتیں کری ہیں'، روزمرہ کی برجستگی اور بے تکلفی کا لطف رکھتا ہے لیکن نسخۂ کالج اور نول کشور دوم کی سند اس نسبتاً ''جدید اُسلوب'' کو حاصل ہے جو درج متن کیا گیا ہے۔

[3] نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں 'پہلے ہی مار کر' درست نہیں، آسی کے یہاں 'پہلی ہی بار' بہتر ہے۔

ردیف ڑ ــــ دیوان اوّل

﴿660﴾

660/1 آشوب دیکھ چشم تری سر رہے ہیں جوڑ — پلکوں کی صف سے بھیڑیں گئیں[1] منہ کو موڑ موڑ

660/2 لاکھوں جتن کیے، نہ ہوا ضبطِ گریہ لیک — سنتے ہی نام، آنکھ سے آنسو گرے کروڑ

660/3 زخمِ دروں سے میرے نہ ٹک بے خبر رہو — اب ضبطِ گریہ سے ہے[2] اُدھر ہی کو سب نچوڑ

660/4 گرمی سے برشکال کی پروا ہے کیا ہمیں — برسوں رہی ہے جان کے رکنے کی یاں مَروڑ[3]

660/5 بلبل کی اور چشمِ مروت سے دیکھ ٹک — بے درد یوں چمن میں کسو پھول کو نہ توڑ

660/6 کچھ کوہکن ہی سے نہیں تازہ ہوا یہ کام — بہتیرے عاشقی میں موئے سر کو پھوڑ پھوڑ

660/7 بے طاقتی سے میرؔ لگے چھوٹنے پران
ظالم خیال دیکھنے کا اُس کے اب تو چھوڑ

ردیف ز ــــ دیوان اوّل

﴿661﴾

(قبل از 1752ء)

661/1 ہوتا نہیں ہے بابِ اجابت کا وا ہنوز — بسمل پڑی ہے چرخ پہ میری دعا ہنوز

661/2 دن رات کو کھنچا ہے قیامت کا اور میں — پھرتا ہوں منہ پہ خاک مَلے جا بہ جا ہنوز

661/3 خط کاڑھ لا کے تم تو منڈا بھی چلے ولے — ہوتی نہیں ہماری تمہاری صفا ہنوز

661/4 غنچے چمن چمن کھلے اس باغِ دہر میں — دل ہی مرا ہے جو نہیں ہوتا ہے وا ہنوز

661/5 احوال نامہ بر سے مرا سن کے کہہ اُٹھا — جیتا ہے وہ ستم زدہ مہجور کیا ہنوز

661/6 غنچہ نہ بوجھ دل ہے کسی مجھ سے زار کا — کھلتا نہیں جو سعی سے تیری صبا ہنوز

661/7 توڑا تھا کس کا شیشۂ دل تو نے سنگ دل — ہے دل خراش کوچے میں تیرے صدا ہنوز

661/8 چلّو میں اُس کے میرا لہو تھا سو پی چکا — اُڑتا نہیں ہے طائرِ رنگِ حنا ہنوز

661/9 بے بال و پر اسیر ہوں کنجِ قفس میں میرؔ
جاتی نہیں ہے سر سے چمن کی ہوا ہنوز

---

[1] نول کشور طبع دوم، سوم میں 'بھڑ گئیں ہیں' درست نہیں، آسی کے نسخے میں 'بھیڑیں گئیں' درست ہے، مجلس کے نسخے جلد اول ص ۲۵۶ میں 'بھیڑ' درج کی، لیکن 'گئیں' حذف ہو گیا ہے۔

[2] نسخۂ آسی میں قدیم اندازِ کتابت میں 'ہے' درج ہے، لیکن مجلس کے کاتب نے اُسے 'ہی' سمجھا اور درج کیا۔

[3] نسخۂ آسی میں اہلِ لکھنو کے تلفظ کے عین مطابق 'مَڑوڑ' درج ہوا ہے۔

﴿662﴾

662/1 خبط[1] کرتا نہیں کنارہ ہنوز — ہے گریبان پارہ پارہ ہنوز
662/2 آتشِ دل نہیں بجھی شاید — قطرۂ اشک ہے شرارہ ہنوز
662/3 اشک جھمکا ہے جب نہ نکلا تھا — چرخ پر صبح کا ستارہ ہنوز
662/4 لب پہ آئی ہے جان کب کی ہے — اُس کے موقوفِ یک اشارہ ہنوز
662/5 عمر گزری دوائیں کرتے میرؔ — دردِ دل کا ہوا نہ چارہ ہنوز

﴿663﴾
(قبل از 1752ء)

663/1 مر گیا میں پہ مرے باقی ہیں آثار ہنوز — تر ہیں سب سر کے لہو سے در و دیوار ہنوز
663/2 دل بھی پُر داغِ چمن ہے پر اسے کیا کیجے — جی سے جاتی ہی نہیں حسرتِ دیدار ہنوز
663/3 بہہ گئے عمر ہوئی ابرِ بہاری کو[2] ولے — لہو برسا رہے ہیں دیدۂ خوں بار ہنوز
663/4 بد نہ لے جائیو پوچھوں ہوں تجھی سے یہ طبیب — یہ ہوا کوئی بھی اس درد کا بیمار ہنوز
663/5 بارہا چل چکی تلوار تری چال پہ شوخ! — تو نہیں چھوڑتا اس طرز کی رفتار ہنوز
663/6 ایک دن بال فشاں تک ہوئے تھے خوش ہوکر — ہیں غمِ دل کی اسیری میں گرفتار ہنوز
663/7 کوئی تو آبلہ پا دشتِ جنوں سے گزرا — ڈوبا ہی جائے ہے لوہو میں سرِ خار ہنوز
663/8 منتظرِ قتل کے وعدے کا ہوں اپنے، یعنی — جیتا، مرنے کو رہا ہے یہ گنہ گار ہنوز
663/9 اُڑ گئے خاک ہو کتنے ہی ترے کوچے سے — باز آتے نہیں پر تیرے ہوادار ہنوز
663/10-11 ایک بھی زخم کی جا جس کے نہ ہو تن پہ کہیں (قطعہ) — کوئی دیتا ہے سنا ویسے کو آزار ہنوز
ٹک تو انصاف کر اے دشمنِ جانِ عاشق — میان سے نکلی پڑے ہے تری تلوار ہنوز
663/12-15 میرؔ کو ضعف میں مَیں دیکھ کہا کچھ کہیے (قطعہ) — ہے تجھے کوئی گھڑی قوتِ گفتار ہنوز
ابھی اک دم میں زباں چلنے سے رہ جاتی ہے — دردِ دل کیوں نہیں کرتا ہے تو اظہار ہنوز
آنسو بھر لا کے بہت حزن سے یہ کہنے لگا — کیا کہوں تجھ کو سمجھ اس پہ نہیں یار ہنوز
آنکھوں میں آن رہا جی جو نکلتا ہی نہیں — دل میں میرے ہے گرہ حسرتِ دیدار ہنوز

﴿664﴾
(قبل از 1752ء)

664/1 مجھ کو پوچھا بھی نہ یہ کون ہے غم ناک ہنوز — ہو چکے حشر، میں پھرتا ہوں جگر چاک ہنوز
664/2 اشک کی لغزشِ مستانہ پہ مت کیجو نظر — دامنِ دیدۂ گریاں ہے مرا پاک ہنوز

---

[1] نسخۂ آسی میں 'ضبط' غلط ہے، نسخۂ کالج، نول کشور دوم میں 'خبط' ہے جو درست ہے۔
[2] نول کشور دوم، سوم میں 'گو' درست نہیں، نسخۂ کالج اور آسی کے یہاں 'کو' درست ہے۔

664/3 بھر نظر دیکھنے پاتا نہیں میں نزع میں بھی ۔۔۔ منہ کے تئیں پھیرے ہی لیتا ہے وہ بے باک ہنوز

664/4 بعد مرنے کے بھی آرام نہیں میر مجھے
اُس کے کوچے میں ہے پامال مری خاک ہنوز

665

665/1 ہو چکا خونِ جگر رونا نہیں کچھ کم ہنوز ۔۔۔ ہیں مژہ دستورِ سابق ہی پہ[1] میرے نم ہنوز

665/2 دل جلوں پر روتے ہیں جن کو ہے کچھ سوزِ جگر ۔۔۔ شمع رکھتی ہے ہماری گور پر ماتم ہنوز

665/3 وضع یکساں اس زمانے میں نہیں، رہتی کہیں ۔۔۔ قد ترا چوگاں رہا ہے کس طرح سے خم ہنوز

665/4 آرہا ہے جی مرا آنکھوں میں اک پل اور ہوں ۔۔۔ پر نہیں جاتا کسی کے دیکھنے کا غم ہنوز

665/5 وہ جو عالم اس کے اوپر تھا سو خط نے کھو دیا
مبتلا ہے اس بلا میں میر اک عالم ہنوز

ردیف ز ــــ دیوان دوم

666

666/1 اُس شوخ نے سنا نہیں نامِ صبا ہنوز ۔۔۔ غنچہ ہے وہ ، لگی نہیں اس کو ہوا ہنوز

666/2 عاشق کے اس کو گریۂ خونیں کا درد کیا ۔۔۔ آنسو نہیں ہے آنکھ سے جس کی گرا ہنوز

666/3 کیا جانے وہ کہ گزرے ہے یاروں کے جی پہ کیا ۔۔۔ مطلق کسو سے اُس کا نہیں دل لگا ہنوز

666/4 برسوں میں نامہ برسے مرا نام جو سنا ۔۔۔ کہنے لگا کہ زندہ ہے وہ ننگ کیا ہنوز

666/5 گھگیاتے رات کے تئیں باچھیں تو پھٹ گئیں ۔۔۔ ناواقفِ قبول ہے لیکن دعا ہنوز

666/6 کیا کیا کرے ہے جتجتیں قاصد سے لیتے خط ۔۔۔ حالاں کہ وہ ہوا نہیں حرف آشنا ہنوز

666/7 سو بار اک دم میں گیا ڈوب ڈوب جی ۔۔۔ پر بحرِ غم کی پائی نہ کچھ انتہا ہنوز

666/8 خط سے ہے بے وفائیِ حسن اُس کی[2] آئنہ ۔۔۔ ہم سادگی سے رکھتے ہیں چشمِ وفا ہنوز

666/9 سو عُقدے فرطِ شوق سے پیش آئے دل کو یاں ۔۔۔ واں بند اُس قبا کے نہیں ہوتے وا ہنوز

666/10 یاں میر ہم تو پہنچ گئے[3] مرگ کے قریب
واں دلبروں کو ہے وہی قصدِ جفا ہنوز

667

667/1 ہے میرے لوہو رونے کا آثار سا ہنوز ۔۔۔ کوچہ کوئی کوئی ہے چمن زار سا ہنوز

667/2 کب تک کھنچے گی صبحِ قیامت کی شام کو ۔۔۔ عرصے میں مَیں کھڑا ہوں گنہ گار سا ہنوز

667/3 مدت ہوئی کہ خون جگر میں نہیں ولے ۔۔۔ جاتا ہے آنسوؤں کا چلا تار سا ہنوز

---

[1] نسخۂ آسی میں 'پہ' بھی بامعنی ہے لیکن نسخۂ کالج میں 'پے' زیادہ بہتر ہے۔
[2] نسخۂ آسی اور تبعیت میں مجلس کے یہاں بھی 'بے وفائی حسن اُس کے آئینہ' ہے حالاں کہ یہاں واضح طور پر 'کی' کا محل ہے۔
[3] نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم میں یہی متن ہے، جب کہ آسی کے یہاں 'ہم پہنچ ہی گئے' ہے۔ شعر کے لہجے کے مطابق نسخۂ کالج کے متن کو ترجیح دی گئی۔

667/4 سایہ سا آ گیا تھا نظر اُس کا ایک دن — مبہوت مَیں پھروں ہوں پری دار سا ہنوز
667/5 برسوں سے گل چمن میں نکلتے ہیں رنگ رنگ — نکلا نہیں ہے ایک رخِ یار سا ہنوز
667/6 مدّت سے ترکِ عشق کیا میرؔ نے ولے
زار و زبون و زرد ہے، بیمار سا ہنوز

﴿668﴾

668/1 کب تک بھلا بتاؤ گے یوں صبح و شام روز — آؤ کہیں کہ رہتے ہیں رفتہ تمام روز
668/2 وہ سرکشی سے گو متوجہ نہ ہو اِدھر — ہم عاجزانہ کرتے ہیں اُس کو سلام روز
668/3 گہہ رنج کھینچنے کو کہے[1]، گہہ ہلاک کو — پہنچے ہے ہم کو اس سے نیا اک پیام روز
668/4 منظور بندگی نہیں میری تو کیا کروں — حاضر ہے اپنی اور سے یوں تو غلام روز
668/5 برسوں ہوئے کہ رات کو ٹک بیٹھتے نہیں
رہتے ہیں تم کو میرؔ جی کیا ایسے کام روز

ردیف ز ____ دیوان سوم

﴿669﴾

669/1 ہے تند و تیز اُس کی نگاہ اِس طرف ہنوز — مارا ہے بے گناہ و گناہ اِس طرف ہنوز
669/2 سر کاٹ کر ہم اُس کے قدم کے تلے رکھا — ٹیڑھی ہے اس کی طرفِ کلاہ اِس طرف ہنوز
669/3 مدت سے مثلِ شب سے مرا تیرہ روزگار — آتا نہیں وہ غیرتِ ماہ اِس طرف ہنوز
669/4 پتھرا گئیں ہیں آنکھیں مری نقشِ پا کے طور — پڑتی نہیں ہے یار کی راہ اِس طرف ہنوز
669/5 جس کی جہت سے مرنے کے نزدیک پہنچے ہم — پھرتا نہیں وہ آن کے واہ اِس طرف ہنوز
669/6 آنکھیں ہماری مُند چلیں ہیں جس بغیر یاں — وہ دیکھتا بھی ٹک نہیں آہ اِس طرف ہنوز
669/7 برسوں سے میرؔ ماتمِ مجنوں ہے دشت میں
روتا ہے آ کے ابرِ سیاہ اس طرف ہنوز

ردیف ز ____ دیوان چہارم

﴿670﴾

670/1 ہے زیرِ خاک لاشۂ عاشق تپاں ہنوز — پیدا ہے عشق کشتے کا اُس کے نشاں ہنوز
670/2 گردش سے اُس کی خاک برابر ہوئی ہے خلق — استادہ روئے خاک پہ ہے آسماں ہنوز
670/3 اُس تک پہنچنے کا نہیں ہے حال کچھ ولے — جاتے ہیں گرتے پڑتے بھی ہم ناتواں ہنوز

---

[1] نسخۂ آسی میں 'کہے' کو 'گہے' درج کرنا سہو ہے۔

670/4 پروانہ[1] جل کے خاک ہوا پھر اُڑا کیا | اے شمع تیری رہتی نہیں ہے زباں ہنوز
670/5 چندیں ہزار جانیں گئیں اس کی راہ میں | اک آدھ تو بھی مر رہے ہے نیم جاں ہنوز
670/6 مدت ہوئی کہ خوار ہو گلیوں میں مر گئے | قصہ ہمارے عشق کا ہے داستاں ہنوز
670/7 لختِ جگر کے غم میں کہ تھا لعل پارہ میر | رخسارِ زرد پر ہے مرے خوں رواں ہنوز

﴿671﴾

671/1 دیوانگی کی ہے وہی زور آوری ہنوز | ہر دم نئی ہے میری گریباں دری ہنوز
671/2 سر سے گیا ہے سایۂ لطف اُس کا دیر سے | آنکھوں ہی میں پھرے ہے مری، وہ پری ہنوز
671/3 شوخی سے زار گریہ کے خوں چشم میں نہیں | ویسی ہی ہے مژہ کی بعینہ تری ہنوز
671/4 کب سے نگاہ گاڑے ہے یاں روز آفتاب | ہم دیکھے ہیں جہاں کے تئیں سرسری ہنوز
671/5 مبہوت ہو گیا ہے جہاں اک نظر گئی | جاتی نہیں ان آنکھوں سے جادوگری ہنوز
671/6 ابرِ کرم نے سعی بہت کی پہ کیا حصول | ہوتی نہیں ہماری زراعت ہری ہنوز
671/7 مدت سے میر بے دل و دیں دلبروں میں ہے | کرتا نہیں ہے اُس کی کوئی دلبری ہنوز

﴿672﴾

672/1 گرچہ آتے ہیں گل ہزار ہنوز | نہ گیا دل سے روئے یار ہنوز
672/2 بے قراری میں ساری عمر گئی | دل کو آتا نہیں قرار ہنوز
672/3 خاکِ مجنوں جہاں ہے صحرا میں | واں سے اُٹھتا ہے اک غبار ہنوز
672/4 کب سے ہے وہ خلاف وعدہ ولے | دل کو اُس کا ہے اعتبار ہنوز
672/5 قیس و فرہاد پر نہیں موقوف | عشق لاتا ہے مرد کار ہنوز
672/6 برسوں گزرے ہیں اس سے ملتے ولے | صحبت اس سے نہیں برآر ہنوز
672/7 عشق کرتے ہوئے تھے بے خود میر | اپنا اُن کو ہے انتظار ہنوز

﴿673﴾

673/1 وہ مخطط ہے محوِ ناز ہنوز | کچھ پذیرا نہیں نیاز ہنوز
673/2 کیا ہوا خوں ہوا کہ داغ ہوا | دل ہمارا نہیں گداز ہنوز
673/3 سادگی دیکھ اُس جفا جو سے | ہم نہیں کرتے احتراز ہنوز
673/4 ایک دن وا ہوئی تھی اس منہ پر | آرسی کی ہے چشم باز ہنوز
673/5 معتبر کیا ہے میر کی طاعت | رہنِ بادہ ہے جانماز ہنوز

---

[1] نسخہ مجلس میں 'پروانہ' کو 'پر دانہ' درج کیا گیا ہے، جلد سوم ص ۲۹۷۔

﴿674﴾

674/1　خاک ہو کر اُڑیں ہیں یار ہنوز　　دل کا بیٹھا نہیں غبار ہنوز
674/2　نہ جگر میں ہے خوں، نہ دل میں خوں　　درپے خوں ہے روزگار ہنوز
674/3　دست بر دل ہوں مدتوں سے میرؔ
　　دل ہے ویسا ہی بے قرار ہنوز

﴿675﴾

675/1　دوستاں حسن و خوبی ہے کیا چیز
　　ٹھہری ہے جان سی بھی شے کیا چیز

ردیف ز ــــــ دیوان پنجم

﴿676﴾

676/1　اس بستر افسردہ کے گلِ خوشبو ہیں مرجھائے ہنوز[1]　　اِس نکہت سے موسمِ گل میں پھول نہیں یاں آئے ہنوز
676/2　اُس زلف و کاکل کو گوندھے دیر ہوئی مشاطہ کو　　سانپ سے لہراتے ہی ہیں پر بال اس کے بل کھائے ہنوز[2]
676/3　آنکھ لگے اک مدت گزری پائے عشق جو بیچ میں ہے　　ملتے ہیں معشوق اگر تو ملتے ہیں شرمائے ہنوز
676/4　تہ داری کیا کہیے اپنی سختی سے اُس کی جیتے موئے　　حرف و سخن کچھ لیکن ہرگز منہ پہ نہیں ہم لائے ہنوز[3]
676/5　ایسی معیشت کر لوگوں سے جیسی غم کش میرؔ نے کی
　　برسوں ہوئے ہیں اُٹھ گئے اُن کو روتے ہیں ہمسائے ہنوز

﴿677﴾

677/1　کب سے گیا ہے، آیا نہیں نامہ بر ہنوز　　راہی[4] بھی کچھ سنا نہیں جاتے خبر ہنوز
677/2　خونِ جگر کو سوکھے ہوئے برسوں ہو گئے　　رہتی ہیں میری آنکھیں شب و روز تر ہنوز
677/3　ہر چند آسماں پہ ہماری دعا گئی　　اُس مہ کے دل میں کرتی نہیں کچھ اثر ہنوز
677/4　مدت سے لگ رہی ہیں مری آنکھیں اُس کی اور　　وہ دیکھتا نہیں ہے غلط کر ادھر ہنوز
677/5　برسوں سے لکھنؤ میں اقامت ہے مجھ کو لیک　　یاں کے چلن سے رکھتا ہوں عزمِ سفر ہنوز
677/6　تیشے سے کوہکن کے، دلِ کوہ جل گیا　　نکلے ہے سنگ سنگ سے اکثر شرر ہنوز
677/7　جل جل کے ہو گیا ہے کبد تو کباب میرؔ
　　جوں غنچہ ناشگفتہ ہے داغِ جگر ہنوز

---

[1] نسخۂ مجلس کے مرتب کے خیال میں آسی کے متن میں مفہوم ندارد ہے، اُن کا خیال یہ ہے کہ ترتیب بدل جانے سے قبل مصرع یوں ہوگا 'اس بستر کے افسردہ گل خوش بوئیں مرجھائے ہنوز'۔ دونوں مصرعوں میں کچھ خاص فرق نہیں کہ معنی بہر طور تکلف سے اخذ کرنے پڑ رہے ہیں۔ اس لیے آسی کے مصرع کو ہی برقرار رکھا ہے۔

[2] نسخۂ کالج، ص ۶۴۳، نول کشور دوم، ص ۳۹۰ میں یہ مصرع یوں درج ہے 'سانپ سے لہراتے ہیں بال اس کے بل کھائے ہنوز'۔

[3] مصرع نسخۂ کالج کے مطابق ہے، ورنہ کلیات آسی میں یوں درج ہے 'حرف و سخن کچھ کہیے لیکن ہرگز منہ پہ نہیں لائے ہنوز'۔

[4] نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں 'واہی' ہے، آسی کے یہاں 'راہی' بہتر ہے۔

﴿678﴾

678/1 کب سے آنے[1] کہتے ہیں، تشریف نہیں لاتے ہیں ہنوز
آنکھیں مندی اب جا چکے ہم وے دیکھو تو آتے ہیں ہنوز

678/2 کہتا ہے برسوں سے ہمیں، تم دور ہو یاں سے دفع بھی ہو
شوق و سماجت سیر کرو، ہم پاس اس کے جاتے ہیں ہنوز

678/3 راتوں پاس گلے لگ سوئے[2] ننگے ہو کر ہے یہ عجب
دن کو بے پردہ نہیں ملتے، ہم سے شرماتے ہیں ہنوز

678/4 ساتھ کے پڑھنے والے فارغ تحصیلِ علمی سے ہوئے
جہل[3] سے مکتب کے لڑکوں میں ہم دل بہلاتے ہیں ہنوز

678/5 گُلِ صد رنگ چمن میں آئے، بادِ خزاں سے بکھر بھی[4] گئے
عشق و جنوں کی بہار کے عاشق میر جی گل کھاتے ہیں ہنوز

﴿679﴾

679/1 کب سے قیدی ہیں پہ ہے نالشِ بسیار ہنوز
دل بہارانِ چمن کا ہے گرفتار ہنوز

679/2 وہ مہِ چاردہ اس شہر سے کب کا نکلا
ہر گلی جھانکتے پھرتے ہیں طلب گار ہنوز

679/3 بالا بالا ہی بہت عشق میں مارے گئے یار
وہ تہِ دل سے کسو کا نہ ہوا یار ہنوز

679/4 سال میں ابرِ بہاری کہیں آ کر برسا
لوہو برسا رہے ہیں دیدۂ خوں بار ہنوز

679/5 اب کے بالیدنِ گلہا تھا بہت دیکھو نہ میر
ہمسرِ لالہ ہے خارِ سرِ دیوار ہنوز

﴿680﴾

680/1 سرکش ہے، تند خو ہے، عجب ہے زباں دراز
آتش کا ایسا لایحہ کب ہے زباں دراز

680/2 پروانہ تیری چرب لساں سے ہوا ہلاک
اے شمع تُو تو کوئی غضب ہے زبان دراز

ردیف س ____ دیوان اوّل

﴿681﴾

681/1 اے ابرِ تر تُو اور کسی سمت کو برس
اس ملک میں ہماری ہے یہ چشمِ تر ہی[5] بس

681/2 حرماں تو دیکھ پھول بکھیرے تھی کل صبا
اک برگِ گل گرا نہ، جہاں تھا مرا قفس

681/3 مژگاں بھی بہہ گئیں مرے رونے سے چشم کی
سیلاب موج مارے تو ٹھہرے ہے کوئی خس

681/4 مجنوں کا دل ہوں، محملِ لیلیٰ سے ہوں جدا
تنہا پھروں ہوں دشت میں جوں نالۂ جرس

---

[1] آسی کے یہاں 'آئے' ہے، نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں 'آنے' کو فاروقی صاحب نے بھی درج کیا ہے، اگرچہ یہاں محل 'آنا' کا ہے۔

[2] نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں 'سوئے' بہتر ہے، آسی و مجلس نے 'سوتے' درج کیا ہے۔

[3] نسخۂ آسی، مجلس نے نول کشور دوم کے اتباع میں 'چہل' درج کیا، نسخۂ کالج میں 'جہل' ہے جو بہتر ہے۔

[4] نسخۂ آسی اور مجلس میں 'ہی' ہے۔ فاروقی صاحب نے 'بھی' درج کیا جو یہاں بہتر بھی ہے۔

[5] نول کشور دوم، سوم میں 'زبس' ہے، آسی کے یہاں 'ہی بس' ہے۔

681/5 اے گریہ اس کے دل میں اثر خوب ہی کیا — روتا ہوں جب میں سامنے اُس کے تو دے ہے ہنس
681/6 اُس کی زباں کے عہدے سے کیونکر نکل سکوں — کہتا ہوں ایک میں تو سناتا ہے مجھ کو دس
681/7 حیراں ہوں میر نزع میں اب کیا کروں بھلا
احوالِ دل بہت ہے، مجھے فرصت اک نفس

﴿682﴾

682/1 کیوں کے نکلا جائے بحرِ غم سے مجھ بے دل کے پاس — آکے ڈوبی جاتی ہے کشتی مری ساحل کے پاس
682/2 ہے پریشاں دشت میں کس کا غبارِ ناتواں — گرد کچھ گستاخ آتی ہے چلی محمل کے پاس
682/3 گرم ہو گا حشر کو ہنگامۂ دعویٰ بہت — کاش کے مجھ کو نہ لے جاویں مرے قاتل کے پاس
682/4 دور اس سے جوں ہوا، دل پر بلا ہے مضطرب — اس طرح تڑپا نہیں جاتا کسو بسمل کے پاس
682/5 بوئے خوں آتی ہے بادِ صبح گاہی سے مجھے — نکلی ہے بے درد شاید ہو کسو گھائل کے پاس
682/6 آہ نالے مت کیا کر اس قدر بیتاب ہو
اے ستم کش میر ظالم ہے جگر بھی دل کے پاس

﴿683﴾

(قبل از 1752ء)

683/1 مر گیا میں ملا نہ یار افسوس — آہ افسوس صد ہزار افسوس
683/2 ہم تو ملتے تھے جب اہا ہا ہا! — نہ رہا دوں[1] ہی روزگار افسوس
683/3 یوں گنواتا ہے دل کوئی، مجھ کو — یہی آتا ہے بار بار افسوس
683/4 قتل کر[2]، تو ہمیں کرے گا خوشی — یہ توقع تھی تجھ سے یار افسوس
683/5 رخصتِ سیرِ باغ تک[3] نہ ہوئی — یوں ہی جاتی رہی بہار، افسوس
683/6 خوب بد عہد تو نہ مل لیکن — میرے تیرے تھا یہ قرار افسوس
683/7 خاکِ رہ[4] میر تیری ہوتا ولے
نہ ہوا اتنا اقتدار افسوس

---

[1] اِس لفظ کا قدیم املا 'دو ہیں' ہے، آسی نے یہی درج کیا، مجلس کے نسخے میں قدیم و جدید دونوں کو ملا کر لکھا گیا 'دوں ہیں'، اس لیے تصحیح کر دی ہے۔

[2] نسخۂ آسی اور مجلس میں 'قتل گر' بطور مرکب، اسم فاعل درج ہوا، اس اجنبی ترتیب کے استعمال کی کوئی دوسری مثال کلامِ میر سے نہیں ملتی، اس لیے اسے سہوِ کتابت سمجھتے ہوئے 'قتل کر' درج کیا ہے، یہاں 'کے' مقدر سمجھا جائے گا۔

[3] آسی اور مجلس دونوں میں 'تک' ہے جب کہ قدیم نول کشوری طباعتوں میں 'ٹک' ہے، جو بہتر بھی ہے۔

[4] آسی و مجلس میں 'خاک پر' درج ہے جس کے کوئی معنی نہیں، اس لیے 'خاکِ رہ' سے مصرع با معنی کیا گیا ہے۔

ردیف س ____ دیوان دوم

﴿684﴾

684/1 گئے جس دم سے ہم اُس تندخو پاس — رہے خنجر ستم ہی کے گلو پاس

684/2 قیامت ہے نہ اے سرمایۂ جان — نہ ہووے وقت مرنے کے بھی تو پاس

684/3 رُلایا ہم نے پہروں رات اُس کو — کہا یہ قصۂ غم جس کسو پاس

684/4 کہیں اک دور کی سی کچھ تھی نسبت — رکھا تھا آئنے کو اُس کے رو پاس

684/5 دل اے[1] چشمِ مروت کیوں نہ خوں ہو — تجھے ہم جب نہ تب دیکھیں عدو پاس

684/6 یہی گالی ، یہی جھڑکی ، یہی چھیڑ — نہ کچھ میرا کیا تو نے کبھو پاس

684/7 چل اب اے میرؔ بس اُس سرو قد بن — بہت رویا چمن کی آب جو پاس

﴿685﴾

685/1 جب بٹھاویں مجھے جلّادِ جفاکار کے پاس — تو بھی ٹک آن کھڑا ہو جیو[2] گنہ گار کے پاس

685/2 دردمندوں سے تمھیں دور پھرا کرتے ہو کچھ — پوچھنے ورنہ سبھی آتے ہیں بیمار کے پاس

685/3 چشمِ مست اپنی سے صحبت نہ رکھا کر اتنی — بیٹھیے بھی تو بھلا مردمِ ہشیار کے پاس

685/4 خندہ و چشمک و حرف و سخنِ زیرِ لبی — کہیے جو ایک دو افسون ہوں دلدار کے پاس

685/5 داغ ہونا نظر آتا ہے دلوں کا آخر — یہ جو اک خال پڑا ہے ترے رخسار کے پاس

685/6 خط نمودار ہوئے اور بھی دل ٹوٹ گئے — یہ بلا نکلی نئی زلفِ شکن دار کے پاس

685/7 درِ گلزار پہ جانے کے نصیب اپنے کہاں — یوں ہی مریے گا قفس کی کبھو دیوار کے پاس

685/8 کیا رکھا کرتے ہو آئینے سے صحبت ہر دم — ٹک کبھو بیٹھو کسو طالبِ دیدار کے پاس

685/9 دل کو یوں لیتے ہو، کھٹکا نہیں ہونے پاتا — تربیت پائی ہے تم نے کسو عیّار کے پاس

685/10 مورچہ جیسے لگے تنگِ شکر کو آ کر — خط نمودار ہے یوں لعلِ شکربار کے پاس

685/11 جس طرح کفر بندھا ہے گلے، اسلام کہاں — یوں تو تسبیح بھی ہم رکھتے ہیں زنّار کے پاس

685/12 ہم نہ کہتے تھے نہ مل مُغ بچوں سے اے زاہد — ابھی تسبیح دھری تھی تری دستار کے پاس

685/13 نارسائی بھی نوشتے کی مرے دور کھنچی — اتنی مدت میں نہ پہنچا کوئی خط یار کے پاس

685/14 اختلاط ایک تمھیں میرؔ ہی غم گش سے نہیں — جب نہ تب یوں تو نظر آتے ہو دو چار کے پاس

---

[1] 'اے' برطابق نسخۂ کالج، طبع دوم، سوم ہے، ورنہ آسی کے یہاں 'او' ہے۔

[2] قدیم نسخوں میں اس لفظ کا املا 'ہو جو' ملتا ہے، 'ہو جیو' کا املا نسبتاً مانوس ہے اور یہ احتمال بھی نہیں رہتا کہ آج کا قاری 'ہو جو' کو الگ الگ پڑھے گا۔

﴿686﴾

686/1 عزت نہیں ہے دل کی کچھ اُس دلربا کے پاس — رہتی ہے آرسی ہی دھری خودنما کے پاس
686/2 پہروں شبوں کو غم میں ترے جاگتے رہے — ہو آ نہیں جگر سو گرے[1] بے وفا کے پاس
686/3 راہ و روش رکھیں ہیں جدا دردمندِ عشق — زنہار یہ کھڑے نہیں ہوتے دوا کے پاس
686/4 کیا جانے قدرِ غنچۂ دل باغباں پسر — ہوتی گلابی ایسی کسو میرزا کے پاس
686/5 جو دیر سے حرم کو گئے سو وہیں موے[2] — آتا نہیں ہے جا کے کوئی پھر خدا کے پاس
686/6 کیا جانیے کہ کہتے ہیں کس کو یگانگی — بیگانے ہی سے ہم رہے اُس آشنا کے پاس

686/7 میر اِس دلِ گرفتہ کی یاں تو ملی نہ داد
عقدہ یہ لے کے جاؤں گا مشکل کشا کے پاس

﴿687﴾

687/1 رہتے تھے ہم وے آٹھ پہر یا تو پاس پاس — یا اب پھٹک نہیں ہے کہیں اُن کے آس پاس
687/2 تا لوگ بدگماں نہ ہوں، آئے نہ اُس کی اور — ہم تو کیا ہے عشق میں دور از قیاس پاس
687/3 گر ہی پڑے جو دیکھے ہے تنکا بھی گر کہیں — مایہ نہیں ہے کچھ فلکِ بے سپاس پاس
687/4 شیخ اُن لبوں کے بوسے کو اِس ریش سے نہ جھک — رکھتا ہے کون آتشِ سوزندہ گھاس پاس
687/5 تم نے تو قدر کی ہے متاعِ وفا کی خوب — بیچیں گے اب یہ جنس کسو دل شناس پاس
687/6 آلودہ کر نہ مستی سے جامے کو جسم کے — ہشیار رہ یہ عاریتی ہے لباس پاس

687/7 وحشی ہے میر، ربط ہے اُس سے خلافِ عقل
بیٹھے سو جا کے کیا کوئی ایسے اداس پاس

ردیف س ـــــ دیوان سوم

﴿688﴾

688/1 گلا مت توڑ اپنا اے جرس! بس — نہیں اس راہ میں فریاد رس بس
688/2 کبھو دل کی نہ کہنے پائے اُس سے — جہاں بولے، لگا کہنے کہ بس بس
688/3 گل و گلزار سے کیا قیدیوں کو — ہمیں داغِ دل و کنجِ قفس بس
688/4 نہ ترساؤ، یکایک مار ڈالو — کرو گے کب تلک ہم پر ترس بس
688/5 بہت کم دیتے تھے بادل دکھائی — رہے ہم ہی تو روتے اس برس بس
688/6 کسو محبوب کی ہو گور پر گل — ہماری خاک کو ہے خار و خس بس

---

[1] نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم میں 'گرے' برطابق مجلس بہتر ہے۔ تاہم آسی کے یہاں 'کرے' اور مجلس میں 'گرے' دونوں سے ہی مصرع میں معانی کی گرہ نہیں کھلتی۔

[2] آسی میں 'موئے' درست جب کہ نول کشور دوم، سوم میں 'ہوئے' غلط درج ہے۔

688/7
چمن کے غم میں سینہ داغ ہے میر
بہت نکلی ہماری بھی ہوس بس

﴿689﴾

689/1 عشق میں غم نہ چشمِ تر ہے بس — نہ بہے[1] خوں، دل و جگر ہے بس
689/2 رہ گئے منہ نہوں سے نوچ کے ہم — گر ہوس ہے اسی قدر ہے بس
689/3 آپ[2] سے جا کے پھر نہ آئے ہم — بس ہمیں تو یہی سفر ہے بس
689/4 چاہ میں ہم نہیں زیادہ طلب — کبھو پوچھو جو تم خبر، ہے بس

689/5
چشم پوشی نہ کر، فقیر ہے میر
مہر کی اُس کو اک نظر ہے بس

﴿690﴾

690/1 امیروں تک رسائی ہو چکی بس — مری بخت آزمائی ہو چکی بس
690/2 بہار اب کے بھی جو گزری قفس میں — تو پھر اپنی رہائی ہو چکی بس
690/3 کہاں تک اس سے قصہ قضیہ ہر شب — بہت باہم لڑائی ہو چکی، بس
690/4 نہ آیا وہ مرے جاتے جہاں سے — یہیں تک آشنائی ہو چکی بس
690/5 لگا ہے حوصلہ بھی کرنے تنگی — غموں کی اب سمائی ہو چکی بس
690/6 برابر خاک کے تو کر دکھایا — فلک بس بے ادائی ہو چکی بس
690/7 دُنی کے پاس کچھ رہتی ہے دولت — ہمارے ہاتھ آئی، ہو چکی بس
690/8 دکھا اُس بت کو پھر بھی یا خدایا — تری قدرت نمائی ہو چکی بس
690/9 شرر کی سی ہے چشمک فرصتِ عمر — جہاں دی ٹک دکھائی، ہو چکی بس

690/10
گلے میں گیروی کفنی ہے اب میر
تمہاری میرزائی ہو چکی بس

ردیف س ــــــ دیوان چہارم

﴿691﴾

691/1 مدتِ ہجر میں کیا کریے بیاں یار کے پاس — حال پرسی بھی نہ کی آن کے بیمار کے پاس
691/2 حق یہ ہے خواہشِ دل ہے تو مری آ جانا — جب کہ خوں ریزی کو بٹھلائیں مجھے دار کے پاس
691/3 در اسیری کا کھلا منہ پہ ہمارے کیا تنگ — مرہی رہیے گا قفس کے در و دیوار کے پاس

---

[1] نسخۂ آسی اور نول کشور طبع سوم میں 'بہے' ہے، آسی کے یہاں حاشیے میں 'یہی' ہے جب کہ نسخۂ کالج میں بھی 'یہی' درج ہے لیکن شعر کے معنی صاف نہیں ہوتے، اس لیے 'بہے' ہی کو برقرار رکھا ہے، گو یہ بھی لازمی طور پر درست نہیں، لیکن بہتر ہے۔

[2] نول کشوری نسخوں میں 'اب سے جاکر' کے مقابلے میں نسخۂ کالج کا متن 'آپ سے جاکر' اختیار کرنے سے شعر زمین سے آسمان پر پہنچ جاتا ہے۔

691/4 آنا اُس کا تو دمِ قتل ضروری ہے ولے — کون آتا ہے کسو خوں کے سزاوار کے پاس
691/5 پایئے یار اکیلا تو غمِ دل کہیے — سو تو بیٹھا ہی اُسے پاتے ہیں دو چار کے پاس
691/6 منہ پہ ناخن کی خراشوں سے لگا دل بہنے — چشمے نکلے ہیں نئے چشمِ جگر بار کے پاس
691/7 میں تو تلوار تلے اُس کے لیے بیٹھا میر
وہ کھڑا بھی نہ ہوا آ کے گنہ گار کے پاس

﴿692﴾

692/1 کل ہاتھ جا رہا تھا دلِ بے قرار پاس — گویا کہ جا رہا کسو سوزندہ نار پاس
692/2 کس جدّ وکد سے حیف ہے مجھ کو کیا شکار — ٹھہرا نہ پھر وہ صید فگن اِس شکار پاس
692/3 اُس گل بغیر پہروں ہیں بلبل سے نالہ کش — کرتے ہیں اپنی اور سے تو ہم ہزار پاس
692/4 خوش حال وے جو حال کہیں دلبروں سے دیر — رویا نہ میں تو ایک گھڑی اپنے یار پاس
692/5 دوری میں جس کی مر گئے رک رک کے میر ہم
نکلا نہ وہ سو ہو کے ہمارے مزار پاس

﴿693﴾

693/1 اب نہیں ہوتی چشم تر افسوس — بہہ گیا خون ہو جگر افسوس
693/2 دیدنی ہے یہ خستہ حالی لیک — ایدھر اُس کی نہیں نظر افسوس
693/3 عیب ہی عیب میرے ظاہر ہیں — مجھ کو آیا نہ کچھ ہنر افسوس
693/4 میر ابتر بہت ہے دل کا حال
یعنی ویراں پڑا ہے گھر افسوس

ردیف س ـــــ دیوانِ پنجم

﴿694﴾

694/1 یار ہم سے جدا ہوا افسوس — نہ جدا ہو کے پھر ملا افسوس
694/2 جب تلک آن کر رہے مجھ پاس — مجھ میں تب تک نہ کچھ رہا افسوس
694/3 دل میں حسرت گرہ ہے رخصت کی — چلتے اُن نے نہ کچھ کہا افسوس
694/4 کیا تدارک ہے عشق میں دل کا — میں بلا میں ہوں مبتلا افسوس
694/5 سب سے بیگانگی کی جس کے لیے — وہ نہیں ہم سے آشنا افسوس
694/6 رات دن ہاتھ ملتے رہتے ہیں — دل کے جانے کا ہے بڑا افسوس
694/7 باچھیں پھٹ پھٹ گئیں ہیں گھگھیاتے — بے اثر ہو گئی دعا افسوس!
694/8 مجھ کو کرنا تھا احتراز اُس سے — ہائے افسوس کیا کیا افسوس
694/9 نوش دارو ہے نیش دارو میر
مبتاثر نہیں دوا افسوس

695

695/1 کوئی دن کریے معیشت جا کسو کامل کے پاس
ناقصوں میں رہیے کیا، رہیے تو صاحب دل کے پاس

695/2 بوئے خوں پھک پھک دماغوں میں چلی آتی ہے کچھ
نکلی ہے ہو کر صبا شاید کسو گھائل کے پاس

695/3 شور و ہنگامہ بہت دعویٰ ضروری ہے بہت
کاش کے مجھ کو بلاویں حشر میں قاتل کے پاس

695/4 گرد سے ہے ناقۂ سلمیٰ کو مشکل رہروی
خاک کس کی ہے کہ مشتاق آتی[1] ہے محمل کے پاس

695/5 تل سے تیرے منہ کے دل تھا داغ اے برنائے چرب
خال پہ اک اور نکلا ظالم اگلے تل کے پاس

695/6 دل گدازِ عشق سے سب آب ہو کر بہہ گیا
مر گئے پر گور میری کریے تو بے دل کے پاس

695/7 ملیے کیونکر نہ کفِ افسوس جی جاتا ہے میرؔ
ڈوبتی ہے کشتی ورطے سے نکل ساحل کے پاس

696

696/1 صد پارہ گلا تیرا ہے کر ضبطِ نفس بس
سنتا نہیں اس قافلے میں کوئی جرس بس

696/2 دنیا طلبی نفس نہ کر شومی سے جوں سگ
تھک کر کہیں ٹک بیٹھ رہ اے ہرزہ مرس بس

696/3 خنداں نہ مرے قتل میں رکھ تیغ کو پھر سان
جوں گل یہ ہنسی کیا ہے اسیروں پہ نہ ہنس بس

696/4 اس زار نے ہاتھ اُن کا جو کھینچا لگے کہنے
غش کرنے نہ لگ جاؤ کہیں، چھوڑیے بس بس

696/5 کیا میرؔ اسیروں کو، درِ باغ جو واہو
ہے رنگِ ہوا دیکھنے کو چاکِ قفس بس

697

697/1 آنکھ کھلتے گئی بہار افسوس
گل کو دیکھا بھی نہ ہزار افسوس

697/2 جس کی خاطر ہوئے کِنارہ گزیں
نہ ہوئے اُس سے ہم کنار افسوس

697/3 نہ معرّف، نہ آشنا کوئی
ہم ہیں بے یار و بے دیار افسوس

697/4 بے قراری نے یوں ہی جی مارا
اس سے نے عہد، نے قرار افسوس

697/5 خوں ہوئی دل ہی میں امیدِ وصال
مر رہے جی کو مار مار افسوس

697/6 چارۂ اشتیاق کچھ نہ ہوا
وہ نہ ہم سے ہوا دوچار افسوس

697/7 اک ہی گردش میں اُس کی آنکھوں کی
پھر گیا ہم سے روزگار افسوس

697/8 گور اپنی رہی گذر گہ میں
نہ ہوا یار کا گزار افسوس

697/9 منتظر ہی ہم اس کے میرؔ گئے
یاں تک آیا کبھو نہ یار افسوس

698

698/1 کیا کیا تم نے ہم سے کہا تھا کچھ نہ کیا افسوس افسوس!
کیا کیا کڑھایا، جی سے مارا، لوہو پیا افسوس افسوس

---

[1] اس شعر میں 'ناقۂ سلمیٰ' ہی مذکور ہے، عرب شاعری میں سلمیٰ محبوبہ کا کنایہ ہے۔ مصرعِ ثانی میں آسی کے یہاں 'آتی' بہتر ہے، مجلس کے نسخے میں اختلاف درج کیے 'آئی' ہے۔

698/2 نورِ چراغِ جاں میں تھا کچھ، یوں ہی نہ آیا لیکن وہ — گل ہو ہی گیا آخر کو یہ بجھتا سا دیا افسوس افسوس

698/3 رخصت میں پابوس کی سب کی جی جاتا تھا سو اُن نے — ہاتھ میں عاشقِ وارفتہ کا دل نہ لیا افسوس افسوس

698/4 میرؔ کی آنکھیں مندنے پر وہ دیکھنے آیا تھا ظالم
اور بھی یہ بیمارِ محبت تک نہ جیا افسوس افسوس

﴿699﴾ [1]

699/1 گردِ سر پھر کے کرتے پہروں پاس — سو تو ہم لوگ اُس کے آس نہ پاس

699/2 خط پہ خط بھیجتا تھا لکھوا کر — جب تلک یار تھا نہ حرف شناس

699/3 دل نہ باہم ملے تو ہجراں ہے — ہم وے رہتے ہیں گو کہ پاس ہی پاس

699/4 عرش و دل میں رہے مگر برسوں — وہم ہے پر کہیں کہیں ہے قیاس

699/5 ہے چلا جب سے وہ پریشاں ربط — جمع اک دم رہے نہ میرے حواس

699/6 نا اُمیدی بھی حد رکھتی ہے — جیتا کب تک رہے گا کوئی نراس

699/7 جز خدا ہم کسو سے ڈرتے نہیں — گھر ہمارا ہے واں جہاں ہے ہراس

699/8 میں تو حیرانِ کار ہوں بے ہوش — کیوں کہ نکلے گی میرے دل کی بھڑاس

699/9 میرؔ وحشی کا دل ہے بے طاقت
چلتا پھرتا ہے پر اُداس اُداس

ردیف ش ـــــ دیوان اوّل

﴿700﴾

700/1-2 ہر جزر و مد سے دست و بغل اُٹھتے ہیں خروش (قطعہ)[2] — کس کا ہے رازِ بحر میں یارب کہ یہ[3] ہیں جوش
ابروئے کج ہے موج، کوئی چشم ہے حباب — موتی کسی کی بات ہے، سیپی کسی کا گوش

700/3 اِن مغ بچوں کے کوچے ہی سے میں کیا سلام — کیا مجھ کو طوفِ کعبہ سے، میں رندِ دُرد نوش

700/4 حیرت سے ہووے پرتوِ مہ نورِ آئنہ — تو چاندنی میں نکلے اگر ہو سفید پوش

700/5-6 کل ہم نے سیرِ باغ میں دل ہاتھ سے دیا (قطعہ) — اک سادہ گل فروش کا آ کر سبد بہ دوش
جاتا رہا نگاہ سے جوں موسمِ بہار — آج اُس بغیر داغِ جگر ہیں سیاہ پوش

---

[1] ردیف 'س' کی یہ غزل کلیاتِ میر مرتبہ عبدالباری آسی میں آغازِ دیوان اول سے قبل ص ۶۷ پر اس عنوان کے ساتھ درج ہوئی ہے ''یہ غزل ایک قلمی نسخۂ تحریر شدہ ۱۲۳۹ھ میں موجود ہے''۔ مجلس کی اشاعت کلیاتِ میر جلد چہارم کے آخر میں بطورِ ضمیمہ تین غزلیں درج ہیں، جن میں پہلی یہ ہے۔ شمس الرحمٰن فاروقی صاحب نے بھی اِس غزل کے تین شعر انتخاب کیے اور شعر شور انگیز جلد دوم ص ۲۹۹ پر 'جنگ نامہ' کے تحت درج کیے ہیں۔ حالاں کہ 'جنگ نامہ' کے آخری شعر میں میر نے جس غزل کی جانب اشارہ کیا وہ ردیف 'ی' کی ایک اور غزل ہے جو جنگ نامہ کا حصہ ہے لیکن آسی نے 'جنگ نامہ' کے آخر میں اِسے درج نہیں کیا۔ فاروقی صاحب نے غلط طور پر اِسے 'جنگ نامہ' کی غزل سمجھا۔

[2] نسخۂ آسی اور مجلس دونوں نے اِن مسلسل اشعار کو قطعہ درج نہیں کیا۔

[3] تمام نسخوں میں املا 'یے' ہے، متن میں آج کل کا املا 'یہ' درج کیا ہے۔

700/7-11 شب اِس دلِ گرفتہ کو وا کر بہ زورِ مے (قطعہ)[1] بیٹھے تھے شیرہ خانے میں ہم کتنے ہرزہ کوش
آئی صدا کہ یاد کرو دورِ رفتہ کو عبرت بھی ہے ضرور ٹک اے جمعِ تیز ہوش
جمشید جس نے وضع کیا جام، کیا ہوا وے صحبتیں کہاں گئیں، کیدھرو ے نائے ونوش[2]
جز لالہ اس کے جام سے پاتے نہیں نشاں ہے کوکنار اُس کی جگہ اب سبو بہ دوش
جھومے ہے بید جائے جوانانِ مے گسار بالائے خُم ہے خشتِ سرِ پیرِ مے فروش

700/12 میر اس غزل کو خوب کہا تھا ضمیر نے
پر اے زباں دراز بہت ہو چکی، خموش!

﴿701﴾

701/1 دل تو افگار ہے، جگر ہے ریش اک مصیبت ہے میرے تئیں درپیش
701/2 پان تو لیتا جا فقیروں کے "برگِ سبزست تحفۂ درویش"
701/3 فکر کر زادِ آخرت کا بھی
میر اگر تو ہے عاقبت اندیش

ردیف ش ___ دیوان دوم

﴿702﴾

702/1 گل کو ہوتا صبا قرار اے کاش رہتی اک آدھ دن بہار اے کاش
702/2 یہ جو دو آنکھ مند گئیں میری اُس پہ وا ہوتیں ایک بار اے کاش
702/3 کن نے اپنی مصیبتیں نہ گنیں رکھتے میرے بھی غم شمار اے کاش
702/4 جان آخر تو جانے والی تھی اُس پہ کی ہوتی میں نثار اے کاش
702/5 اس میں راہِ سخن نکلتی تھی شعر ہوتا ترا شعار اے کاش
702/6 خاک بھی وہ تو دیوے گا برباد نہ بناویں مری مزار اے کاش
702/7 شش جہت اب تو تنگ ہے ہم پر اُس سے ہوتے نہ ہم دوچار اے کاش
702/8 مرتے بھی تو ترے ہی کوچے میں ملتی یاں جائے گور دار اے کاش[3]
702/9 ان لبوں کی کلی سے دل ہے بھرا چل پڑے بات پیشِ یار اے کاش
702/10 بے اجل میر اب پڑا مرنا
عشق کرتے نہ اختیار اے کاش

---

[1] پانچ اشعار کے اس غیر معمولی قطعے کو آسی نے قطعہ درج کیا لیکن مجلس کے نسخے میں شعر ۵ اور ۶ کو قطعہ سمجھا اور درج کیا ہے جب کہ شعر ۷ سے ۱۱ کے مسلسل اشعار اس غزل کا تیسرا قطعہ ہیں۔
[2] نسخۂ آسی و مجلس میں 'ناونوش' فاروقی صاحب کی سند سے 'نائے ونوش' درج کیا ہے، 'شعر شور انگیز' جلد دوم، ص ۳۰۵۔
[3] آسی کے مطابق ایک قلمی نسخے میں اس شعر کا دوسرا مصرع یوں درج ہے 'وہیں کرتے مری مزار اے کاش' اور یہ کہ مزار قافیے کا دوسرا (شعر نمبر ۶) قدیم قلمی نسخے میں نہیں ملتا۔

﴿703﴾

703/1 کیا کہیے کیا رکھیں ہیں ہم تجھ سے یار خواہش — یک جان و صد تمنا ، یک دل ہزار خواہش
703/2 لے ہاتھ میں قفس ٹک ، صیاد چل چمن تک — مدت سے ہے ہمیں بھی سیرِ بہار خواہش
703/3 نے کچھ گنہ ہے دل کا نے جرم چشم اس میں — رکھتی ہے ہم کو اتنا بے اختیار خواہش
703/4 حالانکہ عمر ساری مایوس گزری تس پر — کیا کیا رکھیں ہیں اُس کے امیدوار خواہش
703/5 غیرت سے دوستی کی کس کس سے ہو جے دشمن — رکھتا ہے یار ہی کی سارا دیار خواہش
703/6 ہم مہرورز کیونکر خالی ہوں آرزو سے — شیوہ یہی تمنا ، فن و شعار خواہش
703/7 اُٹھتی ہے موج ہر اک آغوش ہی کی صورت — دریا کو ہے یہ کس کا بوس و کنار خواہش
703/8 صد رنگ جلوہ گر ہے ہر جا وہ غیرتِ گل — عاشق کی ایک پاوے کیونکر قرار خواہش
703/9 یک بار بر نہ آئی اُس سے اُمید دل کی — اظہار کرتے کب تک یوں بار بار خواہش

703/10 کرتے ہیں سب تمنا پر میر جی نہ اتنی
رکھے گی مار تم کو پایانِ کار خواہش

﴿704﴾

704/1 مطلق نہیں اِدھر ہے اُس دلربا کی خواہش — کیا جانیے کہ کیا ہے یارو خدا کی خواہش
704/2 دیکھیں تو تیغ اُس کی اب کس کے سر چڑھے ہے — رکھتے ہیں یار جی میں اُس کی جفا کی خواہش
704/3 لعلِ خموش اپنے دیکھو ہو آرسی میں — پھر پوچھتے ہو ہنس کر مجھ بے نوا کی خواہش
704/4 اقلیم حسن سے ہم دل پھیر لے چلے ہیں — کیا کریے یاں نہیں ہے جنسِ وفا کی خواہش
704/5 خونِ جگر ہی کھانا آغازِ عشق میں ہے — رہتی ہے اس مرض میں پھر کب غذا کی خواہش
704/6 وہ شوخ دشمنِ جاں، اے دل تو اس کا خواہاں — کرتا ہے کوئی ظالم ایسی بلا کی خواہش

704/7 میرے بھی حق میں کر ٹک ہاتھوں کو میر اونچا
رکھتا ہے اہلِ دل سے ہر اک[1] دعا کی خواہش

﴿705﴾

705/1 ہم پر روا جو رکھتے ہو جور و جفا ہمیش — خوبی رہا کرے ہے مری جان کیا ہمیش
705/2 کس اعتبار دل کے تئیں گل کہیں ہیں لوگ — مجھ پاس تو مُندی ہی کلی سا رہا ہمیش
705/3 کچھ عہد میں ہمارے محبت ہوئی ہے ننگ — آپس میں ورنہ رسم تھی مہر و وفا ہمیش
705/4 فرصت مرض سے دل کے ہمیں کب ہوئی تنک — تھوڑی بہت چلی ہی گئی ہے دوا ہمیش
705/5 اب عید بھی بغیر ملے اُس کے ہے دَہا — رہتا تھا جو ہمارے گلے ہی لگا ہمیش
705/6 ہم تو جو رفتنی ہیں ملے ہی رہیں تو خوب — رہتا نہیں ہے کوئی بغیر از خدا ہمیش

705/7 واقف نہیں ہوں میر سے تو پر تمام شب
کرتا ہے شور آن کر اک بے نوا ہمیش

---

[1] آسی کے یہاں 'اک' مجلس میں 'یک' ہے اور اختلاف درج نہیں۔

ردیف ش ___ دیوان سوم

706

706/1 اُس کے در پر شب نہ کر اے دل خروش — کہتے ہیں دیوار بھی رکھے ہے گوش

706/2 پاؤں پڑتا ہے، کہیں آنکھیں کہیں — اُس کی مستی دیکھ کر جاتا ہے ہوش

706/3 کتنے یہ فتنے ہیں موجب شور کے — قد و خد و گیسو و لعلِ خموش

706/4 مرگیا اُس ماہ بن مَیں کیا عجب — چاندنی سے ہو جو میرا قبر پوش

706/5 صافیِ مے چادر اپنی میں نے کی — اور کیا کرتے ہیں مفلس دُرد نوش

706/6 دوستوں کا دردِ دل ٹک گوش کر — گر نصیبِ دشمناں ہے دردِ گوش

706/7 جب نہ تب ملتا ہے بازاروں میں میؔر
ایک لوطی ہے وہ ظالم سرفروش

707

707/1 طرح خوش، ناز خوش، اس کی ادا خوش — خوشا ہم جو نہ رکھے ہم کو ناخوش

707/2 نہیں ناساز فقر اپنا کسو کا — خرابی کی ہماری ہے ہوا خوش

707/3 بتوں کے غم میں نالاں جب نہ تب ہوں — نہ راضی خلق مجھ سے، نے خدا خوش

707/4 کلی رکتی ہے، گل ہے دل پریشاں — کِسو کی اس چمن میں گزرے کیا خوش

707/5 جہانِ تنگ کڑھنے ہی کی جا تھی — کوئی دن میں تکلف سے رہا خوش

707/6 رہا پھولوں میں کرتا زمزمہ میں — مری اس باغ میں گزری سدا خوش

707/7 گیا اس شہر ہی سے میؔر آخر
تمہاری طرزِ بد سے کچھ نہ تھا خوش

708

708/1 فکر میں مرگ کے ہوں سر درپیش — ہے عجب طور کا سفر درپیش

708/2 کس کی آنکھیں پھریں ہیں آنکھوں میں — دم یہ دم ہے مری نظر درپیش

708/3 مستی بھی اہل ہوش کی ہے جنھیں — آوے ہے عالمِ دگر درپیش

708/4 کیا کروں نقل راہِ ہستی میں — مرحلے آئے کس قدر درپیش

708/5 کیا پتنگے کو شمع روئے میؔر
اس کی شب کو بھی ہے سحر درپیش

709

709/1 ہوں تو دریا، پر کیا ترکِ خروش — دل کے دل ہی میں کھپائے اپنے جوش

709/2 مست رہتے ہیں ہم اپنے حال میں — عرض کریے حال، پر ہے کس کے گوش

709/3 عاقبت تجھ کو لباسِ راہ راہ — لے گیا ہے راہ سے اے تنگ پوش

709/4 ہو نہ آگے میرے جوں سوسن زباں — ہو سکے تو گل کے رنگوں رہیے گوش

709/5 میر کو[1] طفلانِ تہ بازار میں
دیکھو شاید ہو وہیں وہ دل فروش

ردیف ش ____ دیوان چہارم

﴿710﴾

710/1 نکلے پردے سے روئے یار اے کاش — منہ کرے ٹک ادھر بہار اے کاش

710/2 کچھ وسیلہ نہیں جو اُس سے ملوں — شعر ہو یار کا شعار اے کاش

710/3 کہیں اُس بحرِ حسن سے بھر جایئے — موج ساں میری بھی کنار اے کاش

710/4 برق ساں ہو چکوں تڑپ کر میر — یوں ہی آوے مجھے قرار اے کاش

710/5 اعتمادی نہیں ہے یاریِ غیر — یار سے ہم سے ہووے پیار اے کاش

710/6 آوے سر رشتۂ جنوں کچھ ہاتھ — ہو گریبان تار تار اے کاش

710/7 میر جنگل تمام بس جاوے
بن پڑے ہم سے روزگار اے کاش

﴿711﴾

711/1 اُس کا خیال آوے ہے[2] عیار کی روش — کچھ اُس کی ہم نے پائی نہ رفتار کی روش

711/2 کیا چال ہے گی زہر بھری روزگار کی — سب اُس گزندہ کی ہے سیہ مار کی روش

711/3 وہ رفت و خیز گرم تو مدّت سے ہو چکی — رہتے ہیں اب گرے پڑے بیمار کی روش

711/4 جاتے ہیں رنگ و بوئے گل و آب جو چلے — آئی نہ خوش ہمیں تو یہ گلزار کی روش

711/5 مائل ہوا ہے سروِ گلستاں کا دل بہت — کچھ آ گئی تھی اس میں قدِ یار کی روش

711/6 زنداں میں جہاں کے[3] بہت ہیں خراب حال — کرتے ہیں ہم معاش گنہ گار کی روش

711/7 یوں سر بکھیرے عشق میں پھرتے نہیں ہیں میر
اظہار بھی کریں ہیں تو اظہار کی روش

﴿712﴾

712/1 رہتے ہیں بہت دل کے ہم آزار سے ناخوش — بستر پہ گرے رہتے ہیں بیمار سے، ناخوش

712/2 جانا جو مقرر ہے مرا دارِ فنا سے — اس بستی کے میں ہوں در و دیوار سے ناخوش

---

1. نسخۂ آسی اور مجلس دونوں میں 'میر تو' درج ہے، حالاں کہ 'کو' کے بغیر شعر میں معنی کی ترسیل آسان نہیں رہتی۔
2. نسخۂ آسی میں 'ہے' درج نہیں، 'اُس کا خیال آوے عیار کی روش'۔
3. نسخۂ آسی میں 'کے' اور 'کی' کے املا میں حد درجہ بے احتیاطی ہے۔ کچھ طے نہیں ہو سکتا کہ وہ کہاں یائے معروف کو مجہول کے انداز میں درج کر رہے ہیں اور کب اور کہاں یائے مجہول سے معروف مراد لیں گے مثلاً اسی شعر میں مصرع اول میں 'زنداں میں جہاں کی' اور دوسرے مصرع میں 'گنہ گار کی روش' اب ان میں سے پہلی 'کی' کو مجلس کا نسخہ 'کے' مانتا ہے اور دوسری 'کی' کو 'کی' ہی سمجھتا ہے۔

712/3 ہمواری سے ہیں نرم و خشن ایک سے دونوں — خوش ہیں نہ گلِ تر سے، نہ ہم خار سے ناخوش

712/4 سر رشتۂ دل بند نہیں زلف و کمر میں — کیا جانیے ہم کس لیے ہیں یار سے ناخوش

712/5 ہے عشق میں صحبت مری خوباں کی عجب کچھ — اقرار سے بیزار ہیں، انکار سے ناخوش

712/6 خوش رہتے ہیں احباب بہم ربط کیے سے — رہتے ہو تمھی ایک مرے پیار سے ناخوش

712/7 اک بات کا بھی لوگوں میں پھیپٹ اِتے کرنا
ہم ہیں گے بہت میر کے بُستار سے ناخوش

ردیف ش ـــــ دیوان پنجم

﴿713﴾

713/1 رکھتے رہے بتوں سے مہر و وفا کی خواہش — اس آرزو نے مارا یہ بھی خدا کی خواہش

713/2 بیماریِ دلی پر میں صبر کر رہا ہوں — جی کو نہیں ہے میرے مطلق دوا کی خواہش

713/3 شب وصل کے میسر آئی نہ ایک دن بھی — دل کو یہی ہمارے اکثر رہا کی خواہش

713/4 چاہت بہت کسو کی اے ہم نشیں بری ہے — سو جان کی ہے کاہش، اک اُس ادا کی خواہش

713/5 مشتاق عاشقی کا عاقل کوئی نہ ہو گا — ابلہ کسو کو ہو گی اس بد بلا کی خواہش

713/6 عجز و انابت اپنی یوں ہی تھی صبح گہ کی — درویشوں سے کریں گے اب ہم دعا کی خواہش

713/7 حیرانِ کارِ اُلفت اے میر چپ ہوں میں تو
پوچھا کرو ہو ہر دم کیا بے نوا کی خواہش

﴿714﴾

714/1 رنج و غم آئے بیش تر درپیش — راہِ رفتن ہے اب مگر درپیش

714/2 مرگِ فرہاد سے ہوا بدنام — ہے خجالت سے تیشہ سر در پیش

714/3 یار آنکھوں تلے ہی پھرتا ہے — میری مدت سے ہے نظر درپیش

714/4 خانہ روشن پتنگوں نے نہ کیا — ہے چراغوں کو بھی سحر درپیش

714/5 غم سے نزدیک مرنے کے پہنچے
دور کا میر ہے سفر درپیش

﴿715﴾

715/1 کرا[1] کریں ہیں لجّوں لطموں کے دڑیڑے سب کے گوش — بے کراں دریائے غم کے ہیں بلا جوش و خروش

715/2 صومعے کو اس ہوائے ابر میں دیتے ہیں آگ — مے کدے سے باہر آتے ہی نہیں ذی[2] عقل و ہوش

715/3 تنگ چولی سو جگہ سے، کسمساتے ہی چلی — تنگ ورزی سے کبھی ملتا نہیں وہ تنگ پوش

715/4 وائے رے پروانہ کیسا چپکے جل کر رہ گیا — گرمی پہنچے کیا اچھلتا ہے سپندِ ہرزہ کوش

1۔ نسخۂ مجلس میں مصرع اول میں 'گر' چھپا ہے، اس سہوِ کتابت کے بعد مصرع کے معنی معلوم کر سکنا ممکن نہیں رہتا۔

2۔ نسخۂ آسی میں 'دی' بجائے 'ذی' چھپا ہے۔

715/5
کیسا خود گم سر بکھیرے میر ہے بازار میں
ایسا اب پیدا نہیں ہنگامہ آرا دل فروش

﴿716﴾

716/1 ادھر آتا بھی وہ سوار اے کاش! — اُس کا ہو جاتا دل شکار اے کاش
716/2 زیر دیوار خانہ باغ اُس کے — ہم کو جا ملتی خانہ دار اے کاش
716/3 کب تلک بے قرار رہیے گا — کچھ تو ملنے کا ہو قرار اے کاش
716/4 راہ تکتے تو پھٹ گئیں آنکھیں — اُس کا کرتے نہ انتظار اے کاش
716/5 اس کی پامالی سرفرازی ہے — راہ میں ہو مری مزار اے کاش
716/6 پھول گل کچھ نہ تھے کھلی جب چشم — اور بھی رہتی تک[1] بہار اے کاش

716/7
اب وہی میر جی کھپاتا ہے
ہم کو ہوتا نہ اس سے پیار اے کاش

﴿717﴾

717/1 غصے میں ناخنوں نے مرے کی ہے کیا تلاش — تلوار کا سا گھاؤ ہے جبھے کا ہر خراش
717/2 صحبت میں اُس کی کیوں کہ رہے مرد آدمی — وہ شوخ و شنگ و بے تہ، اوباش و بدمعاش
717/3 بے رحم تجھ کو ایک نظر کرنی تھی ادھر — کشتے کے تیرے ٹکڑے ہوئے لے گئے بھی لاش
717/4 آباد اُجڑا لکھنؤ چُغدوں سے اب ہوا — مشکل ہے اس خرابے میں آدم کی بود و باش

717/5
عمرِ عزیز یاس ہی میں جاتی ہے چلی
اُمیدوار اُس کے نہ ہم ہوتے میر کاش

ردیف ص ـــــ دیوان اوّل

﴿718﴾

718/1
شیخ ہو دشمنِ زنِ رقّاص
کیوں نہ ''اَلقاصُ لایُحبُّ القاص''

ردیف ص ـــــ دیوان سوم

﴿719﴾

719/1
ہے دلِ بے تاب کا بھی ویسا رقص
رقصِ بسمل تم سنو ہو جیسا رقص

---

[1] نسخۂ آسی اور مجلس میں 'اب' اور نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں 'اک' چھپا ہے۔ ہمارے خیال میں یہ 'اک' سہواً درج ہوا ہے، اصل میں یہ 'تک' ہے۔

ردیف ص ____ دیوان چہارم

﴿720﴾

720/1
طائرِ دل کی تپش سینے میں جانو تم بسمل کا رقص
ان ہی رنگوں ہوتا ہے اُس صیدِ طرفہ دل کا رقص

ردیف ص ____ دیوان پنجم

﴿721﴾

721/1
شاعری شیوہ ہے شعار اخلاص　　دین و مذہب مرا ہے پیار اخلاص

721/2
اب کہاں وہ مودّتِ قلبی　　ہووے ظاہر میں یوں ہزار اخلاص

721/3
سورت اخلاص کی پڑھی برسوں
میر رکھتا نہیں ہے یار اخلاص

ردیف ض ____ دیوان اوّل

﴿722﴾

722/1
سال میں ابرِ بہاری تجھ سے اک باری ہے فیض
چشمِ نم دیدہ سے عاشق کی سدا جاری ہے فیض

ردیف ض ____ دیوان سوم

﴿723﴾

723/1
آج رکھ آیا کمر میں پیش قبض
سو ہی کھینچی مجھ پہ گھر میں پیش قبض

ردیف ض ____ دیوان چہارم

﴿724﴾

724/1
کیا کہوں کیسا ہے دلبر خود غرض
خودنما ، خودرائے ، خودسر ، خود غرض

ردیف ض ____ دیوان پنجم

﴿725﴾

725/1 عالمِ علم سے اس عالم میں ہر لحظہ طاری ہے فیض ہے معلوم کہ عالم عالم، پھر یاں وہ جاری ہے فیض

725/2 سنگ و شجر میں پاتے یوں ہی غنچہ و گُل ہیں بار و بر
عالم ہژدہ ہزار جو ہیں یہ سب میں وہ ساری ہے فیض

ردیف ط ____ دیوان اوّل

﴿726﴾

726/1 سب سے آئینہ نمط رکھتے ہیں خوباں اختلاط ہوتے ہیں یہ لوگ بھی کتنے پریشاں اختلاط

726/2 تنگ آیا ہوں میں رشکِ تنگ پوشی سے تری
اس تنِ نازک سے یہ جامے کو چسپاں اختلاط

ردیف ط ____ دیوان دوم

﴿727﴾

727/1 عشق کی رہ نہ چل خبر ہے شرط اوّلِ گام ترکِ سر ہے شرط

727/2 دعویِ عشق یوں نہیں صادق زردیِ رنگ و چشمِ تر ہے شرط

727/3 خامی جاتی ہے کوئی گھر بیٹھے پختہ کاری کے تئیں سفر ہے شرط

727/4 قصدِ حج ہے تو شیخ کو لے چل کعبے جانے کو یہ بھی خر ہے شرط

727/5 قلب، یعنی کہ دل، عجب زر ہے اس کی نقادی کو نظر ہے شرط

727/6 حق کے دینے کو چاہیے ہے کیا یاں نہ اسباب، نے ہنر ہے شرط

727/7 دل کا دینا ہے سہل کیا اے میرؔ
عاشقی کرنے کو جگر ہے شرط

﴿728﴾

728/1 کرتے نہیں ہیں اُس سے نیا کچھ ہم اختلاط ہوتا تھا اگلے لوگوں میں بھی باہم اختلاط

728/2 ٹک گرم مَیں ملوں تو مجھی سے ملے خنک اوروں سے تو وہی ہے اُسے ہر دم اختلاط

728/3 ایسا نہ ہو کہ شیخ دغا دیوے ہم نشیں ابلیس سے کرے ہے کوئی آدم اختلاط

728/4 بیگانگی مجھی سے چلی جاتی ہے خصوص رکھتا ہے یوں تو یار سے اک عالم اختلاط

728/5 کس طور اتفاق پڑی صحبت اُس سے دیر
ہے میرؔ بے دماغ و قیامت کم اختلاط

ردیف ط ____ دیوان سوم

﴿729﴾

729/1 شاید اُس سادہ نے رکھا ہے خط — کہ ہمیں متصل لکھا ہے خط
729/2 شوق سے بات بڑھ گئی تھی بہت — دفتر اُس کو لکھے ہیں، کیا ہے خط
729/3 نامہ کب یار نے پڑھا سارا — نہ کہا یہ بھی آشنا ہے خط
729/4 ساتھ ہم بھی گئے ہیں دور تلک — جب اُدھر کے تئیں چلا ہے خط
729/5 کچھ خلل راہ میں ہوا اے میر
نامہ بر کب سے لے گیا ہے خط

﴿730﴾

730/1 ہم نہ سمجھے رابطہ ان نوخطوں سے تھا غلط — ہوتے ہیں برخود غلط یہ، ہو گیا یہ کیا غلط
730/2 کہتے ہو کیا کیا لکھا ہے خط میں مجھ کو میر نے
کب کہا، کن نے یہ سب جھوٹ، افترا، بے جا، غلط

ردیف ط ____ دیوان چہارم

﴿731﴾

731/1 دل لگے کے تئیں جگر ہے شرط — بے خبر مت رہو، خبر ہے شرط
731/2 عشق کے دو گواہ لا، یعنی
زردیِ رنگ و چشمِ تر ہے شرط

﴿732﴾

732/1 دل کا لگانا جی کھوتا ہے، اس کو جگر ہے پیارے شرط
سو تو بہا تھا خون ہو آگے، پہلے داؤ میں ہارے شرط

ردیف ط ____ دیوان پنجم

﴿733﴾

733/1 جس کو ہوا ہے اُس صنم بے وفا سے ربط — اُس کو خدا ہی ہووے تو ہو کچھ خدا سے ربط
733/2 گل ہو کے برگ برگ ہوئے پھر ہوا ہوئے — رکھتے ہیں اس چمن کے جو غنچے صبا سے ربط
733/3 زنہار پشت پا سے نہیں اُٹھتی اُس کی آنکھ — اُس چشمِ سرمگیں کو بہت سے حیا سے ربط
733/4 شاید اُسی کے ہاتھ میں دامن ہو یار کا — ہو جس ستم رسیدہ کو دستِ دعا سے ربط

ردیفِ گ ____ دیوان چہارم

824

824/1 اس رنگ سے جو زرد، زبوں زار ہیں ہم لوگ — دل کے مرضِ عشق سے بیمار ہیں ہم لوگ

824/2 کیا اپنے تئیں پستی بلندی سے جہاں کی — اب[1] خاک برابر ہوئے ہموار ہیں ہم لوگ

824/3 مقصود تو حاصل ہے طلب شرط پڑی ہے — وہ مطلبِ عمدہ ہے طلب گار ہیں ہم لوگ

824/4 خوں ریز ہی لڑکوں سے لڑا رہتے ہیں آنکھیں — گر قتل کریں ہم کو سزاوار ہیں ہم لوگ

824/5 دل پھنس رہے ہیں دام میں زلفوں کے کسو کی — تنگ اپنے جنوں سے ہیں، گرفتار ہیں ہم لوگ

824/6 بازار کی بھی جنس پہ جی دیتے ہیں عاشق — سر بیچتے پھرتے ہیں، گرفتار ہیں ہم لوگ

824/7 ان پریوں سے لڑکوں کے جھپیٹے[2] میں دل آئے — حیرت زدۂ عشق ہیں، دیوار ہیں ہم لوگ

824/8 جاتے ہیں چلے قافلہ در قافلہ اس راہ — چلنے میں تردد نہیں، تیار ہیں ہم لوگ

824/9 مارے ہی پڑیں کچھ کہیں عشاق تو شاید — حیرت سے ہیں چپ تس پہ گنہگار ہیں ہم لوگ

824/10 گو[3] نیچی نظر میرؔ کی ہو، آنکھیں تو ٹک دیکھ — کیا دل زدگاں سادہ میں پُر کار ہیں ہم لوگ

825

825/1 کیا چلے جاتے ہیں جہان سے لوگ — مگر آئے تھے میہمان سے لوگ

825/2 قہر ہے بات بات پر گالی — جاں بہ لب ہیں تری زبان سے لوگ

825/3 شہر میں گھر خراب ہے اپنا — آتے ہیں یاں اب اس نشان سے لوگ

825/4 ایک گردش میں ہیں برابرِ خاک — کیا جھگڑتے ہیں آسمان سے لوگ

825/5 دردِ دل اُن نے کب سنا میرا — لگے رہتے ہیں اُس کے کان سے لوگ

825/6 باد[4] سے بھی لچک لہک ہے انہیں — ہیں یہی سبزے دھان پان سے لوگ

825/7 شوق میں تیر سے چلے اودھر — ہم خمیدہ قداں کمان سے لوگ

825/8 آدمی اب نہیں جہان میں میرؔ — اُٹھ گئے اس بھی کاروان سے لوگ

---

1. نسخۂ آسی میں 'اک خاک برابر' درست نہیں ہے، نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'اب' صحیح ہے۔
2. نسخۂ آسی میں 'جھپیٹے' درست، نسخۂ کالج میں 'چھپٹے' سہو کتابت ہے۔
3. نسخۂ آسی، عبادت و مجلس میں 'گر' ہے، نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'گو' زیادہ بہتر ہے۔
4. نسخۂ آسی و مجلس میں باد، نسخۂ کالج میں باد اور طبع دوم میں 'یاد' جو درست نہیں۔

﴿821﴾

821/1 رہِ مرگ سے کیوں ڈراتے ہیں لوگ — بہت اُس طرف کو تو جاتے ہیں لوگ
821/2 مظاہر سب اُس کے ہیں، ظاہر ہے وہ — تکلف ہے یاں جو چھپاتے ہیں لوگ
821/3 عجب کی جگہ ہے کہ اُس کی جگہ — ہمارے تئیں ہی بتاتے ہیں لوگ
821/4 رہے ہم تو کھوئے گئے سے سدا — کبھو آپ میں ہم کو پاتے ہیں لوگ
821/5 اُس ابرو کماں پر جو قرباں ہیں ہم — ہمیں کو نشانہ بناتے ہیں لوگ
821/6 نہ سویا کوئی شورِ شب سے مرے — قیامت اذیت اُٹھاتے ہیں لوگ
821/7 اُن آنکھوں کے بیمار ہیں میرؔ ہم
بجا دیکھنے ہم کو آتے ہیں لوگ

ردیف گ ـــــ دیوان سوم

﴿822﴾

822/1 قتل گہ میں دست بوس اس کا کریں فی الفور لوگ — ہم کھڑے تلواریں[1] کھاویں، نقش ماریں اور لوگ
822/2 کج روی ہم عاشقوں سے اس کی بس اب جا چکی — ایک تو ناساز، پھر اُس سے ملے بے طور لوگ
822/3 زخمِ تیغِ یار غائر ہو کے پہنچا دل تلک — حیف میرے حال پر کرتے نہیں ٹک غور لوگ
822/4 جا کے دنیا سے تجھے یاد آؤں گا میں بھی بہت — بعد میرے کب اُٹھاویں گے ترے یہ جور لوگ
822/5 رسم و عادت ہے کہ ہر یک وقت کا ہوتا ہے ذکر
میرؔ بارے یاد کر رووِیں گے کیا یہ دور لوگ

﴿823﴾

823/1 چاکِ دل ہے انار کے سے رنگ — چشمِ پُر خوں فگار کے سے رنگ
823/2 کام میں ہے ہوائے گل کی موج — تیغِ خوں ریز یار کے سے رنگ
823/3 تاب ہی میں رہے ہے اُس کی زلف — افعیِ پیچ دار کے سے رنگ
823/4 کیا جو افسردگی کے ساتھ کھلا — دل گلِ بے بہار کے سے رنگ
823/5 برقِ ابرِ بہار نے بھی لیے — اب دلِ بے قرار کے سے رنگ
823/6 کُنجِ نخچیر گہ میں ہیں مامون — ہم بھی لاغر شکار کے سے رنگ
823/7 عمر کا بھی سُرنگ جاتا ہے — ابلقِ روزگار کے سے رنگ
823/8 برگِ گل میں نہ دل کشی ہو گی — کفِ پائے نگار کے سے رنگ
823/9 اس بیاباں میں میرؔ محو ہوئے
ناتواں اک غبار کے سے رنگ

---

[1] نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم میں 'تلواریں' جب کہ آسی کے یہاں 'تلوار' درج ہوئے ہیں۔

818/9 فردوس کو بھی آنکھ اُٹھا دیکھتے نہیں — کس درجہ سیر چشم ہیں کوئے بتاں کے لوگ

818/10 کیا سہل جی سے ہاتھ اُٹھا بیٹھتے ہیں ہائے — یہ عشق پیشگاں ہیں الٰہی کہاں کے لوگ

818/11 منہ تکتے ہی رہے ہیں سدا مجلسوں کے بیچ
گویا کہ میرؔ محو ہیں میری زباں کے لوگ

﴿819﴾

819/1 کیا عشقِ خانہ سوز کی دل میں چھپی ہے آگ — اک سارے تن بدن میں مرے پھُک رہی ہے آگ

819/2 گلشن بھرا ہے لالہ و گل سے اگرچہ سب — پر اُس بغیر اپنے تو بھائیں لگی ہے آگ

819/3 پاؤں میں پڑ گئے ہیں پھپھولے مرے تمام — ہر گام راہِ عشق میں گویا دبی ہے آگ

819/4 جل جل کے سب عمارتِ دل خاک ہو گئی — کیسے نگر کو آہ محبت نے دی ہے آگ

819/5 اب گرم و سردِ دہر سے یکساں نہیں ہے حال — پانی ہے دل ہمارا کبھی، تو کبھی ہے آگ[1]

819/6 کیوں کر نہ طبعِ آتشیں اُس کی ہمیں جلائے — ہم مشتِ خس کا حکم رکھیں، وہ پری ہے آگ

819/7 کب لگ سکے ہے عشقِ جہاں سوز کو ہوس — ماہی کی زیست آب، سمندر کا جی ہے آگ

819/8 روزِ ازل سے آتے ہیں ہوتے جگر کباب — کیا آج کل سے عشق کی یارو جلی ہے آگ

819/9 انگارے سے نہ گرتے تھے آگے جگر کے لخت — جب تب ہماری گود میں اب تو بھری ہے آگ

819/10 یا رب! ہمیشہ جلتی ہی رہتی ہیں چھاتیاں — یہ کیسی عاشقوں کے دلوں میں رکھی ہے آگ

819/11 افسردگیِ سوختہ جاناں ہے قہر میرؔ
دامن کو ٹک ہلا کہ دلوں کی بجھی ہے آگ

﴿820﴾

820/1 ہے آگ کا سا نالۂ کاہش[2] فزا کا رنگ — کچھ اور صبح دم سے ہوا ہے ہوا کا رنگ

820/2 دیکھے اِدھر تو مجھ سے نہ یوں آنکھ وہ چھپائے — ظاہر ہے میرے منہ سے مرے مدّعا کا رنگ

820/3 کس بے گنہ کے خوں میں ترا پڑ گیا ہے پاؤں — ہوتا نہیں ہے سرخ تو ایسا حنا کا رنگ

820/4 بے گہ شکستہ رنگیِ خورشید کیا عجب — ہوتا ہے زرد بیش تر اہلِ فنا کا رنگ

820/5 گل پیرہن نہ چاک کریں کیوں کہ رشک سے — کس مرتبے میں شوخ ہے اُس کی قبا کا رنگ

820/6 رہتا تھا ابتدائے محبت میں منہ سفید — اب زرد سب ہوا ہوں، یہ ہے انتہا کا رنگ

820/7 داروئے لعل گوں نہ پیو، میرزا ہو تم — گرمی پہ ہے دلیل بہت اس دوا کا رنگ

820/8 خوبی ہے اس کی حیزِ تحریر سے بروں — کیا اُس کا طورِ حسن لکھوں، کیا ادا کا رنگ

820/9 پوچھیں ہیں وجہِ گریۂ خونیں جو مجھ سے لوگ — کیا دیکھتے نہیں ہیں سب اُس بے وفا کا رنگ

820/10 مقدور تک نہ گزرے مرے خوں سے یار میرؔ
غیروں سے کیا گلہ ہے، یہ ہے آشنا کا رنگ

---

[1] اس سے قبل شعر نمبر 818/5 کے متن میں آسی نے 'کسی' لکھا، قدیم نسخوں میں 'کسو' ملتا ہے لہٰذا اُسے برقرار رکھا گیا، اس شعر میں نسخۂ کالج اور کشور دوم، سوم میں 'کبھی' (دونوں جگہ) درج ہے جب کہ آسی نے 'دل ہمارا کبھو، تو کبھی ہے' لکھا۔

[2] نسخۂ مجلس میں 'کاہش' کا املا 'کالش' درج ہے، جلد دوم ص ۱۷۳۔

ردیف گ ــــ دیوان اوّل

﴿817﴾

817/1 جب سے خط ہے سیاہ خال کی تھانگ ــ تب سے لُٹتی ہے ہند چاروں دانگ

817/2 بات اہل کی چلی ہی جاتی ہے ــ ہے مگر عوج بن عنق کی ٹانگ

817/3 بن جو کچھ بن سکے جوانی میں ــ رات تو تھوڑی ہے، بہت ہے سانگ[1]

817/4 عشق کا شور کوئی چھپتا ہے ــ نالۂ عندلیب ہے گل بانگ

817/5 اُس ذقن میں بھی سبزی ہے خط کی ــ دیکھو جیدھر کنوئیں[2] پڑی ہے بھانگ

817/6 کس طرح اُن سے کوئی گرم ملے ــ سیم تن پگھلے جاتے ہیں جوں رانگ

817/7-8 چلی جاتی ہے حسبِ قدر بلند (قطعہ)[3] ــ دور تک اس پہاڑ کی ہے ڈانگ

تفرہ[4] باطل تھا طور پر اپنے ــ ورنہ جاتے یہ دوڑ ہم بھی پھلانگ

817/9 میں نے کیا اس غزل کو سہل کیا ــ قافیے ہی تھے اُس کے اُوٹ پٹانگ

817/10 میرؔ بندوں سے کام کب نکلا

مانگنا ہے جو کچھ خدا سے مانگ

ردیف گ ــــ دیوان دوم

﴿818﴾

818/1 غافل ہیں ایسے، سوتے ہیں گویا جہاں کے لوگ ــ حال آں کہ رفتنی ہیں، سب اس کارواں کے لوگ

818/2 مجنون و کوہ کن نہ تلف عشق میں ہوئے ــ مرنے پہ جی ہی دیتے ہیں اس خانداں کے لوگ

818/3 کیوں کر کہیں کہ شہرِ وفا میں جنوں نہیں ــ اس حصیمِ جاں کے سارے دوانے ہیں یاں کے لوگ

818/4 رونق تھی دل میں جب تئیں بستے تھے دلبراں ــ اب کیا رہا ہے، اُٹھ گئے سب اس مکاں کے لوگ

818/5 تو ہم میں اور آپ میں مت دے کسو کو دخل ــ ہوتے ہیں فتنہ ساز یہی درمیاں کے لوگ

818/6 مرتے ہیں اُس کے واسطے یوں تو بہت ولے ــ کم آشنا ہیں طور سے اُس کام جاں کے لوگ

818/7 پتّے کو اِس چمن کے نہیں دیکھتے ہیں گرم ــ جو محرمِ روش ہیں کچھ اُس بدگماں کے لوگ

818/8 بت چیز کیا کہ جس کو خدا مانتے ہیں سب ــ خوش اعتقاد کتنے ہیں ہندوستان کے لوگ

---

[1] نسخۂ مجلس کے مرتب نے نوراللغات کے حوالے سے 'سانگ' کے معنی شام درج فرمائے ہیں، جو غلط ہیں۔ حوالہ بھی درست نہیں کہ مذکورہ لغت میں کہیں بھی سانگ کے یہ معنی درج نہیں۔ یہ لفظ سوانگ ہی ہے، بہروپ بھرنے کے معنی میں۔

[2] نسخۂ آسی، مجلس نے 'کوئی' درج کیا حالاں کہ یہ لفظ 'کنوئیں' ہے، 'کنوئیں بھنگ پڑنا' محاورہ ہے۔

[3] نسخۂ آسی اور مجلس نے ان اشعار کو قطعہ بند نہیں لکھا، انہیں مسلسل شعر سمجھا جائے تو بہتر معانی حاصل ہو سکتے ہیں ورنہ الگ الگ صورت میں آٹھواں شعر بالکل نامکمل دکھائی دے گا۔

[4] آسی اور پیروی میں مجلس نے 'نفرہ' درج کیا، اس لفظ کے بعد نہ جانے انہوں نے شعر سے کیا معنی مراد لیے ہوں، یہ اصل میں 'تفرہ' ہے بہ معنی غرور، تکبر۔

814/4 قیامت ہے مشتاق لوگوں کی کثرت — پہنچنا ہے مشکل ہمیں اُس کے گھر تک
814/5 کہاں تک اِسے سر سے مارا کروں میں — نہ پہنچا مرا ہاتھ اُس کی کمر تک
814/6 بہار آئی پر ایک پتّی بھی گل کی — نہ آئی اسیرانِ بے بال و پر تک
814/7 بہت میر پھر ہم[1] جہاں میں رہیں گے — اگر رہ گئے آج شب کی سحر تک

﴿815﴾

815/1 وہ تو نہیں کہ اودھم رہتا تھا آشیاں تک — آشوب نالہ اب تو پہنچا ہے آسماں تک
815/2 لبریزِ جلوہ اُس کا سارا جہاں ہے یعنی — ساری ہے وہ حقیقت جاوے نظر جہاں تک
815/3 ہجراں کی سختیوں سے پتھر دل و جگر ہیں — صبر اس کی عاشقی میں کوئی کرے کہاں تک
815/4 سودائے عاشقی میں نقصاں ہے جی کا لیکن — ہم راضی ہو رہے ہیں اپنے زیانِ جاں تک
815/5 واماندہ نقشِ پا سے یک دست ہم ہیں بے کس — دشوار ہے پہنچنا اب اپنا کارواں تک
815/6 جی مارتے ہیں دلبر عاشق کا اس خطر سے — حرفِ وفا نہ آیا اپنی کبھو زباں تک
815/7 دل دھڑکے ہے جو بجلی چمکے ہے سوئے گلشن — پہنچے مبادا میرے خاشاکِ آشیاں تک
815/8 دیواروں سے بھی مارا، پتھروں سے پھوڑ ڈالا — پہنچا نہ سر ہمارا حیف اُس کے آستاں تک
815/9 یہ تنگی و نزاکت اس رنگ سے کہاں ہے — گل برگ و غنچے پہنچیں کب اُن لب و دہاں تک
815/10 ان جلتی ہڈیوں پر ہرگز ہما نہ بیٹھے — پہنچی ہے عشق کی تپ[2] اے میر استخواں تک

﴿816﴾

816/1 اس کی رہے گی گرمیِ بازار کب تلک — وہ بیچتا رہے گا خریدار کب تلک
816/2 عہدِ وعید و حشر قیامت ہے دیکھیے — جیتے رہیں گے طالبِ دیدار کب تلک
816/3 دل کا، جگر کا لوہو تو غم نے سکھا دیا — آنکھیں رہیں گی دیکھیے خوں بار کب تلک
816/4 نسبت بہت گناہوں کی کرتا ہے اس طرف — بے جرم ہم رہیں گے گنہ گار کب تلک
816/5 اُس کی نگاہِ مست ہے[3] اکثر سوئے رباط — صوفی رہیں گے حال سے ہشیار کب تلک
816/6 دیوار و در بڑے تھے جہاں واں نشاں نہیں — یاں خانوادوں کے رہیں آثار کب تلک
816/7 مہمان کوئی دن[4] کا ہے وارفتہ عشق کا — ظاہر ہے حال سے کہ یہ بیمار کب تلک
816/8 ترسا کے مارنے میں، عذابِ شدید ہے — اک کھینچ کر نہ مارو گے تلوار کب تلک
816/9 صیاد اسیر کر کے جسے اُٹھ گیا ہو میر — وہ دام کی شکن میں گرفتار کب تلک

---

[1] نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'پھر ہم' کی کتابت 'بر ہم' ہوئی ہے، نسخۂ آسی میں 'پھر ہم' مطابق مضمونِ شعر ہے۔
[2] نسخۂ آسی میں 'عشق کی تب' درج ہے، مجلس کے یہاں 'عشق کی تپ' ہے، اختلاف درج نہیں۔
[3] تمام نسخوں میں 'سے' چھپا ہے، صرف نول کشور دوم میں 'ہے' درست ہے جس کے بعد شعر با معنی ہو جاتا ہے۔
[4] طبع دوم میں 'دن' ہے جو باقی نسخوں میں 'دم' سے اس شعر کی حد تک بہتر ہے۔

811/3 مقصود گم ہے پھرتا جو رہتا ہے رات دن — ہلکان ہو کے ہو گا کبھو آسماں ہلاک

811/4 اُس ظلم کیش کی ہے طرب گاہ ہر کہیں — عاشق خدا ہی جانے ہوا ہے کہاں ہلاک

811/5 جی میر نے دیا ، نہ ہوا لیک وصلِ یار
افسوس ہے کہ مفت ہوا یہ جواں ہلاک

812

812/1 جب رکھی نوبت تم نے ،تو گوشِ[1] ہوش نہ کھولے ٹک — چپکے چپکے کسو کو چاہا پوچھنے آئے نہ بولے ٹک

812/2 اب جو چھاتی جلی فی الواقع لطف نہیں ہے شکایت کا — صبر کرو کیا ہوتا ہے یوں پھوڑے[2] دل کے پھپھولے ٹک

812/3 آنکھیں کھولیں، حال کے کہتے دیر ہوئی ہے بس یعنی
ساری رات کہانی کہی ہے میر اب چل کر سو لے ٹک

ردیف ک ــــــ دیوان ششم

813

813/1 جب کہتے تھے، تب تم نے تو گوشِ ہوش نہ کھولے ٹک — چپکے چپکے کسو کو چاہا ، پوچھا بھی تو نہ بولے ٹک

813/2 اب جو چھاتی جلی فی الواقع ،لطف نہیں ہے شکایت کا — صبر کرو، کیا ہوتا ہے یوں پھوڑے[2] دل کے پھپھولے ٹک

813/3 نالہ کشی میں مرغِ چمن یکتا[3] ہے پر ہم جانیں تب — نعرہ زناں جب صبح سے آ کے ساتھ ہمارے بولے ٹک

813/4 اس کے قامتِ موزوں سے کیا سرو برابر ہووے گا — ناموزوں ہی نکلے گا سنجیدہ کوئی جو بولے ٹک

813/5 آنکھیں جو کھولیں سوتے سے تو حال کے کہتے مجھ کو کہا[4] — ساری رات کہانی کہی ہے تو بھی اُٹھ کر سو لے ٹک

813/6 مشکل ہے دلداریِ عاشق برسوں وہ[5] بے تاب رہے — بے طاقت اس دل کو میرے ہاتھ میں اپنے تو لے ٹک

813/7 ایسے دردِ دل کرنے کو میر کہاں سے جگر آوے
گرم سخن لوگوں میں ہو، کوئی بات کرے تو رولے ٹک

814

814/1 رہے ہے غش و درد دو دو پہر تک — سرِ زخم پہنچا ہے شاید جگر تک

814/2 ہوئے ہیں حواس اور ہوش و خرد گم — خبر کچھ تو آتی ہے اِس بے خبر تک

814/3 زمیں گرد، اس مہ کے میرے، ہیں عاشق — ستارے فلک کے رہے ہیں اِدھر[6] تک

---

[1] 'جب کہے تو تب تم نے تو گوش۔۔۔' نسخۂ کالج میں یہ متن ہے۔ نول کشور دوم میں اور پھر غلط ہے، متن بمطابق آسی ہے۔ علاوہ ازیں غزل نمبر ۸۱۲ کے تینوں شعر دیوان ششم کی غزل ۸۱۳ میں معمولی لفظی ردوبدل کے ساتھ موجود ہیں۔ اس اعتبار سے غزل نمبر ۸۱۲ کو الگ غزل شمار نہ کرنا چاہیے۔

[2] آسی و مجلس میں 'پھوڑیں' درج ہے جب کہ محل 'پھوڑے' کا ہے۔

[3] تمام نسخوں میں 'بکتا' ہی چھپا ہے، اگر اسے 'یکتا' پڑھیں تو شاید یہ بہتر ہو۔

[4] نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'حال ہی کہتے مجھ کو کیا' درست نہیں ہے۔

[5] آسی اور مجلس میں 'وہ برسوں' ہے، نسخۂ کالج اور طبع دوم کا متن 'برسوں وہ' بہتر ہے۔

[6] اس شعر کے مصرع اول کے مفہوم میں قیاس کرنا پڑتا ہے، نسخۂ آسی میں 'کے' کی جگہ 'کی' درج ہے اور نسخۂ مجلس نے اِدھر کو بہ صراحتِ ضم 'اُدھر' لکھا ہے۔

808/7
اُنس نہیں انسان سے اچھا عشق و جنوں اک آفت ہے
فرق ہوئے کیا چھوڑے ہے آدم میں اُس کی جدائی خاک

808/8
ہو کے فقیر گلی میں اس کی چین بہت سا پایا ہم
لے ہیں کے سرہانے پتھر رکھا، جائے فرش بچھائی خاک

808/9
قلب گداز ہیں جن کے وے بھی مٹی سونا کرتے ہیں
میر اکسیر بنائی اُنہوں نے جن کی جہاں سے اُٹھائی خاک

﴾809﴿

809/1
کیا ہم میں رہا گردشِ افلاک سے اب تک
پھرتے ہیں کمہاروں کے پڑے چاک سے اب تک

809/2
تھے نوخطوں کی خاک سے اجزا جو برابر
ہو سبزہ نکلتے ہیں تہِ خاک سے اب تک

809/3
تا حد[1] نظر چھا رہے ہیں لالۂ صد برگ
جنگل بھریں ہیں سب گلِ تریاک سے اب تک

809/4
دشمن ہوئی ہے جس کے لیے ساری خدائی
مربوط ہیں ہم اس بتِ بیباک سے اب تک

809/5
ہر چند کہ دامن تئیں ہے چاک گریباں
ہم ہیں متوقع کفِ چالاک سے اب تک

809/6
گو خاک سی اُڑتی ہے مرے منہ پہ جنوں میں
ٹپکے ہے لہو دیدۂ نمناک سے اب تک

809/7
وے[2] کپڑے تو بدلے، ہوئے میر اُس کو کئی دن
تن پر ہے شکن تنگیِ پوشاک سے اب تک

﴾810﴿

810/1
شاد افیونیوں کا دل غم ناک
دشت دشت اب کے ہے گلِ تریاک

810/2
تین دن گور میں بھی بھاری ہیں
یعنی آسودگی نہیں تہِ خاک

810/3
ہاتھ پہنچا نہ اس کے دامن تک
میں گریباں کروں نہ کیوں کر چاک

810/4
تیز جاتا ہوں میں تو جوں سیلاب
میرے مانع سمجھوں[3] کیا خس و خاشاک

810/5
عشق سے ہاتھ کیا ملاوے کوئی
یاں زبردستوں کی ہے کشتی پاک

810/6
بندگی کیشوں پر ستم مت کر
ڈر خدا سے تو اے بتِ بے باک

810/7
عشقِ مرد آزمانے آخر کار
کیے فرہاد و قیس میر ہلاک

﴾811﴿

811/1
اے عشق کیا جو مجھ سا[4] ہوا ناتواں ہلاک
کر ہاتھ ٹک ملا کے کوئی پہلواں ہلاک

811/2
میں چل بسا تو شہر ہی ویران سب ہوا
اِس نیم جاں کے بدلے ہوا یک جہاں ہلاک

۱۔ نسخۂ مجلس کے مرتب کو 'چھار ہے ہیں' (آسی) اور 'چھار ہی ہے' (نسخۂ کالج) تو دکھائی دیا لیکن آسی کے یہاں 'تامد نظر' بجائے 'تا حد نظر' کی غلطی نظر نہ آئی۔
۲۔ نسخۂ مجلس جلد چہارم، ص ۸۸ پر 'دے' ہے، آسی کے یہاں خرابیٔ طباعت سے لفظ پڑھنا ممکن نہیں، فاروقی صاحب نے 'وہ' کا جدید املا درج کیا ہے۔
۳۔ نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں 'ہو' ہے، آسی کے یہاں 'ہوں' درج ہے۔
۴۔ نسخۂ مجلس میں 'مجھ سے' غلط درج ہوا ہے، آسی کے یہاں 'مجھ سا' درست ہے۔

806/5 سبب مرگِ فرہاد کا ہو گیا تھا — نگوں ہے سرِ تیشہ خجلت سے اب تک

806/6 ہلا تو بھی لب کو کہ عیسیٰ کے دم کی — چلی جائے ہے بات مدت سے اب تک

806/7 عقیق لب اُس کے کبھو دیکھے تھے میں — بھرا ہے دہن آبِ حسرت سے اب تک

806/8 گئی عمر ساری مجھے عجز کرتے — نہ مانی کوئی اُن نے منت سے اب تک

806/9 نہ ہو گو جنوں میر جی کو پر ان کی
طبیعت ہے آشفتہ وحشت سے اب تک

ردیف ک ــــــ دیوان پنجم

﴿807﴾

807/1 اب رنج و درد و غم کا پہنچا ہے کام جاں تک — پر حوصلے سے شکوہ آیا نہیں زباں تک

807/2 آواز کے ہماری تم حزن پر نہ جاؤ — یہ نالۂ حزیں تو جاتے ہیں آسماں تک

807/3 رونا جہاں جہاں تو عین آرزو ہے لیکن — روتا ہوں رویا جاوے میرے کنے جہاں تک

807/4 اکثر صداع مجھ کو رہتا ہے عاشقی میں — تصدیع درد و غم سے کھینچے کوئی کہاں تک

807/5 آوارہ ہی ہوئے ہم سر مار مار ، یعنی — تو پر نکل گئے ہیں اپنے سب آشیاں تک

807/6 اے وائے بے نصیبی سر سے بھی گزرے لیکن — پیشانی تک نہ پہنچی اس خاکِ آستاں تک

807/7 نفع کثیر اُٹھایا ، کر عشق کی تجارت
راضی ہیں میر اب تو ہم جان کے زیاں تک

﴿808﴾

808/1 دل کی تڑپ نے ہلاک کیا ہے دھڑکے نے اُس کے اُڑائی خاک
خشک ہوا خوں اشک کے بدلے ریگِ رواں سے آئی خاک

808/2 صورت کے ہم آئنے کی سے ظاہر فقر نہیں کرتے
ہوتے ساتے ، روتے پاتے اُن نے منہ کو لگائی خاک

808/3 پیچ و تاب سے خاک بھی میری ، جیسے بگولا پھرنے لگی
سر میں ہوا ہی اُس کے بہت تھی ، تب تو ہوئی یہ ہوائی خاک

808/4 اور غبار کسو کے دل کا کس انداز سے نکلے آہ
روئے فلک پر بدلی سی تو ساری ہماری چھائی خاک

808/5 نعمتِ رنگا رنگِ حق سے بہرہ بختِ سیہ کو نہیں
سانپ رہا گو گنج کے اوپر کھانے کو تو کھائی خاک

808/6 اپنے تئیں گم جیسا کیا تھا یاں سر کھینچ کے لوگوں نے
عالمِ خاک میں ویسی ہی اب ڈھونڈے اُن کی نہ پائی خاک

ردیف ک ___ دیوان سوم

﴿804﴾

804/1 ہر چند صرفِ غم ہیں لے دل جگر سے جاں تک ... لیکن کبھو شکایت آتی[1] نہیں زباں تک

804/2 کیا کوئی اُس کے رنگوں گل باغ میں کھلا ہے ... شور آج بلبلوں کا جاتا ہے آسماں تک

804/3 دو چار دن جو ہوں تو رک رک کے کوئی کاٹے ... ناچار صبر کرنا عاشق سے ہو کہاں تک

804/4 ان جلتی ہڈیوں کو شاید ہما نہ کھاوے ... تب عشق کی ہماری پہنچی ہے استخواں تک

804/5 روئے جہاں جہاں ہم جوں ابر میر اُس بن
اب آب ہے سراسر، جاوے نظر جہاں تک

ردیف ک ___ دیوان چہارم

﴿805﴾

805/1 وحشت تھی ہمیں بھی وہی گھر بار سے اب تک ... سر ماریں[2] ہیں اپنے در و دیوار سے اب تک

805/2 مرتے ہی سنا اُن کو جنہیں دل لگی کچھ تھی ... اچھا بھی ہوا کوئی اِس آزار سے اب تک

805/3 جب سے لگی ہیں آنکھیں کھلی راہ تکے ہیں ... سوئے نہیں ساتھ اُس کے کبھو پیار سے اب تک

805/4 آیا تھا کبھو یار سو ماموں ہم اس کے ... بستر پہ گرے رہتے ہیں بیمار سے اب تک

805/5 بدعہدیوں میں وقتِ وفات آن بھی پہنچا ... وعدہ نہ ہوا ایک وفا یار سے اب تک

805/6 ہے قہر و غضب دیکھ طرف کشتے کے ظالم! ... کرتا ہے اشارت بھی تو تلوار سے اب تک

805/7 کچھ رنجِ دلی میر جوانی میں کھنچا تھا
زردی نہیں جاتی مرے رخسار سے اب تک

﴿806﴾

806/1 رہا پھول سا یار نزہت[3] سے اب تک ... نہ ایسا کھلا گل نزاکت سے اب تک

806/2 لبالب ہے وہ حسنِ معنی سے سارا ... نہ دیکھا کوئی ایسی صورت سے اب تک

806/3 سلیماں ، سکندر کہ شاہانِ دیگر ... نہ رونق گئی کس کی دولت سے اَب تک

806/4 کرم کیا صفت ہے[4]، نہ ہوں گر کریماں ... سخن کرتے ہیں ان کی ہمت سے اب تک

---

[1] نسخۂ آسی اور مجلس میں 'آئی' ہے جب کہ نسخۂ کالج میں 'آتی' کو ترجیح دی ہے۔

[2] نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'مارے' ہے اور نسخۂ آسی میں 'ماریں'، مجلس کے مرتب کے نزدیک 'ن ک' میں جدید املا ہے اور آسی کے یہاں قدیم۔ حالا کہ یہ املا کا معاملہ نہیں۔ دونوں لفظوں کا محلِ استعمال الگ الگ ہے، اس شعر میں 'ماریں' بہتر ہے کہ یہ مارتے ہیں کے معنی دے رہا ہے جب 'مارے' ماضی کا صیغہ ہے۔

[3] نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'نزبت' سہو کتابت ہے، آسی کے یہاں متن 'نزہت' درست ہے۔

[4] آسی کے یہاں 'سے' طبع ہوا ہے، نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'ہے' درست ہے۔

801/3 دل سے آگے ٹک قدم رکھو تو پھر بھی دلبرو — سیر قابل، دیدنی اک جا ہے، چشمِ گریہ ناک
801/4 بے گدازِ دل نہیں امکان رونا اس قدر — تہ کو پہنچو خوب تو پردا ہے چشمِ گریہ ناک
801/5 سوجھتا اپنا کرے کچھ ابر تو ہے مصلحت — جوشِ غم سے جیسے نابینا ہے چشمِ گریہ ناک
801/6 سبز ہے رونے سے میرے، گوشہ گوشہ دشت کا — باعثِ آبادیِ صحرا ہے چشمِ گریہ ناک
801/7 وے حنائے پا مری آنکھوں ہی میں پھرتے ہیں[1] میرؔ
یعنی ہر دم اُس کے زیرِ پا ہے چشمِ گریہ ناک

﴾802﴿

802/1 سوخوں چکاں گلے ہیں لب سے مری زباں تک — جی رُندھ گیا ہے ظالم، اب رحم کر، کہاں تک
802/2 ملنے میں میرے گاہے ٹک تن دیا نہ اُن[2] نے — حاضر رہا ہوں میں تو اپنی طرف سے جاں تک
802/3 ہر چند میں نے سر پر اُس رہ کی خاک ڈالی — لیکن نہ پہنچیں آنکھیں اُس پاؤں کے نشاں تک
802/4 اِن ہڈیوں کا جلنا کوئی ہُما سے پوچھو — لاتا نہیں ہے منہ وہ اب میرے استخواں تک
802/5 اُس کی گلی کے سگ سے کی ہے موافقت میں — اِس راہ سے بھی پہنچیں شاید کہ پاسباں تک
802/6 ابرِ بہار نے شب دل کو بہت جلایا — تھا برق کا چمکنا خاشاکِ آشیاں تک
802/7 اُس مہ کے گوش تک تو ہرگز نہیں پہنچتی — گو آہ بے سرایت جاتی ہے آسماں تک
802/8 قیدِ قفس میں مرنا کب شوق کا ہے مانع — پہنچیں گے مشتِ پر بھی اُڑ کر یہ گلستاں تک
802/9 ہونا جہاں کا اپنی آنکھوں میں ہے نہ ہونا — آتا نظر نہیں کچھ جاوے نظر جہاں تک
802/10 جاتی ہیں خط کے پیچھے جوں مہر آنکھیں میری
اب کارِ شوق میرا پہنچا ہے میرؔ یاں تک

﴾803﴿

803/1 لیا چیرہ دستی سے گر میرؔ سر تک — نہ پہنچا کبھو ہاتھ اُس کی کمر تک
803/2 مجھے نیند کیسی کہ مانندِ انجم — کھلی رہتی ہیں میری آنکھیں سحر تک
803/3 اُٹھا پاس بے اختیاری سے سب کا — بُکا بیٹھے کرتے ہیں دو دو پہر تک
803/4 دماغ اور دل ہیں سراسیمہ دونوں — سرِ زخم شاید کہ پہنچا جگر تک
803/5 بلا شور ہنگامہ ہے دل زدوں کا — قیامت کہیں جائے ہے اُس کے گھر تک
803/6 نہ دے[3] ماریں چوکھٹ سے سر کو تو کہیو — رسائی ہوا چاہیے اُس کے در تک
803/7 محبت میں جی سے گئے میرؔ آخر
خبر گفتنی ہے یہ ہر بے خبر تک

---

[1] نسخۂ آسی اور مجلس میں 'پھرتی ہے'، نول کشور دوم، سوم کی سند پر 'پھرتے ہیں' سے متن بہت بہتر یعنی مصرع قابلِ فہم ہو گیا ہے۔
[2] نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'اُن نے' ہے، لہٰذا آسی اور مجلس کے 'اُس نے' کی اہمیت نہیں رہی۔
[3] مجلس کی اشاعت میں 'دے ماریں' کی جگہ 'دے ماریں' طبع ہوا ہے۔

798

798/1 حال آں کہ کام پہنچ گیا کب کا جاں تلک — آئی نہیں ہے تو بھی شکایت زباں تلک

798/2 اُس رشکِ مہ کے دل میں نہ مطلق کیا اثر — ہر چند پہنچی میری دعا آسماں تلک

798/3 جو آرزو کی اُس سے سو دل میں ہی خوں ہوئی — نومید یوں بسر کرے کوئی کہاں تلک

798/4 کھینچا کیے وہ دور بہت آپ کو سدا — ہمسائے ہم موا کیے، آئے نہ یاں تلک

798/5 بلبل قفس میں اس لب و لہجے پہ یہ فغاں — آواز ایک ہو رہی ہے گلستاں تلک

798/6 پچھتائے اُٹھ کے گھر سے کہ جوں نو دمیدہ پر — جانا بنا نہ آپ کو پھر آشیاں تلک

798/7 ہم صحبتی یار کو ہے اعتبار شرط
اپنی پہنچ تو میر نہیں پاسباں تلک

799

799/1 ہم بے کسوں کا کون ہے ہجراں میں غم شریک — تنہائی ایک ہے سو ہے اُس کی[1] ستم شریک

799/2 دم رک کے دوں ہی کہیو اگر مر نہ جائے وہ — ہو میرے حال کا جو کوئی ایک دم شریک

799/3 خوں ہوتے ہوتے ہو چکے آخر کہاں تلک — اب دل جگر کہیں نہیں ہیں تیرے ہم شریک

799/4 دل تنگ ہوجیے تو نہ ملیے کسو کے ساتھ — ہوتے ہیں ایسے وقت میں یہ لوگ کم شریک

799/5 شاید کہ سرنوشت میں مرنا ہے گھٹ کے میر
کاغذ نہ محرمِ غمِ دل ، نے قلم شریک

800

800/1 چلی ہے باغ کی صبا کیا خاک — دل جلا کوئی ہو گیا کیا خاک

800/2 ہے غبار اس کے خط سے دل میں بہت — باہم اب ہوئے گی صفا کیا خاک

800/3 ہم گرے اس کے در ہی پر مر کر — اور کوئی کرے وفا کیا خاک

800/4 خاک ہی میں ملائے رکھتے ہو — ہو کوئی تم سے آشنا کیا خاک

800/5 سب موئے ابتدائے عشق ہی میں — ہووے معلوم انتہا کیا خاک

800/6 خاک پر ہے سدا جبینِ نیاز — اور کوئی ہو جبہہ سا کیا خاک

800/7 تربتِ میر پر چلے تم دیر
اتنی مدت میں واں رہا کیا خاک

801

801/1 آج کل سے کچھ نہ طوفاں زا ہے چشمِ گریہ ناک — موج زن برسوں سے ہے دریائے[2] چشمِ گریہ ناک

801/2 یوں نہ روؤ تو نہ روؤ ورنہ روؤ پیار[3] سے — ہر قدم اس دشت میں پیدا ہے چشمِ گریہ ناک

---

[1] نسخۂ آسی اور مجلس دونوں میں 'اُس کے' درج ہے، 'تنہائی' کے حوالے سے 'اُس کی' بہتر ہے۔ نسخۂ آسی میں 'ی' اور 'ے' کے پیدا کردہ تسامحات کو مجلس نے کسی کسی جگہ درست بھی کیا اور کسی جگہ یہ درستگی ہونے سے رہ بھی گئی ہے۔

[2] نسخۂ آسی میں 'دریا ہے چشم گریہ ناک' جب کہ مجلس کے نسخے میں 'دریائے چشمِ گریہ ناک' بہتر ہے، اختلافِ نسخ درج نہیں۔

[3] نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں 'ورنہ' کے بعد 'رو، دو چار' ہے، ہم نے آسی کے متن کو شاملِ نسخہ کیا ہے۔

﴿795﴾

795/1 کب دسترس ہے لعل کو تیرے سخن تلک ۔۔۔ رسوائیاں گئی ہیں عقیق یمن تلک
795/2 آزادگی،[1] پہ چھوڑ قفس ہم نہ جا سکے ۔۔۔ حسنِ سلوکِ ضعف سے صحنِ چمن تلک
795/3 تر دستیاں ہوں دست و گریبان ہاتھ کی ۔۔۔ زیرِ زمیں بھی پہنچیں گی چاکِ کفن تلک
795/4 مارا گیا خرامِ بتاں پر سفر میں میر
اے کبک کہتا جائیو اُس کے وطن تلک

ردیف ک ـــــ دیوان دوم

﴿796﴾

796/1 دیکھی تھی تیرے کان کے موتی کی اک جھلک[2] ۔۔۔ جاتی نہیں ہے اشک کے رخسار کی ڈھلک[3]
796/2 یا رب! اک اشتیاق نکلتا ہے چال سے ۔۔۔ ملتے پھریں ہیں خاک میں کس کے لیے فلک
796/3 طاقت ہو جس کے دل میں وہ دو چار دن رہے ۔۔۔ ہم ناتوانِ عشق تمھارے کہاں تلک
796/4 برسوں ہوئے کہ جان سے جاتی نہیں خلش ۔۔۔ ٹک مل گئی تھی آگے مرے وہ پھری پلک[4]
796/5 آئی نہ ہاتھ میر کی میت پہ کل نماز
تابوت پر تھی اس کے نپٹ کثرتِ ملک

﴿797﴾

797/1 عزت اپنی اب نہیں ہے یار کو منظور ٹک ۔۔۔ پاس جاتا ہوں تو کہتا ہے کہ بیٹھو دور ٹک
797/2 حال میرا شہر میں کہتے رہیں گے لوگ دیر ۔۔۔ اس فسانے کے تئیں ہونے تو دو مشہور ٹک
797/3 پشت پا مارے ہیں شاہی پر گدائے کوئے عشق ۔۔۔ دیکھو تم یاں کا خدا کے واسطے دستور ٹک
797/4 چاہنے کا مجھ سے بے قدرت کا کیا ہے اعتبار ۔۔۔ عشق کرنے کو کسو کے چاہیے مقدور ٹک
797/5 حق تو سب کچھ تھا ہی، ناحق جان دی کس واسطے ۔۔۔ حوصلے سے بات کرتا کاش کہ منصور ٹک
797/6 منکرِ حُسنِ بتاں کیوں کر نہ ہووے شیخ، میر ۔۔۔ حق ہے اُس کی اور، وہ آنکھوں سے ہے معذور ٹک
797/7 پھر کہیں کیا دل لگایا میر جو ہے زرد رو
منہ پر آیا تھا ترے دو چار دن سے نور ٹک

---

[1] نسخۂ آسی اور مجلس میں 'آزادگی یہ چھوڑ' ہے نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم کا متن 'آزادگی، پہ چھوڑ' بہت بہتر ہے۔

[2] نول کشور دوم، سوم اور اتباع میں آسی کے یہاں 'جھیک' درج ہوا ہے، یہ لفظ یوں بھی 'موتی' کے لیے مناسبت نہیں رکھتا پھر بطور قافیہ بھی ڈھلک، فلک، تلک، پلک کے ساتھ ہم قافیہ نہیں ہے۔ نسخۂ کالج میں 'جھلک' درست ہے۔

[3] ممکن ہے کسی مخطوطے میں یہ مصرع یوں ہو 'جاتی نہیں ہے اشک کی رخسار سے ڈھلک'۔

[4] نسخۂ آسی میں 'مل' اور 'پھری پلک' سے کوئی معنی برآمد نہیں ہوتے، نول کشور دوم، سوم میں 'ہاں' ہے، غالباً یہ لفظ 'ہل' ہے اور پھری کو 'بھری' سے بدلنا ہوگا، تب شعر بامعنی ہوسکتا ہے، 'ٹک ہل گئی تھی آگے مرے وہ بھری پلک'۔

﴿792﴾

792/1 کہیں پہنچو بھی[1] مجھ بے پا و سر تک — کہ پہنچا شمع ساں داغ اب جگر تک

792/2 کچھ اپنی آنکھ میں یاں کا نہ آیا — خزف سے لے کے دیکھا دُرِّ تر تک

792/3 جسے شب آگ سا دیکھا سلگتے — اُسے پھر خاک ہی پایا سحر تک

792/4 ترا منہ چاند سا دیکھا ہے شاید — کہ انجم رہتے ہیں ہر شب اِدھر تک

792/5 جب آیا آہ تب اپنے ہی سر پر — گیا یہ ہاتھ کب اُس کی کمر تک

792/6 ہم آوازوں کو سیر اب کی مبارک — پر و بال اپنے ایسے ہی تھے پر تک

792/7 کھنچی کیا کیا خرابی زیرِ دیوار — ولے آیا نہ وہ ٹک گھر سے در تک

792/8 گلی تک تیری لایا تھا ہمیں شوق — کہاں طاقت کہ اب پھر جائیں گھر تک

792/9-10 یہی دردِ جدائی ہے جو اِس شب (قطعہ) — تو آتا ہے جگر مژگانِ تر تک (جو)

دکھائی دیں گے ہم میّت کے رنگوں — اگر رہ جائیں گے جیتے، سحر تک

792/11 کہاں پھر شور و شیون جب گیا میر
یہ ہنگامہ ہے اُس ہی نوحہ گر تک

﴿793﴾

793/1 دست و پا مارے وقتِ بسمل تک — ہاتھ پہنچا نہ پائے قاتل تک

793/2 کعبے پہنچا تو کیا ہوا اے شیخ! — سعی کر ٹک پہنچ کسی دل تک

793/3 درپےِ محمل اُس کے جیسے جرس — میں بھی نالاں ہوں ساتھ منزل تک

793/4 بجھ گئے ہم چراغ سے، باہر — کہیو اے باد، شمعِ محفل تک

793/5 نہ گیا میر اپنی کشتی سے
ایک بھی تختہ پارہ ساحل تک

﴿794﴾

794/1 جاتے ہیں لے خرابی کو سیل آسماں تلک — طوفاں ہے میرے اشکِ ندامت سے یاں تلک

794/2 شاید کہ دیوے رخصتِ گلشن، ہوں[2] بے قرار — میرے قفس کو لے تو چلو باغباں تلک

794/3 قیدِ قفس سے چھوٹ کے دیکھا جلا ہوا — پہنچے نہ ہوتے کاش کہ ہم آشیاں تلک

794/4 اتنا ہوں ناتواں کہ درِ دل سے اب گلہ — آتا ہے ایک عمر میں میری زباں تلک

794/5 میں ترکِ عشق کر کے ہوا گوشہ گیر میر
ہوتا پھروں خراب جہاں میں کہاں تلک

---

[1] نسخۂ آسی و مجلس میں 'جو' ہے، تاہم نسخۂ کالج میں 'بھی' ہے، دونوں ہی اچھے ہیں، قدامت نسخہ اور سریع الفہم ہونے کی بنا پر 'بھی' کو متن میں رکھا ہے۔

[2] نسخۂ آسی میں 'ہو بے قرار' جب کہ نسخۂ کالج اور نول کشور طبع دوم، سوم میں 'ہوں بے قرار' ہے۔

789

789/1 میرِ گم کردہ چمن زمزمہ پرداز ہے ایک — جس کی لے دام سے تا گوشِ گل آواز ہے ایک

789/2 کچھ ہو اے مرغِ قفس! لطف نہ جاوے اس سے — نوحہ یا نالہ، ہر اک بات کا انداز ہے ایک

789/3 ناتوانی سے نہیں بال فشانی کا دماغ — ورنہ تا باغ قفس سے مری پرواز ہے ایک

789/4 گوش کو ہوش کے ٹک کھول کے سن شورِ جہاں — سب کی آواز کے پردے میں سخن ساز ہے ایک

789/5 چاہے جس شکل سے تمثال صفت اُس میں در آ
عالم آئینے کے مانند درِ باز ہے ایک

790

(قبل از 1752ء)

790/1 بالیں پہ میری آوے گا تو گھر سے جب تلک — کر جاؤں گا سفر ہی مَیں دنیا سے تب تلک

790/2 اتنا دن اور دل سے تپش کر لے[1] کاوشیں — یہ مجہلہ تمام ہی ہے آج شب تلک

790/3 نقاش کیوں کہ کھینچ چکا تُو شبیہِ یار — کھینچوں ہوں ایک ناز ہی اُس کا[2] میں اب تلک

790/4 شب کوتہ اور قصہ مری جان کا دراز — القصہ اب کہا کروں تجھ سے میں کب تلک

790/5 باقی یہ داستان ہے اور کل کی رات ہے
گر جان میری میر نہ آ پہنچے لب تلک

791

791/1 شوق ہے، تو ہے اُس کا گھر نزدیک — دوریِ رہ ہے راہ بر نزدیک

791/2 آہ کرنے میں دم کو سادھے رہ — کہتے ہیں دل سے ہے جگر نزدیک

791/3 ڈوبیں دریا و کوہ و شہر و دشت — تجھ سے سب کچھ ہے چشمِ تر نزدیک

791/4 حرفِ دوری ہے گرچہ اِنشا، لیک — دیجو خط جا کے نامہ بر نزدیک

791/5 دور اب بیٹھتے ہیں مجلس میں — ہم جو تم سے تھے بیشتر نزدیک

791/6 خبر آتی ہے سو بھی دور سے یاں — آؤ یک بار بے خبر نزدیک

791/7 توشۂ آخرت کا فکر رہے — جی سے جانے کا ہے سفر نزدیک

791/8 دور پھرنے کا ہم سے وقت[3] ہے کیا — پوچھ کچھ حال بیٹھ کر نزدیک

791/9 مر بھی رہ میر، شب بہت رویا
ہے مری جان، اب سحر نزدیک

---

[1] نسخۂ آسی میں 'کرلیں' ہے جو زیادہ مناسب نہیں، نول کشور طبع دوم، سوم میں 'کر لے' ہے۔

[2] نسخۂ کالج اور نول کشوری اشاعتوں میں 'کا' ہے، 'نکات الشعرا' میں 'کے' درج ہوا ہے، اس شعر کے مصرع اول میں مجلس کے نسخے میں 'کیوں کے' ہی درج ہوا ہے۔

[3] نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم میں 'وقت گیا' آسی کے یہاں 'وقت ہے کیا' بہتر ہے۔

786/4 رویا تھا نزع میں مَیں اُسے یاد کر بہت — اب تک مری ہر ایک مژہ نم ہے زیرِ خاک

786/5 کیا آسماں پہ کھینچے کوئی میر آپ کو
جانا جہاں سے سب کو مسلّم ہے زیرِ خاک

﴿787﴾

787/1 اب وہ نہیں کہ شورش رہتی تھی آسماں تک — آشوبِ نالہ اب تو پہنچا ہے لا مکاں تک

787/2 بہہ بھی گیا بدن کا سب ہو کے گوشت پانی — اب کارد، اے عزیزاں! پہنچی ہے استخواں تک

787/3 تصویر کی سی شمعیں خاموش جلتے ہیں ہم — سوزِ دروں ہمارا آتا نہیں زباں تک

787/4 روتے پھرے ہیں لوہو، اک عمر اُس گلی میں — باغ و بہار ہی ہے جاوے نظر جہاں تک

787/5 آنکھیں جو روتے روتے جاتی رہیں، بجا ہے — انصاف کر کہ کوئی دیکھے ستم کہاں تک

787/6 بے لطف تیرے کیونکر تجھ تک پہنچ سکیں ہم — ہیں سنگِ راہ[1] اپنے کتنے یہاں سے واں تک

787/7 ہم بے نصیب سر کو پتھر سے کیوں نہ پھوڑیں — پہنچا کبھو نہ جبہہ اُس سنگِ آستاں تک

787/8 مانندِ طیرِ نو پر، اُٹھے جہاں گئے ہم — دشوار ہے ہمارا، آنا پھر آشیاں تک

787/9 تن کام میں ہمارے دیتا نہیں وہی کچھ
حاضر ہیں میر ہم تو اپنی طرف سے جاں تک

﴿788﴾

788/1 ہیں[2] بعد مرے مرگ کے آثار سے اب تک — سوکھا نہیں لوہو در و دیوار سے اب تک

788/2 رنگینیِ عشق اُس کے ملے پر ہوئی معلوم — صحبت نہ ہوئی تھی کسی خونخوار سے اب تک

788/3 کب سے متحمل ہے جفاؤں کا دلِ زار — زنہار وفا ہو نہ سکی یار سے اب تک

788/4 ابرو ہی کی جنبش نے یہ ستھراؤ کیے ہیں — مارا نہیں ان نے کوئی تلوار سے اب تک

788/5 وعدہ بھی قیامت کا بھلا کوئی ہے وعدہ — پر دل نہیں خالی غمِ دیدار سے اب تک

788/6 مدت ہوئی گھٹ گھٹ کے ہمیں شہر میں مرتے — واقف نہ ہوا کوئی اس اسرار سے اب تک

788/7 برسوں ہوئے دل سوختہ بلبل کو موئے لیک — اک دود سا اُٹھتا ہے چمن زار سے اب تک

788/8 کیا جانیے ہوتے ہیں سخن لطف کے کیسے — پوچھا نہیں اُن نے تو ہمیں پیار سے اب تک

788/9 اس باغ میں اغلب ہے کہ سرزد نہ ہوا ہو — یوں نالہ کسو مرغِ گرفتار سے اب تک

788/10 خط آئے پہ ہے دن ہی سیہ تم سے ہمارا — جاتا نہیں اندھیر یہ سرکار سے اب تک

788/11 نکلا تھا کہیں وہ گلِ نازک شبِ مہ میں — سو کوفت نہیں جاتی ہے رخسار سے اب تک

788/12 دیکھا تھا کہیں سایہ ترے قد کا چمن میں
ہیں میر جی آوارہ پری دار سے اب تک

---

[1] نول کشور دوم اور کلیاتِ میر مرتبہ آسی میں 'سنگِ راہ' درست ہے جب کہ طبع سوم میں 'سنگِ عام' غلط ہے۔

[2] نسخۂ آسی و مجلس میں 'ہے' درج ہے، فاروقی صاحب کی سند سے 'ہیں' کہ زیادہ مناسب اور مطابق متن ہے، درج کیا ہے۔ شعر شور انگیز جلد دوم، ص ۳۶۳۔

ردیف ق ____ دیوان پنجم

﴿783﴾

783/1 مہر قیامت، چاہت آفت، فتنہ فساد بلا ہے عشق — عشق اللہ صیاد انہیں کہیو جن لوگوں نے کیا ہے عشق

783/2 عشق سے نظمِ کُل ہے یعنی عشق کوئی ناظم ہے خوب — ہر شے یاں پیدا جو ہوئی ہے موزوں کر لایا ہے عشق

783/3 عشق ہے باطن اس ظاہر کا ظاہر باطن عشق ہے سب — اودھر عشق ہے عالم بالا، ایدھر کو دنیا ہے عشق

783/4 دائر سائر ہے یہ جہاں میں، جہاں تہاں متصرف ہے — عشق کہیں ہے دل میں پنہاں اور کہیں پیدا ہے عشق

783/5 موج زنی ہے میر فلک تک ہر لجّہ ہے طوفاں زا
سر تا سر ہے تلاطم جس کا وہ اعظم دریا ہے عشق

﴿784﴾

784/1 ارض و سما میں عشق ہے ساری[1]، چاروں اور بھرا ہے عشق — ہم ہیں جنابِ عشق کے بندے نزدیک اپنے خدا ہے عشق

784/2 ظاہر و باطن، اول و آخر، پائیں بالا عشق ہے سب — نور و ظلمت، معنی و صورت سب کچھ آپھی ہوا ہے عشق

784/3 ایک طرف جبریل آتا ہے، ایک طرف لاتا ہے کتاب — ایک طرف پنہاں ہے دلوں میں، ایک طرف پیدا ہے عشق

784/4 خاک و باد و آب و آتش سب ہے موافق اپنے تئیں — جو کچھ ہے سو عشق بتاں ہے کیا کہیے اب کیا ہے عشق

784/5 میر کہیں ہنگامہ آرا میں تو نہیں ہوں چاہت کا
صبر نہ مجھ سے کیا جاوے تو معاف رکھو کہ نیا ہے عشق

﴿785﴾

785/1 بیتاب ہے دل غم سے، نپٹ زار ہے عاشق — کیا جا کے دوچار اس سے ہو، ناچار ہے عاشق

785/2 وہ دیکھنے کو جاوے تو بہتر ہے وگرنہ — بد حال و ستم دیدہ و بیمار ہے عاشق

785/3 رہتا ہے کھڑا دھوپ میں دو دو پہر آ کے — بے جرم سدا اس کا گنہگار ہے عاشق

785/4 اُٹھتا نہیں تلوار کے سائے کے تلے سے — یعنی ہمہ دم مرنے کو تیار ہے عاشق

785/5 چسپاں ہیں ہوئے میر خریدار سے تنہا
کیا جنس ہے معشوق کہ بازار ہے عاشق

ردیف ک ____ دیوان اول

﴿786﴾

786/1 بے چین مجھ کو چاہتا ہر دم ہے زیرِ خاک — چھاتی پہ بعدِ مرگ بھی دل جم ہے زیرِ خاک

786/2 آسودگی جو چاہے تو مرنے پہ دل کو رکھ — آشفتگیِ طبع بہت کم ہے زیرِ خاک

786/3 تنہا تو اپنی گور میں رہنے پہ بعدِ مرگ — مت اضطراب کریو کہ عالم ہے زیرِ خاک

---

[1] نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں 'سارا' ہے، آسی کے یہاں 'ساری' بہتر اور معنی خیز ہے۔

779/3 ہر چار اور اُڑتی پھرے ہے ہماری خاک
سر سے گئی نہ جی بھی گئے پر ہوائے شوق

779/4 دیر و حرم میں ہم کو پھراتا ہے دیر تک
پھر بھی ہمارے ساتھ وہی ہے ادائے شوق

779/5 افسوس ایسے کوچے سے تم آشنا نہیں
کیا دردناک نے بھی کوئی ہے نوائے شوق

779/6 درد اور آہ و نالہ کرے ہے دمِ سحر
یک مشت پر ہے مرغِ گلستاں پہ ہائے شوق

779/7 کیا پوچھتے ہو شوق کہاں تک ہے ہم کو میرؔ
مرنا ہی اہلِ درد کا ہے انتہائے شوق

ردیف ق ـــــ دیوان چہارم

﴿780﴾

780/1 لوگ بہت پوچھا کرتے ہیں، کیا کہیے میاں کیا ہے عشق
کچھ کہتے ہیں سرِ الٰہی، کچھ کہتے ہیں خدا ہے عشق

780/2 عشق کی شان اکثر ہے ارفع لیکن شانیں عجائب ہیں
گہ ساری ہے دماغ و دل میں، گاہے سب سے جدا ہے عشق

780/3 کام ہے مشکل الفت کرنا اس گلشن کے نہالوں سے
بوکش ہو کر سیبِ ذقن کا غش نہ کرے تو سزا ہے عشق

780/4 اُلفت سے پرہیز کیا کر، کلفت اس میں قیامت ہے
یعنی درد و رنج و تعب ہے آفتِ جان و بلا ہے عشق

780/5 میرؔ لافِ مزاج محبت، موجبِ تلخی کشیدن ہے
یار موافق مل جاوے تو لطف ہے چاہ، مزا ہے عشق

﴿781﴾

781/1 دل کا مطالعہ کر، اے آگہِ حقائق
ہیں فنِ عشق کے بھی مشکل بہت دقائق

781/2 چھاتی جلوں کے آگے کھنچتا ہے بیشتر دل
اک آشنا ہے مجھ سے اس باغ میں شقائق

781/3 ہے راستی کہ انساں مشتق ہے اُنس ہی سے
ہماری دوستی کی ہے دشمنِ خلائق

781/4 جی سارے تن کا کھنچ کر آنکھوں میں آ رہا ہے
کس مرتبے میں ہم بھی ہیں دیکھنے کے شائق

781/5 کل میرؔ جی نے ضائع اپنے تئیں کیا ہے
یہ کام تھا نہ اُن کی شائستگی کے لائق

﴿782﴾

782/1 نزدیک عاشقوں کے زمیں ہے قرارِ عشق
اور آسماں غبارِ سرِ رہ گزارِ عشق

782/2 مقبولِ شہر ہی نہیں مجنوں ضعیف و زار
ہے وحشیانِ دشت میں بھی اعتبارِ عشق

782/3 گھر کیسے کیسے دیں کے بزرگوں کے ہیں خراب
القصہ ہے خرابۂ کہنہ، دیارِ عشق

782/4 گو ضبط کرتے ہوویں جراحت جگر کے زخم
روتا نہیں ہے کھول کے دل رازدارِ عشق

782/5 مارا پڑا ہے اُنس ہی کرنے میں ورنہ میرؔ
ہے دور گردِ وادیِ وحشت شکارِ عشق

﴿777﴾

777/1 کیا کہوں تم سے میں کہ کیا ہے عشق ۔۔۔ جان کا روگ ہے ، بلا ہے عشق
777/2 عشق ہی عشق ہے جہاں دیکھو ۔۔۔ سارے عالم میں بھر رہا ہے عشق
777/3 عشق معشوق ، عشق عاشق ہے ۔۔۔ یعنی اپنا ہی مبتلا ہے عشق
777/4 عشق ہے طرز و طور عشق کے تئیں ۔۔۔ کہیں بندہ ، کہیں خدا ہے عشق
777/5 گر پرستش خدا کی ثابت کی[1] ۔۔۔ کسو صورت میں ہو ، بھلا ہے عشق
777/6 دل کش ایسا کہاں ہے دشمنِ جاں ۔۔۔ مدعی ہے پہ مدعا ہے عشق
777/7 ہے ہمارے بھی طور کا عاشق ۔۔۔ جس کسی کو کہیں ہوا ہے عشق
777/8 کوئی خواہاں نہیں محبت کا ۔۔۔ تُو کہے ، جنسِ ناروا ہے عشق

777/9 میرؔ جی زرد ہوتے جاتے ہو
کیا کہیں تم نے بھی کیا ہے عشق

ردیف ق ــــــ دیوان سوم

﴿778﴾

778/1 کیا حقیقت کہوں کہ کیا ہے عشق ۔۔۔ حق شناسوں[2] کا ہاں خدا ہے عشق
778/2 دل لگا ہو تو جی جہاں سے اُٹھا ۔۔۔ موت کا نام پیار کا ہے عشق
778/3 اور تدبیر کو نہیں کچھ دخل ۔۔۔ عشق کے درد کی دوا ہے عشق
778/4 کیا ڈُبایا[3] محیط میں غم کے ۔۔۔ ہم نے جانا تھا آشنا ہے عشق
778/5 عشق سے جا نہیں کوئی خالی ۔۔۔ دل سے لے عرش تک بھرا ہے عشق
778/6 کوہ کن کیا پہاڑ کاٹے گا ۔۔۔ پردے میں زور آزما ہے عشق
778/7 عشق ہے عشق کرنے والوں کو ۔۔۔ کیسا کیسا بہم کیا ہے عشق
778/8 کون مقصد کو عشق بن پہنچا ۔۔۔ آرزو عشق ، مدعا ہے عشق

778/9 میرؔ مرنا پڑے ہے خوباں پر
عشق مت کر کہ بد بلا ہے عشق

﴿779﴾

779/1 گر بادیے میں تجھ کو صبا لے کے جائے شوق ۔۔۔ مجنوں کو میری اور سے کہیو دعائے شوق
779/2 وصل و جدائی سے ہے مُبرّا وہ کامِ جاں ۔۔۔ معلوم کچھ ہوا نہ ہمیں یاں سوائے شوق

---

[1] نسخۂ کالج اور نسخۂ آسی میں 'ثابت کی' ہے، نول کشور دوم، سوم میں 'ثابت ہے' اتنا بہتر نہیں۔
[2] نسخۂ کالج میں 'کے' سے مصرع میں ایک اور ہی طرفگی پیدا ہوتی ہے، تاہم یہ شعر آسی اور نول کشور دوم، سوم کے متن 'کا' کے ساتھ ہی معروف ہے۔
[3] نسخۂ آسی میں 'دبایا' غلطی ہے، بظاہر انہوں نے نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم کے 'ڈبایا' کی تصحیح کی ہے۔

﴿773﴾

773/1 بہارِ باغ و گل و لالہ دلربا بن حیف
بھرے ہیں پھولوں سے جیب و کنار لیکن حیف

﴿774﴾

774/1 اے تجھ بغیر لالہ و باغ و بہار حیف
گل سے چمن بھرے ہوں، نہ ہو تو ہزار حیف

ردیف ق ـــــ دیوان اول

﴿775﴾

775/1 درد ہی خود ہے، خود دوا ہے عشق
شیخ کیا جانے تو کہ کیا ہے عشق

775/2 تو نہ ہووے تو نظمِ کل اُٹھ جائے
سچے ہیں شاعراں، خدا ہے عشق

ردیف ق ـــــ دیوان دوم

﴿776﴾

776/1 اے رشکِ برق تجھ سے مشکل ہے کارِ عاشق
اک جھمکی میں کہاں پھر صبر و قرارِ عاشق

776/2 خاکِ سیہ سے یکساں تیرے لیے ہوا ہوں
تو بھی تو ایک شب ہو شمعِ مزارِ عاشق

776/3 اے بحرِ حسن ہووے یہ آگ سرد ٹک، تب
جوں موج ہو لبالب تجھ سے کنارِ عاشق

776/4 دل خواہ کوئی دلبر ملتا تو دل کو دیتے
گر چاہنے میں ہوتا کچھ اختیارِ عاشق

776/5 پلکوں کی اُس کی کاوش ہر دم جب ایسی ہووے
مشکل کہ جی سے جاوے پھر خار خارِ عاشق

776/6 کیا جانے، محو جو ہو اپنے ہی رُو و مُو کا
گزرے ہے کس طرح سے لیل و نہارِ عاشق

776/7 خواری کا اپنی موجب[1] ہے اضطرابِ ہر دم
دل سمجھے تو رہے بھی کچھ اعتبارِ عاشق

776/8 آنکھوں تلے سے سر کے وہ چشمِ مست ٹک تو
جاتا دکھائی دیوے رنج و خُمارِ عاشق

776/9 کیا بوجھ بھاری سے میں ناکام کانپتا ہوں
دنیا سے ہے نرالا کچھ کاروبارِ عاشق

776/10 اس پردے میں غمِ دل کہتا ہے میر اپنا
کیا شعر و شاعری ہے یارو شعارِ عاشق

---

[1] نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں 'خواری کا موجب اپنی' ہے، ہم نے آسی کے 'اپنی موجب' کو اس مرتبہ بہتر سمجھا ہے۔

768/7 ہاتھ کسی کا دیکھتے رہیے ، گاہے ہم سے ہو نہ سکا
اپنی نظر اے میر رہے[1] ہے اکثر دستِ دعا کی طرف

﴿769﴾

769/1 عشق سے ہم کو نگاہ نہیں کچھ ہائے زبانِ جاں کی طرف
ورنہ یہی[2] دیکھا کرتے ہیں اپنے سود و زیاں کی طرف

769/2 از بس مکروہات سے یاں کا مزبلہ زار لبالب ہے
یاں سے گئے پر پھیر کے منہ دیکھا نہ کنھوں نے جہاں کی طرف

769/3 صورت کی شیرینی ایسی ، تلخی زباں کی ایسی کچھ
منہ دیکھے اُس کا جو کوئی پھر دیکھے ہے زباں کی طرف

769/4 وہ محبوب تو راہ گیا ہے اپنی لیکن دیر تلک
آنکھیں اہلِ نظر کی رہیں گی اُس کے قدم کے نشاں کی طرف

769/5 کس سے کہوں جو میر طرف کر اُس سے داد دلا دیوے
چھوٹے بڑے ہر ایک نے کی ہے اُس اوباش جواں کی طرف

﴿770﴾

770/1 کیا نیچی آنکھوں دیکھو ہو تلوار کی طرف
دیکھو گن انکھیوں ہی سے گنہگار کی طرف

770/2 آوارگی کے محو ہیں ہم خانماں خراب
مطلق نہیں نظر ہمیں گھر بار کی طرف

770/3 مانا ہے قبلہ کعبہ خدا فرطِ شوق سے
جاتے ہیں سر رگڑتے ہوئے یار کی طرف

770/4 شاید متاعِ حسن کھلی ہے کسو کی آج
ہنگامہ حشر کا سا ہے بازار کی طرف

770/5 عاشق کی اور ناز کناں جاوے ہے کبھو
جیسے طبیب جاوے ہے بیمار کی طرف

770/6 ہرگز طرف نہ ہو سکی رخسارِ یار کی
پھیکی ہے اُس کے سامنے گلزار کی طرف

770/7 کچھ گل صبا کا لاگو نہیں اس چمن میں میر
کرتے ہیں سب ہی اپنے طرف دار کی طرف

﴿771﴾

771/1 نظر کیوں گئی رو و مو کی طرف
کھنچا جائے ہے دل کسو کی طرف

771/2 نہ دیکھو کبھی موتیوں کی لڑی
جو دیکھو مری گفتگو کی طرف

771/3 اگر آرسی میں صفائی ہے لیک
نہیں کرتی منہ اس کے رو کی طرف

771/4 چڑھے نہ کہیں کود یہ مغز میں
نہ کر شانہ تو گل کی بو کی طرف

771/5 اُسے ڈھونڈھتے میر کھوئے گئے
کوئی دیکھے اِس جستجو کی طرف

﴿772﴾

772/1 ہنستے ہی ہنستے مار رکھا ، تھے جو ہم ظریف
ہے یار بھی ہمارا قیامت ستم ظریف

---

1. نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں 'اے میر رہی ہے' آسی کے یہاں 'اے میر رہے ہے' بہتر ہے۔
2. نسخۂ کالج اور بعد کے سبھی نسخوں میں 'یہی' چھپا ہے، ممکن ہے یہی متن میر ہو، تاہم مرتب نسخۂ مجلس کا 'سبھی' کا قیاس بھی اچھا ہے۔

765/4 وہ جو مانع ہو تو کیا ہے، شوق کمال کو پہنچا ہے — وقفہ ہو گا تب ملنے میں ہم بھی کریں گے جب موقوف

765/5 حلقے پڑے ہیں چشمِ تر میں، سوکھے ایسے تم نہ رہے
رونا کڑھنا عشق میں اُس کے میر کرو گے کب موقوف

﴿766﴾

766/1 میں آگے نہ تھا دیدۂ پُر آب سے واقف — پلکیں نہ ہوئی تھیں مری خوں ناب[1] سے واقف

766/2 پتھر تو بہت لڑکوں کے کھائے ہیں ولیکن — ہم اب بھی جنوں کے نہیں آداب سے واقف

766/3 ہم تنگ خلائق یہ عجب ہے کہ نہیں ہیں — اس عالمِ اسباب میں اسباب سے واقف

766/4 شب آنکھیں کھلی رہتی ہیں ہم منتظروں کی — جوں دیدۂ انجم نہیں ہیں خواب سے واقف

766/5 بل کھائے انہیں بالوں کو[2] ہم جانیں ہیں یا میر
ہیں پیچ و غم و رنج و تب و تاب سے واقف

﴿767﴾

767/1 نظر کیا کروں اُس کے گھر کی طرف — نگاہیں ہیں میری نظر کی طرف

767/2 چھپاتے ہیں منہ اپنا کامل سے سب — نہیں کوئی کرتا[3] ہنر کی طرف

767/3 بڑی دھوم سے ابر آئے، گئے — نہ کوئی ہوا چشمِ تر کی طرف

767/4 اندھا دھند روتے ہیں آنکھوں سے خوں — نہیں دیکھتے ہم جگر کی طرف

767/5 رہا بے خبر گرچہ ہجراں میں میر
رہے گوش اُس کے خبر کی طرف

ردیف ف ــــــ دیوان پنجم

﴿768﴾

768/1 دیکھ نہ ہر دم اے عاشق! قاتل کی تیغِ جفا کی طرف — کوئی نظر کر عبرت آگیں اُس کی ناز و ادا کی طرف

768/2 چار طرف سے نزولِ حوادث جاؤں کدھر تنگ آیا ہوں — غالب ہے کیا عہد میں میرے اے دل رنج و عنا[4] کی طرف

768/3 آوے زمانہ جب ایسا تو ترکِ عشق بتاں کا کر — چاہیے بندہ قصد کرے جانے کا اپنے خدا کی طرف

768/4 قحطِ مروت اب جو ہوا ہے کس کو دماغِ بادہ کشی — ابر آیا، سبزہ بھی ہوا، کرتا نہیں کوئی ہوا کی طرف

768/5 ظلم و ستم سے، جور و جفا سے کیا کیا عاشق مارے گئے — شہرِ حسن کے لوگوں میں کرتا نہیں کوئی وفا کی طرف

768/6 شام و سحر ہے عکس سے اپنے حرف و سخن اس گل رُو کو — پشتِ پا سے نگاہ اُٹھائی، چھوڑی اُس نے حیا کی طرف

---

[1] نسخۂ آسی میں 'خوں باب' سہواً درج ہوا ہے، نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں 'خوں ناب' درست ہے۔

[2] آسی اور مجلس میں 'بالوں کے' درج ہے، نسخۂ کالج میں 'کو' یقیناً بہتر ہے، نول کشور دوم میں مصرع نہایت غلط درج ہوا 'نہیں بالوں کی ہم جانتے ہیں اے میر'۔

[3] نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'گرتا' ہے، آسی کے یہاں 'کرتا' درست ہے۔

[4] نسخۂ آسی اور طبع دوم میں 'رنج عنا' واوِ عطف کے بغیر ہے، نسخۂ کالج میں 'رنج و عنا' زیادہ بہتر ہے۔

ردیف ف ___ دیوان دوم

﴿763﴾

763/1	میلانِ دل ہے زلفِ سیہ فام کی طرف	جاتا ہے صید آپ سے اُس دام کی طرف
763/2	دل اپنا عدلِ داورِ محشر سے جمع ہے	کرتا ہے کون عاشقِ بدنام کی طرف
763/3	اس پہلوئے فگار کو بستر سے کام کیا	مدت ہوئی کہ چھوٹی ہے آرام کی طرف
763/4	یک شب نظر پڑا تھا کہیں تُو سو اب مدام	رہتی ہے چشم ماہ ترے بام کی طرف
763/5	آنکھیں جنھوں کی زلف و رخِ یار سے لگیں	وے دیکھتے نہیں سحر و شام کی طرف
763/6	جوں چشمِ یار بزم میں اُگلا پڑے ہے آج	ٹک دیکھ شیخ مے کے بھرے جام کی طرف
763/7	خارا شگاف و سینہ خراش ایک سے نہیں	لیکن نظر نہیں ہے تجھے کام کی طرف
763/8	دل پک رہے ہیں جن کے انھی سے ہمیں ہے شوق	میلانِ طبع کب ہے کسو خام کی طرف

763/9
دیکھی ہے جب سے اُس بتِ کافر کی شکل میر
جاتا نہیں ہے جی تنک اسلام کی طرف

ردیف ف ___ دیوان سوم

﴿764﴾

764/1	کیا پیام و سلام ہے موقوف	رسم ظاہر تمام ہے موقوف
764/2	حیرتِ حسنِ یار سے چپ ہیں	سب سے حرف و کلام ہے موقوف
764/3	روز وعدہ ہے ملنے کا لیکن	صبح موقوف ، شام ہے موقوف
764/4	وہ نہیں ہے کہ داد لے چھوڑیں	اب ترحم پہ کام ہے موقوف
764/5	پیش مژگاں دھرے رہے خنجر	آگے زلفوں کے دام ہے موقوف
764/6	کہہ کے صاحب کبھو بلاتے تھے	سو وقارِ غلام ہے موقوف

764/7
اقتدا میر ہم سے کس کی ہوئی
اپنے اب ہاں امام ہے موقوف

ردیف ف ___ دیوان چہارم

﴿765﴾

765/1	آج ہمارا سر پھرتا ہے ، باتیں جتنی سب موقوف	حرف و سخن جو با یک دیگر رہتے تھے ، سو اب موقوف
765/2	کس کو دماغ اب اُس سے رہا یاں آٹھ پہر کی منت کا	ربط اخلاص سے دن گزرے ہے خلطہ اس سے سب موقوف
765/3	اُس کی گلی میں آمد و شد کی گھات ہی میں ہم رہتے تھے	اب جو شکستہ پا ہو بیٹھے ڈھب کرنے کے ڈھب موقوف

ردیف ف ــــ دیوان اوّل

760

760/1
آج کل کاہے کو بتلائیے ہو گستاخی معاف
راستی یہ ہے کہ وعدے ہیں تمہارے سب خلاف

760/2
آہ برچھی سی لگی تھی تیر سی دل کی تپش
ہجر کی شب مجھ پہ گزری غیرتِ روزِ مصاف

760/3
ایک دن میں نے لکھا تھا اُس کو اپنا دردِ دل
آج تک جاتا نہیں سینے سے خامے کے شگاف

760/4
پاؤں پر سے اپنے میرا سر اُٹھانے مت جھکو
تیغ باندھی ہے میاں تم نے کمر میں خوش غلاف

760/5
صف اُلٹ جا عاشقوں کی گر ترے ابرو ہلیں
ایک دم تلوار کے چلنے میں ہووے ملک صاف

760/6
شیخ مت روکش ہو مستوں کا تو اس جتے اوپر
لیتے[1] استنجے کو ڈھیلا تیری ٹل جاتی ہے ناف

760/7
عشق کے بازار میں سودا نہ کیجو تو تو میر
سر کو جب واں بیچ چکتے ہیں تو یہ ہے دست لاف

761

761/1
غالب ہے تیرے عہد میں بیداد کی طرف
ہر خوں گرفتہ جائیے ہے جلاّد کی طرف

761/2
کن نے لیا ہے تم سے مچلکہ کہ داد دو
ٹک[2] کان ہی رکھا کرو فریاد کی طرف

761/3
ہر تارِ زلف قیمتِ فردوس ہے ترا
کرتا ہے کون طرّۂ شمشاد کی طرف

761/4
ہم نے تو پرفشانی نہ جانی کہ ایک بار
پرواز کی چمن سے، سو صیاد کی طرف

761/5
حیران کارِ عشق ہے شیریں کا نقش میر
کچھ یوں ہی دیکھتا[3] نہیں فرہاد کی طرف

762

762/1
جو دیکھو مرے شعرِ تر کی طرف
تو مائل نہ ہو پھر گہر کی طرف

762/2
کوئی دادِ دل آہ کس سے کرے
ہر اک ہے سو اس فتنہ گر کی طرف

762/3
محبت نے شاید کہ دی دل کو[4] آگ
دھوں سا ہے کچھ اس نگر کی طرف

762/4
لگی ہیں ہزاروں ہی آنکھیں اُدھر
اک آشوب ہے اُس کے گھر کی طرف

762/5
بہت رنگ ملتا ہے دیکھو کبھو
ہماری طرف سے سحر کی طرف

762/6
بہ خود کس کو اُس تابِ رخ نے رکھا
کرے کون شمس و قمر کی طرف

---

[1] نسخۂ آسی میں 'لینے' ہے جب کہ نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں 'لیتے' زیادہ بہتر ہے۔

[2] نسخۂ آسی میں 'ٹک' کی جگہ 'ملک' بے معنی و بے مغز کتابت کا نمونہ ہے۔

[3] نسخۂ کالج سمیت تمام نسخوں میں 'دیکھتا' ہے اور یہی درست ہے۔ آسی کے یہاں 'دیکھنا' سہو ہے کاتب کا۔

[4] نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم میں 'دل کو' بہتر ہے، آسی اور مجلس میں 'دل میں' ہے۔

757/2 عشق میں جی بھی ہم گنوا بیٹھے — ہو گیا کیا زیاں دریغ دریغ

757/3 سب سے کی دشمنی جنھوں کے لیے — وے ہیں نامہرباں، دریغ دریغ

757/4 قطع امید ہے قریب اس سے — تیغ ہے درمیاں دریغ دریغ

757/5 دل گئے پر نہ ورد، نہ تسبیح — کہتے ہیں ہر زماں دریغ دریغ

757/6 اُٹھنے دیتا نہیں شکستہ دل — ڈھے گیا کیا مکاں دریغ دریغ

757/7 تب کھلی آنکھ میرؔ اپنی جب
جا چکا کارواں دریغ دریغ

﴿758﴾

758/1 ہم کو شہر سے اس مہ کے ہے عزمِ راہ دروغ دروغ
یہ حرکت تو ہم نہ کریں گے خانہ سیاہ دروغ دروغ

758/2 اُلفت کلفت کون کہے ہے چاہ گناہ لکھا کن نے
بے دردی سے دے رکھتے ہیں یہی گناہ دروغ دروغ

758/3 شیخ کو وہ تو جھوٹھ کہے ہے جھوٹھ کو کیونکر جھوٹھ گنیں
اہلِ درد جو کوئی ہو تو کہیے آہ دروغ دروغ

758/4 عشق کے مارے غمزدگاں سے اُنس کرے بہتان و کذب
اُس بے مہر کی ہم لوگوں سے الفت چاہ دروغ دروغ

758/5 کس دلبر کو شوق سے دیکھا میرؔ غلط ہے، تہمت ہے
منہ پہ کسو کے پڑی نہیں ہے گاہ نگاہ دروغ دروغ

﴿759﴾

759/1 کیا کہیے میاں اب کے جنوں میں سینہ اپنا یکسر داغ
ہاتھ گلوں سے گل دستے ہیں، شمع نمط ہے سر پر داغ

759/2 داغ جلائے فلک نے بدن پر، سرو چراغاں ہم کو کیا
کہاں کہاں اب مرہم رکھیں جسم ہوا ہے سراسر داغ

759/3 صحبت در گیر آتے اُس کی پہر، گھڑی، ساعت نہ ہوئی
جب آئے ہیں گھر سے اُس کے تب آئے ہیں اکثر داغ

759/4 غیر کو دیکھ کے اس مجلس میں غیرتِ عشق سے آگ لگی
اُچھلے کودے سپند نمط ہم، ہو گئے آخر جل کر داغ

759/5 جلتی چھاتی پہ سنگ زنی کی سختیِ ایام سے میرؔ
گرمی سے میری آتشِ دل کی سارے ہوئے وے پتھر داغ

753/3 دل جگر جل کر ہوئے ہیں دونوں ایک — درمیان آیا ہے جب سے پائے داغ

753/4 منفعل ہیں لالہ و شمع و چراغ — ہم نے بھی کیا عاشقی میں کھائے داغ

753/5 وہ نہیں اب میر جو چھاتی جلے
کھا گیا سارے جگر کو ہائے داغ

﴿754﴾

754/1 صحبت کسو سے رکھنے کا اُس کو نہ تھا دماغ — تھا میر بے دماغ کو بھی کیا بلا دماغ

754/2 باتیں کرے برشتگیِ دل کی ، پر کہاں — کرتا ہے اس دماغ جلے کا وفا دماغ

754/3 دو حرف زیرِ لب کہے ، پھر ہو گیا خموش — یعنی کہ بات کرنے کا کس کو رہا دماغ

754/4 کر فکر اپنی ، طاقتِ فکری جو ہو ضعیف — اب شعر و شاعری کی طرف کب لگا دماغ

754/5 آتش زبانی شمع نمط میر کی بہت
اب چاہیے معاف رکھیں جل گیا دماغ

ردیف غ ___ دیوان چہارم

﴿755﴾

755/1 ہمارے آگے چمن سے گئی بہار دریغ
دریغ درد و صد افسوس صد ہزار دریغ

﴿756﴾

756/1 دل جگر دونوں پر چلائے داغ — عشق نے کیا ہمیں دکھائے داغ

756/2 دل جلے ہم نہیں رہے بے کار — زخم کاری اُٹھائے ، کھائے داغ

756/3 جل گئے دیکھ گرمیِ اغیار — آئے اس کوچے سے تو پائے[1] داغ

756/4 احتیاطِ[2] صراحیِ مے سے — ہم نے سجّادے کے دھلائے داغ

756/5 دیکھے دامن کے نیچے کے سے دیے
میر نے گر تلے چھپائے داغ

ردیف غ ___ دیوان پنجم

﴿757﴾

757/1 غم کھنچا رایگاں دریغ دریغ — ہم ہوئے خستہ جاں دریغ دریغ

1۔ نسخۂ آسی میں 'آئے' سے طبع دوم، سوم میں 'پائے' بہتر ہے۔
2۔ نسخۂ کالج اور نول کشوری طباعتوں میں 'احتیاط' ہی درج ہے، 'احتیاطاً' ہو تو مفہوم صاف ہو جائے۔

ردیف غ ____ دیوان اوّل

﴿750﴾

750/1 ہم اور تیری گلی سے سفر، دروغ دروغ | کہاں دماغ ہمیں اس قدر، دروغ دروغ

750/2 تم اور ہم سے محبت تمھیں، خلاف خلاف | ہم اور اُلفتِ خوبِ دگر، دروغ دروغ

750/3 غلط غلط کہ رہیں تم سے ہم تنک غافل | تم اور پوچھو ہماری خبر، دروغ دروغ

750/4 فروغ کچھ نہیں دعوے کو صبحِ صادق کے | شبِ فراق کو کب ہے سحر، دروغ دروغ

کسو کے کہنے سے مت بدگماں ہو میرؔ سے تُو
وہ اور اس کو کسو پر نظر، دروغ دروغ

﴿751﴾

751/1 شیخ، سچ، خوب ہے بہشت کا باغ
جائیں گے گر وفا کرے گا دماغ

ردیف غ ____ دیوان دوم

﴿752﴾

752/1 اب اس کے غم سے جو کوئی چاہے سو کھائے داغ | باقی نہیں ہے چھاتی میں اپنی تو جائے داغ

752/2 چشم و دل و دماغ و جگر سب کو رو رہے | اس عشقِ خانہ سوز نے کیا کیا دکھائے داغ

752/3 جی جل گیا تقربِ اغیار دیکھ کر | ہم اُس گلی میں جب گئے تب واں سے لائے داغ

752/4 کیا لالہ ایک داغ پہ پھولے ہے باغ میں | بہتیرے ایسے چھاتی پہ ہم نے جلائے[1] داغ

752/5 کیا شیخ کے ورع[2] میں تردد ہے، ہم نے آپ | سو بار اُس کے کُرتے سے مے کے دھلائے داغ

752/6 آخر کو روئے کار سے پردہ اُٹھے گا کیا | مقدور تک تو چھاتی کے ہم نے چھپائے داغ

752/7 دل کی گرہ میں غنچۂ لالہ کے رنگ میرؔ
سوزِ دروں سے کچھ نہیں ہے اب سوائے داغ

ردیف غ ____ دیوان سوم

﴿753﴾

753/1 اب نہیں سینے میں میرے جائے داغ | سوزِ دل سے داغ ہے بالائے داغ

753/2 دل جلا، آنکھیں جلیں، جی جل گیا | عشق نے کیا کیا ہمیں دکھلائے داغ

---

[1] نول کشور دوم، سوم میں 'چلائے'، آسی کے یہاں 'جلائے' یہاں زیادہ بہتر ہے۔

[2] نسخۂ آسی میں 'ورع' کی بجائے 'درع' درج ہے، ص ۲۷۷۔ دوسرے مصرع میں آسی کا متن 'مے کے' درست ہے، نول کشور دوم، سوم میں 'ہم نے' ہے جو غلط ہے۔

ردیف ع ــــــ دیوان چہارم

﴿746﴾

746/1
ایک ہی گُل کا صرف کیا ہے میں نے سراپا جیسے شمع
تلووں تک وہ داغ گیا ہے سب مجھ کو کھا جیسے شمع

ردیف ع ــــــ دیوان پنجم

﴿747﴾

747/1
لیے داغ سر پر جو آئی تھی شمع
سحر تک شب ان نے گھلائی[1] تھی شمع

747/2
پتنگے کے حق میں تو بہتر ہوئی
اگر موم کی بھی بنائی تھی شمع

747/3
نہ اُس مہ سے روشن تھے سب[2] بزم میں
نکالا تھا اُس کو، چھپائی تھی شمع

747/4
وہی ساتھ تھا میرے شب گیر میں
کہ تاب اُس کے رخ کی نہ لائی تھی شمع

747/5
پتنگ اور وہ کیوں نہ باہم جلیں
کہیں سے مگر اک لگ آئی تھی شمع

747/6
فروغ اس کے چہرے کا تھا پردہ در
ہوا کیا جو ہم نے بجھائی تھی شمع

747/7
تفِ دل سے میرؔ اک کفِ خاک ہے
مری خاک پر کیوں جلائی تھی شمع

﴿748﴾

748/1
کیا جھمکا فانوس میں اپنا دکھلاتی ہے دور سے شمع
وہ منہ تک اودھر نہیں کرتا، داغ ہے اس کے غرور سے شمع

748/2
وہ بیٹھا ہے جیسے نکلے چودھویں رات کا چاند کہیں
روشن ہے کیا ہوگی طرف، اس طرح رخِ پُرنور سے شمع

748/3
آگے اس کے فروغ نہ تھا، جلتی تھی بجھی سی مجلس میں
تب تو لوگ اٹھا لیتے تھے شتابی اس کے حضور سے شمع

748/4
جلنے کو جو آتی ہیں ستیاں میرؔ سنبھل کر جلتی ہیں
کیا بے صرفہ رات جلی بے بہرہ اپنے شعور سے شمع

﴿749﴾

749/1
آتی ہے مجلس میں تو فانوس میں آتی ہے شمع
وہ سراپا دیکھ کر، پردے میں جل جاتی ہے شمع

---

[1] نسخۂ کالج ص ۶۵۰ اور نول کشور دوم میں 'اُن نے ہی کھائی' نسخۂ آسی کے مطابق متن ہے۔ نسخۂ مجلس نے اپنے ہی حاشیے میں 'گھلانی' بجائے درج کیا ہے۔

[2] نسخۂ کالج میں 'روشن تھی شب' ہے جسے نسخۂ مجلس کے مرتب نے بہتر قرار دیا (گو درج نہیں کیا) لیکن ہمارے خیال میں آسی کا متن ہی مفہوم شعر اعتبار سے بہتر ہے۔

﴿742﴾

742/1 اُس کے ہوتے بزم میں فانوس میں آتی ہے شمع
یعنی اس آتش کے پرکالے سے شرماتی ہے شمع

742/2 ہر زماں جاتی ہے گھٹتی سامنے تیرے کھڑی
جوشِ غم سے آپ ہی اپنے تئیں کھاتی ہے شمع

742/3 بیٹھے اُس مہ کے کسو کو دیکھتا ہے کب کوئی
رنگ رُو کر بزم میں ہر چند جھمکاتی ہے شمع

742/4 باو سے جنبش میں کچھ رہتی نہیں ہے متصل
اُس بھبھوکے سے جو گھٹتی ہے سو جھنجھلاتی ہے شمع

742/5 چھوڑتی ہے لطف کیا افسردگی خاطر کی میر
آگے اس کے چہرۂ روشن کے بجھ جاتی ہے شمع

﴿743﴾

743/1 عشق میں کچھ نہیں دوا سے نفع
کڑھیے کب تک نہ ہو بلا سے نفع

743/2 کب تلک ان بتوں سے چشم رہے
ہو رہے گا بس اب خدا سے نفع

743/3 میں تو غیر از ضرر نہ دیکھا کچھ
ڈھونڈو تم یار و آشنا سے نفع

743/4 مغتنم جان گر کسو کے تئیں
پہنچے ہے تیرے دست و پا سے نفع

743/5 اب فقیروں سے کہہ حقیقتِ دل
میر شاید کہ ہو دعا سے نفع

ردیف ع ـــــ دیوان سوم

﴿744﴾

744/1 آگے جب اُس آتشیں رخسار کے آتی ہے شمع
پانی پانی شرمِ مفرط سے ہوئی جاتی ہے شمع

﴿745﴾

745/1 ہے مری ہر اک غزل پر اجتماع
خانقہ میں کرتے ہیں صوفی سماع

745/2 وجد میں رکھتا ہے اہلِ فہم کو
میرے شعر و شاعری کا استماع

745/3 نیم بسمل چھوڑ دینا ، رحم کر
اُس شکار افگن کا ہے گا اختراع

745/4 کچھ ضرر عاید ہوا میری ہی اور
ورنہ اس سے سب کو پہنچا انتفاع

745/5 یار دشمن ہو گیا اس کے سبب
ہے متاعِ دوستی بھی کیا متاع

745/6 دل جگر خوں ہو کے رخصت ہو گئے
حسرت آلودہ ہے کیا اشکِ وداع

745/7 میر دردِ دل نہ کہہ ظالم بس اب
ہو گیا ہے سامعوں کو تو صداع

ردیف ظ ___ دیوان چہارم

﴿738﴾

738/1 عشق ہمارا جی مارے ہے، ہم ناداں ہیں کیا محظوظ — ایسی شے کا زیاں کھینچے تو دانا ہووے کیا محظوظ

738/2 پانی منہ میں بھر آتا ہے، اُس کے عقیقِ لب دیکھے
اب ہے تشنہ کامِ جدائی ، میر وگرنہ تھا محظوظ

ردیف ظ ___ دیوان پنجم

﴿739﴾

739/1 لطف جوانی کے ساتھ گئے ، پیری نے کیا ہے کیا محظوظ — کیوں کہ جئیں یارب حیرت ہے بے مزہ ایسے نا محظوظ

739/2 رونے کڑھنے کو عیش کہو ہو، ہم تو تمہارے دعا گو ہیں — یوں ہی ہمیشہ عشق میں اس کے رکھے ایسا خدا محظوظ

739/3 زردی منہ کی، اشک کی سرخی، دونوں اب تو رنگ پہ ہیں
شاید میر بہت رہتے ہو اُس سے ہو کے جدا محظوظ

ردیف ع ___ دیوان اوّل

﴿740﴾

740/1 سب پہ روشن ہے کہ شب مجلس میں جب آتی ہے شمع
اس بھبھوکے سے کو بیٹھا دیکھ جل جاتی ہے شمع

ردیف ع ___ دیوان دوم

﴿741﴾

741/1 تیرے ہوتے شام کو گر بزم میں آ جائے شمع — ہو خجل ایسی کہ منہ اپنا نہ پھر دکھلائے شمع

741/2 کیا جلے جاتے ہیں تجھ سے سب دیے سے دیکھتے — گریہی یاں کا ہے ڈھب تو حیف مجلس وائے شمع

741/3 کس کے تئیں ہوتا ہے قطعِ زندگانی کا یہ شوق — سر کٹانے کو گلے[1] میں جمع ہیں رگ ہائے شمع

741/4 کچھ نہیں مجھ میں درونے کی جلن سے اس طرح — کھا چلا ہے جیسے اک ہی داغ سرتا پائے شمع

741/5 داغ ہو کر جان دی اُن نے تمہارے واسطے
مُشتِ خاکِ میر پر سوتم نہ لے کر آئے شمع

---

[1] نسخۂ آسی میں 'گلی' درج ہے، وہی یائے معروف و مجہول کے املا کا پیدا کردہ تسامح۔

733/5
کرتی ہے آدمی کو دنی صحبتِ فقیر
اچھا نہیں ہے میر سے بے تہ گدا سے ربط

﴾734﴿

734/1 عشق کو جرأت و جگر ہے شرط — زردیِ رنگ و چشم تر ہے شرط
734/2 بے خبر حال سے نہ رہ میرے — میں کُہے رکھتا ہوں خبر ہے شرط
734/3 حج کو جاوے تو شیخ کو لے جا — کعبے جانے کو یہ بھی خر ہے شرط
734/4 پیسوں پر ریجھتے ہیں یہ لڑکے — عشقِ سیمیں تناں کو زر ہے شرط
734/5 خام رہتا ہے آدمی گھر میں — پُختہ کاری کے تئیں سفر ہے شرط
734/6 خبث یاروں کا کر فسانوں میں — عیب کرنے کو بھی ہنر ہے شرط

734/7
لعل پارے ہیں میر لختِ جگر
دیکھ کر خون رو نظر ہے شرط

﴾735﴿

735/1 رکھتا ہے میرے دل سے تمہارا غم اختلاط — ہر لحہ، لحظہ، آن و زماں، ہردم، اختلاط
735/2 ہم وے ملے ہی رہتے ہیں مردم کی شکل کیا — ان صورتوں میں ہوتا نہیں باہم اختلاط

735/3
شیریں لباں جہاں کے نہیں چھوٹ[1] جانتے
ہوں گو کہ میر صاحب و قبلہ کم اختلاط

ردیف ظ ____ دیوان اوّل

﴾736﴿

736/1
غیر مجھ کو جو کہتے ہیں محظوظ
تجھ سے ملتے ہیں، رہتے ہیں محظوظ

ردیف ظ ____ دیوان سوم

﴾737﴿

737/1 جو وہ ہے تو ہے زندگانی سے حظ — مزا عمر کا ہے، جوانی ہے حظ
737/2 نہیں وہ تو سب کچھ یہ بے لطف ہے — نہ کھانے میں لذت، نہ پانی سے حظ

737/3
کہا دردِ دل رات کیا میر نے
اُٹھایا بہت اس کہانی سے حظ

---

[1] نسخۂ کالج ص ۶۴۹ اور نسخۂ آسی ص ۵۷۱ میں 'چھوٹ' ہے، نول کشور دوم میں 'جھوٹ' ہے، تاہم مفہوم ہر دو سے نہیں کھلتا۔

ردیف گ ـــــ دیوان پنجم

﴿826﴾

826/1 رات کی بات کہیں ہم کس سے، بے تہ یاں اکثر ہیں لوگ — سرگرمِ بے راہ روی ہیں خود گم بے رہبر[1] ہیں لوگ
826/2 بدتر آپ سے پاؤں کسو کو تو میں اس کا عیب کہوں — خوب تأمل کرتا ہوں تو سب مجھ سے بہتر ہیں لوگ
826/3 دیوانے ہیں شہرِ وفا کی راہ و رسم کے ہم تو میرؔ
دل کے کہے[2] جی دینے والے قاطبۃً گھر گھر ہیں لوگ

﴿827﴾

827/1 رہتے ہیں اس سے لاگ پہ ہم بے قرار الگ — کرتے ہیں دوڑ نت ہی تماشائے یار الگ
827/2 تھا گردِ بوئے گل سے بھی دامن ہوا کا پاک — کیا اب کے اس چمن سے گئی ہے بہار الگ
827/3 پاس اس کا بعدِ مرگ ہے آدابِ عشق سے — بیٹھا ہے میری خاک سے اُٹھ کر غبار الگ
827/4 ناگاہ اُس نگاہ سے میں بھی ہوا نہاں — جاتا ہے جوں نکل کے کسو کا شکار الگ
827/5 خوں باری سے نہیں پڑی لوہو کی چھینٹ[3] بھی — اب تک تو بارے اپنے ہیں جیب و کنار الگ
827/6 تا جانیں لوگ کشتۂ ہجراں ہیں یہ غریب — کریو تمام گوروں سے میری مزار الگ
827/7 بچتے نہیں ہیں بو زدگی سے گلوں کی میرؔ
گو طائرانِ خستہ جگر ہوں ہزار الگ

﴿828﴾

828/1 وہ نہیں ملتا ایک کسو سے مرتے ہیں اودھر جا جا لوگ — یعنی ضایع اپنے تئیں کرتے ہیں اُس بن کیا کیا لوگ
828/2 جیسے غمِ ہجراں میں اُس کے عاشق جی کھو بیٹھے ہیں — برسوں مارے چرخ فلک تو ایسے ہوویں پیدا لوگ
828/3 زلف و خال و خط سے اُس کے، جہاں تہاں اب مبحث ہے — عقل ہوئی ہے گم خلقت کی، یا کہتے ہیں سودا لوگ
828/4 چار قدم چلنے میں اُس کے دیکھتے جاتے ہیں جو کفک — فتنے سر کھینچا ہی کریں ہیں ایک قیامت برپا لوگ
828/5 دنیا جائے نہیں رہنے کی میرؔ غرور نہیں اچھا
جو جاگہ سے جاتے ہیں اپنی، وے کرتے ہیں بے جا لوگ

---

1. نسخۂ آسی میں 'بے رہبر' درست جب کہ مجلس کی اشاعت میں 'بے رہبر' اور طبع دوم میں 'بے رتبہ' درست نہیں۔
2. نسخۂ مجلس کے حاشیے کے مطابق ن، ک میں 'کئی' ہے جو درست ہے حالاں کہ نول کشور دوم اور آسی کے یہاں 'کہے' بالکل درست ہے۔ فائق صاحب نے اِسی حاشیے میں لکھا کہ نسخۂ آسی میں 'کئے' ہے حالاں کہ وہاں 'کہے' درج ہے۔
3. نسخۂ کالج میں 'چھینٹ ھی' درست نہیں، آسی کا متن 'بھی' درست ہے۔

ردیفِ ل ــــــ دیوانِ اوّل

﴿829﴾

(قبل از 1752ء)

829/1 فصلِ خزاں میں سیر جو کی ہم نے جائے گل ۔ چھانی چمن کی خاک ، نہ تھا نقشِ پائے گل

829/2 اللہ رے عندلیب کی آوازِ دل خراش ۔ جی ہی نکل گیا ، جو کہا اُن نے ہائے گل

829/3 مقدور تک شراب سے رکھ انکھڑیوں میں رنگ ۔ یہ چشمکِ پیالہ ہے ساقی ہوائے گل[1]

829/4 یہ دیکھ سینہ داغ سے رشکِ چمن ہے یاں ۔ بلبل ستم ہوا نہ جو تو نے بھی کھائے گل

829/5 بلبل ہزار جی سے خریدار اُس کی ہے ۔ اے گل فروش کریو سمجھ کر بہائے گل

829/6 نکلا ہے ایسی خاک سے کس سادہ رو کی یہ ۔ قابل درود بھیجنے کے ہے صفائے گل

829/7 بارے سرشکِ سرخ کے داغوں سے رات کو ۔ بستر پر اپنے سوتے تھے ہم بھی بچھائے گل

829/8 آ عندلیب صلح کریں جنگ ہو چکی ۔ لے اے زباں دراز تو سب کچھ سوائے[1] گل

829/9 گل چیں سمجھ کے چنیو کہ گلشن میں میر کے ۔ لختِ جگر پڑے ہیں، نہیں برگ ہائے گل

﴿830﴾

830/1 گل کی جفا بھی جانی دیکھی وفائے بلبل ۔ یک مشت پَر پڑے ہیں گلشن میں جائے بلبل

830/2 کر سیر جذبِ اُلفت، گل چیں نے کل چمن میں ۔ توڑا تھا شاخِ گل کو ، نکلی صدائے بلبل

830/3 کھٹکے ہیں خار ہو کر ہر شب دلِ چمن میں ۔ اتنے لب و دہن پر ، یہ نالہائے بلبل

830/4 یک رنگیوں کی راہیں طے کر کے مر گیا ہے ۔ گل میں رگیں نہیں ، یہ ہیں نقشِ پائے بلبل

830/5 آئی بہار و[2] گلشن گل سے بھرا ہے لیکن ۔ ہر گوشۂ چمن میں خالی ہے جائے بلبل

830/6 پیغامِ بے غرض بھی سنتے نہیں ہیں خوباں ۔ پہنچی نہ گوشِ گل تک آخر دعائے بلبل

830/7 یہ دل خراش نالے ہر شب کے میر تیرے ۔ کر دیں گے بے نمک ہی شورِ نوائے بلبل

﴿831﴾

831/1 کیسا چمن ، اسیری میں کس کو اُدھر خیال ۔ پرواز خواب ہو گئی ہے ، بال و پر خیال

831/2 مشکل ہے مٹ گئے ہوئے نقشوں کی پھر نمود ۔ جو صورتیں بگڑ گئیں اُن کا نہ کر خیال

831/3 مُو کو عبث ہے تاب ، کلی یوں ہی تنگ ہے ۔ اُس کا دہن ہے وہم و گمان و کمر خیال

831/4 رخسار پر ہمارے ڈھلکنے کو اشک کے ۔ دیکھے ہے جو کوئی سو کرے ہے گہر خیال

---

[1] نسخۂ مجلس میں 'ہوائے گل' نہایت غلط ہے، آسی کے یہاں 'سوائے گل' بالکل درست ہے۔

[2] نسخۂ کالج، طبع دوم، سوم اور آسی کے یہاں بھی 'بہار و گلشن' درج ہوا ہے، نہیں معلوم کس بنا پر نسخۂ مجلس کے مرتب نے واؤ کو زائد قرار دے کر 'بہار، گلشن' کا متن اپنایا ہے حالاں کہ واؤ اس مصرع میں روانی کا ذریعہ ہے۔

831/5 کس کو دماغِ شعر و سخن ضعف میں کہ میر
اپنا رہے ہے اب تو ہمیں بیشتر خیال

﴿832﴾

832/1 سیر کر عندلیب کا احوال — ہیں پریشاں چمن میں کچھ پر و بال
832/2 تپ غم تو گئی طبیب ولے — پھر نہ آیا کبھو مزاج بہ حال
832/3 سبزہ نورستہ رہگزار کا ہوں — سر اُٹھایا کہ ہو گیا پامال
832/4 کیوں نہ دیکھوں چمن کو حسرت سے — آشیاں تھا مرا بھی یاں پر سال
832/5 سرد مہری کی بس کہ گل رو نے — اوڑھی ابر بہار نے بھی شال
832/6 ہجر کی شب کو یاں تئیں تڑپا — کہ ہوا صبح ہوتے میرا وصال
832/7 ہم تو سہ گزرے کج روی تیری — نہ نبھے گی پر اے فلک یہ چال
832/8 دیدۂ تر پہ شب رکھا تھا میر
لکۂ ابر ہے مرا رومال

﴿833﴾

833/1 جائیں ہیں فرش رہ تری مت حال حال[1] چل — اے رشکِ حور آدمیوں کی سی چال چل
833/2 اک آن میں بدلتی ہے صورت جہان کی — جلد اس نگارخانے سے کر انتقال، چل
833/3 سالک بہرطریق بدن ہے وبالِ جاں — یہ بوجھ تیرے ساتھ جو ہے اِس کو ڈال چل
833/4 آوارہ میرے ہونے کا باعث وہ زلف ہے — کافر ہوں اس میں ہووے اگر ایک بال چل
833/5 دنیا ہے میر حادثہ گاہِ مقرری
یاں سے تو اپنا پاؤں شتابی نکال چل

﴿834﴾

834/1 شرط یہ ابر میں ہم میں ہے کہ روویں گے کل — صبح گہ اُٹھتے ہی عالم کو ڈبوویں گے کل
834/2 آج آوارہ ہو اے[2] بال اسیرانِ قفس! — یہ گل و باغ و خیابان نہ ہوویں گے کل
834/3 وعدۂ وصل رہا ہے شبِ آئندہ پہ میر
بختِ خوابیدہ جو ٹک جاگتے[3] سوویں گے کل (جاگے)

﴿835﴾

835/1 مَندا ہے اختلاط کا بازار آج کل — لگتا نہیں ہے دل کا خریدار آج کل
835/2 اس مہلتِ دو روزہ میں خطرے ہزار ہیں — اچھا ہے رہ سکو جو خبردار آج کل
835/3 اوباشوں ہی کے گھر تجھے پانے لگے ہیں روز — مارا پڑے گا کوئی طلب گار آج کل

---

[1] نسخۂ آسی اور مجلس میں 'ہال ہال' درج ہے جب کہ قدیم ترین نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم اور مخطوطے میں 'حال حال' املا ہے اور یہی درست ہے۔
[2] نسخۂ مجلس میں 'ہوائے' کی کتابت 'ہوائے' ہوتی ہے اور 'بال' کے نیچے بھی زیر لگا کر 'بال اسیرانِ قفس' ایسی ترکیب کو ابہام زدہ کر دیا ہے۔
[3] نسخۂ آسی اور مجلس دونوں میں 'جاگے' کی بجائے 'جاگتے' لکھا گیا ہے، وزن کے اعتبار سے 'جاگے' شاملِ متن کرنا ممکن نہیں، گو محل 'جاگے' کا ہی ہے۔

835/4
ملنے کی رات داخلِ ایّام کیا نہیں
برسوں ہوئے کہاں تئیں اے یار آج کل

835/5
گلزار ہو رہی[1] ہے مرے دم سے کوئے یار
اک رنگ پر ہے دیدۂ خوں بار آج کل

835/6
تا شام اپنا کام کھنچے کیوں کے دیکھیے
پڑتی نہیں ہے جی کو جفا کار آج کل

835/7
کعبے تلک تو سنتے ہیں ویرانہ و خراب
آباد ہے سو خانۂ خمّار آج کل

835/8
ٹھوکر دلوں کو لگنے لگی ہے خرام میں
لاوے گی اِک بلا تری رفتار آج کل

835/9
ایسا ہی مغ بچوں میں جو آنا ہے شیخ جی
تو جا رہے ہیں جبّہ و دستار آج کل

835/10
حیران میں ہی حال کی تدبیر میں نہیں
ہر اک کو شہر میں ہے یہ آزار آج کل

835/11
اچھا نہیں ہے میر کا احوال اِن دنوں
غالب کہ ہو چکے گا یہ بیمار آج کل

﴿836﴾

(قبل از 1752ء)

836/1
مثل مشہور ہے یہ تو کہ ہے دنیا میں دلبر دل
کرو تم یاد گر ہم کو، رہے تم میں بھی اکثر دل

836/2
بھلا تم نقدِ دل لے کر ہمیں دشمن گنو اب تو
کبھو کچھ ہم بھی کرلیں گے حسابِ دوستاں[2] در دل

﴿837﴾

837/1
رہتا نہیں ہے کوئی گھڑی اب تو یار دل
آزردہ[3] دل، ستم زدہ دل، بے قرار دل

ردیف ل ___ دیوان دوم

﴿838﴾

838/1
مار بھی آسان ہے دشنام سہل
یار اگر ہے اہل تو ہے کام سہل

838/2
جوں نگیں میں کی جگر کاوی بہت
کیا نکلتا ہے کسو کا نام سہل

838/3
جان دی یاروں نے تب آنکھیں لگیں
کن نے پایا آہ یاں آرام سہل

838/4
مدّعی ہو چشمِ شوخِ یار کا
کیا نگاہوں میں ہوا بادام سہل

838/5
تم نے دیکھا ہو گا بچپن میر کا
ہم کو تو آیا نظر وہ خام سہل

1۔ نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم میں 'رہی' بالکل درست ہے لیکن آسی کے یہاں 'رہا' درج ہوا ہے۔

2۔ نسخۂ آسی میں سہوِ کتابت کی ایک اور مثال، 'دوستاں' کو 'دوشاں' لکھا ہے۔

3۔ نول کشور دوم، ص ۱۷۰ پر 'آزردہ' ہے، طبع سوم میں 'آزرد'، آسی کے یہاں 'آزاد' اور حاشیے میں 'آزردہ' درج ہوئے ہیں۔

﴿839﴾

839/1 پوشیدہ کیا رہے ہے قدرت نمائیِ دل — دیکھی نہ بے ستوں میں زور آزمائیِ دل
839/2 ہے تیرہ یہ بیاباں گرد و غبار سے سب — دے راہ کب دکھائی بے رہ نمائیِ دل
839/3 اندوہ و غم سے اکثر رہتا ہوں میں مکدر — کیا خاک میں ملی ہے میری صفائیِ دل
839/4 پیش آوے کوئی صورت منہ موڑتے نہیں وے — آئینہ ساں جنھیں ہے کچھ آشنائیِ دل
839/5 مر تو نہیں گیا میں پر جی ہی جانتا ہے — گزرے ہے شاق مجھ پر جیسی جدائیِ دل
839/6 اس دام گہ میں اُس کی سارے فریب ہی ہیں — آتی نہیں نظر کچھ مجھ کو رہائیِ دل
839/7 گر رنگ ہے چلا ہے ور بو ہے[1] تو ہوا ہے
کہہ میرؔ اس چمن میں کس سے لگایئے[2] دل

﴿840﴾

840/1 مدت تو وا ہوا ہی نہیں غنچہ وار دل — اب جو کھلا سو جیسے گلِ بے بہار دل
840/2 ہے غم میں یاد کس کو فراموش کار دل — اب آ بنی ہے جی پہ، رہا در کنار دل
840/3 دشوار ہے ثبات بہت ہجرِ یار میں — یاں چاہیے ہے دل سو کہاں میرے یار دل
840/4 وہ کون سی اُمید بر آئی ہے عشق میں — رہتا ہے کس امید پہ امّید وار دل
840/5 ظالم بہت ضرور ہے ان بے کسوں کا پاس — ناچار اپنے رہتے ہیں جو مار مار دل
840/6 تم پر تو صاف میری کدورت کھلی ہے آج — مدّت سے ہے ملال کے زیرِ غبار دل
840/7 مائل اُدھر کے ہونے میں مجبور ہیں سبھی — کھنچتا ہے اُس کی اور کو بے اختیار دل
840/8 حد ہے گی دلبری کی بھی اے غیرتِ چمن — ہو آدمی صنوبر اگر لاوے بار دل
840/9 داخل یہ اضطراب تنک آبیوں[3] میں ہے — رکھتی نہیں ہے برق ہی کچھ بے قرار دل
840/10 کیا ہیں گرسنہ چشم دل اب کے یہ دلبراں[4] — تسکین اُن کی ہو نہ جو لیویں ہزار دل
840/11 جوں سیب ہیں ذقن کے چمن زارِ حسن میں — یوں باغِ حسن[5] میں بھی ہیں رنگیں انار دل
840/12 ہم سے جو عشق کشتہ جئیں تو عجب ہے میرؔ
چھاتی ہے داغ، ٹکڑے جگر کے، فگار دل

---

[1] نول کشور دوم، سوم میں 'ہے' درست ہے، آسی کے یہاں 'بھی' غلطی ہے۔
[2] اس غزل کے تمام قوافی نسخۂ آسی میں یائے معکوس (مجہول) (ے) کے ساتھ درج ہوئے، ہم نے یہاں نسخۂ مجلس کا اتباع کیا جہاں یائے تحتانی یعنی یائے معروف (ی) کی املا میں قوافی درج ہیں۔ البتہ اس آخری شعر کے قافیے 'لگایئے' کو بڑی یا سے لکھنے کے سوا چارہ نہ تھا۔
[3] نسخۂ آسی میں یہی 'تنک آبیوں' ہے، نول کشور دوم، سوم میں 'آئنوں' (غالباً) ہے، تاہم یہ واضح ہے کہ مصرع سے مفہوم برآمد نہیں ہو رہا۔
[4] یہ مصرع نول کشور دوم، سوم کے مطابق ہے، آسی کے یہاں متن سریع الفہم نہیں ہے، 'کیا گرسنہ ہیں چشم دل اب کے یہ دلبراں'۔
[5] دوسرے مصرع میں سبھی نسخوں میں 'باغِ حسن' ہے حالاں کہ مضمونِ شعر کے مطابق 'باغِ عشق' ہونا چاہیے۔

﴿841﴾

841/1 بہت مدّت گئی ہے اب ٹک آ مل — کہاں تک، خاک میں مَیں تو گیا مل

841/2 ٹک اُس بیرنگ کے نیرنگ تو دیکھ — ہوا ہر رنگ میں جوں آب شامل

841/3 نہیں بھاتا ترا مجلس کا ملنا — ملے تو ہم سے تو سب سے جدا مل

841/4 غنیمت جان فرصت آج کے دن — سحر کیا جانے کیا ہو شب ہے حامل

841/5 اگرچہ ہم نہیں ملنے کے لائق — کسو تو طرح ہم سے بھی بھلا مل

841/6 لیا زاہد نے جامِ بادہ کف پر — بحمد اللہ کھلا عقدِ انامل

841/7 وہی پہنچے تو پہنچے آپ ہم تک — نہ یاں طالع رسا، نے جذبِ کامل

841/8 ہوا دل عشق کی سختی سے ویراں — ملایم چاہیے تھا یاں کا عامل

841/9 پس از مدّت سفر سے آئے ہیں میر
گئیں وہ اگلی باتیں تو ہی[1] جا مل

ردیف ل ــــــ دیوان سوم

﴿842﴾

842/1 اب کے ہزار رنگ گلستاں میں آئے گل — پر اُس بغیر اپنے تو جی کو نہ بھائے گل

842/2 بلبل کو ناز کیوں نہ خیابانِ گل پہ ہو — کیا جانے جن[2] نے چھاتی پہ بھر کر نہ کھائے گل

842/3 کب تک حنائی پاؤں بن اُس کے یہ بے کلی — لگ جائے ٹک چمن میں کہیں آنکھ، پائے گل

842/4 ناچار ہو چمن میں نہ رہیے، کہوں ہوں جب — بلبل کہے ہے اور کوئی دن برائے گل

842/5 چلیے بغل میں لے کے گلابی کسو طرف — دامانِ دل کو کھینچے ہے ساقی ہوائے گل

842/6 پگڑی میں پھول رکھتے ہیں رعنا جوانِ شہر — داغِ جنوں ہی سر پہ رہا یاں بہ جائے گل

842/7 بلبل کو کیا سنے کوئی اُڑ جاتے ہیں حواس — جب دردمند کہتی ہے دم بھر کے ہائے گل

842/8 سویا نہ[3] وہ بدن کی نزاکت سے ساری رات — بستر پہ اُس کے خواب کے کن نے بچھائے گل

842/9 مصروفِ یار چاہیے مرغِ چمن سا ہو — دل نذر و دیدہ پیش کش و جاں فدائے گل

842/10 ہم طرح آشیاں کی نہ گلشن میں ڈالتے — معلوم ہوتی آگے جو ہم کو وفائے گل

842/11 چسپاں لباس ہوتے ہیں لیکن نہ اس قدر — ہے چاک، رشکِ جامہ سے اُس کے قبائے گل

842/12 کیا سمجھے لطف چہروں کے رنگ و بہار کا — بلبل نے اور کچھ نہیں دیکھا سوائے گل

842/13 تھا وصف اُن لبوں کا زبانِ قلم پہ میر
یا منہ میں عندلیب کے تھے برگ ہائے گل

---

1. نسخۂ آسی کے حاشیے میں 'ہی' کی جگہ 'بھی' درج ہے۔
2. نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم میں 'جن' ہے، آسی کے یہاں 'جی' ہے مصرع سمجھ نہیں آتا۔
3. نسخۂ آسی میں مصرع یوں ہے 'سویا نہ ہو۔۔۔' جب کہ نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں 'وہ' دیکھنے کے بعد سارا شعر آئینہ ہو جاتا ہے۔

﴿843﴾

843/1 نہ ٹک واشد ہوئی جب سے لگا دل — الٰہی غنچہ ہے پژمردہ ، یا دل
843/2 نہ اُس سے یاں تئیں آیا گیا حیف — رہے ہم جب تلک اُس میں رہا دل
843/3 اُٹھایا داغ لالے نے چمن سے — کروں کیا ، دیکھتے ہی جل گیا دل
843/4 نہیں کم رایتِ اقبالِ شہ سے — علم اپنا یہ دنیا سے اٹھا دل
843/5 ہمارا خاص مشربِ عشق اُس میں — پیمبر دل ہے ، قبلہ دل ، خدا دل
843/6 ہمارے منہ پہ طفلِ اشک دوڑا — کیا ہے اس بھی لڑکے نے بڑا دل
843/7 سبھوں سے میر بیگانے سے رہتے
جو ہوتا اُس سے کچھ بھی آشنا دل

﴿844﴾

844/1 نہ خوشہ یاں ، نہ دانہ یاں ، جلانا گھاس کیا حاصل — ترا ہے برقِ خاطف اِس طرف گرنا ہی لا حاصل
844/2 سکندر ہو کے مالک سات اقلیموں کا ، آخر کو — گیا دستِ تہی لے یاں سے ، یہ کچھ کر گیا حاصل
844/3 بلا قحطِ مروت ہے کہ ہے محصول غلے پر — کہیں سے چار دانے لادلیویں جا بہ جا حاصل
844/4 نہ کھینچیں کیوں کہ نقصاں ، ہم تو قیدی ہیں تعیّن کے — خودی سے کوئی نکلے تو اُسے ہووے خدا حاصل
844/5 عبارت خوب لکھی شاعری ، انشا طرازی کی — ولے مطلب ہے گم ، دیکھیں تو کب ہو مدعا حاصل
844/6 بہت مصروفِ کشت و کار تھے مزرع میں دنیا کے — اُٹھا حسرت سے ہاتھ آخر ، ہمیں یہ کچھ ہوا حاصل
844/7 پھرا مت میر سر اپنا ، گراں گوشوں کی مجلس میں
سنے کوئی تو کچھ کہیے بھی ، اس کہنے کا کیا[1] حاصل

ردیف ل ___ دیوان چہارم

﴿845﴾

845/1 بلبل نے کل کہا کہ بہت ہم نے کھائے گل — لیکن ہزار حیف نہ ٹھہری ہوائے گل
845/2 رعنا جوان شہر کے رہتے ہیں گل بہ سر — سر پر ہمارے داغ جنوں کے ہیں جائے گل
845/3 دل ٹوٹنے[2] پہ مرغِ چمن کے نہ کی نظر — بے درد گل فروش سبد بھر کے لائے گل
845/4 حیف! آفتاب میں پسِ دیوارِ باغ میں — جوں سایہ واکشیدہ ہوئے ہم نہ پائے گل
845/5 بوئے گل و نوائے خوشِ عندلیب میر
آئی ، چلی گئی ، یہی کچھ تھی وفائے گل

1۔ نسخۂ مجلس کے حاشیے جلد سوم ص ۱۱۸ کے مطابق نسخۂ ک اور طبع دوم، سوم میں 'ایسے کہنے کا کیا حاصل'، ('کیا' درج ہونے سے رہ گیا ہے) بہتر متن ہے، ہمارے خیال میں اس طرح مصرع شاید وزن میں نہیں رہے گا ورنہ روانی کا نقصان تو بہر طور ہے ہی۔
2۔ نسخۂ کالج اور آسی میں 'لوٹنے' ہے، فائق صاحب کی یہ قیاسی تصحیح قابلِ قبول ہے۔

﴿846﴾

846/1 عشق کے چوٹیں پے در پے جو اٹھائی گئیں، گھائل ہے دل
یوں بے دم ہے اب پہلو میں جوں صیدِ بسمل ہے دل

846/2 خون ہوا ہے، چاک ہوا ہے، جلتے جلتے داغ ہوا
خواہش اس کو کیا ہے بارے کس کے لیے بیدل ہے دل

846/3 عشق کی بجلی آ کے گری، سو داغ ہوا ہے سر تا سر
کیا رووے جوں ابر کوئی اس مزرع کا حاصل ہے دل

846/4 یوں تو گرہ سینے میں ہمارے درد و غم کی ہو کے رہا
کس سے ظاہر کرتے جا کر کام بہت مشکل ہے دل

846/5 آنکھوں کی دیکھا دیکھی ہرگز دل کو اُس سے نہ لگنا تھا
جیسی سزا پہنچاوے کوئی اب اُس کے قابل ہے دل

846/6 عمرِ انساں راہ تو ہے تشویش سے طے ہوتی ہے، ولے
دل کے تئیں پہنچے جو کوئی، چین کی پھر منزل ہے دل

846/7 شہدِ لب سے اُس کے چپکا[1] جی کا صرفہ کچھ نہ کیا
میر جو دیکھا اپنے حق میں کیا زہرِ قاتل ہے دل

﴿847﴾

847/1 غم مضموں نہ خاطر میں، نہ دل میں درد، کیا حاصل — ہوا کاغذ نمط گو رنگ تیرا زرد، کیا حاصل

847/2 ہوئے صیدِ زبوں ہم منتظر ہی خاک جی دے کر — سواری سے کسو کی گو اُٹھے اب گرد، کیا حاصل

847/3 بلا ہے سوزِ سینہ میر لُوں[2] ہو جائے گی جل کر
اگر دل سے اٹھی تیرے یہ آہِ سرد، کیا حاصل

﴿848﴾

848/1 دل تو گداز سب ہے، کس کو کوئی کہے دل — نزدیک ہے کہ کہیے اب ہائے ہائے اے دل

848/2 اس عشق میں نکالے میں نے بھی نام کیا کیا — خانہ خراب و رسوا، بے دین اور بے دل

848/3 جوں ابر روئیے کیا، دل برق سا ہے بے گل — رکھے ہی رہتے اکثر ہاتھ اُس پہ جور ہے دل

848/4 دل گو کہ داغ وخوں ہے، رہتی ہے لاگ تجھ سے — انصاف کر کہ جا کر دکھلاویں پھر کسے دل

848/5 دل کے ثبات سے ہم نومید ہو رہے ہیں — اب وہ سماں ہے خوں ہو رخسار پر بہے دل

---

[1] نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'چپکا چپکا' بے وزن بھی ہے اور بے معنی بھی، مصرع مطابق نسخۂ آسی ہے۔

[2] اس شعر کا متن نسخۂ کالج کے مطابق ہے، نسخۂ آسی اور مجلس کا متن کسی قدر لغو و بے معنی ہے اس کے لیے 'لُوں' کی جگہ 'یوں' اور 'اٹھی' کی جگہ 'اُٹھے' کے شعر کو پڑھیں۔

848/6 عاشق کہاں ہوئے ہم پانچوں حواس کھو نے — اِس مخمصے میں ازبس حیراں ہے کیا کرے دل

848/7 جاتا ہے کیا کھنچا دل دیکھ اُس کو ناز کرتا — آتا نہیں ہمیں خوش اندازِ بے تہے دل

848/8 ہم دردمند ، اپنا سوزِ دروں ہے بے حد — یا رب! ہمارے اوپر کس مرتبہ جلے دل

848/9 اے میر اسے ہے نسبت کن حلقہ حلقہ مُو سے
بے تاب کچھ ہے گا ہے، پُر پیچ ہے گہے دل

﴿849﴾

849/1 حال تو حالِ زار ہے تاحال — دل وہی بے قرار ہے تاحال

849/2 بڑھتی ہے حال کی خرابی روز — گرچہ کچھ روزگار ہے تاحال

849/3 خستہ جانی نے تنگ خلق کیا — پر اُسے مجھ سے عار ہے تاحال

849/4 حال فکرِ سخن میں کچھ نہ رہا — شعر میرا شعار ہے تاحال

849/5 حال مستی جوانی تھی سو گئی — میر اُس کا خمار ہے تاحال

849/6 آنکھیں بدحالی سے ٹھہرتی نہیں — شوقِ دیدارِ یار ہے تاحال

849/7 غم سے حالانکہ خونِ دل سوکھا
چشمِ تر اشک بار ہے تاحال

﴿850﴾

850/1 کھنچتا ہے اُس طرف ہی کو بے اختیار دل — دیوانہ دل ، بلا زدہ دل ، بے قرار دل

850/2 سمجھا بھی تو کہ دل کسے کہتے ہیں، دل ہے کیا — آتا ہے جو زباں پہ تری ، بار بار دل

850/3 آزردہ خاطری کا ہماری نہ کر عجب — اک عمر ہم رہا کیے ہیں مار مار دل

850/4 واشد فسردگی سے تری اس چمن میں ہے — دل جو کھلا تو جیسے گلِ بے بہار دل

850/5 میر اُس کے اشتیاقِ ہم آغوشی میں نہ پوچھ
جاتا ہے اب تو جی ہی ، رہا درکنار دل

﴿851﴾

851/1 مت کر و شور و فغاں سے طائرِ آزارِ دل — اب دماغ اُڑتا ہے باتوں میں کہ ہوں بیمارِ دل

851/2 رنج و غم بھی کھینچنے کے دن تو یارو ہو چکے
اب نہیں جاتی اُٹھائی کلفتِ بسیار دل

ردیف ل ___ دیوان پنجم

﴿852﴾

852/1
دل دل لوگ کہا کرتے ہیں، تم نے جانا کیا ہے دل
چشمِ بصیرت وا ہووے تو عجائب دید کی جا ہے دل

852/2
اوج و موج کا آشوب اُس کے، لے کے زمیں سے فلک تک ہے
صورت میں تو قطرۂ خوں ہے، معنی میں دریا ہے دل

852/3
صحرا کو جیسے کشادہ دامن ہم تم سنتے آتے ہیں
بند کر آنکھیں ٹک دیکھو تو، ویسا ہی صحرا ہے دل

852/4
کوہکن و مجنون و وامق ، جس سے پوچھو پتا دیوے
عشق و جنوں کے شہروں میں ہر چار طرف رسوا ہے دل

852/5
ہائے غیوری دل کی اپنے داغ کیا ہے خود سر نے
جی ہی جس کے لیے جاتا ہے اُس سے بے پروا ہے دل

852/6
مت پوچھو کیوں زیست کرو ہو مردے سے افسردہ تم
ہجر میں اُس کے ہم لوگوں نے برسوں تک مارا ہے دل

852/7
میرؔ پریشاں دل کے غم میں کیا کیا خاطر داری کی
خاک میں ملتے کیوں نہ پھریں اب خون ہو بہہ بھی گیا ہے دل

﴿853﴾

853/1
آئی بہار، نکلے چمن میں ہزار گل
دل جو کھلا فسردہ تو جوں بے بہار گل

853/2
بستر سے اُس کے پھول تر و تازہ رکھ کے دور
سوکھے ہے دیر رہ کے تو ہوتا ہے خار گل

853/3
دیکھا کبھو نہ ہم نے سنا ہے فگندہ میرؔ
داغِ جنوں ہے سر پہ ہمیشہ بہار گل

﴿854﴾

854/1
صد ہزار افسوس آ کر خالی پائی جائے گل
ہے خزاں میں دل سے لب تک ہائے گل اے وائے گل

854/2
بے نصیبی سے ہوئے ہم موسمِ گل میں اسیر
تھے نہ پیشانی میں اپنی سجدہ ہائے پائے گل

854/3
دعویٰ حسنِ سراپا تھا پہ نازاں تجھ کو دیکھ
شاخیں پُر گل جھک گئیں، یعنی بہت شرمائے گل

854/4
کیا گلِ مہتاب و شبو، کیا سمن، کیا نسترن
اس حدیقے میں نہ نقشِ پا سے اس کے پائے گل

854/5
جیتے جی تو داغ ہی رکھا موئے پر کیا حصول
گور پر دل سوزی سے جوں شمع سر رکھ لائے گل

854/6
بے دلی بلبل نہ کر تاثیر میں گو تو ہے داغ
خوش زبانِ عشق کی جب ہم نے پھر کے کھائے گل[1]

---

[1] یہ مصرع نسخۂ کالج کے مطابق ہے ورنہ آسی اور مجلس میں مصرع قابلِ فہم نہیں، 'خوش زمانے عشق کے جب ہم نے بھڑ کے کھائے گل'۔

854/7
اس چمن میں جلوہ گر جس حسن سے خوباں ہیں میر
موسمِ گل میں کہیں اس خوبی سے کب آئے گل

﴿855﴾

855/1
رنگا رنگ چمن میں اب کے موسمِ گل میں آئے گل
ہم تو اُس بن داغ ہی تھے سو اور بھی جل کر کھائے گل

855/2
ہار گلے کے ہو کر جیسے یاد رکھا تب عرصے میں
طرفہ تو یہ ہے اب منت سے گور پہ میرے لائے گل

855/3
آئے شبِ گل میر ہمیں کیا صبحِ بہار سے کیا حاصل
داغِ جنوں ہے سر پہ ہمارے شمع کے رنگوں جائے گل

﴿856﴾

856/1
ہر لحظہ ہے کدورتِ خاطر سی بار دل
آندھی سی آوے ، نکلے کبھو جو غبارِ دل

856/2
تر بندی خشک بندی ، نمک بندی ہو چکی
بے ڈول پھیلتا سا چلا ہے فگارِ دل

856/3
جوں رنگ لائے سیبِ ذقن باغِ حسن میں
دوں میں[1] ریاضِ عشق میں صد چاک انارِ دل

856/4
باہر ہیں حدّ و حصر سے کھینچے جو غم الم
کیا ہو سکے حساب غمِ بے شمارِ دل

856/5
لاکھوں جتن کیے نہ نبھی دل سے یار کے
اس کا جفا شعار ، وفا ہے شعارِ دل

856/6
اُس کی گلی میں صبح دلوں کا شکار تھا
نکلا ہزار ناز سے بہرِ شکارِ دل

856/7
کیا میر پھر ثبات سے روسوئے دل کریں
ایسے نہیں گئے ہیں سکون و قرار دل

﴿857﴾

857/1
رکھتا نہیں ہے مطلق تابِ عتاب اب دل
جاتا ہے کچھ ڈہا ہی خانہ خراب اب دل

857/2
دردِ فراق دلبر دے ہے فشار بے ڈھب
ہو جائے جملگی خوں ، شاید شتاب اب دل

857/3
بے پردہ اُس کی آنکھیں شوخی جو کرتیاں ہیں
کرتا ہے یہ بھی ترکِ شرم و حجاب اب دل

857/4
آتش جو عشق کی سب چھائی ہے تن بدن پر
پہلو میں رہ گیا ہے ہو کر کباب اب دل

857/5
غم سے گداز پا کر اُس بن جو بہہ نہ نکلا
شرمندگی سے ہوگا اے میر آب اب دل

﴿858﴾

858/1
مدت سے اب وہی ہے مرا ہم کنار دل
آزردہ دل ، ستم زدہ و بے قرار دل

858/2
جو کہیے ہے فسردہ و مُردہ ضعیف و زار
ناچار دیر ہم رہے ہیں مار مار دل

858/3
دو چار دل سے راضی نہیں ہوتے دلبراں
شاید تسلی اُن کی ہو ، جو لیں ہزار دل

858/4
خود گم ہے ناشکیب و مکدر ہے مضطرب
کب تک رکھوں گا ہاتھ تلے پُر غبار دل

858/5
ہے میر عشق حسن کے بھی جاذبے کے تئیں
کھنچتا ہے سوئے یار ہی[2] بے اختیار دل

1۔ نسخۂ مجلس میں 'دوں میں' جب کہ آسی کے یہاں 'دوں ہیں'، آسی کا متن سہوِ کتابت کا حامل ہے۔
2۔ نسخۂ آسی میں 'ہی' کی جگہ 'جو' ہے، نول کشور دوم میں بھی 'جو' ہے، البتہ نسخۂ کالج میں 'ہی' زیادہ بہتر ہے۔

ردیف ل ___ دیوان ششم

859

چپ رہ اب نالوں سے اے بلبل نہ کر آزار دل — کم دماغی ہے بہت مجھ کو کہ ہوں بیمارِ دل 859/1

ابتدائے خبط میں ہوتا تدارک کچھ تو تھا — اب کوئی سنبھلے ہے مجھ سے وحشتِ بسیارِ دل 859/2

یک توجہ میں رہے ہے میر اس کی عرش پر — عقل میں آتے نہیں ہیں طرفہ طرفہ کارِ دل 859/3

باغ سے لے دشت تک رکھتے ہیں اک شورِ عجب — ہم اسیرانِ قفس کے نالہ ہائے زارِ دل 859/4

اس سبک روحی پہ جوں بادِ سحر در در پھرے — زندگی اب یار بن اپنی ہوئی ہے بارِ دل 859/5

تنگی و وسعت سے اس کی ہے عبارت سازِ فہم — میر کچھ سمجھے گئے نہ معنیِ اسرارِ دل 859/6

860

زنہار گلستاں میں نہ کر منہ کو سوئے گل — چڑھ جائے مغز میں نہ کہیں گردِ بوئے گل 860/1

موسم گئے نشاں بھی کہیں پتے کا نہ تھا — کی شوق کشتگاں نے عبث جستجوئے گل 860/2

تڑپے خزاں میں اتنے کہ مر مر گئے طیور — جاوے گی ساتھ جی کے مگر آرزوئے گل 860/3

آئے نظر بہار میں، پائیز میں گئے — ہے بے وفائی کرنے کی ہر سال خوئے گل 860/4

مدت ہوئی کہ دیکھا تھا سیرِ چمن میں میر — پھرتا ہے اب تلک مری آنکھوں میں روئے گل 860/5

861

طریقِ عشق میں ہے رہنما دل — پیمبر دل ہے، قبلہ دل، خدا دل 861/1

قیامت تھا مروت آشنا دل — موئے پر بھی مرا اُس میں رہا دل 861/2

رکا اتنا، خفا اتنا ہوا تھا — کہ آخر خون ہو ہو کر بہا دل 861/3

جسے مارا اسے پھر کر نہ دیکھا — ہمارا طرفہ ظالم سے لگا دل 861/4

نہ تھی سہل استقامت اس کی لیکن — خرامِ نازِ دلبر لے گیا دل 861/5

بدن میں اس کے ہے ہر جائے دلکش — بجا بے جا ہوا ہے جا بجا دل 861/6

گئے وحشت سے باغ و راغ میں بھی — کہیں ٹھہرا نہ دنیا سے اُٹھا دل 861/7

اسیری میں تو کچھ واشد کبھو تھی — رہا غمگیں، ہوا جب سے رہا دل 861/8

ہمہ تن میں الم تھا سو نہ جانا — گرہ یہ درد ہے پہلو میں یا دل 861/9

خموشی مجھ کو حیرت سے ہے ورنہ — بھرے ہیں لب سے لے کر شکوے تا دل 861/10

نہ پوچھا اُن نے جس بن خوں ہوا سب — نہ سمجھا اس کے کینے کی ادا دل 861/11

ہوا پژمردہ و بے صبر و بے تاب — کرے گا اس طرح کب تک وفا دل 861/12

ہوئے پروانہ واں دلبر کو یاں میر — اٹھا کر ہو چکا جور و جفا دل 861/13

ردیف م ــــــ دیوانِ اوّل

862

862/1 کیا کہوں کیا رکھتے تھے تجھ سے ترے بیمار چشم — تجھ کو بالیں پر نہ دیکھا، کھولی سو سو بار چشم

862/2 ہجر میں پاتا نہیں گریے کے سررشتے کو میں — ہر سحر اُٹھ باندھ دے ہے آنسوؤں کا تار چشم

862/3 گوئیا ناسورِ زخمِ دل تھی یہ اے ہم نشیں! — پیش ازیں کیا کیا سمیں دکھلاتی تھی خوں بار چشم

862/4 سیکڑوں ہوں کشتنی تو لاویں کچھ تابِ نگاہ — ایک دو کا کام کب ہے اُس سے ہونا چار چشم

862/5 جرم کیا غیروں کا طالع چشم پوشی کرتے ہیں — دیکھ کر احوال میرا موند لے ہے یار چشم

862/6 روز و شب وا رہنے سے پیدا ہے میرؔ آثارِ شوق
ہے کسو نظارگی کا رخنۂ دیوار چشم

863

(قبل از 1752ء)

863/1 کیا بلبلِ اسیر ہے بے بال و پر کہ ہم — گل کب رکھے ہے ٹکڑے جگر اس قدر کہ ہم

863/2 خورشید صبح نکلے ہے اس نور سے، کہ تُو — شبنم گرہ میں رکھتی ہے یہ چشمِ تر، کہ ہم

863/3 جیتے ہیں تو دکھاویں گے دعوائے عندلیب — گل بن خزاں میں اب کی وہ رہتی ہے مر کہ ہم

863/4 یہ تیغ ہے، یہ طشت ہے، یہ ہم ہیں کشتنی — کھیلے ہے کون ایسی طرح جان پر کہ ہم

863/5 تلواریں تم لگاتے ہو، ہم ہیں گے دم بہ خود — دنیا میں یہ کرے ہے کوئی درگذر کہ ہم

863/6 اس جستجو میں اور خرابی تو کیا کہیں — اتنی نہیں ہوئی ہے صبا در بہ در کہ ہم

863/7 جیتے ہیں اور روتے ہیں لختِ جگر ہی میرؔ
کرتے سنا ہے یوں کوئی قیمہ جگر کہ ہم

864

864/1 آئے تو ہو طبیباں، تدبیر گر کرو تم — ایسا نہ ہو کہ میرے جی کا ضرر کرو تم

864/2 رنگِ شکستہ میرا بے لطف بھی نہیں ہے — اک آدھ رات کو تو یاں بھی سحر کرو تم

864/3 تھی چشم داشت مجھ کو اے دلبراں یہ تم سے — دل کو مرے اُڑا کر آنکھوں میں گھر کرو تم

864/4 اُس بزمِ خوش کے محرم نا آشنا ہیں سارے — کس کو کہوں کہ واں تک میری خبر کرو تم

864/5 ہے پیچ دار از بس راہِ وصال و ہجراں — ان دو ہی منزلوں میں برسوں سفر کرو تم

864/6 یہ ظلم ہے تو ہم بھی اس زندگی سے گزرے — سوگند ہے تمہیں اب جو درگزر کرو تم

864/7 روئے سخن کہاں تک غیروں کی اور آخر — ہم بھی تو آدمی ہیں ٹک منہ ادھر کرو تم

864/8-9 ہو عاشقوں میں اُس کے تو آؤ میرؔ صاحب (قطعہ) — گردن کو اپنی مُو سے باریک تر کرو تم
کیا لطف ہے وگرنہ جس دم وہ تیغ کھینچے
سینہ سپر کریں ہم، قطعِ نظر کرو تم

﴿865﴾

865/1 جانا کہ شغل رکھتے ہو تیر و کماں سے تم
پر مل چلا کرو بھی کسو خستہ جاں سے تم

865/2 ہم اپنی چاک جیب کو سی رہتے یا نہیں
پھاٹے میں پاؤں دیئے کو آئے کہاں سے تم

865/3 اب دیکھتے ہیں خوب تو وہ بات ہی نہیں
کیا کیا وگرنہ کہتے تھے اپنی زباں سے تم

865/4 تنکے بھی تم ٹھہرتے کہیں دیکھے ہیں تنک
چشمِ وفا رکھو نہ خسانِ جہاں سے تم

865/5 جاؤ نہ دل سے، منظرِ تن میں ہے جا یہی
پچھتاؤ گے، اُٹھو گے اگر اس مکاں سے تم

865/6 قصہ مرا سنو گے تو جاتی رہے گی نیند
آرامِ چشم مت رکھو اس داستاں سے تم

865/7 کھل جائیں گے پھر آنکھیں جو مر جائے گا کوئی
آتے نہیں ہو باز مرے امتحاں سے تم

865/8 جتنے تھے کل تم، آج نہیں پاتے اتنا ہم
ہر دم چلے ہی جاتے ہو آبِ رواں سے تم

865/9 رہتے نہیں ہو بن گئے میر اُس گلی میں رات
کچھ راہ بھی نکالو سگ و پاسباں سے تم

﴿866﴾

866/1 کرتے نہیں ہیں دوری سے اب اُس کی باک ہم
نزدیک اپنے کب کے ہوئے ہیں ہلاک ہم

866/2 بیٹھے ہم اپنے طور پہ مستوں میں، جب اُٹھے
جوں ابرِ تر لیے اُٹھے دامن کو پاک ہم

866/3 آہستہ اے نسیم کہ اطراف باغ کے
مشتاقِ پر فشانی ہیں اک مشتِ خاک ہم

866/4 شمع و چراغ و شعلہ و آتش، شرار و برق
رکھتے ہیں دل جلے یہ[1] بہم سب تپاک ہم

866/5 مستی میں ہم کو ہوش نہیں نشأتین کا
گلشن میں اینڈتے ہیں پڑے زیرِ تاک ہم

866/6 جوں برق تیرے کوچے سے ہنستے نہیں گئے
مانندِ ابر جب اُٹھے[2] تب گریہ ناک ہم

866/7 مدت ہوئی کہ چاکِ قفس ہی سے اب تو میر
دکھلا رہے ہیں گل کو دلِ چاک چاک ہم

﴿867﴾

867/1 نہ پھر رکھیں گے تیری رہ میں پا ہم[3]
گئے گزرے ہیں آخر ایسے کیا ہم

867/2 کھنچے گی کب وہ تیغِ ناز یا رب!
رہے ہیں دیر سے سر کو جھکا ہم

867/3 نہ جانا یہ کہ کہتے ہیں کسے پیار
رہیں بے لطفیاں ہی یاں تو باہم

867/4' بنے کیا خال و زلف و خط سے دیکھیں
ہوئے اک عمر کے پیچھے رہا ہم

867/5 مرض ہی عشق کا بے ڈول ہے کچھ
بہت کرتے ہیں اپنی سی دوا ہم

867/6 کہیں پیوند ہوں یا رب! زمیں کے
پھریں گے اُس سے یوں کب تک جدا ہم

867/7 ہوس تھی عشق کرنے میں ولیکن
بہت نادم ہوئے دل کو لگا ہم

---

[1] نول کشور دوم، سوم ص ۲۷ میں 'کے' ہے، آسی کے یہاں 'یہ' درست ہے لیکن نسخۂ مجلس کے مطابق آسی کے یہاں 'یہی' سہو کتابت ہے۔

[2] نسخۂ مجلس میں اُٹھے کی جگہ 'اُٹھتے' درج ہے جب کہ آسی کے یہاں متن درست ہے۔

[3] نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں 'باہم' کتابت کا سہو ہے، آسی کے یہاں 'پا ہم' درست ہے۔

867/8 کب آگے کوئی مرتا تھا کسی پر — جہاں میں رکھ[1] گئے رسمِ وفا ہم
867/9 تعارف کیا رہا اہلِ چمن سے — ہوئے اک عمر کے پیچھے رہا ہم
867/10 مُوا جس کے لیے اُس کو نہ دیکھا
نہ سمجھے میر کا کچھ مدّعا ہم

﴿868﴾

868/1 اگر راہ میں اُس کی رکھا ہے گام — گئے گزرے خضرِ علیہ السلام
868/2 دہن یار کا دیکھ چپ لگ گئی — سخن یاں ہوا ختم ، حاصل کلام
868/3 مجھے دیکھ ، منہ پر پریشاں کی زلف — غرض یہ کہ جا تُو ، ہوئی اب تو شام
868/4 سرِ شام سے رہتی ہیں کاہشیں — ہمیں شوق اُس ماہ کا ہے تمام
868/5-6 قیامت ہی یاں چشم و دل سے رہی (قطعہ) چلے بس تو واں جا کے کریے قیام
نہ دیکھے جہاں کوئی آنکھوں کی اُور — نہ لیوے کوئی جس جگہ دل کا نام
868/7 جہاں میر زیر و زبر ہو گیا
خراماں ہوا تھا وہ محشر خرام

﴿869﴾

(قبل از 1752ء)

869/1 گرچہ آوارہ جوں صبا ہیں ہم — لیک لگ چلنے میں بلا[2] ہیں ہم
869/2 کام کیا آتی[3] ہیں گی معلومات — یہ تو سمجھے ہی نہ کہ کیا ہیں ہم
869/3 اے بتاں! اس قدر جفا ہم پر — عاقبت بندۂ خدا ہیں ہم
869/4 سرمہ آلودہ مت رکھا کر چشم — دیکھ اس وضع سے خفا ہیں ہم
869/5 ہے نمک سود سب تنِ مجروح — تیرے کشتوں میں میرزا ہیں ہم
869/6 خوف ہم کو نہیں جنوں سے کچھ — یوں تو مجنوں کے بھی چچا ہیں ہم
869/7 آستاں پر ترے ہی گزری عمر — اسی دروازے کے گدا ہیں ہم[4]
869/8 کوئی خواہاں نہیں ہمارا میر
گویا جنسِ ناروا ہیں ہم

﴿870﴾

870/1 حذر کہ آہِ جگر تفتگاں بلا ہے گرم — ہمیشہ آگ ہی[5] برسے ہے یاں ہوا ہے گرم

---

[1] ’رکھ گئے‘ نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم کے مطابق ہے، آسی کے یہاں ’کر گئے‘ زیادہ مناسب نہیں۔
[2] نکات الشعرا میں ’چلنے کو بلا ہیں‘ درج ہے، آسی، مجلس میں ’چلنے میں بلا ہیں‘، نکات الشعرا کے متن میں تبدیلیاں ممکن ہے میر کی اپنی کردہ ہوں۔
[3] مخطوطے ص ۱۱۸ پر ’کام کیا آتی ہیں گی‘ جب کہ آسی کے یہاں ’کام کیا آتے ہیں گے‘، مجلس کے متن کو اختیار کیا ہے۔
[4] نکات الشعرا میں اس کے بعد ایک شعر مزید درج ہے جو کسی مطبوعہ نسخے میں نہیں ہے۔
[5] مخطوطے میں ’ہمیشہ آگ برستی ہے‘ درج ہوا ہے۔

870/2 ہزار حیف کہ در گیر صحبت اُس سے نہیں — جگر کی آگ نے ہنگامہ کر رکھا ہے گرم

870/3 کہاں ہے تیغ و سپر آفتاب کی بارے — وہ سرد مہر ہمارا بھی اب ہوا ہے گرم

870/4 نہ اتنی دارو پی ظالم کہ اس خمار میں ہوں — مزاج گرم ہے پھر اور یہ ہوا ہے گرم

870/5 گیا جہان سے خورشید ساں اگرچہ میرؔ
ولیک مجلسِ دنیا میں اُس کی جا ہے گرم

﴿871﴾

871/1 کرتے ہیں گفتگو سحر اُٹھ کر صبا سے ہم — لڑنے لگے ہیں ہجر میں اُس کے، ہوا سے ہم

871/2 ہوتا نہ دل کا تا یہ سر انجام عشق میں[1] — لگتے ہی جی کے مر گئے ہوتے بلا سے ہم

871/3 چھوٹا نہ اُس کا دیکھنا ہم سے کسو طرح — پایانِ کار مارے گئے اس ادا سے ہم

871/4 داغوں ہی سے بھری رہی چھاتی تمام عمر — یہ پھول، گل چُنا کیے باغِ وفا سے ہم

871/5 غافل نہ اپنی دیدہ درائی[2] سے ہم کو جان — سب دیکھتے ہیں پر نہیں کہتے حیا سے ہم

871/6 دو چار دن تو اور بھی آ، تو کراہتا — اب ہو چکے ہیں روز کی تیری جفا سے ہم

871/7 آئینے کی مثال پس از صد شکست میرؔ
کھینچا بغل میں یار کو دستِ دعا سے ہم

ردیف م ـــــ دیوانِ دوم

﴿872﴾

872/1 کچھ نہ پوچھو بہک رہے ہیں ہم — عشق کی مے سے چھک رہے ہیں ہم

872/2 سوکھ غم سے ہوئے ہیں کانٹا سے — پر دلوں میں کھٹک رہے ہیں ہم

872/3 وقفۂ مرگ اب ضروری ہے — عمر طے کرتے تھک رہے ہیں ہم

872/4 کیوں کہ گردِ علاقہ بیٹھ سکے — دامنِ دل جھٹک رہے ہیں ہم

872/5 کون پہنچے ہے بات کی تہہ کو — ایک مدّت سے بک رہے ہیں ہم

872/6 اُن نے دینے کہا تھا بوسۂ لب — اس سخن پر اٹک رہے ہیں ہم

872/7 نقشِ پا سی رہی ہیں کھل آنکھیں — کس کی یوں راہ تک رہے ہیں ہم

872/8 دست دے گی کب اُس کی پابوسی — دیر سے سر پٹک رہے ہیں ہم

872/9 بے ڈھب اُس پاس ایک شب تھے گئے — سو کئی دن سرک رہے ہیں ہم

872/10 خام دستی نے ہائے داغ کیا — پوچھتے کیا ہو، پک رہے ہیں ہم

872/11 میرؔ شاید لیں اُس کی زلف سے کام
برسوں سے تو لٹک رہے ہیں ہم

---

1. مخطوطے میں اس شعر کا متن یوں ہے: 'ہوتا نہ دل لگایا سر انجام عشق میں — لگتے ہیں جی کے مر گئے، چھوٹے بلا سے ہم'۔
2. نسخۂ آسی میں 'دیدہ درائی' درست ہونے پر بھی مجلس کے مرتب نے 'دیدہ ورائی' درج کیا ہے، صریحاً غلط متن ہے۔

﴾873﴿

873/1 ہے تہِ دل بتوں کا[1] کیا معلوم — نکلے پردے سے کیا خدا معلوم
873/2 یہی جانا کہ کچھ نہ جانا ہائے — سو بھی اک عمر میں ہوا معلوم
873/3 علم سب کو ہے یہ کہ سب تو ہے — پھر ہے اللہ کیسا نا معلوم
873/4 گرچہ تو ہی ہے سب جگہ لیکن — ہم کو تیری نہیں ہے جا معلوم
873/5 عشق جانا تھا مار رکھے گا — ابتدا میں تھی انتہا معلوم
873/6 اِن سیہ چشم دلبروں سے ہمیں — تھی وفا چشم سو وفا معلوم
873/7 طرز کینے کی کوئی چھپتی ہے — مدّعی کا ہے مدّعا معلوم
873/8 عشق ہے اے طبیب جی کا روگ — لطف کر، ہے جو کچھ دوا معلوم
873/9 دل بجا ہو تو میرؔ کچھ کھاوے
کڑھنے پچنے میں اشتہا معلوم

﴾874﴿

874/1 مجھے تو درد سے اک اُنس ہے وفا کی قسم — یہی سبب ہے جو کھائی ہے میں دوا کی قسم
874/2 کل اُن نے تیغ رکھی درمیاں کہ قطع ہے اب — قسم جو بیچ میں آئی سو اُس ادا کی قسم
874/3 حنا لگی ترے ہاتھوں سے، مَیں گیا پیسا — جگر تمام ہے خوں، مجھ کو تیرے پا کی قسم
874/4 فقیر ہونے نے سب اعتبار کھویا ہے — قسم جو کھاؤں تو کہتے ہیں کیا گدا کی قسم
874/5 قدم تلے ہی رہا اُس کے یہ سرِ پُر شور — جو کھایئے تو مرے طالعِ رسا کی قسم
874/6 سروں پہ ہاتھ کبھو، تیغ پر کبھو اُس کا — کچھ ایک قسم نہیں میرے آشنا کی قسم
874/7 جدال دیر کے رہباں سنیں[2] کہاں تک میرؔ
اُٹھو حرم کو چلو اب تمھیں خدا کی قسم

﴾875﴿

875/1 اب سوکھی ہی جاتی ہے سب کشتِ ہوس ظالم — اے ابرِ تر آ کر ٹک ایدھر بھی برس ظالم
875/2 صیّاد بہار اب کے سب لوٹوں گا کیا میں ہی — ٹک باغ تلک لے چل میرا بھی قفس ظالم
875/3 کس طور کوئی تجھ سے مقصود کرے حاصل — نے رحم ترے جی میں، نے دل میں ترس ظالم
875/4 کیوں سر چڑھے ہے ناحق ہم بخت سیاہوں کے — مت پیچ میں پگڑی کے بالوں کو گھرس ظالم
875/5 جوں ابر میں روتا تھا، جوں برق تو ہنستا تھا — صحبت نہ رہی یوں ہی اک آدھ برس ظالم
875/6 کیا کھولے ہوئے محمل یاں گرمِ حکایت ہے — چل راہ میں کچھ کہنا[3] مانندِ جرس ظالم
875/7 مطلق نہیں گنجائش اب حوصلے میں اپنے — آزار کوئی کھینچے یوں کب تئیں بس ظالم

---

[1] مصرع کے مطابق اس 'کا' کی جگہ 'کے' ہونا چاہیے تاہم کسی نسخے سے اس کی توثیق نہیں ہوئی۔
[2] نسخۂ کالج، طبع دوم، سوم میں 'سنیں' درست جب کہ آسی و عبادت کے یہاں 'سنے' غلط ہے۔
[3] مصرع اول میں 'کھولے' (نسخۂ کالج و آسی) اور طبع دوم، سوم میں 'کھوئے' غلط، مصرع ثانی میں 'کہنا' آسی اور مجلس میں جب کہ کالج اور دوم، سوم میں 'کہتا' ہے۔

875/8 سررشتۂ ہستی کو ہم دے چکے ہاتھوں سے　کچھ ٹوٹے ہی جاتے ہیں اب تارِ نفس ظالم

875/9 تاچند رکھے گا تو یوں داغِ غمِ اُس مہ کا
چھاتی تو گئی تیری اے میر بھلس ظالم

876

876/1 محرم سے کسو روبرو ہوں کاش کے اب ہم　بے وجہ غضب رہنے کا پوچھیں جو سبب ہم

876/2 تدبیریں کریں اپنے تنِ زار و زبوں کی　افراط سے اندوہ کے ہوں آپ میں جب ہم

876/3 تو لاگو نہ ہو جی کا تو ناچار ہیں، ورنہ　اُس جنسِ گراں مایہ سے گزرے نہیں کب ہم

876/4 یک سلسلہ ہے قیس کا، فرہاد کا اپنا　جوں حلقۂ زنجیر گرفتار ہیں سب ہم

876/5 کس دن نہ ملا غیر سے تو گرم علی الرغم　رہتے ہیں یوں ہی لوٹتے انگاروں پہ شب ہم

876/6 مجمع میں قیامت کے اک آشوب سا ہو گا　آ نکلے اگر عرصے میں یوں نالہ بہ لب ہم

876/7 کیا معرفت اُس سے ہوئی یاروں کو نہ سمجھے　اب تک تو نہیں پاتے ہیں کچھ یار کے ڈھب ہم

876/8 گہ نوچ لیا منہ کو، گہے کُوٹ لی چھاتی　دل تنگیِ ہجراں سے ہیں مغلوبِ غضب ہم

876/9 آغازِ محبت میں تمامی ہوئی اپنی　اے وائے ہوئے خاک بہ سرراہِ طلب ہم

876/10 تربت سے ہماری نہ اُٹھی گرد بھی اے میر
جی سے گئے لیکن نہ کیا ترکِ ادب ہم

877

877/1 مشتاق اُن لبوں کے ہیں سب مرد و زن تمام　دفتر لکھے گئے، نہ ہوا پر سخن تمام

877/2 اب چھیڑیے جہاں وہیں گویا ہے درد سب　پھوڑا سا ہو گیا ہے ترے غم میں تن تمام

877/3 آیا تھا گرمِ صید وہ جیدھر سے دشت میں　دیکھا اُدھر ہی گرتے ہیں اب تک ہرن تمام

877/4 آوارہ گردباد سے تھے ہم پہ شہر میں　کیا خاک میں ملا ہے یہ دیوانہ پن تمام

877/5 کیا لطف تن چھپا ہے مرے تنگ پوش کا　اُگلا پڑے ہے جامے سے اُس کا بدن تمام

877/6 اس کارِ دست بستہ پہ ریجھا نہ مدعی　کیوں کر نہ کام اپنا کرے کوہ کن تمام

877/7 اک گل زمیں نہ وقفے کے قابل نظر پڑی　دیکھا برنگِ آبِ رواں یہ چمن تمام

877/8 نکلے ہیں گل کے رنگ گلستاں میں خاک سے　یہ دے ہیں اُس کے عشق کے خونی کفن تمام

877/9 نہ صاحبوں کی آئی نکل، مے کدے گئے　گروی تھے اہلِ صومعہ کے پیرہن تمام

877/10 میں خاک میں ملا، نہ کروں کس طرح سفر　مجھ سے غبار رکھتے ہیں اہلِ وطن تمام

877/11 کچھ ہند ہی میں میر نہیں لوگ جیب چاک
ہے میرے ریختوں کا دِوانہ دکن تمام

878

878/1 بختِ سیہ کی نقل کریں کس سے چال ہم　مہندی لگی قدم سے، ہوئے پائمال ہم

878/2 کیونکر نہ اس چمن میں ہوں اتنے نڈھال ہم　یاں پھول سونگھ سونگھ رہے ماہ و سال ہم

878/3	یا ہر گلی میں سیکڑوں جس جا ملیح تھے	یا زلف و خط کو دیکھتے ہیں خال خال ہم
878/4	گزرے ہے جی میں گہ وہ دہن ، گاہ وہ کمر	کیا جانیں لوگ ، رکھتے ہیں کیا کیا خیال ہم
878/5	جاتیں نہیں اُٹھائی یہ اب سرگرانیاں	مقدور تک تو اپنے گئے ٹال ٹال ہم
878/6	لوہو کہاں ہے گریۂ خونیں ہے تن کے بیچ	کرتے[1] ہیں منہ کو اپنے طمانچوں سے لال ہم
878/7	وہ تو ہی ہے کہ مرتے ہیں سب تیرے طور پر	حور و پری کو جان کے کب ہیں دوال ہم
878/8	گزرے ہے بسکہ اُس کی جدائی دلوں پہ شاق	منہ نوچ نوچ لے ہیں علی الاتصال ہم
878/9	منظور سجدہ ہے ہمیں اُس آفتاب کا	ظاہر میں یوں کریں ہیں نمازِ زوال ہم
878/10	ظاہر ہوا تمھیں بھی ہمارے دم اور ہوش	آئے نہ پھر تمہارے گئے ٹک بحال ہم
878/11	مطلق جہاں میں رہنے کو جی چاہتا نہیں	اب تم بغیر اتنے ہوئے ہیں وبال ہم
878/12	نقصان ہو گا اُس میں نہ ظاہر کہاں تلک	ہوویں گے جس زمانے کے صاحب کمال ہم
878/13	تھا کب گماں ، ملے گا وہ دامن سوار میر	کل راہ جاتے مفت ہوئے پائمال ہم

879

879/1	کون کہتا ہے منہ کو کھولو تم	کاش کہ[2] پردے ہی میں بولو تم
879/2	حکمِ آبِ رواں رکھے ہے حسن	بہتے دریا میں ہاتھ دھو لو تم
879/3	کیا سراہیں ہم اپنی جنس کو لیک	دل عجب ہے متاع ، جو لو تم
879/4	جانا آیا ہے اب جہاں سے ہمیں	تھوڑی تو دور ساتھ ہو لو تم
879/5	جب میسر ہو بوسہ اُس لب کا	چپکے ہی ہو رہو ، نہ بولو تم
879/6	پنجہ مرجاں کا پھر دھرا ہی رہے	ہاتھ خوں میں مرے ڈبو لو تم
879/7	دست دے ہے کسے پلک سے میل	دل جہاں پاؤ اب پرو لو تم
879/8	آتے ہیں متصل چلے آنسو	آہ کب تک یہ موتی رولو تم
879/9	رات گزری ہے سب تڑپتے میر	آنکھ لگ جائے ٹک تو سو لو تم

880

880/1	موئے جاتے تھے فرطِ الفت سے ہم	جیے ہیں خدا ہی کی قدرت سے ہم
880/2	ترش رُو بہت ہے وہ زرگر پسر	پڑے ہیں کھٹائی میں مدت سے ہم
880/3	نہیں دیکھتے صبح اب آرسی	خفا رہتے ہیں اپنی صورت سے ہم
880/4	جو دیکھو وہ قامت تو معلوم ہو	کہ روکش ہوئے ہیں قیامت سے ہم
880/5	نہ ٹک لا سکا تاب جلوے کی دل	گلہ رکھتے ہیں صبر و طاقت سے ہم

---

[1] نسخۂ کالج میں 'رکھتے ہیں منہ کو۔۔۔' تازہ اُسلوب ہے، تاہم نول کشور دوم، آسی اور مجلس میں 'کرتے ہیں۔۔۔' کو اختیار کیا ہے۔

[2] نسخۂ آسی اور مجلس میں جہاں بھی 'کاش کے' اور 'کیوں کے' درج ہوئے، انہیں 'کاش کہ' اور 'کیوں کہ' سے بدل دیا گیا ہے تاہم جہاں وزن کے اعتبار سے ضروری تھا، وہاں برقرار بھی رکھا ہے۔

880/6 نہ مانی کوئی اُن نے پھر روٹھ کر — مناتے رہے رات منت سے ہم
880/7 خدا سے بھی شب کو دعا مانگتے — نہ اُس کا لیا نام غیرت سے ہم
880/8 رکھا جس کو آنکھوں میں اک عمر اب — اُسے دیکھ رہتے ہیں حسرت سے ہم
880/9 بھریں آنکھیں لوہو سے رہنے لگیں — یہ رنگ اپنا دیکھا مروت سے ہم
880/10 نہ مل میرؔ اب کے امیروں سے تو
ہوئے ہیں فقیر اُن کی دولت سے ہم

﴿881﴾

881/1 کب تک رہیں گے پہلو لگائے زمیں سے ہم — یہ درد اب کہیں گے کسو شانہ بیں سے ہم
881/2 تلواریں کتنی کھائی ہیں سجدے میں اس طرح — فریادی ہوں گے مَل کے لہو کو جبیں سے ہم
881/3 فتراک تک یہ سر جو نہ پہنچا تو یا نصیب — مدت لگے رہے ترے دامانِ زیں سے ہم
881/4 ہوتا ہے شوق وصل کا انکار سے زیاد — کب تجھ سے دل اُٹھاتے ہیں تیری نہیں سے ہم
881/5 چھاجے جو پیش دستی کرے نور ماہ پر — دیکھی عجب سفیدی[1] تری آستیں سے ہم
881/6 یہ شوق صید ہونے کا دیکھو کہ آپ کو — دکھلایا صید گہ میں یسار و یمیں سے ہم
881/7 تکلیف دردِ دل کی نہ کر تنگ ہوں گے لوگ — یہ بات روز کہتے رہے ہم نشیں سے ہم
881/8 اُڑتی ہے خاک شہر کی گلیوں میں اب جہاں — سونا لیا ہے گود میں بھر کر وہیں سے ہم
881/9 آوارہ گردی اپنی کھنچی میرؔ طول کو[2]
اب چاہیں گے دعا کسو عزلت نشیں سے ہم

ردیف م ـــــ دیوان سوم

﴿882﴾

882/1 جی کے تئیں چھپاتے نہیں یوں تو غم سے ہم — پر تنگ آ گئے ہیں تمہارے ستم سے ہم
882/2 اپنے خیال ہی میں گزرتی ہے اپنی عمر — پر کچھ نہ پوچھو سمجھے نہیں جاتے ہم سے ہم
882/3 زانو پہ سر ہے قامتِ خم گشتہ کے سبب — پیری میں اپنی آن لگے ہیں قدم سے ہم
882/4 جوں چکمہ میر حاج کا ہے خوار جا نماز — بُت خانے میں جو آئے ہیں چل کر حرم سے ہم
882/5 روتے بھی اُن نے دیکھ کے ہم کو کیا نہ رحم — اک چشم داشت رکھتے تھے مژگانِ نم سے ہم
882/6 بدعہدیاں ہی کرتے ، گئے اُس کو سال و ماہ — اب کب تسلی ہوتے ہیں قول و قسم سے ہم
882/7 زنار سا بندھا ہے گلے اپنے اب تو کفر — بدنام ہیں جہان میں عشقِ صنم سے ہم
882/8 لوگوں کو وصف کرنے سے بالیدگی ہوئی — جوں شیشہ پھیل پھوٹ پڑے اُن کے دم سے ہم

---

[1] نول کشور دوم اور نسخۂ آسی میں 'سفیدہ' درست نہیں، نسخۂ ف میں 'سفیدی' جو یہاں مناسب ہے۔

[2] نول کشور سوم اور آسی کے یہاں 'طول پڑ' ہے جب کہ نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'طول کو'، اسی کو ہم نے بہتر متن خیال کیا ہے۔ دوسرے مصرع میں 'دُ' کی جگہ 'دعا' طبع دوم میں سہوِ کتابت ہے۔

882/9
طرفیں رکھے ہے ایک سخن چار چار میر
کیا کیا کہا کریں ہیں زبانِ قلم سے ہم

﴿883﴾

883/1
سر زیر پر ہیں دیر سے اے ہم صفیر ہم — واقف نہیں ہوائے چمن سے اسیر ہم

883/2
کیا ظلم تھے لباس میں اس تنگ پوش کے — دل تنگی سے نکل گئے ہو کر فقیر ہم

883/3
دیکھ اُس کو راہ جاتے تو بے حال ہو گئے
اب دیکھیے بہ حال کب آتے ہیں میر ہم

﴿884﴾

884/1
جو رہے یوں ہی[1] غم کے مارے ہم — تو یہی آج کل سدھارے ہم

884/2
مرتے رہتے تھے اس پہ یوں، پر اب — جا لگے گور کے کنارے ہم

884/3
دن گزرتا ہے دم شماری میں — شب کو رہتے ہیں گنتے تارے ہم

884/4
ہے مروت سے اپنی وحشت دور — اُنس رکھتے ہیں تم سے پیارے ہم

884/5
زندگی بارِ دوش آج ہے یاں — دیکھیں گے کل جو ہوں گے بارے ہم

884/6
جا چکی بازی، یعنی مرتے ہیں — جیتے تم یہ قمار، ہارے ہم

884/7
میر آؤ گے آپ میں بھی کبھو
سخت مشتاق ہیں تمھارے ہم

﴿885﴾

885/1
گئے عشق کی راہ سر کر قدم — بلا پر چلے آئے ہر ہر قدم

885/2
عجب راہ پُر خوف و مشکل گزر — اُٹھایا گیا ہم سے مر مر قدم

885/3
بہت مستیِ عشق پا لغز تھی — خدا جانے پڑتا تھا کیدھر قدم

885/4
ہوا ہو گا خالی بدن جاں سے جب — چلے ہوں گے یہ راہ جو بھر قدم

885/5
وہ عیار یوں چشمِ تر سے گیا — کہ ہرگز نہ اُس کا ہوا تر قدم

885/6
جگر کو ہے ان سر سے گزروں کے عشق — گئے جو[2] ہمارے قدم پر قدم

885/7
جو کچھ آوے سالک کے آگے ہے خیر — رکھا ہم نے اب گھر سے باہر قدم

885/8
ہمیں سرکشی، سربلندی سے کیا — رہے ضعف میں ہم تو سر در قدم

885/9
کہیں کیا کفِ پا میں میر آبلے
چلیں ہم سروں پر مگر دھر قدم

---

[1] نسخۂ آ سی ص ۶۰۴ میں 'یوں ہیں' درج ہوا ہے، مجلس کا املا 'یوں ہی' البتہ درست ہے۔

[2] نسخۂ آ سی اور طبع سوم میں 'گئے ہو ہمارے'، درست نہیں، طبع دوم میں 'گئے جو ہمارے' بہتر ہے۔

886

886/1 میر آج وہ بدمست ہے ، ہشیار رہو تم — ہے بے خبری اُس کو ، خبردار رہو تم

886/2 جی جائے کسی کا کہ رہے ، تم کو قسم ہے — مقدور تلک درپئے آزار رہو تم

886/3 وہ محوِ جمال اپنے ہے ، پروا نہیں اُس کو — خواہاں رہو تم اب کہ طلب گار رہو تم

886/4 اس معنی کے ادراک سے حیرت ہی ہے حاصل — آئینہ نمط صورتِ دیوار رہو تم

886/5 ہو لطف اُسی کا تو کوئی کام کو پہنچے — تسبیح گلے ڈال کے زنّار رہو تم

886/6 کیا میر بری چال سے جینے کی چلے ہے
بہتر ہے کہ اپنے تئیں اب مار رہو تم

887

887/1 آ ٹک شتاب ، جاتے ہیں ورنہ جہاں سے ہم — کچھ ہو رہے ہیں غم میں ترے نیم جاں سے ہم

887/2 ہر بات کے جواب میں گالی کہاں تلک — اب جاں بہ لب ہوئے ہیں تمھاری زباں سے ہم

887/3 وعدہ کرو تو سوچ لو مدت کو دل میں بھی — یہ حال ہے تو دیر رہیں گے کہاں سے ہم

887/4 الجھاؤ دل کا جس سے ہے، جھنجھلا کے اس بغیر — جھگڑا کیا کریں ہیں زمیں آسماں سے ہم

887/5 لاویں ہماری خاک پر اُس کینہ ور کو بھی — یہ کہہ مریں گے اپنے ہر اک مہرباں سے ہم

887/6 دربانِ سنگ دل نے خبر واں تلک نہ کی — سر مار مار صبح کی اُس آستاں سے ہم

887/7 جب اُس کی تیغ رکھنے لگا اپنے پاس میر
امید قطع کی تھی تبھی اس جواں سے ہم

888

888/1 بیماریِ دلی سے زار و نزار ہیں ہم — اک مشتِ استخواں ہیں پر اپنے بار ہیں ہم

888/2 مارا ، تڑپتے چھوڑا ، فتراک سے نہ باندھا — بے چشم و رو کسو کے شاید شکار ہیں ہم

888/3 ہردم جبیں خراشی ، ہر آن سینہ کاوی — حیرانِ عشق تو ہیں ، پر گرمِ کار ہیں ہم

888/4 حور و قصور و غلماں ، نہر و نعیم[1] جنت — یہ کلہم جہنم ، مشتاقِ یار میں ہم

888/5 بے حد و حصر گردش اپنی ہے عاشقی میں — رسوائے شہر و دیہہ و دشت و دیار ہیں ہم

888/6 اب سیل سیل آنسو، آتے ہیں چشمِ تر سے — دیوار و در سے کہہ دو بے اختیار ہیں ہم

888/7 روتے ہیں یوں کہ جیسے شدت سے ابر برسے — کیا جانیے کہ کیسے دل کے بخار ہیں ہم

888/8 اب تو گلے بندھا ہے زنجیر و طوق ہونا — عشق و جنوں کے اپنے ناموس وار ہیں ہم

888/9 لیتا ہے میر عبرت جو کوئی[2] دیکھتا ہے
کیا یار کی گلی میں بے اعتبار ہیں ہم

---

[1] نسخۂ آسی میں ’نعیم جنت‘ ہے جب کہ دیگر سبھی نسخوں میں ’نعیم و جنت‘ ہے، ہم نے یہاں آسی کے متن کو اختیار کیا ہے۔

[2] نسخۂ آسی میں ’کوئی جو‘ ہے اتباعِ نسخۂ مجلس میں بھی ہوا جب کہ نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم میں ’جو کوئی‘ بہتر متن بھی اور متفقہ متن بھی۔

﴿889﴾

889/1 هر هر سخن په اب تو کرتے هو گفتگو تم — ان بد مزاجیوں کو چھوڑو گے بھی کبھو تم
889/2 یاں آپھی آپ آ کر گم آپ میں ہوئے ہو — پیدا نہیں کہ کس کی کرتے ہو جستجو تم
889/3 چاہیں تو تم کو چاہیں، دیکھیں تو تم کو دیکھیں — خواہش دلوں کی تم ہو، آنکھوں کی آرزو تم
889/4 حیرت زدہ کسو کی یہ آنکھ سی لگے ہے — مت بیٹھو آرسی کے ہر لحظہ روبرو تم
889/5 تھے تم بھبھوکے سے تو، پر اب جلا ہی دو ہو — سوزندہ آگ کی کیا سیکھے ہو ساری خو تم
889/6 نسبت تو ہم دگر ہے، گو دور کی ہو نسبت — ہم ہیں نوائے بلبل، ہو گل کی رنگ و بو تم

889/7 دیکھ اشکِ سرخ بولا یہ رنگ اور لائے
ہیں میر منہ پہ آنسو یا روتے ہو لہو تم

ردیف م ــــ دیوان چہارم

﴿890﴾

890/1 شور سے طائرِ گلزار کے بیزار ہیں ہم
دل اُٹھاتا نہیں اپنا کہ گرفتار ہیں ہم

﴿891﴾

891/1 بن میں، چمن میں جی نہیں لگتا، یارو کیدھر[1] جاویں ہم — راہ خرابے سے نکلی نہ گھر کی، بستی میں کیونکر جاویں ہم
891/2 کیسی کیسی خرابی کھینچی، دشت و در میں سر مارا — خانہ خراب کہاں تک پھریے، ایسا ہو گھر جاویں ہم
891/3 عشق میں گامِ اول اپنے جی سے گزرنا پیش آیا — اس میدان میں رکھ کے قدم کیا مرنے سے ڈر جاویں ہم
891/4 خواہ نماز خضوع سے ہووے، خواہ نیاز اک سوئے دل — وقت رہا ہے کم ہی اب تو[2]، بارے کچھ کر جاویں ہم

891/5 کب تک میر فراق میں اُس کے لوہو پی پی جیتے رہیں
بس نہیں چلتا آہ اپنا کچھ[3] ورنہ ابھی مر جاویں ہم

﴿892﴾

892/1 شاید ہم سے ضد رکھتے ہو، آتے نہیں ٹک ایدھر تم — سب سے گلی کوچوں میں ملو ہو، پھرتے رہو ہو گھر گھر تم
892/2 کیا رکھیں یہ تم سے توقع، خاک سے آ کے اُٹھاؤ گے — راہ میں دیکھو افتادہ تو اور لگاؤ ٹھوکر تم
892/3 اس سے زیادہ ہوتا نہ ہوگا دنیا میں بھی مچلا[4] پن — سون کسے بیٹھے رہتے ہو، حال ہمارا سن کر تم

---

1. نسخۂ آسی میں 'یار کدھر کو' ہے، یہ غلط ہے اس طرح یہ مصرع ہم قافیہ ہی نہیں رہتا، نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'یار کیدھر جاویں' ہے، اس طرح مصرع وزن میں نہیں رہتا، لہٰذا 'یارو کیدھر جاویں ہم' درج کیا ہے۔
2. نسخۂ آسی میں 'وقت رہا ہے بہت کم اب تو' متن ہے جب کہ مجلس کا متن مختلف ہے گو ذکرِ اختلاف درج نہیں ہم نے مجلس کے متن کو بہ سبب روانی اپنایا ہے۔
3. نسخۂ آسی اور مجلس میں متن ہے 'بس چلتا نہیں آہ کچھ اپنا' ہم نے نسخۂ کالج اور نول کشور دوم کے متن کو ترجیح دی ہے۔
4. نسخۂ آسی میں 'نچلا پن' غلط ہے، 'سون کسے' نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'مچلا پن' کی طرح درست ہے، آسی کے یہاں 'سون کسے' ناموزوں اور غلط ہے۔

892/4 لطف و مہر و خشم و غضب، ہم ہر صورت میں راضی ہیں — حق میں ہمارے کر گزرو بھی جو کچھ جانو بہتر تم

892/5 رنگ ہمارا جیسا اب ہے گاہے کو آگے ایسا تھا — پاؤں میں مہندی اپنے لگا کر آفت لائے سر پر تم

892/6 لوگ صنم کہتے تھے تم کو، اُن سمجھے تھے ہم محظوظ — سختی سی سختی کھینچی گئی، یعنی نکلے پتھر تم

892/7 چپکے سے کچھ آ جاتے ہو آنکھیں بھر بھر لاتے ہو
میرؔ گزرتی کیا ہے دل پر، کڑھا کرو ہو اکثر تم

893

893/1 پوشاک تنگ پہنے بارے کہاں چلے تم — ہے آج عید، صاحب میرے لگو گلے تم[1]

893/2 اس نازکی سے گزرے کس کے خیال میں شب — مرجھائے پھول سے ہو جو کچھ مَلے دَلے تم

893/3 کیا ظلم ہے کہ کھینچے شمشیر وہ کہے ہے — آزردہ ہوں گا پھر میں، جا گہ سے جو ہلے تم

893/4 کم پائی اس قدر ہے، منزل ہے دور اتنی — طے کس طرح کرو گے یارو یہ مرحلے تم

893/5 اکثر نڈھال ہیں ہم پر یوں نہیں وہ کہتا — کیا ہے کہ جاتے ہو گے کچھ اتنے ہی ڈھلے تم

893/6 یہ جانتے نہ تھے ہم ایسے برے ہوئے ہو — ہونٹھوں پہ جان آئی تم بن گئے بھلے تم

893/7 قربانی اُس کی ٹھہری پر یہ طرح نہ چھوڑی
تکتے ہو میرؔ اودھر، تلوار کے تلے تم

894

894/1 یا رب! اُس محبوب کو پھر یک نظر دیکھیں گے ہم — اپنی آنکھوں سے اُسے یاں جلوہ گر دیکھیں گے ہم

894/2 میں کہا دیکھو ادھر ٹک تم، تو میں بھی جان دوں — ہنس کے بولے یہ تری باتیں ہیں، پر دیکھیں گے ہم

894/3 پاسِ ظاہر سے اُسے تو دیکھنا دشوار ہے — جائیں گے مجلس میں تو ایدھر اُدھر دیکھیں گے ہم

894/4 یوں نہ دیں گے دل کسو سیمیں بدن زر دوست کو — ابتدائے عشق میں اپنا بھی گھر دیکھیں گے ہم

894/5 کام، کہتے ہیں، سماجت سے کبھو لیتے ہیں لوگ — ایک دن اس کے کنے جا کر بپھر دیکھیں گے ہم

894/6 راہ تکتے تکتے اپنی آنکھیں بھی پتھرا چلیں — یہ نہ جانا تھا کہ سختی اس قدر دیکھیں گے ہم

894/7 شورشِ دیوانگی اُس کی نہیں جائے گی، لیک
ایک دو دن میرؔ کو زنجیر کر دیکھیں گے ہم

895

895/1 صبر کیا جاتا نہیں ہم سے، رہ کے جدا نہ ستاؤ تم — پاؤں کا رکھنا گرچہ ادھر کو عار سی ہے، پر آؤ تم

895/2 جس کے تئیں پروا ہو کسی کی، آنا جانا اُس کا ہے — نیک ہو یا بد حال ہمارا، تم کو کیا ہے، جاؤ تم

895/3 چپ ہیں کچھ جو نہیں کہتے ہم کارِ عشق کے حیراں ہیں — سوچو حال ہمارا ٹک تو بات کی تہہ کو پاؤ تم

895/4 میرؔ کو وحشت ہے گی قیامت، واہی تباہی بکتے ہیں
حرف و حکایت کیا مجنوں کی، دل میں کچھ مت لاؤ تم

---

[1] نسخۂ آسی میں 'میرے گلے لگے تم' درج ہے، یہ درست نہیں۔ مجلس میں متن بہتر، تاہم اُس کی غلطی کی نشان دہی موجود نہیں۔

﴿896﴾

896/1 ظلم ہوئے ہیں کیا کیا ہم پر، صبر کیا ہے کیا کیا ہم — آن لگے ہیں گور کنارے، اُس کی گلی میں جا جا ہم
896/2 بابا ہی ہی کرتا لے گا، اُس کا غرور دو چنداں ہے — گھگھیانے کا اب کیا حاصل، یوں ہی کریں ہیں ہاہا ہم
896/3 اب حیرت ہے کس کس جا گہ پنبہ و مرہم رکھنے کی — قد تو کیا ہے سروِ چراغاں، داغ بدن پر کھا کھا ہم
896/4 سیر خیال جنوں کا کریے، صرف کریں تا ہم پر سب — پتھر آپ گلی کوچوں میں ڈھیر کیے ہیں لا لا ہم
896/5 میر فقیر ہوئے تو اک دن کیا کہتے ہیں بیٹے سے
عمر رہی ہے تھوڑی، اسے اب کیونکر کاٹیں بابا ہم

﴿897﴾

897/1 اک آدھ دن سنو گے ستا کے رہ گئے ہم — کانپا کرے ہے جی سو ٹھٹھرا کے رہ گئے ہم
897/2 واشد ہوئی سو اپنی پژمردگی سے بدتر — موسم گئے کہ گل سے مرجھا کے رہ گئے ہم
897/3 پُر[1] داغِ دل کو لے کر آخر کیا کنارا — اس باغ سے گلی میں جا جا کے رہ گئے ہم
897/4 سوزِ دروں نے ہم کو پردے میں مار رکھا — جوں شمع آپ ہی کو کھا کھا کے رہ گئے ہم
897/5 حیرت سے عاشقی کی پوچھا تھا دوستوں نے — کہہ سکتے کچھ تو کہتے، شرما کے رہ گئے ہم
897/6 اے وائے دل گئے پر، جی بھی گیا ہمارا
یعنی کہ میر برسوں پچھتا کے رہ گئے ہم

﴿898﴾

898/1 حال زخمِ جگر سے ہے درہم — کاش رکھتے کسو طرف مرہم
898/2 دلبروں کو جو بر میں کھینچا ٹک — اس ادا سے بہت ہوے برہم
898/3 آپ کو اب کہیں نہیں پاتے — بے خودی سے گئے ہیں کیدھر ہم
898/4 دیر و کعبہ گئے ہیں ہم اکثر — یعنی ڈھونڈھا ہے اُس کو گھر گھر ہم
898/5 کہہ سکے کون ہم کو ناہموار — اب تو ہیں خاک سے برابر ہم
898/6 کوفت سی کوفت اپنے دل پر ہے — چھاتی کوٹا کیے ہیں اکثر ہم
898/7 ابر کرتا ہے اب کمی سی میر
دیکھیں ہیں سوئے دیدۂ تر ہم

﴿899﴾

899/1 تجا ہے حیرتِ عشقی سے گفتگو کو ہم — خموش دیکھتے رہتے ہیں اُس کے رُو کو ہم
899/2 اگرچہ وصل ہے پر ہیں طلب میں سرگرداں — بہ[2] وہم کار ہی جاتے ہیں جستجو کو ہم
899/3 اب اپنی جان سے ہیں تنگ، دم رکا ہے بہت — ملا ہی دیں گے تری تیغ سے گلو کو ہم

---

[1] نسخۂ کالج، نول کشور دوم میں 'پُر داغ دل' بہت بہتر ہے، آسی اور مجلس کے نسخوں میں 'یہ داغ دل' ہے۔
[2] نسخۂ آسی اور مجلس میں 'یہ' درج ہے جب کہ 'بہ' کا محل ہے، اس لیے ہم نے 'یہ' کو سہو کاتب سمجھ کر 'بہ' اختیار کیا ہے۔

899/4 جلا کے خاک کرے وہ کہ رہ کے داغ کرے — لگاویں آگ سی کیا اپنی گرم خو کو ہم

899/5 مریدِ پیرِ خرابات یوں نہ ہوتے میر
سمجھتے عارف اگر اور بھی کسو کو ہم

﴿900﴾

900/1 عشق بتوں سے اب نہ کریں گے، عہد کیا ہے خدا سے ہم — آ جاویں جو یہ ہرجائی، تو بھی نہ جاویں جا سے ہم

900/2 گریۂ خونیں ٹک بھی رہے تو خاک سی منہ پر اُڑتی ہے — شام و سحر رہتے ہیں یعنی اپنے لہو کے پیاسے ہم

900/3 اُس کی نہ پوچھو، دوری میں اُن نے پرسش حال ہماری نہ کی — ہم کو دیکھو مارے گئے ہیں آ کر پاسِ وفا سے ہم

900/4 چپکے کیا انواعِ اذیت عشق میں کھینچی جاتی ہے — دل تو بھرا ہے اپنا تو بھی کچھ نہیں کہتے حیا سے ہم

900/5 کیا کیا عجز کریں ہیں لیکن پیش نہیں کچھ جاتا میر
سر رگڑے ہیں، آنکھیں ملیں ہیں اُس کے حنائی پا سے ہم

﴿901﴾

901/1 چاہیے یوں تھا، بگڑی صحبت آپ ہی آ کے بناتے تم — رحلت کرنے سے آگے مجھ کو دیکھتے آتے جاتے تم

901/2 چلتے کہا تا جاؤ سفر کو، آؤ گے تو ملیے گا (تھا) — وعدۂ وصل نہ ہوتا تو پھر کس کو جیتا پاتے تم

901/3 کیا دن تھے وے، دیکھتے تم کو نیچی نظر میں کر لیتا — شرما شرما لوگوں سے جب آنکھیں مجھ کو دکھاتے تم

901/4 بستر پر میں مردہ سا تھا، جان سی مجھ میں آ جاتی — کیا ہوتا جو رنجہ قدم کر میرے سرہانے آتے تم

901/5 دل کے اوپر ہاتھ رکھے ہی شام سحریاں گزرے ہے — حال یہ تھا تو دل عاشق کا ہاتھ میں ٹک تو لاتے تم

901/6 خاک ہے اصلِ طینت آدم، چاہیے اس کو عجز کرے — بات کی تہ کو کچھ پاتے تو اتنا سر نہ اُٹھاتے تم

901/7 چہرہ زرد بجا ہے سارا عشق میں غم کا مارا ہوں
رنگ یہ دیکھا ہوتا تو دل میر کہیں نہ لگاتے تم

﴿902﴾

902/1 صبر بہت تھا ایک سمیں میں جا سے اپنی نہ جاتے ہم — کس کس ناز سے وے آتے، پر آنکھ نہ ان سے ملاتے ہم

902/2 کعبے سے کر نذر اُٹھے سو خرچ راہ اے وائے ہوئے — ورنہ صنم خانے میں جا زنار گلے سے بندھاتے ہم

902/3 ہاتھی مست بھی آوے چلا تو اُس سے منہ کو پھیر نہ لیں — پھرتے ہیں سرمستِ محبت، مے ناخوردہ ماتے ہم[1]

902/4 ہائے جوانی وہ نہ گلے لگتا تو خشم عشقی سے — نعل جڑے جاتے چھاتی پہ، گل ہاتھوں پر کھاتے ہم

902/5 عشق تو کارِ خوب ہے لیکن میر کھنچے ہے رنج بہت
کاش کہ عالمِ ہستی میں بے عشق و محبت آتے ہم

---

[1] نسخۂ آسی، ص ۴۹۷ 'ماتے ہم' ہے اور یہی بہتر بھی ہے، نسخۂ مجلس جلد سوم ص ۳۲۶ 'آتے ہم' غالباً سہواً درج ہوا، اختلافِ متن مذکور نہیں۔

ردیف م ـــــ دیوانِ پنجم

903

903/1 عشق ہمارے درپئے جاں ہے آئے گھر سے نکل کر ہم ؎ سر پر دیکھا یہی فلک ہے، جاویں کیدھر[1] چل کر ہم

903/2 بل کھائے ان بالوں سے کب عہدہ برآ ہوتے ہیں ہزار ؎ تکلے کا سا بل نکلا ہے ٹک جو چلے تھے بل کر ہم

903/3 مت پوچھو کچھ پچھتاتے ہیں، کیا کہیے گھبراتے ہیں ؎ جی تو لیا ہے پاس بغل میں دل بیٹھے ہیں ڈل کر ہم

903/4 بے تک و دو کیا سیری ہو دیدار کے ہم سے تشنوں کو ؎ پانی بھی پی سکتے نہیں ٹک اپنی جگہ سے ہل کر ہم

903/5 عشق جو ہوتا واقع میں تو سیدھے جاتے تیغ تلے ؎ راہ ہوس کی پھر لی ہم نے یعنی چلے ہیں ٹل کر ہم

903/6 ہائے جوانی شور کناں پابوس کو اُس کے پھرتے تھے ؎ اب چپ بیٹھ رہے ہیں یک سو ہاتھ بہت سے مل کر ہم

903/7 آگے تو کچھ اس سے[2] آہیں گرم شعلہ فشانی تھیں
اب تو ہوئے ہیں میر اک ڈھیری خاکستر کی جل کر ہم

904

904/1 ڈول لگائے بہتیرے، پر ڈھب پہ کبھو نہیں آتے تم ؎ آنا یک سو، کب دیکھو ہو، ایدھر آتے جاتے تم

904/2 ہر صورت کو دیکھ رہو ہو، ہر کوچے کو جھانکو ہو ؎ آگے عشق کیا ہوتا تو پھرتے جی نہ کھپاتے تم

904/3 چاہت آفت، الفت کلفت، مہر و وفا و رنج و بلا ؎ عشق ہی کے سب نام ہیں یہ، دل کاش کہیں نہ لگاتے تم

904/4 شائق ہو مرغانِ قفس کے، آئے گھر صیادوں کے ؎ پھول اک دو تسکین کو اُن کی، کاش چمن سے لاتے تم

904/5 دونوں طرف سے کشش رہتی تھی نیا نیا تھا عشق اپنا ؎ دھوپ میں آتے داغ ہوئے تو گرمی سے گل کھاتے تم

904/6 کیدھر اب وہ یک رنگی جو دیکھ نہ سکتے دل تنگی ؎ رکتے پاتے ٹک جو ہمیں تو دیر تلک گھبراتے تم

904/7 کیا کیا شکلیں محبوبوں کی پردۂ غیب سے نکلی ہیں ؎ منصف ہو ٹک اے نقاشاں ایسے چہرے بناتے تم

904/8 شاید شب مستی میں تمہاری گرم ہوئی تھیں آنکھیں کہیں ؎ پیش از صبح جو آئے ہو تو آئے راتے ماتے تم

904/9 کب تک یہ دزدیدہ نگاہیں، عمداً آنکھیں جھکا لینا ؎ دلبر ہوتے فی الواقع تو آنکھیں یوں نہ چھپاتے تم

904/10 بعد نماز دعائیں کیں، سو میر فقیر ہوئے تم تو
ایسی مناجاتوں سے آگے کاش کہ ہاتھ اُٹھاتے تم

905

905/1 چاہ چھپی بے پردہ ہوئی، اب یارب کیدھر جاویں ہم ؎ کاش اجل بے وقت ہی پہنچے ایک طرف مر جاویں ہم

905/2 اس کی نگہ کی اچپلیوں سے غش کرتے ہیں جگر داراں ؎ کیا ٹھہرے گا دل اپنا جو بجلی سے ڈر جاویں ہم

905/3 صبر و قرار جو ٹک ہووے تو بہتر ہیں بے طاقت بھی ؎ ہاتھ رکھے دل ہی پر کب تک، اودھر اکثر جاویں ہم

905/4 خاک برابر عاشق ہیں اُس کوچے میں ناچاری سے ؎ گھر ہوں خانہ خرابوں کے تو اپنے بھی گھر جاویں ہم

---

[1] نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'چل کر کیدھر' غلط ہے، اس لیے کہ نکل، چل، بل ڈل قوافی ہیں، آسی کے یہاں 'کیدھر چل کر' درست متن ہے۔

[2] نسخۂ آسی میں پیروی طبع دوم میں 'کچھ اُس کے آہیں' درست نہیں، نسخۂ کالج میں 'کچھ اُس سے آہیں' بہتر ہے۔

905/5
میر اپنی سب عمر گئی ہے سب کو بُرائی ہی کرتے
سر پر آیا جانے کا موسم، اب تو بھلا کر جاویں ہم

﴿906﴾

906/1
ہم تو یہی کہتے تھے ہمیشہ، دل کو کہیں نہ لگاؤ تم
کیا کہیے نہ ہماری سنی اب بیٹھے رنج اُٹھاؤ تم

906/2
جھوٹ کہا کیا ہم نے اس میں طور جو اس سے ظاہر ہے
ہاتھ چلے تو عاشقِ زار کو خاک و خوں میں لٹاؤ تم

906/3
صبر کرو، بیتاب رہو، خاموش پھرو، یا شور کرو
کس کو یاں پروا ہے کسو کی، ٹھہرو، آؤ، جاؤ تم

906/4
ناز و غرور و تبختر سارا، پھولوں پر ہے چمن کا سو
کیا مرزائی لالہ و گل کی، کچھ خاطر میں نہ لاؤ تم

906/5
وائے کہ اس ہجراں کشتے نے باغ سے جاتے ٹک نہ سنا
گل نے کہا جو خوبی سے اپنی کچھ تو ہمیں فرماؤ تم

906/6
دست و پا بہتیرے مارے، سر بھی پھوڑے حیرت ہے
کیا کریے جو بے دست و پا ہم سوں کے ہاتھ آؤ تم

906/7
غم میں تمہارے صورت خوش کی سیکڑوں شکلیں گو بگڑیں
بیٹھے ناز و غرور سے بکھرے بال اپنے نہ بناؤ تم

906/8
در پہ حرم کے کشود نہیں تو دیر میں جا کر کافر ہو
قشقے کھینچو پوتھی پڑھو زُنّار گلے سے بندھاؤ تم

906/9
بود نبود ثبات رکھے تو یہ بھی اک بابت ہے میر
اس صفحے میں حرفِ غلط ہیں کاش کہ ہم کو مٹاؤ تم

﴿907﴾

907/1
کیا کریں بے کس ہیں ہم، بے بس ہیں ہم، بے گھر ہیں ہم
کیوں کر اڑ کر پہنچیں اُس تک طائرِ بے پر ہیں ہم

907/2
سر نہ بالیں سے اُٹھاویں کاش کہ بیمارِ عشق
ہو گا یک ہنگامہ برپا فتنہ زیرِ سر ہیں ہم

907/3
سو طرف لے جاتی ہے ہم کو پریشاں خاطری
یاں کسے ڈھونڈو ہو تم، کیا جانیے کیدھر ہوں ہم

907/4
گر نہ روئیں کیا کریں ہر چار سو ہے بے کسی
بے دل و بے طاقت و بے دین و بے دلبر ہیں ہم

907/5
وہ جو رشکِ مہ کبھی اس راہ سے نکلا نہ میر
ہم نہ رکھتے تھے ستارہ یعنی بد اختر ہیں ہم

﴿908﴾

908/1
کہا سنتے تو کاہے کو کسو سے دل لگاتے تم
نہ جاتے اُس طرف تو ہاتھ سے اپنے نہ جاتے تم

908/2
شکیبائی کہاں جو اب رہے جاتی ہوئی عزت
کدھر وہ ناز[1] جس سے سرفرو ہرگز نہ لاتے تم

908/3
یہ حسنِ خلق تم میں عشق سے پیدا ہوا ورنہ
گھڑی کے روٹھے کو دو دو پہر تک کب مناتے تم

908/4
نظر دزدیدہ کرتے[2] ہو جھکی رکھتے ہو پلکوں کو
لگیں ہوتی نہ آنکھیں تو نہ آنکھوں کو[3] چھپاتے تم

908/5
یہ ساری خوبیاں دل لگنے کی ہیں، مت برا مانو
کسو کا بارِ منت بے علاقہ کب اُٹھاتے تم

908/6
پھرا کرتے تھے جب مغرور اپنے حسن پر آگے
کسو سے دل لگا، جو پوچھتے ہو آتے جاتے تم

---

1. نسخۂ آسی اور مجلس کی اشاعت میں 'تاز' غلط ہے، نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں 'ناز' درست ہے۔
2. نسخۂ آسی و مجلس میں 'رکھتے' ہے یہ درست نہیں، نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'کرتے' بہتر بھی ہے۔
3. کلیاتِ میر مطبوعہ مجلس ترقی ادب، جلد چہارم، ص ۱۰۰ پر 'آنکھوں میں' درج ہے، آسی میں 'کو' درست ہے۔

908/7 جو ہوتے میر سوسر[1] کے نہ کرتے اک سخن اُن سے
بہت تو پان کھاتے ، ہونٹ غصے سے چباتے تم

﴿909﴾

909/1 اس کی گلی میں غش جو کیا ، آ سکے نہ ہم — پھر ہو چکے وہیں کہیں گھر جا سکے نہ ہم
909/2 سوئے تو غنچہ ہو کسو گلخن کے آس پاس — اس تنگ نا میں پاؤں بھی پھیلا سکے نہ ہم
909/3 حال آں کہ ظاہر اس کے نشاں شش جہت تھے میر
خود گم رہے جو پھرتے بہت ، پا سکے نہ ہم

﴿910﴾

910/1 ہم نہ کہا کرتے تھے تم سے دل نہ کسو سے لگاؤ تم — جی دینا پڑتا ہے اس میں ، ایسا نہ ہو پچھتاؤ تم
910/2 سو نہ سنی تم نے تو ہماری ، آنکھیں لگو ہیں ، لگ پڑیاں — رو رو کر سر دھنتے ہو ، اب بیٹھے رنج اٹھاؤ تم
910/3 صبر کہاں جو تسکیں ہووے ، بے تابی سے چین کہاں — ایک گھڑی میں سو سو باری اودھر ، ایدھر[2] جاؤ تم
910/4 خواہشِ دل ہے چاہ کسو کی ، یہی سبب ہے کاہش کا — ناحق ناحق کیوں کہتے ہو حق کی طرف دل لاؤ تم
910/5 ہر کوچے میں کھڑے رہ رہ کر ، ایدھر اودھر دیکھو ہو — ہائے خیال یہ کیا ہے تم کو ، جانے بھی[3] دو اب آؤ تم
910/6 فاش نہ کریے رازِ محبت ، جانیں اس میں جاتی ہیں — دردِ دل آنکھوں سے ہر اک کے تا مقدور چھپاؤ تم
910/7 قدر و قیمت اس سے زیادہ میر تمھاری کیا ہو گی
جس کے خواہاں دونوں جہاں ہیں اس کے ہاتھ بکاؤ تم

﴿911﴾

911/1 تظلم کہ کھینچے الم پر الم — ترحم کہ مت کر ستم پر ستم
911/2 علم بازیِ آہ جاں کاہ سے — رہے ٹوٹتے ہی علم پر علم
911/3 جو سو سر کے ہو آؤ مانوں نہ میں — عبث کھاتے ہو تم قسم پر قسم
911/4 کئی بار آیا ادھر لطف سے — عطا پر عطا ہے ، کرم پر کرم
911/5 خطرناک تھی وادیِ عشق میر
گئے اس پہ بھی ہم ، قدم بر قدم[4]

---

[1] سبھی نسخوں میں 'سو سر کے' ہی درج ہوا ہے، فائق صاحب کا خیال ہے کہ غالباً یہ 'سرکی' ہوگا۔ 'سو سر کا' اُردو کا محاورہ ہے اور مستقل مزاج، ثابت قدم اور دھن کا پکا کے لیے مستعمل ہے، شاید فائق صاحب کے علم میں نہ ہو، اسی لیے 'سرکی' کی قیاسی اصلاح تجویز فرمائی۔

[2] نسخۂ کالج کا متن زیادہ رواں اور لہجۂ میر کا زیادہ نمائندہ ہے ورنہ آسی و مجلس کے یہاں 'سو سو بار اُودھر سے ایدھر' درج ہوا ہے۔

[3] نسخۂ آسی کے مصرع میں 'جانے بھی دو، اب آؤ تم' مجلس کی کتابت میں 'بھی' شامل نہیں، سہو کاتب ہی کہا جائے گا۔ تاہم یہ واضح ہے کہ میر کی طویل بحروں والی غزلوں میں متن کی اغلاط پر زیادہ توجہ مرتبین نے صرف نہیں کی۔

[4] نسخۂ آسی میں 'قدم بر قدم' جب کہ مجلس کے یہاں 'قدم پر قدم' درج ہے، اختلاف کی نشان دہی بھی نہیں کی۔

ردیف م ___ دیوان ششم

﴿912﴾

912/1
کھا گئی یاں کی فکر سو موہوم
واں گئے کیا ہو، کچھ نہیں معلوم

912/2
وصل کیونکر ہو اُس خوش اختر کا
جذب ناقص ہے اور طالع شوم

912/3
نہ ہوئے تھے ابھی جواں افسوس
صبر مغفور و طاقتِ مرحوم

912/4
جب غبار اپنے دل کا نکلے ہے
دیر رہتی ہے آندھی کی سی دھوم

912/5
بھیگی اس کی مسوں کی خوبی سے
بے حواسی ہے ہم کو جوں مسموم

912/6
ہے عبث یہ تردد و تشویش
پہنچے ہے وقت پر جو ہے مقسوم

912/7
ہاتھ سے وہ گئی جو سیمیں ساق
ہم رہے سر بہ زانوے[1] و مغموم

912/6
صاحب اپنا ہے بندہ پرور میر
ہم جہاں سے نہ جائیں گے محروم

﴿913﴾

913/1
عشق کیا ہے اُس گل کا یا آفت لائے سر پر ہم
جھانکتے اُس کو ساتھ صبا کے صبح پھریں ہیں گھر گھر ہم

913/2
روز و شب کو اپنی یا رب کیونکہ کریں گے روز و شب
ہاتھ رکھے رہتے ہیں دل پر بے تابی میں اکثر ہم

913/3
پوچھتے راہ شکستہ دل کی جا نکلے تھے کعبے میں
سوچ وہاں تو گذرا جی میں آئے کدھر سے کیدھر ہم

913/4
شام سے کرتا منزل آ کر گھر کو ہمارے صدر نشیں
رکھتے ستارہ اس مہ وش کی چاہ میں گر بداختر ہم

913/5
برسوں خس و خاشاک پہ سوئے، مدت گل خن تابی کی
بخت نہ جاگے جو اس سے ہوں ایک بھی شب ہم بستر ہم

913/6
روز بتر ہے حالتِ عشقی جیسے ہوں بیمارِ اجل
ہے نہ دوا، نے کوئی معالج، کیونکر ہوں گے بہتر ہم

913/7
اس کی جناب سے رحمت ہو تو جی بچتا ہے دنیا میں
اس جانب سے تو بیٹھے ہیں مرنا کر کے مقرر ہم

913/8
اب تو ہماری طرف سے اتنا دل کو پتھر مت کریو
سختی سے ایام کی اب تک جیتے رہے ہیں مر مر ہم

913/9
آہ معیشت روز و شب کی ساتھ اندوہ کے ٹھہری ہے
روتے کڑھتے رہا کرتے ہیں، غم سے ہوئے ہیں خوگر ہم

913/10
شعلہ اک اٹھا تھا دل سے آہِ عالم سوز کا میر
ڈھیری ہوئی ہے خاکستر کی، جس کی لپٹ میں جل کر ہم

﴿914﴾

914/1
کڑھتے جو رہے ہجر میں، بیمار ہوئے ہم
بستر پہ گرے رہتے ہیں، ناچار ہوئے ہم

914/2
بہلانے کو دل باغ میں آئے تھے، سو بلبل
چلّانے لگی ایسے کہ بیزار ہوئے ہم

914/3
جلتے ہیں کھڑے دھوپ میں جب جاتے ہیں اودھر
عاشق نہ ہوئے اس کے، گنہ گار ہوئے ہم

1۔ نسخۂ آسی میں 'سر بہ زانو و مغموم' درج ہے جب کہ مجلس کے نسخے میں اختلاف نسخ کا ذکر کیے بغیر 'سر بہ زانوے مغموم' درج ہوا ہے۔

2۔ نسخۂ آسی کا متن درج کیا ہے، نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں 'جس کی لپیٹ میں' کی جگہ 'جیسے شب میں' درج ہے، ہمارے نزدیک 'ڈھیری ہوئی' کی جگہ 'ڈھیری ہوئے ہیں' ہونا چاہیے۔

914/4 اک عمر دعا کرتے رہے یار کو دن رات — دشنام کی اب اس کے سزاوار ہوئے ہم

914/5 ہم دام بہت وحشی طبیعت تھے اُٹھے سب — تھی چوٹ جو دل پر سو گرفتار ہوئے ہم

914/6 چیتے[1] ہوئے لوگوں کی بھلی یا بری گزری — افسوس! بہت دیر خبردار ہوئے ہم

914/7 کیا کیا متمول گئے بِک دیکھتے جس[2] پر — بیعانگی میں اس کے خریدار ہوئے ہم

914/8 کچھ پاس نہیں یاری کا اِن خوش پسروں کو — اِن دشمنِ جاں ہا[3] سے عبث یار ہوئے ہم

914/9 گھٹ گھٹ کے جہاں میں رہے، جب میر سے مرتے
تب جا کے کچھ اک[4] واقفِ اسرار ہوئے ہم

﴿915﴾

915/1 وے ہم ہیں جن کو کہیے آزار دیدہ مردم — اُلفت گزیدہ مردم ، کافت کشیدہ مردم

915/2 ہے اپنا جی ہی در ہم تس پر ہے عشق کا غم — رہتے ہیں دم بخود ہم آفت رسیدہ مردم

915/3 وہ دیکھے ہم کو آ کر جن نے نہ دیکھے ہوویں — آزردہ ، دل شکستہ ، خاطر کبیدہ مردم

915/4 جو ہے سو لہو مائل ، بے طور اور جاہل — اہلِ جہاں ہیں سارے صحبت نہ دیدہ مردم

915/5 جاتے ہیں اس کی جانب مانندِ تیر سیدھے — مثلِ کمانِ حلقہ قامت خمیدہ مردم

915/6 اوباش بھی ہمارا کتنا ہے ٹیڑھا بانکا — دیکھ اس کو ہو گئے ہیں کیا کیا کشیدہ مردم

915/7 مت خاکِ عاشقاں پر پھر آب زندگی سا — جاگیں کہیں نہ سوتے یہ آرمیدہ مردم

915/8 لے لے کے منہ میں تنکا ملتے ہیں عاجزانہ — مغرور سے ہمارے بر خویش چیدہ مردم

915/9 تھے دست بستہ حاضر خدمت میں میر گویا
سیمیں تنوں کے عاشق ہیں زر خریدہ مردم

﴿916﴾

916/1 کیا زمانہ تھا کہ تھے دلدار کے یاروں میں ہم — شہرۂ عالم تھے اس کے ناز برداروں میں ہم

916/2 اجڑی اجڑی بستی میں دنیا کی جی لگتا نہیں — تنگ آئے ہیں بہت ان چار دیواروں میں ہم

916/3 جو یہی ہے غم ، الم ، رنج و قلق ہجراں کا تو — زندگی سے بے توقع ہیں اِن[5] زاروں میں ہم

916/4 شاید آوے حال پرسی کرنے اِس اُمید پر — کب سے ہیں دارالشفا میں اُس کے بیماروں میں ہم

916/5 دھوپ میں جلتے ہیں پہروں آگے اُس کے میر جی[6]
رفتگی سے دل کی ، ٹھہرے ہیں گنہ گاروں میں ہم

---

[1] نول کشور دوم، سوم اور آسی و مجلس سب کے یہاں 'جیتے' درج ہے، اس لیے 'چیتے' (ہوشیار) کی قیاسی تصحیح کی ہے۔
[2] نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'جس'، آسی و مجلس کے 'اُس' سے بہتر ہے۔
[3] آسی اور مجلس میں 'دشمن جانی' ہے نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'دشمن جاں ہا' بہت بہتر ہے البتہ 'خوش پسروں' کے حوالے سے 'اِس' کو 'اِن' کے ساتھ بدلنے کی قیاسی جرأت ہم نے کی ہے۔
[4] نول کشور دوم کا متن، سب سے بہتر ہونے کی بنا پر اختیار کیا ہے، ورنہ نسخۂ کالج میں 'تب یاں کچھ اک' آسی کے یہاں کا متن درج شعر کیا ہے۔
[5] نسخۂ آسی میں بہ صراحت ضم 'اُن' ہے۔ جس یہ محل نہیں، مصرعِ اولیٰ میں جو فہرست ہے اُس کے لیے 'اُن' سے زیادہ 'اِن' موزوں ہے۔
[6] نسخۂ کالج میں 'میر سے' جب کہ نول کشور دوم اور آسی کے یہاں 'میر جی' طبع ہوئے ہیں۔

ردیف ن ــــ دیوان اول

﴿917﴾

917/1 بے کلی، بے خودی کچھ[1] آج نہیں — ایک مدت سے وہ مزاج نہیں
917/2 درد اگر یہ ہے تو مجھے بس ہے — اب دوا کی کچھ[1] احتیاج نہیں
917/3 ہم نے اپنی سی کی بہت لیکن — مرضِ عشق کا علاج نہیں
917/4 شہرِ خوبی کو خوب دیکھا میر — جنسِ دل کا کہیں رواج نہیں

﴿918﴾

918/1 وحشت میں ہوں بلا، گر وادی پہ اپنی آؤں — مجنوں کی محنتیں سب میں خاک میں ملاؤں
918/2 ہنس کر کبھو بلایا تو برسوں تک رلایا — اُس کی ستم ظریفی کس کے تئیں دکھاؤں
918/3 فریادی ہوں تو ٹپکے لوہو مری زباں سے — نالے کو بلبلوں کے خاطر میں بھی نہ لاؤں
918/4 پوچھو نہ دل کے غم کو ایسا نہ ہووے یاراں — مانند روضہ خواں کے مجلس کے تئیں رلاؤں
918/5 اک دم تو چونک بھی پڑ شور و فغاں سے میرے — اے بختِ خفتہ کب تک تیرے تئیں جگاؤں
918/6 از خویش رفتہ ہر دم فکرِ وصال میں ہوں — کتنا میں کھویا جاؤں یا رب کہ تجھ کو پاؤں
918/7 عریاں تنی کی شوخی وحشت میں کیا بلا تھی — تہ گرد کی نہ بیٹھی تا تن کے تئیں چھپاؤں
918/8 اگلے خطوں نے میرے مطلق اثر نہ بخشا — قاصد کے بدلے اب کے جادو مگر چلاؤں
918/9 دل تفتگی نے مارا مجھ کو کہاں مژہ دے — اک قطرہ آب تا میں اس آگ کو بجھاؤں
918/10 آسودگی تو معلوم اے میر جیتے جی یاں — آرام تب ہی پاؤں جب جی سے ہاتھ اُٹھاؤں

﴿919﴾

919/1 سوزشِ دل سے مفت گلتے ہیں — داغ جیسے چراغ جلتے ہیں
919/2 اس طرح دل گیا کہ اب تک ہم — بیٹھے روتے ہیں، ہاتھ ملتے ہیں
919/3 بھری آتی ہیں آج یوں آنکھیں — جیسے دریا کہیں ابلتے ہیں
919/4 دمِ آخر ہے بیٹھ جا، مت جا — صبر کر ٹک کہ ہم بھی چلتے ہیں
919/5 تیرے بے خود جو ہیں سو کیا چیتیں — ایسے ڈوبے کہیں اُچھلتے ہیں
919/6 فتنہ در سر، بتانِ حشر خرام — ہائے رے کس ٹھسک سے چلتے ہیں
919/7 نظر اُٹھتی نہیں کہ جب خوباں — سوتے سے اُٹھ کے آنکھ ملتے ہیں
919/8 اُس سرِ زلف کا خیال نہ چھوڑ — سانپ کے سر ہی یاں کچلتے ہیں

---

[1] نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم اور مخطوطے میں 'کچھ' زیادہ موزوں اور مستند ہے۔ صرف آسی اور مجلس (اور عبادت) کے یہاں 'بھی' درج ہوا ہے۔

919/9 تھے جو اغیار سنگ سینے کے — اب تو کچھ ہم کو دیکھ ٹلتے ہیں
919/10 شمع رُو موم کے بنے ہیں مگر — گرم ٹک ملیے تو پگھلتے ہیں
919/11 میر صاحب کو دیکھیے جو بنے
اب بہت گھر سے کم نکلتے ہیں

﴿920﴾

920/1 آیا کمالِ نقص مرے دل کی تاب میں — جاتا ہے جی چلا ہی مرا اضطراب میں
920/2 دوزخ کیا ہے سینہ مرا سوزِ عشق سے — اس دل جلے ہوئے کے سبب ہوں عذاب میں
920/3 مت کر نگاہِ خشم ، یہی موت ہے مری — ساقی نہ زہر دے تُو مجھے تو شراب میں
920/4 بیدار شورِ حشر نے سب کو کیا ولے — ہیں خونِ خفتہ اُس کے شہیدوں کے خواب میں
920/5 دل لے کے رُو بھی ٹک نہیں دیتے کہیں گے کیا — خوبانِ بد معاملہ یوم الحساب میں
920/6 جا کر درِ طبیب پہ بھی میں گرا ولے — جز آہ اُن نے کچھ نہ کہا[1] میرے باب میں
920/7,8 عیش و خوشی ہے شیب میں ہو گو پہ وہ کہاں (قطعہ) — لذت جو ہے جوانی کے رنج و عتاب میں
دیں عمرِ خضر موسمِ پیری میں تو نہ لے — مرنا ہی اس سے خوب ہے عہدِ شباب میں
920/9-11 آ نکلے تھے جو حضرتِ میر اس طرف کہیں (قطعہ) — میں نے کیا سوال یہ اُن کی جناب میں
حضرت سنو تو میں بھی تعلق کروں کہیں — فرمانے لاگے رو کے یہ اُس کے جواب میں
تو جان لے کہ تجھ سے بھی آگے[2] جو کل تھے یاں
ہیں آج صرفِ خاک ، جہانِ خراب میں

﴿921﴾

921/1 بے رُوے[3] زلفِ یار ہے رونے سے کام یاں — دامن ہے منہ پہ ابر نمط صبح و شام یاں
921/2 آوازہ ہی جہاں میں ہمارا سنا کرو — عنقا کے طور زیست ہے اپنی بہ نام یاں
921/3 وصفِ دہن سے اس کے نہ آگے قلم چلے — یعنی کیا ہے خامے نے ختمِ کلام یاں
921/4 غالب یہ ہے کہ موسمِ خط واں قریب ہے — آنے لگا ہے متّصل اُس کا پیام یاں
921/5 مت کھا فریبِ عجز عزیزانِ حال کا — پنہاں کیے ہیں خاک میں یاروں نے دام یاں
921/6 کوئی ہوا نہ دست بہ سر شہرِ حسن میں — شاید نہیں ہے رسمِ جوابِ سلام یاں
921/7 ناکام رہنے ہی کا تمھیں غم ہے آج میر
بہتوں کے کام ہو گئے ہیں کل تمام یاں

﴿922﴾

922/1 نہ گیا خیالِ زلفِ سیہِ جفا شعاراں — نہ ہوا کہ صبح ہووے شبِ تیرہ روزگاراں

---

[1] نسخۂ آسی، عبادت و مجلس میں 'کیا' جب کہ نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم اور مخطوطے میں 'کہا' ہے۔ یہی بہتر ہے۔
[2] نسخۂ آسی اور مجلس میں مصرع یوں ہے 'تو جان لیک تجھ سے بھی آئے جو کل تھے یاں'، نسخۂ کالج میں 'آئے' کی جگہ 'آگے' بہت بہتر ہے اور 'لیک' کے بدلے مخطوطے کی سند سے 'لے کہ' درجِ متن کیا ہے۔
[3] 'بے رُو و زلفِ یار' ہونا چاہیے، لیکن 'روئے' کا استعمال 'رونے' سے ایہام کے سبب قرینِ امکان ہے۔

922/2 نہ کہا تھا اے رفوگر مرے[1] ٹانکے ہوں گے ڈھیلے — نہ سیا گیا یہ[2] آخر دلِ چاکِ بے قراراں

922/3 ہوئی عید، سب نے پہنے طرب و خوشی کے جامے — نہ ہوا کہ ہم بھی بدلیں یہ لباسِ سوگواراں

922/4 خطرِ عظیم میں ہیں مری آہ و اشک سے سب — کہ جہان رہ چکا پھر جو یہی ہے باد و باراں

922/5 کہیں خاکِ کو کو اُس کی، تُو صبا نہ دیجو جنبش — کہ بھرے ہیں اُس زمیں میں جگرِ جگر فگاراں

922/6 رکھے تاجِ زر کو سر پر چمنِ زمانہ میں گل — نہ شگفتہ ہو تو اتنا کہ خزاں ہے یہ بہاراں

922/7 نہیں تجھ کو چشمِ عبرت یہ نمود میں[3] ہے ورنہ — کہ گئے ہیں خاک میں مل کئی تجھ سے تاجداراں

922/8 تو جہاں سے دل اُٹھا، یاں نہیں رسمِ دردمندی — کسی نے بھی یوں نہ پوچھا ہوئے خاک یاں ہزاراں

922/9 یہ سنا تھا میر ہم نے کہ فسانہ خواب لا ہے[4]
تری سرگزشت سن کر گئے اور خوابِ یاراں

﴿923﴾

923/1 اُس کے کوچے سے جو اُٹھ اہلِ وفا جاتے ہیں — تا نظر کام کرے، رو بہ قفا جاتے ہیں

923/2 متصل روتے ہی رہیے تو بجھے آتشِ دل — ایک دو آنسو تو اور آگ لگا جاتے ہیں

923/3 وقتِ خوش اُن کا جو ہم بزم ہیں تیرے، ہم تو — در و دیوار کو احوال سنا جاتے ہیں

923/4 جائے گی طاقتِ پا آہ تو کرے[5] گا کیا — اب تو ہم حال کبھو تم کو دِکھا جاتے ہیں

923/5 ایک بیمارِ جدائی ہوں میں آپھی تس پر — پوچھنے والے جدا جان کو کھا جاتے ہیں

923/6 غیر کی تیغِ زباں سے تری مجلس میں تو ہم — آ کے روز ایک نیا زخم اُٹھا جاتے ہیں

923/7 عرضِ وحشت نہ دیا کر تو بگولے اتنی — اپنی وادی پہ کبھو یار بھی آ جاتے ہیں[6]

923/8 میر صاحب بھی ترے کوچے میں شب آتے ہیں لیک
جیسے دریوزہ گری کرنے گدا جاتے ہیں

﴿924﴾

924/1 کہیو قاصد جو وہ پوچھے ہمیں، کیا کرتے ہیں — جان و ایمان و محبت کو دعا کرتے ہیں

924/2 عشق آتش بھی جو دیوے تو نہ دم ماریں ہم — شمعِ تصویر ہیں، خاموش جلا کرتے ہیں

924/3 جائے ہی[7] نہ مرضِ دل تو نہیں اس کا علاج — اپنے مقدور تلک ہم تو دوا کرتے ہیں

924/4 اس کے کوچے میں نہ کر شورِ قیامت کا ذکر — شیخ! یاں ایسے تو ہنگامے ہوا کرتے ہیں

---

1. آسی، عبادت و مجلس میں 'ترے ٹانکے' ہے۔ قدیم نسخوں، نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم میں 'مرے ٹانکے' ہے، یہی مرجح ہے۔
2. دوسرے مصرع میں اِسی طرح 'نہ' کی جگہ قدیم نسخوں کی سند پر 'یہ' بہتر ہے، اس طرح نہ کی تکرار کا عیب بھی نکل جاتا ہے۔
3. نول کشور دوم، سوم میں 'نمود میری ورنہ' درج ہوا، آسی کا متن جو درج ہوا، بہتر ہے۔
4. نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں 'خواب لا ہے' یہی متن بہتر ہے۔ آسی کے یہاں 'لائے' ہے، کسی نے 'خواب زا' بھی درج کیا ہے۔ مزید کے لیے 'شعر شور انگیز' جلد سوم، ص ۱۴۱۔
5. مجلس کی اشاعت میں 'آہ تو کرلے گا کیا' حالانکہ آسی کے یہاں درست متن موجود ہے، جو اختیار کیا ہے۔
6. نول کشور دوم اور آسی کے یہاں متن درست، طبع سوم میں مصرع نہایت غلط اور مختلف ہے 'اپنے وعدے پہ کبھو یاد بھی آ جاتے ہیں'۔
7. آسی کے یہاں 'جائے ہی نہ' درست ہے، مجلس کی کتابت میں 'جائے ہے نہ' درج ہوا ہے۔

924/5 بے بسی سے تو تری بزم میں ہم بہرے بنے — نیک و بد کوئی کہے ، بیٹھے سنا کرتے ہیں
924/6 رخصتِ جنبشِ لب عشق کی حیرت سے نہیں — مدتیں گزریں کہ ہم چپ ہی رہا کرتے ہیں
924/7 تو پری شیشے سے نازک ہے نہ کر دعویِ مہر — دل ہیں پتھر کے اُنھوں کے جو وفا کرتے ہیں
924/8 تجھ سے لگ جا کے یہ یوں جاتے رہیں مجھ سے حیف — دیدہ و دل نے نہ جانا کہ دغا کرتے ہیں
924/9 فرصتِ خواب نہیں ذکرِ بتاں میں ہم کو — رات دن رام کہانی سی کہا کرتے ہیں
924/10 مجلسِ حال میں موزوں حرکت شیخ کی دیکھ — حیز[1] شرعی بھی دمِ رقص مزا کرتے ہیں
924/11 یہ زمانہ نہیں ایسا کہ کوئی زیست کرے — چاہتے ہیں جو بُرا اپنا ، بھلا کرتے ہیں
924/12 محض ناکارہ بھی مت جان ہمیں تو کہ کہیں — ایسے ناکام بھی بیکار پھرا کرتے ہیں
924/13 تجھ بن اس جانِ مصیبت زدہ ، غم دیدہ پہ ہم — کچھ نہیں کرتے تو افسوس کیا کرتے ہیں
924/14 کیا کہیں میر جی ہم تم سے معاش اپنی غرض
غم کو کھایا کرے ہیں ، لوہو پیا کرتے ہیں

﴿925﴾

(قبل از 1752ء)

925/1 مستوجبِ ظلم و ستم و جور و جفا ہوں — ہر چند کہ جلتا ہوں پہ سرگرمِ وفا ہوں
925/2 آتے ہیں مجھے خوب سے[2] دونوں ہنرِ عشق — رونے کے تئیں آندھی ہوں ، کڑھنے کو بلا ہوں
925/3 اس گلشنِ دنیا میں شگفتہ نہ ہوا میں — ہوں غنچۂ افسردہ کہ مردودِ صبا ہوں
925/4 ہم چشم ہے ہر آبلۂ پا کا مرا اشک — ازبس کہ تری راہ میں آنکھوں سے چلا ہوں
925/5 دامن نہ جھٹک ہاتھ سے میرے کہ ستم گر — ہوں خاکِ سرِ راہ کوئی دم میں ہوا ہوں
925/6 دل خواہ جلا اب تُو مجھے اے شبِ ہجراں — میں سوختہ بھی منتظرِ روزِ جزا ہوں
925/7 گو طاقت و آرام ، خور و خواب گئے سب — بارے یہ غنیمت ہے کہ جیتا تو رہا ہوں
925/8 اتنا ہی[3] مجھے علم ہے کچھ میں بھی بہر چیز — معلوم نہیں خوب مجھے بھی کہ میں کیا ہوں
925/9 تب گرم سخن کہنے لگا ہوں میں کہ اک عمر — جوں شمع سرِ شام سے تا صبح جلا ہوں
925/10 سینہ تو کیا فضلِ الٰہی سے سبھی چاک
ہے وقتِ دعا میر کہ اب دل کو لگا ہوں

﴿926﴾

926/1 جنسِ گراں کو تجھ سے جو لوگ چاہتے ہیں — وے روگ اپنے جی کو ناحق بساہتے ہیں
926/2 اس میکدے میں ہم بھی مدت سے ہیں ولیکن — خمیازہ کھینچتے ہیں ، ہر دم جماہتے ہیں
926/3 ناموسِ دوستی سے گردن بندھی ہے اپنی — جیتے ہیں جب تلک ہم تب تک نباہتے ہیں

---

[1] آسی ، عبادت اور مجلس کے متن میں 'غیر شرعی' سہو کتابت کے سوا کچھ نہیں۔ شیخ اور رقص کے ساتھ صرف چند شرعی (یا حیز شرعی) شرعی مخنث ہی کا محل رہتا ہے۔

[2] نول کشوری نسخوں میں 'خوب سے' ہے جب کہ 'نکات الشعرا' اور 'تذکرہ شورش' میں 'خوب یہ' ہے۔

[3] مخطوطے میں 'اتنا تو' ہے ، تاہم مصرع اولیٰ کے معنی کسی حد تک قیاس کرنے پڑتے ہیں۔

926/4 سہل اس قدر نہیں ہے مشکل پسندی میری — جو تجھ کو دیکھتے ہیں ، مجھ کو سراہتے ہیں

926/5 وے دن گئے کہ راتیں نالوں سے کاٹتے تھے
بے ڈول میر صاحب اب کچھ کراہتے ہیں

﴿927﴾

927/1 یہ تُرک ہو کے خشن کج اگر کُلاہ کریں — تو بوالہوس نہ کبھو چشم کو سیاہ کریں

927/2 تمھیں بھی چاہیے ہے کچھ تو پاس چاہت کا — ہم اپنی اور سے یوں کب تلک نباہ کریں

927/3 رکھا ہے اپنے تئیں روک کر ، ورنہ — سیاہ کر دیں زمانے کو ہم جو آہ کریں

927/4 جو اُس کی اور کو جانا ملے تو ہم بھی ضعیف — ہزار سجدے ہر اک گام سر بہ راہ کریں

927/5 ہوائے میکدہ یہ ہے تو فوتِ وقت ہے[1] ظلم — نماز چھوڑ دیں اب کوئی دن[2] گناہ کریں

927/6 ہمیشہ کون تکلّف ہے[3] خوب. رویوں کا — گزار ناز سے ایدھر بھی گاہ گاہ کریں

927/7 اگر اُٹھیں گے اسی حال سے تو کہیو تو — جو روزِ حشر تجھی کو نہ عذر خواہ کریں

927/8 بڑی بلا ہیں ستم کشتۂ محبت ہم — جو تیغ برسے تو سر کو نہ کچھ پناہ کریں

927/9 اگرچہ سہل ہیں پر دیدنی ہیں ہم بھی میر
اِدھر کو یار تامّل سے گر نگاہ کریں

﴿928﴾

928/1 راضی ہوں ، گو کہ بعد از صد سال و ماہ دیکھوں — اکثر نہیں تو تجھ کو میں گاہ گاہ دیکھوں

928/2 جی انتظار کش ہے ، آنکھیں ہیں رہ گزر پر — آ جا نظر کہ کب تک میں تیری راہ دیکھوں

928/3 آنکھیں جو کھل رہی ہیں مرنے کے بعد میری — حسرت یہ تھی کہ اُس کو میں اک نگاہ دیکھوں

928/4 یہ دل وہ جا ہے جس میں دیکھا تھا تجھ کو بستے — کن آنکھوں سے اب اُجڑا اِس گھر کو آہ دیکھوں

928/5 دیکھوں تو چاند اب کا گزرے ہے مجھ کو کیسا — دل ہے کہ تیرے منہ پر بے مہر ![4] ماہ دیکھوں

928/6 چشم و دل و جگر ، یہ سارے ہوئے پریشاں — کس کس کی تیرے غم میں حالت تباہ دیکھوں

928/7 آنکھیں تو تُو نے دی ہیں اے جرم بخشِ عالم — کیا تیری رحمت آگے اپنے گناہ دیکھوں

928/8-10 مرنا ہے یا تماشا ہر اک کی ہے زباں پر — (قطعہ) اس مجھلے کو چل کر میں خوانخواہ[5] دیکھوں

دیکھوں ہوں آنکھ اُٹھا کر جس کو تو یہ کہے ہے — ہوتا ہے قتل کیونکر یہ بے گناہ ، دیکھوں

928/10 ہوں میں نگاہِ بسمل[6] گو اک مژہ بھی فرصت
تا میر روئے قاتل تا قتل گاہ دیکھوں

---

1. نسخۂ آسی میں 'سے' ہے، نسخۂ کالج اور نول کشور طبع دوم سوم میں 'ہے' درست ہے۔
2. نسخۂ آسی میں 'اور' ناموزوں ہے جب کہ نول کشور دوم سوم میں 'دن' بالکل درست ہے۔
3. موجودہ صورت میں متن شاید درست نہیں، ممکن ہے 'تکلف ہے' کی جگہ 'مکلّف ہو' متن ہو۔
4. نول کشوری نسخوں میں 'بے مہر و ماہ' درج ہے۔ واؤ عطف کے سبب پورا مصرع بے معنی ہو گیا ہے، 'بے مہر' کو خطابیہ اور 'ماہ دیکھوں' (نیا چاند دیکھ آرزو) کے لیے واؤ عطف کے سہو کو دور کرنا ضروری ہے۔
5. نسخۂ آسی میں 'خواہ نخواہ' ہے جب کہ نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں 'خوانخواہ' بہ اعتبار موزونیت بہتر ہے۔
6. مجلس کے نسخے میں 'نگاہِ بسمل' بہ اضافت کسرہ ہے، لیکن زیادہ بہتر متن 'نگاہ بسمل' یعنی اِسے اضافت مقلوبی (نگاہ کا بسمل) سمجھنا ہوگا۔

﴿929﴾

929/1 مشہور ہیں دلوں کی مرے بے قراریاں — جاتی ہیں لا مکاں کو دلِ شب کی زاریاں

929/2 چہرے پہ جیسے زخم ہے ناخن کا ہر خراش — اب دیدنی ہوئی ہیں مری دست کاریاں

929/3 سو بار ہم نے گل کے گئے[1] پر چمن کے بیچ — بھر دی ہیں آبِ چشم سے راتوں کو کیاریاں

929/4 کشتے کے[2] اُس کے خاک بھرے جسمِ زار پر — خالی نہیں ہیں لطف سے لوہو کی دھاریاں

929/5 تربت سے عاشقوں کی نہ اُٹھا کبھو غبار — جی سے گئے، ولے نہ گئیں راز داریاں

929/6 اب کس کس اپنی خواہشِ مردہ کو رویئے — تھی ہم کو اس سے سیکڑوں امیدواریاں

929/7 پڑھتے پھریں گے گلیوں میں ان ریختوں کو لوگ — مدت رہیں گی یاد یہ باتیں ہماریاں

929/8 کیا جانتے تھے ایسے دن آ جائیں گے شتاب — روتے گزرتیاں ہیں ہمیں راتیں ساریاں

929/9 گل نے ہزار رنگ سخن سر کیا ولے — دل سے گئیں نہ باتیں تری پیاری پیاریاں

929/10 جاؤ گے بھول عہد کو، فرہاد و قیس کے — گر پہنچیں ہم شکستہ دلوں کی بھی باریاں

929/11 بچ جاتا، ایک رات جو کٹ جاتی اور میر
کاٹیں تھیں کوہ کن نے بہت راتیں بھاریاں

﴿930﴾

(قبل از 1752ء)

930/1 گر کچھ ہو دردِ آئنہ یوں چرخِ زشت میں[3] — ان صورتوں کو صرف کرے خاک وخشت میں

930/2 رکھتا[4] ہے سوزِ عشق سے دوزخ میں روز و شب — لے جائے گا یہ سوختہ دل کیا بہشت میں

930/3 آسودہ کیوں کے ہوں میں کہ مانندِ گرد باد — آوارگی تمام ہے میری سرشت میں

930/4 کب تک خرابِ سعیِ طوافِ حرم رہوں — دل کو اُٹھا کے بیٹھ رہوں گا کنشت میں

930/5 ماتم کے ہوں زمین پہ خرمن تو کیا عجب — ہوتا ہے نیل چرخ کی اس سبز کشت میں

930/6 سرمست ہم ہیں آنکھوں کے دیکھے سے یار کی — کب یہ نشہ ہے دخترِ رز تجھ پلشت میں

930/7 نامے کو چاک کر کے کرے نامہ بر کو قتل
کیا یہ لکھا تھا میر مری سر نوشت میں

﴿931﴾

931/1 درد و اندوہ میں ٹھہرا جو رہا، میں ہی ہوں — رنگ رُو جس کے کبھو منہ نہ چڑھا، میں ہی ہوں

931/2 بد کہا میں نے رقیبوں کو تو تقصیر ہوئی — کیوں ہے بخشو بھی بھلا، سب میں برا میں ہی ہوں

931/3 اپنے کوچے میں فغاں جس کی سنو ہو ہر رات — وہ جگر سوختہ و سینہ جلا میں ہی ہوں

---

[1] نول کشوری نسخوں میں 'کے کہے' ہے جب کہ نسخۂ ف اور مخطوطے میں جسے مجلس کے مرتب نے درست سمجھا 'کے گئے' ہے۔

[2] آسی و مجلس میں 'کشتے کی' ہے جب کہ ہونا 'کے' چاہیے، کہ اس کا تعلق مصرع میں 'جسمِ زار' سے ہے، جو مذکر ہے۔

[3] اس مصرع کا متن 'نکات الشعرا' میں یوں ہے 'گر ٹک ہو درد آئنے کو چرخِ زشت میں'۔

[4] نول کشور دوم، سوم اور ۱۲۸۰ھ کے مکتوبہ ایک مخطوطے میں 'رکھتا ہے' آسی کے یہاں 'رہتا ہے' سے بہتر ہے۔

931/4 خار کو جن نے لڑی موتی کی کر دکھلایا — اس بیابان میں وہ آبلہ پا میں ہی ہوں

931/5 لطف آنے کا ہے کیا، بس نہیں اب تابِ جفا — اتنا عالم ہے بھرا، جاؤ نا! کیا میں ہی ہوں

931/6-9 اس ادا کو تو ٹک اک سیر کر انصاف کرو (قطعہ) وہ برا ہے گا بھلا دوستو، یا میں ہی ہوں

میں یہ کہتا تھا کہ دل جن نے لیا کون ہے وہ — یک بیک بول اُٹھا اس طرف آ، میں ہی ہوں

جب کہا میں نے کہ تُو ہی ہے، تو پھر کہنے لگا — کیا کرے گا تو مرا، دیکھوں تو، جا میں ہی ہوں

سنتے ہی ہنس کے ٹک اک سوچیو کیا تو ہی تھا — جن نے شب رو کے سب احوال کہا، میں ہی ہوں

931/10 میر آوارۂ عالم جو سنا ہے تُو نے — خاک آلودہ وہ اے بادِ صبا میں ہی ہوں

931/11 کاسۂ سر کو لیے مانگتا دیدار پھرے
میر وہ جان سے بیزار گدا میں ہی ہوں

﴿932﴾

932/1 نکلے ہے جنسِ حسن کسی کاروان میں — یہ وہ نہیں متاع کہ ہو ہر دکان میں

932/2 جاتا ہے اک ہجومِ غمِ عشق جی کے ساتھ — ہنگامہ لے چلے ہیں ہم اُس بھی جہان میں

932/3 یا رب کوئی تو واسطہ سرگشتگی کا ہے — اک[1] عشق بھر رہا ہے تمام آسمان میں

932/4 ہم اُس سے آہ، سوزِ دل اپنا نہ کہہ سکے — تھے آتشِ دروں سے پھپھولے زبان میں

932/5 غم کھینچنے کو کچھ تو توانائی چاہیے[2] — سویاں نہ دل میں تاب، نہ طاقت ہے جان میں

932/6 غافل نہ رہیو ہم سے کہ ہم وے نہیں رہے — ہوتا ہے اب تو حال عجب ایک آن میں

932/7 وے دن گئے کہ آتشِ غم دل میں تھی نہاں — سوزش رہے ہے اب تو ہر اک استخوان میں

932/8 دل نذر و دیدہ پیش کش اے باعثِ حیات — سچ کہہ کہ جی لگے ہے ترا کس مکان میں

932/9 کھینچا نہ کر تو تیغ کہ اک دن نہیں ہیں ہم — ظالم قباحتیں ہیں بہت امتحان میں

932/10 پھاڑا ہزار جا سے گریبانِ صبر میر
کیا کہہ گئی نسیمِ سحر گل کے کان میں

﴿933﴾

933/1 زباں رکھ غنچہ ساں اپنے دہن میں — بندھی مٹھی چلا جا اس چمن میں

933/2 نہ کھول اے یار! میرا گور میں منہ — کہ حسرت ہے مری جاگہ کفن میں

933/3 رکھا کر ہاتھ دل پر، آہ کرتے — نہیں رہتا چراغ ایسی پَوَن میں

933/4 جلے دل کی مصیبت اپنی[3] سن کر — لگی ہے آگ سارے تن بدن میں

933/5 نہ تجھ بن ہوش میں ہم آئے ساقی — مسافر ہی رہے اکثر وطن میں

933/6 خرد مندی ہوئی زنجیر، ورنہ — گزرتی خوب تھی دیوانے پن میں

---

[1] نسخۂ آسی میں 'اک' اور مجلس کے نسخے میں 'یک' ہے۔ اختلافِ نسخ مذکور نہیں۔
[2] نسخۂ آسی اور مجلس نے شعر نمبر ۵ سے پہلے 'قطعہ' درج کیا ہے جب کہ یہ اشعار قطعہ بند نہیں، گو موضوع ایک سا ہے لیکن اشعار کے الگ الگ معنی مکمل ہیں۔
[3] نسخۂ آسی میں 'اپنی' اور مجلس میں 'اپنے' درج ہے۔ گو یہ دونوں ہی درست ہیں لیکن یہاں 'اپنی' بہتر سنائی دیتی ہے۔

933/7 کہاں کے شمع و پروانے ، گئے مر — بہت آتش بہ جاں تھے اس چمن میں

933/8 کہاں عاجز سخن ، قادر سخن ہوں — ہمیں ہے شبہہ یاروں کے سخن میں

933/9 گدازِ عشق میں بہہ بھی گیا میر
یہی دھوکا سا ہے اب پیرہن میں

﴿934﴾

934/1 جن کے لیے اپنے تو یوں جان نکلتے ہیں — اس راہ میں وے جیسے انجان نکلتے ہیں

934/2 کیا تیرِ ستم اُس کے سینے میں بھی ٹوٹے تھے — جس زخم کو چیروں ہوں ، پیکان نکلتے ہیں

934/3 مت سہل ہمیں جانو ، پھرتا ہے فلک برسوں — تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

934/4 کس کا ہے قماش ایسا گودڑ بھرے ہیں سارے — دیکھو نا ! جو لوگوں کے دیوان نکلتے ہیں

934/5,6 گہ لوہو ٹپکتا ہے ، گہ لختِ دل آنکھوں سے — (قطعہ) یا ٹکڑے جگر ہی کے ہر آن نکلتے ہیں

کریے تو گلہ کس سے جیسی تھی ہمیں خواہش — اب ویسے ہی یہ اپنے ارمان نکلتے ہیں

934/7,8 جا گہ سے بھی جاتے ہو منہ سے بھی خشن ہو کر — (قطعہ) وے حرف نہیں ہیں جو شایان نکلتے ہیں

سو کاہے کو اپنی تو جوگی کی سی پھیری ہے — برسوں میں کبھو ایدھر ہم آن نکلتے ہیں

934/9 ان آئنہ رویوں کے کیا میر بھی عاشق ہیں
جب گھر سے نکلتے ہیں ، حیران نکلتے ہیں

﴿935﴾

(قبل از 1752ء)

935/1 تُو گلی میں اُس کی جا آ ، ولے اے صبا نہ چنداں — کہ گڑے ہوئے پھر اُکھڑیں دلِ چاک دردمنداں

935/2 ترے تیرِ ناز کے جو یہ ہدف ہوئے ہیں ظالم — مگر آہنی توے ہیں جگرِ نیاز منداں

935/3 کبھو زلف سے بتاں کی نہ ہوا رِہا میں ہرگز — یہی ہیں شکارِ خستہ ، یہی عنبریں کمنداں

935/4 تبھی کوند کوند اتنا تو زمیں سے جائے مل مل — نہیں دیکھے برق تُو نے دمِ خندہ اُس کے دنداں

935/5 میں[1] صفا کیا دل اتنا کہ دکھائی دیوے منہ بھی — ولے مفت اِس آئنے کو نہیں لیتے خود پسنداں

935/6 کھلیں آنکھیں میں جو دیکھا سو غم اور چشمِ گریاں — کسے کہتے ہیں نہ جانا دلِ شاد و روئے خنداں

935/7 تو زبوں شکار تو تھا ولے میر قتل گہ میں
ترے خوں سے ہیں حنائی کفِ پائے صید بنداں

﴿936﴾

(قبل از 1752ء)

936/1 کوئی نہیں جہاں میں جو اندوہ گیں نہیں — اِس غم کدے میں آہ دلِ خوش کہیں نہیں

936/2 کرتا ہے ابر دعویِ دریا دلی عبث — دامن نہیں مرا تو ، مری[2] آستیں نہیں

---

[1] نسخۂ آسی میں 'ہیں' درست نہیں، نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں 'میں' صحیح ہے۔

[2] نسخۂ آسی اور مجلس میں 'مری' کی جگہ 'تری' درج ہے جس سے مفہوم خبط ہو گیا ہے۔ نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم میں 'مری' بالکل درست ہے۔

936/3
آگے تو ، لعلِ نو خطِ خوباں کے دَم نہ مار
ہر چند اے مسیح ، وے باتیں رہیں نہیں

936/4
یہ درد اُس کے کیوں کہ کروں دل نشیں کہ آہ[1]
کہتا ہوں جس طرح سے ، کہے ہے نہیں نہیں

936/5
ماتھا کیا ہے صرفِ سجودِ درِ بتاں
مانند ماہِ نو کے مری اب جبیں نہیں

936/6
گھر گھر ہے ملکِ عشق میں دوزخ کی تاب وتب[2]
بھڑکا نہ ہم کو شیخ ! یہ آتش یہیں نہیں

936/7
فکرِ بلند سے میں کیا آسماں اِسے
ہر اک میں میر خوب ہو ، یہ وہ زمیں نہیں

﴾937﴿

937/1
دعوے[3] کو یار آگے معیوب کر چکے ہیں
اس ریختے کو ورنہ ہم خوب کر چکے ہیں

937/2
مرنے سے تم ہمارے خاطر نچنت رکھیو
اس کام کا بھی ہم کچھ اُسلوب کر چکے ہیں

937/3
حسنِ کلام کھینچے کیونکر نہ دامنِ دل
اس کام کا ہم آخر محبوب کر چکے ہیں

937/4
ہنگامۂ قیامت تازہ نہیں جو ہوگا
ہم اس طرح کے کتنے آشوب کر چکے ہیں

937/5
رنگِ پریدہ ، قاصد ، بادِ سحر ، کبوتر
کس کس کے ہم حوالے مکتوب کر چکے ہیں

937/6
تنکا نہیں رہا ہے ، کیا اب نثار کریے
آگے ہی ہم تو گھر کو جاروب کر چکے ہیں

937/7
کیا جانیے کہ کیا ہے اے میر وجہ ضد کی
سو بار ہم تو اُس کو مجوب کر چکے ہیں

﴾938﴿

938/1
جو حیدری نہیں ، اُسے ایمان ہی نہیں
ہو گر[4] شریفِ مکہ ، مسلمان ہی نہیں

938/2
وہ تُرکِ صید پیشہ مرا قصد کیا کرے
دبلے پنے سے تن میں مرے جان ہی نہیں

938/3
خال و خط ایسے فتنے ، نگاہیں یہ آفتیں
کچھ اک بلا وہ زلفِ پریشان ہی نہیں

938/4
ہیں جزوِ خاک ہم تو غبارِ ضعیف سے
سر کھینچنے کا ہم کنے سامان ہی نہیں

938/5
دیکھی ہو جس نے صورتِ دلکش وہ ایک آن
پھر صبر اُس سے ہو سکے ، امکان ہی نہیں

938/6
خورشید و ماہ وگل سبھی اودھر رہے ہیں دیکھ
اُس چہرے کا اک آئنہ حیران ہی نہیں

938/7
یکساں ہے تیرے آگے جو دل اور آرسی
کیا خوب و زشت کی تجھے پہچان ہی نہیں

938/8
سجدہ اُس آستاں کا نہ جس کے[5] ہوا نصیب
وہ اپنے اعتقاد میں انسان ہی نہیں

938/9
کیا تجھ کو بھی جنوں تھا کہ جامے میں تیرے میر
سب کچھ بچا ہے ، ایک گریباں ہی نہیں

۱۔ نسخۂ آسی میں 'آہ' کی جگہ 'آو' غلط محض ہے، نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم مخطوطے میں 'آہ' درست ہے۔
۲۔ آسی کے یہاں 'تاب وتپ' غلط ہے، دیگر تمام مستند نسخوں میں 'تب' درست ہے۔
۳۔ نسخۂ آسی میں طبع دوم، سوم کی تبعیت میں 'وعدے' ہی درج ہے، نسخۂ کالج اور مخطوطوں میں 'دعوے' درست ہے۔
۴۔ اگرچہ نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں 'ہو گو' ہے لیکن آسی کی سند سے 'ہو گر' یہاں بہتر ہے۔
۵۔ نسخۂ آسی و مجلس میں 'کو' ہے جب کہ تمام قدیم نسخوں بشمول مخطوطات 'کے' درج ہے۔

﴿939﴾

939/1 ہم آپ ہی کو اپنا مقصود جانتے ہیں[1] — اپنے سوائے کس کو موجود جانتے ہیں

939/2 عجز و نیاز اپنا اپنی طرف ہے سارا — اِس مُشتِ خاک کو ہم مسجود جانتے ہیں

939/3 صورت پذیر ہم بن ہرگز نہیں وے معنی — اہلِ نظر ہمیں کو معبود جانتے ہیں

939/4 عشق اُن کی عقل کو ہے جو ماسوا ہمارے — ناچیز جانتے ہیں ، نابود جانتے ہیں

939/5 اپنی ہی سیر کرنے ہم جلوہ گر ہوئے تھے — اس رمز کو ولیکن معدود جانتے ہیں

939/6 یا رب کسے ہے نامہ[2] ہر غنچہ اس چمن کا — راہِ وفا کو ہم تو مسدود جانتے ہیں

939/7 یہ ظلمِ بے نہایت دشوار تر کہ خوباں — بد وضعیوں کو اپنی محمود جانتے ہیں

939/8 کیا جانے دابِ صحبت از خویش رفتگاں کا — مجلس میں شیخ صاحب کچھ کود جانتے ہیں

939/9 مر کر بھی ہاتھ آوے تو میر مفت ہے[3] وہ
جی کے زیان کو بھی ہم سود جانتے ہیں

﴿940﴾

940/1 تلوار غرقِ خوں ہے ، آنکھیں گلابیاں ہیں — دیکھیں تو تیری کب تک یہ بدشرابیاں ہیں

940/2 جب لے نقاب منہ پر تب دید کر کہ کیا کیا — در پردہ شوخیاں ہیں ، پھر بے حجابیاں[4] ہیں

940/3 چاہے ہے آج ہوں میں ہفت آسماں کے اوپر — دل کے مزاج میں بھی کتنی شتابیاں ہیں

940/4 جی بکھرے، دل ڈہے ہے، سر بھی گرا پڑے ہے — خانہ خراب تجھ بن کیا کیا خرابیاں ہیں

940/5 مہمان میر مت ہو خوانِ فلک پہ ہرگز
خالی یہ مہر و مہ کی دونوں رکابیاں ہیں

﴿941﴾

(قبل از 1752ء)

941/1 سن گوشِ دل سے اب تو سمجھ بے خبر کہیں — مذکور ہو چکا ہے مرا حال ہر کہیں

941/2 اب فائدہ سراغ سے بلبل کے ، باغباں! — اطرافِ باغ ہوں گے پڑے مشت پر کہیں

941/3 عاشق ترے ہوئے تو ستم کچھ نہ ہو گیا — مرنا پڑا ہے ہم کو ، خدا سے تو ڈر کہیں

941/4-16 کچھ کچھ کہوں گا روز یہ کہتا تھا دل میں مَیں (قطعہ)[5] — آشفتہ طبع میر کو پایا اگر کہیں

سو کل ملا مجھے وہ بیاباں کی سمت کو — جاتا تھا اضطراب زدہ سا اُدھر کہیں

---

[1] اس غزل کے شعر ایک تا پانچ مسلسل ہیں کہ اِن میں ایک ہی مضمون کے مختلف پہلوؤں کا بیان ہے تاہم اِسے قطعہ درج نہیں کیا جا رہا۔

[2] نسخۂ آسی میں 'ناقہ' یا 'نافہ' ہے جب کہ نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم میں 'نامہ' ہے تاہم 'نامہ' بھی مصرع کو بامعنی بنانے سے قاصر ہے۔

[3] مجلس کے متن میں 'ہی' طبع ہوا جب کہ آسی کے یہاں 'ہے' درست ہے۔ اختلاف کا ذکر نہیں۔

[4] صرف نسخۂ آسی میں 'بے محابیاں' ہے، نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں 'بے حجابیاں' ہے جو بہتر بھی ہے۔

[5] بیشتر نسخوں میں یہ تیرہ اشعار قطعہ بند قرار پائے ہیں۔ تاہم فاروقی صاحب نے شعر شور انگیز جلد سوم ص ۱۸۴ میں یہ خیال ظاہر کیا کہ آخری تین شعر الگ سے ایک قطعہ ہیں گویا پہلے قطعے کے دس اشعار کے بعد، یہ ایک نیا قطعہ ہے۔ ہمارے خیال میں یہ ایک ہی قطعہ ہے۔

لگ چل کے میں بہ رنگِ صبا یہ اُسے کہا — کاے[1] خانماں خراب ترا بھی ہے گھر کہیں
آشفتہ جا بہ جا جو پھرے ہے تُو دشت میں — جاگہ نہیں ہے شہر میں تجھ کو مگر کہیں
خوں بستہ اپنی کھول مژہ پوچھتا بھی گر — رکھ ٹک تو اپنے حال کو مدّنظر کہیں
آسودگی سی جنس کو کرتا ہے کون سوخت — جانے ہے نفع کوئی بھی جی کا ضرر کہیں
موتی سے تیرے اشک ہیں غلطاں کسو طرف — یاقوت کے سے ٹکڑے ہیں لختِ جگر کہیں
تاکے یہ دشت گردی و کب تک یہ خستگی — اس زندگی سے کچھ تجھے حاصل بھی، مر کہیں
کہنے لگا وہ ہو کے پر آشفتہ یک بیک — مسکن کرے ہے دہر میں مجھ سا بشر کہیں
آوارگوں کا ننگ ہے سننا نصیحتیں — مت کہیو ایسی بات تُو بارِ دگر کہیں
تعیینِ جا کو بھول گیا ہوں، پہ یہ ہے یاد — کہتا تھا ایک روز یہ اہلِ نظر کہیں
بیٹھے اگرچہ نقش ترا تو بھی دل اُٹھا — کرتا ہے جاے باش کوئی رہ گزر کہیں

کتنے ہی آئے لے کے سرِ پُر خیال، پر
ایسے گئے کہ کچھ نہیں اُن کا اثر کہیں

﴿942﴾

942/1 اب کچھ ہمارے حال پہ تم کو نظر نہیں — یعنی تمھاری ہم سے وے آنکھیں نہیں رہیں

942/2 اُس بزم کے چراغ بجھے تھے جو یار میر
اُن کے فروغ، باغ میں گل ہیں کہیں کہیں[2]

﴿943﴾

943/1 پلکوں سے ترے شائق ہم سر جو پٹکتے ہیں — ہر دم جگروں میں کچھ کانٹے سے کھٹکتے ہیں
943/2 میں پھاڑ گریباں کو، درویش ہوا آخر — وے ہاتھ سے دامن کو اب تک بھی جھٹکتے ہیں
943/3 یاد آوے ہے جب شب کو وہ چہرۂ مہتابی — آنسو مرے پلکوں سے تارے ہیں چھٹکتے ہیں
943/4 کی راہ بُری میری صحرائے محبت میں — یاں حضرتِ خضر آپھی مدت سے بھٹکتے ہیں
943/5 جاتے نہ کوئی دیکھا اُس تیغ کے منہ اوپر — واں میان سے وہ لے ہے، یاں یار سٹکتے ہیں
943/6 کیا تم کو اچنبھا ہے سختی کا محبت میں — دشوار ہی ہوتا ہے دل جن کے اٹکتے ہیں

943/7 تو طرّۂ جاناں سے چاہے ہے ابھی مقصد
برسوں سے پڑے ہم تو اے میر! لٹکتے ہیں

﴿944﴾

944/1 سب خوبیاں ہیں شیخِ مشیخت پناہ میں — پر ایک حیلہ سازی ہے اُس دست گاہ میں

1۔ نسخۂ آسی میں 'اے' ہے لیکن زیادہ تر نسخوں میں 'کاے' (کہ اے) ہی چھپا ہے، اس لیے اسے میر کا زیادہ نمائندہ بحوالہ قدامت بھی خیال کرنا چاہیے۔

2۔ بالعموم تو نسخۂ مجلس، آسی کی اغلاط کو بھی درج اور قبول کرتا ہے لیکن یہاں اس مصرع میں آسی کا متن بہتر ہے جو درج کیا گیا۔ مجلس کے نسخے میں مصرع یوں ہے 'اُن کے فروغِ باغ ہیں گل ہو کہیں کہیں' یہ مصرع فائق صاحب نے نول کشور دوم، سوم، نسخۂ ف اور ایک ۱۲۴۸ھ کے مکتوبہ مخطوطے کی سے درج کیا ہے۔ تاہم اس کے معنی اُن کے ہی علم میں ہوں تو ہوں، بظاہر دکھائی نہیں دیتے۔ آسی کا متن مقابلتاً بہت بہتر ہے۔

944/2 مانندِ شمع ہم نے حضور اپنے یار کے — کارِ وفا تمام کیا ایک آہ میں
944/3 میں صید جو ہوا تو ندامت اُسے ہوئی — اک قطرہ خون کبھی نہ گرا صید گاہ میں
944/4 پہنچے نہیں کہیں کہ نہیں واں سے اُٹھ چلے — القصہ ایک عمر سے ہم ہیں گے راہ میں
944/5 نکلا تھا آستین سے کل مغبچے کا ہاتھ — بہتوں کے خرقے چاک ہوئے خانقاہ میں
944/6 بختِ سیہ تو دیکھو کہ ہم خاک میں ملے — سرے کی جائے ہو[1] تری چشمِ سیاہ میں
944/7 بیٹھے تھے میر یار کے دیدار کو سو ہم
اپنا یہ حال کر کے اُٹھے اک نگاہ میں

945

945/1 کیا جو عرض کہ دل سا شکار لایا ہوں — کہا کہ ایسے تو میں مفت مار لایا ہوں
945/2 کہے تو نخلِ صنوبر ہوں اس چمن میں مَیں — کہ سر سے پاؤں تلک دل ہی بار لایا ہوں
945/3 جہاں میں گریہ نہ پہنچا بہم مجھے دل خواہ — پہ نوح کے سے تو طوفاں ہزار لایا ہوں
945/4 نہ تنگ کر اِسے اے فکرِ روزگار! کہ میں — دل اُس سے دم کے لیے مستعار لایا ہوں
945/5 پھر اختیار ہے آگے ترا یہ ہے مجبور — کہ دل کو تجھ تئیں بے اختیار لایا ہوں
945/6 یہ جی جو میرے گلے کا ہے ہار تو ہی لے — ترے گلے کے لیے میں یہ ہار لایا ہوں
945/7 چلا نہ اُٹھ کے وہیں چپکے چپکے پھر تو میر
ابھی تو اُس کی گلی سے پکار لایا ہوں

946

946/1 جفائیں دیکھ لیاں ، بے وفائیاں دیکھیں — بھلا ہوا کہ تری سب برائیاں دیکھیں
946/2 تری گلی سے سدا اے کشندۂ عالم — ہزاروں آتی ہوئی چارپائیاں دیکھیں
946/3 گیا نظر سے جو وہ گرم طفلِ آتش باز — ہم اپنے چہرے پہ اُڑتی ہوائیاں دیکھیں
946/4 ترے وصال کے ہم شوق میں ہو آوارہ — عزیز و دوست[2]، سبھوں کی جدائیاں دیکھیں
946/5 ہمیشہ مائلِ آئینہ ہی تجھے پایا — جو دیکھیں ہم نے یہی خود نمائیاں دیکھیں
946/6 شہاں کہ کحلِ جواہر تھی خاکِ پا جن کی — اُنھی کی آنکھوں میں پھرتی سلائیاں دیکھیں
946/7 بنی نہ اپنی تو اس جنگ جُو سے ہرگز میر
لڑائیں جب سے ہم آنکھیں، لڑائیاں دیکھیں

947

947/1 خوش قداں جب سوار ہوتے ہیں — سرو[3] و قمری شکار ہوتے ہیں
947/2 تیرے بالوں کے وصف میں، میرے — شعر سب پیچ دار ہوتے ہیں

---

[1] نسخۂ آسی میں 'سرے کی جا ہوئے' نہایت غلط متن ہے۔ نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں 'سرے کی جائے ہو' بہتر ہے۔ اس متن سے شعر کا مرتبہ آسمان تک بلند ہو گیا ہے۔

[2] نسخۂ آسی میں 'عزیز دوست' ہے جب کہ نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں 'عزیز و دوست' درج ہوا ہے۔

[3] نول کشوری نسخوں بشمول نسخۂ آسی میں 'سر و قمری' ہے، نسخۂ کالج میں 'سرو و قمری' بہتر متن ہے۔

947/3 آؤ یادِ بتاں پہ بھول نہ جاؤ — یہ تغافل شعار ہوتے ہیں

947/4 دیکھ لیویں گے غیر کو تجھ پاس — صحبتوں میں بھی یار ہوتے ہیں

947/5 صدقے ہو لیویں ایک دم تیرے — پھر تو تجھ پر نثار ہوتے ہیں

947/6 ہفت اقلیم ہر گلی ہے، کہیں — دلّی سے بھی دیار ہوتے ہیں

947/7 رفتہ رفتہ یہ طفلِ خوش ظاہر — فتنۂ روزگار ہوتے ہیں

947/8 اُس کے نزدیک کچھ نہیں عزت
میر جی یوں ہی خوار ہوتے ہیں

948

948/1 وے جو حسن و جمال رکھتے ہیں — سارے تیرا خیال رکھتے ہیں

948/2 شب جو وہ مہ کبھو رہے ہے یاں — مدتوں یار[1] سال رکھتے ہیں

948/3 اِن لبوں کا جواب وہ ہے لعل — ہم تجھی سے سوال رکھتے ہیں

948/4 گل ترے روزگارِ خوبی میں — منہ طمانچوں سے لال رکھتے ہیں

948/5 دہنِ تنگ کے ترے مشتاق — آرزوئے محال رکھتے ہیں

948/6 خاکِ آدم ہی ہے تمام زمیں — پاؤں کو ہم سنبھال رکھتے ہیں

948/7 یہ جو سر کھینچے[2] تو قیامت ہے — دل کو ہم پائمال رکھتے ہیں

948/8 اہلِ دل چشم سب تری جانب — آئنے کی مثال رکھتے ہیں

948/9 گفتگو ناقصوں سے ہے، ورنہ
میر جی بھی کمال رکھتے ہیں

949

949/1 صبر و طاقت کو کڑھوں یا خوش دلی کا غم کروں — اس میں حیراں ہوں بہت، کس کس کا میں ماتم کروں

949/2 موسمِ حیرت ہے دل بھر کر تو رونا مل چکا — اتنے بھی آنسو بہم پہنچیں کہ مژگاں نم کروں

949/3 ہوں سیہ مستِ سرِ زلفِ صنم، معذور رکھ — شیخ اگر کعبے سے آوے گفتگو، درہم کروں

949/4 ریزۂ الماس یا مشتِ نمک ہے کیا بُرا — جو میں اپنے ایسے زخمِ سینہ کو مرہم کروں

949/5 گرچہ کس گنتی میں ہوں، پر ایک دم مجھ تک تو آ — یا ادھر ہوں یا اُدھر، کب تک شمارِ دم کروں

949/6 بس بہت رسوا ہوا میں، اب نہیں مقدور کچھ — وہ طرح ڈھونڈوں ہوں جس میں ربط تجھ سے کم کروں

949/7 گو دھواں اُٹھنے لگا دل سے مرے پُر پیچ و تاب
میر اس پر قطع ربطِ زلفِ خم در خم کروں

---

1. نسخۂ مجلس میں مصرع یوں ہے 'مدتوں یاد سال رکھتے ہیں' اور یہ غلط ہے۔ آسی کے یہاں متن درست ہے (سال بہ معنی جلن ہے)۔
2. نسخۂ آسی میں 'یہ جو سر کھینچے قیامت ہے' درج ہے لیکن نول کشور دوم، سوم و دیگر نسخوں میں متن درست ہے جو درج کیا گیا ہے۔

﴿950﴾

(قبل از 1752ء)

950/1 کیا میں نے رو کر فشارِ گریباں — رگِ ابر تھا تار تارِ گریباں

950/2 کہیں دستِ چالاک ناخن نہ لاگے — کہ سینہ ہے قرب و جوارِ گریباں

950/3 نشاں اشکِ خونیں کے اُڑتے چلے ہیں — خزاں ہو چلی ہے بہارِ گریباں

950/4 جنوں تیری منت ہے مجھ پر کہ تو نے — نہ رکھا مرے سر پہ بارِ گریباں

950/5 زیارت کروں دل سے خستہ جگر کی — کہاں ہوگی[1] یا رب ! مزارِ گریباں

950/6 کہیں جائے یہ دورِ دامن بھی جلدی — کہ آخر ہوا روزگارِ گریباں

950/7 پھروں میرؔ عریاں ، نہ دامن کا غم ہو — نہ باقی رہے خار خارِ گریباں

﴿951﴾

951/1 بارہا وعدوں کی راتیں آئیاں — طالعوں نے صبح کر دکھلائیاں

951/2 عشق میں ایذائیں سب سے پائیاں — رہ گئے آنسو تو آنکھیں آئیاں

951/3 ظلِ حق ہم کو بھی وہ ہی چاہیے — جوں ہماری ہوتی ہیں پرچھائیاں

951/4 اُس مژہ برہم زدہ نے بارہا — عاشقوں میں برچھیاں چلوائیاں

951/5 نونہال آگے ترے ہیں ، جیسی ہوں — ڈالیاں ٹوٹی ہوئی مرجھائیاں

951/6 ایک بھی چشمک نہ اُس مہ کی سی کی — آنکھیں تاروں نے بہت جھمکائیاں

951/7 ایک نے صورت نہ پکڑی پیشِ یار — دل میں شکلیں سیکڑوں ٹھہرائیاں

951/8 رویت[2] اپنی اس گلی میں کم نہیں — ہر جگہ ہر بار ماریں کھائیاں

951/9 بوسہ لینے کا کیا جس دم سوال — اُن نے باتیں ہی ہمیں بتلائیاں

951/10 رو کشی کو اُس کی منہ بھی چاہیے — ماہ کے چہرے پہ ہیں سب جھائیاں

951/11 مضطرب ہو کر کیا سب میں سبک — دل نے آخر خفتیں دلوائیاں

951/12 چل چمن میں یہ بھی ہے کوئی روش — ناز تا کے ، چند بے پروائیاں

951/13 شوقِ قامت میں ترے اے نونہال — گل کی شاخیں لیتی ہیں انگڑائیاں

951/14 پاس مجھ کو بھی نہیں ہے میر اب — دور پہنچی ہیں مری رسوائیاں

---

[1] نسخۂ کالج، طبع دوم، سوم میں 'ہوگی' ہے اور آسی کے یہاں 'ہوگا'، میرؔ 'مزار' کو مونث بھی باندھتے رہے ہیں اس سے گمان ہوتا ہے کہ یہ آسی صاحب کی اپنی اصلاح نہ ہو۔

[2] نسخۂ آسی نے 'روہت' درج کیا تو پیروی میں فائق صاحب نے یہی لفظ (معہ حاشیہ میں معانی) شاملِ متن کیا اور نسخۂ کالج اور نول کشور دوم اور سوم میں رویت کو نظر انداز کیا، حالانکہ اس شعر میں اس مقام پر 'رویت' بہ معنی، نظارہ، دیکھنا، نظر آنا، دکھائی دینا وغیرہ ہی موزوں تر ہے۔

﴿952﴾

952/1 دیکھیں تو تیری کب تک یہ کج ادائیاں ہیں — اب ہم نے بھی کسو سے آنکھیں لڑائیاں ہیں

952/2 ٹک سن کہ سو برس کی ناموسِ خامشی کھو — دو چار دل کی باتیں اب منہ پر آئیاں ہیں

952/3 ہم وے ہیں خوں گرفتہ ظالم جنھوں نے تیری — ابرو کی جنبش اوپر تلواریں کھائیاں ہیں

952/4 آئینہ ہو کے صورت معنی سے ہے لبالب — رازِ نہانِ حق میں کیا خودنمائیاں ہیں

952/5 کعبے میں میرؔ ہم پر یا سرگراں ہے زاہد
یا بت کدے میں ہم نے دھولیں لگائیاں ہیں

﴿953﴾

953/1 میں کون ہوں اے ہم نفساں، سوختہ جاں ہوں — اک آگ مرے دل میں ہے جو شعلہ فشاں ہوں

953/2 لایا ہے مرا شوق مجھے پردے سے باہر — میں ورنہ وہی خلوتیِ رازِ نہاں ہوں

953/3 جلوہ ہے مجھی سے لبِ دریائے سخن پر — صد رنگ مری موج ہے، میں طبعِ رواں ہوں

953/4 پنجہ ہے مرا پنجۂ خورشید میں ہر صبح — میں شانہ صفت سایہ روِ زلفِ بتاں ہوں

953/5 دیکھا ہے مجھے جن نے سو دیوانہ ہے میرا — میں باعثِ آشفتگیِ طبعِ جہاں ہوں

953/6 تکلیف نہ کر آہ مجھے جنبشِ لب کی — میں صد سخن آغشتہ بہ خوں زیرِ زباں ہوں

953/7 ہوں زردِ غمِ تازہ نہالانِ چمن سے — اس باغِ خزاں دیدہ میں مَیں برگِ خزاں ہوں

953/8 رکھتی ہے مجھے خواہشِ دل بس کہ[1] پریشاں — درپے نہ ہو اس وقت خدا جانے کہاں ہوں

953/9 اک وہم نہیں بیش مری ہستیِ موہوم — اس پر بھی تری خاطرِ نازک پہ گراں ہوں

953/10 خوش باشی و تنزیہ و تقدس تھی مجھے میرؔ
اسباب پڑے یوں کہ کئی روز سے یاں ہوں

﴿954﴾

954/1 اب آنکھوں میں خوں دم بہ دم دیکھتے ہیں — نہ پوچھو جو کچھ رنگ ہم دیکھتے ہیں

954/2 جو بے اختیاری یہی ہے تو قاصد — ہمیں آ کے اُس کے قدم دیکھتے ہیں

954/3 کبھے داغ رہتا ہے دل، گہ جگر خوں — اِن آنکھوں سے کیا کیا ستم دیکھتے ہیں

954/4 اگر جان آنکھوں میں اُس بن ہے پر[2] ہم — ابھی اور بھی کوئی دم دیکھتے ہیں

954/5 لکھیں حال کیا اس کو، حیرت سے ہم تو — کبھے کاغذ و گہ قلم دیکھتے ہیں

954/6 وفا پیشگی قیس تک تھی بھی کچھ کچھ — اب اس طور کے لوگ کم دیکھتے ہیں

954/7 کہاں تک بھلا روؤ گے میرؔ صاحب!
اب آنکھوں کے گرد اک ورم دیکھتے ہیں

---

[1] نسخۂ آسی میں 'بلکہ' غلط ہے، نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم میں 'بس کہ' درست ہے۔

[2] نسخۂ آسی اور مجلس وعبادت میں 'تو' ہے جب کہ متفقہ طور پر نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم ص ۸۴ اور مخطوطے میں 'پر' ہے، یہی درست بھی ہے تاہم 'اگر' کو 'اگرچہ' کا ہم معنی سمجھنا ہوگا۔ 'تو' کے ساتھ 'جان آنکھوں میں ہونا' کا محاوراتی امکان ختم ہو جاتا ہے اور 'اگر' مصرع میں زائد ٹھہرتا ہے۔

﴿955﴾

955/1 بہت ہی اپنے تئیں ہم تو خوار پاتے ہیں — وہ کوئی اور ہیں جو اعتبار پاتے ہیں
955/2 تری گلی میں مَیں رویا تھا دل جلا یک شب — ہنوز واں سے دلِ داغ دار پاتے ہیں
955/3 نہ ہوویں شیفتہ کیوں اضطراب پر عاشق — کہ جی کو کھو کے دلِ بے قرار پاتے ہیں
955/4 گلہ عبث ہے تری آستانہ بوسی کا — مسیح و خضر بھی واں کم ہی بار پاتے ہیں
955/5,6 تڑپ ہے قیس کے دل میں تہِ زمیں اس سے (قطعہ) غزالِ دشت نشانِ ہزار پاتے ہیں
وگرنہ خاک ہوئے کتنے ہی محبت میں — کسی کا بھی کہیں مشتِ غبار پاتے ہیں
955/7 شتابی آوے اجل ، میر جاوے یہ رونا
کہ میرے شور سے تصدیع یار پاتے ہیں

﴿956﴾

(قبل از 1752ء)

956/1 عام حکمِ شراب کرتا ہوں — محتسب کو کباب کرتا ہوں
956/2 ٹک تو رہ اے بنائے ہستی تُو — تجھ کو کیسا خراب کرتا ہوں
956/3,4 کوئی بجھتی ہے یہ بھڑک میں عبث (قطعہ) تشنگی پر عتاب کرتا ہوں
سر تلک آبِ تیغ میں ہوں غرق — اب تئیں آب آب کرتا ہوں
956/5 جی میں پھرتا ہے میر وہ میرے
جاگتا ہوں کہ خواب کرتا ہوں

﴿957﴾

957/1 ہم تو مطرب پسر کے جاتے ہیں — گو رقیباں کچھ اور گاتے ہیں
957/2 خاک میں لوٹتے تھے کل تجھ بن — آج لوہو میں ہم نہاتے ہیں
957/3 اے عدم ہونے والو ، تم تو چلو — ہم بھی اب کوئی دم کو[1] آتے ہیں
957/4 ایک کہتا ہوں میں تو منہ پہ ، رقیب — تیری پشتی سے سو سناتے ہیں
957/5 دیدہ و دل شتاب گم ہوں میر
سر پہ آفت ہمیشہ لاتے ہیں

﴿958﴾

958/1 آتا ہے دل میں حالِ بد اپنا ، بھلا کہوں — پھر آپ ہی آپ سوچ کے کہتا ہوں ، کیا کہوں
958/2 پروانہ پھر نہ شمع کی خاطر جلا کرے — گر بزم میں یہ اپنا ترا ماجرا کہوں
958/3 مت کر خرام سر پہ اُٹھا لے گا خلق کو — بیٹھا اگر گلی میں ترا نقشِ پا کہوں
958/4 دل اور دیدہ باعثِ ایذا و نورِ عین — کس کے تئیں برا کہوں ، کس کو بھلا کہوں
958/5 آوے سموم ، جائے صبا باغ سے سدا — گر شمّہ اپنے سوزِ جگر کا میں جا کہوں

---

[1] نسخۂ آسی اور مجلس میں 'کوئی دم میں' ہے جب کہ نول کشور دوم، سوم اور نسخۂ کالج میں 'کوئی دم کو' ہے۔

958/6
جاتا ہوں میرؔ دشتِ جنوں کو میں اب یہ کہہ
مجنوں کہیں ملے تو تری بھی دعا کہوں

﴾959﴿
(قبل از 1752ء)

959/1
مرے آگے نہ شاعر نام پاویں / قیامت کو مگر عرصے میں آویں

959/2
پری سمجھے تجھے وہم و گماں سے / کہاں تک اور ہم اب دل چلاویں[1]

959/3
مزاج اپنا غیور از بس پڑا[2] ہے / ترے غم میں کسے خاطر میں لاویں

959/4
پھرے ہے شیخ مجلس ہی میں رقصاں / ادھر آ نکلے تو ہم بھی نچاویں

959/5
نظر اے ابر اب مت آ مبادا / کہیں میری بھی آنکھیں ڈبڈباویں

959/6
قدم بوسی تلک مختار ہیں غیر / زیادہ لگ چلیں تو سر میں کھاویں

959/7,8
نہ آیا وہ تو کیا ہم نیم جاں بھی (قطعہ) بغیر اُس کے ملے دنیا سے جاویں
چلی ہے تو تو اے جانِ الم ناک / ٹک اک رہ جا کہ ہم رخصت ہو آویں

959/9
چلا مقدور سے غم میرؔ آگے
زمیں پھٹ جائے یارب، ہم سماویں

﴾960﴿

960/1
مثالِ سایہ محبت میں جال اپنا ہوں / تمھارے ساتھ گرفتار حال اپنا ہوں

960/2
سرشکِ سرخ کو جاتا ہوں جو پیے[3] ہر دم / لہو کا پیاسا علی الاتصال اپنا ہوں

960/3
اگرچہ نشہ ہوں سب میں خُمِ جہاں میں لیک / بہ رنگِ مے عرقِ انفعال اپنا ہوں

960/4
مری نمود نے مجھ کو کیا برابرِ خاک / میں نقشِ پا کی طرح پائمال اپنا ہوں

960/5
ہوئی ہے زندگی دشوار، مشکل آساں کر / پھروں چلوں تو ہوں، پر میں وبال اپنا ہوں

960/6
ترا ہے وہم کہ یہ ناتواں ہے جامے میں / وگرنہ میں نہیں اب اک خیال اپنا ہوں

960/7
بلا ہوئی ہے مری گو کہ طبع روشن میرؔ
ہوں آفتاب ولیکن زوال اپنا ہوں

﴾961﴿

961/1
کھو دیں ہیں نیند میری مصیبت بیانیاں / تم بھی تو ایک رات سنو یہ کہانیاں

961/2
کیا آگ دے کے طور کو، کی ترکِ سرکشی / اُس شعلے کی وہی ہیں شرارت کی بانیاں

961/3
صحبت رکھا کیا وہ سفیہ و ضلال سے / دل ہی میں خوں ہوا کیں مری نکتہ دانیاں

961/4
ہم سے تو کینے ہی کی ادائیں چلی گئیں / بے لطفیاں یہی، یہی نامہربانیاں

---

[1] نول کشور دوم، سوم میں 'جلا دیں' ہے، متن بمطابق آسی۔

[2] نول کشور دوم، سوم میں 'بڑا' جب کہ آسی کے یہاں 'پڑا' ہے۔

[3] نسخۂ آسی میں 'پئے' (کے لیے، برائے) ہے جب کہ مجلس کے نسخے میں 'پیے' ہے، اختلاف نسخ کا کوئی ذکر نہیں۔

961/5 تلوار کے تلے ہی گیا عہدِ انبساط — مر مر کے ہم نے کاٹی ہیں اپنی جوانیاں
961/6 گالی سوائے مجھ سے سخن مت کیا کرو — اچھی لگی ہیں مجھ کو تری بد زبانیاں
961/7 غیروں ہی کے سخن کی طرف گوشِ یار تھے — اس حرفِ ناشنو نے ہماری نہ مانیاں
961/8 یہ بے قراریاں نہ کبھو اُن نے دیکھیاں — جاں کاہیاں ہماری بہت سہل جانیاں
961/9 مارا مجھے بھی سان کے غیروں میں اُن نے میر
کیا خاک میں ملائیں مری جاں فشانیاں

﴿962﴾

962/1 تا پھونکیے نہ خرقۂ طامات کے تئیں — حسنِ قبول کیا ہو مناجات کے تئیں
962/2 کیفیتیں اُٹھی ہیں یہ کب خانقاہ میں — بدنام کر رکھا ہے خرابات کے تئیں
962/3 ڈریے خرامِ ناز سے خوباں کے ہم نشیں — ٹھوکر سے یہ اُٹھاتے ہیں آفات کے تئیں
962/4 ہم جانتے ہیں یا کہ دلِ آشنا زدہ — کہیے سو کس سے عشق کے حالات کے تئیں
962/5 خوبی کو اُس کی ساعدِ سیمیں کی دیکھ کر — صورت گروں نے کھینچ رکھا ہات کے تئیں
962/6 اتنی بھی حرف ناشنوی غیر کے لیے — رکھ کان تک سنا بھی کرو بات کے تئیں
962/7 سیّد ہو یا چمار ہو، اس جا وفا ہے شرط — کب عاشقی میں پوچھتے ہیں ذات کے تئیں
962/8 آخر کے یہ سلوک ہم اب تیرے دیکھ کر — کرتے ہیں یاد پہلی ملاقات کے تئیں
962/9 آنکھوں نے میر صاحب و قبلہ ورم کیا
حضرت! بُکا کیا نہ کرو رات کے تئیں

﴿963﴾
(قبل از 1752ء)

963/1 نہ اک یعقوب رویا اس الم میں — کنواں اندھا ہوا یوسف کے غم میں
963/2 کہوں کب تک دم آنکھوں میں ہے میری — نظر آوے ہی گا اب کوئی دم میں
963/3 دیا عاشق نے جی تو عیب کیا ہے
یہی میر اک ہنر ہوتا ہے ہم میں

﴿964﴾

964/1 چاہتے ہیں یہ بتاں ہم پہ کہ بیداد کریں — کس کے ہوں، کس سے کہیں، کس کنے فریاد کریں
964/2 ایک دم پر ہے بنا تیری، سو آیا کہ نہیں — وہ کچھ اس زندگی میں کر کہ تجھے یاد کریں
964/3 کعبہ ہوتا ہے دوانوں کا مری گور سے دشت — مجھ سے دو اور گڑیں یاں تو سب آباد کریں
964/4 ہم تو راہب نہیں ہیں واقفِ رسمِ سجدہ — ہیں کدھر شیخِ حرم، کچھ ہمیں ارشاد کریں
964/5 ریختہ خوب ہی کہتا ہے جو انصاف کرو[1]
چاہیے اہلِ سخن میر کو اُستاد کریں

---

[1] نسخۂ آسی میں 'کریں' جب کہ نول کشور دوم، سوم، نسخۂ کالج میں 'کرو' ہے۔

﴿965﴾

965/1 ہجراں کی کوفت کھینچی، بے دم سے ہو چلے ہیں — سر مار مار یعنی اب ہم بھی سو چلے ہیں
965/2 جوئیں رہیں گی جاری گلشن میں ایک مدت — سائے میں ہر شجر کے ہم زور رو چلے ہیں
965/3 لبریز اشک آنکھیں ہر بات میں رہا کیں — رو رو کے کام اپنے سب ہم ڈبو چلے ہیں
965/4 پچھتایئے نہ کیوں کر، جی اس طرح سے دے کر — یہ گوہرِ گرامی ہم مفت کھو چلے ہیں
965/5 قطعِ طریق مشکل ہے عشق کا نہایت — وے میر جانتے ہیں، اس راہ جو چلے ہیں

﴿966﴾

966/1 جب دردِ دل کا کہنا میں دل میں ٹھانتا ہوں — کہتا ہے بن سنے ہی، میں خوب جانتا ہوں
966/2 شاید نکل بھی آوے، دل گم جو ہو گیا ہے — اُس کی گلی میں بیٹھا، میں خاک چھانتا ہوں
966/3 اس دردِ سر کا لٹکا سر سے لگا ہے میرے — سو سر کا ہووے صندل میں میر مانتا ہوں

﴿967﴾

(قبل از 1752ء)

967/1 ملنے لگے ہو دیر دیر، دیکھیے کیا ہے کیا نہیں — تم تو کرو ہو صاحبی، بندے میں کچھ رہا نہیں
967/2 بوئے گل اور رنگِ گل دونوں ہیں دلکش اے نسیم — لیک بہ قدرِ یک نگاہ دیکھیے تو وفا نہیں
967/3 شکوہ کروں ہوں بخت کا اتنے غضب نہ ہو بتاں! — مجھ کو خدانخواستہ تم سے تو کچھ گلا نہیں
967/4 نالے کیا نہ کر سنا نوحے مرے پہ عندلیب — بات میں بات عیب ہے میں نے تجھے کہا نہیں
967/5 چشمِ سفید و اشکِ سرخ، آہِ دلِ حزیں ہے یاں — شیشہ نہیں ہے، مے نہیں، ابر نہیں، ہوا نہیں
967/6 ایک فقط ہے سادگی تس پہ بلائے جاں ہے تُو — عشوہ کرشمہ کچھ نہیں، آن نہیں ادا نہیں
967/7 آب و ہوائے ملکِ عشق تجربہ کی ہے میں بہت — کر کے دوائے دردِ دل کوئی بھی پھر جیا نہیں
967/8 ہووے زمانہ کچھ سے کچھ چھوٹے ہے دل لگا مرا — شوخ کسی ہی آن میں تجھ سے تو میں جدا نہیں
967/9 نازِ بتاں اُٹھا چکا دَیر کو میر ترک کر! — کعبے میں جا کے رہ میاں تیرے مگر خدا نہیں

﴿968﴾

968/1 خوب رو سب کی جان ہوتے ہیں — آرزوئے جہان ہوتے ہیں
968/2 گوشِ دیوار تک تو جا نالے — اس میں گل کو بھی کان ہوتے ہیں
968/3 کبھو آتے ہیں آپ میں تجھ بن — گھر میں ہم میہمان ہوتے ہیں
968/4 دشت کے پھوٹے مقبروں پہ نہ جا — روضے سب گلستان ہوتے ہیں
968/5 غمزۂ چشمِ خوش قدانِ زمیں — فتنۂ آسمان ہوتے ہیں
968/6,7 کیا رہا ہے مشاعرے میں اب (قطعہ) — لوگ کچھ جمع آن ہوتے ہیں

میر و مرزا ، رفیع و خواجہ میر
کتنے یہ اک جوان ہوتے ہیں

﴿969﴾

969/1 تجھ عشق میں تو مرنے کو تیار بہت ہیں — یہ جرم ہے تو ایسے گنہگار بہت ہیں
969/2 اک زخم کو میں ریزۂ الماس سے چیرا — دل پر ابھی جراحتِ نو کار بہت ہیں
969/3 کچھ انکھڑیاں ہی اُس کی نہیں اک بلا کہ بس — دِل زینہار دیکھ خبردار بہت ہیں
969/4 بیگانہ خو رقیب سے وسواس کچھ نہ کر — فرماوے ٹک زباں سے تو پھر یار بہت ہیں
969/5 کوئی تو زمزمہ کرے میر آسا دل خراش
یوں تو قفس میں اور گرفتار بہت ہیں

﴿970﴾

970/1 جنوں میرے کی باتیں دشت اور گلشن میں جب چلیاں — نہ چوبِ گل نے دَم مارا ، نہ چھڑیاں بید کی ہلیاں
970/2 گریباں شورِ محشر کا اُڑایا دھجیاں کر کر — فغاں پر ناز کرتا ہوں کہ بل بے تیری ہتھ بلیاں
970/3 تفاوت کچھ نہیں شیریں و شکر اور یوسف میں — سبھی معشوق ، اگر پوچھے کوئی ، مصری کی ہیں ڈلیاں
970/4 ترے غمزے نے جور و ظلم سے آنکھیں غزالوں کی — بیاباں میں دکھا مجنوں کو پاؤں کے تلے ملیاں
970/5 چمن کو آج مارا ہے یہاں تک رشکِ گل رُو نے — کہ بلبل سر پٹکتی ہے ، نہیں منہ کھولتیں کلیاں
970/6 مری آہِ سحر کی برچھیاں سختی کی تڑپھوں پر — نگاہیں کر کے گر پڑتی ہے بجلی کی بھی اچھپلیاں
970/7 صنم کی زلف میں کوچہ ہے سربستہ ہر اک مُو پر — نہ دیکھی ہوں گی تو نے خضر یہ ظلمات میں گلیاں
970/8 دِوانہ ہو گیا تُو میر آخر ریختہ کہہ کہہ
نہ کہتا تھا میں اے ظالم کہ یہ باتیں نہیں بھلیاں

﴿971﴾

(قبل از 1752ء)

971/1 ایسے محروم گئے ہم تو[1] گرفتارِ چمن — کہ موئے قید میں دیوار بہ دیوارِ چمن
971/2 سینے پر داغ کا احوال میں پوچھوں ہوں نسیم — یہ بھی تختہ کبھو ہووے گا سزاوارِ چمن
971/3 باغباں باغ اجارے[2] ہی اگر دینا تھا — تھے زرِ داغ سے ہم بھی تو خریدارِ چمن
971/4 وے گنہگار ہمیں ہیں کہ جنہیں کہتے ہیں — عاشقِ زارِ چمن ، مرغِ گرفتارِ چمن
971/5 خون ٹپکے ہے پڑا نوک سے ہر اک کی ہنوز — کس ستم دیدہ کی مژگاں ہیں تہِ خارِ چمن
971/6 باغباں ہم سے خشونت سے نہ پیش آیا کر — عاقبت نالہ کشاں بھی تو ہیں درکارِ چمن
971/7 کم نہیں ہے دلِ پُر داغ بھی اے مرغِ اسیر — گل میں کیا ہے جو ہوا ہے تو طلب گارِ چمن
971/8 گل پر ایسی تو پڑی اوس خزاں میں کہ نسیم — سرد ہی ہو گئی واں گرمیِ بازارِ چمن

---

[1] نسخۂ آسی میں 'نو گرفتار' ہے جب کہ نول کشور دوم، سوم اور نسخۂ کالج میں، اس کے علاوہ نکات الشعرا میں بھی 'تو گرفتار' ہے۔
[2] نسخۂ آسی میں 'اُجاڑے' غلط ہے، نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں 'اجارے' درست ہے۔

971/9
کیا جزا ٹھہرتی ہے دیکھیے کل حشر کو میرؔ
داغ ہر ایک مرے دل پہ ہے خوں دارِ چمن

﴿972﴾

972/1 بزم میں جو ترا ظہور نہیں — شمعِ روشن کے منہ پہ نور نہیں

972/2 کتنی باتیں بنا کے لاؤں لیک — یاد رہتی ترے حضور نہیں

972/3.4 فکر مت کر ہمارے جینے کا (قطعہ) — تیرے نزدیک کچھ یہ دُور نہیں

پھر جئیں گے جو تجھ سا ہے جاں بخش — ایسا جینا ہمیں ضرور نہیں

972/5
عام ہے یار کی تجلّی میرؔ
خاص موسیٰ و کوہِ طور نہیں

﴿973﴾

973/1 دامن پہ تیرے گرد کا کیونکر اثر نہیں — ہم دل جلوں کی خاک جہاں میں کدھر نہیں

973/2 اتنا رقیب خانہ بر انداز سے سلوک — جب آ نکلتے ہیں تو سنے ہیں کہ گھر نہیں

973/3 دامان و جیب و دیدہ و مژگان و آستیں — اب کون سا رہا ہے کہ ان میں سے تر نہیں

973/4 ہر نقشِ پا ہے شوخ ترا رشکِ یاسمن — کم گوشۂ چمن سے ترا رہ گزر نہیں

973/5
آتا ہی تیرے[1] کوچے میں ہوتا جو میرؔ یاں
کیا جانیے کدھر کو گیا ، کچھ خبر نہیں

﴿974﴾

974/1 ساقی کی باغ پر جو کچھ کم نگاہیاں ہیں — مانندِ جامِ خالی گل سب جماہیاں ہیں

974/2 تیغِ جفائے خوباں بے آب تھی کہ ہم دم! — زخمِ بدن ہمارے تفسیدہ ماہیاں ہیں

974/3 مسجد سے مے کدے پر، کاش ابر روز برسے — واں روسفیدیاں ہیں ، یاں روسیاہیاں ہیں

974/4 جس کی نظر پڑی ہے اُن نے مجھے بھی دیکھا — جب سے وہ شوخ آنکھیں میں نے سراہیاں ہیں

974/5 غالب تو یہ ہے زاہد رحمت سے دُور ہووے — درکار واں گنہ ہیں ، یاں بے گناہیاں ہیں

974/6 یہ ناز و سرگرانی اللہ رے کہ ہر دم — نازک مزاجیاں ہیں یا کج کلاہیاں ہیں

974/7
شاہد لوں میرؔ کس کو اہلِ محلّہ سے میں
محضر پہ خوں کے میرے سب کی گواہیاں ہیں

﴿975﴾

975/1 تجھے بھی یار اپنا یوں تو ہم ہر بار کہتے ہیں — ولے کم ہیں بہت وے لوگ جن کو یار کہتے ہیں

975/2 جہاں کے مصطبے میں مستِ طافح ہی نظر آئے — نہ تھا اس دَور میں آیا جسے ہشیار کہتے ہیں

975/3 سمجھ کر ذکر کر آسودگی کا مجھ سے اے ناصح! — وہ میں ہی ہوں کہ جس کو عافیت بیزار کہتے ہیں

---

[1] نسخۂ آسی میں 'میرے' ہے جب کہ نسخۂ کالج نول کشور دوم، سوم میں 'تیرے' ہے اور یہی درست ہے۔

975/4 مسافر ہووے جی اُس کا خراماں دیکھ کر تجھ کو | جسے میرے وطن میں کبکِ خوش رفتار کہتے ہیں

975/5,6 معاذ اللہ دخلِ کفر ہی اسلام میں کیوں ہو (قطعہ)[1] | غلط اور پوچ و نامعقول بعضے یار کہتے ہیں
علَم کو کب ہے وجہِ تسمیہ لازم، سمجھ دیکھو | سلیمانی میں کیا زنّار ہے، زنّار کہتے ہیں

975/7 تری آنکھوں کو آؤں دیکھنے میں تو عجب مت کر | کہ بہتر ہے عیادت اور اُنھیں بیمار کہتے ہیں

975/8 عجب ہوتے ہیں شاعر بھی میں اس فرقے کا عاشق ہوں | کہ بے دھڑکے بھری مجلس میں یہ اسرار کہتے ہیں

975/9 مزے اُن کے اُڑا لیکن نہ یہ سمجھیں تو بہتر ہے | کہ خوباں بھی بہت اپنے تئیں عیار کہتے ہیں

975/10 سگِ کو میر میں اُس شیرِ حق کا ہوں کہ جس کو سب
نبی کا خویش و بھائی حیدرِ کرار کہتے ہیں

﴿976﴾

976/1 ایک پرواز کو بھی رخصتِ صیاد نہیں | ورنہ یہ کنجِ قفس بیضۂ فولاد نہیں

976/2 شیخ عزلت تو تہِ خاک بھی پہنچے گی بہم | مفت ہے سیر کہ یہ عالمِ ایجاد نہیں

976/3 داد لے چھوڑوں میں صیاد سے اپنے لیکن | ضعف سے میرے تئیں طاقتِ فریاد نہیں

976/4 کیوں ہے معذور بھی رکھ یوں تو سمجھ دل میں شیخ | یہ قدح خوار مرے قابلِ ارشاد نہیں

976/5 کیا کہوں میر فراموش کیا اُن نے تجھے
میں تو تقریب بھی کی پر تُو اُسے یاد نہیں

﴿977﴾

977/1 آ جائیں ہم نظر جو کوئی دم بہت ہے یاں | مہلت ہمیں بسانِ شرر کم بہت ہے یاں

977/2 یک لحظہ سینہ کوبی سے فرصت ہمیں نہیں | یعنی کہ دل کے جانے کا ماتم بہت ہے یاں

977/3 حاصل ہے کیا سوائے تر آنے[2] کے دہر میں | اُٹھ آسماں تلے سے کہ شبنم بہت ہے یاں

977/4 مائل بہ غیر ہونا تجھ ابرو کا عیب ہے | تھی زور یہ کماں ولے خم، چم بہت ہے یاں

977/5 ہم رہروانِ راہِ فنا دیر رہ چکے | وقفہ بسانِ صبح کوئی دم بہت ہے یاں

977/6 اس بت کدے میں معنی کا کس سے کریں سوال | آدم نہیں ہے، صورتِ آدم بہت ہے یاں

977/7 عالم میں لوگ ملنے کی گوں اب نہیں رہے | ہر چند ایسا ویسا تو عالم بہت ہے یاں

977/8 ویسا چمن سے سادہ نکلتا نہیں کوئی | رنگینی ایک اور خم و چم بہت ہے یاں

977/9 اعجازِ عیسوی سے نہیں بحث عشق میں | تیری ہی بات جانِ مجسم بہت ہے یاں

977/10 میرے ہلاک کرنے کا غم ہے عبث تمھیں | تم شاد زندگانی کرو، غم بہت ہے یاں

977/11 دل مت لگا رخِ عرق آلودہ[3] یار سے | آئینے کو اُٹھا کہ زمیں نم بہت ہے یاں

977/12 شاید کہ کام صبح تک اپنا کھنچے نہ میر
احوال آج شام سے درہم بہت ہے یاں

---

[1] یہ دونوں شعر قطعہ بند ہیں لیکن کسی نسخے نے انھیں قطعہ قرار نہیں دیا حالانکہ جو بات کی ہے وہ چار مصرعوں میں ہی مکمل ہوئی ہے۔

[2] نسخۂ آسی میں 'ترائی'، طبع دوم میں 'ترانے'، طبع سوم میں 'ترانے' درج ہوئے ہیں۔ درست متن 'تر آنے' ہی ہے۔

[3] نسخۂ آسی میں 'عرق آلوذ' درج ہے۔ نول کشور طبع دوم، سوم میں 'عرق آلودہ' بہتر متن ہے۔

978

978/1 آہ وہ عاشق ستم ترکِ جفا کرتا نہیں — اور مطلق اب دماغ اپنا وفا کرتا نہیں

978/2 بات میں غیروں کو چپ کر دوں ولیکن کیا کروں — وہ سخن نشنو تنک میرا کہا کرتا نہیں

978/3 روز بدتر جیسے بیمارِ اجل ہے دل کا حال — یہ سمجھ کر ہم نشیں، اب میں دوا کرتا نہیں

978/4 گویا بابِ اجابت ہجر میں تیغا ہوا — ورنہ کس شب آپ کو میں بد دعا کرتا نہیں

978/5 بے کسانِ عشق اُس کے آہ کس کے پاس جائیں — گور بن کوئی صلا[1] میں لب کو وا کرتا نہیں

978/6 چھوٹنا ممکن نہیں اپنا قفس کی قید سے — مرغِ سیر آہنگ کو کوئی رہا کرتا نہیں

978/7 چرخ کی بھی کج ادائی ہم ہی پر جاتی ہے پیش — ناز کو اُس سے تو اک دم بھی جدا کرتا نہیں

978/8 دیکھ اُسے بے دید ہو آنکھوں نے کیا دیکھا بھلا — دل بھی بد کرتا ہے مجھ سے تُو بھلا کرتا نہیں

978/9 کیا کہوں پہنچا کہاں تک میر اپنا کارِ شوق
یاں سے کس دن اک نیا قاصد چلا کرتا نہیں

979

979/1 لیتے ہیں سانس یوں ہم جوں تار کھینچتے ہیں — اب دل گرفتگی سے آزار کھینچتے ہیں

979/2 سینہ سپر کیا تھا جن کے لیے بلا کا — وے بات بات میں اب تلوار کھینچتے ہیں

979/3 مجلس میں تیری ہم کو کب غیر خوش لگے ہے — ہم پیچ اپنے، اُس کے دیوار کھینچتے ہیں

979/4 بے طاقتی نے ہم کو چاروں طرف سے کھویا — تصدیع گھر میں بیٹھے ناچار کھینچتے ہیں

979/5 منصور کی حقیقت تم نے سنی ہی ہوگی — حق جو کہے ہے اُس کو یاں دار کھینچتے ہیں

979/6 شکوہ کروں تو کس سے کیا شیخ[2] کیا برہمن — ناز اُس بلائے جاں کے سب یار کھینچتے ہیں

979/7 ناوک سے میر اُس کے دل بستگی تھی مجھ کو
پیکاں جگر سے میرے دشوار کھینچتے ہیں

980

(قبل از 1752ء)

980/1 سمجھا تنک نہ اپنے تو سود و زیاں کو میں — مانا کیا خدا کی طرح اِن بتاں کو میں

980/2 لاویں اُسے بھی بعد مرے میری لاش پر — یہ[3] کہہ رکھا ہے اپنے ہر اک مہرباں کو میں

980/3 گردش فلک کی کیا ہے جو دَورِ قدح میں ہے — دیتا رہوں گا چرخ مدام آسماں کو میں

980/4 جی جاوے تو قبول، ترا غم نہ جائیو — رکھتا نپٹ عزیز ہوں اس میہماں کو میں

980/5 عاشق ہے یا مریض ہے، پوچھو تو میر سے
پاتا ہوں زرد روز بہ روز اِس جواں کو میں

---

[1] نسخۂ مجلس میں 'گور بن کوئی صلے میں' نہایت غلط اور گمراہ کن ہے۔ اصل میں یہ صَلا (بمعنی دعوت، بلاوا) ہے۔ آسی کے یہاں متن درست ہے لیکن مجلس کے نسخے کا اتباع، آسی کی حد تک بھی بہت درست اور اغلاط سے پاک نہیں۔

[2] نول کشور دوم میں 'کیا شیخ و کیا برہمن' ہے، نسخۂ کالج اور آسی کے یہاں واوِ عطف نہیں ہے۔

[3] نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'پھر' ہے۔ آسی اور مجلس میں 'یہ' ہے۔

﴿981﴾

981/1 کر نالہ کشی کب تئیں اوقات گزاریں
فریاد کریں کس سے، کہاں جا کے پکاریں

981/2 ہر دم کا بگڑنا تو کچھ اب چھوٹا ہے اُن سے
شاید کسی ناکام کا بھی کام سنواریں

981/3 دل میں جو کبھو جوشِ غم اُٹھتا ہے تو تا دیر
آنکھوں سے چلی جاتی ہیں دریا کی سی دھاریں

981/4 کیا ظلم ہے اُس خونیِ عالم کی گلی میں
جب ہم گئے، دوچار نئی دیکھیں مزاریں

981/5 جس جا کہ خس و خار کے اب ڈھیر لگے ہیں
یاں ہم نے اِنھی آنکھوں سے دیکھیں ہیں بہاریں

981/6 کیونکر کے رہے شرم مری شہر میں جب آہ
ناموس کہاں اُتریں جو دریا پہ ازاریں

981/7 وے ہونٹ کہ ہے شورِ مسیحائی کا جن کی
دم لیویں نہ دو چار کو تا جی سے نہ ماریں

981/8 منظور ہے کب سے سرِ شوریدہ کا دینا
چڑھ جائے نظر کوئی تو یہ بوجھ اُتاریں

981/9 بالیں پہ سر اک عمر سے ہے دستِ طلب کا
جو ہے سو گدا کس کنے جا ہاتھ پساریں

981/10 اُن لوگوں کے، تُو گرد نہ پھر، سب ہیں لباسی
سو گز بھی جو یہ پھاڑیں تو اک گز بھی نہ واریں

981/11 ناچار ہو رخصت جو منگا بھیجی تو بولا
میں کیا کروں جو میر جی جاتے ہیں، سدھاریں

﴿982﴾

982/1 یوں ہی حیران و خفا جوں غنچۂ تصویر ہوں
عمر گزری پر نہ جانا میں کہ کیوں دلگیر ہوں

982/2 اِتنی باتیں مت بنا مجھ شیفتہ سے ناصحا!
پند کے لائق نہیں، میں قابلِ زنجیر ہوں

982/3 سرخ رہتی ہیں مری آنکھیں لہو رونے سے شیخ
مے اگر ثابت ہو مجھ پر واجب التعزیر ہوں

982/4 نے فلک پر راہ مجھ کو، نے زمیں پر رُو مجھے
ایسے کس محروم کا میں شورِ بے تاثیر ہوں

982/5 جو مرے حصے میں آوے تیغ جمدھر سَبَل[1] و کارد
یہ فضولی ہے کہ میں ہی کشتۂ شمشیر ہوں

982/6 کھول کر دیوان میرا دیکھ قدرت مدعی
گرچہ ہوں میں نوجواں پر شاعروں کا پیر ہوں

982/7 اس قدر بے ننگ خبطوں کو نصیحت شیخ جی!
باز آؤ ورنہ اپنے نام کا میں میر ہوں

﴿983﴾
(قبل از 1752ء)

983/1 کہے ہے کوہ کن کر فکر میری خستہ حالی میں
الٰہی شکر کرتا ہوں تری درگاہِ عالی میں

983/2 میں وہ پژمردہ سبزہ ہوں کہ ہو کر خاک سے سرزد
یکایک آ گیا اِس آسماں کی پائمالی میں

983/3 تو سچ کہہ رنگِ پاں ہے یہ کہ خونِ عشق بازاں ہے
سخن رکھتے ہیں کتنے شخص تیرے لب کی لالی میں

983/4 برا کہنا بھی میرا خوش نہ آیا اس کو تو ورنہ
تسلی یہ دلِ ناشاد ہوتا ایک گالی میں

983/5 مرے اُستاد کو فردوسِ اعلیٰ میں ملے جاگہ
پڑھایا کچھ نہ غیر از عشق مجھ کو خرد سالی میں

983/6 نگاہِ چشمِ پُر خشمِ بتاں پر مت نظر رکھنا
ملا ہے زہر اے دل اس شرابِ پرتگالی میں

983/7 شرابِ خون بن تڑپوں سے دل لبریز رہتا ہے
بھرے ہیں سنگ ریزے میں نے اس مینائے خالی میں

---

[1] نول کشور دوم، سوم میں 'سیلی و کارد' جو درست نہیں، تاہم فائق صاحب کا خیال ہے کہ یہ 'سیلی' ہی ہے، حاشیہ جلد اول ص ۳۵۰، 'سبل' (آلۂ نقب زنی)، اتنا نادر لفظ نہیں تھا جتنا طویل حاشیہ مرتب نسخۂ مجلس نے اس پر لکھا۔

983/8
خلاف اِن اور خوباں کے سدا یہ جی میں رہتا ہے
یہی تو میرؔ اک خوبی ہے معشوقِ خیالی میں

﴿984﴾

(قبل از 1752ء)

984/1
آہ اور اشک ہی سدا ہے یاں
روز برسات کی ہوا ہے یاں

984/2
جس جگہ ہو زمینِ تفتہ ، سمجھ
کہ کوئی دل جلا گڑا ہے یاں

984/3
گر[1] کدورت سے وہ نہ دیوے رو
آرسی کی طرح صفا ہے یاں

984/4
رند مفلس جگر میں آہ نہیں
جانِ محزوں ہے اور کیا ہے یاں

984/5-9
کیسے کیسے مکان ہیں ستھرے
(قطعہ) ایک ازاں جملہ کربلا ہے یاں

اک سسکتا ہے ، ایک مرتا ہے
ہر طرف ظلم ہو رہا ہے یاں

صد تمنا شہید ہیں یک جا
سینہ کوبی ہے ، تعزیا ہے یاں

دیدنی ہے غرض یہ صحبتِ شوخ
روز و شب طرفہ ماجرا ہے یاں

خانۂ عاشقاں ہے جائے خوب
جائے رونے کی جا بہ جا ہے یاں

984/10-12
کوہ و صحرا بھی کر نہ جائے باش
(قطعہ) آج تک کوئی بھی رہا ہے یاں

ہے خبر شرط میرؔ سنتا ہے
تجھ سے آگے یہ کچھ ہوا ہے یاں

موت مجنوں کو بھی یہیں آئی
کوہ کن کل ہی مر گیا ہے یاں

﴿985﴾

985/1
جہاں اب خار زاریں ہو گئی ہیں
یہیں آگے بہاریں ہو گئی ہیں

985/2
جنوں میں خشک ہو رگ ہائے گردن
گریباں کی سی تاریں ہو گئی ہیں

985/3
سنا جاتا ہے شہرِ عشق کے گرد
مزاریں ہی مزاریں ہو گئی ہیں

985/4
اُسی دریائے خوبی کا ہے یہ شوق
کہ موجیں سب کناریں ہو گئی ہیں

985/5
اُنھی گلیوں میں جب روتے تھے ہم میرؔ
کئی دریا کی دھاریں ہو گئی ہیں

﴿986﴾

986/1
خوش نہ آئی تمھاری چال ہمیں
یوں نہ کرنا تھا پائمال ہمیں

986/2
حال کیا پوچھ پوچھ جاتے ہو
کبھو پاتے بھی ہو بحال ہمیں

986/3
وہ دہاں ، وہ کمر ہی ہے مقصود
اور کچھ اب نہیں خیال ہمیں

986/4
اُس مہِ چاردہ کی دوری نے
دس ہی دن میں کیا ہلال[2] ہمیں

---

1. نسخۂ آسی میں ص ۱۱۶ پر 'گو' ہے، مجلس کے نسخے میں اختلافِ نسخ کا ذکر نہیں، تاہم 'گر' درج ہے۔
2. نول کشور طبع دوم، سوم میں 'حلال' ہے، مرتب نسخۂ مجلس نے بتایا 'حلال کرنا' محاورہ ذبح کرنا ہے، ظاہر ہے یہاں اس کا کوئی محل نہیں، مہِ چاردہ کی رعایت سے 'ہلال' کے علاوہ کچھ نہیں ہو سکتا۔

986/5 نظر آتے ہیں ہوتے جی کے وبال — حلقہ حلقہ تمھارے بال ہمیں
986/6 تنگی اُس جا کی نقل کیا کریے — یاں سے واجب ہے انتقال ہمیں
986/7 صرفِ للہ خُم کے خُم کرتے — نہ کیا چرخ نے کلال ہمیں
986/8 مغ بچے مال مست ہم درویش — کون کرتا ہے مستمال[1] ہمیں
986/9 کب تک اس تنگنا میں کھینچیے رنج — یاں سے یا رب تو ہی[2] نکال ہمیں
986/10 ترکِ سبزانِ شہر کریے اب — بس بہت کر چکے نہال ہمیں
986/11 وجہ کیا ہے کہ میرؔ منہ پہ ترے
نظر آتا ہے کچھ ملال ہمیں

987

987/1 نہ کیوں کے شیخ توکّل کو اختیار کریں — زمانہ ہووے مساعد تو روزگار کریں
987/2 گیا وہ زمزمۂ صبح فصلِ گل بلبل — دعا نہ پہنچے چمن تک ہم اب ہزار کریں
987/3 تمام صید سرِ تیر جمع ہیں لیکن — نصیب اُس کے کہ جس کو ترا شکار کریں
987/4 تسلی تو ہو دلِ بے قرار خوباں سے — یہ کاش ملنے نہ ملنے کا کچھ قرار کریں
987/5 ہمیں تو نزع میں شرمندہ آ کے اُن نے[3] کیا — رہا ہے ایک رمق جی سو کیا نثار کریں
987/6 رہی سہی بھی گئی عمر تیرے پیچھے یار — یہ کہہ کہ آہ ترا کب تک انتظار کریں
987/7 کریں ہیں حادثے ہر روز وار آخر تو — سنانِ آہ دلِ شب کے ہم بھی پار کریں
987/8 یہ قتلِ غیر ہے کیا کام ہم نشیناں! آج — جو دشمنی نہ کرے وہ تو اُس کو یار کریں
987/9 ہوا ہوں خاکِ رہ اِس واسطے کہ خوباں میرؔ
گزار گور پہ میری بھی ایک بار کریں

988

988/1 یہ غلط کہ میں پیا ہوں قدحِ شراب تجھ بن — نہ گلے سے میرے اُترا کبھو قطرہ آب تجھ بن
988/2 یہی بستی عاشقوں کی کبھو سَیر کرنے چل تُو — کہ محلّے کے محلّے پڑے ہیں خراب تجھ بن
988/3 میں لہو پیوں ہوں غم میں عوضِ شراب ساقی — شبِ مَیغ[4] ہو گئی ہے شبِ ماہتاب تجھ بن
988/4 گئی عمر میری ساری جیسے شمع باؤ کے بیچ — یہی رونا، جلنا گلنا، یہی اضطراب تجھ بن
988/5 سبھی آتشیں ہیں نالے، سبھی زمہریری آہیں — مری جان پر رہا ہے غرض اک عذاب تجھ بن
988/6 ترے غم کا شکرِ نعمت کروں کیا اے مغ بچے میں — نہ ہوا کہ میں نہ کھایا جگرِ کباب تجھ بن

---

[1] نسخۂ آسی میں 'مستمال' درست نہیں، نول کشور دوم، سوم اور نسخۂ کالج میں 'مستمال' درست ہے۔

[2] نسخۂ آسی میں 'تو ہی نکال' درست ہے لیکن فائق صاحب نے شاملِ متن نہیں کیا کیونکہ نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں 'ہی تو نکال' ہے اس لیے اُن کا خیال ہے کہ یہ آسی صاحب کا تصرف ہو سکتا ہے۔ یہ تو ممکن ہے کہ مذکورہ نسخوں میں کتابت کی غلطی ہوئی ہو۔

[3] نول کشور دوم، سوم میں 'تم نے' سے نسخۂ کالج اور آسی کے یہاں 'اُن نے' بہت بہتر ہے۔

[4] نکات الشعرا میں 'شبِ تیغ' سہوِ کتابت ہے 'شبِ میغ' آسی و مجلس میں درست ہے۔

988/7 نہیں جیتے جی تو ممکن ہمیں تجھ بغیر، سونا — مگر آں[1] کہ مر کے کیجے تہِ خاک خواب تجھ بن

988/8 برے حال ہو کے مرتا جو درنگ میر کرتا
یہ بھلا ہوا ستم گر کہ مُوا شتاب تجھ بن

989

989/1 تکلیفِ باغ کن نے کی تجھ خوش دہاں کے تئیں — دیتا ہے آگ رنگ ترا گلستاں کے تئیں

989/2 تنکا بھی اب رہا نہیں شرمندگی ہے جو — گر پڑ کے برق پاوے مرے آشیاں کے تئیں

989/3 آئے عدم سے ہستی میں تس پر نہیں قرار — ہے ان مسافروں کا ارادہ کہاں کے تئیں

989/4 سنا ہٹے سے باغ میں[2] کچھ اُٹھتے ہیں نسیم — مرغِ چمن نے خوب متھا ہے فغاں کے تئیں

989/5 اک گردش اے فلک کہ ہو اثنائے راہ سے — کنعاں کی اور راہ غلط کارواں کے تئیں

989/6 تو اک زباں پہ چپکی نہیں رہتی عندلیب! — رکھتا ہے منہ میں غنچۂ گل سو زباں کے تئیں

989/7 ہم تو ہوئے تھے میر سے اُس دن ہی نا اُمید
جس دن سنا کہ اُن نے دیا دل بتاں کے تئیں

990

990/1 موئے سہتے سہتے جفا کاریاں — کوئی ہم سے سیکھے وفاداریاں

990/2 ہماری تو گزری اِسی طور عمر — یہی نالہ کرنا یہی زاریاں

990/3 فرشتہ جہاں کام کرتا نہ تھا — مری آہ نے برچھیاں ماریاں

990/4 گیا جان سے یک جہاں لیک شوخ — نہ تجھ سے گئیں یہ دل آزاریاں

990/5 کہاں تک یہ تکلیفِ مالا یطاق — ہوئیں[3] مدتوں ناز برداریاں

990/6 خط و کاکل و زلف و انداز ناز[4] — ہوئیں دامِ رہ صد گرفتاریاں

990/7 کیا درد و غم نے مجھے نا اُمید — کہ مجنوں کو یہ ہی تھیں بیماریاں

990/8 تری آشنائی سے ہی حد ہوئی — بہت کی تھیں دنیا میں ہم یاریاں

990/9 نہ بھائی! ہماری تو قدرت نہیں
کھنچیں میر تجھ سے ہی یہ خواریاں

991

991/1 دن نہیں رات نہیں صبح نہیں شام نہیں[5] — وقت ملنے کا مگر داخلِ ایام نہیں

---

1. نول کشور دوم، سوم میں 'آنکہ' غلط ہے، نسخۂ کالج اور آسی کے یہاں 'آں کہ' درست ہے۔
2. نسخۂ آسی اور مجلس میں 'سنا ہٹے میں باغ کے' درست نہیں، نسخۂ کالج اور نول کشور دوم سوم میں 'سنا ہٹے سے باغ سے' ہے، یہ متن درست ہے، تاہم دوسرے 'سے' کو 'میں' سے بدلا جائے تو متن مزید بہتر ہو جاتا ہے اور یہی ہم نے کیا ہے۔
3. نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم میں 'ہوئی' درست نہیں، مفہوم شعر کے مطابق 'ہوئیں' بہتر ہے، نسخۂ آسی ص ۱۱۸۔
4. 'انداز و ناز' صرف نسخۂ آسی اور مجلس میں ہے۔ واؤ عاطفہ کے بغیر بھی مصرع موزوں ہے تو بظاہر یہ 'و' زائد قرار پاتی ہے، دیگر نسخوں کے متن کو درج کیا۔
5. جعفر علی حسرت کے یہاں بھی یہ شعر اسی متن میں موجود ہے (بحوالہ نسخۂ مجلس، جلد اول، ص ۳۵۸)۔

991/2 مثلِ عنقا مجھے تم دُور سے سن لو ورنہ — ننگِ ہستی ہوں ، مری جائے بجز نام نہیں

991/3 خطرِ راہِ وفا بلکہ[1] بہت دُور کھنچا — عمر گزری کہ بہم نامہ و پیغام نہیں

991/4 راز پوشیِ محبت کے تئیں چاہیے ضبط — سو تو بیتابیِ دل بن مجھے آرام نہیں

991/5 بے قراری جو کوئی دیکھے ہے سو کہتا ہے
کچھ تو ہے میر کہ اک دم تجھے آرام نہیں

﴿992﴾

992/1 کیا ظلم کیا تعدی کیا جَور کیا جفائیں — اس چرخ نے کیاں ہیں ہم سے بہت ادائیں

992/2 دیکھا کہاں وہ نسخہ اک روگ میں بساہا — جی پھر کبھو نہ پنپا بہتیری کیں دوائیں

992/3 اک رنگ گل لے رہتا، یاں یوں نہیں کیا ہے[2] — اس گلشنِ جہاں میں ہیں مختلف ہوائیں

992/4 ہے فرش عرش تک بھی قلبِ حزیں کا اپنے — اس تنگ گھر میں ہم نے دیکھی ہیں کیا فضائیں

992/5 شب نالہ آسماں تک جی سخت کر کے پہنچا — تھیں نیم کشتۂ یاس اکثر مری دعائیں

992/6 روکش تو ہو ترا پر آئینے میں کہاں یہ — رعنائیاں ، ادائیں ، رنگینیاں ، صفائیں

992/7 ہے امرِ سہل چاہت لیکن نباہ مشکل — پتھر کرے جگر کو تب تو کرے وفائیں

992/8 نازِ بتانِ سادہ ہے اللہ اللہ اے میر
ہم خط سے مٹ گئے پر اُن کے نہیں ہے بھائیں

﴿993﴾

993/1 آرزوئیں ہزار رکھتے ہیں — تو بھی ہم دل کو مار رکھتے ہیں

993/2 برق کم حوصلہ ہے ، ہم بھی تو — دِلکِ بے قرار رکھتے ہیں

993/3 غیر ہی موردِ عنایت ہے — ہم بھی تو تم سے پیار رکھتے ہیں

993/4 نہ نگہ ، نے پیام ، نے وعدہ — نام کو ہم بھی یار رکھتے ہیں

993/5 ہم سے خوش زمزمہ کہاں ، یوں تو — لب و لہجہ ہزار رکھتے ہیں

993/6 چوٹٹے[3] دل کے ہیں بتاں مشہور — بس یہی اعتبار رکھتے ہیں

993/7 پھر بھی کرتے ہیں میر صاحب عشق
ہیں جواں ، اختیار رکھتے ہیں

﴿994﴾

994/1 رہِ عشق میں پھر خطر کچھ نہیں — گزر جان سے اور ڈر کچھ نہیں

---

1. آسی اور مجلس دونوں میں 'ن' کے تحت 'بلک' درج ہے، 'بلکہ بہت' کی جگہ اگر 'بلک بہت' ہو تو مصرع کی موزونیت یا کم از کم روانی ضرور متاثر ہوتی ہے۔
2. یہ مصرع نول کشور دوم، سوم کے مطابق ہے، آسی صاحب کے یہاں اور مجلس کے نسخے میں مصرع بالکل قدرے مختلف معنی اور رعایت لفظی کی خوبی کا مالک ہے، لیکن ہم نے جو مصرع درج کیا وہ بہ اعتبار معنی و مضمون بہتر ہے اور سریع الفہم بھی۔ آسی کے مصرع میں 'بو نہ کرنا' کے معنی، اختیار نہ کرنا، عادت نہ بنانا خود ساختہ کرنا ہوں گے، 'اک رنگِ گل نے رہنا یاں بو نہیں کیا ہے'۔
3. آسی کے یہاں 'چوٹٹے' (چور) کا املا کچھ یوں ملتا ہے 'چوٹٹے'۔ دو مرتبہ ٹ سے جانے کیا تلفظ ہو، ٹ کو مشدد درج کرنا کافی ہے۔

994/2,3 ہے اب کامِ دل جس پہ موقوف تو (قطعہ)[1] وہ نالہ کہ جس میں اثر کچھ نہیں
ہوا مائل اُس سرو کا دل مرا بہ جز جور جس سے ثمر کچھ نہیں

994/4 نہ کر اپنے محووں[2] کا ہرگز سراغ گئے گزرے بس اب خبر کچھ نہیں

994/5 تری ہو چکی خشک مژگاں کی سب لہو اب جگر میں مگر کچھ نہیں

994/6 حیا سے نہیں پشتِ پا پر وہ چشم مرا حال مدِنظر کچھ نہیں

994/7 کروں کیوں کہ انکارِ عشق آہ میں یہ رونا بھلا کیا ہے، گر کچھ نہیں

994/8 کمر اس کی رشکِ رگِ جاں ہے میر
غرض اس سے باریک تر کچھ نہیں

995

995/1 نالۂ قیدِ قفس سے چھوٹ اب یک دم نہیں گوشِ گل سے لگتے تھے جا کے سو وہ موسم نہیں

995/2 ہم پہ کھینچی تیغ تو غیروں کو لگ[3] لگنے نہ دے وے اگر ہوویں گے اس کے درمیاں تو ہم نہیں

995/3 بت، برہمن، کوئی نامحرم نہیں اللہ کا
ہے حرم میں شیخ لیکن میر وہ محرم نہیں

996

996/1 تری ابرو و تیغِ تیز تو ہم دم ہیں یہ دونوں ہوئے ہیں دل جگر بھی سامنے رستم ہیں یہ دونوں

996/2 نہ کچھ کاغذ میں ہے تہ، نے قلم کو درد نالوں کا لکھوں کیا عشق کے حالات، نامحرم ہیں یہ دونوں

996/3 لہو آنکھوں سے بہتے وقت رکھ لیتا ہوں ہاتھوں کو جراحت ہیں اگر وے دونوں تو مرہم ہیں یہ دونوں

996/4 کسو چشمے پہ دریا کے دیا[4] اوپر نظر رکھیے ہمارے دیدۂ نم دیدہ، کیا کچھ کم ہیں یہ دونوں

996/5 لبِ جاں بخش اُس کے مار ہی رکھتے ہیں عاشق کو اگرچہ آبِ حیواں ہیں ولیکن سم ہیں یہ دونوں

996/6 نہیں ابرو ہی مائل، جھک رہی ہے تیغ بھی ایدھر ہمارے کشت و خوں میں متفق باہم ہیں یہ دونوں

996/7 کھلے سینے کے داغوں پر ٹھہر رہتے ہیں کچھ آنسو چمن میں مہر ورزی کے، گل و شبنم ہیں یہ دونوں

996/8 کبھو دل رکنے لگتا ہے، جگر گاہے تڑپتا ہے غمِ ہجراں میں چھاتی کے ہمارے جم ہیں یہ دونوں

996/9 خدا جانے کہ دنیا میں ملیں اُس سے کہ عقبیٰ میں
مکاں تو میر صاحب شہرۂ عالم ہیں یہ دونوں

997

997/1 لب ترے لعلِ ناب ہیں دونوں پر تمامی عتاب ہیں دونوں

---

[1] یہ بھی ایک 'نو دریافت شدہ' قطعہ ہے، آسی، عبادت اور مجلس میں سے کسی نے اِن دونوں شعروں کو قطعہ درج نہیں کیا، حالانکہ شعر ۳، شعر ۲ میں بیان کیے گئے مضمون کا محض تمثیلی پیرایہ ہے۔

[2] نسخۂ آسی میں 'محزوں' ہے جس کا یہ محل نہیں، نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں 'محووں' (محو کی جمع) ہی درست ہے۔

[3] نسخۂ آسی میں 'کو نک لگنے' میں ان کا ذاتی تصرف جھلکتا ہے، نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم میں 'کو لگ لگنے' کا متن یوں بھی بہتر ہے۔

[4] نسخۂ مجلس کا متن اوپر درج ہے، آسی کے یہاں 'کسو چشمے پہ دریا کے دیا اوپر نظر رکھیے' دونوں صورتوں میں معنی کی ترسیل میں رکاوٹ ہے۔

997/2 رونا آنکھوں کا روئیے کب تک — پھوٹنے ہی کے باب ہیں دونوں
997/3 ہے تکلف نقاب ، وے رخسار — کیا چھپیں ، آفتاب ہیں دونوں
997/4 تن کے معمورے میں یہی دل و چشم — گھر تھے دو ، سو خراب ہیں دونوں
997/5 کچھ نہ پوچھو کہ آتشِ غم سے — جگر و دل کباب ہیں دونوں
997/6 سو جگہ اُس کی آنکھیں پڑتی ہیں — جیسے مستِ شراب ہیں دونوں
997/7 پانوں میں وہ نشہ طلب کا نہیں — اب تو سرمستِ خواب ہیں دونوں
997/8 ایک سب آگ ، ایک سب پانی — دیدہ و دل عذاب ہیں دونوں
997/9 بحث کاہے کو لعل و مرجاں سے — اُس کے لب ہی جواب ہیں دونوں
997/10 آگے دریا تھے دیدۂ تر میر
اب جو دیکھو سراب ہیں دونوں

ردیف ن ــــ دیوان دوم

﴿998﴾

998/1 مدعی مجھ کو کھڑے صاف برا کہتے ہیں — چپکے تم سنتے ہو بیٹھے ، اِسے کیا کہتے ہیں
998/2 دیکھے خوباں کے ، بجا دل نہیں رہتا ہرگز — لوگ جو کچھ اُنھیں کہتے ہیں بجا کہتے ہیں
998/3 عشق کے شہر کی بھی رسم کے ہیں کشتے ہم — دردِ جانکاہ جو ہو اس کو دوا کہتے ہیں
998/4 جی اگر زلفوں کے سودے میں ترے دوں تو نہ بول — پہلی قیمت کے تئیں مُشک بہا کہتے ہیں
998/5 حسن تو ہے ہی ، کرو لطفِ زباں بھی پیدا
میر کو دیکھو کہ سب لوگ بھلا کہتے ہیں

﴿999﴾

999/1 کیا کیا جہاں اثر تھا سو اب واں عیاں نہیں — جن کے نشاں تھے فیلوں پر اُن کا نشاں نہیں
999/2 دفتر بنی ، کہانی بنی ، مثنوی ہوئی[1] — کیا شرحِ سوزِ عشق کروں میں ، زباں نہیں
999/3 اپنا ہی ہاتھ سر پہ رہا ، اپنے[2] ہاں سدا — مشفق کوئی نہیں ہے ، کوئی مہرباں نہیں
999/4 ہنگامہ و فساد کی باعث ہے وہ کمر — پھر آپ خوب دیکھیے تو درمیاں نہیں
999/5 جی ہی نکل گیا جو گیا یار پاس سے — جسمِ ضعیف و زار میں اب میرے جاں نہیں
999/6 ہے عشق ہی سے چار طرف بحث و گفتگو — شور اس بلائے جاں کا جہاں میں کہاں نہیں
999/7 اس عہد کو نہ جانیے اگلا سا عہد میر
وہ دَور اب نہیں ، وہ زمیں آسماں نہیں

---

[1] شاملِ متن مصرع نسخۂ کالج اور آسی کے یہاں سے ہے، ورنہ طبع دوم، سوم نول کشور میں یوں ہے ’دفتر نہیں، کہانی نہیں، مثنوی نہیں‘ یہ متن نادرست ہے۔
[2] مجلس کے نسخے میں ’اپنے ہاں‘ کے درمیان وقفہ (کامہ) درج ہے جو واضح طور پر غلط ہے (جلد دوم، ص ۱۹۱، طبع دوم)۔

﴿1000﴾

1000/1 نہ نکلا دوسرا ویسا جہاں میں ‏ ‏ ‏ وہی اک جنس ہے اس کارواں میں

1000/2 کیا منہ بند سب کا بات کہتے ‏ ‏ ‏ بلا[1] کچھ سحر ہے اُس کی زباں میں

1000/3 اگر وہ بت نہ جانے تو نہ جانے ‏ ‏ ‏ ہمیں سب جانتے ہیں ہندوستاں میں

1000/4 نیا آناً فآناً اُس کو دیکھا ‏ ‏ ‏ جدا تھی شان اُس کی ہر زماں میں

1000/5 کھنچی رہتی ہے اُس ابروئے خم سی ‏ ‏ ‏ کوئی کیا شاخ نکلی ہے کماں میں

1000/6 جبیں پر چین رہتی ہے ہمیشہ ‏ ‏ ‏ بلا کینہ ہے اپنے مہرباں میں

1000/7 نیا ہے کیا شگوفہ یہ کہ اکثر ‏ ‏ ‏ رہا ہے پھول پڑتا گلستاں میں

1000/8 کوئی بجلی کا ٹکڑا اب تلک بھی ‏ ‏ ‏ پڑا ہوگا ہمارے آشیاں میں

1000/9 پھرے ہے چھانتا ہی خاک اے میر ‏ ‏ ‏ ہوس کیا ہے مزاجِ آسماں میں

﴿1001﴾

1001/1 نہیں تبخال لعلِ دل ربا میں ‏ ‏ ‏ گُہر پہنچا بہم آبِ بقا میں

1001/2 غریبانہ کوئی شب روز کر یاں ‏ ‏ ‏ ہمیشہ کون رہتا ہے سرا میں

1001/3 اُٹھاتے ہاتھ کیوں نومید ہو کر ‏ ‏ ‏ اگر پاتے اثر کچھ ہم دعا میں

1001/4 کہے ہے ہر کوئی اللہ میرا ‏ ‏ ‏ عجب نسبت ہے بندے میں خدا میں

1001/5 کفن میں ہی نہ پہنا وہ بدن دیکھ ‏ ‏ ‏ کھنچے لوہو میں بہتیروں کے جامیں[2] (جامے)

1001/6 اُدھر جانے کو آندھی تو ہے لیکن ‏ ‏ ‏ سبک پائی سی ہے بادِ صبا میں

1001/7 بلا تہ دار بحرِ عشق نکلا ‏ ‏ ‏ نہ ہم نے انتہا لی ابتدا میں

1001/8 ملے برسوں وہی بیگانہ ہے وہ ‏ ‏ ‏ ہنر ہے یہ ہمارے آشنا میں

1001/9 اگرچہ خشک ہیں جیسے پرِ کاہ ‏ ‏ ‏ اُڑے ہیں میر جی لیکن ہوا میں

﴿1002﴾

1002/1 مر مر گئے نظر کر اُس کے برہنہ تن میں ‏ ‏ ‏ کپڑے اُتارے اُن نے سر کھینچے[3] ہم کفن میں

1002/2 گل پھول سے کب اُس بن لگتی ہیں اپنی آنکھیں ‏ ‏ ‏ لائی بہار ہم کو زور آوری چمن میں

1002/3 اب لعلِ نوخط اُس کے کم بخشتے ہیں فرصت ‏ ‏ ‏ قوت کہاں رہی ہے یاقوتیِ کہن میں

1002/4 یوسف عزیزِ دلہا جا مصر میں ہوا تھا ‏ ‏ ‏ پاکیزہ گوہروں کی عزت نہیں وطن میں

1002/5 دیر و حرم سے تو تو ٹک گرمِ ناز نکلا ‏ ‏ ‏ ہنگامہ ہو رہا ہے اب شیخ و برہمن میں

---

[1] نسخۂ کالج میں 'بلا کچھ سحر' آسی کے متن 'ملا کچھ سحر' ہے، بہتر کو شامل کیا گیا۔

[2] نسخۂ مجلس میں 'جامے' گو املا کے اعتبار سے درست، لیکن ردیف بدل جاتی ہے۔

[3] نسخۂ آسی اور نول کشور دوم، سوم میں 'جب پہنچے ہم کفن میں' ہے، اس سے بہت بہتر متن نسخۂ کالج میں جو اوپر درج کیا گیا ہے۔

1002/6 آ جاتے شہر میں تو جیسے کہ آندھی آئی | کیا وحشتیں کیاں ہیں[1] ہم نے دِوانے پن میں

1002/7 ہیں گھاؤ دل پر اپنے تیغِ زباں سے سب کی
تب درد ہے ہمارے اے میر ہر سخن میں

﴾1003﴿

1003/1 کِن نے لمبے بال دکھلائے ترے مانی کے تئیں | اُن نے جو اس طول سے کھینچا پریشانی کے تئیں

1003/2 کشتۂ انداز کس کا تھا نہ جانا وہ جواں | لے رہے تھے کچھ ملک اک نعش قربانی کے تئیں

1003/3 چشمِ کم سے اشکِ خونیں کو نہ دیکھو زینہار | ڈھونڈتے ہیں مردم اِس یاقوت سیلانی کے تئیں

1003/4 طائرانِ خوش معاش اس باغ کے ہم تھے کبھو | اب ترستے ہیں قفس میں اک پرافشانی کے تئیں

1003/5 ہے جہانِ تنگ سے جانا بعینہ اس طرح | قتل کرنے لے چلیں ہیں جیسے زندانی کے تئیں

1003/6 یہ کہاں بنت العنب سے اُٹھتی ہیں کیفیتیں | ہونٹوں سے کیا اس کے نسبت ایسی مستانی کے تئیں

1003/7 دل جو پانی ہو تو آئینہ ہے روئے یار کا | خانہ آبادی سمجھ اس خانہ ویرانی کے تئیں

1003/8 فہم میں میرے نہ آیا پردہ در ہے طفلِ اشک | رووں کیا اے ہم نشیں میں اپنی نادانی کے تئیں

1003/9 کچھ نظر میں نے نہ کی جی کے زیاں پر اپنے ہائے | دوست میں رکھے گیا اُس دشمنِ جانی کے تئیں

1003/10 جب جلے چھاتی بہت تب اشک افشاں ہو نہ میر
کیا جو چھڑکا اس دہکتی آگ پر پانی کے تئیں

﴾1004﴿

1004/1 جانا اِدھر سے میر[2] ہے ویسا اُدھر کے تئیں | بیماریوں میں جیسے بدلتے ہیں گھر کے تئیں

1004/2 کب ناخنوں سے چہرہ نُچے اس صفا سے ہوں | رجھواڑ تم نہیں ہو جو دیکھو ہنر کے تئیں

1004/3 خستے کو اُس نگہ کے طبیبوں سے کام کیا | ہمدم مجھے دکھا کسو صاحب نظر کے تئیں

1004/4 فردوس ہو نصیب ، پدر آدمی تھا خوب | دل کو دیا نہ اُن نے کسو خوش پسر کے تئیں

1004/5 ٹک دل کی بے قراری میں جاتے ہیں جی جلے | ہر دم تپش ، سراہیے میرے جگر کے تئیں

1004/6 تم دل سے جو گئے سو خرابی بہت رہی | پھر بھی بساؤ آ کر اس اجڑے نگر کے تئیں

1004/7 اللہ ری نازکی نہیں آتی خیال میں | کس کس طرح سے باندھتے ہیں اُس کمر کے تئیں

1004/8 حالت یہ ہے کہ بے خبری دم بہ دم ہے یاں | وے اب تلک بھی آتے نہیں ٹک خبر کے تئیں

1004/9 مدت ہوئی کہ اپنی خبر کچھ ہمیں نہیں
کیا جانیے کہ میر گئے ہم کدھر کے تئیں

---

[1] گو مصرع اول میں 'آ جاتے' کی جگہ نسخۂ کالج میں 'آ جائے' ہے یہاں آسی کا متن بہتر ہے، تاہم دوسرے مصرع میں 'وحشتیں اُٹھائیں' کی جگہ 'وحشتیں کیاں ہیں' کیونکہ 'وحشت اُٹھانا' شاید کوئی محاورہ نہیں۔

[2] نسخۂ آسی اور مجلس میں نول کشور دوم، سوم کے اتباع میں 'میرے' ہے جو غلط ہے۔ نسخۂ کالج میں 'میر' جو درست ہے۔ شعر شور انگیز جلد سوم، ص ۲۷۸ پر بھی 'میر' ہی ہے۔

﴿1005﴾

1005/1 کیا کہوں اول بہ خود تو دیر میں آتا ہوں
پھر جو یاد آتا ہے وہ ، چپکا سا رہ جاتا ہوں

1005/2 داغ ہوں کیونکر نہ میں درویش یارو جب نہ تب
بوریا پوشوں ہی میں وہ شعلہ خو پاتا ہوں میں

1005/3 ہجر میں اُس طفلِ بازی کوش کے رکتا[1] ہوں جب
جا کے لڑکوں میں ٹک اپنے دل کو بہلاتا ہوں میں

1005/4 ہوں گر سنہ چشم میں دیدارِ خوباں کا بہت
دیکھنے پر اُن کے تلواریں کھڑا کھاتا ہوں میں

1005/5 آب سب ہوتا ہوں پا کر آپ کو جیسے حباب
یعنی اُس ننگِ عدم ہستی سے شرماتا ہوں میں

1005/6 ایک جا گہ کب ٹھہرنے دے ہے مجھ کو روزگار
کیوں تم اُکتاتے ہو اتنا ، آج کل جاتا ہوں میں

1005/7 ہے کمالِ عشق پر بے طاقتی دل کی دلیل
جلوۂ دیدار کی اب تاب کب لاتا ہوں میں

1005/8 آسماں معلوم ہوتا ہے ورے کچھ آ گیا
دور اس سے آہِ کیسا کیسا گھبراتا ہوں میں

1005/9 بس چلے[2] تو راہ اُدھر کی مَیں نہ جاؤں ، لیک میر
دل مرا رہتا نہیں ، ہر چند سمجھاتا ہوں میں

﴿1006﴾

1006/1 مدت ہوئی کہ بیچ میں پیغام بھی نہیں
نامے کا اُس کی مہر سے اب نام بھی نہیں

1006/2 ایامِ ہجر کریے بسر کس اُمید پر
ملنا اُنہوں کا صبح نہیں ، شام بھی نہیں

1006/3 پروا اُسے ہو کاہے کو ناکام گر مروں
اُس کامِ جاں کو مجھ سے تو کچھ کام بھی نہیں

1006/4 روویں اس اضطرابِ دلی کو کہاں تلک
دن راتِ ہم کو ایک دم آرام بھی نہیں

1006/5 کیا جانوں دل کو کھینچے ہیں کیوں شعر میر کے
کچھ طرز ایسی بھی نہیں ، ایہام[3] بھی نہیں

﴿1007﴾

1007/1 دم بہ دم اِس ڈھب سے رونا ، دیر کر آیا ہمیں
کیا لہو اپنا پیا تب یہ ہنر آیا ہمیں

1007/2 گرچہ عالم جلوہ گاہِ یار یوں بھی تھا ، ولے
آنکھیں جوں موندیں ، عجب عالم نظر آیا ہمیں

1007/3 ہم بھی سمجھے تھے اب اُس سادگی پر حرف ہے
خط نکلنے سے جو نامہ پیش تر آیا ہمیں

1007/4 پاس آنا یک طرف مطلق نہیں اب اس کے پاس
کچھ گئے گزرے سے سمجھا وہ پسر آیا ہمیں

1007/5 تجھ تک اس بے طاقتی میں کیا پہنچنا سہل تھا
غش ترے کوچے میں ہر ہر گام پر آیا ہمیں

1007/6 صبح نکلا تھا پسر تلوار جوں خورشید لے
دیکھ کر خوں خوار سج اس کی ، خطر[4] آیا ہمیں

1007/7 کر چلا بے خود غمِ زلفِ درازِ دلبراں
دور کا اے میر درپیش اب سفر آیا ہمیں

---

[1] آسی اور مجلس میں 'رہتا ہوں' درج ہے جب کہ نسخۂ کالج میں 'رکتا ہوں' یہی بہتر بھی ہے۔
[2] نسخۂ آسی ص ۲۹۳، 'بس چلے' سہو کتابت ہے۔
[3] نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم میں 'ابہام' درج ہوا، آسی اور مجلس میں 'ایہام' درست ہے۔
[4] نسخۂ کالج میں 'خطر' درست ہے، نول کشوری تمام اشاعتوں بشمول آسی، 'نظر' غلط ہے۔

﴿1008﴾

1008/1 اشک کے جوش سے ہوں شام وسحر پانی میں — جیسے ماہی ، ہے مجھے سیر و سفر پانی میں

1008/2 شب نہاتا تھا جو وہ رشکِ قمر پانی میں — گتھی مہتاب سے اُٹھتی تھی لہر پانی میں

1008/3 ساتھ اِس حسن کے دیتا تھا دکھائی وہ بدن — جیسے جھمکے ہے پڑا گوہرِ تر پانی میں

1008/4 رونے سے بھی نہ ہوا سبز درختِ خواہش — گرچہ مرجاں کی طرح تھا یہ شجر پانی میں

1008/5 موجِ گریہ کہ وہ شمشیر ہے جس کے ڈر سے — جوں کشف خصم چھپا زیرِ سپر پانی میں

1008/6 بیٹھنے سے کسو دل صاف کے سرمت تو چڑھے — خوب سا کر لے تامّل تو اُتر پانی میں

1008/7 آتشِ عشق نے راون کو جلا کر مارا — گرچہ لنکا سا تھا اُس دیو کا گھر پانی میں

1008/8 جوششِ اشک میں شب دل بھی گیا سینے سے — کچھ نہ معلوم ہوا ہائے اثر پانی میں

1008/9 بردباری ہی میں کچھ قدر ہے گو جی ہو فنا — عود پھر لکڑی ہے ، ڈوبے نہ اگر پانی میں

1008/10 چشمِ تر ہی میں رہے کاش وہ روئے خوش رنگ — پھول رہتا ہے بہت تازہ و تر پانی میں

1008/11 روؤں تو آتشِ دل شمع نمط بجھتی نہیں — مجھ کو لے جا کے ڈبو دیویں مگر پانی میں

1008/12 گریۂ زار[1] میں بے تابیِ دل طرفہ نہیں — سینکڑوں کرتے ہیں پیراک ہنر پانی میں

1008/13 برگِ گل جوں گزرِ آب سے آتے ہیں چلے — رونے سے ووں ہی مرے لختِ جگر پانی میں

1008/14 محو کر آپ کو یوں ہستی میں اُس کی جیسے — بوند پانی کی نہیں آتی نظر پانی میں

1008/15 وہ گہر آنکھ سے جاوے تو تھمے آنسو میر — اتنا رویا ہوں کہ ہوں تا بہ کمر پانی میں

﴿1009﴾

1009/1 جوششِ اشک سے ہوں آٹھ پہر پانی میں — گرچہ ہوتے ہیں بہت خوف وخطر پانی میں

1009/2 ضبطِ گریہ نے جلایا ہے درونہ سارا — دل اچنبھا ہے کہ ہے سوختہ تر پانی میں

1009/3 آبِ شمشیرِ قیامت ہے برندہ اس کی — یہ گوارائی[2] نہیں پاتے ہیں ہر پانی میں

1009/4 طبعِ دریا جو ہو آشفتہ تو پھر طوفاں ہے — آہ بالوں کو پراگندہ نہ کر پانی میں

1009/5 غرق آبِ اشک سے ہوں لیک اُڑا جاتا ہوں — جوں سمک گو کہ مرے ڈوبے ہیں پر پانی میں

1009/6 مردمِ دیدۂ تر مردمِ آبی ہیں مگر — رہتے ہیں روز و شب و شام وسحر پانی میں

1009/7 ہیئت آنکھوں کی نہیں وہ رہی روتے روتے — اب تو گرداب سے آتے ہیں نظر پانی میں

1009/8 گریۂ شب سے بہت آنکھ ڈرے ہے میری — پاؤں رکھتے ہی نہیں بارِ دگر پانی میں

1009/9 فرطِ گریہ سے ہوا میر تباہ اپنا جہاز — تختہ پارے گئے کیا جانوں کدھر پانی میں

---

[1] نول کشور طبع دوم میں 'گریہ وزار' جب کہ سوم میں 'گریہ وراز' ہے، نسخۂ کالج اور آسی کے یہاں متن درست ہے۔

[2] نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں 'گوارا ہی' اور 'گوارا ہے' درج ہے۔ یہ درست نہیں، آسی کے یہاں 'گوارائی' درست ہے۔

﴿1010﴾

1010/1	رکھا کر اشک افشاں چشم فرصت غیر فرصت میں	کہ مل جاتا ہے اِن جوؤں کا پانی بحرِ رحمت میں
1010/2	سنبھالے سُدھ کہاں سر ہی فرو لاتا نہیں ہرگز	وگرنہ مان جاتا تھا کہاں تھوڑی سی منت میں
1010/3	گئے دن متصل جانے کے اُس کی اور اُٹھ اُٹھ کر	تفاوت ہوگیا اب تو بہت پاؤں کی طاقت میں
1010/4	تحمل ہو سکا جب تک بدن میں تاب و طاقت تھی	قیامت اب گزر جاتی ہے جی پر ایک ساعت میں
1010/5	عجب کیا ہے جو یارانِ چمن کو ہم نہ پہچانیں	رہائی اتفاق اپنی پڑی ہے ایک مدت میں
1010/6	سُلاتا تیغ خوں میں گر نہ میرے تو قیامت تھی	اُٹھا تھا روزِ محشر کا سا[1] فتنہ رات صحبت میں
1010/7	کوئی عمامہ لے بھاگا، کنھوں نے پیرہن پھاڑا	بہت گستاخیاں یاروں نے کیں واعظ کی خدمت میں
1010/8	ملا تیوری چڑھائے تو لگا ابرو بھی خم کرنے	مؤثر کچھ ہوا سر مارنا محرابِ طاعت میں

1010/9
قدم پر رکھ قدم اُس کے، بہت مشکل ہے مرجانا
سر آمد ہوگیا ہے میر، فنِ مہر و الفت میں

﴿1011﴾

1011/1	کس کنے جاؤں الٰہی ! کیا دوا پیدا کروں	دل تو کچھ دھنسکا ہی جاتا ہے کروں سو کیا کروں
1011/2	لوہو روتا ہوں میں ہر اک حرفِ خط پر ہمدماں	اور اب رنگین جیسا تم کہو انشا کروں
1011/3	چال اپنی چھوڑتا ہرگز نہیں وہ خوش خرام	شور سے کب تک قیامت ایک میں برپا کروں
1011/4	مصلحت ہے میری خاموشی ہی میں اے ہم نفس	لوہو ٹپکے بات سے جو ہونٹ اپنے وا کروں
1011/5	دل پریشانی مجھے دے ہے بکھیرے گل کے رنگ	آپ کو جوں غنچہ کیونکر آہ میں یک جا کروں
1011/6	ایک چشمک ہی چلی جاتی ہے گل کی میری اور	یعنی بازارِ جنوں میں جاؤں کچھ سودا کروں
1011/7	خوار تو آخر کیا ہے گلیوں میں تو نے مجھے	تو سہی اے عشق جو تجھ کو بھی میں رسوا کروں
1011/8	خاک اُڑاتا، اشک افشاں، آن نکلوں میں تو پھر	دشت کو دریا کروں، بستی کے تئیں صحرا کروں
1011/9	کعبے جانے سے نہیں کچھ شیخ مجھ کو اتنا شوق	چال وہ بتلا کہ میں دل میں کسو کے جا کروں

1011/10
اب کے ہمت صرف کر جو اس سے جی اُچٹے مرا
پھر دعا اے میر مت کریو اگر ایسا کروں

﴿1012﴾

1012/1	کیا کوفتیں اُٹھائیں ہجراں کے درد و غم میں	تڑپا ہزار نوبت دل ایک ایک دم میں
1012/2	گو قیس منہ کو نوچے، فرہاد سر کو چیرے	یہ کیا عجب ہے ایسے ہوتے ہیں لوگ ہم میں
1012/3	اہلِ نظر کسو کو ہوتی ہے محرمیّت	آنکھوں کے اندھے ہم تو مدت رہے حرم میں
1012/4	کلفت میں گزری ساری مدت تو زندگی کی	آسودگی کا منہ اب دیکھیں گے ہم عدم میں

1012/5
کرتے ہیں میرؔ مل کر واعظ سے حَبس دم کا
کیا یہ بھی آ گئے ہیں اُس پوچ گو کے دم میں

---

[1] نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'کا سا' ہے، آسی کے یہاں 'کا جو' ہے۔

﴿1013﴾

0.3.1	عشق میں جی کو صبر و تاب کہاں	اُس سے آنکھیں لگیں تو خواب کہاں
1013/2	بے کلی دل ہی کی تماشا تھی	برق میں ایسے اضطراب کہاں
1013/3	خط کے آئے پہ کچھ کہے تو کہے	ابھی مکتوب کا جواب کہاں
1013/4	ہستی اپنی ہے بیچ میں پردا	ہم نہ ہوویں تو پھر حجاب کہاں
1013/5	گریۂ شب سے سرخ ہیں آنکھیں	مجھ بلا نوش کو شراب کہاں
1013/6	عشق ہے عاشقوں کے جلنے کو	یہ جہنم میں ہے عذاب کہاں
1013/7	داغ رہنا دل و جگر کا دیکھ	جلتے ہیں اس طرح کباب کہاں
1013/8	محو ہیں اُس کتابی چہرے کے	عاشقوں کو سرِ کتاب کہاں

1013/9
عشق کا گھر ہے میر سے آباد
ایسے پھر خانماں خراب کہاں

﴿1014﴾

1014/1	یارو مجھے معاف رکھو، میں نشے میں ہوں	اب دو تو جام خالی ہی دو، میں نشے میں ہوں
1014/2	اک[1] ایک فرطِ دور میں یوں ہی مجھے بھی دو	جامِ شراب پُر نہ کرو، میں نشے میں ہوں
1014/3	مستی سے درہمی ہے مری گفتگو کے بیچ	جو چاہو تم بھی مجھ کو کہو، میں نشے میں ہوں
1014/4	یا ہاتھوں ہاتھ لو مجھے مانندِ جامِ مے	یا تھوڑی دُور ساتھ چلو، میں نشے میں ہوں
1014/5	معذور ہوں جو پاؤں مرا بے طرح پڑے	تم سرگراں تو مجھ سے نہ ہو، میں نشے میں ہوں
1014/6	بھاگی نمازِ جمعہ تو جاتی نہیں ہے کچھ	چلتا ہوں میں بھی ٹک تو رہو، میں نشے میں ہوں

1014/7
نازک مزاج آپ قیامت ہیں میر جی
جوں شیشہ میرے منہ نہ لگو، میں نشے میں ہوں

﴿1015﴾

1015/1	کاش کے دل دو تو ہوتے عشق میں	ایک رہتا، ایک کھوتے عشق میں
1015/2	پاسِ ظاہر ٹک نہ کرتے شب تو ہم	بھر رہے تھے خوب روتے عشق میں
1015/3	خواب میں دیکھا اُسی کو ایک رات	برسوں کاٹے ہم نے سوتے عشق میں
1015/4	کاش پی جایا ہی کرتے اشک کو	داغ دل پر کے تو دھوتے عشق میں

1015/5
دیکھیں ہیں کیا کیا ڈھلکتے اشک میر
بیٹھے موتی سے پروتے عشق میں

﴿1016﴾

1016/1	کرتے ہیں جو کہ جی میں ٹھانے ہیں	خوب رُو کس کی بات مانے ہیں

---

[1] نسخۂ آسی میں 'ایک ایک' ہے جب کہ مجلس کی اشاعت میں 'اک ایک' ہے تاہم اختلاف مذکور نہیں۔

1016/2 میں تو خوباں کو جانتا ہی ہوں ۔۔۔ پر مجھے یہ بھی خوب جانے ہیں

1016/3 جا ہمیں اُس گلی میں بگر رہنا ۔۔۔ ضعف و بے طاقتی بہانے ہیں

1016/4 پوچھ اہلِ طرب سے شوق اپنا ۔۔۔ وے ہی جانیں جو خاک چھانے ہیں

1016/5 اب تو افسردگی ہی ہے ہر آن ۔۔۔ وے نہ ہم ہیں، نہ وے زمانے ہیں[1]

1016/6 قیس و فرہاد کے وہ عشق کے شور ۔۔۔ اب مرے عہد میں فسانے ہیں

1016/7 دل پریشاں ہوں میں تو خوش وے لوگ ۔۔۔ عشق میں جن کے جی ٹھکانے ہیں

1016/8 مشک و سنبل کہاں وہ زلف کہاں ۔۔۔ شاعروں کے یہ شاخسانے ہیں

1016/9 عشق کرتے ہیں اُس پری رُو سے
میر صاحب بھی کیا دِوانے ہیں

﴿1017﴾

1017/1 آپ اُس جنس کے ہیں ہم بھی خریداروں میں ۔۔۔ پگڑی جا مے بکے جس کے لیے بازاروں میں

1017/2 باغِ فردوس کا ہے رشک وہ کوچہ لیکن ۔۔۔ آدمی ایک نہیں اُس کے ہوا داروں میں

1017/3 ایک کے بھی وہ برے حال میں آیا نہ کبھو ۔۔۔ لوگ اچھے تھے بہت یار کے بیماروں میں

1017/4 دوستی کس سے ہوئی، آنکھ کہاں جا کے لڑی ۔۔۔ دشمنی آئے جسے دیکھتے ہی یاروں میں

1017/5 ہائے رے ہاتھ، جہاں چوٹ پڑی دو ہی کیا ۔۔۔ الغرض ایک ہے وہ شوخ ستم گاروں میں

1017/6 کش مکش جس کے لیے یہ ہے شمارِ دم یہ[2] ۔۔۔ اُن نے ہم کو نہ گنا اپنے گرفتاروں میں

1017/7 کیسی کیسی ہے عناصر میں بھی صورت بازی ۔۔۔ شعبدے لاکھوں طرح کے ہیں انھی چاروں میں

1017/8 مشفقو! ہاتھ مرے باندھو کہ اب کے ہر دم ۔۔۔ جا اُلجھتے ہیں گریبان کے دو تاروں میں

1017/9 حسبِ قسمت سبھوں نے کھائے تری تیغ کے زخم ۔۔۔ ناکس اک نِکلے ہمیں خوں کے سزاواروں میں

1017/10 اضطراب و قلق و ضعف ہیں گر میر یہی
زندگی ہو چکی تو اپنی[3] ان آزاروں میں

﴿1018﴾

1018/1 اُمیدِ دل دہی تھی جن سے وے آزار کرتے ہیں ۔۔۔ بہت پرہیز کر ہم سے ہمیں بیمار کرتے ہیں

1018/2 کوئی ہم سا بھی اپنی جان کا دشمن کہیں ہوگا ۔۔۔ بھری مجلس میں بیٹھے عشق کا اقرار کرتے ہیں

1018/3 نشاں دیں ہیں جہاں اس کا، وہ ہرجائی نہیں ملتا ۔۔۔ محلے کے ہمیں اب لوگ یوں ہی خوار کرتے ہیں

1018/4 حجابِ ناکسی سے مر گئے روپوش کب تک ہوں ۔۔۔ جنھوں سے عار تھی ہم کو سو ہم سے عار کرتے ہیں

1018/5 چھپا لیتا ہے مجھ سے چاند سا منہ وہ خدا جانے ۔۔۔ سخن ساز اُس کنے جا جا کے کیا اظہار کرتے ہیں

---

1. نسخۂ مجلس کا پروف دیکھنے میں تساہل کس قدر برتا گیا، اس کا اندازہ ہر دو چار صفحے کے بعد ہوتا ہے۔ اس مصرع میں ردیف 'ہیں' درج ہی نہیں، جلد دوم ص ۲۰۸۔
2. مصرع کے مفہوم کے مطابق یہاں 'یہ' کی بجائے 'تک' یا 'پہ' ہوتو بہتر ہے۔
3. تمام نسخوں میں 'تو اپنی' درج ہے، 'اپنی تو' ہونا چاہیے۔

1018/6 الف کی رمز اگر سمجھا اُٹھا دل بحثِ علمی سے — اسی اک حرف کو برسوں سے ہم تکرار کرتے ہیں

1018/7 بہت ہے تیز آبِ جدولِ شمشیرِ خوباں کا[1] — اُسے پھر پار کر دیں ہیں یہ جس پر وار کرتے ہیں

1018/8 انوکھا تو کہ یاں فکرِ اقامت تجھ کو ہے ورنہ — سب اس دل کش جگہ سے رخت اپنا بار کرتے ہیں

1018/9 بلا آفت ہے کچھ دل پر کہ ایسا رنگ ہے اُن کا
کسو بے مہر کے تئیں میر شاید پیار کرتے ہیں

1019

1019/1 کرتا نہیں قصور ہمارے ہلاک میں — یا رب یہ آسمان بھی مل جائے خاک میں

1019/2 گرمی نہیں ہے ہم سے وہ اے رشکِ آفتاب — اب آ گیا ہے فرق بہت اُس تپاک میں

1019/3 اس ڈھنگ سے ہلا کہ بجا دل نہیں رہے — اس گوش کے گہر سے دم آئے ہیں ناک میں

1019/4 اب کے جنوں میں فاصلہ شاید نہ کچھ رہے — دامن کے چاک اور گریباں کے چاک میں

1019/5 کہیے لطافت اُس تنِ نازک کی میر کیا
شاید یہ لطف ہوگا کسو جانِ پاک میں

1020

1020/1 محمل نشیں ہیں کتنے خدام یار میں یاں — لیلیٰ کا ایک ناقہ سو کس قطار میں یاں

1020/2 سن شورِ گل قفس میں دل داغ سب ہوا ہے — کیا پھول گل کھلے ہیں اب کے بہار میں یاں

1020/3 کب رو کشی ہو میرے رونے میں ابر تجھ سے — دریا بھرے ہیں اک ایک دامن کے تار میں یاں

1020/4 تم تو گئے دکھا کر ٹک برق کے سے جھمکے — آیا بہت تفاوت صبر و قرار میں یاں

1020/5 ہم مر گئے ولیکن سوزِ دروں وہی ہے — اک آگ لگ اُٹھی ہے کنجِ مزار میں یاں

1020/6 ہجراں کی ہر گھڑی ہے سو سو برس تعب سے — روزِ شمار یارو! ہے کس شمار میں یاں

1020/7 جن راتوں میر ہم کو رونے کا مشغلہ تھا
رہتا تھا بحرِ اعظم سو تو کنار میں یاں

1021

1021/1 آج ہمارے گھر آیا[2] تو کیا ہے یاں جو نثار کریں — الّا کھینچ بغل میں تجھ کو دیر تلک ہم پیار کریں

1021/2 خاک ہوئے، برباد ہوئے، پامال ہوئے، سب محو ہوئے — اور شدائد عشق کی رہ کے کیسے ہم ہموار کریں

1021/3 زردیِ رخ رونا ہر دم کا، شاہد دو جب ایسے ہوں — چاہت کا، انصاف کرو تم، کیونکر ہم انکار کریں

1021/4 باغ میں اب آجاتے ہیں تو صرفہ اپنا چپ میں ہے — خوبی بیاں کر تیری ہم کیا گل کو گلے کا ہار کریں

1021/5 شیوہ اپنا بے پروائی، نومیدی سے ٹھہرا ہے — کچھ بھی وہ مغرور دبے تو منت ہم سو بار کریں

1021/6 ہم تو فقیر ہیں خاک برابر، آ بیٹھے تو لطف کیا — ننگ جہاں لگتا ہو اُن کو واں وے ایسے عار کریں

1021/7 پتا پتا گلشن کا تو حال ہمارا جانے ہے — اور کہے تو جس سے اے گل، بے برگی اظہار کریں

---

[1] آسی نے اس مصرع میں 'آب' کو 'آبی' اور 'کا' کو 'کی' سے بدلنے کی تجویز دی ہے جب کہ مصرع اپنی اصل صورت میں ہی بہتر ہے۔

[2] ہمیں دستیاب نسخوں میں سبھی میں 'گھر آیا، تو کیا' ہے لیکن شعر شور انگیز جلد سوم، ص ۲۹۸ پر متن یوں ہے 'آج ہمارے گھر آیا ہے، تو کیا ہے'۔

1021/8 کیا ان خوش ظاہر لوگوں سے ہم یہ توقع رکھتے تھے — غیر کو لے کر پاس یہ بیٹھیں ہم کو گلیوں میں خوار کریں

1021/9 میر جی ہیں گے ایک جوالے کیا ہم اُن سے درد کہیں
کچھ بھی جو سن پاویں یہ تو مجلس میں بستارلے[1] کریں

﴿1022﴾

1022/1 گر کوئی اعمیٰ کہے کچھ، پر کہاں وہ تو کہاں — لے گئے پیشِ فلک اس مہ کا ایسا رو کہاں

1022/2 گل کو کیا نسبت ہے تجھ سے میں نہ مانوں زینہار — رنگ اگر بالفرض تیرا سا ہوا، یہ بو کہاں

1022/3 عشق لاتا ہے بروئے کار مجنوں سا کبھو — بید بہتیرے کھڑے ہیں وہ پریشاں مو کہاں

1022/4 دیکھیاں کجیاں کمانوں کی بھی خم محراب کے — پر دلوں کو کھینچتے ہیں جیسے، وے ابرو کہاں

1022/5 سنبل آپھی آپ پیچ و تاب یوں کھایا کرے — یار کی سی زلف کے وے حلقہ حلقہ مُو کہاں

1022/6 آگے یہ آنکھیں گلے کا[2] ہار ہی رہتی تھیں روز — اب جگر میں خوں نہیں وے سہرے سے آنسو کہاں

1022/7 میر سچ کہتا تھا، جنت ہو نصیب اس کے تئیں
حور کا چہرہ کہاں، اس کا رُخِ نیکو کہاں

﴿1023﴾

1023/1 بیگانہ وضع[3] برسوں اس شہر میں رہا ہوں — بھاگوں ہوں دور سب سے، میں کس کا آشنا ہوں

1023/2 پوچھا کیے ہیں مجھ سے گل برگِ لب کو تیرے — بلبل کے ہاتھ جب میں گلزار میں لگا ہوں

1023/3 اب کارِ شوق دیکھوں پہنچے مرا کہاں تک — قاصد کے پیچھے میں بھی بے طاقت اُٹھ چلا ہوں

1023/4 تجھ سی[4] متاعِ خوش کا کیونکر نہ ہوں معرّف — یوسف کے ہاتھ پیارے کچھ میں نہیں بکا ہوں

1023/5 گل پھول کوئی کب تک جھڑ جھڑ کے گرتے دیکھے — اس باغ میں بہت اب جوں غنچہ میں رکا ہوں

1023/6 کیا کیا کِیا تامّل اس فکر میں گیا گھل — سمجھا نہ آپ کو میں، کیا جانیے کہ کیا ہوں

1023/7 ہوتا ہے گرم کیا تو اے آفتابِ خوبی — اک آدھ دم میں مَیں تو شبنم نمط ہوا ہوں

1023/8 پیری سے جھکتے جھکتے[5] پہنچا ہوں خاک تک میں — وہ سرکشی کہاں ہے، اب تو بہت دبا ہوں

1023/9 مجھ کو بلا ہے وحشت اے میر دُور اس سے
جا گہ سے جب اُٹھا ہوں آشوب سا اُٹھا ہوں

﴿1024﴾

1024/1 کوچے میں تیرے میر کا مطلق اثر نہیں — کیا جانیے کدھر کو گیا کچھ خبر نہیں

1024/2 ہے عاشقی کے بیچ ستم دیکھنا ہی لطف — مر جانا آنکھیں موند کے، یہ کچھ ہنر نہیں

---

[1] نسخۂ مجلس میں 'بستار' کو 'بتار' لکھا گیا ہے۔

[2] نسخۂ آسی، عبادت و مجلس نے 'گلے کی ہار' درج کیا ہے۔ میر نے بارہا 'ہار' کو مذکر باندھا ہے، اس لیے یہاں قیاسی تصحیح کا امکان ہے۔

[3] نسخۂ مجلس میں پروف نہ دیکھنے کی ایک اور مثال 'بیگانہ نہ وضع' درج کیا گیا ہے اور یہ سب اغلاطِ طبع دوم میں بھی بغیر کسی تصحیح کے جوں کی توں موجود ہیں

[4] تمام نسخوں میں 'تجھ سے متاعِ خوش۔۔۔' ہے، اس سے 'متاعِ خوش' محبوب کے علاوہ کچھ اور ہونے کا اشتباہ بھی ہوتا ہے اور یہ بھی کہ 'متاع' کو میر مذکر بھی باندھتے آئے ہیں۔

[5] نسخۂ آسی ص ۳۰۰، عبادت ص ۴۶۲ میں 'جھلتے جھلتے' غلطی ہائے کتابت ہیں، ورنہ نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں متن بالکل درست درج ہے

1024/3 کب شب ہوئی زمانے میں جو پھر ہوا نہ روز — کیا اے شبِ فراق تجھی کو سحر نہیں
1024/4 ہر چند ہم کو مستوں سے صحبت رہے ہے لیک — دامن ہمارا ابر کی مانند تر نہیں
1024/5 گلگشت اپنے طور پہ ہے سو تو خوب یاں — شائستۂ پریدنِ گلزار پر نہیں
1024/6 کیا ہو جے حرف زن، گزرِ دوستی سے آہ — خط لے گیا کہ راہ میں پھر نامہ بر نہیں
1024/7 آنکھیں تمام خلق کی رہتی ہیں اس کی اور — مطلق کسو کو حال پہ میرے نظر نہیں
1024/8 کہتے ہیں سب کہ خون ہی ہوتا ہے اشکِ چشم — راتوں کو گر یہی ہے بکا تو جگر نہیں
1024/9 جا کر شرابِ خانے میں رہتا نہیں تو پھر
یہ کیا کہ میر جمعے ہی کی رات گھر نہیں

﴿1025﴾

1025/1 گو جان کر تجھے سب تعبیر کر رہے ہیں — ہم لوگ تیرے اوپر سو جی سے مر رہے ہیں
1025/2 کھنچتا چلا ہے اب تو تصدیق کو تصور — ہر لحظہ اُس کے جلوے پیشِ نظر رہے ہیں
1025/3 نکلے ہوس جو اب بھی ہو دار ہی قفس سے — شائستۂ پریدن دوچار پر رہے ہیں
1025/4 کل دیکھتے ہمارے بستے تھے گھر برابر — اب یہ کہیں کہیں جو دیوار و در رہے ہیں
1025/5 کیا آج ڈبڈبائی دیکھو ہو تم یہ آنکھیں — جوں چشمہ یوں ہی برسوں ہم چشم تر رہے ہیں
1025/6 نے غم ہے ہم کو یاں کا، نے فکر کچھ ہے واں کا — صدقے جنوں کے کیا ہم بے دردِ سر رہے ہیں
1025/7 پاس ایک دن بھی اپنا اُن نے نہیں کیا ہے — ہم دور اس سے بے دم دو دو پہر رہے ہیں
1025/8 کیا یہ سرائے فانی ہے جائے باش[1] اپنی — ہم یاں مسافرانہ آ کر اُتر رہے ہیں
1025/9 ایسا نہ ہو کہ چھیڑے یک بار پھوٹ بہیے — ہم پکّے پھوڑے کی اب مانند بھر رہے ہیں
1025/10 اس مے کدے میں جس جا ہشیار چاہیے تھے — رحمت ہے ہم کو ہم بھی کیا بے خبر رہے ہیں
1025/11 گو راہِ عشق میں ہو شمشیر کے دم اوپر — وسواس کیا ہے ہم تو جی سے گزر رہے ہیں
1025/12 چل ہم نشیں بنے تو اک آدھ بیت سنیے
کہتے ہیں بعدِ مدت میر اپنے گھر رہے ہیں

﴿1026﴾

1026/1 یوں قیدیوں سے کب تئیں ہم تنگ تر رہیں — جی چاہتا ہے جا کے کسو اور مر رہیں
1026/2 اے کاش ہم کو سُکر کی حالت رہے مدام — تا حال کی خرابی سے ہم بے خبر رہیں
1026/3 رہتے ہیں یوں حواس پریشاں کہ جوں کہیں — دو تین آ کے لوٹے مسافر اُتر رہیں
1026/4 وعدہ تو جب ہو صبح کا تب ہم بھی جاں بہ لب — جیسے چراغِ آخرِ شب تا سحر رہیں
1026/5 آوارگی کی سب ہیں یہ خانہ خرابیاں — لوگ آویں دیکھنے کو بہت ہم جو گھر رہیں
1026/6 ہم نے بھی نذر کی ہے کہ پھریے چمن کے گرد — یا رب قفس کے چھوٹنے تک بال و پر رہیں
1026/7 ان دلبروں کی آنکھیں نہیں جائے اعتماد — جب تک رہیں یہ چاہیے پیشِ نظر رہیں

---

[1] نسخۂ کالج میں 'جائے باش' بالکل درست جب کہ نول کشوری نسخوں دوم، سوم میں 'جائے پاس' غلط ہے۔

1026/8 فردا کی فکر آج نہیں مقتضائے عقل ۔۔۔ کل کی بھی دیکھ لیویں گے کل ہم اگر رہیں

1026/9 تیغ و تبر رکھا نہ کرو پاس میر کے
ایسا نہ ہو کہ آپ کو ضائع وے کر رہیں

1027

1027/1 دل کو لکھوں ہوں آہ وہ کیا مدعا لکھوں ۔۔۔ دیوانے کو جو خط لکھوں، بتلاؤ کیا لکھوں

1027/2 کیا کیا لقب ہیں شوق کے عالم میں یار کے ۔۔۔ کعبہ لکھوں کہ قبلہ اُسے یا خدا لکھوں

1027/3 حیراں ہو میرے حال میں کہنے لگا طبیب ۔۔۔ اس دردمندِ عشق کی میں کیا دوا لکھوں

1027/4 وحشت زدوں کو نامہ لکھوں ہوں نہ کس طرح ۔۔۔ مجنوں کو اُس کے حاشیے پر میں دعا لکھوں

1027/5 کچھ روبرو ہوئے پہ جو سلجھے تو سلجھے میر
جی کے اُلجھنے کا اُسے کیا ماجرا لکھوں

1028

1028/1 جب سے ہے اُس کی ابروئے خم دار درمیاں ۔۔۔ رہتی ہے میرے حلق[1] کے تلوار درمیاں

1028/2 برپا ہوا ہجوم سے اک حشرِ تازہ واں ۔۔۔ آیا جہاں کہیں قدمِ یار درمیاں

1028/3 اس کامِ جاں میں ہم میں ہوا ہے حجاب چشم ۔۔۔ یوں رہیے آہ کب تئیں دیوار درمیاں

1028/4 سو بار اُس سے فتنے جہاں میں اُٹھے ولے ۔۔۔ دیکھی نہ ہم نے وہ کمر اک بار درمیاں

1028/5 کیا کہیے آہ جی کو قیامت ہے انتظار ۔۔۔ آتا نہ کاش وعدۂ دیدار درمیاں

1028/6 رکھ دی ہے کتنے روزوں سے تلوار یار نے ۔۔۔ کوئی نہیں ہے خوں کا سزاوار درمیاں

1028/7 ثابت ہے ساری خلق کے اوپر کہ تو ہے ایک ۔۔۔ حاجت نہیں جو آوے یہ تکرار درمیاں

1028/8 آیا کیے دماغ کے[2] اعضا میں یہ فتور ۔۔۔ ٹھہرے قشون کیا، نہیں سردار درمیاں

1028/9 بازار میں دکھائی ہے کب اُن نے جنسِ حسن ۔۔۔ جو بک نہیں گئے ہیں خریدار درمیاں

1028/10 دیکھیں چمن جو سینۂ پُر داغ سے بڑھیں ۔۔۔ بیداد ہے یہ قطعۂ گلزار درمیاں

1028/11 کھنچنے نہ پائی اُس کی تو تلوار بھیڑ میں ۔۔۔ مارا گیا عبث یہ گنہ گار درمیاں

1028/12 اب کے جنوں کے بیچ گریباں کا ذکر کیا ۔۔۔ کہیے بھی جو رہا ہو کوئی تار درمیاں

1028/13 کتنے دنوں سے میر کا نالہ نہیں سنا
شاید نہیں ہے اب وہ گرفتار درمیاں

1029

1029/1 اتفاق ایسا ہے کڑھتے ہی سدا رہتے ہیں ۔۔۔ ایک عالم میں ہیں ہم وے پہ جدا رہتے ہیں

1029/2 برسی تلوار کہ حائل ہوئے ہیں[3] سیلِ بلا ۔۔۔ پیش کچھ آؤ ہم اُس کوچے میں جا رہتے ہیں

---

1. تمام نسخوں میں 'میرے خلق کے' درج ہوا، نسخۂ آسی کے حاشیے میں 'حلق' درج ہے۔ 'خلق' کو یقینی طور پر کتابت کی غلطی سمجھتے ہوئے ہم نے 'حلق' شاملِ متن کیا ہے۔
2. اس مصرع میں 'کے' کی جگہ 'سے' کر دیا جائے تو دونوں مصرعے مربوط ہو کر شعر کا مضمون بہتر اور مکمل ہو جاتا ہے۔
3. نسخۂ کالج میں 'ہائل ہوگی' نول کشور دوم، سوم میں 'ہائل ہو گئے' ان سے آسی کا متن ہی قدرے بہتر ہے، اسی لیے 'ہوئے ہیں' درج کیا ہے۔

1029/3 کام آتا ہے میسر کسے اُن ہونٹوں سے
تائبِ بوسہ ہیں پر سب کو چُما رہتے ہیں

1029/4 دشت میں گرد رہ اُس کی اُٹھی ہے جیدھر سے[1]
وحش و طیر آنکھیں اُدھر ہی کو لگا رہتے ہیں

1029/5 کیا تری گرمیِ بازار کہیں خوبی کی
سیکڑوں آن کے یوسفؑ سے بکا رہتے ہیں

1029/6 بسترا خاکِ رہ اُس کی تو ہے اپنا لیکن
گریۂ خونیں سے لوہو میں نہا رہتے ہیں

1029/7 کیوں اُڑاتے ہو، بُلایا ہمیں کب کب، ہم آپ
جیسے گردان کبوتر یہیں آ رہتے ہیں

1029/8 حق تلف کُن ہیں بتاں یاد دلاؤں کب تک
ہر سحر صحبتِ دوشیں کو بھلا رہتے ہیں

1029/9 یاد میں اُس کے قد و قامتِ دل کش کی میر
اپنے سر ایک قیامت نئی لا رہتے ہیں

1030

1030/1 باغ گو سبز ہوا، اب سرِ[2] گلزار کہاں
دل کہاں، وقت کہاں، عمر کہاں، یار کہاں

1030/2 تم تو اب آنے کو پھر کہہ چلے ہو کل لیکن
بے کل ایسا ہی رہا شب تو یہ بیمار کہاں

1030/3 دل کی خواہش ہو کسو کو تو کمی دل کی نہیں
اب یہی جنس بہت ہے، پہ خریدار کہاں

1030/4 خاک یاں چھانتے ہی کیوں نہ پھرو دل کے لیے
ایسا پہنچے ہے بہم پھر کوئی غم خوار کہاں

1030/5 دم زدن مصلحتِ وقت نہیں اے ہم دم!
جی میں کیا کیا ہے مرے پر لبِ اظہار کہاں

1030/6 شیخ کے آنے ہی کی دیر ہے مے خانے میں پھر
سبحہ سجّادہ کہاں، جبّہ و دستار کہاں

1030/7 ہم سے ناکس تو بہت پھرتے ہیں جی دیتے ولے
زخمِ تیغ اُس کے اُٹھانے کا سزاوار کہاں

1030/8 تو نے بھی گردِ رخِ سرخ نکالا خطِ سبز
باغِ شاداب جہاں میں گلِ بے خار کہاں

1030/9 خبط نے عقل کے سر رشتے کیے گم سارے
اب جو ڈھونڈو تو گریباں میں کوئی تار کہاں

1030/10 گو کہ گردن تئیں یاں کوئی لہو میں بیٹھے
ہاتھ اُٹھاتا ہے جفا سے وہ ستم گار کہاں

1030/11 ڈوبا لوہو میں پڑا تھا ہمگی پیکرِ میر[3]
یہ نہ جانا کہ لگی ظلم کی تلوار کہاں

1031

1031/1 اے مجھ سے تجھ کو سَو ملے، تجھ سا نہ پایا ایک میں
سو سو کہیں تو نے مجھے، منہ پر نہ لایا ایک میں

1031/2 عالم کی میں نے سیر کی، مجھ کو جو خوش آیا سو تو
سب سے رہا محظوظ تو، تجھ کو نہ بھایا ایک میں

1031/3 یہ جوشِ غم ہوتے بھی ہیں، یوں ابر تر روتے بھی ہیں
چشمِ جہاں آشوب سے دریا بہایا ایک میں

1031/4 تھا سب کو دعویٰ عشق کا لیکن نہ ٹھہرا کوئی بھی
دانستہ اپنی جان سے دل کو اُٹھایا ایک میں

1031/5 ہیں طالبِ صورت سبھی، مجھ پر ستم کیوں اس قدر
کیا مجرمِ عشقِ بتاں، یاں ہوں خدایا ایک میں

1031/6 بجلی سی یوں چمکے بہت پر بات کہتے ہو چکے
جوں ابر ساری خلق پر ہوں اب تو چھایا ایک میں

1031/7 سو رنگ وہ ظاہر ہوا، کوئی نہ جاگہ سے گیا
دل کو جو میرے چوٹ تھی، طاقت نہ لایا ایک میں

---

[1] نسخۂ مجلس میں 'جیدھر' کے بعد 'سے' درج نہیں ہے مصرعے کی یہ صورت ساقط الوزن ہے اس لیے ہم نے آسی کے متن کو اختیار کیا ہے۔

[2] نسخۂ آسی میں 'سرِ گلزار' درست ہے، نول کشور دوم، سوم میں 'سیر گلزار' درست نہیں۔

[3] کتابت کے سہو سے کچھ بھی بچا ہوا نہیں، مثلاً شعر شور انگیز جلد سوم ص ۳۰۶ پر اس شعر میں 'میر' کی بجائے 'میں' طبع ہوا ہے۔

1031/8	اس گلستاں سے منفعت ، یوں تو ہزاروں کو ہوئی	دیکھا نہ سرو وگل کا یاں ٹک سر پہ سایا ایک میں
1031/9	رسمِ کہن ہے دوستی ، ہوتی بھی ہے الفت بہم	میں کشتنی ٹھہرا جو ہوں ، کیا دل لگایا ایک میں
1031/10	جن جن نے دیکھا تھا اُسے ، بے خود ہوا ، جیتا بھی پھر	پر میر جیتے جی بخود ہرگز نہ آیا ایک میں

﴿1032﴾

1032/1	اگر چہ اب کے ہم اے ابر خشک مژگاں ہیں	پہ جوش دل میں کبھو آ گیا تو طوفاں ہیں
1032/2	صنم پرستی میں اے راہباں! نہ کی تقصیر	تم اہلِ صومعہ سے پوچھو ، وے مسلماں ہیں
1032/3	کریں انھوں پہ بھلا کس طرح نظر گستاخ	بتانِ شہر ہمارے تو دین و ایماں ہیں
1032/4	چمن میں جا کے بھروتم گلوں سے جیب و کنار	ہم اپنے دل ہی کے ٹکڑوں سے گل بہ داماں ہیں
1032/5	رہیں ہیں دیکھ جو تصویر سے ترے منہ کو	ہماری آنکھ سے ظاہر ہے یہ کہ حیراں ہیں
1032/6	رہا ہے کون سا پردہ ترے ستم کا شوخ	کہ زخم سینہ ہمارے بھی نمایاں ہیں
1032/7	شبیہ شکل سا[1] ہے حال ، ضبط عشق کے بیچ	کہ رنگ روپ ہے سب کچھ ولیک بے جاں ہیں
1032/8	بنے تو عزتِ عشاق ہیں نہ کر تقصیر	کہ ایسے لوگ پیارے عزیز مہماں ہیں
1032/9	جو ابر دشت میں برسے تو ہم اُڑا دیں خاک	وہ میرِ آب ہے ہم یاں کے میرِ ساماں ہیں[2]

﴿1033﴾

1033/1	جور کیا کیا ، جفائیں کیا کیا ہیں	عاشقی میں بلائیں کیا کیا ہیں
1033/2	خوب رُو ہی فقط نہیں وہ شوخ	حسن کیا کیا ، ادائیں کیا کیا ہیں
1033/3	فکرِ تعمیرِ دل کسو کو نہیں	ایسی ویسی بنائیں کیا کیا ہیں
1033/4	گہ نسیمِ صبا ہے ، گاہ سموم	اس چمن میں ہوائیں کیا کیا ہیں
1033/5	شور ہے ترکِ شیخ کا لیکن	چپکے چپکے دعائیں کیا کیا ہیں
1033/6	منظرِ دیدہ[3] قصرِ دل اے میر	شہرِ تن میں بھی جائیں کیا کیا ہیں

﴿1034﴾

1034/1	فراق ، آنکھ لگنے کی جا ہی نہیں	پلک سے پلک آشنا ہی نہیں
1034/2	گلہ عشق کا بدوِ خلقت سے ہے	غمِ دل کو کچھ انتہا ہی نہیں
1034/3	محبت جہاں کی تہاں ہو چکی	کچھ اس روگ کی بھی دوا ہی نہیں

---

[1] نسخۂ آسی اور مجلس نے 'شکل سے ہے'، اس صورت میں مصرع بے معنی رہتا ہے، 'سا' سے بات بنتی ہے۔ تاہم اس شعر میں 'حال' کو اور مطلع میں 'ا' کو اضافت کسرہ کے ساتھ نسخۂ آسی اور تقلید محض میں نسخۂ مجلس دونوں نے درج کیا ہے اور دونوں اغلاط سے معنی میں خلل واقع ہوا ہے۔

[2] دو غیر ضروری اضافتوں کی مثال بھی اسی غزل میں ہے۔ اسی طرح اس مصرع میں دونوں نسخوں میں 'میرِ آب' اور 'میرِ ساماں' کو بغیر اضافت درج کیا ہے جب کہ یہاں ان کے بغیر مفہوم تک پہنچنے میں دشواری ہوتی ہے۔

[3] نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں 'منتظر دیدہ' درست نہیں، آسی کا متن 'منظر دیدہ' بہتر ہے۔

1034/4 دکھایا کیے یار اُس رخ کا سطح — کہیں آرسی کو حیا ہی نہیں
1034/5 وہ کیا کچھ نہیں حسن کے شہر میں — نہیں ہے تو رسمِ وفا ہی نہیں
1034/6 چمن محو اُس روئے خوش کا ہے سب — گلِ تر کی آب و ہوا ہی نہیں
1034/7 نہیں دَیر اگر میرؔ کعبہ تو ہے
ہمارے کوئی کیا خدا ہی نہیں

﴿1035﴾

1035/1 دل لے کے کیسے کیسے جھگڑے مجادلے ہیں — بد وضع یاں کے لڑکے کیا خوش معاملے ہیں
1035/2 گھبرانے لگتیاں ہیں رک رک کے تن میں جانیں — کرتے ہیں جو وفائیں اُن ہی کے حوصلے ہیں
1035/3 کیا قدر تھی سخن کی جب یاں بھی صحبتیں تھیں — ہر بات جائزہ ہے، ہر بیت پر صلے ہیں
1035/4 جب کچھ تھی جہتِ مجھ سے تب کس سے ملتے تھے تم — اطراف کے یہ بے تہ، اب تم سے آ ملے ہیں
1035/5 تھا واجب الترحم، مظلوم عشق تھا میں — اس کشتۂ ستم کو تم سے بہت گلے ہیں
1035/6 سوزِ دروں سے کیوں کر میں آگ میں نہ لوٹوں — جوں شیشۂ حبابی سب دل پر آبلے ہیں
1035/7 میں جی سنبھالتا ہوں، وہ ہنس کے ٹالتا ہے — یاں مشکلیں ہیں ایسی، واں یہ مساہلے ہیں
1035/8 اندیشہ زادِ رہ کا رکھیے تو ہے مناسب — چلنے کو یاں سے اکثر تیار قافلے ہیں
1035/9 پانچوں حواس گم ہیں ہر اک کے اس سمیں میں
کیا میر جی ہی تنہا ان روزوں دہ دلے ہیں

﴿1036﴾

1036/1 محبت نے کھویا کھپایا ہمیں — بہت اُس نے ڈھونڈا، نہ پایا ہمیں
1036/2 پھرا کرتے ہیں دھوپ میں جلتے ہم — ہوا ہے کہے تو کہ سایا ہمیں
1036/3 گہے تر رہیں، گاہ خوں بستہ تھیں — اِن آنکھوں نے کیا کیا دکھایا ہمیں
1036/4 بٹھا اُس کی خاطر میں نقشِ وفا — نہیں تو اُٹھا لے خدایا ہمیں
1036/5 ملے ڈالے ہے دل کوئی عشق میں — یہ کیا روگ یا رب لگایا ہمیں
1036/6 ہوئی اُس گلی میں تو مٹی عزیز — ولے خواریوں سے اُٹھایا ہمیں
1036/7 جوانی دِوانی سنا کیا نہیں — حسینوں کا ملنا ہے بھایا ہمیں
1036/8 نہ سمجھی گئی دشمنی عشق کی — بہت دوستوں نے جتایا ہمیں
1036/9 کوئی دم کل آئے تھے مجلس میں میر
بہت اِس غزل پر رُلایا ہمیں

﴿1037﴾

1037/1 جنوں نے تماشا بنایا ہمیں — رہا دیکھ اپنا پرایا ہمیں
1037/2 سدا ہم تو کھوئے گئے سے رہے — کبھو آپ میں تم نے پایا ہمیں
1037/3 یہی تا دمِ مرگ بے تاب تھے — نہ اُس بن تنک صبر آیا ہمیں

1037/4 شب آنکھوں سے دریا سا بہتا رہا — اِنہی نے کنارے لگایا ہمیں
1037/5 ہمارا نہیں تم کو کچھ پاس رنج — یہ کیا تم نے سمجھا ہے آیا ہمیں
1037/6 لگی سر سے جوں شمع پا تک گئی — سب اِس داغ نے آہ کھایا ہمیں
1037/7 جلیں پیش و پس جیسے شمع و پتنگ — جلا وہ بھی، جن نے جلایا ہمیں
1037/8 ازل میں ملا کیا نہ عالم کے تئیں — قضا نے یہی دل دلایا ہمیں
1037/9 رہا تُو تو اکثر الم ناک میر — ترا طور کچھ خوش نہ آیا ہمیں

﴿1038﴾

1038/1 کیا عبث مجنوں پئے محمل ہے میاں — یہ دِوانا باولا عاقل ہے میاں
1038/2 قند کا کون اس قدر مائل ہے میاں — جو ہے اُن ہونٹوں ہی کا قائل ہے میاں
1038/3 ہم نے یہ مانا کہ واعظ ہے ملک — آدمی ہونا بہت مشکل ہے میاں
1038/4 چشمِ تر کی خیر جاری ہے سدا — سیل اس دروازے کا سائل ہے میاں
1038/5 مرنے کے پیچھے تو راحت سچ ہے لیک — بیچ میں یہ واقعہ حائل ہے میاں
1038/6 دل کی پامالی ستم ہے، قہر ہے — کوئی یوں دلتا ہے، آخر دل ہے میاں
1038/7 آج کیا فردائے محشر کا ہراس — صبح دیکھیں کیا ہو، شب حامل[1] ہے میاں
1038/8 دل تڑپتا ہی نہیں کیا جانیے — کس شکار انداز کا بسمل ہے میاں
1038/9 چاہیے پیش از نماز آنکھیں کھلیں — حیف اس کا وقت جو غافل ہے میاں
1038/10 رنگِ بے رنگی جدا تو ہے ولے — آب سا ہر رنگ میں شامل ہے میاں
1038/11 سامنے سے ٹک ٹلے تو دِق نہ ہو — آسماں چھاتی پر اپنی سِل ہے میاں
1038/12 دل لگے اتنا[2] جہاں میں کس لیے — رہ گزر ہے یہ تو کیا منزل ہے میاں
1038/13 بے تہی دریائے ہستی کی نہ پوچھ — یاں سے واں تک سو جگہ ساحل ہے میاں
1038/14 چشمِ حق بیں سے کرو ٹک تم نظر — دیکھتے جو کچھ ہو سب باطل ہے میاں
1038/15 دردمندی ہی تو ہے جو کچھ کہ ہے — حق میں عاشق کے دوا قاتل ہے میاں
1038/16 برسوں ہم روتے پھرے ہیں ابر سے — زانو زانو اس گلی میں گِل ہے میاں
1038/17 کہنہ سالی میں ہے جیسے خرد سال — کیا فلک پیری میں بھی جاہل ہے میاں
1038/18 کیا دلِ مجروح و محزوں کا گلہ — ایک غمگیں، دوسرے گھائل ہے میاں
1038/19 دیکھ کر سبزہ ہی خرم دل کو رکھ — مزرعِ دنیا کا یہ حاصل ہے میاں
1038/20 مستعدوں پر سخن ہے آج کل — شعر اپنا فن سو کس قابل ہے میاں
1038/21 کی زیارت میر کی ہم نے بھی کل — لا اُبالی سا ہے، پر کامل ہے میاں

---

[1] آسی، عبادت اور مجلس میں 'شب حائل ہے میاں' درج ہوا ہے، یہ درست نہیں۔ عربی محاورے کے مطابق شب کو حامل (حاملہ) کہا جاتا ہے لہٰذا اس شعر کا قافیہ 'حامل' ہے، یوں 'حائل' کا قافیہ شعر ۵ میں بندھ چکا ہے۔

[2] 'دل لگے اتنے' بھی مختلف نسخوں میں درج ہوا ہے، نسخۂ کالج کے حاشیے میں 'دل لگی اتنی' درج ہے۔ ہم نے قیاسی تصحیح کے طور پر 'اتنے' کو 'اتنا' کر دیا ہے

﴿1039﴾

1039/1 لذت سے درد کی جو کوئی آشنا نہیں
سو لطف کیوں نہ جمع ہوں[1] اس میں مزا نہیں

1039/2 ہر آن کیا عوض ہے دعا کا بدی ولے
تم کیا کرو، بھلے کا زمانہ رہا نہیں

1039/3 روئے سخن جو ہے تو مرا چشم دل کی اور
تم سے خدا نخواستہ مجھ کو گِلا نہیں

1039/4 تلوار ہی کھنچا کی ترے ہوتے بزم میں
بیٹھا ہے کب تو آ کے کہ فتنہ اُٹھا نہیں

1039/5 مل دیکھے ایسے دلبرِ ہرجائی سے کوئی
بے جا نہیں ہے دل جو ہمارا بجا نہیں

1039/6 ہو تم جو میرے حیرتیِ فرطِ شوقِ وصل
کیا جانو دل کسو سے تمھارا لگا نہیں

1039/7 آئینے پر سے ٹک نہیں اُٹھتی تری نظر
اُس شوق کش کے منہ سے تجھے کچھ حیا نہیں

1039/8 رنگ اور بُو تو دل کش و دل چسپ ہیں کمال
لیکن ہزار حیف کہ گل میں وفا نہیں

1039/9 تیرِ ستم کا تیرے ہدف کب تلک رہوں
آخر جگر ہے، لوہے کا کوئی توا نہیں

1039/10 ان نے تو آنکھیں موندلیاں ہیں اُدھر سے واں
ایک[2] آدھ دن میں دیکھیے یاں کیا ہے کیا نہیں

1039/11 اُٹھتے ہو میر دَیر سے تو کعبے چل رہو
مغموم کاہے کو ہو، تمھارے خدا نہیں

﴿1040﴾

1040/1 کیا کہیں آتشِ ہجراں سے گلے جاتے ہیں
چھاتیاں سلگیں ہیں ایسی کہ جلے جاتے ہیں

1040/2 گوہرِ گوش کسو کا نہیں جی سے جاتا
آنسو موتی سے مرے منہ پہ ڈھلے جاتے ہیں

1040/3 یہی مسدود ہے کچھ راہِ وفا ورنہ بہم
سب کہیں نامہ و پیغام چلے جاتے ہیں

1040/4 بارِ حرمان و گلِ داغ نہیں اپنے ساتھ
شجرِ باغِ وفا پھولے پھلے جاتے ہیں

1040/5 حیرتِ عشق میں تصویر سے رفتہ ہی رہے
ایسے جاتے ہیں جو[3] ہم بھی تو بھلے جاتے ہیں

1040/6 ہجر کی کوفت جو کھینچے ہیں اُنھیں سے پوچھو
دل دیے جاتے ہیں، جی اپنے ملے[4] جاتے ہیں

1040/7 یاد قد میں ترے آنکھوں سے بہیں ہیں جوئیں
گر کسو باغ میں ہم سرو تلے جاتے ہیں

1040/8 دیکھیں پیش آوے ہے کیا عشق میں اب تو جوں سیل
ہم بھی اس راہ میں سر گاڑے چلے جاتے ہیں

1040/9 پُر غباریِ جہاں سے نہیں سدھ میر ہمیں
گرد اتنی ہے کہ مٹی میں رَلے جاتے ہیں

﴿1041﴾

1041/1 کیا کہیں پایا نہیں جاتا ہے کچھ تم کیا ہو میاں
کھو[5] گئے دنیا سے، تم ہو اور اب دنیا ہو میاں

---

1. نسخۂ آسی میں 'کیوں نہ جمع ہو' سہو کتابت کی وجہ سے 'ہوں' نہ لکھا جاسکا۔
2. نسخۂ آسی میں 'ایک آدھ' اور مجلس کے نسخے میں 'اک آدھ' مرقوم ہے، ہم نے آسی کے متن کو اختیار کیا ہے۔
3. نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم میں 'جاتے ہیں جو ہم' میں جو شاملِ متن نہیں اور یوں مصرع وزن سے گر گیا ہے۔
4. نسخۂ آسی میں 'کیے' ہے جب کہ نول کشور دوم، سوم میں 'لیے' ہے۔
5. نسخۂ آسی کے حاشیے میں 'کھو' کو 'ہم' سے بدلنے کی تجویز ہے لیکن پہلے مصرع میں 'پانا' کی رعایت سے 'کھو گئے' ہی بہتر متن ہے۔

1041/2 مت حنائی پاؤں سے چل کر کہیں جایا کرو — دلّی ہے آخر نہ ہنگامہ کہیں برپا ہو میاں

1041/3 دل جہاں کھویا گیا، کھویا گیا پھر دیکھیے — کون مرتا ہے، جیے ہے کون، ناپیدا ہو میاں

1041/4 دل کو لے کر صاف یوں آنکھیں ملاتا ہے کوئی — تب تلک ہی لطف ہے جب تک کہ کچھ پروا ہو میاں

1041/5 ایک جنبش میں ترے ابرو کی ٹل جاتی ہے بھیڑ — درمیاں آوے اگر تلوار تو پرچھا ہو میاں

1041/6 برسوں تک چھایا رہا ہے چشمِ تر پر ابر سا — پاٹ دامن کا نچوڑوں کوئی تو دریا ہو میاں

1041/7 شہر میں تو موسمِ گل میں نہیں لگتا ہے جی — یا گریباں کوہ کا یا دامنِ صحرا ہو میاں

1041/8 مدعیِ عشق تو ہیں عزلتیِ شہر لیک — جب گلی کوچوں میں کوئی اس طرح رسوا ہو میاں

1041/9 گفتگو اتنی پریشاں، حال کی یہ درہمی
میرؔ کچھ دل تنگ ہے ایسا نہ ہو سودا ہو میاں

﴿1042﴾

1042/1 معلوم نہیں کیا ہے لبِ سرخِ بتاں میں — اس آتشِ خاموش کا ہے شور جہاں میں

1042/2 یوسف کے تئیں دیکھ نہ کیوں بند ہوں بازار — یہ جنس نکلتی نہیں ہر اک کی دکاں میں

1042/3 یک پرچۂ اشعار سے منہ باندھے سبھوں کے — جادو تھا مرے خامے کی گویا کہ زباں میں

1042/4 یہ دل جو شکستہ ہے سو بے لطف نہیں ہے — ٹھہرو کوئی دم آن کے اس ٹوٹے مکاں میں

1042/5 میں لگ کے گلے خوب ہی رویا لبِ جُو پر — ملتی تھی طرح اس کی بہت سروِ رواں میں

1042/6 کیا قہر ہوا دل جو دیا لڑکوں کو میں نے — چرچا ہے یہی شہر کے اب پیر و جواں میں

1042/7 وے یاسمنِ تازہ شگفتہ میں کہاں میر
پائے گئے لطف اس کے جو پاؤں کے نشاں میں

ردیف ن ___ دیوان سوم

﴿1043﴾

1043/1 ٹھنڈی سانسیں بھریں ہیں، جلتے ہیں کیا تاب میں ہیں — دل کے پہلو سے ہم آتش میں ہیں اور آب میں ہیں

1043/2 ساتھ اپنے نہیں اسبابِ مساعد مطلق — ہم بھی کہنے کے تئیں عالمِ اسباب میں ہیں

1043/3 غفلتِ دل سے ستم گزریں ہیں سو مت پوچھو — قافلے چلنے کو تیار ہیں، ہم خواب میں ہیں

1043/4 عشق کے ہیں گے جو سرگشتہ، پڑے ہیں ڈوبے — کشتیاں نکلیں سو کیا اُن کی[1] کہ گرداب میں ہیں

1043/5 دور کیا اس سے جو بیٹھے ہے غبار اپنا دور — پاس اس طور کے بھی عشق کے آداب میں ہیں

1043/6 ہے فروغِ مہِ تاباں سے فراغِ کلی — دل جلے پرتوِ رخ سے ترے مہتاب میں ہیں

1043/7 ہم بھی اس شہر میں اُن لوگوں سے ہیں خانہ خراب
میرؔ گھر بار جنھوں کے رہِ سیلاب میں ہیں

---

[1] نسخۂ آسی میں 'آن کے' درج ہے، نسخۂ کالج میں 'آس کے' کہہ نول کشور دوم، سوم میں 'اُن کی' کہ درست ہے۔

﴿1044﴾

1044/1 کہے تو ہم نشیں رنگِ تصرف کچھ دکھاؤں میں — الگ بیٹھا حنا بندوں کو آنکھوں میں رچاؤں میں
1044/2 نہیں ہوں بے ادب اتنا کہ گل سے منہ لگاؤں میں — جگر ہو ٹکڑے ٹکڑے گر چمن کی اور جاؤں میں
1044/3 کیا ہے اضطرابِ دل نے کیا مجھ کو سبک آخر — کہاں تک یار کے کوچے سے جا جا کر پھر آؤں میں
1044/4 وفا صد کارواں رکھتا ہوں لیکن شہرِ خوبی میں — خریداری نہیں مطلق ، کہاں جا کر بکاؤں میں
1044/5 مجھے سر در گریباں رہنے دو ، میں بے توقع ہوں — کسو پتھر سے پٹکوں ہوں ، ابھی جو سر اُٹھاؤں میں
1044/6 بلا حسرت ہے یا رب! کامِ دل کیونکر کروں حاصل — مگر لب ہائے شیریں پر کسو کے زہر کھاؤں میں
1044/7 نہ روؤں حال پر کیونکر بلا نا آشنا ہے وہ — کہیں آنکھ[1] اُس کی لگتی ہے جو آنکھیں ٹک ملاؤں میں
1044/8 نہ اے رشکِ بہار آنکھیں اُٹھاوے پشتِ پا سے تو — ہتھیلی پر اگر سرسوں ترے آگے جماؤں میں
1044/9 کہوں کیا صحبت اس سے ہر گھڑی بگڑی ہی جاتی ہے — جو ٹک راہِ سخن نکلے تو سو باتیں بناؤں میں
1044/10 نگاہِ حسرتِ بت دیر سے جانے کی مانع ہے — مزاج اپنا بہت چاہا کہ سوئے کعبہ لاؤں میں
1044/11 اسیرِ زُلف کو اُس بُت کے کیا قیدِ مسلمانی — تمنا ہے گلا زنار سے اپنا بندھاؤں میں

1044/12 کہوں ہوں میر سے دل دے کہیں ، تا جی لگے تیرا
جو ہو نقصانِ جاں اُس کا تو کیونکر پھر مناؤں میں

﴿1045﴾

1045/1 رو چکا خونِ جگر سب ، اب جگر میں خوں کہاں — غم سے پانی ہو کے کب کا بہہ گیا میں ہوں کہاں
1045/2 دست و دامن ، جیب و آغوش اپنے اس لائق نہ تھے — پھول میں اس باغِ خوبی سے جو لوں تو لوں کہاں
1045/3 عاشق و معشوق یاں آخر فسانے ہو گئے — جائے گریہ ہے جہاں ، لیلیٰ کہاں ، مجنوں کہاں
1045/4 آگ برسی ، تیرہ عالم ہو گیا جادو سے پُر — اُس کی چشمِ پُر فسوں کے سامنے افسوں کہاں
1045/5 سیر کی رنگیں بیاضِ باغ کی ہم نے بہت — سرو کا مصرع کہاں ، وہ قامتِ موزوں کہاں
1045/6 کوچہ ہر یک جائے دل کش عالمِ خاکی میں ہے — پر کہیں لگتا نہیں جی ، ہائے میں دل دوں کہاں
1045/7 ایک دم سے قیس کے جنگل بھرا رہتا ہی تھا[2] — اب گئے پر اُس کے ویسی رونقِ ہاموں کہاں
1045/8 ناصحِ مشفق تو کہتا تھا کہ اس سے مت ملے — پر سمجھتا ہے ہمارا یہ دلِ محزوں کہاں
1045/9 باد[3] کے گھوڑے پہ تھے اس باغ کے ساکن سوار — اب کہاں فرہاد و شیریں ، خسروِ گلگوں کہاں
1045/10 کھا گیا اندوہ مجھ کو دوستانِ رفتہ کا — ڈھونڈتا ہے جی بہت پر اب اُنہیں پاؤں کہاں

1045/11 تھا وہ فتنہ ملنے کے گوں کب کسی درویش کے
کیا کہیں ہم میر صاحب سے ، ہوئے مفتوں کہاں

---

[1] آسی اور مجلس کے نسخوں میں 'آنکھ اس کو' ہے نسخۂ کالج میں 'کی' ہے جو درست ہے۔

[2] نول کشور دوم، سوم، آسی اور مجلس میں 'بھرا رہتا تھا کیا' درج ہے، صرف نسخۂ کالج میں 'بھرا رہتا ہی تھا' درست ہے، فاروقی صاحب نے بھی نول کشوری نسخوں کے مطابق 'تھا کیا' درج کیا ہے۔

[3] نسخۂ آسی اور مجلس میں 'باذ' ہے، 'باد' بہتر متن ہے، دوسرے مصرعے میں انہی نسخوں میں 'خسرو و گلگوں' ہے جب کہ نول کشور دوم، سوم میں واؤ عطف نہیں، زیر کسرہ کے ساتھ ہے۔

﴾1046﴿

1046/1 عشق نے خوار و ذلیل کیا، ہم سر کو بکھیرے پھرتے ہیں — سوز و درد و داغ و الم سب جی کو گھیرے پھرتے ہیں

1046/2 ہر شب ہوں سرگشتہ و نالاں اُس بن کوچہ و برزن میں — یاس نہیں ہے اَب[1] بھی، دیکھوں کب دن میرے پھرتے ہیں

1046/3 دل لشکر میں ایک سپاہی زادے نے ہم سے چھین لیا — ہم درویش طلب میں اُس کی ڈیرے ڈیرے پھرتے ہیں

1046/4 بے خود اُس کی زلف و رخ کے کاہے کو آپ میں پھر آئے — ہم کہتے ہیں تسلیِ دل کو سانجھ سویرے پھرتے ہیں

1046/5 نقش کسو کا درونِ سینہ گرم طلب ہیں ویسے رنگ — جیسے خیالی پاس لیے تصویر چتیرے پھرتے ہیں

1046/6 بَرسے اگر شمشیر سروں پر، منہ موڑیں زنہار نہیں — سیدھے جانے والے اُدھر کے کس کے پھیرے پھرتے ہیں

1046/7 پائے نگار آلودہ کہیں سانجھ کو میر نے دیکھے تھے
صبح تک اب بھی آنکھوں میں اُس کی، پاؤں تیرے پھرتے ہیں

﴾1047﴿

1047/1 جمع ہوتے نہیں حواس کہیں — جائیں یاں سے جو ہم اُداس کہیں

1047/2 دل کی دو اشک سے نہ نکلی بھڑاس — اوسوں بجھتی نہیں ہے پیاس کہیں

1047/3 بادِ خوشبو ہی آتی[2] ہے واں سے — کوئی چھپتی ہے گل کی باس کہیں

1047/4 اِس جنوں میں کہیں ہے سر پر خاک — ٹکڑے ہو کر گرا[3] لباس کہیں

1047/5 گردِ سر یار کے پھریں پہروں — ہم جو ہوں اُس کے آس پاس کہیں

1047/6 سب جگہ لوگ حق و ناحق پر — نہ ملا حیف حق شناس کہیں

1047/7 ہر طرف ہیں امیدوارِ یار — اُس سے کوئی نہیں نراس کہیں

1047/8 عشق کا محو دشتِ شیر میں[4] ہوں — جان کا بھی نہیں ہراس کہیں

1047/9 عرش تک تو خیال پہنچے میر
وہم پھر ہے کہیں، قیاس کہیں

﴾1048﴿

1048/1 جائیں تو جائیں کہاں، جو گھر رہیں کیا گھر رہیں — یار بن لگتا نہیں جی، کاش کے ہم مر رہیں

1048/2 دل جو اُکتاتا ہے یا رب! رہ نہیں سکتے کہیں — کیا کریں، جاویں کہاں، گھر میں رہیں، باہر رہیں

1048/3 وہ نہیں جو تیغ سے اُس کی گلا کٹوایئے — تنگ آئے ہیں بہت اب آپھی جوہر[5] کر رہیں

---

۱ صرف نسخۂ آسی اور مجلس میں 'نہیں ہے' درج ہوا ہے۔ نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم میں صرف 'نہیں' ہے، اس صورت میں مصرع ساقط الوزن ہے

۲ نسخۂ آسی میں مصرع یوں ہے 'باد خوشبو بھی آئے، ہے واں سے' درج متن مصرع نسخۂ کالج کے مطابق ہے۔

۳ آسی و مجلس میں 'گیا' ہے نسخۂ کالج میں 'گرا' بہتر ہے۔

۴ نول کشوری نسخوں میں 'عشق کا محو دستِ شیریں ہوں' درج ہے۔ اس مصرع میں معنی ندارد ہیں۔ نسخۂ کالج میں متن قدرے بہتر ہے یعنی 'دشتِ شیر' اصل میں یہ 'دشتِ شیر میں' ہے جس کی تائید میر کے یہاں اس مضمون کے اعادے سے ہو جاتی ہے۔

۵ 'جوہر کرنا' مصرع اول میں تیغ کی رعایت سے 'جوہر' کا ایہام بھی ملحوظ ہے علاوہ ازیں 'جوہر کرنا' فارسی محاورے کے مطابق ننگ و ناموس کے ڈر سے اپنے بچوں، اہل خانہ سمیت مر رہنا ہے۔ اس غریب محاورے کے استعمال کی وجہ سے تمام نسخوں نے اس مصرعے کا متن غلط درج کیا مثلاً 'آپ ہی ہو کر رہیں' نسخۂ دوم، سوم میں 'آپ ہی جو ہو کر کریں' وغیرہ درج ہوئے ہیں۔

1048/4 بے دماغی ، بے قراری ، بے کسی ، بے طاقتی — کیا جیے وہ جس کے جی کو روگ یہ اکثر رہیں
1048/5 مضطرب ہو ایک دو دم ، تو تدارک بھی ہو کچھ — متصل تڑپے ہے ، کب تک ہاتھ یہ دل پر رہیں
1048/6 زندگی دوبھر ہوئی ہے میر آخر تا کجا
دل جگر جلتے رہیں ، آنکھیں ہماری تر رہیں

﴿1049﴾

1049/1 کہاں کے لوگ ہیں خوباں ، محبت اِن کو نہیں — مریں بھی ہم تو نہ دیکھیں ، مروت اِن کو نہیں
1049/2 خراب و خوار ہیں سلطاں ، شکستہ حال امیر[1] — کسو فقیر سے شاید کہ صحبت اِن کو نہیں
1049/3 ہمارے دیدہ و دل سے ہی ہم پہ کام ہے تنگ — کہ رونے کڑھنے سے یک لحظہ فرصت اِن کو نہیں
1049/4 پری و سرو کو دعویٰ ہے اُس رخ و قد سے — شکایت ایسی نہیں آدمیت اِن کو نہیں
1049/5 چلا ہے تیغ بکف یار غیر کی جانب
ہوئے ہیں میر تماشائی ، غیرت اِن کو نہیں

﴿1050﴾

1050/1 ظلم و ستم کیا ، جور و جفا کیا ، جو کچھ کہیے اُٹھاتا ہوں — خفت کھینچ کے جاتا ہوں ، رہتا نہیں دل ، پھر آتا ہوں
1050/2 گھر سے اُٹھ کر کونے میں بیٹھا ، بیت پڑھے ، دو باتیں کیں — کس کس طور سے اپنے دل کو اُس بن میں بہلاتا ہوں
1050/3 پایۂ سبک ہونا یہ میرا ، فرطِ شوق سے مجلس میں — وہ تو نہیں سنتا دل دے کر ، میں ہی باتیں بناتا ہوں
1050/4 قتل میں میرے یہ صحبت ہے ، غم غصے سے محبت کے — لوہو اپنا پیتا ہوں ، تلواریں اُس کی کھاتا ہوں
1050/5 آنے کی میری فرصت کتنی ، دو دم ، دو پل ، ایک گھڑی — رنجش کیوں ، کاہے کو خشونت ، غصہ کیا ہے[2] ، جاتا ہوں
1050/6 سر ماروں ہوں ایدھر اودھر ، دُور تلک جاتا ہوں نکل — پاس نہیں پاتا جو اُس کو ، کیا کیا میں گھبراتا ہوں
1050/7 پھاڑ کے خط کو گلے میں ڈالا ، شہر میں سب تشہیر کیا — سامنے ہوں قاصد کے کیونکر ، اُس سے میں شرماتا ہوں
1050/8 پہلے فریبِ لطف سے اُس کے کچھ نہ ہوا معلوم مجھے — اب جو چاہ نے بدلیں طرحیں ، کڑھتا ہوں ، پچھتاتا ہوں
1050/9 مجرم اس خاطر ہوتا ہوں ، بعضے بعضے شوخی کر — عذرِ گناہ میں جا کر اُس کے پاؤں کو ہاتھ لگاتا ہوں
1050/10 دیکھے ان پلکوں کے اکثر ، میر ہوں بے خود تنگ آیا
آپ کو پاتا ہوں تو پھری اُس وقت نہیں میں پاتا ہوں

﴿1051﴾

1051/1 کبھو ملے ہے سو وہ یوں کہ پھر ملا نہ کریں — کرے ہے آپھی شکایت کہ ہم گلا نہ کریں
1051/2 ہوئی یہ چاہ میں مشکل کہ جی گیا ہوتا — نہ رہتے جیتے اگر ہم مساہلا نہ کریں
1051/3 ہمارے حرفِ پریشاں ہی لطف رکھتے ہیں — جنوں ہے بحث جو وحشت میں عاقلانہ کریں
1051/4 صفائے دل جو ہوئی ٹک تو دیکھیں ہیں کیا کیا — ہم ایسے آئنے کو اپنے کیوں جلا نہ کریں

---

[1] نسخۂ کالج اور نول کشور دوم ، سوم میں 'حالِ میر' بجائے 'حالِ امیر' گمراہ کن سہو ہے۔
[2] نسخۂ آسی ، عبادت و مجلس میں 'غصہ کیا ، میں جاتا ہوں' درج ہے۔ نسخۂ کالج کا متن بہتر دکھائی دیا ، جو اختیار کیا گیا ہے۔

1051/5 وہاں میں نہ گرفتار ہوں کہیں مہ و مہر — خدا کرے ترے رخ سے مقابلا نہ کریں

1051/6 دل اب تو ہم سے ہے بدباز[1] اگر رہے جیتے — کسو سے ہم بھی دلی پھر معاملا نہ کریں

1051/7 سخن کے ملک کا میں مستقل امیر ہوں میر
ہزار مدعی بھی مجھ کو وہ دلا نہ کریں

﴿1052﴾

1052/1 شعر میں نے کچھ کہے بالوں کی اُس کے یاد میں — سو غزل پڑھتے پھرے ہیں لوگ فیض آباد میں

1052/2 سرخ آنکھیں خشم سے کیں اُن نے مجھ پر صبح کو — دیکھی یہ تاثیر شب کی خوں چکاں فریاد میں

1052/3 یہ تصرف عشق کا ہے سب، وگرنہ ظرف کیا — ایک عالم غم سمایا خاطرِ ناشاد میں

1052/4 عشق کی دیوانگی لائی ہمیں جنگل کی اور — ورنہ ہم پھرتے بگولے سے نہ خاک و باد میں

1052/5 دیر لگتا ہے گلے، تلوار پر وہ رکھ کے ہاتھ — خوبیاں بھی تو بہت ہیں اُس ستم ایجاد میں

1052/6 یہ بنا رہتی سی آتی ہے نظر کچھ یاں[2] مجھے — اچھی ہے تعمیر دل کی اس خراب آباد میں

1052/7 میر ہم جبہہ خراشوں سے کسو کا ذکر کیا
وے ہنر ہم میں ہیں، تھے جو[3] تیشۂ فرہاد میں

﴿1053﴾

1053/1 درویشوں سے تو اُن نے ضدیں نکالیاں ہیں — ایدھر سے ہیں دعائیں، اودھر سے گالیاں ہیں

1053/2 جبہے سے سینے تک ہیں کیا کیا خراشِ ناخن — گویا کہ ہم نے منہ پر تلواریں کھالیاں ہیں

1053/3 جب لگ گئے جھمکنے رخسارِ یار دونوں — تب مہر و مہ نے اپنی آنکھیں چھپالیاں ہیں

1053/4 صبحِ چمن کا جلوہ ہندی بتوں میں دیکھا — صندل بھری جبیں ہے، ہونٹوں کی لالیاں ہیں

1053/5 درد و الم ہی میں سب جاتے ہیں روز و شب یاں — دن اشک ریزیاں ہیں، شب زار نالیاں ہیں

1053/6 حیزوں[4] نے ریختے کو دوں ریختہ بنایا — جوں ان دنوں میں بالے لڑکوں کی بالیاں ہیں

1053/7 اجماعِ بوالہوس کو رکھ رکھ لیا ہے آگے — مت جان ایسی بھیڑیں جی دینے والیاں ہیں

1053/8 ان گل رخوں کی قامت لہکے ہے یوں ہوا میں — جس رنگ سے لچکتی پھولوں کی ڈالیاں ہیں

1053/9 وہ دزدِ دل نہیں تو کیوں دیکھتے ہی مجھ کو — پلکیں جھکالیاں ہیں، آنکھیں چرالیاں ہیں

1053/10 اُس آفتاب بن یاں اندھیر ہو رہا ہے — دن بھی سیاہ اپنے، جوں راتیں کالیاں ہیں

1053/11 چلتے ہیں یہ تو ٹھوکر لگتی ہے میر دل کو
چالیں ہی دلبروں کی سب سے نرالیاں ہیں

---

[1] نسخۂ آسی اور مجلس میں 'بدیار' درج ہے، نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم کا متن 'بدباز' بہتر ہے۔

[2] نسخۂ آسی و مجلس میں 'یاں کچھ مجھے' ہے جب کہ نسخۂ کالج میں 'کچھ یاں مجھے' ہے، شاید یہ بہتر ہے۔

[3] آسی و مجلس میں 'جو تھے' نسخۂ کالج، طبع دوم، سوم نول کشور میں 'تھے جو' ہے۔

[4] نسخۂ آسی میں سہواً اور بیبردی میں نسخۂ عبادت میں 'خیروں' درج ہے۔ 'حیز' کا درست املا ہائے ہنوز 'ہیز' قرار دیا جاتا ہے۔

﴿1054﴾

1054/1 رفتگاں میں جہاں کے ہم بھی ہیں ساتھ اس کارواں کے ہم بھی ہیں

1054/2 شمع ہی سر نہ دے گئی برباد کشتہ اپنی زباں کے ہم بھی ہیں

1054/3 ہم کو مجنوں کے عشق میں مت دیکھ ننگ اس خانداں کے ہم بھی ہیں

1054/4 جس چمن زار کا ہے تو گل تر بلبل اُس گلستاں کے ہم بھی ہیں

1054/5 نہیں مجنوں سے دل قوی ، لیکن یار اُس ناتواں کے ہم بھی ہیں

1054/6 بوسہ مت دے کسو کے در پہ نسیم خاک اُس آستاں کے ہم بھی ہیں

1054/7 گو شب اس در سے دُور پہروں پھریں پاس تو پاسباں کے ہم بھی ہیں

1054/8 وجہِ بیگانگی نہیں معلوم تم جہاں کے ہو، واں کے ہم بھی ہیں

1054/9 مر گئے ، مر گئے ، نہیں تو نہیں خاک سے منہ کو ڈھانکے ہم بھی ہیں

1054/10 اپنا شیوہ نہیں کجی یوں تو یار جی ٹیڑھے بانکے ہم بھی ہیں

1054/11 اس سرے کی ہے پارسائی میر
معتقد اُس جواں کے ہم بھی ہیں

﴿1055﴾

1055/1 نئی گردش ہے اس کی ہر زماں میں خلل سا ہے دماغِ آسماں میں

1055/2 ہوا تن ضعف سے ایسا ، کہے تو کہ اب جی ہی نہیں اس ناتواں میں

1055/3 کہا میں دردِ دل یا آگ اُگلی پھپھولے پڑ گئے میری زباں میں

1055/4 متاعِ حُسن یوسف سی کہاں اب تجسّس کرتے ہیں ہر کارواں میں

1055/5 بلائے جاں ہے وہ لڑکا پری زاد اسی کا شور ہے پیر و جواں میں

1055/6 بہت نا آشنا تھے لوگ یاں کے چلے ہم چار دن رہ کر جہاں میں

1055/7 تری شورش بھی بے کل ہے مگر میر
ملا دی پیس کر بجلی فغاں میں

﴿1056﴾

1056/1 تیغ کی نوبت کب پہنچے ہے اپنے جی کے غارت میں عاشقِ زار کو مار رکھے ہے ایک[1] ابرو کی اشارت میں

1056/2 گزرے گر دل میں ہو کر تو ایک نگاہ ضروری ہے کچھ کچھ تیرے غم نے لکھا ہے آ کر واں کی عمارت میں

1056/3 سوکھ کے میں تو عشق کے غم میں، خس کے مثال حقیر ہوا وہ تقصیر نہیں کرتا ہے ، اب تک میری حقارت میں

1056/4 ایک بگولا ساتھ مجھے بھی تربتِ قیس پہ لے آیا کتنے غزال نظر واں آئے ، تھے مشغول زیارت میں

1056/5 دل کو آگ اک دم میں دے دی، اشک ہوئے چنگاری سے کیا ہی شریر ہے، شوخیِ برق ملائی اُن نے شرارت میں

1056/6 شیخ جو تھا دیدارِ بتاں کا منکر ، ایسا تھا معذور دل کو بصیرت تھی نہ اس کے، بے نوری تھی بصارت میں

---

[1] نسخہ مجلس جس کی بنیاد نسخہ آ سی پر ہے، میں جہاں تہاں 'ایک' کو اک کے ساتھ بدلا گیا ہے اور اختلاف بھی مذکور نہیں۔ ہم نے اس بارے میں ذوقی بنیاد پر بھی اور زیادہ تر آ سی کے 'ایک' کو ہی برقرار رکھا ہے۔

1056/7
خط و کتابت ایک طرف ہے، دفتر لکھ لکھ بھیجے میر
کہیے کچھ جو صریرِ قلم کی کوتاہی ہو سفارت میں

﴿1057﴾

1057/1 تری پلکیں چبھتی نظر میں بھی ہیں — یہ کانٹے کھٹکتے جگر میں بھی ہیں
1057/2 رہے پھرتے دریا میں گرداب سے — وطن میں بھی ہیں ہم، سفر میں بھی ہیں
1057/3 کہاں سے کہ مجنوں بھی ہم سا ہی تھا[1] — غلط کے شوائب نظر میں بھی ہیں
1057/4 نہ بھولو نزاکت لچک ہی نہیں — چھپے[2]، خنجر اُس کی کمر میں بھی ہیں
1057/5 جھمک سطحِ رخ کی سی اُس کی[3] کہاں — صفا و ضیا تو گہر میں بھی ہیں
1057/6 دل و دلی دونوں اگر ہیں خراب — پہ کچھ لطف اس اجڑے گھر میں بھی ہیں

1057/7
چلو میر کے تو تجسس کے بعد
کہ وے وحشی تو اپنے گھر میں بھی ہیں

﴿1058﴾

1058/1 نہ کر شوق کشتوں سے جانے کی باتیں — نہیں آتیں کیا تجھ کو آنے کی باتیں
1058/2 سماجت جو کی بوسِ لب پر تو بولا — نہیں خوب یہ مار کھانے کی باتیں
1058/3 زبانیں بدلتے ہیں ہر آن خوباں — یہ سب کچھ ہیں بگڑے زمانے کی باتیں
1058/4 نظر جب کرو، زیرِ لب کچھ کہے ہے — کہو یار کے آستانے کی باتیں
1058/5 سہی جائے گالی اگر دوستی ہو — بری بھی بھلی ہیں یگانے[4] کی باتیں
1058/6 ہمیں دیر و کعبہ سے کیا گفتگو ہے — چلی جاتی ہیں یہ سیانے[5] کی باتیں
1058/7 بگڑ بھی چکے یار سے ہم تو یارو — کرو کچھ اب اس سے بنانے کی باتیں
1058/8 کیا سیر کل میں نے دیوانِ مجنوں — خوش آئیں بہت اُس دوانے کی باتیں

1058/9
بہت ہرزہ گوئی کی یاں میر صاحب
کرو واں کے کچھ منہ دکھانے کی باتیں

﴿1059﴾

1059/1 کیا کروں سودائی اُس کی زلف کی تدبیر میں — ظلِ ممدودِ چمن مَیں ہوں، مگر زنجیر میں

---

[1] نسخۂ مجلس کے حاشیے کے مطابق 'کہاں سے' غالباً سہو کاتب ہے کہ معنی واضح نہیں۔ ممکن ہے 'گماں ہے' ہو جو مفہوم واضح کرتا ہے۔ اصل ابہام دوسرے مصرعے میں ہے جس کے معنی واضح نہیں، ورنہ پہلے مصرع کی حد تک 'کہاں سے کہ' کے معنی ہو سکتے ہیں۔ اُردو لغت تاریخی اُصول پر جلد ۱۲ ص ۱۷ پر بھی یہی شعر اسی متن کے ساتھ لفظ 'شوائب' کی وضاحت میں درج ہوا ہے۔

[2] آسی کے حاشیے میں 'چھپے' ص ۲۱۴ 'چھری' کی جگہ درج ہے۔ ہم نے اِسے متن میں رکھ لیا ہے ورنہ نسخوں میں 'چھری خنجر' درج ہے۔

[3] آسی کے یہاں 'کی' یہاں درست ہے لیکن مجلس نے یہاں 'کے' درج کیا، جلد سوم، ص ۱۳۹، طبع دوم۔

[4] نول کشور دوم، سوم اور آسی کے یہاں 'لگانے' ہے، نسخۂ کالج میں 'یگانے' ہے اِسے درست اُسی وقت سمجھا جا سکتا ہے جب مصرع ثانی کو 'بھلی بھی ہیں' سے بدلا جائے۔ اتنی بڑی ترمیم سے بہتر ہے کہ فائق صاحب کی قیاسی تصحیح 'یگانے' کو درج متن کر لیا جائے۔

[5] نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم کا متن 'سیانے' بہتر ہے۔ آسی اور مجلس میں 'سنانے' غلط ہے۔

1059/2 گل تو مجھ حیران کی خاطر بہت کرتا ہے لیک
وا نہیں ہوتا بہ رنگِ غنچۂ تصویر میں

1059/3 روبرو اس کے گئے خاموش ہو جاتا ہوں کچھ
کس سے اپنے چپکے رہنے کی کروں تقریر میں

1059/4 تن بدن میں دل کی گرمی نے لگا رکھی ہے آگ
عشق کی تو ہے جوانی ، ہو گیا گو پیر میں

1059/5 ہو اگر خوں ریز کا اپنے سبب تو کچھ کہو
وہ ستم گر ہے مقرر ، اور بے تقصیر میں

1059/6 بے دماغی شورِ شب سے یار کو دونی ہوئی
دیکھی بس اس بے سرایت نالے کی تاثیر میں

1059/7 کچھ نہیں پوچھا ہے مجھ سے جز حدیثِ روئے یار
ہاتھ بلبل کے لگا ہوں باغ میں جب میر میں

﴿1060﴾

1060/1 کہتے ہیں بہار آئی ، گل پھول نکلتے ہیں
ہم کنجِ قفس میں ہیں، دل سینوں میں جلتے ہیں

1060/2 اب ایک سی بے ہوشی رہتی نہیں ہے ہم کو
کچھ دل بھی سنبھلتے ہیں ، پر دیر سنبھلتے ہیں

1060/3 وہ تو نہیں اک چھینٹا رونے کا ہوا گاہے
اب دیدۂ تر اکثر دریا سے اُبلتے ہیں

1060/4 اُن پانوں کو آنکھوں سے ہم ملتے رہے جیسا
افسوس سے ہاتھوں کو اب ویسا ہی ملتے ہیں

1060/5 کیا کہیے کہ اعضا سب پانی ہوئے ہیں اپنے
ہم آتشِ ہجراں میں یوں ہی پڑے گلتے ہیں

1060/6 کرتے ہیں صفت جب ہم لعلِ لبِ جاناں کی
تب کوئی ہمیں دیکھے کیا لعل اُگلتے ہیں

1060/7 گل پھول سے بھی اپنے دل تو نہیں لگتے ٹک
جی لوگوں کے بے جاناں کس طور بہلتے ہیں

1060/8 ہیں نرم صنم گونہ کہنے کے تئیں ورنہ
پتھر ہیں انھوں کے دل ، کاہے کو پگھلتے ہیں

1060/9 اے گرم سفر یاراں جو ہے سو سرِ رہ ہے
جو رہ سکو رہ جاؤ ، اب میر بھی چلتے ہیں

﴿1061﴾

1061/1 دل عجب جنسِ گراں قدر ہے ، بازار نہیں
وے بہا سہل جو دیتے ہیں ، خریدار نہیں

1061/2 کچھ تمھیں ملنے سے بیزار ہو میرے ورنہ
دوستی ننگ نہیں ، عیب نہیں ، عار نہیں

1061/3 ایک دو بات کبھو ہم سے کہو یا نہ کہو
قدر کیا اپنی ہمیں اس لیے تکرار نہیں

1061/4 ناز و انداز و ادا ، عشوہ و اغماض و حیا
آب و گل میں ترے سب کچھ ہے، یہی پیار نہیں

1061/5 صورت آئینے میں ٹک دیکھ تو، کیا صورت ہے
بد زبانی تجھے اس منہ پہ سزاوار نہیں

1061/6 دل کے الجھاؤ کو کیا تجھ سے کہوں اے ناصح
تو کسی زلف کے پھندے میں گرفتار نہیں

1061/7 اُس کے کاکل کی پہیلی کہو تم ، بوجھے میر
کیا ہے؟ زنجیر نہیں ، دام نہیں ، مار نہیں

﴿1062﴾

1062/1 چمکنا برق کا کرتا ہے کارِ تیغ ہجراں میں
برسنا مینہ کا داخل ہے اُس بن تیر باراں میں

1062/2 بھرے رہتے ہیں سارے پھول ہی جس کے گریباں میں
وہ کیا جانے کہ ٹکڑے ہیں جگر کے میرے داماں میں

1062/3 کہیں شام و سحر رویا تھا مجنوں عشقِ لیلیٰ میں
ہنوز آشوب دونوں وقت رہتا ہے بیاباں میں

1062/4 خیالِ یار میں آگے ہے یک مہ پارہ یاں ہر دم
اگر ہجراں میں زندانی ہوں پر ہوں یوسفستاں میں

1062/5 رکھا عرصہ جنوں پر تنگ مشتاقوں کی دوری سے
کسے مارا ہے اُس گھتیے نے سنمکھ[1] لہو کے میداں میں

1062/6 جہاں سے دیکھیے اک شعرِ شور انگیز نکلے ہے
قیامت کا سا ہنگامہ ہے ہر جا میرے دیواں میں

1062/7 جو دیکھو تو نہیں یہ حال اپنا حسن سے خالی
دمک الماس کی سی ہے ہماری چشمِ حیراں میں

1062/8 خرابی آ گئی دیں میں، گئی ملت اُسے دیکھے
ملے سے اُس کے رخنے پڑ گئے لوگوں کے ایماں میں

1062/9 نکل آتا ہے گھر سے ہر گھڑی، ننگے بدن باہر
برا یہ آ پڑا ہے عیب اُس آسائشِ جاں میں

1062/10 ستم کے تیر اُس کے میرے سینے میں بہت ٹوٹے
کیا جاتا ہے مشکل فرق اب دل اور پیکاں میں

1062/11 ہوائے ابر میں کیا میر ہنستا باغ میں وہ تھا
گری پڑتی ہے بجلی آج کچھ صحنِ گلستاں میں

﴿1063﴾

1063/1 تھا شوق مجھے طالبِ دیدار ہوا میں
سو آئنہ سا صورتِ دیوار ہوا میں

1063/2 جب دُور گیا قافلہ، تب چشم ہوئی باز
کیا پوچھتے ہو دیر خبردار ہوا میں

1063/3 اب پست و بلند ایک ہے جوں نقشِ قدم یاں
پامال ہوا خوب، تو ہموار ہوا میں

1063/4 کب ناز سے شمشیرِ ستم ان نے نہ کھینچی
کب ذوق سے مرنے کو نہ تیار ہوا میں

1063/5 بازارِ وفا میں سرِ سودا تھا سبھوں کو
پر بیچ کے جی ایک خریدار ہوا میں

1063/6 ہشیار تھے سب، دام میں آئے نہ ہم آواز
تھی رفتگی سی مجھ کو، گرفتار ہوا میں

1063/7 کیا چیتنے کا فائدہ جو شیب میں چیتا
سونے کا سماں آیا تو بیدار ہوا میں

1063/8 تم اپنی کہو، عشق میں کیا پوچھو ہو میری
عظمت گئی، رسوائی ہوئی، خوار ہوا میں

1063/9 اُس نرگسِ مستانہ کو دیکھے ہوئے برسوں
اِفراط سے اندوہ کے بیمار ہوا میں

1063/10 رہتا ہوں سدا مرنے کے نزدیک ہی اب میر
اُس جان کے دشمن سے بھلا یار ہوا میں

﴿1064﴾

1064/1 جلا از بس تمہارے طور سے اے جامہ زیباں! ہوں
بھروسا کیا ہے میرا، میں چراغِ زیرِ داماں ہوں

1064/2 سرِ حرفِ سخن کس کو خیالِ زلف میں اس کے
تنک میں جو بکھر جاتا ہوں، میں خاطر پریشاں ہوں

1064/3 کہن سالی میں شاہد بازیاں کاہے کو زیبا تھیں
دیا لڑکوں کو دل میں نے، قیامت میں بھی ناداں ہوں

1064/4 کبھو خورشید و مہ کو دیکھ رہتا ہوں، کبھو گل کو
مرے انداز سے ظاہر ہے میں اُس رو کا حیراں ہوں

1064/5 کسو کی یادِ رو میں اشک آنکھوں سے نہیں تھمتے
بہ رنگِ ابرِ قبلہ آج میں شدت سے گریاں ہوں

1064/6 بکا جب تک نہیں کرتا ہوں، تب تک خیر ہے، ورنہ
بلا ہوں، فتنہ ہوں، آشوب ہوں، آفت ہوں، طوفاں ہوں

1064/7 بہ حالِ سگ پھرا کب تک کروں یوں اُس کے کوچے میں
خجالت کھینچتا ہوں میر، آخر میں بھی انساں ہوں

---

[1] نسخۂ مجلس میں سنمکھ کا املا 'سن مکھ' بظاہر بہتر ہے لیکن نادر اور تازہ الفاظ کو اُن کے قدیم املا میں لکھنا ہی بہتر ہے کہ یوں قاری لفظ کو قریب ترین معنی لینے کی بجائے اُسے مختلف لفظ سمجھتا ہے اور معنی کی تلاش کرتا ہے۔ 'سنمکھ' یعنی روبرو، مد مقابل، سامنے۔

﴿1065﴾

1065/1	عشق وہ خان و ماں خراب ہے میاں	جس سے دل آگ و چشم آب ہے میاں
1065/2	تن میں جب تک ہے جاں تکلف ہے	ہم میں اُس میں ابھی حجاب ہے میاں
1065/3	گو نہیں میں کسو شمار میں یاں	عاقبت ایک دن حساب ہے میاں
1065/4	گو[1] دماغ و جگر، کہاں وہ قلب	یاں عجب ایک انقلاب ہے میاں
1065/5	زلف بل کھا رہی ہے گو اُس کی	دل کو اپنے تو پیچ و تاب ہے میاں
1065/6	لطف و مہر و وفا وہ کیا جانے	ناز ہے، تخشم ہے، عتاب ہے میاں
1065/7	لوہو اپنا پیوں ہوں، چپکا ہوں	کس کو اُس بن سرِ شراب ہے میاں
1065/8	چشم وا یاں کی[2]، چشم تبسّل ہے	جاگنا یہ نہیں ہے، خواب ہے میاں
1065/9	منہ سے کچھ بولتا نہیں قاصد	شاید اودھر سے اب جواب ہے میاں
1065/10	دل ہی اپنا نہیں فقط بے چین	جی کو بھی زور[3] اضطراب ہے میاں

1065/11
چاہیے وہ کہے سو لکھ رکھیں
ہر سخن میر کا کتاب ہے میاں

﴿1066﴾

1066/1	گرفتہ دل ہوں، سرِ ارتباط مجھ کو نہیں	کسو سے شہر میں کچھ اختلاط مجھ کو نہیں
1066/2	جہاں ہو تیغ بہ کف کوئی سادہ، جا لگنا	اب اپنی جان کا کچھ احتیاط مجھ کو نہیں
1066/3	کرے گا کون قیامت کو ریسماں بازی	دل و دماغِ گزارِ صراط مجھ کو نہیں
1066/4	جسے ہو مرگ سا پیش استحالہ کیوں نہ کڑھے	اس اپنے جینے سے کچھ انبساط مجھ کو نہیں

1066/5
ہوا ہوں فرطِ اذیت سے میں تو سن اے میر
تمیزِ رنج و خیالِ نشاط مجھ کو نہیں

﴿1067﴾

1067/1	جوشِ غم اُٹھنے سے اک آندھی چلی آتی ہے میاں	خاک سی منہ پر مرے اُس وقت اڑ جاتی ہے میاں
1067/2	پڑ گئے سوراخ، دل کے غم میں سینے کوٹتے	سل تو پتھر کی نہیں، آخر مری چھاتی ہے میاں
1067/3	میں حیا والا ہوا رسوائے عالم عشق میں	آنکھ میری اس سبب لوگوں سے شرماتی ہے میاں
1067/4	رشک اس کے چہرۂ پُر نور کا ہے جاں گداز	شمع مجلس میں کھڑی اپنے تئیں کھاتی ہے میاں
1067/5	آگ غیرت سے قفس کو دوں ہوں چاروں اور سے	ایک دو گل برگ جب بادِ سحر لاتی ہے میاں
1067/6	ہے حزیں نالیدن اس کا نغمۂ طنبور سا	خوش نوا مرغِ گلستاں رندِ باغاتی ہے میاں
1067/7	کیا کہوں منہ تک جگر آتا ہے جب رکتا ہے دل	جان میری تن میں کیسی کیسی گھبراتی ہے میاں

---

[1] تینوں نول کشوری نسخوں میں 'گو' ہے جس سے کوئی معنی برآمد نہیں ہوتے۔ نسخۂ کالج میں 'گو' درست ہے۔

[2] نسخۂ آسی میں 'کہ' ہے، مجلس کے نسخے میں بغیر ذکر اختلاف 'کی' درج ہے۔

[3] نسخۂ آسی میں 'روز اضطراب' درست نہیں۔ نول کشور دوم، سوم اور نسخۂ کالج میں 'زور اضطراب' درست ہے۔

1067/8 اس کی ابروئے کشیدہ، خم ہی رہتی ہے سدا[1] — یہ کجی اُس تیغ کی تو جوہرِ ذاتی ہے میاں

1067/9 گات اس اوباش کی لیں کیوں کے بر میں میرؔ ہم
ایک جھرمٹ شال کا، اک شال کی گاتی ہے میاں

1068

1068/1 چنگاریاں گریں ہیں، جب پلکیں ہلتیاں ہیں — رونے سے تب تو میرے کچھ آنکھیں جلتیاں ہیں

1068/2 آنکھیں ملا کے اُس سے ٹک دیکھو حال دل کا — وے انگھڑیاں جیوں کو اپنے تو ملتیاں ہیں

1068/3 ہم تو بھی فصلِ گل میں چل ٹک تو پاس بیٹھیں — سر جوڑ جوڑ کیسے کلیاں نکلتیاں ہیں

1068/4 مذکور دختِ رز کا کیا شیخ رہ گزر میں — اس سے ابھی ہماری باتیں ہی چلتیاں ہیں

1068/5 دیکھیں تو میرؔ کیا ہو بے طاقتی سے حالت
اب تو بہ دیر جانیں اپنی سنبھلتیاں ہیں

1069

1069/1 بہار آئی، کھلے گا پھول شاید باغ، صحرا میں — جھلک سی مارتی ہے کچھ سیاہی داغ سودا[2] میں

1069/2 نفاقِ مردماں عاجز سے ہے زعمِ تکبر پر — کہوں کیا، اتفاق ایسا بھی ہو جاتا ہے دنیا میں

1069/3 نموداری ہماری بے کلی سے ایک چشمک ہے — ٹھہرنا برق سا اپنا ہے ہو چکنا ہی اس جا میں

1069/4 سخن دس پانچ یاں ہیں جمع کس حسنِ لطافت سے — تفاوت ہے مرے مجموعہ و عقدِ ثریا میں

1069/5 کنواں دیکھا، نہ کوئی غار میں نے شوق کے مارے — بعینہٖ راہ اندھا سا چلا اُس کی تمنا میں

1069/6 بہت تھا شورِ وحشت سر میں، میرے شوخ نے میری[3] — لکھی تصویر، تو زنجیر پہلے کھینچ لی پا میں

1069/7 جدائی کے تعب کھینچے نہیں ہیں میر راضی ہوں
جلا دیں آگ میں یا مجھ کو پھینکیں قعرِ دریا میں

1070

1070/1 شہروں، ملکوں میں جو یہ میرؔ کہاتا ہے میاں — دیدنی ہے، پہ بہت کم نظر آتا ہے میاں

1070/2 عالم آئینہ ہے جس کا وہ مصور بے مثل — ہائے کیا صورتیں پردے میں بناتا ہے میاں

1070/3 قسمت اُس بزم میں لائی کہ جہاں کا ساقی — دے ہے مے سب کو، ہمیں زہر پلاتا ہے میاں

1070/4 ہو کے عاشق ترے، جان و دل و دیں کھو بیٹھے — جیسا کرتا ہے کوئی، ویسا ہی پاتا ہے میاں

1070/5 حسن اک چیز ہے، ہم ہوویں[4] کہ تو ہو ناصح — ایسی شے سے کوئی بھی ہاتھ اُٹھاتا ہے میاں

---

[1] مصرع نسخۂ مجلس کے مطابق ہے۔ آسی کے یہاں متن ہے 'اس کی ابرو ہے کشیدہ، خم ہی رہتی ہیں سدا' مجلس نے اختلاف سے آگاہ ہونا تحریر نہیں کیا

[2] تینوں نول کشوری نسخوں کے مطابق مطلع ایطائے جلی کا حامل ہے۔ مصرع اول میں 'باغِ صحرا' اور ثانی میں 'داغِ صحرا' درج ہے۔ نسخۂ کالج کے مطابق 'داغِ سودا' متن ہے جو درست بھی ہے۔ فاروقی صاحب نے شعر شور انگیز جلد سوم ص ۳۵۱ پر بھی یہی متن درج کیا ہے۔

[3] نسخۂ مجلس میں 'میرے سوچ نے میرے' آسی کے یہاں 'میرے شوخ نے میرے'، خ کا نقطہ نہیں (ممکن ہے کفایتِ اندازِ کتابت کے سبب 'سوچ' ہی ہو اور چ کے نقطے س پر درج کیے ہوں) ہم نے قدرے جراُتِ قیاس سے کام لے کر مذکورہ مصرع درج کیا ہے۔

[4] نسخۂ آسی ص ۴۱۹ پر یہ مصرع ناقابلِ فہم ہے 'حسن اک چیز ہے ہو دین کہ تو ہو ناصح'، مجلس کا متن البتہ درست ہے۔ اس سے اگلے شعر کے مصرع میں 'جوں' کی جگہ سہواً 'چوں' درج ہوا ہے۔

1070/6 جھگڑا اس حادثے کا کوہِ گراں سنگ کو بھی — جوں پرِ کاہ اُڑائے لیے جاتا ہے میاں

1070/7 کیا پری خواں ہے جو راتوں کو جگاوے ہے میر
شام سے دل، جگر و جان جلاتا ہے میاں

﴿1071﴾

1071/1 جائے ہے جی نجات کے غم میں — ایسی جنت گئی جہنم میں

1071/2 نزع میں میرے ایک دم ٹھہرو — دم ابھی ہیں یہ زار اک دم میں

1071/3 لعل ہم چھاتیوں پہ جڑ کے پھرے — اپنے خوں گشتہ دل کے ماتم میں

1071/4 ہے بہت جیب چاکی ہی جوں صبح — کیا کیا جائے فرصتِ کم میں

1071/5 پر کے تھی بے کلی قفس میں بہت — دیکھیے اب کے، گل کے موسم میں

1071/6 آپ میں ہم نہیں تو کیا ہے عجب — دور اُس سے رہا ہے کیا ہم میں

1071/7 بے خودی پر نہ میر کی جاؤ
تم نے دیکھا ہے اور عالم میں

﴿1072﴾

1072/1 جس کا خوباں خیال لیتے ہیں — دل، کلیجہ نکال لیتے ہیں

1072/2 کیا نظر گاہ ہے کہ شرم سے گل — سر گریباں میں ڈال لیتے ہیں

1072/3 دیکھ اُسے ہو ملک سے بھی لغزش — ہم تو دل کو سنبھال لیتے ہیں

1072/4 کھول کر بال سادہ رو لڑکے — خلق کا کیوں وبال لیتے ہیں

1072/5 تیغ کھینچیں ہیں جب یہ خوش ظاہر — ماہ و خور منہ پہ ڈھال لیتے ہیں

1072/6 دلبراں نقدِ دل کو عاشق کے — جان کر اپنا مال لیتے ہیں

1072/7 ہیں گدا میر بھی، ولے دو جہاں
بکر کے ایک ہی سوال، لیتے ہیں

﴿1073﴾

1073/1 دُور اس سے جی چکے ہیں ہم اِس روزگار میں — دن آج کا بھی سانجھ ہوا انتظار میں

1073/2 داغوں سے بھر گیا ہے مرا سینۂ نگار — گل پھول زور زور کھلے اِس بہار میں

1073/3 کیا اعتبار طائرِ دل کی تڑپ کا اب — مذبوحی سی ہے کچھ حرکت اِس شکار میں

1073/4 بوسہ لبوں کا مانگتے ہی تم بگڑ گئے — بہتیری باتیں ہوتی ہیں اخلاص پیار میں

1073/5 دل پھیرے ہم سے خانۂ زنجیر، پر[1] قریب — ٹک پہنچتا ہی ہے شکنِ زلفِ یار میں

1073/6 اس بحرِ حسن پاس نہ خنجر تھا کل، نہ تیغ — میں جان دی ہے حسرتِ بوس و کنار میں

1073/7 چلتا ہے ٹک تو دیکھ کے چل پاؤں سے نفس — آنکھیں ہی بچھ گئی ہیں ترے رہ گزار میں

1073/8 کس کس ادا سے ریختے میں نے کہے ولے[2] — سمجھا نہ کوئی میری زباں اِس دیار میں

---

[1] نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم میں 'پر قریب' شاید درست متن ہے۔ آسی اور مجلس میں 'کے قریب' ہے بات بالکل سمجھ نہیں آتی۔

[2] نسخۂ آسی میں 'ولیک' ہے جب کہ نسخۂ کالج، طبع دوم، سوم میں 'ولے' ہے۔

1073/9
تڑپے ہے متصل وہ کہاں ایسے روز و شب
ہے فرق میر برق و دلِ بے قرار میں

﴿1074﴾

1074/1
کیسی وفا و اُلفت، کھاتے عبث ہو قسمیں
مدت ہوئی اُٹھا دیں تم نے یہ ساری رسمیں

1074/2
ساون تو اب کے ایسا برسا نہیں، جو کہیے
روتا رہا ہوں میں ہی دن رات اِس برس میں

1074/3
گھبرا کے یوں لگے ہے سینے میں دل تڑپنے
جیسے اسیر تازہ بے تاب ہو قفس میں

1074.4
جاں کاہ ایسے نالے لوہے سے تو نہ ہوویں
بے تاب دل کسو کا رکھا ہے کیا جرس میں

1074/5
اب لاغری سے دیں ہیں ساری رگیں دکھائی
پُر عشق بھر رہا ہے ایک ایک میری نَس میں

1074/6
اے ابر! ہم بھی برسوں روتے پھرا کیے ہیں
دریا بندھے پڑے ہیں وادی کے خار و خس میں

1074/7
کیا میر بس کرے ہے اب زاری آہ شب کی
دل آ گیا ہے اُس کا ظالم کسو کے بس میں

﴿1075﴾

1075/1
روتے ہیں، نالہ کش ہیں، یا رات دن جلے ہیں
ہجراں میں اُس کے ہم کو بہتیرے مشغلے ہیں

1075/2
جوں دود، عمر گزری سب پیچ و تاب ہی میں
اتنا ستا نہ ظالم ہم بھی جلے بلے ہیں

1075/3
مرنا ہے خاک ہونا، ہو خاک اُڑتے پھرنا
اس راہ میں ابھی تو درپیش مرحلے ہیں

1075/4
کس دن چمن میں یارب ہوگی صبا گل افشاں
کتنے شکستہ پر ہم دیوار کے تلے ہیں

1075/5
جب یاد آگئے ہیں پائے حنائی اُس کے
افسوس سے تب اپنے ہم ہاتھ ہی ملے ہیں

1075/6
تھا جو مزاج اپنا، سو تو کہاں رہا ہے
پر نسبت اگلی تو بھی، ہم اِن دنوں بھلے ہیں

1075/7
کچھ وہ جو کھنچ رہا ہے ہم کانپتے ہیں ڈر سے
یاں جوں کمان گھر میں ہر وقت زلزلے ہیں

1075/8
اک شور ہی رہا ہے دیوانے پن میں اپنے
زنجیر سے ہلے ہیں، گر کچھ بھی ہم ہلے ہیں

1075/9
پست و بلند دیکھیں کیا میر پیش آئے
اس دشت میں ہم اب تو سیلاب سے چلے ہیں

﴿1076﴾

1076/1
شرر سے اشک ہیں اب چشمِ تر میں
لگی ہے آگ اک میرے جگر میں

1076/2
نگینِ عاشق و معشوق کے رنگ
جدا رہتے ہیں ہم وے ایک گھر میں

1076/3
بلا ہنگامہ تھا کل اُس کے در پر
قیامت گم ہوئی اس شور و شر میں

1076/4
بگولے کی روش وحشت زدہ ہم
رہے برچیدہ دامن اس سفر میں

1076/5
سماں یاں سانجھ کا سا ہو نہ جاتا
اثر ہوتا اگر آہِ سحر میں

1076/6
لچکنے ہی نے ہم کو مار رکھا
کٹاری تو نہ تھی اُس کی کمر میں

1076/7
رہا تھا دیکھ اودھر میر چلتے
عجب اک نا اُمیدی تھی نظر میں

﴿1077﴾

1077/1	اثر ہوتا ہماری گر دعا میں	لگ اُٹھتی آگ سب ارض و سما میں
1077/2	نہ اٹکا ہائے ٹک یوسف کا مالک	وگرنہ مصر سب ملتا بہا میں
1077/3	قصور اپنی ہی طولِ عمر کا تھا	نہ کی تقصیر اُن نے تو جفا میں
1077/4	سخن مشتاق ہیں بندے کے سب لوگ	سر و دل کس کو ہے عشقِ خدا میں
1077/5	کفن کیا عشق میں مَیں نے ہی پہنا	کھنچے لوہو میں بہتیروں کے جامیں
1077/6	پیام اُس گل کو اُس کے ہاتھ دیتے	سبک پائی نہ ہوتی گر صبا میں
1077/7	جیو خوش یا کوئی ناخوش، ہمیں کیا	ہم اپنے محو ہیں ذوقِ فنا میں
1077/8	ہمیں فرہاد و مجنوں جس سے چاہو	تم آ کر پوچھ لو شہرِ وفا میں
1077/9	سراپا ہی ادا و ناز ہے یار	قیامت آتی ہے اُس کی ادا میں
1077/10	بلا زلفِ سیاہ اس کی ہے پُر پیچ	وطن دل نے[1] کیا ہے کس بلا میں

1077/11
ضعیف و زار تنگی سے ہیں ہر چند
ولیکن میر اُڑتے ہیں ہوا میں

﴿1078﴾

1078/1	نچیں جبہہ، عاشق اگر دست پائیں	خدا نُہہ نہ دے ان کو جو سر کھجائیں
1078/2	جھمکنے لگا خوں تو جائے سرشک	ابھی دیکھیں آنکھیں ہمیں کیا دکھائیں
1078/3	رہیں کس کو سانسی کہ اب ضعف سے	مرا جی ہی کرنے لگا سائیں سائیں
1078/4	خدا ساز تھا آذرِ بُت تراش	ہم اپنے تئیں آدمی تو بنائیں
1078/5	چلا یار کی اور جاتا ہے جی	جو ہو اختیاری تو اودھر نہ جائیں
1078/6	جگر سوز ہیں اس کے لعلِ خموش	طلب کریے بوسہ تو باتیں بنائیں
1078/7	ہمیں بے نیازی نے بٹھلا دیا	کہاں اتنی طاقت کہ منت اُٹھائیں
1078/8	کہیں دیکھے وہ بیدِ مجنوں کہ ہم	فراموش کار اپنے کو تا دکھائیں

1078/9
کہیں میر عشقِ مجازی ہے بد
حقیقت ہو معلوم گر دل لگائیں

﴿1079﴾

1079/1	اب کے ماہِ رمضاں دیکھا تھا پیمانے میں	بارے سب روزے تو گزرے مجھے میخانے میں
1079/2	جیسے بجلی کے چمکنے سے کسو کی سدھ جائے	بے خودی آئی اچانک ترے آجانے میں
1079/3	وہ تو بالیں تئیں آیا تھا ہمارے لیکن	سدھ بھی کچھ ہم کو نہ تھی جانے کے گھبرانے میں
1079/4	آج سنتے ہیں کہ فردا وہ قد آرا ہوگا	دیر کچھ اتنی قیامت کے نہیں آنے میں

---

[1] نسخۂ آسی میں 'وطن دل میں کیا ہے کس بدر میں' متن نا قابلِ فہم ہوگیا ہے۔

1079/5
حق جو چاہے تو بندھی مٹھی چلا جاؤں میر
مصلحت دیکھی نہ میں ہاتھ کے پھیلانے میں

1080

1080/1
میں نالہ کش تھا صبح کو یادِ حبیب میں
سوراخ پڑ گئے جگرِ عندلیب میں

1080/2
سر مارتے ہیں سنگ سے فرہاد کے سے رنگ
دیکھیں تو ہم بھی کیا ہے ہمارے نصیب میں

1080/3
جانے کو سوئے دوست مسافر ہوئے ہیں ہم
ڈر ہر قدم ہے عشق کی راہِ غریب میں

1080/4
کیا رفتگاں کے ہاتھ سے ہو کتنے اُن کے پاؤں
اکثر جنہوں کا ہاتھ ہے دستِ طبیب میں

1080/5
دل خستہ، چشم بستہ و رُو زرد، تس پہ گرد
حیرت ہے ہم کو میر کے حالِ عجیب میں

1081

1081/1
افیوں ہی کے تو دل شدہ ہم روسیاہ ہیں
ہو تخت کچھ دماغ تو پھر بادشاہ ہیں

1081/2
یاں جیسے شمعِ بزم، اقامت نہ کر خیال
ہم دل کباب پردے میں سرگرم راہ ہیں

1081/3
کہنا نہ کچھ کبھو، کھڑے حسرت سے دیکھنا
ہم کشتنی ہیں واقعی گر بے گناہ ہیں

1081/4,5
گہ مہرباں ہو دور سے، گہ آنکھیں پھیر لیں (قطعہ)[1]
معشوق آفتاب ہیں، عشاق ماہ ہیں

آنکھیں ہمارے پاؤں تلے کیوں نہ وہ ملیں
ہم بھی تو میر کشتۂ طرزِ نگاہ ہیں

1082

1082/1
مجھ کو دماغِ وصفِ گُلِ یاسمن نہیں
میں جوں نسیم بادِ فروشِ چمن نہیں

1082/2
کہنے لگا کہ لب سے ترے لعل خوب ہے
اس رنگ ڈھنگ سے تو ہمارا سخن نہیں

1082/3
پہنچا نہ ہوگا منزلِ مقصود کے تئیں
خاکِ رہ اُس کی جس کا عبیرِ کفن نہیں

1082/4
ہم کو خرامِ ناز سے مت خاک میں ملا
دل سے ہے جن کو راہ، یہ اُن کا چلن نہیں

1082/5
گل کام آوے ہے ترے منہ کے نثار کے
صحبت رکھے جو تجھ سے، یہ اُس کا دہن نہیں

1082/6
کل جا کے ہم نے میر کے ہاں یہ سنا جواب
مدت ہوئی کہ یاں تو وہ غربت وطن نہیں

1083

1083/1
ہجر تا چند، ہم اب وصل طلب کرتے ہیں
لگ گیا ڈھب تو اُسی شوخ سے ڈھب کرتے ہیں

1083/2
روز اک ظلم نیا کرتے ہیں یہ دلبر اور
روز کہتے ہیں ستم ترک ہم اب کرتے ہیں

1083/3
لاگ ہے جی کے تئیں اپنے اُسی یار سے ایک
اور سب یاروں کا ہم لوگ تو سب کرتے ہیں

---

[1] پانچویں شعر سے صاف ظاہر ہے کہ یہ شعر ماقبل یا مابعد کے شعر سے بہ اعتبارِ مضمون منسلک ہے لیکن کسی بھی نسخے میں انہیں قطعہ قرار نہیں دیا گیا۔ بہت زیادہ نہیں لیکن پھر بھی معنی کی ترسیل میں ان دونوں شعروں کو قطعہ قرار دینے کے بعد کچھ بہتری پیدا ہوتی ہے۔ گو ان دونوں شعروں کا مفہوم متن کی کسی غلطی کے سبب بہر طور واضح نہیں ہوتا۔

1083/4 تم کبھو میر کو چاہو سو کہ چاہیں ہیں تمہیں ۔۔۔ اور ہم لوگ تو سب اُن کا ادب کرتے ہیں

1083/5 ہوں جو بے حال اُس اعجوبۂ عالم کے لیے ۔۔۔ حال سن سن کے مرا لوگ عجب کرتے ہیں

1083/6 میر سے بحث یہ تھی کچھ جو نہ تھے حرف شناس
اب سخن کرتے ہیں کوئی تو غضب کرتے ہیں

《1084》

1084/1 مدت ہوئی کہ کوئی نہ آیا اُدھر سے یاں ۔۔۔ جاتی رہے گی جان اسی رہ گزر سے یاں

1084/2 وہ آپ چل کے آوے تو شاید کہ جی رہے ۔۔۔ ہوتی نہیں تسلیِ دل اب خبر سے یاں

1084/3 پوچھے کوئی تو سینہ خراشی دکھایئے ۔۔۔ سو تو نہیں ہے حرف و شکایت ہنر سے یاں

1084/4 آگے تو اشک پانی سے آ جاتے تھے کبھو ۔۔۔ اب آگ ہی نکلنے لگی ہے جگر سے یاں

1084/5 ٹپکا کریں ہیں پلکوں سے بے فاصلہ سرشک ۔۔۔ برسات کی ہوا ہے سدا چشمِ تر سے یاں

1084/6 اے بت! گرسنہ چشم ہیں مردم، نہ اُن سے مل ۔۔۔ دیکھے ہیں ہم نے پھوٹتے پتھر نظر سے یاں[1]

1084/7 راہ و[2] روش کا ہووے ٹھکانا تو کچھ کہیں
کیا جانے میر آ گئے تھے کل کدھر سے یاں

《1085》

1085/1 مصرع کوئی کوئی کبھو موزوں کروں ہوں میں ۔۔۔ کس خوش سلیقگی سے جگر خوں کروں ہوں میں

1085/2 بات اپنے ڈھب کی کوئی کرے وہ تو کچھ کہوں ۔۔۔ بیٹھا خموش سامنے ہوں ہوں کروں ہوں میں

1085/3 اُس بن نظر زمین سے سی دی ہے تو کہے ۔۔۔ کاہے کو چشم جانبِ گردوں کروں ہوں میں

1085/4 اُٹھتا ہے بے دماغ ہی، ہر چند رات کو ۔۔۔ افسانہ کہتے سیکڑوں افسوں کروں ہوں میں

1085/5 کب بے دماغی شہر سے دیتی ہے اُٹھنے میر
یوں تو خیالِ وادیِ مجنوں کروں ہوں میں

《1086》

1086/1 تا چند وہ ستم کرے، ہم در گزر کریں ۔۔۔ اب جی میں ہے کہ شہر سے اُس کے سفر کریں

1086/2 بے رو سے ایسی بات کے کرنے کا لطف کیا ۔۔۔ وہ منہ کو پھیر پھیر لے، ہم حرف سر کریں

1086/3 کب تک ہم انتظار میں ہر لحظہ بے قرار ۔۔۔ گھر سے نکل نکل کے گلی میں نظر کریں

1086/4 فرہاد و قیس، کوہ کن و دشت گرد تھے ۔۔۔ منہ نوچیں، چھاتی کوٹیں، یہی ہم ہنر کریں

1086/5 سختی مسلّم اُس سے جدا رہنے میں ولے ۔۔۔ سر سنگ سے نہ ماریں تو کیوں کر بسر کریں

1086/6 وہ تو نہیں کہ دیکھیں اس آئینہ رو کو صبح ۔۔۔ ہم کس اُمید پر شبِ غم کو سحر کریں

1086/7 لاویں کہاں سے خونِ دل اتنا کہ میر ہم
جس وقت بات کرنے لگیں، چشم تر کریں

---

[1] شعر شور انگیز، جلد سوم، ص۳۷۴، اس غزل کا یہی شعر منتخب کیا، لیکن دوسرے مصرع میں ردیف 'یاں' ہی درج نہیں کی۔

[2] طبع سوم اور نسخۂ کالج میں 'راہ و روش' میں واوِ عطف درج نہیں، نسخۂ کالج اور طبع دوم میں ہے۔

﴿1087﴾

1087/1 تکیے میں اپنے دل کا ہم غم کیا کریں ہیں — درویش کتنے ماتم باہم کیا کریں ہیں
1087/2 جب نام دل کا کوئی لے بیٹھتا ہے ناگہ — منہ دیکھ ہم دگر کا ماتم کیا کریں ہیں
1087/3 مستوں کی بات کیا ہے، جو کوئی اُس پہ جاوے — ہم گفتگو نشے میں درہم کیا کریں ہیں
1087/4 حکمِ فسانہ سازی پیدا کریں ہیں شب کو — افسوں ہم اس کے اوپر جو دم کیا کریں ہیں
1087/5 کچھ چال میر جی کی آتی نہیں سمجھ میں[1]
ہم بھی سلوک ان سے اب کم کیا کریں ہیں

ردیف ن ___ دیوان چہارم

﴿1088﴾

1088/1 ضعفِ دماغ سے کیا پوچھو ہو، اب تو ہم میں حال نہیں — اتنا ہے کہ تپش سے دل کی سَر پر[2] وہ دھمال نہیں
1088/2 گاہے گاہے اُس میں ہم نے منہ اس ماہ کا دیکھا تھا — جیسا سال کہ پر کا گزرا، ویسا بھی یہ سال نہیں
1088/3 بالوں میں اُس کے دل الجھا تھا، خوب ہوا جو تمام ہوا — یعنی گیا جب پیچ سے جی ہی، تب پھر کچھ جنجال نہیں
1088/4 ایسی متاعِ قلیل کے اوپر چشم نہ کھولیں اہلِ نظر — آنکھ میں آوے، جو کچھ ہووے، دنیا اتنی مال نہیں
1088/5 سرو چماں کو سیر کیا تھا، کبکِ خراماں دیکھ لیا — اُس کا سا انداز نہ پایا، اُس کی سی یہ چال نہیں
1088/6 دل تو اُن میں پھنس جاتا ہے، جی ڈوبے ہے دیکھ اُدھر — چاہِ زنخ گو چاہ نہیں ہے، بال اُس کے گو جال نہیں
1088/7 کب تک دل کے ٹکڑے جوڑوں میر جگر کے لختوں سے
کسب نہیں ہے پارہ دوزی، میں کوئی وصال نہیں

﴿1089﴾

1089/1 ہے وضعِ کشیدہ کا جو شور اُس کی، جہاں میں — نکلی ہے مگر تازہ کوئی شاخ کماں میں
1089/2 ہر طور میں ہم حرف و سخن لاگ سے دل کی — کیا کیا کہیں ہیں مرغِ چمن اپنی زباں میں
1089/3 کیا باد نے بھی دستِ تطاول کو دیا طول — پھیلے پڑے ہیں پھول ہی سب اب کے خزاں میں
1089/4 خوش رنگ ہے کس مرتبہ انہار کا پانی — خوں ناب مرے چشم کا ہے آبِ رواں میں
1089/5 روؤ مرے احوال پہ جوں ابر بہت میر
بے طاقتی بجلی کی سی ہے آہ و فغاں میں

﴿1090﴾

1090/1 دل کے گئے بیدل کہلائے، آگے دیکھیے کیا کیا ہوں — محزوں ہوویں، مفتوں ہوویں، مجنوں ہوویں، رسوا ہوں

---

[1] متن مطابق نسخۂ کالج ہے، آسی، نول کشور دوم، سوم میں مصرع ہے 'کچھ حال میر جی کے آتے نہیں سمجھ میں'۔
[2] نسخۂ مجلس میں ردیف ن کی اس پہلی ہی غزل کے مطلع میں ہی کتابت کی غلطی سے مصرع بے معنی ہو گیا ہے۔ 'سر پر' کی جگہ 'پر اب' درج ہے۔ سوم، ص ۳۲۷، طبع دوم۔

1090/2 عشق کی رہ میں پاؤں رکھا سو رہنے لگے کچھ رفتہ سے — آگے چل کر دیکھیں ہم اب گم ہوویں یا پیدا ہوں

1090/3 خار و خس اُلجھے ہیں آ پھی، بحث انھوں سے کیا رکھیں — موج زن اپنی طبع رواں سے جب ہم جیسے دریا ہوں

1090/4 ہم بھی گئے جا گہ سے اپنی شوق میں اُس ہرجائی کے — عشق کا جذبہ کام کرے تو پھر ہم دونوں یک جا ہوں

1090/5 کوئی طرف یاں ایسی نہیں جو خالی ہووے اس سے میر
یہ طرفہ ہے شور جرس سے چار طرف ہم تنہا ہوں

﴿1091﴾

1091/1 کچھ قدر عافیت کی معلوم کی نہ گھر میں — اب ہجرِ یار میں ہیں کیا دل زدہ سفر میں

1091/2 ہر لحظہ بے قراری، ہر لحہ آہ و زاری — ہر دم ہے اشک باری، نومیدی ہے نظر میں

1091/3 روتے ہی رہنا اکثر، تہ[1] چاہتا ہے سو تو — تاب اب نہیں ہے دل میں، نے خون ہے جگر میں

1091/4 یہ بخت دیکھ گاہے آتا ہے آنکھوں میں بھی — پر نقشِ اُس کے پا کا بیٹھا نہ چشمِ تر میں

1091/5 کیا راہ چلنے سے ہے اے میر دل مکدر
تو ہی نہیں مسافر، ہے عمر بھی گزر میں

﴿1092﴾

1092/1 خوبیِ رو و چشم سے آنکھیں اٹک گئیں — پلکوں کی صف کو دیکھ کے بھیڑیں سرک گئیں

1092/2 چلتے سمندِ ناز کی شوخی کو اُن کی دیکھ — گھوڑوں کی باگیں دستِ سپہ سے اُچک گئیں

1092/3 ترچھی نگاہیں پلکیں پھریں اُس کی پھر پھریں — سو فوجیں جو دو رستہ کھڑی تھیں ٹھٹک گئیں

1092/4 بجلی سا مرکب اُس کا کڑک کر چمک گیا — لوگوں کے سینے پھٹ گئے، جانیں دھڑک گئیں

1092/5 محبوب کا وصال نہ ہم کو ہوا نصیب — دل سے ہزار خواہشیں سر کو پٹک گئیں

1092/6 موقوفِ طور نور کا جھمکا ترا نہیں — چمکا جہاں تو برق سا، آنکھیں جھپک گئیں

1092/7 وحشت سے بھر رہی تھی نگہ تیر جان کے — جانیں بسانِ طائرِ بسمل پھڑک گئیں

1092/8 گردِ رہ اس کی دیکھتے اپنے اُٹھی نہ حیف — اب منتظر ہو آنکھیں مُندیں، یعنی تھک گئیں

1092/9 بھر دی تھی چشمِ ساقی میں یارب کہاں کی مے — مجلس کی مجلسیں نظر اک کرتے چھک گئیں

1092/10 کیا میر اُس کی نوکِ پلک سے سخن کرے
سر تیز چھریاں گڑتی جگر دل تلک گئیں

﴿1093﴾

1093/1 ہم سے اُسے نفاق ہوا ہے وفاق میں — کم اتفاق پڑتے ہیں یہ اتفاق میں

1093/2 شاید کہ جان و تن کی جدائی بھی ہے قریب — جی کو ہے اضطراب بہت اب فراق میں

1093/3 عازم پہنچنے کے تھے دل و عرش تک ولے — آیا قصور اپنے ہی کچھ اشتیاق میں

1093/4 احراق اپنے قلب کا رونے سے کب گیا — پانی کی چار بوندیں ہیں کیا احتراق میں

1093/5 تحصیل علم کرنے سے دیکھا نہ کچھ حصول — میں نے کتابیں رکھیں اُٹھا گھر کے طاق میں

[1] نول کشور طبع دوم میں 'نہ' آسی اور مجلس میں 'یہ' اور نسخۂ کالج میں 'تہ' ہے۔

1093/6 دم ناک میں بہ قولِ زناں عاشقوں کے ہیں — ہلنا بلا ہے موتی کا اُس کے بلاق میں

1093/7 اک نور گرم جلوہ فلک پر ہے ہر سحر
کوئی تو ماہ پارہ ہے میر اس رواق میں

﴿1094﴾

1094/1 صبح ہوئی، گلزار کے طائر دل کو اپنے ٹٹولیں ہیں — یاد میں اُس خودرو گلِ تر کی کیسے کیسے بولیں ہیں

1094/2 باغ میں جو ہم دیوانے سے جانکلیں ہیں نالہ کناں — غنچے ہو ہو مرغ چمن کے ساتھ ہمارے ہولیں ہیں

1094/3 یار ہمارا آساں کیا کچھ سینہ کشادہ ہم سے ملا — خون کریں ہیں جب دل کو وے بندِ قبا کے کھولیں ہیں

1094/4 مینہ جو برسے ہے شدت سے دیکھ اندھیری کیا ہے یہ — یعنی تنگ جو ہم آتے ہیں دل کو کھول کے رولیں ہیں

1094/5 وہ دھوبی کا کم ملتا ہے میلِ دل اودھر ہے بہت — کوئی کہے اس سے ملتے[1] ہیں تجھ کو کیا ہم دھولیں ہیں

1094/6 سرو تو ہے سنجیدہ لیکن پیشِ مصرعِ قدِ یار — ناموزوں ہی نکلے ہے جب دل میں اپنے تولیں ہیں

1094/7 مرگ کا وقفہ اس رستے میں کیا ہے میر سمجھتے ہو
ہارے ماندے راہ کے ہیں ہم لوگ کوئی دم سولیں ہیں

﴿1095﴾

1095/1 غزل میر کی کب پڑھائی نہیں — کہ حالت مجھے غش کی آئی نہیں

1095/2 زباں سے ہماری ہے صیاد خوش — ہمیں اب اُمیدِ رہائی نہیں

1095/3 کتابت گئی کب کہ اُس شوخ نے — بنا اُس کی گڈی اُڑائی نہیں

1095/4 نسیم آئی میرے قفس میں عبث — گلستاں سے دو پھول لائی نہیں

1095/5 مری دل لگی اُس کے رو ہی سے ہے — گلِ تر سے کچھ آشنائی نہیں

1095/6 نوشتے کی خوبی لکھی کب گئی — کتابت بھی ایک اب تک آئی نہیں

1095/7-9 جدا رہتے برسوں ہوئے کیوں کہ یہ — (قطعہ) کنایہ نہیں، بے ادائی نہیں
گلہ ہجر کا سن کے کہنے لگا — ہماری تمھاری جدائی نہیں
سیہ طالعی میری ظاہر ہے اب
نہیں شب کہ اُس سے لڑائی نہیں

﴿1096﴾

1096/1 دل کی لاگ بری ہے ہوتی، چنگے بھلے مر جاتے ہیں — آپ میں ہم سے بے خود رفتہ پھر پھر بھی کیا آتے ہیں

1096/2 رنگ نہ بدلے چہرے کا کیونکر، آنکھیں بیٹھی جائیں نہ کیوں — کیسے کیسے غم کھاتے ہیں، کیا کیا رنج اُٹھاتے ہیں

1096/3 جی ہی جائے ہے میر جو اپنا دیر کی جانب کیا کریے
یوں تو مزاج طرف کعبے کے بہتیرا ہم لاتے ہیں

---

[1] آسی اور مجلس میں 'ملنے میں'؛ جب کہ نسخۂ کالج میں اور فاروقی صاحب کے یہاں 'ملتے میں' ہے۔

﴿1097﴾

1097/1 دل کی کچھ تقصیر نہیں ہے، آنکھیں اُس سے لگ پڑیاں — مار رکھا سو اُن نے مجھ کو، کس ظالم سے جا لڑیاں
1097/2 ایک نگہ میں مر جاتا ہے عاشق کو چک دل اُس کا — زہر بھری کیا کام آتی ہیں گو وے آنکھیں ہوں بڑیاں
1097/3 عقدے داغِ دل کے شاید دستِ قدرت کھولے گا — ناخن سے تدبیر کے میرے کھلتی نہیں یہ گل جھڑیاں
1097/4 نحس تھے کیا وے وقت و ساعت جن میں لگا تھا دل اپنا — سال پہر ہے اب تو ہم کو، ماہ برابر ہیں گھڑیاں
1097/5 میر بلائے جان رہے ہیں دونوں فراق و وصل اُس کے
ہجر کی راتیں وہ بھاری تھیں، ملنے کے دن کی یہ کڑیاں

﴿1098﴾

1098/1 بھلا ہوا کہ دلِ مضطرب میں تاب نہیں — بہت ہی حال برا ہے اب اضطراب نہیں
1098/2 جگر کا لوہو جو پانی ہو بہہ نکلتا ہے — سو ہو چکا کہ مری چشم اب پُر آب نہیں
1098/3 دیارِ حسن میں دل کی نہیں خریداری — وفا متاع ہے اچھی پہ یاں کے باب نہیں
1098/4 حساب پاک ہو روزِ شمار میں تو عجب — گناہ اتنے ہیں میرے کہ کچھ حساب نہیں
1098/5 گزر ہے عشق کی بے طاقتی سے مشکل آہ — دنوں کو چین نہیں ہے، شبوں کو خواب نہیں
1098/6 جہاں کے باغ کا یہ عیش ہے کہ گل کے رنگ — ہمارے جام میں لوہو ہے سب، شراب نہیں
1098/7 تلاش میر کی اب مے کدوں میں کاش کریں
کہ مسجدوں میں تو وہ خانماں خراب نہیں

﴿1099﴾

1099/1 ہم کو کہنے کے تئیں بزم میں جا دیتے ہیں — بیٹھنے پاتے نہیں ہم کہ اُٹھا دیتے ہیں
1099/2 اُن طیوروں سے ہوں میں بھی اگر آتی ہے صبا — باغ کے چار طرف آگ لگا دیتے ہیں
1099/3 گرچہ ملتے ہیں خنک غیرتِ مہ یہ لڑکے — دل جگر دونوں کو یک لخت جلا دیتے ہیں
1099/4 دیر رہتا ہے ہُما لاش پہ غم کشتوں کی — استخواں اُن کے جلے کچھ تو مزا دیتے ہیں
1099/5 اُس شہِ حسن کا اقبال کہ ظالم کے تئیں — ہر طرف سیکڑوں درویش دعا دیتے ہیں
1099/6 دل جگر ہو گئے بے تاب غمِ عشق جہاں — جی بھی ہم شوق کے ماروں کے[1] دعا دیتے ہیں
1099/7 کیونکہ اس راہ میں پا رکھیے کہ صاحب نظراں — یاں سے لے واں تئیں آنکھیں ہی بچھا دیتے ہیں
1099/8 ملتے ہی آنکھ ملی اُس کی تو پر ہم بے تہ — خاک میں آپ کو فی الفور ملا دیتے ہیں
1099/9 طرفہ صناع ہیں اے میر یہ موزوں طبعاں
بات جاتی ہے بگڑ بھی تو بنا دیتے ہیں

﴿1100﴾

1100/1 جی مارا بے تابیِ دل نے، اب کچھ اچھا ڈھنگ نہیں — رنگ تپیدن کی شوخی سے منہ پر میرے رنگ نہیں

---

[1] نول کشور دوم میں 'کی دعا' آسی کے یہاں 'کو دعا' اور نسخۂ کالج میں 'کی دعا' ہے غالباً یہ 'کے دعا' ہے۔ 'کے' مصرع میں 'جی' کے لیے ہے۔

1100/2 وہ جو خرامِ ناز کرے ہے، ٹھوکر دل کو لگتی ہے
چوٹ کے اوپر چوٹ پڑے ہے، دل ہے میرا سنگ نہیں

1100/3 ہم بھی عالمِ فقر میں ہیں پر ہم سے جو مانگے کوئی فقیر
ایک سوال میں دو عالم دیں اتنے[1] دل کے تنگ نہیں

1100/4 ہاتھ پہ ہاتھ دھرے ہو گے کیا میرے طور شتابی ہو
بیٹھا ہوں کھڑے پاؤں میں کچھ چلنے میں تو[2] درنگ نہیں

1100/5 شعرِ میر بھی پڑھتا ہے تو اور کسو کا لے کر نام
کیوں کر کہیے اس ناداں کو نام سے میرے ننگ نہیں

1101

1101/1 وہ نہیں اب کہ فریبوں سے لگا لیتے ہیں
ہم جو دیکھیں ہیں تو وے[3] آنکھ چھپا لیتے ہیں

1101/2 کچھ تفاوت نہیں ہستی و عدم میں، ہم بھی
اُٹھ کے اب قافلۂ رفتہ کو جا لیتے ہیں

1101/3 نازکی ہائے رے طالع کی نکوئی سے کبھو
پھول سا ہاتھوں میں ہم اُس کو اُٹھا لیتے ہیں

1101/4 صحبت آخر کو بگڑتی ہے سخن سازی سے
کیا دراندازی بھی اک بات بنا لیتے ہیں

1101/5 ہم فقیروں کو کچھ آزار تمھیں دیتے ہو
یوں تو اس فرقے سے سب لوگ دعا لیتے ہیں

1101/6 چاک سینے کے ہمارے نہیں سینے اچھے
اِن ہی رخنوں سے دل و جان ہوا لیتے ہیں

1101/7 میر کیا سادے ہیں، بیمار ہوئے جس کے سبب
اُسی عطار کے لڑکے سے دوا لیتے ہیں

1102

1102/1 تھکے چارہ جوئی سے، اب کیا کریں
کہو تم سو دل کا مداوا کریں

1102/2 گلستاں میں ہم غنچہ ہیں دیر سے
کہاں ہم کو پروا کہ پروا کریں

1102/3 نہیں چاہتا جی کچھ اب سیر ہیں
ہوس دل کو ہو تو تمنا کریں

1102/4 بہ خود جستجو میں نہ اُس کی رہے
ہم آپھی ہیں گم، کس کو پیدا کریں

1102/5 غضب ہے یہ اندازِ رفتارِ عشق
چلے جائیں جی ہم تماشا کریں

1102/6 بلا شور ہے سر میں، ہم کب تلک
قیامت کا ہنگامہ برپا کریں

1102/7 کہیں دل کی مرغانِ گلشن سے کیا
یہ بے حوصلہ ہم کو رسوا کریں

1102/8 کھپا عشق کا جوش دل میں بھلا
کہ بدنام ہوویں جو سودا کریں

1102/9 بُرے حال اُس کی گلی میں ہیں میر
جو اُٹھ جائیں واں سے تو اچھا کریں

1103

1103/1 ہجر میں روتا ہوں ہر شب میں تو اس صورت سے یاں
وے اندھیری مینہ برسے جو کبھو شدت سے یاں

1103/2 کس قدر بیگانہ خو ہیں مردمانِ شہرِ حسن
بات کرنا رسم و عادت ہی نہیں اُلفت سے یاں

---

[1] آسی کے یہاں 'ان سے دل کے ننگ نہیں' درست نہیں۔ نسخۂ کالج اور طبع دوم میں متن کے مطابق مصرع درج کیا ہے۔

[2] آسی مجلس میں 'تو کچھ چلنے میں درنگ نہیں' ہم نے نسخۂ کالج اور طبع دوم کی سند سے مذکورہ مصرع درج کیا ہے۔

[3] نسخۂ آسی میں 'وہ' جب کہ نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'وے' ہے۔

1103/3 اُٹھ گئے ہیں جب سے ہم سُونا پڑا ہے باغ سب — شور ہنگام سحر کا بند ہے مدت سے یاں
1103/4 سر کوئی پھوڑے محبت میں تو ہارے اس طرح — مر گیا ہے عشق میں فرہاد جس قدرت سے یاں
1103/5 دل کشی اس بزم کی ظاہر ہے تم دیکھو تو ہو — لوگ جی دیتے چلے جاتے ہیں کس حیرت سے یاں
1103/6 صورتوں سے خاک واں یہ عالم تصویر ہے — بولیں کیا اہلِ نظر، خاموش ہیں حیرت[1] سے یاں
1103/7 فہم حرفوں کے تنافر کا بھی یاروں کو نہیں — اس پہ رکھتے ہیں تنفر سب مری صحبت سے یاں
1103/8 پنج روزہ عمر کریے عاشقی یا زاہدی — کام کچھ چلتا نہیں اس تھوڑی سی مہلت سے یاں
1103/9 کیا سرِ جنگ و جدل ہو بے دماغِ عشق کو
صلح کی ہے میر نے ہفتاد و دو ملّت سے یاں

﴿1104﴾

1104/1 داغِ فراق سے کیا پوچھو ہو، آگ لگائی سینے میں — چھاتی سے وہ مہ نہ لگا ٹک آ کر اس بھی مہینے میں
1104/2 چاک ہوا دل، ٹکڑے جگر ہے، لوہو روئے آنکھوں سے — عشق نے کیا کیا ظلم دکھائے دس دن کے اس جینے میں
1104/3 گوندھ کے گویا پتّی گل کی وہ ترکیب بنائی ہے — رنگ بدن کا تب دیکھو، جب چولی بھیگے پسینے میں
1104/4 اس صورت کا ناز نہ تھا کچھ دب چلتا تھا ہم سے بھی — جب تک دیکھا اُن نے نہ تھا منہ خوب اپنا آئینے میں
1104/5 لوگوں میں اسلام کے ہو تا[2] شہرت اِس رسوائی کی — شیخ کو پھیرا گدھے چڑھا کر مکّے اور مدینے میں
1104/6 دل نہ ٹٹولیں کاش کے اُس کا سردیِ مہر تو ظاہر ہے — پاویں اُس کو گرم مبادا یار ہمارے کینے میں
1104/7 میر نے کیا کیا ضبط کیا ہے شوق میں اشکِ خونیں کو
کہیے جو تقصیر ہوئی ہو اپنا لوہو پینے میں

﴿1105﴾

1105/1 اب ہوس ناک ہی مردم ہیں ترے یاروں میں — ہم جو عاشق ہیں سو ٹھہرے ہیں گنہ گاروں میں
1105/2 کوچۂ یار تو ہے غیرتِ فردوس، ولے — آدمی ایک نہیں اس کے ہواداروں میں
1105/3 ہو کے بدحال محبت میں کھنچے آخرکار — لوگ اچھے تھے بہت یار کے بیماروں میں
1105/4 جی گیا ایک دمِ سرد ہی کے ساتھ اپنا — ہم جو خوش زمزمہ تھے اُس کے گرفتاروں میں
1105/5 اب درِ باز بیاباں میں قدم رکھیے میر
کب تلک تنگ رہیں شہر کی دیواروں میں

﴿1106﴾

1106/1 عالم علم میں ایک تھے ہم وے حیف ہے اُن کو گیان نہیں[3] — اب کہتے ہیں خلطہ کیسا، جان نہیں پہچان نہیں
1106/2 کس اُمید پہ ساکن ہووے کوئی غریبِ شہر اُس کا — لطف نہیں، اکرام نہیں، انعام نہیں، احسان نہیں
1106/3 ہائے لطافت جسم کی اُس کے، مر ہی گیا ہوں پوچھو مت — جب سے تنِ نازک وہ دیکھا تب سے مجھ میں جان نہیں

---

[1] نسخۂ آسی اور مجلس میں 'حسرت سے یاں' غلط ہے۔ نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'حیرت سے یاں' درست ہے۔
[2] نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'ہونا' درست نہیں لیکن آسی اور مجلس میں 'ہوتا' بھی درست نہیں، 'ہو' اور 'تا' الگ الگ درج کرنا ضروری ہیں۔
[3] اس مصرعے میں نسخۂ آسی نے دو غلطیاں کی ہیں، ایک تو 'وے' کو 'ولے' اور دوسری 'گیان' کے قافیے میں 'ن' کا نقطہ درج نہیں کیا۔

1106/4 کیا باتوں سے تسلی ہو دل مشکلِ عشق میری سب — یار سے کہنے کہتے ہیں پر کہنا کچھ آسان نہیں

1106/5 شام و سحر ہم سر زدہ دامن سر بہ گریباں رہتے ہیں — ہم کو خیال اُدھر ہی کا ہے، اُن کو اِدھر کا دھیان نہیں

1106/6 جان کے ہیں تو آپ بنا ہوں اِن لڑکوں میں دیوانہ — عقل سے بھی بہرہ ہے مجھ کو، اتنا میں نادان نہیں

1106/7 پاؤں کو دامنِ محشر میں ناچاری سے ہم کھینچیں گے — لائق اپنی وحشت کے اُس عرصے کا میدان نہیں

1106/8 چاہت میں اس مایۂ جاں کی مرنے کے شایستہ ہوئے — جا بھی چکی ہے دل کی ہوس اب جینے کا ارمان نہیں

1106/9 شور نہیں یاں سنتا کوئی میرؔ قفس کے اسیروں کا
گوش نہیں دیوارِ چمن کے، گُل کے شاید کان نہیں

﴿1107﴾

1107/1 یوں ناکام رہیں گے کب تک، جی میں ہے اک کام کریں — رسوا ہو کر مارے جاویں، اُس کو بھی بدنام کریں

1107/2 جن[1] کو خدا دیتا ہے سب کچھ وے ہی سب کچھ دیتے ہیں — ٹوپی لنگوٹی پاس اپنے ہم اس پر کیا انعام کریں

1107/3 منہ کھولے تو روز ہے روشن، زلف کے بکھرے[2] رات ہے پھر — ان طوروں سے عاشق کیوں کر صبح کو اپنی شام کریں

1107/4 خط و کتابت، حرف و حکایت صفحہ ورق میں آجاوے — دستے کے دستے کاغذ ہو، جو دل کا حال ارقام کریں

1107/5 شیخ پڑے محرابِ حرم میں پہروں دوگانہ پڑھتے رہو[3] — سجدہ ایک اُس تیغ تلے کا ان سے ہو تو سلام کریں

1107/6 دل آسودہ ہو تو رہے تک در پر ہم سو بار گئے — وہ سو یہی[4] کہہ بھیجے ہے باہر، جاویں اب آرام کریں

1107/7 میل گدائی طبع کو اپنے کچھ بھی نہیں ہے ورنہ میرؔ
دو عالم کو مانگ کے لاویں ہم جو ٹک ابرام کریں

﴿1108﴾

1108/1 پھرا میں صورتِ احوال ہر یک کو دکھاتا یاں — مروّت قحط ہے آنکھیں نہیں کوئی ملاتا یاں

1108/2 خرابہ دلّی کا وہ چند بہتر لکھنؤ سے تھا — وہیں میں کاش مر جاتا، سراسیمہ نہ آتا یاں

1108/3 محبت دشمنِ جاں ہے جو میں معلوم یہ کرتا
تو کاہے کو کسو سے میرؔ اپنا دل لگاتا یاں

﴿1109﴾

1109/1 کس سے مشابہ کیجیے اُس کو، ماہ میں ویسا نور نہیں — کیوں کر کہیے بہشتی رُو ہے اِس خوبی سے حور نہیں

1109/2 شعر ہمارے عالم کے ہر چار طرف کیا دوڑے ہیں — کس وادی آبادی میں یہ حرف و سخن مشہور نہیں

1109/3 ہم دیکھیں تو دیکھیں اُسے پھر پردہ بہتر ہے یعنی — اور کریں نظارا اُس کا، ہم کو یہ منظور نہیں

1109/4 عزت اپنی تہی دستی میں رکھ لی خدا نے، ہزاروں شکر — قدر ہے دستِ قدرت سے یاں حیف ہمیں مقدور نہیں

1109/5 راہِ دورِ عدم سے آئے، بستی جان کے دنیا میں — سو یاں گھر او جڑ ہیں سارے، اک منزل معمور نہیں

---

[1] نسخۂ آسی اور مجلس میں 'جس' چھپا ہے جب کہ 'دیتے ہیں' کے ساتھ 'جن' ہی درست لفظ ہے۔

[2] نسخۂ کالج اور طبع دوم کا متن درجِ غزل کیا ہے۔ آسی اور مجلس میں مصرع یوں ہے 'منہ کھولے تو روزِ روشن، زلف بکھیرے رات ہے پھر'۔

[3] آسی کے یہاں 'پڑھتے ہو' جب کہ نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'پڑھتے رہو' کی مطابقت مصرع ثانی سے بہتر ہے۔

[4] نسخۂ مجلس 'وہ سو بھی کہہ' درست نہیں، آسی کے نسخے میں 'یہی' ہے، 'بھی' سے 'یہی' بہتر ہے۔

1109/6 عشق وجنوں سے اگرچہ تن پر ضعف ونحافت ہے لیکن — وحشت گو ہو عرصۂ محشر ، مجنوں سے رنجور نہیں

1109/7 ہجراں میں بھی برسوں ہم نے میر کیا ہے پاسِ وفا
اب جو کبھو ٹک پاس بلا لے ہم کو وہ تو دُور نہیں

ردیف ن ___ دیوان پنجم

﴿1110﴾

1110/1 تاروں کی جیسے دیکھیں ہیں آنکھیں لڑانیاں — اس بے نشاں کی ایسی ہیں چندیں نشانیاں

1110/2 پیری ہے اب تو کہیے سو کیا کہیے ہم نشیں! — کس رنج وغم میں گزریں ہیں اپنی جوانیاں

1110/3 ظلم و ستم سے خون کیا پھر دبا دیا — برباد کیا گئی ہیں مری جاں فشانیاں

1110/4 میں آپ چھیڑ چھیڑ کے کھاتا ہوں گالیاں — خوش آ گئیں ہیں اُس کی مجھے بد زبانیاں

1110/5 سنتا نہیں ہے شعر بھی وہ حرف ناشنو — دل ہی میں خوں ہوا کیں مری نکتہ دانیاں

1110/6 باتیں کڈھب رقیب کی ساری ہوئیں قبول — مجھ کو[1] جو ان سے عشق تھا میری نہ مانیاں

1110/7 مجلس میں تو خفیف ہوئے اُس کے واسطے — پھر اور ہم سے اُٹھتی نہیں سرگرانیاں

1110/8 عالم کے ساتھ جائیں چلے کس طرح نہ ہم — عالم تو کاروان ہے ، ہم کاروانیاں

1110/9 سر رفتہ سن نہ میر کا گر قصدِ خواب ہے
نیندیں اچٹتیاں ہیں سنے یے کہانیاں

﴿1111﴾

1111/1 رِساتے ہی[2] آتے ہو اہلِ ہوس میں — مزا رس میں ہے لوگے کیا تم کُرس میں

1111/2 درا میں کہاں شور ایسا دھرا تھا — کسو کا مگر دل رکھا تھا جرس میں

1111/3 ہمیں عشق میں بے بسی بے کسی ہے — نہ دشمن بھی ہو دوستی کے تو بس میں

1111/4 نہ رہ مطمئن تسمہ بازِ فلک سے — دغا سے یہ بہتوں کے کھینچے ہے تسمیں

1111/5 بہت روئے پردے میں جب دیدۂ تر — ہوئی اچھی برسات تب اس برس میں

1111/6 تنِ زرد و[3] لاغر میں ظاہر رگیں ہیں — بھرا ہے مگر عشق اک ایک نس میں

1111/7 محبت ، وفا ، مہر کرتے تھے باہم — اُٹھا دیں ہیں وے تم نے اب ساری رسمیں

1111/8 تمھیں ربط ، لوگوں سے ہر قسم کے ، ہے — نہ کھایا کرو جھوٹی جھوٹی تو قسمیں

1111/9 ہوا ہی کو دیکھیں ہیں اے میر اسیراں
لگا دیں مگر آنکھیں چاکِ قفس میں

---

1. نسخۂ آسی میں 'تجھ کو' درست نہیں، نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'مجھ کو' درست ہے۔
2. نسخۂ آسی میں 'رِساتے ہو، آتے ہو' جب کہ نسخۂ کالج میں 'رِساتے ہی آتے ہو' بہتر ہے۔
3. نسخۂ کالج اور نول کشور دوم کا متن جو اوپر درج کیا ہے، آسی کے 'تن زار لاغر میں' سے بہتر ہے۔ 'زار' اور 'لاغر' مترادف ہیں۔

﴿1112﴾

1112/1 غمِ ہجراں میں گھبرا کر اُٹھا میں — طرف گلزار کی آیا چلا میں

1112/2 شگفتہ خاطری اس بن کہاں تھی — چمن میں غنچہ پیشانی رہا میں

1112/3 کسو سے دل نہیں ملتا ہے یا رب — ہوا تھا کس گھڑی ان سے جدا میں

1112/4 تعارف ہم صفیروں سے نہیں کچھ — ہوا ہوں ایک مدت میں رہا میں

1112/5 کیا[1] صبر آخر آزارِ دلی پر — بہت کرتا رہا دارو دوا میں

1112/6 نہ عنقا کا کہیں نام و نشاں تھا — ہوا تھا شہرہ جب نامِ خدا میں

1112/7 ہوا تھا میر مشکل عشق میں کام — کیا پتھر جگر تب کی دوا میں

﴿1113﴾

1113/1 فریاد سے کیا لوگ ہیں دن ہی کو عجب میں — رہتی ہے خلش نالوں سے میرے دلِ شب میں

1113/2 حسرت کی جگہ ہے نہ کہ سبزانِ گل اندام — جاتے ہیں چلے آگے سے آتے نہیں ڈھب میں

1113/3 اُفتادگی پر بھی نہ چھوا دامن انہوں کا — کوتاہی نہ کی دلبروں کے ہم نے ادب میں

1113/4 کر خوف کلک خسپ[2] کی جو سرخ ہیں آنکھیں — جلتے ہیں تر و خشک بھی مسکیں کے غضب میں

1113/5 پایا نہ کنھوں نے اُسے کوشش کی بہت میر — سب سالک و مجذوب گئے اس کی طلب میں

﴿1114﴾

1114/1 اُس کو دل سا مکان دیتے ہیں — اہل اس گھر پہ جان دیتے ہیں

1114/2 کیونکہ خوش خواں نہ ہوویں اہلِ چمن — ہم اُنہوں کو زبان دیتے ہیں

1114/3 نو خطاں پھیر لیں ہیں منہ یعنی — ملتے رخصت کے پان دیتے ہیں

1114/4 جان کیا گوہرِ گرامی ہے — بدلے اس کے جہان دیتے ہیں

1114/5 ہندو بچوں سے کیا معیشت ہو — یہ کبھو انگ دان دیتے ہیں

1114/6 یہ عجب گم ہوئے ہیں جس کے لیے — نہیں اس کا نشان دیتے ہیں

1114/7 گلِ خوباں میں میر مہر نہیں — ہم کو غیروں میں سان دیتے ہیں

﴿1115﴾

1115/1 پلکیں پھریں ہیں کھنچی بھویں ہیں ترچھی تیکھی نگاہیں ہیں — اس اوباش کی سادگی دیکھو شوخی سے ہم چاہیں ہیں

---

[1] آسی اور مجلس میں 'گیا صبر' غلطی ہے، کتابت کی یا تدوین کی۔ 'کیا صبر' ہی ضرورتِ شعر ہے۔

[2] نسخۂ کالج میں یہ نادر لفظ 'کلک خسپ' درست متن ہے۔ نول کشور دوم میں سہو کتابت سے 'کلک خشت' ہوا، اس سے آسی صاحب نے 'گلِ خشت' اختراع فرمایا ہے۔ 'گل' بالکسر ہو یا بالضم، دونوں بے معنی ہیں۔ 'کلک خسپ' سے مراد ایسا نادار اور بے خانماں شخص جو راتیں بے سروسامانی سبب آگ کے الاؤ کے گرد گزارتا ہو۔

1115/2 کیا پہناوا خوش آتا ہے ان لڑکے چسپاں پوشوں کا — مونڈھے چپے ہیں، چولی پھنسی ہے ٹیڑھی ٹیڑھی کلاہیں ہیں

1115/3 ضبطِ گریہ دل سے ہو تو کوزے میں دریا کرنا ہے — حوصلہ داری جن کی ہوا ایسی عشق میں اُن کو سراہیں ہیں

1115/4 جب سے جدا میں ان سے ہوا ہوں حال عجب ہے روز و شب — چشمِ تر سے ٹپکیں ہیں آنسو خشک لبوں پر آہیں ہیں

1115/5 دل سے داغ، جگر ہے ٹکڑے، رہ جاتے ہیں چپکے سے — چھاتی سراہیے اُن لوگوں کی جو چاہت کو نباہیں ہیں

1115/6 دل اُلجھے اُن بالوں میں تو آخر سودا ہوتا ہے — کوچے کو زنجیر کے یعنی زلفوں سے دو راہیں ہیں

1115/7 یہ بھی سماں خوش ترکیبوں کا میر نہ اپنے دل سے گیا
سوتے سے اُٹھ کر آنکھیں ملیں ہیں، لے انگڑائی جماہیں ہیں

﴿1116﴾

1116/1 صبر کیا ہے برسوں ہم نے رات سے بے طاقت سے ہیں — اور گزارا کب تک ہوگا کچھ اب ہم رخصت سے ہیں

1116/2 رسم لطف نہیں ہے مطلق شہرِ خوشِ محبوباں میں — دیکھے کم جو کرتے کسو پر عاشق ہم مدت سے ہیں

1116/3 عشق کے دین اور مذہب میں مر جانا واجب آیا ہے — کوہکن و مجنوں موئے، اب ہم بھی اُسی ملّت سے ہیں

1116/4 ملنا[1] نفروں سے اُن کا چھوٹا آ کر میری صحبت میں — پھر متنفر بھی یہ بے تہ مجھ سے کی صحبت سے ہیں

1116/5 فرصتِ اُن کو کم ہے اگرچہ پر ملتے ہیں قابو پر
برسوں میر سے مل دیکھا ہے کچھ دے کم فرصت سے ہیں

﴿1117﴾

1117/1 ہر چند میرے حق میں کچھ اُس کا ستم نہیں — پر اِس ستم سے با مزہ لطف و کرم نہیں

1117/2 درویش جو ہوئے تو گیا[2] اعتبار سب — اب قابل اعتماد کے قول و قسم نہیں

1117/3 حیرت میں سکتے سے بھی مرا حال ہے پرے — آئینہ رکھ کے سامنے دیکھا تو دم نہیں

1117/4 مستغنی کس قدر ہیں فقیروں کے حال سے — یاں بارِ غم سے خم ہوئے واں بھوں میں[3] خم نہیں

1117/5 شاید جگر کا کام تمامی کو کھنچ گیا — یا لوہو روتے رہتے تھے یا چشم نم نہیں

1117/6 غم اِس کا کچھ نہیں، ہمیں گو لوگ کچھ کہیں — یہ التفات اُن نے جو کی ہے سو کم نہیں

1117/7 کہنے لگا کہ میر تمہیں بیچوں گا کہیں
تم دیکھیو نہ کہیو، غلام اِس[4] کے ہم نہیں

﴿1118﴾

1118/1 دل جلتے کچھ بن نہیں آتی، حال بگڑتے جاتے ہیں — جیسے چراغِ آخری شب، ہم لوگ نبڑتے جاتے ہیں

1118/2 رنگ ثباتِ چمن کا اُڑایا بادِ تند خزاں نے سب — برگ و بار و نورس گل کے غنچے جھڑتے جاتے ہیں

1118/3 طینت میں ہے نیاز جنھوں کے مسجودان کی سب ہے زمیں — خاک جو یہ پامال ہے اس سے سر کو رگڑتے جاتے ہیں

---

[1] نسخۂ مجلس جلد چہارم، ص ۱۰۶ پر 'ملنا ملنا نفروں۔۔۔' درج ہے۔

[2] نسخۂ آسی ص ۵۸۸، 'کیا اعتبار' درست نہیں۔ 'گیا اعتبار' سے شعر میں معنی پیدا ہوئے ہیں۔

[3] نسخۂ آسی میں 'بھونویں خم نہیں' درست نہیں، نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'بھوں میں خم' درست ہے۔

[4] آسی اور مجلس دونوں کے یہاں بالصراحت 'خم' اُس کے' درج ہے، حالانکہ یہاں شعر کے معنی تقاضا 'اِس کے' کا کر رہے ہیں۔

1118/4 راہ عجب درپیش ہے ہم کو یاں سے تنہا جانے کی — یار و ہمدم و ہمراہی ہر گام بچھڑتے جاتے ہیں

1118/5 ضعفِ دماغ سے افتاں خیزاں چلتے ہیں ہم راہِ ہوس — دیکھیں کیا پیش آوے اب تو گرتے پڑتے جاتے ہیں

1118/6 قد کو اپنے حشر خرام کے ایک نہیں لگ سکتا ہے — سروِ روانِ باغ جہاں ہر چند اکڑتے جاتے ہیں

1118/7 میر بلا ناساز طبیعت لڑکے ہیں خوش ظاہر بھی
ساتھ ہمارے راہ میں ہیں پھر ہم سے لڑتے جاتے ہیں

﴿1119﴾

1119/1 عشق نے ہم کو مار رکھا ہے جی میں اپنے تاب نہیں — دل کو خیالِ صبر نہیں ، آنکھوں کو میلِ خواب نہیں

1119/2 کوئی سبب ایسا ہو یا رب جس سے عزت رہ جاوے — عالم میں اسباب کے ہیں، پر پاس اپنے اسباب نہیں

1119/3 قحط نہیں ہے دل کا اب، من مارے تم کیوں پھرتے ہو — لینے والا چاہیے اس کا ، ایسا تو کم یاب نہیں

1119/4 خط کا جواب نہ لکھنے کی کچھ وجہ نہ ظاہر ہم پہ ہوئی — دیر تلک قاصد سے پوچھا منہ میں اُس کے جواب نہیں

1119/5 رونا روز شمار کا مجھ کو آٹھ پہر اب رہتا ہے — یعنی میرے[1] گناہوں کو کچھ حصر و حد و حساب نہیں

1119/6 رنگ شکستہ، دل ہے شکستہ، سر ہے شکستہ مستی میں — حال کسو کا اپنا سا اس میخانے میں خراب نہیں

1119/7 ٹھہریں میر کسو جا گہ ہم دل کو قرار جو ٹک آوے
ہو کے فقیر اُس در پر بیٹھیں اِس کے بھی ہم باب نہیں

﴿1120﴾

1120/1 آنکھیں سفید ، دل بھی جلا انتظار میں — کیا کچھ نہ ہم بھی دیکھ چکے ہجرِ یار میں

1120/2 دنیا میں ایک دو نہیں کرتا کوئی مقام — جو ہے روا روی ہی میں ہے اس دیار میں

1120/3 دیکھی تھیں ایک روز تری مست انکھڑیاں — انگڑائیاں ہی لیتے ہیں اب تک خُمار میں

1120/4 اخگر تھا دل نہ تھا مرا جس سے تہِ زمیں — لگ لگ اُٹھی ہے آگ کفن کو مزار میں

1120/5 بے دم ہیں دام گاہ میں اک دم تو چل کے دیکھ — سنتے ہیں دم نہیں کسی تیرے شکار میں

1120/6 محمل کے تیرے گرد ہیں محمل کئی ہزار — ناقہ ہے ایکِ لیلیٰ کا سو کس قطار میں

1120/7 شور اب چمن میں میری غزل خوانی کا ہے میر
اک عندلیب کیا ہے ، کہوں میں ہزار میں

﴿1121﴾

1121/1 طلب ہے کامِ دل کی اُس کے بالوں کی اسیری میں — گدائی شب کروں ہوں میں خجالت سے فقیری میں

1121/2 نگہ عزلت میں اُس ابرو کماں کی ہے اِدھر یعنی — لگا تیر اس کا چھاتی میں ہماری گوشہ گیری میں

1121/3 نظیر اُس کی نظر آئی نہ سیاحانِ عالم کو — سیاحت دور تک کی ، ایک ہے وہ بے نظیری میں

1121/4 حزیں آواز ہے مرغِ چمن کی کیا جنوں آور — نہیں خوش زمزمہ ویسا ہماری ہم صفیری میں

1121/5 جوانی میں نہ رسوائی ہوئی تا میر غم کھیتے
ہوئے اطفالِ تہ بازار گاہک جی کے پیری میں

---

[1] کلیات آسی ص ۵۸۹ پر 'میر' درج ہے بجائے 'میرے'۔

﴿1122﴾

1122/1 دل کی تہ کی کہی نہیں جاتی کہیے تو جی ماریں ہیں
رک کر پھوٹ بہیں جو آنکھیں رود کی سی دو دھاریں ہیں

1122/2 حرف شناس نہ تھے جب تم تو بے پرسش تھا بوسۂ لب
ایک اک بات کی مشتاقوں سے سو سو اب تکراریں ہیں

1122/3 عشق کے دیوانے کی سلاسل ہلتی ہے تو ڈریں ہیں ہم
بگڑے پیلِ مست کی سی زنجیروں کی جھنکاریں ہیں

1122/4 دے بھوویں جیدھر ہوں خمیدہ اودھر کا ہے خدا حافظ
یعنی جوہردار جھکی خوں ریز کی دو تلواریں ہیں

1122/5 دے دے جن لوگوں کو پھرتے آنکھوں ہم نے دیکھا تھا[1]
مدِ نظر تک آج انہوں کی گردِ شہر مزاریں ہیں

1122/6 پیچ و تاب میں بل کھا کھا کر کوئی مرے یاں اُن کو کیا
واں وے لیے مشاطہ کو یک سو بال ہی اپنے سنواریں ہیں

1122/7 بڑے بڑے تھے گھر جن کے یاں آثار اُن کے ہیں یے اب[2]
میر شکستہ دروازے ہیں ، گری پڑی دیواریں ہیں

﴿1123﴾

1123/1 حسن کیا جنس ہے جی اس پہ لگا بیٹھے ہیں
عزلتی شہر کے بازار میں آ بیٹھے ہیں

1123/2 ہم وے ہر چند کہ ہم خانہ ہیں دونوں لیکن
روشِ عاشق و معشوق جدا بیٹھے ہیں

1123/3 ان ستم کشتوں کو ہے عشق کہ اُٹھ کر یک بار
تیغِ خوں خوار تلے یار کی جا بیٹھے ہیں

1123/4 کیونکہ یاں اُس کا خیال آوے کہ آگے ہی ہم
دل سا گھر آتشیں آہوں سے جلا بیٹھے ہیں

1123/5 پیشِ رُو دستِ دعا ہے وہی شے خواہش ہے
اور سب چیز سے ہاتھ اپنا اُٹھا[3] بیٹھے ہیں

1123/6 ساری رات آنکھوں کے آگے ہی مری رہتا ہے
گو کہ وے چاند سے مکھڑے کو چھپا بیٹھے ہیں

1123/7 باغ میں آئے ہیں پر اُس گُلِ تر بن یک سو
غنچہ پیشانی و دل تنگ و خفا بیٹھے ہیں

1123/8 کیا کہوں آئے کھڑے گھر سے تو اک شوخی سے
پاؤں کے نیچے ، مرے ہاتھ دبا بیٹھے ہیں

1123/9 قافلہ قافلہ جاتے ہیں چلے کیا کیا لوگ
میر غفلت زدہ حیران سے کیا بیٹھے ہیں

﴿1124﴾

1124/1 منہ کیے اودھر زرد ہوئے جاتے ہیں ڈر سے سبک ساراں
کیوں کہ ہیں گے اس رستے میں ہم سے آہ گراں باراں

1124/2 جی تو پھٹا دیکھ آئینہ ہر لوحِ مزار کا جامہ نما
پھاڑ گریباں تنگ دلی سے ترک لباس کیا یاراں

1124/3 کی ہے عمارت دل کی جنھوں نے ، اُن کی بنا کچھ رکھی رہی
اور تو خانہ خراب ہی دیکھے اس بستی کے معماراں

1124/4 مے خانے میں اس عالم کے ، لغزش پر مستوں کی نہ جا
سکر میں اکثر دیکھے ہم نے بڑے بڑے یاں ہشیاراں

1124/5 کیا ستھرا اُو شفا خانے میں عشق کے جا کر دیکھیں ہیں
ایدھر اودھر سینکڑوں ہی بر پُشتِ بام تھے بیماراں

1124/6 بعد صبوحی گھگھیاتے گھگھیاتے باچھیں پھٹ بھی گئیں
یا رب ہوگی قبول کبھو بھی دعائے صبحِ گنہگاراں

1124/7 عشق میں ہم سے تم سے کھپیں[1] تو کھپ جاویں غم کس کو ہے
مارے گئے ہیں اس میداں میں ، کیا دل والے جگر داراں

---

[1] نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں 'تھا' ہے جب کہ آسی اور مجلس میں 'ہے' درج ہے۔

[2] آسی کے یہاں 'اُن کے یہ ہیں اب' ہے مجلس کا متن مختلف اور بہتر ہے 'اُن کے ہیں یے اب'۔

[3] مجلس کے نسخے کا متن مذکور ہے، آسی کے یہاں 'ہم ہاتھ اُٹھا بیٹھے ہیں' درج ہے۔

﴿1125﴾

1125/1 حاکم شہرِ حسن کے ظالم کیوں کہ ستم ایجاد نہیں — خون کسو کا کوئی کرے واں داد نہیں ، فریاد نہیں

1125/2 یاری ہماری یک باری خاطر سے فراموش اُن نے کی — ذکر ہمارا اُس سے کیا ، سو کہنے لگا کچھ یاد نہیں

1125/3 کیا کیا مردمِ خوش ظاہر ہیں عالمِ حسن میں نامِ خدا — عالمِ عشق خرابہ ہے ، واں کوئی گھر آباد نہیں

1125/4 عشق کوئی ہمدرد کہیں مدت میں پیدا کرتا ہے — کوہ رہیں گو نالاں برسوں ، لیکن اب فرہاد نہیں

1125/5 لڑنا کاواکی سے فلک کا پیشِ پا افتادہ ہے
میر طلسمِ غبار جو یہ ہے کچھ اس کی بنیاد نہیں

﴿1126﴾

1126/1 تدبیر کوئی بتاوے جو آپ کو سنبھالیں — جینے کی اپنے ہم بھی کوئی طرح نکالیں

1126/2 قالب میں جی نہیں ہے اُس بن ہمارے گویا — حیران کار یا رب ہم کیسا ڈول ڈالیں

1126/3 محشر میں دادِ خوباں چاہیں تو کس سے چاہیں — واں لگ چلے ملک تو اس کو بھی بے لگالیں

1126/4 طالع نہ ذائقے کے اپنے کھلے کہ ہم بھی — ان شکّریں لبوں کے ہونٹھوں کا کچھ مزا لیں

1126/5 خوش چشم خوب رویاں دیدہ درا[2] ہیں کتنے — دزدیدہ دیکھنے میں ، دل دیکھتے چرا لیں

1126/6 عشق و جنوں سے جی تو تنگ آ گیا ہے کاش اب — دستِ تلطف اپنے ، سر سے مرے اُٹھا لیں

1126/7 خوں ریزی سے ہماری ، اچھا ہے ہاتھ اُٹھانا — یوں چاہیے کہ دلبر درویش سے دعا لیں

1126/8 چلتے ہیں ناز سے جب ٹھوکر لگے ہے دل کو — آتی[3] نہیں سمجھ میں ان دلبروں کی چالیں

1126/9 منت ہزار کریے مانے منے نہ ہرگز
میر ایسے غصہ ور کو ہم کس طرح منا لیں[4]

﴿1127﴾

1127/1 مے کشی صبح و شام کرتا ہوں — فاقہ مستی مدام کرتا ہوں

1127/2-3 کوئی ناکام یوں رہے کب تک (قطعہ)[5] — میں بھی اب ایک کام کرتا ہوں
یا تو لیتا ہوں دادِ دل ، یا اب
کام اپنا تمام کرتا ہوں

﴿1128﴾

1128/1 ملنے کے دن جب یاد آتے ہیں سدھ بدھ بھولے جاتے ہیں
بے خود ہو جاتے ہیں ہم تو دیر بہ خود پھر آتے ہیں

---

[1] نسخۂ کالج میں 'کھپیں' درست ہے جب کہ آسی اور مجلس کے نسخوں میں 'کہیں' غلط ہے۔
[2] نسخۂ کالج میں 'دیدہ درا' ہی درست ہے، ورنہ نول کشور دوم اور آسی کے یہاں 'دیدہ دراں' اور مجلس میں سہواً 'دیدہ وراں' درج ہے۔
[3] آسی کے یہاں 'آتیں' (قدیم املا) نسخۂ مجلس میں 'آئیں' (سہو کتابت) نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں 'آتی' (جدید املا) ہے۔
[4] اس مصرع کا متن نسخۂ کالج اور نول کشور دوم کے مطابق، آسی کے یہاں نہایت بے معنی مصرع ہے۔ 'میر ایسے درد کو ہم کس طرح سے منا لیں'
[5] مطلع سمیت یہ تینوں شعر ایک مسلسل مضمون بیان کر رہے ہیں لہٰذا انہیں قطعہ قرار دینا چاہیے لیکن کسی نسخے میں ان اشعار کو (یا کم از کم دوسرے تیسرے شعر کو) مسلسل درج نہیں کیا۔ ہم نے دوسرے، تیسرے شعر کو قطعہ درج کیا ہے۔

ردیف ن ___ دیوان ششم

﴿1129﴾

1129/1 سر سے ایسی لگی ہے اب کہ جلے جاتے ہیں — متصل شمع سے روتے ہیں گلے جاتے ہیں
1129/2 اس گلستاں میں نمود اپنی ہے جوں آبِ رواں — دم بہ دم مرتبے سے اپنے چلے جاتے ہیں
1129/3 تن بدن ہجر میں کیا کہیے کہ کیسا سوکھا — ہلکی بھی باؤ میں تنکے سے ہلے جاتے ہیں
1129/4 رہتے دکھلائی نہیں دیتے بلاکش اس کے — جی کھپے جاتے ہیں دل اپنے دَلے[1] جاتے ہیں
1129/5 پھر بخود آئے نہ بدحالی میں بے خود جو ہوئے — آپ سے جاتے ہیں ہم بھی تو بھلے جاتے ہیں
1129/6 خاکِ پا اس کی ہے شاید کسو کا سرمۂ چشم — خاک میں اہلِ نظر اس سے رَلے جاتے ہیں
1129/7 گرم ہیں اس کی طرف جانے کو ہم لیکن میر — ہر قدم ضعفِ محبت سے ڈھلے جاتے ہیں

﴿1130﴾

1130/1 ایسے دیکھے ہیں اندھے لوگ کہیں — پھوٹی سہتے ہیں ، آنچی سہتے نہیں
1130/2 مر گئے نا اُمید ہم مہجور — خواہشیں جی کی ، اپنے جی میں رہیں
1130/3 دیر دریا کنارا کرتا رہا — عشق میں آنکھیں اپنی زور بہیں[2]
1130/4 مرتے تھے اُس گلی میں لاکھوں جہاں — ہم بھی مارے گئے ندان وہیں
1130/5 دَیر سے میر اُٹھ کے کعبے گئے — کہیے کیا ، نکلے جا کہیں کے کہیں

﴿1131﴾

1131/1 رابطہ باہم ہے کوئی دن کا یاں — پھر زمانے میں کہاں تم ہم کہاں
1131/2 گم ہوا ہوں یاں سے جا کر میں جہاں — کچھ نہیں پیدا کہیں[3] میرا نشاں
1131/3 پیری میں ہے طفلِ مکتب سا جھول — ہے فلک کرنے کے قابل آسماں
1131/4 تو کبھی واں نا گہاں بجلی گری — وہ نگاہِ تند کرتا ہے جہاں
1131/5 بھولے بھی میں یک نظر دیکھا نہیں — اِس پہ ہے وہ بے دماغ و بدگماں
1131/6 عشق نے تکلیف کی مالایطاق — بارِ امانت کا گراں ، میں ناتواں
1131/7 کام کچھ آئی نہ دل کی بھی کشش — کھنچ رہا ہے ہم سے وہ ابرو کماں
1131/8 کیا چھپی ہیں باتیں میرے عشق کی — داستاں در داستاں ہے داستاں
1131/9 عشق میں کیونکر بسر کریے گا عمر — دل لگا ہے جس سے سو نامہرباں

---

[1] کلیات مرتبہ آسی میں 'دبے' طبع دوم میں 'دیے' اور نسخۂ کالج میں 'دلے' ہے، یہی نسبتاً بہتر ہے۔
[2] نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں 'زور نہیں' غلط ہے۔ آسی کے یہاں 'زور بہیں' درست ہے۔
[3] آسی کے یاں 'کہاں' نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'کہیں' ہے، جو بہتر ہے۔

1131/10
جو زمیں پا لغزتھی[1] شاید کہ میر
ہو وہیں مسجود اس کا آستاں

1132

1132/1
اُس سے گھبرا کے جو کچھ کہنے کو آ جاتا ہوں
دل کی پھر دل میں لیے، چپکا چلا جاتا ہوں

1132/2
سعیِ دشمن کو نہیں دخل مری ایذا میں
رنج سے عشق کے میں آپھی کھپا جاتا ہوں

1132/3
گرچہ کھویا سا گیا ہوں، پہ تہِ حرف وسخن
اس فریبندۂ عشاق کی پا جاتا ہوں

1132/4
خشم کیوں، بے مزگی کاہے کو، بے لطفی کیا
بد بر اتنا بھی نہ ہو مجھ سے بھلا جاتا ہوں

1132/5
استقامت سے ہوں جوں کوہ، قوی دل لیکن
ضعف سے عشق کے ڈھہتا ہوں، گرا جاتا ہوں

1132/6
مجلسِ یار میں تو بار نہیں پاتا میں[2]
در و دیوار کو احوال سنا جاتا ہوں

1132/7
گاہ باشد کہ سمجھ جائے مجھے رفتۂ عشق
دور سے رنگِ شکستہ کو دکھا جاتا ہوں

1132/8
یک بیاباں ہے مری بے کسی و تنہائی
مثلِ آوازِ جرس سب سے جدا جاتا ہوں

1132/9
تنگ آوے گا کہاں تک نہ مرا قلبِ سلیم
بگڑی صحبت کے تئیں روز بنا جاتا ہوں

1132/10
گرمیِ عشق ہے ہلکی بھی[3] جو ہمدم دل میں
روز و شب، شام وسحر میں تو جلا جاتا ہوں

1133

1133/1
تری راہ میں گرچہ ابے ماہ ہوں
پہ یہ غم ہے میں بھی سرِ راہ ہوں

1133/2
مرے درپئے خونِ ناحق ہے تو
نہ خوں دار ہوں میں نہ خوں خواہ ہوں

1133/3
تری دوستی سے جو دشمن ہیں سب
اُنھوں کے بھی خوں تک میں ہمراہ ہوں

1133/4
نہ سمجھو مجھے بے خبر اس قدر
تہ دِل سے لوگوں کے آگاہ ہوں

1133/5
مری کج روی سادگی سے ہے میر
بہت اس رویے پہ گمراہ ہوں

1134

1134/1
بہار آئی، مزاجوں کی سبھی تدبیر کرتے ہیں
جوانوں کو انھی ایام میں زنجیر کرتے ہیں

1134/2
برہمن زادگانِ ہند کیا پرکار سادے ہیں
مسلمانوں کی یارانے ہی میں تکفیر کرتے ہیں

1134/3
موئے پر اور بھی کچھ بڑھ گئی رسوائی عاشق کی
کہ اُس کی نعش کو اب شہر میں تشہیر کرتے ہیں

1134/4
ہماری حیرتِ عشقی سے چپ رہ جانے کی، اُس سے
مخالف مدعی کس کس طرح تقریر کرتے ہیں

1134/5
تماشا دیکھنا منظور ہو تو مل فقیروں سے
کہ چٹکی خاک کو لے ہاتھ میں اکسیر کرتے ہیں

1134/6
نہ لکھتے تھے کبھو یک حرف اُس کو ہاتھ سے اپنے
سو کاغذ دستے کے دستے ہم اب تحریر کرتے ہیں

1134/7
در و دیوارِ افتادہ کو بھی کاش اک نظر دیکھیں
عمارت ساز مردم گھر جو اب تعمیر کرتے ہیں

---

[1] آسی کے متن میں 'ہے' قدیم نسخوں میں 'تھی'، اس مضمون کے دیگر اشعار میں بھی 'تھی' مذکور ہوا ہے۔
[2] نسخۂ کالج 'میں' جب کہ آسی اور طبع دوم میں 'ہوں'، ہم نے اتباعِ نسخۂ کالج کو بہتر جانا ہے۔
[3] نسخۂ مجلس میں 'ابھی' ہے۔ یہ صورت وزن سے ساقط ہے۔ بغیر اختلاف درج کیے آسی کے نسخے میں 'بھی' ہے۔

1134/8 خدانا کردہ رک جاؤں، جہاں رک جائے گا سارا — غلط کرتے ہیں لڑکے جو مجھے دلگیر کرتے ہیں

1134/9 اُسے اصرار خوں ریزی پہ ہے، ناچار ہیں اس میں
وگرنہ عجز تابی تو بہت سی میر کرتے ہیں

﴿1135﴾ [1]

1135/1 طلب ہے کامِ دل کی اُس کے بالوں کی اسیری میں — گدائی رات کو کرتا ہوں خجلت سے فقیری میں

1135/2 نگہ عزلت میں اس ابرو کماں کی تھی ادھر یعنی — لگا تیر اس کا چھاتی میں، ہماری گوشہ گیری میں

1135/3 نظیر اُس کی نظر آئی نہ سیاحانِ عالم کو — سیاحت دُور تک کی، ایک ہے وہ بے نظیری میں

1135/4 حزیں آواز ہے مرغِ چمن کی کیا جنوں آور — نہیں خوش زمزمہ ویسا ہماری ہم صفیری میں

1135/5 جوانی میں نہ رسوائی ہوئی تا میر غم کھنچتا
ہوئے اطفال نہ بازار گاہک جی کے پیری میں

﴿1136﴾

1136/1 اب دیکھیں آہ کیا ہو ہم وے جدا ہوئے ہیں — بے یار و بے دیار و بے آشنا ہوئے ہیں

1136/2 غیرت سے نام اس کا آیا نہیں زباں پر — آگے خدا کے جب ہم محوِ دعا ہوئے ہیں

1136/3 اہلِ چمن سے کیوں کر اپنی ہو روشناسی — برسوں اسیر رہ کر اب ہم رہا ہوئے ہیں

1136/4 بے عشق خوب رویاں اپنی نہیں گزرتی — اے وائے کس بلا میں ہم مبتلا ہوئے ہیں

1136/5 جانا کہ تن میں ہر جا نازک ہے اور دلکش — ہم رفتۂ سراپا اس کے بجا ہوئے ہیں

1136/6 تھے غنچے جیسے[2] زیرِ دیوارِ باغ طائر — شب باشیِ چمن سے شاید خفا ہوئے ہیں

1136/7 خرقہ قمیص کا[3] ہے کیا وقر اُس گلی میں — ترکِ لباس کر واں شاہاں گدا ہوئے ہیں

1136/8 خاموش اُس کے در پر ہو کر فقیر بیٹھے — یعنی کہ عاشقی میں ہم بے نوا ہوئے ہیں

1136/9 عہدِ شباب گزرا شربِ مدام ہی میں — ہم کہنہ سال ہو کر اب پارسا ہوئے ہیں

1136/10 اظہارِ کم فراغی[4] ہر دم کی بے دماغی
ان روزوں میر صاحب کچھ میرزا ہوئے ہیں

﴿1137﴾

1137/1 بیکار مجھ کو مت کہہ، میں کار آمدہ ہوں — بیگانہ وضع تو ہوں پر آشنا زدہ ہوں

1137/2 میں منہ نہیں لگایا بنت العنب کو گاہے
تب تھا جوانِ صالح، اب پیرِ میکدہ ہوں

---

[1] دیوان پنجم میں ۱۱۲۱ نمبر شمار کے تحت بھی یہی غزل چند ادنیٰ لفظی اختلافات کے ساتھ درج ہے۔ نسخۂ آسی میں یہ غزلیں ص ۵۹۰ اور پھر ص ۶۵۲ پر اور نسخۂ مجلس میں جلد چہارم ص ۱۱۱ اور پھر ص ۲۴۲ پر درج ہوئی ہیں۔ اس غزل کو الگ سے غزل شمار کرنے کی کوئی وجہ نہیں پھر بھی قدیم مرتبین کے اتباع اور چند ادنیٰ لفظی تبدیلیوں کے مطالعے کی غرض سے شامل کی جا رہی ہیں۔

[2] تینوں نول کشوری اشاعتوں میں 'جیتنے' ہے۔ یہاں اس لفظ سے مصرع بے معنی رہ جاتا ہے اس لیے قیاسی تصحیح سے 'جیسے' کر لیا ہے۔

[3] نسخۂ کالج میں 'حرفہ قیص کا ہے' آسی اور مجلس میں 'خرقہ قمیص کیا ہے' درست متن ان دونوں کی غلطی دُور کرنے کے بعد اوپر درج ہے۔

[4] نسخۂ کالج میں 'اظہار فراغی ہر دم' درست نہیں، یہاں آسی کا متن درست ہے۔

﴿1138﴾

1138/1 اسرار دل کے کہتے ہیں پیر و جوان میں
مطلق نہیں ہے بند ہماری زبان میں

1138/2 رنگینیِ زمانہ سے خاطر نہ جمع رکھ
سو رنگ بدلے جاتے ہیں یاں ایک آن میں

1138/3 شاید بہار آئی ہے دیوانے ہیں[1] جوان
زنجیر کی سی آتی ہے جھنکار کان میں

1138/4 بے وقفہ اس ضعیف پہ جور و ستم نہ کر
طاقت تعب کی کم ہے بہت میری جان میں

1138/5 اس کے لبوں کے آگے کنھوں نے نبات کی
آئی ہے کسر شہدِ مصفا کی شان میں

1138/6 چہرہ ہی یار کا رہے ہے چت چڑھا سدا
خورشید و ماہ آتے ہیں کب میرے دھیان میں

1138/7 اب میرے اُس کے عہد میں شاید کہ اُٹھ گئی
آگے جو رسم دوستی کی تھی جہان میں

1138/8 تارے تو یہ نہیں مری آہوں سے رات کی
سوراخ پڑ گئے ہیں تمام آسمان میں

1138/9 ابرو کی طرح اُس کی چڑھی ہی رہے ہے میر
نکلی ہے شاخ تازہ کوئی کیا[2] کمان میں

﴿1139﴾

1139/1 آئے ہیں میر کافر ہو کر خدا کے گھر میں
پیشانی پر ہے قشقہ، زنار ہے کمر میں

1139/2 نازک بدن ہے کتنا وہ شوخ چشم دلبر
جان اُس کے تن کے آگے آتی نہیں نظر میں

1139/3 سینے میں تیر اس کے ٹوٹے ہیں بے نہایت
سوراخ پڑ گئے ہیں سارے مرے جگر میں

1139/4 آئندہ شام کو ہم رویا کڑھا کریں گے
مطلق اثر نہ دیکھا نالیدنِ سحر میں

1139/5 بے سدھ پڑا رہوں ہوں اس مستِ ناز بن میں
آتا ہے ہوش مجھ کو اب تو پہر پہر میں

1139/6 سیرت سے گفتگو ہے، کیا معتبر ہے صورت
ہے ایک سوکھی لکڑی جو بو نہ ہو اگر میں

1139/7 ہمسایۂ مغاں میں مدت سے ہوں چنانچہ
اک شیرہ خانے کی ہے دیوار میرے گھر میں

1139/8 اب صبح و شام شاید گریہ پہ رنگ آوے
رہتا ہے کچھ جھمکتا خوں ناب چشمِ تر میں

1139/9 عالم میں آب و گِل کے کیونکر نباہ ہوگا
اسباب گر پڑا ہے سارا مرا سفر میں

﴿1140﴾

1140/1 آنکھ لگی ہے جب سے اُس سے، آنکھ لگی زنہار نہیں
نیند آتی ہے دل جمعی میں، سو تو دل کو قرار نہیں

1140/2 وصل میں اُس کے روز و شب کیا خوب گزرتی تھی اپنی
ہجراں کا کچھ اور ہے ساماں اب وہ لیل و نہار نہیں

1140/3 خالی پڑے ہیں دام کہیں یا صیدِ وحشی صید ہوئے
یا جس صید افگن کے لیے تھے اُس کو ذوقِ شکار نہیں

1140/4 سبزہ خط کا گردِ گل رُو بڑھ کانوں کے پار ہوا
دل کی لاگ اب اپنی ہو کیونکر وہ اُس منہ پہ بہار نہیں

1140/5 لطف عمیم اس کا اے[3] ہمدم کیوں نہ غنیمت جانیں ہم
ربطِ خاص کسو سے اُسے[4] ہو یہ تو طورِ یار نہیں

---

[1] کلیاتِ میر مرتبہ آسی و نسخۂ مجلس میں 'دیوانہ ہے جواں' ہے مذکورہ بالا متن جو نسخۂ کالج میں ہے، درست ہے۔

[2] مصرع مطابق نسخۂ کالج ہے، آسی اور مجلس میں 'کیا کوئی تازہ کمان' ہے۔ نسخۂ کالج کا متن اس لیے بہتر ہے کہ وہاں 'تازہ' 'شاخ' سے قریب ہے کہ آسی کے یہاں 'تازہ' 'کمان' کے قریب ہو جاتا ہے۔

[3] نسخۂ آسی میں 'لطف عمیم اُس کا ہے ہمدم' ہے نسخۂ کالج کا 'لطف عمیم اس کا اے ہمدم' اس لیے بہتر ہے کہ اس صورت میں 'لطف عمیم' کو با اضافت بھی پڑھا جا سکتا

[4] نسخۂ آسی و مجلس میں 'کسو سے اُس سے ہو' غلط ہی نہیں، ناموزوں بھی ہے، 'کسو سے اُسے ہو' کی قیاسی تصحیح سے معاملہ حل ہوتا ہے۔

1140/6 عشق میں اس بے چشم و رُو کے طرفہ رُویت پیدا کی — کس دن اُدھر سے اب ہم پر گالی، جھڑکی، مار نہیں

1140/7 مشتاق اس کے راہ گزر پر برسوں کیوں نہ بیٹھیں میر
ان نے راہ اب اور نکالی ایدھر اس کا گزار نہیں

﴿1141﴾

1141/1 طرفہ، خوش رُو دمِ خوں ریز، ادا کرتے ہیں — وار جب کرتے ہیں، منہ پھیر لیا کرتے ہیں

1141/2 عشق کرنا نہیں آسان، بہت مشکل ہے — چھاتی پتھر کی ہے اُن کی جو وفا کرتے ہیں

1141/3 شوخ چشمی تری پردے میں ہے جب تک، تب تک — ہم نظر باز بھی آنکھوں کی حیا کرتے ہیں

1141/4 نفع بیماریِ عشقی کو کرے سو معلوم — یار مقدور تلک اپنی دوا کرتے ہیں

1141/5 آگ کا لائحہ ظاہر نہیں کچھ لیکن ہم — شمع تصویر سے دن رات جلا کرتے ہیں

1141/6 اُس کی قربانیوں کی سب سے جدا ہے رہ و رسم — اولِ وعدہ دل و جان فدا کرتے ہیں

1141/7 رشک ایک آدھ کا جی مارتا ہے عاشق کا — ہر طرف اُس کو تو دو چار دعا کرتے ہیں

1141/8 بند بند اُن کے جدا دیکھوں الٰہی میں بھی — میرے صاحب کو جو بندے سے جدا کرتے ہیں

1141/9 دل کو جانا تھا گیا، رہ گیا ہے افسانہ — روز و شب ہم بھی کہانی سی کہا کرتے ہیں

1141/10 واں سے یک حرف و حکایت بھی نہیں لایا کوئی — یاں سے طومار کے طومار چلا کرتے ہیں

1141/11 بود و باش ایسے زمانے میں کوئی کیوں کے کرے — اپنی بدخواہی جو کرتے ہیں بھلا کرتے ہیں

1141/12 حوصلہ چاہیے جو عشق کے آزار کھنچیں — ہر ستم، ظلم پہ ہم صبر کیا کرتے ہیں

1141/13 میر کیا جانے کسے کہتے ہیں واشد وے تو
غنچہ خاطر ہی گلستاں میں رہا کرتے ہیں

﴿1142﴾

1142/1 نا آشنا کے اپنے، جیسے ہم آشنا ہیں — اِس طور اِس طرح کے ایسے کم آشنا ہیں

1142/2 باہم جو یاریاں ہیں اور آشنائیاں ہیں — سب ہیں نظر میں اپنی، ہم عالم آشنا ہیں

1142/3 ماتم کدہ ہے تکیہ کیا تازہ کچھ ہمارا — یک جا فقیر کب سے ہم سب غم آشنا ہیں

1142/4 تحریر رازِ دل کی مشکل ہے کیونکہ کریے — کاغذ قلم ہمارے کب محرم آشنا ہیں

1142/5 یاری جہانیوں کی کیا میر معتبر ہے
نا آشنا ہیں یک دم یے اک دم آشنا ہیں

﴿1143﴾

1143/1 دم ہے مہلت شیب میں جائے گا اب یہ غم کہاں — تم ہوئے رعنا جواں بالفرض، لیکن ہم کہاں

1143/2 عالم عالم جمع تھے خوباں جہاں صافا ہوا — گرچہ عالم اور ہے اب واں پہ وہ عالم کہاں

1143/3 تھی بلا شوخی شرارت یار کی ہنگامہ ساز — شور یوں تو اوروں کا بھی ہے، پہ وہ اودھم کہاں

1143/4 کیا جنوں ہے تم کو جو تم طالبِ ویرانہ ہو — جس کو فردوسِ بریں کہتے ہیں واں آدم کہاں

1143/5 جس دم میں شیخ جو کرتا نہیں حرف و سخن — حق طرف ہے اُس کے، اُس بیہودہ گو میں دم کہاں

143/6
ہو سو ہو میں میرؔ اب تو دم بخود ہوں ہجر میں
کیا لکھوں نہ دل کی باتیں، کاغذ و محرم کہاں

﴿1144﴾

1144/1
گر روزگار ہے یہی ہجرانِ یار میں
تو کیا رہیں گے جیتے ہم اس روزگار میں

1144/2
کچھ ڈر نہیں جو داغِ جنوں ہو گئے سیاہ
ڈر دل کے اضطراب کا ہے اس بہار میں

1144/3
کیا بے قرار دل کی تسلی کرے کوئی
کچھ بھی ثبات ہے ترے عہد و قرار میں

1144/4
بے تاب دل نہ دفن ہوا ے کاش میرے ساتھ
رہنے نہ دے گا لاش کوئی دن مزار میں

1144/5
وہ سنگ دل نہ آیا بہت دیکھی اُس کی راہ
پتھرا چلی ہیں آنکھیں مری انتظار میں

1144/6
تھمتا نہیں ہے رونا علی الاتصال کا
کیا اختیار گریۂ بے اختیار میں

1144/7
مربوط کیسے کیسے کہے ریختے ولے
سمجھا نہ کوئی میری زباں اِس دیار میں

1144/8
تھی بزمِ شعر رات کو شاعر بہت تھے جمع
دو باتیں ہم نے ایسے نہ کیں چار چار میں

1144/9
دنبالہ گردی قیس نے بہتیری کی ولے
آیا نظر نہ محملِ لیلیٰ غبار میں

1144/10
اب ذوقِ صید اس کو نہیں ورنہ پیش ازیں
اودھم تھا وحش و طیر سے اُس کے شکار میں

1144/11
منہ چاہیے جو کوئی کسو سے حساب لے
ناکس کی گفتگو نہیں روزِ شمار میں

1144/12
گنتی کے لوگوں کی وہاں صف ہووے گی کھڑی
تو میر کس شمار میں ہے، کس قطار میں

﴿1145﴾

1145/1
گو کہ بت خانے جا رہا ہوں میں
بہ خدا با خدا رہا ہوں میں

1145/2
سب گئے دل، دماغ، تاب و تواں
میں رہا ہوں، سو کیا رہا ہوں میں

1145/3
برق تو میں نہ تھا کہ جل بجھتا
ابرِ تر ہوں کہ چھا رہا ہوں میں

1145/4
اس کی بیگانہ وضعی ہے معلوم
برسوں تک آشنا رہا ہوں میں

1145/5
دیکھو کب تیغ اُس کی آ بیٹھے
دیر سے سر اُٹھا رہا ہوں میں

1145/6
اُس کی گردِ سمند کا مشتاق
آنکھیں ہر سو لگا رہا ہوں میں

1145/7
دُور کے لوگ جن نے مارے قریب
اُس کے ہمسائے آ رہا ہوں میں

1145/8
مجھ کو بدحال رہنے دیں اے کاش
بے دوا کچھ بھلا رہا ہوں میں

1145/9
دل جلوں کو خدا جہاں میں رکھے
یا شقائق ہے یا رہا ہوں میں[1]

1145/10
کچھ رہا ہی نہیں ہے مجھ میں میر
جب سے اُن[2] سے جدا رہا ہوں میں

1۔ متن مطابق نسخۂ آسی ہے، نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں مصرع یوں ہے 'یا شقائق ہی یا رہا ہوں میں'۔

2۔ آسی و مجلس 'اُس سے'، نسخۂ کالج اور طبع دوم 'اُن سے'۔

ردیف و ــــ دیوانِ اوّل

﴿1146﴾

(قبل از 1752ء)

1146/1	فلک نے گر کیا رخصت مجھے سیرِ بیاباں کو	نکالا سر سے میرے جائے مو خارِ مغیلاں کو
1146/2	وہ ظالم بھی تو سمجھے کہہ رکھا ہے ہم نے یاراں کو	کہ گورستان سے گاڑیں جدا ہم اہلِ ہجراں کو
1146/3	نہیں یہ بیدِ مجنوں گردشِ گردونِ گرداں نے	بنایا ہے شجر کیا جانیے کس مو پریشاں کو
1146/4	ہوئے تھے جیسے، مرجاتے پر اب تو سخت حسرت ہے	کیا دشوار، نادانی سے ہم نے کارِ آساں کو
1146/5	کہیں نسلِ آدمی کی اُٹھ نہ جاوے اس زمانے میں	کہ موتی آبِ حیواں جانتے ہیں آبِ انساں کو
1146/6	تجھے گر چشمِ عبرت ہے تو آندھی اور بگولے سے	تماشا کر غبار افشانیِ خاکِ عزیزاں کو
1146/7	ہوائے ابر میں گرمی نہیں جو تو نہ ہو ساقی	دمِ افسردہ کر دے منجمد رشحاتِ باراں کو
1146/8	جلیں ہیں کب کے مژگاں، آنسوؤں کی گرم جوشی سے	اس آبِ چشم کی جوشش نے آتش دی نیستاں کو
1146/9	غرورِ ناز سے آنکھیں نہ کھولیں اُس جفا جُو نے	مَلا پاؤں تلے جب تک نہ چشمِ صد غزالاں کو
1146/10	نہ سی چشمِ طمع خوانِ فلک پر خام دستی سے	کہ جامِ خون دے ہے ہر سحر یہ اپنے مہماں کو
1146/11	گئے[1] ناواقفِ شادی اگر ہم بزمِ عشرت میں	دہانِ زخمِ دل سمجھے جو دیکھا روئے خنداں کو
1146/12	نہیں ریگِ رواں، مجنوں کے دل کی بے قراری نے	کیا ہے مضطرب ہر ذرۂ گردِ بیاباں کو
1146/13	کسی کے واسطے رسوائے عالم ہو پہ جی میں رکھ	کہ مارا جائے جو ظاہر کرے اس رازِ پنہاں کو
1146/14	گری پڑتی ہے بجلی ہی تبھی سے خرمنِ گل پر	ٹک اک ہنس میرے رونے پر کہ دیکھے تیرے دنداں کو
1146/15	غرورِ ناز قاتل کو لیے جا ہے کوئی پوچھے	چلا تو سونپ کر کس کے تئیں اِس صیدِ بے جاں کو
1146/16	وہ تخمِ سوختہ تھے ہم کہ سرسبزی نہ کی حاصل	ملایا خاک میں دانہ نمط حسرت سے دہقاں کو
1146/17	ہوا ہوں غنچۂ پژمردہ آخر فصل کا تجھ بن	نہ دے برباد حسرت کشتۂ سر در[2] گریباں کو
1146/18	غم و اندوہ و بیتابی، الم، بے طاقتی، حرماں	کہوں اے ہمنشیں! تاچند غم ہائے فراواں کو
1146/19	بہت روئے جو ہم یہ آستیں رکھ منہ پہ اے بجلی	نہ چشمِ کم سے دیکھ اِس یادگارِ چشمِ گریاں کو

1146/20
مزاج اس وقت ہے اک مطلعِ تازہ پہ کچھ مائل
کہ بے فکرِ سخن بنتی نہیں ہرگز سخن داں کو

﴿1147﴾

(قبل از 1752ء)

1147/1	نسیمِ مصر کب آئی سوادِ شہرِ کنعاں کو	کہ بھر جھولی نہ یاں سے لے گئی گلہائے حرماں کو
1147/2	زبانِ نوحہ گر ہوں میں قضا نے کیا ملایا تھا	مری طینت میں یا رب سودۂ دل ہائے نالاں کو
1147/3	کوئی کانٹا سرِ رہ کا ہماری خاک پر بس ہے	گلِ گلزار کیا درکار ہے گورِ غریباں کو

---

1. نسخۂ آسی میں نول کشور سوم کے تتبع میں 'بنے' درج ہے۔ نسخۂ کالج و طبع دوم میں 'لئے' ہے۔ اصل میں یہ 'گئے' ہے جو سہواً 'لئے' اور پھر 'بنے' بن گیا۔
2. نسخۂ مجلس میں 'سر در' کو 'سرور' لکھا گیا ہے۔ جلد اول، ص ۳۶۵۔

1147/4 یہ کیا جانوں ہوا سینے میں کیا اِس دل کو اب ناصح — سحر خوں بستہ تو دیکھا تھا میں نے اپنی مژگاں کو
1147/5 گل و سنبل ہیں نیرنگِ قضا، مت سرسری گزرے — کہ بگڑی زلف و رُخ کیا کیا بناتے اس گلستاں کو
1147/6 صدائے آہ جیسی تیر، جی کے پار ہوتی ہے — کسو بیدرد نے کھینچا کسو کے دل سے پیکاں کو
1147/7 کریں بالِ ملک فرشِ رہ اس ساعت کہ محشر میں — لہو ڈوبا کفن لاویں شہیدِ نازِ خوباں کو
1147/8 کیا سیر اس خرابے کا بہت اب چل کے سو رہیے — کسو دیوار کے سائے میں منہ پر لے کے داماں کو
1147/9 بہائے سہل پر دیتے ہیں کس محبوب کو کف سے — قلم اس جرم پر کرنا ہے دستِ گل فروشاں کو
1147/10 تری ہی جستجو میں گم ہوا ہے کہہ کہاں کھویا
جگر خوں گشتہ، دل آزردہ میر اس خانہ ویراں کو

﴿1148﴾

1148/1 قد کھینچے ہے جس وقت تو ہے طرفہ بلا تُو — کہتا ہے ترا سایہ پری سے کہ ہے کیا تُو
1148/2 گر اپنی روش راہ چلا یار تو اے کبک — رہ جائے گا دیوارِ گلستاں سے لگا تُو
1148/3 بے گل نہیں بلبل تجھے بھی چین پہ دیکھیں — مر رہتے ہیں ہم ایک طرف باغ میں یا تُو
1148/4 خوش رُو ہے بہت اے گلِ تر تو بھی ولیکن — انصاف ہے منہ تیرے ہی، ویسا ہے بھلا تُو
1148/5 کیا جانیے اے گوہرِ مقصد تو، کہاں ہے — ہم خاک میں بھی مل گئے لیکن نہ ملا تُو
1148/6 اس جینے سے اب دل کو اُٹھا بیٹھیں گے ہم بھی — ہے تجھ کو قسم ظلم سے مت ہاتھ اُٹھا تُو
1148/7 منظر میں بدن کے بھی یہ اک طرفہ مکاں تھا — افسوس کہ ٹک دل میں ہمارے نہ رہا تُو
1148/8 تھے چاک گریبان گلستاں میں گلوں کے — نکلا ہے مگر کھولے ہوئے بندِ قبا تُو
1148/9 بے ہوشی سی آتی ہے تجھے اُس کی گلی میں
گر ہو سکے اے میر تو اس راہ نہ جا تُو

﴿1149﴾

1149/1 خط لکھ کے کوئی سادہ نہ اس کو ملول ہو — ہم تو ہوں بدگمان جو قاصد رسول ہو
1149/2 چاہوں تو بھر کے کولی اُٹھا لوں ابھی تمہیں — کیسے ہی بھاری ہو، مرے آگے تو پھول ہو
1149/3 سرمہ جو نور بخشے ہے آنکھوں کو خلق کی — شاید کہ راہِ یار کی ہی خاک دھول ہو
1149/4 جاویں نثار ہونے کو ہم کس بساط پر — اک نیم جاں رکھیں ہیں سو وہ جب قبول ہو
1149/5 ہم اِن دنوں میں لگ نہیں پڑتے ہیں صبح و شام — ورنہ دعا کریں تو جو چاہیں حصول ہو
1149/6 دل لے کے لونڈے دلّی کے کب کا بچا گئے — اب اُن سے کھائی پی ہوئی شے کیا وصول ہو
1149/7 ناکام اس لیے ہو کہ چاہو ہو سب کچھ آج
تم بھی تو میر صاحبِ قبلہ عجول ہو

﴿1150﴾

1150/1 کہتے ہو اتحاد ہے ہم کو — ہاں کہو اعتماد ہے ہم کو
1150/2 شوق ہی شوق ہے نہیں معلوم — اس سے کیا دل نہاد ہے ہم کو

1150/3	خط سے نکلے ہے بے وفائیِ حسن	اس قدر تو سواد ہے ہم کو
1150/4	آہ کس ڈھب سے رویئے کم کم	شوق حد سے زیاد ہے ہم کو
1150/5	شیخ و پیرِ مُغاں کی خدمت میں	دل سے اک اعتقاد ہے ہم کو
1150/6	سادگی دیکھ عشق میں اُس کی	خواہشِ جانِ شاد ہے ہم کو
1150/7	بدگمانی سے جس سے تس سے آہ	قصدِ شور و فساد ہے ہم کو
1150/8	دوستی ایک سے بھی تجھ کو نہیں	اور سب سے عناد ہے ہم کو

1150/9
نا مرادانہ زیست کرتا تھا
میر کا طور یاد ہے ہم کو

﴾1151﴿

1151/1	مباد کینے پہ اُس بت کی طبع آئی ہو	پھر ایک بس ہے وہی گو اُدھر خدائی ہو
1151/2	مدد نہ اتنی بھی کی بختِ ناموافق نے	کہ مدّعی سے اُسے ایک دن لڑائی ہو
1151/3	ہنوز طفل ہے وہ ظلم پیشہ کیا جانے	لگاوے تیغ سلیقے سے جو لگائی ہو
1151/4	لبوں سے تیرے تھا آگے ہی لعلِ سرخ وزرد	قسم ہے میں نے اگر بات بھی چلائی ہو
1151/5	خدا کرے کہ نصیب اپنے ہو نہ آزادی	کدھر کے ہو جے جو بے بال و پر رہائی ہو
1151/6	مزے کو عشق کی ذلّت کے جانتا ہے وہی	کسو کی جن نے کبھو لات مکی کھائی ہو
1151/7	اُس آفتاب سے تو فیض سب کو پہنچے ہے	یقین ہے کہ کچھ اپنی ہی نارسائی ہو
1151/8	کبھو ہے چھیڑ کبھو گالی ہے کبھو چشمک	بیان کریے جو ایک اُس کی بے ادائی ہو
1151/9	دیارِ حسن میں غالب کہ خستہ جانوں نے	دوا کے واسطے بھی مہر ٹک نہ پائی ہو
1151/10	ہزار مرتبہ بہتر ہے بادشاہی سے	اگر نصیب ترے کوچے کی گدائی ہو
1151/11	جو کوئی دم ہو تو لوہو سا پی کے رہ جاؤں	غموں کی دل میں بھلا کب تلک سمائی ہو
1151/12	مغاں سے راہ تو ہو جائے رفتہ رفتہ شیخ	ترا بھی قصد اگر ترکِ پارسائی ہو

1151/13
کہیں تو ہیں کہ عبث میر نے دیا جی کو
خدا ہی جانے کہ کیا جی میں اُس کے آئی ہو

﴾1152﴿

1152/1	اے چرخ مت حریفِ اندوہِ بے کساں ہو	کیا جانے منہ سے نکلے نالے کے کیا سماں ہو
1152/2	کب تک گرہ رہے گا سینے میں دل کے مانند	اے اشکِ شوق یک دم رخسار پر رواں ہو
1152/3	ہم دور ماندگاں کی منزل رساں مگر اب	یا ہو صدا جرس کی ، یا گردِ کارواں ہو
1152/4	مسند نشین ہو گر ، عرصہ ہے تنگ اُس پر	آسودہ وہ کسو کا جو خاکِ آستاں ہو
1152/5	تاچند کوچہ گردی جیسے صبا زمیں پر	اے آہِ صبح گاہی ، آشوبِ آسماں ہو
1152/6	گر ذوقِ سیر ہے تو آوارہ اِس چمن میں	مانند عندلیبِ گم کردہ آشیاں ہو
1152/7	یہ جان تو کہ ہے اک آوارہ دست بر دل	خاکِ چمن کے اوپر برگِ خزاں جہاں ہو
1152/8	کیا ہے حباب ساں یاں آ دیکھ اپنی آنکھوں	گر پیرہن میں میرے ، میرا تجھے گماں ہو

1152/9 از خویش رفتہ ہر دم رہتے ہیں ہم جو اُس بن
کہتے ہیں لوگ اکثر ، اِس وقت تم کہاں ہو

1152/10 پتھر سے توڑ ڈالوں آئینے کو ابھی میں
گر روئے خوب صورت تیرا نہ درمیاں ہو

1152/11 اُس تیغ زن سے کہیو قاصد مری طرف سے
اب تک بھی نیم جاں ہوں گر قصدِ امتحاں ہو

1152/12 ہم سایہ اس چمن کے کتنے شکستہ پر ہیں
اتنے لیے کہ شاید اک باؤ گل فشاں ہو

1152/13 میر اُس کو جان کر تو بے شبہ ملیو رہ پر
صحرا میں جو نمد مُو بیٹھا کوئی جواں ہو

﴿1153﴾

1153/1 گرچہ کب دیکھتے ہو ، پر دیکھو
آرزو ہے کہ تم اِدھر دیکھو

1153/2 عشق کیا کیا ہمیں دکھاتا ہے
آہ تم بھی تو اک نظر دیکھو

1153/3 یوں عرق جلوہ گر ہے اُس منہ پر
جس طرح اوس پھول پر دیکھو

1153/4 ہر خراشِ جبیں جراحت ہے
ناخنِ شوق کا ہنر دیکھو

1153/5 تھی ہمیں آرزو لبِ خنداں
سو عوض اُس کے چشمِ تر دیکھو

1153/6 رنگِ رفتہ بھی دل کو کھینچے ہے
ایک شب اور یاں سحر دیکھو

1153/7 دل ہوا ہے طرف محبت کا
خون کے قطرے کا جگر دیکھو

1153/8 پہنچے ہیں ہم قریب مرنے کے
یعنی جاتے ہیں دُور اگر دیکھو

1153/9 لطف مجھ میں بھی ہیں ہزاروں میر
دیدنی ہوں جو سوچ کر دیکھو

﴿1154﴾

1154/1 آرام ہو چکا مرے جسمِ نزار کو
رکھے خدا جہاں میں دلِ بے قرار کو

1154/2 پانی پہ جیسے غنچۂ لالہ پھرے بہا
دیکھا میں آنسوؤں میں دلِ داغ دار کو

1154/3 برسا تو میرے دیدۂ خوں بار کے حضور
پر اب تک انفعال ہے ابرِ بہار کو

1154/4 ہنستا ہی میں پھروں جو مرا کچھ ہو اختیار
پر کیا کروں میں دیدۂ بے اختیار کو

1154/5 آیا جہاں میں دوست بھی ہوتے ہیں یک دگر
مجھ سے تو دشمنی ہی رہی میرے یار کو

1154/6 سو باریوں تو غیروں سے کرتے ہو ہنس کے بات
کچھ منہ بنا رہے ہو ہماری ہی بار کو

1154/7 سرگشتگی سوائے نہ دیکھا جہاں میں کچھ
اک عمرِ خضر سیر کیا اس دیار کو

1154/8 کس کس کی خاک اب کے ملاتی ہے خاک میں
جاتی ہے پھر نسیم اسی رہ گزار کو

1154/9 اے وہ کوئی جو آج پیے ہے شرابِ عیش
خاطر میں رکھیو کل کے بھی رنج و خمار کو

1154/10 خوباں کا کیا جگر جو کریں مجھ کو اپنا صید
پہچانتا ہے سب کوئی تیرے شکار کو

1154/11 جیتے جی فکر خوب ہے ورنہ یہ بد بلا
رکھے گا حشر تک تہ و بالا مزار کو

1154/12 گر ساتھ لے گڑا تو دلِ مضطرب تو میر
آرام ہو چکا ترے مُشتِ غبار کو

﴾1155﴿

1155/1 اچھی لگے ہے تجھ بن گل گشتِ باغ کس کو — صحبت رکھے گلوں سے ، اتنا دماغ کس کو

1155/2 بے سوزِ داغ دل پر گر جی[1] جلے بجا ہے — اچھا لگے ہے اپنا گھر بے چراغ کس کو

1155/3 صد چشمِ داغ وا ہیں[2] گل پر مرے، میں وہ ہوں — دکھلا رہا ہے لالہ تُو اپنا داغ کس کو

1155/4 گل چینِ عیش[3] ہوتے ہم بھی چمن میں جا کر — آہ و فغاں سے اپنی لیکن فراغ کس کو

1155/5 اُس کی بلا سے جو ہم اے میرؔ گم بھی ہوویں
ہم بے کسے غریب کا ہو فکرِ سراغ کس کو

﴾1156﴿

1156/1 دن گزرتا ہے مجھے فکر ہی میں ، تا کیا ہو — رات جاتی ہے اِسی غم میں کہ فردا کیا ہو

1156/2 سب ہیں دیدار کے مشتاق، پر اِس سے غافل — حشر برپا ہو کہ فتنہ اُٹھے ، آیا کیا ہو

1156/3 خاکِ حسرت زدگاں پر تو گزر بے وسواس — اِن ستم کشتوں سے اب عرضِ تمنا کیا ہو

1156/4 گر بہشت آوے تو آنکھوں میں مری پھیکی لگے — جن نے دیکھا ہو تجھے ، محوِ تماشا کیا ہو

1156/5 شوق جاتا ہے ہمیں یار کے کوچے کو لیے — جائے معلوم ہو ، کیا جانیے اُس جا کیا ہو

1156/6 ایک رونا ہی نہیں آہ و غم و نالہ و درد — ہجر میں زندگی کرنے کے تئیں کیا کیا ہو

1156/7 خاک میں لوٹوں کہ لوہو میں نہاؤں میں میرؔ
یار مستغنی ہے اُس کو مری پروا کیا ہو

﴾1157﴿

1157/1 ویسا کہاں ہے ہم سے، جیسا کہ آگے تھا تُو — اوروں سے مل کے پیارے کچھ اور ہو گیا تُو

1157/2 چالیں تمام بے ڈھب، باتیں فریب ہیں سب — حاصل کہ اے شکر لب! اب وہ نہیں رہا تُو

1157/3 جاتے نہیں اُٹھائے یہ شور ہر سحر کے — یا اب چمن میں بلبل! ہم ہی رہیں گے یا تُو

1157/4 آ ابر ایک دو دم آپس میں رکھیں صحبت — کڑھنے کو ہوں میں آندھی، رونے کو ہے بلا تُو

1157/5 تقریب پر بھی تُو تو پہلو تہی کرے ہے — دس بار عید آئی ، کب کب گلے ملا تُو

1157/6 تیرے دہن سے اُس کو نسبت ہو کچھ تو کہیے — گل گو کرے ہے دعوئ، خاطر میں کچھ نہ لا تُو

1157/7 دل کیوں کہ راست آوے دعوائے آشنائی — دریائے حسن وہ مہ ، کشتی بہ کف گدا تُو

1157/8 ہر فرد پاس[4] ابھی سے دفتر ہے تجھ گلے کا — ہے قہر جب کہ ہوگا حرفوں سے آشنا تُو

1157/9 عالم ہے شوق کشتہ خلقت ہے تیری رفتہ — جانوں کی آرزو تُو ، آنکھوں کا مدعا تُو

---

[1] نول کشور دوم، سوم اور آسی کے یہاں 'بھی' ہے جو بے معنی ہے۔ نسخۂ کالج میں 'جی' ہے جو درست ہے۔ طبع دوم سوم میں 'بے سوز' کی جگہ 'بے سوز' درج ہے۔

[2] نول کشوری تمام نسخوں بشمول آسی 'داغ وا آہیں' درج ہے جس سے مصرع بے گانۂ معنی ہو گیا ہے۔ نسخۂ کالج میں متن درست ہے۔

[3] نسخۂ مجلس، جلد اول ص ۳۷۴ 'گل چینِ عیش' کو اضافت کے ساتھ درج کیا ہے۔

[4] آسی کی کلیاتِ میرؔ میں 'پاس' کی جگہ 'یاس' درج ہے، یہی غلطی مجلس کے نسخے جلد اول ص ۳۷۶ پر دہرا دی گئی۔

1157/10 منہ کریے جس طرف کو، سو ہی تری طرف ہے — پر کچھ نہیں ہے پیدا، کیدھر ہے اے خدا تُو

1157/11 آتی بہ خود نہیں ہے بادِ بہار اب تک — دو گام تھا چمن میں ٹک ناز سے چلا تُو

1157/12 کم میری اور آنا، کم آنکھ کا ملانا — کرنے سے یہ ادائیں، ہے مدعا کہ جا تُو

1157/13 گفت و شنود اکثر میری تری رہے ہے — ظالم معاف رکھیو، میرا کہا سنا تُو

1157/14 کہہ سانجھ کے موئے کو اے میر روئیں کب تک
جیسے چراغِ مفلس، اک دم میں جل بجھا تُو

﴿1158﴾

1158/1 خوبی یہی نہیں ہے کہ انداز و ناز ہو — معشوق کا ہے حُسن، اگر دل نواز ہو

1158/2 سجدے کا کیا مضائقہ محرابِ تیغ میں — پر یہ تو ہو کہ نعش پہ میری نماز ہو

1158/3 اک[1] دم تو ہم میں تیغ کو تو بے دریغ کھینچ — تا عشق میں، ہوس میں، تنک امتیاز ہو

1158/4 نزدیک سوزِ سینہ سے[2] رکھ اپنے قلب کو — وہ دل ہی کیمیا ہے جو گرمِ گداز ہو

1158/5 ہے فرق ہی میں خیر، نہ کر آرزوئے وصل — مل بیٹھیے جو اُس سے تو شکوہ دراز ہو

1158/6 جوں توں کی اُس کی چاہ کا پردا کیا ہے میں — اے چشمِ گریہ ناک نہ افشائے راز ہو

1158/7 جوں چشمِ بسملی نہ مندی آوے گی نظر — جو آنکھ میرے خونی کے چہرے پہ باز ہو

1158/8 ہم سے تو[3] غیر عجز کبھو کچھ بنا نہ میر
خوش حال وہ فقیر کہ جو بے نیاز ہو

﴿1159﴾

1159/1 نالہ مرا اگر سببِ شور و شر نہ ہو — پھر مر بھی جائیے تو کسو کو خبر نہ ہو

1159/2 دل پر ہوا، سو آہ کے صدمے سے ہو چکا — ڈرتا ہوں یہ کہ اب کہیں ٹکڑے جگر نہ ہو

1159/3 برچھی سی پار عرش کے گزری نہ عاقبت — آہِ سحر میں میری کہاں تک اثر نہ ہو

1159/4 سمجھا ہوں تیری آنکھ چھپانے سے خوش نگاہ — مدِنظر یہ ہے کہ کسی کی نظر نہ ہو

1159/5-6 (قطعہ)
کھینچے ہے دل کو زلف سے گاہے، نگہ سے گاہ — حیراں نہ ہووے کوئی تو اس طرز پر نہ ہو
سو دل سے بھی نہ کام چلے اُس کے عشق میں — اک دل رکھوں ہوں میں تو، کدھر ہو کدھر نہ ہو

1159/7-15 (قطعہ)
جس راہ ہو کے آج میں پہنچا ہوں تجھ تلک — کافر کا بھی گزار الٰہی! اُدھر نہ ہو
یک جا نہ دیکھی آنکھوں سے ایسی تمام راہ — جس میں بہ جائے نقشِ قدم، چشمِ تر نہ ہو
ہر اک قدم پہ لوگ ڈرانے لگے مجھے — ہاں یاں[4] کسو شہیدِ محبت کا سر نہ ہو
چلیو سنبھل کے سب یہ شہیدانِ عشق ہیں — تیرا گزار، تا کہ کسو نعش پر نہ ہو
دامن کشاں ہی جا کہ تپش پر تپش ہے دفن — زنہار کوئی صدمے سے زیر و زبر نہ ہو

---

[1] آسی کے یہاں 'اک دم' اور مجلس میں 'یک دم' ہے۔ نول کشور دوم، سوم میں 'ہم میں' کو 'ہمیں' ساتھ ملا کر لکھنے سے سمجھنا محال ہے۔

[2] نسخۂ آسی اور مجلس میں 'سوز سینہ کے' ہے، نسخۂ کالج میں 'سوز سینہ سے' نسبتاً بہتر ہے۔

[3] نول کشوری نسخوں بشمول مجلس بہ غیر عجز ہے، نسخۂ کالج اور مخطوطے میں 'تو غیر عجز' مصرع میں اصرار پیدا کر رہا ہے اس لیے اختیار کیا ہے۔

[4] نسخۂ آسی اور مجلس میں 'ہاں ہاں' ہے۔ نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں 'ہاں یاں' ہے جو بہتر ہے۔

مُضطر ہو، اختیار کی وہ شکل، دل میں مَیں | اُس راہ ہو کے جاؤں، یہ صورت جدھر نہ ہو
لیکن عبث، نگاہ جہاں کریے اُس طرف | امکان کیا کہ خون مری تا کمر نہ ہو
حیراں ہوں میں کہ ایسی یہ مشہد ہے کون سی | مجھ سے خراب حال کو جس کی خبر نہ ہو
آتا ہے یہ قیاس میں اب تجھ کو دیکھ کر | ظالم، جفا شعار ترا رہ گزر نہ ہو

1159/16 اُٹھ جائے رسمِ نالہ و آہ و فغان سب
اس تیرہ روزگار میں تو میر اگر نہ ہو

﴿1160﴾

1160/1 ہم سے تو تم کو ضد سی پڑی ہے، خواہ نخواہ رلاتے ہو | آنکھ اُٹھا کر جب دیکھے ہیں، اوروں میں ہنستے جاتے ہو
1160/2 جب ملنے کا سوال کروں ہوں، زلف و رُخ دکھلاتے ہو | برسوں مجھ کو یوں ہی گزرے، صبح و شام بتاتے ہو
1160/3 بکھری رہیں[1] ہیں منہ پر زلفیں، آنکھ نہیں کھل سکتی ہے | کیوں کے چھپے مے خوارِیِ شب، جب ایسے نیند[2] کے ماتے ہو
1160/4 سرو نہ و بالا ہوتا ہے، درہم برہم شاخِ گل | ناز سے قدکش ہو کے چمن میں ایک بلا تم لاتے ہو
1160/5 صبح سے یاں پھر جان و دل پر روز قیامت رہتی ہے | رات کبھو آ رہتے ہو تو یہ دن ہم کو دکھلاتے ہو
1160/6 جن نے تم کو نہ دیکھا ہووے اُس سے آنکھیں مارو تم | ایک نگاہِ مفتّن کر تم سو سو فتنے اُٹھاتے ہو
1160/7 چشم تو ہے اک دید کی جا، پر کب تکلیف کے لائق ہے | دل جو ہے دل چسپ مکاں تم اس میں کب کب آتے ہو
1160/8 راحت پہنچی تک تم سے تو، رنج اُٹھایا برسوں تک | سر سہلاتے ہو جو کبھو تو بھیجا بھی کھا جاتے ہو

1160/9 ہو کے گدائے کوئے محبت زور صدا یہ نکالی ہے
اب تو میر جی راتوں کو تم ہر در پر چلّاتے ہو

﴿1161﴾

1161/1 وہی جانے جو حیا کشتہ وفا رکھتا ہو | اور رسوائی کا اندیشہ جدا رکھتا ہو
1161/2 کام لے یار سے جو جذبِ رسا رکھتا ہو | یا کوئی آئنہ سا دستِ دعا رکھتا ہو
1161/3 عشق کو نفع نہ بیتابی کرے ہے، نہ شکیب | کریے تدبیر جو یہ[3] درد دوا رکھتا ہو
1161/4 میں نے آئینہ صفت در نہ کیا بند غرض | اُس کو مشکل ہے جو آنکھوں میں حیا رکھتا ہو
1161/5 ہائے اس زخمیِ شمشیرِ محبت کا جگر | درد کو اپنے جو ناچار چھپا رکھتا ہو
1161/6 اُس سے تشبیہ تو دیتے ہیں یہ نا شاعر لیک | سیب کچھ اُس ذقن آگے جو مزا رکھتا ہو
1161/7 آوے ہے پہلے قدم سر ہی کا جانا درپیش | دیکھتا ہو! جو رہِ عشق میں پا رکھتا ہو
1161/8 ایسے تو حال کے کہنے سے بھلی خاموشی | کہیے اس سے جو کوئی اپنا کہا رکھتا ہو
1161/9 کیا کرے وصل سے مایوس دل آزردہ جو | زخم ہی یار کا چھاتی سے لگا رکھتا ہو
1161/10-11 کب تلک اُس کے اسیرانِ بلا خانہ خراب (قطعہ) | ظلم کی تازہ جو ہر روز بِنا رکھتا ہو

---

[1] نسخۂ آسی میں 'رہے' جب کہ نول کشور دوم، سوم میں 'رہیں' بہتر ہے۔
[2] 'رات کے ماتے' سے مخطوطے کا متن 'نیند کے ماتے' بہتر ہے، یہی درج کیا ہے۔
[3] نسخۂ آسی میں 'کریے تدبیر کہ یہ درد' سے نسخۂ کالج اور مخطوطے کا متن بہتر ہے جو شاملِ متن ہے۔

ایک دم کھول کے زلفوں کی کمندوں کے تئیں　　مدتوں تک دلِ عاشق کو لگا رکھتا ہو

1161/12 گل ہو، مہتاب ہو، آئینہ ہو، خورشید ہو میر
اپنا محبوب وہی ہے جو ادا رکھتا ہو

﴿1162﴾

1162/1 مت پوچھو کچھ اپنی باتیں، کہیے تو تم کو ندامت ہو　　قد قامت یہ[1] کچھ ہے تمہارا لیکن قہر قیامت ہو

1162/2 ربط اخلاص اے دیدہ و دل بھی دنیا میں اک سے[2] ہوتا ہے　　لگ پڑتے ہو جس سے تس سے تم بھی کوئی علامت ہو

1162/3 آج سحر ہوتے ہی کچھ خورشید ترے منہ آن چڑھا　　روک سکے ہے کون اُسے سر جس کے ایسی شامت ہو

1162/4 چاہ کا دعویٰ سب کرتے ہیں، مانیے کیونکر بے آثار　　اشک کی سُرخی، زردی مُنہ کی، عشق کی کچھ تو علامت ہو

1162/5 سرو و گل اچھے ہیں دونوں، رونق ہیں گلزار کی، لیک　　چاہیے رُو اُس کا سا رُو ہو، قامت ویسا قامت ہو

1162/6 مل بیٹھے اُس نائی کے سے کوئی گھڑی جو زاہد تو　　جتنے بال ہیں سارے سر میں، ویسی ہی اُس کی حجامت ہو

1162/7 ہو جو ارادہ یاں رہنے کا، رہ سکیے تو رہیے آپ　　ہم تو چلے جاتے ہیں ہر دم، کس کو قصدِ اقامت ہو

1162/8 کس مدت سے دوری میں تیری، خاکِ رہ سے برابر ہوں　　کریے رنجہ قدم ٹک مجھ تک جو کچھ پاسِ قدامت ہو

1162/9 منہ پر اُس کی تیغِ ستم کے سیدھا جانا ٹھہرا ہے　　جینا پھر کج دار و مریز اس طور میں ہو ٹک یا مت ہو

1162/10 شور و شغب کو راتوں کے ہمسائے تمہارے کیا روویں
ایسے فتنے کتنے اُٹھیں گے میر جی تم جو سلامت ہو

﴿1163﴾

1163/1 شیخ جی آؤ، مصلّے گروِ جام کرو　　جنسِ تقویٰ کے تئیں صرفِ مے جام[3] کرو

1163/2 فرشِ مستاں کرو، سجّادۂ بے تہ کے تئیں　　مے کی تعظیم کرو، شیشے کا اکرام کرو

1163/3 دامنِ پاک کو آلودہ رکھو بادہ سے　　آپ کو مغ بچوں کے قابلِ دشنام کرو

1163/4 نیک نامی و تفاوت کو دعا جلد کہو　　دین و دل پیش کشِ سادۂ خود کام کرو

1163/5 ننگ و ناموس سے اب گزرو جوانوں کی طرح　　پر فشانی کرو اور ساقی سے ابرام کرو

1163/6-8 خوب اگر جرعۂ مے، نوش نہیں کر سکتے (قطعہ)[4] خاطرِ جمع مے شام سے یہ کام کرو
اُٹھ کھڑے ہو جو جھکے گردنِ مینائے شراب　　خدمتِ بادہ گساراں ہی سرانجام کرو

---

[1] نسخۂ آسی میں 'قدم قامت پر کچھ ہے' بے معنی ہے حالانکہ طبع دوم، سوم اور نسخۂ کالج میں متن درست ہے۔

[2] نسخۂ آسی میں 'سے' بہتر ہے، فائق صاحب کا قیاس کہ یہ لفظ غالباً 'شے' ہے جو زیادہ معنی خیز ہے' بھی اہم ہے۔ نول کشور دوم، سوم میں متن درست نہیں۔

[3] آسی اور مجلس دونوں نے بتایا کہ اس شعر کے قوافی ہیں جو ایطائے جلی ہے، اُس کی توقع میر سے ہرگز نہیں ہو سکتی۔ گو قدیم ترین نسخوں میں بھی 'جا' ہے اس لیے اُن کا خیال ہے کہ مصرع ثانی میں 'خام' ہوگا جو سہو کاتب سے 'جام' بن گیا ہے۔ ہم نے بھی اسے جام ہی رکھا تا کہ ایطا کی مثال کے پر باقی رہے۔

[4] شعر چھ، سات اور آٹھ مل کر بات کی تکمیل کر رہے ہیں اس لیے انہیں قطعہ درج کرنا ضروری ہے جب کہ آسی، عبادت اور مجلس میں سے کسی نے اشعار کو قطعہ نہیں لکھا۔ نسخۂ مجلس میں خاص طور پر تفہیم شعر کو آسان بنانے کے لیے وقوف درج کیے ہیں۔ گو بے شمار جگہوں پر یہ نہایت غیر ضروری بھی درج ہوئے ہیں اور بعض ضروری مقامات پر درج نہیں بھی ہوئے مثلاً شعر چھ کے پہلے مصرع کو یوں لکھا ہے 'خوب اگر جرعہ نوش ۔۔۔' حالانکہ 'مے' اور 'نوش' کو الگ کیے بغیر مفہوم واضح نہیں ہوتا۔

مطرب آ کر جو کرے چنگ نوازی تو تم — پیرہن ، مستوں کی تقلید سے انعام کرو

1163/9 خنکی اتنی بھی تو لازم نہیں اس موسم میں — پاس جوشِ گل و دل گرمیِ ایام کرو

1163/10 سایۂ گل میں لبِ جُو پہ گلابی رکھو — ہاتھ میں جام کو لو ، آپ کو بدنام کرو

1163/11 آہ تاچند رہو خانقہ و مسجد میں — ایک تو صبح گلستان میں بھی شام کرو

1163/12 رات تو ساری گئی سنتے پریشاں گوئی
میر جی کوئی گھڑی تم بھی تو آرام کرو

﴿1164﴾

1164/1 کون کہتا ہے نہ غیروں پہ تم امداد کرو — ہم فراموش ہوؤں کو بھی کبھو یاد کرو

1164/2 ہیں کہاں[1] مجھ سے وفا پیشہ ، نہ بیداد کرو — نہ کرو ایسا کہ پھر میرے تئیں یاد کرو

1164/3 ایسے ہم پیشہ کہاں ہوتے ہیں اے غم زدگاں! — مرگِ مجنوں پہ کڑھو ، ماتمِ فرہاد کرو

1164/4 اے اسیرانِ تہِ دام ! نہ تڑپو اتنا — تا نہ بدنام تمھیں چنگلِ صیّاد کرو

1164/5 گو کہ حیرانیِ دیدار ہے اے آہ و سرشک — کوئی روشن کرو آنکھیں ، کوئی دل شاد کرو

1164/6 کیا ہوا ہے ، ابھی تو ہستی ہی کو بھولے ہو — آخرِ کار محبت کو ٹک اک یاد کرو

1164/7 اولِ عشق ہی میں میر جی تم رونے لگے
خاک ابھی منہ کو مَلو ، نالہ و فریاد کرو

﴿1165﴾

1165/1 دل صاف ہو تو جلوہ گہِ یار کیوں نہ ہو — آئینہ ہو تو قابلِ دیدار کیوں نہ ہو

1165/2 عالم تمام اُس کا گرفتار کیوں نہ ہو — وہ ناز پیشہ ایک ہے عیّار ، کیوں نہ ہو

1165/3 مستغنیانہ تو جو کرے پہلے ہی سلوک[2] — عاشق کو فکر عاقبتِ کار کیوں نہ ہو

1165/4 رحمت غضب میں نسبتِ برق و سحاب ہے — جس کو شعور ہو تو گنہ گار کیوں نہ ہو

1165/5 دشمن تو اک طرف کہ سبب رشک کا ہے یاں — در کا شگاف و[3] رخنۂ دیوار کیوں نہ ہو

1165/6 آیاتِ حق ہیں سارے یہ ذرّاتِ کائنات — انکار تجھ کو ہووے ، سو اقرار کیوں نہ ہو

1165/7 ہر دم کی تازہ مرگِ جدائی سے تنگ ہوں — ہونا جو کچھ ہے[4] آہ سو یک بار کیوں نہ ہو

1165/8 موئے سفید ہم کو کہے ہے کہ غافلاں — اب صبح ہونے آئی ہے ، بیدار کیوں نہ ہو

1165/9 نزدیک اپنے ہم نے تو سب کر رکھا ہے سہل
پھر میر اس میں مردنِ دشوار کیوں نہ ہو

---

[1] نول کشور دوم، سوم اور آسی کے متن میں 'یہاں' بجائے 'کہاں' غلط ہے۔ صرف نسخۂ کالج میں 'کہاں' درست ہے۔

[2] نسخۂ کالج اور آسی کے یہاں 'سلوک' ہے جب کہ طبع دوم، سوم میں 'سکوت' جو درست نہیں۔ علاوہ ازیں نسخۂ مجلس نے حسب معمول غلط اضافت درج کردی۔ مصرع ثانی میں 'فکرِ عاقبتِ کار' اندراج ہے۔

[3] آسی کے یہاں 'شگافِ رخنۂ دیوار' ہے جب کہ نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں متن واوٗ عطف کے ساتھ درست ہے۔

[4] آسی کے متن میں 'ہو' بجائے 'ہے' غلط ہے ورنہ نسخۂ کالج کے علاوہ طبع دوم، سوم نول کشور میں بھی 'ہے' ہے۔

﴿1166﴾

1166/1 عاشق ہوئے تو گو غمِ بسیار کیوں نہ ہو ناسورِ چشم ہو، مژہ خوں بار کیوں نہ ہو

1166/2 کامل ہو اشتیاق تو اتنا نہیں ہے دُور حشرِ دگر پہ وعدۂ دیدار کیوں نہ ہو

1166/3 گل گشت کا بھی لطف دلِ خوش سے ہے نسیم پیشِ نظر وگرنہ چمن زار کیوں نہ ہو

1166/4 مخصوصِ دل ہے کیا مرضِ عشق جاں گداز اے کاش اِس کو اور کچھ آزار کیوں نہ ہو

1166/5 آوے جو کوئی آئنہ بازارِ دہر میں بارے متاعِ دل کا خریدار کیوں نہ ہو

1166/6 مقصود دردِ دل ہے، نہ اسلام ہے، نہ کفر پھر ہر گلے میں سبحہ و زنّار کیوں نہ ہو

1166/7 شاید کہ آوے پرسشِ احوال کو کبھو عاشق بھلا سا ہووے تو بیمار کیوں نہ ہو

1166/8 تلوار کے تلے بھی ہیں آنکھیں تری اُدھر
تو اِس ستم کا میر سزاوار کیوں نہ ہو

﴿1167﴾

1167/1 ایسا ہی[1] ماہ، گو کہ وہ سب نور کیوں نہ ہو ویسا ہی پھول فرض کیا حور کیوں نہ ہو

1167/2 کھویا ہمارے ہاتھ سے آئینے نے اُسے ایسا جو پاوے آپ کو، مغرور کیوں نہ ہو

1167/3 حق برطرف[2] ہے منکرِ دیدارِ یار کے جو شخص ہووے آنکھوں سے معذور، کیوں نہ ہو

1167/4 گیسوئے مشک بو کو اُسے ضد ہے کھولنا پھر زخمِ دل فگاروں کا ناسور کیوں نہ ہو

1167/5 صورت تو تیری صفحۂ خاطر پہ نقش ہے ظاہر میں اب ہزار تو مستور کیوں نہ ہو

1167/6 صافیِ شست سے ہے غرض مشقِ تیر سے سینہ کسو کا خانۂ زنبور کیوں نہ ہو

1167/7 مجنوں جو دشت گرد تھا، ہم شہر گرد ہیں آوارگی ہماری بھی مذکور کیوں نہ ہو

1167/8 تلوار کھینچتا ہے وہ اکثر نشے کے بیچ زخمی جو اُس کے ہاتھ کا ہو، چُور کیوں نہ ہو

1167/9 خالی نہیں بغل[3] کوئی دیوان سے مرے افسانہ عشق کا ہے یہ، مشہور کیوں نہ ہو

1167/10 مجھ کو تو یہ قبول ہوا عشق میں کہ میر
پاس اُس کے جب گیا تو کہا دُور کیوں نہ ہو

﴿1168﴾

1168/1 ہر دم وہ شوخ دست بہ شمشیر کیوں نہ ہو کچھ ہم نے کی ہے ایسی ہی تقصیر کیوں نہ ہو

1168/2 اب تو جگر کو ہم نے بلا کا ہدف کیا انداز اُس نگاہ کا پھر تیر کیوں نہ ہو

1168/3 جاتا تو ہے کہیں کو تو اے کاروانِ مصر! کنعاں ہی کی طرف کو یہ شبگیر کیوں نہ ہو

---

[1] نسخۂ آسی میں 'ایسا ہے ماہ' غلط، جب کہ دوسرے مصرع میں 'ویسا ہی پھول' درست ہے۔ نسخۂ مجلس نے بغیر حاشیۂ اختلاف 'ہی' دونوں مصرعوں درست درج کیا ہے۔

[2] نول کشور دوم، سوم میں 'ہر طرف' بھی معنی سے خالی نہیں، تاہم دوسرے مصرع کی مناسبت کے حوالے سے 'برطرف' بہتر ہے۔ نسخۂ کالج، آسی مجلس میں یہی ہے۔

[3] نول کشور طبع سوم اور آسی کے یہاں 'غزل' بجائے 'بغل' غلط ہے۔ طبع دوم اور نسخۂ کالج میں متن صحیح ہے۔

1168/4	حیراں ہیں اس قدر کہ اگر اب کے جایئے	پھر منہ ترا نہ دیکھیے ، تصویر کیوں نہ ہو
1168/5	تو نے تو رفتہ رفتہ کیا ہم کو ننگِ خلق	وحشت دلا کہاں تئیں ، زنجیر کیوں نہ ہو
1168/6	جوں گل کسو شگفتہ طبیعت کا ہے نشاں	غنچہ بھی کوئی خاطرِ دل گیر کیوں نہ ہو

1168/7
ہووے ہزار وحشت اُسے تو بھی یار ہے
اغیار تیرے ساتھ جو ہوں ، میر کیوں نہ ہو

1169

1169/1	دیکھتا ہوں دھوپ ہی میں جلنے کے آثار کو	لے گئی ہیں دور تڑپیں سایۂ دیوار کو
1169/2	بابِ صحت ہے وگرنہ کون کہتا ہے طبیب	جلد اُٹھاؤ میرے دروازے سے اِس بیمار کو
1169/3	وے جو مستِ بےخودی ہیں عیش کرتے ہیں مدام	میکدے میں دہر کے مشکل ہے ٹک ہشیار کو
1169/4	نقشِ شیریں یادگارِ کوہ کن ہے اس میں خوب	ورنہ کیا ہے بیستوں ، دیکھا ہے میں کہسار کو
1169/5	کس قدراُلجھیں ہیں میرے تارِ دامن کے کہ اب	پاؤں میں گڑ کر نہیں چبھنے کی فرصت خار کو

1169/6
ہے غبارِ میر اِس کی رہ گزر میں اک طرف
کیا ہوا دامن کشاں آتے بھی یاں تک یار کو

1170

1170/1	جو میں نہ ہوں تو کرو ترک ناز کرنے کو	کوئی تو چاہیے جی بھی نیاز کرنے کو
1170/2	نہ دیکھو غنچۂ نرگس کی اور کھلتے میں	جو دیکھو اُس کی مژہ نیم باز کرنے کو
1170/3	نہ سوئے نیند بھر اس تنگنا میں ، تا نہ موے	کہ آہ جا نہ تھی پا کے دراز کرنے کو
1170/4	جو بے دماغی یہی ہے تو بن چکی اپنی	دماغ چاہیے ہر اک سے ساز کرنے کو
1170/5	وہ گرمِ ناز ہو تو خلق پر ترحم کر	پکارے آپ اجل احتراز کرنے کو
1170/6	جو آنسو آویں تو پی جا کہ تا رہے پردہ	بلا ہے چشمِ تر افشائے[1] راز کرنے کو
1170/7	سمندِ ناز سے تیرے بہت ہے عرصہ تنگ	تنک تو تُرک کر اس تُرک تاز کرنے کو
1170/8	بسانِ زر ہے مرا جسمِ زار سارا زرد	اثر تمام ہے دل کے گداز کرنے کو
1170/9	ہنوز لڑکے ہو تم ، قدر میری کیا جانو	شعور چاہیے ہے امتیاز کرنے کو
1170/10	اگرچہ گل بھی نمود اُس کے رنگ کرتا ہے	ولیک چاہیے ہے منہ بھی ناز کرنے کو

1170/11
زیادہ حد سے تھی تابوتِ میر پر کثرت
ہوا نہ وقت مساعد نماز کرنے کو

1171

1171/1	کرتے بیاں ، جو ہوتے خریدار ایک دو	دیکھا کریں ہیں ساتھ ترے یار ایک دو
1171/2	قیدِ حیات ، قید کوئی سخت ہے کہ روز	مر رہتے ہیں گے اس کے گرفتار ایک دو

---

[1] 'کلیاتِ میر' نسخۂ آسی ص ۱۳۳۳ 'انشا کے راز' غلط محض ہے۔ تاہم نسخۂ مجلس میں اختلاف متن درج نہیں۔

1173/3 کس کس پہ اُس کو ہووے نظر، یاں ہر ایک شب — جی دیں[1] ہیں اُس کی چشم کے بیمار ایک دو

1171/4 تُو تو دُچار ہو کے گیا کب کا ، یاں ہنوز — گزریں ہیں اپنی جان سے ناچار ایک دو

1171/5 ابروئے تیغ زن کی تمہارے تو کیا چلی[2] — کر دے ہے جس کا لاگتے ہی وار ایک دو

1171/6 ٹک چشم میں بھی سرمے کا دنبالہ کھینچیے[3] — اِس مست کے بھی ہاتھ میں تلوار ایک دو

1171/7 کیا کیا عزیز دوست ملے میر خاک میں
کچھ اس گلی میں ہم ہی نہیں خوار ایک دو

﴿1172﴾

1172/1 حالِ دل میر کا اے اہلِ وفا مت پوچھو — اِس ستم کشتہ پہ جو گزری جفا ، مت پوچھو

1172/2 صبح سے اور بھی پاتا ہوں اُسے شام کو تند — کام کرتی ہے جو کچھ میری دعا ، مت پوچھو

1172/3 استخواں توڑی مری اس کی گلی کے سگ نے — جس خرابی سے میں واں رات رہا، مت پوچھو

1172/4 ہوش و صبر و خرد و دین و حواس و دل و تاب — اُس کے اک آنے میں کیا کیا نہ گیا، مت پوچھو

1172/5 اشتعالک کی محبت نے کہ دربست پھُنکا — شہرِ دل کیا کہوں کس طور جلا ، مت پوچھو

1172/6 وقتِ قتلِ آرزوئے دل جو لگے پوچھنے لوگ — میں اشارت کی اُدھر، اُن نے کہا مت پوچھو

1172/7 خواہ مارا اُنھی نے میر کو ، خواہ آپ مُوا
جانے دو یارو ، جو ہونا تھا ہوا ، مت پوچھو

﴿1173﴾

1173/1 نالۂ شب نے کیا ہے جو اثر ، مت پوچھو — ٹکڑے ٹکڑے ہوا جاتا ہے جگر ، مت پوچھو

1173/2 پوچھتے کیا ہو مرے دل کا تم احوال کہ ہے — جیسے بیمارِ اجل روز بتر ، مت پوچھو

1173/3 مرنے میں بند زباں ہونا ، اشارت ہے ندیم — یعنی ہے دُور کا درپیش سفر ، مت پوچھو

1173/4 کیا پھرے وہ وطن آوارہ ، گیا اب سو گیا[4] — دلِ گم کردہ کی کچھ خیر خبر مت پوچھو

1173/5 لذتِ زہرِ غمِ فرقتِ دل داراں سے — ہووے منہ میں جنھوں کے شہد و شکر، مت پوچھو

1173/6 دل خراشی و جگر چاکی و سینہ کاوی — اپنے ناحق میں ہیں سب ، اور ہنر مت پوچھو

1173/7 جوں توں کر حالِ دل اک بار تو میں عرض کیا
میر صاحب جی! بس اب بارِ دگر مت پوچھو

﴿1174﴾

1174/1 اُس کی طرزِ نگاہ مت پوچھو — جی ہی جانے ہے آہ ، مت پوچھو

---

[1] نسخۂ آسی میں 'دیں' بہتر ہے، مجلس میں 'دے' ہے جو میر کا املا نہیں، مرتب مجلس نے اختلاف بھی درج نہیں کیا۔

[2] نسخۂ مجلس کے حاشیے کے مطابق یہ لفظ 'جبیں' ہے جس سے شعر کا مطلب واضح ہو جاتا ہے۔ نہیں معلوم وہ کیا مطلب ہے جو اُن کے قیاس کرد 'جبیں' سے پیدا ہوتا ہے؟ نسخۂ کالج اور آسی کے مطابق 'چلی' کو برقرار رکھا گیا ہے۔

[3] نسخۂ آسی میں 'کھینچتے' سے نول کشور دوم، سوم اور نسخۂ کالج میں 'کھینچیے' بہتر ہے۔

[4] نسخۂ آسی میں 'گیا' کی جگہ 'ہی' درج ہے جو درست نہیں، نول کشور دوم، سوم اور نسخۂ کالج میں 'گیا' ہے جو درست ہے۔

1174/2 کہیں پہنچو گے بے رہی میں بھی — گم رہاں یوں یہ راہ مت پوچھو

1174/3 نو گرفتارِ دامِ زلف اُس کا — ہے یہی روسیاہ ، مت پوچھو

1174/4 ہیں گی برگشتہ وے صفِ مژگاں — پھر گئی ہے سپاہ ، مت پوچھو

1174/5-6 تھا کرم پر اُسی کے شربِ مدام (قطعہ) — میرے اعمال ، آہ مت پوچھو

تم بھی اے مالکانِ روزِ جزا — بخش دو ، اب گناہ مت پوچھو

1174/7 میر عاشق کو کچھ کہے ہی بنے
خواہ وہ پوچھو ، خواہ مت پوچھو

1175

1175/1 محرماں بے دمی کا میری سبب مت پوچھو — ایک دم چھوڑ دو یوں ہی مجھے، اب مت پوچھو

1175/2 گریۂ شمع کا اے ہم نفساں میں تھا حریف — گزری ہے رات کی صحبت بھی عجب، مت پوچھو

1175/3 سرِ پُر شور سے میرے نہ کرو کوئی سوال — حشر تھی داخلِ خدامِ ادب ، مت پوچھو

1175/4 لب پہ شیون مژہ پر خون ونگہ میں اک یاس — دن گیا ہجر کا جس ڈھنگ سے شب، مت پوچھو

1175/5 میر صاحب نئی یہ طرز ہو اُس کی تو کہوں
موجب آزردگی کا ، وجہِ غضب مت پوچھو

1176

1176/1 فرصت نہیں تنک بھی کہیں اضطراب کو — کیا آفت آگئی مرے اس دل کی تاب کو

1176/2 میری ہی چشمِ تر کی کرامات ہے یہ سب — پھرتا تھا ورنہ ابر تو محتاج آب کو

1176/3 گزرے ہے شب خیال میں خوباں کے جاگتے — آنکھیں لگا کے اُن سے میں ترسوں ہوں خواب کو

1176/4 خط آ گیا ، پر اُس کا تغافل نہ کم ہوا — قاصد مرا خراب پھرے ہے جواب کو

1176/5 تیور مَیں جب سے دیکھے ہیں ساقی خمار کے — پیتا ہوں رکھ کے آنکھوں پہ جامِ شراب کو

1176/6 اب تو نقاب منہ پہ لے ظالم کہ شب ہوئی — شرمندہ سارے دن تو کیا آفتاب کو

1176/7 کہنے سے میر اور بھی ہوتا ہے مضطرب
سمجھاؤں کب تک اِس دلِ خانہ خراب کو

1177

1177/1 کیا ہے ، گر بدنامی و حالت تباہی بھی نہ ہو — عشق کیسا ، جس میں اتنی روسیاہی بھی نہ ہو

1177/2 لطف کیا آزردہ ہو کر آپ سے ملنے کے بیچ — ٹک تری جانب سے جب تک عذر خواہی بھی نہ ہو

1177/3 چاہتا ہے جی کہ ہم تو ایک جا تنہا ملیں — نازِ بے جا بھی نہ ہووے ، کم نگاہی بھی نہ ہو

1177/4 مجمعِ تُرکاں ہے کوئی ، دیکھیو جا کر کہیں — جس کا میں کشتہ ہوں، اُس میں وہ سپاہی بھی نہ ہو

1177/5 ناز برداری تری کرتے تھے اک اُمید پر — راستی ہم سے نہیں تو کج کلاہی بھی نہ ہو

1177/6 یہ دعا کی تھی تجھے کن نے کہ بہرِ قتلِ میر
محضرِ خونیں پہ تیرے اک گواہی بھی نہ ہو

﴿1178﴾

1178/1 اُجرت میں نامے کی ہم دیتے ہیں جاں تلک تو — اب کارِ شوق اپنا پہنچا ہے یاں تلک تو

1178/2 آغشتہ میرے خوں سے اے کاش جا کے پہنچے — کوئی پرِ شکستہ ٹک گلستاں تلک تو

1178/3 واماندگی نے مارا اثنائے رہ میں ہم کو — معلوم ہے پہنچنا اب کارواں تلک تو

1178/4 افسانہ غم کا لب تک آیا ہے مدتوں میں — سو جائیو نہ پیارے اس داستاں تلک تو

1178/5 آوارہ خاک میری ہو کس قدر الٰہی — پہنچوں غبار ہو کر میں آسماں تلک تو

1178/6 اے کاش خاک ہی ہم رہتے کہ میر اس میں
ہوتی ہمیں رسائی اُس آستاں تلک تو

﴿1179﴾[1]

1179/1 آنکھوں سے دل تلک ہیں چُنے خوانِ آرزو — نومیدیاں ہیں کتنی ہی مہمانِ آرزو

1179/2 اس مجلے کو سیر کروں کب تلک کہ ہے
دستِ ہزار حسرت و دامانِ آرزو

ردیف و ــــ دیوان دوم

﴿1180﴾

1180/1 اتنا کہا نہ ہم سے تم نے کبھو کہ آؤ — کاہے کو یوں کھڑے ہو وحشی سے، بیٹھ جاؤ

1180/2 یہ چاند کے سے ٹکڑے چھپتے نہیں چھپائے — ہرچند اپنے منہ کو برقع میں تم چھپاؤ

1180/3 دو چار تیر یارو اس سے بھلی ہے دوری — تم کھینچ کھینچ مجھ کو اس پلّے پر نہ لاؤ[2]

1180/4 ہو شرم آنکھ میں تو بھاری جہاز سے ہے — مت کر کے شوخ چشمی آشوب سا اُٹھاؤ

1180/5 اب آتے ہو تو آؤ، ہر لحظہ جی گھٹے ہے — پھر لطف کیا جو آ کر آدھا بھی تم نہ پاؤ

1180/6 تھی سحر یا نگہ تھی ہم آپ کو تھے بھولے — اُس جادوگر کو یارو پھر بھی ٹک دکھاؤ

1180/7 مارے گئے سو گزرے جی پھر پھر آتے ہیں کیا
آئندہ میر صاحب! دل مت کہیں لگاؤ

﴿1181﴾

1181/1 نہ مائل آرسی کا رہ، سراپا درد ہوگا تُو — نہ ہو گلچینِ باغِ حُسن ظالم زرد ہوگا تُو

1181/2 یہ پیشہ عشق کا ہے، خاک چھنوائے گا صحرا کی — ہزار اے بے وفا جوں گل چمن پرورد ہوگا تُو

---

[1] نسخۂ مجلس جلد اول ص ۳۹۷ پر الگ نمبر شمار ۳۶۴۳ کے تحت یہ دو شعر بطور غزل درج ہیں، حاشیے میں بتایا ہے کہ 'نکات الشعرا' (ص ۱۷۷) پر یا متصل ۱۱۶۵ھ (۱۷۵۲ء) کہے گئے ہوں گے، دیوان اول میں شامل نہ ہو سکے، یہ اشعار نسخۂ آسی میں شامل نہیں ہیں۔

[2] نسخۂ مجلس جلد دوم ص ۲۲۵ 'پلے پر نہ جاؤ' درج ہے۔ آسی کے یہاں ص ۳۰۸، متن درست ہے۔

1181/3 غبار اُٹھنے لگے گا تیری اس نازک طبیعت سے — بسانِ گردباد آخر بیاباں گرد ہوگا تُو
1181/4 علاقہ دل کا لکھوائے گا دفتر ہاتھ سے تیرے — تجرد کے جریدوں میں قلم سا فرد ہوگا تُو
1181/5 نہ اک دم صبح تک بھی آنکھ لگنے دے گا دل جلنا
یہی پھر میر سا سرگرمِ آہِ سرد ہوگا تُو

﴿1182﴾

1182/1 سب حال سے بے خبر ہیں یاں تو — برہم زدہ شہر ہے جہاں تو
1182/2 اس تن پہ نثار کرتے لیکن — اپنی بھی نظر میں ٹھہرے جاں تو
1182/3 برباد نہ دے کہیں سراسر — رہتی نہیں شمع ساں زباں تو
1182/4 کیا اُس کے گئے ہے ذکر دل کا — ویران پڑا ہے یہ مکاں تو
1182/5 کیا کیا نہ عزیز خوار ہوں گے — ہونے دو اُسے ابھی جواں تو
1182/6 غنچے لگے منہ تمہارے لیکن — صحبت کا اسے بھی ہو دہاں تو
1182/7 کیا اس سے رکھیں امیدِ بہبود — پھرتا ہے خراب آسماں تو
1182/8 یہ طالعِ نارسا بھی جاگیں — سو جائے ٹک اُس کا پاسباں تو
1182/9 مت تربتِ میر کو مٹاؤ
رہنے دو غریب کا نشاں تو

﴿1183﴾

1183/1 ملتفت ہوتا نہیں ہے گاہ تُو — کس قدر مغرور ہے اللہ تُو
1183/2 مجھ سے کتنے جان سے جاتے رہے — کس کی میت کے گیا ہمراہ تُو
1183/3 بے خودی رہتی ہے اب اکثر مجھے — حال سے میرے نہیں آگاہ تُو
1183/4 اُس کے دل میں کام کرنا کام ہے — یوں فلک پر کیوں نہ جا اے آہ تُو
1183/5 فرش ہیں آنکھیں ہی تیری راہ میں — آہ ٹک تو دیکھ کر چل راہ تُو
1183/6 جی تلک تو منہ نہ موڑیں تجھ سے ہم — کر جفا و جور خاطر خواہ تُو
1183/7 کاہشِ دل بھی دوچنداں کیوں نہ ہو — آنکھ میں آوے نہ دو دو ماہ تُو
1183/8 دل دہی کیا کی ہے یوں ہی چاہیے — اے زہے تُو ، آفریں تُو ، واہ تُو
1183/9 میر تُو تو عاشقی میں کھپ گیا
مت کسی کو چند روز اب چاہ تُو

﴿1184﴾

1184/1 اب اسیری سے بچیں تو دیکھیں گے گلشن کبھو — تھا ہمارا بھی چمن میں اے صبا مسکن کبھو
1184/2 ہم بھی اک اُمید پر اس صیدگہ میں ہیں پڑے — کہتے ہیں آتا ہے ایدھر وہ شکار افگن کبھو
1184/3 بند پایا جیب میں یا سَر سے مارا تنگ ہو — دستِ کوتہ میں نہ آیا اپنے وہ دامن کبھو
1184/4 یار کی برگشتہ مژگاں سے نہ دل کو جمع رکھ — بد بلا ہے، پھر کھڑی ہووے جو یہ پلٹن کبھو
1184/5 جان کوئی کیوں نہ دو اُس بے مروّت کے لیے — آشنا ہوتا نہیں وہ دوستی دشمن کبھو

1184/6 ہوں تو نالاں زیرِ دیوارِ چمن پر ضعف سے — گوش زدِ گل کے نہیں ہوتا مرا شیون کبھو

1184/7 دل مگر ان جامہ زیبوں کو دیا ہے میر نے
اس طرح پھرتے نہ تھے وے چاک پیراہن کبھو

﴿1185﴾

1185/1 گل برگ سے ہے نازک، خوبیِ پا تو دیکھو — کیا ہے جھمک کفک کی، رنگِ حنا تو دیکھو

1185/2 ہر بات پر خشونت، طرزِ جفا تو دیکھو — ہر لحظہ بے ادائی، اُس کی ادا تو دیکھو

1185/3 سائے میں ہر پلک کے خوابیدہ ہے قیامت — اُس فتنۂ زماں کو کوئی جگا تو دیکھو

1185/4 بلبل بھی گل گئے پر مر کر چمن سے نکلی — اس مرغِ شوق کش کی ٹک تم وفا تو دیکھو

1185/5 طنزیں عبث کرو ہو غش رہنے پر ہمارے — دو چار دن کسو سے دل کو لگا تو دیکھو

1185/6 ہونا پڑے ہے دشمن ہر گام اپنی جاں کا — کوچے میں دوستی کے ہر کوئی آ تو دیکھو

1185/7 پیری میں مول لیں ہیں منعم حویلیوں کو — ڈھہتا پھرے ہے آپھی اس پر بنا تو دیکھو

1185/8 ڈوبے ہے کشتی میری بحرِ عمیقِ غم میں — بیگانے سے کھڑے ہو تم آشنا تو دیکھو

1185/9 آئے جو ہم تو اُن نے آنکھوں میں ہم کو رکھا — اہلِ ہوس سے کوئی اودھر کو جا تو دیکھو

1185/10 ہے اس چمن میں وہ گل صد رنگِ محوِ جلوہ — دیکھو جہاں وہی ہے کچھ اس سوا تو دیکھو

1185/11 اشعارِ میر پر ہے اب ہائے وائے ہر سُو
کچھ سحر تو نہیں ہے لیکن ہوا تو دیکھو

﴿1186﴾

1186/1 بد زباں ہو جیسے خوش اُسلوب ہو — کیا کہیں جو کچھ کہ ہو تم خوب ہو

1186/2 بے نقابی اُس کی ہے ہم پر ستم — لایئے منہ پر تو وہ محجوب ہو

1186/3 ایسا شہرِ حسن ہی ہے تازہ رسم — دوستی باہم جہاں معیوب ہو

1186/4 مطلبِ عمدہ ہے دل لے تو رکھو — گاہ باشد تم کو بھی مطلوب ہو

1186/5 چاہیے ہے اور کچھ عاشق کو کیا — جان کا خواہاں اگر محبوب ہو

1186/6 لوہو پینا جان کھانا دیکھیے — کیا مزاجِ عشق میں مرغوب ہو

1186/7 جو کہو ہو سو مخالف عقل کے
میر صاحب تم مگر مجذوب ہو

﴿1187﴾

1187/1 منعقد کاش مجلسِ مُل ہو — درمیاں تُو ہو، سامنے گُل ہو

1187/2 گرمیاں متصل رہیں باہم — نے تساہل ہو، نے تغافل ہو

1187/3 اب دھواں یوں جگر سے اُٹھتا ہے — جیسے پُر پیچ کوئی کاکل ہو

1187/4 نہ تو طالع، نہ جذب، پھر دل کو — کس بھروسے پہ ٹک تحمّل ہو

1187/5 لگ نہ چل اے نسیمِ باغ کہ میں — رہ گیا ہوں چراغ سا گل ہو

1187/6 ادھ جلا لالہ ساں رہا تو کیا — داغ بھی ہو تو کوئی بالکل ہو

1187/7 طول رکھتا ہے دردِ دل میرا — لکھنے بیٹھوں تو خط ترسّل ہو

1187/8 ہو جو مجھ بادہ کش کے عرس میں تو — جب کہ قلقل سے شیشے کی قل ہو

1187/9 دیر رہنے کی جا نہیں یہ چمن — بوئے گل ہو، صفیرِ بلبل ہو

1187/10 مجھ دوانے کی مت" ہلا زنجیر — کہیں ایسا نہ ہو کہ پھر غل ہو

1187/11 منکشف ہو رہا ہے حالِ میر
کاش ٹک یار کو تامّل ہو

﴿1188﴾

1188/1 نہ میرے باعثِ شور و فغاں ہو — ابھی کیا جانیے یاں کیا سماں ہو

1188/2 یہی مشہورِ عالم ہیں، دو عالم — خدا جانے ملاپ اُس سے کہاں ہو

1188/3 جہاں سجدے میں ہم نے غش کیا تھا — وہیں شاید کہ اس کا آستاں ہو

1188/4 نہ ہووے وصف اُن بالوں کا مجھ سے — اگر ہر مُو مرے تن پر زباں ہو

1188/5 جگر تو چھن گیا تیروں کے مارے — تمہاری کس طرح خاطر نشاں ہو

1188/6 نہ دل سے جا، خدا کی تجھ کو سوگند — خدائی میں اگر ایسا مکاں ہو

1188/7 تم اے نازک تناں ہو وہ کہ سب کے — تمنائے دل و آرام جاں ہو

1188/8 ہلے ٹک لب کہ اُس نے مار ڈالا — کہے کچھ کوئی گر جی کی اماں ہو

1188/9-11 سنا ہے چاہ کا دعویٰ تمہارا (قطعہ) — کہو جو کچھ کہ چاہو مہرباں ہو
کنارا یوں کیا جاتا نہیں پھر — اگر پائے محبت درمیاں ہو
ہوئے ہم پیر سو ساکت ہیں اب میر
تمہاری بات کیا ہے، تم جواں ہو

﴿1189﴾

1189/1 برسوں میں کبھو ایدھر تم ناز سے آتے ہو — پھر برسوں تئیں پیارے جی سے نہیں جاتے ہو

1189/2 آتے ہو کبھو یاں تو ہم لطف نہیں پاتے — سو آفتیں لاتے ہو، سو فتنے اُٹھاتے ہو

1189/3 رہتے ہو تم آنکھوں میں، پھرتے ہو تمہی دل میں — مدت سے اگرچہ یاں آتے ہو نہ جاتے ہو

1189/4 ایسی ہی زباں ہے تو کیا عہدہ برآ ہوں گے — ہم ایک نہیں کہتے، تم لاکھ سناتے ہو

1189/5 خوش کرنے سے ٹک ایسے ناخوش ہی رکھا کریے — ہنستے ہو گھڑی بھر تو پہروں ہی رلاتے ہو

1189/6 اک خلق تلاشی ہے، تم ہاتھ نہیں لگتے — لڑکے تو ہو پر سب کو بالے ہی بتاتے ہو

1189/7 مدت سے تمہارا کب ایدھر کو تہِ دل ہے — کاہے کو تصنّع سے یہ باتیں بناتے ہو

1189/8 کچھ عزتِ کفر آخر اے دَیر کے باشندو! — مجھ سہل سے کو کیوں تم زنّار بندھاتے ہو

1189/9 آوارہ اُسے پھرتے پھر برسوں گزرتے ہیں — تم جس کسو کو اپنے ٹک پاس بٹھاتے[1] ہو

---

[1] نسخۂ آسی ص ۳۱۲، قافیہ بدلا ہوا ہے، مجلس کے نسخے میں ص ۲۴۴ 'بٹھاتے ہو' جب کہ آسی کے متن میں 'بلاتے ہو'۔

1189/10 دل کھول کے مل چلیے جو میرؔ سے ملنا ہے
آنکھیں بھی دکھاتے ہو، پھر منہ بھی چھپاتے ہو

﴿1190﴾

1190/1 ہر صبح شام تو پئے ایذائے میرؔ ہو — ایسا نہ ہو کہ کام ہی اس کا اخیر ہو

1190/2 ہو کوئی بادشاہ ، کوئی یاں وزیر ہو — اپنی بلا سے بیٹھ رہے جب فقیر ہو

1190/3 جنت کی منت ان کے دماغوں سے کب اُٹھے — خاکِ رہ اُس کی جن کے کفن کا عبیر ہو

1190/4 کیا یوں ہی آب وتاب سے ہو بیٹھیں کارِ عشق — سوکھے جگر کا خوں تو رواں جوئے شیر ہو

1190/5 چھاتی قفس میں داغ سے ہو کیوں نہ رشکِ باغ — جوشِ بہار تھا کہ ہم آئے اسیر ہو

1190/6 یاں برگِ گل اُڑاتے ہیں پرکالۂ جگر — جا عندلیب تُو نہ مری ہم صفیر ہو

1190/7 اس کے خیالِ خط میں کسے یاں دماغِ حرف — کرتی ہے بے مزہ جو قلم کی صریر ہو

1190/8 زنہار اپنی آنکھ میں آتا نہیں وہ صید — پھوٹا دوسار جس کے جگر میں نہ تیر ہو

1190/9 ہوتے ہیں مے کدے کے جواں شیخ جی برے — پھر درگزر یہ کرتے نہیں گو کہ پیر ہو

1190/10 کس طرح آہ خاکِ مذلت سے میں اُٹھوں — افتادہ تر جو مجھ سے مرا دست گیر ہو

1190/11 حد سے زیادہ جور و ستم خوش نما نہیں — ایسا سلوک کر کہ تدارک پذیر ہو

1190/12 دم بھر نہ ٹھہرے دل میں نہ آنکھوں میں ایک پل — اتنے سے قد پہ تم بھی قیامت شریر ہو

1190/13 ایسا ہی اس کے گھر کو بھی آباد دیکھیو — جس خانماں خراب کا یہ دل مشیر ہو

1190/14 تسکینِ[1] دل کے واسطے ہر کم بغل کے پاس — انصاف کریے کب تئیں مخلص حقیر ہو

1190/15 یک وقتِ خاصِ حق میں مرے کچھ دعا کرو
تم بھی تو میر صاحب و قبلہ فقیر ہو

﴿1191﴾

1191/1 ٹک لطف سے ملا کر ، گو پھر کبھو کبھو ہو — سو تب تلک کہ مجھ کو ہجراں سے تیرے خو ہو

1191/2 کیا کیا جوان ہم نے دنیا سے جاتے دیکھے — اے عشق بے محابا دنیا ہو اور تُو ہو

1191/3 ایسے کہو گے کچھ تو ہم چپکے ہو رہیں گے — ہر بات پر کہاں تک آپس میں گفتگو ہو[2]

1191/4 کیا ہے جواب ظالم! پُرسش کے روز کہیو — جو روسیاہ یہ بھی واں آ کے روبرو ہو

1191/5 پُر خوں ہمارے دل سے کتنی ہے تو مشابہ — شاید کلی تجھے بھی اس گل کی آرزو ہو

1191/6 خط اُس کے پشتِ لب کا ساکت کرے گا مجھ کو — کہیو اگر تفاوت اُس میں بہ قدرِ مُو ہو

1191/7 کھولے تھے بال کن نے ہنگامِ صبح اپنے — آئی ہے اے صبا تو ایسی جو مشک بو ہو

1191/8 درویشی سے بھی اپنی نکلے ہے میرزائی — نقشِ حصیر تن پر ایسے ہیں جوں اُتو ہو

---

[1] نسخۂ آسی ص ۳۱۳ میں شعر نمبر ۱۴ اور ۱۵ کو قطعہ قرار دیا ہے جب کہ یہ دونوں الگ الگ اشعار ہیں۔ اس مرتبہ مجلس کے مرتب نے اس غلطی کا نہیں کیا تاہم غلطی کی نشان دہی بھی نہیں کی۔

[2] نسخۂ مجلس میں ردیف 'ہو' ہی درج نہیں کی گئی۔

1191/9 مت التیام چاہے پھر دل شکستگاں سے ممکن نہیں کہ شیشہ ٹوٹا ہوا رفو ہو

1191/10 کہتے ہیں کانپتا ہوں جوں بید عاشقی سے
تم بھی تو میر صاحب کتنے خلاف گو ہو

﴿1192﴾

1192/1 رکھیے گردن کو تری تیغِ ستم پر، ہو سو ہو جی میں ہم نے یہ کیا ہے اب مقرر، ہو سو ہو

1192/2 قطرہ قطرہ اشک باری تا کجا پیشِ سحاب ایک دن تو ٹوٹ پڑ اے دیدۂ تر، ہو سو ہو

1192/3 بند میں ناز و نعم ہی کے رہے کیونکر فقیر یہ فضولی ہے فقیری میں میسر ہو سو ہو

1192/4 آ کے کوچے سے ترے جاتا ہوں کب جوں ابرِ شب تیر باراں ہو کہ برسے تیغ یک سر، ہو سو ہو

1192/5 صاحبی کیسی جو تم کو بھی کوئی تم سا ملا پھر تو خواری، بے وقاری بندہ پرور ہو سو ہو

1192/6 کب تلک فریاد کرتے یوں پھریں، اب قصد ہے داد لیجے اپنی اُس ظالم سے اُڑ کر، ہو سو ہو

1192/7 بال تیرے سر کے آگے تو جیوں کے ہیں وبال سر منڈا کر ہم بھی ہوتے ہیں قلندر، ہو سو ہو

1192/8 سختیاں دیکھیں تو ہم سے چند کھچواتا ہے عشق دل کو ہم نے بھی کیا ہے اب تو پتھر، ہو سو ہو

1192/9 کہتے ہیں ٹھہرا ہے تیرا اور غیروں کا بگاڑ
ہیں شریک اے میر ہم بھی تیرے بہتر ہو سو ہو

﴿1193﴾

1193/1 ظالم ہو میری جان پہ، نا آشنا نہ ہو بے رحمی اتنی عیب نہیں، بے وفا نہ ہو

1193/2 کرتی ہے عشق بازی کو بے مایگی وبال کیا کھیلے وہ جوا جسے کچھ آسرا نہ ہو

1193/3 ہجرِ بتاں میں طبع پراگندہ ہی رہی کافر بھی اپنے یار سے یا رب جدا نہ ہو

1193/4 آزار کھینچنے کے مزے عاشقوں سے پوچھ کیا جانے وہ کہ جس کا کہیں دل لگا نہ ہو

1193/5 کھینچا ہے آدمی نے بہت دُور آپ کو اس پردے میں خیال تو کر ٹک خدا نہ ہو

1193/6 رک جائے دم گر آہ نہ کریے جہاں کے بیچ اس تنگنائے میں کریں کیا جو ہوا نہ ہو

1193/7 طرزِ سخن تو دیکھ ٹک اُس بدمعاش کی دل داغ کس طرح سے ہمارا بھلا نہ ہو

1193/8 شکوہ سیاہ چشمی کا سن ہم سے یہ کہا سرمہ نہیں لگانے کا میں، تم خفا نہ ہو

1193/9 جی میں تو ہے کہ دیکھیے آوارہ میر کو
لیکن خدا ہی جانے وہ گھر میں ہو یا نہ ہو

﴿1194﴾

1194/1 خدا کرے کہ بتوں سے نہ آشنائی ہو کہ پھر موئے ہی بنے ہے اگر جدائی ہو

1194/2 بدن نما ہے ہر آئینہ لوحِ تربت کا نظر جسے ہو اُسے خاک خود نمائی ہو

1194/3 بدی نوشتے کی تحریر کیا کروں اپنے کہ نامہ پہنچے تو پھر کاغذِ ہوائی ہو

1194/4 فرو نہ آوے سر اُسکا طوافِ کعبہ سے نصیب جس کو ترے در کی جبہہ سائی ہو

1194/5 ہماری چاہ نہ یوسف ہی پر ہے کچھ موقوف نہیں ہے وہ تو کوئی اور اُس کا بھائی ہو

1194/6 گلی میں اُس کی رہا جا کے جو کوئی سو رہا — وہی تو جاوے ہے واں جس کسو کی آئی ہو

1194/7 لبِ سوال نہ اک بوسے کے لیے کھولوں — ہزار مہر و محبت میں بے نوائی ہو

1194/8 زمانہ یار نہیں اپنے بخت سے اتنا — کہ مدعی سے اُسے ایک دن لڑائی ہو

1194/9 جفا و جور و ستم اُس کے آپ ہی سہیے — جو اپنے حوصلے میں کچھ بھی اب سمائی ہو

1194/10 ہزار موسمِ گل تو گئے اسیری میں — دکھائی دے ہے موئے ہی پہ اب رہائی ہو

1194/11 چمکتے دانتوں سے اُس کے ہوئی ہے روکش میر — عجب نہیں ہے کہ بجلی کی جگ ہنسائی ہو

1195

1195/1 تاچند انتظار قیامت شتاب ہو — وہ چاند سا جو نکلے تو رفعِ حجاب ہو

1195/2 احوال کی خرابی مری پہنچی اُس سرے — اس پر بھی وہ کہے ہے ابھی ٹک خراب ہو

1195/3 یاں آنکھیں مندتے دیر نہیں لگتی، میری جاں — میں کان کھولے رکھتا ہوں تیرے شتاب ہو

1195/4 پھولوں کے عکس سے نہیں جوئے چمن میں رنگ — گل بہہ چلے ہیں شرم سے اُس منہ[1] کی، آب ہو

1195/5 یاں جرم گنتے انگلیوں کے خط بھی مٹ گئے — واں کس طرح سے دیکھیں ہمارا حساب ہو

1195/6 غفلت ہے اپنی عمر سے تم کو، ہزار حیف — یہ کاروان جاتے ہیں، تم مستِ خواب ہو[2]

1195/7 شانِ تغافل اس کی لکھی ہم سے کب گئی — جب نامہ بر ہلاک ہو تب کچھ جواب ہو

1195/8 لطفِ شراب ابر سے ہے، سو نصیب دیکھیے[3] — جب لیویں جام ہاتھ میں تب آفتاب ہو

1195/9 ہستی پر ایک دم کی تمہیں جوش اس قدر — اس بحرِ موج خیز میں تم تو حباب ہو

1195/10 جی چاہتا ہے عیش کریں ایک رات ہم — تُو ہووے، چاندنی ہو، گلابی شراب ہو

1195/11 پر پیچ و تاب دودِ دل اپنا ہے جیسے زلف — جب اِس طرح سے جل کے درونہ کباب ہو

1195/12 آگے زبانِ یار کے خط کھینچے سب نے میر — پہلی جو بات اُس کی کہیں تو کتاب ہو

1196

1196/1 سب سرگزشت سن چکے، اب چپکے ہو رہو — آخر ہوئی کہانی مری، تم بھی سو رہو

1196/2 جوشِ محیطِ عشق میں کیا جی سے گفتگو — اس گوہرِ گرامی سے اب ہاتھ دھو رہو

1196/3 فندق تو ہے پہ یہ بھی تماشے کا رنگ ہے — ٹک انگلیوں کو خون میں میرے ڈبو رہو

1196/4 اتنا سیاہ خانۂ عاشق سے تنگ کیا — کتنے دنوں میں آئے ہو، یاں[4] رات تو رہو

1196/5 ٹھہراؤ تم کو شوخی سے جوں برق ٹک نہیں — ٹھہرے تو ٹھہرے دل بھی مرا نچلے[5] جو رہو

---

[1] نول کشور دوم، سوم، آسی، عبادت اور مجلس میں 'مہ کی، آب ہو' نسخۂ کالج میں 'منہ' ہے جو مطابق مضمونِ شعر ہے۔

[2] نسخۂ کالج کا مصرع ہے 'یہ کارواں ہیں جاتے پہ تم مست خواب ہو' آسی کا متن اس مصرع میں اختیار کیا ہے۔

[3] نسخۂ آسی میں 'سو نصیب کو' ہے جب کہ نسخۂ کالج میں 'دیکھ' بجائے 'کو' بہت بہتر ہے۔

[4] نسخۂ آسی اور مجلس میں 'ہاں' ہے جب کہ نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم میں 'یاں' ہے۔

[5] نول کشور دوم، سوم اور آسی کے یہاں 'نکلے جو رہو' ہے، نسخۂ کالج میں 'نچلے' ہے، جو بہتر ہے۔

1196/6 ملتے ہوئے سمجھ کے کہا کر رہو رہو — ہم خواب تجھ سے ہو کے رہا جاوے کس طرح

1196/7 خطرہ بہت ہے میر رہِ صعبِ عشق میں
ایسا نہ ہو کہیں کہ دل و دیں کو کھو رہو

﴿1197﴾

1197/1 لائق نہیں تمہیں کہ ہمیں ناسزا کہو — پر ہے یہی ہمارے کیے کی سزا، کہو

1197/2 چپکے رہے بھی چین نہیں تب کہے ہے یوں — لب بستہ بیٹھے رہتے جو ہو، مدعا کہو

1197/3 پیغام بر تو یار و تمہیں میں کروں ولے — کیا جانوں جا کے حق میں مرے اُس سے کیا کہو

1197/4 اب نیک و بد پہ عشق میں مجھ کو نظر نہیں — اس میں مجھے برا کہو کوئی بھلا کہو

1197/5 سر خاکِ آستاں پہ تمہارے رہا مدام — اس پر بھی یا نصیب جو تم بے وفا کہو

1197/6 برسوں تلک تو گھر میں بلا گالیاں دیاں — اب در پہ سن کے کہنے لگے ہیں دعا کہو

1197/7 صحبت ہماری اُس کی جو ہے گفتنی نہیں — کیا کہیے گر کہے کوئی یہ ماجرا کہو

1197/8 یار و خصوصیت تو رہے اپنی اس کے ساتھ — میرا کہو جو حال تو اس سے جدا کہو

1197/9 آشفتہ مُو، حواس پریشاں، خراب حال — دیکھو مجھے تو خبطی، دِوانہ، سڑا کہو

1197/10 کب شرحِ شوق ہو سکے، پر تو بھی میر جی
خط تم نے جو لکھا اُسے، کیا کیا لکھا کہو

﴿1198﴾

1198/1 مت سگِ یار سے دعوائے مساوات کرو — اُس کنے بیٹھنے پاؤ تو مباہات کرو

1198/2 صحبت آخر ہے ہماری نہ کرو پھر افسوس — متصل ہو سکے تو ہم سے ملاقات کرو

1198/3 دیدنی ہے یہ ہوا شیخ جی سے کوئی کہے — کہ چلو مے کدے ٹک تم تو کرامات کرو

1198/4 تم تو تصویر ہوے دیکھ کے کچھ آئینہ — اتنی چپ بھی نہیں ہے خوب، کوئی بات کرو

1198/5 بس بہت وقت کیا شعر کے فن میں ضائع
میر اب پیر ہوے، ترکِ خیالات کرو

﴿1199﴾

1199/1 جوں غنچہ میر اتنے نہ بیٹھے رہا کرو — گل پھول دیکھنے کو بھی ٹک اُٹھ چلا کرو

1199/2 جوں نے نہ زار نالی[1] سے ہم ایک دم رہیں — تم بند بند کیوں نہ ہمارا جدا کرو

1199/3 سوتے کے سوتے یوں ہی نہ رہ جائیں ہم کبھو — آنکھیں اِدھر سے موند نہ اپنی لیا کرو

1199/4 سودے میں اُس کے بِک گئے ایسے کئی ہزار — یوسف کا شور دُور ہی سے تم سنا کرو

1199/5 ہوتے ہو بے دماغ تو دیکھو ہو ٹک اِدھر — غصے ہی ہم پہ کاش کے اکثر رہا کرو

1199/6 یہ اضطراب دیکھ کہ اب دشمنوں سے بھی — کہتا ہوں اُس کے ملنے کی کچھ تم دعا کرو

1199/7 دم رکتے ہیں سیاہیِ مژگاں ہی دیکھ کر — سرمہ لگا کے اور ہمیں مت خفا کرو

1199/8 پورا کریں ہیں وعدے کو اپنے ہم آج کل — وعدے کے تئیں وصال کے تم بھی وفا کرو

---

[1] نسخۂ آسی میں 'زار و نالہ' نول کشور دوم، سوم میں 'زار و نالے' جب کہ سب سے بہتر متن نسخۂ کالج میں 'زار نالی' درج ہوئے ہیں۔

س1199/9 دشمن ہیں اپنے جی کے، تمہارے لیے ہوئے — تم بھی حقوق دوستی کے کچھ ادا کرو

1199/10 اپنا چلے تو آپھی[1] ستم سب اُٹھائیے — تم کون چاہتا ہے کسو پر جفا کرو

1199/11 ہر چند ساتھ جان کے ہے عشقِ میر لیک
اس دردِ لا علاج کی کچھ تو دوا کرو

﴿1200﴾

1200/1 لا میری اور یا رب ! آج ایک خوش کمر کو — قدرت سے اس کے دل کی کل پھیر دے ادھر کو

1200/2 بے طاقتی میں شب کی پوچھو نہ ضبط میرا — ہاتھوں میں دل کو رکھا، دانتوں تلے جگر کو

1200/3 پھولا پھلا نہ اب تک ہرگز درختِ خواہش — برسوں ہوئے کہ دوں ہوں خونِ دل اس شجر کو

1200/4 ہے روزگار میرا ایسا سیہ کہ یارو — مشکل ہے فرق کرنا ٹک شام سے سحر کو

1200/5 ہر چند ہے سخن کو تشبیہ دُر سے لیکن — باتیں مری سنو تو تم پھینک دو گہر کو

1200/6 نزدیک ہے کہ جاویں ہم آپ سے، اب آؤ — ملتے ہیں دوستوں سے جاتے ہوئے سفر کو

1200/7 کب میر ابر ویسا برساوے کر اندھیری
جیسا کہ روتے ہم نے دیکھا ہے چشمِ تر کو

﴿1201﴾

1201/1-2 مطرب نے پڑھی تھی غزل اک میر کی شب کو (قطعہ)[2] — مجلس میں بہت وجد کی حالت رہی سب کو

پھرتے ہیں چنانچہ لیے خدام سلاتے — درویشوں کے پیراہنِ صد چاک قصب کو

1201/3 کیا وجہ کہیں خوں شدنِ دل کی پیارے — دیکھو تو ہو آئینے میں تم جنبشِ لب کو

1201/4 برسوں تئیں جب ہم نے تردّد کیے ہیں تب — پہنچایا ہے آدم تئیں واعظ کے نسب کو

1201/5 ہے رحم کو بھی راہ دلِ یار میں بارے — جاگہ نہیں یاں ورنہ کہیں اُس کے غضب کو

1201/6 کیا ہم سے گنہگار ہیں یہ سب جو موئے ہیں — کچھ پوچھو نہ اُس شوخ کی رنجش کے سبب کو

1201/7 دل دینے سے اس طرح کے جی کاش کے دیتے — یوں کھینچے کوئی کب تئیں اس رنج و تعب کو

1201/8 حیرت ہے کہ ہے مدعیِ معرفت اک خلق — کچھ ہم نے تو پایا نہیں اب تک ترے ڈھب کو

1201/9 ہوگا کسو دیوار کے سائے میں پڑا میر
کیا ربط[3] محبت سے اُس آرام طلب کو

﴿1202﴾

1202/1 ملا یا رب کہیں اُس صید افگن، سر بسر کیں کو — کہ افشاں کیجے خون اپنے سے اُس کے دامنِ زیں کو

1202/2 گئے وے سابقے سارے، خصوصیت رہی پیارے — کبھو در تک تو آ بارے ہمارے دل کی تسکیں کو

1202/3 پیے جاتے نہیں بس اب لہو کے گھونٹ یہ مجھ سے — بہت پی پی گیا ڈر سے ترے میں اشکِ خونیں کو

1۔ نسخۂ آسی میں بالعموم 'آپھی' کو 'آپ ہی' لکھا گیا اور نسخۂ مجلس نے میر کے رنگِ اسلوب و زبان کو برقرار رکھنے کے لیے 'آپھی' کو ترجیح دی لیکر شعر میں بالعکس ہوا، آسی کے یہاں آپھی اور مجلس کی اشاعت میں 'آپ ہی' درج ہے۔

2۔ یہ دونوں شعر باہم مربوط ہیں، تاہم آسی، عبادت یا مجلس میں سے کسی مرتب نے انہیں قطعہ نہیں لکھا۔

3۔ 'انتخاب کلامِ میر' مرتبہ مولوی عبدالحق ص ۱۰۱ میں 'ربط' کی جگہ 'کام' درج ہوا ہے۔

1202/4 نہ لکھیں یار کو محضر ہمارے خونِ ناحق کا — دکھا دیویں گے ہم محشر میں اُس کے دستِ رنگیں کو

1202/5 بجز حیرت نہ بن آوے گی کوئی شکل پھر اُس سے — دکھایا ہم نے گر چہرہ ترا صورت گرِ چیں کو

1202/6 اُبھر کر سنگ کے تختے سے پھر دیکھا کیا اودھر — محبت ہو گئی تھی کوہ کن سے نقشِ شیریں کو

1202/7 ہم اُس کے چاند سے منہ کے ہیں عاشق، مہ سے کیا ہم کو — سر اپنا کیک ہی مارا کرے اُس خشتِ سیمیں کو

1202/8 ہوئے کیا کیا مقدس لوگ آوارہ ترے غم میں — سبک پا کر دکھایا شوخ تو نے اہلِ تمکیں کو

1202/9 بہت مدت ہوئی صحرا سے مجنوں کی خبر آئے — نہیں معلوم پیش آیا ہے کیا اُس یارِ دیریں کو

1202/10 لیے تسبیح ہاتھوں میں جو تو باتیں بناتا ہے — نہیں دیکھا ہے واعظ تو نے اُس غارت گرِ دیں کو

1202/11 گیا کوچے سے تیرے اُٹھ کے میر آشفتہ سر شاید — پڑا دیکھا تھا میں نے رہ میں اُس کے سنگِ بالیں کو

﴾1203﴿

1203/1 کیا چہرے خدا نے دیے اِن خوش پسروں کو — دینا تھا تنک رحم بھی بیداد گروں کو

1203/2 آنکھوں سے ہوئی خانہ خرابی دل، اے کاش — کر لیتے تبھی بند ہم اِن دونوں دروں کو

1203/3 پروازِ گلستاں کے تو شائستہ نہ نکلے — پروانہ نمط آگ ہم اب دیں گے پروں کو

1203/4 سب طائرِ قدسی ہیں یہ جو زیرِ فلک ہیں — موندا ہے کہاں عشق نے ان جانوروں کو

1203/5 زنہار ترے دل کی توجہ نہ ہو ایدھر — آگے ترے ہم کاڑھ رکھیں گو جگروں کو

1203/6 پیراہنِ صد چاک سلاتے ہیں مرا لوگ — تہ سے نہیں مطلق خبر اِن بے خبروں کو

1203/7 جوں اشک جہاں جاتے رہیں گے تو گئے پھر — دیکھا کرو ٹک آن کے ہم دیدہ تروں کو

1203/8 اس باغ کے ہر گل سے چپک جاتی ہیں آنکھیں — مشکل بنی ہے آن کے صاحب نظروں کو

1203/9 آدابِ جنوں چاہیے ہم سے کوئی سیکھے — دیکھا ہے بہت یاروں نے آشفتہ سروں کو

1203/10 اندیشے کی جا گہ ہے بہت میر جی مرنا — در پیش عجب راہ ہے ہم نو سفروں کو

﴾1204﴿

1204/1 عنایتِ ازلی سے جو دل ملا مجھ کو — محلِ شکر ہے، آتا نہیں گلا مجھ کو

1204/2 تنک شراب ضعیف الدماغ ہوں ساقی — دمِ سحر ہے پُر زور مت پلا مجھ کو

1204/3 پڑا رہے کوئی مردہ سا کب تلک خاموش — ہلا کہیں لبِ جاں بخش کو، جلا مجھ کو

1204/4 جنوں میں سخت ہے اُس زلف سے علاقۂ دل — خوش آ گیا ہے نہایت یہ سلسلہ مجھ کو

1204/5 فلک کی چرخ زنی برسوں ہو تو مجھ سا ہو — سمجھ سمجھ کے تنک خاک میں ملا مجھ کو

1204/6 رہا تھا خوں تئیں ہمرہ سو آپھی خوں ہے حیف — رفیق تجھ سا ملے گا کہاں دلا مجھ کو

1204/7 درستی جیب کی اتنی نہیں ہے اے ناصح — بنے تو سینۂ صد چاک دے سلا مجھ کو

1204/8 ہوا ہوں خاک، پہ دل کی وہی ہے ناصافی — ابھی اس آئنے کی کرنی ہے جلا مجھ کو

1204/9 نگر کہ مردنِ دشوار میر سہل ہے شوخ — ہلاک کرتا ہے تیرا مساہلا مجھ کو

﴿1205﴾

1205/1 ہوتی کچھ عشق کی غیرت بھی اگر بلبل کو
صبح کی باؤ سے لگ لگنے نہ دیتی گل کو

1205/2 میں نے سر اپنا دھنا تھا تبھی، اُس شوخ نے جب
پگڑی کے پیچ سے باندھا تھا اُٹھا کاکل کو

1205/3 مستی اُن آنکھوں سے نکلے ہے اگر دیکھو خوب
خلق بدنام عبث کرتی ہے جامِ مُل کو

1205/4 جیسے ہوتی ہے کتاب ایک ورق بن ناقص
نسبتِ تام اسی طور ہے جُز سے کل کو

1205/5 ایک لٹھے ہی میں بل سارے نکل جاتے میر
پیچ اُس زلف کے دینے تھے دکھا سنبل کو

﴿1206﴾

1206/1 یوں کب ہوا ہے پیارے پاس اپنے تم بلا لو
دو باتیں گر لکھوں میں، دل کو ٹک اک لگا لو

1206/2 اب جو نصیب میں ہے سو دیکھ لوں گا میں بھی
تم دستِ لطف اپنا سر سے مرے اُٹھا لو

1206/3 جنبش بھی اُس کے آگے ہونٹوں کو ہو تو کہیو
یوں اپنے طور پر تم باتیں بہت بنا لو

1206/4 دو نعروں ہی میں شب کے ہوگا مکان ہُو کا
سن رکھیو کان رکھ کر یہ بات بستی والو

1206/5 نامِ خدا ستم میں تم نام ور تو ہو ہی
پر ایک دو کو یوں ہی للہ مار ڈالو

1206/6 زلف اور خال و خط کا سودا نہیں ہے اچھا
یارو بنے تو سر سے جلد اس بلا کو ٹالو

1206/7 یارانِ رفتہ ایسے کیا دور تر گئے ہیں
ٹک کر کے تیز گامی اُس قافلے کو جا لو

1206/8 بازاری سارے وے ہی کہتے ہیں راز بیٹھے
جن کو ہمیں کہا ہے تم منہ سے مت نکالو

1206/9 یوں رفتہ اور بے خود کب تک رہا کرو گے
تم اب بھی میر صاحب اپنے تئیں سنبھالو

ردیف و ــــ دیوان سوم

﴿1207﴾

1207/1 قتل کیے پر غصہ کیا ہے، لاش مری اُٹھوانے دو
جان سے ہم بھی جاتے رہے ہیں، تم بھی آؤ جانے دو

1207/2 جان سلامت لے کر جاوے کعبے میں تو سلام کریں
ایک جراحت اُن ہاتھوں کا صیدِ حرم کو کھانے دو

1207/3 اس کی گلی کی خاک سبھوں کے دامنِ دل کو کھینچے ہے
ایک اگر جی لے بھی گیا تو آتے ہیں مر جانے دو

1207/4 کرتے ہو تم نیچی نظریں، یہ بھی کوئی مروت ہے
برسوں سے پھرتے ہیں جدا ہم، آنکھ سے آنکھ ملانے دو

1207/5 کیا کیا اپنے لوہو پئیں گے، دم میں مریں گے دم میں جئیں گے
دل جو بغل میں رہ نہیں سکتا، اس کو کسو سے بکانے دو

1207/6 اب کے بہت ہے شورِ بہاراں ہم کو مت زنجیر کرو
دل کی ہوس ٹک[1] ہم بھی نکالیں، دھوم میں ہم کو مچانے دو

---

[1] نول کشور طبع سوم اور کلیات میر مرتبہ آسی میں 'کچھ' ہے، نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'ٹک' بہتر ہے۔

1207/7 عرصہ کتنا سارے جہاں کا ، وحشت پر جو آجاویں
پاؤں تو ہم پھیلاویں گے پر فرصت ہم کو پانے دو

1207/8 کیا جاتا ہے اس میں ہمارا ، چپکے ہم تو بیٹھیں ہیں
دل جو سمجھنا تھا سو سمجھا ناصح کو سمجھانے دو

1207/9 ضعف بہت ہے میر تمھیں کچھ اس کی گلی میں مت جاؤ
صبر کرو کچھ اور بھی صاحب طاقت جی میں آنے دو

1207/10 بات بنانا مشکل سا ہے ، شعر سبھی یاں کہتے ہیں
فکرِ بلند سے یاروں کو ایک ایسی غزل کہہ لانے دو

﴿1208﴾

1208/1 گردش میں وے مست آنکھیں ہیں جیسے بھرے پیمانے دو
دانت سنا ہے جھمکیں ہیں اُس کے موتی کے سے دانے دو

1208/2 خوب نہیں اے شمع کی غیرت ساتھ رہیں بیگانے دو
کب فرمان پہ تیرے ہوئے یہ بازو کے پروانے دو

1208/3 ایسے بہانہ طلب سے ہم بھی روز گزاری کرتے ہیں
کب وعدے کی شب آئی جو اُن نے کیے نہ بہانے دو

1208/4 تیرِ ستم اُس دشمنِ جاں کا تا دو کماں پر ہو نہ کہیں
دل سے اور جگر سے اپنے ہم نے[1] رکھے ہیں نشانے دو

1208/5 کس کو دماغ رہا ہے یاں اب ضدیں اُس کی اُٹھانے کا
چار پہر جب منت کریے تب وہ باتیں مانے دو

1208/6 غم کھاویں یا غصہ کھاویں یوں اوقات گزرتی ہے
قسمت میں کیا خستہ دلوں کے یہی لکھے تھے کھانے دو

1208/7 خالِ سیاہ و[2] خطِ سیاہ ، ایمان و دل کے رہزن تھے
اک مدت میں ہم نے بارے چوٹے یہ پہچانے دو

1208/8 عشق کی صنعت مت پوچھو جوں نیچے بھوؤں کے چشمِ بتاں
دیکھیں جہاں محرابیں اُن نے طرح کیے پیمانے دو

1208/9 رونے سے تو پھوٹیں آنکھیں ، دل کو غموں نے خراب کیا
دیکھنے قابل اُس کے ہوئے ہیں اب تو یہ ویرانے دو

1208/10 دشت و کوہ میں میر پھرو تم لیکن ایک ادب کے ساتھ
کوہ کن و مجنوں بھی تھے اس ناحیے میں دیوانے دو

﴿1209﴾

1209/1 دوست رکھتا ہوں بہت اپنے دلِ بیمار کو
خوں کیا ہے مدتوں اس میں غمِ بسیار کو

1209/2 جز عزیز از جاں نہیں یوسف کو لکھتا یہ کبھی
کیا غرورِ میرزائی ہے ہمارے یار کو

---

[1] نول کشور دوم، سوم اور آسی کے یہاں 'ہمیں' ہے، نسخۂ کالج اور نسخۂ مجلس میں 'ہم نے' ہے۔

[2] نسخۂ آسی میں 'خالِ سیاہ' 'خطِ سیاہ' میں واوِ عاطفہ درج نہیں اور 'چوٹے' کا املا ہی 'چوٹے' آسی صاحب نے لکھا ہے۔

1209/3 جب کبھو ادھر سے نکلے ہے تو اک حسرت کے ساتھ — دیکھے ہے خورشید اس کے سایۂ دیوار کو

1209/4 بوجھ تو اچھا تھا پر آخر گرو رکھتے ہوئے — وجہِ جامِ مے نہ پایا خرقہ و دستار کو

1209/5 خوں چکاں شکوے ہیں دل سے تا زباں میری ولے — سی لیا ہے تو کہے میں نے لبِ اظہار کو

1209/6 تصفیے سے دل میں میرے منہ نظر آتا ہے لیک — کیا کروں آئینہ ساں میں حسرتِ دیدار کو

1209/7 عاشقی وہ روگ ہے جس میں کہ ہو جاتی ہے یاس
اچھے ہوتے کم سنا ہے میر اِس آزار کو

﴿1210﴾

1210/1 تم بن چمن کے گل نہیں چڑھتے نظر کبھو — یہ کیا روش ہے، آؤ چلے ٹک اِدھر کبھو

1210/2 دریا سی آنکھیں بہتی ہی رہتی تھیں سو کہاں — ہوتی ہے کوئی کوئی پلک اب تو تر کبھو

1210/3 جی جانے ہے جو اپنے پہ ہوتی ہے مار مار — جاتے ہیں اُس گلی میں کہاں ہم، مگر کبھو

1210/4 آنکھیں سفید ہو چلی ہیں راہ دیکھتے — یا رب! اُنہوں کا ہوگا اِدھر بھی گزر کبھو

1210/5 مدت ہوئی ہے نامہ کبوتر کو لے گئے — آ جاتی ہے کچھ اُڑتی سی ہم تک خبر کبھو

1210/6 ہم جستجو میں اُن کی کیے دست و پا بھی گم — افسوس ہے کہ آئے نہ وہ راہ پر کبھو

1210/7 غم کو تمہارے دل کے نہایت نہیں ہے میر
اس قصے کو کرو گے بھی تم مختصر کبھو

﴿1211﴾

1211/1 یہ سرا سونے کی جاگہ نہیں، بیدار رہو — ہم نے کر دی ہے خبر تم کو، خبردار رہو

1211/2 آپ تو ایسے بنے اب کہ جلے جی سب کا — ہم کو کہتے ہیں کہ تم جی کے تئیں مار رہو

1211/3 لاگ اگر دل کو نہیں، لطف نہیں جینے کا — اُلجھے سلجھے کسو کاکل کے گرفتار رہو

1211/4 گرچہ وہ گوہرِ تر ہاتھ نہیں لگتا لیک — دم میں دم جب تئیں ہے اُس کے طلب گار رہو

1211/5 سارے بازارِ جہاں کا ہے یہی مول اے میر
جان کو بیچ کے بھی دل کے خریدار رہو

﴿1212﴾

1212/1 کرنا شعار خوب ہے عجز و نیاز کو — بے وقر جانتے ہیں دلِ بے گداز کو

1212/2 ہجراں کی سرگزشت مری گفتنی نہیں — کیا کہیے تم سے قصۂ دُور و دراز کو

1212/3 جوں شمع سر کٹے ہے بیاں حال کا کیے — لانا زباں پہ خوب نہیں دل کے راز کو

1212/4 حیران ہو رہو گے جو ہم ہو چکے کبھی — دیکھا نہیں ہے مرتے کسو عشق باز کو

1212/5 جاں کاہ و دل خراش ہیں سارے ترے سلوک — دل ہم تو دیتے کاش کسی دل نواز کو

1212/6 صوفی کی پارسائی کی ہے خانقہ میں دھوم — لے چلیے گا کبھو اُدھر اُس مستِ ناز کو

1212/7 ہے دُور ادب سے تم کھڑے میں پا کشیدہ ہوں
مت آئیو جنازے کی میرے نماز کو

﴾1213﴿

1213/1 سر کاٹ کے ڈلوا دیئے ، انداز تو دیکھو — پامال ہے سب خلقِ جہاں ، ناز تو دیکھو

1213/2 کچھ سوجھ نہیں پڑتی تمھیں بے خبری سے — ٹک ہوش کی آنکھوں کو کرو باز تو دیکھو

1213/3 اُس بت سے نہیں جب تئیں صحبت تو نہیں ہے — یہ ڈول جو ہوتا ہے خدا ساز تو دیکھو

1213/4 شب آنکھ مری لگنے نہیں دیتی ہے بلبل — اِس مرغ کی بے تابی آواز تو دیکھو

1213/5 دل ایک تڑپنے میں پرے عرش کے پایا — اِس طائرِ بے بال کی پرواز تو دیکھو

1213/6 کی زلف و خط و خال نے ایک اور قیامت — تصویر سے چہرے پہ یہ پرداز[1] تو دیکھو

1213/7 سب میر کو دیتے ہیں جگہ آنکھوں پہ اپنی
اس خاکِ رہِ عشق کا اعزاز تو دیکھو

﴾1214﴿

1214/1 آرسی اُس کے سامنے دھر لو — کب ہے ویسی ، مواجہہ کر لو

1214/2 اُس کی تیغِ ستم بلند ہوئی — جی ہے مرنے کو تو چلو مر لو

1214/3 درپئے خوں ہیں میرے خرد و کلاں — یہ وبال اپنے کوئی سر پر لو

1214/4 کچھ طرح ہو کہ بے طرح ہو حال — عمر کے دن کسی طرح بھر لو

1214/5 کیا بلا خیز جا ہے کوچۂ عشق
تم بھی یاں میر مول اک گھر لو

﴾1215﴿

1215/1 کھینچنا رنج و تعب کا دوستاں! عادت کرو — تب کسی نا آشنائے مہر سے اُلفت کرو

1215/2 روٹھ کر منتا نہیں وہ شوخ یوں کیوں نہ کوئی — عذر چاہو دیر تک ، مدت تلک منت کرو

1215/3 کب تک اے صورت گراں حیراں پھروں بے روے یار — نقش اُس کا کھینچ رکھنے کی کوئی صورت کرو

1215/4 اُنس اگر اِن نوخطانِ شہر سے منظور ہے — اپنی پرچھائیں سے بھی جوں خامہ تم وحشت کرو

1215/5 کچھ نہ پوچھو صحبت دی روزہ کی کم فرصتی — جوں ہی[2] جا بیٹھے ، لگا کہنے ، اُنھیں رخصت کرو

1215/6 عشق میں کیا دخل ہے نازک مزاجی کے تئیں — کوہ کن کے طور سے جی توڑ کر محنت کرو

1215/7 پہلے دیوانے ہوئے ، پھر میر آخر ہو گئے
ہم نہ کہتے تھے کہ صاحب! عاشقی تم مت کرو

﴾1216﴿

1216/1 بہرِ فردوس ہو آدم کو الم کاہے کو — وقفِ اولاد ہے وہ باغ تو غم کاہے کو

1216/2 کہتے ہیں آوے گا ایدھر وہ قیامت رفتار — چلتے پھرتے رہیں گے تب تئیں ہم کاہے کو

1216/3 یہ بھی اک ڈھب ہے نہ ایذا نہ کسو کو راحت — رحم موقوف کیا ہے تو ستم کاہے کو

---

[1] نسخۂ آسی ص ۴۲۷ 'پرواز' بجائے 'پرداز' درج ہوا ہے۔ مجلس میں متن درست، لیکن اختلاف نسخ کی نشان دہی مفقود ہے۔

[2] کلیات میر مرتبہ آسی میں متن 'ہی' ہے جو درست بھی ہے، نسخۂ مجلس میں 'ہے' سہواً درج ہوا ہے۔

1216/4 نرگس اُن آنکھوں کو جو لکھ گئے ، نابینا تھے — اپنے نزدیک ہیں وے دست قلم کاہے کو

1216/5 اُس کی تلوار سے گر جان کو رکھتے نہ عزیز — مرتے اِس خواری سے تو صیدِ حرم کاہے کو

1216/6 چشم پوشی کا مری جان تمھیں لپکا ہے — کھاتے ہو دیدہ درائی[1] سے قسم کاہے کو

1216/7 میری آنکھوں پہ رکھو پاؤں تو ، آؤ لیکن — رکھتے ہو ایسی جگہ تم تو قدم کاہے کو

1216/8 دل کو کہتے ہیں کہ اُس گنجِ رواں کا گھر ہے — اس خرابے میں کرے ہے وہ کرم کاہے کو

1216/9 شور نے نام خدا اُن کے[2] بلا سر کھینچا
میر سا ہے کوئی عالم میں علم کاہے کو

1217

1217/1 غریبِ شہرِ خوباں ہوں مرا کچھ حال مت پوچھو — ہوا جی زلف و کاکل کے لیے جنجال مت پوچھو

1217/2 دلِ صد پارہ کو پیوند کرتا ہوں جدائی میں — کرے ہے کہنہ نسخہ وصل جوں وصّال مت پوچھو

1217/3 جگر جل کے ہوا ہے کوئلہ ، بے تاب تو بھی ہوں — تپش سے دل کی میرے سر پہ ہے دھمال مت پوچھو

1217/4 تعجب ہے کہ دل اس گنجِ سرگشتہ میں رہتا ہے — خرابے جس سے یہ پاتے ہیں مالا مال مت پوچھو

1217/5 لگا جی اُس کی زلفوں سے ، بہت ہم میر پچھتائے
ہوا ہے مدعی ایک[3] ایک اپنا بال ، مت پوچھو

1218

1218/1 بارے دنیا میں رہو غم زدہ یا شاد رہو — ایسا کچھ کر کے چلو یاں کہ بہت یاد رہو

1218/2 عشق پیچے کی طرح حسن گرفتاری ہے — لطف کیا سرو کے مانند گر آزاد رہو

1218/3 ہم کو دیوانگی شہروں ہی میں خوش آتی ہے — دشت میں قیس رہو ، کوہ میں فرہاد رہو

1218/4 وہ گراں خواب جو ہے ناز کا اپنے سو ہے — داد بے داد رہو شب کو کہ فریاد رہو

1218/5 میر ہم مل کے بہت خوش ہوئے تم سے پیارے[4]
اس خرابے میں مری جان تم آباد رہو

1219

1219/1 زلفوں کو میں چھوا سو غصے ہوئے کھڑے ہو — یہ بات ایسی کیا ہے جس پر اُلجھ پڑے ہو

1219/2 منہ پھیر پھیر لو ہو ہر بات میں اُدھر سے — یاں کس ستم زدہ سے آزردہ ہو ، لڑے ہو

1219/3 نرمی مخالفوں سے ، سختی موافقوں سے — واں موم سے بنے ہو، یاں لوہے سے کڑے ہو

---

[1] نسخۂ آسی اور مجلس دونوں نے 'دیدہ درائی' میں الف کو ممدودہ درج کیا ہے۔

[2] نسخۂ کالج کے مطابق 'کے' درج کیا ہے 'شور' کے لیے یہی مناسب ہے۔ ورنہ سبھی نسخوں میں 'کی' مندرج ہے۔

[3] بالعموم جب بھی شعر میں 'ایک ایک' آیا، نسخۂ مجلس کے مرتب نے اُسے 'اک ایک' سے بدل دیا ہے اور اس کا نہ کوئی حوالہ دیا ہے اور نہ جواز۔ ہم آسی کے نسخے کے مطابق 'ایک ایک' ہی درج کیا ہے۔

[4] آسی اور مجلس کے نسخوں میں مصرع یوں ہے 'میر مل کے بہت خوش ہوئے تم سے پیارے'۔ ظاہر ہے یہ مصرع درست نہیں 'مل مل کے' کوئی پیرایۂ بیان نہیں۔ شعر شور انگیز کے انتخاب میں یہ شعر شامل ہے، جلد سوم، ص ۵۴۰ وہاں متن یوں ہے 'میر ہم مل کے بہت خوش ہوئے تم سے سارے' میں 'سارے' کی نسبت آسی و مجلس کا 'پیارے' بہتر ہے۔ 'مری جان' سے بھی اس کی مناسبت بہت بہتر ہے۔

1219/4 مل جاؤ مغ بچوں سے تو داڑھی ہو تبرک — ہر چند شیخ صاحب! تم بوڑھے ہو[1]، بڑے ہو

1219/5 ہوتے ہیں خاکِ رہ بھی لیکن نہ میر ایسے
رستے میں آدھے دھڑ تک مٹی میں تم گڑے ہو

﴿1220﴾

1220/1 زخموں پہ اپنے لون[2] چھڑکتے رہا کرو — دل کو مزے سے بھی تو تنک آشنا کرو

1220/2 کیا آنکھ بند کر کے مراقب ہوئے ہو تم — جاتے ہیں کیسے کیسے سمیں، چشم وا کرو

1220/3 موقوفِ ہرزہ گردی نہیں کچھ قلندری — زنجیرِ سر اُتار کے زنجیرِ پا کرو

1220/4 ہر چند اس متاع کی اب قدر کچھ نہیں — پر جس کسو کے ساتھ رہو تم، وفا کرو

1220/5 تدبیر کو مزاجِ محبت میں دخل کیا — جاں کاہ اس مرض کی نہ کوئی دوا کرو

1220/6 طفلی سے تم نے لطف و غضب مختلط کیے — ٹک مہر[3] کو جدا کرو، غصہ جدا کرو

1220/7 بیٹھے ہو میر ہو کے درِ کعبہ پر فقیر
اس روسیہ کے باب میں بھی کچھ دعا کرو

﴿1221﴾

1221/1 سر پہ عاشق کے نہ یہ روزِ سیہ لایا کرو — جی اُلجھتا ہے بہت، مت بال سلجھایا کرو

1221/2 تابِ مہ کی تاب کب ہے نازکی سے یار کو — چاندنی میں آفتابی کا مگر سایا کرو

1221/3 گرچہ شانِ کفر ارفع ہے، و لے اے راہباں! — ایک دو ہم سوں کو بھی زنار بندھوایا کرو

1221/4 شوق سے دیدار کے بھی آنکھوں میں کھنچ آیا جی — اس سمیں میں دیکھنے ہم کو بہت آیا کرو

1221/5 کوہ کن کی ہے قدم گاہ آخر اے اہلِ وفاق — طوف کرنے بے ستوں کا بھی کبھی جایا کرو

1221/6 فرق یار و غیر میں بھی اے بتاں کچھ چاہیے — اتنی ہٹ دھرمی بھی کیا، انصاف فرمایا کرو

1221/7 کب میسر اُس کے منہ کا دیکھنا آتا ہے میر
پھول گُل سے اپنے دل کو تم بھی بہلایا کرو

﴿1222﴾

1222/1 کہتا ہے کون میر کہ بے اختیار رو — ایسا تو رو کہ رونے پہ تیرے ہنسی نہ ہو

1222/2 پایا گیا وہ گوہرِ نایاب سہل کب — نکلا ہے اُس کو ڈھونڈنے تو پہلے جان کھو

1222/3 کام اُس کے لب سے ہے مجھے، بنت العنب سے کیا — ہے آبِ زندگی بھی تو لے جائے مردہ شو

1222/4 سنتے نہیں کہے، جو نہ کہیے تو دم رکے — کچھ پوچھیے نہ قصہ ہمارا، ہے گو مگو

1222/5 مشعر ہے بے دماغی پہ مطلق نہ بولنا — ہم دیں تمھیں دعا، ہمیں تم گالیاں تو دو

1222/6 کرنا جگر ضرور ہے دل دادگاں کو بھی — وہ بولتا نہیں تو تم آپھی سے چھیڑ لو

---

[1] نسخۂ آسی میں 'تم بوڑھے یا بڑے ہو' مجلس میں متن بہتر ہے، تاہم اختلاف نسخ کی نشان دہی نہیں کی۔

[2] نسخۂ کالج کے مطابق 'لون' بمعنی نمک زیادہ فصیح ہے، اس لیے یہی درج کیا ورنہ بھی نسخوں میں 'نون' درج ہے۔

[3] آسی کے یہاں 'مہر' ہی ہے گو پڑھا نہیں جاتا، خود مختار کاتب نے نسخۂ مجلس میں 'میر' درج کر دیا ہے، جلد سوم ص ۱۷۵۔

1222/7 اے غافلانِ دہر! یہ کچھ راہ کی ہے بات
چلنے کو قافلے ہیں ، یہاں تم رہے ہو سو
1222/8 گردش میں جو کوئی ہو، رکھے اُس سے کیا امید
دن رات آپھی چرخ میں ہے آسمان تو
1222/9 جب دیکھتے ہیں پاؤں ہی دابو ہو اس کے میر
کیوں ہوتے ہو ذلیل تم ، اتنا تو مت دبو

《1223》

1223/1 رکھومت سر چڑھائے دلبروں کے گوندھے بالوں کو
کھلانا کھولنا[1] مشکل بہت ہے ایسے کالوں کو
1223/2 اُڑایا غم نے اب کے سوکھے پتوں کی روش ہم کو
الٰہی سبز رکھیو باغِ خوبی کے نہالوں کو
1223/3 جہاں دیکھو کہا کرتے ہیں اس کے عشق کے غم میں
نہ ہم دو چار بیٹھے دل شکستے اپنے حالوں[2] کو
1223/4 نہ چشمِ کم سے مجھ درویش کی آوارگی دیکھو
تبرک کرتے ہیں کانٹے مرے پاؤں کے چھالوں کو
1223/5 کرے ہے جس پہ بلبل غش سو پاسِ جنس[3] کی قیمت
نہیں افسوس آنکھیں بے حقیقت پھول والوں کو
1223/6 دلِ عاشق کو رُو کیا جانوں، خوباں کیوں نہیں دیتے
بہت آئینے سے تو ربط ہے صاحب جمالوں کو
1223/7 یہی کچھ وہم سے ہے سہل کب آئے قیاسوں میں
تفکر اس کمر کا کھا گیا نازک خیالوں کو
1223/8 نہ ایسی طرزِ دیدن ہے، نہ ہرنوں کی یہ چتون ہے
کبھو جنگل میں لے چلیے گا اِن شہری غزالوں کو
1223/9 کوئی بھی اس طرح سے اپنے جی پر کھیل جاتا ہے
مگر بازیچہ سمجھے میر عشقِ خرد سالوں کو

《1224》

1224/1 رہتا ہے پیشِ دیدۂ تر آہ کا سبھاؤ
جیسے مصاحب ابر کی ہوتی ہے کوئی باؤ
1224/2 برسے گی برف عرصۂ محشر میں دشت دشت
گر میری سرد آہوں کا واں ہو گیا جماؤ
1224/3 حاصل کوئی اُمید ہوئی ہو تو میں کہوں
خوں ہی ہوا کیے ہیں مرے دل میں سارے چاؤ
1224/4 آنکھوں کے آگے رونے سے میرے محیط ہے
ابروں سے جا کہے کوئی پانی پیو تو آؤ
1224/5 رہتی تھی اشکِ خونی میں ڈوبی سب آستیں
اس چشمِ بحرِ خوں کے کبھو دیکھے ہیں چڑھاؤ
1224/6 اظہارِ درد اگرچہ بہت بے نمک ہے پر
ٹک بیٹھو تو دکھاویں تمھیں چھاتیوں کے گھاؤ
1224/7 آ عاشقوں کی آنکھوں میں ٹک اے بہ دل رقیب!
اِن منظروں سے بھی ہے بہت دُور تک دکھاؤ
1224/8 صحبت جو اس سے رہتی ہے، کیا نقل کریے ہائے
جب آ گئے ہیں ہم تو کہا ان نے یاں سے جاؤ
1224/9 صد چاک اپنے دل سے تو بگڑا ہی کی وہ زلف
افسوں کیا ہے شانے نے جو اُس سے ہے بناؤ
1224/10 اس ہی زمیں میں میر غزل اور ایک لکھ
گو خوش نہ آوے سامعوں کو بات کا بڑھاؤ

---

1. نسخۂ کالج اور نول کشور طبع دوم کے مطابق ' کھلانا کھولنا ' ہے جب کہ طبع سوم، آسی اور مجلس میں ' کھلانا کھلنا ' درج ہے۔
2. نسخۂ آسی و مجلس میں ' خالوں ' درست نہیں، نسخۂ کالج کے علاوہ، طبع دوم، سوم میں بھی ' حالوں ' ہے۔
3. نسخۂ آسی اور مجلس میں ' یہ اس ' کی جگہ ' سو پاسِ جنس ' درج ہے جب کہ نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم میں متفقہ طور پر ' یہ اس جنس ' ہی درج ہے۔ مئ دونوں صورتوں میں بامعنی نہیں ہے تاہم ' سو پاسِ جنس ' بہ اعتبارِ وزن درست ہے۔

﴿1225﴾

1225/1 سب کھا گئی جگر تری پلکوں کی کاؤ کاؤ — ہم سینہ خستہ لوگوں سے بس آنکھ مت لگاؤ

1225/2 آنکھوں کا جھڑ، برسنے سے ہتھیا کے کم نہیں — پل مارتے ہی پیشِ نظر ہاتھی کا ڈباؤ

1225/3 کشتیِ چشم ڈوبی رہی[1] بحرِ اشک میں — آئی نہ پار ہوتی نظر عاشقوں کی ناؤ

1225/4 سینے کے اپنے زخم سے خاطر ہو جمع کیا[2] — دل ہی کے اور پاتے ہیں سب لوہو کا بہاؤ

1225/5 بے تابیِ دل افعیِ خامہ نے کیا لکھی — کاغذ کو شکلِ مار سراسر ہے پیچ تاؤ

1225/6 ہر چند جائیں جاتی ہیں، پر تیغِ جور سے — تم کو ہمارے سر کی سوں، تم ہاتھ مت اُٹھاؤ

1225/7 سر نیچے ہو تو پاؤں ترا دابیں ہم کبھی — دبتا وہی ہے جس کے تئیں کچھ بھی ہو دباؤ

1225/8 چاکِ قفس سے آنکھیں لگیں کب تلک رہیں — اک برگِ گل نسیم ہماری طرف بھی لاؤ

1225/9 غیرت کا عشق کی ہے طریقہ ہی کچھ جدا — اُس کی گلی کی خضر کو بھی راہ مت بتاؤ

1225/10
ظاہر ہے دیکھنے سے گنہ کیونکہ تیرے سب
چھپتے ہیں میر کوئی دلوں کے کہیں لگاؤ

﴿1226﴾

1226/1 گر قصدِ ترکِ سر ہے، کہو! شرم مت کرو — کہتے ہیں اپنی ٹوپی سے بھی مشورت کرو

1226/2
اچھی ہے اُس کی تیغ تو باندھو گلے سے میر
مرتا ہوں میں تو آگے مرے مت صفت کرو

﴿1227﴾

1227/1 دل کہے میں ہوں تو کاہے کو کوئی بے تاب ہو — آنکھ کا لگنا نہ ہو تو اشک کیوں خوناب ہو

1227/2 وہ نہیں چھڑکاؤ سا میں اشک ریزی سے کروں — اب جو رونے بیٹھ جاؤں جھیل یا تالاب ہو

1227/3 جلد کھینچے تیغ، بے تابی کریں جو ہم، تو پھر — مارنا مشکل ہمارا تم کو جوں سیماب ہو

1227/4 شہر میں زیرِ درختاں کیا رہوں میں برگ بند[3] — ہو نہ صحرا، نے مری گنجائشِ اسباب ہو

1227/5 بے تصرف عشق کے ہوتا ہے ایسا حال کب — دل ہمارا خون ہو، سب چشم یکسر آب ہو

1227/6 لطف سے اے ابرِ رحمت ایک دو بارش ادھر — کشتِ زردِ نا اُمیداں بھی تو ٹک[4] سیراب ہو

1227/7
بختِ خفتہ سوویں پر ٹک چونکتے سوویں کہ میر
ایک شب ہم دل زدوں سے وہ پری ہم خواب ہو

---

[1] آسی کی مرتبہ کلیاتِ میر میں 'ڈوبی سی ہے'، نول کشور دوم، سوم میں 'ڈوبی سے رہی'، دونوں غیر موزوں ہیں۔ درست متن نسخۂ کالج میں ہے 'ڈوبی رہی'، اس سے مصرع موزوں رہتا ہے۔

[2] فاروقی صاحب کے انتخاب میں یہ شعر شامل ہے لیکن متن یوں ہے '۔۔۔زخم سے خاطر جمع ہو کیا'۔

[3] نسخۂ کالج میں 'برگ بید' ہے۔ نول کشوری اشاعتوں بشمول آسی 'برگ بند' متن ہے۔

[4] نسخۂ کالج میں 'بھی تنک' ہے جب کہ نول کشوری اشاعتوں میں 'بھی تو ٹک' درج ہوا ہے۔

﴿1228﴾

1228/1 آج ہمارا جی بے کل ہے، تم بھی غفلت مت کریو — دل نہ رہے جو ہاتھ رکھے تو سماجت ات گت مت کریو

1228/2 ڈھیری رہے اک خاک کی تو کیا ایسے خاک برابر کی — مجھ کو زمیں میں گاڑو گے تو نشانِ تربت مت کریو

1228/3 ایسی جان کہاں ہے ہم میں، رنج نہ دینا ہاتھوں کو — ایک ہی وار میں ہو چکیے گا، دوسری ضربت مت کریو

1228/4 ہم کو مارا عشق نے آخر، پر یہ وصیت یاد رہے[1] — دیر جہاں میں تم جو رہو تو کسو سے اُلفت مت کریو

1228/5 میری طرف کی یارو اُس سے بات کوئی کہتے ہو کہو — مانے نہ مانے وہ جانے، پھر تم بھی منت مت کریو

1228/6 کہیے سو کیا اب چپکے دیکھو، گو میں اُس میں مر جاؤں — تم کو قسم ہے حرف و سخن کی مجھ سے مروت مت کریو

1228/7 ہوش نہیں اپنا تو ہمیں ٹک میرؔ آئے ہیں پُرسش کو
جانے سے آگے اُن کو ہمارے، پیارے رخصت مت کریو

ردیف و ___ دیوان چہارم

﴿1229﴾

1229/1 دیتی ہے طول بلبل کیا شورشِ[2] فغاں کو — اک نالہ حوصلے سے بس ہے وداعِ جاں کو

1229/2 میں تو نہیں پر اب تک مستانہ غنچے ہو کر — کہتے ہیں مرغِ گلشن سب میری داستاں کو

1229/3 نالاں تو ہیں مجھی سے، پر وہ اثر کہاں ہے — گو طائرِ گلستاں سیکھے مری زباں کو

1229/4 کیا جانیے کہ کیا کچھ پردے سے ہووے ظاہر — رہتے ہیں دیکھتے ہم ہر صبح آسماں کو

1229/5 اُس چشم سرخ پر ہے وہ[3] ابروئے کشیدہ — جوں ترکِ مست رکھ لے سر کے تلے کماں کو

1229/6 میری نگاہ میں تو معدوم سب ہیں وے ہی — موجود بھی نہ جانا اِس راہ سے جہاں کو

1229/7 بعد از نماز تھے کل مے خانے کے در اوپر
کیا جانے میرؔ اُٹھ کر واں سے گئے کہاں کو[4]

﴿1230﴾

1230/1 نہیں ہے تاب تنک تم بھی مت عتاب کرو — نہ گرم ہو کے، بہت آگ ہو کے آب کرو

1230/2 تمھارے عکس سے بھی عکس مجھ کو رشک سے ہے — نہ دیکھو آئنہ، منہ سے مرے حجاب کرو

1230/3 خرابِ عشق تو سرگشتہ ہوں ہی میں، تم بھی — پھرا پھرا کے مجھے گلیوں میں خراب کرو

1230/4 کہا تھا تم نے کہ ہر حرف پر ہے بوسۂ لب — جو باتیں کیں ہیں تو اب قرض کا حساب کرو

1230/5-6 ہوا ہے اہلِ مساجد پہ کام از بس تنگ — (قطعہ) نہ شب کو جاگتے رہنے کا اضطراب کرو
خدا کریم ہے، اُس کے کرم سے رُکھ کر چشم — دراز کھینچو، کسو مے کدے میں خواب کرو

---

[1] نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم کے مطابق 'یاد رہے' ہے جب کہ آسی، مجلس و عبادت کے یہاں 'یار رہے'۔

[2] نول کشور طبع دوم، سوم ص ۳۵۵ میں 'شورش' ہے جو آسی اور مجلس کے متن 'سوزش' سے بہتر ہے۔

[3] نسخۂ آسی میں 'وہ' درست ہے، نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'دو' زیادہ بہتر نہیں۔

[4] نسخۂ کالج میں یہ مصرع یوں ہے 'کیا جانے میر واں سے پھر اٹھ گئے کہاں کو' درج متن آسی کا مصرع ہے۔

1230/7 جہاں میں دیر نہیں لگتی آنکھیں مندتے میر
تمھیں تو چاہیے ہر کام میں شتاب کرو

﴿1231﴾

1231/1 وہ گل سا رو سراہوں ، یا پیچ دار مو کو | نرمی بھی کاش دیتا خالق تنک اُس کی خو کو
1231/2 ان گیسوؤں کے حلقے ہیں چشمِ شوقِ عاشق | وے آنکھیں دیکھتی ہیں حسرت سے اُس کے رو کو
1231/3 دم کی کشش سے کوشش معلوم تو ہے لیکن | پاتے نہیں ہم اُس کی کچھ طرزِ جستجو کو
1231/4 آلودہ خونِ دل سے صد حرف منہ پر آئے | مرغِ چمن نہ سمجھا اندازِ گفتگو کو
1231/5 دل میر دلبروں سے چاہا کرے ہے کیا کیا
کچھ انتہا نہیں ہے عاشق کی آرزو کو

﴿1232﴾

1232/1 عجب گر تیری صورت کا نہ کوئی یار عاشق ہو | جو صحنِ خانہ میں تو ہو، در و دیوار عاشق ہو
1232/2 تجھے اک بار اگر دیکھے کوئی، بے جا ہو دل اُس کا | خرامِ ناز پر تیرے لٹا گھر بار ، عاشق ہو
1232/3 تری چھاتی سے لگنا ہار کا اچھا نہیں لگتا | مباد اس وجہ سے گل رو گلے کا ہار عاشق ہو
1232/4 ہوا ہے مخترع بے رحم خوں ریزی بھی کرنے میں | نہ مارے جان سے جب تک، نہ منت دار عاشق ہو
1232/5 سزا ہے عشق میں زرد و زبون و زار ہے ہونا | نہ عاشق کہیے ، ان رنگوں نہ جو بیمار عاشق ہو
1232/6 پڑے سایہ کسو کا تیرے بستر پر تو تُو چونکے | وہی لے کام تجھ سے جو کوئی پُرکار عاشق ہو
1232/7 نہیں بازار گرمی ایک دو خواہندہ پر اُس کے | اگر وہ رشکِ یوسف آوے تو بازار عاشق ہو
1232/8 غریبوں کی تو پگڑی جامے تک لے ہے اُتروا تو | تجھے اے نسیم بر لے بر میں جو زردار عاشق ہو
1232/9 لگو ہو زار باراں رونے[1]، چلتے بات چاہت کی
کہیں ان روزوں تم بھی میر صاحب! زار عاشق ہو

﴿1233﴾

1233/1 تو وہ نہیں ، کسو کا تہِ دل سے یار ہو | یا تجھ کو دل شکستوں سے اخلاص پیار ہو
1233/2 کیا فکر میں ہو اپنی طرح داری ہی کی تم | ہم درد مند لوگوں کے بیمار دار ہو
1233/3 مصروفِ احتیاط رہا کریے رات دن | دینے میں دل کے اپنے جو کچھ اختیار ہو
1233/4 دل میں کدر سے آندھی سی اُٹھنے لگی ہے اب | نکلے گلے کی راہ تو رفعِ غبار ہو
1233/5 کھا زہر مر رہیں کہیں ، کیا زندگی ہے یہ | زلفیں تنک چھوئیں تو ہمیں مار مار ہو
1233/6 اے آہوانِ کعبہ نہ اینڈو حرم کے گرد | کھاؤ کسو کی تیغ ، کسو کے شکار ہو
1233/7 منہ سے لگے گلابی ، ہوا کچھ شگفتہ تو | تھوڑی شراب اور بھی پی جو بہار ہو
1233/8 بہتی ہے تیز جدولِ تیغِ جفائے یار | یعنی کہ اک ہی وار لگے ، کام پار ہو
1233/9 چھڑیوں سے کر قرار ، مدار اُس کو لائیے
جو میر پھر لڑا نہ کریں ، بے قرار ہو

---

[1] نسخۂ کالج میں 'روتے' ہے، طبع دوم اور نسخۂ آسی میں 'رونے' ہے، یہی بہتر ہے۔

﴿1234﴾

1234/1 دل اُس کے مُو سے لگ کے پریشاں ہوا نہ تُو — اُس رو کا مثلِ آئنہ حیراں ہوا نہ تُو

1234/2 صد رنگ بحث رہتی ہے یاں، ذی شعور سے — اے عقل مند! وائے کہ ناداں ہوا نہ تُو

1234/3 نزدیک حق کے دین تو اسلام بن ہے کفر — اے برہمن! دریغ، مسلماں ہوا نہ تُو

1234/4 کتنے دنوں کہا تھا دِلا ضبطِ نالہ کر — پھر شب کو ناشکیبی سے نالاں ہوا نہ تُو

1234/5 ہوتا ہے میر روئے سخن آدمی کی اور
افسوس اے ستم زدہ! انساں ہوا نہ تُو

﴿1235﴾

1235/1 کیا کروں میں صبرِ کم کو، اور رنجِ بیش کو — زہر دیویں کاش کے احباب اِس درویش کو

1235/2 کھول آنکھیں صبح سے آگے کہ شیر اللہ کے — دیکھتے رہتے ہیں غافل وقتِ گرگ ومیش کو

1235/3 عشق کے بے تاب کے آزار میں مت کر شتاب — جان دیتے دیر لگتی ہی نہیں دل ریش کو

1235/4 دشمن اپنا میں تو فکرِ دوستی ہی میں رہا — اب رکھوں کیونکر سلامت جانِ عشق اندیش کو

1235/5 مختلط ترسا بچوں سے شیرہ خانے میں رہا
کن نے دیکھا مسجدوں میں میر کافر کیش کو

﴿1236﴾

1236/1 ناز کی کوئی یہ بھی ٹھسک ہے، جی کاہے کو کڑھاتے ہو — آتے ہو تمکین[1] سے ایسے جیسے کہیں کو جاتے ہو

1236/2 غیر کی ہمراہی کی عزت جی مارے ہے عاشق کا — پاس کبھو جو آتے ہو تو ساتھ اک تحفہ لاتے ہو

1236/3 مست نہیں، پر بال ہیں بکھرے، پیچ گلے میں پگڑی کے — ساختہ ایسے بگڑے رہے ہو تم، جیسے مدھ ماتے ہو

1236/4 پردہ ہم سے کر لیتے ہو، جب آتے ہو مجلس میں — آنکھیں سب سے ملاتے ہو، کچھ ہم ہی سے شرماتے ہو

1236/5 سوچ نہیں یہ فقیر ہے اپنا جیب دریدہ دیوانہ — ٹھوکر لگتے دامن کو کس ناز سے تم یاں آتے ہو

1236/6 رفتۂ عشق کسو کا یارو راہ چلے ہے کس کے کہے — کون رہا ہے آپ میں یاں تم کس کے تئیں سمجھاتے ہو

1236/7 صبر بلا پر کرتے صاحب، بے تابی کا حاصل کیا
کوئی مقلّبِ قلبوں کا ہے، میر عبث گھبراتے ہو

﴿1237﴾

1237/1 آج ہمارا سر دکھتا[2] ہے، صندل کا بھی نام نہ لو — رنگ اُس کا کہیں یاد نہ دے، زنہار اُس سے کچھ کام نہ لو

1237/2 یاد آئے وہ، کیا تڑپے ہے، کیا بے تابی کرتا ہے — کوئی تسلی پھر ہوتا ہے جب تک دل کو تھام نہ لو

1237/3 میر کہاں تک بے خوابی، وہ میں ہوں ٹک جو سلاتا ہوں
بس جو تمہارا کچھ بھی چلے تو ایک گھڑی آرام نہ لو

---

[1] نسخۂ آسی ص ۵۰۸ 'تمکین' ہے یہی درست بھی ہے۔ مجلس کے نسخے میں جلد سوم ص ۳۴۸ 'تسکین' ہے۔ اختلافِ نسخ درج نہیں، سہو کتابت ہی ہے۔

[2] نسخۂ آسی میں کتابت کی بہت واضح غلطی 'سر دکھتا' کو 'سرو کہتا' درج کیا ہے۔ مجلس میں متن تو درست ہے لیکن اختلافِ متن درج نہیں۔

﴾1238﴿ [1]

1238/1 کیا کیا جھمک گئے ہیں رخسارِ یار دونو — رہ رہ گئے مہ و خور ، آئینہ وار دونو

1238/2 تصویر قیس و لیلیٰ ٹک ہاتھ لے کے دیکھو — کیسے ہیں عاشقی کے حیرانِ کار دونو

1238/3 دست[2] جنوں نے اب کے کپڑوں کی دھجیاں کیں — داماں و جیب میرے ہیں تار تار دونو

1238/4 پر سال کی سی بارش برسوں میں پھر ہوئی تھی — ابر اور دیدۂ تر روتے ہیں زار دونو

1238/5 دن ہیں بڑے کبھو کے ، راتیں بڑی کبھو کی — رہتے نہیں ہیں یکساں لیل و نہار دونو

1238/6 دل اور برق ، ابر و فصلِ گل ایک سے ہیں — یعنی کہ بے کلی سے ہیں بے قرار دونو

1238/7 خوش رنگ اشکِ خونیں گرتے رہے برابر — باغ و بہار ہیں اب جیب و کنار دونو

1238/8 اس شاخِ گل سے قد کی کیا چوٹ لگ گئی ہے — جو دل جگر ہوئے[3] ہیں خون ایک بار دونو

1238/9 چلتے جو اُس کو دیکھا جی اپنے کھنچ گئے ہیں
ہم اور میر یاں ہیں بے اختیار دونو

﴾1239﴿

1239/1 کام کیے[4] ہیں شوق سے ضائع صبر نہ آیا یاروں کو — مار رکھا بے تابیِ دل نے ہم سب غم کے ماروں کو

1239/2 جی تو جلا احباب کا مجھ پر عشق میں اُس شعلے کے پر — رو ہی نہیں ہے بات کا ہرگز اپنے جانب داروں کو

1239/3 آؤ نہیں در بستہ ، یعنی منہ پر اُس مہ پارے کے — صبح تلک دیکھا کرتے ہیں محوِ چشمک تاروں کو

1239/4 گردشِ چشمِ سیہ کاسہ سے جمع نہ رکھو خاطر تم — بھوکا پیاسا مار رکھا ہے تم سے ان نے ہزاروں کو

1239/5 کوہ کن و مجنون و وامق میر آئے تھے صحبت میں
منہ نہ لگایا ہم میں کنھوں نے ایسے برزہ کاروں کو

﴾1240﴿

1240/1 جی رُکا رُکنے سے پرے کچھ تو — آسماں آ گیا ورے کچھ تو

1240/2 جو نہ ہووے نماز ، کریے نیاز — آدمی چاہیے کرے کچھ تو

1240/3 طالع و جذب و زاری و زر و زور — عشق میں چاہیے ارے کچھ تو

1240/4 جینا کیا ہے جہانِ فانی کا — مرتے جاتے ہیں کچھ مرے کچھ تو

1240/5 سہمے سہمے نظر پڑے ہیں میر
اُس کے اطوار سے ڈرے کچھ تو

---

[1] نسخۂ آسی میں اس غزل کی ردیف 'دونوں' بہ اعلان نون غنہ درج ہے جب کہ اسے ردیف واؤ میں شامل کیا ہے حالانکہ اس املا کے مطابق اسے ردیف ن میں ہونا چاہیے۔ نسخۂ مجلس کے مرتب کا فرمانا درست ہے کہ میر نے اس غزل کی ردیف 'دونو' ہی اختیار کی، تاہم غلطی سے یہ تمام نول کشوری نسخوں میں 'دونوں' املا کے ساتھ درج ہوئی ہے۔

[2] نسخۂ مجلس جلد سوم ص ۳۵۰ پر 'دشتِ جنوں' جب کہ آسی سے اختلاف بھی ظاہر نہیں کیا، جہاں 'دستِ جنوں' درج ہے، جو بہتر ہے۔

[3] نسخۂ مجلس میں 'ہوئے' کو 'ہونے' لکھا گیا ہے۔ غلطی کتابت کی اصلاح نہیں ہوئی۔

[4] نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں 'کیے' بہتر متن ہے۔ آسی، عبادت و مجلس میں 'گئے' اتنا بہتر نہیں ہے۔

﴿1241﴾

1241/1 رفتنِ رنگینِ گل رویاں سے کیا ٹھہراؤ ہو — ساتھ اُن کے چل، تماشا کر لے، جس کو چاؤ ہو
1241/2 قد جو خم پیری سے ہو تو سر کا دھنا ہیچ ہے — ہو چکا ہونا جو کچھ تھا، اب عبث پچتاؤ ہو
1241/3 خون کے سیلاب میں ڈوبے ہوؤں کا کیا شمار — ٹک بہے وہ جدولِ شمشیر تو ستھراؤ ہو
1241/4 تھی وفا و مہر تو بابت دیارِ عشق کی — دیکھیں شہرِ حسن میں اس جنس کا کیا بھاؤ ہو
1241/5 گریۂ خونیں سے ہیں رخسار میرے لعل تو
دیدۂ خوں بار یوں ہیں، جیسے منہ پر گھاؤ ہو

﴿1242﴾

1242/1 جی کی لاگ بلا ہے کوئی، دل جینے سے اُٹھا بیٹھو — ہو کے فقیر گلی میں کسو کی رنج اُٹھاؤ، جا بیٹھو
1242/2 کیا دیکھو ہو آ گا پیچھا، عشق اگر فی الواقع ہے — ایک دم اس بے چشم و رُو[1] کی تیغ تلے بھی جا بیٹھو
1242/3 ایک سماں تھا وصل کا اس کے سیج پہ سوئے پھولوں کی — اب ہے زمانِ فراق، بچھونے خار و خسک کے بچھا بیٹھو
1242/4 کام کی صورت اپنی پیارے کیا بگڑی ہے، کیا کہیے — آؤ کبھو مدت میں یاں تو، اچھے منہ کو بنا بیٹھو
1242/5 ٹیڑھی چال سے اُس کی خائف چپکے کھڑے کیا پھرتے ہو — سیدھی سیدھی دو چار اُس کو جرأت کر کے سنا بیٹھو
1242/6 ٹیڑھی بھویں دشمن پہ کرو ہو، عشق و ہوس میں تمیز کرو — یعنی تیغ ستم ایک اُس کو چلتے پھرتے لگا بیٹھو
1242/7 نکلا خطِ پشتِ لبِ اُس کا، خضر و مسیحا مرنے لگے
سوچتے کیا ہو میر عبث، اب زہر منگا کر کھا بیٹھو

﴿1243﴾

1243/1 صبر کہاں جو تم کو کہیے، لگ کے گلے سے سو جاؤ — بولو نہ بولو، بیٹھو نہ بیٹھو، کھڑے کھڑے ٹک ہو جاؤ
1243/2 برسے ہے غربت سی غربت، گور کے اوپر عاشق کی — اَبر نمط جو آؤ اِدھر تو دیکھ کے تم بھی رو جاؤ
1243/3 میر جہاں ہے مُقابر خانہ، پیدا یاں کا نا پیدا ہے
آؤ یہاں تو داؤ نختیں اپنے تئیں بھی کھو جاؤ

ردیف و ــــ دیوان پنجم

﴿1244﴾

1244/1 دل کھلتا ہے واں صحبتِ رندانہ جہاں ہو — میں خوش ہوں اُسی شہر سے مے خانہ جہاں ہو
1244/2 اِن بکھرے ہوئے بالوں سے خاطر ہے پریشاں — وے جمع ہوئے پر ہیں بلا شانہ جہاں ہو
1244/3 رہنے سے مرے پاس کے بدنام ہوئے تم — اب جا کے رہو واں کہیں رسوا نہ جہاں ہو
1244/4 کچھ حال کہیں اپنا نہیں بے خودی تجھ کو — غش آتا ہے لوگوں کو، یہ افسانہ جہاں ہو

---

1. نسخۂ مجلس میں 'بے چشم ورو' درست ہے۔ آسی کے یہاں ص ۵۱۰ پر 'بے چشم ورد' کتب ہوا ہے، مجلس نے وضاحت نہیں فرمائی۔

1244/5 کیوں جلتا ہے ہر جمع میں مانند دیے کے — اُس بزم میں میں جا، شمع سا پروانہ جہاں ہو

1244/6 ان اجڑی ہوئی بستیوں میں دل نہیں لگتا — ہے جی میں وہیں جا بسیں ویرانہ جہاں ہو

1244/7 وحشت ہے خردمندوں کی صحبت سے مجھے میر
اب جا رہوں گا واں، کوئی دیوانہ جہاں ہو

1245

1245/1 اپنے حسنِ رفتنی[1] پر آج مت مغرور ہو — پاس تو ہے جس کے وے ہی کل کہیں گے دُور ہو

1245/2 دیکھ کر وہ راہ چلتا ہی نہیں ٹک، ورنہ ہم — پاؤں اُس کے آنکھوں پر رکھ لیویں جو منظور ہو

1245/3 شہرِ دل کی کیا خرابی کا بیاں باہم کریں — اُس کو ویرانہ نہ کہیے جو کبھو معمور ہو

1245/4 ہم بغل اُس سنگدل سے کاش کہ اُس دم ہوں، جب — شیشۂ مے پاس ہووے اور وہ مخمور ہو

1245/5 عشق دل کش ذبح ہی پر کھیل قدرت کا ہے میر
صرف کریے اس میں اپنا جس قدر مقدور ہو

1246

1246/1 عاشق ہو تو اپنے تئیں دیوانہ سب میں بناتے[2] رہو — چکر مارو جیسے بگولا خاک اُڑاتے آتے رہو

1246/2 دوستی جس کو لوگ کہیں ہیں جان سے اُس کو خصومت ہے — ہو جاوے جو تم کو کسی سے، تا مقدور چھپاتے رہو

1246/3 دل لگنے کی چوٹ بری ہے اس صدمے سے خدا حافظ — بارے سعی و کشش، کوشش سے جی کو اپنے بچاتے رہو

1246/4 آئی بہار، جنوں ہو مبارک عشق اللہ ہمارے لیے — لعل جڑے سینوں پہ پھر تم، داغ سروں پہ جلاتے رہو

1246/5 شاعر ہو، مت چپکے رہو اب چپ میں جانیں جاتی ہیں — بات کرو، ابیات پڑھو، کچھ بیتیں ہم کو بتاتے رہو

1246/6 ابرِ سیہ قبلے سے آیا تم بھی شیخو! پاس کرو — تخفیفی[3] ٹک لٹ پٹی باندھو، ساختہ ہی مدہ ماتے رہو

1246/7 کیا جانے وہ مائل ہووے کب ملنے کا تم سے میر
قبلہ و کعبہ اُس کی جانب اکثر آتے جاتے رہو

---

[1] نسخۂ آسی میں 'حسنِ عارضی' غلط ہے، صرف اس لیے نہیں (جیسا کہ مرتب نسخۂ مجلس کا خیال ہے) کہ نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں 'حسنِ رفتنی' درج ہوا ہے اور اِن نسخوں کے قدیم ہونے کی بنا پر اِس متن کو اپنایا جائے۔ بلکہ اس لیے بھی کہ مصرع ثانی میں 'پاس' اور 'دور' سے مناسبت 'رفتنی' کی ہے، 'عارضی' کی نہیں۔

[2] نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں 'جاتے رہو' ہے۔ فاروقی صاحب نے بھی 'جاتے رہو' ہی اختیار کیا۔ تاہم مصرع کی آسی کے متن 'بناتے رہو' سے مناسبت اتنی زیادہ ہے کہ اِس کو اختیار کیے بنا چارہ نہیں۔ گو مصرع ثانی کے قافیے 'آتے رہو' سے، 'جاتے رہو' کی نسبت بھی خاصی اہم ہے۔

[3] آسی، عبادت، مجلس سب نے اس لفظ کو 'تحقیقی' لکھا اور سمجھا ہے جب کہ یہ 'تخفیفہ' کا اسم صفت ہے اور اس سے مراد عمامے سے ہلکی، رات کو سوتے وقت پہنی جانے والی پگڑی ہے، 'شعر شور انگیز' (جلد سوم، ص۵۷۹) کے مصنف فرید احمد برکاتی کی اس لفظ 'تحقیقی' کی تصحیح سے مطمئن نہیں، (گو متن میں یہ لفظ درج بھی کیا ہے) بلکہ اسی پر اصرار ہے کہ 'تخفیفی' شملے کی صفات (اقسام) ہوں گی۔ یہ ناانصافی اور ضد کی بات ہے۔ لفظ 'تحقیقی' کی 'شیخ' کے ساتھ مناسبت تو اور بھی مضحکہ خیز ہے۔ 'لٹ پٹی' کا مفہوم بھی شعر کے سامنے (ص۵۷۸) پر کچھ اور جب کہ وضاحتِ شعر میں کچھ اور درج کیا ہے۔ علمی رویہ یہی ہے کہ جب تک 'تخفیفی' اقسام وصفاتِ شملہ سے ثابت نہ ہو، 'تخفیفہ' کے اس اسم صفت کو ہی شعر کا متن سمجھنا چاہیے۔ آسی، مجلس میں اس لفظ پر کوئی بحث نہیں ملتی۔ مجلس کے حاشیے میں درج ہے کہ نسخۂ کالج (ص۶۷۲) میں 'تک' (بجائے ٹک) بہتر ہے، جب 'تحقیقی' مصرع میں درکار ہی نہیں تو 'تک' یا 'ٹک' کا فیصلہ کیونکر کیا جا سکتا ہے۔ میر نے یہ لفظ دیوان پنجم میں اسی ردیف میں دوبارہ استعمال کیا ہے، ملاحظہ ہو 1256/5۔

1247

1247/1	کیا فرض ہستی کی رخصت ہے مجھ کو	کہیں اپنے رونے سے فرصت ہے مجھ کو
1247/2	پھروں ہوں ترے عشق میں کوچہ کوچہ	مگر کوچہ گردی سے اُلفت ہے مجھ کو
1247/3	کہاں زندگی مدت العمر ظالم!	ترے عشق میں دم غنیمت ہے مجھ کو
1247/4	نہ کر شور ناصح بہت ناتواں ہوں	کہاں بات اُٹھانے کی طاقت ہے مجھ کو
1247/5	ہیں اسباب مرنے کے سب تیرے غم میں	جیا اب تلک کیوں کہ، حیرت ہے مجھ کو
1247/6	دل اتنا ہے آشفتہ خورشید رُو کا	کہ اپنے بھی سائے سے وحشت ہے مجھ کو

1247/7
کڑھوں ہوں گا من مانتا میر صاحب
غمِ یار میں کیا فراغت ہے مجھ کو

1248

1248/1	کیا غیرت سے دل پر تنگ رنج و غم نے دنیا کو	بس[1] اب تو کھل گئیں ہیں آنکھیں، دیکھا ہم نے دنیا کو
1248/2	رہا ہر ایک عالم اور دنیا داروں میں اُس کا	کیا ہے بے وفا معلوم سب عالم نے دنیا کو
1248/3	ہمیشہ رونا، کڑھنا، سینہ کوبی ہر زماں کرنا	عزاخانہ کیا دل کے مرے ماتم نے دنیا کو
1248/4	سنا میں نے کہ آخر ہاتھ اُٹھایا اُس نے دنیا سے	اگر پایا بھی محنت کر کسو ہمدم نے دنیا کو

1248/5
زمیں سے آسماں تک میر ہے شورِ جنوں میرا
تہ و بالا کیا دونوں میں[2] اِس اودھم نے دنیا کو

1249

1249/1	کیا کچھ ہم سے ضد ہے تم کو، بات ہماری اُڑا دو ہو	لگ پڑتے ہیں ہم تم سے تو تم اوروں کو لگا دو ہو
1249/2	کیا رودیں قدر و قیمت کو یہیں سے ہے معلوم ہمیں	کام ہمارا پاس تمھارے جو آتا ہے بہا دو ہو
1249/3	اتنی تو جا خالی رہی ہے بزمِ خوش میں تمھارے سوا	جن کو کہیں جاگہ نہیں ملتی، پہلو میں اُن کو جا دو ہو
1249/4	زنگ تو جاوے دل سے ہمارے غیرِ سیہ رو، بدگو کے	کھینچ کے تو ایسی ایک لگاؤ تیغِ ستم کی تا[3] دو ہو
1249/5	صحبت گرم ہماری تمھاری شمع پتنگے کی سی ہے	یعنی ہو دل سوز جو کوئی اُس کو تم تو جلا دو ہو
1249/6	رنگ صحبت کس کو دکھاویں خوبی اپنی قسمت کی	ساغرِ مے دشمن کو دو ہو ہم کو زہر منگا دو ہو
1249/7	بند نہیں جو کرتے ہو تم، سینے کے سوراخوں کو	جی کے رکن میں ان رخنوں سے شاید دل کو ہوا دو ہو
1249/8	آنکھ جھپک جاتی نہیں تنہا آگے چہرۂ روشن کے	ماہ بھی بیٹھا جاتا ہے جب منہ سے نقاب اُٹھا دو ہو
1249/9	غیر سے غیریت ہے آساں لیکن تہ کچھ ہم کو نہیں	بات بتاویں کیا ہم تم کو، تم تو ہم کو بنا دو ہو

1249/10
میر حقارت سے ہم اپنی چپ رہ جاتے ہیں جان چلی
طول ہمارے گھٹنے کو دے کر جیسے چراغ بڑھا دو ہو

---

[1] نسخۂ مجلس جلد چہارم ص ۱۱۹، 'بس تو کھل گیا' میں 'اب' درج ہی نہیں۔
[2] ایک ہی غزل میں کتابت کی دوسری غلطی، نسخۂ مجلس میں 'میں' اور 'دھم' کے درمیان 'اِس' درج ہی نہیں۔
[3] نسخۂ آسی ص ۵۹۴ پر 'جادو' بے معنی ہے، نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'تا دو' درست ہے۔

﴿1250﴾

1250/1 کہتے نہ تھے ہم تم سے دل ہاتھ سے مت دیجو — مت کھائیو غم اتنا ، اپنا نہ لہو پیجو

1250/2 اُن پلکوں کی کاوش سے زخمی ہے جگر سارا — لے تار نگاہوں کے نازک سا رفو کیجو

1250/3 کیا جان، لیے جس کے جاناں[1] سے چھپاتا منہ — جینا تو کوئی دن ہے تم میر بہت جیجو

1250/4 دل خستہ ، شکستہ دل ، دل بستہ ، گرفتہ دل — ہو ان میں کوئی اس کا دل ہاتھ میں ٹک لیجو

1250/5 اس راہ سے کرتا ہے دل کسبِ ہوا گاہے[2]
میرے پھٹے سینے کو زنہار نہ تم سیجو

﴿1251﴾

1251/1 بات کہوں کیا چپکے چپکے دیکھو ہو آئینے کو — دیکھتے ہو تو دیکھو ہمارے جلتے توے سے سینے کو

1251/2 کیا جانو تم قدر ہماری مہر و وفا کی ، لڑکے ہو — لوہو اپنا دیں ہیں تمہارے گرتے دیکھ پسینے کو

1251/3 پھیر ایامِ نحس کا مجھ کو بہت کڈھب آتا ہے نظر — تم بھی غنیمت جانو میاں دس دن کے میر کے جینے کو

1251/4 وہ جو غیرتِ مہ ملتا ہے غیر سے ہم ہیں غیرت کش — سال ہمارے جی کا ہوگا ظاہر کوئی مہینے کو

1251/5 لختِ دل آنکھوں سے گرا سو ٹکڑا لعل کا تھا گویا
نصب کروں گا میر جگر پر خوش رنگ ایسے نگینے کو

﴿1252﴾

1252/1 صوفیاں خُم وا ہوئے ہیں ہائے آنکھیں وا کرو — ابر آیا زور ، غیرت تم بھی ٹک پیدا کرو

1252/2 مستی و دیوانگی کا عہد ہے بازار میں — پائے کوباں ، دست افشاں ، آن کر سودا کرو

1252/3 ہر جگہ دل کش ہے اس کی برگِ گل سے جسم میں — ایک جا تو جی لگاؤ دل کے تئیں بے جا کرو

1252/4 ہے تکلف ہی تعین اس قصب پوشی کی قید — خرقۂ صد چاک پہنو آپ کو رسوا کرو

1252/5 گرچہ ہم پر بستہ طائر ہیں پرائے گل ہائے تر
کچھ ہمیں پروا نہیں ہے تم اگر پروا کرو

﴿1253﴾

1253/1 موسمِ گل آیا ہے یارو کچھ میری تدبیر کرو — یعنی سایۂ سرو و گُل[3] میں اب مجھ کو زنجیر کرو

1253/2 پیشِ سعایت کیا جائے ہے حق ہے میری طرف سو ہے — میں تو چپ بیٹھا ہوں یک سو گر کوئی تقریر کرو

1253/3 کان لگا رہتا ہے غیر اُس شوخ کماں ابرو کے بہت — اس تو گناہِ عظیم پہ یارو ناک میں اس کے تیر[4] کرو

1253/4 پھیر دیئے ہیں دل لوگوں کے مالک نے کچھ میری طرف — تم بھی ٹک اے آہ و نالہ قلبوں میں تاثیر کرو

---

[1] نسخۂ آسی اور مجلس ہر دو میں 'جانا' درج ہے جب کہ یہ لفظ 'جاناں' ہے۔

[2] نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں مصرع اس طرح ہے 'اس راہ سے ترتا ہے دل کسب ہوا کا ہے'، ہم نے یہاں آسی کے متن کو بہتر جانا ہے۔

[3] نسخۂ آسی و مجلس میں 'سایۂ سرو گل' ہے۔ نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'سایۂ سرِ گل' ہے۔ دونوں سے معنی برآمد نہیں ہوتے، اس لیے 'سایۂ سرو و گل' سے معنی اور وزن ہر دو بہتر ہو گئے ہیں۔

[4] نسخۂ مجلس نے 'ناک میں اُس کے لکیر کرو' لکھا ہے، حالانکہ محاورہ 'ناک میں تیر کرنا یا دینا' ہے، آسی کا متن درست ہے۔

1253/5 آ گے ہی آزردہ ہیں ہم، دل ہیں شکستہ ہمارے سب
حرفِ رنجش بیچ میں لا کر اور نہ اب دلگیر کرو

1253/6 کیا ہو محوِ عمارت منعم ! اے معمار ! خرابی ہے
بن آوے تو گھر ویراں درویشوں کے تعمیر کرو

1253/7 عاشق ہو ترسا بچگاں پر تا کیفیت حاصل ہو
اور کشودِ کار جو چاہو پیرِ مغاں کو پیر کرو

1253/8 شعر کیے موزوں تو ایسے جن سے خوش ہیں صاحبِ دل
روویں کڑھیں جو یاد کریں، اب ایسا تم کچھ میر کرو

1254

1254/1 کیونکر مجھ کو نامہ نمط ہر حرف پہ پیچ و تاب نہ ہو
سو سو قاصد جان سے جاویں اک کو اُدھر سے جواب نہ ہو

1254/2 گل کو دیکھ کے گلشن کے دروازے ہی سے پھر آیا
کیا مل[1] بیٹھے اُس سے بھلا جو صحبت ہی کا باب نہ ہو

1254/3 مستی خرابی سر پہ لائی، کعبے سے اُٹھ دیر گیا
جس کو خدا نے خراب کیا ہو پھر وہ کیونکہ خراب نہ ہو

1254/4 خُلع بدن کرنے سے عاشق خوش رہتے ہیں اِس خاطر
جان و جاناں ایک ہیں یعنی بیچ میں تن جو حجاب نہ ہو

1254/5 خشم و خطاب و چیں بر چیں تو حسن ہے گل رخساروں کا
وہ محبوب خنک ہوتا ہے جس میں ناز و عتاب نہ ہو

1254/6 میں نے جو کچھ کہا کیا ہے، حد و حساب سے افزوں ہے
روزِ شمار میں یا رب میرے کہے کیے کا حساب نہ ہو

1254/7 صبر بلا ہائے عشق پر حوصلے[2] والے کرتے ہیں
رحمت ہے اُس خستہ جگر کو دل جس کا بے تاب نہ ہو

1254/8 جس شب گل دیکھا ہے، ہم نے صبح کو اس کا منہ دیکھا
خواب ہمارا ہوا ہے لوگوں کا سا خواب نہ ہو

1254/9 نہریں چمن کی بھر رکھی ہیں گویا بادۂ لعلیں سے
بے عکسِ گل و لالہ الٰہی ان جویوں میں آب نہ ہو

1254/10 اُس دن میں تو مستانہ ہوتا ہوں کوئی کوچہ گدا
جس دن کاسۂ چوبیں میں میرے یک جرعہ بھی شراب نہ ہو

1254/11 تہ داری کچھ دیدۂ تر کی میر نہیں کم دریا سے
جوشاں شور کناں آ جاوے یہ شعلہ سیلاب نہ ہو

1255

1255/1 تم کو ہم سے آگ لگی ہے روتے ہیں تو ہنستے ہو
ہم نے کمر کو کھول رکھا ہے اپنی کمر تم کستے ہو

1255/2 درجِ گوہر مال نہیں کچھ، دیں در بستہ مصر اگر
تو بھی ایسی قیمت پر تم آ گے ہمارے سستے ہو

1255/3 رستے راہ میں دیکھ لیا ہے بستی میں سے نکلے تمھیں
کیا جانیں ہم روز و شب تم کیدھر رستے بستے ہو

1255/4 ابرِ کرم کی راہ تکو، اب رحمتِ حق پر نظر رکھو
گو کہ تم اے مستاں مجرم اس غم سے دل خستے ہو

1255/5 پیری میں بھی جوان رکھا ہے دخترِ تاک کی صحبت نے
یعنی پی پی مے انگوری میر ہوئے کٹ مستے ہو

1256

1256/1 راہیں رکے پر اُس سے ملاقات ہو تو ہو
خاموش اِن لبوں سے کوئی بات ہو تو ہو

1256/2 رنج و عنا کہ دشمنِ جانِ عزیز ہیں
اِن سے بچاؤ اس کی عنایات ہو تو ہو

1256/3 نومیدِ وصلِ دل نہیں شب ہائے ہجر میں
اِن راتوں ہی میں ملنے کی بھی رات ہو تو ہو

1256/4 اُمید ہے کہ اُس سے قیامت کو پھر ملوں
حسنِ عمل کی واں بھی مکافات ہو تو ہو

---

1. نسخۂ کالج اور نول کشور طبع دوم میں 'کیا مل' کے بدلے 'گھایل' درج ہے، جو یہاں معنی پیدا نہیں کر رہا اس لیے آسی کے 'کیا مل' کو ہی بہتر سمجھا گیا۔
2. نسخۂ کالج طبع دوم میں 'بلا آئے' کی بجائے 'بلایا' ہے۔ نسخۂ آسی میں 'حوصلے' کی کتابت 'حوصلہ' کی گئی ہے۔ یہ دونوں اغلاط ہیں۔

1256/5 تخفیف[1] شملے پیرہن و کنگھی اور کلاہ — شیخوں کی گاہ اِن[2] میں کرامات ہو تو ہو

1256/6 ساقی کو چشمِ مست سے اودھر ہے دیکھنا — مسجد ہو یا کہ کعبہ خرابات ہو تو ہو

1256/7 منکر نہیں ہے کوئی سیادت کا میر کی
ذاتِ مقدس اُن کی یہی ذات ہو تو ہو

﴿1257﴾

1257/1 مژہ وا کرو تمھیں غش ہے کیا، کبھو حال پر بھی نظر کرو — یہی حال ہمیشہ رہا کیا تو مآل پر بھی نظر کرو

1257/2 کہیں دل بھی ان کے اٹکتے ہیں جنھیں شوق میں ہے کمال کچھ — ہوئے ہو جو رفتہ خرام کے تو جمال پر بھی نظر کرو

1257/3 نہ بنے جو دلبر سادہ تو نہ بھلا لگے مری آنکھوں میں[3]
نہیں سادگی ہی میں لطف کچھ، خط و خال پر بھی نظر کرو

ردیف و ــــــ دیوان ششم

﴿1258﴾

1258/1 زمانے نے دشمن کیا یار کو — سلایا مرے خوں میں تلوار کو

1258/2 کھلی رہتی ہے چشم آئینہ ساں — کہاں خواب مشتاقِ دیدار کو

1258/3 مجھے عشق اس پاس یوں لے گیا — کوئی جیسے لاوے[4] گنہ گار کو

1258/4 محبت میں دشوار دینی ہے جاں — نہ جاتے سنا سہل آزار کو

1258/5 کوئی دن کرے زندگی عشق میں — جو دم لینے دیں دل کے بیمار کو

1258/6 بکا میں تو بازارِ خوبی میں جا — کہ واں بیچتے تھے خریدار کو

1258/7 مرے منہ پہ رکھا ہے رنگ اب تلک — ہزار آفریں چشمِ خوں بار کو

1258/8 تب اک جرعہ ہی دیں مجھے مغ بچے — گرو جب کروں رخت و دستار کو

1258/9 کرومت درنگ اُٹھتے اس پینٹھ میں
چلو مول لو میر بازار کو

﴿1259﴾

1259/1 کن نے کہا کہ مجھ سے بہت کم ملا کرو — منت بھی میں کروں تو نہ ہرگز منا کرو

1259/2 بندے سے کی ہے جن نے یہ خصمی خدا کرے — اُس سے بھی تم خصومتِ جانی رکھا کرو

1259/3 عنقا سا شہرہ ہوں پہ حقیقت میں کچھ نہیں — تم دور ہی سے نام کو میرے سنا کرو

---

[1] آسی اور مجلس کے علاوہ بھی تمام نسخوں میں 'تحقیقی' درج ہے تاہم فرید احمد برکاتی کے مطابق یہ 'تخفیف' ہے۔ اس لفظ پر بحث حاشیہ نمبر 1246/6 پر گزر چکی ہے۔

[2] نسخۂ آسی اور مجلس میں 'شیخوں کی گالیوں میں' جیسی مضحکہ خیز غلطی ہے حالانکہ یہ لفظ 'گالیوں' نہیں 'گاہ اِن' ہے بمطابق نسخۂ کالج ص ۶۷۶ اور نول کشور طبع دوم، ص ۴۰۸۔

[3] نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں کاتب نے تصرف کیا اور 'آنکھوں' سے 'میر' درج کیا جب کہ 'میر' مصرع میں شامل کرنے سے مصرع بے وزن ہو جاتا ہے، آسی کے یہاں 'میر' نہیں ہے۔

[4] نسخۂ آسی میں 'کوئی جیسے لاوے' جب کہ مجلس کے نسخے میں بغیر اختلاف درج کیے 'کوئی لاوے جیسے' درج کیا ہے۔ جلد چہارم، ص ۲۵۲۔

1259/4 بیماریِ جگر کی شفا سے تو دل ہے جمع
اب دوستی سے مصلحتاً کچھ دوا کرو

1259/5 ہم بے خودانِ[1] مجلسِ تصویر اب گئے
تم بیٹھے انتظار ہمارا کیا کرو

1259/6 جی مارتے ہیں ناز و کرشمہ بالاتفاق
جینا جو میرا چاہو تو اُن کو جدا کرو

1259/7 میں نے کہا کہ پھنک رہی ہے تن بدن میں آگ
بولا کہ عشق ہے نہ ا[2] پڑے اب جلا کرو

1259/8 دل جانے کا فسانہ زبانوں پہ رہ گیا
اب بیٹھے دُور سے یہ کہانی کہا کرو

1259/9 اب دیکھوں اس کو میں تو مرا جی نہ چل پڑے
تم ہو فقیر میر کبھو یہ دعا کرو

1260

1260/1 کیوں کے نیچے ہاتھ کے رکھتا دلِ بے تاب کو
وہ جو تڑپا لے گیا آسودگی و خواب کو

1260/2 کم نہیں ہے سحر سے یہ بھی تصرف عشق کا
پانی کر آنکھوں میں لایا دل کے خونِ ناب کو

1260/3 تھا یہی سرمایۂ بحرِ بلا پچھلے دنوں
چشم کم سے دیکھو مت اِس دیدۂ پُر آب کو

1260/4 تو کہے، تھی برقِ خاطف ناگہاں آ کر گری
اک نگہ سے مار رکھا اُن نے شیخ و شاب کو

1260/5 کیا سفیدی دیکھی اس کی آستیں کے چاک سے
جس کے جھمکے رو نہ تھا کچھ پرتوِ مہتاب کو

1260/6 چاہتا ہے جب مسبب آپھی ہوتا ہے سبب
دخل اس عالم میں کیا ہے عالمِ اسباب کو

1260/7 دم بخود رہتا ہوں اکثر سر رکھے زانو پہ میر
حال کہہ کر کیا کروں آزردہ اور احباب کو

1261

1261/1 چھوڑا جنوں کے دور میں رسم و رہِ اسلام کو
تہ کر صنم خانے چلا ہوں جامۂ احرام کو

1261/2 مرتا مرو، جیتا جیو، آؤ کوئی، جاؤ کوئی
ہے کام ہم لوگوں سے کیا، اُس دلبر خود کام کو

1261/3 جس خود نما تک جاؤں ہوں اس سے سنوں ہوں دُور دُور
کیا منہ لگاوے اب کوئی اِس رُوسیہ بدنام کو

1261/4 بے چین بستر پر رہا، بے خواب خاکستر پہ ہوں
صبر و سکوں جب سے گئے پاتا نہیں آرام کو

1261/5 آسائش و راحت سے جو پوچھے کوئی تو کیا کہوں
میں عمر بھر کھینچا کیا رنج و غم و آلام کو

1261/6 میر اب بھلا کیا ابتدائے عشق کو روتا ہے تو
کر فکر جو پاوے بھی اِس آغاز کے انجام کو

1262

1262/1 اگلے سب چاہتے تھے ہم سے وفاداروں کو
کچھ تمھیں پیار نہیں کرتے جفا ماروں کو

1262/2 شہر تو عشق میں ہے اس کے شفاخانہ تمام
وہ نہیں آتا کبھو دیکھنے بیماروں کو

1262/3 مستی میں خوب گزرتی ہے کہ غفلت سے ہمیں
مشکل اس مصطبے میں کام ہے ہشیاروں کو

1262/4 فکر سے اپنی گزرتا ہے زمیں کاوی میں دن
رات جاتی ہے ہمیں گنتے ہوئے تاروں کو

1262/5 خوب کرتے ہیں جو خوباں نہیں رو دیتے ہیں
منہ لگاتا ہے کوئی خوں کے سزاواروں کو

---

[1] نسخۂ مجلس اور نول کشور دوم میں 'بے خودانہ، مجلس تصویر' ہے جب کہ آسی کا متن جو مذکور ہے، بہتر ہے۔
[2] نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'عشق ہے نہ، پڑے...' بہتر انشائیہ اسلوب ہے۔ آسی کے یہاں 'عشق ہی میں پڑے...' ہے۔ مجلس میں آسی کا اتباع۔

1262/6 حسن بازارِ جہاں میں ہے متاعِ دلکش — صاحب اس کا ٹھگے جاتا ہے خریداروں کو
1262/7 وامق و کوہکن و قیس نہیں ہے کوئی — پھنک[1] گیا عشق کا اژدر مرے غم خواروں کو
1262/8 زندگی کرتے ہیں مرنے کے لیے اہلِ جہاں
واقعہ میر ہے درپیش عجب یاروں کو

《1263》

1263/1 ہاتھ بے سبحہ ٹک رہا نہ کبھو — دل کا منکا ولے پھرا نہ کبھو
1263/2 کیوں کہ عرفان ہو گیا سب کو — اپنے ڈھب پر تو وہ چڑھا نہ کبھو
1263/3 روز دفتر لکھے گئے یاں سے — اُن نے یک حرف بھی لکھا نہ کبھو
1263/4 گو شگفتہ چمن چمن تھے گل — غنچۂ دل تو وا ہوا نہ کبھو
1263/5 طور کی سی تھی صحبت اس کی مری — جھمکی دکھلا کے پھر ملا نہ کبھو
1263/6 غیرت اپنی تھی یہ کہ بعد نماز — اس کا لے نام کی دعا نہ کبھو
1263/7 ابتدا ہی میں مر گئے سب یار — عشق کی پائی انتہا نہ کبھو
1263/8 وہ سخن گو فریبی چشمِ یار
ہم سے گویا تھی آشنا نہ کبھو

《1264》

1264/1 ٹک نقاب اُلٹو مت عتاب کرو — کھولو منہ کو کہ پھر خطاب کرو
1264/2 آنکھیں غصے میں ہو گئی ہیں لال — سر کو چھاتی پہ رکھ کے خواب کرو
1264/3 فرصتِ بود و باش یاں کم ہے — کام جو کچھ کرو شتاب کرو
1264/4 محوِ صورت نہ آرسی میں رہو — اہلِ معنی سے ٹک حجاب کرو
1264/5 جھوٹ اس کا نشاں نہ دو یارو — ہم خرابوں کو مت خراب کرو
1264/6 منہ کھلے اُس کے چاندنی چھٹکی — دوستو ! سیرِ ماہ تاب کرو
1264/7 میر جی رازِ عشق ہوگا فاش
چشم ہر لحظہ مت پُر آب کرو

《1265》

1265/1 بس اب بن چکے روئے[2] و موئے سمن لو — گری ہو کے بے ہوش مشاطہ یک سُو
1265/2 نہ سمجھا گیا کھیل قدرت کا ہم سے — کیا اُس کو بدخو بنا کر نکو رُو
1265/3 نہ در گیر کیونکر ہو آپس میں صحبت — کہ میں بوریا پوش ، وہ آتشیں خُو
1265/4 ہوا، ابر و سبزے میں چشمک ہے گل کی — کریں ساز ہم برگ عیشِ لبِ جُو
1265/5 بہار آئی گل پھول سر جوڑے نکلے — رہیں باغ میں کاش اس رنگ ہم ، تُو

---

[1] میر کا یہ شعر 'پھنک گیا' یا 'پھک گیا' کے متن کے ساتھ اہلِ علم کی زبان پر ہے۔ نسخۂ آسی کے حاشیے میں 'پھنک' درج ہوا جب کہ متن میں آسی، عبادت، مجلس سب نے 'ڈس گیا' درج کیا ہے۔ قیاس یہی کہتا ہے کہ میر نے 'ڈس' کے معمولی لفظ کی جگہ 'پھک گیا' کا غیر معمولی اور معنی خیز لفظ ضرور استعمال کیا ہوگا۔

[2] نسخۂ آسی ص ۶۵۹ پر 'رو و موئے' کی بجائے 'روئے و موئے' درج ہوا ہے۔ یہ درست نہیں۔

1265/6
رہے آبرو میر تو ہے غنیمت
کہ غارت میں دل کی ہے ایمائے اَبرو

﴿1266﴾

1266/1
لکھے ہے کچھ تو کج کر چشم و اَبرو　　براتِ عاشقاں بر شاخِ آہو

1266/2
گیا وہ ساتھ سوتے لے کے کروٹ　　لگا بستر سے پھر اپنا نہ پہلو

1266/3
اُڑی ہے خاک سی سارے چمن میں　　بھرا ہے آہ جس کا واں سے گل رو

1266/4
جدھر پھرتے تھے چنتے پھول ، ہنستے　　اُدھر ٹپکے ہیں اب تک میرے آنسو

1266/5
جدا ہوتے ہی گل[1] خنداں ہوا میر
کیا تھا اس کا گل تکیہ جو بازو

﴿1267﴾

1267/1
چاہت میں خوب رویوں کی کیا جانے کیا نہ ہو　　بے تاب دل کا مرگ کہیں مدعا نہ ہو

1267/2
بے لاگ عشق بازی میں مفلس کا ہے ضرر　　کیا کھیلے وہ جوا جسے کچھ آسرا نہ ہو

1267/3
کرتے دعا مجھے ، وہ دغا باز ، دیکھ کر　　بولا کہ اس فقیر کے دل میں دغا نہ ہو

1267/4
آزادِ پر شکستہ کو صد رنگ قید ہے　　یا رب اسیر ایسا قفس سے رہا نہ ہو

1267/5
دوریِ مہ سے کبک ہیں کہسار میں خراب　　دلبر سے اپنے کوئی الٰہی جدا نہ ہو

1267/6
کھولے ہے آنکھ اس کے گلِ رُو پہ ہر سحر　　غالب کہ میری آئنے کی اب صفا نہ ہو

1267/7
آہوں کے میری دود سے گھر بھر گیا ہے سب　　سدھ ہمنشیں لے دل کی ، کہیں وہ جلا نہ ہو

1267/8
ہم گر جگر نکال رکھیں اس کے زیرِ پا　　بے دید کی اِدھر[2] سے نظر آشنا نہ ہو

1267/9
رہتے ہیں میر بے خود و وارفتہ اِن دنوں
پوچھو کنایۃً کسو سے دل لگا نہ ہو

﴿1268﴾[3]

1268/1
رہے عمر بھر دیکھتے سادگاں کو　　یہی جینے نہیں دیتے دل دادگاں کو

1268/2
خبر قاصدوں کو نہیں اپنی شاید　　بہت دُور بھیجا فرستادگاں کو

1268/3
عجب سادگوں میں ہے قشقوں کی خوبی　　نہ ہو عُجب کیوں برہمن زادگاں کو

1268/4
نہال اور سرو اس کے حیراں کھڑے ہیں　　کیا پائے گیر اُن نے آزادگاں کو

1268/5
رہے زیرِ دیوار ہم میر برسوں
نہ پوچھا کبھی خاک افتادگاں کو

---

[1] نسخۂ آسی، عبادت اور مجلس میں 'گُل خنداں' ہے اس طرح شعر کے معنی الجھ جاتے ہیں، لہٰذا نسخۂ کالج کا متن 'گل خنداں' اختیار کیا ہے۔ البتہ ثانی میں 'بازو' کی جگہ نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'یارو' طبع ہوا، یہاں آسی کا متن 'بازو' بہتر ہے۔

[2] نسخۂ آسی میں 'اُودھر' درج ہوا، مجلس نے بغیر اختلاف درج کیے 'اِدھر' لکھا ہے۔ یہی بہتر ہے۔

[3] نسخۂ آسی میں دیوان اول سے پہلے اور 'جنگ نامہ' کے بعد جو دو غزلیں درج ہیں اُن میں سے ایک ردیف 'س' کی غزل ہے وہ ہم نے ردیف میں دیوان ششم کے آخر میں درج کی ہے۔ یہ دوسری غزل ردیف و کی ہے اس کا عنوان آسی صاحب نے 'غزل دوم غیر مطبوعہ' لکھا ہے۔ میر، مرتبہ آسی، ص ٦٧۔

ردیف ہ ___ دیوان اول

﴿1269﴾

1269/1 سو ظلم کے رہتے ہیں سزاوار ہمیشہ — ہم بے گنہ اُس کے ہیں گنہ گار ہمیشہ

1269/2 اک آن گزر جائے تو کہنے میں کچھ آوے — در پیش ہے یاں مُردنِ دشوار ہمیشہ

1269/3 دشمن کو نہ کیوں شربتِ مدام آوے میسر — رہتی ہے اُدھر ہی نگہِ یار ہمیشہ

1269/4 یوسف سے کئی آن کے تیرے سرِ بازار — بک جاتے ہیں باتوں میں خریدار ہمیشہ

1269/5 ہے دامنِ گل چینِ چمن جیب ہمارا — دنیا میں رہے دیدۂ خوں بار ہمیشہ

1269/6 جو بن ترے دیکھے موا، دوزخ میں ہے یعنی — رہتی ہے اُسے حسرتِ دیدار ہمیشہ

1269/7 جیتا ہے تو بے طاقتی و بے خودی ہے میر
مُردہ ہے غرض عشق کا بیمار[1] ہمیشہ

﴿1270﴾

1270/1 جگر لوہو کو ترسے ہے، میں سچ کہتا ہوں دل خستہ — دلیل اُس کی نمایاں ہے، مری آنکھیں ہیں خوں بستہ

1270/2 چمن میں دل خراش آواز آتی ہے چلی، شاید — پسِ دیوارِ گلشن نالہ کش ہے کوئی پربستہ

1270/3 ترے کوچے میں یکسر عاشقوں کے خارِ مژگاں ہیں — جو تُو گھر سے کبھو نکلے تو رکھیو پاؤں آہستہ

1270/4 مرے آگے نہیں ہنستا تو آ، اک صلح کرتا ہوں — بھلا میں روؤں دو دریا، تبسّم کر تو یک پستہ

1270/5 تعجب ہے مجھے یہ سرو کو آزاد کہتے ہیں — سراپا دل کی صورت جس کی ہو وہ کیا ہو وارستہ

1270/6 تری گل گشت کی خاطر بنا ہے باغ داغوں سے — پرِ طاؤس سینہ ہے تمامی دستِ گل دستہ

1270/7 بجا ہے گر فلک پر فخر سے پھینکے کلاہ اپنی
کہے جو اس زمیں میں میر یک مصراعِ برجستہ

﴿1271﴾

1271/1 ہم ہیں مجروح، ماجرا ہے یہ — وہ نمک چھڑکے ہے، مزا ہے یہ

1271/2 آگ تھے ابتدائے عشق میں ہم — اب جو ہیں خاک، انتہا ہے یہ

1271/3 بودِ آدم نمودِ شبنم ہے — ایک دو دم میں پھر ہوا ہے یہ

1271/4 شُکر اُس کی جفا کا ہو نہ سکا — دل سے اپنے ہمیں گلا ہے یہ

1271/5 شور سے اپنے حشر ہے پردہ — یوں نہیں جانتا کہ کیا ہے یہ

1271/6 بس ہوا ناز، ہو چکا اغماض — ہر گھڑی ہم سے کیا ادا ہے یہ

1271/7 نعشیں اُٹھتی ہیں آج یاروں کی — آن بیٹھو تو خوش نما ہے یہ

1271/8 دیکھ بے دم مجھے لگا کہنے — ہے تو مُردہ سا، پر بلا ہے یہ

1271/9 میں تو چپ ہوں وہ ہونٹ چاٹے ہے — کیا کہوں ریجھنے کی جا ہے یہ

---

[1] کلیاتِ میر مرتبہ آسی ص ۱۳۵ میں 'عشق کا بیمار' کی جگہ 'عشق کا بازار' طبع ہوا ہے۔ نول کشور دوم، سوم، ص ۱۰۴ پر متن درست ہے۔

1271/10 ہے رے بیگانگی، کبھو اُن نے — نہ کہا یہ کہ آشنا ہے یہ

1271/11 تیغ پر ہاتھ دم بہ دم کب تک — اک لگا چُک کہ مدعا ہے یہ

1271/12 میرؔ کو کیوں نہ مغتنم جانے[1]
اگلے لوگوں میں اک رہا ہے یہ

﴿1272﴾
(قبل از 1752ء)

1272/1 دلِ پُر خوں ہے یہاں، تجھ کو گماں ہے شیشہ — شیخ کیوں مست ہوا ہے تو، کہاں ہے شیشہ

1272/2 شیشہ بازی تو تنک دیکھنے آ، آنکھوں کی — ہر پلک پر مرے اشکوں سے رواں ہے شیشہ

1272/3 رُو سفیدی ہے نقابِ رخِ شورِ مستی — ریشِ قاضی کے سبب پنبہ دہاں ہے شیشہ

1272/4 منزلِ ہستی کو پہنچے ہے اُنھی سے عالم — نشۂ مے بلد و سنگِ نشاں ہے شیشہ

1272/5 درمیاں حلقۂ مستاں کے شب اُس کی جا تھی — دورِ ساغر میں مگر پیرِ مغاں ہے شیشہ

1272/6-8 جا کے پوچھا جو میں یہ کارگہِ مینا میں (قطعہ) — دل کی صورت کا بھی اے شیشہ گراں ہے شیشہ
کہنے لاگے کہ کدھر پھرتا ہے بہکا اے مست — ہر طرح کا جو تو دیکھے ہے کہ یاں ہے شیشہ
دل ہی سارے تھے پہ اک وقت میں جو کر کے گداز — شکل شیشے کی بنائی ہے، کہاں ہے شیشہ

1272/9 جھک گیا دیکھ کے میں میرؔ اُسے مجلس میں
چشمِ بد دور، طرح دار جواں ہے شیشہ

﴿1273﴾

1273/1 جی چاہے مل کسو سے یا سب سے تُو جدا رہ — پر ہو سکے تو پیارے ٹک دل کا آشنا رہ

1273/2 کل بے تکلفی میں لطف اُس بدن کا دیکھا — نکلا نہ کر قبا سے اے گل بس اب ڈھپا رہ

1273/3 عاشق غیور جی دے اور اُس طرف نہ دیکھے — وہ آنکھ جو چھپاوے تو تُو بھی ٹک کھنچا رہ

1273/4 پہنچیں گے آگے دیکھیں کس درجے کو، ابھی تو — اُس ماہِ چاردہ کا سن دس ہے یا کہ بارہ

1273/5 کھینچا کرے ہے ہر دم کیا تیغ بوالہوس پر — اُس ناسزائے خوں کے اتنا نہ سر چڑھا رہ

1273/6 مستظہرِ محبت تھا کوہ کن، وگرنہ — یہ بوجھ کس سے اُٹھتا، ایک اور ایک گیارہ

1273/7 ہر مشتِ خاک یاں کی چاہے ہے اک تامّل — بن سوچے راہ مت چل، ہر گام پر کھڑا رہ

1273/8 شاید کہ سر بلندی ہووے نصیب تیرے — جوں گردِ راہ سب کے پاؤں سے تو لگا رہ

1273/9 اُس خطِ سبز نے کچھ رویت[2] نہ رکھی تیری — کیا ایسی زندگانی، جا خضر زہر کھا رہ

1273/10 حد سے زیادہ واعظ یہ کودنا اُچھلنا — کاہے کو، جاتے ہیں ہم، اے خرس اب بندھا رہ

---

[1] غالب نے میر مہدی مجروح کے نام اپنے ایک خط (اپریل ۱۸۵۹ء) میں لکھا ”تم نے میر کا وہ مقطع سنا ہوگا بہ تغیرِ الفاظ لکھتا ہوں:
کیوں نہ میرن کو مغتنم جانوں — دلّی والوں میں اک رہا ہے یہ
میر تقی میرؔ کا مقطع یوں ہے: میر کو کیوں نہ مغتنم جانیں — اگلے لوگوں میں اک رہا ہے یہ
(بحوالہ غالب کے خطوط، جلد دوم، ص ۵۰۹، مرتبہ خلیق انجم)

[2] نسخۂ مجلس جلد اول ص ۴۰۲ ’روہت‘ درج ہے جب کہ آسی کے کلیات میں ’رویت‘ جو بہتر ہے۔ مرتب نسخۂ مجلس نے ’رویت‘ کو ’روہت‘ سے بد
غلطی اکثر مقامات پر کی ہے۔

1273/11 میں تُو ہیں وہم دونوں ، کیا ہے خیال تجھ کو — جھاڑ آستین مجھ سے ، ہاتھ آپ سے اُٹھا رہ

1273/12 جیسے خیالِ مفلس جاتا ہے سَو جگہ ، تُو — مجھ بے نوا کے بھی گھر ایک آدھ رات آ رہ

1273/13 دوڑے بہت ولیکن مطلب کو کون پہنچا — آیندہ تو بھی ہم سا ہو کر شکستہ پا رہ

1273/14 جب ہوش میں تو آیا ، اودھر ہی جاتے پایا
اِس سے تو میر چندے اُس کوچے ہی میں جا رہ

﴿1274﴾

1274/1 اب حال اپنا اُس کے ہے دل خواہ — کیا پوچھتے ہو ، الحمد للہ

1274/2 مر جاؤ کوئی پروا نہیں ہے — کتنا ہے مغرور ، اللہ اللہ !

1274/3 پیرِ مغاں سے بے اعتقادی — استغفراللہ ! استغفراللہ !

1274/4 کہتے ہیں اُس کے تُو منہ لگے گا — ہو یوں ہی یا رب! جوں ہے یہ افواہ

1274/5 حضرت سے اُس کی جانا کہاں ہے — اب مر رہے گا یاں بندہ درگاہ

1274/6 سب عقل کھوئے ہے راہِ محبت — ہو خضر دل میں کیسا ہی گم راہ

1274/7 مجرم ہوئے ہم دل دے کے ورنہ — کس کو کسو سے ہوتی نہیں چاہ

1274/8 کیا کیا نہ ریجھیں تم نے پچائیں[2] — اچھا رجھایا اے مہرباں ، آہ!

1274/9 گزرے ہے دیکھیں کیونکر ہماری — اُس بے وفا سے ، نے رسم ، نے راہ

1274/10-11 تھی خواہشِ دل ، رکھنا حمائل (قطعہ) — گردن میں اُس کی ہر گاہ و بے گاہ
اِس پر کہ تھا وہ شہ رگ سے اقرب — ہرگز نہ پہنچا یہ دستِ کوتاہ

1274/12-14 ہے ما سوا کیا ، جو میر کہیے (قطعہ) — آگاہ سارے اِس سے ہیں آگاہ
جلوے ہیں اُس کے ، شانیں ہیں اُس کی — کیا روز ، کیا خور ، کیا رات ، کیا ماہ
ظاہر کہ باطن ، اول کہ آخر
اللہ ! اللہ ! ، اللہ ! اللہ !

﴿1275﴾

(قبل از 1752ء)

1275/1 جو ہوشیار ہو ، سو آج ہو شراب زدہ — زمینِ میکدہ یک دست ہے گی آب زدہ

1275/2 بنے یہ کیوں کہ ملے تو ہی ، یا ہم ہی[1] سمجھیں — ہم اضطراب زدہ ، اور تُو حجاب زدہ

1275/3 کرے ہے جس کو ملامت جہاں وہ میں ہی ہوں — اجل رسیدہ ، جفا دیدہ ، اضطراب زدہ

1275/4 جدا ہو رخ سے تری زلف میں نہ کیوں دل جائے — پناہ لیتے ہیں سائے کی ، آفتاب زدہ

1275/5 لگا نہ ایک بھی میر اُس کی بیتِ ابرو کو
اگرچہ شعر تھے سب میرے انتخاب زدہ

---

[1] اس شعر میں 'ہمیں'، 'ہم ہی' کا قدیم املا ہے۔ گو میر کا املا یہی ہے لیکن آج کے قاری کو التباس سے محفوظ رکھنے کے لیے 'ہم ہی' کر دیا ہے۔ اس مصرع میں بھی 'کیوں کہ' مجلس نے آسی کے برعکس 'کیوں کے' ہی درج کیا ہے۔

[2] نسخۂ کالج اور آسی کے یہاں 'پچائیں' جب کہ نول کشور دوم، سوم میں 'بچائیں' ہے، بہتر کو شاملِ متن کر لیا ہے۔

﴿1276﴾

1276/1 جز جرمِ عشق کوئی بھی ثابت کیا گناہ — ناحق ہماری جان لی ، اچھے ہو ، واہ واہ!
1276/2 اب کیسا چاک چاک ہو دل، اُس کے ہجر میں — گتھواں تو لختِ دل سے نکلتی ہے میری آہ
1276/3 شامِ شبِ وصال ہوئی یاں کہ اُس طرف — ہونے لگا طلوع ہی خورشیدِ روسیاہ
1276/4 گزرا میں اس سلوک سے دیکھا نہ کر مجھے — برچھی سی لاگ جا ہے جگر میں تری نگاہ
1276/5 بے تابیوں کو سونپ نہ دینا کہیں مجھے — اے صبر میں نے آن کے لی ہے تری پناہ
1276/6 خوں بستہ بارے رہنے لگی اب تو یہ مژہ — آنسو کی بوند جس سے ٹپکتی تھی گاہ گاہ
1276/7 ناحق اُلجھ پڑا ہے یہ مجھ سے طریقِ عشق — جاتا تھا میر مَیں تو چلا اپنی راہ راہ

﴿1277﴾

(قبل از 1752ء)

1277/1 کہتے ہیں اُڑ بھی گئے جل کے پرِ پروانہ — کچھ سنی سوختگاں تم خبرِ پروانہ
1277/2 سعی اتنی یہ ضروری ہے اُٹھے بزم سُلگ — اے جگر تفتگیِ بے اثرِ پروانہ
1277/3 کس گنہ کا ہے پس از مرگ یہ عذرِ جاں سوز — پاؤں پر شمع کے پاتے ہیں سرِ پروانہ
1277/4 آ پڑا آگ میں اے شمع یہیں سے تو سمجھ — کس قدر داغ ہوا تھا جگرِ پروانہ
1277/5 بزمِ دنیا کی تو دل سوزی سنی ہوگی میر — کس طرح شام ہوئی یاں سحرِ پروانہ

﴿1278﴾

1278/1 ہم سے کچھ آگے زمانے میں ہوا کیا کیا کچھ — تو بھی ہم غافلوں نے آ کے کیا، کیا کیا کچھ
1278/2 دل ، جگر ، جان یہ بھسمنت ہوئے سینے میں — گھر کو آتش دی محبت نے ، جلا کیا کیا کچھ
1278/3 کیا کہوں تجھ سے کہ کیا دیکھا ہے تجھ میں مَیں نے — عشوہ و غمزہ و انداز و ادا ، کیا کیا کچھ
1278/4 دل گیا ، ہوش گیا ، صبر گیا ، جی بھی گیا — شغل میں غم کے ترے ہم سے گیا کیا کیا کچھ
1278/5 آہ مت پوچھ ستم گار کہ تجھ سے تھی ہمیں — چشمِ لطف و کرم و مہر و وفا ، کیا کیا کچھ
1278/6-7 نام ہیں خستہ و آوارہ و بدنام مرے — (قطعہ) ایک عالم نے غرض مجھ کو کہا کیا کیا کچھ
طرفہ صحبت ہے کہ سنتا نہیں تو ایک مری — واسطے تیرے سنا ! میں نے سنا کیا کیا کچھ
1278/8 حسرتِ وصل و غمِ ہجر و خیالِ رخِ دوست — مر گیا میں پہ مرے جی میں رہا کیا کیا کچھ
1278/9 دردِ دل ، زخمِ جگر ، کلفتِ غم ، داغِ فراق — آہ عالم سے مرے ساتھ چلا ، کیا کیا کچھ
1278/10 چشمِ نم ناک و دلِ پُر ، جگرِ صد پارہ — دولتِ عشق سے ہم پاس بھی تھا کیا کیا کچھ
1278/11 تجھ کو کیا بننے بگڑنے سے زمانے کے کہ یاں — خاک کن کن کی ہوئی صرف ، بنا کیا کیا کچھ
1278/12-13 قبلہ و کعبہ ، خداوند و ملاذ و مشفق[1] — (قطعہ) مضطرب ہو کے اُسے میں نے لکھا کیا کیا کچھ

---

[1] نسخۂ آسی ص ۱۳۹ پر 'ملاذ و مشفق' یوں درج ہے کہ 'ملا ذ و مشفق'، 'ملاذ' کے معنی سے بے خبر قاری کے لیے اس مصرع کو سمجھنا ممکن نہیں۔

پر کہوں کیا رقمِ شوق کی اپنی تاثیر ــــ ہر سرِ حرف پہ وہ کہنے لگا کیا کیا کچھ

1278/14 ایک محروم چلے میر ہم ہی عالم سے
ورنہ عالم کو زمانے نے دیا کیا کیا کچھ

﴿1279﴾

1279/1 کیا موافق ہو دوا عشق کے بیمار کے ساتھ ــــ جی ہی جاتے نظر آئے ہیں اِس آزار کے ساتھ

1279/2 رات مجلس میں تری ہم بھی کھڑے تھے چپکے ــــ جیسے تصویر لگا دے کوئی دیوار کے ساتھ

1279/3 مر گئے پر بھی کھلی رہ گئیں آنکھیں اپنی ــــ کون اس طرح مُوا حسرتِ دیدار کے ساتھ

1279/4 شوق کا کام کھنچا دور کہ اب مُہر مثال ــــ چشمِ مشتاق لگی جائے ہے طومار[1] کے ساتھ

1279/5 راہ اُس شوخ کی عاشق سے نہیں رک سکتی ــــ جان جاتی ہے چلی خوبیِ رفتار کے ساتھ

1279/6 وے دن اب سالتے ہیں راتوں کو، برسوں گزرے ــــ جن دنوں دیر رہا کرتے تھے ہم یار کے ساتھ

1279/7 ذکرِ گُل کیا ہے صبا[2] اب کہ خزاں میں ہم نے ــــ دل کو ناچار لگایا ہے خس و خار کے ساتھ

1279/8 کس کو ہر دم ہے لہو رونے کا ہجراں میں دماغ ــــ دل کو اک ربط سا ہے دیدۂ خوں بار کے ساتھ

1279/9 میری اُس شوخ سے صحبت ہے بعینہٖ ویسی ــــ جیسے بن جائے کسو سادے کو عیار کے ساتھ

1279/10 دیکھیے کس کو شہادت سے سرافراز کریں ــــ لاگ تو سب کو ہے اُس شوخ کی تلوار کے ساتھ

1279/11 بے کلی اُس[3] کی نہ ظاہر تھی جو تُو اے بلبل
دم کشِ میر ہوئی اِس لبِ گفتار کے ساتھ

ردیف ہ ــــ دیوان دوم

﴿1280﴾

1280/1 یاد جب آتی ہے وہ زلفِ سیاہ ــــ سانپ سا چھاتی پہ پھر جاتا ہے آہ

1280/2 کھل گیا منہ اب تو اُس محجوب کا ــــ کچھ سخن کی بھی نکل آوے گی راہ

1280/3 شرم کرنی تھی مرا سر کاٹ کر ــــ سو تو اُن نے اور ٹیڑھی کی کلاہ

---

[1] تمام قدیم نسخوں بشمول نول کشور دوم، سوم میں لفظ 'طومار' درج ہے اور یہی درست بھی ہے لیکن آسی صاحب نے اِسے کتابت کی غلطی سمجھ کر لفظ 'طیّار' (گو درست طور پر درج نسخہ نہیں) کو متنِ شعر میں داخل کیا، غالباً انہوں نے مصرعِ اول میں 'مُہر' (Stamp) کو 'مہر' (سورج) سمجھا اور یہ قیاسی تصحیح کر دی۔ اِسی قیاسی اصلاح کو درست سمجھتے ہوئے نسخۂ مجلس جلد اول ص ۴۰۸ پر 'طیّار' درج، لیکن حاشیے میں 'طومار' کا حوالہ دے کر شعر کے اصل معنی تک رسائی ممکن بنادی۔

[2] اگرچہ ہم نے اس متن کی ترتیب میں قرأتِ شعر میں قاری کی سہولت کے مقصد کے تحت وقوف درج کیے ہیں لیکن ایسے مقامات پر نہیں جہاں ان کے اندراج سے فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہو مثلاً نسخۂ مجلس میں اس مصرع میں 'صبا' کے بعد یہ نشان '!' لگانے سے کلمے کی فجائیہ نوعیت تو واضح ہوتی ہے لیکن 'اب' کو 'صبا' کے ساتھ اور 'کہ' دونوں کے ساتھ ملا کر پڑھنے کی دوہری قرأت کا 'فائدہ' مسدود ہو جاتا ہے۔

[3] اِس متن کی تیاری میں 'اِس' اور 'اُس' کی ہر ممکنہ صراحت کر دی ہے تاہم ہر جگہ ماخذ نسخوں میں اس نوع کی اغلاط کی نشان دہی نہیں کی۔ مثلاً اس شعر کے دونوں مصرعوں میں 'اِس' کا لفظ شاملِ متنِ شعر ہے۔ آسی نے دونوں پر ضم درج کی اور 'اُس' لکھا۔ مجلس نے دونوں جگہ زیر یا پیش کچھ نہیں لکھا۔ ہمارے نزدیک دوسرے مصرع میں آسی کا 'اُس' درست نہیں۔ 'اِس لبِ گفتار' کے کلمے کی طنزیہ نوعیت 'اِس' کے ساتھ ہی قائم ہوتی ہے۔

1280/4 یار کا وہ ناز ، اپنا یہ نیاز — دیکھیے ہوتا ہے کیوں کر یوں نباہ

1280/5 دین میں اُس کافرِ بے رحم کے — اَجر اک رکھتا ہے خونِ بے گناہ

1280/6 پتھروں سے سینہ کوبی میں نے کی — دل کے ماتم میں مری چھاتی سراہ

1280/7 مول لے چک مجھ کو آنکھیں موند کر — دیکھ تو قیمت ہے میری اک نگاہ

1280/8 لذتِ دنیا سے کیا بہرہ ہمیں — پاس ہے رنڈی ، ولے ہے ضعفِ باہ

1280/9 روٹھ کر کیا آپ سے ملنے میں لطف — ہووے وہ بھی تو کبھو ٹک عذر خواہ

1280/10 ضبط بہتیرا ہی کرتے ہیں ولے — آہ اک منہ سے نکل جاتی ہے گاہ

1280/11-12 اُس کے رو کے رفتہ ہی آئے ہیں یاں (قطعہ)[1] — آج سے تو کچھ نہیں یہ جی کی چاہ
دیکھ رہتے دھوتے ، اُس رخسار کے — دایہ منہ دھوتے جو کہتی ماہ ماہ

1280/13 شیخ تو نے خوب سمجھا میر کو — واہ واہ[2]! اے بے حقیقت واہ واہ!

﴿1281﴾

1281/1 ظالم یہ کیا نکالی رفتار رفتہ رفتہ — اِس چال پر چلے گی تلوار رفتہ رفتہ

1281/2 ہر آن ہم کو تجھ بن اک اک برس ہوئی ہے — کیا آ گیا زمانہ اے یار رفتہ رفتہ

1281/3 کیا کہیے کیونکہ جانیں بے پردہ جاتیاں ہیں — اس معنی کا بھی ہوگا اظہار رفتہ رفتہ

1281/4 یہ ہی سلوک اُس کے اکثر چلے گئے تو — بیٹھیں گے اپنے گھر ہم ناچار رفتہ رفتہ

1281/5 پامال ہوں کہ اِس میں ہوں خاک سے برابر — اب ہو گیا ہے سب کچھ ہموار رفتہ رفتہ

1281/6 چاہت میں دخل مت دے زنہار آرزو کو — کر دے ہے دل کی خواہش بیمار رفتہ رفتہ

1281/7 خاطر نہ جمع رکھو ان پلکوں کی خلش سے — سر دل سے کاڑھتے ہیں یاں خار رفتہ رفتہ

1281/8 تھے ایک ہم وے دونوں سو اتحاد کیسا — ہر باتِ پر اب آئی تکرار رفتہ رفتہ

1281/9 گر بت کدے میں جانا ایسا ہے میر جی کا — تو تارِ سبحہ ہوگا زنّار رفتہ رفتہ

﴿1282﴾

1282/1 پیدا نہیں جہاں میں قیدِ جہاں سے رستہ — مانندِ برق ہیں یاں وے لوگ جستہ جستہ

1282/2 ظالم بھلی نہیں ہے برہم زنیِ مژگاں — مر جائے گا کسو دن یوں کوئی سینہ خستہ

1282/3 پائے حنائی اُس کے ہاتھوں ہی پر رکھے ہیں — پر اُس کو خوش نہ آیا یہ کارِ دست بستہ

1282/4 شہرِ چمن سے کچھ کم دشتِ جنوں نہیں ہے — یاں گل ہیں رستہ رستہ ، واں داغ[3] دستہ دستہ

---

[1] یہ دونوں شعر مسلسل ہیں، اِس لیے انہیں قطعہ بند درج کیا جاتا ہے۔ نسخۂ آسی اور مجلس وعبادت میں سے کسی نے انہیں قطعہ درج نہیں کیا۔

[2] نسخۂ آسی میں ایک 'ہ' کم درج ہے۔ 'واہ وا اے بے حقیقت واہ واہ'۔

[3] نسخۂ آسی میں 'داغ' ہے اور شاید یہی بہتر متن ہے۔ نسخۂ مجلس نے اختلاف کا حوالہ دیئے بغیر 'باغ' درج کیا ہے۔ گو فاروقی صاحب شعر شور انگیز جلد سوم ص ۶۳۱ پر بھی 'باغ' متن قرار دے کر شرح کی ہے لیکن ہمارے نزدیک یہاں لفظ 'داغ' ہر طرح برمحل، موزوں اور بہتر متن۔

1282/5
معمار کا وہ لڑکا پتھر ہے، اُس کی خاطر
کیوں خاک میں ملا تو اے میر دل شکستہ

﴿1283﴾

1283/1 ٹک پاس آ کے کیسے صرفے سے ہیں کشیدہ — گویا کہ ہیں یہ لڑکے پیرِ زمانہ دیدہ

1283/2 اب خاک تو ہماری سب سبز ہو چلی ہے — کب منہ اِدھر کرے گا وہ آہوئے رمیدہ

1283/3 یوسف سے کوئی کیونکر اُس ماہ کو ملاوے — ہے فرق رات دن کا از دیدہ تا شنیدہ

1283/4 بندے کے دردِ دل کو کوئی نہیں پہنچتا — ہر ایک بے حقیقت یاں ہے خدا رسیدہ

1283/5 کیا وسوسہ ہے مجھ کو عزت سے جینے کا یاں — نکلا نہ میرے دل سے یہ خارِ ناخلیدہ

1283/6 ہم کاڑھ کر جگر بھی آگے تمہارے رکھا — پھر یا نصیب اِس پر تم جو ہوئے کبیدہ

1283/7 سائے سے اپنے وحشت ہم کو رہی ہمیشہ — جوں آفتاب ہم بھی کیسے رہے جریدہ

1283/8 منصور کی نظر تھی جو دار کی طرف سو — پھل وہ درخت لایا آخر سرِ بریدہ

1283/9
ذوقِ سخن ہوا ہے اب تو بہت ہمیں بھی
لکھ لیں گے میر جی کے کچھ شعر چیدہ چیدہ

﴿1284﴾

1284/1 پھرتی ہیں اُس کی آنکھیں آنکھوں تلے ہمیشہ — رہتا ہے آبِ دیدہ یاں تا گلے ہمیشہ

1284/2 تصدیع ایک دو دن ہووے تو کوئی کھینچے — تڑپے جگر ہمیشہ، چھاتی جلے ہمیشہ

1284/3 اک اُس مغل بچے کو وعدہ وفا نہ کرنا — کچھ جا کہیں تو کرنا آرے بلے[1] ہمیشہ

1284/4 کب تک وفا کرے گا یہ حوصلہ ہمارا — دل پیسے درد اکثر، غم جی مَلے ہمیشہ

1284/5 اس جسمِ خاکی سے ہم مٹی میں اٹ رہے ہیں — یوں خاک میں کہاں تک کوئی رَلے ہمیشہ

1284/6 آیندہ و روندہ بادِ سحر، کبوتر — قاصد نیا اُدھر کو کب تک چلے ہمیشہ

1284/7
مسجد میں چل کے ملیے جمعہ کے دن بنے تو
ہوتے ہیں میر صاحب واں دن ڈھلے ہمیشہ

﴿1285﴾

1285/1 لطف کیا ہر کسو کی چاہ کے ساتھ — چاہ وہ ہے جو ہو نباہ کے ساتھ

1285/2 وقت کڑھنے کے ہاتھ دل پر رکھ — جان جاتی رہے نہ آہ کے ساتھ

1285/3 عشق میں ترکِ سر کیے ہی بنے — مشورت تو بھی کر کلاہ کے ساتھ

1285/4 ہو اگر چند آسماں پہ، ولے — نسبت اُس مہ کو کیا ہے ماہ کے ساتھ

1285/5 سفری وہ جو مہ ہوا تا دیر — چشم اپنی تھی گردِ راہ کے ساتھ

---

[1] نسخۂ آسی میں اِس ایک مصرع میں دو اغلاط ہیں۔ 'کرتا' بجائے 'کرنا' اور 'آرے بے' بجائے 'آرے بلے' (حیلے بہانے) درج ہوئے ہیں۔ نول کشور دوم، سوم اور مجلس میں متن درست ہے۔

1285/6 جاذبہ تو ان آنکھوں کا دیکھا جی کھنچے جاتے ہیں نگاہ کے ساتھ

1285/7 میر سے تم برے ہی رہتے ہو
کیا شرارت ہے خیر خواہ کے ساتھ

1286

1286/1 ہم سے کیوں اُلجھا کرے ہے، آ سمجھا اے ناسمجھ کج طبیعت جو مخالف ہیں اُنہوں سے جا سمجھ

1286/2 یار کی ان بھولی باتوں پر نہ جا اے ہم نشیں ایک فتنہ ہے وہ، اس کو آہ مت لڑکا سمجھ

1286/3 خوب رو عشاق سے بد پیش آتے ہیں سبھی گرچہ خوش ظاہر ہیں یہ، پر اِن کو مت اچھا سمجھ

1286/4 باغباں بے رحم، گُل بے دید، موسم بے وفا آشیاں اِس باغ میں بلبل نے باندھا کیا سمجھ

1286/5 میں جو نرمی کی تو دونا سر چڑھا وہ بدمعاش کھانے ہی کو دوڑتا ہے اب مجھے حلوا سمجھ

1286/6 دور سے دیکھی جو بدحالی وہیں سے ٹل گیا دو قدم آگے نہ آیا مجھ کو وہ مرتا سمجھ

1286/7 میر کی عیاریاں معلوم لڑکوں کو نہیں
کرتے ہیں کیا کیا ادائیں اُس کو سادہ سا سمجھ

1287

1287/1 کھنچتا ہے دلوں کو صحرا کچھ ہے مزاجوں میں اپنے سودا کچھ

1287/2 دل نہیں جمع چشمِ تر سے اب پھیلتا سا چلا یہ دریا کچھ

1287/3 شہر میں حشر کیوں نہ برپا ہو شور ہے میرے سر میں کیسا کچھ

1287/4 ویسے ظاہر کا لطف ہے چھپنا کم تماشا نہیں یہ پردا کچھ

1287/5 خلق کی کیا سمجھ میں وہ آیا آپ سے تو گیا نہ سمجھا کچھ

1287/6 یاس سے مجھ کو بھی ہو استغنا گو نہ ہو اُس کو میری پروا کچھ

1287/7 کچھ نہ دیکھا تھا ہم نے پرتو بھی آنکھ میں آئی یہ نہ دنیا کچھ

1287/8 اب تو بگڑے ہی جاتے ہیں خوباں رنگِ صحبت نہیں ہے اچھا کچھ

1287/9 کچھ کہو، دُور ہے بہت وہ شوخ اپنے نزدیک تو نہ ٹھہرا کچھ

1287/10 وصل اُس کا خدا نصیب کرے
میر دل چاہتا ہے کیا کیا کچھ

1288

1288/1 بود نقش و نگار سا ہے کچھ صورت اک اعتبار سا ہے کچھ

1288/2 یہ جو مہلت جسے کہیں ہیں عمر دیکھو تو انتظار سا ہے کچھ

1288/3 منہ نہ ہم جبریوں کا کھلواؤ کہنے کو اختیار سا ہے کچھ

1288/4 منتظر اُس کی گردِ راہ کے تھے آنکھوں میں سو غبار سا ہے کچھ

1288/5 ضعفِ پیری میں زندگانی بھی دوش پر اپنے بار سا ہے کچھ

1288/6 کیا ہے، دیکھو ہو جو[1] اِدھر ہردم — اور چتون میں پیار سا ہے کچھ
1288/7 اُس کی برہم زنیِ مژگاں سے — دل میں اِب خار خار سا ہے کچھ
1288/8 جیسے عنقا کہاں ہیں ہم اے میر
شہروں میں اشتہار سا ہے کچھ

﴾1289﴿

1289/1 آوے کہنے میں، رہا ہو غم سے گر احوال کچھ — جاں بہ لب رہتے ہیں، پر کہتے نہیں ہیں حال کچھ
1289/2 بے زری سے داغ ہیں، لیکن لبوں پر مُہر ہے — کہیے حاجت اپنی لوگوں سے جو دے[2] ہوں مال کچھ
1289/3 کام کو مشکل دلِ پُر آرزو نے کر دیا — یاسِ کلّی ہو چکی تو پھر نہیں اشکال کچھ
1289/4 دل ترا آیا کسو کے پیچ میں جو سدھ گئی — متّصل بکھرے رہا کرتے ہیں منہ پر بال کچھ
1289/5 ماہ سے ماہی تلک اِس داغ میں ہیں مبتلا — کیا بلائے جان ہے میرا تمھارا حال کچھ
1289/6 ایک دن کنجِ قفس میں ہم کہیں رہ جائیں گے — بے کلی گل بِن بہت رہتی ہے اب کے سال کچھ
1289/7 کیا اُس آتش باز کے لونڈے کا اتنا شوق میر
بہہ چلی ہے دیکھ کر اُس کو تمھاری رال کچھ

﴾1290﴿

1290/1 اب تو صبا چمن سے آتی نہیں اِدھر کچھ — ہم تک نہیں پہنچتی گل کی خبر عطر کچھ
1290/2 ذوقِ خبر میں ہم تو بے ہوش ہو گئے تھے — کیا جانیں کب وہ آیا ہم کو نہیں خبر کچھ
1290/3 یہ طشت و تیغ ہے اب، یہ میں ہوں اور یہ تو — ہے ساتھ میرے ظالم دعویٰ تجھے اگر کچھ
1290/4 وے دن گئے کہ بے غم کوئی گھڑی کٹے تھی — تھمتے نہیں ہیں آنسو اب تو پہر پہر کچھ
1290/5 اِن اُجڑی بستیوں میں دیوار و در ہیں کیا کیا — آثار جن کے ہیں یہ، اُن کا نہیں اثر کچھ
1290/6 واعظ نہ ہو معارض نیک و بدِ جہاں سے[3] — جو ہو سکے تو غافل اپنا ہی فکر کر کچھ
1290/7 آنکھوں میں میری عالم سارا سیاہ ہے اب — مجھ کو بغیر اُس کے آتا نہیں نظر کچھ
1290/8 ہم نے تو ناخنوں سے منہ سارا نوچ ڈالا — اب کوہ کن دکھاوے، رکھتا ہے گر ہنر کچھ
1290/9 تلوار کے تلے ہی کاٹی ہے عمر ساری — ابروئے خم سے اُس کے ہم کو نہیں ہے ڈر کچھ
1290/10 گہ شیفتہ ہیں مُو کے، گہ باولے ہیں رُو کے
احوال میر جی کا ہے شام کچھ، سحر کچھ

---

[1] نسخۂ مجلس جلد دوم ص ۲۷۰ 'دیکھو جو ہو' آسی کے یہاں 'دیکھو ہو جو' ہے، مجلس میں وجہ اختلاف درج نہیں، لہٰذا سہوِ کتابت ہے۔ فاروقی صاحب کے یہاں بھی یہی متن ہے جو ہم نے اختیار کیا ہے۔

[2] نسخۂ آسی ص ۳۲۳ پر 'جو دے ہوں مال' درج ہے جب کہ مجلس کے نسخے میں 'وے' ہے، آسی کے متن کو بہتر خیال کیا ہے۔

[3] نسخۂ آسی میں 'نیک و بدِ جہاں میں' جب کہ نول کشور دوم، سوم میں 'نیک و بد جہاں سے' ہے۔ مجلس نے آسی کے متن کو اور ہم نے ثانی الذکر کے متن کو اختیار کیا ہے۔

ردیف ہ ___ دیوان سوم

1291

1291/1 میں کیا کہوں، جگر میں لہو میرے کم ہے کچھ — کچھ تو الم ہے دل کی جگہ اور غم ہے کچھ

1291/2 پوشیدہ تو نہیں ہے کہ ہم ناتواں نہیں — کپڑوں میں یوں ہی تم کو ہمارا بھرم ہے کچھ

1291/3 کیا اپنے دل دھڑکنے سے ہوں میں ہی دم بہ خود — جو دیکھتا ہے میرے تئیں سو وہم ہے کچھ

1291/4 جب سے کھلی ہے نرگسِ مست اُس کی ظلم ہے — کیا آج کل سے یار کو میلِ ستم ہے کچھ

1291/5 بلبل میں، گل میں کیا خفگی آ گئی ہے میر
آمد شدِ نسیمِ سحر دم بہ دم ہے کچھ

1292

1292/1 کہتے تو ہیں کہ ہم کو اُس کی طلب نہیں کچھ — پر جی اُسی کو اپنا ڈھونڈے ہے ڈھب نہیں کچھ

1292/2 اخلاص و ربط اُس سے ہوتا تو شور اُٹھاتے — لب تشنہ اپنے تب ہیں دلبر سے جب نہیں کچھ

1292/3 یاں[1] اعتبار کریے جو کچھ وہی ہے ظاہر — یہ کائنات اپنی آنکھوں میں سب نہیں کچھ

1292/4 رکھ منہ کو گل کے منہ پر کیا غنچہ ہو کے سوئے — ہے شوخ چشم شبنم، اُس کو ادب نہیں کچھ

1292/5 دل خوں نہ ہووے کیونکر یک سروائے اُلفت — یا سابقے بہت تھے یا اُس سے اب نہیں کچھ

1292/6 یہ حال بے سبب تو ہوتا نہیں ہے لیکن — رونے کا لحظہ لحظہ ظاہر سبب نہیں کچھ

1292/7 گر عشق میر اُس کا مارے کہیں نہ جاویں
جلدی مزاج میں ہے، اِس سے عجب نہیں کچھ

1293

1293/1 رستے سے چاکِ دل کے ہو آگاہ — یار تک پھر تو کس قدر ہے راہ

1293/2 رہتی ہے خلق آہِ شب سے تنگ — وے نہیں سنتے میری بات اللہ

1293/3 آنکھ اُس منہ پہ کس طرح کھولوں — جوں پلک جل رہی ہے میری نگاہ

1293/4 خط مرا دیکھ دیکھ کہنے لگا — ہائے کیا کیا لکھے ہے نامہ سیاہ

1293/5 ہیں مسلمان، اِن[2] بتوں سے ہمیں — عشق ہے لا الٰہ الا اللہ

1293/6 پلکیں اس طرح روتے روتے گئیں — سبزہ ہوتا ہے جس طرح لبِ چاہ

1293/7 میر کعبے سے قصد دیر کیا
جاؤ پیارے بھلا خدا ہمراہ

---

1. نسخۂ آسی میں 'یاں اعتبار' ہے لیکن مجلس کے نسخے میں 'ہاں اعتبار' کاتب کا تصرف ہے۔
2. نسخۂ آسی اور مجلس دونوں میں بہ صراحت ضمِ 'اُن' ہے، جب کہ مصرع میں 'اِن' کا محل ہے۔

﴿1294﴾

1294/1 ہے تمنائے وصال اُس کی مری جان کے ساتھ — جان ہی جائے گی آخر کو اِس ارمان کے ساتھ

1294/2 کیا فقط توڑ کے چھاتی ہی گیا تیر اُس کا — لے گیا صاف مرے دل کو بھی پیکان کے ساتھ

1294/3 دین و دل ہی کے رہا میرے وہ کافر درپے — خصمی قاطبہ اُس کو ہے مسلمان کے ساتھ

1294/4 بحر پر نہر پہ برسے ہے برابر ہی ابر — پیش ہر اک سے کریم آتے ہیں احسان کے ساتھ

1294/5 سطرِ زلف آئی ہے اس روئے خطّط پہ نظر — یہ عبارت نئی لاحق ہوئی قرآن کے ساتھ

1294/6 تیر اُس کا جو گزر دل سے چلا ، جی بھی چلا — رسم تعظیم سے ہو لیتے ہیں مہمان کے ساتھ

1294/7 میں تو لڑکا نہیں جو بالے بتاؤ مجھ کو — یہ فریبندگی کریے کسو نادان کے ساتھ

1294/8 خونِ مسلم کو تو واجب یہ بتاں جانے ہیں — ہو جے کافر کہ اماں یاں نہیں ایمان کے ساتھ

1294/9 آدمیت سے تمھیں میرؔ ہو کیوں کر بہرہ
تم نے صحبت نہیں رکھی کسو انسان کے ساتھ

﴿1295﴾

1295/1 جانے دے، مت اس قدر اب زلف و خط و خال دیکھ — حال کچھ بھی تجھ میں ہے اے میرؔ اپنا حال دیکھ

1295/2 کیا مرے طولِ پریشانی کی حیرت ہم نفس! — آنکھیں تو دی ہیں خدا نے اُس کے لپٹے بال دیکھ

1295/3 دامنِ صحرا میں کیا وسعت ہے جو دل میں نہیں — موند کر آنکھیں گریباں میں بھی ٹک سر ڈال دیکھ

1295/4 چشم و دل کا اُس سے لگ جانا تو تھا جس تس طرح — جی بھی اِن باتوں میں اُلجھا اور یہ جنجال دیکھ

1295/5-6 گرچہ اس مہ کی جدائی میں مجھے برسوں ہوئے (قطعہ)[1] — لیکن اے اختر شناس اب کا ہے کیسا سال دیکھ
کب نظر میری پڑے گی اس کے روئے خوب پر — ہم نشیں ٹک تو بھی مصحف کھول کر تو فال دیکھ

1295/7 ٹھوکریں دل کو لگے ہیں جب چلے ہے راہ تو
یہ خرامِ ناز ہے ظالم ٹک اپنی چال دیکھ

﴿1296﴾

1296/1 آنکھیں جو ہوں تو عین ہے مقصود ہر جگہ — بالذات ہے جہاں میں وہ موجود ہر جگہ

1296/2 واقف ہو شانِ بندگی سے قیدِ قبلہ کیا — سر ہر کہیں جھکا کہ ہے مسجود ہر جگہ

1296/3 مُو تن پہ ہم نہ سوختہ جانوں کے ہیں[2] نمود — ہے سوزشِ دروں سے بروں دود ہر جگہ

1296/4 ہیں دلی، لکھنؤ[3] کے خوش اندام خوب ، لیک — راہِ وفا و مہر ہے مسدود ہر جگہ

1296/5 پھرتی ہے اپنے ساتھ لگی متصل فنا — آبِ رواں سے ہم ہوئے نابود ہر جگہ

1296/6 شہرہ رکھے ہے تیری خریّت جہاں میں شیخ — مجلس ہو یا کہ دشت اُچھل کود ہر جگہ

---

[1] یہ دونوں شعر مسلسل ہیں، لہٰذا ہم نے انھیں قطعہ بند قرار دے کر درج کیا ہے جب کہ آسی اور مجلس نے انھیں الگ الگ شعروں کے طور پر درج کیا ہے۔

[2] نسخۂ آسی میں 'کی ہے' درج ہے۔ نسخۂ کالج میں 'کے ہیں' درست ہے۔

[3] متن برطابق نول کشور دوم، سوم و آسی ہے، نسخۂ کالج میں یوں ہے 'دلی کے لکھنؤ کے خوش اندام'۔

1296/7 سودائے عاشقی میں تو جی کا زیان ہے
پھرتے ہیں میرؔ ڈھونڈتے ہی سود ہر جگہ

﴿1297﴾

1297/1 وے دن اب سالتے ہیں جن میں پھرے یار کے ساتھ — لطف سے حرف وسخن تھے نگہِ پیار[1] کے ساتھ
1297/2 رو بہ پس یار کے کوچے سے جو خورشید گیا — عشق تھا اس کے مگر سایۂ دیوار کے ساتھ
1297/3 دستے نرگس کے رکھیں گور پہ میری دن رات[2] — تا یہ جانیں کہ گیا میں غمِ دیدار کے ساتھ
1297/4 واں کھنچی میان سے ، یاں سر کو جھکایا میں نے — گردن اپنی ہے بندھی یار کی تلوار کے ساتھ
1297/5 عشق کے زار سے بولا نہ خشونت سے کرو — لطف سے بات کوئی کرتے ہیں بیمار کے ساتھ
1297/6 تہمتِ عشق سے آبادی بھی وادی ہے ہمیں — کون صحبت رکھے ہے خوں کے سزاوار کے ساتھ
1297/7 اب خوشامد اُنھیں کی آٹھ پہر کرتے ہیں
گفتگو میرؔ کو جن لوگوں سے تھی عار کے ساتھ

﴿1298﴾

1298/1 نہ باتیں کرو سرگرانی کے ساتھ — مری زیست ہے مہربانی کے ساتھ
1298/2 نہ اُٹھ کر درِ یار سے جا سکے — یہ کم لطف ہے ناتوانی کے ساتھ
1298/3 فرو درد آنسو پیے کچھ ہوا — دوا جیسے پیتے ہیں پانی کے ساتھ
1298/4 کہے میں نے اشعار ہر بحر میں — ولیکن قیامت روانی کے ساتھ
1298/5 شتابی گئی اِس روش فصلِ گل — کہ جوں رنگی ہو جوانی کے ساتھ
1298/6 بکھیرے[3] ہے جوں لختِ دل آہِ صبح — ہوا کب ہے اِس گل فشانی کے ساتھ
1298/7 جلا جی بہت قصۂ میرؔ سُن
بلا سوز تھا اس[4] کہانی کے ساتھ

﴿1299﴾

1299/1 کب تک رہیں گے یارب! ہردم ہم آب دیدہ — ضائع ہے جیب و دامن جوں جنس آب دیدہ
1299/2 اُس حور سے شبوں کا ملنا گیا ، سو چپ ہوں — جاتا نہیں کہا کچھ جوں گنگ خواب دیدہ
1299/3 رازِ محبت اپنا رسوا نہ اِس قدر ہو — گر ہو نہ اشک افشاں خانہ خراب دیدہ

---

[1] آسی کے یہاں 'نگہِ پیار کے ساتھ' ہے جب کہ نول کشور دوم، سوم اور نسخۂ کالج میں 'نگہ اک پیار کے ساتھ' درج ہے۔
[2] یہ مصرع نول کشور طبع دوم، سوم اور آسی و مجلس کے مطابق ورنہ نسخۂ کالج میں فرقِ متن بہت بڑا ہے۔ وہاں 'میری دن رات' کی جگہ 'میرے دا... درج ہے۔ ممکن ہے کچھ کے نزدیک یہی بہتر متن ہو۔
[3] نول کشور طبع دوم، سوم کے کاتب یا مرتب نے اس خوبصورت مگر غیر معروف شعر میں یہ تصرف کر رکھا ہے کہ 'بکھیرے' کی جگہ 'بکھرتی' درر... ہے۔ اس سے مصرع کے معنی بالکل بدل جاتے ہیں اور دوسرے مصرع سے مصرع اولیٰ کا ربط کمزور پڑتا ہے۔
[4] نسخۂ آسی میں یہ بالصراحتِ ضم 'اُس' درج ہے جب کہ ہم نے ایسے مقامات پر اِس اور اُس اِن اور اُن کو بغیر اعراب چھوڑا ہے جہاں معنی ہر دو مطابقِ مضمون شعر ہوں تا کہ قاری کا ذوق خود لفظ کا انتخاب کر سکے۔

1299/4 جب دیکھو لگ رہا ہے دَر کی طرف اُسی کے — ہے جیسے کہیے ویسے ذلّت کا باب[1] دیدہ

1299/5 دوزخ میں میر ہوں میں یارِ بہشت رُو بن[2]

جاں ہے ستم رسیدہ ، دل ہے عذاب دیدہ

﴿1300﴾

1300/1 ادھر مت کر نگاہِ تیز ، جا بیٹھ — نہ تیرِ روئے ترکش یوں چلا بیٹھ

1300/2 اثر ہوتا تو کب کا ہو بھی چکتا — دعائے صبح سے اب ہاتھ اُٹھا بیٹھ

1300/3 پھرے گا ہم سے کب تک دور ظالم — کبھو تو گھر سے اُٹھ کر پاس آ بیٹھ

1300/4 نہ کر دیوار کا مجلس میں تکیہ — ہمارے مونڈھے سے مونڈھا لگا بیٹھ

1300/5 بہت پھرتے ہیں ٹیڑے ٹیڑھے دشمن — انھیں دو سیدھیاں تو بھی سنا بیٹھ

1300/6 تلاش اپنی نہ کم تھی جو وہ ملتا — بہت میں دیکھ کر آخر رہا بیٹھ

1300/7 مخالف سے نہ مل بیٹھا کر اتنا

کہیں لے میر صاحب کو جدا بیٹھ

﴿1301﴾

1301/1 کیا کریں نیچی نظر کرنے سے غصہ کھائے وہ — اور مجلس میں جو رہیے دیکھ تو شرمائے وہ

1301/2 کس طرح تڑپے ہے کیا کیا جی گھٹا جاتا ہے ہائے — ساتھ اُس کے دل لگا ہو جس کسو کا وائے وہ

1301/3 کیا سلوک اُس بے وفا کے نقل کریئے ہم نشیں! — منّتیں کریے تو یاں تک گھر سے چل کر آئے وہ

1301/4 لطف سے لبریز ہے اُس کامِ جاں کا سب بدن — مختلط ہو جائے ہم سے جو کبھو تو ہائے وہ

1301/5 بے خودی ہے جی چلا جاتا ہے ہوں صاحب فراش — بے خبر اے کاش بالیں پر مرے آجائے وہ

1301/6 ہم نہیں ملتے وگرنہ یار ہے تا قتل ساتھ — لوہو پی جاوے ہمارا ہم کو اب جو پائے وہ

1301/7 میر کو واشد نہیں ہے مقصد اُس کا اور ہے

عشق سے لڑکوں کے دل کو کب تلک بہلائے وہ

ردیف ہ ___ دیوان چہارم

﴿1302﴾

1302/1 یار ، صد حیف کہ بیگانہ رہا اپنے ساتھ — آشنایانہ نہ کی کوئی ادا اپنے ساتھ

1302/2 اتحاد اتنا ہے اُس سے کہ ہمیشہ ہے وصال — اپنے مطلوب کو ہے ربط سدا اپنے ساتھ

1302/3 عہد یہ تھا کہ نہ بے وصل بدن سے جاوے — سو جدا ہوتا ہے ، کی جی نے دغا اپنے ساتھ

---

[1] نول کشور دوم، سوم میں 'باب' کی جگہ 'آب' درج ہے۔ نسخۂ مجلس کے مطابق یہ غلط ہے۔ گو بہتر متن آسی کا ہی ہے اور وہی ہم نے اختیار کیا ہے تاہم یہ وضاحت ضروری ہے کہ مذکورہ نسخوں کے مرتب (یا کاتب) نے مصرع اولیٰ کے لفظ 'دَر' کو 'دُر' سمجھا ہوگا تبھی 'باب' کی جگہ 'آب' درج کیا گیا۔

[2] اگرچہ نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم میں 'رو دیں' درج ہے اور صرف آسی کے یہاں 'رو بن' ہے۔ مرتب نسخۂ مجلس نے 'رو دیں' کو بہتر بھی قرار دیا اور درج بھی کیا تاہم یہ لفظ ہمارے نزدیک بے معنی ہے، اس لیے صرف آسی کی سند پر 'رو بن' درج کیا ہے۔

1302/4 رنج نے رنج بہت کھینچے، پہنچ کر ہم تک — اک بلا میں ہے گرفتارِ بلا اپنے ساتھ
1302/5 دس گنا دکھنے لگا زخم، رکھے مرہم کے — درد کا کام رہی کرتی دوا اپنے ساتھ
1302/6 واردِ شہر ہیں یا دشت میں ہم شوق طلب — ہر زماں پھرتا ہے اے میر لگا اپنے ساتھ

﴿1303﴾

1303/1 گرمی سے عاشقی کی آخر کو ہو رہا کچھ — پانی ہوا ہے کچھ تو میرا جگر جلا کچھ
1303/2 آزردہ دل ہزاروں مرتے ہی ہم سنے ہیں — بیماریِ دلی کی شاید نہیں دوا کچھ
1303/3 وارفتہ ہے گلستاں اُس روئے چمپئی کا — ہے فصلِ گل، پہ گل کا اب وہ نہیں مزا کچھ
1303/4 وہ آرسی کے آگے پہروں ہے بے تکلف — منہ سے ہمارے اُس کو آتی نہیں حیا کچھ
1303/5 دل ہی کے غم میں گزرے دس دن جو عمر کے تھے — اچرج ہے، اس نگر سے جاتا نہیں دہا کچھ
1303/6 منہ کر بھی میری جانب سوتا نہیں کبھو وہ — کیا جانوں اُس کے جی میں ہے اِس طرف سے کیا کچھ
1303/7 دل لے فقیر کا بھی ہاتھوں میں دل دہی کر — آ جائے ہے جہاں میں آگے، لیا دیا کچھ
1303/8 یاروں کی آہ و زاری ہووے قبول کیونکر — ان کی زباں میں کچھ ہے، دل میں ہے کچھ، دعا کچھ
1303/9 ساری وہی حقیقت، ملحوظ سب میں رکھیے — کہیے نمود ہووے جو اس کے ماسوا کچھ
1303/10 حرف و سخن کی اُس سے اپنی مجال کیا ہے — اُن نے کہا ہے کیا کیا، میں نے اگر کہا کچھ
1303/11 کب تک یہ بدشرابی، پیری تو میر آئی — جانے کے ہو مہیا، اب کر چلو بھلا کچھ

﴿1304﴾

1304/1 حیرت طلب کو کام نہیں ہے کسو کے ساتھ — جانِ عزیز ابھی ہے مری آبرو کے ساتھ
1304/2 یک رنگ آشنا ہیں خرابات ہی کے لوگ — سر ے کشوں کے پھوٹتے دیکھے سبو کے ساتھ
1304/3 قمری کا لوہو پانی ہوا ایک عشق میں — آتا ہے اُس کا خونِ جگر آب جو کے ساتھ
1304/4 خالی نہیں ہے خواہشِ دل سے کوئی بشر — جاتے ہیں سب جہان سے اک آرزو کے ساتھ
1304/5 دم میں ہے دم جہاں تئیں گرمِ تلاش ہوں — سو پیچ و تاب رہتے ہیں ہر ایک مو کے ساتھ
1304/6 کیا اضطرابِ عشق سے میں حرف زن ہوں میر — منہ تک جگر تو آنے لگا گفتگو کے ساتھ

﴿1305﴾

1305/1 سر تو بہت بکھیرا، پر فائدہ کیا نہ — اُلجھاؤ تھا جو اُس کی زلفوں سے، سو گیا نہ
1305/2 وے زلفیں عُقدہ عُقدہ ہیں آفتِ زمانہ — عُقدہ ہمارے دل کا اُن سے بھی کچھ کھلا نہ
1305/3 غنچے کے دل کی کچھ تھی واشد، بہار آئی — افسوس ہے کہ موسم گل کا بہت رہا نہ
1305/4 مرنا ہمارا اُس سے کہہ دیکھیں یار جا کر — حال اُس کا یہ خبر بھی درہم کرے ہے یا نہ

1305/5 کن رس بھی حیف اُس کو تھا، نہ کہا تو کیا کیا — قطعہ، لطیفہ، بذلہ، شعر و غزل، ترانہ

1305/6 بیمارِ عشق بے کس، جیتا رہے گا کیونکر — احوال گیر کم ہو پہنچی بہم دوا نہ

1305/7 یوں درمیاں چمن کے لینے تو گئے تھے ہم کو — پر فرطِ بے خودی سے ہم تھے نہ درمیانہ

1305/8 چھو سکتے بھی نہیں ہیں ہم لپٹے بال اُن کے — ہیں شانہ گیر سے جو یہ لڑکے نرم شانہ

1305/9 وحشت چمن میں ہم کو کل صبح بیشتر تھی — بے اُس کے پھول گل سے جی ایک دم لگا نہ

1305/10 صحبت برآر اپنی لوگوں سے کیونکہ ہووے — معقول گو ہم اتنے، وے ایسے ہرزہ چانہ

1305/11 رگڑے گئے ہیں جبہے ازبسکہ راستوں کے — آئینہ ہو رہا ہے وہ سنگِ آستانہ

1305/12
ہے عینیہ اُبلتا سیلاب رود کا سا
اے میر چشمِ تر ہے یا کوئی رود خانہ

﴿1306﴾[1]

1306/1
غمِ فوت سے بندے آزاد رہ
خدا ہے تو کیا غم ہے، دلشاد رہ

﴿1307﴾

1307/1 چاہ میں دل پر ظلم و ستم ہے، جور و جفا ہے کیا کیا کچھ — درد و الم ہے، کلفت و غم ہے، رنج و بلا ہے کیا کیا کچھ

1307/2 عاشق کے مر جانے کے اسباب بہت رسوائی میں — دل بھی لگا ہے، شرم و حیا ہے، مہر و وفا ہے کیا کیا کچھ

1307/3 عشق نے دے کر آگ یکا یک شہرِ تن کو پھونک دیا — دل تو جلا ہے، دماغ جلا ہے، اور جلا ہے کیا کیا کچھ

1307/4 دل لینے کو فریفتہ کے، بہتیرا کچھ ہے یار کنے — غمزہ، عشوہ، چشمک، چتون، ناز و ادا ہے کیا کیا کچھ

1307/5 کیا کیا دیدہ درائی سی تم[2] کرتے رہے اس عالم میں — تم سے آگے سنو ہو صاحب! انہیں ہوا ہے کیا کیا کچھ

1307/6 حسرتِ وصل، اندوہِ جدائی، خواہش، کاوش، ذوق و شوق — یوں تو چلا ہوں اکیلا، لیکن ساتھ چلا ہے کیا کیا کچھ

1307/7
کیا کہیے، جب میں نے کہا ہے، میر ہے مغرور اس پر تو
اپنی زباں مت کھول، تو اُن نے اور کہا ہے کیا کیا کچھ

---

[1] میر کے کئی ایک دواوین میں کم اشعار کی ردیفوں مثلاً ث، ص، ض، ع، غ، ط، ظ وغیرہ میں ایک ایک، دو دو شعروں کی غزلیں بہت سی گزری ہیں۔ یہ بھی ایک شعر کی غزل ہے گو اس نوعیت کے اشعار کو باآسانی فردیات کے ذیل میں رکھا جا سکتا ہے لیکن چونکہ قدما سے یہ مفرد اشعار الگ غزل کے طور پر الگ الگ دواوین میں درج چلے آتے ہیں اس لیے انہیں جوں کا توں رکھا جانا بھی ضروری ہے۔

[2] نسخۂ کالج میں 'تم' ہے جو مطابق مفہوم شعر، بالکل درست ہے۔ نول کشور، طبع دوم، آسی اور مجلس نے 'ہم' درج کر کے مفہوم شعر سے بے گانگی کا ثبوت فراہم کیا حالاں کہ دوسرے مصرع میں 'تم سے آگے' کے بعد نسخۂ کالج کی سند نہ ہو تو بھی یہاں 'تم' ہی درج ہونا چاہیے۔ علاوہ اس غلطی کے نسخۂ مجلس میں 'دیدہ درائی' کو حسبِ سابق 'دیدہ ورائی' درج کیا ہے۔ یہ غلطی نسخۂ مجلس میں متعدد مرتبہ کی گئی ہے۔

ردیف ہ ___ دیوان پنجم

﴿1308﴾

1308/1 ہائے ستم ناچار معیشت کرنی پڑی ہر خار کے ساتھ — جانِ عزیز گئی ہوتی کاش اب کے سال بہار کے ساتھ

1308/2 کس آوارۂ عشق و جنوں کی اک مٹھی اب خاک اُڑی — اڑتی پھرے ہے پسِ محمل جو راہ کے گرد و غبار کے ساتھ

1308/3 وہ لحظہ نہیں جاتا جی سے آنکھ لڑی تھی جب اُس سے — چاہ نکلتی تھی باتوں سے چتون بھی تھی[1] پیار کے ساتھ

1308/4 جی مارے شبِ مہ میں ہمارے قہر کیا مشاطہ نے — بل کھائے بالوں کو دیے[2] بل اس کے گلے کے ہار کے ساتھ

1308/5 کیا دن تھے جو ہم کو تنہا کہیں کہیں مل جاتا تھا — اب تو لگے ہی رہتے ہیں اغیار ہمارے یار کے ساتھ

1308/6 ہم ہیں مریضِ عشق و جنوں سختی سے دل کو مت توڑو — نرم کریں ہیں حرف و حکایت اہلِ خرد بیمار کے ساتھ

1308/7 دیدۂ تر سے چشمۂ جوشاں ہے جو قریب اپنے واقع — تو ہی رود چلے جاتے ہیں لگ کر جیب و کنار کے ساتھ

1308/8 دیر سے ہیں بیمارِ محبت ، ہم سے قطعِ اُمید کرو — جانیں ہی جاتی دیکھیں ہیں ہم نے اِس آزار کے ساتھ

1308/9 رونے سے سب[3] سر بر آئی خاک ہمارے سر پر میر
مدت میں ہم ٹک لگ بیٹھے تھے اُس کی دیوار کے ساتھ

﴿1309﴾

1309/1 اب کچھ مزے پہ[4] آیا شاید وہ شوخ دیدہ — آب اُس کے پوست میں ہے جوں میوۂ رسیدہ

1309/2 آنکھیں ملا کبھو تو ، کب تک کیا کروں میں — دُنبالہ گردی تیری اے آہوئے رمیدہ

1309/3 پانی بھر آیا منہ میں دیکھے جنھوں کے یا رب — وے کس مزے کے ہوں گے لب ہائے نامکیدہ

1309/4 سائے کو اس پری کے لگتا نہ تھا، چمن میں — مغرور کاہے پر ہے شمشاد قد کشیدہ

1309/5 آنکھیں ہی بچھ رہی ہیں اہلِ نظر کی یکسر — چلتے ہوئے[5] زمیں پر رکھ پاؤں دیدہ دیدہ

1309/6 چل سیر کرنے تو بھی تا صبح آنکھیں کھولیں — منہ پر ترے چمن میں گل ہائے نو دمیدہ

1309/7 محراب میں رہو نہ ، سجدہ کیا کرو نہ — بے وقت کیا ہے طاعت ، قد اب ہوا خمیدہ

1309/8 پروانہ گرد پھر کر جل بھی بجھا و[6] لیکن — خاموش رات کو تھی شمعِ زباں بریدہ

1309/9 دیکھا مجھے شبِ[7] گل بلبل نے جو چمن میں — بولا کی میرے منہ پر کیا کیا دہن دریدہ

---

1. نسخۂ مجلس کے مرتب کا خیال ہے کہ اگر 'چتون بھی تھی اک پیار کے ساتھ' یعنی 'اک' کے اضافے سے مصرع رواں ہو جاتا ہے حالاں کہ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ یوں مصرع اگر ناموزوں نہیں تو سست ضرور ہوا ہے۔
2. نسخۂ کالج میں 'دیے' جب کہ آسی اور مجلس کے یہاں 'دیا' درج ہیں۔
3. نسخۂ کالج میں 'سر برآئے' ص ۶۷۷، نول کشور دوم میں 'سر پر آئی' ہے اور آسی کے یہاں 'سر بر آئی' لیکن ان اختلافات کی نشان دہی کرنے والے نسخے نسخۂ مجلس میں سرے سے 'سر' ہی درج ہونے سے رہ گیا، جلد چہارم، ص ۱۲۷۔
4. آسی، عبادت اور مجلس کے نسخوں میں 'پر' جب کہ فاروقی صاحب کے یہاں 'پہ' درج ہوا ہے۔
5. نسخۂ آسی میں 'جلتے ہوئے' اور نول کشور دوم میں 'جلتی ہوئی' غلط ہیں۔ نسخۂ کالج میں 'چلتے ہوئے' درست ہے۔ مصرع اولیٰ میں 'آنکھیں ہی' آسی کے یہاں درست ہے جب کہ نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'آنکھیں میں' درست نہیں۔
6. نسخۂ مجلس 'بجھا و لیکن' کو 'بجھا و لیکن' درج کیا گیا ہے۔ یوں معنی مصرع خبط ہونے کا قوی احتمال ہے۔
7. 'شبِ گل' کے علاوہ مصرع کی قرأت ممکن نہیں اور یہاں 'شبِ گل' کچھ خاص کارآمد نہیں، فائق صاحب کی تجویز 'لبِ گل' ہے جو بظاہر بہتر ہے لیکن اُنھوں نے خود بھی اِسے شاملِ متن کرنے کی ہمت نہیں کی، لہٰذا ہم بھی یہ جرأت نہیں کر رہے۔

1309/10 قلب و کبد تو دونوں تیروں سے چھن رہے ہیں — وہ اس ستم کشی پر ہم سے ہوئے کبیدہ

1309/11 اشعار میر سب نے چن چن کے لکھ[1] لیے ہیں
رکھیں گے یاد ہم بھی کچھ بیتیں چیدہ چیدہ

﴿1310﴾

1310/1 ہم جانتے تو عشق نہ کرتے کسو کے ساتھ — لے جاتے دل کو خاک میں اِس آرزو کے ساتھ

1310/2 مستی میں شیخ شہر سے صحبت عجب رہی — سر پھوڑتے رہا کیے اکثر سبو کے ساتھ

1310/3 تھا عکس اُس کے قامتِ دل کش کا باغ میں — آنکھیں چلی گئیں ہیں لگی آب جو کے ساتھ

1310/4 نازاں ہو اُس کے سامنے کیا گل کھلا ہوا — رکھتا ہے لطف ناز بھی روئے نکو کے ساتھ

1310/5 ہم زرد کاہ خشک سے نکلے ہیں خاک سے — بالیدگی نہ خلق ہوئی اِس نمو کے ساتھ

1310/6 گردن بلند کرتے ہی ضربت اُٹھا گئے — خنجر رکھے ہے اُس کا علاقہ گلو کے ساتھ

1310/7 ہنگامے جیسے رہتے ہیں اس کوچے میں سدا — ظاہر ہے حشر ہوگی نہ ایسے[2] غلو کے ساتھ

1310/8 مجروح اپنی چھاتی کو بخیہ کیا بہت
سینہ گتھا ہے میر ہمارا رفو کے ساتھ

﴿1311﴾

1311/1 جان چلی جاتی ہے ہماری اُس کی اور نظر کے ساتھ — یعنی چشم شوق لگی رہتی ہے شگافِ در کے ساتھ

1311/2 شاہد عادل عشق کے[3] دونوں پاس ہی حاضر ہیں یعنی — پہروں پہروں خشک لبی رہتی ہے چشمِ تر کے ساتھ

1311/3 آنا اُس کا ظاہر ہے پر مژدہ لایا یاں نہ کرو[4] — جی ہی نکل جاوے گا اپنا یوں ہی ذوقِ خبر کے ساتھ

1311/4 کیا رو ماہ دخور کو لیکن جھمکا اُس کا دکھا دوں ہوں — روز و شب کچھ ضدسی ہوئی ہے مجھ کو شمس و قمر کے ساتھ

1311/5 سینہ خالی آج پڑا ہے میر طرف سے پہلو کے
دل بھی شاید نکل گیا ہے روتے خونِ جگر کے ساتھ

﴿1312﴾

1312/1 گل گل شگفتہ مے سے ہوا ہے نگار دیکھ — یک جرعہ ہمدم اور پلا پھر بہار دیکھ

1312/2 اب وہ نہیں کرم کہ بھرن پڑنے لگ گئی — جوں ابر آگے لوگوں کے دامن پسار دیکھ

1312/3 آنکھوں کو تیری عین کیا سب نے دیدنی — تو سب سے ٹک تو پھیر لے آنکھوں کو یار دیکھ

1312/4 محتاجِ گل نہیں ہے گریبانِ غم کشاں — گلزار اشک خونیں سے جیب و کنار دیکھ

1312/5 آنکھیں اُدھر سے موند لیں ہیں اب تو شرط ہے — پھر دیکھیو نہ میری طرف ، ایک بار ، دیکھ

1312/6 خالی پڑا ہے خانۂ دولت وزیر کا — باور نہیں تو آصف آصف پکار دیکھ

1312/7 خواہش نہ ہووے دل کی جو حاصل تو موت ہے
احوالِ میر دیکھ نہیں ، جی تو مار دیکھ

---

[1] نسخۂ آسی میں 'لکھ' درست ہے۔ نسخۂ مجلس نے بغیر اختلاف ظاہر کیے 'رکھ' درج کیا جو درست نہیں۔
[2] نسخۂ مجلس میں 'ایسی غلو' درج ہے۔ آسی کے یہاں 'ایسے غلو' بہتر ہے۔
[3] نسخۂ کالج اور طبع دوم کے متن کے مطابق مصرع درج ہے۔ آسی کے یہاں متن درست نہیں 'شاہد عاشق کے دل دونوں۔۔۔'
[4] اس مصرع کا متن بھی بمطابق نسخۂ کالج اور نول کشور طبع دوم ہے۔ آسی کے یہاں نہایت غلط متن ہے 'پژمردہ لایا پان نہ کرو'۔

﴿1313﴾

1313/1 بندہ[1] ہے یا خدا نہیں اُس دل ربا کے ساتھ — دیر و حرم میں ہو کہیں ہو، ہے خدا کے ساتھ
1313/2 ملتا رہا کشادہ جبیں خوب و زشت سے — کیا آئنہ کرے ہے بسر یاں حیا کے ساتھ
1313/3 گو دستِ لطف سر سے اُٹھا لے[2] کوئی شفیق — دل کا لگاؤ اپنا ہے دستِ دعا کے ساتھ
1313/4 تدبیر دوستاں سے ہے بالعکس فائدہ — ہے دردِ عاشقی کو خصومت دوا کے ساتھ
1313/5 کی کشتی اُس کی پاک زبردست عشق نے — جن نے ملائے ہاتھ ٹک اک اس بلا کے ساتھ
1313/6 اوباش لڑکوں سے تو بہت کر چکے معاش — اب عمر کاٹیے گا کسو میرزا کے ساتھ
1313/7 کیا جانوں میں چمن کو ولیکن قفس پہ میر — آتا ہے برگِ گل کبھو، کوئی صبا کے ساتھ

﴿1314﴾

1314/1 عزّ و وقار کیا ہے کسو خود نما کے ہاتھ — ہے آبرو فقیر کی، شاہِ ولا کے ہاتھ
1314/2 بٹھلا دیا فلک نے ہمیں نقشِ پا کے رنگ — اٹھنا ہمارا خاک سے ہے اب خدا کے ہاتھ
1314/3 آنکھوں میں آشنا تھا، مگر دیکھا تھا کہیں — نوگل کل ایک دیکھا ہے میں نے صبا کے ہاتھ
1314/4 دیکھ اُس کو، مجھ کو یاروں نے حیران ہو کہا — کس ڈھب سے لگ گیا ہے یہ گوہر گدا کے ہاتھ
1314/5 دل کی گرہ نہ ناخنِ تدبیر سے کھلی — عقدہ کھلے گا میر یہ مشکل کشا کے ہاتھ

ردیف ہ ــــ دیوان ششم

﴿1315﴾

1315/1 ہر چند جذبِ عشق سے تشریف یاں بھی لائے وہ — پر خود گم ایسا میں نہیں جو سہل مجھ کو لائے وہ
1315/2 خوبی و رعنائی اُدھر بدحالی و خواری اِدھر — اے وائے ہم اے وائے ہم، اے ہائے وہ اے ہائے وہ
1315/3 مارا ہوا چاہت کا جو آوارہ گھر سے اپنے ہو — حیراں پریشاں پھر کے پھر کیا جانے کیدھر جائے وہ
1315/4 جی کتنا محو و رفتہ کا جو ہو طرف دیکھے تجھے — تو کج کرے ابرو اگر، پل مارتے مر جائے وہ
1315/5 اُلفت نہیں مجھ سے اُسے، کلفت کا میری غم نہیں — پائے غرض ہو درمیاں تو چل کے یاں بھی آئے وہ
1315/6 عاشق کا کتنا حوصلہ یہ معجزہ ہے عشق کا — جو خستہ جاں، پارہ جگر، سو داغ دل پر کھائے وہ
1315/7 مشکل عجائب میر ہے دیدار جوئی یار کی — دیکھے کوئی کیا اُس کو جو آنکھیں لڑے شرمائے وہ

﴿1316﴾

1316/1 اب دل خزاں میں رہتا ہے جی کی رُکن کے ساتھ — جانا ہی تھا ہمیں بھی بہارِ چمن کے ساتھ

---

[1] نسخۂ کالج اور شعر شور انگیز جلد سوم ص ۶۶۲ میں 'بندہ' درج ہے جب کہ آسی اور مجلس میں 'پیدا' کتابت ہوئی، جو درست نہیں۔
[2] نسخۂ آسی و مجلس میں 'اُٹھائے' ہے جب کہ نسخۂ کالج اور نول کشور طبع دوم میں یہی متن درج ہے۔

1316/2 کب تک خراب شہر میں اُس کے پھرا کریں — اب جاویں یاں سے کوئی غریب الوطن کے ساتھ

1316/3 ہم باغ سے خزاں میں گئے پر ہزار حیف — جانا بنا نہ اپنا گل و یاسمن کے ساتھ

1316/4 لکنت سے کیا نکلتی نہیں اُس کے منہ سے بات — چپکا ہے حرف[2] یار کے شیریں دہن کے ساتھ

1316/5 جی خواب مرگ لے گئی حسرت ہی میں ندان — اک شب نہ سوئے ہم کسو گل پیرہن کے ساتھ

1316/6 جی پھٹ گیا ہے رشک سے چسپاں لباس کے — کیا تنگ جامہ لپٹا ہے اُس کے بدن کے ساتھ

1316/7 کیا جانیں لوگ عشق کا راز و نیاز میر
اک بات اُس سے ہوگئی دو دو بچن کے ساتھ

﴿1317﴾

1317/1 مرتے ہیں ہم تو اُس صنمِ خود نما کے ساتھ — جیتے ہیں وے ہی لوگ جو تھے کچھ خدا کے ساتھ

1317/2 دیکھیں تو کارِ بستہ کی کب تک کھلے گرہ — دل بستگی ہے یار کے بندِ قبا کے ساتھ

1317/3 اے کاش فصلِ گل میں گئی ہوتی اپنی جان — مل جاتی یہ ہوا کوئی دن اُس ہوا کے ساتھ

1317/4 مدت ہوئی موئے گئے[1] ہم کو پر اب تلک — اُڑتی پھرے ہے خاک ہماری صبا کے ساتھ

1317/5 ہم رہتے اُس کے محو وہ کرتا ہے ہم کو سہو — ہرگز وفا نہ کرنی تھی اُس بے وفا کے ساتھ

1317/6 کیفیت آشنا نہیں اُس مستِ ناز کے — معشوق ورنہ کون ہے اب اِس ادا کے ساتھ

1317/7 منہ اپنا اُن نے عکس سے اپنے چھپا لیا — دیکھا نہ کوئی آئنہ رُو اِس حیا کے ساتھ

1317/8 ٹھہرا ہے رونا آٹھ پہر کا مرا علاج — تسکینِ دل ہے یعنی کچھ اب اِس دوا کے ساتھ

1317/9 تھا جذب آگے عشق سے جو ہر نفس میں میر
اب وہ کشش نہیں ہے سحر کی دعا کے ساتھ

﴿1318﴾

1318/1 نظر آیا تھا صبح دور سے وہ — پھر چھپا خور سا اپنے نور سے وہ

1318/2 جز برادر عزیز، یوسف کو — نہیں لکھتا کبھو غرور سے وہ

1318/3 دیکھیں عاشق کا جی بھی ہے کہ نہیں — تنگ ہے جانِ نا صبور سے وہ

1318/4 کیا تصور میں پھیرے ہے صورت — کہ سرکتا نہیں حضور سے وہ

1318/5 خوبی اس خوبی سی بشر میں کہاں — خوب تر ہے پری و حور سے وہ

1318/6 دل لیا جس غمیں کا تو نے شوخ — دے گیا جی ہی اک سرور سے وہ

1318/7 خوش ہیں دیوانگیِ میر سے سب
کیا جنوں کر گیا شعور سے وہ

﴿1319﴾

1319/1 آزار کش کو اُس کے آزار ہے ہمیشہ — آزردہ دل کسو کا بیمار ہے ہمیشہ

1319/2 مختار عشق اُس کا مجبور ہی ہے یعنی — یک رہ دو چار ہو کر ناچار ہے ہمیشہ

---

[1] نول کشور دوم، آسی اور مجلس کے نسخوں میں 'گئے ہوئے' درست نہیں، دوسرے مصرع میں 'غبار' کی مناسبت سے 'موئے گئے' بمطابق نسخۂ کالج درست ہے۔

[2] نسخۂ مجلس میں 'صرف' بجائے 'حرف' درج ہوا ہے، سہوِ کتابت ہی شمار کیا جائے گا۔

1319/3 کب سہل عاشقی میں اوقات گزرے ہے یاں — کام اپنا اُس پری بن دشوار ہے ہمیشہ

1319/4 عالم کا عین اُسی کو معلوم کر چکے ہیں — اِس وجہ سے اب اس کا دیدار ہے ہمیشہ

1319/5 اس سے حصولِ مطلب اپنا ہوا نہ ہوگا — با آنکہ کامِ دل کا اظہار ہے ہمیشہ

1319/6 پروائے نفع و نقصاں مطلق نہیں ہے اُس کو — اُس کی تو لا اُبالی سرکار ہے ہمیشہ

1319/7 ماننا نہ ملنا ٹھہرے تو دل بھی ٹھہرے اپنا[1] — اقرار ہے ہمیشہ ، انکار ہے ہمیشہ

1319/8 آمادۂ فنا کچھ کیا میر اب ہوا ہے
جی مفت دینے کو وہ تیار ہے ہمیشہ

﴿1320﴾

1320/1 دل ہے میری بغل میں صد پارہ — اور ہر پارہ اُس کا آوارہ

1320/2 عرقِ شرم رو سے دلبر کے — رفتہ ثابت ، گذشتہ سیّارہ

1320/3 خواریِ عشق اپنی عزت ہے — کی ہے ہموار ہم نے ہموارہ

1320/4 کام اُس سے ، پکڑ کمر نہ لیا — ہیچ کارہ بھی ہے یہ[2] ناکارہ

1320/5 ٹوٹتیں پھوٹتیں نہ کاش آنکھیں — کرتے اِن رخنوں ہی سے نظارہ

1320/6 گو مسیحا مزاج آوے طبیب — عشق میں مرگ بن نہیں چارہ

1320/7 کیا بنے اُس سے میر، میں مسکیں
وہ جفا پیشہ و ستم کارہ

﴿1321﴾

1321/1 مکتوب دیر بھیجا ہر دو طرف سے سادہ — کیا شوخ طبع ہے وہ پُر کار سادہ سادہ

1321/2 جب مے کدے گئے ہیں پابوس ہی کیا ہے — ہے مغ بچہ ہمارا گویا کہ پیر زادہ

1321/3 سائے میں تاک کے ہم خوش بیٹھے ہیں اب اپنا — اس سلسلے میں بیعت کرنے کا ہے ارادہ

1321/4 دل اِس قدر نہ رکتا گھبراتا جی نہ اتنا[3] — چھاتی لگا جو رہتا وہ سینۂ کشادہ

1321/5 شیشہ کنارِ جو ہے پنبہ دہان و رعنا — مینائے مے چمن میں اک سرو ہے پیادہ

1321/6 پڑتی ہیں اُس کی آنکھیں چاروں طرف نشے میں — جوں راہ میں بھٹکتے ہوں ترک مستِ بادہ

1321/7 جو شہرہ نامور تھے یا رب کہاں گئے وے — آباد کم رہا ہے یاں کوئی خانوادہ

1321/8 مت دم کشی کر اتنی ہنگامِ صبح بلبل — فریاد خوں چکاں ہے منہ سے ترے زیادہ

1321/9 کیا خاک سے اُٹھوں میں نقشِ قدم سا بیٹھا — اب مٹ ہی جانا میرا ہے پیش پا فتادہ

1321/10 حالاتِ عشق رنج و درد و بلا مصیبت
دل دادہ میر جانے ، کیا جانے دل ندادہ

---

[1] نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں 'ٹھہرے اپنا' آسی اور مجلس کے 'اپنا ٹھہرے' سے زیادہ بہتر ہے۔

[2] نسخۂ کالج ص ۷۴۸ اور نول کشور دوم ص ۴۵۱ پر 'یہ' آسی اور مجلس کے متن 'وہ' سے بہتر ہے۔ 'یہ' کا مرجع عاشق اور 'وہ' کا مخاطب معشوق ہوگا
شعر میں ناکارہ و ہیچ کارہ عاشق کی خصوصیات بتائی گئی ہیں۔

[3] نسخۂ آسی کے حاشیے میں 'اتنا' درست ہے جب کہ متن میں 'اپنا' اتنا بہتر نہیں، اس لیے حاشیے کے 'اتنا' کو ہی متن میں اختیار کیا ہے۔

ردیف ی ے ___ دیوان اول

﴿1322﴾

1322/1 دل کو تسکین نہیں اشک دمادم سے بھی — اس زمانے میں گئی ہے بَرَکت غم سے بھی
1322/2 ہم نشیں کیا کہوں اُس رشکِ مہِ تاباں بِن — صبحِ عید اپنی ہے بدتر شبِ ماتم سے بھی
1322/3 کاش اے جانِ الم ناک نکل جاوے تو — اب تو دیکھا نہیں جاتا یہ ستم ہم سے بھی
1322/4 آخرِ کارِ محبت میں نہ نکلا کچھ کام — سینہ چاک و دلِ پژمردہ ، مژہ نم سے بھی
1322/5 آہ ہر غیر سے تا چند کہوں جی کی بات — عشق کا راز تو کہتے نہیں محرم سے بھی
1322/6 دوریِ کوچہ میں اے غیرتِ فردوس تری — کام گزرا ہے مرا گریۂ آدم سے بھی
1322/7 ہمت اپنی ہی تھی یہ[1] میر کہ جوں مرغِ خیال
اک پر افشانی میں گزرے سرِ عالم سے بھی

﴿1323﴾

1323/1 تابِ دل صرفِ جدائی ہو چکی — یعنی طاقت آزمائی ہو چکی
1323/2 چھوٹنا کب ہے اسیرِ خوش زباں — جیتے جی اپنی رہائی ہو چکی
1323/3 آگے ہو مسجد کے نکلی اُس کی راہ — شیخ سے اب پارسائی ہو چکی
1323/4 درمیاں ایسا نہیں اب آئنہ — میرے اُس کے اب صفائی ہو چکی
1323/5 ایک بوسہ مانگتے لڑنے لگے — اتنے ہی میں آشنائی ہو چکی
1323/6 بیچ میں ہم ہی نہ ہوں تو لطف کیا — رحم کر ، اب بے وفائی ہو چکی
1323/7 آج پھر تھا بے حمیت میر واں
کل لڑائی سی لڑائی ہو چکی

﴿1324﴾

1324/1 آخر ہماری خاک بھی برباد ہو گئی — اُس کی ہوا میں ہم پہ تو بیداد ہو گئی
1324/2 مدت ہوئی نہ خط ہے نہ پیغام ہے مگر — اک رسم تھی وفا کی بر اُفتاد ہو گئی
1324/3 دل کس قدر شکستہ ہوا تھا کہ رات میر
آئی جو بات لب پہ سو فریاد ہو گئی

﴿1325﴾

1325/1 یہ چشم آئنہ دارِ رو تھی کسو کی — نظر اِس طرف بھی کبھو تھی کسو کی
1325/2 سحر پائے گل بے خودی ہم کو آئی — کہ اُس ست پیماں میں بو تھی کسو کی
1325/3 یہ سرگشتہ جب تک رہا اس چمن میں — بہ رنگِ صبا جستجو تھی کسو کی

---

[1] آسی، عبادت اور مجلس کے مطابق مصرع مذکور ہوا، شعر شور انگیز جلد چہارم میں 'ہمت اپنی ہی یہ تھی میر۔۔۔' درج ہے۔

1325/4 نہ ٹھہری ٹک اک جان بر لب رمیدہ[1] ہمیں مدعا گفتگو تھی کسو کی

1325/5 جلایا شب اک شعلۂ دل نے ہم کو کہ اُس تند سرکش میں خو تھی کسو کی

1325/6 نہ تھے تجھ سے نازک میانانِ گلشن بہت تو کمر جیسے مُو تھی کسو کی

1325/7 دمِ مرگ دشوار دی جان اُن نے
مگر میر کو آرزو تھی کسو کی

﴿1326﴾

1326/1 ہے غزل میر یہ شفائی کی ہم نے بھی طبع آزمائی کی

1326/2 اُس کے ایفائے عہد تک نہ جیے عمر نے ہم سے بے وفائی کی

1326/3 وصل کے دن کی آرزو ہی رہی شب نہ آخر ہوئی جدائی کی

1326/4 اسی تقریب اُس گلی میں رہے منتیں ہیں شکستہ پائی کی

1326/5 کاسۂ چشم لے کے جوں نرگس ہم نے دیدار کی گدائی کی

1326/6 زور و زر کچھ نہ تھا تو بارے میر
کس بھروسے پہ آشنائی کی

﴿1327﴾

1327/1 آہ میری زبان پر آئی یہ بلا آسمان پر آئی

1327/2 عالمِ جاں سے تو نہیں آیا ایک آفت جہان پر آئی

1327/3 پیری آفت ہے، پھر نہ تھا گویا یہ بلا جس جوان[2] پر آئی

1327/4 ہم بھی حاضر ہیں کھینچیے شمشیر طبع گر امتحان پر آئی

1327/5 آتشِ رنگِ گل سے کیا کہیے برق تھی، آشیان پر آئی

1327/6 طاقتِ دل بہ رنگِ نکہتِ گل پھیر اپنے مکان پر آئی

1327/7 ہو جہاں[3] میر اور غم اُس کا
جس سے عالم کی جان پر آئی

﴿1328﴾

1328/1 بات شکوے کی ہم نے گاہ نہ کی بلکہ دی جان اور آہ نہ کی

1328/2 گل و آئینہ، ماہ و خور، کن نے چشم اُس چہرے پر سیاہ نہ کی

1328/3 کعبے سو بار وہ گیا تو کیا جس نے یاں ایک دل میں راہ نہ کی

1328/4 واہ اے عشق! اُس ستم گر نے جاں فشانی پہ میری واہ نہ کی

1328/5 جس سے تھی چشم ہم کو کیا کیا میر
اِس طرف اُن نے اک نگاہ نہ کی

---

[1] نسخۂ کالج میں 'رسیدہ' درست نہیں، آسی و مجلس میں 'رمیدہ' درست ہے۔

[2] نول کشوری اشاعتوں بشمول، آسی اور نسخۂ مجلس میں 'جہان' سے زیادہ موزوں 'جوان' ہے جو مخطوطے کے علاوہ نسخۂ کالج کا متن بھی ہے۔

[3] نول کشور دوم، سوم میں 'جہاں' کی جگہ 'یہاں' درج ہوا ہے۔ نسخۂ کالج اور آسی کے یہاں 'جہاں' درست ہے۔

1329

1329/1 کل میر نے کیا کیا کی مے کے لیے بے تابی — آخر کو گرو رکھا سجادۂ محرابی

1329/2 جاگا ہے کہیں وہ بھی شب مرتکبِ مے ہو — یہ بات سجھاتی ہے اُن آنکھوں کی بے خوابی

1329/3 کیا شہر میں گنجائش مجھ بے سروپا کو ہو — اب بڑھ گئے ہیں میرے اسبابِ کم اسبابی

1329/4 دن رات مری چھاتی جلتی ہے محبت میں — کیا اور نہ تھی جاگہ، یہ آگ جو یاں دابی

1329/5 سو ملک پھرا لیکن پائی نہ وفا اک جا — جی کھا گئی ہے میرا اس جنس کی نایابی

1329/6 خوں بستہ نہ کیوں پلکیں ہر لحظہ رہیں میری — جاتے نہیں آنکھوں سے لبِ یار کے عنابی

1329/7 جنگل ہی ہرے تنہا رونے سے نہیں میرے — کوہوں کی کمر تک بھی جا پہنچی ہے سیرابی

1329/8 تھے ماہ وشاں کل جو اُن کوٹھوں پہ جلوے میں — ہے خاک سے آج اُن کی ہر صحن میں مہتابی

1329/9 کل میر جو یاں آیا طور اُس کا بہت بھایا
وہ خشک لبی تس پر جامہ گلے میں آبی

1330

1330/1 ہمیں آمدِ میر کل بھا گئی — طرح اُس میں مجنوں کی سب پا گئی

1330/2 کہاں کا غبار آہ دل میں یہ تھا — مری خاک بدلی سی سب چھا گئی

1330/3 کیا پاسِ بلبل خزاں نے نہ کچھ — گل و برگ بے درد پھیلا گئی

1330/4 ہوئی سامنے یوں تو ایک[1] ایک کے — ہمیں سے وہ کچھ آنکھ شرما گئی

1330/5 جگر منہ تک آتے[2] نہیں بولتے — غرض ہم بھی کرتے ہیں کیا کیا گئی

1330/6 نہ ہمرہ کوئی ناکسی سے گیا — مری لاش تا گور تنہا گئی

1330/7 گھٹا شمع ساں کیوں نہ جاؤں چلا — تپِ غم جگر کو مرے کھا گئی

1330/8 کوئی رہنے والی ہے جانِ عزیز — گئی گر نہ امروز، فردا گئی

1330/9 کیے[3] دست و پا گم جو میر آ گیا
وفا پیشہ مجلس اُسے پا گئی

1331

1331/1 یک سُو کشادہ روئی، پُر چیں نہیں جبیں بھی — ہم چھوڑی[4] مہر اُس کی، کاش اس کو ہووے کیں بھی

1331/2 آنسو تو تیرے دامن پونچھے ہے وقتِ گریہ — ہم نے نہ رکھی منہ پر اے ابر آستیں بھی

1331/3 کرتا نہیں عبث تو پارہ گلو فغاں سے — گزرے ہے پار دل کے اک نالۂ حزیں بھی

---

[1] آسی کے نسخے میں 'ایک ایک' بہتر ہے۔ نسخۂ مجلس کے مرتب نے حسبِ عادت اِسے 'اک ایک' سے بدل کر مصرع کے صوتی آہنگ کو بہتر کرنے کی سعی کی ہے۔

[2] نول کشور دوم، سوم کے مطابق 'آتے' ہے جب کہ آسی، عبادت اور مجلس میں 'آنے' لکھا ہوا ہے۔

[3] صرف آسی کے یہاں 'کیے' ملتا ہے جب کہ نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں 'گئے' درج ہوا ہے۔

[4] طباعتِ دوم، سوم، نول کشور میں 'چھوڑیں' ہے جب کہ نسخۂ کالج اور آسی کے یہاں 'چھوڑی' ہے۔

1331/4	ہوں اختصار[1] میں مَیں ، آئینہ رُو شتاب آ	جاتا ہے ورنہ غافل پھر دم تو واپسیں بھی
1331/5	سینے سے تیر اُس کا جی کو تو لیتا نکلا	پر ساتھوں ساتھ اُس کے نکلی اک آفریں بھی
1331/6	ہر شب تری گلی میں عالم کی جان جا ہے	آگے ہوا ہے اب تک ایسا ستم کہیں بھی
1331/7	شوخیِ جلوہ اس کی تسکین کیوں کے بخشے	آئینوں میں دلوں کے جو ہے بھی، پھر نہیں بھی
1331/8	گیسو ہی کچھ نہیں ہے سنبل کی آفت اُس کا	ہیں برقِ خرمنِ گل رخسارِ آتشیں بھی
1331/9	تکلف نالہ مت کر اے دردِ دل کہ ہوں گے	رنجیدہ راہ چلتے ، آزردہ ہم نشیں بھی
1331/10	کس کس کا داغ دیکھیں یا رب غمِ بتاں میں	رخصت طلب ہے جاں بھی ، ایمان اور دیں بھی

1331/11
زیرِ فلک جہاں تک آسودہ میر ہوتے
ایسا نظر نہ آیا اک قطعۂ زمیں بھی

﴿1332﴾

1332/1	گئی چھاؤں اس تیغ کی سر سے جب کی	جلے دھوپ میں یاں تلک ہم کہ تب کی
1332/2	پڑی خرمنِ گل پہ بجلی سی آخر	مرے خوش نگہ کی[2] نگاہ اک غضب کی
1332/3	کوئی بات نکلے ہے دشوار منہ سے	ٹک اک تو بھی تو سن کسی جاں بہ لب کی
1332/4	تو شملا جو رکھتا ہے خر ہے ، وگرنہ	ضرورت ہے کیا شیخ دُم اک وجب کی
1332/5	یکایک بھی آ سر پہ واماندگاں کے	بہت دیکھتے ہیں تری راہ کب کی
1332/6	دماغ و جگر دل مخالف ہوئے ہیں	ہوئی متفق اب اُدھر رائے سب کی
1332/7	تجھے کیوں کہ[3] ڈھونڈھوں کہ سوتے ہی گزری	تری راہ میں اپنے پائے طلب کی
1332/8	دلِ عرش سے گزرے ہے ضعف میں بھی	یہ زور آوری دیکھو زاریِ شب کی

1332/9
عجب کچھ ہے گر میر آوے میسّر
گلابی شراب اور غزل اپنے ڈھب کی

﴿1333﴾

1333/1	کیسے قدم سے اُس کی گلی میں صبا گئی	یوں[4] پھونک کر کے خاک مری سب اُڑا گئی
1333/2	کچھ تھی تپش جگر کی تو بارے مزاج داں	پر دل کی بے قراری مری جان کھا گئی
1333/3	کس پاس جا کے بیٹھوں خرابے میں اب میں ہائے	مجنوں کو موت کیسی شتابی میں آ گئی
1333/4	کون اس ہوا میں زخمی نہیں میری آہ کا	بجلی رہی تھی سو بھی تو سینہ دکھا گئی

1333/5
سودا جو اُس کے سر سے گیا زلفِ یار کا
تو تو بڑی ہی میر کے سر سے بلا گئی

۱۔ طبع سوم اور آسی کے یہاں 'اختصار' ہے جو مطابق شعر درست ہے۔ نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'اختصار' درست نہیں۔

۲۔ تمام نسخوں میں مصرع ثانی کا متن یہی ہے جب کہ 'کی' کی جگہ 'نے' ہو یا 'اک' کی جگہ 'تھی' ہو تو مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔

۳۔ نسخۂ آسی اور مجلس دونوں کے یہاں اس مرتبہ 'کیوں کے' درج ہوا جب کہ یہاں 'کیوں کہ' بہ معنی 'کس طرح' ہونا چاہیے۔

۴۔ نول کشور دوم، سوم اور مجلس میں 'یوں' بہتر ہے، آسی کے یہاں 'لوں' درست نہیں۔

﴾1334﴿

1334/1 خبر نہ تھی تجھے کیا میرے دل کی طاقت کی — نگاہِ خشم[1] اِدھر تو نے کی، قیامت کی

1334/2 اُنھوں میں جو کہ ترے محوِ سجدہ رہتے ہیں — نہیں ہے قدر ہزاروں برس کی طاعت کی

1334/3 اُٹھائی ننگ سمجھ تم نے، بات کے کہتے — وفا و مہر جو تھی، رسم ایک مدّت کی

1334/4 رکھیں اُمیدِ رہائی اسیر کاکل و زلف — مری تو باتیں ہیں زنجیر صرفِ[2] اُلفت کی

1334/5 رہے ہے کوئی خرابات چھوڑ مسجد میں — ہوا منائی اگر شیخ نے، کرامت کی

1334/6 سوال مَیں نے جو انجامِ زندگی سے کیا — قدِ خمیدہ نے سوئے زمیں اشارت کی

1334/7 نہ میری قدر کی اُس سنگدل نے میر کبھو[3]
ہزار حیف کہ پتھر سے مَیں محبت کی

﴾1335﴿

1335/1 فکر ہے ماہ کے جو شہر بدر کرنے کی — ہے سزا تجھ پہ یہ گستاخ نظر کرنے کی

1335/2 کہہ حدیث آنے کی اُس کے جو کیا شادی مرگ — نامہ بر کیا چلی تھی ہم کو خبر کرنے کی

1335/3 کیا جلی جاتی ہے خوبی ہی میں اپنی اے شمع! — کہہ پتنگے کی بھی کچھ شام و سحر کرنے کی

1335/4 اب کی برسات ہی کے ذمے تھا عالم کا وبال — مَیں تو کھائی تھی قسم چشم کے تر کرنے کی

1335/5 پھول کچھ لیتے نہ نکلے تھے دلِ صد پارہ — طرز سیکھی ہے مرے ٹکڑے جگر کرنے کی

1335/6 ان دنوں نکلے ہے آغشتہ بہ خوں راتوں کو — دُھن ہے نالے کو کسو دل میں اثر کرنے کی

1335/7 عشق میں تیرے گزرتی نہیں بن سر پٹکے — صورت اک یہ رہی ہے عمر بسر کرنے کی

1335/8 کاروانی ہے جہاں عمرِ عزیز اپنی میر
رہ ہے درپیش سدا اُس کو سفر کرنے کی

﴾1336﴿

1336/1 خرابی کچھ نہ پوچھو ملکتِ دل کی عمارت کی — غموں نے، آج کل سنیو وہ آبادی ہی غارت کی

1336/2 نگاہِ مست سے جب چشم نے اُس کی اشارت کی — حلاوت مے کی اور بنیاد مے خانے کی غارت کی

1336/3 سحر گہ میں نے پوچھا گل سے حالِ زارِ بلبل کا — پڑے تھے باغ میں یک مشتِ پر، اودھر اشارت کی

1336/4 جلایا جس تجلّی جلوہ گر نے طور کو ہم دم — اُسی آتش کے پرکالے نے ہم سے بھی شرارت کی

1336/5 نزاکت کیا کہوں خورشید رو کی کل شبِ مہ میں — گیا تھا سائے سائے باغ تک تس پر حرارت کی

1336/6 ترے کوچے کے شوقِ طوف میں جیسے بگولا تھا
بیاباں میں غبارِ میر کی ہم نے زیارت کی

---

[1] آسی اور عبادت کے یہاں 'نگاہ چشم' ہے۔ مجلس نے بھی یہی متن درج کر کے بریکٹ میں 'خشم' لکھا ہے چونکہ یہی لفظ حسبِ مضمون و مفہوم شعر ہے اس لیے 'چشم' کو کتابت کی واضح غلطی مان کر متن میں 'نگاہِ خشم' درج کرنا چاہیے۔ البتہ دونوں نسخوں میں 'اُدھر' درج ہے جب کہ محل 'اِدھر' کا ہے۔ یہ درستگی بھی کر دی ہے۔

[2] تمام نسخوں میں 'صرفِ الفت' ہے، آسی نے حاشیے میں 'حرفِ' لکھا ہے، یہ لفظ بظاہر زیادہ بہتر ہے۔

[3] مصرع نسخۂ کالج اور آسی کے مطابق ہے۔ طبع دوم، سوم میں یوں ہے 'نہ میر قدر کی اُس سنگ دل نے میری کبھو'۔

﴿1337﴾

1337/1 میں نے جو بے کسانہ مجلس میں جان کھوئی — سر پر مرے کھڑی ہو شب شمع زور روئی

1337/2 آتی ہے شمع شب کو آگے ترے یہ کہہ کر — منہ کی گئی جو لوئی تو کیا کرے گا کوئی

1337/3 بے طاقتی سے آگے کچھ پوچھتا بھی تھا ، سو — رونے نے ہر گھڑی کے وہ بات ہی ڈبوئی

1337/4 بلبل کی بے کلی نے شب بے دماغ رکھا — سونے دیا نہ ہم کو ، ظالم نہ آپ سوئی

1337/5 اُس ظلم پیشہ کی یہ رسمِ قدیم ہے گی — غیروں پہ مہربانی ، یاروں سے کینہ جوئی

1337/6 نوبت جو ہم سے گاہے آتی ہے گفتگو کی — منہ میں زباں نہیں ہے اُس بد زباں کے گوئی

1337/7 اُس مہ کے جلوے سے کچھ تا میر یاد دیوے
اب کے گھروں میں ہم نے سب چاندنی ہے بوئی

﴿1338﴾

1338/1 الم سے یاں تئیں میں مشقِ ناتوانی کی — کہ میری جان نے تن پر مرے گرانی کی

1338/2 چمن کا نام سنا تھا ولے نہ دیکھا ہائے — جہاں میں ہم نے قفس ہی میں زندگانی کی

1338/3 ملائی خوب مرے[1] خوں میں خاکِ بسمل گاہ — یہ تھوڑی منتیں ہیں مجھ پہ سخت جانی کی

1338/4 بہ تنگ ہوں میں ترے اختلاط[2] سے پیری — قسم ہے اپنی مجھے اُس گئی جوانی کی

1338/5 چلا ہے کھینچنے تصویر میرے بُت کی آج — خدا کے واسطے صورت تو دیکھو مانی کی

1338/6 تری گلی کے ہر اک سگ نے اُستخواں توڑے — ہماری لاش کی شب خوب پاسبانی کی

1338/7 رکھے ہیں میر ترے منہ سے بے وفا خاطر
تری جفا کی ، تغافل کی[3] ، بدگمانی کی

﴿1339﴾

1339/1 لا علاجی ہے[4] جو رہتی ہے مجھے آوارگی — کیجیے کیا میر صاحب ، بندگی بے چارگی

1339/2 کیسی کیسی صحبتیں آنکھوں کے آگے سے گئیں — دیکھتے ہی دیکھتے کیا ہو گیا یک بارگی

1339/3 روئے گل پر روز و شب کس شوق سے رہتا ہے باز — رخنۂ دیوار ہے یا دیدۂ نظارگی

1339/4 اشکِ خونیں آنکھ میں بھر لا کے پی جاتا ہوں میں — محتسب رکھتا ہے مجھ پر تہمتِ مے خوارگی

1339/5 مت فریبِ سادگی کھا ان سیہ چشموں کا میر
ان کی آنکھوں سے ٹپکتی ہے بڑی[5] عیاری گی

---

1. نسخۂ آسی میں 'مری' ہے لیکن اس نسخے میں یائے معروف و مجہول کی املائیں خلط ملط ہیں اس لیے اسے 'مرے' پڑھنا بہتر ہے۔ مجلس نے 'م درج کیا ہے۔
2. مجلس میں 'اختلاط' کی غلط کتابت کی اصلاح نہیں کی گئی، اشاعت دوم میں بھی نہیں۔
3. نسخۂ آسی میں 'تری جفا کے تغافل کی' متن ہے۔ مجلس کے متن میں بھی معنی بہت واضح نہیں، تاہم بہتر ضرور ہیں۔
4. نسخۂ مجلس جلد اول ص ۴۲۳ 'لا علاجی سے' لکھ کر اچھے بھلے شعر کو بے معنی بنا دیا ہے۔
5. نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں 'پڑی' ہے جو بہتر ہے، لہٰذا آسی کے یہاں 'بڑی' کو سہو کتابت سمجھنا ہوگا۔

﴿1340﴾

1340/1 گیسو سے اُس کے میں نے کیوں آنکھ جا لگائی — جو اپنے اچھے جی کو ایسی بلا لگائی

1340/2 تھا دل جو پکا پھوڑا بسیاریِ الم سے — دُکھتا گیا دو چنداں جوں جوں دوا لگائی

1340/3 ذوقِ جراحت اُس کا کس کو نہیں ہے لیکن — بخت اُس کے جس کے اُن[1] نے تیغِ جفا لگائی

1340/4 دم بھی نہ لینے پایا، پانی بھی پھر نہ مانگا — جس تشنہ لب کو اُن نے تلوار آ لگائی

1340/5 تھا صید ناتواں میں لیکن لہو سے میرے — پاؤں پہ اُن نے اپنے بھر کر حنا لگائی

1340/6 بالعکس آج اُس کے سارے سلوک دیکھے — کیا جانوں دشمنوں نے کل اُس سے کیا لگائی

1340/7 جو آنسو پی گیا میں، آخر کو میر اُن نے
چھاتی جلا جگر میں اک آگ جا لگائی

﴿1341﴾

1341/1 دو دن سے کچھ بنی تھی، سو پھر شب بگڑ گئی — صحبت ہماری یار سے بے ڈھب بگڑ گئی

1341/2 واشد کچھ آگے آہ سے ہوتی تھی دل کے تئیں — اقلیمِ عاشقی کی ہوا اب بگڑ گئی

1341/3 گرمی نے دل کی، ہجر میں اُس کے جلا دیا — شاید کہ احتیاط سے یہ تب بگڑ گئی

1341/4 خط نے نکل کے نقش دلوں کے اُٹھا دیے — صورت بتوں کی اچھی جو تھی، سب بگڑ گئی

1341/5 باہم سلوک تھا تو اٹھاتے تھے نرم گرم
کاہے کو میر کوئی دبے، جب بگڑ گئی

﴿1342﴾

1342/1 کچھ موجِ ہوا پیچاں اے میر نظر آئی — شاید کہ بہار آئی، زنجیر نظر آئی

1342/2 دلّی کے نہ تھے کوچے اوراقِ مصور تھے — جو شکل نظر آئی تصویر نظر آئی

1342/3 مغرور بہت تھے ہم، آنسو کی سرایت پر — سو صبح کے ہونے کو تاثیر نظر آئی

1342/4 گل بار کرے ہے گا اسبابِ سفر شاید — غنچے کی طرح بلبل، دل گیر نظر آئی

1342/5 اُس کی[2] تو دل آزاری بے ہیچ ہی تھی یارو
کچھ تم کو ہماری بھی تقصیر نظر آئی؟

﴿1343﴾

(قبل از 1752ء)

1343/1 ہو گئی شہر شہر رسوائی — اے مری موت تُو بھلی آئی

1343/2 یک بیاباں برنگِ صوتِ جرس — مجھ پہ ہے بے کسی و تنہائی

1343/3 نہ کھنچے تجھ سے ایک جا نقاش — اُس کی تصویر وہ ہے ہرجائی

1343/4 سر رکھوں اُس کے پاؤں پر لیکن — دستِ قدرت یہ مَیں کہاں پائی

---

[1] نسخۂ آسی ص ۱۴۹۶ پر مصرع ثانی کی کتابت میں دو غلطیاں ہیں۔ 'اُن' کی جگہ 'آن' اور 'اُس کے' کا الف درج نہیں کیا۔

[2] نسخۂ مجلس جلد اول ص ۴۲۵ 'اُس کو تو دل' لکھا ہے بجائے 'اُس کی'۔ اتنے معروف شعر کو اس غلطی نے مسخ کر دیا۔

1343/5
میرؔ جب سے گیا ہے دل تب سے
میں تو کچھ ہو گیا ہوں سودائی

﴿1344﴾

1344/1 تُو گلے ملتا نہیں ہم سے تو کیسی خرمی — عید آئی یاں ہمارے بر میں جامہ ماتمی

1344/2 جی بھرا رہتا ہے اب آٹھوں پہر مانندِ ابر — سیکڑوں طوفاں بغل میں ہے یہ مژگاں ماتمی

1344/3 حشر کو زیر و زبر ہو گا جہاں سچ ہے، ولے — ہے قیامت شیخ جی اس کارگہ کی برہمی

1344/4 تجھ سوا محبوبِ آتش طبع اے ساقی نہیں — ہو پرستاروں میں تیرے گر پری، ہو آدمی

1344/5 سامنے ہو جائیں اے ظالم تو دونوں ہیں پرے[1] — وہ دمِ شمشیر تیرا، یہ ہماری بے دمی

1344/6 اُس قیامت جلوہ سے بہتیرے ہم سے جی اُٹھیں — مر گئے تو مر گئے ہم، اس کے کیا ہو گی کمی

1344/7
کچھ پریشانی سے ہے سنبل کی جو اُلجھے ہے[2] میرؔ
یک جہاں برہم کرے زلفوں کی اس کی درہمی

﴿1345﴾

1345/1 اب ضعف سے ڈھتا ہے بے تابی شتابی کی — اس دل کے تڑپنے نے کیا خانہ خرابی کی

1345/2 اِن درس گہوں میں وہ[3] آیا نہ نظر ہم کو — کیا نقل کروں خوبی اُس چہرہ کتابی کی

1345/3 بھنتے ہیں دل اک جانب، سِکتے ہیں جگر یک سو — ہے مجلسِ مشتاقاں دکّان کبابی کی

1345/4 تلخ اُس لبِ مے گوں سے سب سنتے ہیں کس خاطر — تہہ دار نہیں ہوتی گفتار شرابی کی

1345/5 یک بو کشیِ بلبل، ہے موجبِ صد مستی — پُر زور ہے کیا دارو غنچے کی گلابی کی

1345/6 اب سوزِ محبت سے مارے جو پھپھولے ہیں — ہے شکل مرے دل کی سب شیشہ حجابی کی

1345/7
شرمندہ مرے منہ سے یاں حرف نہیں نکلا
جو بات، کہ میں نے کی سو میرؔ حسابی کی

﴿1346﴾

(قبل از 1752ء)

1346/1 مجھ سا بے تاب ہووے جب کوئی — بے قراری کو جانے تب کوئی

1346/2 ہاں خدا مغفرت کرے اُس کو — صبر مرحوم تھا عجب کوئی

1346/3 جان دے گو[4] مسیح پر اس سے — بات کہتے ہیں تیری لب کوئی

1346/4-5 بعد میرے ہی ہو گیا سنسان (قطعہ)[5] — سونے پایا تھا ورنہ کب کوئی

اس کے کوچے میں حشر تھی مجھ تک — آہ و نالہ کرے نہ اب کوئی

---

[1] 'کلیاتِ میر' مرتبہ آسی میں 'بُرے' درج ہے جب کہ نسخۂ کالج اور آسی کے ماخذ نول کشور دوم، سوم میں 'پرے' ہے جو درست ہے۔

[2] نسخۂ آسی میں 'ہے میرؔ' کے درمیاں 'گا' بھی درج ہے، جس سے مصرع بے وزن ہو جاتا ہے۔

[3] آسی اور مجلس میں 'وہ' ہے جب کہ نسخۂ کالج، طبع دوم، سوم میں 'دیا' ہے جس سے مصرع بے وزن ہو جاتا ہے۔

[4] نسخۂ مجلس کے متن میں یہ مصرع نا قابلِ فہم ہے وہاں 'جان دے گر' بجائے 'گو' درج ہوا ہے۔

[5] اِن دونوں شعروں کو الگ ملا کر نہ پڑھیں تو شعر ۴ نامکمل رہتا ہے، لیکن آسی اور مجلس نے انہیں قطعہ درج نہیں کیا۔

1346/6-7
اور محزوں بھی ہم سنے تھے ولے (قطعہ)[1] میر سا ہو سکے ہے کب کوئی
کہ تلفظ طرب کا سن کے کہے
شخص ہو گا کہیں طرب کوئی

﴿1347﴾

1347/1 آگے ہمارے عہد سے وحشت کو جا نہ تھی — دیوانگی کسو کی بھی زنجیرِ پا نہ تھی
1347/2 بیگانہ سا لگے ہے چمن اب خزاں میں ہائے — ایسی گئی بہار، مگر آشنا نہ تھی
1347/3 کب تھا یہ شورِ نوحہ، ترا عشق جب نہ تھا — دل تھا ہمارا آگے تو ماتم سرا نہ تھی
1347/4 وہ اور کوئی ہو گی سحر، جب ہوئی قبول — شرمندۂ اثر تو ہماری دعا نہ تھی
1347/5 آگے بھی تیرے عشق سے کھینچے تھے درد و رنج — لیکن ہماری جان پر ایسی بلا نہ تھی
1347/6 دیکھے دیارِ حسن کے میں کارواں بہت — لیکن کسو کے پاس متاعِ وفا نہ تھی
1347/7 آئی پری سی پردۂ مینا سے جام تک — آنکھوں میں تیری دخترِ رز کیا حیا نہ تھی
1347/8 اُس وقت سے کیا ہے مجھے تو چراغِ وقف — مخلوق جب جہاں میں نسیم و صبا نہ تھی

1347/9
پژمردہ اس قدر ہیں کہ ہے شبہ ہم کو میر
تن میں ہمارے جان کبھی تھی بھی یا نہ تھی

﴿1348﴾

1348/1 چھن گیا سینہ بھی، کلیجا بھی — یار کے تیر، جان لے جا بھی
1348/2-5 حال کہہ، چپ رہا جو میں، بولا (قطعہ)[2] — کس کا قصہ تھا ہاں کہے جا بھی
میں کہا میر جاں بہ لب ہے شوخ — تو نے کوئی خبر کو بھیجا بھی؟
کہنے لاگا نہ واہی بک اتنا — کیوں ہوا ہے سڑی ابے جا بھی
کیوں تری موت آئی ہے گی عزیز
سامنے سے مرے، ارے جا بھی

﴿1349﴾

1349/1 گرم ہیں شور سے تجھ حسن کے بازار کئی — رشک سے جلتے ہیں یوسف کے خریدار کئی
1349/2 کب تلک داغ دکھاوے گی اسیری مجھ کو — مر گئے ساتھ کے میرے تو گرفتار کئی
1349/3 وے[3] ہی چالاکیاں ہاتھوں کی ہیں[4] جو اوّل تھیں — اب گریباں میں مرے رہ گئے ہیں تار کئی

---

[1] نول کشور دوم، سوم اور تتبع میں آسی نے شعر ۷ کو پہلے اور ۶ کو بعد میں درج کیا ہے شاید اس لیے کہ تخلص اِسی چھٹے شعر میں آیا ہے حالاں کہ مفہوم اشعار اِسی ترتیب سے واضح ہوتا ہے۔ نسخۂ کالج میں ترتیب اشعار درست ہے۔

[2] نسخۂ آسی اور مجلس میں اس غزل کی ترتیب بے حد غلط ہے۔ مطلع کو چھوڑ کر باقی چاروں شعر قطعہ بند ہیں لیکن صرف آخری دو شعروں کو جو ہماری ترتیب میں شعر ۳ اور ۴ ہیں قطعہ قرار دیا ہے۔ آسی کے نسخے میں تخلص کے حامل شعر ۳ کو آخری شعر کے طور پر درج کیا ہے۔ آغاز قطعہ کے شعر (نمبر ۲) میں 'تو میں بولا' کو 'جو میں، بولا' کیے بغیر بھی چارہ نہیں۔ یہ درستگی بھی قیاسی ہے۔

[3] نسخۂ آسی میں 'وے ہی' نول کشور دوم، سوم ص ۱۳۹ اپر 'وہی' درج ہے۔

[4] آسی کے یہاں 'میں' سہو کتابت ہے جب کہ نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں 'تھیں' بالکل غلط ہے، اسے 'ہیں' ہی ہونا چاہیے۔

1349/4 خوفِ تنہائی نہیں ، کر تو جہاں سے ٹو سفر — ہر جگہ راہِ عدم میں ملیں گے یار کئی

1349/5 اضطراب و قلق و ضعف میں کس طور جیوں — جان واحد ہے مری اور ہیں آزار کئی

1349/6 کیوں نہ ہوں خستہ بھلا میں کہ ستم کے تیرے — تیر ہیں پار کئی ، وار ہیں سوفار کئی

1349/7 اپنے کوچے میں نکلیو تو سنبھالے دامن
یادگارِ مژۂ میر ہیں واں خار کئی

1350

1350/1 میری پرسش پہ تری طبع اگر آوے گی — صورتِ حال تجھے آپھی نظر آوے گی

1350/2 محو اُس کا نہیں ایسا کہ جو چیتے گا شتاب — اُس کے بے خود کی بہت دیر خبر آوے گی

1350/3 کتنے پیغام چمن کو ہیں سو دل میں ہیں گرہ — کسو دن ہم تئیں بھی بادِ سحر آوے گی

1350/4 ابر مت گورِ غریباں پہ برس ، غافل ، آہ ! — اِن دل آزردوں کے جی میں بھی لہر آوے گی

1350/5 میر میں جیتوں میں آؤں گا اُس دن ، جس دن
دل نہ تڑپے گا مرا ، چشم نہ بھر آوے گی

1351

1351/1 کیا کروں شرح خستہ جانی کی — میں نے مر مر کے زندگانی کی

1351/2 حالِ بد گفتنی نہیں میرا — تم نے پوچھا تو مہربانی کی

1351/3 سب کو جانا ہے یوں تو پر اے صبر — آتی ہے اک تری جوانی کی

1351/4 تشنہ لب مر گئے ترے عاشق — نہ ملی ایک بوند پانی کی

1351/5 بیت بحثی سمجھ کے کر بلبل — دھوم ہے میری خوش زبانی کی

1351/6 جس سے کھوئی تھی نیند میر نے کل
ابتدا پھر وہی کہانی کی

1352

1352/1 ہے یہ بازارِ جنوں ، منڈی ہے دیوانوں کی — یاں دکانیں ہیں کئی چاک گریبانوں کی

1352/2 کیوں کے کہیے کہ اثر گریۂ مجنون میں[1] نہ تھا — گردنم ناک ہے اب تک بھی بیابانوں کی

1352/3 یہ بگولہ تو نہیں دشتِ محبت میں سے — جمع ہو ، خاک اُڑی کتنی پریشانوں کی

1352/4 خانقہ کا تو نہ کر قصد تک اے خانہ خراب! — یہی اک رہ گئی ہے بستی مسلمانوں کی

1352/5 سیل اشکوں سے بہی ، صرصر آہوں سے اُڑی — مجھ سے کیا کیا نہ خرابی ہوئی ویرانوں کی

1352/6 دل و دیں کیسے کہ اُس رہزنِ دلہا سے اب — یہ پڑی ہے کہ خدا خیر کرے جانوں کی

1352/7 کتنے دل سوختہ ہم جمع ہیں اے غیرتِ شمع — کر قدم رنجہ کہ مجلس ہے یہ پروانوں کی

1352/8 سرگزشتیں نہ مری سن کہ اُچٹتی ہے نیند — خاصیت یہ ہے مری جان اِن افسانوں کی

1352/9 میکدے سے تُو ابھی آیا ہے مسجد میں میر
ہو نہ لغزش کہیں ، مجلس ہے یہ بیگانوں کی

---

[1] نکات الشعرا (ص ۱۸۳) کی سند پر آسی و مجلس کے 'کو' کو 'میں' سے بدل کر مصرع بہتر کیا ہے۔

﴿1353﴾

1353/1 ملا غیر سے جا، جفا کیا نکالی — اُکٹ[1] لے کے آخر ادا کیا نکالی

1353/2 طبیبوں نے تجویز کی مرگِ عاشق — مناسب مرض کے دوا کیا نکالی

1353/3 نہیں اُس گزرگہ سے آتی اِدھر اب — نئی راہ کوئی صبا کیا نکالی

1353/4 دلا اُس کے گیسو سے کیوں لگ چلا تو — یہ اک اپنے جی کی بلا کیا نکالی

1353/5 رجھا ہی دیا، واہ رے[2] قدردانی — وفا کی ہماری جزا کیا نکالی

1353/6 دمِ صبح جوں آفتاب آج ظالم — نکلتے ہی تیغِ جفا کیا نکالی

1353/7 لگے در بدر میر چلّانے پھرنے
گدا تو ہوئے پر صدا کیا نکالی

﴿1354﴾

1354/1 رہی نہ گفتہ مرے دل میں داستاں میری — نہ اِس دیار میں سمجھا کوئی زباں میری

1354/2 بہ رنگِ صوتِ جرس تجھ سے دور ہوں تنہا — خبر نہیں ہے تجھے آہ کارواں میری

1354/3 ترے نہ آج کے آنے میں صبح کے مجھ پاس — ہزار جائے گئی طبع بدگماں میری

1354/4 وہ نقش پائے ہوں میں مٹ گیا ہو جو رہ میں — نہ کچھ خبر ہے، نہ سدھ ہے گی رہ رواں میری

1354/5 شب اُس کے کوچے میں جاتا ہوں اِس توقع پر — کہ ایک دوست ہے واں خواب پاسباں میری

1354/6 اُسی سے دور رہا اصل مدّعا جو تھا — گئی یہ عمرِ عزیز آہ رایگاں میری

1354/7 ترے فراق میں جیسے خیال مفلس کا — گئی ہے فکرِ پریشاں کہاں کہاں میری

1354/8 رہا میں در پسِ دیوارِ باغ مدت لیک — گئی گلوں کے نہ کانوں تلک فغاں میری

1354/9 ہوا ہوں گریۂ خونیں کا جب سے دامن گیر — نہ آستینِ ہوئی پاک دوستاں میری

1354/10 دیا دکھائی مجھے تو اُسی کا جلوہ میر
پڑی جہان میں جا کر نظر جہاں میری

﴿1355﴾

1355/1 اب کے بھی سیرِ باغ کی جی میں ہوس رہی — اپنی جگہ بہار میں کُنجِ قفس رہی

1355/2 میں پا شکستہ جا نہ سکا قافلے تلک — آتی اگرچہ دیر صدائے جرس رہی

1355/3 لطفِ قبائے تنگ پہ گل کا بجا ہے ناز — دیکھی نہیں ہے اُن نے تری چولی چس رہی

1355/4 دن رات میری آنکھوں سے آنسو چلے گئے — برسات اب کے شہر میں سارے برس رہی

1355/5 خالی شگفتگی سے جراحت نہیں کوئی — ہر زخم یاں ہے جیسے کلی ہو بکس رہی

1355/6 دیوانگی کہاں کہ گریباں سے تنگ ہوں — گردن مری ہے طوق میں گویا کہ پھنس رہی

---

[1] نسخۂ آسی میں 'اُکٹ' ہے۔ طبع دوم، سوم میں 'اُکت' ہے، دونوں ہی درست ہیں۔
[2] نسخۂ آسی میں 'واہ رے' اسے مجلس کے کاتب نے 'واہ ری' سمجھا اور درج کیا ہے۔

1355/7
جوں صبح اس چمن میں نہ ہم کھل کے ہنس سکے
فرصت رہی جو میر بھی سو اک[1] نفس رہی

1356

1356/1
آج کل بے قرار ہیں ہم بھی — بیٹھ جا چلنے ہار ہیں ہم بھی

1356/2
آن میں کچھ ہیں آن میں کچھ ہیں — تحفۂ روزگار ہیں ہم بھی

1356/3
منعِ گریہ نہ کر تو اے ناصح! — اس میں بے اختیار ہیں ہم بھی

1356/4
درپئے جان ہے قراولِ مرگ — کسو کے تو شکار ہیں ہم بھی

1356/5
نالے کریو سمجھ کے اے بلبل — باغ میں یک کنار ہیں ہم بھی

1356/6
مدّعی کو شراب ، ہم کو زہر — عاقبت دوست دار ہیں ہم بھی

1356/7
گر زخود رفتہ ہیں ترے نزدیک — اپنے تو یادگار ہیں ہم بھی

1356/8
میر نام اک جواں سنا ہو گا
اُسی عاشق کے یار میں ہم بھی

1357

(قبل از 1752ء)

1357/1
غفلت میں گئی آہ مری ساری جوانی — اے عمرِ گزشتہ میں تری قدر نہ جانی

1357/2
تھی آبلۂ دل سے ہمیں تشنگی میں چشم — پھوٹا تو نہ آیا نظر اک بوند بھی پانی

1357/3
مدت سے ہیں اک مشتِ پر آوارہ چمن میں — نکلی ہے یہ کس کی ہوسِ بال فشانی

1357/4
بھاتی ہے مجھے اک طلبِ بوسہ میں یہ آن — لکنت سے اُلجھ جا کے اُسے بات نہ آنی

1357/5
یہ جان اگر بیدِ مولّہ کہیں دیکھے — باقی ہے کسو موئے پریشاں کی نشانی

1357/6
دیکھیں تو سہی کب تئیں نبھتی ہے یہ صحبت — ہم جی سے ترے دوست ہیں تو دشمنِ جانی

1357/7
مجنوں بھی نہ رسوائے جہاں ہوتا نہ وہ آپ — مکتب میں جو کم آتی پہ لیلیٰ تھی دوانی

1357/8-9
اک شخص مجھی سا تھا کہ وہ تجھ پہ تھا عاشق (قطعہ) — وہ اُس کی وفا پیشگی ، وہ اُس کی جوانی
یہ کہہ کے جو رویا تو لگا کہنے نہ کہہ میر
سنتا نہیں میں ظلم رسیدوں کی کہانی

1358

1358/1
کل بارے ہم سے ، اُس سے ملاقات ہوگئی — دو دو بچن کے ہونے میں اک بات ہوگئی

1358/2
کن کن مصیبتوں سے ہوئی صبح شامِ ہجر — سو زلفیں ہی بناتے اُسے رات ہوگئی

1358/3
گردش نگاہِ مست کی موقوف ساقیاں[2] — مسجد تو شیخ جی کی خرابات ہوگئی

1358/4
ڈر ظلم سے کہ اُس کی جزا بس شتاب ہے — آیا عمل میں یاں کہ مکافات ہوگئی

---

[1] نسخۂ آسی میں 'اک' اور مجلس میں اختلاف کا ذکر کیے بغیر 'یک' درج ہوا ہے۔

[2] نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم میں یہی 'ساقیاں' ہے، آسی اور مجلس میں 'ساقیا' ہے۔

1358/5 خورشید سا پیالۂ مے بے طلب دیا — پیرِ مغاں سے رات کرامات ہو گئی
1358/6 کتنا خلافِ وعدہ ہوا ہو گا وہ کہ یاں — نومیدی و اُمید مساوات ہو گئی
1358/7 آ شیخ گفتگوئے پریشاں پہ تو نہ جا — مستی میں اب تو قبلۂ حاجات ہو گئی
1358/8 تک شہر سے نکل کے مرا گریہ سیر کر — گویا کہ کوہ و دشت پہ برسات ہو گئی

1358/9 اپنے تو ہونٹھ بھی نہ ہلے اُس کے روبرو
رنجش کی وجہہ میر وہ کیا بات ہو گئی

﴿1359﴾

1359/1 بغیر دل کے یہ قیمت ہے سارے عالم کی — کسو سے کام نہیں رکھتی جنس آدم کی
1359/2 کوئی ہو محرمِ شوخی ترا تو میں پوچھوں — کہ بزمِ عیش جہاں کیا سمجھ کے برہم کی
1359/3 ہمیں تو باغ کی تکلیف سے معاف رکھو — کہ سیر و گشت نہیں رسم اہلِ ماتم کی
1359/4 تنک تو لطف سے کچھ کہہ کہ جاں بلب ہوں میں — رہی ہے بات مری جان اب[1] کوئی دم کی
1359/5 گزرنے کو تو کج و واکج اپنی گزری ہے — جفا جو ان نے بہت کی تو کچھ وفا کم کی
1359/6 گھرے ہیں درد و الم میں فراق کے ایسے — کہ صبحِ عید بھی یاں شام ہے محرم کی

1359/7 قفس میں میر نہیں جوشِ داغ سینے پر[2]
ہوس نکالی ہے ہم نے بھی گل کے موسم کی

﴿1360﴾

1360/1 غم سے یہ راہ میں نے نکالی نجات کی — سجدہ اُس آستاں کا کیا، پھر وفات کی
1360/2 نسبت تو دیتے ہیں ترے لب سے پر ایک دن — ناموس یوں ہی جائے گی آبِ حیات کی
1360/3 صد حرف زیرِ خاک تہِ دل چلے گئے — مہلت نہ دی اجل نے ہمیں ایک بات کی
1360/4 ہم تو ہی اس زمانے میں حیرت سے چپ نہیں — اب بات جا چکی ہے سبھی کائنات کی
1360/5 پژمردہ اس کلی کے تئیں واشدن سے کیا — آہِ سحر نے دل پہ عبث التفات کی
1360/6 حور و پری، فرشتہ، بشر مار[3] ہی رکھا — دزدیدہ تیرے دیکھنے نے جس پہ گھات کی
1360/7 اُس لب شکر کے ہیں گے جہاں ذائقہ شناس — اُس جا دعا پہنچتی نہیں ہے نبات کی
1360/8 عرصہ ہے تنگ چال نکلتی نہیں ہے اور — جو چال پڑتی ہے سو وہ بازی کی مات کی

1360/9 برقع اُٹھا تھا یار کے منہ سے سو میر کل
سنتے ہیں آفتاب نے جوں توں کی رات کی

---

[1] نسخۂ آسی اور مجلس میں مصرعِ ثانی یوں ہے 'رہی ہے بات مری جاں بہ لب کوئی دم کی'۔ اس طرح شعر سے تکلفاً بھی معنی برآمد نہیں ہوتے۔ نسخۂ کالج اور مخطوطے کے حاشیے ن کے تحت 'جان بہ لب' کی جگہ 'جان اب' سے شعر بامعنی ہوتا ہے۔
[2] نسخۂ آسی، مجلس وعبادت میں 'جوشِ داغ سینے میں' کے مقابلے میں نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم میں 'جوشِ داغ سینے پر' بہت بہتر متن ہے۔
[3] نسخۂ مجلس جلد اول ص ۴۴۰ 'مار' کی جگہ 'بار' درج ہے اور مصرع ہمیشہ کے لیے بے معنی ہو کر رہ گیا۔

1361

1361/1
اب دل کو آہ کرنی ہی صبح و مسا لگی
پژمردہ اس کلی کے تئیں بھی ہوا لگی

1361/2
کیونکر بجھاؤں آتشِ سوزانِ عشق کو
اب تو یہ آگ دل سے جگر کو بھی جا لگی

1361/3
دل کو گئے ہی یاں سے بنی اب کہ ہر سحر
کوچے میں تیری زلف کے آنے صبا لگی

1361/4
بے تابی و شکیب و سفر، حاصلِ کلام
اِس دل، مریضِ غم کو نہ کوئی دوا لگی

1361/5
ڈر مجھ نفس سے غیر کہ پھر جی ہی سے گیا
جس[1] کو کسو ستم زدہ کی بد دعا لگی

1361/6
لگ جائے چپ نہ تجھ کو تو تُو کہیو عندلیب
گر بے کلی نے کی ہمیں تکلیف نا لگی

1361/7
کشتے کا اُس کے زخم نہ ظاہر ہوا کہ میر
کس جائے اُس شہید کے تیغِ جفا لگی

1362

1362/1
کس حسن سے کہوں میں اُس کی خوش اختری کی
اُس ماہ رُو کے آگے کیا تاب مشتری کی

1362/2
رکھنا نہ تھا قدم یاں جوں باد بے تامل
سیر اس جہاں کی رہرو پر تُو نے سرسری کی

1362/3
شبہا بہ حال سگ مَیں اک عمر صرف کی ہے
مت پوچھ اُن نے مجھ[2] سے جو آدمی گری کی

1362/4
پائے گُل اُس چمن میں چھوڑا گیا نہ ہم سے
سر پر ہمارے اب کے، منت ہے بے پری کی

1362/5
پیشہ تو ایک ہی تھا اُس کا، ہمارا، لیکن
مجنوں کے طالعوں نے شہرت میں یاوری کی

1362/6
گریے سے داغِ سینہ تازہ ہوئے ہیں سارے
یہ کشتِ خشک تو نے اے چشم! پھر ہری کی

1362/7
یہ دور تو موافق ہوتا نہیں، مگر اب
رکھیے بنائے تازہ اِس چرخِ چنبری کی

1362/8
خوباں تمہاری خوبی تاچند نقل کریے
ہم رنجہ خاطروں کی کیا خوب دلبری کی

1362/9
ہم سے جو میر اُڑ کر افلاک چرخ میں ہیں
ان خاک میں ملوں کی کاہے کو ہمسری کی

1363

1363/1
دیکھ تو دل کہ جاں سے اُٹھتا ہے
یہ دھواں سا کہاں سے اُٹھتا ہے

1363/2
گور کس دل جلے کی ہے یہ فلک
شعلہ اک صبح یاں سے اُٹھتا ہے

1363/3
خانۂ دل سے زینہار نہ جا
کوئی ایسے مکاں سے اُٹھتا ہے

1363/4
نالہ سر کھینچتا ہے جب میرا
شور اک آسماں سے اُٹھتا ہے

1363/5
لڑتی ہے اُس کی چشمِ شوخ جہاں
ایک آشوب واں سے اُٹھتا ہے

1363/6
سُدھ لے گھر کی بھی شعلۂ آواز
دُور کچھ آشیاں سے اُٹھتا ہے

1363/7
بیٹھنے کون دے ہے پھر اُس کو
جو ترے آستاں سے اُٹھتا ہے

1363/8
یوں اُٹھے آہ اُس گلی سے ہم
جیسے کوئی جہاں سے اُٹھتا ہے

---

[1] نسخۂ آسی میں 'جس' کی بجائے 'دل' درج ہے جس سے یہاں معنی برآمد نہیں ہوتے، نول کشور دوم، سوم میں 'جس' ہے جو درست ہے۔

[2] نسخۂ مجلس ص ۴۴۴ جلد اول 'مجھ سے' کی بجائے 'تجھ سے' لکھ کر شعر کے ساتھ 'سگ گری' کا ارتکاب کیا ہے۔

1363/9 عشق اک میرؔ بھاری پتھر ہے
کب یہ تجھ ناتواں سے اُٹھتا ہے

﴿1364﴾

1364/1 کلی کہتے ہیں اُس کا سا دہن ہے — سنا کریے کہ یہ بھی اک سخن ہے
1364/2 ٹپکتے درد ہیں آنسو کی جاگہ — الٰہی چشم یا زخمِ کہن ہے
1364/3 خبر لے پیرِ کنعاں کی کہ کچھ آج — نپٹ آوارہ بوئے پیرہن ہے
1364/4 نہیں دامن میں لالہ بے ستوں کے — کوئی دل داغِ خونِ کوہ کن ہے
1364/5 شہادت گاہ ہے باغِ زمانہ — کہ ہر گل اِس میں اک خونیں کفن ہے
1364/6 کروں کیا حسرتِ گل کو، وگرنہ — دلِ پُر داغ بھی اپنا چمن ہے
1364/7 جو دے آرام ٹک آوارگی میرؔ
تو شامِ غربت اک صبحِ وطن ہے

﴿1365﴾

1365/1 گل گشت کی ہوس تھی سو تو بگیر آئے — آئے جو ہم چمن میں، ہو کر اسیر آئے
1365/2 فرصت میں یک نفس کی کیا دردِ دل سنو گے — آئے تو تم، ولیکن وقتِ اخیر آئے
1365/3 دلّی میں اب کی آ کر اُن یاروں کو نہ دیکھا[1] — کچھ وے گئے شتابی، کچھ ہم بھی دیر آئے
1365/4 کیا خوبی اس چمن کی موقوف ہے کسو پر — گل گر گئے عدم کو، مکھڑے نظیر آئے
1365/5 شکوہ نہیں جو اُس کو پروا نہ ہو ہماری — دروازے جس کے ہم سے کتنے فقیر آئے
1365/6 عمرِ دراز کیوں کر مختارِ خضر ہے یاں — اک آدھ دن میں ہم تو جینے سے سیر آئے
1365/7 نزدیک تھی قفس میں پروازِ روح اپنی — غنچے ہو گلبنوں پر جب ہم صفیر آئے
1365/8 یوں بیٹھے بیٹھے ناگہ گردن لگے ہلانے — سر شیخ جی کے گویا مجلس میں پیر آئے
1365/9 قامت خمیدہ اُس کی جیسی کماں تھی، لیکن — قرباں گہِ وفا میں مانندِ تیر آئے
1365/10 بن جی دیے نہیں ہے امکان یاں سے جانا
بسمل گہِ جہاں میں اب ہم تو میرؔ آئے

﴿1366﴾

1366/1 کب سے نظر لگی تھی دروازۂ حرم سے — پردہ اُٹھا تو لڑیاں آنکھیں ہماری ہم سے
1366/2 صورت گرِ اجل کا کیا ہاتھ تھا کھبے تو — کھینچی وہ تیغ ابرو فولاد کے قلم سے
1366/3 سوزش گئی نہ دل کی رونے سے روز و شب کے — جلتا ہوں، اور دریا بہتے ہیں چشمِ نم سے

---

[1] میر لکھنؤ سے روانگی سے قبل ایک طویل عرصہ (دس سال) کے لیے دلّی سے باہر کمھیر (بھرت پور) میں قیام کے بعد اواخر ۱۱۸۵ھ بمطابق ۱۷۷۲ء میں دلّی واپس آئے تھے، مرتب نسخۂ مجلس کے خیال میں یہ شعر (اور غزل) ۱۱۸۵ھ آخر یا ۱۱۸۶ھ کے شروع میں کہی گئی ہوگی لیکن دیوان اول کی تکمیل کا زمانہ ۱۷۵۶ء تک کا ہے اس صورت میں جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ اُس دور کے کسی مخطوطے میں یہ غزل مندرج نہیں، اس وقت تک یقینی طور پر کسی خاص ہجرت یا واقعہ کو اس شعر کا پس منظر قرار نہیں دیا جا سکتا۔

1366/4 طاعت کا وقت گزرا مستی میں آبِ رز کی — اب چشم داشت اس کے یاں ہے فقط کرم سے

1366/5 کڑھیے، نہ روئیے تو اوقات کیوں کے گزرے — رہتا ہے مشغلہ سا بارے[1] غم و الم سے

1366/6 مشہور ہے سماجت میری کہ تیغ برسی — پر میں نہ سر اُٹھایا ہرگز ترے قدم سے

1366/7 بات احتیاط سے کر، ضائع نہ کر نفس کو — بالیدگی دل ہے مانند شیشہ دم سے

1366/8 کیا کیا تعب اُٹھائے، کیا کیا عذاب دیکھے — تب دل ہوا ہے اتنا خوگر ترے ستم سے

1366/9 بستی میں ہم نے آ کر آسودگی نہ دیکھی — کھلتیں نہ کاش آنکھیں خوابِ خوشِ عدم سے

1366/10 پامال کر کے ہم کو پچھتاؤ گے بہت تم — کم یاب ہیں جہاں میں سر دینے والے ہم سے

1366/11 دل دو ہو میر صاحب اُس بدمعاش کو تم — خاطر تو جمع کر لو، ٹک قول سے، قسم سے

﴿1367﴾

1367/1 رہا ہونا نہیں امکان ان ترکیب والوں سے — کہ بل دے باندھتے ہیں پیچ پگڑی کے بھی بالوں سے

1367/2 تجھے نسبت جو دیتے ہیں شرار و برق و شعلہ سے — تسلّی کرتے ہیں ناچار شاعر ان مثالوں سے

1367/3 بلا کا شکر کر اے دل کہ اب معلوم ہوتی ہے — حقیقت عافیت کی اُس گلی کے رہنے والوں سے

1367/4 نہیں اے ہم نفس اب جی میں طاقت دوریِ گل کی — جگر ٹکڑے ہوا جاتا ہے آخر شب کے نالوں سے

1367/5 نہیں خالی اثر سے تصفیہ دل کا محبت میں — کہ آئینے کو ربطِ خاص ہے صاحب جمالوں سے

1367/6 کہاں یہ قامتِ دل کش، کہاں پاکیزگی ایسی — ملے ہیں ہم بہت گلزار کے نازک نہالوں سے

1367/7 ہدف اس کا ہوئے مدت ہوئی سینے کو، پر اب تک — گتھا نکلے ہے لختِ دل مرا تیروں کے بھالوں سے

1367/8 ہوا پیرانہ سر عاشق ہو زاہد مضحکہ سب کا — کہن سالی میں ملتا ہے کوئی بھی خرد سالوں سے

1367/9 رگِ گل کوئی کہتا ہے، کوئی اے میر مو اُس کو — کمر اُس شوخ کی بندھتی نہیں ان خوش خیالوں سے

﴿1368﴾

1368/1 گئے جی سے، چھوٹے بتوں کی جفا سے — یہی بات ہم چاہتے تھے خدا سے

1368/2 وہ اپنی ہی خوبی پہ رہتا ہے نازاں — مرو یا جیو کوئی، اُس کی بلا سے

1368/3 کوئی ہم سے کھلتے ہیں بند اس قبا کے — یہ عقدے کھلیں گے کسو کی دعا سے

1368/4 پشیمان توبہ سے ہوگا عدم میں — کہ غافل چلا شیخ لطفِ ہوا سے

1368/5 نہ رکھی مری خاک بھی اُس گلی میں — کدورت مجھے ہے نہایت صبا سے

1368/6 جگر سوئے مژگاں کھنچا جائے ہے کچھ — مگر دیدۂ تر ہیں لوہو کے پیاسے

1368/7 اگر چشم ہے تو وہی عینِ حق ہے — تعصب تجھے ہے، عجب ماسوا سے

1368/8 طبیبِ سبک عقل ہرگز نہ سمجھا — ہوا دردِ عشق آہ دُونا دوا سے

1368/9 ٹک اے مدعی چشمِ انصاف وا کر — کہ بیٹھے ہیں یہ قافیے کس ادا سے

---

[1] 'بارِ غم والم' بھی بامعنی ہے، تاہم نسخۂ کالج کا متن 'بارے غم والم' مضمونِ شعر سے زیادہ مطابق ہے، اس لیے اختیار کیا گیا۔

1368/10 — نہ شکوہ شکایت ، نہ حرف و حکایت
کہو میر جی آج کیوں ہو خفا سے

﴿1369﴾

1369/1 — کبکوں نے تیری چال جو دیکھی ٹھٹک گئے ۔۔۔ دل ساکنانِ باغ کے تجھ سے اٹک گئے
1369/2 — اندوہِ وصل و ہجر نے عالم کھپا دیا ۔۔۔ ان دو ہی منزلوں میں بہت یار تھک گئے
1369/3 — مطلق اثر نہ اُس کے دلِ نرم میں کیا ۔۔۔ ہر چند نالہ ہائے حزیں عرش تک گئے
1369/4 — افراطِ گریہ سے ہوئیں آبادیاں خراب ۔۔۔ سیلاب میرے اشک کے اژدر[1] بھک گئے
1369/5 — دے میگسار ، ظرف[2] جنھیں خُم کشی کے تھے ۔۔۔ پھر کر نگاہ تو نے جو کی دوں ہی چھک گئے
1369/6 — چند اے سپہر چھاتی ہماری جلا کرے ۔۔۔ اب داغ کھاتے کھاتے کلیجے تو پک گئے
1369/7 — عشاق پر جو وے صفِ مژگاں پھریں تو میر
جوں اشک کتنے چو گئے ، کتنے ٹپک گئے

﴿1370﴾

1370/1 — زندگی ہوتی ہے اپنی غم کے مارے دیکھیے ۔۔۔ موندلیں آنکھیں اِدھر سے تم نے پیارے دیکھیے
1370/2 — لختِ دل کب تک الٰہی چشم سے ٹپکا کریں ۔۔۔ خاک میں تا چند ایسے لعل پارے دیکھیے
1370/3 — ہو چکا روزِ جزا اب اے شہیدانِ وفا ۔۔۔ چونکتے ہیں خونِ خفتہ کب تمھارے ، دیکھیے
1370/4 — راہِ دُورِ عشق میں اب تو رکھا ہم نے قدم ۔۔۔ رفتہ رفتہ پیش کیا آتا ہے بارے ، دیکھیے
1370/5 — سینۂ مجروح بھی قابل ہوا ہے سیر کے ۔۔۔ ایک دن تو آن کر یہ زخم سارے دیکھیے
1370/6 — خنجرِ بیداد کو کیا دیکھتے ہو دم بدم ۔۔۔ چشم سے انصاف کی ، سینے ہمارے دیکھیے
1370/7 — ایک خوں ہو بہہ گیا ، دو روتے ہی روتے گئے ۔۔۔ دیدہ و دل ہو گئے ہیں سب کنارے ، دیکھیے
1370/8 — شست و شو کا اُس کے پانی جمع ہو کر مہ بنا ۔۔۔ اور منہ دھونے کے چھینٹوں سے ستارے دیکھیے
1370/9 — رہ گئے سوتے کے سوتے ، کارواں جاتا رہا
ہم تو میر اس رہ کے خوابیدہ ہیں ہارے دیکھیے

﴿1371﴾

1371/1 — کس طور ہمیں کوئی فریبندہ لبھا لے ۔۔۔ آخر ہیں تری آنکھوں کے ہم دیکھنے والے
1371/2 — سو ظلم اُٹھائے تو کبھو دور سے دیکھا ۔۔۔ ہرگز نہ ہوا یہ کہ ہمیں پاس بلا لے
1371/3 — اس شوخ کی سر تیز پلک ہیں کہ وہ کانٹا ۔۔۔ گڑ جائے اگر آنکھ میں ، سر دل سے نکالے
1371/4 — عشق ان کو ہے جو یار کو اپنے دمِ رفتن ۔۔۔ کرتے نہیں غیرت سے خدا کے بھی حوالے
1371/5 — وے دن گئے جو ضبط کی طاقت تھی ہمیں بھی ۔۔۔ اب دیدۂ خوں بار نہیں جاتے سنبھالے
1371/6 — احوال بہت تنگ ہے اے کاشِ محبت ۔۔۔ اب دستِ تلطف کو مرے سر سے اُٹھا لے

---

1. نسخۂ کالج اور آسی کے یہاں 'اثر در' طبع دوم میں 'اژ در' جب کہ طبع سوم اور حاشیہ آسی میں 'اژ حد' ہے لیکن دوسرا لفظ 'بہک' بھی یہاں کارآمد نہیں، قیاسی تصحیح سے کام لیے بغیر چارہ نہیں، اس لیے 'اژ در' کے ساتھ 'بھک' درج کیا ہے، وزن کی خاطر مرتبین نے 'تھک' کی بجائے 'بہک' درج کیا ہے۔
2. نسخۂ آسی میں 'طرف' یہاں زیادہ کارآمد نہیں۔ طبع دوم، سوم میں 'ظرف' بہتر ہے۔

1371/7 دعوائے قیامت کا مرے خوف اسے کیا — اک لطف میں وہ مجھ سے تنک رو کے منا لے

1371/8 کہتے ہیں حجابِ رخِ دلدار ہے ہستی — دیکھیں گے اگر یوں ہی بھلا جان بھی جا لے

1371/9 میر اس سے نہ مل آہ کہ ڈرتے ہیں مبادا
بے باک ہے وہ شوخ، کہیں مار نہ ڈالے

1372

1372/1 برنگِ بوئے گل اس باغ کے ہم آشنا ہوتے — کہ ہمراہِ صبا ٹک سیر کرتے، پھر ہوا ہوتے

1372/2 سراپا آرزو ہونے نے بندہ کر دیا ہم کو — وگرنہ ہم خدا تھے، گر دلِ بے مدعا ہوتے

1372/3 فلک اے کاش ہم کو خاک ہی رکھتا کہ اس میں ہم — غبارِ راہ ہوتے یا کسو کی خاکِ پا ہوتے

1372/4 الٰہی کیسے ہوتے ہیں جنھیں ہے بندگی خواہش — ہمیں تو شرم دامن گیر ہوتی ہے خدا ہوتے

1372/5 تو ہے کس ناحیے سے اے دیارِ عشق، کیا جانوں — ترے باشندگاں ہم کاش سارے بے وفا ہوتے

1372/6 اب ایسے ہیں کہ صانع کے مزاج اوپر بہم پہنچے — جو خاطر خواہ اپنے ہم ہوئے ہوتے تو کیا ہوتے

1372/7 کہیں جو کچھ ملامت گر بجا ہے میر کیا جانیں[1]
انھیں معلوم تب ہوتا کہ ویسے سے جدا ہوتے

1373

1373/1 چمن یار تیرا ہوا خواہ ہے — گل اک دل ہے جس میں تری چاہ ہے

1373/2 سراپا میں اُس کے نظر کر کے تم — جہاں دیکھو اللہ اللہ ہے

1373/3 تری آہ کس سے خبر پایئے — وہی بے خبر ہے جو آگاہ ہے

1373/4 مرے لب پہ رکھ کان، آواز سن — کہ اب تک بھی یک ناتواں آہ ہے

1373/5 گزر سر سے، تب عشق کی راہ چل — کہ ہر گام یاں اک خطر گاہ ہے

1373/6 کبھو وادیِ عشق دکھلایئے — بہت خضر بھی دل میں گمراہ ہے

1373/7 جہاں سے تو رختِ اقامت کو باندھ — یہ منزل نہیں بے خبر، راہ ہے

1373/8 نہ شرمندہ کر اپنے منہ سے مجھے — کہا میں نے کب یہ کہ تو ماہ ہے

1373/9 یہ وہ کارواں گاہِ دل کش ہے میر
کہ پھر یاں سے حسرت ہی ہمراہ ہے

1374

1374/1 ڈھب ہیں تیرے سے باغ میں گل کے — بو گئی کچھ دماغ میں گل کے

1374/2 جائے روغن دیا کرے ہے عشق — خونِ بلبل، چراغ میں گل کے

1374/3 دل تسلّی نہیں صبا ورنہ — جلوے سب ہیں گے داغ میں گل کے

1374/4 اس حدیقے کے عیش پر مت جا — مے نہیں ہے ایاغ میں گل کے

---

[1] سبھی نسخوں میں اس خوبصورت غزل کے مقطع میں 'جانے' درج ہے جس کی مطابقت 'کہیں' سے نہیں، یا تو وہاں 'کہے' کیا جائے یا یہاں 'جو قاری 'میر کیا جانے؟' سمجھنے پر مجبور ہوگا۔

1374/5
سیر کر میر اس چمن کی شتاب
ہے خزاں بھی سراغ میں گل کے

﴿1375﴾

1375/1
عشق میں نے خوف و خطر چاہیے — جان کے دینے کو جگر چاہیے

1375/2
قابلِ آغوشِ ستم دیدگاں — اشک سا پاکیزہ گہر چاہیے

1375/3
حال یہ پہنچا ہے کہ اب ضعف سے — اُٹھتے پلک ایک پہر چاہیے

1375/4
کم ہیں شناسائے زرِ داغِ دل — اُس کے پرکھنے کو نظر چاہیے

1375/5
عشق کے آثار ہیں اے بوالہوس — داغ بہ دل، دست بہ سر چاہیے

1375/6
شرط سلیقہ ہے ہر اک امر میں — عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیے

1375/7
خوف قیامت کا یہی ہے کہ میر
ہم کو جیا بارِ دگر چاہیے

﴿1376﴾

1376/1
ہستی اپنی حباب کی سی ہے — یہ نمائش سراب کی سی ہے

1376/2
نازکی اُس کے لب کی کیا کہیے — پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

1376/3
چشمِ دل کھول اُس بھی عالم پر — یاں کی اوقات خواب کی سی ہے

1376/4
بار بار اُس کے در پہ جاتا ہوں — حالت اب اضطراب کی سی ہے

1376/5
نقطۂ خال سے ترا ابرو — بیت اک انتخاب کی سی ہے

1376/6
میں جو بولا، کہا کہ یہ آواز — اُسی خانہ خراب کی سی ہے

1376/7
آتشِ غم میں دل بھُنا شاید — دیر سے بُو کباب کی سی ہے

1376/8
دیکھیے ابر کی طرح اب کے — میری چشمِ پُر آب کی سی ہے

1376/9
میر اُن نیم باز آنکھوں میں
ساری مستی شراب کی سی ہے

﴿1377﴾

1377/1
شمع صفت جب کبھو مر جائیں گے — ساتھ لیے داغِ جگر جائیں گے

1377/2
تند نہ ہو، ہم تو موئے پھرتے ہیں — کیا تری ان باتوں سے ڈر جائیں گے

1377/3
کھل گئے رخسار اگر یار کے — شمس و قمر جی سے اُتر جائیں گے

1377/4
خالی نہ چھوڑیں گے ہم اپنی جگہ — گر یہی رونا ہے تو بھر جائیں گے

1377/5
راہ دمِ تیغ پہ ہو کیوں نہ میر
جی پہ رکھیں گے تو گزر جائیں گے

﴿1378﴾

1378/1
اب جو اک حسرتِ جوانی ہے — عمرِ رفتہ کی یہ نشانی ہے

1378/2 رشکِ یوسف ہے آہ وقتِ عزیز — عمر اک بارِ کاروانی ہے
1378/3 گریہ ہر وقت کا نہیں بے ہیچ — دل میں کوئی غمِ نہانی ہے
1378/4 خاک تھی موج زن جہاں میں اور — ہم کو دھوکا یہ تھا کہ پانی ہے
1378/5 ہم قفس زاد قیدی ہیں ورنہ — تا چمن ایک پر فشانی ہے
1378/6 اُس کی شمشیرِ تیز سے ہمدم — مر رہیں گے جو زندگانی ہے
1378/7 غم و رنج و الم نکویاں یے[1] — سب تمہاری ہی مہربانی ہے
1378/8 یاں ہوئے میرؔ تم برابرِ خاک — واں وہی ناز و سرگرانی ہے

1379

1379/1 قیامت ہیں یہ چسپاں جامے والے — گلوں میں جن کی خاطر خرقے ڈالے
1379/2 وہ کالا چور ہے خالِ رخِ یار — کہ سو آنکھوں میں دل ہو تو چرا لے
1379/3 نہیں اُٹھتا دلِ محزوں کا ماتم — خدا ہی اس مصیبت سے نکالے
1379/4 کہاں تک دور بیٹھے بیٹھے کہیے — کبھو تو پاس ہم کو بھی بلا لے
1379/5 دلا ! بازی نہ کر ان گیسوؤں ست — نہیں آساں کھلانے سانپ کالے
1379/6 تپش نے دل جگر کی مار ڈالا — بغل میں دشمن اپنی ہم نے پالے
1379/7 نہ مہکے بوئے گل اے کاش یک چند — ابھی زخمِ جگر سارے ہیں آلے
1379/8 کسے قیدِ قفس میں یادِ گل کی — پڑے ہیں اب تو جینے ہی کے لالے
1379/9 ستایا میرؔ غم کش کو کنھوں نے — کہ پھر اب عرش تک جاتے ہیں نالے

1380

1380/1 اب ظلم ہے اِس خاطر تا غیر بھلا مانے — بس ہم نہ بُرا مانیں[2]، تو کون برا مانے
1380/2 سرمایۂ صد آفت دیدار کی خواہش ہے — دل کی تو سمجھ لیجے گر چشم کہا مانے
1380/3 مسدود ہی اے قاصد بہتر ہے رہِ نامہ — کیا کیا نہ لکھیں ہم تو جو یار لکھا مانے
1380/4 ٹک حالِ شکستہ کے سننے ہی میں سب کچھ ہے — پر وہ تو سخن رس ہے اِس بات کو کیا مانے
1380/5 بے طاقتیِ دل نے سائل بھی کیا ہم کو — پر میرؔ فقیروں کی یاں کون صدا مانے

1381

1381/1 دل کے معمورے کی مت کر فکر، فرصت چاہیے — ایسے ویرانے کے اب بسنے کو مدت چاہیے
1381/2 عشق وے خواری نبھے ہے کوئی درویشی کے بیچ — اس طرح کے خرچ[3] لا حاصل کو دولت چاہیے

---

[1] نسخۂ آسی میں 'سے' غلط جب کہ نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں 'یے' درست ہے۔
[2] تمام نسخوں میں 'مانے' ہے جب کہ یہاں ضرورت 'مانیں' کی ہے، نسخۂ کالج کے حاشیے کی سند سے درجِ متن کیا ہے۔
[3] 'شعر شور انگیز' جلد چہارم ص ۲۸۷، 'خرجِ لا حاصل' درج ہے، آسی اور مجلس کے نسخوں میں 'خرچ' ہے، عام فہم ہونے کے حوالے سے یہی بہتر

1381/3 عاقبت فرہاد مر کر کام اپنا کر گیا — آدمی ہووے کسی پیشے میں ، جرأت چاہیے
1381/4 ہو طرف مجھ پہلواں شاعر کا کب عاجز سخن — سامنے ہونے کو صاحب فن کے قدرت چاہیے
1381/5 عشق میں وصل و جدائی سے نہیں کچھ گفتگو — قُرب و بُعد اس جا برابر ہے ، محبت چاہیے
1381/6 نازکی کو عشق میں کیا دخل ہے اے بوالہوس — یاں صعوبت کھینچنے کو جی میں طاقت چاہیے
1381/7 تنگ مت ہو ابتدائے عاشقی میں اس قدر
خیریت ہے میر صاحب ، دل سلامت چاہیے

﴿1382﴾

1382/1 بے یار شہر دل کا ویران ہو رہا ہے — دکھلائی دے جہاں تک ، میدان ہو رہا ہے
1382/2 اس منزلِ جہاں کے باشندے رفتنی ہیں — ہر اک کے یاں سفر کا سامان ہو رہا ہے
1382/3 اچھا لگا ہے شاید آنکھوں میں یار اپنی — آئینہ دیکھ کر کچھ حیران ہو رہا ہے
1382/4 گل دیکھ کر چمن میں تجھ کو کھلا ہی چاہے — یعنی ہزار جی سے قربان ہو رہا ہے
1382/5 حالِ زبون اپنا پوشیدہ کچھ نہ تھا تو — سنتا نہ تھا کہ یہ صید بے جان ہو رہا ہے
1382/6 ظالم اُدھر کی سُدھ لے جوں شمعِ صبح گاہی — اک آدھ دم کا عاشق مہمان ہو رہا ہے
1382/7 قرباں گہِ محبت وہ جا ہے جس میں ہر سو — دشوار جان دینا آسان ہو رہا ہے
1382/8 ہر شب گلی میں اُس کی روتے تو رہتے ہو تم[1]
اک روز میر صاحب طوفان ہو رہا ہے

﴿1383﴾

1383/1 تیری گلی سے جب ہم عزمِ سفر کریں گے — ہر ہر قدم کے اوپر پتھر جگر کریں گے
1383/2 آزردہ خاطروں سے کیا فائدہ سخن کا — تم حرف سر کرو گے ، ہم گریہ سر کریں گے
1383/3 عذرِ گناہ خوباں بدتر گنہ سے ہوگا — کرتے ہوئے تلافی بے لطف تر کریں گے
1383/4 سر جائے گا ولیکن آنکھیں اُدھر ہی ہوں گی — کیا تیری تیغ سے ہم قطعِ نظر کریں گے
1383/5 اپنی خبر بھی ہم کو اب دیر پہنچتی ہے — کیا جانے یار اس کو کب تک خبر کریں گے
1383/6 گر دل کی تاب و طاقت یہ ہے تو ہم نشیں ہم — شامِ غمِ جدائی کیونکر سحر کریں گے
1383/7 یہ ظلمِ بے نہایت دیکھو تو خوب رویاں — کہتے ہیں جو ستم ہے ، ہم تجھ ہی پر کریں گے
1383/8 اپنے ہی جی میں آخر انصاف کر کہ کب تک — تو یہ ستم کرے گا ، ہم درگزر کریں گے
1383/9 صنّاعِ طرفہ ہیں ہم عالم میں ریختے کے
جو میر جی لگے گا تو سب ہنر کریں گے

﴿1384﴾

1384/1 آنکھیں لڑا لڑا کر کب تک لگا رکھیں گے — اس پردے ہی میں خوباں ہم کو سُلا رکھیں گے
1384/2 فکرِ دہن میں اُس کی کچھ بن نہ آئی آخر — اب یہ خیال ہم بھی دل سے اُٹھا رکھیں گے

---

1. نسخۂ آسی ص ۱۶۱ پڑ روتے رہے جو ہم تو، درج ہے، تاہم نسخۂ مجلس میں درج متن بہتر ہونے کی بنا پر برقرار رکھا گیا ہے۔

1384/3 مشتِ نمک کو میں نے بے کار کم رکھا ہے | چھاتی کے زخم میرے مدت مزا رکھیں گے
1384/4 سبزانِ شہر اکثر درپے ہیں آبرو کے | اب زہر پاس اپنے ہم بھی منگا رکھیں گے
1384/5 آنکھوں میں دلبروں کی مطلق نہیں مروّت | یہ پاسِ آشنائی منظور کیا رکھیں گے
1384/6 جیتے ہیں جب تلک ہم آنکھیں بھی لڑتیاں ہیں | دیکھیں تو جور خوباں کب تک روا رکھیں گے
1384/7 اب چاند بھی لگا ہے تیرے سے جلوے کرنے | شب ہائے ماہ چندے تجھ کو چھپا رکھیں گے
1384/8 مژگان و چشم و ابرو سب ہیں ستم کے مائل | ان آفتوں سے دل ہم کیونکر بچا رکھیں گے
1384/9 دیوانِ میر صاحب ہر یک کی ہے بغل میں
دو چار شعر اُن کے ہم بھی لکھا رکھیں گے

﴿1385﴾

1385/1 تجھ سے دُچار ہوگا جو کوئی راہ جاتے | پھر عمر چاہیے گی اُس کو بحال آتے
1385/2 گر دل کی بے قراری ہوتی یہی جواب ہے | تو ہم ستم رسیدہ کاہے کو جینے پاتے
1385/3 وے دن گئے کہ اُٹھ کر جاتے تھے اُس گلی میں | اب سعی چاہیے ہے بالیں سے سر اُٹھاتے
1385/4 کب تھی ہمیں تمنا اے ضعف یہ کہ تڑپیں | پر زیر تیغ اُس کی ہم ٹک تو سر ہلاتے
1385/5 گر جانتے کہ یوں ہی برباد جائیں گے تو | کاہے کو خاک میں ہم اپنے تئیں ملاتے
1385/6 شاید کہ خون دل کا پہنچا ہے وقتِ آخر | تھم جاتے ہیں کچھ آنسو راتوں کو آتے آتے
1385/7 اس سمت کو پلٹتی تیری نگہ تو ساقی | حالِ خرابِ مجلس ہم شیخ کو دکھاتے
1385/8 جی دینا دل دہی سے بہتر تھا صد مراتب | اے کاش جان دیتے، ہم بھی نہ دل لگاتے
1385/9 شب کو تہ اور قصہ ان کا دراز، ورنہ
احوالِ میر صاحب ہم تجھ کو سب سناتے

﴿1386﴾

1386/1 ہوں عاجز کہ[1] جسم اس قدر زور سے | نہ نکلا کبھو عہدۂ مور سے
1386/2 بہت دور کوئی رہا ہے مگر | کہ فریاد میں ہے جرس شور سے
1386/3 مری خاکِ تفتہ پہ اے ابرِ تر | قسم ہے تجھے، ٹک برس زور سے
1386/4 ترے دل جلے کو رکھا جس گھڑی | دھواں سا اُٹھا کچھ لبِ گور سے
1386/5 نہ پوچھو کہ بے اعتباری سے میں | ہوا اس گلی میں بتر چور سے
1386/6 جو ہو میر بھی اُس گلی میں صبا
بہت پوچھیو تو مری اور سے

﴿1387﴾

1387/1 مت ہو مغرور اے کہ تجھ میں زور ہے | یاں سلیماںؑ کے مقابل مور ہے
1387/2 مر گئے پر بھی ہے صولت فقر کی | چشمِ شیر اپنا چراغِ گور ہے

---

[1] نسخۂ آسی میں مصرع یوں ہے 'ہوں عاجز کہ جسم اس قدر زور سے'، مجلس کے نسخے کے مطابق متن ہے۔

1387/3	جب سے کاغذ باد کا ہے شوق اُسے	ایک عالم اُس کے اوپر ڈور ہے
1387/4	رہنمائی شیخ سے مت چشم رکھ	وائے وہ جس کا عصاکش کور ہے
1387/5	لے ہی جاتی ہے زرِ گل کو اُڑا	صبح کی بھی باد ، بادی چور ہے
1387/6	دل کھنچے جاتے ہیں سارے اُس طرف	کیوں کے کہیے حق ہماری اور ہے

1387/7
تھا بلا ہنگامہ آرا میر بھی
اب تلک گلیوں میں اُس کا شور ہے

﴿1388﴾

1388/1	غیر سے اب یار ہوا چاہیے	ملتجی ناچار ہوا چاہیے
1388/2	جس کے تئیں ڈھونڈوں ہوں[1] وہ سب میں ہے	کس کا طلب گار ہوا چاہیے
1388/3	تا کہ وہ ٹک آن کے پوچھے کبھو	اس لیے بیمار ہوا چاہیے
1388/4	زلف کسی کی ہو کہ ہو خال و خط	دل کو گرفتار ہوا چاہیے
1388/5	تیغ بلند اُس کی ہوئی بوالہوس	مرنے کو تیار ہوا چاہیے
1388/6	مصطبۂ بے خودی ہے یہ جہاں	جلد خبردار ہوا چاہیے
1388/7	مول ہے بازار کا ہستی کے یہ	دل کا[2] خریدار ہوا چاہیے
1388/8	کچھ نہیں خورشید صفت سرکشی	سایۂ دیوار ہوا چاہیے
1388/9	کر نہ تعلق کہ یہ منزل نہیں	آہ سبک بار ہوا چاہیے

1388/10
گو سفری اب نہیں ظاہر میں میر
عاقبتِ کار ہوا چاہیے

﴿1389﴾

1389/1	یاں سرکشاں جو صاحبِ تاج و لوا ہوئے	پامال ہو گئے تو نہ جانا کہ کیا ہوئے
1389/2	دیکھی نہ ایک چشمکِ گل بھی چمن میں آہ	ہم آخرِ بہار قفس سے رہا ہوئے
1389/3	پچھتاؤ گے بہت جو گئے ہم جہان سے	آدم کی قدر ہوتی ہے ظاہر، جدا ہوئے
1389/4	تجھ بن دماغِ صحبتِ اہلِ چمن نہ تھا	گل وا ہوئے ہزار و لے ہم نہ وا ہوئے

1389/5
سر دے کے میر ہم نے فراغت کی عشق میں
ذمے ہمارے بوجھ تھا ، بارے ادا ہوئے

﴿1390﴾

(قبل از 1752ء)

1390/1	اس اسیری کے نہ کوئی اے صبا پالے پڑے	اک نظر گل دیکھنے کے بھی ہمیں لالے پڑے
1390/2	حسن کو بھی عشق نے آخر کیا حلقہ بگوش	رفتہ رفتہ دلبروں کے کان میں بالے پڑے

---

1. نسخۂ آسی و مجلس میں 'ڈھونڈیں ہیں' درج ہوا ہے، ہم نے متن میں نسخۂ کالج اور طبع دوم و سوم نول کشور کا اتباع کیا ہے، جس کے بارے میں مرتب نسخۂ مجلس لکھتے ہیں کہ صحیح ہے لیکن متن برطابق آسی ہی رکھتے ہیں۔

2. نسخۂ آسی کے حاشیے میں 'کا' جب کہ متن میں 'کے' درج ہے، مصرع کی ضرورت 'کا' ہے اس لیے اسی کو درج کیا ہے۔

1390/3 مت نگاہِ مست کو تکلیف کر ساقی زیاد
ہر طرف تو ہیں گلی کوچوں میں متوالے پڑے

1390/4 کیوں کے طے ہو دشتِ شوق آخر کو مانندِ سرشک
میرے پاؤں میں تو پہلے ہی قدم چھالے پڑے

1390/5 جوش مارا اشکِ خونیں نے مرے دل سے زبس
گھر میں ہمسایوں کے شب لوہو کے پرنالے پڑے

1390/6 ہیں بعینہ ویسے جوں پردا کرے ہے عنکبوت
روتے روتے بسکہ میری آنکھوں میں جالے پڑے

1390/7 گرم جوشی سے مرے گریے کی، شب آنکھوں کی راہ
گوشۂ دامن میں میر آتش کے پرکالے پڑے

﴾1391﴿

1391/1 رنج کھینچے تھے، داغ کھائے تھے
دل نے صدمے بڑے اُٹھائے تھے

1391/2 پاسِ ناموسِ عشق تھا، ورنہ
کتنے آنسو پلک تک آئے تھے

1391/3 وہی سمجھا نہ، ورنہ ہم نے تو
زخم چھاتی کے سب دکھائے تھے

1391/4 اب جہاں آفتاب میں ہم ہیں
یاں کبھو سرو و گل کے سائے تھے

1391/5 کچھ نہ سمجھے کہ تجھ سے یاروں نے
کس توقع پہ دل لگائے تھے

1391/6 فرصتِ زندگی سے مت پوچھو
سانس بھی ہم نہ لینے پائے تھے

1391/7 میر صاحب رُلا گئے سب کو
کل وے تشریف یاں بھی لائے تھے

﴾1392﴿

1392/1 گرے بحرِ بلا مژگانِ تر سے
نگاہیں اُٹھ گئیں طوفان پر سے

1392/2 ہمیں غش آ گیا تھا وہ بدن دیکھ
بڑی کِلول ٹلی ہے جان پر سے

1392/3 لیا دل اُس مخطط رُو نے میرا
اُٹھا لوں میں اُسے قرآن پر سے

1392/4 کہاں ہیں آدمی عالم میں پیدا
خدائی صدقے کی انسان پر سے

1392/5 تفنگ اس کی چلی آواز پر لیک
گئی ہے میر گولی کان پر سے

﴾1393﴿

1393/1 خوب ہی اے ابر، اک شب آؤ، باہم روئیے
پر نہ اتنا بھی کہ ڈوبے شہر، کم کم روئیے

1393/2 وقتِ خوش دیکھا نہ اک دم سے زیادہ دہر میں
خندۂ صبحِ چمن پر مثلِ شبنم روئیے

1393/3 شادی و غم میں جہاں کی ایک سے دس کا ہے فرق
عید کے دن ہنسیے تو دس دن محرم روئیے

1393/4 دیکھا ماتم خانۂ عالم کو ہم مانندِ ابر
ہر جگہ پر جی میں یوں آیا دمادم روئیے

1393/5 ہو جدا فردوس سے، یعنی گلی سے یار کی
مدتوں تک کھینچے غم، مثلِ آدم روئیے

1393/6 اب سے یوں کریے مقرر، اُٹھیے جب کہسار سے
وادیِ مجنوں پہ بھی اے ابر اک دم روئیے

1393/7 عشق میں تقریب گریہ گو[1] نہیں درکار میر
ایک مدت صبر ہی کا رکھیے ماتم روئیے

---

[1] نول کشور دوم، سوم اور آسی وعبادت کے یہاں 'کو' درج ہے صرف نسخۂ کالج میں 'گو' ہے جو بہتر ہے۔

﴿1394﴾

1394/1 نیلا نہیں سپہر، تجھے اشتباہ ہے — دودِ جگر سے میرے یہ چھت سب سیاہ ہے

1394/2 ابر و بہار و بادہ[1] سبھوں میں ہے اتفاق — ساقی جو تو بھی مل چلے تو واہ واہ ہے

1394/3 سرے سے ایسی آنکھیں تمہاری نہیں لگیں — احوال پر ہمارے تمہیں کب نگاہ ہے

1394/4 کس کس طرح سے ہاتھ نچاتا ہے وعظ میں — دیکھا جو شیخِ شہر عجب دست گاہ ہے

1394/5 ہے روئے عجزِ میر تری خاکِ راہ پر
یعنی کہ کام اس کا کچھ اب روبراہ ہے

﴿1395﴾

1395/1 نہیں وہ قیدِ الفت میں، گرفتاری کو کیا جانے — تکلف برطرف، بے مہر ہے، یاری کو کیا جانے

1395/2 وہ ہے اک مندرسِ نالہ مبارک مرغِ گلشن کو — وہ اس ترکیبِ نو کی نالہ و زاری کو کیا جانے

1395/3 ستم ہے تیری خوئے خشمگیں پر تک بھی دل جوئی — دل آزاری کی باتیں کر، تو دلداری کو کیا جانے

1395/4 گلہ اپنی جفا کا سن کے مت آزردہ ہو ظالم — نہیں تہمت ہے تجھ پر، تو جفا کاری کو کیا جانے

1395/5 ترا ابرام اُس کی سادگی پر میر میں مانا
بھلا ایسا جو ناداں ہو، وہ عیاری کو کیا جانے

﴿1396﴾

1396/1 جوشِ دل آئے بہم دیدۂ گریان ہوئے — کتنے اک اشک ہوئے جمع کہ طوفان ہوئے

1396/2 کیا چھپیں شہرِ محبت میں ترے خانہ خراب — گھر کے گھر ان کے ہیں اس بستی میں ویران ہوئے

1396/3 کس نے لی رخصتِ پرواز پس از مرگ نسیم — مشتِ پر باغ میں آتے ہی پریشان ہوئے

1396/4 سبزہ و لالہ و گل، ابر و ہوا ہے، مے دے — ساقی ہم توبہ کے کرنے سے پشیمان ہوئے

1396/5 دعوئ خوش دہنی گرچہ اُسے تھا، لیکن — دیکھ کر منہ کو ترے، گل کے تئیں کان ہوئے

1396/6 جامِ خوں بن نہیں ملتا ہے ہمیں صبح کو آب — جب سے اس چرخِ سیہ کاسہ کے مہمان ہوئے

1396/7 اپنے جی ہی نے نہ چاہا کہ پئیں آبِ حیات
یوں تو ہم میر اِسی چشمے پہ بے جان ہوئے

﴿1397﴾

1397/1 یا رب کوئی ہو، عشق کا بیمار نہ ہووے — مر جائے، ولے اُس کو یہ آزار نہ ہووے

1397/2 زنداں میں پھنسے، طوق پڑے، قید میں مر جائے — پر دامِ محبت میں گرفتار نہ ہووے

1397/3 اس واسطے کانپوں ہوں کہ ہے آہ نپٹ سرد — یہ بادِ کلیجے کے کہیں پار نہ ہووے

1397/4 صد نالۂ جاں کاہ ہیں وابستہ چمن سے — کوئی بال شکستہ پسِ دیوار نہ ہووے

1397/5 پژمردہ بہت ہے گل و گلزار ہمارا — شرمندۂ یک گوشۂ دستار نہ ہووے

---

[1] 'ابرو بہار و باد' نسخۂ آسی میں جب کہ نول کشور دوم، سوم اور نسخۂ کالج میں 'ابرو بہار و بادہ' ہے۔

1397/6
مانگے ہے دعا خلق، تجھے دیکھ کے ظالم
یا رب کسو کو اس سے سروکار نہ ہووے

1397/7-11
ہوں دوست جو کہتا ہوں سن اے جان کے دشمن (قطعہ)
بہتر تو تجھے ترک ہے، تا خوار نہ ہووے

خوباں برے ہوتے ہیں، اگرچہ ہیں نکو رُو
بے جرم کہیں ان کا گنہ گار نہ ہووے

باندھے نہ پھرے خون پر اپنی تو کمر کو
یہ جانِ سبک تن پہ ترے بار نہ ہووے

چلتا ہے رہِ عشق ہی اس پر بھی چلے تو
پر ایک قدم چل کہیں زنہار نہ ہووے

صحرائے محبت ہے، قدم دیکھ کے رکھ میر
یہ سیرِ سرِ کوچہ و بازار نہ ہووے

﴿1398﴾

1398/1
برقع کو اُٹھا چہرے سے وہ بت اگر آوے
اللہ کی قدرت کا تماشا نظر آوے

1398/2
اے ناقۂ لیلیٰ دو قدم راہ غلط کر
مجنون ز خود رفتہ کبھو راہ پر آوے

1398/3
ٹک بعد مرے، میرے طرف داروں کنے تو
کوئی بھیجیو ظالم کہ تسلی تو کر آوے

1398/4
کیا ظرف ہے گردونِ تنک حوصلہ کا جو
آشوبِ فغاں کے مرے عہدے سے بر آوے

1398/5
[1]ممکن نہیں آرام دے بے تابی جگر کی
جب تک نہ پلک پر کوئی ٹکڑا نظر آوے

1398/6
مت ممتحنِ باغ ہو اے غیرتِ گلزار
گل کیا کہ جسے آگے ترے بات کر آوے

1398/7
کھلنے[2] میں ترے منہ کے کلی پھاڑے گریباں
ہلنے میں ترے ہونٹوں کے گل برگ تر آوے

1398/8
ہم آپ سے جاتے رہے ہیں ذوقِ خبر میں
اے جانِ بلب آمدہ رہ، تا خبر آوے

1398/9
کہتے ہیں ترے کوچے سے میر آنے کہے ہے
جب جانیے وہ خانہ خراب اپنے گھر آوے

1398/10
[3]ہے جی میں غزل در غزل اے طبع یہ کہیے
شاید کہ نظیری کے بھی عہدے سے بر آوے

﴿1399﴾

1399/1
جب نام ترا لیجیے تب چشم بھر آوے
اس زندگی کرنے کو کہاں سے جگر آوے

1399/2
تلوار کا بھی مارا خدا رکھے ہے ظالم
یہ تو ہو کوئی گورِ غریباں میں در آوے

1399/3
مے خانہ وہ منظر ہے کہ ہر صبح جہاں شیخ
دیوار پہ خورشید کا مستی سے سر آوے

1399/4
کیا جانیں وہ مرغانِ گرفتار چمن کو
جن تک کہ بصد ناز نسیم سحر آوے

1399/5
تو صبح قدم رنجہ کرے ٹک تو ہے ورنہ
کس واسطے عاشق کی شبِ غم بسر آوے

1399/6
ہر سو سرِ تسلیم رکھے صیدِ حرم ہیں
وہ صید فگن تیغ بکف تا کدھر آوے

1399/7
دیواروں سے سر مارتے پھرنے کا گیا وقت
اب تو ہی مگر آپ کبھو در سے در آوے[4]

---

1. نسخۂ آسی اور مجلس نے شعر ۵ سے قبل قطعہ درج کیا ہے جب کہ یہ اشعار قطعہ بند نہیں ہیں، سب الگ الگ مضمون کے حامل اشعار ہیں۔
2. نسخۂ آسی میں 'کھلتے' ہے جب کہ نول کشور دوم، سوم اور نسخۂ کالج میں 'کھلنے' ہے، جو بہتر بھی ہے۔
3. نسخۂ آسی میں اس غزل کے آخری شعر کو دوسری غزل کا مطلع قرار دے کر درج کیا۔ چونکہ اس سے پہلے والے شعر میں تخلص استعمال ہوا (غلط طور پر) آسی صاحب نے اُسے آخری شعر تصور کر لیا ہے۔
4. مصرع ثانی کا متن نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم کے مطابق ہے ورنہ نسخۂ آسی میں 'اب تو ہی مگر اب کبھو اس اور در آوے' ہے۔

1399/8 واعظ نہیں کیفیتِ مے خانہ سے آگاہ — اک جرعہ بدل ورنہ یہ مندیل دھر[1] آوے

1399/9 صنّاع ہیں سب خوار، ازاں جملہ ہوں میں بھی — ہے عیب بڑا اُس میں جسے کچھ ہنر آوے

1399/10 اے وہ کہ تُو بیٹھا ہے سرِ راہ پہ زنہار (قطعہ) — کہیو جو کبھو میر بلا کش ادھر آوے

1399/11 مت دشتِ محبت میں قدم رکھ کہ خضر کو
ہر گام پہ اس رہ میں سفر سے حذر آوے

﴿1400﴾

1400/1 لگوائے پتھر اور برا بھی کہا کیے — تم نے حقوق دوستی کے سب ادا کیے

1400/2 کھینچا تھا آہِ شعلہ فشاں نے جگر سے سر — برسوں تئیں پڑے ہوئے جنگل جلا کیے

1400/3 غنچے نے ساری طرز ہماری ہی اخذ کی — ہم جو چمن میں برسوں گرفتہ رہا کیے

1400/4 تدبیرِ عشق میں بھی نہ کرتے قصور، یار — جو اس مرض میں ہوتے بھلے ہم دوا کیے

1400/5 جوں نے، نہ تیرے کشتے کے لب سے رہی فغاں — ہر چند بند بند بھی اُس کے جدا کیے

1400/6 کیا حرف دل نشیں ہو مرا، جیسے خط مدام — اغیارِ رُوسیاہ ترے منہ لگا کیے

1400/7 پھر شام آشنا نہ کبھو نکلے گل رُخاں — ہر صبح ان سے برسوں تئیں ہم ملا کیے

1400/8 بے عیب ذات ہے گی خدا ہی کی اے بُتاں — تم لوگ خوبرو جو کیے بے وفا کیے

1400/9 اب خاک سی اُڑے ہے منہ اوپر وگرنہ میر
اس چشمِ گریہ ناک سے دریا بہا کیے

﴿1401﴾

1401/1 کروں جو آہ زمین و زمان جل جاوے — سپہرِ نیلی کا یہ سائبان جل جاوے

1401/2 دی آگ دل کو محبت نے جب سے جلتا ہوں — میں جس طرح کسو کا خانمان جل جاوے

1401/3 دوا پذیر نہیں اے طبیب تپ غم کی — بدن میں ٹک رہے تو استخوان جل جاوے

1401/4 نہ آوے سوزِ جگر منہ پہ شمع ساں اے کاش — بیان کرنے سے آگے زبان جل جاوے

1401/5 ہمارے نالے بھی آتش ہی کے ہیں پرکالے — سنے تو بلبلِ نالاں کی جان جل جاوے

1401/6 ہزار حیف کہ دل خار وخس سے باندھے کوئی — خزاں میں برق گرے، آشیان جل جاوے

1401/7 متاعِ سینہ سب آتش ہے، فائدہ کس کا — خیال یہ ہے مبادا دکان جل جاوے

1401/8 نہ پوچھ کچھ لبِ ترسا بچے کی کیفیت — کہوں تو دخترِ رز کی دکان[2] جل جاوے

1401/9 نہ بول میر سے مظلومِ عشق ہے وہ غریب
مبادا آہ کرے، سب جہان جل جاوے

---

[1] نسخۂ آسی میں 'دھر' کی جگہ 'ہر' غلط ہے۔ نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں متن 'دھر' ہے جو بہتر بھی ہے۔

[2] نسخۂ آسی ص ۶۷۱ پر 'دکان' کی جگہ '۔۔۔ن' درج ہوا ہے اور یہی درست بھی ہے کہ ایک تو دکان کا قافیہ شعرے میں بندھ چکا ہے دوسرے یہاں یہ لفظ زیادہ کارآمد نہیں، تاہم تقاضائے شائستگی کے سبب نول کشور دوم، سوم کے متن کے مطابق 'دکان' ہی درج کیا جاتا ہے۔

﴿1402﴾

1402/1 گزارِ خوش نگاہاں جس میں ہے، میرا بیاباں ہے — سوادِ بزِ مجنوں تو چراگاہِ غزالاں ہے

1402/2 کرے ہے خندۂ دنداں نما تو، میں بھی روؤں گا — چمکتی زور ہے بجلی، مقرر آج باراں ہے

1402/3 چمن پر نوحہ وزاری سے کس گل کا یہ ماتم ہے — جو شبنم ہے تو گریاں ہے جو بلبل ہے تو نالاں ہے

1402/4 ہر اک مژگاں پہ میرے اشک کے قطرے جھمکتے ہیں — تماشا مفتِ خوباں ہے، لبِ دریا چراغاں ہے

1402/5 کیا تھا جا بجا رنگیں لہو تجھ ہجر میں رو کر
گریباں میر کا دیکھا مگر گل چیں کا داماں ہے

﴿1403﴾

1403/1 اپنا شعار پوچھو تو مہرباں وفا ہے — پر اُس کے جی میں ہم سے کیا جانیے کہ کیا ہے

1403/2 بالیں پہ میری آ کر ٹک دیکھ شوقِ دیدار — سارے بدن کا جی اب آنکھوں میں آ رہا ہے

1403/3 بے اُس کے رک کے مرتے گرمیِ عشق میں تو — کرتے ہیں آہ جب تک تب تک ہی کچھ ہوا ہے

1403/4 شکوہ ہے رونے کا یہ بے گانگی سے تیری — مژگانِ تر وگرنہ آنکھوں میں آشنا ہے

1403/6 مت کر زمینِ دل میں تخمِ امید ضائع — بوٹا جو یاں اُگا ہے سو اُگتے ہی جلا ہے

1403/7 شرمندہ ہوتے ہیں گے خورشید و ماہ دونوں — خوبی نے منہ کی تیرے ظالم قراں کیا ہے

1403/8 اے شمعِ بزمِ عاشق روشن ہے یہ کہ تجھ بن — آنکھوں میں میری عالم تاریک ہو گیا ہے

1403/9 جیتے ہی جی تلک ہیں سارے علاقے سو تو — عاشق ترا مجرد فارغ ہی ہو چکا ہے

1403/10 صد سحر و یک رقیمہ خط میر جی کا دیکھا
قاصد نہیں چلا ہے، جادو مگر چلا ہے

﴿1404﴾

1404/1 حرم کو جایئے یا دیر میں بسر کریے — تری تلاش میں اک دل کدھر کدھر کریے

1404/2 کٹے ہے دیکھیے یوں عمر کب تلک اپنی — کہ سنیے نام ترا اور چشم تر کریے

1404/3 وہ مستِ ناز تو مچلا ہے کیا جتایئے حال — جو بے خبر ہو بھلا اُس کے تئیں خبر کریے

1404/4 ہوا ہے دن تو جدائی کا سو تعب سے شام — شبِ فراق کس اُمید پر سحر کریے

1404/5 جہاں کا دید بجز ماتمِ نظارہ نہیں — کہ دیدنی ہی نہیں جس پہ یاں نظر کریے

1404/6 جیوں سے جاتے ہیں ناچار آہ کیا کیا لوگ — کبھو تو جانبِ عشاق تجھی گزر کریے

1404/7 ستم اُٹھانے کی طاقت نہیں ہے اب اُس کو
جو دل میں آوے تو ٹک رحم میر پر کریے

﴿1405﴾

(قبل از 1752ء)

1405/1 مشہور چمن میں تری گل پیرہنی ہے — قرباں ترے ہر عضو پہ نازک بدنی ہے

1405/2 عریانیِ آشفتہ کہاں جائے پس از مرگ — کشتہ ہے ترا اور یہی بے کفنی ہے

1405/3	سمجھے ہے نہ پروانہ، نہ تھامے ہے زباں شمع	وہ سوختنی ہے تو یہ گردن زدنی ہے
1405/4	لیتا ہی نکلتا ہے مرا لختِ جگر اشک	آنسو نہیں گویا کہ یہ ہیرے کی کنی ہے
1405/5	بلبل کی کفِ خاک بھی اب ہوگی پریشاں	جامے کا ترے رنگ ستم گر چمنی ہے
1405/6	کچھ تو اُبھر اے صورتِ شیریں کہ دکھاؤں	فرہاد کے ذمّے بھی عجب کوہ کنی ہے
1405/7	ہوں گرمِ سفر شامِ غریباں سے خوشی ہوں	اے صبحِ وطن تُو تو مجھے بے وطنی ہے
1405/8-9	ہر چند گدا ہوں میں ترے عشق میں لیکن	(قطعہ) ان بوالہوسوں میں کوئی مجھ سا بھی غنی ہے
	ہر اشک مرا ہے دُرِ شہوار سے بہتر	ہر لختِ جگر رشکِ عقیقِ یمنی ہے

پکڑی ہے نپٹ میر تپش اور جگر نے
شاید کہ مرے جی ہی پر اب آن بنی ہے

﴿1406﴾

1406/1	اب کر کے فراموش تو ناشاد کرو گے	پر ہم جو نہ ہوں گے تو بہت یاد کرو گے
1406/2	زنہار اگر خستہ دلاں بے ستوں جاؤ	ٹک پاسِ ہنر مندیِ فرہاد کرو گے
1406/3	غیروں پہ اگر کھینچو گے شمشیر تو خوباں	اک اور مری جان پہ بے داد کرو گے
1406/4-5	جاگہ نہیں یا روئیے جس پر نہ کھڑے ہو	(قطعہ) کچھ شور ہی شر پر تو مجھے یاد کرو گے
	اس دشت میں اے راہ رواں ہر قدم اوپر	مانندِ جرس نالہ و فریاد کرو گے

1406/6
گر دیکھو گے تم طرزِ کلام اُس کی نظر کر
اے اہلِ سخن میر کو استاد کرو گے

﴿1407﴾

1407/1	خوش سر انجام تھے وے جلد جو ہشیار ہوئے	ہم تو اے ہم نفساں دیر خبردار ہوئے
1407/2	جنسِ دل، دونوں جہاں جس کی بہا تھی اُس کا	یک نگہ مول ہوا، تم نہ خریدار ہوئے
1407/3	عشق وہ ہے کہ جو تھے خلوتیِ منزلِ قدس	وے بھی رسوائے سرِ کوچہ و بازار ہوئے
1407/4	سیرِ گلزار مبارک ہو صبا کو، ہم تو	ایک پرواز نہ کی تھی کہ گرفتار ہوئے
1407/5	اُس ستم گار کے کوچے کے ہواداروں میں	نام فردوس کا ہم لے کے گنہگار ہوئے
1407/6	وعدۂ حشر تو موہوم نہ سمجھے ہم آہ	کس توقع پہ ترے طالبِ دیدار ہوئے

1407/7
میر صاحب سے خدا جانے ہوئی کیا تقصیر
جس سے اس ظلمِ نمایاں کے سزادار ہوئے

﴿1408﴾

1408/1	ترا اے ناتوانی جو کوئی عالم میں رسوا ہے	توانائی کا منہ دیکھا نہیں اُن نے کہ کیسا ہے
1408/2	نیازِ ناتواں کیا نازِ سرِقد سے بر آوے	مثل مشہور ہے یہ تو کہ دستِ زور بالا ہے
1408/3	ابھی اک عمر رونا ہے نہ کھوؤ اشک آنکھو تم!	کرو کچھ سوجھتا اپنا تو بہتر ہے کہ دنیا ہے
1408/4	کیا اے سایۂ دیوار تو نے مجھ سے رُو پنہاں	مرے اب دھوپ میں جلنے ہی کا آثار پیدا ہے

1408/5 بھلے کو اپنے سب دوڑے ہیں یہ اپنا برا چاہے — چلن اس دل کا تم دیکھو تو دنیا سے نرالا ہے

1408/6 رہو ٹک دور ہی پھرنے دو کوچوں میں مجھے لڑکو — کرو گے تنگ اگر[1] تم اور، تو نزدیک صحرا ہے

1408/7 گلہ سن پیچشِ کاکل کا مجھ سے یوں لگا کہنے
تو اپنی فصد کر جلدی کہ تجھ کو میرؔ سودا ہے

﴿1409﴾

1409/1 گزارِ ابر اب بھی جب کبھو ادھر کو ہوتا ہے — ہماری بے کسی پر زار باراں دیر روتا ہے

1409/2 ہوا مذکور نام اُس کا کہ آنسو بہہ چلے منہ پر — ہمارے کام سارے دیدۂ تر ہی ڈبوتا ہے

1409/3 بجا ہے سینہ کوبی سنگ سے، دل خون ہوتے ہیں — جو ہمدم ایسے جاتے ہیں تو ماتم سخت ہوتا ہے

1409/4 نہ کی نشو و نما کامل، نہ کام اپنا کیا حاصل — فلک کوئی بھی دل سے تخم کو[2] بے وقت بوتا ہے

1409/5 ہلانا ابرووں کا، لے ہے زیرِ تیغ عاشق کو — پلک کا مارنا، برچھی کلیجے میں چبھوتا ہے

1409/6 کہاں اے رشکِ آبِ زندگی ہے تو کہ یاں تجھ بن — ہر اک پاکیزہ گوہر جی سے اپنے ہاتھ دھوتا ہے

1409/7 لگا مُردے کو میرے دیکھ کر وہ ناسمجھ کہنے — جوانی کی ہے نیند اُس کو کہ اس غفلت سے سوتا ہے

1409/8 پریشاں گرد سا گاہے جو مل جاتا ہے صحرا میں — اُسی کی جستجو میں خضر بھی اوقات کھوتا ہے

1409/9 نہ رکھو کان نظمِ شاعرانِ حال پر اتنے
چلو ٹک میرؔ کو سننے کہ موتی سے پروتا ہے

﴿1410﴾

1410/1 ہم تو اس کے ظلم سے ہمدم چلے — رہ سکے ہے تُو، تو رہ یاں، ہم چلے

1410/2 ٹوٹے جوں لالہ ستاں سے ایک پھول — ہم لے یاں سے داغ اک عالم چلے

1410/3 جنبشِ ابرو تو واں رہتی نہیں — کب تلک تلوار یاں ہر دم چلے

1410/4 نم جگر کے آیا آخر ہو گئے — اشکِ خونی کچھ مژہ پر جم چلے

1410/5 دیکھیے بختِ زبوں کیا کیا دکھائے — تم تو خوباں ہم سے ہو برہم چلے

1410/6 بھاگنے پر بیٹھے تھے گویا غزال — تیری آنکھیں دیکھتے ہی رم چلے

1410/7 مجھ سے ناشائستہ کیا دیکھا کہ میرؔ
آتے آتے کچھ جو آنسو تھم چلے

﴿1411﴾

1411/1 غیر نے ہم کو ذبح کیا، نے طاقت ہے، نے یارا ہے — اُس کتے نے کر کے دلیری صید حرم کو مارا ہے

1411/2 باغ کو تجھ بن اپنے بھائیں آتش دی ہے بہاراں نے — ہر غنچہ اخگر ہے ہم کو، ہر گل ایک انگارا ہے

1411/3 جب تجھ بن لگتا ہے تڑپنے، جائے ہے نکلا ہاتھوں سے — ہے جو گرہ سینے میں، اُس کو دل کہیے یا پارا ہے

---

[1] مصرعِ اول میں 'مجھے' کے بعد مصرعِ ثانی میں 'اُسے' نہایت بے محل ہے جب کہ سبھی نسخوں میں یہی درج ہوا، لہٰذا حاشیہ نسخۂ آسی کے بموجب 'اگر' سے بدلا جا رہا ہے۔

[2] تمام نسخوں میں 'گہہ' درج ہے جس کا یہاں محل نہیں۔ نسخۂ آسی کے حاشیے کے مطابق 'کو' شاملِ متن کیا جاتا ہے۔

1411/4 راہِ حدیث جو ٹک بھی نکلی کون سکھاوے ہم کو پھر — روئے سخن پر کس کو دے وہ شوخ بڑا عیارا ہے

1411/5 کام اُس کا ہے خون افشانی ہر دم تیری فرقت میں — چشم کو میری آ کر دیکھ اب، لوہو کا فوارا ہے

1411/6 بال کھلے وہ شب کو شاید بسترِ ناز پہ سوتا تھا — آئی نسیمِ صبح جو ایدھر، پھیلا عنبر سارا ہے

1411/7 کس دن دامن کھینچ کے اُن نے یار سے اپنا کام لیا
مدت گزری دیکھتے ہم کو، میر بھی اک ناکارا ہے

﴿1412﴾

1412/1 بندِ قبا کو خوباں جس وقت وا کریں گے — خمیازہ کش جو ہوں گے ملنے کے، کیا کریں گے

1412/2 رونا یہی ہے مجھ کو تیری جفا سے ہر دم — یہ دل دماغ دونوں کب تک وفا کریں گے

1412/3 ہے دین سر کا دینا گردن پہ اپنی خوباں — جیتے ہیں تو تمھارا یہ قرض ادا کریں گے

1412/4 درویش ہیں ہم آخر دو اک[1] نگہ کی رخصت — گوشے میں بیٹھے پیارے تم کو دعا کریں گے

1412/5 آخر تو روزے آئے دو چار روز ہم بھی — ترسا بچوں میں جا کر دارو پیا کریں گے

1412/6 عالم مرے ہے تجھ پر، آئی اگر قیامت — تیری گلی کے ہر سو محشر ہوا کریں گے

1412/7 دامانِ دشت سوکھا ابروں کی بے تہی سے — جنگل میں رونے کو اب ہم بھی جلا کریں گے

1412/8 لائی تری گلی تک آوارگی ہماری — ذلت کی اپنی اب ہم عزت کیا کریں گے

1412/9 احوالِ میر کیونکر آخر ہو ایک شب میں
اک عمر ہم یہ قصہ تم سے کہا کریں گے

﴿1413﴾

1413/1 ہم ہوئے، تم ہوئے کہ میر ہوئے — اُس کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

1413/2 جن کی خاطر کی استخواں شکنی — سو ہم اُن کے نشانِ تیر ہوئے

1413/3 نہیں آتے کسو کی آنکھوں میں — ہو کے عاشق بہت حقیر ہوئے

1413/4 آگے یہ بے ادائیاں کب تھیں — اِن دنوں تم بہت شریر ہوئے

1413/5 اپنے روتے ہی روتے صحرا کے — گوشے گوشے میں آب گیر ہوئے

1413/6-8 ایسی ہستی عدم میں داخل ہے (قطعہ) — نے جواں ہم، نہ طفلِ شیر ہوئے
ایک دم تھی نمودِ بود اپنی — یا سفیدی کی، یا اخیر ہوئے
یعنی مانندِ صبح دنیا میں — ہم جو پیدا ہوئے سو پیر ہوئے

1413/9 مت مل اہلِ دول کے لڑکوں سے
میر جی اِن سے مل فقیر ہوئے

﴿1414﴾

1414/1 توجہ تیری اے[2] حیرت مری آنکھوں پہ کیا کم ہے — جو میں ہر یک مژہ دیکھوں کہ یہ تر ہے کہ یہ نم ہے

---

[1] نسخۂ مجلس میں 'یک نگہ' بغیر اختلاف از آسی درج ہے جب کہ آسی کے یہاں 'اک' ہے۔

[2] آسی کے نسخے میں 'اے' کی بجائے 'ہے' درست نہیں۔ نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'اے' موجود ہے۔

1414/2 کرے ہے مو پریشاں غم، وفا! تو تعزیت[1] تُو لے — حیا کر حقِ صحبت کی، کہ اِس بے کس کا ماتم ہے

1414/3 دو رنگی دہر کی پیدا ہے، یاں سے دل اُٹھا اپنا — کسو کے گھر میں شادی ہے، کہیں ہنگامۂ غم ہے

1414/4 کہیں آشفتگاں سے میر مقصد ہووے ہے حاصل
جو زلفیں اُس کی درہم ہیں، مرا بھی کام برہم ہے

﴿1415﴾

1415/1 جب کہ پہلو سے یار اُٹھتا ہے — درد بے اختیار اُٹھتا ہے

1415/2 اب تلک بھی مزارِ مجنوں سے — ناتواں اک غبار اُٹھتا ہے

1415/3 ہے بگولا غبار کس کا میر
کہ جو ہو بے قرار اُٹھتا ہے

﴿1416﴾

1416/1 کیا مرے سروِ رواں کا کوئی مائل ایک ہے — سینکڑوں ہم خوں گرفتہ ہیں، وہ قاتل ایک ہے

1416/2 راہ سب کو ہے خدا سے جان اگر پہنچا ہے تو — ہوں طریقے مختلف کتنے ہی، منزل ایک ہے

1416/3 اُس مرے بت نے سبھوں کو حق سے توڑا اپنا کیا — کام میں اپنے بھی وہ معبودِ باطل ایک ہے

1416/4 کیا عرب میں، کیا عجم میں ایک لیلیٰ کا ہے شور — مختلف ہوں گو عبارات، ان کا محمل ایک ہے

1416/5 ایک سے ہے خرمنِ غم، دانۂ اشک ایک ہے — دیدہ و دل الغرض دونوں کا حاصل ایک ہے

1416/6 اُس شکار افگن کے کوچے سے نہیں جاتا ہے ظلم — ایک اگر جی سے گیا تو نیم بسمل ایک ہے

1416/7 چشم و ابرو، ناز و خوبی، زلف و کاکل، خال و خط — دیکھیے کیا ہو، بلائیں اتنی ہیں، دل ایک ہے

1416/8 کام کچھ دنیا کے آسانی میں ہو تو میر کر
مردنِ دشوار بھی درپیش منزل ایک ہے

﴿1417﴾

1417/1 جب تک کڑی اٹھائی گئی، ہم کڑے رہے — ایک ایک سخت بات پہ برسوں اَڑے رہے

1417/2 اب کیا کریں نہ صبر ہے دل کو نہ جی میں تاب — کل اس گلی میں آٹھ پہر غش پڑے رہے

1417/3 وہ گل کو خوب کہتی تھی، میں اس کے رو تئیں — بلبل سے آج باغ میں جھگڑے بڑے رہے

1417/4 فرہاد و قیس ساتھ کے سب، کب کے چل بسے — دیکھیں نباہ کیوں کے ہو اب ہم بچھڑے رہے

1417/5 کس کے تئیں نصیب گلِ فاتحہ ہوئے — ہم سے ہزاروں اس کی گلی میں گڑے رہے

1417/6-7 برسوں تلک نہ آنکھ ملی ہم سے یار کی (قطعہ)[2] — پھر گو کہ ہم بصورت ظاہر اڑے رہے

یعنی کہ اپنے عشق کے حیرانِ کار میر
دیوار کے سے نقش در اوپر کھڑے رہے

---

[1] نسخۂ کالج سے نول کشوری اشاعتوں تک، اس مصرع کا متن کسی بھی نسخے میں بامعنی نہیں، فائق صاحب کے مشورے پر 'تعزیہ' کو 'تعزیت' کر او روقوف و اعراب کے ذریعے ایک گمشدہ مصرع اور شعر کو بامعنی بنانے کی جسارت کا اعتراف ہے۔

[2] نسخۂ آسی میں یہ دو شعر جن کا مضمون ایک ہے کہ ساتواں شعر چھٹے شعر کے خیال کو بہ اندازِ تجسیم و تمثیل بیان کرتا ہے، قطعہ قرار نہیں دیا، نسخۂ مجھ انہیں قطعہ لکھا لیکن آسی کے نسخے سے اختلاف مذکور نہیں کیا۔

﴿1418﴾

1418/1 شش جہت سے اس میں ظالم بوئے خوں کی راہ ہے — تیرا کوچہ، ہم سے تو کہہ، کس کی بسمل گاہ ہے

1418/2 ایک تھمنے[1] کا نہیں مژگاں تلک بوجھل ہیں سب — کاروانِ لختِ دل ہر اشک کے ہمراہ ہے

1418/3 ہم جوانوں کو نہ چھوڑا، اس سے سب پکڑے گئے — یہ دو سالہ دخترِ رز کس قدر شتّاہ ہے

1418/4 پا برہنہ، خاک سر میں، مُو پریشاں، سینہ چاک — حال میرا دیکھنے آ، تیرے ہی دلخواہ ہے

1418/5 اس جنوں پر میر کوئی بھی پھرے ہے شہر میں
جادۂ صحرا سے کر سازش جو تجھ سے راہ ہے

﴿1419﴾

1419/1 مشکل ہے ہونا روکش رخسار کی جھلک کے — ہم تو بشر ہیں، اُس جا پر جلتے ہیں مَلک کے

1419/2 مرتا ہے کیوں تو ناحق یاری برادری پر — دنیا کے سارے ناتے ہیں جیتے جی تلک کے

1419/3 کہتے ہیں گور میں بھی ہیں تین روز بھاری — جاویں کدھر الٰہی مارے ہوئے فلک کے

1419/4 لاتے نہیں نظر میں غلطانیِ گہر کو — ہم معتقد ہیں اپنے آنسو ہی کی ڈھلک کے

1419/5 کل اک مژہ نچوڑے، طوفانِ نوح آیا
فکرِ فشار میں ہوں میر آج ہر پلک کے

﴿1420﴾

1420/1 تاچند ترے غم میں یوں زار رہا کیجے — اُمیدِ عیادت پر بیمار رہا کیجے

1420/2 نے اب ہے جگر کاوی، نے سینہ خراشی ہے — کچھ جی میں یہ آئے ہے بے کار رہا کیجے

1420/3 کیفیتِ چشماں اب معلوم ہوئی اُس کی — یہ مست ہیں دو خونی، ہشیار رہا کیجے

1420/4 دل جاوے تو اب جاوے ہو خوں تو جگر ہووے — اک جان ہے، کس کس کے غم خوار رہا کیجے

1420/5 ہے زیست کوئی یہ بھی جو میر کرے ہے تو
ہر آن میں مرنے کو تیار رہا کیجے

﴿1421﴾

1421/1 طاقت نہیں ہے جی میں، نے اب جگر رہا ہے — پھر دل ستم رسیدہ اک ظلم کر رہا ہے

1421/2 مارا ہے کس کو ظالم اس بے سلیقگی سے — دامن تمام تیرا لوہو میں بھر رہا ہے

1421/3 پہنچا تھا تیغ کھینچے مجھ تک، جو بولے دشمن — کیا مارتا ہے اِس کو یہ آپھی مر رہا ہے

1421/4 آنے کہا ہے میرے خوش قد نے رات گزرے — ہنگامۂ قیامت اب صبح پر رہا ہے

1421/5 چل ہم نشیں کہ دیکھیں آوارہ میر کو ٹک
خانہ خراب وہ بھی آج اپنے گھر رہا ہے

---

[1] نول کشوری نسخوں بشمول آسی اور نسخۂ کالج میں بھی 'نبھنے' درج ہے، حاشیے میں آسی نے اور مجلس کے متن میں فائق نے 'تھمنے' درج کیا، اس سے بہتر ہے کہ 'تھمنے' کو ہی کیوں نہ اختیار کیا جائے۔

1422

1422/1	قرارِ دل کا یہ کاہے کو ڈھنگ تھا آگے	ہمارے چہرے کے اوپر بھی رنگ تھا آگے
1422/2	اُٹھائیں تیرے لیے بد زبانیاں اُن کی	جنہوں کی ہم کو خوشامد سے ننگ تھا آگے
1422/3	ہماری آہوں سے سینے پہ ہو گیا بازار	ہر ایک زخم کا کوچہ جو تنگ تھا آگے
1422/4	رہا تھا شمع سے مجلس میں دوش کتنا فرق	کہ جل بجھے تھے یہ ہم پر پتنگ تھا آگے
1422/5	کیا خراب تغافل نے اس کے ورنہ میرؔ	ہر ایک بات پہ دشنام و سنگ تھا آگے

1423

1423/1	تجھ بن خراب و خستہ، زبوں خوار ہو گئے	کیا آرزو تھی ہم کو کہ بیمار ہو گئے
1423/2	خوبیِ بخت دیکھ کہ خوبانِ بے وفا	بے ہیچ میرے درپئے آزار ہو گئے
1423/3	ہم نے بھی سیر کی تھی چمن کی پر اے نسیم	اُٹھتے ہی آشیاں سے، گرفتار ہو گئے
1423/4	وہ تو گلے لگا ہوا سوتا تھا خواب میں	بخت اپنے سو گئے کہ جو بیدار ہو گئے
1423/5	اپنی یگانگی ہی کیا کرتے ہیں بیاں	اغیارِ روسیاہ بہت یار ہو گئے
1423/6	لائی تھی شیخوں پر بھی خرابی تری نگاہ	بے طالعی سے اپنی وے[1] ہشیار ہو گئے
1423/7	کیسے ہیں وے کہ جیتے ہیں صد سال ہم تو میرؔ	اس چار دن کی زیست میں بیزار ہو گئے

1424

1424/1	تنگ آئے ہیں، دل اس جی سے اُٹھا بیٹھیں گے	بھوکوں مرتے ہیں کچھ اب یار بھی کھا بیٹھیں گے
1424/2	اب کے بگڑے گی اگر اُن سے تو اس شہر سے جا	کسو ویرانے میں تکیہ ہی بنا بیٹھیں گے
1424/3	معرکہ گرم تو تک ہونے دو خوں ریزی کا	پہلے تلوار کے نیچے ہمیں جا بیٹھیں گے
1424/4	ہوگا ایسا بھی کوئی روز کہ مجلس سے کبھو	ہم تو اک آدھ گھڑی اُٹھ کے جدا بیٹھیں گے
1424/5	جا نہ اظہارِ محبت پہ ہوس ناکوں کے	وقت کے وقت یہ سب منہ کو چھپا بیٹھیں گے
1424/6	دیکھیں وہ غیرتِ خورشید کہاں جاتا ہے	اب سرِ راہ دمِ صبح سے آ بیٹھیں گے
1424/7	بھیڑ ٹلتی ہی نہیں آگے سے اُس ظالم کے	گردنیں یار کسی روز کٹا بیٹھیں گے
1424/8	کب تلک گلیوں میں سودائی سے پھرتے رہیے	دل کو اس زلفِ مسلسل سے لگا بیٹھیں گے
1424/9	شعلہ افشاں اگر ایسی ہی رہی آہ تو میرؔ	گھر کو ہم اپنے کسو رات جلا بیٹھیں گے

---

[1] نسخۂ آسی میں 'وہ' مجلس میں 'وے' لیکن اختلاف نسخ مذکور نہیں۔

﴿1425﴾

1425/1	نالہ تا آسمان جاتا ہے	شور سے جیسے بان جاتا ہے
1425/2	دل عجب جائے ہے ولیکن مفت	ہاتھ سے یہ مکان جاتا ہے
1425/3	کیا خرابی ہے مے کدے کی سہل	محتسب اک جہان جاتا ہے
1425/4	جب سرِ راہ آوے ہے وہ شوخ	ایک عالم کا جان جاتا ہے
1425/5	اُس سخن ناشنو سے کیا کہیے	غیر کی بات مان جاتا ہے
1425/6	عشق کے داغ کا عبث ہے علاج	کوئی اب یہ نشان جاتا ہے
1425/7	گو وہ ہرجائی آئے اپنی اور	سو طرف ہی گمان جاتا ہے

1425/8
میر گو[1] عمرِ طبعی کو پہنچا
عشق میں جوں جوان جاتا ہے

﴿1426﴾

(قبل از 1752ء)

1426/1	مر ہی جاویں گے بہت ہجر میں ناشاد رہے	بھول تو ہم کو گئے ہو یہ تمہیں یاد رہے[2]
1426/2	ہم سے دیوانے رہیں شہر میں، سبحان اللہ!	دشت میں قیس رہے[3]، کوہ میں فرہاد رہے
1426/3	کچھ بھی نسبت نہ تھی جب دیر سے تب کیا تھا شیخ	ہم حرم میں بھی رہے تو ترے داماد رہے
1426/4	دور اتنی تو نہیں شامِ اجل دوری میں	تا سحر ایسی ہی جو زاری و فریاد رہے

1426/5
سر تو کٹوا ہی چکے میر، تڑپ سے تو بچیں
جو تک اک پاؤں رکھے چھاتی پہ جلاد رہے

﴿1427﴾

1427/1	جب رونے بیٹھتا ہوں تب کیا کسر رہے ہے	رومال دو دو دن تک جوں ابر تر رہے ہے
1427/2	آہِ سحر کی میری برچھی کے وسوسے سے	خورشید کے منہ اوپر اکثر سپر رہے ہے
1427/3	آگہ تو رہیے اُس کی طرزِ رہ و روش سے	آنے میں اُس کے لیکن کس کو خبر رہے ہے
1427/4	اِن روزوں اتنی غفلت اچھی نہیں اِدھر سے	اب اضطراب ہم کو دو دو پہر رہے ہے
1427/5	آبِ حیات کی سی ساری روش ہے اُس کی	پر جب وہ اُٹھ چلے ہے، اک آدھ مر رہے ہے
1427/6	تلوار اب لگا ہے بے ڈول پاس رکھنے	خون آج کل کسو کا وہ شوخ کر رہے ہے
1427/7	در سے کبھو جو آتے دیکھا ہے میں نے اُس کو	تب سے اُدھر ہی اکثر میری نظر رہے ہے
1427/8	آخر کہاں تلک ہم اک روز ہو چکیں گے	برسوں سے وعدۂ شب ہر صبح پر رہے ہے

1427/9
میر اب بہار آئی، صحرا میں چل جنوں کر
کوئی بھی فصلِ گل میں نادان گھر رہے ہے

---

1. نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں 'تو' ہے، آسی اور مجلس میں 'گو' شعر کے مفہوم کے مطابق 'گو' بہتر ہے۔
2. نکات الشعرا میں مصرع یوں ہے 'بھول تو گئے ہو ہمیں پر یہ تمہیں یاد رہے'۔
3. نکات الشعرا میں 'رہیں' کی جگہ 'پھریں' اور 'رہے' کی بجائے 'پھرے' درج متن ہے۔

﴾1428﴿

1428/1 نالے کا آج دل سے پھر لب تلک گزر ہے — ٹک گوش رکھیو ایدھر ساتھ اس کے کچھ خبر ہے

1428/2 اے حبِ جاہ والو! جو آج تاجور ہے — کل اُس کو دیکھیو تم ، نے تاج ہے نہ سر ہے

1428/3 اب کے ہوائے گل میں سیرابی ہے نہایت — جوئے چمن پہ سبزہ ، مژگانِ چشمِ تر ہے

1428/4 ہے ہم صفیر بے گل کس کو دماغِ نالہ — مدت ہوئی ہماری منقار زیرِ پر ہے

1428/5 شمعِ اخیرِ شب ہوں ، سن سرگزشت میری — پھر صبح ہوتے تک تو قصہ ہی مختصر ہے

1428/6 اب رحم پر اُسی کے موقوف ہے کہ یاں تو — نے اشک میں سرایت ، نے آہ میں اثر ہے

1428/7 تو ہی زمام اپنی ناقے تڑا کہ مجنوں — مدت سے نقشِ پا کے مانند راہ پر ہے

1428/8 ہم مستِ عشق واعظ ، بے ہیچ بھی نہیں ہیں — غافل جو بے خبر ہیں کچھ اُن کو بھی خبر ہے

1428/9 اب پھر ہمارا اُس کا محشر میں ماجرا ہے — دیکھیں تو اس جگہ کیا انصاف داد گر ہے

1428/10 آفت رسیدہ ہم کیا سر کھینچیں اس چمن میں — جوں نخلِ خشک ہم کو نے سایہ ، نے ثمر ہے

1428/11 کر میرؔ اس زمیں میں اور اک غزل تو موزوں — ہے حرف زن قلم بھی ، اب طبع بھی ادھر ہے

﴾1429﴿

1429/1 ڈھونڈھا نہ پایئے جو اس وقت میں ، سو زر ہے — پھر چاہ جس کی مطلق ہے ہی نہیں ، ہنر ہے

1429/2 ہر دم قدم کو اپنے رکھ احتیاط سے یاں — یہ کار گاہ ساری دکانِ شیشہ گر ہے

1429/3 ڈھاہا جنھوں نے اِس کو اُن پر خرابی آئی — جانا گیا اِسی سے دل بھی کسو کا گھر ہے

1429/4 تجھ بن شکیب کب تک بے فائدہ ہوں نالاں — مجھ نالہ کش کے تو اے فریاد رس کدھر ہے

1429/5 صید افگنو ! ہمارے دل کو ، جگر کو دیکھو — اک تیر کا ہدف ہے ، اک تیغ کا سپر ہے

1429/6 اہلِ زمانہ رہتے اک طور پر نہیں ہیں — ہر آن مرتبے سے اپنے اُنہیں سفر ہے

1429/7 کافی ہے مُہرِ قاتل محضر پہ خوں کے میرے — پھر جس جگہ یہ جاوے اُس جا ہی معتبر ہے

1429/8 تیری گلی سے بچ کر کیوں مہر و مہ نہ نکلیں — ہر کوئی جانتا ہے اس راہ میں خطر ہے

1429/9 وے دن گئے کہ آنسو روتے تھے میرؔ ، اب تو — آنکھوں میں لختِ دل ہے یا پارۂ جگر ہے

﴾1430﴿

1430/1 شب شمع پر پتنگ کے آنے کو عشق ہے — اس دل جلے کی تاب کے لانے کو عشق ہے

1430/2 سر مار مار سنگ سے مردانہ جی دیا — فرہاد کے جہان سے جانے کو عشق ہے

1430/3 اُٹھیو سمجھ کے جا سے کہ مانندِ گردباد — آوارگی سے تیری زمانے کو عشق ہے

1430/4 بس اے سپہر سعی سے تیری تو روز و شب — یاں غم ستانے کو ہے ، جلانے کو عشق ہے

1430/5 بیٹھی جو تیغِ یار تو سب تجھ کو کھا گئی — اے سینے ! تیرے زخم اُٹھانے کو عشق ہے

1430/6 اک دم میں تو نے پھونک دیا دو جہاں کے تئیں[1] — اے عشق تیرے آگ لگانے کو عشق ہے

1430/7 سودا ہو، تپ ہو میر کو تو کریے کچھ علاج
اس تیرے دیکھنے کے دِوانے کو عشق ہے

﴿1431﴾

1431/1 جب سے اُس بے وفا نے بال رکھے — صید بندوں نے جال ڈال رکھے

1431/2 ہاتھ کیا آوے، وہ کمر ہے ہیچ — یوں کوئی جی میں کچھ خیال رکھے

1431/3 رہروِ راہِ خوف ناکِ عشق — چاہیے پاؤں کو سنبھال رکھے

1431/4 پہنچے ہر اک نہ درد کو میرے — وہ ہی جانے جو ایسا حال رکھے

1431/5 ایسے زر دوست ہو تو خیر ہے اب — ملیے اُس سے جو کوئی مال رکھے

1431/6 بحث ہے ناقصوں سے، کاش فلک — مجھ کو اس زمرے سے نکال رکھے

1431/7 سمجھے اندازِ شعر کو میرے
میر کا سا اگر کمال رکھے

﴿1432﴾

1432/1 یاں جو وہ نونہال آتا ہے — جی میں کیا کیا خیال آتا ہے

1432/2 اُس کے چلنے کی آن کا بے حال — مدتوں میں بہ حال آتا ہے

1432/3 پر تو گزرا قفس ہی میں دیکھیں — اب کے[2] کیسا یہ سال آتا ہے

1432/4 شیخ کی تُو نماز پر مت جا — بوجھ سر کا سا ڈال آتا ہے

1432/5 آرسی کے بھی گھر میں شرم سے میر
کم ہی وہ بے مثال آتا ہے

﴿1433﴾

1433/1 پیری میں کیا جوانی کے موسم کو رویئے — اب صبح ہونے آئی ہے، اک دم تو سویئے

1433/2 رخسار اُس کے ہائے رے جب دیکھتے ہیں ہم — آتا ہے جی میں، آنکھوں کو اُن میں گڑویئے

1433/3 اخلاصِ دل سے چاہیے سجدہ نماز میں — بے فائدہ ہے ورنہ جو یوں وقت کھویئے

1433/4 کس طور آنسوؤں میں نہاتے ہیں غم کشاں — اس آبِ گرم میں تو نہ اُنگلی ڈبویئے

1433/5 مطلب کو تو پہنچتے نہیں اندھے کے سے طور — ہم مارتے پھرے ہیں یوں ہی ٹپے ٹویئے

1433/6 اب جان جسمِ خاک سے تنگ آ گئی بہت — کب تک اس ایک ٹوکری مٹی کو ڈھویئے

1433/7 آلودہ اُس گلی کے جو ہوں خاک سے تو میر
آبِ حیات سے بھی نہ وے پاؤں دھویئے

---

1. نسخۂ آسی ص ۷۷۱ 'دو جہاں تئیں' درج ہوا جب کہ نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں 'دو جہاں کے تئیں' ہے اور درست ہے۔
2. نسخۂ آسی میں 'اب کی' میر نے زیادہ تر استعمال بھی 'اب کی' ہی کیا، تاہم قدیم املا میں یائے معروف و مجہول کے التباس کو آج کے ذوقِ زبان و اسلوب کے مطابق برتا جا سکتا ہے۔ اس شعر میں 'اب کے' ہی بھلا لگتا ہے۔

﴿1434﴾

1434/1 شب گئے تھے باغ میں ہم ظلم کے مارے ہوئے ؎ جان کو اپنی گلِ مہتاب انگارے ہوئے

1434/2 گور پر میری پس از مدت قدم رنجہ کیا ؎ خاک میں مجھ کو ملا کر مہرباں بارے ہوئے

1434/3 آستینیں رکھتے رکھتے دیدۂ خوں بار پر ؎ حلقِ بسمل کی طرح لوہو کے فوارے ہوئے

1434/4 وعدے ہیں سارے خلاف و حرف ہیں یکسر فریب ؎ تم لڑکپن میں کہاں سے ایسے عیارے ہوئے

1434/5 پھرتے پھرتے عاقبت آنکھیں ہماری مند گئیں ؎ سو گئے، بے ہوش تھے ہم راہ کے ہارے ہوئے[1]

1434/6 پیار کرنے کا جو خوباں ہم پہ رکھتے ہیں گناہ ؎ ان سے بھی تو پوچھتے تم اتنے کیوں پیارے ہوئے

1434/7 تم جو ہم سے مل چلے ٹک رشک سب کرنے لگے ؎ مہرباں جتنے تھے اپنے، مدعی سارے ہوئے

1434/8 آج میرے خون پر اصرار ہر دم ہے تمھیں ؎ آئے ہو، کیا جانیے تم کس کے سنکارے ہوئے

1434/9 لیتے کروٹ ہل گئے جو کان کے موتی ترے ؎ شرم سے سر در گریباں صبح کے تارے ہوئے

1434/10 استخواں ہی رہ گئے تھے یاں دم خوں ریز میر ؎ دانتے پڑ کر نیچے اُس شوخ کے آرے ہوئے

﴿1435﴾

1435/1 کرے کیا کہ دل بھی تو مجبور ہے ؎ زمیں سخت ہے، آسماں دُور ہے

1435/2 جرس راہ میں جملہ تن شور ہے ؎ مگر قافلے سے کوئی دُور ہے

1435/3 تمنائے دل کے لیے جان دی ؎ سلیقہ ہمارا تو مشہور ہے

1435/4 نہ ہو کس طرح فکرِ انجامِ کار ؎ بھروسا ہے جس پر سو مغرور ہے

1435/5 پلک کی سیاہی میں ہے وہ نگاہ ؎ کسو کا مگر خون منظور ہے

1435/6 دل اپنا نہایت ہے نازک مزاج ؎ گرا گر یہ شیشہ تو پھر چور ہے

1435/7 کہیں جو تسلی ہوا ہو یہ دل ؎ وہی بے قراری بدستور ہے

1435/8 نہ دیکھا کہ لوہو تھا ہو کبھو ؎ مگر چشمِ خوں بار ناسور ہے

1435/9 تنک گرم تُو سنگ ریزے کو دیکھ[2] ؎ نہاں اس میں بھی شعلۂ طور ہے

1435/10 بہت سعی کریے تو مر رہیے میر ؎ بس اپنا تو اتنا ہی مقدور ہے

﴿1436﴾

1436/1 اب میر جی تو اچھے زندیق ہی بن بیٹھے ؎ پیشانی پہ دے قشقہ زنار پہن بیٹھے

1436/2 آزردہ دلِ الفت، ہم چپکے ہی بہتر ہیں ؎ سب رو اُٹھے گی مجلس، جو کر کے سخن بیٹھے

1436/3 عریان پھریں کب تک، اے کاش کہیں آ کر ؎ تہ گردِ بیاباں کی بالائے بدن بیٹھے

1436/4 پیکانِ خدنگ اُس کا یوں سینے کے اودھر ہے ؎ جوں[3] مارِ سیہ کوئی کاڑھے ہوئے پھن بیٹھے

---

[1] نسخۂ آسی اور نول کشور سوم میں 'مارے ہوئے' درست نہیں، نسخۂ کالج ص ۲۱۳ اور طبع دوم میں 'ہارے ہوئے' درست ہے۔

[2] نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم، آسی و مجلس میں 'دیکھا' ہی درج ہے جب کہ 'دیکھا' کے بعد مصرع غیر موزوں ہو جاتا ہے اور معنوی طور پر بھی 'دیکھ' ہی یہاں کار

[3] نسخۂ آسی میں 'جوں' بہتر ہے، ورنہ نول کشور دوم، سوم اور فاروقی صاحب کے یہاں بھی 'جو' ہے۔

1436/5 جز خط کے خیال اس کے کچھ کام نہیں ہم کو — سبزی پیے ہم اکثر رہتے ہیں مگن بیٹھے

1436/6 شمشیرِ ستم اُس کی اب گو کہ چلے ہر دم — شوریدہ سر اپنے سے ہم باندھ کفن بیٹھے

1436/7 بس ہو تو ادھر اودھر یوں پھرنے نہ دیں تجھ کو
ناچار ترے ہم یہ دیکھیں ہیں چلن بیٹھے

﴿1437﴾

1437/1 نہ تنہا داغ تو سینے پہ میرے اک چمن نکلے — ہر اک لختِ جگر کے ساتھ سو زخمِ کہن نکلے

1437/2 گماں کب تھا یہ پروانے پر اتنا شمع روئے گی — کہ مجلس میں سے جس کے اشک کے بھربھر لگن نکلے

1437/3 کہاں تک ناز برداری کروں شامِ غریباں کی — کہیں گردِ سفر سے جلد بھی صبحِ وطن نکلے

1437/4 جنوں، ان شورشوں پر، ہاتھ کی چالاکیاں ایسی — میں ضامن ہوں اگر ثابت بدن سے پیرہن نکلے

1437/5 حرم میں میر جتنا بت پرستی پر ہے تو مائل
خدا ہی ہو تو اتنا بت کدے میں برہمن نکلے

﴿1438﴾

(قبل از 1752ء)

1438/1 قصد گر امتحان ہے پیارے — اب تلک نیم جان ہے پیارے

1438/2 سجدہ کرنے میں سر کٹیں ہیں جہاں — سو ترا آستان ہے پیارے

1438/3 گفتگو ریختے میں ہم سے نہ کر — یہ ہماری زبان ہے پیارے

1438/4 کام میں قتل کے مرے تن دے — اب تلک مجھ میں جان ہے پیارے

1438/5 چھوڑ جاتے ہیں دل کو تیرے پاس — یہ ہمارا نشان ہے پیارے

1438/6 شکلیں کیا کیا کیاں ہیں جن نے[1] خاک — یہ وہی آسمان ہے پیارے

1438/7-8 جا چکا دل تو، یہ یقینی ہے — (قطعہ) کیا اب اُس کا بیان ہے پیارے
پر تبسم کے کرنے سے تیرے — کنجِ لب پر گمان ہے پیارے

1438/9 میر عمداً بھی کوئی مرتا ہے
جان ہے تو جہان ہے پیارے

﴿1439﴾

1439/1 کل وعدہ گاہ میں سے جوں توں کہ[2] ہم کو لائے — ہونٹوں پہ جان آئی، پر آہ وے نہ آئے

1439/2 زخموں پہ زخم جھیلے داغوں پہ داغ کھائے — یک قطرہ خونِ دل نے کیا کیا ستم اُٹھائے

1439/3 اُس کی طرف کو ہم نے جب نامہ بر چلائے — اُن کا نشاں نہ پایا، خط راہ میں سے پائے

1439/4 خوں بستہ جب تلک تھیں دریا رکے کھڑے تھے — آنسو گرے کروڑوں، پلکوں کے ٹک ہلائے

1439/5 اس جنگ جو کے زخمی اچھے نہ ہوتے دیکھے — گل جب چمن میں آئے زخم اپنے سب دکھائے

---

1. نسخۂ آسی میں 'جن کی' ہے، نول کشور دوم سوم میں 'جن نے' ہے اور یہی درست بھی ہے۔
2. نول کشور طبع دوم، سوم میں 'کو' ہے جو غلط ہے، آسی اور مجلس کے یہاں 'کے'، یہاں ضرورت 'کہ' بمعنی 'کر' کی ہے۔

1439/6 بڑھتیں نہیں پلک سے تا ہم تلک بھی پہنچیں — پھرتی ہیں وے نگاہیں پلکوں کے سائے سائے

1439/7 پر کی بہار میں جو محبوب جلوہ گر تھے — سو گردشِ فلک نے سب خاک میں ملائے

1439/8 ہر قطعۂ چمن پر ٹک گاڑ کر نظر کر — بگڑیں ہزار شکلیں ، تب پھول یہ بنائے

1439/9 یک حرف کی بھی مہلت ہم کو نہ دی اجل نے — تھا جی میں آہ کیا کیا پر کچھ نہ کہنے پائے

1439/10 چھاتی سراہ اُن کی ، پائیز میں جنھوں نے — خار و خسِ چمن سے ناچار دل لگائے

1439/11 آگے بھی تجھ سے تھا یاں تصویر کا سا عالم — بے دردیِ فلک نے وے نقش سب مٹائے

1439/12 مدت ہوئی تھی بیٹھے جوش و خروشِ دل کو — ٹھوکر نے اُس نگہ کی آشوب پھر اُٹھائے

1439/13 اعجازِ عشق ہی سے جیتے رہے وگرنہ — کیا حوصلہ کہ جس میں آزار یہ سمائے

1439/14 دل گرمیاں اُنہوں[1] کی غیروں سے جب نہ تب تھیں — مجلس میں جب گئے ہم، غیرت نے جی جلائے

1439/15 جیتے تو میرؔ ہر شب اس طرز عمر گزری
پھر گور پر ہماری لے[2] شمع گو کہ آئے

﴿1440﴾

1440/1 قبرِ عاشق پر مقرر روز آنا کیجیے — جو گیا ہو جان سے اُس کو بھی جانا کیجیے

1440/2 رات دارو پیجیے غیروں میں بے لیت و لعل — یاں سحر سر دکھنے کا ہم سے بہانا کیجیے

1440/3 ٹک تمہارے ہونٹ کے ملنے سے یاں ہوتا ہے کام — اِتنی اُتنی بات جو ہووے تو مانا کیجیے

1440/4 گوشۂ چشمِ بتاں یا کنجِ لب اِس وقت میں — جا کہیں ہو تو دل اپنے کا ٹھکانا کیجیے

1440/5 سیکھیے غیروں کے ہاں چھپ چھپ کے علمِ تیر پھر — سارے عالم میں ہمارے تئیں نشانا کیجیے

1440/6 رفتہ رفتہ قاصدوں کو ننگی اس سے ہوئی — جی میں ہے اب کے مقرر اپنا جانا کیجیے

1440/7 نکلے ہے آنکھوں سے تو گردِ کدورت جائے اشک — تا کجا تیری گلی میں خاک چھانا کیجیے

1440/8 آبشار آنے لگی آنسو کی پلکوں سے تو میرؔ
کب تلک یہ آبِ چادر منہ پہ تانا کیجیے

﴿1441﴾

1441/1 مہ وشاں پوچھیں نہ ٹک ہجراں میں گر مر جایئے — اب کہو اس شہرِ نا پرساں سے کیدھر جایئے

1441/2 کام دل کا کچھ ٹھکانا ہی نہیں ، کیونکر بنے — آیئے تاچند و نا اُمید پھر کر جایئے

1441/3 مضطرب اس آستاں سے اُٹھ کے کچھ پایا نہ رُو — منہ رہا ہے کیا جو پھر اب اُس کے در پر جایئے

1441/4 بعد طوفِ قیس ، ہو جی زائرِ فرہاد بھی — دشت سے اُٹھیے تو کوہوں میں مقرر جایئے

1441/5 شوق تھا جو یار کے کوچے ہمیں لایا تھا میرؔ
پاؤں میں طاقت کہاں اتنی کہ اب گھر جایئے

---

[1] نسخۂ آ سی میں 'انہیں'، مجلس میں 'اُنہی' درست 'اُنہوں' ہے۔

[2] نسخۂ آ سی میں 'یے' یا 'بے' ہے مجلس میں 'بے شمع' ہے مخطوطے کی سند پر 'لے شمع' درج ہے جس کی یہاں ضرورت ہے۔

﴿1442﴾

1442/1 غالب کہ یہ دل خستہ شبِ ہجر میں مر جائے — یہ رات نہیں وہ جو کہانی میں گزر جائے

1442/2 ہے طرفہ مفتّن نگہ اُس آئنہ رو کی — اک پل میں کرے سیکڑوں خوں اور مکر جائے

1442/3 نہ بت کدہ ہے منزلِ مقصود ، نہ کعبہ — جو کوئی تلاشی ہو ترا آہ کدھر جائے

1442/4 ہر صبح تو خورشید ترے منہ پہ چڑھے ہے — ایسا نہ ہو یہ سادہ کہیں جی سے اُتر جائے

1442/5 یاقوت کوئی اِن کو کہے ہے ، کوئی گل برگ — ٹک ہونٹھ ہلا تو بھی کہ اک بات ٹھہر جائے

1442/6 ہم تازہ شہیدوں کو نہ آ دیکھنے نازاں — دامن کی ترے زہ کہیں لوہو میں نہ بھر جائے

1442/7 گریے کو مرے دیکھ ٹک اک شہر کے باہر — اک سطح ہے پانی کا جہاں تک کہ نظر جائے

1442/8 مت بیٹھ بہت عشق کے آزردہ دلوں میں — نالہ کسو مظلوم کا تاثیر نہ کر جائے

1442/9 اس ورطے سے تختہ جو کوئی پہنچے کنارے
تو میر وطن میرے بھی شاید یہ خبر جائے

﴿1443﴾

1443/1 ہم نے جانا تھا سخن ہوں گے زباں پر کتنے — پر قلم ہاتھ جو آئی ، لکھے دفتر کتنے

1443/2 میں نے اُس قطعۂ صنّاع سے سر کھینچا ہے — کہ ہر اک کوچے میں جس کے تھے ہنرور کتنے

1443/3 کشورِ عشق کو آباد نہ دیکھا ہم نے — ہر گلی کوچے میں اوجڑ پڑے تھے گھر کتنے

1443/4 آہ نکلی ہے یہ کس کی ہوسِ سیرِ بہار — آتے ہیں باغ میں آوارہ ہوئے پر کتنے

1443/5 دیکھیو پنجۂ مژگاں کی ٹک آتش دستی — ہر سحر خاک میں ملتے ہیں دُرِ تر کتنے

1443/6 کب تلک یہ دلِ صد پارہ نظر میں رکھیے — اس پر آنکھیں ہی سیے رہتے ہیں دلبر کتنے

1443/7 عمر گزری کہ نہیں دودۂ آدم سے کوئی — جس طرف دیکھیے عرصے میں ہیں اب خر کتنے

1443/8 تو ہے بے چارہ گدا میر ، ترا کیا مذکور
مل گئے خاک میں یاں صاحبِ افسر کتنے

﴿1444﴾

1444/1 آہ جس وقت سر اُٹھاتی ہے — عرش پر برچھیاں چلاتی ہے

1444/2 ناز بردارِ لب ہے جاں جب سے — تیرے خط کی خبر کو پاتی ہے

1444/3 اے شبِ ہجر راست کہہ تجھ کو — بات کچھ صبح کی بھی آتی ہے

1444/4 چشم بد دور چشمِ تر اے میر
آنکھیں طوفان کو دکھاتی ہے

﴿1445﴾

1445/1 طاقت نہیں ہے دل میں ، نے جی بجا رہا ہے — کیا ناز کر رہے ہو ، اب ہم میں کیا رہا ہے

1445/2 جیب اور آستیں سے رونے کا کام گزرا — سارا نچوڑ اب تو دامن پر آ رہا ہے

1445/3　اب چیت کر[1] نہیں کچھ تازہ ہوا ہوں بیکل　آیا ہوں جب بخود میں، جی اُس میں جا رہا ہے

1445/4　کاہے کا پاس اب تو رسوائی دور پہنچی　رازِ محبت اپنا کس سے چھپا رہا ہے

1445/5　گردِ رہ اُس کی یارب کس اور سے اُٹھے گی　سو سو غزال ہر سو آنکھیں لگا رہا ہے

1445/6　بندے تو طرح دار و ہیں طرح کش تمہارے　پھر چاہتے ہو کیا تم اب اک خدا رہا ہے

1445/7　دیکھ اس دہن کو ہر دم اے آرسی کہ یوں ہی　خوبی کا در کسو کی منہ پر بھی وا رہا ہے

1445/8　وے لطف کی نگاہیں پہلے فریب ہیں سب　کس سے وہ بے مروت پھر آشنا رہا ہے

1445/9　اتنا خزاں کرے ہے کب زرد رنگ پر یاں　تو بھی کسو نگہ ست اے گل جدا رہا ہے

1445/10　رہتے ہیں داغ اکثر نان و نمک کی خاطر　جینے کا اس سمے میں اب کیا مزا رہا ہے

1445/11　اب چاہتا نہیں ہے بوسہ جو تیرے لب سے
جینے سے میر شاید کچھ دل اُٹھا رہا ہے

﴿1446﴾

1446/1　تڑپنا بھی دیکھا نہ بسمل کا اپنے　میں کشتہ ہوں اندازِ قاتل کا اپنے

1446/2　نہ پوچھو کہ احوال ناگفتہ بہ ہے　مصیبت کے مارے ہوئے دل کا اپنے

1446/3　دلِ زخم خوردہ کے اور اک لگائی　مداوا کیا خوب گھائل کا اپنے

1446/4　ٹک ابرو کو میری طرف کیجے مائل　کبھو دل بھی رکھ لیجے مائل کا اپنے

1446/5　ہوا دفترِ قیس آخر ابھی یاں　سخن ہے جنوں کے اوائل کا اپنے

1446/6　بنائیں رکھیں میں نے عالم میں کیا کیا　ہوں بندہ خیالاتِ باطل کا اپنے

1446/7　مقامِ فنا واقعے میں جو دیکھا
اثر بھی نہ تھا گور منزل کا اپنے

﴿1447﴾

1447/1　جب تک کہ ترا گزر نہ ہووے　جلوہ[2] مری گور پر نہ ہووے

1447/2　لے تیغ و سپر کو تو جدھر ہو　خورشید کا منہ اُدھر نہ ہووے

1447/3　رونے کی ہے جاگہ آہ کریے　پھر دل میں ترے اثر نہ ہووے

1447/4　بیمار رہیں[3] ہیں اُس کی آنکھیں　دیکھو کسو کی نظر نہ ہووے

1447/5　رکتی نہیں تیغ نالہ ہرگز　جب تک کہ جگر سپر نہ ہووے

1447/6　کر بے خبر اک نگہ سے ساقی　لیکن کسو کو خبر نہ ہووے

1447/7　خستے ترے موئے عنبریں کے　کیوں کر جئیں صبر گر نہ ہووے

---

۱ نسخۂ آسی ص ۱۸۲، نسخۂ مجلس ص ۵۱۱ جلد اول 'اب چیت گر' لکھا ہوا ہے جس سے شعر کا مفہوم خبط ہو جاتا ہے 'کر' کا محل ہے۔

۲ 'کلیات میر' مرتبہ آسی ص ۱۸۳ 'جادا' بجائے 'جلوہ' درج ہے جس کا یہاں کوئی مطلب نہیں۔ نول کشور دوم، سوم کے علاوہ نسخۂ کالج میں بھی موجود ہے جو مطابق مفہوم شعر ہے۔

۳ مصرع میں آسی، عبادت اور مجلس تینوں میں 'رہے' درج جب کہ محل جمع 'رہیں' کا ہے، درستگی ضروری سمجھی گئی۔

1447/11 رکھ دیکھ کے راہ عشق میں پا
یاں میر کسو کا سر نہ ہووے

﴿1448﴾

1448/1 رات گزری ہے مجھے نزع میں میں روتے روتے — آنکھیں پھر جائیں گی اب صبح کے ہوتے ہوتے

1448/2 کھول کر آنکھ اُڑا دید جہاں کا غافل — خواب ہو جائے گا پھر جاگنا سوتے سوتے

1448/3 جم گیا خوں کفِ قاتل پہ ترا میر زبس
اُن نے رو رو دیا کل ہاتھ کو دھوتے دھوتے

﴿1449﴾

(قبل از 1752ء)

1449/1 یعقوب کے نہ کلبۂ احزاں تلک گئے — سو کاروانِ مصر سے کنعاں تلک گئے

1449/2 بارے نسیم ضعف سے کل ہم اسیر بھی — سناہٹے میں جی کے گلستاں تلک گئے

1449/3 رہنے نہ دیں گے دشت میں مجنوں کو چین سے — گر ہم جنوں کے مارے بیاباں تلک گئے

1449/4 گو موسمِ شباب، کہاں گل، کسے دماغ — بلبل وہ چہچہے اُنہیں یاراں تلک گئے

1449/5 کچھ آبلے دیے تھے رہ آوردِ عشق نے — سو رفتہ رفتہ خارِ مغیلاں تلک گئے

1449/6 پھاڑا تھا جیب پی کے مے شوق میں نے میر
مستانہ چاک لوٹتے داماں تلک گئے

﴿1450﴾

(قبل از 1752ء)

1450/1 جن جن کو تھا یہ عشق کا آزار، مر گئے — اکثر ہمارے ساتھ کے بیمار مر گئے

1450/2 ہوتا نہیں ہے اُس لبِ نو خط پہ کوئی سبز — عیسیٰ و خضر کیا، سبھی یک بار مر گئے

1450/3 یوں کانوں کان گل نے نہ جانا چمن میں آہ — سر کو پٹک کے ہم پسِ دیوار مر گئے

1450/4 صد کارواں وفا ہے کوئی پوچھتا نہیں — گویا متاعِ دل کے خریدار مر گئے

1450/5 مجنوں نہ دشت میں ہے، نہ فرہاد کوہ میں — تھا جن سے لطفِ زندگی وے یار مر گئے

1450/6 افسوس وے شہید کہ جو قتل گاہ میں — لگتے ہی اُس کے ہاتھ کی تلوار، مر گئے

1450/7 تجھ سے دُچار ہونے کی حسرت کے مبتلا — جب جی ہوئے وبال تو ناچار مر گئے

1450/8 گھبرا نہ میر عشق میں اس سہل زیست پر
جب بس چلا نہ کچھ تو مرے یار مر گئے

﴿1451﴾

(قبل از 1752ء)

1451/1 تمام اُس کے قد میں سناں کی طرح ہے — نکیلی[1] نپٹ اُس جواں کی طرح ہے

---

[1] نسخۂ کالج، طبع دوم، سوم حصہ آسی و مجلس سب میں 'رنگیلی' درج متن ہے لیکن میر کے تذکرے 'نکات الشعرا' میں 'نکیلی' ہے جو مطابق مضمون شعر مناسب ترین ہے۔

1451/2 برے ہونا، احوال کو سن کے میرے (کا) بھلا تو ہی کہہ، یہ کہاں کی طرح ہے

1451/3-4 اُڑی خاک گاہے، رہی گاہ ویراں (قطعہ) خراب و پریشاں یہاں کی طرح ہے

تعلق کرو میر اس پر جو چاہو
مری جان یہ کچھ جہاں کی طرح ہے

﴿1452﴾

1452/1 محمل کے ساتھ اُس کے بہت شور میں کیے[1] نالوں نے میرے ہوش جرس کے اُڑا دیئے

1452/2 فصّاد! [2]خوں فساد پہ ہے مجھ سے ان دنوں نشتر نہ تُو لگاوے تو میرا لہو پیے

1452/3 صوتِ جرس کی طرز[3] بیاباں میں ہائے میر
تنہا چلا ہوں مَیں دلِ پُرشور کو لیے

﴿1453﴾

1453/1 کہاں تک غیر، جاسوسی کے لینے کو لگا آوے الٰہی اس بلائے ناگہاں پر بھی بلا آوے

1453/2 رکا جاتا ہے جی اندر ہی اندر آج گرمی سے بلا سے چاک ہی ہو جاوے سینہ، ٹک ہوا آوے

1453/3 ترا آنا ہی اب مرکوز ہے ہم کو دمِ آخر یہ جی صدقے کیا تھا پھر نہ آوے تن میں یا آوے

1453/4 یہ رسمِ آمد و رفتِ دیارِ عشق تازہ ہے ہنسی وہ جائے میری، اور رونا یوں چلا آوے

1453/5 اسیری نے چمن سے میری دل گرمی کو دھو ڈالا وگرنہ برق جا کر آشیاں میرا جلا آوے

1453/6 اُمید رحم اُن سے، سخت نافہمی ہے عاشق کی یہ بت سنگیں دلی اپنی نہ چھوڑیں گر خدا آوے

1453/7 یہ فنِ عشق ہے، آوے اُسے، طینت میں جس کی ہو تو زاہد پیرِ نابالغ ہے بے تہ، تجھ کو کیا آوے

1453/8 ہمارے دل میں آنے سے تکلف غم کو بے جا ہے یہ دولت خانہ ہے اُس کا وہ جب چاہے چلا آوے

1453/9 برنگِ بوئے غنچہ، عمر اک ہی رنگ میں گزرے
میسر میر صاحب گر دلِ بے مدعا آوے

﴿1454﴾

1454/1 گو ننگ اس کو آوے ہے عاشق کے نام سے ہے میر کام میرے تئیں اپنے کام سے

1454/2 دردِ صفر ہے خوب پیَیں جس میں صاف مے کیا مے کشوں کو اولِ ماہِ صیام سے

1454/3 پڑھتے نہیں نماز جنازے پہ اُس کے میر
دل میں غبار جس کے ہو خاکِ امام سے

---

[1] نول کشور دوم، سوم اور آسی کے یہاں بھی (غالباً) 'گئے' درج ہوا، 'گئے'، 'دیئے' کا ہم قافیہ لفظ نہیں، اس لیے 'کیے' کرنا ہی درست ہے۔

[2] نسخۂ مجلس میں 'فصادِ خوں فساد ـ ـ ـ' درج کرنے یعنی غلط اضافت درج کرنے کی وجہ سے مصرع بے گانۂ ازمعنی ہو گیا ہے۔ ص ۵۱۶، جلد اول

[3] اگلے ہی شعر میں غلط اضافت درج کر کے مصرع ایک مرتبہ پھر بے معنی کیا ہے۔ 'طرزِ بیاباں' سے کوئی مطلب نہیں نکلتا۔

﴿1455﴾

(قبل از 1752ء)

1455/1 اچنبھا ہے، اگر چپکا رہوں مجھ پر عتاب آوے — دگر قصہ کہوں اپنا تو سنتے اُس کو خواب آوے

1455/2 بھرا ہے دل مرا جامِ لبالب کی طرح ساقی — گلے لگ خوب رووں میں جو مینائے شراب آوے

1455/3 بغل پروردۂ طوفاں ہوں میں، یہ موج ہے میری — بیاباں میں اگر رووں تو شہروں میں بھی آب آوے

1455/4 لپیٹا ہے دلِ سوزاں کو اپنے میرؔ نے خط میں
الٰہی نامہ بر کو اُس کے لے جانے کی تاب آوے

﴿1456﴾

1456/1 حصول کام کا دل خواہ یاں ہوا بھی ہے — سماجت اتنی بھی سب سے، کوئی خدا بھی ہے

1456/2 موئے ہی جاتے ہیں ہم دردِ عشق سے یارو — کسو کے پاس اس آزار کی دوا بھی ہے

1456/3 اُداسیاں تھیں مری خانقہ میں قابلِ سیر — صنم کدے میں تو ٹک آ کے دل لگا بھی ہے

1456/4 یہ کہیے کیوں کے کہ خوباں سے کچھ نہیں مطلب — لگے جو پھرتے ہیں ہم، کچھ تو مدعا بھی ہے

1456/5 ترا ہے وہم کہ میں اپنے پیرہن میں ہوں — نگاہ غور سے کر، مجھ میں کچھ رہا بھی ہے

1456/6 جو کھولوں سینۂ مجروح تو نمک چھڑکے — جراحت اُس کو دکھانے کا کچھ مزا بھی ہے

1456/7 کہاں تلک شب و روز آہ دردِ دل کہیے — ہر ایک بات کو آخر کچھ انتہا بھی ہے

1456/8 ہوس تو دل میں ہمارے جگہ کرے لیکن — کہیں ہجوم سے اندوہ[1] و غم کے، جا بھی ہے

1456/9 غمِ فراق ہے دنبالہ گردِ عیشِ وصال — فقط مزا ہی نہیں عشق[2] میں، بلا بھی ہے

1456/10 قبول کریے تری رہ میں جی کو کھو دینا — جو کچھ بھی پایئے تجھ کو تو آشنا بھی ہے

1456/11 جگر میں سوزنِ مژگاں کے تئیں کڈھب نہ گڑا — کسو کے زخم کو تو نے کبھو سیا بھی ہے

1456/12 گزار شہرِ وفا میں سمجھ کے کر مجنوں
کہ اس دیار میں میرؔ شکستہ پا بھی ہے

﴿1457﴾

1457/1 بس کہ دیوانگیِ حال میں چالاک ہوئے — سو گریبان مرے ہاتھ سے یاں چاک ہوئے

1457/2 سر و گر پاؤں پہ قاتل کے کٹائی گردن — اپنے ذمے سے تو صد شکر کہ ہم پاک ہوئے

1457/3 پائمالی سے فراغت ہی نہیں میرؔ ہمیں
کوئے دلبر میں عبث آن کے ہم خاک ہوئے

﴿1458﴾

1458/1 صید افگنوں سے ملنے کی تدبیر کریں گے — اس دل کے تئیں پیش کشِ تیر کریں گے

1458/2 فریاد اسیرانِ محبت نہیں بے ہیچ — یہ نالے کسو دل میں بھی تاثیر کریں گے

1458/3 دیوانگی کی شورشیں دکھلائیں گے بلبل — آتی ہے بہار اب ہمیں زنجیر کریں گے

---

1. نول کشوری تمام نسخوں میں 'اندوہِ غم' ہے صرف نسخۂ کالج میں 'اندوہ و غم' ہے جو بہتر ہے۔
2. نسخۂ مجلس کی نہایت فاحش اغلاط میں سے ایک یہ بھی ہے 'عشق میں بلا' کی بجائے 'عیش میں بلا' درج کر رکھا ہے، جلد اول ص 519۔

1458/1 وا اُس سے سرِ حرف تو ہو، گو کہ یہ سر جائے — ہم حلقِ بریدہ ہی سے تقریر کریں گے

1458/5 رسوائیِ عاشق سے تسلی نہیں خوباں — مر جاوے گا تو نعش کو تشہیر کریں گے

1458/6 یا رب وہ بھی دن ہوئے گا جو مصر سے چل کر — کنعاں کی طرف قافلہ شب گیر کریں گے

1458/7 شب دیکھی ہے زلف اُس کی بجز دامِ اسیری — کیا یار اب اس خواب کی تعبیر کریں گے

1458/8 غصے میں تو ہووے گی توجہ تری ایدھر — ہر کام میں ہم جان کے تقصیر کریں گے

1458/9 اُکتا نہ مناجاتیوں سے کام کچھ اپنا — اب کوئی خراباتی جواں، پیر کریں گے

1458/10 بازیچہ نہیں میر کے احوال کا لکھنا — اس قصے کو ہم کرتے ہی تحریر کریں گے

﴿1459﴾

1459/1 دل کی طرف کچھ آہ سے دل کا لگاؤ ہے — ٹک آپ بھی تو آیئے یاں زور باؤ ہے

1459/2 اُٹھتا نہیں ہے ہاتھ ترا تیغِ جور سے — ناحق کشی کہاں تئیں، یہ کیا سبھاؤ ہے

1459/3 باغِ نظر ہے چشم کے منظر کا سب جہاں — ٹک ٹھہرو یاں تو جانو[1] کہ کیسا دکھاؤ ہے

1459/4 تقریب ہم نے ڈالی ہے اُس سے جوئے کی اب — جو بن پڑے ہے ٹک تو ہمارا ہی داؤ ہے

1459/5 ٹپکا کرے ہے آنکھ سے لوہو ہی روز و شب — چہرے پہ میرے چشم ہے یا کوئی گھاؤ ہے

1459/6 ضبطِ سرشکِ خونیں سے جی کیوں کے شاد ہو — اب دل کی طرف لوہو کا سارا بہاؤ ہے

1459/7 اب سب کے روزگار کی صورت بگڑ گئی — لاکھوں میں ایک دو کا کہیں کچھ بناؤ ہے

1459/8 چھاتی کے میری سارے نمودار ہیں یہ زخم — پردہ رہا ہے کون سا، اب کیا چھپاؤ ہے

1459/9 عاشق کہیں جو ہوگے تو جانو گے قدرِ میر — اب تو کسی کے چاہنے کا تم کو چاؤ ہے

﴿1460﴾

1460/1 جہاں میں روز ہے آشوب اس کی قامت سے — اُٹھے ہے فتنہ ہر اک شوخ تر قیامت سے

1460/2 موا ہوں ہو کے دل افسردہ رنجِ کلفت سے — اُگے ہے سبزۂ پژمردہ میری تربت سے

1460/3 جہاں ملے، تہاں کافر ہی ہونا پڑتا ہے — خدا پناہ میں رکھے بتوں کی صحبت سے

1460/4 تسلی اُن نے نہ کی ایک دو سخن سے کبھو — جو کوئی بات کہی بھی تو آدھی لکنت سے

1460/5 پلک کے مارتے ہم تو نظر نہیں آتے — سخن کرو ہو عبث تم ہماری فرصت سے

1460/6 امیر زادوں سے دلی کے مل نہ تا مقدور — کہ ہم فقیر ہوئے ہیں اُنھی کی دولت سے

1460/7 یہ جہل دیکھ کہ اَن سمجھے میں اُٹھا لایا — گراں وہ بار جو تھا بیش اپنی طاقت سے

1460/8 رہا نہ ہوگا بہ خود صانعِ ازل بھی، تب — بنایا ہوگا جب اس منہ کو دستِ قدرت سے

1460/9 وہ آنکھیں پھیرے ہی لیتا ہے، دیکھیے[2] کیا ہو — معاملت ہے ہمیں دل کی، بے مروت سے

۱۔ اس شعر کے دونوں مصرعوں میں تمام نول کشوری نسخوں بشمول آسی نے ایک ایک غلطی کر رکھی ہے۔ 'جہاں' کی بجائے 'یہاں' اور مصرعِ ثانی میں 'جانو' کی جگہ 'جاتو' درج ہوئے، متن صرف نسخۂ کالج کا درست ہے۔

۲۔ نسخۂ آسی میں 'دیکھتے' بجائے 'دیکھیے' غلط ہے، نسخۂ کالج اور طبعِ دوم میں متن درست ہے۔

1460/... جو سوچے ٹک تو وہ مطلوب ہم ہی نکلے میر
خراب پھرتے تھے جس کی طلب میں مدت سے

《1461》

1461/1 رمق ایک جانِ وبال ہے ، کوئی دم جو ہے تو عذاب ہے
دلِ داغ گشتہ کباب ہے ، جگرِ گداختہ آب ہے

1461/2 مرے خلق محوِ کلام سب ، مجھے چھوڑتے ہیں خموش کب
مرا حرف رشکِ کتاب ہے ، مری بات لکھنے کا باب ہے

1461/3 جو وہ لکھتا کچھ بھی تو نامہ بر کوئی رہتی منہ میں ترے نہاں
تری خامشی سے یہ نکلے ہے کہ جوابِ خط کا جواب ہے

1461/4 رہے حال دل کا جو ایک سا تو رجوع کرتے کہیں بھلا
سو تو یہ کبھو ہمہ داغ ہے ، کبھو نیم سوز کباب ہے

1461/5 کہیں گے کہو تمہیں لوگ کیا ، یہی آرسی یہی تم سدا
نہ کسو کی تم کو ہے ٹک حیا ، نہ ہمارے منہ سے حجاب ہے

1461/6 چلو مے کدے میں بسر کریں کہ رہی ہے کچھ بَرَکت وہیں
لبِ نان واں کا کباب ہے ، دم آب واں کا شراب ہے

1461/7 نہیں کھلتیں آنکھیں تمہاری ٹک کہ مآل پر بھی نظر کرو
یہ جو وہم کی سی نمود ہے اسے خوب دیکھو تو خواب ہے

1461/8 گئے وقت آتے ہیں ہاتھ کب ، ہوئے ہیں[1] گنوا کے خراب سب
تجھے کرنا ہووے سو کر تو اب کہ یہ عمر برقِ شتاب ہے

1461/9 کبھو لطف سے نہ سخن کیا ، کبھو بات کہہ نہ لگا لیا
یہی لحظہ لحظہ خطاب ہے ، وہی لحمہ لحمہ عتاب ہے

1461/10 تو جہاں کے بحرِ عمیق میں ، سرِ پُر ہوا نہ بلند کر
کہ یہ پنج روزہ جو بود ہے ، کسو موج پر کا حباب ہے

1461/11 رکھو آرزو مےِ خام کی ، کرو گفتگو خطِ جام کی
کہ سیاہ کاروں سے حشر میں نہ حساب ہے نہ کتاب ہے

1461/12 مرا شور سن کے جو لوگوں نے کیا پوچھنا تو کہے ہے کیا
جسے میر کہتے ہیں صاحبو ، یہ وہی تو خانہ خراب ہے

《1462》

1462/1 سینہ ہے چاک، جگر پارہ ہے، دل سب خوں ہے
تس پہ یہ جانِ بہ لب آمدہ بھی محزوں ہے

1462/2 اُس سے آنکھوں کو ملا جی میں رہے کیونکر تاب
چشم اعجاز ، مژہ سحر ، نگہ افسوں ہے

---

[1] نسخہ کالج اور نول کشور دوم، سوم کے مطابق ہے 'ہوئے ان کو گنوا کے' متن ہے، لیکن اس بہتر متن سے مصرع وزن میں نہیں رہتا، آسی کے متن کو ہی درج کیا ہے۔

1462/3 آہ یہ رسمِ وفا ہووے بر اُفتاد کہیں — اِس ستم پر بھی مرا دل اُسی کا ممنوں ہے

1462/4 کبھو اس دشت سے اُٹھتا ہے جو اک ابرِ تنک — گردِ نم ناکِ پریشاں شدۂ مجنوں ہے

1462/5 کیوں کے بے بادہ لبِ جو پہ چمن میں یہ رہے — عکسِ گل آب میں تکلیفِ مے گل گوں ہے

1462/6 یار بھی ہو نہ کلیجے کے تو پھر کیا بلبل! — مصرعِ نالہ جگر کاوی ہے، گو موزوں ہے

1462/7 شہر کتنا جو کوئی ان میں سرشک افشاں ہو — روکشِ گریۂ غم، حوصلۂ ہاموں ہے

1462/8 خون ہر اک رقمِ شوق سے ٹپکے تھا، ولے — وہ نہ سمجھا کہ مرے نامے کا کیا مضموں ہے

1462/9 میر کی بات پہ ہر وقت یہ جھنجھلایا نہ کر
سڑی ہے خبطی ہے، وہ شیفتہ ہے مجنوں ہے

﴿1463﴾

(قبل از 1752ء)

1463/1 کہنا ترے منہ پر تو نپٹ بے ادبی ہے — زاہد جو صفت تجھ میں ہے سوزن جلبی ہے

1463/2 اس دشت میں اے سیل سنبھل ہی کے قدم رکھ — ہر سمت کو یاں دفن مری تشنہ لبی ہے

1463/3 ہر اک سے کہا نیند میں پر کوئی نہ سمجھا — شاید کہ مرے حال کا قصہ عربی ہے

1463/4 عزلت سے نکل شیخ کہ تیرے لیے تیار — کوئی ہفت گزی میخ، کوئی دہ وجبی ہے

1463/5 اے چرخ نہ تو روزِ سیہ میر پہ لانا
بے چارہ وہ اک نعرہ زنِ نیم شبی ہے

﴿1464﴾

1464/1 دو سونپ دودِ دل کو، میرا کوئی نشاں ہے — ہوں میں چراغِ کشتہ، بادِ سحر کہاں ہے

1464/2 بیٹھا جگر سے اپنے، کھینچوں ہوں اُس کے پیکاں — جینے کی اور سے تو خاطر مری نشاں ہے

1464/3 روشن ہے جل کے مرنا پروانے کا، ولیکن — اے شمع کچھ تو کہہ تو تیری بھی تو زباں ہے

1464/4 بھڑکے ہے آتشِ گل اے ابرِ تر ترحم — گوشے میں گلستاں کے میرا بھی آشیاں ہے

1464/5 ہم زمزمہ تو ہو کے مجھ نالہ کش سے چپ رہ — اے عندلیبِ گلشن تیرا لب و دہاں ہے

1464/6 کس دور میں اُٹھایا مجھ سینہ سوختہ کو — پیوند ہو زمیں کا، جیسا یہ آسماں ہے

1464/7 پیرِ مغاں سعادت تیری جو ایسا آوے
یہ میر مے کشوں میں اک طرز کا جواں ہے

﴿1465﴾

1465/1 ہمسایۂ چمن یہ نپٹ زار کون ہے — نالان و مضطرب پسِ دیوار کون ہے

1465/2 مژگاں بھی پھر گئیں تری بیمار چشم دیکھ — دکھ درد میں سوائے خدا، یار کون ہے

1465/3 نالے جو آج سنتے ہیں سو ہیں جگر خراش — کیا جانیے قفس میں گرفتار کون ہے

1465/4 آیا نہ آشیانۂ بلبل میں کام بھی — مجھ سا تو خار باغ میں بے کار کون ہے

1465/5
بازارِ دہر میں ہے عبث میرؔ عرضِ مہر
یاں ایسی جنس کا تو خریدار کون ہے

1466

1466/1
مجھ سوزِ بعدِ مرگ سے آگاہ کون ہے — شمعِ مزارِ میرؔ بجز[1] آہ کون ہے

1466/2
بےکس ہوں، مضطرب ہوں، مسافر ہوں بےوطن — دوریِ راہ بن مرے ہمراہ کون ہے

1466/3
لبریز جس کے حسن سے مسجد ہے اور دیر — ایسا بتوں کے بیچ وہ اللہ کون ہے

1466/4
رکھیو قدم سنبھل کے کہ تو جانتا نہیں — مانندِ نقشِ پا، یہ سرِ راہ کون ہے

1466/5
ایسا اسیر، خستہ جگر، میں سنا نہیں
ہر آہ میرؔ جس کی ہے جاں کاہ، کون ہے

1467

1467/1
دیکھا کروں تجھی کو منظور ہے تو یہ ہے — آنکھیں نہ کھولوں تجھ بن، مقدور ہے تو یہ ہے

1467/2
نزدیک تجھ سے سب ہے، کیا قتل، کیا جلانا — ہم غم زدوں سے ملنا، اک دُور ہے تو یہ ہے

1467/3
رونے میں دن کٹیں ہیں، آہ و فغاں سے راتیں — گر شغل ہے تو یہ ہے، مذکور ہے تو یہ ہے

1467/4
چاکِ جگر کو میرے برجا ہے جو کہو تم — گر زخم ہے تو یہ ہے، ناسور ہے تو یہ ہے

1467/5
کہتا ہے کوئی عاشق، کوئی کہے ہے خبطی — دنیا سے بھی نرالا رنجور ہے تو یہ ہے

1467/6
کیا جانوں کیا کسل ہے واقع میں میرؔ کے تئیں
دو چار روز سے جو مشہور ہے تو یہ ہے

1468

1468/1
کوئی ہوا نہ روکش ٹک میری چشمِ تر سے — کیا کیا نہ ابر آ کر یاں زور زور برسے

1468/2
وحشت سے میری یارو، خاطر نہ جمع رکھیو — پھر آوے یا نہ آوے نوپر اُٹھا جو گھر سے

1468/3
اب جوں سرشک ان سے پھرنے کی چشم مت رکھ — جو خاک میں ملے ہیں، گر کر تری نظر سے

1468/4
دیدار خواہ اس کے کم ہوں تو شور کم ہو — ہر صبح اک قیامت اُٹھتی ہے اُس کے در سے

1468/5
داغ ایک ہو جلا بھی، خوں ایک ہو بہا بھی — اب بحث کیا ہے دل سے، کیا گفتگو جگر سے

1468/6
دل کس طرح نہ کھینچیں، اشعار ریختہ کے — بہتر کیا ہے میں نے، اس عیب کو ہنر سے

1468/7
انجامِ کار بلبل دیکھا ہم اپنی آنکھوں — آوارہ تھے چمن میں دو چار ٹوٹے پر سے

1468/8
بے طاقتی نے دل کی آخر کو مار رکھا — آفت ہمارے جی کی آئی ہمارے گھر سے

1468/9
دل کش یہ منزل آخر دیکھا تو راہ[2] نکلی — سب یار جا چکے تھے، آئے جو ہم سفر سے

1468/10
آوارہ میرؔ شاید واں خاک ہو گیا ہے
اک گرد اُٹھ چلے ہے گاہ اُس کی رہ گزر سے

---

1. نسخۂ مجلس میں 'بجز' کو 'یہ جز' درج کیا ہے، آسی کے یہاں متن درست ہے۔
2. نسخۂ آسی ص ۱۹۰ پر 'آہ نکلی' درست نہیں، نسخۂ کالج کے علاوہ طبع دوم، سوم میں 'راہ نکلی' درج ہے جو درست بھی ہے۔

﴾1469﴿

1469/1 وعدہ وعید پیارے کچھ تو قرار ہووے — دل کی معاملت ہے کیا کوئی خوار ہووے
1469/2 فتراک سے نہ باندھے، دیکھے نہ تو تڑپنا — کس آرزو پہ کوئی تیرا شکار ہووے
1469/3 ازبس لہو پیا ہے میں تیرے غم میں گل رو — تربت سے میری شاید حشرِ بہار ہووے
1469/4 میں مست مر گیا ہوں کرنا عجب نہ ساقی — گر سنگِ شیشہ میرا سنگِ مزار ہووے
1469/5 اے غیر میر تجھ کو گر جوتیاں نہ مارے
سیّد نہ ہووے، پھر تو کوئی چمار ہووے

﴾1470﴿

1470/1 رہی نہ پختگی عالم میں، دورِ خامی ہے — ہزار حیف، کمینوں کا چرخ حامی ہے
1470/2 نہ اُٹھ تو گھر سے اگر چاہتا ہے ہوں مشہور — نگیں جو بیٹھا ہے گڑ کر تو کیسا نامی ہے
1470/3 ہوئی ہیں فکریں پریشان میر یاروں کی
حواسِ خمسہ کرے جمع، سو نظامی ہے

﴾1471﴿

1471/1 انجامِ دلِ غم کش کوئی عشق میں کیا جانے — کیا جانیے کیا ہوگا آخر کو، خدا جانے
1471/2 واں آرسی ہے وہ ہے، یاں سنگ ہے چھاتی ہے — گزرے ہے جو کچھ ہم پر سو اُس کی بلا جانے
1471/3 ناصح کو خبر کیا ہے لذت سے غمِ دل کی — ہے حق بہ طرف اُس کے، چکھے تو مزا جانے
1471/4 میں خطِ جبیں اپنا یارو کسے دکھلاؤں — قسمت کے لکھے کے تئیں یاں کون مٹا جانے
1471/5 بے طاقتیِ دل نے ہم کو نہ کیا رسوا — ہے عشق سزا اس کو جو کوئی چھپا جانے
1471/6 اس مرتبہ ناسازی نبھتی ہے دلا کوئی — کچھ خُلق بھی پیدا کر، تا خَلق بھلا جانے
1471/7 لے جائے یہ میر اُس کے دروازے کی مٹی بھی
اس دردِ محبت کی جو کوئی دوا جانے

﴾1472﴿

1472/1 ہنستے ہو، روتے دیکھ کر غم سے — چھیڑ رکھی ہے تم نے کیا ہم سے
1472/2 مُند گئی آنکھ، ہے اندھیرا پاک — روشنی ہے سو یاں مرے دم سے
1472/3 تم جو دل خواہ خَلق ہو، ہم کو — دشمنی ہے تمام عالم سے
1472/4 درہمی آ گئی مزاجوں میں — آخر ان گیسوانِ درہم سے
1472/5 سب نے جانا کہیں یہ عاشق ہے — بہہ گئے اشک دیدۂ نم سے
1472/6 مفت یوں ہاتھ سے نہ کھو ہم کو — کہیں پیدا بھی ہوتے ہیں ہم سے
1472/7-8 اکثر آلات جور اس سے ہوئے (قطعہ) — آفتیں آئیں اس کے مقدم سے
دیکھ وے پلکیں برچھیاں چلیاں — تیغ نکلی اس ابروئے خم سے
1472/9-10 کوئی بیگانہ گر نہیں موجود (قطعہ) — منہ چھپانا یہ کیا ہے پھر ہم سے

وجہ پردے کی پوچھیے بارے ملیے اُس کے کسو جو محرم سے

1472/11 درپئے خونِ میر ہی نہ رہو
ہو بھی جاتا ہے جرم آدم سے

1473

1473/1 نالۂ عجز نقصِ اُلفت ہے — رنج و محنت کمالِ راحت ہے
1473/2 عشق ہی گریۂ ندامت ہے — ورنہ عاشق کو چشمِ خفت ہے
1473/3 تا دمِ مرگ غم خوشی کا نہیں — دلِ آزردہ گر سلامت ہے
1473/4 دل میں ناسور پھر جدھر چاہے — ہر طرف کوچۂ جراحت ہے
1473/5 رونا آتا ہے دم بدم شاید — کسو حسرت کی دل سے رخصت ہے
1473/6 فتنے رہتے ہیں اُس کے سائے میں — قد و قامت ترا قیامت ہے
1473/7 نہ تجھے رحم، نے اُسے ٹک صبر — دل پہ میرے عجب مصیبت ہے
1473/8-11 تو تو نادان ہے نپٹ ناصح (قطعہ) — کب مؤثر تری نصیحت ہے
دل پہ جب میرے آ کے یہ ٹھہرا — کہ مجھے خوش دلی اذیت ہے
رنج و محنت سے باز کیوں کے رہوں — وقت جاتا رہے تو حسرت ہے
کیا ہے پھر کوئی دم کو کیا جانو — دم غنیمت میاں جو فرصت ہے
1473/12-13 تیرا شکوہ مجھے، نہ میرا تجھے (قطعہ) — چاہیے یوں جو فی الحقیقت ہے
تجھ کو مسجد ہے، مجھ کو میخانہ — واعظا! اپنی اپنی قسمت ہے
1473/14 ایسے ہنس مکھ کو شمع سے تشبیہ — شمعِ مجلس کی رونی صورت ہے
1473/15 باطل السحر دیکھ باطل ہے — تیری آنکھوں کا سحر آفت ہے
1473/16 ابر تر کے حضور پھوٹ بہا — دیدۂ تر کو میرے رحمت ہے
1473/17 کیا ہوا گر غزل قصیدہ ہوئی — عاقبت قصۂ محبت ہے
1473/18-19 تربتِ میر پر ہیں اہلِ سخن (قطعہ) — ہر طرف حرف ہے، حکایت ہے
تو بھی تقریبِ فاتحہ سے چل
بہ خدا واجب الزیارت ہے

1474

1474/1 پھر اُس سے طرح کچھ جو دعوے کی سی ڈالی ہے — کیا تازہ کوئی گل نے اب شاخ نکالی ہے
1474/2 سچ پوچھو تو کب ہے گا اُس کا سا دہن غنچہ — تسکیں کے لیے ہم نے اک بات بنالی ہے
1474/3 دیہی[1] کو نہ کچھ پوچھو اک بھرت کا ہے گڑوا — ترکیب سے کیا کہیے سانچے میں کہ ڈھالی ہے
1474/4 ہم قدِ خمیدہ سے آغوش ہوئے سارے — پر فائدہ! تجھ سے تو آغوش وہ خالی ہے
1474/5 عزت کی کوئی صورت دکھلائی نہیں دیتی — چپ رہیے تو چشمک ہے کچھ کہیے تو گالی ہے

---

[1] 'دیہی' نسخۂ آسی میں درست جب کہ نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں 'دہ یہی' اور 'وہ یہی' درج ہے۔ مصرعِ ثانی میں 'کہ' کی جگہ فاروقی صاحب نے 'کن' سے متن میں رکھا ہے۔

1474/6 دو گام کے چلنے میں پامال ہوا عالم — کچھ ساری خدائی سے وہ چال نرالی ہے

1474/7 ہے گی تو دو سالہ پر ہے دخترِ رز آفت — کیا پیرِ مغاں نے بھی اک چھوکری پالی ہے

1474/8 خوں ریزی میں ہم سوں کی، جو خاک برابر ہیں — کب سر تو فرو لایا، ہمت تری عالی ہے

1474/9 جب سر چڑھے ہوں ایسے تب عشق کریں سو بھی — جوں توں یہ بلا سر سے فرہاد نے ٹالی ہے

1474/10 ان مُغ بچوں میں زاہد پھر سرزدہ مت آنا — مندیل تری اب کے ہم نے تو بچا لی ہے

1474/11 کیا میر تو روتا ہے پامالیِ دل ہی کو — ان لونڈوں نے تو دلی سب سر پہ اُٹھالی ہے

1475

1475/1 نازِ چمن وہی ہے بلبل سے، گو خزاں ہے — ٹہنی جو زرد بھی ہے سو شاخِ زعفراں ہے

1475/2 گو[1] اس چمن میں وہ بھی اک ہی لب و دہاں ہے — لیکن سخن کا تجھ سے غنچے کو منہ کہاں ہے

1475/3 ہنگامِ جلوہ اُس کے مشکل ہے ٹھہرے رہنا — چتون ہے دل کی آفت، چشمک بلائے جاں ہے

1475/4 پتھر سے توڑنے کے قابل ہے آرسی تو — پر کیا کریں کہ پیارے منہ تیرا درمیاں ہے

1475/5 باغ و بہار ہے وہ، میں کشتِ زعفراں ہوں — جو لطف اک اُدھر ہے، تو یاں بھی اک سماں ہے

1475/6 ہر چند ضبط کریے چھپتا ہے عشق کوئی — گزرے ہے دل پہ جو کچھ چہرے ہی سے عیاں ہے

1475/7 اس فن میں کوئی بے تہ، کیا ہو مرا معارض — اول تو میں سند ہوں، پھر یہ مری زباں ہے

1475/8 عالم میں آب و گل کا ٹھہراؤ کس طرح ہو — گر خاک ہے اُڑے ہے، اور آب ہے رواں ہے

1475/9 چرچا رہے گا اس کا تا حشر مے کشاں میں — خوں ریزی کی ہماری رنگین داستاں ہے

1475/10 از خویش رفتہ اُس بن رہتا ہے میر اکثر — کرتے ہو بات کس سے، وہ آپ میں کہاں ہے

1476

1476/1 تیرا خرام دیکھے تو جا سے نہ ہل سکے — کیا جی تدرو کا جو ترے آگے چل سکے

1476/2 اس دل جلے کی تاب کے لانے کو عشق ہے — فانوس کی سی شمع جو پردے میں جل سکے

1476/3 کہتا ہے کون تجھ کو کہ اے سینہ رک نہ جا — اتنا تو ہو کہ آہ جگر سے نکل سکے

1476/4 گر دوپہر کو اُس کو نکلنے دے نازکی — حیرت سے آفتاب کی پھر دن نہ ڈھل سکے

1476/5 کیا اُس غریب کو ہو سرِ سایۂ ہما — جو اپنی بے دماغی سے مکھی نہ جھل سکے

1476/6 ہے جائے حیف بزمِ جہاں، مل لے اے پتنگ — اپنے اُپر[2] جو کوئی گھڑی ہاتھ مل سکے

1476/7 کس کو ہے آرزوئے افاقت فراق میں — ایسا تو ہو کہ کوئی گھڑی جی سنبھل سکے

1476/8 مت ابر، چشمِ کم سے مری چشمِ تر کو دیکھ — چشمہ ہے یہ وہ جس سے کہ دریا اُبل سکے

1476/9 کہتا ہے وہ تو ایک کی دس، میر کم سخن — اُس کی زباں کے عہدے سے کیونکر نکل سکے

---

[1] مفہومِ شعر کے مطابق 'گو' اختیار کیا ہے، ورنہ سبھی نسخوں میں 'گر' درج ہوا ہے۔

[2] نسخۂ کالج ص ۲۳۴، آسی ص ۱۹۴ میں 'اُپر' بہ اعتبارِ وزن درست ہے، نسخۂ مجلس میں 'اوپر' درج ہوا ہے۔

1476/10
تغیرِ قافیہ سے یہ طرحی غزل کہوں[1]
تا جس میں زور کچھ تو طبیعت کا چل سکے

﴿1477﴾

1477/1 خورشید تیرے چہرے کے آگو نہ آ سکے — اُس کو جگر بھی شرط ہے جو تاب لا سکے
1477/2 ہم گرم رو ہیں راہِ فنا کے شرر صفت — ایسے نہ جائیں گے کہ کوئی کھوج پا سکے
1477/3 غافل نہ رہیو آہِ ضعیفوں سے سرکشاں — طاقت ہے اُس کو یہ کہ جہاں کو جلا سکے
1477/4 میرا جو بس چلے تو منادی کیا کروں — تا اب سے دل نہ کوئی کسو سے لگا سکے
1477/5 تدبیر جیب پارہ نہیں کرتی فائدہ — ناصح! جگر کا چاک سِلا جو سِلا سکے
1477/6 اس کا کمال چرخ پہ سر کھینچتا نہیں — اپنے تئیں جو خاک میں کوئی ملا سکے
1477/7 یہ تیغ ہے یہ طشت ہے، یہ تو ہے بوالہوس — کھانا تجھے حرام ہے جو زخم کھا سکے
1477/8 اس رشکِ آفتاب کو دیکھے تو شرم سے — ماہِ فلک نہ شہر میں منہ کو دکھا سکے
1477/9-10 کیا دل فریب جائے ہے آفاق، ہم نشیں — (قطعہ) دو دن کو یاں جو آئے سو برسوں نہ جا سکے
مشعر ہے اُس پہ مردنِ دشوارِ رفتگاں — یعنی جہاں سے دل کو نہ آساں اُٹھا سکے

1477/11
بدلوں گا اس غزل کے بھی میں قافیے کو میر
پھر فکر کو نہ عہدے سے اس کے برآ سکے

﴿1478﴾

1478/1 کیا غم ہیں ویسے خاک فتادہ سے ہو سکے — دامن پکڑ کے یار کا جو ٹک نہ رو سکے
1478/2 ہم ساری ساری رات رہے گریہ ناک لیک — مانندِ شمع داغ جگر کا نہ دھو سکے
1478/3 رونا تو ابر کا سا نہیں یار جانتے — اتنا تو رویئے کہ جہاں کو ڈبو سکے
1478/4 برسوں ہی منتظر سرِ رہ پر ہمیں ہوئے — اس قسم کا تو صبر کسی سے نہ ہو سکے

1478/5
رہتی ہے ساری رات مرے دم سے چہل میر
نالہ رہے تو کوئی محلے میں سو سکے

﴿1479﴾

(قبل از 1752ء)

1479/1 آتش کے شعلے سر سے ہمارے گزر گئے — بس اے تپِ فراق کہ گرمی میں مر گئے
1479/2 منزل نہ کر جہاں کو کہ ہم نے سفر سے آہ[2] — جن کا کیا سراغ، سنا وے گزر گئے
1479/3 مشتِ نمک سے بھی تو کبھو یاد کر ہمیں — اب داغ کھاتے کھاتے فلک جی تو بھر گئے
1479/4 ناصح نہ روویں کیوں کے محبت کے جی کو ہم — اے خانماں خراب ہمارے تو گھر گئے
1479/5 تلوار آپ کھینچیے، حاضر ہے یاں بھی سر — بس عاشقی کی ہم نے جو مرنے سے ڈر گئے

---

[1] نسخۂ آسی میں اس غزل کے آخری شعر کو اگلی غزل کے پہلے شعر کے طور پر درج کیا ہے۔

[2] نسخۂ [illegible] میں آہ درج ہی نہیں۔

1479/6 کر دیں کے آسمان و زمیں ایک، حشر کو — اُس معرکے میں یار جی ہم بھی اگر گئے

1479/7-8 یہ راہ و رسمِ دل شدگاں گفتنی نہیں (قطعہ) جانے دے میر صاحب و قبلہ جدھر گئے

روزِ وداع اُس کی گلی تک تھے ہم بھی ساتھ — جب درد مند ہم کو وے معلوم کر گئے

1479/9 کر یک نگاہ یاس کی، ٹپ دے سے رو دیا

پھر ہم اِدھر کو آئے، میاں وے اُدھر گئے

1480

(قبل از 1752ء)

1480/1 دن کو نہیں ہے چین، نہ ہے خواب شب مجھے — مرنا پڑا ضرور ترے غم میں اب مجھے

1480/2 ہنگامہ میری نعش پہ تیری گلی میں ہے — لے جائیں گے جنازہ کشاں یاں سے کب مجھے

1480/3 ٹک داد میری اہلِ محلّہ سے چاہیو — تجھ بن خراب کرتے رہے ہیں یہ سب مجھے

1480/4 طوفاں بجائے اشک ٹپکتے تھے چشم سے — اے ابرِ تر دماغ تھا رونے کا جب مجھے

1480/5 دو حرف اُس کے منہ کے تو لکھ بھیجیو شتاب — قاصد چلا ہے چھوڑ کے تو جاں بلب مجھے

1480/6-7 کچھ ہے جواب جو میں کروں حشر کو سوال (قطعہ) مارا تھا تو نے جان سے کہہ کس سبب مجھے

غیر از خموش رہنے کے ہونٹوں کے سوکھنے — لیکن نہیں ہے یار جھگڑنے کا ڈھب مجھے

1480/8 پوچھا تھا راہ جاتے کہیں اُن نے میر کو

آتا ہے اُس کی بات کا اب تک عجب مجھے

1481

1481/1 کاتب کہاں دماغ جو اب شکوہ ٹھانیے — بس ہے یہ ایک حرف کہ مشتاق جانیے

1481/2 غیروں کا ساتھ موجبِ صد وہم ہے بتاں — اس امر میں خدا بھی کہے تو نہ مانیے

1481/3 شب خواب کا لباس ہے عریاں تنی میں یہ — جب سوئیے تو چادرِ مہتاب تانیے

1481/4-5 اپنا یہ اعتقاد ہے تجھ جستجو میں یار (قطعہ) لے اس سرے سے اُس سرے تک خاک چھانیے

پھر یا نصیب، یہ بھی ہے طالع کی یاوری — مر جائیں ہم تو اس پہ بھی ہم کو نہ جانیے

1481/6 لوٹے ہیں خاک و خون میں غیروں کے ساتھ میر

ایسے تو نیم کشتہ کو اِن میں نہ سانیے

1482

1482/1 مرے اس رک کے مرجانے سے وہ غافل ہے کیا جانے — گزرنا جان سے آساں، بہت مشکل ہے کیا جا

1482/2 کوئی سر سنگ سے مارو کسی کا واپسیں دم ہو — وہ آئینے میں اپنے ناز پر مائل ہے کیا جا

1482/3 نظر مطلق نہیں ہجراں میں اس کو حال پر میرے — مرا دل اُس کے غم میں گویا اُس کا دل ہے، کیا جا

1482/4 جنونی خبطی، دیوانہ سڑی کوئی عشق کو سمجھے — فلاطوں سے نہیں یاں بحث، وہ عاقل ہے کیا جا

1482/5 تڑپنا نقشِ پائے ناقہ پر جانے ہے اک مجنوں — بیاباں میں وہ لیلیٰ کا کدھر محمل ہے کیا جا

1482/6 پڑھایا اُسکو بہتیرا کہ مت لا رازِ دل منہ پر — یہ طفلِ اشک کو دیکھا تو نا قابل ہے کیا جا

طرف ہونا مرا مشکل ہے میر اس شعر کے فن میں[1]
یوں ہی سودا کبھو ہوتا ہے سو جاہل ہے کیا جانے

﴿1483﴾

(قبل از 1752ء)

1483/1 کب تلک جی رکے ، خفا ہووے — آہ کریے کہ ٹک ہوا ہووے
1483/2 جی ٹھہر جائے یا ہوا ہووے — دیکھیے ہوتے ہوتے کیا ہووے
1483/3 کاہشِ دل کی کیجیے تدبیر — جان میں کچھ بھی جو رہا ہووے
1483/4 چپ کا باعث ہے بے تمنائی — کہیے کچھ بھی تو مدعا ہووے
1483/5 بے کلی مارے ڈالتی ہے نسیم — دیکھیے اب کے سال کیا ہووے
1483/6 مر گئے ہم تو مر گئے ، تُو جیے — دل گرفتہ تری بلا ہووے
1483/7 عشق کیا ہے درست اے ناصح — جانے وہ جس کا دل لگا ہووے
1483/8 پھر نہ شیطاں تجودِ آدم سے — شاید اس پردے میں خدا ہووے

1483/9 نہ سنا رات ہم نے اک نالہ
غالباً میر مر رہا ہووے

﴿1484﴾

1484/1 کچھ تو کہہ ، وصل کی پھر رات چلی جاتی ہے — دن گزر جائیں ہیں پر بات چلی جاتی ہے
1484/2 رہ گئے گاہ تبسم پہ ، گہے بات ہی پر — بارے اے ہم نشیں اوقات چلی جاتی ہے
1484/3 ٹک تو وقفہ بھی کر اے گردشِ دوراں کہ ، یہ[2] جان — عمر کے حیف ہی کیا سات چلی جاتی ہے
1484/4 یاں تو آتی نہیں شطرنجِ زمانہ کی چال — اور واں بازی ہوئی مات چلی جاتی ہے
1484/5 روز آنے پہ نہیں نسبتِ عشقی موقوف — عمر بھر ایک ملاقات چلی جاتی ہے
1484/6 خرقہ ، مندیل و ردا مست لیے جاتے ہیں — شیخ کی ساری کرامات چلی جاتی ہے
1484/7-9 ہے موذن جو بڑا مرغِ مصلّی ، اس کی — مستوں سے نوک ہی کی بات چلی جاتی ہے (قطعہ)
پاؤں رکتا[3] نہیں مسجد سے دمِ آخر بھی — مرنے پر آیا ہے پر لات چلی جاتی ہے
ہر سحر درپئے آرام مے آشاماں ہے — مکر و طامات کی اک گھات چلی جاتی ہے

1484/10 ایک ہم ہی سے تفاوت ہے سلوکوں میں میر
یوں تو اوروں کی مدارات چلی جاتی ہے

---

1. نول کشور سوم اور اس کی پیروی میں آسی کے یہاں 'فن سے' درج ہے جب کہ نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'فن میں' جو درست بھی ہے اور معروف بھی۔
2. نول کشور دوم، سوم اور آسی و مجلس میں مصرع کا متن ترسیل معنی میں حارج ہے، 'اے گردشِ دوراں یہ کہ جان' نسخۂ کالج میں 'کہ یہ جان' درست ہے۔
3. آسی کے یہاں 'رکتا' ہی بہتر ہے۔ دوم، سوم میں 'رکھا' بظاہر بے معنی ہے۔

﴿1485﴾

1485/1 منصف جو تُو ہے، کب تئیں یہ دکھ اُٹھائیے — کیا کیجے میری جان ، اگر مر نہ جائیے

1485/2 اظہارِ رازِ عشق کیے بن رہے نہ اشک — اس طفلِ نا سمجھ کو کہاں تک پڑھائیے

1485/3 تم نے جو اپنے دل سے بھلایا ہمیں تو کیا — اپنے تئیں تو دل سے ہمارے بھلائیے

1485/4 فکرِ معاش یعنی غمِ زیست تا بہ کے — مر جائیے کہیں کہ ٹک آرام پائیے

1485/5 جاتے ہیں کیسی کیسی لیے دل میں حسرتیں — ٹک دیکھنے کو جاں بہ لبوں کے بھی آئیے

1485/6 لوٹوں ہوں جیسے خاکِ چمن پر میں اے سپہر[1] — گل کو بھی میری خاک پہ ووں ہی لِٹائیے

1485/7 پہنچا تو ہوگا سمعِ مبارک میں حالِ میر
اُس پر بھی جی میں آوے تو دل کو لگائیے

﴿1486﴾

(قبل از 1752ء)

1486/1 نہیں وسواس جی گنوانے کے — ہائے رے ذوق دل لگانے کے

1486/2 میرے تغییرِ حال پر مت جا — اتفاقات ہیں زمانے کے

1486/3 دمِ آخر ہی کیا نہ آنا تھا — اور بھی وقت تھے بہانے کے

1486/4 اس کدورت کو ہم سمجھتے ہیں — ڈھب ہیں یہ خاک میں ملانے کے

1486/5 بس ہیں دو برگِ گل قفس میں صبا — نہیں بھوکے ہم آب و دانے کے

1486/6 مرنے پر بیٹھے ہیں سنو صاحب — بندے ہیں اپنے جی چلانے[2] کے

1486/7 اب گریباں کہاں کہ اے ناصح — چڑھ گیا ہاتھ اس دوانے کے

1486/8 چشمِ انجم سپہر جھپکے ہے — صدقے اِس انکھڑیاں لڑانے کے

1486/9 دل و دیں ، ہوش و صبر سب ہی گئے — آگے آگے تمہارے آنے کے

1486/10 کب تو سوتا تھا گھر مِرے آ کر — جاگے طالع غریب خانے کے

1486/11-12 مژہ ، ابرو ، نگہ سے اُس کی میر — (قطعہ) کشتہ ہیں اپنے دل لگانے کے

تیر و تلوار و سِیل یک جا ہیں (سیل)
سارے اسباب مارے جانے کے

﴿1487﴾

1487/1 کم فرصتیِ گل جو کہیں کوئی نہ مانے — ایسے گئے ایامِ بہاراں کہ نہ جانے

1487/2 تھے شہر میں اے رشکِ پری جتنے سیانے — سب ہو گئے ہیں شور ترا سن کے دِوانے

1487/3 ہمراہِ جوانی گئے ہنگامے اُٹھانے — اب ہم بھی نہیں وے رہے، نے وے ہیں زمانے

1487/4 پیری میں جو باقی نہیں جامے میں تو کیا دُور — پھٹنے لگے ہیں کپڑے جو ہوتے ہیں پرانے

---

1. نسخۂ آسی میں 'اسیر' بہ جائے 'سپہر' غلط ہے، طبع دوم میں متن درست ہے۔
2. آسی، مجلس و عبادت سبھی کے یہاں بشمول نول کشور دوم، سوم، 'جی جلانے' ہے، درست محاورہ نسخۂ کالج میں 'جی چلانے' ہے۔

1487/5 مرتے ہی سنے ہم نے کسل مندِ محبت ۔۔۔ اس درد میں کس کس کو کیا نفع دوا نے
1487/6 ہے کس کو میسر تری زلفوں کی اسیری ۔۔۔ شانے کے نصیبوں میں تھے یوں ہاتھ بندھانے
1487/7 ٹک آنکھ بھی کھولی نہ زخود رفتہ نے اس کے ۔۔۔ ہر چند کیا شور ، قیامت نے سرہانے
1487/8 لوہے کے توے ہیں جگرِ اہلِ محبت ۔۔۔ رہتے ہیں ترے تیرِ ستم ہی کے نشانے
1487/9 کاہے کو یہ انداز تھا اعراضِ بتاں کا ۔۔۔ ظاہر ہے کہ منہ پھیر لیا ہم سے خدا نے
1487/10 ان ہی چمنوں میں کہ جنھوں میں نہیں اب چھاؤں ۔۔۔ کن کن روشوں ہم کو پھرایا ہے ہوا نے
1487/11 کب کب مری عزت کے لیے بیٹھے ہو ٹک پاس ۔۔۔ آئے بھی جو ہو تو مجھے مجلس سے اُٹھانے
1487/12 پایا ہے نہ ہم نے دلِ گم گشتہ کو اپنے ۔۔۔ خاک اُس کی سرِ راہ کی کوئی کب تئیں چھانے
1487/13 کچھ تم کو ہمارے جگروں پر بھی نظر ہے ۔۔۔ آتے جو ہو ہر شام و سحر تیر لگانے
1487/14 مجروح بدن سنگ سے طفلاں کے نہ ہوتے ۔۔۔ کم جاتے جو اُس کوچے میں پر ہم تھے دِوانے
1487/15 آنے میں تعلّل ہی کیا غاقبتِ کار ۔۔۔ ہم جی سے گئے ، پر نہ گئے اُس کے بہانے

1487/16 گلیوں میں بہت ہم تو پریشاں سے پھرے ہیں
اوباش کسو روز لگا دیں گے ٹھکانے

﴿1488﴾

1488/1 تن ہجر میں اس یار کے رنجور ہوا ہے ۔۔۔ بے طاقتیِ دل کو بھی مقدور ہوا ہے
1488/2 پہنچا نہیں کیا سمعِ مبارک میں مرا حال ۔۔۔ یہ قصہ تو اس شہر میں مشہور ہوا ہے
1488/3 بے خوابی تری آنکھوں پہ دیکھوں ہوں مگر رات ۔۔۔ افسانہ مرے حال کا مذکور ہوا ہے
1488/4 کل صبح ہی مستی میں سرِ راہ نہ آیا ۔۔۔ یاں آج مرا شیشۂ دل چور ہوا ہے
1488/5 کیا سوجھے اُسے جس کی ہو یوسف ہی نظر میں ۔۔۔ یعقوب بجا آنکھوں سے معذور ہوا ہے
1488/6 پُر شور سے ہے ، عشقِ مغنی پسراں کے ۔۔۔ یہ کاسۂ سر کاسۂ طنبور ہوا ہے
1488/7 تلوار لیے پھرنا تو اب اُس کا سنا میں ۔۔۔ نزدیک مرے کب کا ، یہ سَر زور ہوا ہے
1488/8 خورشید کی محشر میں تپش ہوگی کہاں تک ۔۔۔ کیا ساتھ مرے داغوں کے محشور ہوا ہے
1488/9 اے رشکِ سحر بزم میں لے منہ پہ نقاب اب ۔۔۔ اک شمع کا چہرہ ہے سو بے نور ہوا ہے

1488/10 اس شوق کو ٹک دیکھ کہ چشمِ نگراں ہے
جو زخمِ جگر کا مرے ناسور ہوا ہے

﴿1489﴾

(قبل از 1752ء)

1489/1 چل قلم ، غم کی رقم کوئی حکایت کیجے ۔۔۔ ہر سرِ حرف پہ فریاد نہایت کیجے
1489/2 گو کہ سر خاکِ قدم پر تری لوٹے ، اس میں ۔۔۔ اپنا شیوہ ہی نہیں یہ کہ شکایت کیجے
1489/3 ہم جگر سوختہ کے جی میں جو آوے تو ابھی ۔۔۔ دودِ دل ہو کے فلک تجھ میں سرایت کیجے
1489/4 عشق میں آپ کے گزرے نہ ہماری تو مگر ۔۔۔ عوضِ جور و جفا ہم پہ عنایت کیجے
1489/5 مت چلا عشق کی رہ کی کہ کہے ہے یاں خضر ۔۔۔ آپھی گمراہ ہیں ہم ، کس کو ہدایت کیجے

1489/6
کس کے کہنے کو ہے تاثیر کہ اک میرؔ ہی سے
رمز و ایما و اشارات و کنایت کیجے

1490

1490/1 دل جو پُر بے قرار رہتا ہے / آج کل مجھ کو مار رہتا ہے
1490/2 تیرے بن دیکھے میں مکدر ہوں / آنکھوں پر اب غبار رہتا ہے
1490/3 جبر یہ ہے کہ تیری خاطر دل / روز بے اختیار رہتا ہے
1490/4 دل کو مت بھول جانا میرے بعد / مجھ سے یہ یادگار رہتا ہے
1490/5 دور میں چشمِ مست کے تیری / فتنہ بھی ہوشیار رہتا ہے
1490/6 بس کہ تیرا ہوا بلا گرداں / سر کو میرے دوار رہتا ہے
1490/7 ہر گھڑی رنجش ایسی باتوں میں / کوئی اخلاص و پیار رہتا ہے
1490/8 تجھ بن آئے ہیں تنگ جینے سے / مرنے کا انتظار رہتا ہے
1490/9 دل کو گو ہاتھ میں رکھو اب تم / کوئی یہ بے قرار رہتا ہے
1490/10 غیر مت کھا فریبِ خُلق اُس کا / کوئی دم میں وہ مار رہتا ہے
1490/11 دلبرو دل چراتے ہو ہر دم / یوں کہیں اعتبار رہتا ہے

1490/12
کیوں نہ ہووے عزیز دلہا میرؔ
کس کے کوچے میں خوار رہتا ہے

1491
(قبل از 1752ء)

1491/1 دہر بھی میرؔ طرفہ مقتل ہے / جو ہے، سو کوئی دم کو[1] فیصل ہے
1491/2 کثرتِ غم سے دل لگا رکنے / حضرتِ دل میں آج دنگل ہے
1491/3 روز کہتے ہیں چلنے کو خوباں / لیکن اب تک تو روزِ اول ہے
1491/4 چھوڑ مت نقدِ وقت نسیہ پر / آج جو کچھ ہے، سو کہاں کل ہے
1491/5 بند ہو تجھ سے یہ کھلا نہ کبھو / دل ہے یا خانۂ مقفّل ہے
1491/6 سینہ چاکی بھی کام رکھتی ہے / یہی کر جب تلک معطّل ہے
1491/7-8 اب کے ہاتھوں میں شوق کے تیرے / (قطعہ) دامنِ بادیہ کا آنچل ہے
ٹک گریباں میں سر کو ڈال کے دیکھ / دل بھی کیا لق و دق جنگل ہے
1491/9-10 ہجر باعث ہے بدگمانی کا / (قطعہ)[2] غیرتِ عشق ہے تو کب کل ہے
مر گیا کوہ کن اسی غم میں
آنکھ اوجھل، پہاڑ اوجھل ہے

---

1. نسخۂ کالج میں 'کو' بالکل درست ہے آسی کے یہاں 'کا' اور طبع دوم میں 'بھی' غلط ہیں۔
2. نسخۂ کلیاتِ آسی میں شعر نو اور دس کو قطعہ درج نہیں کیا، مجلس کے مرتب نے نشان دہی نہیں کی۔

﴿1492﴾

1492/1 جاں گداز اتنی کہاں آوازِ عود و چنگ ہے   دل کے سے نالوں کا ان پردوں میں کچھ آہنگ ہے

1492/2 رُو و خال و زُلف ہی[1] ہیں سنبل و سبزہ و گُل   آنکھیں ہوں تو یہ چمن آئینۂ نیرنگ ہے

1492/3 بے ستوں کھودے سے[2] کیا آخر ہوے سب کارِ عشق   بعد ازاں اے کوہ کن سَر ہے ترا اور سنگ ہے

1492/4 آہ ان خوش قامتوں کو کیوں کے بر میں لایئے   جن کے ہاتھوں سے قیامت پر بھی عرصہ تنگ ہے

1492/5 عشق میں وہ گھر ہے اپنا جس میں سے مجنوں یہ ایک   نا خلف سارے قبیلے کا ہمارے ننگ ہے

1492/6 چشم کم سے دیکھ مت قمری تو اس خوش قد کو ٹک   آہ بھی سروِ گلستانِ شکستِ رنگ ہے

1492/7 ہم سے تو جایا نہیں جاتا کہ یکسر دل ہیں[3] واں   دو قدم اُس کی گلی کی راہ سو فرسنگ ہے

1492/8 ایک بوسے پر تو کی ہے صلح پر لے زود رنج (صح)   تجھ کو مجھ کو اتنی اتنی بات اوپر جنگ ہے

1492/9 پاؤں میں چوٹ آنے کے پیارے بہانے جانے دے   پیش رفت آگے ہمارے کب یہ عذرِ لنگ ہے

1492/10-11 فکر کو نازک خیالوں کی کہاں پہنچے ہیں یار (قطعہ)[4]   ورنہ ہر مصرع یہاں معشوقِ شوخ و شنگ ہے
سرسری کچھ سن لیا ، پھر واہ وا کر اُٹھ گئے   شعر یہ کم فہم سمجھے ہیں خیالِ بنگ ہے

1492/12 صبر بھی کریے بلا پر میرؔ صاحب جی کبھو
جب نہ تب رونا ہی کڑھنا یہ بھی کوئی ڈھنگ ہے

﴿1493﴾

(قبل از 1752ء)

1493/1 خنجر بکف وہ جب سے سفاک ہو گیا ہے   ملک ان ستم زدوں کا سب پاک ہو گیا ہے

1493/2 جس سے اِسے لگاؤں روکھا ہی ہو ملے ہے   سینے میں جل کر از بس دل خاک ہو گیا ہے

1493/3 کیا جانوں لذتِ درد اس کی جراحتوں کی   یہ جانوں ہوں کہ سینہ سب چاک ہو گیا ہے

1493/4 صحبت سے اِس جہاں کی کوئی خلاص ہو گا   اِس فاحشہ پہ سب کو امساک ہو گیا ہے

1493/5 دیوار کہنہ ہے یہ مت بیٹھ اس کے سائے   اُٹھ چل کہ آسماں تو کاواک ہو گیا ہے

1493/6 شرم و حیا کہاں کی ، ہر بات پر ہے شمشیر   اب تو بہت وہ ہم سے بے باک ہو گیا ہے

1493/7 زیرِ فلک بھلا تو رووے ہے آپ کو میرؔ
کس کس طرح کا عالم یاں خاک ہو گیا ہے

---

[1] نسخہ آسی اور مجلس میں یہ مصرع تمام عمر سمجھ میں نہیں آتا۔ وہاں 'ہی' کی جگہ 'سے' درج ہے، طبع دوم، سوم میں 'ہی' درست ہے۔

[2] طبع دوم، سوم، نول کشور میں 'سے' کی جگہ 'بے' سے مصرع بظاہر بہتر ہوتا دکھائی دیتا ہے، لیکن یہاں آسی کا متن 'سے' معنی اور مضمون شعر کو واضح کرنے کا ذریعہ ہے۔

[3] نول کشوری نسخوں بشمول آسی 'ہیں' کی جگہ 'میں' سہو کتابت سہی لیکن معنی خبط کرنے کو کافی ہے۔

[4] آسی اور مجلس میں شعر دس و گیارہ قطعہ ہیں، گو فاروقی صاحب نے انہیں قطعہ نہیں سمجھا اور صرف گیارویں شعر کو شامل انتخاب شور انگیز کیا ہے۔

﴿1494﴾
(قبل از 1752ء)

1494/1 ساقی گھر چاروں اور آیا ہے | دے بھی مے، ابر زور آیا ہے
1494/2 غارتِ دل کرے ہے ابرِ سیاہ | بے طرح گھر میں چور آیا ہے
1494/3 آج تیری گلی سے ظالم میر
لوہو میں شور بور آیا ہے

﴿1495﴾

1495/1 فقیرانہ آئے، صدا کر چلے | میاں خوش رہو، ہم دعا کر چلے
1495/2 جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم | سو اُس عہد کو اب وفا کر چلے
1495/3 شفا اپنی تقدیر ہی میں نہ تھی | کہ مقدور تک تو دوا کر چلے
1495/4 وہ کیا چیز ہے آہ جس کے لیے | ہر اک چیز سے دل اُٹھا کر چلے
1495/5 کوئی ناامیدانہ کرتے نگاہ | سو تم ہم سے منہ بھی چھپا کر چلے
1495/6 بہت آرزو تھی گلی کی تری | سو یاں سے لہو میں نہا کر چلے
1495/7 دکھائی دیے یوں کہ بے خود کیا | ہمیں آپ سے بھی جدا کر چلے
1495/8-9 جبیں سجدہ کرتے ہی کرتے گئی | (قطعہ) حقِ بندگی ہم ادا کر چلے
پرستش کی یاں تک کہ اے بت تجھے | نظر میں سبھوں کی خدا کر چلے
1495/10-11 جھڑے پھول جس رنگ گلبن سے یوں | (قطعہ) چمن میں جہاں کے ہم آ کر چلے
نہ دیکھا غمِ دوستاں شکر ہے | ہمیں داغ اپنا دکھا کر چلے
1495/12 گئی عمر در بندِ فکرِ غزل[1] | سو اِس فن کو ایسا بڑا کر چلے
1495/13 کہیں کیا جو پوچھے کوئی ہم سے میر
جہاں میں تم آئے تھے، کیا کر چلے

﴿1496﴾

1496/1 اپنا سرِ شوریدہ تو وقفِ خمِ چوگان ہے | آ بوالہوس، گر ذوق ہے، یہ گو ہے یہ میدان ہے
1496/2 عالم مری تقلید سے خواہش تری کرنے لگا | میں تو پشیماں ہو چکا، لوگوں کو اب ارمان ہے
1496/3 ہر چند بیش از بیش ہے دعویٰ تو رونے کا تجھے | پر دیدۂ نم ناک بھی اے ابرِ تر طوفان ہے
1496/4 اس بے دمی میں بھی کبھو دل بھر اُٹھے ہے دم ترا | آ ٹک شتابی بے وفا، اب تک تو مجھ میں جان ہے
1496/5 ہر لحظہ خنجر درمیاں، ہر دم زباں زیرِ زباں | وہ طور وہ اُسلوب ہے، یہ عہد یہ پیمان ہے
1496/6 اس آرزوئے وصل نے، مشکل کیا جینا مرا | ورنہ گزرنا جان سے اتنا نہیں آسان ہے
1496/7 بس بے وقاری ہو چکی، گلیوں میں خواری ہو چکی
اب پاس کر ٹک میر کا، دو چار دن مہمان ہے

---

[1] آسی اور مجلس نے شعر بارہ و تیرہ کو قطعہ بند درج کیا ہے جب کہ یہ دونوں شعر مضمون و معنی کے اعتبار سے بالکل الگ الگ ہیں۔ شعر بارہ اور شعر تیرہ زندگی کی لاحاصلیت کا مضمون بیان کرتا ہے۔

1497

1497/1 خوب تھے وے دن کہ ہم تیرے گرفتاروں میں تھے — غم زدوں، اندوہ گینوں، ظلم کے ماروں میں تھے

1497/2 دشمنی جانی ہے اب تو ہم سے غیروں کے لیے — اک سماں سا ہو گیا وہ بھی، کہ ہم یاروں میں تھے

1497/3 مت تبختر سے گزر قمری ہماری خاک پر — ہم بھی اک سروِ رواں کے ناز برداروں میں تھے

1497/4 مر گئے لیکن نہ دیکھا تو نے اودھر آنکھ اُٹھا — آہ کیا کیا لوگ ظالم، تیرے بیماروں میں تھے

1497/5 گرچہ جرمِ عشق غیروں پر بھی ثابت تھا، ولے — قتل کرنا تھا ہمیں، ہم ہی گنہ گاروں میں تھے

1497/6 اک رہا مژگاں کی صف میں، ایک کے ٹکڑے ہوئے
دل جگر جو میر دونوں اپنے غم خواروں میں تھے

1498

1498/1 جس جگہ دورِ جام ہوتا ہے — واں یہ عاجز مُدام ہوتا ہے

1498/2 ہم تو اک حرف کے نہیں ممنون — کیسا خط و پیام ہوتا ہے

1498/3 تیغ ناکاموں پر نہ ہر دم کھینچ — اک کرشمے میں کام ہوتا ہے

1498/4 پوچھ مت آہ، عاشقوں کی معاش — روز اُن کا بھی شام ہوتا ہے

1498/5 زخم بن، غم بن اور غصے بن — اپنا کھانا حرام ہوتا ہے

1498/6 شیخ کی سی ہی شکل ہے شیطان — جس پہ شب احتلام ہوتا ہے

1498/7 میر صاحب بھی اُس کے ہاں تھے پر
جیسے کوئی غلام ہوتا ہے

1499

1499/1 بے تابیوں میں تنگ ہم آئے ہیں جان سے — وقتِ شکیب خوش کہ گیا درمیان سے

1499/2 ہم خامشوں کا ذکر تھا شب اُس کی بزم میں — نکلا نہ حرفِ خیر کسو کی زبان سے

1499/3 آبِ خضر سے بھی نہ گئی سوزشِ جگر — کیا جانیے یہ آگ ہے کس دودمان سے

1499/4 جز عشق جنگِ دہر سے مت پڑھ کہ خوش ہیں ہم — اس قصے کی کتاب میں اس داستان سے

1499/5 آنے کا اس چمن میں سبب بے کلی ہوئی — جوں برق ہم تڑپ کے گرے آشیان سے

1499/6 اب چھیڑ یہ رکھی ہے کہ عاشق ہے تو کہیں — القصہ خوش گزرتی ہے اُس بدگمان سے

1499/7 داغوں سے ہے چمن، جگرِ میر دہر میں
اُن نے بھی گل چنے بہت اس گلستان سے

1500

1500/1 چاک پر چاک ہوا، جوں جوں سلایا ہم نے — اس گریباں ہی سے اب ہاتھ اُٹھایا ہم نے

1500/2 حسرت لطفِ عزیزانِ چمن جی میں رہی — سر پہ دیکھا نہ گل و سرو کا سایا ہم نے

1500/3 جی میں تھا عرش پہ جا باندھیے تکیہ، لیکن — بسترا خاک ہی میں اب تو بچھایا ہم نے

1500/4 بعدِ یک عمر کہیں تم کو جو تنہا پایا — ڈرتے ڈرتے ہی کچھ احوال سنایا ہم نے

1500/5 یاں فقط ریختہ ہی کہنے نہ آئے تھے ہم — چار دن یہ بھی تماشا سا دکھایا ہم نے

1500/6 بارے کل باغ میں جا، مرغِ چمن سے مل کر — خوبیِ گل کا مزا خوب اُڑایا ہم نے

1500/7 تازگی داغ کی ہر شام کو بے ہیچ نہیں — آہ کیا جانئے، دیا کس کا بجھایا ہم[1] نے

1500/8 دشت و کہسار میں سرمار کے چندے تجھ بن — قیس و فرہاد کو پھر یاد دلایا ہم نے

1500/9 بے کلی سے دلِ بے تاب کی مر گزرے تھے — سو تہِ خاک بھی آرام نہ پایا ہم نے

1500/10 یہ ستم تازہ ہوا اور کہ پائیز میں میر
دل خس و خار سے ناچار لگایا ہم نے

﴿1501﴾

1501/1 ظالم کہیں تو مل کبھو دارو پیے ہوئے — پھرتے ہیں ہم بھی ہاتھ میں سر کو لیے ہوئے

1501/2 آؤ گے ہوش میں تو تنک اک سدھ بھی لیجیو — اب تو نشے میں جاتے ہو زخمی کیے ہوئے

1501/3 جی ڈوبتا ہے اُس[2] گہر تر کی یاد میں — پایانِ کار عشق میں ہم مر جیے[3] ہوئے

1501/4 سی چاکِ دل کہ چشم سے ناصح لہو تھمے — ہوتا ہے کیا ہمارے گریباں سیے ہوئے

1501/5 کافر ہوئے بتوں کی محبت میں میر جی
مسجد میں آج آئے تھے قشقہ دیے ہوئے

﴿1502﴾

1502/1 کرو توکّل کہ عاشقی میں نہ یوں کرو گے تو کیا کرو گے
الم جو یہ ہے تو دردمندو! کہاں تلک تم دوا کرو گے

1502/2 جگر میں طاقت کہاں ہے اتنی کہ دردِ ہجراں سے مرتے رہیے
ہزاروں وعدے وصال کے تھے کوئی بھی جیتے وفا کرو گے

1502/3 جہاں کی مسلخ تمام حیرت، نہیں ہے تس پر نگہ کی فرصت
نظر پڑے گی بسانِ بسمل کبھو جو مژگاں کو وا کرو گے

1502/4 اخیرِ الفت یہی نہیں ہے کہ جل کے آخر ہوئے پتنگے
ہوا جو یاں کی یہ ہے تو یارو، غبار ہو کر اُڑا کرو گے

1502/5 بلا ہے ایسا تپیدنِ دل کہ صبر اس پر ہے سخت مشکل
دماغ اتنا کہاں رہے گا کہ دست بر دل رہا کرو گے

1502/6 عدم میں ہم کو یہ غم رہے گا کہ اوروں پر اب ستم رہے گا
تمھیں تو لت ہے ستانے ہی کی، کسو پر آخر جفا کرو گے

---

[1] اگر اس مصرع میں ہم کی جگہ 'اُس' یا 'اُن' کر دیں تو 'دیا بجھانے' کی ذمہ دار 'آہ' قرار پائے گی۔ تاہم تمام نسخوں میں 'ہم' ہی درج ہوا ہے۔

[2] نسخہ آسی میں 'اُس' کو بہت مرتبہ 'آس' لکھا گیا ہے۔ سہو کتابت، جسے دور نہ کیا گیا۔

[3] لفظ 'مرجیے' پر فائق صاحب کا حاشیہ، ابن حزم کے بیان کردہ، اسلام کے پانچ فرقوں جن میں ایک 'مرجیہ' بھی ہے، کی تفصیل پر مبنی ہے۔ اگر پھر شعر کی فہم پر جس قدر حیرت کی جائے کم ہے۔ اس لفظ کی دو لغات ہیں، ایک کے مطابق ضعیف، مردہ دل، سست اور کاہل، وہ جو مر مر کر مر مر کے جینے والا، دوسرے معنی غوطہ خور کے ہیں اور یہی مراد میر ہیں۔

1502/7 اگرچہ اب تو خفا ہو لیکن ، موے گئے پر کبھو ہمارے
جو یاد ہم کو کرو گے پیارے تو ہاتھ اپنے مَلا کرو گے

1502/8 سحر کو محرابِ تیغِ قاتل کبھو جو یارو ادھر[1] ہو مائل
تو ایک سجدہ بسانِ بسمل ، مری طرف سے اداکرو گے

1502/9 غمِ محبت سے میر صاحب بہ تنگ ہوں میں ، فقیر ہو تم
جو وقت ہوگا کبھو مساعد تو میرے حق میں دعا کرو گے

﴿1503﴾

1503/1 بو کہ ہو سوئے باغ نکلے ہے — باؤ سے اک دماغ نکلے ہے

1503/2 ہے جو اندھیر شہر میں ، خورشید — دن کو لے کر چراغ نکلے ہے

1503/3 چوب کاری ہی سے رہے گا شیخ — اب تو لے کر چماغ نکلے ہے

1503/4 ہر سحر حادثہ مری خاطر — بھر کے خوں کا ایاغ نکلے ہے

1503/5-6 دے ہے جنبش جو واں کی خاک کو باؤ (قطعہ)[2] — جگرِ داغ داغ نکلے ہے

اُس گلی کی زمینِ تفتہ سے — دل جلوں کا سراغ نکلے ہے

1503/7 شاید اُس زلف سے لگی ہے میر
باؤ میں اک دماغ نکلے ہے

﴿1504﴾

1504/1 ہے خاک جیسے ریگِ رواں سب، نہ آب ہے — دریائے موج خیز جہاں کا سراب ہے

1504/2 روزِ شمار میں بھی محاسب ہے گر کوئی — تو لے حساب کچھ نہ کر آخر حساب ہے

1504/3 اس شہرِ دل کو تو بھی جو دیکھے تو اب کہے — کیا جانیے کہ بستی یہ کب کی خراب ہے

1504/4 منہ پر لیے نقاب تو اے ماہ کیا چھپے — آشوبِ شہرِ حسن ترا آفتاب ہے

1504/5 کس رشکِ گل کی باغ میں زلفِ سیہ کھلی — موجِ ہوا میں آج نپٹ پیچ و تاب ہے

1504/6 کیا دل مجھے بہشت میں لے جائے گا بھلا — جس کے سبب یہ جان پہ میری عذاب ہے

1504/7 سن کان کھول کر کہ تنک جلد آنکھ کھول — غافل ! یہ زندگانی فسانہ ہے ، خواب ہے

1504/8 رہ آشنائے لطف حقیقت کے بحر کا — ہے رشکِ زلف وچشم جو موجِ حباب ہے

1504/9 آتش ہے سوز سینہ ہمارا مگر کہ میر
نامے سے عاشقوں کے کبوتر کباب ہے

---

[1] نسخۂ آسی میں بہ صراحت ’ادھر‘ درج کیا ہے جب کہ یہاں بھی محل ’ادھر‘ کا ہے۔ اس نوع کی اغلاط بھی آسی کے یہاں بہت ہیں۔ ہر جگہ نشان دہی ممکن نہیں تاہم درستی کردی گئی ہے۔

[2] نسخۂ آسی اور مجلس میں شعر پانچ سے قطعہ کا آغاز بتایا جو درست ہے، ہماری ترتیب میں شعر چار کو قطعہ کا دوسرا شعر قرار دیا، حالاں کہ یہ شعر اس قطعہ کا حصہ (معنوی طور پر) ہے ہی نہیں۔ اس لیے ترتیب بدل کر شعر چار کو قطعے سے پہلے درج کر دیا ہے۔ قطعہ دو شعروں پانچ اور چھ پر مشتمل ہے۔

﴿1505﴾

1505/1
کیا کیا بیٹھے بگڑ بگڑ تم ، پر ہم تم سے بنائے گئے
چپکے باتیں اُٹھائے گئے ، سر گاڑے ووں ہی آئے گئے

1505/2
اُٹھے نقاب جہان سے یا رب جس سے تکلف بیچ میں ہے
جب نکلے اُس راہ سے ہو کر منہ تم ہم سے چھپائے گئے

1505/3
کب کب تم نے سچ نہیں مانیں جھوٹی باتیں غیروں کی
تم ہم کو یوں ہی جلائے گئے وے تم کو ووں ہی لگائے گئے

1505/4
صبح وہ آفت اُٹھ بیٹھا تھا ، تم نے یہ دیکھا صد افسوس
کیا کیا فتنے سر جوڑے پلکوں کے سائے سائے گئے

1505/5
اللہ رے یہ دیدہ درائی[1] ، ہوں نہ مکدر کیوں کے ہم
آنکھیں ہم سے ملائے گئے ، پھر خاک میں ہم کو ملائے گئے

1505/6
آگ میں غم کی ہو کے گدازاں جسم ہوا سب پانی سا
یعنی بن اُن شعلہ رخوں کے خوب ہی ہم بھی تائے گئے

1505/7
ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی بھی حد اک آخر ہوتی ہے
کُشتے اُس کی تیغِ ستم کے گور تئیں کب لائے گئے

1505/8
خضر جو مل جاتا ہے، گاہے آپ کو بھولا خوب نہیں
کھوئے گئے اُس راہ کے ورنہ کاہے کو پھر پائے گئے

1505/9
مرنے سے کیا میر جی صاحب ہم کو ہوش تھے کیا کریے
جی سے ہاتھ اُٹھائے گئے پر اُس سے دل نہ اُٹھائے گئے

﴿1506﴾

1506/1
ادھر سے ابر اُٹھ کر جو گیا ہے
ہماری خاک پر بھی رو گیا ہے

1506/2
مصائب اور تھے پر دل کا جانا
عجب اک سانحہ سا ہو گیا ہے

1506/3
مُقامر خانۂ آفاق وہ ہے
کہ جو آیا ہے یاں کچھ کھو گیا ہے

1506/4
کچھ آؤ زلف کے کوچے میں درپیش
مزاج اپنا اُدھر اب تو گیا ہے

1506/5
سرہانے میر کے کوئی[2] نہ بولو
ابھی ٹک روتے روتے سو گیا ہے

---

1. یہاں پھر نسخۂ مجلس کے فاضل مرتب فائق صاحب نے 'دیدہ درائی' کو 'دیدہ ورائی' درج فرمایا ہے۔ دسیوں مقام پر اس غلطی کو سہو کتابت قرار دیا جاسکتا۔
2. میر کے اس شاید سب سے مشہور شعر کا متن مروجہ صورت میں 'آہستہ بولو' کے ساتھ ہے۔ 'کوئی نہ بولو' اگر درست بھی ہے (جیسا کہ بعض درج کرتے ہیں) تو بھی واقعہ یہ کہ مقبول عام متن (آہستہ) سے ہی مرتبۂ شعر قائم اور بلند ہوتا ہے، موجودہ مذکور متن سے نہیں۔

﴿1507﴾

1507/1 عمر بھر ہم رہے شرابی سے — دلِ پُر خوں کی اک گلابی سے

1507/2 جی ڈہا جائے ہے سحر سے آہ — رات گزرے گی کس خرابی سے

1507/3 کھِلنا کم کم کلی نے سیکھا ہے — اُس کی آنکھوں کی نیم خوابی سے

1507/4 برقع اُٹھتے ہی چاند سا نکلا — داغ ہوں اُس کی بے حجابی سے

1507/5 کام تھے عشق میں بہت پر میر
ہم ہی فارغ ہوئے شتابی سے

﴿1508﴾

1508/1 دن دوریِ چمن میں جو ہم شام کریں گے — تا صبح دو صد نالہ سر انجام کریں گے

1508/2 ہوگا ستم و جور سے تیرے ہی کنایہ — دو شخص جہاں شکوۂ ایام کریں گے

1508/3 آمیزشِ بے جا ہے تجھے جن سے ہمیشہ — وے لوگ ہی آخر تجھے بدنام کریں گے

1508/4 نالوں سے مرے رات کے غافل نہ رہا کر — اک روز یہی دل میں ترے کام کریں گے

1508/5 گر دل ہے یہی مضطرب الحال تو اے میر
ہم زیرِ زمیں بھی بہت آرام کریں گے

ردیف ی ے ___ دیوان دوم

﴿1509﴾

1509/1 ہم سے دیکھا کہ محبت نے ادا کیا کیا کی — ایک دل قطرۂ خوں، تس پہ جفا کیا کیا کی

1509/2 کس کو لاگی کہ نہ لوہو میں ڈبایا اس کو — اُس کی شمشیر کی جدول بھی بہا کیا کیا کی

1509/3 جان کے ساتھ ہی آخر مرضِ عشق گیا — جی بھلا ٹک نہ ہوا، ہم نے دوا کیا کیا کی

1509/4 اُن[1] نے چھوڑی نہ طرح[2] جور و جفا کی ہرگز — ہم نے یوں اپنی طرف سے تو وفا کیا کیا کی

1509/5 سجدہ اک صبح ترے در کا کروں اس خاطر — میں نے محراب میں راتوں کو دعا کیا کیا کی

1509/6 آگ سی پھکتی ہی دن رات رہا کی تن میں — جانِ غم ناک ترے غم میں جلا کیا کیا کی

1509/7 میر نے ہونٹوں سے اُس کے نہ اُٹھایا جی کو
خلق اُن[3] کے تئیں یہ سن کے کہا کیا کیا کی

۱، ۲ نسخۂ کالج میں 'اُن' ہے، آسی و دیگر نول کشوری نسخوں میں 'اُس' 'طرف' کا یہ محل نہیں۔ طبع سوم کی سند پر 'طرح' جو یہاں ضروری ہے، درج کیا جاتا ہے۔

۳ صرف نسخۂ آسی و مجلس میں 'اُس' ہے ورنہ نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں 'اُن' ہے۔

﴿1510﴾

1510/1 کچھ کرو فکر مجھ دِوانے کی
دھوم ہے پھر بہار آنے کی

1510/2 دل کا اُس کنجِ لب سے دے ہیں نشاں
بات لگتی تو ہے ٹھکانے کی

1510/3 وہ جو پھرتا ہے مجھ سے دور ہی دور
ہے یہ تقریب جی کے جانے کی

1510/4 تیز یوں ہی نہ تھی شب آتشِ شوق
تھی خبر گرم اُس کے آنے کی

1510/5 خضر اُس خطِ سبز پر تو مُوا
دھن ہے اب اپنے زہر کھانے کی

1510/6 دلِ صد چاک بابِ زلف ہے لیک
باؤ سی بندھ رہی ہے شانے کی

1510/7-8 کسو کم ظرف نے لگائی آہ (قطعہ)
تجھ سے مے خانے کے جلانے کی
ورنہ اے شیخِ شہر واجب تھی
جام داری شراب خانے کی

1510/9 جو ہے سو پائمالِ غم ہے میر
چال بے ڈول ہے زمانے کی

﴿1511﴾

1511/1 میر دریا ہے سنے شعر زبانی اُس کی
اللہ اللہ رے طبیعت کی روانی اُس کی

1511/2 خاطرِ بادیہ سے دیر میں جاوے گی کہیں
خاک مانند بگولے کے اُڑانی اُس کی

1511/3 ایک ہے عہد میں اپنے وہ پراگندہ مزاج
اپنی آنکھوں میں نہ آیا کوئی ثانی اُس کی

1511/4 مینہ تو بوچھار کا دیکھا ہے برستے تم نے
اسی انداز سے تھی اشک فشانی اُس کی

1511/5 بات کی طرز کو دیکھو تو کوئی جادو تھا
پر ملی خاک میں کیا سحر بیانی اُس کی

1511/6 کر کے تعویذ رکھیں اُس کو بہت بھاتی ہے
وہ نظر پاؤں پہ، وہ بات دوانی اُس کی

1511/7 اُس کا وہ عجز، تمھارا یہ غرورِ خوبی
منتیں اُس نے بہت کیں پہ نہ مانی اُس کی

1511/8 کچھ لکھا ہے تجھے ہر برگ پہ اے رشکِ بہار
رقعہ واریں[1] ہیں یہ اوراق خزانی اُس کی

1511/9 سرگزشت اپنی کس اندوہ سے شب کہتا تھا
سو گئے تم، نہ سنی آہ کہانی اُس کی

1511/10 مرثیے دل کے کئی کہہ کے دیے لوگوں کو
شہر دلی میں ہے سب پاس نشانی اُس کی

1511/11 میان سے نکلے ہی پڑتی تھی تمھاری تلوار
کیا عوض چاہ کا تھا خصمیِ جانی اُس کی

1511/12 آبلے کی سی طرح ٹھیس لگے، پھوٹ بہی
دردمندی میں گئی ساری جوانی اُس کی

1511/13 اب گئے اُس کے جز افسوس نہیں کچھ حاصل
حیف صد حیف کہ کچھ قدر نہ جانی اُس کی

﴿1512﴾

1512/1 کی سیر ہم نے سینۂ یکسر فگار کی
اس تختے نے ہے اب کے قیامت بہار کی

1512/2 دریائے حسنِ یار تلاطم کرے کہیں
خواہش ہے اپنے جی میں بھی بوس و کنار کی

---

[1] مرتب نسخۂ مجلس نے 'رقعہ وار' کو 'رقعہ دار' سمجھا اور درج کیا، یہ درست نہیں۔ اصل لفظ جو یہاں مطلوب ہے 'رقعہ دار' ہی ہے اور آ سی کے درست درج ہوا ہے۔

1512/3 اپنا بھی جی اسیر تھا ، آوازِ عندلیب — دل میں چھپا کی رات کو جوں نوک خار کی
1512/4 آنکھیں غبار لائیں مری انتظار میں — دیکھوں تو گرد کب اُٹھے اُس رہ گزار کی
1512/5 مقدور تک تو ضبط کروں ہوں ، پہ کیا کروں — منہ سے نکل ہی جاتی ہے اک بات پیار کی
1512/6 اے اگر دِ سر پھروں ترے ، ہوں میں فقیرِ محض — رکھتا تھا ایک جان ، سو تجھ پر نثار کی
1512/7 کیا صید کی تڑپ کو اُٹھائے دماغِ یار — نازک بہت ہے طبع مرے دل شکار کی
1512/8 رکھتا نہیں طریقِ وفا میں کبھو قدم — ہم کچھ نہ سمجھے راہ و روش اپنے یار کی
1512/9 کیا جانوں چشمِ تر سے اُدھر دل پہ کیا ہوا
کس کو خبر ہے میر سمندر کے پار کی

﴿1513﴾

1513/1 پٹے بازی سے چرخِ گرداں کی — سر ہمارے ہیں گوے میداں کی
1513/2 جی گیا اُس کے تیر کے ہمراہ — تھی تواضع ضرور مہماں کی
1513/3 ہیں لیے آبروے خنجر و تیغ[۲] — ترچھی پلکیں تری ، بھویں بانکی
1513/4 پھوڑ ڈالیں گے سر ہی اُس در پر — منت اُٹھتی نہیں ہے درباں کی
1513/5 سرِ دامن سے گفتگو کریے — بات بگڑی لبِ گریباں کی
1513/6 اُس بتِ شوخ کی ہے طینت میں — دشمنی میرے دین و ایماں کی
1513/7 آدمی سے مَلک کو کیا نسبت
شان ارفع ہے میر ! انساں کی

﴿1514﴾

1514/1 رکھا گنہ وفا کا ، تقصیر کیا نکالی — مارا خراب کر کر ، تعزیر کیا نکالی
1514/2 رہتی ہے چت چڑھی ہی دن رات تیری صورت — صفحے پہ دل کے میں نے تصویر کیا نکالی
1514/3 چپ بھی مری جتائی اُس سے مخالفوں نے — بات اور بھی بنائی ، تقریر کیا نکالی
1514/4 بس تھی ہمیں تو تیری ابرو کی ایک جنبش — خوں ریزی کو ہماری شمشیر کیا نکالی
1514/5 کی اُس طبیبِ جاں نے تجویزِ مرگِ عاشق — آزار کے مناسب تدبیر کیا نکالی!
1514/6 دل بند ہے ہمارا موجِ ہوائے گل سے — اب کے جنوں میں ہم نے زنجیر کیا نکالی
1514/7 نامے پہ لوہو رو رو خط کھینچ ڈالے سارے
یہ میر بیٹھے بیٹھے تحریر کیا نکالی

﴿1515﴾

1515/1 جی رشک سے گئے جو اُدھر کو صبا چلی — کیا کہیے آج صبح عجب کچھ ہوا چلی
1515/2 کیا رنگ و بو و بادِ سحر سب ہیں گرمِ راہ — کیا ہے جو اُس چمن میں ہے ایسی چلا چلی

---

۱ نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں 'اے' ہے پھر نہ جانے نسخۂ آسی میں 'اب' کا ماخذ کیا ہے۔
۲ نول کشور دوم، سوم میں مصرع یوں ہے 'ہیں یہ مژگان وابرو خنجر و تیغ' آسی کے یہاں متن درست لگتا ہے۔

1515/3 تو دو قدم جو راہ چلا گرم اے نگار — مہندی کفک کی آگ دلوں میں لگا چلی

1515/4 فتنہ ہے اُس سے شہر میں برپا ہزار جا — تلوار اس کی چال پہ کیا ایک جا چلی

1515/5 یہ جور و جور کش تھے کہاں آگے عشق میں
تجھ سے جفا و میر سے رسمِ وفا چلی

1516

1516/1 آج کچھ بے حجاب ہے وہ بھی — کیا ہی مستِ شراب ہے وہ بھی

1516/2 میں ہی جلتا نہیں جدا دل سے — دور مجھ سے کباب ہے وہ بھی

1516/3 سائلِ بوسہ سب گئے محروم — ایک حاضر جواب ہے وہ بھی

1516/4 وہم جس کو محیط سمجھا ہے — دیکھیے تو سراب ہے وہ بھی

1516/5 کم نہیں کچھ صبا سے اشکِ گرم — قاصدِ پُر شتاب ہے وہ بھی

1516/6 حسن سے دودِ دل نہیں خالی — زلفِ پُر پیچ و تاب ہے وہ بھی

1516/7 خانہ آباد کعبے میں تھا میر
کیا خدائی خراب ہے وہ بھی

1517

1517/1 دزدیدہ نگہ کرنا ، پھر آنکھ ملانا بھی — اس لوٹتے دامن کو پاس آ کے اُٹھانا بھی

1517/2 پامالیِ عاشق کو منظور رُکھے جانا — پھر چال کڈھب چلنا ، ٹھوکر نہ لگانا بھی

1517/3 برقع کو اُٹھا دینا ، پر آدھے ہی چہرے سے — کیا منہ کو چھپانا بھی ، کچھ جھمکی دکھانا بھی

1517/4 دیکھ آنکھیں مری نیچی ، اک مارنا پتھر بھی — ظاہر میں ستانا بھی ، پردے میں جتانا بھی

1517/5 صحبت ہے یہ ویسی ہی اے جان کی آسائش
ساتھ آن کے سونا بھی ، پھر منہ کو چھپانا بھی

1518

1518/1 یار بن تلخ زندگانی تھی — دوستی مدعیِ جانی تھی

1518/2 سر سے اُس کے ہوا گئی نہ کبھو — عمر برباد یوں ہی جانی تھی

1518/3 لطف پر اُس کے ہم نشیں مت جا — کبھو ہم پر بھی مہربانی تھی

1518/4 ہاتھ آتا جو تُو تو کیا ہوتا — برسوں تک ہم نے خاک چھانی تھی

1518/5 شیب میں فائدہ تامل کا — سوچنا تب تھا جب جوانی تھی

1518/6 میرے قصے سے سب کی گئیں نیندیں — کچھ عجب طور کی کہانی تھی

1518/7 عاشقی جی ہی لے گئی آخر — یہ بلا کوئی ناگہانی تھی

1518/8 اُس رخِ آتشیں کی شرم سے رات — شمعِ مجلس میں پانی پانی تھی

1518/9 پھر سخن نشنوی ہے ویسی ہی — رات اک آدھ بات مانی تھی

1518/10 کوئے قاتل سے بچ کے نکلا خضر — اسی میں اُس کی زندگانی تھی

1518/11
فقر پر بھی تھا میرؔ کے اک رنگ
کفنی پہنی ، سو زعفرانی تھی

﴿1519﴾

1519/1　وہ رابطہ نہیں ، وہ محبت نہیں رہی　　اُس بے وفا کو ہم سے کچھ اُلفت نہیں رہی
1519/2　دیکھا تو مثلِ اشک نظر سے گرا دیا　　اب میری ، اُس کی آنکھ میں عزت نہیں رہی
1519/3　رُندھنے سے جی کے کس کو رہا ہے دماغِ حرف　　دم لینے کی بھی ہم کو تو فرصت نہیں رہی
1519/4　تھی تاب جی میں جب تئیں رنج و تعب کھنچے　　وہ جسم اب نہیں ہے ، وہ قدرت نہیں رہی
1519/5　منعم امل کا طول یہ کس جینے کے لیے　　جتنی گئی اب اُتنی تو مدت نہیں رہی
1519/6　دیوانگی سے اپنی ہے اب سارِی بات خبط　　افراطِ اشتیاق سے وہ مَت نہیں رہی
1519/7
پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ
افسوس تم کو میرؔ سے صحبت نہیں رہی

﴿1520﴾

1520/1　عشق میں ذلت ہوئی ، خفت ہوئی ، تہمت ہوئی　　آخر آخر جان دی یاروں نے ، یہ صحبت ہوئی
1520/2　عکس اُس بے دید کا تو متصل پڑتا تھا صبح　　دن چڑھے کیا جانوں ، آئینے کی کیا صورت ہوئی
1520/3　لوحِ سینہ پر مرے سو نیزۂ خطی لگے　　خستگی اس دل شکستہ کی اسی بابت ہوئی
1520/4　کھولتے ہی آنکھیں پھریاں مونڈنی ہم کو پڑیں　　دید کیا کوئی کرے وہ کس قدر مہلت ہوئی
1520/5　پاؤں میرا کلبۂ احزاں میں اب رہتا نہیں　　رفتہ رفتہ اُس طرف جانے کی مجھ کو لت ہوئی
1520/6　مر گیا آوارہ ہو کر مَیں تو جیسے گردباد　　پر جسے یہ واقعہ پہنچا ، اُسے وحشت ہوئی
1520/7　شاد و خوش طالع کوئی ہوگا کسو کو چاہ کر　　مَیں تو کلفت میں رہا جب سے مجھے اُلفت ہوئی
1520/8　دل کا جانا آج کل تازہ ہوا ہو تو کہوں[1]　　گزرے اس بھی سانحے کو ہم نشیں مدت ہوئی
1520/9　شوقِ دل ہم ناتوانوں کا لکھا جاتا ہے کب　　اُس تلک آ بھی پہنچنے کی اگر طاقت ہوئی
1520/10　کیا کفِ دست ایک میداں تھا بیاباں عشق کا　　جان سے جب اُس میں گزرے تب ہمیں راحت ہوئی
1520/11　یوں تو ہم عاجز ترینِ خلقِ عالم ہیں ولے　　دیکھیو قدرت خدا کی ، گر ہمیں قدرت ہوئی
1520/12　گوش زد چٹ پٹ ہی مرنا عشق میں اپنا ہوا　　کس کو اس بیماریِ جانکاہ سے فرصت ہوئی
1520/13　بے زباں جو کہتے ہیں مجھ کو سو چپ رہ جائیں گے　　معرکے میں حشر کے گر بات کی رخصت ہوئی
1520/14　ہم نہ کہتے تھے کہ نقش اس کا نہیں نقاش سہل　　چاند سارا لگ گیا تب نیم رخ صورت ہوئی
1520/15　اس غزل پر شام سے تو صوفیوں کو وجد تھا　　پھر نہیں معلوم کچھ ، مجلس کی کیا حالت ہوئی
1520/16
کم کسو کو میرؔ کی میت کی ہاتھ آئی نماز
نعش پر اس بے سر و پا کی بلا کثرت ہوئی

---

[1] نسخۂ آسی میں 'کہاں' درج ہے ، جس کا یہ محل نہیں۔ طبع دوم ، سوم میں 'کہوں' صحیح ہے۔

﴿1521﴾

1521/1 قوت کو پیرانہ سر دلّی میں حیرانی ہوئی — اب کے جو آئے سفر سے، خوب مہمانی ہوئی

1521/2 باولے سے جب تلک بکتے تھے، سب کرتے تھے پیار — عقل کی باتیں کیاں، کیا ہم سے نادانی ہوئی

1521/3 لوہو پانی ایک دونوں نے کیا میرا نداں — یعنی دل لوہو ہوا سب، چشم سب پانی ہوئی

1521/4 کیا چھپا کچھ رہ گیا ہے مدعائے خطِ شوق — رقعہ وار[1] اب اشکِ خونیں سے تو افشانی ہوئی

1521/5 آنکھ اُٹھا کر ٹک جو دیکھا گھر کے گھر بٹھلا دیے — اک نگہ میں سیکڑوں کی خانہ ویرانی ہوئی

1521/6 مرتبہ واجب کا سمجھے آدمی، ممکن نہیں — فہم سودائی ہوا، یاں عقل دیوانی ہوئی

1521/7 چاہ کر اُس بے وفا کو آخر اپنی جان دی — دوستی اُس کی ہماری دشمنِ جانی ہوئی

1521/8 بلبل اس خوبی سے گل ہے سیّما سیمائے یار — تو عبث اے بے حقیقت غنچہ پیشانی ہوئی

1521/9 شیخ مت یادِ بتاں کو رات کا سا ذکر جان — یہ صنم گوئی ہماری کیا خدا خوانی ہوئی

1521/10 غنچۂ گل ہے گلابی، پھول ہے جامِ شراب — توڑنے کو توڑی توبہ، اب پشیمانی ہوئی

1521/11 چشم ہوتے ہوتے تر کچھ سب بھری رہنے لگی — اب ہوئی خطرے کی جاگہ کشتی طوفانی ہوئی

1521/12 دل تڑپتا تھا نہایت، جان دے تسکین کی — بارے اپنی ایسی مشکل کی بھی آسانی ہوئی

1521/13 جب سے دیکھا اُس کو ہم نے، جی ڈہا جاتا ہے میر — اس خرابی کی یہ چشمِ زُد سیہ بانی ہوئی

﴿1522﴾

1522/1 بتوں سے آنکھ کیوں میں نے لڑائی — طرف ہے مجھ سے اب ساری خدائی

1522/2 نرا دھوکا ہی ہے دریائے ہستی — نہیں کچھ تہ سے تجھ کو آشنائی

1522/3 بگڑتی ہی گئی صورت ہماری — گئے پر دل کے، پھر کچھ بن نہ آئی

1522/4 نہ نکلا ایک شب اس راہ وہ ماہ — بہت کی ہم نے طالع آزمائی

1522/5 کہا تھا میں نہ دیکھو غیر کی اور — سو تم نے آنکھ مجھ سے ہے چھپائی

1522/6 نہ ملیے خاک میں کہہ کیونکہ پیارے — گزرتی ہے کڑی تیری جدائی

1522/7 جفا اُس کی نہ پہنچی انتہا کو — دریغا! عمر نے کی بے وفائی

1522/8 گلے اُس مہ نے لگ کر ایک دو رات — مہینوں تک مری چھاتی جلائی

1522/9 نہ تھا جب درمیاں آئینہ تب تک — تھی اک صورت کہ ہو جائے صفائی

1522/10 نظر اُس کی پڑی چہرے پر اپنے — نمد پوشوں سے آنکھ اب کب ملائی

1522/11 بڑھائی کس قدر بات اُس کے قد کی — قیامت میر صاحب ہیں جوائی

---

[1] اس شعر میں بھی مرتب نسخۂ مجلس نے 'رقعہ دار' درج کیا، اصل میں لفظ 'رقعہ وار' ہے، یہاں بھی میر نے اسے مونث باندھا ہے۔

﴿1523﴾

1523/1-2 مطرب سے غزل میر کی کل میں نے پڑھائی (قطعہ) اللہ رے اثر ، سب کے تئیں رنگی آئی
اس مطلعِ جاں سوز نے آ اُس کے لبوں پر کیا کہیے کہ کیا صوفیوں کی چھاتی جلائی

1523/3 خاطر کے علاقے کے سبب جان کھپائی اس دل کے دھڑکنے سے عجب کوفت اُٹھائی

1523/4 گو اُس رخِ مہتابی سے واں چاندنی چھٹکی یاں رنگِ شکستہ سے بھی چھٹتی ہے ہوائی

1523/5 ہر بحر میں اشعار کہے ، عمر کو کھویا اس گوہرِ نایاب کی کچھ بات نہ پائی

1523/6 بھیڑیں ٹلیں اُس ابروئے خم دار کے ہلتے لاکھوں میں اُس اوباش نے تلوار چلائی

1523/7 دل اور جگر جل کے مرے دونوں ہوئے خاک کیا پوچھتے ہو عشق نے کیا آگ لگائی

1523/8 قاصد کے تصنع نے کیا دل کے تئیں داغ بے تاب مجھے دیکھ کے کچھ بات بنائی

1523/9 چیکی[1] ہے مری آنکھ لبِ لعلِ بتاں سے اس بات کے تئیں جانتی ہے ساری خدائی

1523/10 میں دیر پہنچ کے نہ کیا قصدِ حرم پھر اپنی سی جرس نے کی بہت ہرزہ درائی

1523/11 فریاد انھی رنگوں ہے گلزار میں ہر صبح بلبل نے مری طرزِ سخن صاف اُڑائی

1523/12 مجلس میں مرے ہوتے رہا کرتے ہو چپکے یہ بات مری ضد سے تمھیں کن نے بتائی

1523/13 گردش میں جو ہیں میر مہ و مہر ، ستارے
دن رات ہمیں رہتی ہے یہ چشم نمائی

﴿1524﴾

1524/1 تجھ کنے بیٹھے گھٹا جاتا ہے جی کاہشیں کیا کیا اُٹھا جاتا ہے جی

1524/2 یوں تو مردے سے پڑے رہتے ہیں ہم پر وہ آتا ہے[2] تو آجاتا ہے جی

1524/3 ہائے اس کے شربتی لب سے جدا کچھ بتاسا سا گھلا جاتا ہے جی

1524/4 اب کے اُس کی راہ میں جو ہو سو ہو یاد بھی آتا ہے ، یا جاتا ہے جی

1524/5 کیا کہیں تم سے کہ اُس شعلے بغیر جی ہمارا کچھ جلا جاتا ہے جی

1524/6 عشق آدم میں نہیں کچھ چھوڑتا ہولے ہولے کوئی کھا جاتا ہے جی

1524/7 اُٹھ چلے پر اُس کے غش کرتے ہیں ہم یعنی ساتھ اُس کے چلا جاتا ہے جی

1524/8 آ نہیں پھرتا وہ مرتے وقت بھی حیف ہے اس میں رہا جاتا ہے جی

1524/9 رکھتے تھے کیا کیا بنائیں پیشتر سو تو اب آپھی ڈھہا جاتا ہے جی

1524/10 آسماں شاید ورے کچھ آ گیا رات سے کیا کیا رکا جاتا ہے جی

1524/11 کاش کے برقع رہے اُس رخ پہ میر
منہ کھلے اُس کے چھپا جاتا ہے جی

---

[1] نسخۂ کالج اور نول کشور طبع دوم، سوم میں 'چپکی' ہے۔ جب کہ آسی کے یہاں 'جھپکی' درج ہوا، قدیم متن کو ترجیح دی ہے۔
[2] نسخۂ آسی میں 'آتا ہے'، مجلس کے متن میں 'آتے ہیں' اختلاف متن مذکور نہیں۔

1525

1525/1 متاعِ دل اس عشق نے سب جلا دی — کوئی دن ہی میں خاک سی سب اُڑا دی

1525/2 دلیل اس بیاباں میں دل ہی ہے اپنا — نہ خضر و بلد یاں ، نہ رہبر نہ ہادی

1525/3 مزاجوں میں یاس آ گئی ہے ہمارے — نہ مرنے کا غم ہے ، نہ جینے کی شادی

1525/4 نہ پوچھو کہ چھاتی کے جلنے نے آخر — عجب آگ دل میں ، جگر میں لگا دی

1525/5 وفا لوگ آپس میں کرتے تھے آگے — یہ[1] رسمِ کہن آہ تم نے اُٹھا دی

1525/6 جدا ان غزالانِ شہری سے ہو کر — پھرے ہم بگولے سے وادی بہ وادی

1525/7 صبا اُس طرف کو چلی ، جل گئے ہم — ہوا یہ سبب اپنے مرنے کا بادی

1525/8 وہ نسخہ جو دیکھا ، بڑھا روگ دل کا — طبیبِ محبت نے کیسی دوا دی

1525/9 ملے قصرِ جنت میں پیرِ مغاں کو — ہمیں زیرِ دیوارِ مے خانہ جا دی

1525/10 نہ ہو عشق کا شور تا میر ہرگز
چلے بس تو شہروں میں کریے منادی

1526

1526/1 صبح ہے ، کوئی آہ کر لیجے — آسماں کو سیاہ کر لیجے

1526/2 چشمِ گل باغ میں مُندی جا ہے — جو بنے اک نگاہ کر لیجے

1526/3 ابرِ رحمت ہے جوش میں مے دے
یعنی ساقی گناہ کر لیجے

1527

1527/1 یک مژہ اے دمِ آخر مجھے فرصت دیجے — چشمِ بیمار کے دیکھ آنے کی رخصت دیجے

1527/2 نو گرفتار ہوں اس باغ کا ، رحم اے صیاد — موسمِ گل رہے جب تک ، مجھے مہلت دیجے

1527/3 اپنے ہی دل کا گنہ ہے جو جلاتا ہے مجھے — کس کو لے مریے میاں اور کسے تہمت دیجے

1527/4 چھوٹے ہیں قیدِ قفس سے تو چمن تک پہنچیں[2] — اتنی اے ضعفِ محبت ہمیں طاقت دیجے

1527/5 مر گیا میر ، نہ آیا ترے جی میں اے شوخ
اپنے محنت زدہ کو بھی کبھی راحت دیجے

1528

1528/1 گر ناز سے وہ سر پر لے تیغ آ نہ پہنچے — منزل کو عاشق اپنے مقصد کی جا نہ پہنچے

1528/2 جیتے رہیں گے کیونکر ہم اے طبیبِ ناداں — بیمار ایسے ، تس پر مطلق دوا نہ پہنچے

1528/3 لائق ترے نہیں ہے کھسی غیر ، لیکن — وہ باز کیونکر آوے جب تک سزا نہ پہنچے

---

[1] نسخۂ آسی میں 'یہ' درست ہے، مجلس میں 'پہ' سہو کتابت ہے، اختلاف بھی درج نہیں۔

[2] نسخۂ آسی میں 'پہنچے' ہے جو درست نہیں، نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں 'پہنچیں' درست ہے۔

1528/4 ہر چند بہرِ خوباں سر مسجدوں میں مارے — پر اُن کے دامنوں تک دستِ دعا نہ پہنچے
1528/5 بن آہ دل کا رکنا بے جا نہیں ہمارا — کیا حال ہووے اُس کا جس کو ہوا نہ پہنچے
1528/6 اپنے سخن کی اُس سے کس طور راہ نکلے[1] — خط اُس طرف نہ جاوے، قاصد گیا، نہ پہنچے

1528/7 وہ میر شاہِ خوبی، پھر قدر دور اُس کی
درویشِ بے نوا کی اُس تک صدا نہ پہنچے

﴿1529﴾

1529/1 اک شور ہو رہا ہے خوں ریزی میں ہمارے — حیرت سے ہم تو چپ ہیں کچھ تم بھی بولو پیارے
1529/2 زخم اُس کے ہاتھ کے جو سینے پہ ہیں نمایاں — چھاتی لگے رہیں گے زیرِ زمیں بھی سارے
1529/3 ہیں بد مزاج خوباں، پر کس قدر ہیں دل کش — پائے کہاں گلوں نے یہ مکھڑے پیارے پیارے
1529/4 بیٹھیں ہیں رونے کو تو دریا ہی ڈوٗ اُٹھیں ہیں — جوش و خروش یہ تھے، تب ہم لگے کنارے
1529/5 لاتے نہیں ہو مطلق سر تم فرو خدا سے — یہ ناز خوب رُویاں، بندے ہیں ہم تمہارے
1529/6 کوئی تو ماہ پارہ اس بھی رواق میں ہے — چشمک زنی میں شب کو یوں ہی نہیں ہیں تارے
1529/7 لگ کر گلے نہ سوئے، اس منہ پہ منہ نہ رکھا — جی سے گئے ہم آخر ان حسرتوں کے مارے
1529/8 بے تابی ہے دنوں[2] کو، بے خوابی ہے شبوں کو — آرام و صبر دونوں، مدت ہوئی سدھارے
1529/9 آفاق میں جو ہوتے اہلِ کرم تو سنتے — ہم برسوں رعد آسا بے تاب ہو پکارے
1529/10 جل بجھیے اب تو بہتر مانندِ برقِ خاطف — جوں ابر کس کے آگے دامن کوئی پسارے

1529/11 ہم نے تو عاشقی میں کھویا ہے جان کو بھی
صدقے ہیں میر جی کے وے ڈھونڈتے ہیں وارے

﴿1530﴾

1530/1 میر ایک دم نہ اُس بن تُو تو جیا پیارے — کیا کہہ کے تجھ کو رووں، یہ کیا کیا پیارے
1530/2 رنگین ہم تو تجھ کو ایسا نہ جانتے تھے — تو نے تو عاشقوں کا لوہو پیا پیارے
1530/3 دل کے تو زخم کا کچھ ہوتا نہیں تدارک — گو چاکِ سینہ تو نے میرا سیا پیارے
1530/4 اُس دام گاہ میں ہم جوں صیدِ نیم بسمل — تڑپے بہت پہ تو نے کب دل لیا پیارے

1530/5 ہو داغ میر تجھ بن مر بھی گیا، ولے تو
آیا نہ گور پر ٹک لے کر دیا پیارے

---

1. نسخۂ مجلس جلد دوم ص۲۹۳ پر آسی کے نسخے کی ایک غلطی کی نشان دہی کی۔ دوسرے مصرع میں آسی کے یہاں 'کیا نہ پہنچے' ہے جب کہ اصل متن بمطابق نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم 'قاصد گیا نہ پہنچے' ہے۔ اس درستگی سے پہلے مصرع اول میں نسخۂ مجلس نے 'کس طور راہ نکلے' کو 'کس طور راہ نہ نکلے' میں 'نہ' اضافی درج کردی ہے۔
2. نسخۂ آسی ص۳۳۲ 'بے تابی ہے دلوں کو' درست نہیں۔ مصرع کے دوسرے حصے میں 'شبوں' کے حوالے سے یہاں دنوں کا محل ہے۔ نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں درست متن درج ہے۔

﴿1531﴾

1531/1 سیر کی ہم نے ہر کہیں پیارے — پھر جو دیکھا تو کچھ نہیں پیارے

1531/2 خشک سالِ وفا میں اک مدت — پلکیں لوہو میں تر رہیں پیارے

1531/3 یک نظر دیکھنے کی حسرت میں — آنکھیں تو پانی ہو بہیں پیارے

1531/4 پہنچی ہے ضعف سے یہ اب حالت — جہاں پہنچا رہا وہیں پیارے

1531/5 تجھ گلی میں رہے ہے میر مگر
دیکھیں ہیں جب نہ تب نہیں پیارے

﴿1532﴾

1532/1 اسیرِ زلف کرے ، قیدیِ کمند کرے — پسند اُس کی ہے ، وہ جس طرح پسند کرے

1532/2 ہمیشہ چشم ہے نمناک ، ہاتھ دل پر ہے — خدا کسو کو نہ ہم سا بھی دردمند کرے

1532/3 بڑوں بڑوں کو جھکاتے ہی سر بنے اُس دم — پکڑ کے تیغ وہ اپنی اگر بلند کرے

1532/4 بیان دل کے بھی جلنے کو کریے مجلس میں — اچھلنے کودنے کو ترک اگر سپند کرے

1532/5 نہ مجھ کو راہ سے لے جائے مکر دنیا کا — ہزار رنگ یہ فرتوت گو کہ چھند کرے

1532/6 سوائے اس کے بڑی داڑھی میں ہے کیا اے شیخ — کہ جو کوئی تجھے دیکھے ، سو ریش خند کرے

1532/7 دکھاوے آنکھ کبھو ، زلف کھولے منہ پہ کبھو — کبھو خرام سے رستے کے رستے بند کرے

1532/8 اگرچہ سادہ ہے ، لیکن ربودنِ دل کو — ہزار پیچ کرے ، لاکھ لاکھ فند کرے

1532/9 سخن یہی ہے جو کہتے ہیں شعرِ میر ہے سحر
زبانِ خلق کو کس طور کوئی بند کرے

﴿1533﴾

1533/1 آہ روکوں جانے والے کس طرح گھر کے ترے — گاڑ دیویں کاش مجھ کو بیچ میں در کے ترے

1533/2 لالہ و گل کیوں نہ پھیکے اپنی آنکھوں میں لگیں — دیکھنے والے ہیں ہم تو رنگِ احمر کے ترے

1533/3 بے پروبالی سے اب کے گو کہ بلبل تو ہے چپ — یاد ہیں سب کے تئیں وے چہچہے پر کے ترے

1533/4 آج کا آیا تجھے کیا پاوے ، ہم حیران ہیں — ڈھونڈنے والے جو ہیں اے شوخ اکثر کے ترے

1533/5 دیکھ اس کو حیف کھا کر سب مجھے کہنے لگے — وائے تو ، گر ہیں یہی اطوار دلبر کے ترے

1533/6 تازہ تر ہوتے ہیں تو گل سے بھی اے نازک نہال — صبح اُٹھتے ہیں بچھے جو پھول بستر کے ترے

1533/7 مشک ، عنبر طبلہ طبلہ کیوں نہ ہو کیا کام ہے — ہم دماغ آشفتہ ہیں زلفِ معنبر کے ترے

1533/8 جی میں وہ طاقت کہاں جو ہجر میں سنبھلے رہیں — اب ٹھہرتے ہی نہیں ہیں پاؤں ٹک سر[1] کے ترے

1533/9 داغ پیسے سے جو ہیں بلبل کے دل پر کس کے ہیں — یوں تو اے گل ہیں ہزاروں آشنا زر[2] کے ترے

1533/10 کوئی آبِ زندگی پیتا ہے یہ زہراب چھوڑ — خضر کو ہنستے ہیں سب مجروح خنجر کے ترے

---

1. نسخۂ آسی میں 'پاؤں تک سر کے' ہے جب کہ نسخۂ کالج، طبع دوم، سوم میں 'ٹک' ہے جو درست ہے۔ مصرع اول میں 'جو' کی جگہ مجلس کے نسخے سہو کتابت ہے۔

2. نول کشور طبع سوم میں 'در' درست نہیں ہے، نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'زر' ہی مطلوبِ مفہومِ شعر ہے۔

1533/11 نوح کا طوفاں ہماری کب نظر پڑتا ہے میر
جوش ہم دیکھے ہیں کیا کیا دیدۂ تر کے ترے

﴿1534﴾

1534/1 مت سہل سمجھو ایسے ہیں ہم کیا ورے دھرے — ظاہر تو پاس بیٹھے ہیں، پر ہیں بہت پرے
1534/2 سختی بہت ہے پاس و مراعاتِ عشق میں — پتھر کے دل جگر ہوں تو کوئی وفا کرے
1534/3 خالی کروں ہوں رو رو کے راتوں کو دل کے تئیں — انصاف کر کہ یوں کوئی دن کب تلک پھرے
1534/4 زندھنے نے جی کے خاک میں ہم کو ملا دیا — گویا کہ آسمان بہت آگیا ورے
1534/5 داڑھی کو تیری دیکھ کے ہنستے ہیں لڑکے شیخ — اس ریش خند کو بھی سمجھ ٹک تو مسخرے
1534/6 جل تھل فقط نہیں مرے رونے سے بھر گئے — جنگل پڑے تھے سوکھے سو وے بھی ہوئے ہرے
1534/7 جی کو بچا رکھیں گے تو جانیں گے عشق میں
ہر چند میر صاحبِ قبلہ ہیں منگرے

﴿1535﴾

1535/1 بو کیے کمھلائے جاتے ہو، نزاکت ہائے رے — ہاتھ لگتے میلے ہوتے ہو، لطافت ہائے رے
1535/2 یار بے پروا و مفتر اور میں بے اختیار — پیش کچھ جاتی نہیں منت سماجت ہائے رے
1535/3 سختی کھینچی کوہ کن نے، قیس نے رنج و تعب — کیا گئی برباد ان یاروں کی محنت ہائے رے
1535/4 شور اُٹھتا ہے، جو ہوتے جلوہ گر ہو، ناز سے — کھینچنا[1] قد کا بلا، آفت، قیامت ہائے رے
1535/5 خانقہ والے ہی کچھ تنہا نہیں اُلفت میں خوار — کیسے کیسوں کی گئی ہے مفت عزت ہائے رے
1535/6 عشق میں افسوس سا افسوس اپنا کر چکے — زیرِ لب کہتے رہے ہم ایک مدت ہائے رے
1535/7 ریجھنے ہی کے ہے قابل یار کی ترکیب میر
واہ وارے[2] چشم و ابرو، قد و قامت ہائے رے

﴿1536﴾

1536/1 وہی سوزش[3] موئے پر بھی ہے اب تک ساتھ یاں میرے — ہُما کے آشیانے میں جلیں ہیں استخواں میرے
1536/2 عزیزاں! غم میں اپنے یوسفِ گم گشتہ کے ہر دم — چلے جاتے ہیں آنسو کارواں در کارواں میرے
1536/3 تمہاری دشمنی ہم دوستوں سے لانہایت ہے — وگرنہ انتہا کینے کو بھی ہے مہرباں! میرے
1536/4 لب و لہجہ غزل خوانی کا کس کو آج کل ایسا — گھڑی بھر کو ہوئے مرغِ چمن ہم داستاں میرے
1536/5 نظر مت بے پری پر کر کہ آں سوئے جہاں پھر ہوں — ہوئے پرواز کے قابل یہ ٹوٹے پر جہاں میرے
1536/6 کہاں تک سر کو دیواروں سے یوں مارا کرے کوئی — رکھوں اُس در پہ پیشانی، نصیب ایسے کہاں میرے

---

[1] نسخۂ آسی اور مجلس میں 'بیچنا'، نول کشور دوم، سوم میں 'ہیچنا'، نسخۂ کالج میں 'ھینچنا'، 'بیچنا' غلط محض ہے، دوسرے لفظ کے معنی لغات میں دستیاب نہیں، مزید تحقیق تک 'کھینچنا' کو ہی شامل متن شعر کرنا ہوگا جو نسخۂ آسی کے حاشیے پر درج ہے۔

[2] نسخۂ آسی کی 'ری' کو 'رے' تصور کرنا ہوگا کہ چشم و ابرو کے لیے 'رے' ہی مناسب ہے۔

[3] نسخۂ کالج کے علاوہ نول کشور دوم، سوم میں بھی 'سوزش' ہے، اس شعر کے مضمون کے مطابق یہی لفظ بہتر ہے۔ آسی اور مجلس میں 'شورش' بالعموم درست ہوتی ہے لیکن یہاں اس مرتبہ اُن کا قیاس درست نہیں ہے۔

1536/7 مجھے پامال کر یکساں کیا ہے خاک سے تو بھی — وہی رہتا ہے صبح و شام درپے آسماں میرے
1536/8 خزاں کی باؤ سے حضرت میں گلشن کے تطاول تھا — تبرک ہو گئے یک دست خارِ آشیاں میرے
1536/9 کہا میں شوق میں طفلانِ تہ بازار کے کیا کیا — سخن مشتاق ہیں اب شہر کے پیر و جواں میرے
1536/10 زمیں سر پہ اُٹھا لی کبک نے رفتارِ رنگیں سے — خراماں ناز سے ہو تُو بھی اے سروِ رواں میرے
1536/11 سخن کیا میرؔ کریے حسرت و اندوہ و حرماں سے
بیاں حاجت نہیں، حالات ہیں سارے عیاں میرے

﴿1537﴾

1537/1 بہار آئی ہے، غنچے گل کے نکلے ہیں گلابی سے — نہالِ سبز جھومے ہیں گلستاں میں شرابی سے
1537/2 گروں ہوں ہر قدم پر میں، ڈہا جاتا ہے جی ہر دم — پہنچتا ہوں کبھو در پر ترے، سو اس خرابی سے
1537/3 نہ ٹھہری ایک بھی چشمک بسانِ برق آنکھوں میں — کلیجا جل گیا اے عمر! تیری تو شتابی سے
1537/4 نکل آتے ہو گھر سے چاند سے، یہ کیا طرح پکڑی — قیامت ہو رہے گی ایک دن اس بے حجابی سے
1537/5 یہ جھگڑا، تنگ آ کر، میں رکھا روزِ شمار اوپر[1] — کروں کیا، تم تو لڑنے لگتے ہو حرفِ حسابی[2] سے
1537/6 بہت رویا نوشتے پر میں اپنے، دیکھ قاصد کو — کہ سر ڈالے غریب آتا تھا خط کی بے جوابی سے
1537/7 مبادا کارواں جاتا رہے، تو صبح سوتا ہے
بہت ڈرتا ہوں میں اے میرؔ تیری دیر خوابی سے

﴿1538﴾

1538/1 کعبے میں جاں بہ لب تھے ہم دوریِ بتاں سے — آئے ہیں پھر کے یار واب کے خدا کے ہاں سے
1538/2 تصویر کے سے طائر خاموش رہتے ہیں ہم — جی کچھ اُچٹ گیا ہے اب نالہ و فغاں سے
1538/3 جب کوندتی ہے بجلی، تب جانبِ گلستاں — رکھتی ہے چھیڑ میری خاشاکِ آشیاں سے
1538/4 کیا خوبی اُس کے منہ کی اے غنچہ نقل کریے — تو تو نہ بول ظالم، بو آتی ہے دہاں سے
1538/5 آنکھوں ہی میں رہے ہو، دل سے نہیں گئے ہو — حیران ہوں یہ شوخی آئی تمہیں کہاں سے
1538/6 سبزانِ باغ سارے دیکھے ہوئے ہیں اپنے — دلچسپ کا ہے کو ہیں اُس بے وفا جواں سے
1538/7 کی شست و شو بدن کی جس دن بہت سی اُن نے — دھوئے تھے ہاتھ میں نے اُس دن ہی اپنی جاں سے
1538/8 خاموشی ہی میں ہم نے دیکھی ہے مصلحت اب — ہر اک سے حال دل کا مدت کہا زباں سے
1538/9 اتنی بھی بدمزاجی ہر لحظہ میرؔ تم کو
اُلجھاؤ ہے زمیں سے، جھگڑا ہے آسماں سے

﴿1539﴾

1539/1 کرتا ہے کب سلوک وہ اہلِ نیاز سے — گفتار اس کی کبر سے، رفتار ناز سے
1539/2 یوں کب ہمارے آنسو پچھیں ہیں کہ تو نے شوخ — دیکھا کبھو اِدھر مژۂ نیم باز سے

---

1. نسخۂ آسی میں 'اوپر' کی جگہ صرف 'پر' درج ہے، جس سے مصرع ساقط الوزن ہو جاتا ہے۔ طبع دوم، سوم میں اوپر درست ہے۔
2. دوسرے مصرع میں نسخۂ آسی و دیگر میں 'حرفِ شتابی' ہے لیکن نسخۂ کالج میں 'حرفِ حسابی' ہے جو 'شمار' کی مناسبت سے بہت اہم ہو جاتا ہے۔

1539/3 خاموش رہ سکے نہ تو بڑھ کر بھی کچھ نہ کہہ — سر شمع کا کٹے ہے زبانِ دراز سے

1539/4 اب جا کسو درخت کے سائے میں بیٹھیے — اس طور پھریے کب تئیں بے برگ و ساز سے

1539/5 یہ کیا کہ دشمنوں میں مجھے سانٹنے لگے — کرتے کسو کو ذبح بھی تو امتیاز سے

1539/6 مانندِ شمع ٹپکے ہی پڑتے ہیں اب تو اشک — کچھ جلتے جلتے ہو گئے ہیں ہم گداز سے

1539/7 شاید کہ آج رات کو تھے میکدے میں میر
کھیلے تھا ایک مغ بچہ مُہرِ نماز سے

﴿1540﴾

1540/1 تابوت مرا دیر اُٹھا اُس کی گلی سے — اثبات ہوا جرم محبت کا اسی سے

1540/2 تم چھیڑتے ہو بزم میں مجھ کو تو ہنسی سے — پر مجھ پہ جو ہو جائے ہے پوچھو مرے جی سے

1540/3 آتش بہ جگر اُس درِ نایاب سے سب ہیں — دریا بھی نظر آئے اُسی خشک لبی سے

1540/4 گر ٹھہرے مَلک آگے انہوں کے تو عجب ہے — پھرتے ہیں پڑے دلّی کے لونڈے جو پری سے

1540/5 نکلا جو کوئی واں سے تو پھر مر ہی کے نکلا — اُس کوچے سے جاتے ہوئے دیکھا کسے جی سے

1540/6 ہمسائے مجھے رات کو رویا ہی کرے ہیں — سوتے نہیں بے چارے مری نالہ کشی سے

1540/7 تم نے تو اِدھر دیکھنے کی کھائی ہے سوگند — اب ہم بھی لڑا بیٹھتے ہیں آنکھ کسی سے

1540/8 چھاتی کہیں پھٹ جائے کہ ٹک دل بھی ہوا کھائے — اب دم تو لگے رکنے ہماری خفگی سے

1540/9 اُس شوخ کا تمکین سے آنا ہے قیامت — اُکتانے لگے ہم نفساں تم تو ابھی سے

1540/10 نالاں مجھے دیکھے ہیں بتاں تس پہ ہیں خاموش — فریاد ہے اس قوم کی فریاد رسی سے

1540/11 تالو سے زباں رات کو مطلق نہیں لگتی — عالم ہے سیہ خانہ، مری نوحہ گری سے

1540/12 بے رحم وہ تجھ پاس لگا بیٹھنے جب دیر
ہم میر سے دل اپنے اُٹھائے تھے تبھی سے

﴿1541﴾

1541/1 کیا خور ہو طرف یار کے روشن گہری سے (کی) — مانا ہے حضور اس کے، چراغِ سحری سے

1541/2 سبزانِ چمن ہوویں برابر ترے کیوں کر — لگتا ہے ترے سائے کو بھی ننگ پری سے

1541/3 ہشیار کہ ہے راہ محبت کی خطرناک — مارے گئے ہیں لوگ بہت بے خبری سے

1541/4 اک آن میں رعنائیاں تیری تو ہیں سو سو — کب عہدہ بر آئی ہوئی اس عشوہ گری سے

1541/5 زنجیر تو پاؤں میں لگی رہنے ہمارے — کیا اور ہو رسوا کوئی آشفتہ سری سے

1541/6 جب لب ترے یاد آتے ہیں، آنکھوں سے ہماری — تب ٹکڑے نکلتے ہیں عقیقِ جگری سے

1541/7 عشق آنکھوں کے نیچے کیے، کیا میر چھپے ہے
پیدا ہے محبت تری مژگاں کی تری سے

﴿1542﴾

1542/1 برسوں ہوئے گئے ہوئے اس مہ کو بام سے — کاہش مجھے جو ہے وہی ہوتی ہے شام سے

1542/2 تڑپے اسیر ہوتے جو ہم ، اک اُٹھا غبار — سوجھا نہ ہم کو دیر تلک چشمِ دام سے

1542/3 دنبالِ ہر نگاہ ہے صد کاروانِ اشک — برسے ہے چشمِ ابر بڑی دھوم دھام سے

1542/4 محو اس دہانِ تنگ کے ہیں کوئی کچھ کہو — رہتا ہے ہم کو عشق میں کام اپنے کام سے

1542/5 یوسف کے پیچھے خوار زلیخا عبث ہوئی — کب صاحبی رہے ہے مِل ایسے غلام سے

1542/6 لڑکے ہزار جھولی میں پتھر لیے ہیں ساتھ — مجنوں پھرا ہے کاہے کو اس ازدحام سے

1542/7 وہ ناز سے چلا کہیں تو حشر ہو چکے — پھر بحث آ پڑے گی اسی کے خرام سے

1542/8 جھک جھک سلام کرنے سے سرکش ہوا وہ اور — ہو بیٹھے نا اُمید جوابِ سلام سے

1542/9 وے دن گئے کہ رات کو یک جا معاش تھی — آتا ہے اب تو ننگ اُسے میرے نام سے

1542/10 سرگرمِ جلوہ بدر ہو ہر چند شب کو ، لیک — کب جی لگیں ہیں اپنے کسو ناتمام سے

1542/11 دل اور عرش دونوں پہ گویا ہے اُن کی سیر
کرتے ہیں باتیں میر جی کس کس مقام سے

﴿1543﴾

1543/1 وہ کہاں دھوم جو دیکھی گئی چشمِ تر سے — ابر کیا کیا اُٹھے ہنگامے سے ، کیا کیا برسے

1543/2 ہو برافروختہ وہ بت جو بے احمر تے — آگ نکلے ہے تماشے کے تئیں پتھر تے

1543/3 ڈھب کچھ اچھا نہیں برہم زدنِ مژگاں کا — کاٹ ڈالے گا گلا اپنا کوئی خنجر سے

1543/4 تھا نوشتے میں کہ یوں سوکھ کے مریے اُس بن — استخواں تن پہ نمودار ہیں سب مسطر سے

1543/5 یوں تو دس گز کی زباں ہم بھی بتاں رکھتے ہیں — بات کو طول نہیں دیتے خدا کے ڈر سے

1543/6 سیر کرنے جو چلے ہے کبھو وہ فتنہ خرام — شہر میں شورِ قیامت اُٹھے ہے ہر گھر سے

1543/7 عشق کے کوچے میں پھر پاؤں نہیں رکھنے کے ہم — اب کے ٹل جاتی ہے کل وَل[1] یہ اگر سر پر سے

1543/8 مہر کی اُس سے توقع غلطی اپنی تھی — کہیں دلداری ہوئی بھی ہے کسو دلبر سے

1543/9 کوچۂ یار ہے کیا طرفہ بلاخیز مقام — آتے ہیں فتنہ و آشوب چلے اودھر سے

1543/10 ساتھ سونا جو گیا اس کا ، بہت دل تڑپا
برسوں پھر میر یہ پہلو نہ لگے بستر سے

﴿1544﴾

1544/1 مرا دل پیر مرشد ہے ، مجھے ہے اعتقاد اس سے — فراموش آپ کو کرنا محبت میں ہے یاد اس سے

1544/2 بلا انداز ہے اُس کا ، قیامت ناز ہے اُس کا — اُٹھے فتنے ہزار اِس سے ، ہوئے لاکھوں فساد اِس سے

1544/3 نزاکت جیسی ہے ویسا ہی دل بھی سخت ہے اُس کا — اگر چہ[2] شیشۂ جاں ہے ، پہ بہتر ہے جماد اس سے

1544/4 کُکے[3] ہیں بند اُن نے کیسے کس درویش سے ملیے — جو ایسے سخت عقدوں کی طلب کریے کشاد اس سے

---

[1] نسخۂ آسی ص ۷۰۳ پر املا 'کل ول' ہے۔ 'کلول' میں تلفظ کا التباس ہے اس لیے یہی املا اپنایا ہے جو بہ اعتبارِ وزن بھی درست ہے۔

[2] نسخۂ آسی اگر یہ ہے، طبع دوم، سوم میں 'صرف اگر' درج ہو سکا، نسخۂ کالج میں 'اگر چہ' یہی بہتر ہے اس لیے شاملِ متن کیا جا رہا ہے۔

[3] نسخۂ آسی میں 'کے' ہے جب کہ نول کشور دوم، سوم میں 'کیے'، دوسرے مصرع میں آسی کے یہاں 'تو شاد' بھی درست نہیں، یہ اصل میں 'کشاد'

1544/5 بھلا یوں گھٹ کے مریے کب تلک، دل خوں ہوا سارا — جو کوئی داد گر ہووے تو کریے جا کے داد اس سے

1544/6 لگے ہی ایک دو رہتے ہیں، مہلت بات کی کیسی — ہوا ہے دشمنوں کو کچھ قیامت اتحاد اس سے

1544/7 پہنچ کر تہ کو ہم تو محض محرومی ہی پاتے ہیں — مرادِ دل کو پہنچا ہوگا کوئی نامراد اس سے

1544/8 لیے ہی میان سے رہتا ہے، کوئی یہ نہیں کہتا — نکالا ہے کہاں کا تو نے اے ظالم عناد اس سے

1544/9 اِدھر[1] توبہ کرے ہے میر، اُدھر لگتا ہے مے پینے
کہاں تک، اب تو اپنا اُٹھ گیا ہے اعتماد اس سے

﴿1545﴾

1545/1 برا کیا مانیے اب چھیڑ سے یا اس کی گالی سے — یہی ہے طور اس کا ساتھ اپنے خُرد سالی سے

1545/2 کلی بے رنگ مرجھاتی نظر آتی ہے، ظاہر ہے — ہماری بے کلی گل ہائے تصویرِ نہالی سے

1545/3 بھری آنکھیں کسو کی پونچھتے جو آستیں رکھتے — ہوئی شرمندگی کیا کیا ہمیں اِس دستِ خالی سے

1545/4 جو مر رہیے بھی تنگ آ کر تو پروا کچھ نہ ہو اس کو — پڑا ہے کام مجھ ناکام کو کس لا اُبالی سے

1545/5 جہاں رونے لگے ٹک، بے دماغی وہ لگا کرنے — قیامت ضد ہے اس کو عاشقی کی زار و نالی سے

1545/6 دماغِ حرف لعلِ ناب و برگِ گل سے ہے تم کو — ہمیں جب گفتگو ہے تب کسو کے لب کی لالی سے

1545/7 ریاضاتِ محبت نے رکھا ہے ہم میں کیا باقی — نمود اِک کرتے ہیں ہم یوں ہی اب شکلِ مثالی سے

1545/8 ہم اس راہِ حوادث میں بسانِ سبزہ واقع ہیں — کہ فرصت سر اُٹھانے کی نہیں ٹک پائمالی سے

1545/9 سرہانے رکھ کے پتھر خاک پر ہم بے نوا سوئے — پڑے سر ماریں طالع مند اپنا سنگِ قالی سے

1545/10 کبھو میں عین رونے میں جگر سے آہ کرتا ہوں — کہ دل اُٹھ جائیں یاروں کے ہوائے برشگالی سے

1545/11 گہے غم اس دہن کا ہے، گہے فکر اس کمر کی ہے[2]
کہے سو کیا کوئی، ہیں میر صاحب کچھ خیالی سے

﴿1546﴾

1546/1 کھنچے جہاں تُو تیغ جلادت کے واسطے — واں میں بھی ہوں مُدام شہادت کے واسطے

1546/2 سجدہ کوئی کرے تو درِ یار پر کرے — ہے جائے پاک شرط عبادت کے واسطے

1546/3 آئے نہ تم تو درپسِ دیوار مجھ تلک — کھنچیں ہیں لوگ رنج عیادت کے واسطے

1546/4 خوش طالعیِ صبح تو اُس منہ پہ ہے سفید — پھرتا ہے مہ بھی اس ہی سعادت کے واسطے

1546/5 ہے میر پیر، لیک سوئے مے کدہ مُدام
جاتا ہے مغ بچوں کی ارادت کے واسطے

﴿1547﴾

1547/1 دیوانگی میں گاہ ہنسے، گاہ رو چکے — وحشت بہت تھی، طاقتِ دل ہائے کھو چکے

1547/2 افراطِ اشتیاق میں سمجھے نہ اپنا حال — دیکھے ہیں سوچ کر کے تو اب ہم بھی ہو چکے

---

[1] نسخۂ آسی میں اِدھر صحیح ہے۔ طبع دوم، سوم میں 'دھر' غلط ہے۔ اس اطلاع کے باوجود نسخۂ مجلس نے خود جلد چہارم ص ۳۰۹ پر 'دھر' ہی درج کیا ہے۔

[2] نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں مصرع یوں ہے 'یہی غم اُس دہن کا ہے کہ فکر اس کی کمر کی ہے'۔ کلیاتِ میر مرتبہ آسی کا مصرع بہتر ہے۔

1547/3 کہتا ہے میر سانجھ ہی سے آج دردِ دل
ایسی کہانی گرچہ نندھی[1] ہے تو سو چکے

﴿1548﴾

1548/1 بے خودی جو یہ ہے تو ہم آپ میں اب آ چکے — کیا تمھی یاں سے چلے جاتے ہو، ہم بھی جا چکے
1548/2 تم یہی کہتے رہے یہ اور گلِ تازہ کھلا — زخم بھی ہم نے اُٹھائے، داغ بھی ہم کھا چکے
1548/3 ایک بوسہ دے نہ منہ برسوں لگایا، واہ وا! — اب تو ٹک بولو، جزا ہم اس عمل کی پا چکے
1548/4 یاں تلک آنے میں جتنا مکث کرتے ہو کرو — اب تو جانا جان سے ناچار ہم ٹھہرا چکے
1548/5 اب چمن میں جا نکلتے ہیں تو جی لگتا نہیں
پھول گل سے میر اُس بن دل بہت بہلا چکے

﴿1549﴾

1549/1 خوبی کی اپنی جنت کیسی ہی ڈینگیں ہانکے — اُس کی گلی کا ساکن ہرگز اُدھر نہ جھانکے
1549/2 اک ایک[2] بات اوپر ہیں پیچ و تاب سو سو — رہتے نہیں ہیں سیدھے یہ لونڈے ٹیڑھے بانکے
1549/3 سر کو اُس آستاں پر رکھے رہیں تو بہتر — اُٹھیے جو اُس کے در سے، تو ہو جیے کہاں کے
1549/4 گردش سے روسیہ کی کیا کیا بلائیں آئیں — جانے ہی کے ہیں لچھن سارے اس آسماں کے
1549/5 مشتاق ہم جو ایسے، سو ہم ہی سے ہے پردہ — جب اس طرف سے نکلے تب منہ کو اپنے ڈھانکے
1549/6 ہے پُر غبار عالم، جانا ہی یاں سے اچھا — اس خاک داں میں رہ کر کیا کوئی خاک پھانکے
1549/7 کل باغ میں گئے تھے، روئے چمن چمن ہم — کچھ سرو میں جو پائے انداز اس جواں کے
1549/8 جاناں کی رہ سے آنکھیں جس تس کی لگ رہی ہیں — رفتہ ہیں لوگ سارے ان پاؤں کے نشاں کے
1549/9 خمیازہ کش رہے ہے اے میر شوق سے تو
سینے کے زخم کے کہہ کیونکر رہیں گے ٹانکے

﴿1550﴾

1550/1 دل خوں ہوا ہمارا، ٹکڑے ہوئے جگر کے — دیکھا نہ تم نے ایدھر، صرفے سے اک نظر کے
1550/2 چشمے کہیں ہیں جوشاں، جوئیں کہیں ہیں جاری — آثار اب تلک ہیں یاروں کی چشمِ تر کے
1550/3 رہنے کی اپنے[3] جا تو، نے دیر ہے نہ کعبہ — اُٹھیے جو اُس کے در سے تو ہو جیے کدھر کے
1550/4 اس شعر و شاعری پر اچھی بندھی نہ ہم سے — محوِ خیال شاعر یوں ہی ہیں اس کمر کے
1550/5 دنیا میں ہے بسیرا یارو سرائے کا سا — یہ رہروانِ ہستی عازم ہیں سب سفر کے
1550/6 دے یہ ہی چھاتیاں ہیں زخموں سے جو بھری ہیں — کیا ہے جو بوالہوس نے دو چار کھائے چر کے
1550/7 تہہ بے خودی کی اپنی کیا کچھ ورے دھری ہے — ہم بے خبر ہوئے ہیں پہنچے کسو خبر کے
1550/8 اُس آستاں کی دوری، اِس دل کی ناصبوری — کیا کہیے آہ غم سے، گھر کے ہوئے نہ در کے

---

[1] نول کشور دوم، سوم میں 'بندھی' ہے۔ آسی کے یہاں 'نندھی' ہے، یہی بہتر ہے۔
[2] نسخۂ آسی میں 'یک ایک' ہے جب کہ مجلس کی اشاعت میں 'اک ایک' بہتر ہے۔
[3] نسخۂ آسی ص ۳۳۹ 'اپنا' درست نہیں، نول کشور دوم، سوم میں 'اپنے' صحیح ہے۔

1550/9
خاک ایسی عاشقی میں ٹھکرائے بھی گئے کل
پاؤں کنے سے اُس کے پر میرؔ جی نہ سرکے

﴿1551﴾

1551/1 کتنے روزوں سے نہ سونے کے ہیں نے کھانے کے — دل جو یہ ہے تو ہم آرام نہیں پانے کے
1551/2 ہائے کس خوبی سے آوارہ رہا ہے مجنوں — ہم بھی دیوانے ہیں اس طور کے دیوانے کے
1551/3 عزم ہے جزم کہ اب کے حرکت شہر سے کر — ہو جے دل کھول کے ساکن کسو ویرانے کے
1551/4 آہ کیا سہل گزر جاتے ہیں جی سے عاشق — ڈھب کوئی سیکھ لے ان لوگوں سے مر جانے کے
1551/5 جمع کرتے ہو جو گیسوئے پریشاں کو، مگر — ہو تردد میں کوئی تازہ بلا لانے کے
1551/6 کاہے کو آنکھ چھپاتے ہو، یہی ہے گر چال — ایک دو دن میں نہیں ہم بھی نظر آنے کے
1551/7 ہاتھ چڑھ جائیو اے شیخ کسو کے نہ کبھو — لونڈے سب تیرے خریدار ہیں میخانے کے
1551/8 خاک ست چرخ تلک اب تو رکا جاتا ہے — ڈول اچھے نہیں کچھ جان کے گھبرانے کے
1551/9 لے بھی اے غیرتِ خورشید کہیں منہ پہ نقاب — مقتضی دن نہیں اب منہ کے یہ دکھلانے کے

1551/10
لالہ و گل ہی کے مصروف رہو تم شب و روز
تم مگر میرؔ جی سیّد ہو گلستانے کے

﴿1552﴾

1552/1 اس باغِ بے ثبات میں کیا دل صبا لگے — کیا کیا نہال دیکھتے یاں پاؤں آ لگے
1552/2 حرص و ہوس سے باز رہے دل تو خوب ہے — ہے قہر اس کلی کے تئیں گر ہوا لگے
1552/3 تلخ اب تو اپنے جی کو بھی لگتی ہے بات دوں[1] — جیسے کسو کے زخم پہ تیر اک دو آ لگے
1552/4 کس کو خبر ہے کشتی تباہوں کے حال کی — تختہ مگر کنارے کوئی بہہ کے جا لگے
1552/5 ایسے لگے پھرے ہیں بہت سائے کی روش — جانے دے ایسی حور پری سے بلا لگے
1552/6 وہ بھی چمن فروز، تو بلبل ہے سامنے — گل ایسے منہ کے آگے بھلا کیا بھلا لگے
1552/7 پس جائیں یار آنکھ تری سُرمگیں[2] پڑے — دل خوں ہو، تیرے پاؤں میں پھر کر[3] حنا لگے
1552/8 بن ہڈیوں ہماری ہُما کچھ نہ کھائے گا — ٹک چاشنیِ عشق کا اُس کو مزا لگے
1552/9 خط مت رکھو کہ اس میں بہت ہیں قباحتیں — کہیے تمہارے منہ پہ تو تم کو برا لگے
1552/10 مقصود کے خیال میں بہتوں نے چھانی خاک — عالم تمام وہم ہے، یاں ہاتھ کیا لگے

1552/11
سب چاہتے ہیں دیر رہے میرؔ دل زدہ
یا رب کسو تو دوست کی اُس کو دعا لگے

---

1. آسی، عبادت اور مجلس میں 'بات دوں' کی بجائے نسخۂ کالج، نول کشور دوم، سوم میں 'اس نمط' درج ہے۔ دونوں سے شعر بامعنی ہے اور اختلاف بھی بہت بڑا، لہٰذا اسی 'بات دوں' کو برقرار رکھا جاتا ہے۔
2. نسخۂ آسی میں 'سرمہ پر' غلط ہے، نول کشور دوم، سوم میں 'سرمگیں' درست ہے۔
3. نسخۂ آسی میں 'پھر کر' درج ہوا، جس کے بارے میں فائق صاحب کا خیال ہے کہ یہ غلط ہے۔ جلد دوم ص ۳۱۶ اور یہ کہ 'پھر کر' نول کشور دوم سوم میں درست ہے حالاں کہ یہ غلط ہے اور آسی کا متن 'پھر کر' (بمعنی دوبارہ) سب سے بہتر ہے۔ نسخۂ کالج میں 'بھر کر' ہے یہ بھی بامعنی ہے۔

﴿1553﴾

1553/1 غیر کو دیکھے ہے گرمی سے نہ کچھ لاگ لگے
اس لیے دیکھ رہے ہے[1] کہ مجھے آگ لگے

1553/2 آنکھ ہر ایک کی دوڑے ہے کفک پر تیرے
پاؤں سے لگ کے ترے مہندی کو کچھ بھاگ لگے

1553/3 ہو نہ دیوانہ جو اُس گوہرِ خوش آب کا تو
لبِ دریا کے تئیں کیوں رہیں یوں جھاگ لگے

1553/4 اب تو اُن گیسوؤں کی یاد میں مَیں محو ہوا
گو قیامت کو مرے منہ سے ہوں دو ناگ لگے

1553/5 لڑکے دلّی کے ترے ہاتھ میں کب آئے میر
پیچھے ایک ایک کے سو سو پھریں ہیں ڈاگ لگے

﴿1554﴾

1554/1 کب تلک احوال یہ، جب کوئی تیرا نام لے
عاشقِ بے حال دونوں ہاتھ سے دل تھام لے

1554/2 ناتوانی سے اگر مجھ میں نہیں ہے جی تو کیا
عشق جو چاہے تو مردے سے بھی اپنا کام لے

1554/3 پہلوئے عاشق نہ بستر سے لگے تو ہے بجا
دل سی آفت ہو بغل میں جس کے، کیا آرام لے

1554/4 اب دلِ نالاں پھر اس زلفِ سیہ میں جا چکا
آج یہ بیمار دیکھیں کس طرح سے شام لے

1554/5 شاخِ گل تیری طرف جھکتی جو ہے اے مستِ ناز
چاہتی ہے تو بھی میرے ہاتھ سے اک جام لے

1554/6 دل کی آسائش نہیں امکانِ زلفِ یار میں
یہ شکارِ مضطرب ہے دم نہ زیرِ دام لے

1554/7 عزت اے پیرِ مغاں کچھ حاجیوں کی ہے ضرور
آئے ہیں تیرے کنے ہم جامۂ احرام لے

1554/8 کیا بلا مفتی کا لونڈا سر چڑھا ہے ان دنوں
آوے ہے گویا کہ مجھ پر قاضی کا اعلام لے

1554/9 ہم نشیں کہہ مت بتوں کی میر کو تسبیح ہے
کام کیا اس ذکر سے ان کو، خدا کا نام لے

﴿1555﴾

1555/1 سختیاں کھینچیں سو کھینچیں پھر بھی جو اُٹھ کر چلے
چلتے اُس کوچے سے ہم پر سینکڑوں پتھر چلے

1555/2 مارگیری سے زمانے کی نہ دل کو جمع رکھ
چال دھیمی اُس کی ایسی ہے کہ جوں اجگر چلے

1555/3 کیونکہ اُن کا کوئی وارفتہ بھلا ٹھہرا رہے
جنبش اُن پلکوں کو ہوتی ہے کہ جوں خنجر چلے

1555/4 اب جو وہ سرمایۂ جاں یاں تلک آیا تو کیا
راہ تکتے تکتے اُس کی ہم تو آخر مر چلے

1555/5 میں نہ کہتا تھا دمِ بسمل مرے مت آئیو
لوٹتے دامن کی اپنے[2] زہ لہو میں بھر چلے

1555/6 چھوڑ جانا جاں بہ لب ہم کو کہاں کا ہے سلوک
گھر کے گھریاں بیٹھے جاتے ہیں تم اُٹھ کر گھر چلے

1555/7 صاف سارا شہر اُس انبوہِ خط میں لُٹ گیا
کچھ نہیں رہتا ہے واں، جس راہ ہو لشکر چلے

1555/8 پاؤں میں مارا ہے تیشہ میں نے راہِ عشق میں
ہو سو ہو اب گو کہ آرا بھی مرے سر پر چلے

1555/9 لائے تھے جا کر ابھی تو اُس گلی میں سے پکار
چپکے چپکے میر جی تم اُٹھ کے پھر کیدھر چلے

---

[1] نسخۂ مجلس کے فاضل مرتب کا خیال ہے کہ تینوں نسخوں میں 'دیکھ رہے ہے'۔ اگر 'دیکھ رہا ہے' ہوتا تو فاعل اور فعل کی مطابقت ہو جاتی یا پھر' حالاں کہ یہی متن درست ہے کہ یہاں 'دیکھ رہے ہے' کے معنی ہیں۔ 'دیکھتا ہے' غزل کے شعر کی تفہیم کے لیے لہجہ شناسی شاید سب سے اہم۔

[2] نسخۂ مجلس میں 'اپنی' ہے، آسی کے یہاں یائے معروف و مجہول کا فیصلہ اندازے سے ہوتا ہے، اس لیے 'دامن' کی رعایت سے 'اپنے' زیادہ بہتر

1556

1556/1 یا پہلی وے نگاہیں ، جن سے کہ چاہ نکلے — یا اب کی وے ادائیں ، جو دل سے آہ نکلے
1556/2 کیونکر نہ چپکے چپکے یوں جان سے گزریے — کہیے بتھا جو اُس سے باتوں کی راہ نکلے
1556/3 زردیِ رنگ و رونا دونوں دلیلِ کشتن — خوش طالعی سے میرے کیا کیا گواہ نکلے
1556/4 اے کام جاں ہے تو بھی کیا ریجھ[1] کا بچاؤ — مر جایئے تو منہ سے تیرے نہ آہ نکلے
1556/5 خوبی و دل کشی میں صد چند ہے تو اُس سے — تیرے مقابلے کو کس منہ سے ماہ نکلے
1556/6 یاں مہر تھی وفا تھی ، واں جور تھے ستم تھے — پھر نکلے بھی تو میرے یہ ہی گناہ نکلے
1556/7 غیروں سے تو کہے ہے اچھی بری سب اپنی — اے یار کب کے تیرے یہ خیر خواہ نکلے
1556/8 رکھتے تو ہو مکدر پر اُس گھڑی سے ڈریو — جب خاک منہ پہ مل کر یہ رُو سیاہ نکلے
1556/9 اک خلق میر کے اب ہوتی ہے آستاں پہ
درویش نکلے ہے کیوں جو بادشاہ نکلے

1557

1557/1 جیسے اندوہِ محرمِ عشق کب تک دل ملے — عیدسی ہو جائے اپنے ہاں ، لگے جو تو گلے
1557/2 دین و مذہب عاشقوں کا قابلِ پُرسش نہیں — یہ اُدھر سجدہ کریں ، ابرو جدھر اُس کے ہلے
1557/3 یہ نہیں میں جانتا نسبت ہے کیا آپس میں ، لیک — آنکھیں ہو جاتی ہیں ٹھنڈی اُس کے تلووں سے مَلے
1557/4 ہائے کس حسرت سے شبنم نے سحر رو کر کہا — خوش رہو اے ساکنانِ باغ ، اب تو ہم چلے
1557/5 مردمانِ شہر خوبی پر کریں کیا دل کو عرض — ایسی جنسِ ناروا کو مفت کوئی واں نہ لے
1557/6 کل جو ہم کو یاد آیا باغ میں قد یار کا — خوب روئے ہر نہالِ سبز کے سائے تلے
1557/7 جمع کر خاطر مری جینے سے مجھ کو خوب ہے — جی بچا تب جانیے ، جب سر سے یہ کلول ٹلے
1557/8-10 گرچہ سب ہیں گے مہیائے طریقِ نیستی (قطعہ) طے بہت دشوار کی یہ رہ گزر ہم نے ولے
ہر قدم پر جی سے جانا ، ہر دم اوپر بے دمی — لحہ لحہ آگے تھے کیا کیا قیامت مرحلے
جلنے کو جلتے ہیں سب کے اندرونے ، لیک میر
جب کسو کی اس و تیرے سے کہیں چھاتی جلے

1558

1558/1 بے مہر و وفا ہے وہ ، کیا رسمِ وفا جانے — الفت سے ، محبت سے مل بیٹھنا کیا جانے
1558/2 دل دھڑکے ہے جاتے کچھ بت خانے سے کعبے کو — اس راہ میں پیش آوے کیا ہم کو خدا جانے
1558/3 ہے محوِ رخ اپنا تو آئینے میں ہر ساعت — صورت ہے جو کچھ دل کی سو تیری بلا جانے
1558/4 کچھ اُس کی بندھی مٹھی اس باغ میں گزرے ہے — جو زخمِ جگر اپنے جوں غنچہ چھپا جانے
1558/5 کیا سینے کے جلنے کو ہنس ہنس کے اُڑاتا ہوں — جب آگ کوئی گھر کو اس طور لگا جانے
1558/6 میں مٹی بھی لے جاؤں دروازے کی اُس کے تو — اس دردِ محبت کی جو کوئی دوا جانے
1558/7 اپنے تئیں بھی کھانا خالی نہیں لذت سے — کیا جانے ہوس پیشہ ، چکھے تو مزا جانے

---

[1] آسی اور مجلس و عبادت کے نسخوں میں 'ریچھ کا بچاؤ' درج ہے، قیاس سے کام لے کر ہم نے اسے 'ریجھ' کر دیا ہے۔

1558/8 یوں شہر میں بہتیرے آزار دہندے ہیں — تب جانیے جب کوئی اس ڈھب سے ستا جانے

1558/9 کیا جانوں[1] رکھو روزے، یا دارو پیو شب کو — کردار وہی اچھا تو جس کو بھلا جانے

1558/10 آگاہ نہیں انسان اے میر نوشتے سے
کیا چاہیے ہے پھر جو طالع کا لکھا جانے

﴿1559﴾

1559/1 الٰہی ! کہاں منہ چھپایا ہے تو نے — ہمیں کھو دیا ہے تری جستجو نے

1559/2 جو خواہش نہ ہوتی تو کاہش نہ ہوتی — ہمیں جی سے مارا تری آرزو نے

1559/3 نہ بھائیں تجھے میری باتیں، وگرنہ — رکھی دھوم شہروں میں اس گفتگو نے

1559/4 رقیبوں سے سر جوڑ بیٹھے ہو کیوں کر — ہمیں تو نہیں دیتے ٹک پاؤں چھونے

1559/5 پھر اُس سال سے پھول سونگھا نہ میں نے — دِوانہ کیا تھا مجھے تیری بو نے

1559/6 مداوا نہ کرنا تھا مشفق ہمارا — جراحت جگر کے لگے دُکھنے دونے

1559/7 کڑھایا کسو کو، کھپایا کسو کو — برائی ہی کی سب سے اُس خوب رُو نے

1559/8 وہ کسریٰ کہ ہے شور جس کا جہاں میں — پڑے ہیں گے اس کے محل آج سونے

1559/9 تری چال ٹیڑھی، تری بات روکھی
تجھے میر سمجھا ہے یاں کم کسو نے

﴿1560﴾

1560/1 ویسا ہے یہ جو یوسف شب تیرے ہوتے آوے — جیسے چراغ کوئی مہتاب ہیں جلاوے

1560/2 کیا رفتگی سے میری تم گفتگو کرو ہو — کھویا گیا نہیں میں ایسا جو کوئی پاوے

1560/3 چھاتی کے داغ یکسر آنکھوں سے کھل رہے ہیں — دیکھیں ابھی محبت کیا کیا ہمیں دکھاوے

1560/4 ہیں پاؤں اُس کے نازک گل برگ سے، بجا ہے — عاشق جو رہ گزر میں آنکھوں کے تئیں بچھاوے

1560/5 یوں خاک منہ پہ مل کر کب تک پھرا کروں میں — یا رب زمیں پھٹے تو یہ روسیہ سماوے

1560/6 اے کاش قصہ میرا ہر فرد کو سناویں — تا دل کسو سے اپنا کوئی نہ یاں لگاوے

1560/7 ترکِ بتاں کا مجھ سے لیتے ہیں قول، یوں ہی — کیا اُن سے ہاتھ اُٹھاؤں، گو اس میں جان جاوے[2]

1560/8 عاشق کو مر گئے ہی بنتی ہے عاشقی میں — کیا جان جس کی خاطر شرمندگی اُٹھاوے

1560/9 جی میں بگڑ رہا ہے، تب میر چپ ہے بیٹھا
چھیڑو ابھی تو کیا کیا باتیں بنا کے لاوے

﴿1561﴾

1561/1 یا بادۂ گل گوں کی خاطر سے ہوس جاوے — یا ابر کوئی آوے اور آ کے برس جاوے

1561/2 شورش کدۂ عالم کہنے ہی کی جاگہ تھی — دل کیا کرے جو ایسے ہنگامے میں پھنس جاوے

---

[1] نسخۂ آسی اور مجلس میں 'جانو' ہے جب کہ نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں 'جانوں' ہے جو بہتر ہے۔

[2] نسخۂ آسی میں، نول کشور طبع سوم کے تتبع میں 'جاں نہ جاوے' ہے، نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'جان جاوے' ہے جو درست ہے۔

1561/3
دل تو ہے[1] عبث نالاں یارانِ گزشتہ بن
ممکن نہیں اب اُن تک آوازِ جرس جاوے

1561/4
اُس زلف سے لگ چلنا اک سانپ کھلانا ہے
یہ مارِ سیہ یارو ناگاہ نہ ڈس جاوے

1561/5
مے خانے میں آوے تو معلوم ہو کیفیت
یوں آگے ہو مسجد کے ہر روز عسس جاوے

1561/6
چولی جہاں سے مسکی پھر آنکھیں وہیں چپکیں
جب پیرہنِ گل بھی اس خوبی سے چس جاوے

1561/7
ہے میرؔ عجب کوئی درویشِ برشتہ دل
بات اُس کی سنو تم تو چھاتی بھی جھُلس جاوے

﴿1562﴾

1562/1
درو نے کو کوئی آہوں سے یوں کب تک ہوا دیوے
مبادا عشق کی گرمی جگر میرا جلا دیوے

1562/2
کہاں تک یوں پڑے بستر پہ رہیے دور جاناں سے
کوئی کاش اس گلی میں ہم کو اک تکیہ بنا دیوے

1562/3
ہوئے برسوں کہ وہ ظالم رہے ہے مجھ پہ کچھ ٹیڑھا
کوئی اُس تیغ برکف کو گلے میرے ملا دیوے

1562/4
وفا کی مُزد ہیں ہم پر جفا و جور کیا کہیے
کسو سے دل لگے اُس کا تو وہ اِس کی جزا دیوے

1562/5
کہیں کچھ تو بُرا مانو بھلا انصاف تو کریے
بدی کو بھی نہایت ہے، تمھیں نیکی خدا دیوے

1562/6
صنوبر آدمی ہو تو سراپا بار دل لاوے
کہاں سے کوئی تازہ دل اُسے ہر روز لا دیوے

1562/7
بہت گم راہ ہے وہ شوخ لگتا ہے کہے کس کے
کوئی کیا راہ کی بات اس جفا جو کو بتا دیوے

1562/8
جگر سب جل گیا لیکن زباں ہلتی نہیں اپنی
مباد اُس آتشیں خو کو مخالف کچھ لگا دیوے

1562/9
کوئی بھی میرؔ سے دل ریش سے یوں دور پھرتا ہے
ٹک اس درویش سے مل جل کہ تجھ کو کچھ دُعا دیوے

﴿1563﴾

1563/1
اُس شوخ ستم گر کو کیا کوئی بھلا چاہے
جو چاہنے والے کا ہر طور بُرا چاہے

1563/2
کعبے گئے کیا کوئی مقصد کو پہنچتا ہے
کیا سعی سے ہوتا ہے جب تک نہ خدا چاہے

1563/3
سو رنگ کی جب خوبی پاتے ہوں[2] اُسی گل میں
پھر اُس سے کوئی اُس بن کچھ چاہے تو کیا چاہے

1563/4
ہم عجز سے پہنچے ہیں مقصود کی منزل کو
کوہ[3] خاک میں مل جاوے جو اُس سے ملا چاہے

1563/5
ہو سکتی ہیں سدِّ رہ پلکیں کہیں رونے کی
تنکوں سے رکے ہے کب دریا جو بہا چاہے

1563/6
جب تو نے زباں چھوڑی تب کاہے کا صرفہ ہے
بے صرفہ کہے کیوں نہ جو کچھ کہ کہا چاہے

1563/7
دل جاوے ہے جوں روکے شبنم نے کہا گل سے
اب ہم تو چلے یاں سے، رہ تو جو رہا چاہے

1563/8
خط رسمِ زمانہ تھی ہم نے بھی لکھا اُس کو
تہ دل کی لکھے کیونکر عاشق جو لکھا چاہے

1563/9
رنگِ گل و بوئے گل ہوتے ہیں ہوا دونوں
کیا قافلہ جاتا ہے جو تو بھی چلا چاہے

1563/10
ہم میرؔ ترا مرنا کیا چاہتے تھے لیکن
رہتا ہے ہوئے بن کب جو کچھ کہ ہوا چاہے

---

[1] نسخۂ مجلس میں 'دل ہے تو عبث' جب کہ آسی کے نسخے میں 'دل تو ہے عبث' درج ہوا ہے۔ مجلس کے مرتب نے اختلاف درج نہیں کیا۔

[2] نسخۂ آسی میں 'ہو' زیادہ بہتر نہیں، نول کشور دوم، سوم اور نسخۂ کالج میں 'ہوں' بہتر ہے۔

[3] تمام نسخوں میں املا 'کُہ' ہے جو وزن کے اعتبار سے درست بھی ہے، ہم نے اگرچہ 'کوہ' درجِ متن کرلیا ہے تاہم اِسے بروزن 'کُہ' ہی پڑھنا ہوگا۔

﴿1564﴾

1564/1 دوری میں اُس کی گور کنارے ہم آ رہے — جی رات دن جنھوں کے کھپیں، اُن میں کیا رہے

1564/2 اُس آفتابِ حسن کے ہم داغِ شرم ہیں — ایسے ظہور پر بھی وہ منہ کو چھپا رہے

1564/3 اب جس کے حسنِ خلق پہ بھولے پھریں ہیں لوگ — اُس بے وفا سے ہم بھی بہت آشنا رہے

1564/4 مجروح ہم ہوئے تو نمک پاشیاں رہیں — ایسی معاش ہووے جہاں، کیا مزا رہے

1564/5 مرغانِ باغ سے نہ ہوئی میری دم کشی — نالے کو سن کے وقتِ سحر دم ہی کھا رہے

1564/6 چھاتی رکی رہے ہے جو کرتے نہیں ہیں آہ — یاں لطف تب تلک ہی ہے جب تک ہوا رہے

1564/7 کُشتے ہیں ہم تو ذوق شہیدانِ عشق کے — تیغِ ستم کو دیر گلے سے لگا رہے

1564/8 گاہے کراہتا ہے، گہے چپ ہے، گاہ ست — ممکن نہیں مریضِ محبت بھلا رہے

1564/9 آتے کبھو جو واں سے تو یاں رہتے تھے اُداس
آخر کو میر اُس کی گلی ہی میں جا رہے

﴿1565﴾

1565/1 یک عمر دیدہ ہائے ستم دیدہ، تر رہے — آخر کو پھوٹ پھوٹ بہے، قہر کر رہے

1565/2 ہم نے بھی نذر کی ہے پھریں گے چمن کے گرد — آنے تئیں بہار کے گر بال و پر رہے

1565/3 کیا کہیے تیرے واسطے اے مایۂ حیات — کیا کیا عزیز اپنے تئیں مار مر رہے

1565/4 مرتے بھی اپنے ہائے وہ حاضر نہ ہو سکا — ہم اشتیاق کش تو بہت مختضر رہے

1565/5 مرغانِ باغ رہتے ہیں اب گھیرے یوں مجھے — ماتم زدوں کے حلقے میں جوں نوحہ گر رہے

1565/6 آغوش اُس سے خالی رہی شب تو تا سحر — جیب و کنار گریۂ خونیں سے بھر رہے

1565/7 نقشِ قدم کے طور ترے ہم ہیں پائمال — غالب ہے یہ کہ دیر ہمارا اثر رہے

1565/8 اب صبر و ہوش و عقل کی میرے یہ ہے معاش — جوں قافلہ لٹا کہیں آ کر اُتر رہے

1565/9 لاکھوں ہمارے دیکھتے گھر بار سے گئے — کس خانماں خراب کے وے جا کے گھر رہے

1565/10 آتا کبھو تو ناز سے دکھلائی دے بھی جا — دروازے ہی کی اور کہاں تک نظر رہے

1565/11 رکھنا تمھارے پاؤں کا کھوتا ہے سر سے ہوش — یہ چال ہے تو اپنی کسے پھر خبر رہے

1565/12 کیا بد بلا ہے لاگ بھی دل کی کہ میر جی
دامن سوار لڑکوں کے ہو کر نفر رہے

﴿1566﴾

1566/1 یاں ہم برائے بیت جو بے خانماں رہے — سو یوں رہے کہ جیسے کوئی میہماں رہے

1566/2 تھا ملک جن کے زیرِ نگیں، صاف مٹ گئے — تم اس خیال میں ہو کہ نام و نشاں رہے

1566/3 آنسو چلے ہی آنے لگے منہ پہ متصل — کیا کیجے اب کہ رازِ محبت نہاں رہے

1566/4 ہم جب نظر پڑیں تو وہ ابرو کو خم کرے — تیغ اپنے اُس کے کب تئیں یوں درمیاں رہے

1566/5 کوئی بھی اپنے سر کو کٹاتا ہے یوں، ولے — جوں شمع کیا کروں جو نہ میری زباں رہے

1566/6 یہ دونوں چشمے خاک[1] سے بھر دوں تو خوب ہے — سیلاب میری آنکھوں سے کب تک رواں رہے
1566/7 دیکھیں تو مصرِ حسن میں کیا خواریاں کھنچیں — اب تک تو ہم عزیز رہے ہیں، جہاں رہے
1566/8 مقصود گم کیا ہے، تب ایسا ہے اضطراب — چکر میں ورنہ کاہے کو یوں آسماں رہے
1566/9 کیا اپنی اُن کی تم سے بیاں کیجیے معاش — کیں مدتوں رکھا جو تنک مہرباں رہے
1566/10 گہ شام اُس کے مو سے ہے، گہ رُو سے اس کے صبح — تم چاہو ہو کہ ایک سا ہی یاں سماں رہے
1566/11 کیا نذر تیغِ عشق کو سرسبز میں کیا — اس معرکے میں کھیت بہت خستہ جاں رہے
1566/12 اس تنگ نائے دہر میں تنگی نفس نے کی — جوں صبح ایک دم ہی رہے ہم جو یاں رہے

1566/13
اک قافلے سے گرد ہماری نہ ٹک اُٹھی
حیرت ہے میر اپنے تئیں ہم کہاں رہے

﴿1567﴾

1567/1 ایک سمے تم ہم فقرا سے اکثر صحبت رکھتے تھے — اور نہ تھی توفیق تمھیں تو بوسے کی ہمت رکھتے تھے
1567/2 آگے[2] خط سے دماغ تمھارا عرش پہ تھا سو وے ہی تم — پاؤں زمیں پر رکھتے تھے تو خدا پہ منت رکھتے تھے
1567/3 اب تو ہم ہو چکتے ہیں، ٹک تیرے ابرو خم ہوتے — کیا کیا رنج اُٹھاتے تھے جب جی میں طاقت رکھتے تھے
1567/4 چاہ کے سارے دیوانے، پر آپ سے اکثر بیگانے — عاشق اُس کے سیر کیے، ہم سب سے جُدی مت رکھتے تھے
1567/5 ہم تو سزائے تیغ ہی تھے پر ظلمِ بے حد کیا معنی — اور بھی تجھ سے آگے ظالم اچھی صورت رکھتے تھے
1567/6 آج غزال اک رہبر ہو کر لایا تربتِ مجنوں پر — قصدِ زیارت رکھتے تھے ہم جب سے وحشت رکھتے تھے
1567/7 کس دن ہم نے سر نہ چڑھا کر ساغرِ مے کو نوش کیا — دور میں اپنے دخترِ رز کی ہم اک حرمت رکھتے تھے
1567/8 کوہ کن و مجنون و وامق کس کس کے لیں نام غرض — جی ہی سے جاتے آگے سنے وے لوگ جو اُلفت رکھتے تھے
1567/9 چشم جہاں تک جاتی تھی، گل دیکھتے تھے ہم سرخ و زرد — پھول چمن کے کسی کے منہ سے ایسے خجلت رکھتے تھے
1567/10 کام کرے کیا سعی و کوشش مطلب یاں ناپیدا[3] تھا — دست و پا بہتیرے مارے، جب تک قدرت رکھتے تھے
1567/11 چتون کے کب ڈھب تھے ایسے، چشمک کے تھے کب یہ ڈول — ہائے وے دن جن روزوں تم کچھ بھی مروّت رکھتے تھے
1567/12 لعل سے جب دل تھے یہ ہمارے، مرجاں سے تھے اشکِ چشم — کیا کیا کچھ پاس اپنے ہم بھی عشق کی دولت رکھتے تھے

1567/13
کل کہتے ہیں اس بستی میں میر جی مشتاقانہ موئے
تجھ سے کیا ہی جان کے دشمن وے بھی محبت رکھتے تھے

﴿1568﴾

1568/1 مجنون و کوہ کن کو آزار ایسے ہی تھے — یہ جان سے گئے سب، بیمار ایسے ہی تھے
1568/2 شمس و قمر کے دیکھے جی اُس میں جا رہے ہے — اُس دل فروز کے بھی رخسار ایسے ہی تھے
1568/3 دامن کے پاٹ سارے تختے ہوئے چمن کے — بس اے سرشکِ خونیں درکار ایسے ہی تھے
1568/4 لوہو نہ کیوں رُلائے اُن کا گداز ہونا — یہ دل جگر ہمارے غم خوار ایسے ہی تھے

---

[1] نسخۂ آسی میں 'خون' بجائے 'خاک'، نول کشور طبع سوم کے تتبع میں ہے اور غلط ہے۔ طبع دوم اور نسخۂ کالج میں 'خاک' ہے جو درست ہے۔
[2] نسخۂ آسی میں 'آگے' درست تصحیح ہے ورنہ نول کشور دوم، سوم میں 'آئے' سے مفہوم شعر خبط ہو جاتا ہے۔
[3] نسخۂ آسی ص ۷۴۷ پر 'نے پیدا' درست نہیں، نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں واضح طور پر 'ناپیدا' درج ہے۔

1568/5 ہر دم جراحت آسا کب رہتے تھے ٹپکتے — یہ دیدۂ نمیں کیا خوں بار ایسے ہی تھے

1568/6 آزاردہ دلوں کا جیسا کہ تُو ہے ظالم — اگلے زمانے میں بھی کیا یار ایسے ہی تھے

1568/7 ہو جائے کیوں نہ دوزخ باغِ زمانہ ہم پر — ہم بے حقیقتوں کے کردار ایسے ہی تھے

1568/8 دیوار سے پٹک سر، میں جو مُوا تو بولا — کچھ اس ستم زدہ کے آثار ایسے ہی تھے

1568/9 اک حرف کا بھی اُن کو دفتر ہے کر دکھانا
کیا کہیے میر جی کے بُستار ایسے ہی تھے

﴿1569﴾

1569/1 اب ہم فقیر جی سے دل کو اُٹھا کے بیٹھے — اُس خصمِ جاں کے در پر تکیہ بنا کے بیٹھے

1569/2 مرتے ہوئے بھی ہم کو صورت نہ آ دکھائی — وقتِ اخیر اچھا منہ کو چھپا کے بیٹھے

1569/3 عزلت نشیں ہوئے جب، دل داغ ہو گیا تب — یعنی کہ عاشقی میں ہم گھر جلا کے بیٹھے

1569/4 جو کفر جانتے تھے عشقِ بتاں کو، وہ ہی — مسجد کے آگے آخر قشقہ لگا کے بیٹھے

1569/5 شورِ متاعِ خوبی اُس شوخ کا بَلا تھا — بازاری سب دکانیں اپنی بڑھا کے بیٹھے

1569/6 کیا اپنی اور اس کی اب نقل کریے صحبت — مجلس سے اُٹھ گیا وہ ٹک ہم جو آ کے بیٹھے

1569/7 کیا جانے تیغ اُس کی کب ہو بلند، عاشق — یوں چاہیے کہ سر کو ہر دم جھکا کے بیٹھے

1569/8-9 پھولوں کی سیج پر سے جو بے دماغ اُٹھے — (قطعہ) مسند پہ ناز کی جو تیوری چڑھا کے بیٹھے
کیا غم اُسے زمیں پر بے برگ و ساز[1] کوئی — خار و خسک ہی کیوں نہ برسوں بچھا کے بیٹھے

1569/10 وادیِ قیس سے پھر آئے نہ میر صاحب
مرشد کے ڈھیر پر وے شاید کہ جا کے[2] بیٹھے

﴿1570﴾

1570/1 ہے جنبشِ لب مشکل جب آن کے وہ بیٹھے — جو چاہیں سو یوں کہہ لیں لوگ اپنی جگہ بیٹھے

1570/2 جی[3] ڈوب گئے اپنے اندوہ کے دریا میں — وے جوش کہاں اب ہم مدت ہوئی دہ بیٹھے

1570/3 کیا رنگ میں شوخی ہے اُس کے تنِ نازک کی — پیراہن اگر پہنے تو اس پہ بھی تہ بیٹھے

1570/4 سر گل نے اُٹھایا تھا اِس باغ میں سو دیکھا — کیا ناز سے یاں کوئی کج کر کے کلہ بیٹھے

1570/5 مرتے[4] موئے، پر چاہت ظاہر نہ کی اگلوں کی — بے حوصلہ تھے ہم جو اس راز کو کہہ بیٹھے

1570/6 کیا جانے کہ ادھر کا کب قصد کرے گا وہ — پامال ہوئے ہم تو اُس سے سرِ رہ بیٹھے

1570/7 جو ہاتھ چڑھا اُس کے دل خوں ہی کیا اُس کا
اُس پنجۂ رنگیں کی اے میر نہ گہ بیٹھے

---

[1] نسخۂ آسی میں 'برگ ساز' ہے جب کہ 'برگ و ساز' مجلس میں بہتر ہے، تاہم مرتب نسخۂ مجلس نے اختلاف درج نہیں کیا۔

[2] اس شعر میں غلطی نسخۂ مجلس نے کی مقطع کے مصرع ثانی 'جا کے بیٹھے' میں 'کے' درج ہی نہیں کیا، جس سے مصرع غیر موزوں ہو جاتا ہے۔

[3] نول کشور دوم، سوم میں 'جی اپنے ڈوب' غلط ہے کہ مصرع وزن میں نہیں رہتا۔ نسخۂ کالج اور آسی کے نسخوں میں 'اپنے' نہیں اور یہی درست متن اور وزن

[4] نسخۂ آسی اور مجلس نے 'مرنے موئے' لکھا، جب کہ درست متن نول کشور دوم، سوم اور نسخۂ کالج میں ہے یعنی 'مرتے ہوئے'۔

﴿1571﴾

1571/1 اب سمجھ آئی ، مرتبا سمجھے — گم کیا خود کے تئیں ، خدا سمجھے

1571/2 اس قدر جی میں ہے دعا اُس کے — کہ دعا کریے ، تو دعا سمجھے

1571/3 کچھ سمجھتے نہیں ہمارا حال — تم سے بھی اے بتاں ! خدا سمجھے

1571/4 غلط اپنا کے اُس جفا جُو کو — سادگی سے ہم آشنا سمجھے

1571/5 نکتہ داں بھی خدا نے تم کو کیا — پر ہمارا نہ مدعا سمجھے

1571/6 لکھے دفتر ، کتابیں کیں تصنیف — پر نہ طالع کا ہم لکھا سمجھے

1571/7 میر صاحب کا ہر سخن ہے رمز
بے حقیقت ہے شیخ ، کیا سمجھے

﴿1572﴾

1572/1 اب اپنے قدِ راست کو خم دیکھتے ہیں ہائے — ہستی کے تئیں ہوتے عدم دیکھتے ہیں ہائے

1572/2 سنتے تھے کہ جاتی ہے ترے دیکھنے سے جاں — اب جان چلی جاتی ہے، ہم دیکھتے ہیں ہائے

1572/3 کیا روتے ہیں یارانِ گزشتہ کے لیے ہم — جب راہ میں کچھ نقشِ قدم دیکھتے ہیں ہائے

1572/4 کچھ عشق کی آتش کی لپٹ پہنچی ہمیں زور — سب تن بدن اپنے کو بھسم دیکھتے ہیں ہائے

1572/5 دل چاک ہے، جاں داغ، جگر خوں ہے ہمارا — ان آنکھوں سے انواع ستم دیکھتے ہیں ہائے

1572/6 مایوس نہ کس طور جہاں سے رہیں ہم میر
اب تاب بہت جان میں کم دیکھتے ہیں ہائے

﴿1573﴾

1573/1 جاگنا تھا ہم کو ، سو بیدار ہوتے رہ گئے — کارواں جاتا رہا ، ہم ہائے سوتے رہ گئے

1573/2 بوئے گل پیش از سحر گلزار سے رخصت ہوئی — ہم ستم کش روبرو اُس کے تو سوتے رہ گئے

1573/3 جی دیے بن وہ دُرِ مقصود کب پایا گیا
بے جگر تھے میر صاحب جان کھوتے رہ گئے

﴿1574﴾

1574/1 گل گئے ، بوٹے گئے ، گلشن ہوئے برہم گئے — کیسے کیسے ہائے اپنے دیکھتے موسم گئے

1574/2 ہنستے رہتے تھے جو اس گلزار میں شام و سحر — دیدۂ تر ساتھ لے وے لوگ جوں شبنم گئے

1574/3 گر ہوا اس باغ کی ہے یہ، تو اے بلبل نہ پھول — کوئی دن میں دیکھیو واں وے گئے ، یاں ہم گئے

1574/4 کیا کم اُس خورشید رو کی جستجو یاروں نے کی — لوہو روتے جوں شفق پورب گئے ، پچھم گئے

1574/5 جی گیا یاں بے دماغی سے اُنہوں کی اور واں — نے جبیں سے چیں گئی ، نے ابروؤں سے خم گئے

1574/6 شاید اب ٹکڑوں نے دل کے قصد آنکھوں کا کیا — کچھ سبب تو ہے جو آنسو آتے آتے تھم گئے

1574/7 گرچہ ہستی سے عدم تک اک مسافت تھی بعید — پر اُٹھے جو ہم یہاں سے ، واں تلک یک دم گئے

1574/8 کیا معاش اس غم کدے میں ہم نے دس دن کی بہم — اُٹھ کے جس کے ہاں گئے ، دل کا لیے ماتم گئے

1574/9 سبزہ و گل خوش نشینی اس چمن کی جن کو تھی — سو بھی تو دیکھا گریباں چاک و مژگاں نم گئے

1574/10 مردمِ دنیا بھی ہوتے ہیں سمجھ کس مرتبہ — آن بیٹھے ناؤں کو تو یاں نگیں سے جم گئے

1574/11 ربط صاحب خانہ سے مطلق بہم پہنچا نہ میر
مدتوں سے ہم حرم میں تھے پہ نا محرم گئے

﴿1575﴾

1575/1 ہم نہ کہتے تھے رہے گا ہم میں کیا یاں سے گئے — سو ہی بات آئی، اُٹھے اُس پاس سے، جاں سے گئے

1575/2 کیا بخود رہنا ہمارا کچھ رکھے ہے اعتبار — آپ میں آئے کبھو اب ہم تو مہماں سے گئے

1575/3 جب تلک رہنا بنا دل تنگ غنچے سے رہے — دیکھیے کیا گل کھلے[1] گا اب گلستاں سے گئے

1575/4 کیا غزالوں ہی کو ہم بن وحشتِ بسیار ہے — کوہ بھی نالاں رہے جب ہم بیاباں سے گئے

1575/5 لائی آفت خانقاہ و مسجد اوپر وہ نگاہ — صوفیاں دیں سے گئے، سب شیخ ایماں سے گئے

1575/6 دور کر خط کو کیا چہرہ کتابی اُن نے صاف — اب قیامت ہے کہ سارے حرف قرآں سے گئے

1575/7 جی تو اُس کی زلف میں، دل کاکلِ پیچاں میں میر
جا بھی نکلے اس کنے تو ہم پریشاں سے گئے

﴿1576﴾

1576/1 دل شتاب اِس[2] بزمِ عشرت سے اُٹھایا چاہیے — ایک دن تہ کر بساطِ ناز، جایا چاہیے

1576/2 یہ قیامت اور جی پر کل گئی پائیز میں — دل خس و خاشاکِ گلشن سے لگایا چاہیے

1576/3 خانہ سازِ دیں جو ہے واعظ سو یہ خانہ خراب — اینٹ کی خاطر جسے مسجد کو ڈھایا چاہیے

1576/4 کام کیا بالِ ہما سے، چترِ شہ سے کیا غرض — سر پر اک دیوار ہی کا اُس کی سایا چاہیے

1576/5 اتقا پر خانقہ والے بہت مغرور ہیں — مستِ ناز ایدھر اُسے یک بار لایا چاہیے

1576/6 کیاریوں ہی میں پڑے رہیے گا سایے کی روش — اپنے ہوتے اب کے موسم گل کا آیا چاہیے

1576/7 یہ ستم تازہ کہ اپنی ناکسی پر کر نظر — جن سے بگڑا چاہیے، اُن سے بنایا چاہیے

1576/8 جی نہیں رہتا ہے ٹک ناچار ہم کو اس کی اور — گرتے پڑتے ضعف میں بھی روز جایا چاہیے

1576/9 گاہ برقع پوش ہو، گہ مُو پراگندہ کرو — تم کو ہم سے منہ بہر صورت چھپایا چاہیے

1576/10 وہ بھی تو ٹک دست و تیغ اپنے کی جانے قدر میر
زخم سارے ایک دن اس کو دکھانا چاہیے

﴿1577﴾

1577/1 انکھڑیوں کو اُس کی خاطر خواہ کیونکر دیکھیے — سو طرف جب دیکھ لیجے تب ٹک اُودھر[3] دیکھیے

1577/2 گرچہ زردی رنگ کی بھی ہجر ہی سے ہے ولے — منہ مرا دیکھو ہو کیا، یہ کوفت جی پر دیکھیے

---

[1] نول کشور دوم، سوم اور آسی کے یہاں 'کیا گل کھلے گا' ہے جب کہ نسخۂ کالج کا متن بہتر تھا جو متن میں اختیار کیا ہے۔

[2] آسی کے متن میں 'اُس بزمِ عشرت' بالصراحتِ ضم ہے جب کہ یہاں محل 'اِس' کا ہے۔

[3] نول کشور دوم، سوم میں 'اُودھر' آسی کے متن 'ایدھر' سے بہتر ہے اس لیے اختیار کیا ہے۔

1577/3 اب کے گل ہم بے پروں کی اور چشمک زن ہے زور — اور دل اپنا بھی جلتا ہے بہت ، پر دیکھیے
1577/4 آتے ہو جب، جان یاں آنکھوں میں آ رہتی ہے آہ — دیکھیے ہم کو تو یوں بیمار و مضطر دیکھیے
1577/5 اشک پر سرخی ابھی سے ہے تو آگے ہم نشیں — رنگ لاوے کیسے کیسے دیدۂ تر دیکھیے
1577/6 دیر و کعبے سے بھی ٹک جھپکی نہ چشمِ شوخِ یار — شوق کے افراط سے تا چند گھر گھر دیکھیے
1577/7 مر رہے یوں صید گہ کی کنج میں تو حسن کیا — عشق جب ہے تب گلے کو زیرِ خنجر دیکھیے
1577/8 برسوں گزرے خاک ملتے منہ پر آئینے کے طور — کیا غضب ہے آنکھ اُٹھا کر ٹک تو ایدھر دیکھیے
1577/9 دیدنی ہے وجد کرنا میر کا بازار میں
یاں تماشا بھی کسو دن تو مقرر دیکھیے

﴿1578﴾

1578/1 گرداب وار یار ترے صدقے جایئے — دریا کا پھیر پایئے ، تیرا نہ پایئے
1578/2 سر مار مار بیٹھے تلف ہو جیے[1] کب تک — ٹک اُٹھ کے اب نصیبوں کو بھی آزمایئے
1578/3 سو شکل سے ہم آئے گئے تیری بزم میں — طنزاً کہا نہ تو نے کبھو یوں کہ آیئے
1578/4 آئے ہیں تنگ جان سے قیدِ حیات میں — اس بند سے ہمارے تئیں اب چھڑایئے
1578/5 کہنے لگا کہ ٹیڑھے بہت ہو رہے ہو تم — دو چار سیدھی سیدھی تمھیں بھی سنایئے
1578/6 ہے عزمِ جزم ترک و تجرد کا ، گر بنے (قطعہ) کیا اس جہانِ سفلہ سے دل کو لگایئے
1578/7 تاثیر ہے دعا کو فقیروں کی میر جی
ٹک آپ بھی ہمارے لیے ہاتھ اُٹھایئے

﴿1579﴾

1579/1 ٹک ٹھہرنے دے تجھے شوخی تو کچھ ٹھہرایئے — پیکرِ نازک کو تیرے کیونکہ بر میں لایئے
1579/2 ساکنِ دیر و حرم دونوں تلاشی ہیں ترے — تو خدا جانے کہاں ہے ، کیونکہ تجھ کو پایئے
1579/3 دور ہی سے ہوش کھو دیتی ہے اس کی بوئے خوش — آپ میں رہیے تو اُس کے پاس بھی ٹک جایئے
1579/4 ان دنوں رنگ اور کچھ ہے اس دلِ پُر خون کا — حق میں میرے آپ ہی کچھ سوچ کر فرمایئے
1579/5 جی ہی کھپ جاتا ہے طنز آمیز ایسے لطف سے — ہنس کے جب کہتا ہے سب میں آیئے جی آیئے
1579/6 دل کے ویراں کرنے میں بیداد کی ہے تو نے ہائے — خوش عمارت ایسے گھر کو اس طرح سے ڈھایئے
1579/7 رات دن رخسار اُس کے چت چڑھے رہتے ہیں میر
آفتاب و ماہ سے دل کب تلک بہلایئے

﴿1580﴾

1580/1 پر نہیں جو اُڑ کے اُس در جایئے — زندگانی حیف ہے مر جایئے
1580/2 کچھ نہیں تو شعر ہی کی فکر کر — آئے ہیں جو یاں ، تو کچھ کر جایئے
1580/3 قصد ہے کعبے کا لیکن سوچ ہے — کیا ہے منہ جو اُس کے در پر جایئے

---

[1] نسخۂ آسی اور مجلس میں 'تلف جی ہو کب تلک' درج ہے جب کہ نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں 'تلف ہو جیے کب تک' ہم نے اِسے بہتر سمجھا اور اپنایا ہے۔

1580/4 خانماں آباد جو ہے سو خراب — کس کے اُٹھ کر شہر میں گھر جایئے

1580/5 بیم مردن اس قدر یہ کیا ہے میر
عشق کریے اور پھر ڈر جایئے

1581

1581/1 ان دلبروں کو دیکھ لیا ، بے وفا ہیں یے — بے دید و بے مروت و نا آشنا ہیں یے

1581/2 حال آنکہ خصم جان ہیں ، پر دیکھیے جو خوب — ہیں آرزو دلوں کی بھی یہ ، مدعا ہیں یے

1581/3 اب حوصلہ کرے ہے ہمارا بھی تنگیاں[1] — جانے بھی دو بتوں کے تئیں ، کیا خدا ہیں یے

1581/4 گل پھول اس چمن کے چلو صبح دیکھ لیں — شبنم کے رنگ پھر کوئی دم میں ہوا ہیں یے

1581/5 کس دل میں خوب رویوں کی خالی نہیں جگہ — مغرور اپنی خوبی کے اوپر بجا ہیں یے

1581/6 ہر چند اُن سے برسوں چھپا ہم ملا کیے — ظاہر ولے نہ ہم پہ ہوا یہ کہ کیا ہیں یے

1581/7 کیا جانو میر صاحب و قبلہ کے ڈھب کو تم
خوبی مسلّم اُن کی ، ولے بد بلا ہیں یے

1582

1582/1 شوق ہم کو کھپائے جاتا ہے — جان کو کوئی کھائے جاتا ہے

1582/2 ہر کوئی اس مقام میں دس روز — اپنی نوبت بجائے جاتا ہے

1582/3 کھل گئی بات تھی سو اک اک پر — تو وہی منہ چھپائے جاتا ہے

1582/4 یاں پلیتھن نکل گیا ، واں غیر — اپنی تکلی لگائے جاتا ہے

1582/5 رویئے کیا دل و جگر کے تئیں — جی بھی یاں پر تو ہائے جاتا ہے

1582/6 کیا کیا ہے فلک کا میں کہ مجھے — خاک ہی میں ملائے جاتا ہے

1582/7 تہ جنھیں کچھ ہے اُن کے تئیں ہر گام — عرق شرم آئے جاتا ہے

1582/8-9 (قطعہ)
جائے عبرت[2] ہے خاکدانِ جہاں — تو کہاں منہ اُٹھائے جاتا ہے
دیکھ سیلاب اس بیاباں کا — کیسا سر کو جھکائے جاتا ہے

1582/10 وہ تو بگڑے ہے میر سے ہر دم
اپنی سی یہ بنائے جاتا ہے

1583

1583/1 کبھو میر اس طرف آ کر جو چھاتی کوٹ جاتا ہے — خدا شاہد ہے اپنا تو کلیجا ٹوٹ جاتا ہے

1583/2 خرابی دل کی کیا انبوہِ درد و غم سے پوچھو ہو — وہی حالت ہے جیسے شہر لشکر لوٹ جاتا ہے

---

[1] 'تنگیاں' میر نے 'تنگی' کی جمع کے طور پر کہا ہے۔ آسی کے متن میں 'تنگ یاں' الگ الگ درج ہونے کی بنا پر متن مختلف ہو گیا ہے۔ مجلس م
درست، لیکن اختلاف مذکور نہیں ہے۔

[2] میر کے انتہائی معروف اشعار میں سے ایک ہے، اسے ہر جگہ 'جائے عبرت' ہی پڑھا گیا ہے، لیکن آسی اور مجلس کے یہاں 'جائے غیرت' د
ہے اور اختلاف نسخ کا بھی کوئی حوالہ موجود نہیں۔

1583/3 شکست اس رنگ آئی بے خودیِ عشق میں دل پر — نشے میں مست سے جیسے کہ شیشہ پھوٹ جاتا ہے
1583/4 نہ یوں ہووے کہ اُٹھ جاؤں کہ ہے افسوس کی جاگہ — جب ایسا طائرِ خوش لہجہ پھنس کر چھوٹ جاتا ہے
1583/5 نہیں کچھ عقل میں آتا کہ دیوانہ سا میر ایدھر
کبھو آتا جو ہے، کیدھر کو مارے روٹ جاتا ہے

﴾1584﴿

1584/1 چمن کو یاد کر مرغِ قفس فریاد کرتا ہے — کوئی ایسا ستم دنیا میں اے صیاد کرتا ہے
1584/2 ہوا خانہ خراب آنکھوں کا اشکوں سے تو بر جا ہے — رہِ سیلاب میں کوئی بھی گھر بنیاد کرتا ہے
1584/3 ابھرا ہے نقشِ شیریں بے ستوں اوپر تماشا کر
کہ کارستانیاں تیرے لیے فرہاد کرتا ہے

﴾1585﴿

1585/1 جب نسیمِ سحر اُدھر جا ہے — ایک سناہٹا گزر جا ہے
1585/2 کیا اُس آئینہ رو سے کہیے ہائے — وہ زباں کر کے پھر مکر جا ہے
1585/3 جب سے سمجھا کہ ہم چلاؤ ہیں — حال پُرسی تک آ کے کر جا ہے
1585/4 وہ کھلے بال سووے ہے شاید — رات کو جی مرا بکھر جا ہے
1585/5 دُور اگرچہ گیا ہوں میں جی سے — کب وطن میرے یہ خبر جا ہے
1585/6 وہ اگر چت چڑھا رہا ایسا — آج کل جی سے مہ اُتر جا ہے
1585/7 جی نہیں میر میں، نہ بولو تند
بات کہتے ابھی وہ مر جا ہے

﴾1586﴿

1586/1 کچھ بات ہے کہ گل ترے رنگیں دہاں سا ہے — یا رنگِ لالہ شوخ ترے رنگِ پاں سا ہے
1586/2 آیا ہے زیرِ زلف جو رخسار کا وہ سطح — یاں سانجھ کے تئیں بھی سحر کا سماں سا ہے
1586/3 ہے جی کی لاگ اور کچھ اے فاختہ ولے — دیکھے نہ کوئی سرو چمن اُس جواں سا ہے
1586/4 کیا جانیے کہ چھاتی جلے ہے کہ داغِ دل — اک آگ سی لگی ہے کہیں کچھ دھواں سا ہے
1586/5 اُس کی گلی کی اور تو ہم تیر سے گئے — گو قامتِ خمیدہ ہمارا کماں سا ہے
1586/6 جو ہے سو اپنے[1] فکرِ خر و بار میں ہے یاں — سارا جہان راہ میں اک کارواں سا ہے
1586/7 کعبے کی یہ بزرگی، شرف سب بجا ہے لیک — دل کش جو پوچھیے تو کب اُس آستاں سا ہے
1586/8 عاشق کی گور پر بھی کبھو تو چلا کرو — کیا خاک واں رہا ہے، یہی کچھ نشاں سا ہے
1586/9 زورِ طبیعت اس کا سنیں اشتیاق تھا
آیا نظر جو میر تو کچھ ناتواں سا ہے

﴾1587﴿

1587/1 تپش سے رات کی جوں توں کی جی سنبھالا ہے — نہیں ہے دل، کوئی دشمن بغل میں پالا ہے

---

[1] نسخۂ آسی میں 'اپنے' ہے لیکن نسخۂ مجلس نے اسے یائے معروف سمجھا اور 'اپنی' درج کیا۔ 'اپنے' ہی بہتر ہے۔

1587/2 حنا سے یار کا پنجہ نہیں ہے گل کے رنگ — ہمارے اُن نے کلیجوں میں ہاتھ ڈالا ہے

1587/3 گیا ہے پیش لے اعجازِ عشق سے فرہاد — وگرنہ خس نے کہیں بھی پہاڑ ٹالا ہے

1587/4 سنا ہے گریۂ خونیں، پہ یہ نہیں دیکھا — لہو کا ہر گھڑی آنکھوں کے آگے نالا ہے

1587/5 رہے خیال نہ کیوں ایسے ماہ طلعت کا — اندھیرے گھر کا ہمارے وہی اُجالا ہے

1587/6 دلوں کو کہتے ہیں ہوتی ہے راہ آپس میں — طریقِ عشق بھی عالم سے کچھ نرالا ہے

1587/7 ہزار بار گھڑی[1] بھر میں میر مرتے ہیں
اُنھوں نے زندگی کا ڈھب نیا نکالا ہے

1588

1588/1 چھاتی جلا کرے ہے، سوزِ دروں بلا ہے — اک آگ سی رہے[2] ہے، کیا جانیے کہ کیا ہے

1588/2 میں اور تو ہیں دونوں مجبور طور اپنے — پیشہ ترا جفا ہے، شیوہ مرا وفا ہے

1588/3 روئے سخن ہے کیدھر اہلِ جہاں کا یا رب — سب متفق ہیں اس پر ہر ایک کا خدا ہے

1588/4 کچھ بے سبب نہیں ہے خاطر مری پریشاں — دل کا الم جدا ہے، غم جان کا جدا ہے

1588/5 حسن اُن بھی معنیوں کا تھا آپھی صورتوں میں — اس مرتبے سے آگے کوئی چلے تو کیا ہے

1588/6 شادی سے غم جہاں میں دہ چند ہم نے پایا — ہے عید ایک دن تو دس روز یاں دہا ہے

1588/7 ہے خصمِ جانِ عاشق وہ محوِ ناز لیکن — ہر لمحہ بے ادائی، یہ بھی تو اک ادا ہے

1588/8 ہو جائے یاس جس میں سو عاشقی ہے ورنہ — ہر رنج کو شفا ہے، ہر درد کو دوا ہے

1588/9 نایاب اس گہر کی کیا ہے تلاش آساں — جی ڈوبتا ہے اُس کا جو تہ سے آشنا ہے

1588/10 ہے گرچہ طفلِ مکتب وہ شوخ ابھی تو، لیکن — جس سے ملا ہے اُس کا اُستاد ہو ملا ہے

1588/11-12 مشفق ملاذ و قبلہ، کعبہ، خدا، پیمبر (قطعہ)[3] — جس خط میں شوق سے میں کیا کیا اسے لکھا ہے
تاثیرِ عشق دیکھو وہ نامہ واں پہنچ کر — جوں کاغذِ ہوائی ہر سو اُڑا پھرا ہے

1588/13 پھرتے ہو میر صاحب سب سے جُدے جُدے تم
شاید کہیں تمھارا دل اِن دنوں لگا ہے

1589

1589/1 دلِ بے تاب آفت ہے، بلا ہے — جگر سب کھا گیا، اب کیا رہا ہے

1589/2 ہمارا تو ہے اصلِ مدعا تو — خدا جانے ترا کیا مدعا ہے

1589/3 محبت کشتہ ہیں ہم، یاں کسو پاس — ہمارے درد کی بھی کچھ دوا ہے

---

1. نسخۂ مجلس کا پروف جس بُری طرح دیکھا گیا اُس کی ایک مثال یہ بھی ہے۔ اس مصرع میں 'گھڑی گھڑی' دو مرتبہ درج ہے جب کہ ظاہر ہے کہ ایک 'گھڑی' فالتو ہے جب کہ آسی کے یہاں متن درست ہے۔
2. نسخۂ آسی میں 'اک آگ سی رہے ہے' کی جگہ 'اک آگ لگ رہی ہے' تجویز فرمایا گیا۔ واضح ہے کہ متنِ میر ہی بہتر ہے۔
3. آسی اور مجلس کی خرابی ہائے تدوینِ کلامِ میر کی ایک اور مثال۔ اُن نسخوں میں شعر نمبر دس، گیارہ اور بارہ نمبر کے درمیان درج ہوا حالاں کہ یہ دونوں شعر مل کر بات مکمل کرتے ہیں لیکن انہیں کسی نے بھی قطعہ درج نہیں کیا۔

1589/4 حرم سے دیر اُٹھ جانا نہیں عیب — اگر یاں ہے خدا، واں بھی خدا ہے

1589/5 نہیں ملتا سخن اپنا کسو سے — ہماری گفتگو کا ڈھب جدا ہے

1589/6 کوئی ہے، دل کھنچے جاتے ہیں اودھر — فضولی ہے تجسس یہ کہ کیا ہے

1589/7 مروں میں اس میں یا رہ جاؤں جیتا — یہی شیوہ مرا مہر و وفا ہے

1589/8 صبا اودھر، گُل اودھر، سرو اودھر — اُسی کی باغ میں اب تو ہوا ہے

1589/9 تماشا کردنی ہے داغ سینہ — یہ پھول اس تختے میں تازہ کھلا ہے

1589/10 ہزاروں اُن نے ایسی کیں ادائیں — قیامت جیسے اک اُس کی ادا ہے

1589/11 جگہ افسوس کی ہے بعدِ چندے — ابھی تو دل ہمارا بھی بجا ہے

1589/12-13 جو چپکے ہوں کہے چپکے ہو کیوں تم (قطعہ) کہو جو کچھ تمھارا مدعا ہے
سخن کریے تو ہووے حرف زن یوں — بس اب منہ موند لے، میں نے سنا ہے

1589/14-15 کب اُس بیگانہ خو کو سمجھے عالم (قطعہ) اگرچہ یار عالم آشنا ہے
نہ عالم میں ہے، نے عالم سے باہر — پہ سب عالم سے عالم ہی جدا ہے

1589/16 لگا میں گردِ سر پھرنے تو بولا
تمھارا میر صاحب سر پھرا ہے

﴿1590﴾

1590/1 شور میرے جنوں کا جس جا ہے — دخلِ عقل اُس مقام میں کیا ہے

1590/2 دل میں پھرتے ہیں خال وخطّ وزلف — مجھ کو یک سر ہزار سودا ہے

1590/3 شور بازار میں ہے یوسف کا — وہ بھی آ نکلے تو تماشا ہے

1590/4 برچھیوں میں کہیں نہ بٹ جاوے — دل صفوف مژہ میں تنہا ہے

1590/5 نظر آئے تھے وے حنائی پا — آج تک فتنہ ایک برپا ہے

1590/6 دل کھنچے جاتے ہیں اُسی کی اور — سارے عالم کی وہ تمنا ہے

1590/7 برسوں رکھا ہے دیدۂ تر پر — پاٹ دامن کا اپنے دریا ہے

1590/8 ٹک گریباں میں سر کو ڈال کے دیکھ — دل بھی دامن وسیع صحرا ہے

1590/9 دلکشی اُس کے قد کی سی معلوم — سرو بھی یوں جوانِ رعنا ہے

1590/10 دست و پا گم کیے ہیں تو نے میر
تیری بے طاقتی سے پیدا ہے

﴿1591﴾

1591/1 کئی برسوں جگر کا ہی لہو اپنا پیا ہے — تب دل کے تئیں خوگر اندوہ کیا ہے

1591/2 ڈر کیوں نہ محلّے میں رہے رونے سے میرے — سیلاب نے اس کوچے میں گھر مول لیا ہے

1591/3 افسوس ہے نشمردہ قدم تم جو رکھو یاں — اس راہ میں سر یاروں نے ہر گام دیا ہے

1591/4 کاہش ہے عبث تم کو مرے جینے کی خاطر — بیمار بھلا ایسا کوئی آگے جیا ہے

1591/5
پلکوں سے رفو اُن نے کیا چاکِ دلِ میرؔ
کس زخم کو کس نازکی کے ساتھ سیا ہے

﴿1592﴾

1592/1 کس غم میں مجھ کو یا رب یہ مبتلا کیا ہے — دل ساری رات جیسے کوئی مَلا کیا ہے

1592/2 ان چار دن سے ہوں میں افسردہ کچھ وگرنہ — پھوڑا سا دل بغل میں برسوں جلا کیا ہے

1592/3 اُس گل کی اور اپنا تب منہ کیا ہے میں نے — جب آشنا لبوں سے صلِّ علا کیا ہے

1592/4 دل داغ کب نہ دیکھا، جی بار کب نہ پایا — کیا کیا نہالِ خواہش پھولا پھلا کیا ہے

1592/5 تڑپا ہے ایسا ایسا جو غش رہا ہے مجھ کو — دل اک بغل میں جی کا دشمن پلا کیا ہے

1592/6 کیا خاک میں ہمیں کو اُن نے نیا ملایا — ٹیڑھی ہی چال گردوں اکثر چلا کیا ہے

1592/7 چلتا نہیں ہے دل پر کچھ اس کے بس وگرنہ — عرش آہِ عاجزاں سے اکثر ہلا کیا ہے

1592/8 ہم گو نہ ہوں جہاں میں، آخر جہاں تو ہوگا — تو نے بدی تو کی ہے ظالم بھلا کیا ہے

1592/9
ہے مہہ پہ میرؔ کے کیا گردِ ملال تازہ
یہ خاک میں ہمیشہ یوں ہی رُلا کیا ہے

﴿1593﴾

1593/1 باریک وہ کمر ہے ایسی کہ بال کیا ہے — دل ہاتھ جو نہ آوے اُس کا خیال کیا ہے

1593/2 جو بے کلی ہے ایسی چاہت گلوں کی اتنی — کیا جانے ہم صفیرو لو[1]اب کے سال کیا ہے

1593/3 پہنچا بہم علاقہ اے عزلتی کسو سے — کرنا معاش اکیلے اتنا کمال کیا ہے

1593/4 آغاز تو یہ ہے کچھ روتے ہیں خون ہر دم — کیا جانے عاشقی کا یارو مآل کیا ہے

1593/5 پامالِ راہ اس کے کیا کیا عزیز دیکھے — آئی نہ جب سمجھ میں گردوں کی چال کیا ہے

1593/6 وہ سیم تن ہو ننگا تو لطفِ تن پر اُس کے — سو جی کیے تھے صدقے، اک جان و مال کیا ہے

1593/7 سرگرمِ جلوہ اُس کو دیکھے کوئی سو جانے — طرزِ خرام کیا ہے، حسن و جمال کیا ہے

1593/8-9 (قطعہ) میں بے نوا اُڑا تھا بوسے کو اُن لبوں کے — ہر دم صدا یہی تھی دے گزرو، ٹال کیا ہے
پر چپ ہی لگ گئی جب اُن نے کہا کہ کوئی — پوچھو تو شاہ جی سے اِن کا سوال کیا ہے

1593/10
گہ آپ میں نہیں ہو، گہ منتظر کہیں ہو
کچھ میرؔ جی تمھارا ان روزوں حال کیا ہے

﴿1594﴾

1594/1 دل مرا مضطرب نہایت ہے — رنج و حرماں کی یہ بدایت ہے

1594/2 منہ اِدھر کر کبھو نہ وہ سویا — کیا دعا شب کی بے سرایت ہے

1594/3 اب وہ مہ اور ایک مہ سے ملا — چند در چند یہ حکایت ہے

1594/4 ہر طرف بحث تجھ سے ہے اے عشق — شکر تیرا، تری شکایت ہے

---

[1] آسی اور مجلس کے نسخوں میں 'لواب کے سال' ہے جب کہ نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں 'تواب کے سال' ہے، مفہوم واضح نہیں ہوتا۔

1594/5 ایسے رنج و عنا میں اودھر سے — پرسشِ حال بھی عنایت ہے

1594/6 دہر کا گلہ کہ شکوۂ چرخ — اُس ستم گر ہی سے کنایت ہے

1594/7 مت مراعاتِ غیر رکھ منظور — میرے حق میں یہی رعایت ہے

1594/8 عاشق اب بڑھ گئے ہمیں چھانٹو — اس میں سرکار کی کفایت ہے

1594/9 کب ملے میر ملک داروں سے
وہ گدائے شہِ ولایت ہے

﴿1595﴾

1595/1 گرمی سے میری ابر کا ہنگامہ سرد ہے[1] — آنکھیں اگر یہی ہیں تو دریا بھی گرد ہے

1595/2 مجنوں کو مجھ سے کیا ہے جنوں میں مناسبت — میں شہربند ہوں، وہ بیاباں نورد ہے

1595/3 کیا جانیے کہ عشق میں خوں ہو گیا کہ داغ — چھاتی میں اب تو دل کی جگہ ایک درد ہے

1595/4 واصل بحق ہوئے نہ جو ہم جان[2] سے گئے — غیرت ہو کچھ مزاج میں جس کے وہ مرد ہے

1595/5 ممکن نہیں کہ وصفِ علی کوئی کر سکے — تفرید کے جریدے میں وہ پہلی فرد ہے

1595/6 ٹھہرے نہ چرخِ نیلی پہ انجم کی چشمِ شوخ — اب قصر میں لگا جو ہے کیا لاجورد ہے

1595/7 کس سے جدا ہوئے ہیں کہ ایسے ہیں دردمند
منہ میر جی کا آج نہایت ہی زرد ہے

﴿1596﴾

1596/1 جانے میں قتل گہ سے ترا اختیار ہے — پر جانیں جو گئی ہیں سو رہ پُر غبار ہے

1596/2 ہم آپ سے گئے سو الٰہی کہاں گئے — مدت ہوئی کہ اپنا ہمیں انتظار ہے

1596/3 بس وعدۂ وصال سے کم دے مجھے فریب — آگے ہی مجھ کو تیرا بہت اعتبار ہے

1596/4 سرتابی اُس سے طائرِ قدسی نہ کر سکے — اُس تُرکِ صید بند کا وہ تو شکار ہے

1596/5 مائل نہیں ہے سرو ہی تنہا تری طرف — گل کو بھی تیرے دیکھنے کا خار خار ہے

1596/6 پیوند مَیں زمیں کا ہوا اُس گلی میں لیک — یوں بھی کہا نہ اُن نے یہ کس کا مزار ہے

1596/7 کل سروِ ناز باغ میں آیا نظر مجھے — میں نے فریبِ شوق سے جانا کہ یار ہے

1596/8 اب دیکھ کر قرار کیا گر وصال کا — دل کو بغیر تیرے تنک بھی قرار ہے

1596/9 سب فکرِ خانہ سازی میں منعم ہلاک ہیں — بنیاد زندگانی کی ناپائیدار ہے

1596/10 کب تک ستم، کبھو تو دلاسا بھی دیجیے
بالفرض میر ایسا ہی تقصیر وار ہے

---

[1] اس مصرع میں نول کشور دوم، سوم کی طباعتوں میں لفظ 'میری' درج نہیں، مصرع ناموزوں ہے، آسی نے 'میری' کی کمی اپنے طور پر 'اگر' سے پوری کی ہے اور یہ لکھا ہے 'گرمی سے ابر کا اگر ہنگامہ سرد ہے' نسخۂ کالج میں متن درست ہے، جو درج کیا گیا۔

[2] متن بمطابق نسخۂ کالج ہے، ورنہ طبع دوم، سوم میں 'جانے گئے' بجائے 'جان سے گئے' کے سبب مصرع ساقط الوزن ہے۔ 'جانے مر گئے' نسخۂ آسی میں ہے اور توجہ طلب ہے۔ یہ امر دشوار ہے کہ کالج اور آسی کے متن میں سے کون سا بہتر ہے، قدامت کی بنا پر اولیت نسخۂ کالج کو دی گئی ہے۔

﴿1597﴾

1597/1 جنوں کا عبث میرے مذکور ہے — جوانی دوانی ہے، مشہور ہے

1597/2 کہو چشمِ خوں بار کو چشمِ نم — خدا جانے کب کا یہ ناسور ہے

1597/3 فلک پر جو مہ ہے تو روشن ہے یہ — کہ منہ سے ترے نسبتِ دُور ہے

1597/4 گدا، شاہ دونوں ہیں دل باختہ — عجب عشق بازی کا دستور ہے

1597/5 قیامت ہے ہوگا جو رفعِ حجاب — نہ بے مصلحت یار مستور ہے

1597/6 ہم اب ناتوانوں کو مرنا ہے صرف — نہیں وہ کہ جینا بھی منظور ہے

1597/7 ستم میں ہمارے، قسم ہے تمھیں — کرو صرف جتنا کہ مقدور ہے

1597/8 نیاز اپنا جس مرتبے میں ہے یاں — اُسی مرتبے میں وہ مغرور ہے

1597/9 ہوا حال بندے کا گو کچھ خراب — خدائی ابھی اُس کی معمور ہے

1597/10 گیا شاید اُس شمع رو کا خیال
کہ اب میرؔ کے منہ پہ کچھ نور ہے

﴿1598﴾

1598/1 زلف ہی درہم نہیں، ابرو بھی پُر خم اور ہے — یاں تلف ہوتا ہے عالم، واں سو عالم اور ہے

1598/2 پیٹ لینا سر، لیے دل کے، شروعِ عشق تھا — سینہ کوبی متصل ہے اب، یہ ماتم اور ہے

1598/3 جوں کفِ دریا کو دریا سے ہے نسبت دور کی — ابر بھی ووں اور کچھ ہے، دیدۂ نم اور ہے

1598/4 رہتے رہتے منتظر، آنکھوں میں جی آیا ندان — دم غنیمت جان، اب مہلت کوئی دم اور ہے

1598/5 جی تو جانے کا ہمیں اندوہ ہی ہے ایک میرؔ
حشر کو اُٹھنا پڑے گا، پھر یہ[1] اک غم اور ہے

﴿1599﴾

1599/1 رشتہ کیا ٹھہرے گا یہ، جیسے کہ مو نازک ہے — چاکِ دل پلکوں سے مت سی کہ رفو نازک ہے

1599/2 شاخِ گل کا ہے کو اس لطف سے لچکے ہے کہیں — لاگ والا کوئی دیکھے تجھے، تو نازک ہے

1599/3 چشمِ انصاف سے برقع کو اُٹھا دیکھو اُسے — گل کے منہ سے تو کئی پردہ وہ رو نازک ہے

1599/4 لطف کیا دیوے تمھیں نقشِ حصیرِ درویش — بوریا پوشوں سے پوچھو یہ اتو نازک ہے

1599/5 بیڑے کھاتا ہے تو آتا ہے نظر پان کا رنگ — کس قدر ہائے رے وہ جلدِ گلو نازک ہے

1599/6 گل سمجھ کر نہ کہیں بے کلی کرنے لگیو — بلبل اُس لالۂ خوش رنگ کی خو نازک ہے

1599/7 رکھے تا چند خیال اس سرِ پُر شور کا میرؔ
دل تو کانپا ہی کرے ہے کہ سبو نازک ہے

---

[1] نسخۂ کالج میں 'پھر بھی اک غم' ہے بجائے 'پھر یہ اک غم'، آسی کے یہاں مصرع شاید بہتر ہے۔

﴿1600﴾

1600/1 مستی میں جا و بے جا مدِ نظر کہاں ہے — بے خود ہیں اُس کی آنکھیں، اُس[1] کو خبر کہاں ہے
1600/2 شب چند روز سے میں دیکھا نہیں وہ چہرہ — کچھ سوچ کر منجّم بارے قمر کہاں ہے
1600/3 سیمیں تنوں کا ملنا چاہے ہے کچھ تموّل — شاہد پرستیوں کو ہم پاس زر کہاں ہے
1600/4 جوں آرسی کرے ہے منہ دیکھنے کی باتیں — دل کی توجہ اُس کی ہم دم اِدھر کہاں ہے
1600/5 پانی ہو بہہ گئے سب اجزا بدن کے، لیکن — یوں بھی کہا نہ اُن نے وہ چشمِ تر کہاں ہے
1600/6 خضر و مسیح سب کو جیتے ہی موت آئی — اور اس مرض کا کوئی اب چارہ گر کہاں ہے
1600/7 لے اس سرے سے یارو اُجڑی ہے اُس سرے تک — اقلیمِ عاشقی میں آباد گھر کہاں ہے
1600/8 اُٹھنے کی اک ہوس ہے ہم کو قفس سے ورنہ — شائستۂ پریدن بازو میں پر کہاں ہے
1600/9 پیرانہ سر چلے ہیں اُٹھ کر گلی سے اس کی — کیا پیش آوے دیکھیں وقتِ سفر کہاں ہے
1600/10 جاتا نہیں اگر وہ مسجد سے مے کدے کو
پھر میر جمعے کی شب دو دو پہر کہاں ہے

﴿1601﴾

1601/1 کیا کہیے کلی سا وہ دہن ہے — اس میں بھی جو سوچیے سخن ہے
1601/2 اُس گل کو لگے ہے شاخِ گل کب — یہ شاخچہ بندیِ چمن ہے
1601/3 وابستگی مجھ سے شیشہ جاں کی — اُس سنگ سے ہے کہ دل شکن ہے
1601/4 کیا سہل گزرتی ہے جنوں سے — تحفہ ہم لوگوں کا چلن ہے (طرفہ)
1601/5 لطف اُس کے بدن کا کچھ نہ پوچھو — کیا جانیے جان ہے کہ تن ہے
1601/6 وے بندِ قبا کھلے تھے شاید — صد چاک گلوں کا پیرہن ہے
1601/7 گہ دیر میں ہیں، گہے حرم میں — اپنا تو یہی دِوانہ پن ہے
1601/8 ہم کشتۂ عشق ہیں، ہمارا — میدان کی خاک ہی کفن ہے
1601/9 کر میر کے حال پر ترحم
وہ شہر[2] غریب و بے وطن ہے

﴿1602﴾

1602/1 ہم مست بھی ہو[3] دیکھا، آخر مزا نہیں ہے — ہشیاری کے برابر کوئی نشا نہیں ہے
1602/2 شوقِ وصال ہی میں جی کھپ گیا ہمارا — با آنکہ ایک دم وہ ہم سے جدا نہیں ہے

---

[1] نول کشور دوم، سوم اور نسخۂ کالج میں 'اُن کو خبر' ہے جب کہ آسی کے یہاں متن 'اُس کو خبر' زیادہ مطابق مصرع اول ہے۔
[2] نسخۂ مجلس میں 'وہ شہرِ غریب' اضافت کے ساتھ درج ہے، جلد دوم، ص ۳٦۴۔ حالاں کہ یہاں اضافت سے مفہوم خبط ہوتا ہے۔ شہر غریب (بمعنی شہر بھر کا غریب یا غریبِ شہر) ترکیبِ مقلوبی کے طور درست ہے۔
[3] 'شعر شور انگیز' میں 'ہم مست ہو بھی دیکھا' درج ہوا ہے، جلد چہارم، ص ۵۱۲۔

1602/3 ہر صبح اُٹھ کے تجھ سے مانگوں ہوں میں تجھی کو — تیرے سوائے میرا کچھ مدعا نہیں ہے
1602/4 زیر فلک رکا ہے اب جی بہت ہمارا — اس بے فضا قفس میں مطلق ہوا نہیں ہے
1602/5 آنکھیں ہماری دیکھیں لوگوں نے اشک افشاں — اب چاہ کا کسو کی پردہ رہا نہیں ہے
1602/6 منہ جن نے میرا دیکھا اک آہ دل سے کھینچی — اس دردِ عاشقی کی آیا دوا نہیں ہے
1602/7 تھیں پیش از آشنائی کیا آشنا نگاہیں — اب آشنا ہوئے پر آنکھ آشنا نہیں ہے
1602/8 کریے جو ابتدا تو تا حشر حال کہیے — عاشق کی گفتگو کو کچھ انتہا نہیں ہے
1602/9 پردہ ہی ہم نے دیکھا چہرے پہ گاہ دے گہ — اتنا بھی منہ چھپانا کچھ خوش نما نہیں ہے
1602/10 میں روؤں تم ہنسو ہو، کیا جانو میر صاحب
دل آپ کا کسو سے شاید لگا نہیں ہے

1603

1603/1 کیا تنِ نازک ہے جاں کو بھی حسد جس تن پہ ہے — کیا بدن کا رنگ ہے تہ جس کی پیراہن پہ ہے
1603/2 گرد جب اُٹھتی ہے اک حسرت سے رہ جاتے ہیں دیکھ — وحشیانِ دشت کی آنکھ اس شکار افگن پہ ہے
1603/3 کثرتِ پیکاں سے تیرے ہو گئی ہیئت ہی اور — اب شرف دل کو ہمارے پارۂ آہن پہ ہے
1603/4 کون یوں اے ترکِ رعنا زینتِ فتراک تھا — خوں سے گل کاری عجب اک زین کے دامن پہ ہے
1603/5 سر اُٹھانے کی نہیں ہے ہم کو فرصت عشق میں — ہر دم اک تیغ جفائے تازہ یاں گردن پہ ہے
1603/6 نوحہ گر کر مجھ کو دکھلایا غمِ دل نے ندان — شیون اب موقوف یاروں کا مرے شیون پہ ہے
1603/7 ہو چکا رہنا مرا بستی میں، آخر کب تلک — نالۂ شب سے قیامت روز مرد و زن پہ ہے
1603/8 خرمنِ گل سے لگیں ہیں دور سے کوڑوں کے ڈھیر — لوہو رونے سے ہمارے رنگ اک گلخن پہ ہے
1603/9 وے پھری پلکیں اُلٹ دیتی ہیں صف اک آن میں — اب لڑائی ہند میں سب اُس سیہ پلٹن پہ ہے
1603/10 تُو تو کہتا ہے کہ میں نے اس طرف دیکھا نہیں
خونِ ناحق میر کا یہ کس کی پھر چتون پہ ہے

1604

1604/1 یہ رات ہجر کی یاں تک تو دکھ دکھاتی ہے — کہ شکل صبح مری سب کو بھول جاتی ہے
1604/2 تپش کے دم ہی تئیں مجھ سے ہے یہ خوں گرمی — وگرنہ تیغ تری کب گلے لگاتی ہے
1604/3 ہنسے ہے چاکِ قفس کھلکھلا کے مجھ اوپر — چمن کی یاد میں جب بے کلی رُلاتی ہے
1604/4 ہوا ہے میر سے روشن کہ گل جی[1] ہے شمع
زباں ہلانے میں پروانے کو جلاتی ہے

1605

1605/1 نہ گلشن میں چمن پر اُن نے بلبل تجھ کو جا دی ہے — سپاس ایزد کے کر جن نے کہ یہ ڈالی نوا دی ہے
1605/2 نہیں ٹک بیٹھنے دیتے تم اپنی بزم میں ہم کو — مروت رسم تھی مدت کی، سو تم نے اُٹھا دی ہے

---

[1] نسخۂ آسی میں 'گل جی' (کالی زبان) کا قدیم املا 'کلجبھی' درج ہے، ص ۳۶۱۔

1605/3 رہائی چنگلِ بازِ فلک سے مجھ کو مشکل تھی
مری یہ بند چڑیا کی سی مولیٰ نے چھڑا دی ہے

1605/4 گلی میں اپنی قدغن کو رکھو، آنے نہ پاؤں میں
کہیں کیا اور بھی دل کے لگانے کی منادی ہے

1605/5 تپش سے رنگ اُڑا جاوے، قلق سے جان گھبراوے
دیا ہے دل الٰہی ہم کو یا کوئی بلا دی ہے

1605/6 درِ گلزار پیش از صبح وا اے باغباں مت کر
اُڑا لیتی ہے مٹی بھی، صبا اک چور بادی ہے

1605/7 کوئی صورت نہیں اس گھر سے اب تیرے نکلنے کی
قیامت کی ہے جن نے آرسی تجھ کو دکھا دی ہے

1605/8 مجھے منظور کیا ہے زلف و خال و خطِ خوباں سے
خدا نے دیکھنے کی لت سی آنکھوں کو لگا دی ہے

1605/9 کجیِ ذہن اس وادی میں گمراہی کی ہے باعث
سلیم الطبع کو تو پاؤں کا ہر نقش ہادی ہے

1605/10 لگا رہتا ہے سینے ہی سے، بیٹھا ہوں کہ سوتا ہوں
غرض چھاتی مری داغِ جدائی نے جلا دی ہے

1605/11 نہ چھوٹا دل میں کچھ اس کے گئے پر غارتِ غم سے
ہزار افسوس کیا بستی محبت نے لٹا دی ہے

1605/12 نہ کٹتی تک نہ ہوتی گر فقیری ساتھ اُلفت کے
ہمیں جب اُن نے گالی دی ہے تب ہم نے دعا دی ہے

1605/13 ہوئی ہے دل کی محویت سے یکساں یاں غم و فرحت
نہ ماتم مرنے کا ہے میر، نے جینے کی شادی ہے

﴿1606﴾

1606/1 کیا حال بیاں کریے، عجب طرح پڑی ہے
وہ طبع تو نازک ہے، کہانی یہ بڑی ہے

1606/2 کیا فکر کروں میں کہ ٹلے آگے سے گردوں
یہ گاڑی مری راہ میں بے ڈول اڑی ہے

1606/3 ہے چشمکِ انجم طرف اُس مہ کے اشارہ
دیکھو تو مری آنکھ کہاں جا کے لڑی ہے

1606/4 کیا اپنی شرر ریزی کہیں پلکوں کی صف کی
ہم جانتے ہیں ہم پہ جو یہ باڑھ جھڑی ہے

1606/5 وے دن گئے جو پہروں لگی رہتی تھیں آنکھیں
اب یاں ہمیں مہلت کوئی پل، کوئی گھڑی ہے

1606/6 ایسا نہ ہوا ہوگا کوئی واقعہ آگے
اک خواہشِ دل ساتھ مرے جیتی گڑی ہے

1606/7 کیا نقش میں مجنوں ہی کے تھی رفتگیِ عشق
لیلیٰ کی بھی تصویر تو حیران کھڑی ہے

1606/8 جاتے ہیں چلے متصل آنسو جو ہمارے
ہر تارِ نگہ آنکھوں میں موتی کی لڑی ہے

1606/9 کھنچتا ہی نہیں ہم سے قدم خم شدہ ہرگز
یہ سست کماں ہاتھ پر اب کتنی کڑی ہے

1606/10 گل کھائے ہیں افراط سے میں عشق میں اُس کے
اب ہاتھ مرا دیکھو تو پھولوں کی چھڑی ہے

1606/11 وہ زلف نہیں منعکسِ دیدۂ تر میر
اس بحر میں اشعار سے زنجیر پڑی ہے

﴿1607﴾

1607/1 کس فتنہ قد کے ایسی دھوم آنے کی پڑی ہے
ہر شاخِ گل چمن میں جھجک ہوئی کھڑی ہے

1607/2 واشد ہوئی نہ بلبل اپنی بہار میں بھی
کیا جانیے کہ جی میں یہ کیسی گل جھڑی ہے

1607/3 نادیدنی دکھاوے کیونکر نہ عشق ہم کو
کس فتنۂ زماں سے آنکھ اپنی جا لڑی ہے

1607/4 وے دن گئے کہ پہروں کرتے نہ ذکر اُس کا
اب نامِ یار اپنے لب پر گھڑی گھڑی ہے

1607/5 آتش سی پھک رہی ہے سارے بدن میں میرے
دل میں عجب طرح کی چنگاری آ پڑی ہے

1607/6 کیا کچھ ہمیں کو اس کی تلوار کھا گئی ہے — ایسی ہی اک جڑی ہے اُن[1] نے جہاں جڑی ہے

1607/7 کیا میر سر جھکاویں ہر کم بغل کے آگے
نامِ خدا اُنھوں کی عزت بہت بڑی ہے

﴿1608﴾

1608/1 آنکھیں نہیں یاں کھلتیں ایدھر کو نظر بھی ہے — سدھ اپنی نہیں ہم کو، کچھ تم کو خبر بھی ہے

1608/2 کو شکل ہوائی کی سر چرخ تئیں کھینچا — اے آہِ شرر افشاں کچھ تجھ میں اثر بھی ہے

1608/3 اس منزلِ دلکش کو منزل نہ سمجھیے گا — خاطر میں رہے یاں سے درپیش سفر بھی ہے

1608/4 مجھ حالِ شکستہ کی تاچند یہ بے وقری — کچھ کسر میں اب میرے اے شوخ کسر بھی ہے

1608/5 یہ کیا ہے کہ منہ نوچے، نے چاک کرے سینہ
کر عرض جو کچھ تجھ میں اے میر ہنر بھی ہے

﴿1609﴾

1609/1 کوفت سے جان لب پہ آئی ہے — ہم نے کیا چوٹ دل پہ کھائی ہے

1609/2 لکھتے رقعہ، لکھے گئے دفتر — شوق نے بات کیا بڑھائی ہے

1609/3 آرزو اُس بلند و بالا کی — کیا بلا میرے سر پہ لائی ہے

1609/4 دیدنی ہے شکستگی دل کی — کیا عمارت غموں نے ڈھائی ہے

1609/5 ہے تصنع کہ لعل ہیں وے لب — یعنی اک بات سی بنائی ہے

1609/6 دل سے نزدیک اور اتنا دور — کس سے اُس کو کچھ آشنائی ہے

1609/7 بے ستوں کیا ہے، کوہ کن کیسا — عشق کی زور آزمائی ہے

1609/8 جس مرض میں کہ جان جاتی ہے — دلبروں ہی کی وہ جدائی ہے

1609/9 یاں ہوئے خاک سے برابر ہم — واں وہی نازِ خود نمائی ہے

1609/10 ایسا موتی ہے زندۂ جاوید — رفتۂ یار تھا جب آئی ہے

1609/11 مرگِ مجنوں سے عقل گم ہے میر
کیا دِوانے نے موت پائی ہے

﴿1610﴾

1610/1 اُس شوخ سے ہمیں بھی اب یاری ہو گئی ہے — شرم انکھڑیوں میں جس کی عیاری ہو گئی ہے

1610/2 روتا پھرا ہوں برسوں لوہو چمن چمن میں — کوچے میں اُس کے یکسر گل کاری ہو گئی ہے

1610/3 یک جا اٹک کے رہنا ہے ناتمامی ورنہ — سب میں وہی حقیقت یاں ساری ہو گئی ہے

1610/4 جب خاک کے برابر ہم کو کیا فلک نے — طبعِ خشن میں تب کچھ ہمواری ہو گئی ہے

1610/5 مطلق اثر نہ دیکھا مدت کی آہ و زاری — اب نالہ و فغاں سے بیزاری ہو گئی ہے

1610/6 اُس سے دوچار ہونا آتا نہیں میسر — مرنے میں اس سے ہم کو ناچاری ہو گئی ہے

1610/7 ہر بار ذکرِ محشر کیا یار کے در اوپر — ایسی تو یاں قیامت سو باری ہو گئی ہے

1610/8 اندازِ شوخی اُس کے آتے نہیں سمجھ میں — کچھ اپنی بھی طبیعت یاں عاری ہو گئی ہے

---

[1] نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں 'اُن' ہے جو میر کا محبوب اُسلوب ہے۔ اس لیے آسی اور مجلس کے 'اُس' پر ترجیح دی ہے۔

1610/9 شاہی سے کم نہیں ہے درویشی اپنے ہاں تو — اب عیب کچھ جہاں میں ناداری ہو گئی ہے

1610/10 ہم کو تو دردِ دل ہے، تم زرد کیوں ہو ایسے
کیا میر جی تمھیں کچھ بیماری ہو گئی ہے

﴿1611﴾

1611/1 کہاں یار و لقیس اب جو دنیا کرے ہے — کبھو قدرداں عشق پیدا کرے ہے

1611/2 یہ طفلانِ بازار جی کے ہیں گاہک — وہی جانتا ہے جو سودا کرے ہے

1611/3 چھپائیں ہوں آنکھیں ہی اُن نے تو کہیے — وہ ہر بات کا ہم سے پردا کرے ہے

1611/4 جو رونا ہے راتوں کو اپنا یہی تو — کنارہ کوئی دن میں دریا کرے ہے

1611/5 ٹھسک اُس کے چلنے کی دیکھو تو جانو — قیامت ہی ہر گام برپا کرے ہے

1611/6 مریں شوقِ پروانہ گلشن میں کیوں نہ — اسیروں کی یاں کون پروا کرے ہے

1611/7 بنی صورتیں کیسی کیسی بگاڑیں — سمجھتے نہیں ہم فلک کیا کرے ہے

1611/8 خط افشاں کیا خونِ دل سے تو بولا — بہت اب تو رنگین انشا کرے ہے

1611/9 ہلاک آپ کو میر مت کر، دِوانے!
کوئی ذی شعور آہ ایسا کرے ہے

﴿1612﴾

1612/1 کیا پوچھتے ہو عاشق راتوں کو کیا کرے ہے — گاہے بُکا کرے ہے، گاہے دعا کرے ہے

1612/2 دانستہ اپنے جی پر کیوں تو جفا کرے ہے — اتنا بھی میرے پیارے کوئی کڑھا کرے ہے

1612/3 فتنہ سپہر کیا کیا برپا کیا کرے ہے — سو خواب میں کبھو تو مجھ سے ملا کرے ہے

1612/4 کس ایسے سادہ رُو کا حیرانِ حسن ہے یہ — مرآت گاہ و بے گہ بھچک رہا کرے ہے

1612/5 ہم طورِ عشق سے تو واقف نہیں ہیں لیکن — سینے میں جیسے کوئی دل کو مَلا کرے ہے

1612/6 کیا کہیے داغ دل ہے، ٹکڑے جگر ہے سارا — جانے وہی جو کوئی ظالم وفا کرے ہے

1612/7 اُس بت کی کیا شکایت راہ و روش کی کریے — پردے میں بدسلوکی ہم سے خدا کرے ہے

1612/8 گرم آ کر ایک دن وہ سینے سے لگ گیا تھا — تب سے ہماری چھاتی ہر شب جلا کرے ہے

1612/9 کیا چال یہ نکالی ہو کر جوان تم نے — اب جب چلو ہو، دل کو ٹھوکر لگا کرے ہے

1612/10 دشمن ہو یار جیسا[2] درپے ہے خوں کے میرے — ہے دوستی جہاں واں یوں ہی ہوا کرے ہے

1612/11 سمجھا ہے یہ کہ مجھ کو خواہش ہے زندگی کی — کس ناز سے معالج میری دوا کرے ہے

1612/12 حالت میں غش کی کس کو خط لکھنے کی ہے فرصت — اب جب نہ تب اُدھر کو جی ہی چلا کرے ہے

1612/13 سرکا ہے جب وہ برقع تب آپ سے گئے ہیں — منہ کھولتے ہے اُس کے اب جی چھپا کرے ہے

1612/14 بیٹھے ہے یار آ کر جس جا پہ ایک ساعت — ہنگامۂ قیامت واں سے اُٹھا کرے ہے

1612/15 سوراخِ سینہ میرے رکھ ہاتھ بند مت کر — ان روزنوں سے دل تک[3] کسبِ ہوا کرے ہے

---

[1] نسخۂ آسی میں 'یارو'، نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں 'یاد' درج ہے۔
[2] نول کشور دوم، سوم میں 'جیے' ہے جب کہ نسخۂ کالج اور آسی کے یہاں 'جیسا' بہتر ہے۔
[3] نول کشور دوم، سوم میں 'تک' درست ہے جب کہ آسی نے 'تک' ہی لکھا ہے۔ سہوِ کتابت ہی ہے۔

1612/16 کیا جانے کیا تمنا رکھتے ہیں یار سے ہم ۔۔۔ اندوہ ایک جی کو اکثر رہا کرے ہے

1612/17 گل ہی کی اور ہم بھی آنکھیں لگا رکھیں گے ۔۔۔ ایک آدھ دن جو موسم اب کے وفا کرے ہے

1612/18 گہ سرگزشت اُن نے فرہاد کی نکالی (قطعہ)[1] مجنوں کا گاہے قصہ بیٹھا کہا کرے ہے

1612/19 ایک آفتِ زماں ہے یہ میرؔ عشق پیشہ
پردے میں سارے مطلب اپنے ادا کرے ہے

1613

1613/1 ربط دل کو اُس بتِ بے مہر، کینہ ور سے ہے ۔۔۔ کیا کہوں میں آہ مجھ کو کام کس پتھر سے ہے

1613/2 کس کو کہتے ہیں نہیں میں جانتا اسلام و کفر ۔۔۔ دیر ہو یا کعبہ، مطلب مجھ کو تیرے در سے ہے

1613/3 کیوں نہ اے سیّد پسر دل کھینچے یہ موئے دراز ۔۔۔ اصل زلفوں کی تری گیسوئے پیغمبر سے ہے

1613/4 کاغذِ ابری پہ دردِ دل اُسے لکھ بھیجئے ۔۔۔ وہ بھی تو جانے کہ یاں آشوب چشمِ تر سے ہے

1613/5 کیا کہیں دل کچھ کھنچے جاتے ہیں اودھر ہر گھڑی ۔۔۔ کام ہم بے طاقتوں کو عشقِ زور آور سے ہے

1613/6 رحم بھی دینا تھا تھوڑا ہائے اس خوبی کے ساتھ ۔۔۔ تجھ سے کیا، کل گفتگو یہ داورِ محشر سے ہے

1613/7 کیا کروں گا اب کے میں بے پر ہوس گلزار کی ۔۔۔ لطفِ گل گشت اے نسیمِ صبح بال و پر سے ہے

1613/8 مرنے کے اسباب پڑتے ہیں بہت عالم میں لیک ۔۔۔ رشک اُس پر ہے کہ جس کی موت اُس خنجر سے ہے

1613/9 ناز و چشم و بے دماغی اُس طرف سب ہیں و لے ۔۔۔ کچھ کسو بھی طور کی رنجش بھلا ایدھر سے ہے

1613/10 دیکھ گل کو ٹک کہ ہر یک سر چڑھا لیتا ہے یاں ۔۔۔ اس سے پیدا ہے کہ عزت اس چمن میں زر سے ہے

1613/11 کانپتا ہوں میں تو تیرے ابروؤں کے خم ہوئے ۔۔۔ قشعریرہ کیا مجھے تلوار کے کچھ ڈر سے ہے

1613/12 اشک پے در پے چلے آتے تھے چشمِ زار سے ۔۔۔ ہر نگہ کا تار مانا رشتۂ گوہر سے ہے

1613/13 بادیے ہی میں پڑا پاتے ہیں جب تب تجھ کو میرؔ
کیا خفا اے خانماں برباد کچھ تو گھر سے ہے

1614

1614/1 کارِ دل اُس مہِ تمام سے ہے ۔۔۔ کاہش اک روز مجھ کو شام سے ہے

1614/2 تم نہیں فتنہ ساز، سچ صاحب! ۔۔۔ شہر پُر شور اس غلام سے ہے

1614/3 بوسہ لے کر سرک گیا کل میں ۔۔۔ کچھ کہو، کام اپنے کام سے ہے

1614/4 کوئی تجھ سا بھی کاش تجھ کو ملے ۔۔۔ مدعا ہم کو انتقام سے ہے

1614/5 کب وہ مغرور ہم سے مل بیٹھا ۔۔۔ ننگ جس کو ہمارے نام سے ہے

1614/6 خوش سرانجام وے ہی ہیں، جن کو ۔۔۔ اقتدا اولیں امام سے ہے

1614/7 شعر میرے ہیں سب[2] خواص پسند ۔۔۔ پر مجھے گفتگو عوام سے ہے

1614/8 شیطنت سے نہیں ہے خالی شیخ ۔۔۔ اُس کی پیدائش احتلام سے ہے

1614/9 سر جھکاؤں تو اور ٹیڑھے ہو ۔۔۔ کیا تمھیں چڑ مرے سلام سے ہے

---

[1] اس غزل کے یہ آخری دونوں شعر قطعہ ہیں، مجلس کے مرتب نے قطعہ درج کیا ہے، جب کہ آسی کے یہاں یہ دونوں الگ الگ شـ
'شعر شور انگیز' کے مصنف نے بھی صرف مقطع کو شاملِ انتخاب کر کے گویا ان دو اشعار کو قطعہ بند تصور نہیں کیا۔

[2] 'شعر شور انگیز' جلد چہارم ص ۵۴۵ 'شعر میرے ہیں گو خواص پسند'؛ 'سب' نسخۂ آسی و مجلس میں ہے۔

1614/10 سہل ہے میر کا سمجھنا کیا
ہر سخن اُس کا اک مقام سے ہے

1615

1615/1 جل گیا دل مگر ایسی جو بلا نکلے ہے — جیسے لُوں، جلتی[1] مرے منہ سے ہوا نکلے ہے
1615/2 لختِ دل، قطرۂ خوں، ٹکڑے جگر ہو ہو کر — کیا کہوں میں کہ مری آنکھوں سے کیا نکلے ہے
1615/3 میں جو ہر سُو لگوں ہوں دیکھنے ہو کے مضطر — آنسو ہر میری نگہ ساتھ گُتھا نکلے ہے
1615/4 پارسائی دھری رہ جائے گی مسجد میں شیخ — جو وہ اس راہ کبھو مستی میں آ نکلے ہے
1615/5 گو کہ پردہ کرے جوں ماہِ شبِ ابر وہ شوخ — کب چھپا رہتا ہے، ہر چند چھپا نکلے ہے
1615/6 بھیڑیں ٹل جاتی ہیں آگے سے اُس ابرو کے ہلے — سیکڑوں میں سے وہ تلوار چلا نکلے ہے
1615/7 بنتی ہے سامنے اس کے کیے سجدہ ہی ولے — جی سمجھتا ہے جو اُس بت میں ادا نکلے ہے
1615/8 بد کہیں نالہ کشاں ہم ہیں کہ ہم سے ہر روز — شور و ہنگامے کا اک طور نیا نکلے ہے
1615/9 اجر سے خالی نہیں عشق میں مارے جانا — دے ہے جو سر کوئی کچھ یاں سے بھی پا نکلے ہے
1615/10 لگ چلی ہے مگر اس گیسوئے عنبر بُو سے — ناز کرتی ہوئی اس راہ صبا نکلے ہے
1615/11 کیا ہے اقبال کہ اُس دشمنِ جاں کے آتے — منہ سے ہر ایک کے سو بار دعا نکلے ہے
1615/12 سوز سینے کا بھی دلچسپ بلا ہے اپنا — داغ جو نکلے ہے چھاتی تے لگا نکلے ہے
1615/13 سارے دیکھے ہوئے ہیں دلّی کے عطّار و طبیب — دل کی بیماری کی کس پاس دوا نکلے ہے
1615/14 کیا فریبندہ ہے، رفتار ہے کینے کی جدا — اور گفتار سے کچھ پیار جدا نکلے ہے

1615/15 ویسا بے جا نہیں دل میر کا جو رہ نہ سکے
چلتا پھرتا کبھو اُس پاس بھی جا نکلے ہے

1616

1616/1 عبرت سے دیکھ جس جا یاں کوئی گھر بنے ہے — پردے میں جسم ڈھے کر دیوار و در بنے ہے
1616/2 ہیں دل گداز جن کے، کچھ چیز مال دے ہیں — ہوتے ہیں ملتفت تو پھر خاک زر بنے ہے
1616/3 شب جوشِ غم سے جس دم لگتا ہے دل تڑپنے — ہر زخمِ سینہ اُس دم یک چشمِ تر بنے ہے
1616/4 یاں ہر گھڑی ہماری صورت بگڑتی ہے گی — چہرہ ہی واں اُنھوں کا دودو پہر بنے ہے
1616/5 ٹک رُک کے صاف طینت نکلے ہے اور کچھ ہو — پانی گرہ جو ہووے تو پھر گہر بنے ہے
1616/6 ہے شعبدے کے فن میں کیا دست میکشوں کا — زاہد اُنہوں میں[2] جا کر آدم سے خر بنے ہے
1616/7 نکلے ہے صبح بھی یاں صندل مَلے جبیں کو — عالم میں کام کس کا بے دردِ سر بنے ہے
1616/8 سارے دکھوں کی اے دل ہو جائے گی تلافی — صحبت ہماری اُس کی ٹک بھی اگر بنے ہے
1616/9 ہر اک سے ڈھب جدا ہے سارے زمانے کا بھی — بنتی ہے جس کسو کی یک طور پر بنے ہے
1616/10 برسوں لگی رہی ہیں جب مہر و مہ کی آنکھیں — تب کوئی ہم سا صاحب! صاحب نظر بنے ہے

1616/11 یارانِ دیر و کعبہ دونوں بلا رہے ہیں
اب دیکھیں میر اپنا جانا کدھر بنے ہے

---

[1] نسخۂ آسی و مجلس میں 'جلتی' ہے جب کہ نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں 'چلتی' درج ہے۔

[2] نسخۂ آسی ص ۳۶۸ پر 'زاہد انہوں کا' جب کہ نول کشور دوم، سوم میں 'زاہد اُنہوں میں' ہے جو درست ہے۔

ردیف ی ے ــــــ دیوان سوم

﴿1617﴾

1617/1 تدبیرِ غمِ دل کی بستی میں نہ ٹھہرائی ‖ جنگل میں[1] نکل آئے کچھ واں بھی نہ بن آئی

1617/2 خواہش ہو جسے دل کی دل دوں اُسے اور[2] سر بھی ‖ میں نے تو اسی دل سے تصدیع بہت پائی

1617/3 بے پردہ نہ ہونا تھا اسرارِ محبت کو ‖ عاشق کُشی ہے جب سے، ہے عشق کی رسوائی

1617/4 گھر دل کا بہت چھوٹا، پر جائے تعجب ہے ‖ عالم کو تمام اس میں کس طرح ہے گنجائی

1617/5 گھر بار لٹایا جب، تب[3] وہ سہی قد آیا ‖ مفلوک ہوئے اب ہم کر خرچ یہ بالائی

1617/6 خوبی سے نداں اُس کی سب صورتیں یاں بگڑیں ‖ وہ زلف بنی دیکھی، سب بن گئے سودائی

1617/7 کیا عہدہ بر آئی ہو اُس گل کی دورنگی سے ‖ ہر لحظہ ہے خود رائی، ہر آن ہے رعنائی

1617/8 عاشق کی جسے ہووے کچھ قدر، نہیں پیدا ‖ جیتا نہ رہا اب تک مجنوں ہی کو موت آئی

1617/9 آزار بہت کھینچے اب میرؔ توکّل ہے
کھینچی نہ گئی ہم سے ہر ایک کی مرزائی

﴿1618﴾

1618/1 شور کیا جو اُس کی گلی میں، رات کو ہیں سب جان گئے
آہ و فغاں کے طور سے میرے لوگ مجھے پہچان گئے

1618/2 عہد میں اُس کی یاری کے، خوں دل میں ہوئے ہیں کیا کیا چاؤ
خاک میں آخر ساتھ ہی میرے سب میرے ارمان گئے

1618/3 موت جو آئے سر پر، انساں دست و پا گم کرتا ہے
دیکھتے ہی شمشیر بکف کچھ آج اُسے اوسان گئے

1618/4 مہلتِ عمر دو روزہ کتنی، کریے فضولی کاہے کو
آئے جو ہیں دنیا میں ہم تو جیسے کہیں مہمان گئے

1618/5 ہاتھ لگا وہ گوہر مقصد جیسا ہے معلوم ہمیں
محوِ طلب ہو اہلِ طلب سب خاک بھی یاں کی چھان گئے

1618/6 کیسے سلوک اُنھوں کے کیا کیا، چھیڑ تجاہل کی ہے نئی
نکلے تھے اس رستے سو وے جان کے بھی انجان گئے

1618/7 میرؔ نظر کی دل کی طرف، کی[4] عرش کی جانب فکر بہت
تھی جو طلب مطلوب کی ہم کو کیدھر کیدھر دھیان گئے

---

[1] نسخۂ مجلس جلد سوم ص ۱۹۱، 'جنگ سے نکل' بجائے 'جنگل میں نکل' درج ہے، بغیر اختلاف مذکور کیے، آسی کے مطابق 'میں' بہتر ہے۔

[2] متن نسخۂ کالج ص ۵۱۴ اور طبع دوم، سوم ص ۳۱۲ کے مطابق ہے۔ آسی اور مجلس میں 'دل دوں اور اُسے سر بھی' درست نہیں۔

[3] نسخۂ آسی، ص ۴۳۵ اور نول کشور دوم، ص ۳۱۲، 'تب' درج ہے اور درست بھی، پھر بھی نسخۂ مجلس کے مرتب نے 'تک' درج فرمایا ہے۔

[4] حاشیہ نسخۂ مجلس میں بتایا گیا کہ نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں 'کو' بجائے 'کی' ہے اور وہ بہتر ہے۔ جب کہ 'کو' کے بعد مصرع اول کے دوسرے مفہوم متاثر ہوتا ہے۔ اس 'کی' کا تعلق اِسی دوسرے حصہ کے ساتھ ہے۔

﴿1619﴾

1619/1 سوزِ دروں سے آگ لگی ہے سارے بدن میں تب سی ہے
طاقت دل کی تمام ہوئی ہے جی[1] کی چال کڈھب سی ہے

1619/2 سینے کے زخم نمایاں رہتے چاک کیے سو پردۂ در
مدت سے یہ رخنے پڑے تھے چھاتی پھٹی میں اب سی ہے

1619/3 پرسشِ حال کبھو کرتے ہیں ناز و چشم اشارت سے
اُن کی عنایت حال پہ میرے کیا پوچھو ہو غضب سی ہے

1619/4 گود میں میرے رکھ دیتا ہے پاؤں حنائی دبنے کو
یوں پامال جو میں ہوتا ہوں مجھ کو بھی تو دب سی ہے

1619/5 لطف کہاں وہ بات کیے پر پھول سے جھڑنے لگ جاویں
سرخ کلی بھی گل کی اگرچہ یار کے لعلِ لب سی ہے

1619/6 خانہ خراب ہوں خواہش دل کا ، آہ نہایت اُس کو نہیں
جان لبوں پر آئی ہے پر ، تو بھی گرم طلب سی ہے

1619/7 تم کہتے ہو بوسہ طلب تھے ، شاید شوخی کرتے ہوں
میرؔ تو چپ تصویر سے تھے یہ بات اُنھوں سے عجب سی ہے

﴿1620﴾

1620/1 کیسے نحس دنوں میں یارب میں نے اس سے محبت کی
دھوم رہی ہے سر پر میرے رنج و عتاب و کلفت کی

1620/2 میں تو سرو و شاخِ گل کی قطع ہی کا دیوانہ تھا
یار نے قد قامت دکھلا کر سر پر میرے قیامت کی

1620/3 قسمت میں جو کچھ کہ بدا ہو، دیتے ہیں وہی انساں کو
غم غصہ ہی[2] ہم کو ملا ہے ، خوبی اپنی قسمت کی

1620/4 خلوتِ یار ہے عالم عالم ، ایک نہیں ہے ہم کو بار
در پر جا کے[3] پھر آتے ہیں خوب ہماری عزت کی

1620/5 اک گردن سے سوحق باندھے کیا کیا کرتے[4] ہیں جو ادا
مدت اِس پر ایک نفس جوں صبح ہماری فرصت کی

1620/6 شیوہ اُس کا مہر و غضب ہے ناز و چشم و خشم وے سب
کوئی نگاہِ لطف اگر کی ، اُن نے ہم سے مروت کی

1620/7 بے پروائی درویشی کی تھوڑی تب آئی
جب کہ فقیری کے اوپر میں خرچ بڑی سی دولت کی

1620/8 ناز و خشم کا رتبہ کیسا ہٹ کس اعلیٰ درجے میں
بات ہماری ایک نہ مانی برسوں ہم نے منت کی

1620/9 دکھن پورب پچھم سے لوگ آ کر مجھ کو دیکھیں ہیں
حیف کہ پروا تم کو نہیں ہے مطلق میری صحبت کی

1620/10 دوستی یاری اُلفت باہم عہد میں اس کے رسم نہیں
یہ جانے ہیں مہر و وفا اک بات ہے گویا مدت کی

---

[1] نسخۂ کالج ص ۵۱۵، طبع دوم، سوم، ص ۳۱۳ پر 'جی' درست ہے، آسی کے متن میں 'جس' سہوِ کتابت ہے۔
[2] نسخۂ آسی میں 'غم و غصہ' طبع دوم میں 'غم و غصے' اور 'ہی' درج ہی نہیں، نسخۂ کالج کا متن 'غم غصہ ہی' ان میں سب سے بہتر ہے۔
[3] نسخۂ آسی میں 'جا کر' ہے۔ نسخۂ کالج ص اور طبع دوم ص ۳۱۳ پر 'جا کے' زیادہ بہتر ہے۔
[4] نسخۂ کالج، طبع دوم، سوم میں 'کرتے' سہو ہے، آسی و مجلس میں 'کرتے' درست ہے گو مجلس کے نسخے میں 'کرے' (ی کے نقطے نہیں) مندرج ہے۔

1620/11
آبِ حسرت آنکھوں میں اُس کی نومیدانہ پھرتا تھا
میر نے شاید خواہش دل کی آج کوئی پھر رخصت کی

﴿1621﴾

1621/1
کیسے ناز و تبختر سے ہم اپنے یار کو دیکھا ہے
نوگل جیسے جلوہ کرے اُس رشکِ بہار کو دیکھا ہے

1621/2
چال زمانے کی ہے نظر میں، شام و سحر کس کو ہے قیام
نووارد ہم یاں کے نہیں پر لیل و نہار کو دیکھا ہے

1621/3
ایک نہ آیا دید میں اپنے دل کش دل چسپ اس کے رنگ
ان آنکھوں سے اس گلشن میں یوں تو ہزار کو دیکھا ہے

1621/4
قدرِ کفر اسلام سے زائد جانی سبحہ فروشی سے
بکتے کہیں بازار میں تو نے، کہہ[1] زنار کو دیکھا ہے

1621/5
قلب و دماغ و جگر کے گئے پر ضعف ہے جی کے غارت میں
کیا جانے یہ قلقچی[2] اِن نے کس سردار کو دیکھا ہے

1621/6
باؤ سے بھی گر پتا کھڑکے چوٹ چلے ہے ظالم کی
ہم نے دام گہوں میں اُس کے ذوقِ شکار کو دیکھا ہے

1621/7
جمع کرو دل میر سے تم بھی، بے تابی تھی دل کو بہت
اچھے کچھ آثار نہ تھے میں اُس بیمار کو دیکھا ہے

﴿1622﴾

1622/1
ناز و ادا کے ساتھ وہ دلبر شکیل ہے
تصویر چیں کی روبرو اس کے ذلیل ہے

1622/2
ہم خاک منہ کومل کے نہ جوں آرسی پھرے
یاں پاس قرط[3] آب اگر ہے سبیل ہے

1622/3
جنگل میں خضر و کعبہ کا ہونا مری طرح
دوناں کی نارسائی کے اوپر دلیل ہے

1622/4
آگے جنوں سے چھاؤں میں تھے سرو وگل[4] کی ہم
سر پر ہمارے سایہ فگن اب کریل ہے

1622/5
کچھ چیز و مال ہو تو خریدار ہو کوئی
دنیا کی قدر کیا کہ متاعِ قلیل ہے

1622/6
کیا روؤں اشک آتے ہیں آنکھوں سے سیل سیل
پل مارنے میں پیشِ نظر ایک جھیل ہے

1622/7
آتے نہیں نظر میں مری ہاتھی کے سوار
کانوں میں جو فسانۂ اصحابِ فیل ہے

1622/8
ہو صبر اس جو یوسفِ ثانی کے بے جمال
تو مصحفِ مجید میں صبرِ جمیل ہے

1622/9
شکر و گلہ سے عشق کے لبریز ہے جہاں
کریے جہاں نگاہ یہی قال و قیل ہے

1622/10
ہم دیر سے ہیں منتظرِ قد کشی یار
کچھ شامتِ عمل سے قیامت میں ڈھیل ہے

1622/11
جب دیکھتے ہیں میر تمھیں بے دماغ ہو
کاہے کو نازِ عشق میں صاحب دخیل ہے

---

1. 'کہہ' نسخۂ کالج اور طبع دوم کے مطابق ہے، آسی کے متن میں 'کہ' ہے، یہ بھی بامعنی ہے۔
2. متن میں درست لفظ 'قلقچی' درج کرنے پر فائق صاحب نے حاشیے میں لکھا کہ یہ غلط ہے اور درست لفظ 'قلعچی' ہے اور 'قلقچی' کتابت کی غلطی حالاں کہ 'قلقچی' درست ہے، مراد ایسا ملازم (سپاہی) جو براہِ راست بادشاہ کا ملازم نہ ہو، کسی سردار وغیرہ کا ملازم ہو اور وفاداریاں (سردار) بھی کر سکتا ہو۔ علاوہ ازیں مجلس نے بالصراحت ضمِ 'اُن نے' لکھا جب کہ محل 'اِن نے' کا ہے۔
3. نسخۂ کالج، طبع دوم، سوم میں 'قرط' ہی درج ہے اور چونکہ یہ لفظ یہاں بامعنی ہے اس لیے آسی کے یہاں درج 'قطرہ' سے اسے بہتر سمجھ کر درج رہا ہے۔ مجلس کے نسخے میں جلد سوم ص ۱۹۶ پر اس لفظ کے غیر ضروری لغات درج کیے ہیں جب کہ یہاں یہ لفظ گھونٹ اور جرعہ کے معنی میں۔
4. نسخۂ آسی میں 'سرو گل' ہے جب کہ نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں واؤ عطف کے ساتھ 'سرو و گل' درج ہے۔

﴿1623﴾

1623/1 برسوں گزرے ہیں ملے، کب تئیں یوں پیار رہے — دور سے دیکھ لیا اس کو تو جی مار رہے
1623/2 وہ مودّت کہ جو قلبی ہو اُسے ، سو معلوم — چار دن کہنے کو اُس شوخ سے ہم یار رہے
1623/3 مرگ کے حالِ جدائی میں جئیں یوں کب تک — جان بے تاب رہے ، دل کو اک آزار رہے
1623/4 وجہ یہ تھی کہ ترے ساتھ لڑی آنکھ اس کی — ہم جو صورت سے تھے آئینے کی بیزار رہے
1623/5 دین و دنیا کا زیاں کار کہو ہم کو میر
دو جہاں داوٴ نخستیں ہی میں ہم ہار رہے

﴿1624﴾

1624/1 اب تک تو نبھی اچھی ، اب دیکھیے پیری ہے — سب لوگوں میں ہیں لاگیں یاں محض فقیری ہے
1624/2 کیا ڈھیر بندھے اس کی جو عشق کا رسوا ہو — نکلے تو کہیں لڑکے ، ڈھیری ہے یہ ڈھیری ہے
1624/3 خوں عشق کی گرمی سے سوکھا جگر و دل میں — اک بوند تھی لوہو کی اب چھاتی جو چیری ہے
1624/4 ہم طائرِ بے پر ہیں وے جن کو بہاراں میں — گل گشتِ گلستاں کا ہے شوق و اسیری[1] ہے
1624/5 اس دلبرِ بدظن سے خوش گزرے ہے عاشق کی — نے رحم ہے خاطر میں ، نے عذر پذیری ہے
1624/6 ہم مرثیہ دل ہی کا اکثر کہا کرتے ہیں — اب کریے تخلص تو شائستہ ضمیری ہے
1624/7 کیا اہلِ دول سے ہے اے میر مجھے نسبت
یاں عجز و فقیری ہے ، واں نازِ امیری ہے

﴿1625﴾

1625/1 سوزِ دروں نے آخر جی ہی کھپا دیا ہے — ٹھنڈا دل اب ہے ایسا جیسے بجھا دیا ہے
1625/2 اب نیند کیوں کے آوے گرمی نے عاشقی کی — دل ہے جدھر وہ پہلو سارا جلا دیا ہے
1625/3 حرفِ غلط تھے کیا ہم صفحے پہ زندگی کے — جو صاف یوں قضا نے ہم کو مٹا دیا ہے
1625/4 کڑھتے ہمیشہ رہنا ہم کو بغیر اس کے — کیا روگ دوستی نے جی کو لگا دیا ہے
1625/5 اچرج ہے یہ کہ ہے وہ میرا چراغِ تربت — کتنوں کا ورنہ خوں کر ان نے دبا دیا ہے
1625/6 آنکھوں کی کچھ حیا تھی سو موند لیں ادھر سے — پردہ جو رہ گیا تھا وہ بھی اُٹھا دیا ہے
1625/7 ہم دل زدہ رہے ہیں انواعِ تلخ سنتے — ان شکّریں لبوں نے ہم کو رجھا دیا ہے
1625/8 جب طول مَیں دیا ہے نامے کو شوق کے تب — جوں کاغذِ ہوائی اُن نے اُڑا دیا ہے
1625/9 مرنے ہی کا مہیا اپنے رہا کیا ہوں — واں تیغ اُٹھائی اُن نے ، یاں سر جھکا دیا ہے
1625/10 کیا بے نمک ہوا ہے پروانہ راکھ جل کر — رہ رہ کے ہم جلے تو ہم کو مزا دیا ہے
1625/11 تھے جوں چراغ مفلس مضطر نہ ترک تھا جب — بارے فقیری نے تو آرام سا دیا ہے
1625/12 شہروں کے تنگ کوچے کاہے کو گوں ہیں اپنے — ہم وحشیوں کے قابل رہنے کے بادیا ہے
1625/13 نادردمند بلبل نالاں ہے بے تہی سے — دل ہم کو بھی خدا نے درد آشنا دیا ہے

---

[1] نسخۂ آسی میں 'شوقِ اسیری' ہے، یہ درست نہیں۔ مطابق شعر مفہوم 'شوق و اسیری' سے حاصل ہوتا ہے جو نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں مذکور ہے۔

1625/14 کیا نامہ بر ہمارا ہے صاف بے مروّت — خط نانوشتہ ہم کو اودھر سے لا دیا ہے

1625/15 عالم شکار ہے وہ اس سن میں میر اُس کو
ڈھب جانے[1] مارنے کا کن نے بتا دیا ہے

﴿1626﴾

1626/1 ہم چمن میں گئے تھے وا نہ ہوئے — نکہتِ گل سے آشنا نہ ہوئے

1626/2 سر کسو سے فرو نہیں آتا — حیف بندے ہوئے، خدا نہ ہوئے

1626/3 خوار و زار و ذلیل و بے رویت[2] — عاشق اس کے ہوئے سو کیا نہ ہوئے

1626/4 کیسا کیسا قفس سے سر مارا — موسمِ گل میں ہم رہا نہ ہوئے

1626/5 میں نہ گردن کٹائی جب تک میر
عشق کے مجھ سے حق ادا نہ ہوئے

﴿1627﴾

1627/1 دیکھیے کیا ہو سانجھ تلک، احوال ہمارا ابتر ہے — دل اپنا تو بجھا سا دیا ہے، جان چراغِ مضطر ہے

1627/2 خاطر اپنی اتنی پریشاں، آنکھیں پھریں ہیں اُس بن حیراں — تم نے کہا دل چاہے تو بیٹھو، دل کیا جانے کیدھر ہے

1627/3 میں جو لگا دیوانگی کرنے، عالم عالم شور اُٹھا[3] — کیا کہیے رسوائی کا ہنگامہ میرے سر پر ہے

1627/4 تاب وتواں کا حال وہی ہے آج تلک[4] ہم جیتے ہیں — تم پوچھو تو اور کہیں کیا نسبت کل کی بہتر ہے

1627/5 اُس بے مہر صنم کی خاطر سختی سی سختی کھینچے ہم — جی پگھلے کیا اس کا ہم پر، رحم کہاں، وہ پتھر ہے

1627/6 سر نہ بڑے کے چڑھیے اس میں ہر گز زیاں ہے سر ہی کا — سمجھے نہ سمجھے کوئی اسے یہ پہاڑ کی آخر ٹکر ہے

1627/7 جب سے ملا اُس آئنہ رو سے خو کی ان نے نمد پوشی
پانی بھی دے ہے پھینک شبوں[5] کو، میر فقیر قلندر ہے

﴿1628﴾

1628/1 آشوبِ چشمِ چشمہ زا اب کوہ وصحرا پر بھی ہے — طوفان سا شہروں میں ہے، اک شور دریا پر بھی ہے

1628/2 گو چشم بندی شیخ کی ہو آخرت کے واسطے — لیکن نظر اعمیٰ نمط پردے میں دنیا پر بھی ہے

1628/3 نے دست مزدِ بندگی، نے قدرِ سر افگندگی — جو مکرمت ہم پر ہوئی، اب جلف وادنیٰ پر بھی ہے

1628/4 تنگ آن کر گم ہو گئے مقصود جو مقصود تھا — ہم خرج رہ کیونکر نہ ہوں پیدا ہی پیدا پر بھی ہے

1628/5 ہیں خوبیاں ہی خوبیاں وحشی طبیعت میر میں
پر اُنس کم ہم سے دلیل اب کے یہ سودا پر بھی ہے

---

1. نسخۂ کالج، طبع دوم، سوم نول کشور میں 'جان' سے آسی کا متن 'جانے' بہتر ہے۔
2. نسخۂ آسی اور مجلس میں 'بے روہت' سے نسخۂ کالج، دوم اور سوم کا متن 'بے رویت' مطابق مضمون شعر ہے۔
3. اس غزل کا یہ شعر نسخۂ آسی میں درج نہیں ہو سکا، تاہم نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں ملتا ہے۔
4. نول کشور طبع دوم، سوم میں ان کے تحت 'تلک' کو متن میں جگہ دی ہے کہ اس طرح شعر کے معنی واضح ہوتے ہیں۔ آسی و مجلس میں 'تنگ' درج۔
5. نسخۂ آسی میں اور تتبع میں نسخۂ مجلس میں 'شبوں' کی بجائے 'سبھوں' کو درج ہے جس سے کچھ معنی متبادر نہیں ہوتے۔ نسخۂ کالج اور طبع دوم۔ انتخاب فاروقی صاحب کے متن میں بھی یہی 'شبوں' درج ہوا ہے۔

﴾1629﴿

1629/1 آنکھوں سے راہ[1] عشق کی ہم جوں نگہ گئے — آخر کو روتے روتے پریشاں ہو بہہ گئے

1629/2 اس عرصے سے گیا ہو کہیں کوئی تو کہیں — چل پھر کے لوگ یاں کے یہیں سارے رہ گئے

1629/3 کیا کیا ہوئے ہیں اہلِ زماں ڈھیر خاک کے — کیا کیا مکان دیکھتے ناگاہ ڈھہہ گئے

1629/4 اِن دلبروں سے کیا کہیں مظلومِ عشق ہم — ناچار ظلم و جور و ستم ان کے سہہ گئے

1629/5 تسبیحیں ٹوٹیں ، خرقے مصلّے پھٹے جلے
کیا جانے خانقاہ میں کیا میر کہہ گئے

﴾1630﴿

1630/1 میر کیوں رہتے ہیں اکثر اَن منے — کر[2] نہیں بنتی کسو سے جو بنے

1630/2 خون ہو کر بہہ گیا مدت ہوئی — دل کو جو ڈھونڈو سو کیسا کس کنے

1630/3 ہے توکّل جی سے ہم درویش ہیں — کر ہی چکتے ہیں جو کچھ دل میں ٹھنے

1630/4 عالَم خاکی بھی بسمل گاہ ہے — ہو رہے ہیں ڈھیر یاں سَو سَو جنے

1630/5 اُس شکار افگن کے ہم بھی صید ہیں
خاک و خوں میں لوٹتے چھاتی چھنے

﴾1631﴿

1631/1 ہم پہ رہتے ہو کیا کمر کستے — اچھے ہوتے نہیں جگر خستے

1631/2 ہنستے کھینچا نہ کیجیے تلوار — ہم نہ مر جائیں ہنستے ہی ہنستے

1631/3 شوق لکھتے قلم جو ہاتھ آتی[3] — لکھتے کاغذ کے دستے کے دستے

1631/4 سیر قابل ہیں تنگ پوش اب کے — کہنیاں پھنستی چولیاں چستے

1631/5 رنگ لیتی ہے سب ہوا اس کا — اس سے باغ و بہار ہیں رستے

1631/6 اک نگہ کر کے ان نے مول لیا — بک گئے آہ ہم بھی کیا سستے

1631/7 میر جنگل پڑے ہیں آج جہاں
لوگ کیا کیا یہیں تھے کل بستے

﴾1632﴿

1632/1 سب شرم جبینِ یار سے پانی ہے — ہر چند کہ گل شگفتہ پیشانی ہے

1632/2 سمجھے نہ کہ بازیچۂ اطفال ہوئے — لڑکوں سے ملاقات ہی نادانی ہے

---

[1] نسخۂ مجلس میں 'راہِ عشق' باضافت ہے جب کہ یہاں اضافت سے شعر کے معنی (جس میں لفظی تعقید بھی ہے) سمجھنا محال ہے۔ ایسی غلطیاں اس نسخہ میں بہت عام ہیں، درست کر دی ہیں لیکن نشان دہی ہر جگہ ضروری نہیں سمجھی گئی۔

[2] نسخۂ کالج ص ۵۱۹، نول کشور دوم، سوم ص ۳۱۵ میں 'گر' ہے، اس سے معنی برآمد کرنے میں تکلف کرنا پڑتا ہے، 'کر بندھنا' یا 'کر بننا' محاورہ ہے، آسی نے 'کر' درج کیا ہے، اُسی کو اپنایا ہے۔

[3] نول کشور دوم، سوم کے علاوہ نسخۂ کالج میں مصرع یوں ہے 'شوق لکھنے قلم جو ہاتھ آئی'، آسی کا متن مذکور ہے جو بہتر ہے۔

1632/3 جوں آئنہ سامنے کھڑا ہوں ، یعنی — خوبی سے ترے چہرے کی حیرانی ہے

1632/4 خط لکھتے جو خوں فشاں تھے ہم ان نے کہا — کاغذ جو لکھے ہیں اب سو افشانی ہے

1632/5 دوزخ میں ہوں جلتی جو رہے ہے چھاتی — دل سوختگی ، عذابِ روحانی ہے

1632/6 منت کی بہت تو ان نے دو حرف کہے — سو برسوں میں اک بات مری مانی ہے

1632/7 کل سیل سا جوشاں جو ادھر آیا میر — سب بولے کہ یہ فقیر سیلانی ہے

﴿1633﴾

1633/1 جی کے لگنے کی میر کچھ کہہ بھی — ہے وہی بات جس میں ہو یہ بھی

1633/2 حسن اے رشکِ مہ نہیں رہتا — چار دن کی ہے چاندنی یہ بھی

1633/3 شورِ شیریں تو ہے جہاں میں و لے — ہے حلاوت زمانے کی وہ بھی

1633/4 اس کے پنجے سے دل نکل نہ سکا — زور بیٹھی ہی یار کی گہہ بھی

1633/5 اُس زمیں گرد میرے مہ سا نہیں — آسماں پر اگرچہ ہے مہ بھی

1633/6 کیا کہوں اس کی زلف بن رو رو — میں پراگندہ دل گیا بہہ بھی

1633/7 مضطرب ہو جو ہم رہی کی[1] میر — پھر کے بولا کہ بس کہیں رہ بھی

﴿1634﴾

1634/1 کہیں آگ آہِ سوزندہ نہ چھاتی میں لگا دیوے — خبر ہوتے ہی ہوتے دل جگر دونوں جلا دیوے

1634/2 بہت روئے ہمارے دیدۂ تر اب نہیں کھلتے — متاعِ آبِ دیدہ ہے کوئی اِس کو ہوا دیوے

1634/3 تمہارے پاؤں گھر جانے کو عاشق کے نہیں اُٹھتے — تم آؤ تو تمہیں آنکھوں پہ سر پر اپنے جا دیوے

1634/4 دلیلِ گم رہی ہے خضر جو ملتا ہے جنگل میں — پھرے ہے آپھی بھولا کیا ہمیں رستا بتا دیوے

1634/5 گئے ہی جی کے فیصل ہو نیاز و ناز کا جھگڑا — کہیں وہ تیغ کھینچے بھی کہ بندہ سر جھکا دیوے

1634/6 لڑائی ہی رہی روزوں میں باہم بے دماغی سے — گلے سے اس کے ہم کو عید اب شاید ملا دیوے

1634/7 ہوا میں میر جو اس بت سے سائل بوسۂ لب کا — لگا کہنے ظرافت سے کہ شہ صاحب خدا دیوے

﴿1635﴾

1635/1 تیر جوڑے وہ ماہ آتا ہے — ہم کو یہ تیر ماہ جاتا ہے

1635/2 گل کو سر پر رکھیں سبھی لیکن — اب دماغ اپنا کب اُٹھاتا ہے

1635/3 اپنا اپنا ہے ذائقہ ہم کو — بوسۂ کنجِ لب ہی بھاتا ہے

1635/4 آتشِ عشق جس کے دل کو لگی — شمع ساں آپ ہی کو کھاتا ہے

---

[1] نسخۂ آسی، ص۲۴۴؛ نسخۂ مجلس، جلد سوم، ص۲۰۵؛ ہم رہی کے میر' درج ہے، جس کے بعد دوسرے مصرع کے کوئی معنی نہیں نکلتے، یہ شعر بھی ان نسخوں میں، یائے معروف و مجہول کے اشتباہ کی نظر ہو کر بے معنی قرار پایا ہے۔ 'کی' درج کرنے کے بعد شعر سیدھا اور صاف ہو جاتا ہے۔

1635/5 دیکھنا ہے تو ہے بہم پردہ[1] — ہم سے آنکھوں کو کب ملاتا ہے

1635/6 میری تو ہے پلک سے چھوٹی نگاہ — اور وہ اس پہ منہ چھپاتا ہے

1635/7 میر صناع ہے ملو، اس سے
دیکھو باتیں تو کیا بناتا ہے

﴿1636﴾

1636/1 شائستۂ غم و ستمِ یار ہم ہوئے — عاشق کہاں ہوئے کہ گنہگار ہم ہوئے

1636/2 کی عرض جو متاعِ امانت ازل کے بیچ — جیب[2] اور لے سکے نہ، خریدار ہم ہوئے

1636/3 جی کھنچ گیا اسیرِ قفس کی فغاں کی اور — تھی چوٹ اپنے دل کو گرفتار ہم ہوئے

1636/4 پامال یوں کیا کہ برابر ہیں خاک کے — کیا ظلم ہو گیا جو طلب گار ہم ہوئے

1636/5 ہوتا نہیں ہے بے خبری کا مآل خوب — افسوس ہے کہ دیر خبردار ہم ہوئے

1636/6 وصل اُس طبیب زادے کا جی چاہتا رہا — آخر اس آرزو ہی میں بیمار ہم ہوئے

1636/7 پھل ہے یہ میر عشق کا اس نوبہار کے
آخر جو کشت وخوں کے سزاوار ہم ہوئے

﴿1637﴾

1637/1 کہی میں ان لبوں کی جاں فزائی — یہ بات اک بے خودی میں منہ پہ آئی

1637/2 تعارف کیا رہا اہلِ چمن سے — ہوئی اک عمر میں اپنی رہائی

1637/3 کہاں کا بیستوں، فرہاد کیسا — یہ تھی سب عشق کی زور آزمائی

1637/4 جفا اُٹھتی، وفا جو عمر کرتی — سو کی اس رفتنی نے بے وفائی

1637/5 کہیں سو کیا کہیں سر پر ہمارے — قیامت شامتِ اعمال لائی

1637/6 کیا اُس ترک کی آمد کو سن جی — تھی ہم سے نہ اک دم بھی ادائی

1637/7 موافق ٹک ہو تو، تو پھر جہاں میں[3] — مثل ہو میری تیری آشنائی

1637/8 بغیر از چہرۂ مہتابیِ یار — ہمارے منہ پہ چھوٹے ہے ہوائی

1637/9 گئی ٹکڑے ہو دل کی آرسی تو — ہوئی صد چند اُس کی خود نمائی

1637/10 فراقِ یار کو آساں نہ سمجھو — کہ جان وتن کی مشکل ہے جدائی

1637/11 پھر آنا کعبے سے اپنا نہ ہوگا — اب اُس کے گھر کی ہم نے راہ پائی

1637/12 ہوئے ہیں دودِ دل سے میر کے تنگ
پھر اِس جوگی نے یاں دھونی لگائی

---

[1] نسخۂ مجلس کے مرتب نے 'پردہ' کو 'پردہ' سمجھا اور مصرع یوں درج کیا 'دیکھنا ہے تو ہے بہم، پردہ'۔ ان معنی کو اگر اہمیت دیں تو پھر مصرع میں ایک 'ہے' زائد قرار پاتا ہے۔ آسی کا مصرع درست ہے۔

[2] نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں 'سب اور' بھی درست ہے، آسی و مجلس میں 'جب اور' سریع الفہم ہے۔

[3] نسخۂ مجلس میں 'جہاں میں' کو سہو کتابت کے سبب 'جہاں ہیں' درج کیا ہے۔

﴿1638﴾

1638/1 ہوں خاکِ پا جو اس کی ہر کوئی سر چڑھاوے / منہ پھیرے وہ تو ہم کو پھر کون منہ لگاوے

1638/2 ان دو ہی صورتوں میں شکل اب نباہ کی ہے / یا صبر ہم کو آوے یا رحم اُس کو آوے

1638/3 اُس مہ بغیر عالم آنکھوں میں سب سیہ ہے / دیکھیں تو عشق کیا کیا ہم کو سمیں دکھاوے

1638/4 کچھ زخم کھل چلے ہیں، کچھ داغ کھل رہے ہیں / اب کے بہار دیکھیں کیا کیا شگوفے لاوے

1638/5 جوں لیلیٰ اور مجنوں تا نقش کچھ رہے یاں / اس کی مری بھی صورت یک جا کوئی بناوے

1638/6 یہ طرح دار لڑکے دیں بیٹھنے تب اس کو / جب جی سے کوئی اپنے ہر طرح دل اُٹھاوے

1638/7 ہم جس زمیں پہ آئے واں آسماں یہی تھا / یا رب جو کوئی جاوے تو کس طرح کو جاوے

1638/8 شب سن کے حال میرا لیتا ہے موند آنکھیں / مچلے سے میں کہوں کیا، سوتا ہو تو جگاوے

1638/9 طاعت کا تو تب ہے جب ڈھب نہیں بتوں سے / چھوڑے نمازِ واجب گر میر وقت پاوے

﴿1639﴾

1639/1 بہار آئی، نکالو مت مجھے اب کے گلستاں سے / مرا دامن بنے تو باندھ دو گل کے گریباں سے

1639/2 نہ ٹک واشد ہوئی دل کو نہ جی کی لاگ کچھ پائی / رہے دس دن جو اپنی عمر کے یاں ہم سو مہماں سے

1639/3 غمِ ہجراں نے شاید آگ دی اُس ماہ بن دل کو / شرارے تب تو نکلے ہیں ہماری چشمِ گریاں سے

1639/4 سبب آشفتہ طبعی کا ہماری رہتے ہیں دونوں / نہ دل جمعی ہے اس کے خط سے، نے زلفِ پریشاں سے

1639/5 اِدھر زنجیر کا غل ہے، اُدھر ہنگامہ لڑکوں کا / جنوں اس دشت میں ہم نے کیا ہے کیسے ساماں سے

1639/6 محبت میں کسو کی رنج و محنت سے گئے دونوں / رہی شرمندگی ہی عمر بھر مجھ کو دل و جاں سے

1639/7 خدا جانے کہ دل کس خانہ آباداں کو دے بیٹھے / کھڑے تھے میر صاحب گھر کے دروازے پہ حیراں سے

﴿1640﴾

1640/1 برسوں تک جی کو مار مار رہے / رات دن ہم امیدوار رہے

1640/2 موسمِ گل تلک رہے گا کون / چبھتے ہی دل کو خار خار رہے

1640/3 وصل یا ہجر کچھ ٹھہر جاوے / دل کو اپنے اگر قرار رہے

1640/4 خوش نوا کیسے کیسے طائرِ قدس / اُس جفا پیشہ کے شکار رہے

1640/5 اُس کی آنکھوں کی مستی سے عاشق / چاہیے یوں کہ ہوشیار رہے

1640/6 دل لگے، پر رہا نہیں جاتا / رہیے[1] اپنا جو اختیار رہے

1640/7 کم ہے کیا لذتِ ہم آغوشی / سب مزے میر درکنار رہے

---

[1] نسخۂ آسی اور مجلس میں 'رہے' درست نہیں، نسخۂ کالج، طبع دوم، سوم میں 'رہیے' درست بھی ہے اور متفق علیہ بھی۔

﴿1641﴾

1641/1 یوں جنوں کرتے جو ہم یاں سے گئے — تو میاں مجنوں بیاباں سے گئے
1641/2 مر گئے ، دم کب تلک رکتے رہیں — بارے جی کے ساتھ سب سانسے گئے
1641/3 کیا بدن دیکھا چسی چولی سے ہائے — مارے حسرت کے ہی ہم جاں سے گئے
1641/4 جانبِ مسجد تھی وہ کافر نگاہ — شیخ صاحب دین و ایماں سے گئے
1641/5 پیچ میں آئے کسو کی زلف کے
میر اس رستے پریشاں سے گئے

﴿1642﴾

1642/1 اے نوخط! ایک دن ہے جھگڑا ہمارے تیرے — سبزی بہت لگی ہے منہ سے پیارے تیرے
1642/2 حیرانِ حالِ عاشق ہوگی اجل پہنچ کر — کیا حال یاں رہا ہے ظلموں کے مارے تیرے
1642/3 ہر بار دیکھے ہے تو ایدھر ہی ، آہِ شب نے — کچھ تو اثر کیا ہے جی میں بھی بارے تیرے
1642/4 باغ و بہار و نکہت ، گل پھول سب ہی تو ہے — یاروں کی ہیں نظر میں یہ رنگ سارے تیرے
1642/5 الماس میر تجھ کو کیا عشق نے دیا ہے
لختِ جگر گرے ہیں جوں لعل پارے تیرے

﴿1643﴾

1643/1 دو دیدۂ تر اپنے جو یار کو ہیں تکتے — اک ایک کو نہیں پھر غیرت سے دیکھ سکتے
1643/2 حرکت دلوں کی اپنے مذبوحی سی رہے ہے — اب وہ نہیں کہ دھڑ دھڑ رہتے ہیں دل دھڑکتے
1643/3 پلکوں کی اُس کی جنبش جاتی نہیں نظر سے — کانٹے سے اپنے دل میں رہتے ہیں کچھ کھٹکتے
1643/4 ہوتا تھا گاہ گاہے محسوس درد آگے — اب دل جگر ہمارے پھوڑے سے ہیں لپکتے
1643/5 پڑتی ہیں ایدھر اودھر وے شوخ آنکھیں ایسی — دو تُرک مست جیسے ہوں راہ میں بہکتے[1]
1643/6 شعلوں کے[2] ڈانک گویا لعلوں تلے دھرے ہیں — چہروں کے رنگ ہم نے دیکھے ہیں کیا جھمکتے
1643/7 یوں بات راہ کی تو سنتا نہیں ہے کوئی — جاتے ہیں ہم جرس سے، اِس قافلے میں بکتے
1643/8 جا گہ سے لے گئے ہیں، نازاں جب آگئے ہیں — نوبادگانِ خوبی جوں شاخ گل لچکتے
1643/9 اس حسن سے کہاں ہے غلطانی موتیوں کی
جس خوب صورتی سے میر اشک ہیں ڈھلکتے

﴿1644﴾

1644/1 غمِ مرگ سے دل جگر ریش ہے — عجب مرحلہ ہم کو درپیش ہے
1644/2 بلا ہے اُسے شوقِ تیر و کماں — یہیں سے ہے[3] پیدا ستم کیش ہے

---

1. نسخۂ آ سی اور تتبع میں مجلس کے نسخے میں بھی 'بھٹکتے' لکھا ہے جب کہ نسخۂ کالج ص ۵۱۴ میں 'بہکتے' زیادہ حسب مضمونِ شعر ہے۔
2. نسخۂ آ سی میں 'شعلوں کی ڈانک' جب کہ مجلس کے نسخے میں 'شعلوں کے ڈانک' ہے لیکن اختلاف مذکور نہیں۔
3. نسخۂ آ سی و مجلس میں 'یہ' جب کہ نسخۂ کالج میں 'ہے'، بہتر یہی ہے۔

1644/3 دلا ! اُس کے ظاہر پہ مت جائیو | وہ خوش رُو تو ہے پر بداندیش ہے
1644/4 بہت خوب ہے لعلِ نوشینِ یار | ولیکن خطِ پشتِ لب نیش ہے
1644/5 ہمیں کیا جو ہے میر بے ہوش سا
خدا جانے یہ کیا ہی[1] درویش ہے

﴿1645﴾

1645/1 گوش ہر اک کا اُسی کی اور ہے | کیا قیامت کا قیامت شور ہے
1645/2 پوچھنا اُس ناتواں کا خوب تھا | پر نہ پوچھا اُن نے، وہ بھی زور ہے
1645/3 صندلِ دردِ سر مہر و وفا | عاقبت دیکھا تو خاکِ گور ہے
1645/4 رشتۂ الفت تو نازک ہے بہت | کیا سمجھ کر خلق اِس پر ڈور ہے
1645/5 نا کسی سے میر اُس کوچے کے بیچ
اِس طرح نکلے ہے جیسے چور ہے

﴿1646﴾

1646/1 شب اگر دل خواہ اپنے بے قراری کیجیے | لے زمیں سے تا فلک فریاد و زاری کیجیے
1646/2 ایک دن ہو تو کریں احوال گیری دل کی آہ | مر گئے ہم، کب تلک تیمار داری کیجیے
1646/3 نوچیے ناخن سے منہ یا چاک کریے سب جگر | جی میں ہے آگے ترے کچھ دستکاری کیجیے
1646/4 جایئے اس شہر ہی سے اب گریباں پھاڑ کر | کیجیے کیا غم سے یوں ماتم گزاری کیجیے
1646/5 یوں بہے کب تک کہ بے لعلِ لب اس سے ہر گھڑی | چشمہ چشمہ خونِ دل آنکھوں سے جاری کیجیے
1646/6 کنجِ لب اس شوخ کا بھی رنجھنے کی جائے ہے | صرف کیجے عمر تو اس جائے ساری کیجیے
1646/7 کوہِ غم سر پر اُٹھا لیجے نہ کہیے منہ سے کچھ | عشق میں جوں کوہ کن کچھ بردباری کیجیے
1646/8 گرچہ جی کب چاہتا ہے آپ کا آنے کو یاں | پر کبھو تو آیئے خاطر ہماری کیجیے
1646/9 آشنا ہو اس سے ہم مر مر گئے آئندہ میر
جیتے رہیے تو کسو سے اب نہ یاری کیجیے

﴿1647﴾

1647/1 صد گونہ عاشقی میں ہم نے جفا سہی ہے | پر یہ کہا نہ ظالم اس کی نہیں سہی ہے
1647/2 کرتی پھری ہے رسوا سارے چمن میں مجھ کو | گر کوئی بات دل کی بلبل سے میں کہی ہے
1647/3 ہے صبح کا سا عرصہ پیری کا اس میں کیا ہو[2] | باقی ہے وقت کتنا فرصت کہاں رہی ہے
1647/4 درویش جب ہوئے ہم تب ہے ہمیں برابر | کشکولِ باز گوں ہے یا افسرِ شہی ہے
1647/5 جیتے رہے بہت ہم جو یہ ستم اُٹھائے | عمرِ دراز کی سب تقصیر و کوتہی ہے
1647/6 رونے میں متصل ہے ہونٹھوں پہ آہ میری | جاتا نہیں ہے سمجھا یہ باؤ کیا بہی ہے

---

[1] آسی کے یہاں 'ہے' ہے۔ کالج کے نسخے اور دوم، سوم نول کشور کا متن 'ہی' درست ہے۔
[2] نسخۂ آسی میں 'کیا ہے' ہے۔ نسخۂ کالج اور دوم، سوم کا 'کیا ہو' درست اور بہتر ہے۔

1647/7 آزارِ عاشقی میں کاہے کی پھر توقع — ہو جائے یاس جس سے سو رنج یہ وہی ہے

1647/8 روتا ہمیں نظر کر رہنا کہیے کنارا — چڑھنا ہمارے منہ پہ دریا کی بے تہی ہے

1647/9 چلاّہٹ اس طرح کی جز میرؔ کس سے ہووے
باور نہ ہو تو دیکھو، یہ ہو نہ ہو وہی ہے

1648

1648/1 کل جوشِ غم میں آنسو ٹپکے نہ چشمِ تر سے — افسوس ہے کہ آکر یوں مینہ ٹک نہ برسے

1648/2 کیا ہے نمودِ مردم جو کہیے دیکھیو تم — مژگاں بہم زدن میں جاتی رہی نظر سے

1648/3 ہم سا شکستہ خاطر اس بستی میں نہ ہوگا — برسے ہے عشق اپنے دیوار اور دَر سے

1648/4 معلوم اگلی سی تو جرأت الم کشی میں — کیا کام نکلے گا اب ٹکڑے ہوئے جگر سے

1648/5 آئینہ دار اسی کے پاتے ہیں شش جہت کو — دیکھیں تو منہ دکھاوے وہ کامِ جاں کدھر سے

1648/6 مت رنج کھینچ مل کر ہشیار مرد ماں سے — اُس کی خبر ملے گی اک آدھ بے خبر سے

1648/7 جب گوش زد ہوا اس کے تب بے دماغ ہو وہ — بس ہو چکی توقع اب نالۂ سحر سے

1648/8 اے رشکِ مہ کبھو تو آ چاند سا نکل کر — منہ دیکھنے کو تیرا تاچند کوئی ترسے

1648/9 چاہت بُری بلا ہے کل میرؔ نالہ کش بھی
ہمراہِ نے سواراں دوڑے پھرے نفر سے

1649

1649/1 برق و شرار و شعلہ و پروانہ سب ہیں یے — جوں ہم جلا کریں ہیں، بھلا جلتے کب ہیں یے

1649/2 لے موئے سر سے ناخنِ پا تک بھری ہے آگ — جلتے ہیں دردمند، پہ جلتے کڈھب ہیں یے

1649/3 ہوتا ہے دل کا حال عجب غم سے اُس گھڑی — کہتا ہے جب وہ طنز سے ہم کو عجب ہیں یے

1649/4 آتی ہے گرم بادِ صبا اس کی اور سے — اپنے جگر کے جلنے کے بارے[1] سبب ہیں یے

1649/5 غربت پہ مہرباں ہوئے میری سو یہ کہا — اِن کو غریب کوئی نہ سمجھے، غضب ہیں یے

1649/6 فرہاد و قیس کے[2] گئے کہتے ہیں اب یہ لوگ — رکھے خدا سلامت انہوں کو کہ اب ہیں یے

1649/7 سیّد ہیں میرؔ صاحب و درویش و دردمند
سر رکھیے ان کے پاؤں پہ، جائے ادب ہیں یے

1650

1650/1 خوش طرح مکاں دل کے، ڈھانے میں شتابی کی — اس عشق و محبت نے کیا خانہ خرابی کی

1650/2 سسکے ہے دل ایدھر کو، بہتا ہے جگر اودھر — چھاتی ہوئی ہے میری دوکان کبابی کی

1650/3 وہ نرگسِ مستانہ باتیں کرے ہے درہم — تم دیکھو نہ کچھ بولو، کیا بات شرابی کی

1650/4 بے سدھ ہوئے ہم آئی اک بو جو گلستاں سے — پر زور تھی مے کتنی غنچوں کی گلابی کی

---

۱ نسخۂ آسی و مجلس میں 'بارے' ہے، نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں 'بادی' درج ہوا ہے۔

۲ نسخۂ آسی میں 'لے گئے' غلط ہے، نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں 'کے گئے' درست ہے۔

1650/5
رونے سے دلِ شب کے تر میر کے کپڑے ہیں
پر قدر نہیں اُس کو اِس جامۂ آبی کی

﴿1651﴾

1651/1
کوئی ساحر اُس کو کچھ جادو کرے — وہ جو بے رو اس طرف ٹک رو کرے

1651/2
دور سے ٹک ملتفت ہوتے رہو — جب تلک دوری سے کوئی خو کرے

1651/3
دم میں ہو آئینۂ عالم سیاہ — اک اگر عاشق قلندر ہُو کرے

1651/4
کس سے تیری چاہیے دادِ ستم — کاش انصاف اپنے دل میں تو کرے

1651/5
غنچۂ پیشانی چمن میں مَیں رہا — بے دماغ عشق گل کیا بو کرے

1651/6
لوہو پانی ایک کر دیتا ہے عشق — پانی کر دے چشم ، دل لوہو کرے

1651/7
اب جنوں میں میر سوئے دشت جائے
کارِ وحشت کے تئیں یک سو کرے

﴿1652﴾

1652/1
حدیثِ زلفِ دراز اُن کے[1] منہ کی بات بڑی — کبھو کے دن ہیں بڑے یاں، کبھو کی رات بڑی

1652/2
کبھو جو گالی ہمیں دیتے ہو ، کرو موقوف — تمہاری بس ہے[2] یہی ہم پہ التفات بڑی

1652/3
ذلیل ذات نہیں عشق میں کہ میر کو دیکھ
ذلیل کیسے ہیں، اُن کی ہے گو کہ ذات بڑی

﴿1653﴾

1653/1
ہے تماشا حسن و خط حیرت بھی ہے — یعنی خط تو خوب ہے ، صورت بھی ہے

1653/2
تا دمِ آخر نہیں بولے ہیں ہم — کچھ کہیں گے بارے اب رخصت بھی ہے

1653/3
ہے وہ فتنہ ، ہم حریف و ہم ظریف — مارے ، گالی ہے ، پھر منت بھی ہے

1653/4
تیغ نے اُس کی ہمیں قسمت کیا — خوش نصیبی ہے تو پر قسمت بھی ہے

1653/5
وا نسیمِ صبح سے ہوتا ہے گل — تجھ کو اے مرغِ چمن غیرت بھی ہے

1653/6
جی ہی دینے کا نہیں کڑھنا فقط — اُس کے در سے جانے کی حسرت بھی ہے

1653/7
دور سے باتیں کرے ہے یوں ہی یار
میر صاحب سے اُنہیں صحبت بھی ہے

﴿1654﴾

1654/1
چلیے ہم اگر تم کو اکراہ ہے — فقیروں کی اللہ اللہ ہے

1654/2
نہ افسر ہے نے دردِ سر نے کلہ — کہ یاں جیسا سر ویسا سرواہ ہے

1654/3
جہاں لگ چلی گل سے ہم داغ ہیں — اگرچہ صبا بھی ہوا خواہ ہے

---

[1] نسخۂ کالج میں 'اُس کے' جب کہ نول کشوری تینوں نسخوں میں 'اُن کے' ہے۔

[2] آسی و مجلس میں 'ہیں' درج ہے جب کہ مفہوم کا تقاضا 'ہے' کا ہے۔

1654/4 غم عشق ہے ناگہانی بلا — جہاں دل لگا کڑھنا جانکاہ ہے
1654/5 چراغانِ گل سے ہے کیا روشنی — گلستاں کسو کی قدم گاہ ہے
1654/6 محبت ہے دریا میں جا ڈوبنا — کنوئیں میں بھی گرنا یہی چاہ ہے
1654/7 کلی سا ہے کہتے ہیں منہ یار کا — نہیں معتبر کچھ یہ افواہ ہے
1654/8 نہ کی کوتہی بت پرستی میں کچھ — خدا اس عقیدے سے آگاہ ہے
1654/9 گیا میر کے جی کی سن کر وہ شوخ
لگا کہنے سب کو یہی راہ ہے

﴿1655﴾

1655/1 یار کا جور و ستم کام ہی کر جاتا ہے — کتنا جی عاشقِ بے تاب کا مر جاتا ہے
1655/2 جیسے گرداب ہے گردش مری ہر چار طرف — شوق کیا جانے لیے مجھ کو کدھر جاتا ہے
1655/3 جوششِ اشک میں ٹک ٹھہرے رہو پیشِ نظر — اب کوئی پل میں یہ سیلاب اُتر جاتا ہے
1655/4 زرد رخسار پہ کیوں اشک نہ آوے گل رنگ — آگے سے آنکھوں کے وہ باغ نظر جاتا ہے
1655/5 زہ گریباں کی ہی خوناب سے تر ہوتی نہیں — سارا زنجیرۂ دامن بھی تو بھر جاتا ہے
1655/6 واعظِ شہر تنک آب ہے مانندِ حباب — ٹک ہوا لگتی ہے اُس کو تو اپھر جاتا ہے
1655/7 کیا لکھوں بخت کی برگشتگی نالوں سے مرے — نامہ بر مجھ سے کبوتر بھی چپر جاتا ہے
1655/8 آن اُس دلبرِ شیریں کی چھری شہد کی ہے — عاشق اک آن ہی میں جی سے گزر جاتا ہے
1655/9 ہر سحر پیچھے اُس اوباش کے خورشید اے میر
ڈھال، تلوار لیے جیسے نفر جاتا ہے

﴿1656﴾

1656/1 ٹھوکر لگا کے چلنا اس رشکِ ماہ کو بھی — یہ چوٹ ہی رہی ہے اس روسیاہ کو بھی
1656/2 اُس شاہِ حسن کی کچھ مژگاں پھری ہوئی ہیں — غمزے نے ورغلایا[1] شاید سپاہ کو بھی
1656/3 کی عمر صرف ساری، پر گم ہے مطلب اپنا — منزل نہ پہنچے ہم تو طے کر کے راہ کو بھی
1656/4 سر پھوڑنا ہمارا اُس لڑکے پر نہ دیکھو — ٹک دیکھو اِس شکستِ طرفِ کلاہ کو بھی
1656/5 کرتی نہیں خلش ہے مژگانِ یار دل میں — کاوش رہے ہے جی سے اُس کی نگاہ کو بھی
1656/6 خوں ریزی کے تو لاگو ہوتے نہیں یکا یک — پہلے تو پوچھتے ہیں ظالم! گناہ کو بھی
1656/7 جوں خاک سے ہے یکساں میرا نہالِ قامت — پامال یوں نہ ہوتے دیکھا گیاہ کو بھی
1656/8 ہر لحظہ پھیر لینا آنکھوں کا ہم سے کیا ہے — منظور رکھیے کچھ تو بارے نباہ کو بھی
1656/9 خواہش بہت جو ہو تو کاہش ہے جان و دل کی
کچھ کم کر ان دنوں میں اے میر چاہ کو بھی

---

1. نسخۂ آسی اور مجلس میں 'ورغلانا' ہے جب کہ مفہومِ شعر 'ورغلایا' کا مقتضی ہے۔

﴿1657﴾

1657/1
سنا جاتا ہے اے گھتیے ترے مجلس نشینوں سے
کہ تو دارو پیے ہے رات کو مل کر کمینوں سے

1657/2
گئی گرم اختلاطی کب کی ان سحر آفرینوں سے
لگے رہتے ہیں داغِ ہجر ہی اب اپنے سینوں سے

1657/3
گلے لگ کر نہ یک شب کاش وہ مہ سو گیا ہوتا
مری چھاتی جلا کرتی ہے اب کتنے مہینوں سے

1657/4
خدا جانے ہے، اپنا تو جگر کانپا ہی کرتا ہے
چڑھی تیوری سے محبوبوں کی اور ابرو کی چینوں سے

1657/5
بہت کوتاہ دامن خرقے شیخوں کے پھٹے پائے
کہیں نکلے تھے گورے ہاتھ اُس کے آستینوں سے

1657/6
رہے محوِ خیال اُس کے تو یک دقت سے ہاتھ آئے
نزاکت اس کمر کی پوچھیے[1] ہم باریک بینوں سے

1657/7
بہ رنگِ برگِ گل ساتھ ایک شادابی کے ہوتا ہے
عرق چیں بھیگتا ہے دلبروں کے جب پسینوں سے

1657/8
بہت میں لختِ دل رویا، مجھے اک خلق نے جانا
ہوا ہے پہن میرا نام ان رنگیں نگینوں سے

1657/9
غزل ہی کی ردیف و قافیہ کا رفتہ رہتا ہے
نکلنا میر اب مشکل ہے میرا اِن زمینوں سے

﴿1658﴾

1658/1
بے تابی جو دل ہر گھڑی اظہار کرے ہے
اب دیکھوں مجھے کس کا گرفتار کرے ہے

1658/2
کچھ میں بھی عجب جنس ہوں بازارِ جہاں میں
سو ناز مجھے لیتے خریدار کرے ہے

1658/3
ہے اشک سے بلبل کے، بھرا چونچوں میں پانی
گل باغ سے کیا رختِ سفر بار کرے ہے

1658/4
اس چاہ نے دل ہی کی[2]، تو بیمار کیے ہیں
یہ دوستی ہی ہے جو گرفتار کرے ہے

1658/5
آگے تو جو کچھ ہم نے کہا مان لیا، اب
اک ایک سخن پر بھی وہ تکرار کرے ہے

1658/6
زنہار نہ جا پرورشِ دورِ زماں پر
مرنے کے لیے لوگوں کو تیار کرے ہے

1658/7
کیا عشق میں ہم اُس کے ہوئے خاک برابر
کب اپنے تئیں یوں کوئی ہموار کرے ہے

1658/8
تصویر سے دروازے پہ ہم اُس کے کھڑے ہیں
انسان کو حیرانی بھی دیوار کرے ہے

1658/9
کیونکر نہ ہو تم میر کے آزار کے درپے
یہ جرم ہے اُس کا کہ تمھیں پیار کرے ہے

﴿1659﴾

1659/1
دشمنوں کے روبرو دشنام ہے
یہ بھی کوئی لطفِ بے ہنگام ہے

1659/2
محوِ زلفِ یار ہے عالم تمام
حسن کا بھی شہرہ جوشِ شام ہے

1659/3
عشق کی ہے راہ کیا مشکل گزر
سر کا جانا جس میں ہر اک گام ہے

1659/4
گر کہا ناکام[3] ملنے کو کبھی
تو یہ کہتا ہے کہ مجھ کو کام ہے

---

[1] نسخۂ آسی اور مجلس دونوں میں 'پوچھے' جب کہ مصرع سے واضح ہے کہ محل 'پوچھیے' کا ہے۔

[2] نسخۂ آسی، نول کشور دوم، سوم اور نسخۂ کالج ص ۵۳۰ میں 'کو' درج ہے، جس سے مصرع بے معنی رہتا ہے، فائق صاحب کی اس قیاسی تصحیح کو 'م 'کی' سے مفہوم بن جاتا ہے، درجِ متن کیا ہے۔

[3] نسخۂ مجلس جلد سوم ص ۲۲۶ کے حاشیے پر فائق صاحب کا خیال ہے کہ 'ناکام' گو تمام نسخوں میں ہے لیکن یہاں بے معنی ہے، 'تاشام' یا 'میں ... معنی پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ بظاہر درست بات ہے لیکن اسے قبول نہ کرنے میں مصرع ثانی میں 'کام' کے لفظ کی موجودگی ہی کافی ہے۔ 'دیئے ملنا' عشق کی یا میر کی کسی نوع کی 'ملاقات' بھی ہو سکتی ہے۔ 'نا' الگ کر کے 'کام ملنا' پر بھی غور ہو سکتا ہے۔

1659/5 روز و شب پھرتا ہوں اُس کوچے کے گرد — کیا کہوں کیا گردشِ ایام ہے

1659/6 چین دن کو ہے نہ شب کو خواب[1] تک — اُس کی دوری میں کسے آرام ہے

1659/7 بزم میں پوچھا تو یوں انجام ہو
میر ان لوگوں میں کس کا نام ہے

﴿1660﴾

1660/1 دل عجب نسخۂ تصوف ہے — ہم نہ سمجھے بڑا تاسّف ہے

1660/2 آپ ہی صرفِ عشق ہو جانا — یہ بھی درویش کا تصرّف ہے

1660/3 منہ اِدھر کر کے وہ نہیں سوتا — خواب میں آوے تو تلطف ہے

1660/4 یاں تو تکلیف سی کھنچی تکلیف — واں وہی اب تلک تکلّف ہے

1660/5 چھیڑ اُس شوخ نے رکھی ہم سے — عہد پر عہد ہے، تخلّف ہے

1660/6 مرگ کیا منزلِ مراد ہے میر
یہ بھی اک راہ کا توقف ہے

﴿1661﴾

1661/1 تسکین دردمندوں کو یا رب! شتاب دے — دل کو ہمارے چین دے، آنکھوں کو خواب دے

1661/2 اُس کا غضب سے نامہ نہ لکھنا تو سہل ہے — لوگوں کے پوچھنے کا کوئی کیا جواب دے

1661/3 گل ہے بہار تب ہی جو آنکھوں میں ہو نشہ — جاتی ہے فصلِ گل کہیں[2]، ساقی شراب دے

1661/4 وہ تیغ میری تشنۂ خوں ہو گئی ہے کند — کر رحم مجھ پہ، کاش کے یار اُس کو آب دے

1661/5 دو چار الم جو ہوویں تو ہیں بابتِ بتاں — کیا درد بے شمار کا کوئی حساب دے

1661/6 تارِ نگہ کا سوت نہیں بندھتا ضعف سے — پیچاں[3] رہے یہ رشتہ، دلا اس کو تاب دے

1661/7 مژگانِ تر کو یار کے چہرے پہ کھول میر
اس آب خستہ سبزے کو ٹک آفتاب دے

﴿1662﴾

1662/1 نہ جرأت ہے، نہ جذبہ ہے، نہ یاری بختِ بد سے ہے — یہی بے طاقتی خوں گشتہ دل کو میرے کد سے ہے

1662/2 جہاں شطرنج، بازندہ فلک، ہم تم ہیں سب مہرے — بسانِ شاطرِ نو، ذوق اُسے مہروں کی زد سے ہے

1662/3 سخن کرنے میں نستعلیق گوئی ہی نہیں کرتا — پڑھے ہیں شعر کوئی ہم سو وہ بھی شد و مد سے ہے

1662/4 ہوا سرسبز آگے یار کے سروِ گلستاں کب — کہ نسبت دور کی طوبیٰ کو اُس کے نخلِ قد سے ہے

1662/5 لکھا کب تک کریں اس سرزمیں سے آپھی اب جاویں
ہمیں ملنے کا شوق اس کے زیادہ اے میر حد سے ہے

---

[1] نسخۂ کالج ۵۳۱، نول کشور دوم، سوم ص۳۲۲ 'خواب' ہے، صرف آسی کے یہاں 'نیند' ہے، ص۴۵۰۔

[2] نسخۂ مجلس میں 'کہیں' کے بعد وقفہ (،) درج کیا ہے۔ اس طرح کے وقفے درج کرنے سے شعر کے معانی کم، زیادہ یا مختلف ہو سکتے ہیں، یہاں یہ وقفہ غیر ضروری ہی نہیں غلط بھی ہے کہ 'کہیں' کا معنوی تعلق ساقی کے شراب دینے (نہ دینے) سے ہے، فصلِ گل کے کہیں جانے سے نہیں، اگر وقفہ ترسیلِ مفہومِ شعر میں مدد کے لیے درج کیا بھی جائے گا تو اس مصرع کی حد تک 'فصلِ گل' کے بعد درج ہوگا۔

[3] نسخۂ آسی میں 'رہے' دیگر نسخوں میں 'ہے' سے بہتر ہے۔ وہاں شاید 'ر' سہواً رہ گئی ہے۔

﴿1663﴾

1663/1 کٹ کر گریں گے راہ میں مشتاق، علف سے — مٹھ بھیڑ اگر ہو گئی اُس تیغ بکف سے

1663/2 جاتا ہے کوئی دشتِ عرب کو جو بگولا — کہہ دوں ہوں دعا مجنوں کو میں اپنی طرف سے

1663/3 دریا تھا مگر آگ کا دریائے غمِ عشق — سب آبلے ہیں میرے درونے میں صدف سے

1663/4 دل اور جگر یہ تو جلے آتشِ غم میں — جی کیونکہ بچاؤں کہو اِس آگ کی تف سے

1663/5 شب اُس کے سگِ کو نے ہمیں پاس بٹھایا — ہم اپنے تئیں دور نہ کیوں کھینچیں شرف سے

1663/6 چھاتی میں بھری آگ ہے کیا جس سے شب و روز — چنگاریاں گرتی ہیں مری پلکوں کی صف سے

1663/7 اے میر! گدائی کروں دروازے کی اُس کے
مانگوں ہوں یہی آٹھ پہر شاہِ نجف سے

﴿1664﴾

1664/1 کہو کچھ میر کی وحشت سے ان گلیوں میں آنے کی — خبر کیوں پوچھتے ہیں مجھ سے لڑکے اُس دِوانے کی

1664/2 جہاں سے دل کو دیکھو منہ نظر جوں کانِ طلق[1] آوے — نہ کی کچھ قدر اُس نے حیف اس آئینہ خانے کی

1664/3 ہمیں لیتے ہو آنکھیں موند کر لو تم کہ جنس اپنی — وفا و مہر ہے سو وہ نہیں بابت دکھانے کی

1664/4 کہو ہو زیرِ لب کیا دیکھ کر ہم ناتوانوں کو — ہماری جان میں طاقت نہیں باتیں اُٹھانے کی

1664/5 بہ رنگِ طائرِ نو پر ہوئے آوارہ ہم اُٹھ کر — کہ پھر پائی نہ ہم نے راہ اپنے آشیانے کی

1664/6 عجب چوپڑ بچھی ہے ہر زماں اُڑتا ہے رنگ اپنا — سمجھ میں چال کچھ آتی نہیں اپنے زمانے کی

1664/7 اگر طالع کرے یاری تو مریے کربلا جا کر — عبیر اپنے کفن کی خاک ہو اُس آستانے کی

1664/8 غزل اک اور بھی اس گل زمیں میں قصد ہے کہیے
ہوئی ہے اب تو خو آخر ہمیں باتیں بنانے کی

﴿1665﴾

1665/1 ٹک ان پلکوں کو ہے ٹھوکر سے فتنے کے[2] جگانے کی — طرح آتی ہے اس قد کو قیامت سر پہ لانے کی

1665/2 کسو سے آنکھ کے ملتے ہی اپنی جان دے بیٹھے — نئی یہ رسم ہم جاتے ہیں چھوڑے دل لگانے کی

1665/3 جہاں ہم آئے، چہرے پر بکھیرے بال جا سوئے — ادا کرتے ہو تم کیا خوب ہم سے منہ چھپانے کی

1665/4 مسیں بھیگی ہیں اُس کی سبزۂ خط کی بدایت[3] سے — مسیح و خضر کو پہنچی بشارت زہر کھانے کی

1665/5 جہاں اُس کے لیے غربال کر نومید ہو بیٹھے — یہی اُجرت ملی ہے کیا ہمارے خاک چھانے کی

1665/6 کہوں کیا ایک بوسہ لب کا دے کر خوب رگڑایا — رکھی برسوں تلک منت کبھو کی بات مانے کی

۱۔ نسخۂ آسی میں 'طاق' بجائے 'طلق' سہوِ کتابت ہے۔ نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں 'طلق' درست ہے، تاہم مصرع میں 'کانِ طلق' اضافت کے ساتھ بامعنی ہے، مجلس کے نسخے میں اضافت درج نہیں۔

۲۔ نسخۂ آسی اور نول کشور سوم میں 'فتنے' کو نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'کے' اس متن کو ہی درج کیا جا رہا ہے، تاہم مصرع کا مفہوم لفظ 'خو' وغیرہ شامل کچھ بن نہیں رہا۔

۳۔ نسخۂ آسی میں 'ہدایت' (ص ۴۵۲) ظاہر ہے سہوِ کتابت ہے۔

1665/7 بگولا کوئی اُٹھتا ہے کہ آندھی کوئی آتی ہے — نشانِ یادگاری ہے ہماری خاک اُڑانے کی

1665/8 کرے ہے داغ اُس کا عید کو سب سے گلے ملنا — اکت لی ہے نئی یہ میری چھاتی کے جلانے کی

1665/9 لڑا کر آنکھیں اُس اوباش سے اک پل میں مر گزرا
حکایت بوالعجب ہے میر جی کے مارے جانے کی

1666

1666/1 کر یہہ الشکل ہیئت آن کر ایسی نہیں دیکھی — کہ صورت آسماں کی دیکھ کر میں نے زمیں دیکھی

1666/2 کبھو دیکھو گے تم جو وہ طرح دار اس طرف آیا — طرح ترکیب ایسی ہم نے اب تک تو نہیں دیکھی

1666/3 مہِ یک ہفتہ دلکش اس قدر کا ہے کو ہوتا ہے — کروں ہوں شکر کے سجدے کہ میں نے وہ جبیں دیکھی

1666/4 کہاں وہ طرزِ کیں اُس کی کہاں چینِ جبیں اُس کی — لگا کر بارہا اس شوخ سے تصویرِ چیں دیکھی

1666/5 گریباں پھاڑ ڈالیں دیکھ کر دامن کشاں اس کو — پھٹے خرقے بہت جو چاک کی وہ آستیں دیکھی

1666/6 ترے بیمار کے بالیں پہ جا کر ہم بہت روئے — بلا حسرت کے ساتھ اُس کی نگاہِ واپسیں دیکھی

1666/7 نظر اُس کی حیا سے میر پشت پا پہ اکثر ہے
کنھوں نے کا ہے کو اُس کی سی چشمِ شرمگیں دیکھی

1667

1667/1 دن فصلِ گل کے اب کے بھی جاتے ہیں باؤ سے — دل داغ ہو رہا ہے چمن کے سبھاؤ سے

1667/2 پہنچی نہ باس گل کی ہمارے مشام میں — یاں کھل رہے ہیں دیدۂ خوں بار گھاؤ سے

1667/3 نامہ مرے عمل کا بھی اے کاش ساتھ جائے — جب آسمان لپٹیں گے کاغذ کے تاؤ سے

1667/4 وارفتگانِ عشق بھی کیا طرفہ لوگ ہیں — دل کے گئے پہ دیتے ہیں جی کیسے چاؤ سے

1667/5 کہتے تو کہیے بات کوئی دل کی میر سے
پر جی بہت ڈرے ہے اُنھوں کے جواؤ سے

1668

1668/1 کیا چال نکالی ہے کہ جو دیکھے سو مر جائے — جھجک کوئی رہ جائے، کوئی جی سے گزر جائے

1668/2 تا چند یہ خمیازہ کشی، تنگ ہوں یا رب! — آغوش مری ایک شب اُس شوخ سے بھر جائے

1668/3 بے طاقتیِ دل سے مری جان ہے لب پر — تم ٹھہرو کوئی دم تو مرا جی بھی ٹھہر جائے

1668/4 پڑتے نگہِ یار، مرا حال ہے ویسا — بجلی کے تڑپنے سے کوئی جیسے کہ ڈر جائے

1668/5 اس آئنہ رو شوخ مفتّن سے کہیں کیا — عاشق کو برا کہہ کے منہ ہی منہ میں مکر جائے

1668/6 ناکس کی تلافیِ ستم کون کرے ہے — ڈرتا ہوں کہ وہ اور بھی آزردہ نہ کر جائے

1668/7 جاتا ہے جدھر منزلِ مقصود نہیں وہ — آوارہ جو ہو عشق کا، بے چارہ کدھر جائے

1668/8 رونے میں مرے سر نہ چڑھو، صبر کرو ٹک — یہ سیل جو اک زور سے آتا ہے، اُتر جائے

1668/9 کیا ذکر مرا، میں تو کہیں اُس سے ملوں ہوں — اُن خانہ خرابوں کی کہو جن کے وہ گھر جائے

1668/10 اُس زلف کا ہر بال رگِ جان ہے اپنی — یاں جی ہی بکھرتا ہے صبا وہ جو بکھر جائے

1668/11 گردش میں جو وے آنکھ نشے کی بھری دیکھیں ہشیار سروں کے تئیں سُدھ اپنی بسر جائے

1668/12 آنکھیں ہی لگی جاتی ہیں اس جاذبہ کو میر
آتی ہے بہت دیر جو اُس منہ پہ نظر جائے[1]

﴾1669﴿

1669/1 بتوں کے جرمِ اُلفت[2] پر ہمیں زجر و ملامت ہے مسلماں بھی خدا لگتی نہیں کہتے ، قیامت ہے

1669/2 کھڑا ہوتا نہیں وہ رہزنِ دل ، پاس عاشق کے موافق رسم کے اک دور کی صاحب سلامت ہے

1669/3 جھکی ہے شاخِ پُر گل ناز سے کیا صحنِ گلشن میں نہالِ قد کی اُس کے مدعی تھی ، سو ندامت ہے

1669/4 نکلتا ہے سحر خورشید ہر روز اس کے گھر پر ہے مقابل ہو گیا اس سے تو اس سادہ کی شامت ہے

1669/5 پئے دارو پڑے پھرتے تھے کل تک میر کوچوں میں
انھی کو مسجدِ جامع کی دیکھی آج امامت ہے

﴾1670﴿

1670/1 خدا کرے مرے دل کو ٹک اک قرار آوے کہ زندگی تو کروں جب تلک کہ یار آوے

1670/2 کمانیں اُس کی بھووں کی چڑھی ہی رہتی ہیں نہ جب تلک سرِ تیرِ ستم شکار آوے

1670/3 ہمیں تو ایک گھڑی گل بغیر دوبھر ہے خدا ہی جانے کہ اب کب تلک بہار آوے

1670/4 اُٹھی بھی گردِ رہ اُس کی کہیں تو لطف ہے کیا جب انتظار میں آنکھوں ہی پر غبار آوے

1670/5 ہر ایک شے کا ہے موسم ، نہ جانے تھا منصور کہ نخلِ دار میں حلقِ بریدہ بار آوے

1670/6 تمہارے جوروں سے اب حال جائے عبرت ہے کسو سے کہیے تو اُس کو نہ اعتبار آوے

1670/7 نہیں ہے چاہ بھلی اتنی بھی ، دعا کر میر
کہ اب جو دیکھوں اُسے میں ، بہت نہ پیار آوے

﴾1671﴿

1671/1 نکلے ہے جی کا رستہ ، آواز کے رکن سے آزردہ ہو نہ بلبل ! جاتے ہیں ہم چمن سے

1671/2 جی غش کرے ہے اب تو ، رفتار دیکھ اُس کی دیکھیں نبھے ہے اپنی کس طور اِس چلن سے

1671/3 گر[3] اُس کی اور کوئی گرمی سے دیکھتا ہے اک آگ لگ اُٹھے ہے اپنے تو تن بدن سے

1671/4 رنگیں خرامی کیا کیا لیتی ہے کھینچ دل کو کیا نقشِ پا کو اُس کے نسبت گل و سمن سے

1671/5 دن رات گاہ و بے گہ جب دیکھو ہیں سفر میں ہم کس گھڑی وداعی یا رب ہوئے وطن سے

1671/6 دل سوختہ ہوں ، مجھ کو تکلیفِ حرف مت کر اک آگ کی لپٹ سی نکلے ہے ہر سخن سے

1671/7 دل کا اسیر ہونا جی میر جانتا ہے
کیا پیچ پانچ دیکھے اُس زلفِ پُر شکن سے

---

1. نسخۂ مجلس میں کتابت اور پروف نہ پڑھنے کی غلطی کے سبب اس شعر کی ردیف ہی غلط درج کر دی ہے۔ 'جائے' کی جگہ 'آئے' ہے جو مفہوم متصادم ہے۔
2. نسخۂ کالج ص ۵۳۵ اور طبع دوم ص ۳۲۵ میں جرم الفت درست ہے، نسخۂ آسی اور طبع سوم میں جرم والفت غلطی ہے۔
3. نسخۂ آسی میں 'گرد' سہو کتابت ہے۔ نسخۂ کالج، طبع دوم، سوم میں 'گر' بالکل درست درج ہے۔

1672

1672/1 کعبے کے در پہ تھے ہم یا دیر میں در آئے — آوارگی تو دیکھو، کیدھر سے کیدھر آئے

1672/2 دیوانگی ہے میری اب کے کوئی تماشا — رہتے ہیں گھیرے مجھ کو کیا اپنے کیا پرائے

1672/3 پاک اب ہوئی ہے کشتی ہم کو جو عشق سے تھی — عہدے سے اس بلا کے کب ناتواں بر آئے

1672/4 وسعت بیاں کروں کیا دامانِ چشمِ تر کی — رونے سے میرے کیا کیا ابرِ سیہ تر آئے

1672/5 آ ہم نشیں! بنے تو آج اُن کنے بھی چلیے
کہتے ہیں میرؔ صاحب مدت میں کل گھر آئے

1673

1673/1 قصر و مکان و منزل ایکوں کو سب جگہ ہے — ایکوں کو جا نہیں ہے، دنیا عجب جگہ ہے

1673/2 اُس کے بدن میں ہر جا دل کش ہے یوں، ولیکن — یا سطحِ رخ جگہ ہے، یا کُنجِ لب جگہ ہے

1673/3 پست و بلند یاں ہیں ارض و سما سے ظاہر — دیکھا جہاں کو ہم نے، کتنی کڈھب جگہ ہے

1673/4 دروازے سے لگے ہم تصویر سے کھڑے ہیں — وارفتگاں کو اُس کی مجلس میں کب جگہ ہے

1673/5 بارے اِدھر کیا ہے منہ اُن نے میرؔ اپنا
ہو حرف زن، سخن کی تیری بھی اب جگہ ہے

1674

1674/1 دل کی بیماری سے طاقت طاق ہے — زندگانی اب تو کرنا شاق ہے

1674/2 دم شماری سی ہے رنجِ قلب سے — اب حسابِ زندگی بے باق ہے

1674/3 اپنی عزلت رکھتی ہے عالم ہی اور — یہ سیہ رو شہرۂ آفاق ہے

1674/4 فرطِ خجلت سے گرا جاتا ہے سرو — قدِ دل کش اس کا بالا چاق ہے

1674/5 دل زدہ کو اُس کے دیکھا نزع میں — تھا نمودار آنکھ سے، مشتاق ہے

1674/6 رنگ میں اُس کے جھمک ہے برق کی — سطح کیا رخسار کا برّاق ہے

1674/7 گو خط اُس کے پشتِ لب کا زہر ہو — بوسۂ کُنج[1] دہن تریاق ہے

1674/8 خشک کر دیتی ہے گرمیِ عشق کی — بیدِ صحرائی سا مجنوں قاق ہے

1674/9 مت پڑا رہ دیر کے ٹکڑوں پہ میرؔ
اُٹھ کے کعبے چل، خدا رزّاق ہے

1675[2]

1675/1 بات کیا آدمی کی بن آئی — آسماں سے زمین نپوائی[3]

1675/2 چرخ زن اُس کے واسطے ہے مدام — ہو گیا دن تمام، رات آئی

---

[1] نسخۂ مجلس میں 'کُنج' بجائے 'کُنج' سہوِ کتابت کے سرکاری انداز میں سے ہے۔

[2] یہ پوری غزل قطعہ بند ہے، عظمت و تکریمِ انسان اور انسان کے تکبر کا مضمون مسلسل بیان ہوا ہے۔

[3] نسخۂ کالج میں 'میوائی' بھی درست ہے۔

1675/3 ماہ و خورشید و ابر و باد سبھی ۔۔۔ اُس کی خاطر ہوئے ہیں سودائی

1675/4 کیسے کیسے کیے تردد جب ۔۔۔ رنگ رنگ اُس کو چیز پہنچائی

1675/5 اس کو ترجیح سب کے اوپر دے ۔۔۔ لطفِ حق نے کی عزت افزائی

1675/6 حیرت آتی ہے اُس کی باتیں دیکھ ۔۔۔ خودسری ، خودستائی ، خودرائی

1675/7 شکر کے سجدوں میں یہ واجب تھا ۔۔۔ یہ بھی کرتا سدا جبیں سائی

1675/8 سو تو اُس کی طبیعت سرکش ۔۔۔ سر نہ لائے فرو کہ ٹک لائی

1675/9 میر ناچیز مشتِ خاک اللہ
اُن نے یہ کبریا کہاں پائی

﴿1676﴾

1676/1 دست بستہ کام ناخن کر گئے ۔۔۔ سب خراشوں ہی سے جبہے بھر گئے

1676/2 بت کدے سے تو چلے کعبے ، ولے ۔۔۔ دس قدم ہم دل کو کر پتھر گئے

1676/3 کیا جو اُڑتی سی سنی آئے ہیں گل ۔۔۔ ہم اسیروں کے تو بال و پر گئے

1676/4 مجلسوں کی مجلسیں برہم ہوئیں ۔۔۔ لوگ وے پل مارتے کیدھر گئے

1676/5 تھے لبِ جُو پر جو گرمِ دید یار ۔۔۔ سبزے کے سے رنگ ، مژگاں تر گئے

1676/6 خانوادے ہو گئے کیا کیا خراب ۔۔۔ خانہ سازِ دین کیسے مر گئے

1676/7 دست افشاں پائے کوباں[1] شوق میں
صومعے سے میر بھی باہر گئے

ردیف ی ے ___ دیوان چہارم

﴿1677﴾

1677/1 میں تو تنک صبری سے اپنی رہ نہیں سکتا اک دم بھی ۔۔۔ ناز و غرور بہت ہے اُس کا ، لطف نہیں ہے کم کم بھی

1677/2 جامۂ احرام آخر تہہ کر ، دل کی اور توجہ کی ۔۔۔ در پہ حرم کے اس لیے تھے ہم ، کوئی ملے گا محرم بھی

1677/3 دیکھ ہوا کو ، طائرِ گلشن کس حسرت سے کہتے تھے ۔۔۔ گل ہی چلے جاتے نہیں یاں سے ، چلنے کو بیٹھے ہیں ہم بھی

1677/4 کیا کیا میں بیتاب رہا ہوں رنج والم سے محبت کے ۔۔۔ ہے عالم کچھ اور ہی میرے دل کے مرض کا عالم بھی

1677/5 پنبہ و داغ کیا ہے کیا کیا ، اچھے ہونے والے نہ تھے ۔۔۔ زخموں پر چھاتی کے میرے رکھ دیکھو نہ مرہم بھی

1677/6 گرم ہوا ہی ہوگا جوہر سیر چمن کی کر لیجے ۔۔۔ پھول بکھرتے جاتے ہیں ، کچھ آخر ہے اب موسم بھی

1677/7 نعل جڑے سینے کو کوٹا ، چہرے نچے پر خاک ملی
میر کیا ہے میں نے نہایت دل جانے کا ماتم بھی

---

[1] نسخۂ آسی میں 'پائے کوباں' کو 'پالے کوباں' درج کیا ہے۔

1678

1678/1 نقد دل غفلت سے کھویا، راہ کھوٹی کر گئے — کارواں جاتا رہا، ہم خواب ہی میں مر گئے

1678/2 کیا کہیں اُن نے جو پھیرا اپنے در پر سے ہمیں — مر گئے غیرت سے ہم بھی، پر نہ اُس کے گھر گئے

1678/3 واعظِ ناکس کی باتوں پر کوئی جاتا ہے میر
آؤ مے خانے چلو، تم کس کے کہنے پر گئے

1679

1679/1 اے کاش کوئی جا کر کہہ آوے یار سے بھی — یاں کام جا چکا ہے، اب اختیار سے بھی

1679/2 تاچند بے دماغی، کب تک سخن خشن ہو — کوئی تو بات کریے اخلاص و پیار سے بھی

1679/3 یک معنیِ شگفتہ، سو رنگ بندھ گئے ہیں — الوان گل ہیں ہر سو اب کے بہار سے بھی

1679/4 کیا جیب و آستیں ہی سیلاب خیز ہے یاں — دریا بہا کریں ہیں میرے کنار سے بھی

1679/5 باغِ وفا سے ہم نے پایا سو پھل یہ پایا — سینے میں چاک تر ہے اب دل انار سے بھی

1679/6 راہ اُس کی برسوں دیکھی آنکھیں غبار لائیں — نکلا نہ کام اپنا اس انتظار سے بھی

1679/7 جان و جہاں سے گزرا میں میر جن کی خاطر
بچ کر نکلتے ہیں وے میرے مزار سے بھی

1680

1680/1 خوار پھرایا گلیوں گلیوں، سر مارے دیواروں سے — کیا کیا اُن نے سلوک کیے ہیں شہر کے عزت داروں سے

1680/2 دور اُس سے تو اپنے بھائیں آگ لگی ہے گلستاں میں — آنکھیں نہیں پڑتی ہیں گل پر سینکتے ہیں انگاروں سے

1680/3 شور کیا جو میں نے شباں گہ بیتابی سے دل کی بہت — کہنے لگا جی تنگ آیا ان مہر و وفا کے ماروں سے

1680/4 وہ جو ماہِ زمیں گرد اپنا دوپہری ہے ان روزوں — شوق میں ہر شب حرف و سخن ہے ہم کو فلک کے تاروں سے

1680/5 حرف شنو ساتھ اپنے نہیں ہیں، ورنہ درائے[1] قافلہ ساں — راہ میں باتیں کس کس ڈھب کی کرتے ہیں ہم یاروں سے

1680/6 خستہ ہو اپنا کیسا ہی کوئی پھر بھی گلے سے لگاتے ہیں — وحشت ایک تمہیں کو دیکھی اپنے سینہ فگاروں سے

1680/7 داغ جگر داری ہیں اپنی کشتے ثباتِ دل کی میں[2] — ہم نہ گئے جاگہ سے ہرگز قیمہ ہوئے تلواروں سے

1680/8 حرف کی پہچان اُس کو نہ تھی تو سادہ ہی کچھ اچھا تھا — بات اگر مانے ہے کوئی سو سو اب تکراروں سے

1680/9 کوہ کن و مجنوں یہ[3] دونوں دشت و کوہ میں سر ماریں
شوق نہیں ملنے کا ہم کو میر ایسے آواروں سے

1681

1681/1 زور کش ہیں گے عشق کے ہم بھی — ہم نے کھینچی کمانِ رستم بھی

---

[1] نسخۂ کالج میں متن درست ہے، آسی کے نسخے میں 'درآتے' نول کشور دوم 'درآئے' ہے۔

[2] نسخۂ مجلس نے نسخۂ کالج کا متن اختیار کیا وہاں مصرع کی صورت یہ ہے 'داغ جگہ داری ہیں اپنے کشتے ثباتِ دل کے ہیں'۔ اس سے بہتر متن نسخۂ آسی اور طبع دوم میں ہے جو ہم نے درجِ متن کیا ہے۔ گو یہاں بھی صورت اطمینان بخش نہیں تاہم مجلس کی نسبت بات سمجھ آتی ہے۔

[3] نسخۂ مجلس میں 'ے' (کذا) درج ہے، آسی کے یہاں 'یہ' ہے، یہی بہتر ہے۔

1681/2 ہے بلا دھوم دل تڑپنے کی — ایسا ہوتا نہیں ہے اودھم بھی
1681/3 کچھ نہیں اور دیکھیں ہیں کیا کیا — خواب کا سا ہے یاں کا عالم بھی
1681/4 حیف دل جاتے پڑ گئی جی کی — ورنہ غم کرتے لیتے ماتم بھی
1681/5 حرمِ کعبہ کا نہ پایا بھید — نہ ملا واں کا ایک محرم بھی
1681/6 خشک نَے سا تھا شیخ ، حیف موا — یوں تو یار اُس کو دیتے تھے دم بھی
1681/7 کھپ ہی جاتا ہے آدمی اے میر
آفتِ جاں ہے عشق کا غم بھی

﴿1682﴾

1682/1 لطف ہے کیا ، انواعِ ستم جو اُس کے کوئی بیان کرے
گوش زد اک دن ہوویں کہیں تو بے لطفی سے زبان کرے

1682/2 ہم تو چاہ کر اُس پتھر کو سخت ندامت کھینچی ہے
چاہ کرے اب وہ کوئی جو چاہت کا ارمان کرے

1682/3 سودے میں دل کے نفع جو چاہے ، خام طمع سودائی ہے
وارا سارا[1] عشق میں کیسا ، جی کا بھی نقصان کرے

1682/4 حشر کے ہنگامے میں چاہیں دادِ عشق تو حسن نہیں
کاشکے یاں وہ ظالم اپنے دل ہی میں دیوان کرے

1682/5 آتش خو مغرور سے ویسے عہدہ برآ کیا عاشق ہو
دل کو جلاوے ، منت رکھے ، جی مارے ، احسان کرے

1682/6 یمنِ عشقِ غم افزا سے ، کام نہایت مشکل ہے
اب بھی نہیں نومیدی دل کو ، شاید عشق آسان کرے

1682/7 کہنے میں یہ بات آتی نہیں ، ہو سیر خدا کی قدرت کی
موند کر آنکھیں میر اگر تو دل کی طرف ٹک دھیان کرے

﴿1683﴾

1683/1 بے دل ہوئے ، بے دیں ہوئے ، بے وقر ہم ات گت ہوئے
بے کس ہوئے ، بے بس ہوئے ، بے کل ہوئے ، بے گت ہوئے

1683/2 ہم عشق میں کیا کیا ہوئے ، اب آخر آخر ہو چکے
بے مت ہوئے ، بے ست ہوئے ، بے خود ہوئے ، میت ہوئے

---

[1] 'وارا سارا' کی بجائے مرتب نسخہ مجلس کی رائے ہے کہ 'وارا نیارا'۔ شعر میں 'سودے' نفع، نقصان کے الفاظ کی موجودگی پر بھی اُن کا دھیان نہیں
اس سے پہلے والے شعر پر یہ حاشیہ درج ہے کہ 'مومن کا یہ شعر میر سے متوارد ہے' اور شعر مومن وہی ایک ہم ہیں کہ۔۔۔۔اس نوع کی شعر
روایت غزل شناسی کسی مرتب کے بارے میں بہت سے شکوک پیدا کرنے کا ذریعہ بنتی ہے۔ مضمون آفرینی کو 'توارد' قرار دینا درست نہیں، یہ
میر کو بھی اپنے بہت سے مضامین پر بیسویں، پچاسویں بار ہوتا ہے۔

1683/3
الفت جو کی ، کہتا ہے جی ، حالت نہیں ، عزت نہیں
ہم بابتِ ذلت ہوئے ، شائستۂ کلفت ہوئے

1683/4
گر کوہِ غم ایسا گراں ہم سے اُٹھے ، پس دوستاں!
سوکھے سے ہم ذنیت ہوئے ، تنکے سے ہم پربت ہوئے

1683/5
کیا رویئے قیدی ہیں اب ، رویت بھی بن گل کچھ نہیں
بے پر ہوئے ، بے گھر ہوئے ، بے زر ہوئے ، بے پت ہوئے

1683/6
آنکھیں بھر آئیں جی رُندھا ، کہیے سو کیا ، چپکے سے تھے
جی چاہتا مطلق نہ تھا ، ناچار ہم رخصت ہوئے

1683/7
یا مست درگاہوں میں شب ، کرتے تھے شاہد بازیاں
تسبیح لے کر ہاتھ میں یا میر اب حضرت ہوئے

1684

1684/1
باغ میں سیر کبھو ، ہم بھی کیا کرتے تھے
روشِ آبِ رواں چھپلے پھرا کرتے تھے

1684/2
غیرتِ عشق کسو وقت بلا تھی ہم کو
تھوڑی آزردگی میں ترکِ وفا کرتے تھے

1684/3
دل کی بیماری سے خاطر تو ہماری تھی جمع
لوگ کچھ یوں ہی محبت سے دوا کرتے تھے

1684/4
جب تلک شرم رہی مانعِ شوخی اُس کی
تب تلک ہم بھی ستم دیدہ حیا کرتے تھے

1684/5
مائلِ کفر جوانی میں بہت تھے ہم لوگ
دَیر میں ، مسجدوں میں ، دیر رہا کرتے تھے

1684/6
آتشِ عشق جہاں سوز کی لپٹیں تھیں قہر
دل ، جگر ، جان درونے میں جلا کرتے تھے

1684/7
اب تو بیتابیِ دل نے ہمیں بٹھلا ہی دیا
آگے رنج و تعبِ عشق اُٹھا کرتے تھے

1684/8
اُٹھ گئے پر مرے تکیے کو کہیں گے یاں میر
دردِ دل بیٹھے کہانی سی کہا کرتے تھے

1685

1685/1
حال نہیں ہے دل میں مطلق ،شور و فغاں رسوائی ہے
یار گیا مجلس سے دیکھیں کس کس کی اب آئی ہے

1685/2
آنکھیں مَل کر کھولیں اُن نے عالم میں آشوب اُٹھا
بال کھُلے دکھلائی دیا ، سو ہر کوئی سودائی ہے

1685/3
ڈول بیاں کیا کوئی کرے اس وعدہ خلاف کی دیہی کا
ڈھال کے سانچے میں صانع نے وہ ترکیب بنائی ہے

1685/4
نسبت کیا اُن لوگوں سے ہم کو شہری ہیں دیوانے ہم
ہے فرہاد اک آدمِ کوہی ، مجنوں اک صحرائی ہے

1685/5
ہے پتھر سا چھاتی میں میری، کثرتِ غم کی حیرت سے
کیا کہیے پہلو سے دل کے سخت اذیت پائی ہے

1685/6
باغ میں جا کر ہم جو رہے، سو اور دماغ آشفتہ ہوا
کیا کیا سر پہ ہمارے آ کر بلبل شب چلائی ہے

1685/7
کیسا کیسا عجز ہے اپنا کیسے خاک میں ملتے ہیں
کیا کیا ناز و غرور اُس کو ہے، کیا کیا بے پروائی ہے

1685/8
قصہ ہم غربت زدگاں کا ، کہنے کے شائستہ نہیں
بے صبری کم پائی ہے ، پھر دور اُس سے تنہائی ہے

1685/9
چشمک ، چتون ، نیچی نگاہیں چاہ کی تیری مشعر ہیں
میر عبث بگڑے ہے ہم سے، آنکھ کہیں تو لگائی ہے

﴿1686﴾

1686/1	دنیا کی قدر کیا جو طلب گار ہو کوئی	کچھ چیز مال ہو تو خریدار ہو کوئی
1686/2	کیا ابرِ رحمت اب کے برستا ہے لطف سے	طاعت گزیں جو ہو، سو گنہ گار ہو کوئی
1686/3	کیا ضعف تن میں ہے جگر و دل، دماغ بن	پوچھے جو اس قشون میں سردار ہو کوئی
1686/4	ہم عاشقانِ زرد و زبون و نزار سے	مت کر ادائیں ایسی کہ بیزار ہو کوئی
1686/5	چپکے ہیں ہم تو حیرتِ حالاتِ عشق سے	کریے بیاں جو واقفِ اسرار ہو کوئی
1686/6	یکساں ہوئے ہیں خاک سے پامال ہو کے ہم	کیا اور اُس کی راہ میں ہموار ہو کوئی
1686/7	وہ رہ سکے ہے دل زدہ کچھ منتظر کھڑا	حیرت سے اس کے در پہ جو دیوار ہو کوئی
1686/8	یک نسخۂ عجیب ہے لڑکا طبیب کا	کچھ غم نہیں ہے اُس کو جو بیمار ہو کوئی

1686/9
کیا اضطرابِ دل سے کہے میر سرِ عشق
یہ حال سمجھے وہ جو گرفتار ہو کوئی

﴿1687﴾

1687/1	اِن حنائی دست و پا سے دل لگی سی ہے ابھی	میں نے ناخن بندی اپنی عشق میں کی ہے ابھی
1687/2	ہاتھ دل پر زور سے اپنے نہ رکھا چاہیے	چاک کی چھاتی مری، جراح نے سی ہے ابھی
1687/3	ایک دم دکھلائی دیتا بھی تو مرتے آ کہیں	شوق سے آنکھوں میں کوئی دم مرا جی ہے ابھی
1687/4	دیکھیں اک دو دم میں کیونکر تیغ اس کی ہو بلند	کوئی خوں ریز اُن نے اپنی میان سے لی ہے ابھی
1687/5	کس طرح ہوں معتقد ہم اتقائے شیخ کے	صبح کو رسمِ صبوحی سے تو مے پی ہے ابھی
1687/6	آگے کب کب اُٹھتے تھے سناٹے سے باغ میں	طرز میرے نالے کی، بلبل نے سیکھی ہے ابھی

1687/7
زیرِ دیوار اُس کے کس اُمید پر تو میر ہے
ایک دو نے جان اس دروازے پر دی ہے ابھی

﴿1688﴾

1688/1	دیر سے ہم کو بھول گئے ہو، یاد کرو تو بہتر ہے	غم حرماں کا کب تک کھینچیں، شاد کرو تو بہتر ہے
1688/2	پہنچا ہوں میں دوری سے مرنے کے نزدیک آخر تو	قیدِ حیات سے بندے کو آزاد کرو تو بہتر ہے
1688/3	جو کریے گا حق میں میرے، خوبی ہے میری اُس ہی میں	داد کرو تو بہتر ہے، بے داد کرو تو بہتر ہے
1688/4	زخمِ دامن دارِ جگر سے جامہ گزاری ہو نہ گئی	ظلم نمایاں اب کوئی جو ایجاد کرو تو بہتر ہے

1688/5
عشق میں دم مارا نہ کبھو، تم چپکے چپکے میر کھپے
لوہو منہ سے مل کر اب فریاد کرو تو بہتر ہے

﴿1689﴾

1689/1	مل اہلِ بصیرت سے کچھ وے ہی دکھا دیں گے	لے خاک کی کوئی چٹکی، اکسیر بنا دیں گے
1689/2	پانی کی سی بوندیں تھیں سب اشک، نہ میں جانا	کپڑوں پہ گریں گے تو وے آگ جلا دیں گے
1689/3	سرگشتہ سا پھرتا ہے، کہتے ہیں بیاباں میں	گر خضر ملے گا تو ہم راہ بتا دیں گے

1689/4 اے کاش قیامت میں دیویں اُسے عاشق کو — گر حسنِ عمل کی واں لوگوں کو جزا دیں گے

1689/5 حاصل کڑے ہونے کا ابرو کی کمان اُس کی — دیکھیں گے چڑھی جس دم ہم سر کو نوا دیں گے

1689/6 ایدھر نہیں آتا وہ ، آوے تو تصدق کر — جی جامہ اُٹھا دیں گے ، گھر بار لٹا دیں گے

1689/7 معشوقوں کی گرمی بھی اے میرؔ قیامت ہے
چھاتی میں گلے لگ کر ٹک آگ لگا دیں گے

1690

1690/1 جنگل میں چشم کس سے بستی کی رہبری کی — صاحب ہی نے ہمارے[1] یہ بندہ پروری کی

1690/2 شب سن کے شور میرا کچھ کی نہ بے دماغی — اُس کی گلی کے سگ نے کیا آدمی گری کی

1690/3 کرتے نہیں ہیں دل خوں اِس رنگ سے کسو کا — ہم دل شدوں کی اُن نے کیا خوب دلبری کی

1690/4 اللہ رے کیا نمک ہے آدم کے حسن میں بھی — اچھی لگی نہ ہم کو خوش صورتی پری کی

1690/5 ہے اپنی مہر ورزی جاں کاہ و دل گدازاں — اس رنج میں نہیں ہے اُمید بہتری کی

1690/6 رفتارِ ناز کا ہے پامال ایک عالم — اُس خود نما نے کیسی خودرائی ، خودسری کی

1690/7 اے کاش اب نہ چھوڑے صیاد قیدیوں کو — جی ہی سے مارتی ہے آزادی بے پری کی

1690/8 اس رشکِ مہ سے ہر شب ہے غیرتؔ سے لڑائی — بختِ سیہ نے بارے ان روزوں یاوری کی

1690/9 کھٹ پچریاں ہی کی ہیں صراف کے نے ہم سے — پیسے دے بیرونی کی پھیرے گئے[2] کھری کی

1690/10 گزرے بسانِ صرصر عالم سے بے تامل
افسوس میرؔ تم نے کیا سیر سرسری کی

1691

1691/1 اکثر کی بے دماغی ، ہر دم کی سرگرانی — اب کب گئی اُٹھائی ہے زور ناتوانی

1691/2 تم دل کو دیتے ہو تو بے دل سمجھ کے ہو جو — ہم نے تو قدر دل کی افسوس کچھ نہ جانی

1691/3 عہدِ شباب کی تو فرصت تھی ایک چشمک — مژگاں بہم زدن میں جاتی رہی جوانی

1691/4 حسرت سے دیکھ رہیو اے نامہ بر منہ اس کا — بس اور کچھ نہ کہیو ہرگز مری زبانی

1691/5 اس غیرتِ قمر کی خجلت سے تابِ رخ کی — آئینہ تو سراسر ہوتا ہے پانی پانی

1691/6 مرزائی فقر میں بھی دل سے گئی نہ میرے — چہرے کے رنگ اپنی چادر کی زعفرانی

1691/7 یوں میرؔ تو غم اپنا برسوں کہا کریں گے
اب رات کم ہے ، سوؤ ، بس ہو چکی کہانی

---

[1] نسخۂ آسی اور مجلس میں 'ہماری' ہے نسخۂ کالج کا 'ہمارے' بہتر ہے۔

[2] اس شعر کے متن میں اختلاف بھی بہت سے ہیں، لیکن مفہوم واضح نہیں، 'پھیرے گئے' آسی و مجلس 'پھر لے گئے' نسخۂ کالج 'پھر لے گئی' نسخۂ طبع دوم وضاحت شعر تک ان متون میں سے کسی کو بہتر قرار نہیں دیا جا سکتا۔

1692

1692/1
چلو چمن میں جو دل کھلے ٹک، بہم غمِ دل کہا کریں گے
طیور ہی سے بُکا کریں گے، گلوں کے آگے بُکا کریں گے

1692/2
قرار دل سے کیا[1] ہے اب کے، کہ رک کے گھر میں نہ مریے گا یوں
بہار آئی جو اپنے جیتے تو سیر کرنے چلا کریں گے

1692/3
ہلاک ہونا مقرری ہے مرض سے دل کے، پہ تم کڑھو ہو
مزاجِ صاحب اگر ادھر ہے، تو ہم بھی اپنی دوا کریں گے

1692/4
برا ہے دل کا ہمارے لگنا لگانا[2] غصے سے عاشقی کے
نچی جبیں سے گلی میں اُس کی، خراب و خستہ پھرا کریں گے

1692/5
وصالِ خوباں نہ کر تمنا کہ زہر شیریں لبی ہے اُن کی
خراب و رسوا جدا کریں گے، ہلاک مل کر جدا کریں گے

1692/6
اگر وہ رشکِ بہار سمجھے کہ رنگ اپنا بھی ہے اب ایسا
ورق خزاں میں جو زرد ہوں گے، غمِ دل اُس پر لکھا کریں گے

1692/7
غمِ محبت میں میر ہم کو ہمیشہ جلنا، ہمیشہ مرنا
صعوبت ایسی، دماغ رفتہ، کہاں تک ہم وفا کریں گے

1693

1693/1
سنو سرگزشت اب ہماری زبانی — سنی گرچہ جاتی نہیں یہ کہانی

1693/2
بہت نذریں مانیں کہ مانے گا کہنا — ولیکن مری بات ہرگز نہ مانی

1693/3
بہت مو پریشاں کھنچے اُس کے غم میں — خدا جانے ہے بید کس کی نشانی

1693/4
گیا بھول جی شیب میں جو ہمارا — بہت یاد آئی، گئی وہ جوانی

1693/5
توقع نہیں یاں تک آنے کی اُن سے — اگر لطف مجھ پر کریں، مہربانی

1693/6
کریں ضبطِ گریہ سے دل کی عمارت — ہوئی چشمِ تر اس خرابے کی بانی

1693/7
ملا دیتی ہے خاک میں آدمی کو — محبت ہے کوئی بلا آسمانی

1693/8
گرامی گہر میر جی تھا ہمارا
ولے عشق میں قدر ہم نے نہ جانی

1694

1694/1
چلتے ہو تو چمن کو چلیے، کہتے ہیں کہ بہاراں ہے — پات پرے ہیں، پھول کھلے ہیں، کم کم باد و باراں ہے

1694/2
رنگ ہوا سے یوں ٹپکے ہے جیسے شراب چواتے ہیں — آگے ہو مے خانے کے نکلو، عہدِ بادہ گساراں ہے

---

[1] تمام نسخوں میں 'قرار دل سے گیا' ہی درج ہے، سرسری خواندگی میں یہ غلط نہیں لگتا، حالاں کہ غلط ہے۔ اس لیے ہم نے فاروقی صاحب کی 'کیا' کو اختیار کیا ہے، شعر شور انگیز جلد چہارم، ص ۴۶۲۔

[2] ہمارے نزدیک 'لگنا لگانا' کے درمیان وقفہ (،) درج کرنا درست نہیں، نسخۂ مجلس میں یہی کیا گیا ہے۔

1694/3 عشق کے میداں داروں میں بھی مرنے کا ہے وصف بہت ۔۔۔ یعنی مصیبت ایسی اُٹھانا کارِ کار گزاراں ہے

1694/4 دل ہے داغ، جگر ہے ٹکڑے، آنسو سارے خون ہوئے ۔۔۔ لوہو پانی ایک کرے ، یہ عشقِ لالہ عذراں ہے

1694/5 کوہ کن و مجنوں کی خاطر دشت و کوہ میں ہم نہ گئے
عشق میں ہم کو میرؔ نہایت پاسِ عزت داراں ہے

1695

1695/1 ہم اس مرتبہ پھر بھی لشکر گئے ۔۔۔ تعب ایسی گزری کہ مر مر گئے

1695/2 نظر اک سپاہی پسر سے لڑی ۔۔۔ قریب اُس کے تلوار کر کر گئے

1695/3 بہم مہر ورزی کے سرگرم تھے ۔۔۔ خدا جانے وہ لوگ کیدھر گئے

1695/4 لہو میری آنکھوں میں آتا نہیں ۔۔۔ جگر کے مگر زخم سب بھر گئے

1695/5 رباطِ کہن میں نہیں میرؔ جی
ہَوا جو لگی ، وے بھی باہر گئے

1696

1696/1 کب وعدے کی رات وہ آئی، جو آپس[1] میں نہ لڑائی ہوئی ۔۔۔ آخر اُس اوباش نے مارا، رہتی نہیں ہے آئی ہوئی

1696/2 چاہ میں اُس بے اُلفت کی گھبراہٹ دل ہی کو تو نہیں ۔۔۔ سارے حواسوں میں ہے تشتت، جان بھی ہے گھبرائی ہوئی

1696/3 گرچہ نظر ہے پشتِ پا پر ، لیکن قہر قیامت ہے ۔۔۔ گڑ جاتی ہے دل میں ہمارے، آنکھ اُس کی شرمائی ہوئی

1696/4 جنگل جنگل شوق کے مارے، ناقہ سوار پھرا کی ہے ۔۔۔ مجنوں جو صحرائی ہوا ، تو لیلیٰ بھی سودائی ہوئی

1696/5 دودِ دل ، سوزانِ محبت ، محو جو ہو تو عرش پہ ہو ۔۔۔ یعنی دور بجھے گی جا کر، عشق کی آگ لگائی ہوئی

1696/6 چتون کے انداز[2] سے ظالم ترکِ مروّت پیدا ہے ۔۔۔ اہلِ نظر سے چھپتی نہیں ہے آنکھ کسو کی چھپائی ہوئی

1696/7 میرؔ کا حال نہ پوچھو کچھ تم، کہنہ رباط سے پیری میں
رقص کناں بازار تک آئے ، عالم میں رسوائی ہوئی

1697

1697/1 موسم ہے، نکلے شاخوں سے پتے ہرے ہرے ۔۔۔ پودے چمن میں پھولوں سے دیکھے بھرے بھرے

1697/2 آگے کسو کے کیا کریں دستِ طمع دراز ۔۔۔ وہ ہاتھ سو گیا ہے سرہانے دھرے دھرے

1697/3 کیا سمجھے اُس کے رتبۂ عالی کو اہلِ خاک ۔۔۔ پھرتے ہیں جوں سپہر بہت ہم ورے ورے

1697/4 مرتا تھا میں تو ، باز رکھا مرنے سے مجھے ۔۔۔ یہ کہہ کے، کوئی ایسا کرے ہے ارے ارے

1697/5 گلشن میں آگ لگ رہی تھی رنگِ گل سے میرؔ
بلبل پکاری دیکھ کے ، صاحب پرے پرے

---

1. نسخۂ آسی و عبادت و مجلس میں ’اُس‘ درج ہے، شعر کے مفہوم کے مطابق بھی اور یہ کہ نسخۂ کالج اور طبع دوم میں ’آپس‘ درج ہے، یہی اختیار کیا ہے۔
2. آسی کے یہاں ’چتون کی آغاز‘ درست نہیں، یہی غلطی طبع دوم میں بھی ہے، نسخۂ کالج کا متن درست ہے۔

1698

1698/1 ہماری تیری مودّت ہے، دوست داری ہے ... ہزار سابقوں سے سابق ایک یاری ہے

1698/2 گئی وہ نوبتِ مجنوں کہ نام باجے تھا ... ہمارا شورِ جنوں اب ہے اپنی باری ہے

1698/3 کریں تو جا کے گدایانہ اس طرف آواز ... اگر صدا کوئی پہچانے، شرم ساری ہے

1698/4 مسافرانِ رہِ عشق ہیں شکیب سے چپ ... وگرنہ حال ہمارا تو اضطراری ہے

1698/5 خرابی حال کی دل خواہ جو تمہارے تھی ... سو خطرے میں نہیں، خاطر ہمیں تمہاری ہے

1698/6 ہمیں ہی عشق میں جینے کا کچھ خیال نہیں ... وگرنہ سب کے تئیں جان اپنی پیاری ہے

1698/7 نگاہ غور سے کر میر سارے عالم میں ... کہ ہووے عینِ حقیقت وہی تو ساری ہے

1699

1699/1 نہ خاطر پر الم تیرے، نہ دل پر کچھ ستم تیرے ... محلِ رحم ہوویں کس طرح مظلوم ہم تیرے

1699/2 جو ٹک بھی سایہ گستر ہوگا تو اس خشک مزرع پر ... بہت ہم ہوں گے احساں مند اے ابرِ کرم تیرے

1699/3 اُنہی کی طبعِ جاں اے میر مائل ہوگی سنبل کی ... نہیں دیکھے جنھوں نے گیسوئے پُر پیچ و خم تیرے

1700

1700/1 عشق میں کھوئے جاؤ گے، تو بات کی تہ بھی پاؤ گے ... قدر ہماری کچھ جانو گے، دل کو کہیں جو لگاؤ گے

1700/2 صبر کہاں بے تابی دل سے، چین کہاں بے خوابی سے ... سو سو یار گلی میں تکتے، گھر سے باہر آؤ گے

1700/3 شوق کمال کو پہنچا تو نہیں خط و کتابت، حرف و سخن ... قاصد کے محتاج نہ ہو گے، آپ ہی دوڑے جاؤ گے

1700/4 صنعت گریاں صاحب بندہ دل کی لگی کب پیش گئیں ... ایک نہیں وہ سننے کا، تم باتیں بہت بناؤ گے

1700/5 چاہ کیے درویش ہوئے تو آب و خورش کی فکر نہیں ... لوہو پیو گے اپنا ہر دم، غم غصہ ہی کھاؤ گے

1700/6 رنگ محبت کے ہیں کتنے، کوئی تمہیں خوش آوے گا ... خون کرو گے یا دل کو، یا داغ جگر پہ جلاؤ[1] گے

1700/7 رہتے ہیں مبہوتِ اُلفت، ہیں گم گشتہ کلفت میں ... بھولے بھولے آپ بھی پھرو گے، کس کو راہ بتاؤ گے

1700/8 اشک تو پانی سے ہیں لیکن جلتے جلتے آویں گے ... دل کی لگی حیران ہوں[2] صاحب کس ڈھب مل کے بجھاؤ گے

1700/9 چاہت میر سبھی کرتے ہیں، رنج و تعب میں رہتے ہیں ... تم جو ابھی[3] بے تاب ہوا یسے، جی سے ہاتھ اُٹھاؤ گے

1701

1701/1 اب کے سفر کو ہم سے وہ مہ جدا گیا ہے ... رخصت میں لگ گلے سے چھاتی جلا گیا ہے

1701/2 فرہاد و قیس گزرے، اب شور ہے ہمارا ... ہر کوئی اپنی نوبت دو دن بجا گیا ہے

---

1. نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'جلاؤ گے' جب کہ آسی اور مجلس میں 'چلاؤ گے' لکھا ہے۔
2. نول کشور طبع دوم میں 'ہو'، آسی کے متن میں 'ہیں' اور نسخۂ کالج میں 'ہوں' ہے، یہی درکار، مطابق مفہوم شعر ہے۔
3. یہاں آسی کا متن 'ابھی' بہتر ہے، کالج کے نسخے اور طبع دوم میں 'آپ بھی' سہوِ کتابت لگتا ہے۔

1701/3 ضعفِ دماغ سے میں پھر کر نظر نہ دیکھا — کیا دیر میں پلک سے میری اُٹھا گیا ہے

1701/4 بے جا ہوئے بہت دل ، رفتار دیکھ اُس کی — عزلت گزینوں سے بھی کم ہی رہا گیا ہے

1701/5 رسوا ، خراب و غم کش ، دل باختہ[1] محبت — عاشق کو تیرے غم میں کیا کیا کہا گیا ہے

1701/6-7 اے میر شعر کہنا کیا ہے کمالِ انساں (قطعہ) یہ بھی خیال سا کچھ ، خاطر میں آ گیا ہے

شاعر نہیں جو دیکھا تو تُو[2] ہے کوئی ساحر

دو چار شعر پڑھ کر سب کو رِجھا گیا ہے

﴿1702﴾

1702/1 کہو سو کریے فراق اُس کا ، تو جی کو میرے کھپا گیا ہے

دروں تیں آگ اک لگا گیا ہے ، بروں کو یک سر جلا گیا ہے

1702/2 اگرچہ سارا بگڑ کے مجھ کو ، ولیک لطف و کرم سے پھر بھی

نشان میرے مزار کا وہ سرِ رہ اپنی بنا گیا ہے

1702/3 خرامِ شوخی کے ہم رہ اُس کے ، ہزار جانیں چلی گئی ہیں

رکھا ہے رہ میں قدم جو اُن نے تو میر کس سے رہا گیا ہے

﴿1703﴾

1703/1 صبر کر رہ جو وہ عتاب کرے — ورنہ کیا جانے کیا خطاب کرے

1703/2 عشق میں دل بہت ہے بے آرام — چین دیوے تو کوئی خواب کرے

1703/3 وقت یاں کم ہے ، چاہیے آدم — کرنا جو کچھ ہو سو شتاب کرے

1703/4 پھاڑ کر خط کو اُن نے پھینک دیا — نامہ بر اِس کا کیا جواب کرے

1703/5 ہے[3] برافروختہ جو خشم سے وہ — آتشِ شعلہ زن کو آب کرے

1703/6 ہے تو یک قطرہ خون ہی لیکن — قہر ہے دل جو اضطراب کرے

1703/7 میر اُٹھ بت کدے سے کعبے گیا

کیا کرے جو خدا خراب کرے

﴿1704﴾

1704/1 افسانہ خواں کا لڑکا کیا کہیے دیدنی ہے — قصہ ہمارا اُس کا یارو شنیدنی ہے

1704/2 اپنا تو دستِ کوتہ زہ تک بھی ٹک نہ پہنچا — نقاش سے کہیں وہ دامن کشیدنی ہے

1704/3 پروانہ مر مٹا ہے جل کر نہ کچھ کہا تو — اے شمع یہ زباں تو ظالم بریدنی ہے

1704/4 حسرت سے عاشقی کی پیری میں کیا کہیں ہم — دنداں نہیں ہیں منہ میں وہ لب گزیدنی ہے

---

1. نسخہ آ سی ص ۵۲۳ ،'دل باختہ' کو 'دل خستہ' سے بدلنے کی قیاس آرائی حاشیہ میں ہے ، صاف ظاہر ہے کہ میر کا متن 'دل باختہ' ہی ہے اور بہت بہتر ہے۔
2. نسخہ مجلس نے 'تُو تو' لکھا ہے ، ایسے الفاظ کو بغیر اعراب رکھنا ہی بہتر جن کی قرات دو یا زیادہ طرح ممکن ہو ، مثلاً یہاں 'تُو تو' بھی درست ہے اور 'تو تُو' بھی یکساں درست ہے۔ اس لیے جو دیکھا کے بعد وقفہ (،) بھی درج نہیں کیا جا رہا۔
3. اگرچہ دستیاب تمام نسخوں میں 'ہے' ہی درج ہوا تاہم 'ہو' اگر ہو تو بہتر ہے۔

1704/5
ہے راست میر صاحب کس کس کا حیف کریے
سر ہے فگندنی ہے ، قد ہے خمیدنی ہے

1705

1705/1 حال رہا ہو ہم میں کچھ تو حال کسو سے کہا جاوے — آن رہے ہیں[1] آج دموں پر کل تک کیوں کہ رہا جاوے

1705/2 اُس کی گلی وہ ظلم کدہ ہے ، آ نکلے جو کوئی واں — گردِ رہِ عشق آلودہ ، تو لوہو میں اپنے نہا جاوے

1705/3
آنکھوں کی خوں نابہ فشانی دیکھیں میر کہاں تک یہ
زرد ہمارے رخساروں پر ہر دم خون بہا جاوے

1706

1706/1 عشق چھپا کر پچھتائے ہم ، سوکھ گئے ، رنجور ہوئے — یعنی آنسو پی پی گئے ، سو زخمِ جگر ناسور ہوئے

1706/2 ہم جو گئے سرمستِ محبت اُس اوباش کے کوچے میں — کھائیں کھڑے تلواریں اس کی، زخمی نشے میں چور ہوئے

1706/3 کوئی نہ ہم کو جانے تھا ، ہم ایسے تھے گم نام آگے — یمنِ عشق سے رسوا ہو کر شہروں میں مشہور ہوئے

1706/4 کیا باطل ناچیز یہ لونڈے قدر پر اپنی نازاں ہیں — قدرتِ حق کے کھیل تو دیکھو، عاشق بے مقدور ہوئے

1706/5 سر عاشق کا کاٹ کے اُن کو سر بہ گریباں رہنا تھا — سو تو پگڑی پھیر رکھی ہے اور بھی وے مغرور ہوئے

1706/6 زرد و زبون و زار ہوئے ہیں، لطف ہے کیا اس جینے کا — مردے سے بھی برسوں کے ہم ہجراں میں بے نور ہوئے

1706/7
پاس ہی رہنا اکثر اس کے میر سبب تھا جینے کا
پہنچ گئے مرنے کے نزدیک اُس سے جو ٹک دُور ہوئے

1707

1707/1 جو بحث جی سے وفا میں ہے سو تو حاضر ہے — پہ فرطِ شوق سے مجھ کو ملالِ خاطر ہے

1707/2 وصال ہووے تو قدرت نما ہے قدرت کی — نہ ہم کو قدر نہ قدرت ، خدا ہی قادر ہے

1707/3 مسافرانہ ملے تو کہا شرارت سے — غریب کہتے ہیں لوگ اِن کو یہ بھی[2] نادر ہے

1707/4 کسو سیاق سے تحریر طولِ شوق نہ ہو — زبانِ خامہٴ لستان اس میں قاصر ہے

1707/5
بہم رکھا کرو شطرنج ہی کی[3] بازی کاش
نہ میر بار ہے خاطر کا ، یار شاطر ہے

1708

1708/1-2 ہوتی نہیں تسلیِ دل گلستاں سے بھی (قطعہ)[4] — تسکیں نہیں ہے جان کو آبِ رواں سے بھی
تا یہ گرفتہ وا ہو ، کہاں لے کے جایئے — آئے ہیں اس کی غنچگی میں تنگ جاں سے بھی

1708/3 آگے تھی شوخی ہم سے کنایوں میں، چپ تھے ہم — مشکل ہے، اب برا لگے کہنے زباں سے بھی

---

1. نسخۂ آسی اور مجلس میں 'آن رہی ہے' ہے۔ نول کشور دوم میں 'آن رہی ہیں' ان میں سب سے بہتر نسخۂ کالج کا متن ہے جو مذکورِ شعر ہے۔
2. نسخۂ آسی اور مجلس کے نسخوں میں 'کو بھی یہ نادر ہے' ہے جب کہ نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'کو، یہ بھی نادر ہے' بہتر متن ہے۔
3. یہاں بھی اتباعِ نسخۂ کالج و طبع دوم ہے ورنہ آسی و مجلس کے نسخوں میں 'کی ہی' درج ملتا ہے۔ یہاں وجہ ترجیح روانیِ مصرعہ ہے۔
4. اس غزل کے پہلے دونوں شعر باہم مربوط اور مسلسل بسلسلۂ کلام ہے لیکن کسی نسخے نے انہیں قطعہ بند درج نہیں کیا۔

1708/4 ہر چند دستِ بیخ جواناں ہوں میں ، ولے — اک اعتقاد رکھتا ہوں پیرِ مغاں سے بھی

1708/5 جھنجھلاہٹ اور غصے میں ہجرانِ یار کے — جھگڑا ہمیں رہے ہے زمین آسماں سے بھی

1708/6 دنیا سے درگزر کہ گزر گہ عجب ہے یہ — در پیش یعنی میرؔ ہے جانا جہاں سے بھی

1708/7 لشکر میں ہے نقیب اسی بات کے لیے
کہتے ہیں لوگ کوچ ہے کل صبح یاں سے بھی

﴿1709﴾

1709/1 عشق کیا ہے جب سے ہم نے ، دل کو کوئی ملتا ہے — اشک کی سرخی ، زردیِ چہرہ کیا کیا رنگ بدلتا ہے

1709/2 روزِ وداع لگا چھاتی سے ، وہ جو خوش پرکار گیا — دل تڑپے ہے، جان کھپے ہے، سینہ سارا جلتا ہے

1709/3 گور بغیر آرام گہ اُس کو دنیا میں پھر کوئی نہیں — عشق کا مارا آوارہ جو گھر سے اپنے نکلتا ہے

1709/4 ضعفِ دماغی جس کو ہووے عشق کے رنج و محنت[1] سے — جی بھی سنبھلتا ہے اُس کا پر بعد از دیر سنبھلتا ہے

1709/5 شورِ جرس شب گیر کا ، غافل تیاری کا تکیہ ہے — یعنی آنکھ نہ لگنے پاوے ، قافلہ صبح کو چلتا ہے

1709/6 بال نہیں عاشق کے بدن پر، ہر بُنِ مو سے نکلا دُور — بل کر اُس کو جلاتے کیا ہو، آپ ہی جلتا بلتا ہے

1709/7 میرؔ ستم کشتہ کی سماجت ہے مشہور زمانے کی
جان دیے بن آگے سے اُس کے کب وہ ظالم ٹلتا ہے

﴿1710﴾

1710/1 جب سے ستارہ صبح کا نکلا، تب سے آنسو جھمکا ہے — دل تڑپا[2] جو اُس مہ رو بن ، سر کو ہمارے دھمکا ہے

1710/2 آمد و رفتِ دم کے اوپر ہم نے بنائے زیست رکھی — دم سو ہوا ہے آوے نہ آوے، کس کو بھروسا دم کا ہے

1710/3 کہہ صوفی چل مے خانے میں، لطف نہیں اب[3] مسجد میں — ابر ہے باراں بادِ نرمک ، رنگ بدن میں جھمکا ہے

1710/4 کیا اُمیدِ رہائی رکھے ، ہم سا رفتہ وارفتہ — دل اپنا تو زنجیری اُس زلفِ خم در خم کا ہے

1710/5 دل کی نہیں بیماری ایسی جس میں ہو امید بھی
کیا سنبھلے گا میرؔ ستم کش ، وہ تو مارا غم کا ہے

﴿1711﴾

1711/1 خواہش دل کی کس سے کہیے ، محرم تو ناپیدا ہے — چپ ہیں کچھ کہہ سکتے نہیں پر جی میں ہمارے کیا کیا ہے

1711/2 ہیں متوقعِ پرسش اُس کے ہم جو گرے ہیں بستر پر — رہنا اس بدحالی ہی سے اپنے حق میں اچھا ہے

1711/3 میرؔ جی کی بیماریِ دل کو کب سے ہم سب سنتے ہیں
پوچھے کوئی مزاج کو اس کے، ان روزوں میں کیسا ہے

---

1. اس شعر میں نسخۂ کالج کا متن درست نہیں، 'رنج و محنت' کی جگہ 'رنج و محبت' درج ہے، آسی اور طبع دوم میں 'محنت' درست ہے۔
2. نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'دل تڑپا اُس' میں 'جو' مندرج نہیں۔ فائق صاحب کا خیال ہے کہ یوں مصرع ناموزوں سا ہو جاتا ہے۔ البتہ اس متن میں ترسیلِ معنی سہل اور سریع ہیں اور مصرع زیادہ رواں ہے۔
3. نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'میں' کے بعد 'اب' بھی درج ہے لیکن آسی کا متن بہتر ہے، یوں مصرع زیادہ رواں اور موزوں ہے۔

﴿1712﴾

1712/1 صبر کیا جاتا نہیں ہم سے، ضعف بھی ہے، بیتابی ہے — سہل نہیں ہے جی کا ڈھہنا، کیسی خانہ خرابی ہے

1712/2 آگے ایسا نکھرا نکھرا، کاہے کو میں پھرتا تھا — جب سے آنکھ لگی اُس مہ سے، رنگ مرا مہتابی ہے

1712/3 کس سے سبب میں پوچھوں یارب اپنی سوزشِ سینہ کا — چھاتی جو جلتی رہتی ہے ات گت، آگ مگریاں دابی ہے

1712/4 رنج ومحن نے عشق کے مجھ کو راحت سے مایوس کیا — دل کے تئیں بیتابی ہے، میری آنکھوں کو بے خوابی ہے

1712/5 ابر کوئی رویا ہے شاید برسوں وادیِ لیلیٰ میں — سیر کیا وہ قطعہ زمیں کا، اب تک بھی سیرابی ہے

1712/6 شہرِ حسن عجب بستی ہے، ڈھونڈے پیدا مہر نہیں — ہے تو متاعِ گراں قیمت، پر اس کی بلا نایابی ہے

1712/7 در بہ در و رسوا و عاشق، شاعر، شاغل، کامل میر
گہ کعبے میں، دَیر میں گاہے، کیا کافر ہربابی[1] ہے

﴿1713﴾

1713/1 دل کی بات کہی نہیں جاتی، چپکے رہنا ٹھانا ہے — حال اگر ہے ایسا ہی تو جی سے جانا جانا ہے

1713/2 اُس کی نگاہِ تیز ہے میرے دوش و بر پر ان روزوں — یعنی دل پہلو میں میرے تیرِ ستم کا نشانا ہے

1713/3 دل جو رہے تو پاؤں کو بھی دامن میں ہم کھینچ رکھیں — صبح سے لے کر سانجھ تلک اودھر ہی آنا جانا[2] ہے

1713/4 سرخ کبھو آنسو ہیں ہوتے، زرد کبھو ہے منہ میرا — کیا کیا رنگ محبت کے ہیں، یہ بھی ایک زمانا ہے

1713/5 اس نومیدیِ بے غایت پر، کس مقدار کڑھا کریے — دو دم جیتے رہنا ہے تو قیامت تک مر جانا ہے

1713/6 فرصت ہے یاں کم رہنے کی بات نہیں کچھ کہنے کی — آنکھیں کھول کے کان جو کھولو، بزمِ جہاں افسانہ ہے

1713/7 فائدہ ہوگا کیا مترتب، ناصح ہرزہ درائی سے — کس کی نصیحت کون سنے ہے عاشق تو دیوانا ہے

1713/8 تیغ تلے ہی اُس کے کیوں نہ گردن ڈال کے جا بیٹھیں — سر تو آخر کار ہمیں بھی خاک کی اور جھکانا ہے

1713/9 آنکھوں کی یہ مردم داری دل کو کسو دلبر سے ہے
طرزِ نگہ طرّاری ساری میر تمھیں پہچانا ہے

﴿1714﴾

1714/1 کلید پیچ اگر رقعہ یار کا آوے — تو دل کہ قفل سا بستہ ہے، کیسا کھل جاوے

1714/2 ہماری جان لبوں پر سے سوئے گوش گئی — کہ اُس کے آنے کی سن گن کچھ اب بھی یاں پاوے

1714/3 بہار لوٹیں[3] ہیں میر اب کے طائرِ آزاد
نسیم کیا ہے دو گل برگ اگر ادھر لاوے

﴿1715﴾

1715/1 میں اُس کی جدائی میں تصدیع بہت پائی — درویشی و کم پائی، بے صبری و تنہائی

---

[1] نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'ہربابی' جب کہ آسی کے نسخے میں 'حربابی' املا درج ہوا ہے۔
[2] متن برطابق نسخۂ آسی ہے، نسخۂ کالج میں 'جانا آنا' درج ہوا ہے۔
[3] آسی کے نسخے میں 'لوٹے ہیں'، مجلس کے یہاں 'لوٹیں ہیں' اختلاف مذکور نہیں۔

1715/2 اِس رفتہ کی جاں بخشی تک آتے ہوئی[1] اُس کے — رکھتے ہی قدم ، مجھ میں پھر جان گئی آئی

1715/3 تھا صبر وسکوں جب تک رہتا تھا مجھے غش سا — بے تابیِ دل سر پر اک اور بلا لائی

1715/4 اس میری جراحت پر کل داورِ محشر بھی — ڈرتا ہوں کہے ، رنجھا ، کیا تیغِ ستم کھائی!

1715/5 اے میر کسے دیں ہیں جب تک نہ نصیبا ہو
کر شکر ملی ہے جو اس در کی جبیں سائی

《1716》

1716/1 کیا کیا ہم نے رنج اُٹھائے ، کیا کیا ہم بھی شکیبا تھے — دو دن جوں توں جیتے رہے سو مرنے ہی کے مہیا تھے

1716/2 عشق کیا سو باتیں بنائیں ، یعنی شعر شعار ہوا — بیتیں جو وے مشہور ہوئیں تو شہروں شہروں رسوا تھے

1716/3 کیا پگڑی کو پھیر کے رکھتے ، کیا سر نیچے نہ ہوتا تھا — لطف نہیں اب کیا کہیے کچھ آگے ہم بھی کیا کیا تھے

1716/4 اب کے وصال قرار دیا ہے ، ہجر ہی کی سی حالت ہے[2] — ایک سمیں میں دل بے جا تھا تو بھی ہم وے یک جا تھے

1716/5 کیا ہوتا جو پاس اپنے اے میر کبھو وے آ جاتے
عاشق تھے ، درویش تھے آخر ، بے کس بھی تھے ، تنہا تھے

《1717》

1717/1 رنج کی اُس کے جو خبر گزرے — رفتہ وارفتہ اُس کا مر گزرے

1717/2 ایک پل بھی نہ اُس سے آنسو پنچھے[3] — روتے مجھ کو پہر پہر گزرے

1717/3 جوئے خوں آنکھوں سے بھی شاید — خون سے میرے وے بھی[4] گزرے

1717/4 راہِ جاناں سے ہے گزر مشکل — جان ہی سے کوئی مگر گزرے

1717/5 مارے غیروں کو یا مُرے عاشق — کچھ نہ کچھ چاہیے کہ کر گزرے

1717/6 غنچہ ہو شرم سے ان آنکھوں کے — گلِ نرگس اگر نظر گزرے

1717/7 سر کا جانا ہی ہر قدم ہے میر
کیا کوئی اُس کی راہ پر گزرے

《1718》

1718/1 جب سے آنکھیں کھلی ہیں اپنی درد و رنج و غم دیکھے — ان ہی دیدۂ نم دیدوں سے کیا کیا ہم نے ستم دیکھے

1718/2 سر جانے کی اور اپنے زنہار نگاہ نہ کی ہم نے — اُٹھ کے اندھا دھند آئے چلے ہی اس ظالم کے قدم دیکھے

1718/3 عالم ہیئتِ مجموعی سے ایک عجیب مرقع ہے — ہر صفحے میں ورق ہیں اس کے دیکھے تو عالم دیکھے

1718/4 زخم نہ ہوویں کیونکر غائر چھاتی میں دل خستوں کی — تیرِ نگاہِ یار جگر پر لگتے ہوئے پیہم دیکھے

---

[1] نسخۂ آسی اور مجلس میں 'ہوئے' درج ہے، مصرع ناقابلِ فہم رہتا ہے۔ البتہ 'ہوئی' کے بعد معنی سمجھ آتے ہیں۔ اس لیے اسے بھی یائے معروف کی جگہ بھی یائے مجہول درج کرنے کی غلطی شمار کیا جائے گا۔

[2] نسخۂ آسی میں 'حالت میں' درج ہے جب کہ نسخۂ کالج میں 'حالت ہے' بہتر ہے یہی متن طبع دوم اور 'شعر شور انگیز' میں بھی ہے۔

[3] نول کشور دوم اور آسی کے یہاں 'آنسو پونچھے' درست نہیں، نسخۂ کالج میں 'پنچھے' ہے، یہی یہاں درکار ہے۔

[4] آسی کے نسخے میں 'خون سے میرے بھی دے در گزرے' درج ہے، متن بمطابق نسخۂ کالج اور طبع دوم ہے۔

1718/5
یار کے در پر ذکر ہے کیا ہنگامۂ روزِ محشر کا
اس کوچے میں قیامت سے تو میر بہت اودھم دیکھے

1719

1719/1
خواہشِ دل سے جی کی تاب گئی — آنکھیں اس سے لگیں سو خواب گئی

1719/2
پھول سے بھی تھی خوب دخترِ تاک — مغ بچوں میں رہی خراب گئی

1719/3
گر کر اُس کی گلی کی[1] خاک میں مفت — اشک کی موتی کی سی آب گئی

1719/4
بوئے گل یا نوائے بلبل تھی — عمر افسوس کیا شتاب گئی

1719/5
نمکِ حسنِ سبز سے اے میر
ساری کیفیتِ شراب گئی

1720

1720/1
یا رب اُس کا ستم سہا بھی جائے — پنجۂ خورشید کا گہا بھی جائے

1720/2
دیکھ رہیے خرامِ ناز اس کا — پر کسو پا سے گر رہا بھی جائے

1720/3
دردِ دل طول سے کہے عاشق — روبرو اس کے جو کہا بھی جائے

1720/4
حیرتِ گل سے آب جو ٹھٹھکا — بہے بہتیرا پر بہا بھی جائے

1720/5
کیا کوئی اُس گلی میں آوے میر
آوے تو لوہو میں نہا بھی جائے

1721

1721/1
اب ترک کر لباس توکل ہی کر رہے — جب سے کلاہ سر پہ رکھی ، در بہ در رہے

1721/2
اِس دشت سے غبار ہمارا نہ ٹک اُٹھا — ہم خانماں خراب نہ جانا کدھر رہے

1721/3
آئے سے اُس طرف کے ترے میں نے غش کیا — شکوہ بھی اس سے کیجیے جس کو خبر رہے

1721/4
دونوں طرف سے دیدہ درائی[2] نہیں ہے خوب — اس چاہ کا ہے لطف جو آپس میں ڈر رہے

1721/5
جب تک ہو خون دل میں، جگر میں، مژہ ہوں[3] نم — تہ کچھ بھی جو نہ ہووے تو کیا چشم تر رہے

1721/6
رہنا گلی میں اُس کی نہ جیتے جی ہو سکا — ناچار ہو کے واں جو گئے اب، سو مر رہے

1721/7
عاشق خراب حال ترے ہیں گرے پڑے — جوں لشکرِ شکستہ پریشاں اُتر[4] رہے

1721/8
عیب آدمی کا ہے جو رہے اُس دیار میں
مطلق جہاں نہ میر رواجِ ہنر رہے

---

[1] نسخۂ مجلس جلد سوم ص ۳۸۸، 'گلی میں کاک' سہو ہے، آسی کے یہاں 'گلی کی خاک' درست ہے۔

[2] یہاں پھر فائق صاحب نے 'دیدہ درائی' کو 'دیدہ ورائی' درج کیا، تمام کلیات میر میں یہ غلطی انہوں نے نہایت مستقل مزاجی سے کی ہے۔

[3] نسخۂ مجلس میں 'مژہ ہو نم' جب کہ آسی کے یہاں 'ہوں' ہے، یہ بہتر ہے۔

[4] نسخۂ آسی ص ۵۲۹ پر 'پریشاں اثر رہے' غلطی ہے، مجلس کے نسخے میں متن درست ہے لیکن اختلافِ نسخ مذکور نہیں۔

﴿1722﴾

1722/1 پھر اب چلو چمن میں، کھلے غنچے رک گئے — شاخوں سمیت پھول نہالوں کے جھک گئے
1722/2 چندیں ہزار دیدۂ گل رہ گئے کھلے — افسوس ہے چمن کی طرف تم نہ تک گئے
1722/3 بھڑکی تھی بس[1] کہ آتشِ گل پھول پڑ گیا
بال و پرِ طیور چمن، میر پھک گئے

﴿1723﴾

1723/1 آج ہمیں بے تابی سی ہے[2] صبر کی دل سے رخصت تھی — چاروں اور نگہ کرنے میں عالم عالم حسرت تھی
1723/2 کس محنت سے محبت کی تھی، کس خواری سے یاری کی — رنج ہی ساری عمر اُٹھایا، کلفت تھی یا اُلفت تھی
1723/3 بدنامی کیا عشق کی کہیے، رسوائی سی رسوائی ہے — صحرا صحرا وحشت بھی تھی، دنیا دنیا تہمت تھی
1723/4 راہ کی کوئی سنتا نہ تھا یاں رستے میں مانندِ جرس — شور سا کرتے جاتے تھے ہم، بات کی کس کو طاقت تھی
1723/5 عہد ہمارا تیرا ہے یہ جس میں گم ہے مہر و وفا — اگلے زمانے میں تو یہی لوگوں کی رسم و عادت تھی
1723/6 خالی ہاتھ، سیہ رو ایسے کاہے کو تھے گریہ کناں — جن روزوں درویش ہوئے تھے، پاس ہمارے دولت تھی
1723/7 جو اُٹھتا ہے یاں سے بگولا، ہم سا ہے آوارہ کوئی
اس وادی میں میر مگر سرگشتہ کسو کی تربت تھی

ردیف ی ے ___ دیوان پنجم

﴿1724﴾

1724/1 رات کو تھا کعبے میں مَیں بھی شیخِ حرم سے لڑائی ہوئی — سخت کدورت بیچ میں آئی، صبح تلک نہ صفائی ہوئی
1724/2 تہمت رکھ مستی کی مجھ پر شیخِ شہر کنے لایا — وہ بھی بگڑا حد سے زیادہ سن کر بات بنائی ہوئی
1724/3 شیشہ اُن نے گلے میں ڈلوا شہر میں سب تشہیر کیا — ہائے سیہ رو عاشق کی عالم میں کیا رسوائی ہوئی
1724/4 کیسی ہی شکلیں سامنے آویں مژگاں وا او دھر نہ کروں — حور و پری پر آنکھ نہیں پڑتی ہے کسو سے[3] لگائی ہوئی
1724/5 حوصلہ داری کیا ہے اتنی قدرت کچھ ہے خدا ہی کی — عالم عالم، جہاں جہاں جو غم کی ہم میں سمائی ہوئی
1724/6 دیکھ کے دست و پائے نگاریں چپکے سے رہ جاویں نہ کیوں — منہ بولے ہے یار و گویا مہندی اس کی رچائی ہوئی
1724/7 دل میں درد، جگر میں تپیدن، سر میں شور، آشفتہ دماغ — کیا کیا رنج اُٹھائے گئے ہیں جب سے اس سے جدائی ہوئی

---

[1] نسخۂ آسی میں 'جب کہ' ہے، نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'بس کہ' بہتر متن ہے۔
[2] نسخۂ آسی میں 'آج ہمیں بے تابی سے ہی۔۔۔' درست نہیں، نسخۂ کالج میں 'سی ہے' درست ہے، فائق صاحب کے خیال میں 'سی تھی' ہوتا تو معنی بالکل واضح ہو جاتے۔ حالاں کہ یہ صرف وضاحت نہ ہوتی، میر کے لفظ اور معنی بدلنا ہوتا۔ صبر کے رخصت ہونے پر بے تابی ہے، اس لیے 'تھی' کی قطعی کوئی ضرورت یاں نہیں ہے۔
[3] نسخۂ آسی و مجلس میں اس شعر کے متن میں نسخۂ کالج اور طبع دوم سے تین اختلاف ہیں، 'کیسی شکلیں' بجائے 'کیسی ہی شکلیں'، 'حور پری' بجائے 'حور و پری' اور 'کسو کی' بجائے 'کسو سے'، ہم نے قدیم متن کو ترجیح دی ہے۔

1724/8 ہفتم چرخ سے اودھر ہو کر، عرش کو پہنچی میری دعا
اور رسائی کیا ہوتی ہے گو کہ کہیں نہ رسائی ہوئی

1724/9 دودِ دلِ سوزانِ محبت محو جو ہو تو عرش پہ ہو
دور بجھے گی یعنی جا کر عشق کی آگ لگائی ہوئی

1724/10 یہ یہ بلائیں سر پر ہیں تو آج موے کل دوسرا دن
یاری ہوئی، بیماری ہوئی، درویشی ہوئی، تنہائی ہوئی

1724/11 اتنی لگو ہیں[1] چشم کسو کی قہر قیامت آفت ہے
تم نے دیکھی نہیں ہے صاحب آنکھ کوئی شرمائی ہوئی

1724/12 جب موسم تھا وا ہونے کا تب تو شگفتہ ٹک نہ ہوا
اب جو بہت افسردہ ہوا ہے، دل ہے کلی مرجھائی ہوئی

1724/13 اس کی طرف جو لی ہم نے ہے اپنی طرف سے پھرا عالم
یعنی دوستی سے اس بت کی دشمن ساری خدائی ہوئی

1724/14 ہم قیدی بھی موسمِ گل کی کب سے توقع رکھتے تھے
دیر بہار آئی اب کے پہ اسیروں کی نہ رہائی ہوئی

1724/15 کہنا جو کچھ جس سے ہوگا سامنے میر کہا ہوگا
بات نہ دل میں پھر گئی ہوگی منہ پر میرے آئی ہوئی

1725

1725/1 مجھ کو مارا بھلا کیا تو نے
پر وفا کا برا کیا تو نے

1725/2 حسرتیں اس کی سر پٹکتی ہیں
مرگِ فرہاد کیا کیا تو نے

1725/3 وہ جو کہتا تھا تو ہی کریو قتل
میر کا سو کہا کیا تو نے

1726

1726/1 آنکھوں کی طرف گوش کی در پردہ نظر ہے
کچھ یار کے آنے کی مگر گرم خبر ہے

1726/2 یہ راہ و روش سرو گلستاں میں نہ ہوگی
اُس قامتِ دل چسپ کا انداز دگر ہے

1726/3 یہ بادیۂ عشق ہے البتہ ادھر سے
بچ کر نکل اے سیل[2] کہ یاں شیر کا ڈر ہے

1726/4 وہ ناوکِ دل دوز ہے لاگو مرے جی کا
تو سامنے ہو ہم دم اگر تجھ کو جگر ہے

1726/5 کیا پھیل پڑی مدتِ ہجراں کہ نہ پوچھو
مہ سال ہوا ہم کو، گھڑی ایک پہر ہے[3]

1726/6 کیا جان کہ جس کے لیے منہ موڑتے تم سے
تم آؤ چلے، داعیہ کچھ تم کو اگر ہے

1726/7 تجھ سا تو سوار ایک بھی محبوب نہ نکلا
جس دلبرِ خود کام کو دیکھا، سو نفر ہے

1726/8 شب شور و فغاں کرتے گئی مجھ کو تو اب تو
دم کش ہو ٹک اے مرغِ چمن وقتِ سحر ہے

1726/9 سوچے تھے کہ سودائے محبت میں ہے کچھ سود
اب دیکھتے ہیں اس میں تو جی ہی کا ضرر ہے

1726/10 شانے پہ رکھا ہار جو پھولوں کا تو لچکی
کیا ساتھ نزاکت کے رگِ گل سی کمر ہے

1726/11 کر کام کسو دل میں گئی عرش پہ تو کیا
اے آہِ سحر گاہ اگر تجھ میں اثر ہے

1726/12 پیغام بھی کیا کریے کہ اوباش ہے ظالم
ہر حرفِ میاں دار پہ شمشیر و سپر ہے

---

[1] نول کشور دوم اور پیرودی میں نسخۂ آسی اور مجلس میں نہایت غلط متن درج ہوا، 'اتنے لوگوں میں'۔ نسخۂ کالج میں 'اتنی لگو ہیں' درست لگتا ہے۔ کم سے کم بے معنی نہیں ہیں۔ تاہم 'ہیں' اور 'ہے' کی مطابقت نہیں ہوئی۔

[2] نسخۂ آسی اور تتبع میں مجلس کی اشاعت میں 'پیل' درج ہے، شاید 'شیر' کی رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے، نسخۂ کالج اور طبع دوم کے متن 'سیل' کو اختیار دکھائی دیا ہے، 'پیل' (ہاتھی) آخر کسے قرار دیا جائے گا؟ سیل تو گریۂ عاشق کا بہایا ہوا، بادیہ، بادیہ پھرتا ہے۔

[3] یہ مصرع نسخۂ کالج اور طبع دوم کے مطابق ہے۔ آسی، عبادت اور مجلس میں متن یوں ہے 'مہ سال ہوا ایک، گھڑی ہم کو پہر ہے'۔

1726/13 ہر بیت میں کیا میر تری باتیں گتھی ہیں
کچھ اور سخن کر کہ غزل سلکِ گہر ہے

﴿1727﴾

1727/1 کیا خانہ خرابی کا ہمیں خوف و خطر ہے — گھر ہے کسو گوشے میں تو مکڑی کا سا گھر ہے[1]

1727/2 میلان نہ آئینے کا اُس کو ہے نہ گل کا — کیا جانیے اب روئے دلِ یار کدھر ہے

1727/3 اے شمع اقامت کدہ اس بزم کو مت جان — روشن ہے ترے چہرے سے تو گرمِ سفر ہے

1727/4 اس عاشقِ دیوانہ کی مت پوچھ معیشت — دنداں بہ جگر، دست بہ دل، داغ بسر ہے

1727/5 کیا آگ کی چنگاریاں سینے میں بھری ہیں — جو آنسو مری آنکھ سے گرتا ہے شرر ہے

1727/6 ڈر جان کا جس جا ہے وہیں گھر بھی ہے اپنا — ہم خانہ خرابوں کو تو یاں گھر ہے نہ در ہے

1727/7 کیا پرسشِ احوال کیا کرتے ہو اکثر — ظاہر ہے کہ بیمارِ اجل روز بتر ہے

1727/8 رہتی ہیں الم ناک ہی وے آنکھیں جو اچھی — بدچشم کسو شخص کی شاید کہ نظر ہے

1727/9 دیدار کے مشتاق ہیں سب جس کے اب اس کی — کچھ شورشِ ہنگامۂ محشر میں خبر ہے

1727/10 سب چاہتے ہیں رشد مرا یوں تو پر اے میر
شاید یہی اک عیب ہے مانع کہ ہنر ہے

﴿1728﴾

1728/1 کیا کہیے کچھ بن نہیں آتی، جنگل جنگل ہو آئے — چھانو میں جا کے پھولوں[2] کی ہم عشق و جنوں کو رو آئے

1728/2 دل کی تلاش میں اُٹھ کے گئے تھے شاید یاں پیدا ہو سو — جان کا اپنی گرامی گوہر اس کی گلی میں کھو آئے

1728/3 آہوئے عرفاں صید انہوں کا گر نہ ہوا نقصان کیا — اُس عالم سے اِس عالم میں کسبِ کمال کو جو آئے

1728/4 کچھ کہنے کا مقام نہ تھا وہ وا ہوتا تو کہتے کچھ — آنا نہ آنا یکساں تھا واں ہوتے ادھر ہم گو آئے

1728/5 سب کہتے تھے چین کرے گا کچھ بھی نہ دیکھا جز سختی — پتھر رکھ کے سرہانے ہم ٹک اس کی گلی میں سو آئے

1728/6 کیا ہی دامن گیر تھی یا رب خاکِ بسمل گاہِ وفا — اُس ظالم کی تیغ تلے سے ایک گیا تو دو آئے

1728/7 سر دینا ٹھہرا کر ہم نے پاؤں کو باہر رکھا تھا
ہر سو ہو دشوار ہے پھرنا میر ادھر اب تو آئے

﴿1729﴾

1729/1 جوں ابر بے کسانہ روتے اُٹھے ہیں گھر سے — برسے ہے عشق اپنے دیوار اور در سے

1729/2 جمہور راہ اُس کی دیکھا کرے ہے اکثر — محفوظ رکھ الٰہی اس کو نظر گزر سے

1729/3 وحش اور طیر آنکھیں ہر سو لگا رہے ہیں — گردِرہ اُس کی دیکھیں، اُٹھ چلتی ہے کدھر سے

1729/4 شاید کہ وصل اس کا ہووے تو جی بھی ٹھہرے — ہوتی نہیں ہے اب تو تسکینِ دل خبر سے

---

[1] یہ مصرع نسخۂ آسی کے مطابق ہے، نسخۂ کالج اور طبع دوم میں بھی یہی متن ہے، مجلس کے مرتب نے جو مصرع درج کیا وہ صرف نسخۂ مجلس ہی میں درج ہوا، جلد چہارم، ص۱۳۵، 'گھر ہے کہ کسو گوشے میں مکڑے کا سا گھر ہے'۔

[2] مرتب نسخۂ مجلس نے بتایا کہ نسخۂ کالج میں 'بولوں' درست ہے، نول کشور دوم اور نسخۂ آسی میں 'پھولوں' غلط ہے اور خود بھی یہی 'غلط' متن (حسبِ معمول) درج کیا، ہم نے پھولوں کی چھانو کو بولوں کی 'چھانو' سے بہتر سمجھا ہے، تمام نسخوں میں 'چھانو' کا قدیم املا 'چھانہ' ہی درج ہوا ہے۔

1729/5 مدت سے چشم بستہ بیٹھا رہا ہوں لیکن — وہ روئے خوب ہرگز جاتا نہیں نظر سے

1729/6 گو ہاتھ وہ نہ آوے دل غم سے خون کرنا — ہے لاگ میرے جی کو اس شوخ کی کمر سے

1729/7 یہ گل نیا کھلا ہے بے بال تو قفس میں — کوئی کلی نہ نکلی مرغِ چمن کے پر سے

1729/8 دیکھو نہ چشمِ کم سے یہ آنکھ ڈبڈبائی — سیراب ابر ہوتے دیکھے ہیں چشمِ تر سے

1729/9 گلشن سے لے قفس تک آواز ایک سی ہے — کیا طائرِ گلستاں ہیں نالہ کش اثر سے

1729/10 ہر اک خراش ناخن جبہے سے صدر تک ہے — رجھواڑ[1] ہو تو پوچھے کوئی ہمیں ہنر سے

1729/11 یہ عاشقی ہے کیسی ایسے جیو گے کب تک
ترکِ وفا کرو ہو مرنے کے میرؔ ڈر سے

﴿1730﴾

1730/1 بس کہ ہے گردونِ دوں پرور دنی — ہووے پیوندِ زمیں یہ رفتنی

1730/2 بزم میں تے اب تو چل اے رشکِ صبح — شمع کے منہ پر[2] پھری ہے مردنی

1730/3 میں چراغِ صبح گاہی ہوں نسیم! — مجھ سے اک دم کے لیے کیا دشمنی

1730/4 مجھ سا محنت کش محبت میں نہیں — ہر زماں کرتا رہا ہوں جاں کنی

1730/5 کچھ گدا شاعر نہیں ہوں میرؔ میں
تھا مرا سر مشق دیوانِ غنی

﴿1731﴾

1731/1 بسانِ برق وہ جھمکے دکھاوے — ولے دل شرط ہے جو تاب لاوے

1731/2 اُڑاتا گڈی وہ باہر نہ آوے — مبادا مجھ کو بھی گڈا بناوے

1731/3 صبا سے میں جو لگ چل کر گیا واں — ہوا کھاوے کہا آنے نہ پاوے

1731/4 نزاکت سے بہت ہے کم دماغی — رکھے پگڑی پہ[3] گل، تیوری چڑھاوے

1731/5 بزن گاہ اس کشندے کی گلی ہے — وہی جاوے جو لوہو میں نہاوے

1731/6 نہ پوچھو فرشِ رہ کیا ہووے اس کا — جو اہلِ دل ہو تو آنکھیں بچھاوے

1731/7 بلا مغرور ہے وہ آتشیں خو — بہت منت کرو تو جی جلاوے

1731/8 پڑا تڑپا کیا میں دور پہروں[4] — عجب کیا ہے جو پاس اپنے بلاوے

1731/9 بتانِ دیر سے ایسی نہیں لاگ
خدا ہی ہو تو کعبے میرؔ جاوے

---

[1] نسخۂ آسی اور نول کشور دوم میں 'رجھوار' سے نسخۂ کالج کا 'رجھواڑ' بہتر ہے۔

[2] نول کشور دوم اور آسی کے نسخوں میں 'شمع کے اوپر' درج ہے جب کہ نسخۂ کالج میں 'منہ پر' ہے، 'رو پر' اگر ہوتا تو سب سے بہتر تھا، غالباً 'رو پر' کو کاتب نے 'اوپر' بنا دیا ہے۔

[3] نسخۂ کالج میں 'بگڑی پہ' درست نہیں، نہیں معلوم مرتب نسخۂ مجلس (ص ۱۳۹، جلد چہارم) نے اسے صحیح کیوں درج کیا (اور پھر شاملِ متن بھی) نسخۂ طبع دوم میں 'پگڑی' ہے لیکن 'پہ' نہیں، آسی صاحب نے وزن پورا کرنے کے لیے 'پگڑی تو' لکھ کر وزن تو پورا کر دیا لیکن مصرع بے مفہوم اصل میں یہ 'پگڑی پہ' ہے نسخۂ کالج میں سہواً پ کے نقطے درج نہ ہوئے اس لیے ب پڑھا جاتا ہے۔

[4] نسخۂ کالج میں 'دور پہروں' میر کا متن لگتا ہے، آسی اور مجلس میں 'دو پہر دن' سے بہت بہتر ہے۔

﴿1732﴾

1732/1 کیا خط لکھوں میں رونے سے فرصت نہیں رہی[1] — لکھتا ہوں تو پھرے ہے کتابت بہی بہی

1732/2 میدانِ غم میں قتل ہوئی آرزوئے وصل — تھی اپنے خانمانِ[2] تمنا میں اک یہی

1732/3 اپنا لکھا ہے یاد مجھے میری بات بھول — قاصد نے جا کے یار سے کچھ اور ہی کہی

1732/4 شب شور کرنے میں جو سماجت کی، تنگ ہو — کہنے لگا کہ مارو اِسے، یہ تو ہے وہی

1732/5 مت یہ نمک حرام تو داغوں سے ساز کر
اے زخمِ کہنہ میر کی خاطر ہی یوں سہی

﴿1733﴾

1733/1 نہ بک شیخ اتنا بھی واہی تباہی — کہاں رحمتِ حق، کہاں بے گناہی

1733/2 ملوں کیونکہ ہم رنگ ہو تجھ سے اے گل[3] — ترا رنگ شعلہ، مرا رنگ کاہی

1733/3 مجھے میر تا گور کاندھا دیا تھا
تمنائے دل نے تو یاں تک نباہی

﴿1734﴾

1734/1 ادھر مطرب کا دعویٰ رنگ کب طناز آتا ہے — عجب ہیں لوگ جو کہتے ہیں وہ ناساز آتا ہے

1734/2 خبر ہے شرط اتنا مت برس اے ابرِ بارندہ — ہمیں بھی آج رونا دردِ دل پرداز آتا ہے

1734/3 اُٹھے ہے گردِ معشوقانہ اُس تربت سے عاشق کی — کبھو ٹک جس کے اوپر وہ سراپا ناز آتا ہے

1734/4 عجب رنگِ حنا طائر ہے دست آموز خوباں کا — اُڑے ہے تو بھی ہاتھوں ہی میں کر پرواز آتا ہے

1734/5 وہی نازاں خراماں کبک سا آیا مری جانب — کوئی مغرور وہ شوخی سے اپنی باز آتا ہے

1734/6 رہائی اپنی ہے دشوار کب صیاد چھوڑے ہے — اسیرِ دام ہو طائر جو خوش آواز آتا ہے

1734/7 اگر مسجد سے آؤں میر تو بھی لوگ کہتے ہیں
کہ مے خانے سے پھر دیکھو وہ شاہد باز آتا ہے

﴿1735﴾

1735/1 اُس کے رنگ چمن میں شاید اور کھلا ہے پھول کوئی — شور طیور اُٹھتا ہے ایسا جیسے اُٹھے ہے بول کوئی

1735/2 یوں پھرتا ہوں دشت و در میں دور اس سے میں سرگشتہ — غم کا مارا آوارہ جوں راہ گیا ہو بھول کوئی

1735/3 ایک کہیں سر کھینچے ہے ایسا جس کی کریں سب پابوسی — ہو ہر اک کو قبول دلہا یہ نہ کرے گا قبول کوئی

1735/4 کس اُمید کا تجھ کو اے دل چاہ میں اُس کی حصول ہوا — شوخ و شلائیں خوش رویاں سے رہتا ہے ماموُل کوئی

---

[1] یہ مطلع 'نکات الشعرا' میں درج ہوا ہے، یوں کہا جا سکتا ہے کہ یہ غزل ۱۷۵۲ء تک کہی جا چکی تھی نہ جانے کیوں میر نے اِسے دیوان اول میں شامل نہ کیا؟

[2] نسخۂ آسی و مجلس میں 'خانمانِ تمنا' ہے، طبع دوم اور نسخۂ کالج میں 'خاندانِ تمنا' ملتا ہے۔

[3] اس غزل کے تین شعروں میں سے یہ شعر نکات الشعرا میں شامل ہے، گویا یہ غزل بھی ۱۷۵۲ء سے قبل کی ہے، تعجب ہے کہ دیوان پنجم میں ہی شامل ہوئی۔

1735/5 لمبے اُس کے بالوں کا میں وصف لکھا ہے دُور تلک
طرف[1] مار تو طولانی تھا پھر بھی دے ہے طول کوئی

1735/6 مستی ، حسن پرستی ، رندی یہی عمل ہے مدت سے
ہیر کبیر ہوئے تو کیا ہے چھوٹے ہے معمول کوئی؟

1735/7 حرف و حکایت شکر و شکایت تھی تو اک وضع وتیرہ[2] پر
میر کو جا کر دیکھا ہم نے ہے مردِ معقول کوئی

《1736》

1736/1 پتا پتا ، بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے
جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے، باغ تو سارا جانے ہے

1736/2 لگنے نہ دے بس ہو تو اُس کے گوہر گوش کو بالے تک
اُس کو فلک چشمِ مہ و خور کی پتلی کا تارا جانے ہے

1736/3 آگے اُس متکبر کے ہم خدا خدا کیا کرتے ہیں
کب موجود خدا کو وہ مغرور خود آرا جانے ہے

1736/4 عاشق سا تو سادہ کوئی اور نہ ہوگا دنیا میں
جی کے زیاں کو عشق میں اس کے اپنا وارا جانے ہے

1736/5 چارہ گری بیماریِ دل کی رسمِ شہرِ حسن نہیں
ورنہ دلبرِ ناداں بھی اس درد کا چارا جانے ہے

1736/6 کیا ہی شکار فریبی پر مغرور ہے وہ صیاد بچہ
طائر اُڑتے ہوا میں سارے اپنی اسارا جانے ہے

1736/7 مہر و وفا و لطف و عنایت ایک سے واقف ان میں نہیں
اور تو سب کچھ طنز و کنایہ، رمز و اشارا جانے ہے

1736/8 عاشق تو مردہ ہے ہمیشہ ، جی اُٹھتا ہے دیکھے اُسے
یار کے آ جانے کو یکایک عمرِ دوبارا جانے ہے

1736/9 کیا کیا فتنے سر پر اس کے لاتا ہے معشوق اپنا
جس بے دل، بے تاب و تواں کو عشق کا مارا جانے ہے

1736/10 رخنوں سے دیوارِ چمن کے منہ کو لے ہے چھپا یعنی
ان سوراخوں کے تک رہنے کو سو کا نظارا جانے ہے

1736/11 تشنۂ خوں ہے اپنا کتنا میر بھی ناداں تلخی کش
دم دار آبِ تیغ کو اس کی آبِ گوارا جانے ہے

《1737》

1737/1 جب چل گئے تب ان نے کینے کی ادا کی ہے
چال ایسی چلا جس پر تلوار چلا کی ہے

1737/2 خلقت مگر الفت سے ہے شورشِ سینہ کی
چسپاں مری چھاتی سے دن رات رہا کی ہے

1737/3 ہم لوگوں کے لوہو میں ڈوبی ہی رہی اکثر
اس تیغ کی جدول بھی کیا تیز بہا کی ہے

1737/4 عشاق موئے پر بھی ہجراں میں معذّب ہیں
مدفن میں مرے ہر دم اک آگ لگا کی ہے

1737/5 صد رنگ بہاراں میں اب کے جو کھلے ہیں گل
یہ لطف نہ ہو ایسی رنگینی ہوا کی ہے

1737/6 مرنے کو رہے حاضر سو مارے گئے آخر
گو ان نے جفا کی ہے، ہم نے تو وفا کی ہے

1737/7 مایوس ہی رہتے ہیں بیمار محبت کے
اس درد کی مدت تک ہم نے بھی دوا کی ہے

1737/8 آنا اِدھر اُس بت کا کیا میری کشش سے ہے
ہو موم جو پتھر تو تائید خدا کی ہے

1737/10 دامانِ دراز اس کا جوں صبح نہیں کھینچا
اے میر یہ کوتاہی شب[3] دستِ دعا کی ہے

---

[1] نسخۂ کالج میں 'حرف' جب کہ نول کشور دوم اور آسی کے یہاں 'طرف' درج ہے۔

[2] نسخۂ مجلس میں سہو کتابت کی ایک اور مثال 'وضع وتیرہ' کو 'وضع دوتیرہ' درج ہوا ہے، جلد چہارم ص ۱۴۲۔

[3] مرتب نسخۂ مجلس نے 'شب' کی جگہ 'سب' کی قیاسی تجویز دی ہے، ص ۱۴۴۴، مصرع اول میں 'صبح' کے بعد یہاں 'شب' ہی مناسب اور بہتر ہے۔

﴿1738﴾

1738/1 ملو ان دنوں ہم سے اک رات جانی | کہاں ہم، کہاں تم، کہاں پھر جوانی

1738/2 شکایت کروں ہوں تو سونے لگے ہے | مری سرگزشت اب ہوئی ہے کہانی

1738/3 ادا کھینچ سکتا ہے بہزاد اس کی | کھنچے صورت ایسی تو یہ ہم نے مانی

1738/4 ملاقات ہوتی ہے تو کش مکش سے | یہی ہم سے ہے جب نہ تب اینچا تانی

1738/5 بسنتی قبا پر تری مر گیا ہے
کفن میر کو دیجیے زعفرانی

﴿1739﴾

1739/1 بے اس کے تیرے حق میں کوئی کیا دعا کرے | عاشق کہیں شتاب تو ہووے خدا کرے

1739/2 اے سرد مہر کوئی مرے، رہ تو گرمِ ناز | پرسش کسو کے، حال کی تیری بلا کرے

1739/3 دامن بہت وسیع ہے آنکھوں کا اے حجاب | لازم ہے تجھ کو ان ہی کا پانی بھرا کرے

1739/4 آ کر بکھیرے پھول مری مشتِ خاک پر | مرغِ چمن اگر حقِ صحبت ادا کرے

1739/5 پتھر کی، چھاتی چاہیے ہے میر عشق میں
جی جانتا ہے اُس کا جو کوئی وفا کرے

﴿1740﴾

1740/1 عالم عالم عشق و جنوں ہے، دنیا دنیا تہمت ہے | دریا دریا روتا ہوں میں، صحرا صحرا وحشت ہے

1740/2 ہم تو عشق میں ناکس ٹھہرے کوئی نہ ایدھر دیکھے گا | آنکھ اُٹھا کر وہ دیکھے تو یہ بھی اُس کی مروت ہے

1740/3 ہائے غیوری جس کو دیکھے جی ہی نکلتا ہے اپنا | دیکھے اس کی اور نہیں، پھر عشق کی یہ بھی غیرت ہے

1740/4 کوئی دم رونقِ مجلس کی اور بھی ہے اس دم کے ساتھ | یعنی چراغِ صبح سے ہیں ہم، دم بھی اپنا غنیمت ہے

1740/5 خط آئے ظاہر ہے ہم پر بگڑی بھی اچھی صورت تھی | بارے کھونا کام ہی ہو یا کام کی بھی کچھ صورت ہے

1740/6 ایک ورق پر تصویریں میں دیکھی ہیں لیلیٰ مجنوں کی | ایسی صورتِ حال کی اپنے، اُن دونوں کو حیرت ہے

1740/7 خاک کو آدم کر کے اُٹھایا، جس کو[1] دستِ قدرت نے | قدر نہیں کچھ اس بندے کی یہ بھی خدا کی قدرت ہے

1740/8 صبح سے آنسو نومیدانہ جیسے وداعی آتا تھا | آج کسو خواہش کی شاید دل سے ہمارے رخصت ہے

1740/9 کیا دلکش ہے بزم جہاں کی جاتے یاں سے جسے دیکھو | وہ غم دیدہ، رنج کشیدہ، آہ سراپا حسرت ہے

1740/10 جب کچھ اپنے کنے رکھتے تھے تب بھی صرف تھا لڑکوں کا
اب جو فقیر ہوئے پھرتے ہیں میر انھی کی دولت ہے

﴿1741﴾

1741/1 عشق کیا، سو جان چلی ہے، الفت تھی یا کلفت تھی | کوٹے گئے ہیں سب اعضا یہ محبت تھی یا محنت تھی

1741/2 اب تو نڈھال پڑے رہتے ہیں، ضعف ہی اکثر رہتا ہے | آئے گئے اس کے کوچے میں جب تک جی میں طاقت تھی

---

[1] نسخۂ آسی، عبادت و مجلس میں 'جس کے دستِ قدرت' درج ہے، نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'جس کو دستِ قدرت نے' بہتر ہے۔

1741/3 آبِ حیات وہی نا جس پر خضر و سکندر مرتے رہے — خاک سے ہم نے بھرا وہ چشمہ یہ بھی ہماری ہمت تھی

1741/4 آنسو ہو کر خون جگر کا بے تابانہ آیا تھا — شاید رات شکیبائی کی جلد بہت کچھ رخصت تھی

1741/5 جب سے عشق کیا ہے میں نے سر پر میرے قیامت ہے
ساعت، دل لگنے کی شاید نحس ترین ساعت تھی

﴿1742﴾

1742/1 یاری کرے جو چاہے کسو سے غم ہی غم یاری میں ہے — بے موقع یاں آہ و فغاں ہے بے اثری زاری میں ہے

1742/2 ہاتھ لیے آئینہ تجھ کو حیرت ہے رعنائی کی — ہے بھی زمانہ ہی ایسا ، ہر کوئی گرفتاری میں ہے

1742/3 باغ میں شب جو روتا پھرتا ہوں اُس بن میں سو صبح تلک — دانۂ اشک روش شبنم کے گل پر ہر کیاری میں ہے

1742/4 صورتیں بگڑیں کتنی کیوں نہ اُس کو توجہ کب ہے وہ — سامنے رکھے آئینہ مصروف طرح داری میں ہے

1742/5 میر کوئی اس صورت میں اُمید بھی کی کیا رکھے
ایک جراحت سینے کی میرے ہر زخمِ کاری میں ہے

﴿1743﴾

1743/1 دل بھی بھرا رہتا ہے میرا ، جی بھی رندھا کچھ جاتا ہے — کیا جانوں میں روؤں گا کیسا ، دریا چڑھتا آتا ہے

1743/2 سچ ہے وہ جو کہا کرتا ہے ، کون ہے تو کیا سمجھے ہمیں — بیگانے تو ہیں ہم ہی وے ، نانو کا چاہ کا ناتا ہے

1743/3 تو بلبل آزردہ نہ ہو گل پھول سے باغ بہاراں میں — رنج کشِ اُلفت ہے عاشق جی اپنا بہلاتا ہے

1743/4 عشق و محبت کیا جانوں میں لیکن اتنا جانوں ہوں — اندر ہی اندر سینے میں مرے دل کو کوئی کھاتا ہے

1743/5 عاشق اپنا جان لیا ہے اُن نے شاید میر ہمیں
دیکھ بھری مجلس میں اپنی ، ہم ہی سے شرماتا ہے

﴿1744﴾

1744/1 اُس مغرور کو کیا ہوتا ہے حال شکستہ دکھائے سے — جس کو شبہہ ہووے نہ ہرگز جی کے ہمارے جائے سے

1744/2 کیسا کیسا ہو کے جدا پہلو سے اس بن تڑپا ہے — کیا پوچھو ہو ، آئی قیامت سر پر دل کے لگائے سے

1744/3 یمنِ تجرد سے میں اپنے روز جہاں سے گزرتا ہوں — وحشت ہے خورشید نمط اپنے بھی مجھ کو سائے سے

1744/4 ہر کوئے و ہر برزن میں یا پہر پہر وہ جویاں تھا — یا اب ننگ اُسے آتا ہے پاس ہمارے آئے سے

1744/5 ایک جراحت کیا تسکیں دے ، موت کے بھوکے صید کے تئیں — شاید دل ہو تسلّی اُس کا زخم دگر کے کھائے سے

1744/6 رنج و عنا پر ، درد و بلا پر صبر کیے ہم بیٹھے ہیں — کلفت ، اُلفت جاتی رہی کیا جور و ستم کے اُٹھائے سے

1744/7 اول تو آتے ہی نہیں ہو اور کبھو جو آتے ہو — نیچی آنکھیں کیے پھرتے ہو مجلس میں شرمائے سے

1744/8 جھگڑا ناز و نیاز کا سن کر بے مزہ ہم سے تم تو ہوئے
میر سخن کو طول نہ دو بس بات بڑھے ہے بڑھائے سے

﴿1745﴾

1745/1 گردش دنوں[1] کی کم نہ ہوئی کچھ کڑے ہوئے — روزے رکھے غریبوں نے تو دن بڑے ہوئے

---

[1] نول کشور دوم اور آسی وعبادت کے یہاں 'دلوں' درج ہے، جس کا یہاں کچھ مفہوم نہیں۔ نسخۂ کالج اور مجلس میں 'دنوں' درست ہے۔

1745/2 نرمی سے کوئے یار میں جاوے تو جا نسیم — ایسا نہ ہو کہ اُکھڑیں کہیں دل گڑے ہوئے

1745/3 آہن دلوں نے مارا ہے جی غم میں ان کے ہم — پھرتے ہیں نعل سینوں پر اپنے جڑے ہوئے

1745/4 آئے ہو بعدِ صلح کبھو ناز سے تو یاں — منہ پھیر اِدھر سے بیٹھے ہو، جیسے لڑے ہوئے

1745/5 بیمار اُمیدوار سے بستر پہ اپنے ہم — دروازے ہی کی اور تکیں ہیں پڑے ہوئے

1745/6 بار اس کی بزم میں نہیں ناچار در پہ ہم — رہتے ہیں جیسے صورتِ دیوار اَڑے ہوئے

1745/7 ہم زیرِ تیغ بیٹھے تھے پر[1] وقتِ قتل میر
وے ٹک ہمارے پاس نہ آکر کھڑے ہوئے

1746

1746/1 عہدِ جنوں ہے موسم گل کا اور شگوفہ لایا ہے — ابرِ بہاری وادی سے اُٹھ کر آبادی پر آیا ہے

1746/2 سن کر میرے شورِ شب کو جھنجھلا کر وہ کہنے لگا — نالے اس کے فلک تک پہنچے کن نے اس کو ستایا ہے

1746/3 دکھن، اُتر، پورب، پچھم ہنگامہ ہے سب جاگہ — اودھم میرے حرف وسخن نے چاروں اور مچایا ہے

1746/4 بے چشم و رو ہو بیٹھے ہو، وجہ نہیں ہے ظاہر کچھ — کام کی صورت بگڑی ہماری، منہ کیوں تم نے بنایا ہے

1746/5 ظلم وستم سب سہل ہیں اُس کے ہم سے اُٹھتے ہیں کہ نہیں — لوگ جو پرسشِ حال کریں ہیں جی تو انھوں نے کھایا ہے

1746/6 ہو کے فقیر تو واں بیٹھے ہیں، رہتے ہیں اشراف جہاں — ہم نے توکل بحث کیا ہے نام خدا سرمایا ہے

1746/7 برسوں ہم درویش رہے[2] ہیں پردے میں دنیاداری کے — ناموس اس کی کیونکہ رہے، یہ پردا جن نے اُٹھایا ہے

1746/8 ڈھونڈ نکالا تھا جو اسے، سو آپ کو بھی ہم کھو بیٹھے — جیسا نہال لگایا ہم نے، ویسا ہی پھل پایا ہے

1746/9 میر غریب سے کیا ہو[3] معارض گوشے میں اس وادی کے
ایک دیا سا بجھتا ان نے داغِ جگر پہ جلایا ہے

1747

1747/1 دل کی لاگ بری ہوتی ہے رہ نہ سکے ٹک جائے بھی — آئے، بیٹھے، اُٹھ بھی گئے، بے تاب ہوئے، پھر آئے بھی

1747/2 آنکھ نہ ٹک میلی ہوئی اپنی مطلق دل بے جا نہ ہوا — دل کی مصیبت کیسی کیسی، کیا کیا رنج اُٹھائے بھی

1747/3 ٹھنڈے ہوتے نہ دیکھے ہرگز ویسے ہی جلتے رہتے ہیں — تلوے حنائی اُس کے ہم نے[4] آنکھوں سے سہلائے بھی

1747/4 رنگ نہیں ہے منہ پہ کسی کے بادِ خزاں سے گلستاں میں — برگ و بار گرے بکھرے ہیں، گل غنچے مرجھائے بھی

1747/5 نفع کبھو دیکھا نہیں ہم نے ایسے خرچ[5] اُٹھانے پر — دل کے گداز سے لوہو روئے، داغ جگر پہ جلائے بھی

1747/6 عشق میں اس کے جان مری مشتاق پھرے گی بھٹکی ہوئی — شوق اگر ہے ایسا ہی تو چین کہاں، مر جائے بھی

---

[1] نول کشور دوم اور نسخۂ آسی ص ۶۱۰ 'پر وقتِ قتل' کی جگہ 'بر وقتِ قتل' درج ہے، نسخۂ کالج میں 'پر' درج ہے جو درست بھی ہے۔

[2] آسی اور مجلس کے نسخوں میں 'ہیں' مذکورِ متن نہیں جب کہ نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں 'ہیں' مندرج ہے۔

[3] نول کشور دوم اور آسی کے یہاں 'ہے' درج ہوا، نسخۂ کالج میں 'ہو' بہتر ہے۔

[4] نسخۂ آسی اور مجلس کے متن میں 'ہم نے اُس کے' ہے، نسخۂ کالج اور نول کشور دوم کا متن درج شعر کیا ہے۔

[5] آسی و مجلس کے یاں 'ایسے خرچ اُٹھانے پر' ہے، طبع دوم اور نسخۂ کالج میں 'ایسے خرچ کے اُٹھانے پر' ہے، اس طرح مصرع بے وزن ہو گیا ہے۔

1747/7 تاجر، ترک، فقیر ہوئے اب شاعر، عالم، کامل ہیں
پیش گئی کچھ میر نہ اپنی سوانگ بہت سے لائے بھی

1748

1748/1 کوئی نام اس کا نہ لو جبر ہے — کہ بے تاب دل کی بنا صبر ہے
1748/2 نہ سوزِ جگر خاک میں بھی گڑا — موئے پر پُر آتش مری قبر ہے
1748/3 گلستاں کے ہیں دونوں پلے بھرے — بہار اس طرف، اُس طرف ابر ہے
1748/4 جو درویش پہنے ہے ببری لباس — تو پھر عینہٖ شیر ہے، ببر ہے
1748/5 درِ کعبہ پر کفر بکتا ہے میر
مسلماں نہیں وہ کہن گبر ہے

1749

1749/1 ظلم سہے ہیں داغ ہوئے ہیں، رنج اُٹھے ہیں درد کھنچے — اب وہ دل میں تاب نہیں جو لب تک آہِ سرد کھنچے
1749/2 جیتے جی میت کے رنگوں عشق میں اس کے ہو بیٹھا — بعد مرے نقاش سے شاید صورت میری زرد کھنچے
1749/3 خاک ہوئی تھی سرکشی اپنی جوں کی توں ہی[1] طبیعت میں
میر عجب کیا ہے اِس کا تا گردوں جو یہ گرد کھنچے

1750

1750/1 عشق اگر ہے مردِ میداں مرد کوئی عرصے میں لائے — یکسران نامردوں کو جو ایک ہی تک تک پا میں اٹھائے
1750/2 کارِ عدالت شہر کا ہم کو اک دن دو دن ہووے تو پھر — چاروں اور منادی کریے کوئی کسی دے دل نہ لگائے
1750/3 پَر کے اسیرِ دام ہوئے تھے نکلے ٹوٹی شکن کی راہ — اب کے دیکھیں موسم گل کا کیسے کیسے شگوفے لائے
1750/4 بھوکے مرتے مرتے منہ میں تلخیِ صفرا پھیل گئی — بے ذوقی میں ذوق کہاں جو کھانا پینا مجھ کو بھائے
1750/5 گھر سے نکل کر کھڑے کھڑے پھر جاتا ہوں میں یعنی میر
عشق و جنوں کا آوارہ حیران و پریشاں کیدھر جائے

1751

1751/1 ہم پہ خشم و خطاب ہے سو ہے — وہ ہی ناز و عتاب ہے سو ہے
1751/2 گرچہ گھبرا کے لب پہ آئی و لے — جان کو اضطراب ہے سو ہے
1751/3 بس گئی جاں خراب مدت کی — حال اپنا خراب ہے سو ہے
1751/4 خشکی لب کی ہے تری کیسی — چشم لیکن پُر آب ہے سو ہے
1751/5 خاک جل کر بدن ہوا ہے سب — دل جلا سا کباب ہے سو ہے
1751/6 کر گئے کاروانیاں شب گیر — وہ گراں مجھ کو خواب ہے سو ہے
1751/7 یاں تو رسوا ہیں کیسا پردۂ شرم — اُس کو ہم سے حجاب ہے سو ہے

---

[1] نسخۂ آسی میں 'جوں کی توں اپنی طبیعت' درست نہیں، نسخۂ کالج میں 'ہی' درست ہے، وہی درج کیا ہے۔

1751/8 دشمنِ جاں تو ہے دلوں میں بہم — دوستی کا حساب ہے سو ہے
1751/9 زلفیں اس کی ہوا کریں برہم — ہم کو بھی پیچ و تاب ہے سو ہے
1751/10 خاک میں مل کے پست ہیں ہم تو — ان کی عالی جناب ہے سو ہے
1751/11 شہر میں در بہ در پھرے ہیں عزیز
میر ذلت مآب ہے سو ہے

﴿1752﴾

1752/1 چلتے ہوئے تسلی کو کچھ یار کہہ گئے — اس قافلے میں ہم بھی تھے افسوس رہ گئے
1752/2 کیا کیا مکان شاہ نشیں تھے وزیر کے — وہ اُٹھ گیا تو یہ بھی گرے، بیٹھے، ڈہ گئے
1752/3 اس کج روش سے ملنا خرابات میں نہ تھا — بے طور ہم بھی جا کے ملے، بے جگہ گئے
1752/4 وے زوردر جواں جنھیں کہیے پہاڑ تھے — جب آئی موج حادثہ تنکے سے بہہ گئے
1752/5 وہ یار تو نہ تھا تہِ دل سے کسو کا میر
ناچار اس کے جور و ستم ہم بھی سہہ گئے

﴿1753﴾

1753/1 ہائے جوانی وصل میں اس کے کیا کیا لذت پاتے تھے — بوسۂ کنج لب سے پھر بھی ذائقے اپنے بناتے تھے
1753/2 کیا کیا تم نے فریب کیے ہیں سادگی میں دل لینے کو — ٹیڑھی کر کے کلاہ آتے تھے، بے ناخوردہ ماتے تھے
1753/3 ہائے جدائی ایک ہی جاگہ مار کے ہم کو توڑ رکھا — وے دن یاد آتے ہیں اب جب ان کے آتے جاتے تھے
1753/4 غیروں کی تم سنتے رہے، سو غیریت ہم سہتے رہے — وے تو تم کو لگا جاتے تھے، تم آہو کو جلاتے تھے
1753/5 رنج و الم غم عشق ہی کے اعجاز سے کھنچتے تھے ورنہ — حوصلہ کتنا اپنا جس میں یہ آزار سماتے تھے
1753/6 وے دن کیسے سالتے ہیں جو آ کر سوتے پاتے کبھو — آنکھوں سے ہم سہلا سہلا تلوے اُس کو جگاتے تھے
1753/7 چاہت روگ برا ہے جی کا میر اس سے پرہیز بھلا
اگلے لوگ سنا ہے ہم نے، دل نہ کسو سے لگاتے تھے

﴿1754﴾

1754/1 بات ہماری یاد رہے ہے جی بھولا بھولا جاتا ہے — وحشت پر جب آتا ہے تو جیسے بگولا جاتا ہے
1754/2 تھوڑے سے پانی میں مَیں نے، سرکھی کی ہے جیسے حباب — کہتے ہیں بے تہ مجھ کو، کیا اپھرا پھولا جاتا ہے
1754/3 گام کی صورت کیا ہے اس کی راہ چلے ہے میر اگر
دیکھنے والے کہتے ہیں یہ کوئی ہیولا جاتا ہے

﴿1755﴾

1755/1 اس تک کوشش سے بھی نہ پہنچے، جان سے آخر سارے گئے — عاشق اُس کی قامت کے بالا بالا مارے گئے
1755/2 اُس کے روئے خو کردہ پر نقاب لیے وہ صورت ہے — جیسے یکایک سطح ہوا پر، بدلی آئی، تارے گئے
1755/3 ایسے قماری سے دل کو لگا کر جیتے رہنا ہو نہ سکا — رفتۂ شاہد بازی اس کے جی بھی اپنے ہارے گئے
1755/4 چارہ گر اس شہر کے ہوں تو فکر کریں آبادی کا — یارب بستے تھے جو یاں، وے لوگ کہاں بے چارے گئے

1755/5
مشکل میرؔ نظر آتا تھا اُٹھنا بارِ امانت کا
آئے ہم تو سہولت سے وہ بوجھ اُٹھا کر بارے گئے

﴿1756﴾

1756/1 عیدیں آئیں بارہا لیکن نہ وے آکر ملے — رہتے ہیں اُن کے گلے لگنے کے برسوں سے گلے

1756/2 اس زمانے کی تری سے لہر بحر اگلی کہاں — بے تہی کرنے لگے دریا دلوں کے حوصلے

1756/3 غنچگی میں دیکھے ہیں صد رنگ جورِ آسماں — اب جو گل سا بکھرا ہوں، دیکھوں کہ کیسا گل کھلے

1756/4 سارے عالم کے حواسِ خمسہ میں ہے انتشار — ایک ہم تم ہی نہیں معلوم ہوتے دہ دلے

1756/5
میرؔ طے ہوگا بیابانِ محبت کس طرح
راہ ہے پُر خار، میرے پاؤں میں ہیں آبلے

﴿1757﴾

1757/1 کیسی سعی و کوشش سے کعبے گئے بت خانے سے — اُس گھر میں کوئی بھی[1] نہ تھا، شرمندہ ہوئے ہم جانے سے

1757/2 دامن پر فانوس کے تھا کچھ یوں ہی نشاں خاکستر کا — شوق کی میں جو نہایت پوچھی جان جلے پروانے سے

1757/3 ننگے سامنے آتے تھے تو کیا کیا زجر اُٹھاتے تھے — ننگ لگا ہے لگنے اُنہیں اب بات ہماری مانے سے

1757/4 پاسِ غیرت تم کو نہیں کچھ دریا پر سن غیر کو تم — گھر سے اُٹھ کے چلے جاتے ہو نہانے کے بھی بہانے سے

1757/5 تم نے کہا مر رہ بھی جا کر بندہ جا کر مر ہی رہا — کس دن میں نے عدول[2] کیا ہے صاحب کے فرمانے سے

1757/6 سوکھ کے ہوں لکڑی سے کیوں نہ زرد و زبوں ہوں ہم عاشق زار — کچھ نہیں رہتا انساں میں، ہر لحظہ کے غم کھانے سے

1757/7 جب دیکھو تب تربتِ عاشق جھکڑ سے ہے تزلزل میں — عشق ہے بادِ صرصر کویاں[3] اُن کی خاک اُڑانے سے

1757/8 برسوں میں پہچان ہوئی تھی سو تم صورت بھول گئے — یہ بھی شرارت یاد رہے گی ہم کو نہ جانا، جانے سے

1757/9 سنی سنائی بات سے واں کی کب جیتے ہیں ہم غافل — دونوں کان بھرے ہیں اپنے، بے تہ یاں کے فسانے سے

1757/10
میرؔ کی تیزی کیا سلجھے گی حرف و سخن میں گنجلک ہے
کوئی بھی عاقل اُلجھ پڑے ہے ناصح ایسے دیوانے سے

﴿1758﴾

1758/1 گئے روزے[4] اب دید وا دید ہے — گلے سے ہمارے ملو عید ہے

1758/2 گریزاں ہوں سائے سے خورشید ساں — جہاں جب سے ہے مجھ کو تجرید ہے

1758/3 تصوف[5] میں جب ڈال دیتے ہیں بات — خدا رس کہیں ہیں یہ توحید ہے

1758/4 جو آویں بتاں جذب سے یاں تو یہ — خدا کی طرف ہی کی تائید ہے

---

1. نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں 'بھی' درج نہیں ہوا، متن مطابق آسی و مجلس ہے۔
2. نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں 'عدولِ حکم' ہے۔ آسی نے 'حکم' خارج کر کے مصرع ساقط الوزن ہونے سے بچایا ہے۔ متن آسی درج کیا جا رہا ہے۔
3. نسخۂ آسی میں 'گویاں' اور طبع دوم میں 'گویا' دونوں غلط ہیں نسخۂ کالج میں 'کویاں' درست ہے۔
4. نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں 'گئی روز' سے آسی کا متن بہتر ہے۔
5. نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'تصرف' غلط ہے، آسی کے متن میں کتابت مشکوک ہے، تاہم پڑھا جا سکتا ہے۔

1758/5
لیپٹا ہے میں بوریائے نماز
یہی میر جانے کی تمہید ہے

1759

1759/1 ہجر میں خوں ہوا تھا سب غم سے — دل نے پہلو تہی کیا ہم سے
1759/2 عالمِ حسن ہے عجب عالم — چاہیے عشق اس بھی عالم سے
1759/3 طرح چھریوں کی پلکوں سے ڈالی — نکلی تلوار ابرو کے خم سے
1759/4 نسبت اُن بالوں کی درست ہوئی — دیر میں میرے حال درہم[1] سے
1759/5
درپئے خون میر کے نہ رہو
ہو بھی جاتا ہے جرم آدم سے

1760

1760/1 اٹھکھیلیوں سے چلتے طفلی میں جان مارے — نامِ خدا ہوا ہے اب وہ جوان بارے
1760/2 اپنی نیاز تم سے اب تک بتاں وہی ہے — تم ہو خدائے باطل ہم بندے ہیں تمہارے
1760/3 ٹھہرے ہیں ہم تو مجرم، ٹک پیار کر کے تم کو — تم سے بھی کوئی پوچھے تم کیوں ہوئے پیارے
1760/4 کل میں جو سیر میں تھا کیا پھول پھول بیٹھے[2] — بلبل لیے ہیں گویا گلزار سب اجارے
1760/5 کرتا ہے ابرِ نیساں پُر دُر دہن صدف کا — منہ جو کوئی پسارے، ایسے کنے پسارے
1760/6 اے کاش غور سے وہ دیکھے کبھو ٹک آ کر — سینے کے زخم اب تو غائر ہوئے ہیں سارے
1760/7 چپکا چلا گیا میں آزردہ دل چمن سے — کس کو دماغ اتنا بلبل کو جو پکارے
1760/8 میدانِ عشق میں سے چڑھ گھوڑے کون[3] نکلا — مارے گئے سپاہی جیتے ہوئے اتارے
1760/9 جو مر رہے ہیں اُس پر، اُن کا نہیں ٹھکانا — کیا جانیے کہاں وے پھرتے ہیں مارے مارے
1760/10 کیا برچھیاں چلائیں آہوں نے نیم شب کی — رخنے ہیں آسماں میں سارے، نہیں ستارے
1760/11
ہوتی ہے صبح جو یاں ہے شام سے بھی بدتر
کیا کہیے میر خوبی ایام کی ہمارے

1761

1761/1 کیا کہیے ویسی صورت گاہے نظر نہ آئی — ایسے گئے کہ اُن کی پھر کچھ خبر نہ آئی
1761/2 روٹھے جو تھے سو ہم سے، روٹھے ہوئے ودائی — کیا رویئے ہمیں تو منت بھی کر نہ آئی
1761/3 طالع کا مکث دیکھو آئی صبا جو واں سے — چاروں طرف پھر آئی لیکن ادھر نہ آئی
1761/4 جی میں جو کچھ کسو کے آوے سو باندھ جاوے — اپنے خیال میں تو اس کی کمر نہ آئی
1761/5
کیا رات دن کٹے ہیں ہجراں کے بے خودی میں
سدھ اپنی میر اُس بن دو دو پہر نہ آئی

---

[1] نسخۂ مجلس میں 'درحم' درج ہے جو غلط ہے، نسخۂ آسی میں 'درہم' درست ہے۔
[2] نسخۂ کالج میں بلبل کو مونث درج کیا ہے، 'پھول پھول بیٹھی' کتب ہوا ہے، اس شعر کا دوسرا مصرع نول کشور دوم اور نسخۂ کالج میں کچھ مختلف ہے، 'بلبل نے لی ہے گویا گلزار سب اجارے'۔
[3] نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'کونہ نکلا' درج ہے۔

﴿1762﴾

1762/1 داد فریاد جا بہ جا کریے — شاید اُس کے بھی دل میں جا کریے

1762/2 اب سلگنے لگی ہے چھاتی بھی — یعنی مدت پڑے جلا کریے

1762/3 چشم و دل ، جان مائلِ خوباں — بدی یاروں کی کیا کیا کریے

1762/4 دیکھیں کب تک رہے ہے یہ صحبت — گالیاں کھایئے ، دعا کریے

1762/5 کچھ کہیں گر تو وہ کہے نہ کہو — کیوں کر اظہارِ مدعا کریے

1762/6 اتفاق ان کا مارے ڈالے ہے — ناز و انداز کو جدا کریے

1762/7 عید ہی کاش کے رہے ہر روز — صبح اُس کے گلے لگا کریے

1762/8 راہ تکنے کو بھی نہایت ہے — منتظر کب تلک رہا کریے

1762/9 ہستی موہوم و یک سر و گردن — سیکڑوں کیوں کہ حق ادا کریے

1762/10-12 وہ نہیں سرگزشت سنتا میر (قطعہ)[1] — یوں کہانی سی کیا کہا کریے

مترتب ہو نفع جو کچھ بھی — دل کی بیماری کی دوا کریے

سو تو ہر روز ہے برا احوال

متحیر ہیں آہ کیا کریے

﴿1763﴾

1763/1 دو چار روز آگے چھاتی گئی تھی کوٹی — ہجراں کا غم تھا تہ میں ، سختی سے جان ٹوٹی

1763/2 کلیاں جھڑی ہیں کچی بکھرے ہیں پھول سارے — پائیز[2] نے چمن میں کیا کیا بہار لوٹی

1763/3 سیرِ چمن میں کچھ تو جی سے ہوس نکلتی

موسم میں گل کے بلبل ، افسوس ہے ، نہ چھوٹی

﴿1764﴾[3]

1764/1 کیا کہیے اپنے عہد میں جتنے امیر تھے — ٹکڑے پہ جان دیتے تھے ، سارے فقیر تھے

1764/2 دل میں گرہ ہوس رہی پرواز باغ کی — موسم گلوں کا جب تئیں تھا ، ہم اسیر تھے

1764/3 برنائی ہی میں تم سے شرارت نہیں ہوئی — لڑکے سے بھی تھے تم تو قیامت شریر تھے

1764/4 آرائشِ بدن نہ ہوئی فقر میں بھی کم — جاگہ اُتو کی جامے پہ نقشِ حصیر تھے

---

[1] نسخۂ آسی نے ان شعروں کو قطعہ درج نہیں کیا جب کہ مجلس کے مرتب نے انہیں قطعہ لکھا ہے (اختلاف درج نہیں)۔ دسویں شعر میں تخلص باروں شعر کا آغاز 'سوتو' سے ہونا، ایسے شواہد ہیں کہ ان تینوں شعروں کو قطعہ قرار دیا جانا چاہیے۔

[2] نسخۂ آسی میں یہ مصرع غلط درج ہوا 'پائیزی چمن میں کیا کیا بہار ٹوٹی' متن نسخۂ کالج اور نول کشور دوم کے مطابق ہے۔

[3] اس غزل سے قبل آسی، عبادت اور مجلس کے نسخوں میں سات اشعار کی ایک غزل درج ہے، یہی غزل ان تینوں نسخوں کے دیوان چہارم میں شامل ہے۔ غزل کا مطلع ہے 'کب وعدے کی رات یہ آئی جو اُس میں نہ لڑائی ہوئی'، آسی کے یہاں دیوان چہارم ص ۵۲۱ اور پھر پنجم ص ۱ عبادت کے یہاں پہلے ص ۲۶ ۷، پھر ۸۲۸ پر، مجلس کی اشاعت میں جلد سوم ص ۳۷۲ (اشاعتِ دوم) غزل نمبر ۱۹۵ اور پھر جلد چہارم ص ۶۲ نمبر ۲۴۰ کے تحت یہی غزل دو مرتبہ درج کی ہے، یہ اپنی نوعیت کی واحد غلطی نہیں، اس نوع کی اتنی اغلاط سے یہی ثابت ہے کہ ان نسخوں کے مرتبین نے تدوین کے بعد اپنے نسخوں کو بار بار نہیں دیکھا، ہمارے نسخے میں یہ غزل نمبر ۱۶۹۶ ہے۔

1764/5
آنکھوں میں ہم کسو کی نہ آئے جہان میں
ازبس کہ میر عشق سے خشک و حقیر تھے

﴿1765﴾

1765/1 جو کوئی خستہ جگر، عشق کا آزاری ہے — جی چکا وہ کہ یہ بے طرح کی بیماری ہے
1765/2 کارواں گاہِ جہاں میں نہیں رہتا کوئی — جس کے ہاں دیکھتے ہیں چلنے کی تیاری ہے
1765/3 چیز و ناچیز کا آگاہ کو رہتا ہے لحاظ — سارے عالم میں حقیقت تو وہی ساری ہے
1765/4 آئنہ روبرو رکھنے کو بھی اب جائے نہیں — صورتوں سے اُسے ہم لوگوں کی بیزاری ہے
1765/5 مر گئے عشق میں نازک بدنوں کے آخر — جان کا دینا محبت کی گنہ گاری ہے
1765/6 پلکیں وے اُس کی پھری جی میں کھبی جاتی ہیں — آنکھ وہ دیکھے کوئی شوخی میں کیا پیاری ہے
1765/7 بے قراری میں نہ دلبر سے اُٹھا ہرگز ہاتھ — عشق کرنے کے تئیں شرط جگر داری ہے
1765/8 ولے وہ طائر بے بال، ہوس ناک جسے — شوقِ گل گشتِ گلستاں میں گرفتاری ہے
1765/9 جرم بے جرم کھنچی رہتی ہے جس کی شمشیر[1] — اُس ستم گار جفا جو سے ہمیں یاری ہے
1765/10 آنکھ مستی میں کسو پر نہیں پڑتی اُس کی — یہ بھی اس سادہ و پُرکار کی ہشیاری ہے

1765/11
واں سے جُز ناز و تبختر نہیں کچھ، یاں سے میر
عجز ہے، دوستی ہے، عشق ہے، غم خواری ہے

﴿1766﴾

1766/1 درد و غم سے دل کبھو فرصت نہ پائے — یہ صعوبت کب تلک کوئی اُٹھائے
1766/2 طفلِ نہ بازار کا عاشق ہوں میں — دل فروشی کوئی مجھ سے سیکھ جائے
1766/3 زار رونا چشم کا کب دیکھتے — دیکھیں ہیں لیکن خدا جو کچھ دکھائے
1766/4 کب تلک چاکِ قفس سے جھانکیے — برگِ گل یاں بھی صبا کوئی تو لائے
1766/5 کب سے ہم کو ہے تلاشِ دستِ غیب — تا کمر پیچ اس کا اپنے ہاتھ آئے
1766/6 اس کی اپنی بنتی ہی ہرگز نہیں — بگڑی صحبت ایسی کیا کوئی بنائے
1766/7 جو لکھی قسمت میں ذلت ہو سو ہو — خطِ پیشانی کوئی کیونکر مٹائے
1766/8 داغ ہے مرغِ چمن پائیز سے — دل نہ ہو جلتا جو اُس کا گل نہ کھائے
1766/9 زخم سینہ میرا اُس کے ہاتھ کا — ہو کوئی رجھوار تو اس کو رجھائے

1766/10
میر اکثر عمر کے افسوس میں
زیرِ لب، بالائے لب ہے ہائے وائے

---

[1] اس مصرع کا متن نسخۂ کالج اور نول کشور دوم کے مطابق ہے ورنہ آسی کے یہاں یہ مصرع نہایت غلط درج ہوا ہے، "ظلم بے کھینچے نہیں رہتی ہے جس کی شمشیر"۔

﴿1767﴾

1767/1 نہ نوشتہ نامہ آیا ، یہ کچھ ہمیں لکھا ہے — اُس سادہ رو کے جی میں کیا جانیے کہ کیا ہے

1767/2 کافر کا بھی[1] رویہ ہوتا نہیں ہے ایسا — ٹھوکر لگا کے چلنا کس دین میں روا ہے

1767/3 دنیا میں دیر رہنا ہوتا نہیں کسو کا — یہ تو سرائے فانی اک کارواں سرا ہے

1767/4 بندے کا دل بہ جا ہے جاتا ہوں شاد ہر جا — جب سے سنا ہے میں نے کیا غم ہے جو خدا ہے

1767/5 پائے ثبات کس کا ٹھہرا ہے اُس کے دیکھے — ہے ناز اک قیامت ، انداز اک بلا ہے

1767/6 ہر جا بدن میں اُس کی[2] افراط سے ہے دل کش — میں کیا دلِ ملک بھی اٹکے اگر ، بجا ہے

1767/7 مرنا تو ایک دم ہے عاشق مرے ہے ہر دم — وہ جانتا ہے جس کو پاسِ دلِ وفا ہے[3]

1767/8 خط اُس کو لکھ کے غم سے بے خود ہوا ہوں یعنی — قاصد کے بدلے یاں سے جی ہی مرا چلا ہے

1767/9 شوخی سے اُس کی درہم برہم جہاں ہے سارا — ہنگامۂ قیامت اس کی کوئی ادا ہے

1767/10 عمرِ عزیز گزری سب سے برائی کرتے — اب کر چلو بھلا کچھ ، شاید یہی بھلا ہے

1767/11 جو ہے سو میر اُس کو میرا خدا کہے ہے — کیا خاص نسبت اُس سے ہر فرد کو جدا ہے

﴿1768﴾

1768/1 دل پہلو میں ناتواں بہت ہے — بیمار مرا گراں بہت ہے

1768/2 ہر آن شکیب میں کمی ہے — بے تابی زماں زماں بہت ہے

1768/3 مقصود کو دیکھیں پہنچے کب تک — گردش میں تو آسماں بہت ہے

1768/4 جی کو نہیں لاگ لا مکاں سے — ہم کو کوئی دل مکاں بہت ہے

1768/5 گو خاک سے گور ہووے یکساں — گم گشتگی کا نشاں بہت ہے

1768/6 جاں بخشیِ غیر ہی کیا کر — مجھ کو یہی نیم جاں بہت ہے

1768/7 اکثر پوچھے ہے جیتے ہیں میر — اب تو کچھ مہرباں بہت ہے

﴿1769﴾

1769/1 صاحب ہو تم ہمارے بندے ہیں ہم تمھارے — موقوف رحم پر ہیں دشوار کام سارے

1769/2 ہو ملتفت کہ ہم بھی جیتوں میں آویں چندے — یہ عشق بے محابا ، تا چند جان مارے

1769/3 آشوبِ بحرِ ہستی کیا جانیے ہے کب سے — موج و حباب اُٹھ کر لگ جاتے ہیں کنارے

1769/4 کوئی تو تھا طرف پر آواز دی نہ ہم کو — ہم بے قرار ہو کر چاروں طرف پکارے

1769/5 بے طاقتی سے کیوں کر سر مارتے رہیں نہ — صبر و قرار دونوں یک بارگی سدھارے

---

[1] نسخۂ آسی میں 'بھی' ہے جس کا یہاں محل بھی ہے، مجلس کی اشاعت میں اختلاف درج کیے بغیر 'یہ' دیکھا ہے۔

[2] نسخۂ کالج میں 'اُس کی' ہے یہی بہتر ہے، آسی اور مجلس میں 'اُس کے' ہے۔

[3] تمام نسخوں میں 'پاس دل وفا' درج ہے، 'پاسِ دمِ وفا' یا 'پاس دل و وفا' ہو تو بات اور مصرع روشن ہوتے ہیں، شعر کا متن تحقیق طلب ہے۔

1769/6 کوئی تو ماہ پارہ اس بھی رواق میں ہے چشمک کریں ہیں ہر شب اس کی طرف ستارے

1769/7 دنیا میں میر آ کر کھولا ہے بار ہم نے
اس رہ گزر میں دیکھیں کیا پیش آوے بارے

﴿1770﴾

1770/1 عشق ہمارا درپے جاں ہے کیسی خصومت کرتا ہے چین نہیں دیتا ہے ظالم جب تک عاشق مرتا ہے

1770/2 شاید لمبے بال اُس مہ کے بکھر گئے تھے باؤ چلے دل تو پریشاں تھا ہی میرا، رات سے جی بھی بکھرتا ہے

1770/3 صورت اس کی دیدۂ تر میں پھرتی ہے ہر روز و شب ہے نہ اچنبھا یہ بھی، کہیں پانی میں نقش ابھرتا ہے

1770/4 کیا دشوار گزر ہے طریقِ عشق مسافر کُش یارو جی سے اپنے گزر جاتا ہے جو اس راہ گزرتا ہے

1770/5 حال کسو بے تہ کا یاں مانا ہے حبابِ دریا سے ٹک جو ہوا دنیا کی لگی تو یہ کم ظرف اُبھرتا ہے

1770/6 یاد خدا کو کر کے کبھو ٹک پاس ہمارے ہو جاوے صد سالہ غم، دیکھے اُس خوش چشم و رو کے بسرتا ہے

1770/7 دامن دیدۂ تر کی وسعت دیکھے ہی بن آوے گی ابرِ سیاہ سفید جو ہو سو پانی اُن کا بھرتا ہے

1770/8 دل کی لاگ نہیں چھپتی ہے کوئی چھپاوے بہتیرا زردیِ عشق سے بے الفت[1] یہ رنگ کسو کا نکھرتا ہے

1770/9 کھینچ کے تیغہ اپنا ہر دم کیا لوگوں کو ڈراتے ہو
میر جگردار آدمی ہے وہ کب مرنے سے ڈرتا ہے

﴿1771﴾

1771/1 نالہ جب گرم کار ہوتا ہے دل، کلیجے کے پار ہوتا ہے

1771/2 مار رہتا ہے اُس کو آخر کار عشق کو جس سے پیار ہوتا ہے

1771/3 سب مزے درکنار عالم کے یار جب ہم کنار ہوتا ہے

1771/4 دام گہ[2] کا ہے اس کے عالم اور ایک عالم شکار ہوتا ہے

1771/5 بے قراری ہو کیوں نہ چاہت میں ہم دگر کچھ قرار ہوتا ہے

1771/6 جبر ہے قہر ہے قیامت ہے دل جو بے اختیار ہوتا ہے

1771/7 راہ تکتے ہی بیٹھیں ہیں آنکھیں اس کا جب انتظار ہوتا ہے

1771/8 شاخِ گل لچکے ہے تو جانوں ہوں جلوہ گر یوں ہی یار ہوتا ہے

1771/9 کس کو پوچھے ہے کوئی دنیا میں دیر یاں اعتبار ہوتا ہے

1771/10 آہ کس جائے بار کھولا میر
یاں تو جینا بھی بار ہوتا ہے

﴿1772﴾

1772/1 سخت بے رحم آہ قاتل ہے میری خوں ریزی ہی کا مائل ہے

1772/2 دور مجنوں کا ہو گیا آخر یاں جنوں کا ابھی اوائل ہے

---

[1] نسخۂ مجلس میں 'یہ رنگ' کی بجائے 'بے رنگ' طبع ہوا، آسی کے یہاں 'یہ رنگ' بہتر ہے، مجلس کے مرتب نے اختلاف درج نہیں کیا۔

[2] نسخۂ آسی ص ۶۱۹ (آخری شعر) دام گہہ کو 'دا بگہ' درج کیا ہے۔ مجلس میں متن درست لیکن اختلاف مذکور نہیں۔

1772/3 نکلے اس راہ کس طرح وہ ماہ — نہ تو طالع، نہ جذب کامل ہے

1772/4 مثلِ صورت ہیں جلوے کے حیراں — ہائے کیا شکل، کیا شمائل ہے

1772/5 ہاتھ رکھ لیوے تو کہے کہ بس اب — کیا جیے گا بہت یہ گھائل ہے

1772/6 حق میں اس بت کے کیا کہیں کیونکہ — وہ ہمارا خدائے باطل ہے

1772/7 سچ ہے راحت تو بعد مرنے کی — پر بڑا واقعہ یہ حائل ہے

1772/8 تیغ اگر درمیاں رہے تو رہے — یار میرا جوان جاہل ہے

1772/9 رو نہیں چشمِ تر سے اب رکھیے — سیل اسی در کا کب سے سائل ہے

1772/10 حال ہم ڈوبتوں کا کیا جانے — جس کو دریا پہ سیر ساحل ہے

1772/11 میر کب تک بہ حالِ مرگ جئیں — کچھ بھی اس زندگی کا حاصل ہے

1773

1773/1 بے کسانِ عشق تھے ہم غم میں کھپ سارے گئے — باز خواہِ خوں نہ تھا مارے گئے، مارے گئے

1773/2 یار کل تک ناتوانوں کو نہ تھا اُس بزم میں — گرتے پڑتے ہم بھی عاجز آج واں بارے گئے

1773/3 چھاتی میری سرد آہوں سے ہوئی تھی سب کرخت — استخواں اب اُس کے اشکِ گرم سے دھارے گئے

1773/4 بخت جاگے ہی[1] نہ ٹک جو ہو خبر گھر میں اُسے — صبح تک ہم رات دیواروں سے سر مارے گئے

1773/5 میر! قیس و کوہکن ناچار گزرے جان سے — دو جہاں حسرت لیے ہمراہ بے چارے گئے

1774

1774/1 بے یار ہوں، بے کس ہوں، آگاہ نہیں کوئی — بے غم کرو خوں ریزی، خوں خواہ نہیں کوئی

1774/2 کیا تنگ مخوف ہے اس نیستی کا رستہ — تنہا پڑا ہے جانا، ہمراہ نہیں کوئی

1774/3 موہوم ہے ہستی تو کیا معتبری اس کی — ہے گاہ اگر کوئی تو گاہ نہیں کوئی

1774/4 فرہاد کو مجنوں کو موت آگئی ہے آگے — کس سے کہیں دردِ دل، اب آہ نہیں کوئی

1774/5 میر اتنی ساجت جو بندوں سے تو کرتا ہے — دنیا میں مگر تیرا اللہ نہیں کوئی

1775

1775/1 دیدۂ گریاں ہمارا نہر ہے — دل خرابہ جیسے دلی شہر ہے

1775/2 آندھی آئی، ہو گیا عالم سیاہ — شور نالوں کا بلائے دہر ہے

1775/3 دل جو لگتا ہے تڑپتے ہر زماں — اک قیامت ہے، غضب ہے، قہر ہے

1775/4 بہ نہیں ہوتا ہے زخم اس کا لگا — آبِ تیغِ یار یک سر زہر ہے

---

[1] نسخۂ آسی، عبادت اور مجلس کے متن میں کافی مغالطہ انگیزی ہے۔ نسخۂ کالج ص ۷۰۲ میں متن بالکل درست 'بخت جاگے ہی نہ ٹک' درج تھا، لیکن نقطہ طبع نہ ہوا، جس کے سبب نسخۂ نول کشور دوم کے کاتب نے بخت کو سخت لکھا، آسی صاحب نے 'جاگے' کو ہٹا کر 'جانی' کر دیا یوں بات اصل سے کافی دور جا پڑی۔

1775/5
یادِ زلفِ یار جی مارے ہے میرؔ
سانپ کے کاٹے کی سی یہ لہر ہے

﴿1776﴾

1776/1 عشق بلا انگیز، مفتن، یہ تو کوئی قیامت ہے — جس سے پیار رکھے ہے کچھ یہ اُس کے سر پر شامت ہے
1776/2 موسمِ گل میں توبہ کی تھی واعظ کے میں کہنے سے — اب جو رنگ بہار کے دیکھے، شرمندہ ہیں ندامت ہے
1776/3 شیخ کی ادنیٰ حرکت بھی میں خرقِ عادت جانوں ہوں — مسجد سے میخانے آیا، یہ بھی اُس کی کرامت ہے
1776/4 ایک طرف میں عشق کیا تھا رسوائی یہ کہاں سے ہوئی — اب جو گھر سے نکل آتا ہوں چاروں طرف سے ملامت ہے
1776/5 تو ہی کر انصاف صبا ٹک باغوں باغوں پھرے ہے تو — روئے گل اُس کا سا رو ہے، سرو کا ایسا قامت ہے
1776/6 صبح کو خورشید اُس کے گھر پر طالع ہو کر آتا ہے — دیکھ لیا جا اُن نے کبھو تو اُس سادہ کی شامت ہے
1776/7
چھوڑو اُس اوباش کا ملنا ورنہ سر کٹواؤ گے
چاہ رہو گے بہتیروں کو، سر جو میرؔ سلامت ہے

﴿1777﴾

1777/1 شے پریشاں ربط دیکھیں کب تلک یہ دور ہے — ہر گلی کوچے میں تیرا اک دعا گو اور ہے
1777/2 بال بل کھائے ہوئے پیچوں سے پگڑی کے گتھے — طرز کیں چتون کی پائی سر میں شورِ جور ہے
1777/3 ہم سے یہ اندازِ اوباشانہ کرنا کیا ضرور — آنکھ ٹیڑھی، خم ہے ابرو، طور کچھ بے طور ہے
1777/4 طبع درہم، وضع برہم، زخم غائر، چشم تر — حالِ بد میں بے کسوں کے کچھ تمھیں بھی غور ہے
1777/5 کیا شکایت کریے اس خورشید چہرہ یار کی — مہر وہ برسوں نہیں کرتا، ستم فی الفور ہے
1777/6 وصل کی دولت گئی، ہوں تنگ فقرِ ہجر میں — یا الٰہی فضل کر یہ حور بعد الکور ہے
1777/7
اُس کے دیوانے کے سر پر داغِ سودا ہے جو میرؔ
وہ مخبّط عاشقوں کا اس سبب سرمور ہے

﴿1778﴾

1778/1 گردن کشِ زمانہ تو تیرا اسیر ہے — سلطانِ عصر تیری گلی کا فقیر ہے
1778/2 چشمک کرے ہے میری طرف کو[1] نگاہ کر — وہ طفل شوخ چشم قیامت شریر ہے
1778/3 تنکا سا ہو رہا ہے تن آگے ہی سوکھ کر — اب تنگ کیا فقیر جو سب میں حقیر ہے
1778/4 جھڑ باندھ دے ہے رونے جو لگتا ہوں[2] صبح کو — ہے چشمِ تر کہ غیرتِ ابرِ مطیر ہے
1778/5 اک دو اجل رسیدہ جو صید آئے کب کھنچا — پُر پیچ جال گیسوؤں کا جرگہ گیر ہے
1778/6 جوں جوں بڑھاپا آتا ہے جاتے ہیں اینٹھتے — کس مٹی کا نہ جانیے اپنا خمیر ہے
1778/7 اس خوب صورتی سے نہ صورت نظر پڑی — سورت تلک تو سیر کی وہ بے نظیر ہے
1778/8 پُر جوہر اُس کی تیغ ہے نامہ برائے قتل — پیغامِ مرگ عاشقوں کو اس کا تیر ہے

---

[1] آسی اور مجلس کے متن میں 'میری طرف کو نگاہ کر' درج ہے۔ نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'کو' ہے یہ بہتر ہے۔
[2] نول کشور دوم اور آسی کے یہاں 'ہے' درج ہوا جب کہ نسخۂ کالج میں 'ہوں' ہے مصرع زیادہ بہتر ہوتا ہے۔

1778/9 پوچھو اسی سے مضطرب الحال دل کی کچھ — وہ[1] آفتاب چہرہ روشن ضمیر ہے

1778/10 جوں طفل شوخ و شنگ و جوان بلند طبع — شائستۂ فلک ہے اگر چرخِ پیر ہے

1778/11 فریاد شب کی سن کے کہا بے دماغ ہو — دیکھو تو اِس بلا کو یہ شاید کہ میر ہے

﴿1779﴾

1779/1 اِن بلاؤں سے کب رہائی ہے — عشق ہے، فقر ہے، جدائی ہے

1779/2 دیکھیے رفتہ رفتہ کیا ہووے — ہم بھی چلنے کو ہیں کہ آئی ہے

1779/3 استخواں کانپ کانپ جلتے ہیں — عشق نے آگ یہ لگائی ہے

1779/4 دل کو کھینچے ہے چشمکِ انجم — آنکھ ہم نے کہاں لڑائی ہے

1779/5 اس صنائع کا، اس بدائع کا — کچھ تعجب نہیں خدائی ہے

1779/6 نہ تو جذبِ رسا، نہ بختِ رسا — کیونکہ کہیے کہ واں رسائی ہے

1779/7 ہے تصنّع کہ اس کے لب ہیں لعل — سب نے اک بات یہ بنائی ہے

1779/8 کیا کہوں خشم عشق سے جو مجھے — کبھو جھنجھلاہٹ آہ آئی ہے

1779/9 ایسا چہرے پہ ہے نہوں کا خراش — جیسے تلوار منہ پہ کھائی ہے

1779/10 میں نہ آتا تھا باغ میں اُیں بن — مجھ کو بلبل پکار آئی ہے

1779/11 آئی اُس جنگ جو کی گر شبِ وصل — شام سے صبح تک لڑائی ہے

1779/12 اور کچھ مشغلہ نہیں ہے ہمیں — گاہ و بے گہ غزل سرائی ہے

1779/13 توڑ کر آئنہ نہ جانا یہ — کہ ہمیں صورت آشنائی ہے

﴿1780﴾[2]

1780/1 گل قفس تک نسیم لائی ہے — بو کہ پھر کر بہار آئی ہے

1780/2 عشق دریا ہے ایک لنگر دار — تہ کسو نے نہ اس کی پائی ہے

1780/3 وہ نہ شرمائے کب تلک آخر — دوستی، یاری، آشنائی ہے

1780/4 وے نہیں تو اُنھوں کا بھائی اور — عشق کرنے کی کیا منائی ہے

1780/5 بے ستوں کوہکن نے کیا توڑا — عشق کی زور آزمائی ہے

1780/6 بھیڑیں ٹلتی ہیں اُس کے ابرو ہلے — چلی تلوار تو صفائی ہے

1780/7 لڑکا عطار کا ہے کیا معجون — ہم کو ترکیب اُس کی بھائی ہے

1780/8 کج روی یار کی نہیں جاتی — یہی بے طور، بے ادائی ہے

---

[1] متن نسخۂ کالج کے مطابق ہے، آسی اور مجلس کے متن میں 'آہ آفتاب چہرۂ روشن ضمیر ہے' درج ہے، نسخۂ فورٹ ولیم کالج کا متن بہت بہتر، صاف، سریع الفہم ہے۔

[2] نسخۂ آسی اور عبادت میں یہ غزل اور غزل نمبر ۱۷۷۹ ایک ہی غزل کے طور پر درج ہیں جب کہ مجلس میں اس مطلع ثانی سے الگ غزل نمبر (۲۵۷) کے طور پر درج ہے، جلد چہارم، ص ۱۷۷۔

1780/9 آنے کہتا ہے ، پھر نہیں آتا — یہی بد عہدی ، بے وفائی ہے

1780/10 کر چلو نیکی اب تو جس تس سے — شاید اس ہی میں کچھ بھلائی ہے

1780/11 برسوں میں میر سے ملے تو کہا
اس سے پوچھو کہ یہ کجائی ہے

﴿1781﴾

1781/1 یا رب کوئی دیوانہ بے ڈھنگ سا آ جاوے — اغلال و سلاسل ٹک اپنی بھی ہلا جاوے

1781/2 خاموش رہیں کب تک زندانِ جہاں میں ہم — ہنگامہ قیامت کا شورش سے اُٹھا جاوے

1781/3 کب عشق کی وادی ہے سر کھینچنے کی جاگہ — ہو سیل بھلا سا تو منہ توڑ چلا جاوے

1781/4 عاشق میں ہے اور اُس میں نسبت سگ و آہو کی — جوں جوں ہو رمیدہ وہ، توں توں یہ[1] لگا جاوے

1781/5 افسوس کی جاگہ ہے یاں باز پسیں دم میں — ہو روبرو آئینہ وہ منہ کو چھپا جاوے

1781/6 ان نوخطوں سے میری قسمت میں تو تھی خواری — کس طرح لکھا میرا کوئی آ کے مٹا جاوے

1781/7 دیکھ اُس کو ٹھہر رہتا ثابت قدموں سے ہو — اس راہ سے آوے تو ہم سے نہ رہا جاوے

1781/8 کہیے جہاں کرتا ہو تاثیر سخن کچھ بھی — وہ بات نہیں سنتا کیا اُس سے کہا جاوے

1781/9 یہ رنگ رہے دیکھیں تا چند کہ وہ گھر سے — کھاتا ہوا پان آ کر باتوں کو چبا جاوے

1781/10 ہم دیر کے جنگل میں بھولے پڑے ہیں کب کے — کعبے کا ہمیں رستا خضر آ کے بتا جاوے

1781/11 ہاتھوں گئی خوباں کے کچھ شے نہیں پھر ملتی — کیوں کر کوئی اب اُن سے دل میرا دلا جاوے

1781/12 یہ ذہن و ذکا اُس کا تائید اُدھر کی ہے — ٹک ہونٹھ ہلے تو وہ تہہ بات کی پا جاوے

1781/13 یوں خط کی سیاہی ہے گرد اُس رخِ روشن کے — ہر چار طرف گاہے جوں بدر گھرا جاوے[2]

1781/14 کیا اُس کی گلی میں ہے عاشق کسو کی رویت — آلودۂ خاک آوے لوہو میں نہا جاوے

1781/15 ہے حوصلہ تیرا ہی جو تنگ نہیں آتا[3]
کس سے یہ ستم ورنہ اے میر سہا جاوے

﴿1782﴾

1782/1 ترے بندے ہم ہیں خدا جانتا ہے — خدا جانے تو ہم کو کیا جانتا ہے

1782/2 نہیں عشق کا درد لذت سے خالی — جسے ذوق ہے وہ مزا جانتا ہے

1782/3 ہمیشہ دل اپنا جو بے جا ہے اس بن — مرے قتل کو وہ بجا جانتا ہے

1782/4 گہے زیرِ برقع ، گہے گیسوؤں میں — غرض خوب وہ منہ چھپا جانتا ہے

1782/5 مجھے جانے ہے آپ سا ہی فریبی — دعا کو بھی میری دغا جانتا ہے

1782/6 جفا اُس پہ کرتا ہے حد سے زیادہ — جنہیں یار اہلِ وفا جانتا ہے

---

[1] شعر شور انگیز جلد چہارم، ص ۲۱۷، اس شعر کو انتخاب میں شامل کر کے مطالبِ شعر پر بہت طویل بحث کی ہے، لیکن متن میں مصرع ثانی میں دونوں جگہ 'وہ' ہی درج ہے، 'توں توں وہ لگا جاوے' آسی اور مجلس میں 'یہ لگا جاوے' بہتر ہے، اس میں کنایہ متکلم کی طرف بھی ہو جاتا ہے۔

[2] نسخۂ مجلس میں سہو کتابت اور پروف نہ پڑھنے کے سبب 'جوں بدر گھرا آ جاوے' درج ہوا اس میں 'آ' زائد ہے۔

[3] نسخۂ آسی ص ۴۲۴ پر اس مقطع کو اس سے اگلی غزل کے مطلع کے طور پر درج کر دیا ہے۔

1782/7	لگا لے ہے جھمکے دکھا کر اُسی کو	جسے مغ بچہ پارسا جانتا ہے
1782/8	اُسے جب نہ تب ہم نے بگڑا ہی پایا[1]	یہی اچھے منہ کو بنا جانتا ہے
1782/9	بلا شور انگیز ہے چال اُسی کی	اسی طرز کو خوش نما جانتا ہے
1782/10	نہ گرمی جلاتی تھی ایسی نہ سردی	مجھے یار جیسا جلا جانتا ہے
1782/11	یہی ہے سزا چاہنے کی ہمارے	ہمیں کشتہ خوں کی سزا جانتا ہے
1782/12	مرے دل میں رہتا ہے تو ہی تبھی تو[2]	جو کچھ دل کا ہے مدعا جانتا ہے
1782/13	پری اُس کے سائے کو بھی لگ سکے نہ	وہ اِس جنس کو کیا بلا جانتا ہے

1782/14

جہاں میر عاشق ہوا ، خوار ہی تھا
یہ سودائی کب دل لگا جانتا ہے

﴿1783﴾

1783/1	یہی عشق ہی جی کھپا جانتا ہے	کہ جاناں سے جی بھی ملا جانتا ہے
1783/2	بدی میں بھی کچھ خوبی ہووے گی تب تو	برا کرنے کو وہ بھلا جانتا ہے
1783/3	مرا شعر اچھا بھی دانستہ ضد ہے	کسو اور ہی کا کہا جانتا ہے
1783/4	زمانے کے اکثر ستم گار دیکھے	وہی خوب طرزِ جفا جانتا ہے
1783/5	نہیں جانتا حرفِ خط کیا ہیں لکھے	لکھے کو ہمارے مٹا جانتا ہے
1783/6	نہ جانے جو بیگانہ تو بات پوچھے	سو مغرور کب آشنا جانتا ہے

1783/7

نہیں اتحادِ تن و جاں سے واقف
ہمیں یار سے جو جدا جانتا ہے

ردیف ی ے ــــ دیوان ششم

﴿1784﴾

1784/1	کہتے ہیں مرنے والے یاں سے گئے	سب یہیں رہ گئے ، کہاں سے گئے
1784/2	دم میں دم جب تلک تھا سوچ رہا	سانس کے ساتھ سارے سانسے گئے
1784/3	آنکھ کھلتے ہی گھر گئے وے تو	ہم ستم دیدہ ، خانماں سے گئے
1784/4	واں گئے کرتے وے خرامِ ناز	یاں جواں کیسے کیسے جاں سے گئے

1784/5

اُس گلی سے جو اُٹھ گئے بے صبر
میر گویا کہ وے جہاں سے گئے

---

[1] نسخۂ مجلس جلد چہارم ص ۱۸۰ پر 'پایا ہے' درج ہے، اس 'ہے' کی یاں ضرورت نہیں۔

[2] نسخۂ آسی میں 'تو ہی تبھی تو' کی بجائے یہ متن ہے 'تو ہی تو ہی تو' اس متن کے ذریعے مفہوم کا حصول کافی مشکل ہے، یوں بھی نسخۂ کالج اور طبع 'تبھی تو' درست اور بہت بہتر ہے۔

﴿1785﴾

1785/1 کچھ نہ کی اُن نے جس کو چاہا ہے — جوں توں[1] اپنا کیا نباہا ہے

1785/2 سدھ، خبر اپنے غم زدے کی لے — صبح تک رات کو کراہا ہے

1785/3 یا علیؑ ہے گا میرؔ پیر فقیر
اب سزاوارِ لطف شاہا ہے

﴿1786﴾

1786/1 عشق میں ہم نے جاں کنی کی ہے — کیا محبت نے دشمنی کی ہے

1786/2 کیسی سرخ و سفید نکلی تھی — مے، مگر دختر ارمنی کی ہے

1786/3 بید سا کیوں نہ سوکھ جاؤں میں — دیرِ مجنوں سے ہم سنی کی ہے

1786/4 اُس پریشان کو[2] نشانہ کر — یار نے جمع افگنی کی ہے

1786/5 کر دیا خاک آسماں نے ہمیں — یہ بھی ہمت اُسی دنی کی ہے

1786/6 تکیہ ویراں فقیر کا بھی نہ ہو — یاں خرابی بہت غنی کی ہے

1786/7 قافلہ لُٹ گیا جو آنسو کا
عشق نے میرؔ رہزنی کی ہے

﴿1787﴾

1787/1 میں ہوں، تُو ہے، درمیاں شمشیر ہے — سفکِ دم میں میرے اب کیا دیر ہے

1787/2 خضر دشتِ عشق میں مت جا کہ واں — ہر قدم مخدوم، خوفِ شیر ہے

1787/3 راہ تک تک کر ہوئے ہیں جاں بہ لب — پر وہی اب تک بھی یاں اسویر ہے

1787/4 جو گرسنہ دل تھا اس دیدار کا — اپنے جینے ہی سے وہ اب سیر ہے

1787/5 کچھ نہیں جان اُن کے پیشِ تارِ مو — گھر میں شمعی رنگوں کے اندھیر ہے

1787/6 پاک ہی ہوتی رہی کشتیِ خلق — ہر زبردست اُس جواں کا زیر ہے

1787/7 طائروں نے گل فشاں کی میری گور — سامنے پھولوں کا گویا ڈھیر ہے

1787/8 آشنا ڈوبے بہت اس دور میں — گرچہ جامہ یار کا کم گھیر ہے

1787/9 آنچل اُس دامن کا ہاتھ آتا نہیں
میرؔ دریا کا سا اُس کا پھیر ہے

﴿1788﴾

1788/1 جو جنون و عشق کی تدبیر ہے — سو نہ یاں شمشیر، نے زنجیر ہے

1788/2 وصف اُس کا باغ میں کرنا نہ تھا — گل ہمارا اب گریباں گیر ہے

---

[1] نسخۂ مجلس ص ۲۶۵ 'جوں جوں' سے نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں 'جوں توں' بہتر ہے، تاہم مصرعِ اولیٰ کا مفہوم واضح نہیں ہے۔

[2] نسخۂ آسی ص ۲۶۳ پر 'نشانہ نہ کر' درج ہے جو غلط ہے، نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'نشانہ نہ کر' درست ہے۔

1788/3	دیکھ رہتا ہے جو دیکھے ہے اُسے	دلربا آئینہ رو تصویر ہے
1788/4	پائے گیر اُس کے نہ ہوں کیوں دردمند	حلقہ حلقہ زلف وہ زنجیر ہے
1788/5	صید کے تن پر ہیں سب گلہائے زخم	کس قدر خوش کار اُس کا تیر ہے
1788/6	مدتِ ہجراں نے کی ہے کچھ کمی	میرے طولِ عمر کی تقصیر ہے
1788/7	خط نہ لکھتے تھے سو تابِ دل گئی	دفتروں کی اکثر اب تحریر ہے
1788/8	رکھ نظر میں بھی خراب آبادیاں	اے کہ تجھ کو کچھ غمِ تعمیر ہے
1788/9	سخت کافر ہیں برہمن زادگاں	مسلموں کی اُن کے ہاں تکفیر ہے
1788/10	گفتگو میں رہتے تھے آگے خموش	ہر سخن کی اب مرے تقریر ہے
1788/11	نظم محسن کی رہی سر مشق دیر	اس مرے بھی شعر میں تاثیر ہے
1788/12	مر گئے پر بھی نہ رسوائی گئی	شہر میں اب نعش بھی تشہیر ہے
1788/13	کیا ستم ہے یہ کہ ہوتے تیغ وحشت	ذبح کرنے میں مرے تاخیر ہے

1788/14
میر کو ہے کیا جوانی میں صلاح
تب تو سارے مے کدے کا پیر ہے

﴿1789﴾

1789/1	دل غم سے خوں ہوا تو بس اب زندگی ہوئی	جانِ اُمیدوار سے شرمندگی ہوئی
1789/2	خدمت میں اس صنم کے کٹی عمر پر ہمیں	گویا کہ روز اُس سے نئی بندگی ہوئی
1789/3	گریے کا میرے جوش جو دیکھا تو شرم سے	سیلاب کو بھی دیر سر افگندگی ہوئی
1789/4	تھا دو دلا وصال میں بھی میں کہ ہجر میں	پانچوں حواس کی تو پراگندگی ہوئی

1789/5
اب صبر میر ہو نہیں سکتا فراق میں[1]
یک عمر جان و دل کی فریبندگی ہوئی

﴿1790﴾

1790/1	یار نے ہم سے بے ادائی کی	وصل کی رات میں لڑائی کی
1790/2	بال و پر بھی گئے بہار کے ساتھ	اب توقع نہیں رہائی کی
1790/3	کلفتِ رنجِ عشق کم نہ ہوئی	میں دوا کی بہت شفائی کی
1790/4	طرفہ رفتار کے ہیں رفتہ سب	دھوم ہے اس کی رہ گرائی کی
1790/5	خندۂ یار سے طرف ہو کر	برق نے اپنی جگ ہنسائی کی
1790/6	کچھ طراوت نہ تھی ان آنکھوں میں	دیکھ کر کیا یہ آشنائی کی
1790/7	وصل کے دن کو کارِ جاں نہ کھنچا	شب نہ آخر ہوئی جدائی کی
1790/8	منہ لگایا نہ دخترِ رز کو	میں جوانی میں پارسائی کی
1790/9	جور اُس سنگ دل کے سب نہ کھنچے	عمر نے سخت بے وفائی کی

1789/5 نسخۂ آسی میں 'فراق پر' جب کہ نول کشور دوم اور نسخۂ کالج میں 'میں' بہتر ہے۔

1790/10 کوہکن کیا پہاڑ توڑے گا — عشق نے زور آزمائی کی

1790/11 چپکے اُس کی گلی میں پھرتے رہے — دیر واں ہم نے بے نوائی کی

1790/12 اک نگہ میں ہزار دل[1] مارے — ساحری کی کہ دلربائی کی

1790/13 نسبت اُس آستاں سے کچھ نہ ہوئی — برسوں تک ہم نے جبہہ سائی کی

1790/14 میر کی بندگی میں جا بارے
سیر سی ہو گئی خدائی کی

﴿1791﴾

1791/1 زمیں اور ہے، آسماں اور ہے — تب آناً فاناً سماں اور ہے

1791/2 نہ وے لوگ ہیں اب نہ اجماع وہ — جہاں وہ نہیں یہ جہاں اور ہے

1791/3 نہ اِن لوگوں کی بات سمجھی گئی — یہ خلق اور اِن کی زباں اور ہے

1791/4 تجھے گو کہ صد رنگ ہو مجھ سے کیں — مری اور اک مہرباں اور ہے

1791/5 ہوا رنگ بدلے ہے ہر آن میر
زمین و زماں ہر زماں اور ہے

﴿1792﴾

1792/1 کہو تو کب تئیں یوں ساتھ تیرے پیار رہے — کہ دیکھا جب تجھے تب جی کو مار مار رہے

1792/2 ادا و ناز سے دل لے چلا تو ہنس کے کہا — کہ میرے پاس تمھارا بھی یادگار رہے

1792/3 ہم آپ سے جو گئے ہیں، گئے ہیں مدت کے[2] — الٰہی اپنا ہمیں کب تک انتظار رہے

1792/4 ہوس اسیروں کے ٹک دل کی نکلے کچھ شاید — کوئی دن اور اگر موسمِ بہار رہے

1792/5 اُٹھا جو باغ سے میں بے دماغ تو نہ پھرا — ہزار مرغِ گلستاں مجھے پکار رہے

1792/6 لیا تو جاوے بھلا نام منہ سے یاری کا — جو ہم ستم زدوں سے یار کچھ بھی یاد رہے

1792/7 وصال، ہجر ٹھہر جاوے کچھ نہ کچھ آخر — جو بے قرار مرے دل کو بھی قرار رہے

1792/8 کریں گے چھاتی کو گلزار ہم جلا کر داغ — جو گل کے سینے میں ایسا ہی خار خار رہے

1792/9 تکوں ہوں ایک سا میں گردِ راہ کو اُس کی — نہ کیونکہ دونوں مری آنکھوں میں غبار رہے

1792/10 نہ کریے گریۂ بے اختیار ہرگز میر
جو عشق کرنے میں دل پر کچھ اختیار رہے

﴿1793﴾

1793/1 بے لطفِ یار ہم کو کچھ آسرا نہیں ہے — سو کوئی دن جو ہے تو پھر سالہا نہیں ہے

1793/2 سن عشق جو اطبا کرتے ہیں، چشم پوشی — جاں کاہ اس مرض کی شاید دوا نہیں ہے

1793/3 جس آنکھ سے دیا تھا اُن نے فریب دل کو — اُس آنکھ کو جو دیکھو اب آشنا نہیں ہے

---

[1] نسخۂ آسی میں 'کے' کی بجائے 'سے' ہے، نسخۂ کالج اور نول کشور دوم کا متن 'کے' بہتر ہے۔

1793/4 جب دیکھو آئنے کو تب روبرو ہے اُس کے — بے چشم و رو[1] اُسے کچھ شرم و حیا نہیں ہے

1793/5 میں برگ بند اگرچہ زیرِ شجر رہا ہوں — فقرِ مُکَلَّب سے لیکن برگ و نوا نہیں ہے

1793/6 شیریں نمک لبوں میں اُس کے نہیں حلاوت — اس تلخ زندگی میں اب کچھ مزا نہیں ہے

1793/7 اعضا گداز ہو کر سب بہہ گئے ہیں میرے — ہجراں میں اُس کے مجھ میں اب کچھ رہا نہیں ہے

1793/8 سُن سانحاتِ عشقی ہنس کیوں نہ دو پیارے — کیا جانو تم کسو سے دل ٹک لگا نہیں ہے

1793/9 دل خوں، جگر کے ٹکڑے جب میر دیکھتا ہوں — اب تک زباں سے اپنی میں کچھ کہا نہیں ہے

1794

1794/1 لاکھوں فلک کی آنکھیں سب مند گئیں ادھر سے — نکلے نہ نا اُمیدی کیوں کر مری نظر سے

1794/2 برسے ہے عشق یاں تو دیوار اور دَر سے — روتا گیا ہے ہر اک جوں ابر میرے گھر سے

1794/3 جو لوگ چلتے پھرتے یاں چھوڑ کر گئے تھے — دیکھا نہ اُن کو اب کے آئے جو ہم سفر سے

1794/4 قاصد کسو نے مارا، خط راہ میں سے پایا — جب سے سنا ہے ہم نے وحشت ہے اس خبر سے

1794/5 سو بار ہم تو تم بن گھر چھوڑ چھوڑ نکلے — تم ایک بار یاں تک آئے نہ اپنے گھر سے

1794/6 چھاتی کے جلنے سے ہی شاید کہ آگ سلگی — اُٹھنے لگا دھواں اب میرے دل و جگر سے

1794/7 نکلا ہے سو جلا ہے نومید ہی چلا ہے — اپنا نہالِ خواہش برگ و گل و ثمر سے

1794/8 جھڑ باندھنے کا ہم بھی دیں گے دکھا تماشا — ٹک ابرِ قبلہ آ کر آگے ہمارے برسے

1794/9 سو نامہ بر کبوتر، کر ذبح اُن نے کھائے — خط چاک اُڑے پھریں ہیں اس کی گلی میں پر سے

1794/10 آخر گرسنہ چشمِ نظارہ ہو گئے ہم — ٹک دیکھنے کو اُس کے برسوں، مہینوں ترسے

1794/11 اپنا وصولِ مطلب اور ہی کسو سے ہوگا — منزل پہنچ رہیں گے ہم ایسی رہ گزر سے

1794/12 سردے دے مارتے ہیں ہجراں میں میر صاحب — یا رب چھڑا تو ان کو چاہت کے دردِ سر سے

1795

1795/1 کافر بتوں سے مل کے مسلمان کیا رہے — ہو مختلط جو اُن سے تو ایمان کیا رہے

1795/2 شمشیر اُس کی حصہ برابر کرے ہے دو — ایسی لگی ہے ایک تو ارمان کیا رہے

1795/3 ہے سر کے ساتھ مال و منال آدمی کا سب — جاتا رہے جو سر ہی تو سامان کیا رہے

1795/4 ویرانیِ بدن سے مرا جی بھی ہے اُداس — منزل خراب ہووے تو مہمان کیا رہے

1795/5 اہلِ چمن میں مَیں نے نہ جانا کسو کے تئیں — مدت میں ہو ملاپ تو پہچان کیا رہے

1795/6 حالِ خرابِ جسم ہے جی جانے کی دلیل — جب تن میں حال کچھ نہ رہے، جان کیا رہے

1795/7 جب سے جہاں ہے تب سے خرابی یہی ہے میر — تم دیکھ کر زمانے کو حیران کیا رہے

---

[1] نول کشور دوم ص ۴۵۳ پر 'بے چشم ورو اُس سے کچھ' اس کی غیر موزونیت کو آسی صاحب نے 'بے چشم ورُو ہے اُس سے' لکھ کر دُور کیا جب کہ سب بہتر متن نسخۂ کالج کا 'بے چشم و رو اُسے کچھ۔۔۔' ہے۔

1796

1796/1 وہ اب ہوا ہے اتنا کہ جور و جفا کرے — افسوس ہے جو عمر نہ میری وفا کرے

1796/2 ہجرانِ یار ایک مصیبت ہے ہم نشیں — مرنے کے حال سے کوئی کب تک جیا کرے

1796/3 صورت ہو ایسی کوئی تو کچھ میری قدر ہو — مشتاق یار کو بھی کسو کا خدا کرے

1796/4 مرنا قبول ہے، نہیں زنہار یہ قبول — منت سے آن کر جو معالج دوا کرے

1796/5 مستی شراب کی ہی سی ہے آمد شباب — ایسا نہ ہو کہ تم کو جوانی نشا کرے

1796/6 یا رب نسیم لطف سے تیری کہیں کھِلے — دل اس چمن میں غنچہ سا کب تک[1] رہا کرے

1796/7 میں نے کہا کہ آتشِ غم میں جلے ہے دل — وہ سرد مہر گرم ہو بولا، جلا کرے

1796/8 رکنے سے میرے رات کے سارا جہاں رکا — آئے نسیم صبح کہ اک دم ہوا کرے

1796/9 برسوں کیا کرے مری تربت کو گل فشاں — مرغِ چمن اگر حقِ صحبت ادا کرے

1796/10 عارف ہے میر، اُس سے ملا بیش تر کرو
شاید کہ وقتِ خاص میں تم کو دعا کرے

1797

1797/1 مدت سے تو دلوں کی ملاقات بھی گئی — ظاہر کا پاس تھا سو مدارات بھی گئی

1797/2 کتنے دنوں میں آئی تھی اُس کی شبِ وصال — باہم رہی لڑائی سو وہ رات بھی گئی

1797/3 کچھ کہتے آ گئے[2] ہم تو سنا کرتے وے خموش — اب ہر سخن پہ بحث ہے وہ بات بھی گئی

1797/4 نکلی جو تھی تو بنتِ عنب عاصمہ ہی تھی — اب تو خراب ہو کے خرابات بھی گئی

1797/5 عمامہ، جا نماز گئے لے کے مغ بچے — واعظ کی اب لباسی[3] کرامات بھی گئی

1797/6 پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں
اس عاشقی میں عزتِ سادات بھی گئی

1798

1798/1 گل نے بہت کہا کہ چمن سے نہ جایئے (قطعہ)[4] — گل گشت کو جو آیئے، آنکھوں پہ آیئے

1798/2 میں بے دماغ کر کے تغافل چلا گیا — وہ دل کہاں کہ ناز کسو کے اُٹھایئے

1798/3 صحبت عجب طرح کی پڑی اتفاق ہائے — کھو بیٹھیے جو آپ کو، تو اس کو پایئے

1798/4 رنجیدگی ہماری تو پر سہل ہے ولے — آزردہ دل کسو کو نہ اتنا ستایئے

1798/5 خاطر ہی کے علاقے کی سب ہیں خرابیاں — اپنا ہو بس تو دل نہ کسو سے لگایئے

1798/6 اے ہم دم ابتدا سے ہے آدم کشی میں عشق — طبعِ شریف اپنی نہ ایدھر کو لایئے

1798/7 اتنی بھی کیا ہے دیدہ درائی[5] کہ غیر سے — آنکھیں لڑایئے، ہمیں آنکھیں دکھایئے

---

[1] نسخۂ آسی میں 'رہا کرے' کا املا کچھ ایسا ہے کہ 'سہا کرے' پڑھا جاتا ہے۔

[2] تمام نسخوں میں 'آ کے' ہی درج ہے، گو یہاں محل 'آ گئے' کا ہے، اس لیے 'آ کے' کو سہو کتابت سمجھا جا سکتا ہے۔

[3] آسی کے یہاں 'لباسی کرامات' زیادہ مناسب ہے، ورنہ نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'لباسِ کرامات' درج ہے۔

[4] ایک اور قطعۂ نو دریافت، آسی، عبادت، مجلس کسی نے ان دونوں مسلسل شعروں کو قطعہ قرار نہیں دیا۔

[5] میر نے غزلیات میں جتنی مرتبہ 'دیدہ درائی' یا 'دیدہ درا' استعمال کیا، اتنی ہی مرتبہ نسخۂ مجلس کے مرتب نے اسے 'دیدہ ورائی' اور 'دیدہ ورا' درج کیا ہے۔ تمام دواوین میں اس کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔

1798/8 مچلا ہے وہ تو دیکھ کے لیتا ہے آنکھیں موند — سوتا پڑا ہو کوئی تو اس کو جگائیے

1798/9 جانِ غیور پر ہے ستم سا ستم کہ میر
بگڑا جنھوں سے چاہیے اُن سے بنائیے

1799

1799/1 لے عشق میں گئے دلِ پُر اپنی جان سے — خالی ہوا جہاں، جو گئے ہم جہان سے

1799/2 دل میں مسوّدے تھے بہت، پر حضورِ یار — نکلا نہ ایک حرف بھی میری زبان سے

1799/3 ٹک دل سے آ دو آنکھوں میں ہے دید کی جگہ — بہتر نہیں مکان کوئی، اس مکان سے

1799/4 اول زمینیوں میں ہو مائل مری طرف — جو حادثہ نزول کرے آسمان سے

1799/5 یہ وہم ہے کہ آنکھیں مری لگ گئیں کہیں — تم مار ڈالیو نہ مجھے اس گمان سے

1799/6 کھل جاویں گی تب آنکھیں جو مر جاوے گا کوئی — تم باز نہیں ہو آتے، مرے امتحان سے

1799/7 نامہربانی نے تو تمھاری کیا ہلاک — اب لگ چلیں گے اور کسی مہربان سے

1799/8 زنبور خانہ چھاتی غمِ دوری سے ہوئی — وے ہم تلک نہ آئے کبھو کسرِ شان سے

1799/9 تاثیر کیا کرے سخنِ میر یار میں
جب دیکھو لگ رہا ہے کوئی اُس کے کان سے

1800

1800/1 کہو سو کریے علاج اپنا، تپیدنِ دل بلائے جاں ہے
نہ شب کو مہلت، نہ دن کو فرصت، دمادم آنکھوں سے خوں رواں ہے

1800/2 تلاش دل کو جو دلبری سے ہمارے پاس آ تمھیں رہے ہے
ستم رسیدہ، شکستہ وہ دل، گیا بھی خوں ہو کے یاں کہاں ہے

1800/3 کڑھا کریں ہیں، ہوا ہے مورد، جہانِ اجسام جب سے اپنا
غمِ جدائی جہانِ جاں کا، ہمارے دل میں جہاں جہاں ہے

1800/4 نہیں جو دیکھا ہے ہم نے اُس کو، ہوا ہے نقصانِ جان اپنا
ادھر نہ دیکھے ہے وہ کبھو تو نگہ کا اس کی مگر زیاں ہے

1800/5 بجا بھی ہے جو نہ ہووے مائل، نگار سیرِ چمن کا ہرگز
گلوں میں ہم دم ہو کوئی اس کا، سو کس کا ایسا لب و دہاں ہے

1800/6 کسے ہے رنج و غم و الم سے، دماغ سر کے اُٹھانے کا اب
مصیبت اس کے زمانے میں تو ہمارے اوپر زماں زماں ہے

1800/7 نہیں ہے اب میر پیر اتنا جو ذکرِ حق سے تو منہ چھپاوے
پگاہ نعرہ زنی کیا کر، ابھی تو نامِ خدا جواں ہے

1801

1801/1 سرِ راہ چند انتظاری رہے — بھلا کب تلک بے قراری رہے

1801/2 رہا ہی کیے آنسو پلکوں پہ شب — کہاں تک ستارہ شماری رہے
1801/3 کہا بوسہ دے کر، سفر جب چلا — کہ میری بھی یہ یادگاری رہے
1801/4 کہیں خشک ہو چشمۂ چشم بھی — لہو منہ پہ تاچند جاری رہے
1801/5 بس اب رہ چکی جانِ غم ناک بھی — جو ایسی ہی تن کی نزاری رہے
1801/6 تسلی نہ ہو دل اگر یار سے — ہمیں سال ہا ہم کناری رہے
1801/7 ترے ہیں دعا گو سنا خوب ہی — فقیروں کی کر[1] گوش داری رہے
1801/8 شبِ وصل تھی یا شبِ تیغ تھی — کہ لڑتے ہی وے رات ساری رہے
1801/9 کریں خواب ہمسائے کیونکر کہ یاں — بلا شور و فریاد و زاری رہے
1801/10 پھرا کرتے ہیں خوار گلیوں میں ہم — کہاں تک یہ بے اعتباری رہے
1801/11 کج ابروان اطفال میں ہے، عجب
جو میر آبرو بھی تمہاری رہے

﴿1802﴾

1802/1 کیا منہ لگے گلوں کے، شگفتہ دماغ ہے — پھولا پھرے ہے مرغِ چمن، باغ باغ ہے
1802/2 وہ دل نہیں رہا ہے، نہ اب وہ دماغ ہے — جی تن میں اپنے بجھتا سا کوئی چراغ ہے
1802/3 قامت سے اس کی سرنگوں رہتے ہیں سرو وگل — خوبی سے اس کی لالۂ صد برگ داغ ہے
1802/4 یا رب رکھیں گے پنبہ و مرہم کہاں کہاں — سوزِ دروں سے ہائے بدن داغ داغ ہے
1802/5 مدت ہوئی کہ زانو سے اُٹھتا نہیں ہے سر — کڑھنے سے رات دن کے ہمیں کب فراغ ہے
1802/6 گھر گھر پھرے ہے جھانکتی ہر صبح جو نسیم[2] — پردے میں کوئی ہے کہ یہ اُس کا سراغ ہے
1802/7 صولت فقیری کی نہ گئی مر گئے پہ بھی — اب چشمِ شیر، گور کا میری چراغ ہے
1802/8 لگ نکلی ہے کسو کی مگر بکھری زلف سے — آنے میں بادِ صبح کو یاں اک دماغ ہے
1802/9 نا نجردی سے مرغِ دلِ ناتواں یہ میر
اُس شوخ لڑکے سے مجھے باہم جناغ ہے

﴿1803﴾

1803/1 طبیعت نے عجب کل یہ ادا کی — کہ ساری رات وحشت ہی رہا کی
1803/2 نمائش داغِ سودا کی ہے سر سے — بہار اب ہے جنوں کی ابتدا کی
1803/3 نہ ہو گلشن ہمارا کیوں کہ بلبل — ہمیں گلزار میں مدت سنا کی
1803/4 مجھی کو ملنے کا ڈھب کچھ نہ آیا — نہیں تقصیر اس نا[3] آشنا کی

---

[1] نسخۂ مجلس 'کر گوش داری' جب کہ آسی کے متن میں 'گر گوش داری'، فائق صاحب نے اختلاف درج نہیں کیا، 'کر' درست ہے۔

[2] اس مصرع کا متن نسخۂ کالج ص ۷۵۸ اور نول کشور دوم ص ۴۵۵ کے مطابق ہے، نسخۂ آسی ص ۲۶۹ پر یہ مصرع بالکل مختلف متن کا حامل ہے، 'گھر گھر پھرے ہیں جھانکتے ہم صبح جوں نسیم'، فائق صاحب کا یہ کہنا، بالکل غلط ہے کہ یہ مصرع بے معنی ہے۔ گو ہم نے ترجیح قدیم نسخوں کے متن کو دی ہے۔

[3] یہ مصرع بالعموم اسی طرح معروف ہے، 'نہیں تقصیر اُس دیر آشنا کی'۔

1803/5 گئے جل حرِ عشق سے جگر دل — رہی تھی جان سو برسوں جلا کی

1803/6 اُنھی نے پردے میں کی شوخ چشمی — بہت ہم نے تو آنکھوں کی حیا کی

1803/7 ہوا طالع جہاں خورشید، دن ہے — تردد کیا ہے ہستی میں خدا کی

1803/8-9 پیام اس گل کو پہنچا پھر نہ آئی — (قطعہ) نہ خوش آئی میاں گیری صبا کی

سبب حیرت کا ہے اس کا توقف — سبک پا واں یہ اب تک کیا کیا کی

1803/10-11 جفائی سہیے گا کہتے تھے اکثر — (قطعہ)[1] ہماری عمر نے پھر گر وفا کی

جواں ہونے کی اس کے آرزو تھی — سو اب بارے ہمیں سے یہ جفا کی

1803/12-13 گیا تھا رات دروازے پہ اس کے — (قطعہ) فقیرانہ دعا کر جو صدا کی

لگا کہنے کہ یہ تو ہم نشیناں — صدا ہے دل خراش اُس ہی گدا کی

1803/14-15 رہا تھا دیکھ پہلے جو نگہ کر — (قطعہ)[2] ہمارے میر دل میں اُن نے جا کی

ملا اب تو نہ وہ ملنا تھا اس کا
نہ ہم سے دیر آنکھ اس کی ملا کی

﴿1804﴾

1804/1 ہم رو رو کے دردِ دلِ دیوانہ کہیں گے — جی میں ہے کہوں[3] حالِ غریبانہ کہیں گے

1804/2 سودائی و رسوا و شکستہ دل و خستہ — اب لوگ ہمیں عشق میں کیا کیا نہ کہیں گے

1804/3 دیکھے سو کہے کوئی نہیں جرم کسو کا — کہتے ہیں بجا لوگ بھی، بے جا نہیں کہیں گے

1804/4 ہوں در بدر و خاک بسر، چاک گریباں — اس طور سے کیونکر مجھے رسوا نہ کہیں گے

1804/5 ویرانے کو مدت کے کوئی کیا کرے تعمیر — اجڑی ہوئی آبادی کو ویرانہ کہیں گے

1804/6 میں رویا کڑھا کرتا ہوں دن رات جو درویش — من بعد مرے تکیے کو غم خانہ کہیں گے

1804/7 موقوف غمِ میر کہ شب ہو چکی ہم دم
کل رات کو پھر باقی یہ افسانہ کہیں گے

﴿1805﴾

1805/1 مدت پائے چنار[4] رہے ہیں، مدت گلخن تابی کی — برسوں ہوئے ہیں گھر سے نکلے، عشق نے خانہ خرابی کی

1805/2 مشقِ نوشتن جن کی رسا ہے وے بھی چپ ہیں حیرت سے — نقل کروں میں خوبیِ خط کیا اُس کے چہرے کتابی کی

1805/3 وہ نہیں سنتا سچی بھی میری، تین میں مَیں ہوں شمعِ[5] تیرہ میں — گنتی میں کچھ ہوں تو میری، قدر ہو حرفِ حسابی کی

1805/4 دیر جوانی کچھ رہتی تو اس کی جفا کا اُٹھتا مزا — عمر نے میری گزر جانے میں ہائے دریغ شتابی کی

---

[1] شعر دس اور گیارہ بھی مسلسل ہیں، انہیں قطعہ نہ آسی صاحب نے درج کیا ہے اور نہ عبادت اور فائق صاحب نے۔

[2] ایک ہی غزل میں دوسری بڑی غلطی، شعر چودہ اور پندرہ کو بھی قطعہ درج نہیں کیا جب کہ مضمون مسلسل ہے۔

[3] نسخۂ آسی میں 'کہو' ہے جب کہ نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں 'کہوں' ہے، مجلس کے مرتب نے بھی 'کہوں' درج کیا ہے۔

[4] نسخۂ کالج میں متن درست ہے، نول کشور دوم میں 'مدت پائے پیار' اور نسخۂ آسی میں 'مدت سے پائے چنار' درج ہوئے جو درست نہیں ہیں۔

[5] متن بہ طابق نسخۂ کالج و نول کشور دوم ہے، آسی کے متن میں ایک 'میں' کم ہے۔

1805/5 جامِ گلوں کے خزاں میں نگوں ہیں نکہت خوش بھی چمن سے گئی — ے شاید کہ تمام ہوئی ہے ہر غنچے کی ، گلابی کی

1805/6 جیتے جاگتے اب تک تو ہیں لیکن جیسے مردہ ہیں — یعنی بے دم، سست بہت ہیں، حسرت سے بے خوابی کی

1805/7 اچھی ہی ہے یہ جنسِ وفایاں لیک نہ پائی ہم نے کہیں — داغ ہوئی ہے جان ہماری اس شے کی نایابی کی

1805/8 جیب و دامن تر رہتے ہیں آٹھ پہر کے رونے سے — قدر نہیں ہے ہم کو ہرگز اپنے جامۂ آبی کی

1805/9 تنگ خلق کیا ہے ہم کو آخر دستِ خالی نے — عالم میں اسباب کے ہے کیا شورش بے اسبابی کی

1805/10 عشقِ میر کسو سے اتنا اب تک ظاہر ہم پہ نہ تھا
حرفِ یار جو منہ سے نکلا اُن نے بلا بے تابی کی

﴾1806﴿

1806/1 خم ہوا قد کماں سا ، پیر ہوئے — سو ہم اُس کے نشانِ تیر ہوئے

1806/2 اب نہ حسرت رہے گی مرنے تک — موسمِ گل میں ہم اسیر ہوئے

1806/3 میں ہی درویش خوار و زار نہیں — عشق میں بادشہ فقیر ہوئے

1806/4 ہے شرارت کا وقت عہدِ شباب — تم لڑکپن ہی سے شریر ہوئے

1806/5 گھر کو اُس کے خراب ہی دیکھا — جس کے یے چشم و دل مشیر ہوئے

1806/6 شور جن کے سروں میں عشق کا تھا — وے جواں سارے پائے گیر ہوئے

1806/7 یاں کی خلقت کی ہے زباں اُلٹی — کہتے ہیں اندھوں کو بصیر ہوئے

1806/8 نہ ہوئے ہم نظیری سے یوں تو — شعر کے فن میں بے نظیر ہوئے

1806/9 بات کا ہم سے اُن کو کب ہے دماغ
میر درویشی میں امیر ہوئے

﴾1807﴿

1807/1 آؤ کبھو تو پاس ہمارے بھی ناز سے — کرنا سلوک خوب ہے اہلِ نیاز سے

1807/2 پھرتے ہو کیا درختوں کے سائے میں دور دور — کر لو موافقت کسو بے برگ و ساز سے

1807/3 ہجراں میں اُس کے زندگی کرنا بھلا نہ تھا — کرتاہی جو نہ ہووے یہ عمرِ دراز سے

1807/4 مانندِ سبحہ عقدے نہ دل کے کبھو کھلے — جی اپنا کیونکہ اُچٹے نہ روزے نماز سے

1807/5 کرتا ہے چھید چھید ہمارا جگر تمام — وہ دیکھنا ترا مژۂ نیم باز سے

1807/6 دل پر ہو اختیار تو ہرگز نہ کریے عشق — پرہیز کریے اس مرضِ جاں گداز سے

1807/7 آگے بچھا کے نطع کو لاتے تھے تیغ و طشت — کرتے تھے یعنی خون تو اک امتیاز سے

1807/8 مانع ہوں کیوں کے گریۂ خونیں کے عشق میں — ہے ربطِ خاص چشم کو افشائے راز سے

1807/9 شاید شراب خانے میں شب کو رہے تھے میر
کھیلے تھا ایک مغ بچہ مُہرِ نماز سے

﴾1808﴿

1808/1 رشکِ شمشیر ابرو کا خم ہے — تیر و نشتر سے کیا پلک کم ہے

1808/2 تم کرو شاد زندگی کہ مجھے ۔۔۔ دل کے خوں ہونے کا بہت غم ہے

1808/3 جب سے عالم میں جلوہ گر ہے تو ۔۔۔ مہلکے میں تمام عالم ہے

1808/4 جس دم پر نہ جائیو اُن کے ۔۔۔ شیخ صاحب کا یہ بھی اک دم ہے

1808/5 زالِ دنیا کو جس نے چھوڑ دیا ۔۔۔ وہی نزدیک اپنے رستم ہے

1808/6 سرو و طوبیٰ کا ناز ہے بے جا ۔۔۔ اُس کے قد کا سا کب خم و چم ہے

1808/7 کچھ تو نسبت ہے اُس کے بالوں سے
یوں ہی کیا حالِ میر درہم ہے

1809

1809/1 جو لوگ آسماں نے یاں خاک کر اُڑائے ۔۔۔ بے عبرتوں نے لے کر خاک اُن کی، گھر بنائے

1809/2 رہنے کی کوئی جاگہ شاید نہ تھی اُنہوں کی ۔۔۔ جو یاں سے اُٹھ گئے ہیں وے پھر کبھو نہ آئے

1809/3 لڑکے برہمنوں کے صندل بھری جبینیں ۔۔۔ ہندوستاں میں دیکھے سو اُن سے دل لگائے

1809/4 ہر اک صنم کدے کی کافر جگہ ہے ہم نے ۔۔۔ قشقے بھی یاں کھنچائے، زنار بھی بندھائے

1809/5 پامال لوگ کیا کیا آگے ہوئے ہیں تم سے ۔۔۔ اس پر بھی تم جو آئے یاں تم نے سر اُٹھائے

1809/6 کیا گھورتے ہو ہر دم ڈرتے نہیں ہیں کچھ ہم ۔۔۔ جن آنکھوں پر ہیں عاشق اُن آنکھوں کے دکھائے

1809/7 آہِ شرر فشاں جو نکلے ہے منہ سے ہر دم
روشن ہے میر غم نے قلب و کبد جلائے

1810

1810/1 ہم کبھو غم سے آہ کرتے تھے ۔۔۔ آسماں تک سیاہ کرتے تھے

1810/2 اے خوشا حال اس کا جس کا وے ۔۔۔ حال عمداً تباہ کرتے تھے

1810/3 برسوں رہتے تھے راہ میں اُس کی ۔۔۔ تب کچھ اک اس سے راہ کرتے تھے

1810/4 نیچی آنکھیں ہم اُس کو دیکھا کیے ۔۔۔ کبھو اونچی نگاہ کرتے تھے

1810/5 ہے جوانی کہ موسمِ گل میں ۔۔۔ جائے طاعت گناہ کرتے تھے

1810/6 کیا زمانہ تھا وہ جو گزرا میر
ہم دگر لوگ چاہ کرتے تھے

1811

1811/1-2 وے سیہ موئی و گرفتاری (قطعہ)[1] دزد غمزوں کی ویسی عیاری
اچھا ہوتا نہیں مریضِ عشق ۔۔۔ ساتھ جی کے ہے دل کی بیماری

1811/3 کیوں نہ ابرِ بہار پر ہو رنگ ۔۔۔ برسوں دیکھی ہے میری خوں باری

1811/4 شور و فریاد و زاریِ شب سے ۔۔۔ شہریوں کو ہے مجھ سے بیزاری

1811/5 چلے جاتے ہیں رات دن آنسو ۔۔۔ دیدۂ تر کی خیر ہے جاری

[1] یہ دونوں شعر مسلسل ہیں اور ایک بات ہے جو چار مصرعوں میں مکمل ہوئی ہے لیکن آ سی یا مجلس میں سے کسی نے انہیں قطعہ درج نہیں کیا۔

1811/6 مر رہیں اِس میں یا رہیں جیتے — شیوہ اپنا تو ہے وفاداری

1811/7 کیونکہ راہِ فنا میں بیٹھے گا — جرم بے حد سے ہے گراں باری

1811/8 واں سے خشم و خطاب و ناز و عتاب[1] — یاں سے اخلاص و دوستی ، یاری

1811/9 میر چلنے سے کیوں ہو غافل تم
سب کے ہاں ہو رہی ہے تیاری

﴿1812﴾

1812/1 جمع افگنی سے اُن نے ترکش کیے ہیں خالی — کس مرتبے میں ہوگی سینوں کی خستہ حالی

1812/2 درگیر کیونکہ ہوگی اس سفلہ خو سے صحبت — دیوانگی یہ اتنی ، وہ اتنا لا اُبالی

1812/3 بے اختیار شاید آہ اُس سے کھنچ گئی ہو — جب صورت ایسی تیری نقاش نے نکالی

1812/4 اتنی سڈول دیہی دیکھی نہ ہم سنی ہے — ترکیب اُس کی گویا سانچے میں گئی ہے ڈھالی

1812/5 وصل و فراق دونوں بے حالی ہی میں گزرے — اب تک مزاج کی میں پاتا نہیں بحالی

1812/6 میں خاکسار ، اُن تک پہنچی دعا نہ میری — وے ہفتم آسماں پر ، اُن کا دماغ عالی

1812/7 آنکھیں فلک کی لاکھوں تب جھپتیاں ہی دیکھیں — مانندِ برقِ خاطف تیغ اُن نے جب نکالی

1812/8 کل فتنہ زیرِ سر تھے جو لوگ کٹ گئے سب — پھر بھی زمین سر پر یاروں نے آج اُٹھا لی

1812/9 طفلی میں ٹیڑھی سیدھی ٹوپی کا ہوش کب تھا — پگڑی ہی پھیر رکھی اُن نے جو سدھ سنبھالی

1812/10 معقول اگر سمجھتے تو میر بھی نہ کرتے
لڑکوں سے عشق بازی ، ہنگامِ کہنہ سالی

﴿1813﴾

1813/1 دوستی نے تو ہماری جاں گدازی خوب کی — آہ اُس دشمن نے یہ عاشق نوازی خوب کی

1813/2 گور پر آیا سمندِ ناز کو جولاں کیے — اس سپاہی زادے نے کیا تُرک تازی خوب کی

1813/3 عاشقوں کی خستگی ، بدحالی کی پروا نہیں — اے سراپا ناز تو نے بے نیازی خوب کی

1813/4 تنگ چولی نے تو مارا تنگ ورزی سے ہمیں — خاک بھی برباد کی ، دامن درازی خوب کی

1813/5 سان مارا اور کشتوں میں مرے کشتے کو بھی — اس کشندے لڑکے نے بے امتیازی خوب کی

1813/6 چھوڑ کر معمورۂ دنیا کو جنگل جا بسے — ہم جہانِ آب و گِل میں خانہ سازی خوب کی

1813/7 کھیل لڑکوں کا سمجھ کر چاہ کو آخر گئے
میر پیری میں تو تم نے عشق بازی خوب کی

﴿1814﴾

1814/1 اے عشق بے محابا تو نے تو جان مارے — ٹک حسن کی طرف ہو کیا کیا جوان مارے

1814/2 طائر فریب کتنا ہے وہ شکار پیشہ
مرغانِ باغ سارے گویا ہیں اُس کے مارے

---

[1] سبھی نسخوں میں 'ناز وعتاب' ہے، صرف آسی کے یہاں 'ناز وعقاب' جو سہوِ کتابت ہے۔

﴿1815﴾

1815/1 اُس سخن رس سے اگر شب کی ملاقات رہے
بات رہ جائے نہ یے دن رہیں نے رات رہے

1815/2 فخر سے ہم تو کلہ اپنی فلک پر پھینکیں
اُس کے سگ سے جو ملاقات مساوات رہے

1815/3 مغ بچے لے گئے سجّادہ و عمامہ اُچک
شیخ کی مے کدے میں کیوں کے کرامات رہے

1815/4 دھجیاں جامے کی کردوں گا جنوں میں اب کے
گر گریباں دری کا کام مرے ہات رہے

1815/5 خاک کا پتلا ہے آدم جو کوئی اچھی کہے
عالمِ خاک میں برسوں تئیں وہ بات رہے

1815/6 بات واعظ کی موثر ہو دلوں میں کیوں کر
دن کو طامات رہے، شب کو مناجات رہے

1815/7 تنگ ہوں میر جی بے طاقتیِ دل سے بہت
کیوں کے یہ ہاتھ تلے قبلۂ حاجات رہے

﴿1816﴾

1816/1 کیا عشق بے محابا ستھراؤ کر رہا ہے
میداں بزن گہوں کے کشتوں سے بھر رہا ہے

1816/2 غیرت سے دلبری کے ڈر چاندنی نہ دیکھی
مہتابی ہی رخ اُس کا پیشِ نظر رہا ہے

1816/3 خوں ریز ناتواں میں اتنا نہ کوئی بولا
کیا مارتا ہے اس کو یہ آپھی مر رہا ہے

1816/4 پائیز کب کرے ہے افسردہ، خستہ اتنا
تو بھی جدا کسو سے اے گل مگر رہا ہے

1816/5 خجلت سے آج کل کیا اُن نے کیا کنارا
دریا ہمیشہ میرے گریے سے تر رہا ہے

1816/6 میں اک نگاہ گاہے خوش رو کوئی نہ دیکھا
اُلفت رہی ہے جس سے اس ہی کا ڈر رہا ہے

1816/7 رہتا نہیں ہے رکھنے، تھمتا نہیں تھمائے
دل اب تڑپ تڑپ کر اک ظلم کر رہا ہے

1816/8 یہ کارواں سرا تو رہنے کی گوں نہ نکلی
ہرلے صبح یاں سے ہم کو عزمِ سفر رہا ہے

1816/9 بعد از نماز سجدہ اس شکر کا کروں ہوں
روزوں کا چاند پیدا سب بے خبر رہا ہے

1816/10 کیا پھر نظر چڑھا ہے اے میر کوئی خوش رو
یہ زرد زرد چہرہ تیرا اُتر رہا ہے

﴿1817﴾

1817/1 کیا طرح ہے، یاں جو آئے ہو تو شرمائے ہوئے
بات مخفی کہتے ہو غصے سے جھنجلائے ہوئے

1817/2 اس مرے نوبادۂ گلزارِ خوبی کے حضور
اور خوباں جوں خزاں کے گل ہیں مرجھائے ہوئے

1817/3 چھپ کے دیکھا ہمرہاں نے اس کو سو غش آگیا
حیف بے خود ہو گئے ہم پھر بہ خود آئے ہوئے

1817/4 ہر زماں لے لے اُٹھو ہو تیغ بے جا مجھ کو دیکھ
آئے ہو مستانہ کس دشمن کے بہکائے ہوئے

1817/5 گھر میں جی لگتا نہیں اُس بن تو ہم ہو کر اُداس
دور جاتے ہیں نکل ہجراں سے گھبرائے ہوئے

1817/6 ایک دن موئے دراز اُس کے کہیں دیکھے تھے میں
ہیں گلے کے ہار اب وے بال بل کھائے ہوئے

1817/7 دشمنی سے سایۂ عاشق کو جو مارے ہے تیر
اُس کمانِ ابرو کے جا کر میر ہمسائے ہوئے

لے نسخۂ مجلس میں 'ہر صبح' کی جگہ 'بر صبح' درج ہوا ہے۔

﴿1818﴾

1818/1 چرخ پر اپنا مدار، دیکھیے کب تک رہے — ایسی طرح روزگار دیکھیے کب تک رہے

1818/2 سہرے کہاں تک پڑیں آنسوؤں کے چہرے پر — گریہ گلے ہی کا ہار، دیکھیے کب تک رہے

1818/3 ضعف سے آنکھیں مندی کھل نہ گئیں پھر شتاب — غش یہ ہمیں اب کی بار دیکھیے کب تک رہے

1818/4 لب پہ مرے آن کر بارہا پھر پھر گئی — جان کو یہ اضطرار دیکھیے کب تک رہے

1818/5 اُس سے تو عہد و قرار کچھ بھی نہیں درمیان — دل ہے مرا بے قرار دیکھیے کب تک رہے

1818/6 اِس سرے سے اُس سرے داغ ہی ہیں صدر میں — ان بھی گلوں کی بہار دیکھیے کب تک رہے

1818/7 آنکھیں تو پتھرا گئیں تکتے ہوئے اُس کی راہ — شام و سحر انتظار دیکھیے کب تک رہے

1818/8 آنکھ ملاتا نہیں ان دنوں وہ شوخ ٹک — بے مزہ ہے ہم سے یار دیکھیے کب تک رہے

1818/9 روئے سخن سب کا ہے میری غزل کی طرف — شعر ہے[1] میرا شعار دیکھیے کب تک رہے

1818/10 گیسو و رخسارِ یار آنکھوں ہی میں پھرتے ہیں
میر یہ لیل و نہار دیکھیے کب تک رہے

﴿1819﴾

1819/1 فلک گرنے کے قابل آسماں ہے — کہ یہ پیرانہ سر جاہل جواں ہے

1819/2 گئے ان قافلوں سے بھی اُٹھی گرد — ہماری خاک کیا جانیں کہاں ہے

1819/3 بہت نامہرباں رہتا ہے یعنی — ہمارے حال پر کچھ مہرباں ہے

1819/4 ہمیں جس جائے کل غش آ گیا تھا — وہیں شاید کہ اُس کا آستاں ہے

1819/5 مژہ ہر اک ہے اس کی تیر، ناوک — خمیدہ بھوں جو ہے زوریں کماں ہے

1819/6 اُسے جب تک ہے تیراندازی کا شوق — زبونی پر مری خاطر نشاں ہے

1819/7 چلی جاتی ہے دھڑکوں ہی میں جاں بھی — یہیں سے کہتے ہیں جاں کو رواں ہے

1819/8 اُسی کا دم بھرا کرتے رہیں گے — بدن میں اپنے جب تک نیم جاں ہے

1819/9 پڑا ہے پھول گھر میں کاہے کو میر
جھمک ہے گل کی برقِ آشیاں ہے

﴿1820﴾

1820/1 ہم رہنِ بادہ جامۂ احرام کر چکے — مستی کی[2] دیر میں قسم اقسام کر چکے

1820/2 جامہ ہی وجہ مے میں ہمارا نہیں گیا — دستار و رخت سب گروِ جام کر چکے

1820/3 زنار پہنا سبحہ کے رشتے کے تار توڑ — ترکِ نماز و روزہ و اسلام کر چکے

1820/4 جپ کرنے بیٹھے مالا لیے پیش روئے بت — کفر اختیار کرنے میں ابرام کر چکے

---

[1] نسخۂ مجلس میں 'شعر ہی میرا شعار' جب کہ آسی کے یہاں 'شعر ہے میرا شعار' مصرع اِسی متن کے ساتھ معروف بھی ہے اور فائق صاحب نے اختلافِ نسخ بھی درج نہیں کیا، اس لیے 'ہے' درج کی ہے۔

[2] نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں 'مستی کے' جب کہ آسی و مجلس میں 'مستی کی' یہی بہتر ہے۔

1820/5 صندل کے قشقے دیکھ برہمن بچوں کے صبح[1] — عاشق ہوئے سو آپ کو بدنام کر چکے

1820/6 واسوختہ ہو دیر سے کعبے کو پھر گئے — سو بار اضطراب سے پیغام کر چکے

1820/7 شکر و گلہ صنم کدے کا حرف حرف میر
کعبے کے رہنے والوں کو ارقام کر چکے

﴿1821﴾

1821/1 عشق کیا کوئی اختیار کرے — وہی جی مارے جس کو پیار کرے

1821/2 غنچہ ہے سر پہ داغِ سودا کا — دیکھیں کب تک یہ گل بہار کرے

1821/3 آنکھیں پتھرائیں، چھاتی پتھر ہے — وہ ہی جانے جو انتظار کرے

1821/4 سہل وہ آشنا نہیں ہوتا — دیر میں اُس کو کوئی یار کرے

1821/5 کنج میں دام گہ کے ہوں شاید — صید لاغر کو بھی شکار کرے

1821/6 کبھو سچے بھی ہو، کوئی کب تک — جھوٹے وعدوں پہ[2] اعتبار کرے

1821/7 پھول کیا میر جس[3] کو وہ محبوب
سر چڑھاوے، گلے کا ہار کرے

﴿1822﴾

1822/1 سب کام سونپ اُس کو جو کچھ کام بھی چلے — جب نام اُس کا صبح کو، تا نام بھی چلے

1822/2 گل بکھرے لال میرے قفس پر خزاں کے بعد — شاید کہ اب بہار کے ایام بھی چلے

1822/3 خط نکلے پر بھی یار نہ لکھتا تھا کوئی حرف — سو اس کو اب تو لوگوں کے پیغام بھی چلے

1822/4 سایہ[4] سی اُس کے پیچھے لگی پھرتی ہے پری — وہ کیا جو آگے یار کے دو گام بھی چلے

1822/5 پھر صعوہ کے خرام کی بے لطفی دیکھیو — جب راہ دو قدم وہ گل اندام بھی چلے

1822/6 اب وہ نہیں کہ تھامے[5] تھمے اضطرار سے — اک عمر ہم تو ہاتھ سے دل تھام بھی چلے

1822/7 یہ راہِ دور عشق نہیں ہوتی میر طے
ہم صبح بھی چلے گئے ہیں، شام بھی چلے

﴿1823﴾

1823/1 اب دشتِ عشق میں ہیں بہ تنگ[6] آئے جان سے — آنکھیں ہماری لگ رہی ہیں آسمان سے

1823/2 پڑتا ہے پھول برق سے گلزار کی طرف — دھڑکے ہے جی قفس میں غمِ آشیان سے

---

[1] نسخۂ آسی میں 'برہمن بچوں کے بیچ' درج ہے، نسخۂ کالج اور طبع دوم کے مطابق 'صبح' ہے جو بہتر ہے۔

[2] نسخۂ آسی میں 'جھوٹے وعدوں کو اعتبار کرے'، مجلس کا مصرع ہم نے درج کیا، مرتبِ مجلس نے اختلاف کی نشان دہی نہیں کی۔

[3] نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں 'جی کو' سے مفہوم برآمد نہیں، آسی کے یہاں 'جس کو' درست ہے۔

[4] نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'سائے سی' درج ہے، آسی کا املا 'سایہ سی' یہاں روزمرہ کے مطابق ہے۔

[5] نسخۂ کالج میں املا 'تھامھے' آسی اور مجلس (جدید املا کے ادعا کے ساتھ) کے نسخوں میں 'تھانبے' ہمارے نزدیک ہمارے دَور کا املا 'تھامے' یہاں بالکل مناسب بھی ہے۔

[6] نسخۂ آسی اور مجلس میں 'یہ تنگ' سے کالج کے نسخے کا 'بہ تنگ' بہتر ہے۔

1823/3 یک دست جوں صدائے جرس بے کسی کے ساتھ — میں ہر طرف گیا ہوں جدا کاروان سے

1823/4 تم کو تو التفات نہیں حالِ زار پر — اب ہم ملیں گے اور کسو مہربان سے

1823/5 تم ہم سے صرفہ ایک نگہ کا کیا کیے — اغماض ہم کو اپنے ہے جی کے زیان سے

1823/6 جاتے ہیں اُس کی اور تو عشاق تیر سے — قامت خمیدہ اُن کے اگر ہیں کمان سے

1823/7 دلکش قد اُس کا آنکھوں تلے ہی پھرا کیا — صورت گئی نہ اُس کی ہمارے دھیان سے

1823/8 آتا نہیں خیال میں خوش رو کوئی کبھو — تو مار ڈالیو نہ مجھے اس گمان سے

1823/9 آنکھوں میں آ کے دل سے نہ ٹھہرا تو ایک دم — جاتا ہے کوئی دید کے ایسے مکان سے

1823/10 دیں گالیاں اُنھیں نے وہی بے دماغ ہیں
میں میر کچھ کہا نہیں اپنی زبان سے

1824

1824/1 گل برگ سی زباں سے بلبل نے کیا فغاں کی — سب جیسے اُڑ گئی ہے رنگینی گلستاں کی

1824/2 مطلوب گم کیا ہے تب اور بھی پھرے ہے — بے وجہ کچھ نہیں ہے یہ گردش آسماں کی

1824/3 مائل ستم کے ہونا جور و جفا ہی[1] کرنا — انصاف سے یہ کہنا یہ رسم ہے کہاں کی

1824/4 ہے سبزۂ لب جو اس لطف سے چمن میں — جوں بھیگتی مسیں ہوں کوئی سروِ نوجواں کی

1824/5 میں[2] گھر جہاں میں اپنے لڑکوں کے سے بنائے — جب چاہا تب مٹایا بنیاد کیا جہاں کی

1824/6 صوم و صلوٰۃ یک سو، میخانے میں جو تھے ہم — آواز بھی نہ آئی کانوں میں یاں اذاں کی

1824/7 جب سامنے گئے ہم، ہم نے اُسے دعا دی — شکل اُن نے دیکھتے ہی غصہ کیا، زباں کی

1824/8 دیکھیں تو میر کیونکر ہجراں میں ہم جیے ہیں
ہے اضطراب دل کا بے طاقتی ہے جاں کی

---

[1] نسخۂ آسی و مجلس میں 'بھی' نامناسب سا ہے، نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'ہی' مطابق اسلوبِ شعر درست ہے۔

[2] آسی کے نسخے ص ۶۷۸ پر 'ہیں' درج ہے، مجلس نے بھی اسی کا اتباع کیا ہے، جب کہ قدیم نسخوں، نسخۂ کالج اور نول کشور دوم میں 'میں' ہے، فاروقی صاحب نے بھی اپنے انتخاب کے آخری شعر میں 'میں' ہی کو ترجیح دی ہے۔ دونوں لفظوں سے شعر بامعنی رہتا ہے، گو مضمون شعر میں کافی تبدیلی آتی ہے۔ 'میں' کی صورت میں انسانی زندگی اور اعمال و افعال کی غیر موثری اور ناپائیداری مضمون بنتی ہے جب کہ 'ہیں' کی صورت میں کائنات کی ناپائیداری اور عدم سنجیدگی خالق کا تاثر جنم لیتا ہے۔

فردیات [1]

1. کیا کہیے عشق حسن کے[2] آپھی طرف ہوا — دل نام قطرہ خون یہ ناحق تلف ہوا

2. مئے گلگوں کی بو سے بس کہ مے خانہ مہکتا تھا — لبِ ساغر پہ منہ رکھ رکھ کے ہر شیشہ لہکتا[3] تھا

3. جب کہ تابوت مرا جائے شہادت سے اُٹھا — شعلۂ آہ ، دلِ گرمِ محبت سے اُٹھا

4. گرچہ امیدِ اسیری پہ یہ ناشاد آیا — رام صیاد کا ہوتے ہی خدا یاد آیا

5. یک پارہ جیب کا بھی بجا میں نہیں سیا — وحشت میں جو سیا سو کہیں کا کہیں سیا

6. اٹھوں نہ خاک سے کشتہ میں کم نگاہی کا — دماغ کس کو ہے محشر کی دادخواہی کا

7. دل گیا ، رسوا ہوئے ، آخر کو سودا ہو گیا — اس دو روزہ زیست میں ہم پر بھی کیا کیا ہو گیا

8. ہے لب نمکیں علاج میرا — پر بے مزہ ہے مزاج میرا

9. کس طور تو نے باغ میں آنکھوں کے تئیں ملا — نرگس کا جس سے رنگِ شکستہ بھی اُڑ چلا

10. آنے کے وقت تم تو کہیں کے کہیں رہے — اب آئے تم تو فائدہ ، ہم ہی نہیں رہے

11. ناچار ہم تو تجھ بن جی مار کر رہیں گے — پر اس روش کو تیری یے لوگ کیا کہیں گے

12. وعدے ہر روز رہے اور تم آتے ہی رہے — ہم کو دیکھو کہ لگے چلنے تو جاتے ہی رہے

13. مہیا جس کنے اسبابِ ملکی اور مالی تھے — وہ اسکندر گیا یاں سے تو دونوں ہاتھ خالی تھے

14. کلاہِ کج سے ہر غنچے کی پیدا ہے گلستاں میں — کہ کیا کیا اس چمن میں دلبروں کی لاأبالی تھی[4]

---

[1] نسخۂ کالج مطبوعہ ۱۸۱۱ء ص ۷۶۹ پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے تحت فردیات کا عنوان ہے۔ نسخۂ آسی نے بھی دیوانِ ششم کے آخر میں فردیات درج کی ہیں اور 'فرد' یا 'ولہ' درج نہیں، جیسا کہ نسخۂ کالج میں ہے، جس کا اتباع مجلس کے نسخے میں بھی ہوا ہے، فردیات کی ترتیب نسخۂ کالج و مجلس کے مطابق ہے اور ان کی تعداد اکاسی (۸۱) ہے۔

[2] نسخۂ مجلس میں 'حسن کی' ہے جب کہ آسی کے نسخے میں بڑی 'ی' کو بھی چھوٹی کی طرح لکھا جاتا ہے، اس لیے 'حسن کے' سمجھنا چاہیے۔ مجلس کے مرتب نے عشق کے بعد وقفہ (،) درج کیا جو درست نہیں۔

[3] نسخۂ آسی میں 'بہکتا' درج ہوا ہے، مجلس کے متن 'لہکتا' کو برقرار رکھا ہے، مرتب نے اختلاف درج نہیں کیا۔

[4] نسخۂ آسی میں 'تھے' جب کہ نسخۂ کالج میں 'تھی' ہے، قاضی عبدالغفار صاحب کے نزدیک 'دلبراں لاابالی تھے' درست ہے۔

15 کھا کے دانہ یہ دام چھوایا　　ہوئے آدم کو بھی بہشت نصیب

16 تری زلفِ سیہ کی یاد میں آنسو جھمکتے ہیں　　اندھیری رات ہے، برسات ہے، جگنو چمکتے ہیں

17 جیسے نسیم ہر سحر، تیری کروں ہوں جستجو　　خانہ بہ خانہ در بہ در، شہر بہ شہر کو بہ کو

18 نورِ نظر کو کھو کے میں سوؤں گا دیکھیو　　دل بھر رہا ہے خوب ہی روؤں گا دیکھیو

19 نہ رہ دنیا میں دل جمعی سے جو انسان جانتا[1] ہے　　سفر کا بھی رہے خطرہ کہ اس منزل سے جانا ہے

20 مدت ہوئی کہ تاب و تواں جی چھپا گئے[2]　　بے تاب کر کے خاک میں ہم کو ملا گئے

21 وے دن گئے کہ آٹھ پہر اُس کے پاس تھے　　اب آ گئے تو دور سے کچھ غم سنا گئے

22 صبح سے بن علاج وو خوش ہے (وہ)　　تیرا بیمار آج تو خوش ہے

23 کیا کہوں کچھ[3] بھی اُس سے چھوٹا ہے　　ملکِ دل اُن نے صاف لوٹا ہے

24 خاک ستے میر کیوں نہ یکساں ہوں　　مجھ پہ تو آسمان ٹوٹا ہے

25 سوائے سنگ دلی اور کچھ ہنر بھی ہے　　بتاں! دلوں میں تمہارے خدا کا ڈر بھی ہے

26 ترے فراق میں کچھ کھا کے سو رہوں گا میں　　تو کس خیال میں ہے، تجھ کو کچھ خبر بھی ہے

27 ہنس دے ہے دیکھتے ہی کیا خوب آدمی ہے[4]　　معشوق بھی ہمارا، کیا خوب آدمی ہے

28 انسان ہو جو کچھ ہے ادراکِ سرِّ لولاک　　ناداں نہیں، زماں سے مطلوب آدمی ہے

29 وصل کی جب سے گئی ہے چھوڑ دلداری مجھے　　ہجر کی کرنی پڑی ہے ناز برداری مجھے

30 میں گریباں پھاڑتا ہوں وہ سلا دیتا ہے میر　　خوش نہیں آتی نصیحت گو کی غم خواری مجھے

31 حیران اس بھبھوکے کے سب، دوش ہو گئے　　شمع و چراغ بزم میں[5] خاموش ہو گئے

32 عمر گزری کہ ترے کوچے کے آنے سے گئے　　دور سے ایک نظر دیکھ کے جانے سے گئے

---

1. آسی نے اس مطلع میں ایطائے جلی کی نشان دہی کی ہے جس کی تاویل فائق صاحب نے یہ کی کہ مصرع اول میں 'جانا' جاننا (دانستن یا دانست سے) ہے، مزید انہوں نے 'دانا' کی تصحیح قیاسی بھی تجویز کی۔
2. یہ دونوں شعر ایک ہی زمین کے ہیں، آسی نے انہیں یک جا اور مجلس کے مرتب نے الگ الگ درج کیا ہے۔
3. آسی کے یہاں 'اُس سے کچھ بھی' ہے، متن نسخۂ کالج اور مجلس کے مطابق ہے۔
4. اس مطلع کے قوافی میں بھی 'ایطائے جلی' ہے، تمام نسخوں میں اسی طرح ہے۔
5. نسخۂ مجلس میں 'شمع و چراغ میں سبھی ۔۔۔' جب کہ آسی کے یہاں کا متن بہتر ہے، وہی درج کیا ہے۔

33 کیوں گردنِ ہلال ابھی سے ڈھلک چلی — ابرو تو یک طرف ، پلک اُس کی نہیں ہلی
34 ہمت دے بادِ تند کو ایسی کہ بعدِ مرگ — مشتِ غبار میرا نجف پہنچے یا علی

35 یک دم میں[1] لخون سوکھا، مژگاں پہ ہو کے جاری — کر اے تپش جگر کی اب تو ہی آبیاری

36 شوخ ، عاشق قد کو تیرے سرو یا طوبیٰ کہے — کچھ ٹھہرتا ہی نہیں ، کوئی کہے تو کیا کہے

37 مرے رنگِ شکستہ پر ہنسے ہیں مردماں سارے — ہوا ہوں زعفراں کا کھیت تیرے عشق میں پیارے
38 عرق گرتا ہے تیری زلف سے جو دل سہمتا ہے — کہ شب تاریک ہے پھر ٹوٹتے ہیں دم بہ دم تارے

39 جو سیل سرشک کا چلے ہے — دریا کے بھی ہونٹھ جا ملے ہے

40 نظر کر کے وہ سلکِ دندانِ یار — ہوئے پانی پانی دُرِ شاہوار

41 اس ستم دیدہ کی صحبت سے جگر لوہو ہے — آب ہو جائے کہ یہ دل خلۂ[2] پہلو ہے

42 ابر جب مجھ خاک پر سے ہو گیا — ایک دو دم زار باراں رو گیا
43 کیا کہوں میں میر اپنی سرگزشت — ابتدا ہی قصے میں وہ سو گیا

44 فردوس سے کچھ اُس کی گلی میں کمی نہیں — پر ساکنوں میں واں کے کوئی آدمی نہیں

45 تو گلِ باغ پر نہ بلبل پھول — وہ بھی ہے گا ، گلاب کا سا پھول

46 نسبتِ مہ ہے دور اُس گل سے — وہ شگفتہ ہے یہ گرفتہ ہے

47 کس رو سے اس کے ہوگا تو نقطے سے مقابل — اے آفتاب تیرا منہ تو طباق سا ہے

48 مصرعِ زلف کا نہ پایا پیچ — شاعروں نے بھی فکر کر دیکھے

49 کوچۂ یار سے نہ جاویں گے — کیسے ہی ہوں گے ہم گئے گزرے

50 ترے لعلِ جاں بخش کو ہم نے بتلا — کیا آبِ حیواں کو پانی سا پتلا

51 ایک عالم ہے کشتہ اس لب کا — الغرض اس پہ دانت ہے سب کا

52 دل سمجھتا نہیں ہمارا آہ — زلف اس کی ہے ایک مارِ سیاہ

---

[1] نسخۂ کالج 'یک دم میں' آسی کے نسخے میں 'یک دم تو' ہے۔
[2] نسخۂ آسی میں 'خلش' متن ہے جب کہ نول کشور دوم میں 'خانہ' درست نہیں جب کہ نسخۂ کالج میں 'خلۂ' ہے اور یہی درست بھی ہے۔

53 پیرِ کنعاں سے گیا کب[1] دردِ عشق — گو مثل ہو آنکھ پھوٹی پیر گئی

51 وابستہ دلبروں کے خاموش ہیں ہمیشہ — ان ساحروں نے ایسے منہ عاشقوں کے باندھے

55 نہ سنے گا مری فغاں پھر تو — میں ترے کان کھول رکھتا ہوں

56 آرسی ، آرسی ، وہ ہے وہ ہے[2] — یہ نہ منہ دیکھے کی سی میں نے کہی

57 بختِ دشمن بلند تھے ورنہ — کوہ کن نے بھی سر کو پھوڑا تھا

58 جو ترے لب سے کام رکھتے ہیں — یمنی کو وے نام رکھتے ہیں

59 دل تاب تک[3] جو لاتا تو کہنے میں کچھ آتا — اُس تشنہ کام نے تو پانی بھی پھر نہ مانگا

60 لائق نہیں تمہارے مژگانِ خوش نگاہاں — مجروح دل کو میرے کانٹوں میں مت گھسیٹو

61 غم میں دل، صبر و ہوش اے پیارے — ہاتھ کانوں پہ[4] رکھ گئے سارے

62 لٹ گئی اس کو دیکھ گل کی فصل — سارے گلبن تھے تو کہے بے اصل

63 کر نظر اک دور سے مجھ داغ میں — آنکھیں نیچی کر گیا گل باغ میں

64 اُن نے دیکھا جو اُٹھ کے سوتے سے — اُڑ گئے آئنے کے توتے سے

65 کیسہ پُر زر ہو تو جفا جویاں — تم سے کتنے ہماری جیب میں ہیں

66 دیکھتا ہوں تو کام میرا میر — اولِ عشق ہی میں آخر ہے

67 پائے پُر آبلہ سے مجھ کو بنی گئی ہے — صحرا میں رفتہ رفتہ کانٹوں نے سر اُٹھایا

68 بس نہ لگ چل نسیم مجھ سے کہ میں — رہ گیا ہوں چراغ سا بجھ کر

69 چشم ہر گل پہ اُس کی جا دیکھی — اُسی کی باغ میں ہوا دیکھی

70 عشق میں مرگ ابتدا لے تو — جو نہ مانو تو انتہا لے تو

---

[1] نسخۂ آسی میں 'جب' نسخۂ کالج میں 'کب' درج ہوا ہے۔
[2] نسخۂ آسی میں 'وہ ہے، وہ ہے' جب کہ مجلس کے مرتب نے 'وہ ہے، وہ ہی' درج کیا، اختلاف نسخ مذکور نہیں۔
[3] نسخۂ آسی میں 'جو' کی جگہ 'بھی' درج ہے۔ مجلس کے مرتب نے اختلاف نسخ کا ذکر نہیں کیا۔
[4] نسخۂ آسی میں 'پہ' ہے مجلس کے نسخے میں نسخۂ کالج کی سند 'سے' 'میں' لکھا ہے اور حاشیے میں آسی کا متن 'پر' بتایا جب کہ وہ 'پہ' ہے۔

71 تری ہم چشم نرگس کیا صنم ہے — لکھا ہے گر کہیں سہو القلم ہے

72 تجھ بن چمن میں جو تھا دل کو ٹٹولتا تھا — گل منہ نہ کھولتا تھا، بلبل نہ بولتا تھا

73 نقدِ دل چھوڑتے نہیں خوباں — اس پہ گویا کہ قرض کھایا ہے

74 مایوسِ وصل اُس کا، چتون میں مت کہو تم — جو ہوشیار دم میں، اس کی امید کیا ہے

75 خضر! رہ عشق میں نہ ڈھونڈھ کہ یاں — راہ کی باٹ کھوئے دیتی ہے

76 غالب ہے کوئی دن کو ڈھونڈھو تو پھر نہ پاؤ — دل رفتہ رفتہ غم میں آدھا نہیں رہا ہے

77 فاتحہ کو نہ آیا بعد از مرگ — میر کے یار کی طرح دیکھو

78 کر صرفِ دید عمر، پھرے ہے تو یاں کہاں — ہے سیر مفت میر تجھے پھر جہاں کہاں

79 راہ آنسو کی کب تلک تکیے — خونِ دل ہی کا اب مزہ چکھیے

80 بید سا کانپتا تھا مرتے وقت — میر کو رکھیے[1] مجنوں کے تکیے

81 چلی جاتی ہے جاں ہی اب بھلا تدبیر کیا کریے — تداوی سے مرض گزرا، کہو اب میر کیا کریے

---

[1] آسی کے یہاں 'رکھیو' اور مجلس کے متن میں 'رکھیے' ہے، آسی کا متن ترسیل معنی میں مد ہے۔ نیز آسی کے یہاں درست طور پر شعر اُناسی اور شعر اَسی ایک ساتھ (کہ ایک ہی زمین کے ہیں) درج ہیں، مجلس کے نسخے میں الگ الگ درج ہوئے ہیں۔

ضمیمہ

غزلیات ــــ مشمولہ مثنویات

اِن اوراق میں میرؔ کی وہ غزلیات درج کی ہیں جو اُن کی مختلف منظومات (مثنویات، ساقی نامہ، شکارنامے) میں دستیاب ہوتی ہیں، انہیں مختلف دواوین کے تحت بھی درج کیا جا سکتا تھا، تاہم یہ مناسب سمجھا گیا کہ انہیں الگ سے اُسی ترتیب میں شاملِ نسخہ کیا جائے جو ترتیب اُن منظومات کی ہے جن سے یہ غزلیں الگ کی گئی ہیں۔ ان غزلیات کی کل تعداد 24 ہے۔ تسامحات سے بچنے کی خاطر اِن غزلوں کو دیوان ششم کی آخری غزل نمبر 1824 کے بعد 1825 سے شمار کیا گیا ہے۔ ہر غزل کے حاشیے میں متعلقہ مثنوی کا حوالہ بھی درج کیا گیا ہے۔

﴿1825﴾[1]

1825/1	شب وہ جو پیے شراب نکلا	جانا یہ کہ آفتاب نکلا
1825/2	قربانِ پیالۂ مئے ناب	جس سے کہ ترا حجاب نکلا
1825/3	تجھ بن جو پیا تھا قرط مے کا	آنکھوں سے ہو خونِ ناب نکلا
1825/4	مستی میں شراب کی جو دیکھا	عالم یہ تمام خواب نکلا
1825/5	شیخ آنے کو[2] مے کدے میں آیا	پر ہو کے بہت خراب نکلا
1825/6	یک جرعہ شراب ہی میں واعظ	ہر مسخرگی کا باب نکلا

1825/7
تھا غیرتِ بادہ عکس گل سے
جس جوئے چمن سے آب نکلا

﴿1826﴾[3]

1826/1	موسمِ ابر ہو، سبو بھی ہو	گل ہو گلشن ہو اور تو بھی ہو
1826/2	کب تک آئینے کا یہ حسنِ قبول	منہ ترا اس طرف کبھو بھی ہو
1826/3	ہو جو تیرا سا رنگِ گل گاہے	ریجھیں ہم تب جب ایسی بو بھی ہو[4]
1826/4	ہے غرض عشق صرف ہے لیکن	شرط یہ کہ جستجو بھی ہو
1826/5	سرکشی گل کی خوش نہیں آتی	ناز کرنے کو ویسا رو بھی ہو
1826/6	کس کو بلبل ہے دم کشی کا دماغ	ہو تو گل ہی کی گفتگو بھی ہو

---

[1] یہ غزل 'مثنوی ساقی نامہ' سے ہے، جو آسی کے کلیاتِ میر میں ص ۸۸۵ پر اور مجلس کی جلد ششم ص ۱۵۲ پر درج ہے۔

[2] نسخۂ آسی میں 'آنے کو' نسخۂ کالج میں 'آتے تو' اور نول کشور دوم میں 'آنے کو' ہی بہتر ہے۔

[3] سات اشعار کی یہ غزل 'مثنوی در بیان کدخدائی نواب آصف الدولہ بہادر' میں نسخۂ آسی ص ۷۸۲ اور مجلس ص ۲۶۶ پر درج ہے۔ دراصل یہ غزل نو اشعار کی حامل ہے اور راجہ ناگرمل کے بیٹے بشن سنگھ کی شادی پر کہی گئی مثنوی میں شامل ہے۔ میر نے اِس غزل کے سات اشعار آصف الدولہ کی کتخدائی کی مثنوی میں بھی شامل کر دیئے، دو شعر البتہ یہاں درج نہیں ہوئے، ہم ان دو اشعار کو اسی غزل میں شعر نمبر آٹھ اور نو کے تحت درج کر رہے ہیں۔

[4] نسخۂ مجلس میں 'ہو' ردیف کی غزل میں 'بو بھی ہے' درج ہے، سہوِ کتابت کی نہیں کی گئی۔

1826/7 دل تمنا کدہ تو ہے پر میر — ہو تو اُس کی ہی آرزو بھی ہو

1826/8 پا سکے اُس کمر کو دستِ شوق — جو نمایاں بہ قدر موہ بھی ہو

1826/9 روکشِ میر ہوتے نا شاعر
جب اُنہیں ویسی آبرو بھی ہو

﴿1827﴾[1]

1827/1 اب کی بہار کیا کیا دریا پہ رنگ لائی — اک شہر نکلے لالہ پھر اس میں ہولی آئی

1827/2 کی فکرِ مالِ تاریخ آوازِ غیب آئی — ہم نے کبھی نہ دیکھی اس رنگ کدخدائی

1827/3 آنکھوں کی روشنی بھی[2] اپنی ہوئی دوچنداں — طالع نے چاندنی میں کیا روشنی دکھائی

1827/4 ہو بادِ جس طرف کی آنکھیں اُدھر ہیں اُس کی — نرگس کا اس ہوا میں دیدہ بھی ہے ہوائی

1827/5 بے گل رہے نہ یک دم بلبل کے آہ و نالے — محبوب سے کسو کو یا رب نہ ہو جدائی

1827/6 گل تک ہنسا نہ مجھ سے بلبل نہ بولی ہرگز — کس کس کی بے دماغی، بے یار میں اُٹھائی

1827/7 ہم بھی رہے ہوا وہ جب تک جوان جاہل — کی عمرِ رفتنی نے بارے نہ بے وفائی

1827/8 اخواں زمانے کو تو کیا جانیں دِل لگی کو — لگتی ہے جس کے دل کو وہ جانتا ہے بھائی

1827/9 ہے دام گاہ دنیا ہر جا فریب اس میں — دیتی نہیں دکھائی اپنی مجھے رہائی

1827/10 گزری جو کچھ سو گزری یاری میں دلبروں کی
میر اب کسو سے تم تو کریو نہ آشنائی

﴿1828﴾[3]

1828/1 لالہ کنارِ دریا نکلا ہے کیا زمیں سے — اُٹھتی نہیں ہے آنکھیں دیکھو اِدھر کہیں سے

1828/2 بالیدگی سے پہنچے گل آدمی کے سر تک — ہو واں تو رنگ ٹپکے جیب اور آستیں سے

1828/3 خوش رنگ تر ہے ہر گل رخسار سے پری کے — صد برگ واں طرف ہے خورشید کی جبیں سے

1828/4 منہ پر عبیر عاشق اصرار سے ملے ہیں — کب ہاتھ کھینچتے ہیں معشوق کی نہیں سے

1828/5 صندل بھری جبیں سے کیا صبح چہرہ ہووے — اس قطعۂ چمن کے محبوب خوش نشیں سے

1828/6 یک سو گلال منہ پر خوباں کے مل رہے ہیں — الجھے ہیں ہاتھ یک سو گیسوئے نازنیں سے

1828/7 جب میر جان دینا بوسے کے بدلے ٹھہرا
تب خوف کیجیے کیا پیشانیوں کی چیں سے

---

[1] یہ غزل 'مثنوی در جشنِ ہولی وکتخدائی' کے عنوان سے آسی کے ص ۷۸۷ اور مجلس کی جلد ششم ص ۲۷۹ پر درج ہوئی، یہ مثنوی نواب وزیر علی خان کی شادی پر ہے جو ۱۲۰۸ھ بمطابق ۱۷۹۴ء منعقد ہوئی۔

[2] نسخۂ آسی اور تنتبع میں مجلس کی اشاعت میں 'تھی' درج ہے جب کہ اخبار الصنادید میں 'بھی' درج ہے۔

[3] یہ غزل 'مثنوی در بیان ہولی' میں سے لی گئی ہے، نسخۂ آسی میں یہ غزل ص ۷۹۱ پر اور نسخۂ مجلس جلد ششم ص ۲۸۷ پر مندرج ہے۔

﴿1829﴾[1]

1829/1 رنج کی اُس کے جو خبر گزرے ۔۔۔ رفتہ وارفتہ اس کا مر گزرے

1829/2 ایک پل بھی نہ اس سے آنسو تھمے ۔۔۔ روتے مجھ کو پہر پہر گزرے

1829/3 جوئے خوں آنکھوں سے بہے شاید ۔۔۔ خون سے میرے وہ بھی در گزرے

1829/4 مارے غیروں کو یا مرے عاشق ۔۔۔ کچھ نہ کچھ چاہیے کہ کر گزرے

1829/5 راہِ جاناں سے ہے گزر مشکل ۔۔۔ جان ہی سے کوئی مگر گزرے

1829/6 غنچہ ہو شرم سے اُن آنکھوں کی ۔۔۔ گلِ نرگس اگر نظر گزرے

1829/7 سر کا جانا ہی ہر قدم ہے میر
کیا کوئی اس کی راہ پر گزرے

﴿1830﴾[2]

1830/1 ہم وحشیوں پہ کچھ ہو، کاہے کو یار ہے تو ۔۔۔ اے ترکِ صید پیشہ، کس کا شکار ہے تو

1830/2 پہنچی قریب شاید[3] نخچیر گاہ اُس کی ۔۔۔ جوں صید خوں گرفتہ، دل بے قرار ہے تو

1830/3 دل تجھ تلک رسائی مشکل ہے چشمِ تر سے ۔۔۔ عسرالعبور کیسے دریا کے پار ہے تو

1830/4 شہری ہیں اس کی آنکھیں کیا تجھ کو اُن سے نسبت ۔۔۔ اے آہوئے بیاباں اچھا گنوار ہے تو

1830/5 کیا صبح جلوہ گر ہو خوبی کے آگے تیری ۔۔۔ اے گل دمِ تبسم، باغ و بہار ہے تو

1830/6 یاں دو قدم بھی چلنا بن سر دیے نہ ہووے ۔۔۔ اے راہِ عشق کتنی مشکل گزار ہے تو

1830/7 لیتا ہے تجھ سے عبرت جو کوئی دیکھتا ہے
کیا میر اس گلی میں بے اعتبار ہے تو

﴿1831﴾

1831/1 کیا کشت وخوں پہ ان دنوں میلانِ یار ہے ۔۔۔ ہر جائے پوچھتا ہے کہ یاں کچھ شکار ہے

1831/2 جاتا ہے اس کشندے کی جانب چلا ہوا ۔۔۔ صیدِ اجل[4] رسیدہ ہے دل بے قرار ہے

1831/3 آنکھیں جو میری باز ہیں جوں صیدِ بسملی ۔۔۔ اس ترکِ صید بند کا یہ انتظار ہے

1831/4 عزت جو اُس گلی میں ہے اپنی نہ پوچھیے ۔۔۔ جب جایئے تو خشم ہے گالی ہے مار ہے

1831/5 جانیں چلی گئیں ہیں بہت قلب گاہ سے ۔۔۔ تو رہ کے جا کہ راہ ابھی پُر غبار ہے

---

[1] یہ غزل 'جنگ نامہ' کا حصہ ہے، آسی نے کلیات کے آغاز میں ص ۶۴ پر 'جنگ نامہ' درج کیا ہے لیکن اُسی میں یہ غزل شامل نہیں، نسخۂ مجلس نے اس غزل کو دو مرتبہ درج کیا ہے۔ پہلی مرتبہ جلد چہارم دیوان ششم کے آخر میں جو تین غزلیں درج کی ہیں اُن میں سے تیسری یہی غزل ہے ص ۳۱۸، دوسری مرتبہ یہ غزل جلد ششم ص ۳۰۵ پر درج ہوئی۔ نسخۂ آسی میں یہ غزل شامل نہیں۔

[2] آصف الدولہ کی سرکار میں میر نے دو شکارنامے بھی، سیر و سفر اور تخلیق کیے تھے، ان میں سے پہلے شکارنامے میں کل سات غزلیں ہیں (آخری دو غزلہ کو بھی ہم نے الگ الگ شمار کیا ہے) لہٰذا غزل نمبر ۱۸۳۰ سے ۱۸۳۶ء تک غزلیات 'شکارنامہ اول' سے ہیں۔

[3] مجلس اور آسی دونوں نے 'شاہد' درج کیا جب کہ محل 'شاید' کا ہے۔

[4] نسخۂ مجلس جلد ششم ص ۳۲۷ پر 'صید ازل رسیدہ' درج ہے، آسی کے نسخے میں 'اجل رسیدہ' درست ہے۔

﴿1829﴾[1]

1829/1 رنج کی اُس کے جو خبر گزرے — رفتہ وارفتہ اس کا مر گزرے
1829/2 ایک پل بھی نہ اس سے آنسو چھپے — روتے مجھ کو پہر پہر گزرے
1829/3 جوئے خوں آنکھوں سے بہے شاید — خون سے میرے وہ بھی در گزرے
1829/4 مارے غیروں کو یا مرے عاشق — کچھ نہ کچھ چاہیے کہ کر گزرے
1829/5 راہِ جاناں سے ہے گزر مشکل — جان ہی سے کوئی مگر گزرے
1829/6 غنچہ ہو شرم سے اُن آنکھوں کی — گلِ نرگس اگر نذر گزرے
1829/7 سر کا جانا ہی ہر قدم ہے میر
کیا کوئی اس کی راہ پر گزرے

﴿1830﴾[2]

1830/1 ہم وحشیوں پہ کچھ ہو، کاہے کو یار ہے تو — اے ترکِ صید پیشہ، کس کا شکار ہے تو
1830/2 پہنچی قریب شاید[3] نخچیر گاہ اُس کی — جوں صید خوں گرفتہ، دل بے قرار ہے تو
1830/3 دل تجھ تلک رسائی مشکل ہے چشمِ تر سے — عسرالعبور کیسے دریا کے پار ہے تو
1830/4 شہری ہیں اس کی آنکھیں کیا تجھ کو اُن سے نسبت — اے آہوئے بیاباں اچھا گنوار ہے تو
1830/5 کیا صبح جلوہ گر ہو خوبی کے آگے تیری — اے گل دم تبسم، باغ و بہار ہے تو
1830/6 یاں دو قدم بھی چلنا بن سر دیے نہ ہووے — اے راہِ عشق کتنی مشکل گزار ہے تو
1830/7 لیتا ہے تجھ سے عبرت جو کوئی دیکھتا ہے
کیا میر اس گلی میں بے اعتبار ہے تو

﴿1831﴾

1831/1 کیا کشت وخوں پہ ان دنوں میلانِ یار ہے — بر جائے پوچھتا ہے کہ یاں کچھ شکار ہے
1831/2 جاتا ہے اس کشندے کی جانب چلا ہوا — صیدِ اجل[4] رسیدہ ہے دل بے قرار ہے
1831/3 آنکھیں جو میری باز ہیں جوں صیدِ بسملی — اس ترکِ صید بند کا یہ انتظار ہے
1831/4 عزت جو اُس گلی میں ہے اپنی نہ پوچھیے — جب جائیے تو خشم ہے گالی ہے مار ہے
1831/5 جانیں چلی گئیں ہیں بہت قلب گاہ سے — تو رہ کے جا کہ راہ ابھی پُر غبار ہے

---

[1] یہ غزل 'جنگ نامہ' کا حصہ ہے، آسی نے کلیات کے آغاز میں ص ۶۴ پر 'جنگ نامہ' درج کیا ہے لیکن اُسی میں یہ غزل شامل نہیں، نسخہ مجلس نے اس غزل کو دو مرتبہ درج کیا ہے۔ پہلی مرتبہ جلد چہارم دیوان ششم کے آخر میں جو تین غزلیں درج کی ہیں اُن میں سے تیسری یہی غزل ہے ص ۳۱۸، دوسری مرتبہ یہ غزل جلد ششم ص ۳۰۵ پر درج ہوئی۔ نسخہ آسی میں یہ غزل شامل نہیں۔

[2] آصف الدولہ کی سرکار میں میر نے دو شکارنامے بھی، سیر و سفر اور تخلیق کیے تھے، ان میں سے پہلے شکارنامے میں کل سات غزلیں ہیں (آخری دو غزلہ کو بھی ہم نے الگ الگ شمار کیا ہے) لہٰذا غزل نمبر ۱۸۳۰ سے ۱۸۳۶ء تک غزلیات 'شکارنامہ اول' سے ہیں۔

[3] مجلس اور آسی دونوں نے 'شاہد' درج کیا جب کہ محل 'شاید' کا ہے۔

[4] نسخہ مجلس جلد ششم ص ۳۲۷ پر 'صید ازل رسیدہ' درج ہے، آسی کے نسخے میں 'اجل رسیدہ' درست ہے۔

1831/6 ہے زلف و روئے یار سے ہر لحظہ بحث یہاں — یہ وجہ ہے کہ شعر مرا پیچ دار ہے
1831/7 کم اختلاطی کا ہے گلہ یار سے عبث — کس کشتۂ وفا سے بہت اس کو پیار ہے
1831/8 گل گل شگفتگی ہے ترے چہرے سے عیاں — کچھ آج میری جان قیامت بہار ہے
1831/9 کیا میر تم کو گریۂ شب سے ہے گفتگو
طوفان میری پلکوں کا سر در کنار ہے

﴿1832﴾

1832/1 وہ دل شکار آن جو نکلا شکار کو — اندازِ یک نگاہ سے مارا ہزار کو
1832/2 چلنا پڑے ہے رکھ کے قدم تیغِ تیز پر — کس ڈھب سے کاٹیں اس رہِ مشکل گزار کو
1832/3 اُڑنے لگے ہے باد میں تو جاں گزا ہے پھر — خجلت ہی اُس کی زلف سے ہے تیر مار کو
1832/4 سو بار منہ چڑھاتے ہو کچھ بولتے نہیں — یہ بات کیا چڑھو ہو کہے اپنی بار کو
1832/5 آتا نہیں نظر کہ حصولِ اُمید ہو — کیا تھام تھام رکھیے دلِ بے قرار کو
1832/6 جیتے رہے تو اس سے ہم آغوش ہوں گے ہم — لبریز گل سے دیکھیں گے جیب و کنار کو
1832/7 کیا سمجھے خوبی میری خراشِ جبیں کی تو — اس کام کو دکھا کسی اُستاد کار کو
1832/8 ایسے ستم کیے کہ گیا جی سے میں ندان — ٹک منصفی سے دیکھو پھر انصافِ یار کو
1832/9 بولا کہ مجھ کو کرتی ہے بدنام گور میر
ہے خوب اگر مٹاوے کوئی اس مزار کو

﴿1833﴾

1833/1 حیف اس شکار پیشہ کو ہم سے خبر نہیں — ہم ہیں شکارِ خستہ ہمارے جگر نہیں
1833/2 ہم خاک منہ سے مَل کے پھرے جیسے آرسی — افسوس ہے کہ روئے دلِ یار اِدھر نہیں
1833/3 آنکھیں نکال اُس کے قدم کے تلے رکھیں — تو بھی ہمارے حال پر اُس کو نظر نہیں
1833/4 کیا کہیے جو نہ کیجیے انداز دام کا — گلزار کے تو قابلِ پرواز پر نہیں
1833/5 نکلی پڑے ہے میان سے کاہے کو ہر گھڑی — لاگ اُس کی تیغِ تیز کو ہم سے اگر نہیں
1833/6 سر رکھ کے اُس کی تیغ تلے مر چکو شتاب — یاں پاؤں پیٹ پیٹ کے مرنا ہنر نہیں
1833/7 آنکھیں ہیں اُس کی راہ پہ جوں نقش پا ہزار
پر میر اُس کو کچھ سرِ سیر و سفر نہیں

﴿1834﴾

1834/1 وہ کماں ابرو اگر درپے ہوا ہے میر کے — ترکش ان پلکوں کا ہے بالائے ترکش تیر کے
1834/2 یوں تو کہتا ہے گلے کا تو مرے تعویذ ہے — پر نہیں آثار ظاہر یار کی تسخیر کے
1834/3 میں بھی زنجیری رہا ہوں دیرِ گلشن کے قریب — پہنچے ہوں گے دور تک نالے مری زنجیر کے
1834/4 خون ہی دستِ حنائی سے کیا کرتے ہو تم — لو کبھو ٹک ہاتھ میں دل کو کسو دل گیر کے
1834/5 بندہ و صاحب میں نسبت ہے ولے نازک بہت — معترف رہتے ہیں عاشق اپنی ہی تقصیر کے

1834/6 اور بھی وہ رشکِ خور کچھ اب خنک ملنے لگا معتقد ہم کیا ہوں آہ صبح کی تاثیر کے

1834/7 روئے دل کش وہ خدا جانے کہ کس سے کھنچ گیا
میر ہم عاشق رہے ہیں ایسی ہی تصویر کے

﴿1835﴾

1835/1 نہیں خوں بستگی سے چشمِ تر بند جراحت نے کیے ہیں چشم پر بند

1835/2 گیا ہے وہ سو دل کھلتا نہیں ہے پڑا ہے ایک مدت سے یہ گھر بند

1835/3 کریں ہیں شوقِ گل خوں دل میں ناچار اسیرانِ شکستہ بال و پر بند

1835/4 گئے دن تنگی کے باندھنے کے اب آنکھیں رہتی ہیں دو دو پہر بند

1835/5 بہت ہے یار کا کم بولنا بھی نہیں چنداں ہم ان باتوں کے در بند

1835/6 سبھوں سے آرسی کے مثل وا ہو کسو کے منہ پہ دروازہ نہ کر بند

1835/7 ہمارے ہاتھ خنجر سے کرو قطع نہ کھلوایا کبھو اُس کا کمر بند

1835/8 رکے ہے یار آنکھیں ہی دکھا کر ہم اُس کے ان دنوں میں ہیں نظر بند

1835/9 نہ خط آتا ہے اودھر سے نہ قاصد لکھوں کیا مدتوں سے ہے خبر بند

1835/10 غزل کا قافیہ تغییر کر میر
ہنر کچھ اس زمیں میں میر کر بند

﴿1836﴾

1836/1 جگر خوں کن ہیں خوبانِ حنا بند دل اُن کے دستِ رنگیں کا ہے پابند

1836/2 گرہ بندِ قبا میں وے ہمیں دیکھ ہوا کی آہ باغِ دل کشا بند

1836/3 رکھ آہِ سرد ہی سے گرم جوشی رکے ہے دل جو ہوتی ہے ہوا بند

1836/4 ہمیں سے کیا وہ جادوگر نہ بولے کسو دشمن نے اس کا منہ کیا بند

1836/5 نہیں تھمتا ہے اب پلکوں سے رونا بہت خاشاک سے دریا رہا بند

1836/6 ہمیں منظور ہر صورت میں ہے دید کھلی ہو چشم جوں آئینہ یا بند

1836/7 نہیں کام آتی اتنی تیز گامی سمندِ عمر ہوتا کاش جا بند

1836/8 زبردستوں کی کشتی ہوگئی پاک نکالا عشقِ زور آور نے کیا بند

1836/9 یہی انداز باندھے ہیں یہی ناز
قیامت میر صاحب ہیں ادا بند

﴿1837﴾[1]

1837/1 سبزہ ہے آب جو ہے، فصلِ بہار بھی ہے سرگرم جلوہ دیکھو پہلو میں یار بھی ہے

1837/2 یہ تو نہیں کہ ہم پر ہر دم ہے بے دماغی آنکھیں دکھاتے ہیں تو چتون میں پیار بھی ہے

1837/3 گل ہم کنار ہوگا ہنس کر کبھو چمن میں پر کم بغل ہے بلبل اس کو قرار بھی ہے

---

[1] 'شکارنامہ دوم' گیارہ غزلوں سے مزین ہے، غزل نمبر ۱۸۳۷ سے ۱۸۴۷ تک اسی مثنوی میں شامل غزلیات ہیں۔

1837/4
ہوں وعدہ گاہ میں تو پر میں ہی جانتا ہوں
کچھ اضطراب بھی ہے، کچھ انتظار بھی ہے

1837/5
جوں موج ہم بغل ہوں نایاب اس گہر سے
دریا کی سیر بھی ہے، بوس و کنار بھی ہے

1837/6
ہم جبریوں سے کیا ہو بے دست و پا و عاجز
کہنے کو کہتے ہیں تو، کچھ اختیار بھی ہے

1837/7
کون اُس بھبھوکے سا ہے، دیکھو نہ ٹک کبھی تو وہ
شمع و چراغ و شعلہ برق و شرار بھی ہے

1837/8
جانا مسلّم آیا اس خاک داں سے گو پھر
مشکل گزر ہے رستہ گرد و غبار بھی ہے

1837/9
دل تنگ میر کیوں ہے ہمرہ وزیر کے تو
دریا فضا ہوا ہے، سیر و شکار بھی ہے

1838

1838/1
تھی باد بھی آنے کی چمن میں نہ روادار
پر کیجیے کیا گل کی صبا بھی ہے ہوادار

1838/2
شائستۂ دیدن ہے مرے یار کی صحبت
وہ صاحبِ ناخواہ ہے بندہ ہے وفادار

1838/3
کیا خوب ہو کیا زشت ہو ردّ دیوے ہے سب کو
اس عرصے میں آئینے کو دیکھا ہے ہوادار

1838/4
کس طور سے یک رنگ ہوں یے عاشق و معشوق
ہے گل کنے زر، بلبلِ بے برگ ہے نادار

1838/5
کیا بے کسی سے میر نے رحلت کی جہاں سے
رویا نہ کوئی اُس پہ، نہ کوئی ہے عزادار

1839

1839/1
بلبل کے بولنے سے آزار دل نے پایا
کیا کہہ گئی کہ ہم کو سنتے ہی غش سا آیا

1839/2
نخچیر گہ میں اُس کے جاتا نہیں ہے کوئی
ہم کو تو شوقِ مفرط واں کا لگا کے لایا

1839/3
انواع رنج ہم نے کھینچے تھے عاشقی میں
پر ہجر کے الم نے چنگا بہت بنایا

1839/4
صوفیِ صاف مشرف بے ہوش و بے خرد ہیں
مستی نے اس نگہ کی مجلس کے تئیں چھکایا

1839/5
مہر و وفا و[1] اُلفت کرتے تھے لوگ باہم
رحمت خدا کی تم نے اس رحم کو اُٹھایا

1839/6
سر مارے تو پری کو ایسی روش نہ آئے
کس ناز سے زمیں پر پڑتا ہے اُس کا سایا

1839/7
یہ جانتا تو ہرگز بازار میں نہ جاتا
یوسف کے طور میں بھی سستا بہت بکایا

1839/8
غیرت سے عاشقی کی جاتا نہیں ہوں میں تو
وہ خود بخود ہی آوے کاش اس طرف خدایا

1839/9
معشوق تو ہے پر وہ اوباش کج روش ہے
کیا کہیے میر جی سے دل کو کہاں لگایا

1840

1840/1
ذوقِ شکار اُس کو ہے اتنا کہ حد نہیں
کس اُس کے تیغ کش پہ ملک کو حسد نہیں

1840/2
خالی پڑے ہیں صید سے وادی و کوہسار
رہنے دو وحش و طیر کو اب دام و دد نہیں

1840/3
بے جد و کد جو اس سے ملاقات ہو تو ہو
تم کد سے دیکھو ہو کہ ہمیں اُس کی کد نہیں

1840/4
کچھ اور شے ہے خوب جو دیکھو رخِ نگار
ہر چند گل بھی تازہ کھلا اتنا بد نہیں

---

1. نسخۂ آسی و مجلس میں 'مہر و وفا الفت کرتے ۔۔۔' درج ہے، یوں مصرع وزن سے خارج ہے اس کے لیے 'وفا' کے بعد واؤ بڑھانا ضروری ہے۔

1840/5 اس بے کسی سے کون جہاں میں موا کہ میں — جز داغ سینہ آج چراغ لحد نہیں
1840/6 کیا سرو گل سے ہووے تسلی کہ اہل شوق — گل منہ نہیں ہے یار کا سرو اُس کا قد نہیں
1840/7 بے سوزِ دل کنھوں نے کہا ریختہ تو کیا — گفتارِ خام پیش عزیزاں سند نہیں
1840/8 سو بار مست کعبے میں پکڑے گئے ہیں ہم — رسوائی کے طریق کے کچھ نابلد نہیں
1840/9 لطفِ سخن بھی پیری میں رہتا نہیں ہے میر
اب شعر ہم پڑھیں ہیں تو وہ شد و مد نہیں

1841

1841/1 جو جو ظلم کیے ہیں تم نے سو سو ہم نے اُٹھائے ہیں — داغ جگر پہ جلائے ہیں چھاتی پہ جراحت کھائے ہیں
1841/2 تیغ دریغ نہیں ہے اُس کی بسمل گہ میں کسو سے بھی — ہیں تو شکارِ لاغر ہم پر ایک اُمید پر آئے ہیں
1841/3 ٹل کر سامنے یوں بھی اب جو تیر ترازو ہو اُس کا — کیا کیا لوہو پی کر دل کو اس پلّے پر لائے ہیں
1841/4 خم سے لگی مے خانے کے دیوار بھی اپنے گھر کی ہے — لطفِ پیر مغاں سے عجب کیا ہم آخر ہمسائے ہیں
1841/5 شوق ہے غم میں بے صبری ہے آہ کسو کو کیا کہیے — اچھے اپنے جی کو ہم نے آپ ہی روگ لگائے ہیں
1841/6 محو سخن ہم فکرِ سخن میں رفتہ ہی بیٹھے رہتے ہیں — آپ کو جو کھویا ہے ہم نے تب یہ گوہر پائے ہیں
1841/7 دیکھیں طرف ہے کون سی جس سے تیغ ناز بلند کرے — ہم نے بھی تو اس ہی جہت سے فرقِ نیاز جھکائے ہیں
1841/8 تب تھے سپاہی اب ہیں جوگی آہ جوانی یوں کاٹی — ایسی تھوڑی رات میں ہم نے کیا کیا سوانگ بنائے ہیں
1841/9 کس کو ایسی بے خبری تھی جس کے بولے تو چونکا — سو ٹھوکر نے ان پلکوں کی کتنے فتنے جگائے ہیں
1841/10 کون وہ ایسا ظالم تھا اُستاد فنِ عیاری کا — اتنے سن میں جن نے تجھ کو ایسے فریب سکھائے ہیں
1841/11 میر مقدس آدمی ہیں تھے سبحہ بہ کف مے خانے میں
صبح جو ہم بھی جا نکلے تو دیکھ کے کیا شرمائے ہیں

1842

1842/1 اک دُرج موتیوں کے عوض ہاتھ آ گیا — یوسف ہزار حیف کہ سستا بکا گیا
1842/2 جانا نہ تھا سرہانے سے مجھ مختصر کے ہائے — کیا وقت رہ گیا تھا کہ وہ منہ چھپا گیا
1842/3 آشفتہ سر ہیں سرو و گریباں دریدہ گل — بیٹھا کہاں چمن میں کہ فتنہ اُٹھا گیا
1842/4 گل برگ سے بھرے تھے کہے تو کنار و جیب — کیا کیا سمیں نہ گریۂ خونیں دکھا گیا
1842/5 خط بھیج کے بھی شوق کی باتیں چلی گئیں — قاصد کے پیچھے دُور تلک میں لگا گیا
1842/6 روتا ہوں یوں کہ برسے ہے شدت سے جیسے مینہ — جوں ابر میرے دل پہ غم عشق چھا گیا
1842/7 جو نقش روزگار کے صفحے سے محو ہو — صورت پذیر پھر نہیں ہوتا مٹا گیا
1842/8 ہستی مری کہ ہیچ تھی میں منفعل رہا — اس شرم سے ندان زمیں میں سما گیا
1842/9 داغِ دلِ خراب شبوں کو جلے ہے میر
عشق اس خرابے میں بھی چراغ اک جلا گیا

1843

1843/1 کر لطف، عارض مت چھپا عاشق سے اے یار اس قدر[1] — یک جان کو یہ عارضے، یک دل کو افکار اس قدر

1843/2 جو کچھ ہے سو دل کے سبب غم غصہ و رنج و تعب — تھے چاہنے سے پیشتر کا ہے کو بیمار اس قدر

1843/3 ہردم جو اس کے ابرواں جنبش میں ہیں کانپے ہے جاں — یعنی ہیں آنکھیں جھپتیاں چلتی ہے تلوار اس قدر

1843/4 شب نالہ و زاری رہے دن خستگی خواری رہے — وہ دل نہیں باقی رہا کھینچے جو آزار اس قدر

1843/5 وے دل زدے ہیں خستہ جاں، مرجاتے ہیں جونا گہاں — ورنہ قضا کس شخص کی پہنچی ہے یک بار اس قدر

1843/6 طرّے سے طرّاری کرے، مستی میں ہشیاری کرے — آیا نظر اب تک نہیں طرار و عیار اس قدر

1843/7 اُلفت کہاں کلفت ہے یاں یہ بھی عجب صحبت میاں — بیزار وہ اس مرتبہ جس سے ہمیں پیار اس قدر

1843/8 تم آگے کب تھے بدگماں سب حجت و یکسر زباں — اب اک سخن پر مہرباں کرتے ہو تکرار اس قدر

1843/9 آنکھیں کھلی ہیں میر کی جب دیکھو تب آئینہ ساں
آدم نہیں ہوتے کہیں مشتاقِ دیدار اس قدر

1844

1844/1 نہ دماغ ہے کہ کسو سے ہم کریں گفتگو غمِ یار میں
نہ فراغ ہے کہ فقیروں سے ملیں جا کے دلّی دیار میں

1844/2 نہ چمن میں جاتے رہا ہے دل نہ بنوں میں پھرنے لگا ہے دل
وہی بے کلی رہی جان کو رہے سیر میں نہ شکار میں

1844/3 کہے کون صیدِ رمیدہ سے کہ ادھر بھی پھر کے نظر کرے
کہ نقاب اُلٹے سوار ہے ترے پیچھے کوئی غبار میں

1844/4 ترے شام خط کے قریب کی جو صفا میں دیکھی ہیں خوبیاں
نہ سمیں پہ گل میں نظر پڑے نہ یہ رنگ صبحِ بہار میں

1844/5 کوئی شعلہ ہے کہ شرارہ ہے، کہ ہوا ہے یہ کہ ستارا ہے
یہی دل جو لے کے گڑیں گے ہم تو لگے گی آگ مزار میں

1844/6 جھکی کچھ کہ جی میں چبھی سبھی، ہلی ٹک کہ دل میں کبھی کبھی
یہ جو لاگ پلکوں میں اُس کے ہے نہ چھری میں ہے نہ کٹار میں

1844/7 مرے ایک دل میں جو غم یہ ہے سو فزوں ہے میرے شمار سے
نہ تو دس میں یہ نہ پچاس میں، نہ تو سو میں یہ نہ ہزار میں

1845

1845/1 ہے گی طلب شرط یاں کچھ تو کیا چاہیے — بیٹھے نہیں بنتی میاں کچھ تو کیا چاہیے

1845/2 عشق میں اے ہم رہاں کچھ تو کیا چاہیے — گریہ و شور و فغاں کچھ تو کیا چاہیے

1845/3 ہاتھ رکھے ہاتھ پر بیٹھے ہو کیا بے خبر — چلنے کو ہے کارواں کچھ تو کیا چاہیے

---

[1] نسخۂ مجلس میں 'اس قدر' درج ہونے سے رہ گیا ہے۔

1845/4 میں جو کہا تنگ ہوں مار مروں کیا کروں — وہ بھی لگا کہنے ہاں کچھ تو کیا چاہیے
1845/5 سون کھنچے[1] رہنے کی کس نے بدی ہے بھلا — لطف و غضب مہرباں کچھ تو کیا چاہیے
1845/6 کام اب اپنا ہے یاں کندنِ جاں ہر زماں — کیا کریں ہم ناتواں کچھ تو کیا چاہیے
1845/7 کیا کروں دل خوں کروں شعر ہی موزوں کروں — چلتی ہے اب تک زباں کچھ تو کیا چاہیے
1845/8 ہو نہ سکے گر نماز، دل کی طرف کر نیاز — وقت گیا پھر کہاں کچھ تو کیا چاہیے
1845/9 چاہوں کسو سے دعا، دل کی کروں اب دوا — نفع ہو پھر یا زیاں کچھ تو کیا چاہیے
1845/10 عمر گئی لغو سب وقت بہت کم ہے اب — کچھ نہ کیا ہائے میاں کچھ تو کیا چاہیے
1845/11 یہ تو نہیں دوستی ہم سے جو تم کو رہی — پاسِ دلِ دوستاں کچھ تو کیا چاہیے
1845/12 تو نے کماں کی ہے زہ، پر ہوں نہ یوں صید میں — میری بھی خاطر نشاں کچھ تو کیا چاہیے
1845/13 میر نہیں پیر تم کاہلی اللہ رے
نامِ خدا ہو جواں کچھ تو کیا چاہیے

﴿1846﴾

1846/1 کب آوے گا کیا جانے وہ سرو قامت — ہمارے تو سر پر ابھی ہے قیامت
1846/2 نمازِ سفر ہے اشارت اِسی سے — کہ تھوڑا بہت یاں ہے وقتِ اقامت
1846/3 رہا رابطہ غارتِ دل تلک بس — نہیں اب تو بندے سے صاحب سلامت
1846/4 گریباں کو گل چاک کرنے لگیں گے — کھلے رکھ گلستاں میں بندِ قبا مت
1846/5 اُٹھا کر نہ یک زخمِ شمشیر اُس کا — غزالِ حرم نے اُٹھائی ملامت
1846/6 بگڑتی ہے صورت علاقے سے دل کے — کسو بے وفا سے دل اپنا لگا مت
1846/7 کوئی فصلِ گل میں بھی توبہ کرے ہے — رہے گی ہمیں دیر اس کی ندامت
1846/8 کہیں دل کی لاگیں لگی چھپتیاں ہیں — کہ چہرے کی زردی بڑی ہے علامت
1846/9 گئی سو گئی پیشتر تھی جوانی
رہِ عشق میں میر آئندہ جا مت

﴿1847﴾

1847/1 کرو تامّل کہ حال ہم میں رہا نہیں ہے غموں کے مارے
جو کچھ بھروسہ جنھوں پہ تھا سو شکیب و تاب و تواں سدھارے
1847/2 ہوئے ہیں غائر قیامت اب تو، گئے جگر تک، گئے ہیں دل تک
جو ٹک بھی دیکھے وہ غور سے تو، جراحت اُس کو دکھائیں سارے
1847/3 ہماری آنکھیں بہیں ہیں اتنی کہ اب ہے دریا محیطِ عالم
کہیں کہیں جو رہیں ہیں مردم سو بیٹھے ہیں وے کیے کنارے

---

[1] نسخۂ آسی و مجلس میں 'کسے' درج ہے، نول کشور دوم کی سند پر 'کھنچے' درج کیا ہے جو بہتر ہے۔

1847/4
کریں تحمل سو کا ہے پر ہم مدام بے خود ہمیشہ غش ہے
گئی ہے طاقت دلوں سے شاید نہیں ہے آیا جگر ہمارے

1847/6
کبھو سروں پر ہے تیغ نالہ ، کبھو سنانِ فغاں جگر پر
کسو سے کہنے کا کچھ بھی حاصل ، گئے ہیں جوں توں کے وقت بارے

1847/7
بھری تھی آتش کہاں کی یا رب دل و جگر میں کہ نصف شب کو
لگا جو رونے تو جائے آنسو مری مژہ سے گرے شرارے

1847/8
قبول عشق و محبت اتنا ہوا ہے اے میر سیر قابل[1]
مدام جاتے دکھائی دوں ہوں کبھو نہ اُن نے کہا کہ آوے

1848 [2]

1848/1
ساقیا موسمِ جوانی ہے
گروِ بادہ کی کامرانی ہے

1848/2
دے پیالہ کہ نُقلِ مجلسِ عیش
خوب رویاں کی بدزبانی ہے

1848/3
لاؤ آبِ کشادہ دل کو کھول
عین الطاف و مہربانی ہے

1848/4
روئے خوباں سے بزم کا ہے فروغ
شمع خجلت سے پانی پانی ہے

1848/5
رشکِ گلزار ہے یہ صحبتِ عیش
شش جہت جوشِ گل فشانی ہے

---

[1] نسخۂ آسی ص ۸۸۳ پر 'سیر قاتل' درج ہے، نول کشور دوم کی سند پر 'سیر قابل' شاملِ متن کیا ہے۔

[2] یہ غزل میر کی 'مثنوی کہ فدائی بشن سنگھ' سے منقول ہے، بشن سنگھ راجہ ناگرمل کے بیٹے تھے، ان کی شادی ۱۱۷۴ھ تا ۱۱۸۴ھ میں کسی وقت بھرت کے علاقے کمھیر میں ہوئی ہوگی۔ نسخۂ فورٹ ولیم کالج ۱۸۱۱ء اور نول کشوری اشاعتوں بشمول آسی یہ مثنوی شامل نہیں۔ دیوان اول کے زمانے کی یادگار سمجھنا چاہیے۔